کنز الدقائق عربی جدید حواشی کے
ساتھ چھپ رہی ہے۔

اخلاق و تصوف اردو

جامع الاخلاق ترجمہ اخلاق جلالی۔ ۱۰ر
باب دانش۔ مولفہ مولوی محمد کریم بخش۔ ۲ر
اوقات عزیزی۔ از سید غلام حیدر خان ۱ر
ترجمہ عوارف المعارف کامل دو جلدین
مترجمہ مولانا ابوالحسن فرید آبادی۔ عہ
خرد مندیٔ دانش۔ ہوشمندی کی تعلیم از مولوی
محمد کریم بخش۔ ۳ر
بحر الحقیقت۔ اصلاح النفس مین۔ ۲ر
آبحیات۔ اخلاق و موعظت مین مصنفہ
منشی کاشی پرشاد۔ ۳ر
کیمیاے حکمت۔ حصہ اول بیان
شرائف علم و ادب۔ ۲ر
پیراہن یوسفی۔ اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم
کا نظم شعر بشعر اور حاشیہ پر اردو مین حاصل
مطلب مع فوائد تصوف۔ کامل دو جلدین
بتفصیل ذیل۔
(جلد اول) ترجمہ دفتر اول و ۲ و ۳۔ زیر طبع
(جلد دوم) ترجمہ دفتر ۴ و ۵ و ۶۔ زیر طبع
تبصرہ معرفت محشی۔ منتخبات مثنوی مولانا
روم۔ مترجمہ سید غلام حیدر صاحب۔ عہ
چشمہ فیض۔ نظم ترجمہ اردو پندنامہ عطار
کلام عارفانہ کامل حضرت شیخ فریدالدین قدس سرہ
از مولوی عبدالغفور خان بہادر۔ ۲ر
مذاق العارفین۔ ترجمہ احیاء علوم الدین غزالی

چہار جلد کامل ۹ر
تہذیب احسانی۔ مولفہ حکیم احسان علی۔ ۳ر

کتب اخلاق فارسی (اہل سنت)

گلستان۔ جلی قلم کاغذ سفید گندہ محررہ منشی
شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم ۹ر
گلستان مع فرہنگ۔ متوسط قلم آخر مین
مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید ۱۲ر
گلستان با تصویر۔ کاغذ حنائی و سفید ۳ ۱/۲ ۹ر
گلستان مع فرہنگ۔ متوسط قلم بسمی محررہ
منشی شمس الدین صاحب مرحوم۔ ۸ر
گلستان محشی اردو۔ اسمین طلبا کی آسانی
کیلئے اردو کے حواشی دئے گئے ہین۔ ۱۴ر
شرح گلستان۔ از شیخ ولی محمد حسنا اکبر آبادی
شارح مثنوی مولانا روم اسمین تصوف کے
نکات کو خوب حل کیا ہے۔ ۱۳ر
گلستان مترجم۔ فارسی با ترجمہ اردو۔ ۱۲ر
گلستان خرد۔ فارسی۔ ۵ر
تضمین گلستان سعدی۔ منشی ہرگوپال صاحب
تفتہ سکندرآبادی نے اس صفائی سے گلستان
کے اشعار کو تضمین کیا ہے کہ سعدی اور تفتہ کے
کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے۔ ۶ر
بہارستان جامی۔ اخلاق و نصائح مین
قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی۔ ۵ر
خارستان۔ حکایات پند و نصائح بطرز
گلستان سعدی از ملا مجدالدین ۸ر
عقد گل و عقد منظوم۔ یعنی انتخاب
گلستان و بوستان۔ ۹ر

بوستان جلی قلم۔ محررہ منشی شمس الدین صاحب
اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی عہ
بوستان محشی کلان۔ اسمین ضروری
حواشی درج ہین۔ ۱۳ر
بوستان محشی متوسط قلم چھاپہ مطبع علوی نہایت ہی صحیح اور صاف
چھپی ہے۔ ۸ر
بوستان محشی خرد۔ ۵ر
بوستان مترجم منظوم۔ معمولی ترجمہ نہین ہے
بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین ہر شعر کا شعر
مین ترجمہ کیا ہے از منشی گوبند پرشاد فضا۔ ۱۳ر
بہار بوستان۔ بوستان کی جامع شرح از منشی
تیکچند بہار صاحب بہار عجم بے مثل شرح ہے ۸ر
اخلاق جلالی محشی۔ منشی فاضل کے کورس
مین ہے اور عموماً طلباء کے درس مین داخل ہے ۱۲ر
اخلاق ناصری۔ منتہیان فارسی کے درس مین
داخل ہے۔ اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہے
از علامہ نصیرالدین طوسی کاغذ سفید گندہ۔ عہ
اخلاق محسنی۔ داخل درس از ملا حسین واعظ
کاشفی۔ ۸ر
مثنوی سلسبیل۔ اخلاق و موعظت مین ایک در
بے بہا ہے۔ از حکیم منور حسین صاحب قمر دہلوی ۲ر
مجموعۂ صد پند سود مند حضرت لقمان کے سنوا
قابل قدر نصائح۔ ۲ر و پائی۔

المشتہر منیجر صیغہ بکڈپو
نولکشور پریس لکھنؤ

تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ۔ ۱۰/

حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ۱/

دلیل السالکین۔ بطور مشتنا۔ ۲/

کنز الدقائق۔ اردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان۔ عہ

بہشتی مسائل فقہ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔

رسالہ تجہیز و تکفین۔ از محمد عمر۔

فقہ فارسی

نہایہ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہی۔ دو مجلد کامل۔

شرح سفر السعادت۔ از مولانا عبد الحق دہلوی معروف۔

گنج الجنہ۔ مسمی بکفایۃ الشعور از ملا عوض شاہ۔ عہ

تذکرۃ الجمعہ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام

بنیان۔ در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین

بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی رح ۲/

نام حق مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری

مائۃ مسائل۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ ۶/

شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی۔

مسلک المتقین۔ مرغوب علمائے ولایت از مولوی آلہ یار خان۔

فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔

قدوری۔ مترجمہ مولانا ابو القاسم۔ ۸/

شرح فارسی مختصر وقایہ از عبد الرحمن

کنز فارسی ساختہ مفتی نصیر الدین برہانپوری مختصر مع فرہنگ۔ ۱۳/

مالابد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ۔

شرح مختصر وقایہ کورہیری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔

رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت جانوران۔ ۱/

رسالہ قاضی قطب۔ ذکر ایمان و ارکان۔

فقہ عربی

برجندی شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح۔

فتح القدیر۔ حامل المتن بقلم جلی ہدایہ در فقہ حنفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر مین تکملہ زین الدین آفندی کا کامل چاپ قطب ضخیم جدید الطبع۔

ہدایہ محشی بحواشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ فرمایا ہے وہ قابل دید ہین ہر چہار جلد کامل دو مجلدات مین بشرح ذیل۔

(۱) جلدین اولین عبادات

(۲) جلدین آخرین معاملات

ہدایہ مع شرح الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند و متداول چار جلد مین اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہین بہ تفصیل ذیل۔

ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح۔

ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب۔

فتاوی قاضیخان مع سراجیہ۔ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل۔

شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعہ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبیٰ یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح۔

شرح وقایہ خورد مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم۔ ۱۰/

الاشباہ و النظائر۔ مع شرح حموی معروف مستند متداول۔

ملامنظر۔ از بیوع تا وصایا محشی جدید کامل اور اطراف کابل مین داخل درس ہے۔

منتخص الحقائق۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول۔

عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد مین۔

(۱) جلدین اولین عبادات مین۔

(۲) جلدین آخرین معاملات مین۔

مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعہ درسی متداول ۱۱/

عمدۃ الرضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم۔ ۱/

فخر الدین رازی و تفسیر بیضاوی اور غالباً علامہ خطیب صاحب سراج المنیر نے معالم و کبیر و بیضاوی کب کیا ہی جیسے مدارک التنزیل ہے

اعلان۔ مترجم نے درحقیقت یہ تفسیر اہل السنۃ والجماعۃ کے لیے لکھی ہے اور خصوصاً کم علم مسلمانون کا لحاظ کرکے عقائد کو شک و شبہ سے بچانے کے لیے وساوس شیطانیہ کے دفع کرنے مین بہت کوشش کی تاکہ نیچر و رفض و خروج کے اوہام مٹا دیے ہین لہذا اگر کوئی غیر مذہب اس کتاب مین نظر کرے تو اسکو چاہیے کہ آپ کو فریق ثالث قرار دیکر انصاف سے دیکھے اور تعصب و عناد سے احتراز کرے ورنہ وہ نظر نہ کرے

تنبیہ۔ چونکہ اصل مقصود اس سے تعلیم حق ہے لہذا ہر موقع پر فوائد ایمانیہ و دینیہ زیادہ کیے گئے اور واضح ہو کہ ذیل مین اشارات صوفیہ بھی لکھے گئے ہین لیکن وہ اشارات سمجھ مین نہ آوینگے جب تک استعداد نہو اور استعداد کا کمتر درجہ یہ کہ معرفت حاصل ہو یعنی اللہ تعالی جل جلالہ کی الوہیت جو عین ایمان ہے جان چکا ہو لہذا اگر ابتدا مین یہ سمجھ نہو تو اس بیان پر نظر نہ کرے یہانتک کہ اول سے تمام تفسیر پڑھ جاوے پھر دوبارہ نظر کرنے سے یہ معانی حل ہونگے **تنبیہ** جو قصص و حکایات زمخشری وغیرہ نے لکھے ہین جنکو فی الحقیقۃ تفسیر سے کچھ تعلق نہین اور نہ وہ صحیح ثابت ہین تو اکثر متروک کی گئین اور جابجا نقل کرکے تردید کی گئی جیسے شداد کی جنت کا قصہ ہے اور کہین کہین ذکر کے حوالہ دیا گیا کہ یہ فلان کتاب سے منقول ہے **تنبیہ** دلائل فقہی مسائل مین ہر ایک مجتہد کا طریقہ اجتہادی بیان کر دیا گیا۔ اب اہل اسلام کی سے امید ہے کہ اس کتاب مستطاب سے نفع اٹھاوین اور مترجم عفا اللہ عنہ کے حق مین بھی دعائے خیر فرمادین کیونکہ وہ اسی بہانہ سے اپنی مغفرت کا امر ہے انہ تعالی ولی النفع وھو القریب المجیب وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین

اعلان۔ مترجم نے یہ تفسیر بفرمائش جناب منشی نولکشور صاحب مالک مطبع اودھ اخبار شروع کرکے بعد وفات جناب منشی پراگ نرائن صاحب تمام کی لہذا حق تالیف بحق مطبع مذکور محفوظ ہے

خاتمۃ الطبع از جانب کارپردازان مطبع

الحمد للہ علی احسانہ کہ اس زمان بابرکت اقتران مین نسخہ لاجواب صحیفہ نایاب رہنمائے منازل تصدیق۔ خضر طریق معارف و تحقیق۔ گوہر درج ہدایت۔ اختر برج بلاغت مستغنی عن البیان یعنی تفسیر مواہب الرحمن جسکا مثل و نظیر نہ ابتک ہوا ہے اور غالباً آئندہ ہوگا۔ فی الحقیقت اس جامعیت کے ساتھ کوئی تفسیر قرآن شریف جسمین کل اقوال مفسرین جمع ہون آجتک دیکھنے مین نہین آئی۔ مولفہ واقف اسرار فروع و اصول۔ آئینہ حقیقت نمائے منقول و معقول۔ الادیب البارع المکرم۔ والحسیب النسیب المعظم۔ المحقق النحریر والاوحد الشہیر۔ مدقق دقائق الدین شمس العلماء المجتہدین۔ مستجمع شرائف الملکیۃ۔ عالم عدیم النظیر فی البریہ۔ امام المتکلمین۔ اسوۃ المتبحرین ماہر اسرار خفی و جلی مولانا مولوی سید امیر علی اعلی اللہ مقامہ و اجزل فی الخلد اکرامہ حضرت مفسر ممدوح نے بفرمائش مطبع اس بے مثال تفسیر عدیم النظیر کی ترتیب و انتخاب مین کوشش بلیغ فرمائی جب یہ ہیولائے خیر و برکت صورت پذیر ہو کر منصہ شہود پر جلوہ گر ہے۔ کل اہل اسلام کو مطبع کا شکر گزار اور جناب مولوی صاحب ممدوح الصدر کا منت شناس ہونا چاہیے جنکی وجہ سے یہ گوہر بے بہا کس ارزانی سے دستیاب ہوتا ہے حضرت ممدوح صاحب تصانیف کثیرہ ہین۔ از انجملہ ترجمہ فتاوائے عالمگیریہ و عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ بھی انھین حضرت کا کیا ہوا ہے جو ہر دل عزیز اہل زمانہ ہے۔ یہ بھی واضح ہو کہ اس تفسیر شریف کا ہر پارہ علیحدہ علیحدہ بھی ہدیۂ شائقین ہو سکتا ہے پس یہ تفسیر بے نظیر مطبع فیض مجمع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین بصحت تمام و بحسن خط مالاکلام مذکور بار دوم بماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۱ عیسوی مطابق ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۵۰ ہجری بحسن و خوبی باہتمام کیسری داس سیٹھ حلیہ طبع سے آراستہ ہو کر پسند خاص و عام ہوئی حق سبحانہ و تعالی کل اہل اسلام کو اسکے مطالعہ کی توفیق بخشے بمنہ و کرمہ فقط

فکر ہے اور ہوشیار کیا گیا کہ دین کی بات اگرچہ کمزور وسوسہ ہو اسکو دفع کرنے مین زیادہ اہتمام کرے بہ نسبت دنیاوی مضرت کے حدیث ابوہریرہ رض مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالے نے کسیکے لیے سننے پر ایسی توجہ نہین فرمائی جیسے خوش آواز پیغمبر کی طرف فرمائی جو آواز سے قرآن پڑھتا ہے (صحیح) ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حسد نہین ہے سوا دو کے ایک وہ شخص جسکو اللہ تعالے نے قرآن عطا کیا تو وہ اوقات شب و اطراف روز مین قرآن کے ساتھ قیام کرتا ہے الخ (ف) اعطاے قرآن بطور کمال یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر ومعانی معلوم ہون اور قرآن حفظ ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ اعمال مین سے کون عمل اللہ تعالے کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ **الحال المرتحل** اُسنے عرض کیا کہ **الحال المرتحل** سے کیا مراد ہے آپنے فرمایا کہ وہ بندہ جو قرآن اول سے آخر تک تلاوت کرے تا پہونچے وہان سے آگے بڑھے (السراج وغیرہ) واضح ہو کہ جب اللہ تعالے نے بندے کو ایمان عطا کیا اور اسکو وسوسہا شیاطین جن وانس سے پناہ دی تو اُسکے قلب مین ہمیشہ نیکیون کے خیالات آوینگے اور یہ خود نیکی ہے کیونکہ حدیث مین ہے کہ جس نیکی کا قصد کیا تو اللہ تعالے فرماتا ہے کہ میرے بندے کے لیے ایک نیکی لکھو پھر جب وہ عمل مین لاوے تو اُسکے لیے دس لکھو کما فی صحیح۔ نیک عمل کے عوض مین دس نیکیان کم سے کم ہوتی ہین اور زیادہ جس قدر اللہ تعالے چاہے بالجملہ وہ نیک قلب ونیک جسم ہوگا۔ پھر سورۃ الفلق سے وہ جسم وجان مین بھی فساد شیطان سے محفوظ ہوا تو معلوم ہوا کہ ان دونون سورتون سے جس پاکیزہ مومن کو تعوذ کی توفیق ہوئی وہ دنیا وآخرت مین اچھا رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سید الاستغفار اپنی امت کو تعلیم کیا کہ اگر صبح پڑھے تو شام تک اگر مرے جنتی شہید ہے اور اگر شام کو پڑھے تو صبح تک اس مرتبہ مین ہے یعنی **اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ**۔ اس استغفار مبارک کی برکت سے مغفرت گناہان بخوبی حاصل ہوتی ہے اور اگر گناہ کم ہون تو مرتبہ بلند کیا جاتا ہے اللہ تعالے ہم کو ہمارے اعزہ واحباب کو توفیق خیر ورضوان آخرت عطا فرماوے اور خاتمہ بخیر کرے آمین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالے علی سیدنا عبدہ ورسولہ خاتم النبیین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۝

خاتمۃ الکتاب مع اعلان عام

الحمد للہ علی احسانہ کہ یہ کتاب مستطاب مسمی بتفسیر مواہب الرحمن فی تفسیر القرآن زمانۂ دراز کی محنت کے بعد اختتام کو پہونچی مترجم عفا اللہ عنہ نے مشہور معتمد تفاسیر سے لب لباب ومغز لیا۔ تفسیر امام حافظ محدث عماد الدین بن کثیر درحقیقت تفسیر امام ابن جریر الطبری وامام ابو عبد الرحمن ابن ابی حاتم کا خلاصہ ہے اور مفسرین صحابہ وتابعین کی تفاسیر ان دونون امامون نے بسند فرمائین۔ امام حافظ ابن کثیر رح نے جو روایات مسند امام احمد وصحیح بخاری ومسلم وسنن اربعہ باقیہ مین پائین وہ بالاسناد نقل فرمائین اور ساتھ ہی اسانید امام ابن جریر وابن ابی حاتم بھی نقل کین۔ مترجم نے صحاح مشہورہ کی اسانید حذف کرکے فقط تصحیح نقل کی لیکن جہان کسی نایاب کتاب کی اسناد قوی پائی وہ بلفظہ نقل کی تاکہ صحت مین تردد نہو اور یہ کتب درحقیقت باب تفسیر مین اصل معتمد ہین اور تفسیر معالم بھی اسی قسم مین شامل ہے لیکن تنقیح کے ساتھ قول معتمد لیا گیا علاوہ انکے متاخرین کے کتب سے فوائد انتخاب کیے جیسے تفسیر امام ابن

ڈالتے ہین جو ظاہر مین رچائی ہوتی ہین اور حقیقت مین بالکل دھوکا ہین- پھر اگر انسان خود عالم ہی یا سچے ایمان پر مضبوط ہی تو وہ ان شیطانون کی بات کو رد کر دیتا ہی- عالم تو دلیل سے رد کرتا ہے جب ضرورت ہو اور سچا مسلمان ایسے شیطان کی بات اسطرح رد کرتا ہی کہ تو محض دنیا کا کتا ہی اور اولیاے کاملین جو انبیاے الٰہی کی ملت پر گزرے ہر طرح پاکیزہ عاقل متقی صاحب کرامات تھے تو تیرے مانند شیطان بدکار کی بات کیونکر ہم مان لین اور اُنکے کلام کو نہ لین جو اللہ تعالےٰ و اُسکے رسول پاک کا کلام سُناتے تھے ابن کثیر رح کی تفسیر مین ہی کہ حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین تشریف رکھتے تھے مین خدمت مین حاضر ہوا مجھسے فرمایا کہ اے ابوذر تو نے نماز پڑھی (یعنے تحیۃ المسجد دو رکعت پڑھی) مین نے عرض کیا کہ جی نہین- فرمایا کہ اچھا اُٹھکر پڑھ لے جب مین پڑھکر آپ کی خدمت مین بیٹھا تو فرمایا کہ اے ابوذر رض تو انس وجن کے شیاطین سے پناہ مانگ- مین نے عرض کیا کہ یا حضرت کیا انسانون مین بھی شیطان ہوتے ہین آپنے فرمایا کہ ہان- پھر مین نے آپ سے نماز کو پوچھا تو فرمایا کہ یہ ایک خیر رکھی ہی جسکا جی چاہے کم لے اور جسکا جی چاہے بہت لے مین نے کہا کہ یا رسول اللہ پھر روزہ- فرمایا کہ فرض روزہ کفایت ہی اور اللہ تعالےٰ کے یہان نعمت مزید ہی- مین نے کہا کہ یا رسول اللہ پھر صدقہ- فرمایا بڑھتی پر بڑھتی بہت گونہ ہی- مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پھر کیسا صدقہ افضل ہی آپنے فرمایا کہ افضل وہ ہی جو کم کمائی والا جو کچھ کوشش کرکے نکال دے یا جو صدقہ کہ فقیر کو خفیہ دے- مین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ انبیا مین سے کس نبی کی نبوت اول ہی فرمایا کہ آدم ع- مین نے کہا کہ کیا وہ نبی تھے فرمایا کہ ہان وہ ایسے نبی تھے جن سے اللہ تعالےٰ نے کلام فرمایا ہی- مین نے کہا کہ یا رسول اللہ کتنے رسول گزرے فرمایا کہ جم غفیر کچھ اوپر تین سو دس ہوے ہین ایک روایت مین فرمایا کہ تین سو پندرہ ہوے ہین- مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو کلام آپ پر نازل ہوا اُسمین سے کس کلام کی عظمت سب سے زیادہ ہی فرمایا کہ آیۃ الکرسی- اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم اس حدیث کو امام احمد و نسائی و ابن ابی حاتم نے روایت کیا- ابن عباس رض نے کہا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اپنے جی مین ایسی باتین کرتا ہون کہ اگر مین آسمان سے گرا یا جاؤن تو وہ مجھے پسند ہی بہ نسبت اسکے کہ جی کی یہ باتین زبان سے نکالون- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ تعالےٰ کا شکر ہے جسنے اسکا مکر رد کرکے وسوسہ کر دیا (رواہ احمد و ابو داؤد و النسائی) مترجم کہتا ہی کہ اسیکے مانند صحابہ رضی اللہ عنہم سے آیا اور اسکے جواب مین آپ نے فرمایا کہ یہ خالص ایمان ہی کما فی صحیح مسلم اور وجہ یہ کہ جب شیطان نے جی مین یہ وسوسہ ڈالا اور مومن نے اُسکو ایسا قبیح جانا کہ زبان سے نکالنے کی بہ نسبت مرنا بہتر جانتا ہی تو یہ عین ایمان ہی اور آنحضرت صلعم نے اسیوجہ سے کہا کہ اللہ تعالےٰ کا شکر ہی جسنے شیطانی مکر کو وسوسہ کر دیا یعنے اب شیطان کا مکر نہین چلتا کہ وہ مومنون کے دلون مین نفاق یا کفر ڈالے فقط یہ رہگیا کہ وسوسہ ڈالے اور جب اہل ایمان نے اُس وسوسہ کو قبیح جانا تو بہت ثواب حاصل ہوا پس دشمن شیطان کے حسد سے بہت آسانی کے ساتھ مومن کو یہ ثواب مل گیا اور واضح ہو کہ یہ وسوسہ شیطان ابلیس و شیطان جنی سے ہوتا ہی- رہا شیطان انسی تو حسن بصری رح نے فرمایا کہ وہ علانیہ اپنا وسوسہ ڈالتا ہی یعنے تم دیکھتے ہو کہ گمراہ لوگ ہر شخص کو جو انکی صحبت مین بیٹھے علانیہ ایسے دلائل سناتے ہین جن سے وہ راہ اسلام سے شک مین پڑ جاوے رازی رح نے کہا کہ سورۃ الفلق مین اللہ تعالےٰ جل شانہ کی ایک صفت بیان فرمائی رب الفلق اور تین چیزون کے بدی و شر سے پناہ لی مخلوقات غاسق اور نفاثات اور حاسد اور سورۃ الناس مین اللہ تعالےٰ کی تین صفتین رب الناس و ملک الناس و الٰہ الناس بیان فرمائین اور ایک چیز یعنے شر وسواس الخناس سے پناہ لی- کیونکہ اول سورہ مین جان و تن کی پناہ مقصود ہی اور دوم سورہ مین ایمان کی حفاظت مراد ہی لہذا اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا زیادہ کرکے وسوسہ سے پناہ مانگی کیونکہ وسوسہ بہت شدید

برخلاف فاتحہ کے کہ وہان (مالک یوم الدین) اور (ملک یوم الدین) دونون قراءت ہین اور وجہ یہ ہی کہ (مالک) جب (یوم) کی طرف مضاف ہو تو سمجھ لیا گیا کہ اس روز سب جوہر وعرض خاصۃً اُسیکی ملک ہین اور اُسکے ساتھ اس روز کسیکا کچھ حکم واختیار وشرکت نہین ہی اور یہی (ملک) یعنے بادشاہت کے معنے ہین تو چاہیے (مالک) پڑھو یا (ملک) پڑھو وہان مطلب متحد ہی اور یہان اگر (مالک الناس) کہو تو اس سے یہ نہین سمجھا جاتا کہ وہ ضرور انکا (ملک) یعنے بادشاہ بھی ہی اسلیے کہ کبھی زید کی ملکیت مین کچھ غلام لوگ ہوتے ہین حالانکہ وہ بادشاہ نہین ہی اسلیے یہان (ملک الناس) پڑھنا ضرور ہی اور سورۂ آل عمران مین (اللہم مالک الملک) سب قاریون نے پڑھا کیونکہ وہان عطاے ملک مقصود ہی - یہ اسرار تو وہ ہین جو علما کو ظاہر ہوے اور اللہ تعالے کے کلام پاک کے ہر کلمہ مین بیشمار اسرار ہین کہ عقل انسانی ہرگز اُنکا احاطہ نہین کر سکتی ہی **فائدہ** (رب الناس) کے بعد ملک الناس اور الٰہ الناس صفت اور بدل ہو سکتے ہین اور **زمخشری** رح نے فقط عطف بیان قرار دیا یعنے اُس کلمہ کو واضح بیان کرنا پس (رب الناس) کبھی مجازاً مخلوق کو بھی کہتے ہین جیسے قولہ تعالے اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا - یعنے یہود ونصاریٰ نے اپنے عالمون کو اور درویشون کو رب بنالیا - پس واضح کیا کہ یہ رب الناس ملک الناس ہی - پھر بھی خلیفہ کو مجازاً ملک کہتے ہین کہ ان لوگون پر بادشاہ ہی حالانکہ بادشاہت کے حقیقی معنے نہین ہو سکتے یعنے جو وہ چاہے وہی ہو اور باقی کچھ نہو سکے ولیکن مجازاً اُنکے سردار کو بادشاہ کہنے لگے لہذا (الٰہ الناس) سے خاتمہ کر دیا کیونکہ الوہیت سواے اللہ تعالے کے کسی مین نہین ہو سکتی ہی **تنبیہ** شیطان نے گناہ پر اُبھارنے مین وسواس کا طریقہ رکھا اسلیے کہ آدمی کے دل مین جب اُسنے خفیہ وسوسہ ڈالا تو انسان کے جی مین چبھ گیا اور اُسکو لذیذ معلوم ہوا پھر اُسکو خفیہ ترکیبین بتلاتا رہا کہ اس طرح اس لذت کو حاصل کر اور دم بدم مزا بڑھاتا اُبھارتا رہا یہانتک کہ وہ مبتلا ہو گیا تب اُسنے دوسرے کے دل مین وسوسہ ڈالا کہ فلان شخص نے یہ فجور کیا ہی اور دوسرے نے اسکی کرید کی یہانتک کہ واقف ہوا تو شرارت سے آمادہ ہوا کہ فضیحت کرے تاکہ اُسکے مثل یہ بھی فضیحت ہو اگر وہ بدنام ہی یا خود نامور یا کدامن مشہور ہو اسلیے حدیث مین کرید کرنے اور پردہ فاش کرنے سے ممانعت ہی کیونکہ جب وہ بدنام وفضیحت ہو گیا تو وہ دلیر ہو گیا کہ اب اس سے زیادہ میرا کیا ہو سکتا ہی - حدیث مین ہی کہ بدتر وہ ہی جسنے رات مین کوئی بُرا کام کیا تھا اللہ تعالے نے اُسکا پردہ رکھا تھا پھر اُسنے صبح کو خود اپنے یارون مین پردہ فاش کیا یعنے خود بے حیا ہوا اور اُسکی دیکھا دیکھی دوسرے بے حیا ہوے اور یہ حالت اس انسانی شیطان کی طرف سے بہت مضر ہوئی **مقاتل** رح نے کہا کہ شیطان سُور کی صورت مین انسان کے قلب پر سونڈ بڑھاتا ہی **قرطبی** رح نے کہا کہ وسوسہ ایسی خفی بات ہی جو آدمی کے قلب مین مفہوم ہوتی ہی حالانکہ کان اُسکی آواز سے خبردار نہین ہوتے علماء رح نے کہا کہ الخناس پر ٹھہرنا خوب ہی پھر الذی سے شروع کرے (من الجنۃ) یعنے جن جو کہ شرارت وسرکشی مین بڑھے ہوے ہین (والناس) سے یہان ایسے لوگ مراد ہین جو منافق مذبذب ہین کہ صورت مین انسان ہین اور سیرت مین شیطان ہین جیسے مسلمانون کی صورت مین دہریہ وغیرہ گمراہ ہوتے ہین کیونکہ اس شیطان کو مسلمان انسانی لباس مین دیکھکر جلدی اُسکی باتون کے فتنہ مین پڑ جاتا ہی - بالجملہ شیطان دو قسم کے ہوتے ہین ایک شیطان جنی اور دوم شیطان انسی (سراج وغیرہ) یہ بات اللہ تعالے کے کلام پاک سے ثبوت ہی قال تعالے کذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضہم الی بعض زخرف القول غرورا - یعنے اسیطرح ہم نے ہر ایک پیغمبر کے واسطے دشمن بنا دیا آدمیون کے شیطان اور جن کے شیطان ہین جو باہم بعض مین بعضے وحی پھونکتے ہین جعلسازی کی رچائی بات جو محض دھوکا ہی - الخ - اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان مین بھی شیطان ہوتے ہین جو اپنی حماقت سے ابلیس کے تابع ہوتے ہین پھر اُسکے کارگزار ہو کر انسانون مین وہ باتین

کہ ان بزرگون کو یہ قدرت ہی اور جب کسی عالم نے منع کیا تو اُسکے مخالف ہوے کہ اس عالم کا کچھ اعتبار نہین کیونکہ یہ بزرگون سے
منکر اور رسول اللہ صلعم سے منحرف ہی نعوذ باللہ من ذلک۔ اس بیان کے سمجھ جانے سے یہ بھی سمجھ مین آجاویگا کہ قل اعوذ برب الفلق
اور قل اعوذ برب الناس مین جو حکم ہی کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مین ہو جاوے ہر چیز کی بدی سے اور ہر قسم کے شیطان کی بدی سے خواہ وہ جنّی
ہو یا انسانی ہو۔ یہان نادان کے دل مین یہ وسوسہ ہوتا ہی کہ شیطان وغیرہ مین شر اور بدی پہونچانے کی قدرت ہے جب ہی تو اُس
سے پناہ الٰہی مین آجانے کا حکم ہے۔ یہ وسوسۂ شیطانی ہی بلکہ جیسے ظاہر کے افعال بذریعہ ہتھیار وغیرہ کے لوگون کی کمائی ہی اسیطرح
مخفی افعال ہین اور اللہ تعالیٰ ہی خالق ہی اور خلاصہ یہ کہ جہنمی لوگ اپنی کمائی کماتے ہین وہ ظلم و فسق و فجور و قتل و چوری و زنا و سود اور
قسم کے بد افعال شرک و بدعت ہین یہ کمائی انکو دی جاتی ہی اور اہل جنت اپنے اعمال و افعال کماتے ہین پس اگر جہنمی نے کسی مسلمان کے
قتل کا قصد کیا اور مسلمان کے پاس ایسا عمل نہین ہی جس سے رحم غالب ہو تو وہ مقتول ہوگا اور آخرت مین اسکا مقتول ہونا بھی اُسکی
کمائی ہی وہ وہان ثواب پاویگا اور قاتل اپنی کمائی کا عذاب پاویگا کیونکہ جہنمی کے واسطے جہنم کی کمائی ضرور تھی وہ اسی طرح ہوئی
ہی جیسے جہنمی نے مال چاہا تو جہنمی فعل سے اُسکو ملنا چاہیے تو اُسنے جاکر صلیب یا بُت کو سجدہ کیا اور مراد پائی حتی کہ یہود نے بزرگون
کی قبرون پر مسجد بنائی اور اُنسے مانگتے تھے اور پاتے تھے حالانکہ دینے والا فقط اللہ تعالیٰ ہی اور یہ طریقہ صرف اُسکی کمائی تھی
مترجم کہتا ہے کہ اخیر زمانہ مین ایک بدبخت قوم ہوگی کہ اگر تقوی و حلال سے رزق چاہین گے تو نہ پاوینگے ولیکن فسق و فجور سے
خوب پاوینگے پس ہم بندے اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے پناہ مانگتے ہین کہ ہم اس فتنہ مین مبتلا نہ کیے جاوین آمین **رازی و خطیب**
وغیرہ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ ہی فقط رب و مالک و الٰہ ہی اُسکی ربوبیت و بادشاہت مین کسی طرح شرکت نہین ہے اور تینون
صفات قدسیہ مین ایمان کے سب قواعد شامل ہوے اور اللہ تعالیٰ کے سب اسماء حسنیٰ کے معانی اضافت مین آگئے مثلاً
رب الناس مین الخالق والقادر والمحیی والممیت وغیرہ اسماء حسنیٰ آئے جنسے ربوبیت کی صفت پوری ہوتی ہی اور اسمین الرحمن
والرحیم کے معنے بھی ہین اسیطرح ملک الناس۔ مین حکم دینے والا اور منع کرنے والا اور المعطی والمانع والمعز اور المذل اور ذوالجلال
والاکرام وغیرہ صفات عظمت و جلال شامل ہین اسیطرح آلہٰ الناس مین جمیع صفات مذکورہ و باقیہ بلکہ جمیع اسماء حسنیٰ جو قرآن و
حدیث مین آئے ہین اور جو نہین اُترے بلکہ مخلوق کو معلوم نہین ہوے سب داخل ہین پہلے خاص خاص صفات کے نام سے پھر جامع جمیع
صفات کے نام سے پناہ لینے کا حکم ہے اور قل اعوذ برب الفلق مین پہلے الفلق یعنے جمیع مخلوق کی بدی سے پھر خاص خاص نفاثات
و حاسد وغیرہ کی بدی سے پناہ لینے کا ذکر ہے تو جس بندے نے ان دونون سورتون سے استعاذہ کیا اُسنے اللہ تعالیٰ کے جمیع اسماء حسنیٰ
کے ساتھ جمیع مخلوقات کی بدی و شر سے پناہ لی پس یہ اسم اعظم و اکمل ہی **رازی و خطیب** رح نے لکھا کہ ان سورتون مین ترتیب
بہت اچھی ہی اسلیے کہ جس بندے نے دیکھا کہ اُسپر ظاہر و باطن کی سب نعمتین عجیب ہین تو اُسکو معلوم ہوا کہ میرا رب جلیل ہے
اور جب اُسکی عظمت و جلالت مین ترقی سے معرفت حاصل کی تو جان گیا کہ رب جلیل کو کسی چیز کی کچھ حاجت نہین ولیکن سب
چیزین اُسکی محتاج ہین اور اُسیکے حکم سے سب امور جاری ہوتے ہین تو معلوم کیا کہ وہی ملک (بادشاہ) ہی اور بادشاہت حقیقت مین اسیکا نام
ہی کہ جو کچھ وہ چاہے وہی جاری ہو اور جو نہ چاہے وہ ہرگز نہو۔ پھر جب اُسنے دیکھا کہ خالق رب ملک وہی ہی اُسکے سوائے کوئی نہین تو جان
گیا کہ اللہ وہی ہی وہی معبود ہی کوئی اُسکا شریک نہین ہی **فائدہ** جمیع ائمہ قراء رحمہم اللہ تعالیٰ متفق ہین کہ یہان (ملک الناس) پڑھا جاوے

قصد سے کھاؤ تو یہ وہان ثواب ہی اور اگر دنیا ہی مین چین کرنے کے لیے اُسکا خون اُسی مین گھونٹ کے مارو اور کھاؤ تو یہ نجس اور
جہنم مین ہی یہ معاملات کسی طرح عقل ورائے سے نہین معلوم ہو سکتے تھے لہذا انبیاء علیہم السلام بھیجدیے اُنھون نے پیغام
پہونچا دیا کہ تمھارا رب تمھارا بادشاہ تمھارا اللہ فرماتا ہی کہ ای بندو مین نے چندروز کے لیے تم کو یہان بھیجا ہے تاکہ یہان سے تم کو آخرت
مین ہمیشہ زندہ رکھون لیکن یہان دو ہی مقام ہین ایک جہنم ہی اور ایک جنت ہی اگر تم لوگ لاالٰہ الا اللہ سے میری الوہیت پر
نیک اعمال میرے نام پر اختیار کرو تو تمھارے لیے جنت ہی اور اگر مجھسے منحرف ہوکر دنیا اختیار کرو تو تمھارا مقام جہنم ہی الغرض سب کو
راستہ صاف بتلا دیا اور واضح رہے کہ اللہ تعالے جل جلالہ کسی مخلوق کی بندگی سے کچھ نفع نہین پاتا اور نہ کسی کی نافرمانی وگناہ سے
کچھ ضرر ہو بلکہ وہ پاک ہی سب خلق اُسی کی محتاج ہی یہ باتین یہ لوگ اپنے واسطے کرتے ہین اور اللہ تعالے نے یہ بھی بتلا دیا کہ جسنے جو کچھ چاہا
اُسکے کام اُسی جگہ کے لائق ہونگے اور یہ کام سب یا جس قدر وہ چاہیگا اللہ تعالے اُسکی کمائی اُسکے لیے پیدا کرتا جائے گا
تاکہ وہ سب ذخیرہ کمالے تو جب کافر مشرک نے اپنا شرک کمانا چاہا تو اللہ تعالے پیدا کردیگا۔ اگر وہ بت کے سامنے سجدہ
کرکے مراد مانگیگا تو اللہ تعالے کبھی یہ مراد دیدیگا اُسمین یہ کام پیدا کردیگا یہ اُسکے ساتھ رہیگا۔ کافر مشرک یہ سمجھا کہ مجھے بت نے
یہ مراد دی۔ یہ شرک کا اعتقاد اُسمین پیدا کیا اور دینے والا اللہ تعالے ہی تو یہ کمائی اُسکو اسی طرح حاصل ہونے والی تھی جب
یہ معلوم ہوا تو خلاصہ اسکا یہ نکلا کہ اللہ تعالے نے ہر فریق کو اُسکی کمائی دی حتی کہ اگر فریق جہنمی نے مومنون کو نماز روزہ وغیرہ
سے روکنا چاہا تو مومنون پر انکا دفع کرنا لازم ہوا اور حق تعالے نے دونون فریق مین سے ہر ایک کو اُسکی کمائی دی کیونکہ اُس پاک
بے نیاز کو مومنون کی بندگی سے کچھ غرض نہین متعلق ہی ولیکن مومنون کی بندگی جب اُن مین پیدا کی گئی تو تعلق رحمت ورضاے
الٰہی سے ہی اور مشرکون وکافرون کا شرک کرنا اُنکے لیے ہے اور تعلق بغضب الٰہی ہے اور رحمت الٰہی ہمیشہ اُس کے
غضب پر غالب ہی اور تقوی کی کمائی جب مومنون کو حاصل ہوئی تو اُسکے ساتھ غلبہ لازم ہی تو مومنین متقین غالب اور منصور ہین
انکے ساتھ نصرت الٰہی ہی۔ اور جب مسلمانون کے کسی فرقے نے دنیا پسند کی جو کافرون نے اپنے جنتی گھر دیکر اُسسے خریدی تھی اور دعوی
اسلامی یہ کہ آخرت ہم نے اختیار کی تو یہ دروغ ہی لیکن کئی صدی تک یہ حال رہا کہ مسلمانون کو آخرت کا پورا یقین تھا باوجود اسکے دنیا
کے مزے بھی سمیٹتے تھے برخلاف کفار کے جو آخرت کو مانند اللہ تعالے کے نہین پہچانتے تھے اگرچہ زبان سے خدا کا نام لیتے تھے تو اس
حالت تک بھی یقین کے ساتھ غلبہ ونصرت تھی پھر قریب دو سو برس کے گزرا کہ ہندوستان کے مسلمانون مین وہ یقین قلیل لوگون مین
رہگیا اس وجہ سے کہ علم شریعت سے جاہل ہوگئے تو وہ کمائی بھی نہ رہی جس سے نصرت تھی۔ اب سمجھدار کو معلوم ہوگیا کہ کیا معاملہ ہی
اور دنیا مین بھی جو آثار ہین یہ ہر فرقے کے اعمال ہین اور حدیث صحیح مسلم مین ہی کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ ای میرے بندو یہ تمھارے اعمال
ہی ہین جنکو مین تمھارے لیے احصا کرتا ہون پس تم مین سے جو کوئی بھلائی پاوے وہ اللہ تعالے کی حمد وثنا کرے اور جسکو بُرائی پہونچے
وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔ مع۔ خلاصہ یہ کہ اہل ایمان کو چاہیے کہ اول سچا اور صحیح اعتقاد جسپر رسول اللہ صلعم وآپ کے اصحاب
رضی اللہ عنہم تھے وہ اختیار کرین اور اس اعتقاد پر نیک اعمال کی کثرت کرین انکے مخالفین شیاطین کے تابع ہین وہ اپنے اعمال
کرتے ہین اور شرک کے ذریعہ سے اُنکو دنیا کی مرادین ملینگی تو جاہل مسلمان دھوکا نہ کھاوین کہ ایسا کرنے سے یہ بہتری ملی
ولیکن کثرت سے عوام الناس دنیا کے لالچ مین ایسے اعمال شرک وبدعت مین گرفتار ہوگئے اور شیطان نے وسوسہ ڈالا

الناس) بھی (جن) پر بولا گیا واللہ تعالےٰ اعلم مترجم کہتا ہی کہ باقی بیان آئندہ آتا ہی خطیبؒ ورازی وبیضاوی والوالسعود وغیرہ کا خلاصہ یہ ہی کہ قولہ تعالےٰ قل اعوذ برب الناس۔ یعنے اے اشرف المرسلین تو کہہ کہ مین نے پناہ لی رب الناس کی مترجم کہتا ہی کہ (الناس) سے یہان مع مابعد کے بھی قول دوم کے موافق دونون قسمین جن وانس مراد ہونگی جیسے آخر آیت مین (الناس) کا بیان (من الجنة والناس) ہی اور اس قول کے موافق معنے یہ کہ مین نے پناہ لی جن وانسان کے رب کی۔ م۔ اگر پوچھو کہ رب تبارکؒ تعالےٰ تمام مخلوقات کا رب ہی پھر (الناس) کی کیا خصوصیت ہی (جواب) بیشک وہ سب کا رب ہی ولیکن برب الناس مین دو فائدے ظاہر ہین (۱) یہ کہ الناس ان مخلوقات مین بہت اشرف مخلوق ہی تو معلوم ہوا کہ انکو اس کرامت پر پیدا کرنے والا رب عزوجل ہی (۲) کہ یہ قول اول کے موافق انھین جن وانس کے خناس کی بدی سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہی یعنے خناس خواہ جن کی قسم سے ہو یا انسان کی قسم سے ہو اُسکے شر سے رب عزوجل کی پناہ لی۔ تو آگاہ فرمایا کہ پناہ دینے والا کوئی نہین ہی سوائے رب الناس کے کہ اُسکے قبضۂ قدرت مین سب مقہور ہین تو وہی انکے شر الوسواس سے پناہ عطا فرمانے والا ہی اور اگر وہ پناہ نہ دے تو کسی طرح پناہ نہین ممکن ہی حتی کہ کفار ومشرکین نے جب اللہ تعالےٰ رب عزوجل سے پناہ نہ مانگی تو خناس نے انکو جہنم کی راہ لگا دی چنانچہ چند روزہ زندگی کے بعد انکو ظاہر ہو جائیگا کہ وہ کیسے بدی مین برباد ہوئے ہین۔ مولانا رحمہ نے فرمایا کہ رب تبارک وتعالی کی شان ہی کہ تمام مخلوقات اُسکی مملوک ہین انکی جان ومال کو اُسی نے بنایا اور وہی مالک ہی اور وہی آسمان وزمین سے انکو خیرات دیتا ہی اور جس طرح رب عزوجل کے پیدا کرنے وزندہ رکھنے کی شان ہی اُسکی مثال کہین نہین ہی کیونکہ سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی رب وخالق نہین ہی تو مثال کہان سے آوے ولیکن عقل نورانی سے سمجھ لینا چاہیے کیونکہ بندہ کیسے اپنے خالق ومالک کو نہ سمجھیگا اور رب عزوجل کے صفات عالیہ بہت ہین اگر ایک صفت سے نہ سمجھے تو دوسری صفت سے سمجھے چنانچہ فرمایا۔ ملک الناس۔ لوگون کے بادشاہ کی پناہ مین آیا۔ اول مین (رب) کے نام سے پرورش وتربیت کی سب صفتین نافع وضار ومعطی ومنعم وحی وقیوم وغیرہ معلوم ہوئین اور ملک الناس سے معلوم ہوا کہ وہی بادشاہ ہی جسطرح وہ چاہتا ہی تصرف فرماتا ہی اور کسی مخلوق مین یہ مجال نہین ہی کہ اُسکی حکومت سے خلاف کر سکے یہ بات دنیا مین کسی مخلوق مین نہین ممکن ہی ولیکن نادان آدمی کی سمجھ نہین ہوتی پس اگر وہ کافر یا مشرک ہوتا ہی تو اپنی نادانی سے غور کرتا ہی اور گمراہ ہو جاتا ہی کیونکہ ابلیس اسکے دل پر مسلط ہی تو وسوسہ ضلالت اُسکو سوجھتا ہی اور وہ اپنے آپکو عقلمندی پر جانتا ہی اور اگر وہ مسلمان ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وآپ کے اصحاب وتابعین ومومنین کے بتلانے پر یقین لاتا ہی اور یہ جانتا ہی کہ یہی حق ہی اور میری مجال نہین کہ مین اسکو اپنی رائے سے سمجھ جاؤن کہ کیونکر اللہ تعالےٰ ہی کی بادشاہت ہی اور وہ بادشاہت ایسی کہ کوئی کافر وظالم بھی ایک ذرہ بھی اُس سے تجاوز نہین کر سکتا ہی۔ ہان مین جانتا ہون کہ یہ حق ہی مترجم کہتا ہی کہ بغیر عالم کے یہ بات سمجھانا مشکل ہی ولیکن مین اسکو بہت آسان طریقے سے صاف صاف بتلاتا ہون کہ کافر وظالم وغیرہ کوئی ہو وہ ایک ذرہ بھی اللہ تعالی کی قدرت سے باہر نہین ہے لیکن ہوش کر کے پہلے تم مخلوق کا حال سمجھ لو تب خود سمجھ جاؤگے واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے دنیا مین جن وانسان سب پیدا کیے اور ان کو دنیاوی زندگی بسر کرنے کے حواس دیدیے کہ اللہ تعالےٰ اُن حواس کو روشنی دیتا ہی ہر شخص اپنی زندگی کی چیز کام مین لاتا ہی۔ پھر بتلایا کہ تم یہان جو کام کرو وہ تمھاری کمائی ہی وہ ساتھ لیجاؤگے اور یہ متاع دنیا سب چھوڑ جاؤگے آخرت مین ہمیشہ رہوگے اب رہا یہ کہ آخرت حواس سے نظر نہین آتی ہی تو کیونکر پہچانا جاوے کہ یہ کام وہان اچھا ہی مثلاً گوشت کھانا اسی زندگی کے لیے ہے تو بتلایا کہ اگر اللہ تعالےٰ کے نام پر ذبح کر کے اُس کی بندگی کے

اور حافظ ابو یعلی الموصلی رحمہ اللہ تعالےٰ نے حدیث انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اپنی
سونڈ آدمی کے قلب پر رکھتا ہی پھر اگر اُسنے اللہ تعالےٰ کی یاد کی تو خناس ہوجاتا ہی (یعنے پیچھے کھسک جاتا ہی) اور اگر وہ غافل ہوا
تو اُسکا دل اپنی سونڈ مین لے لیتا ہے یہی (وسواس الخناس) ہی ابن کثیر رح نے کہا کہ حدیث غریب ہی- امام احمد رح نے حدیث
ابو تمیمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ردیف مین تھا کہ ناگاہ آپ کی سواری کے حمار نے ٹھوکر
لی تو میرے منھ سے نکلا کہ (تعس الشیطان) یعنے شیطان ہلاک ہو- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تعس الشیطان مت کہو کیونکہ
جب تو (تعس الشیطان) کہیگا تو شیطان غرور مین پھول جائیگا کہیگا کہ مین نے اپنی قوت سے اسکو پچھاڑا (اسی جہت سے یہ فریاد کرنے لگا)
بلکہ تو کہہ بسم اللہ کیونکہ جب تو بسم اللہ کہیگا تو وہ مکھی کیطرح حقیر ہوجائیگا ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ حدیث فقط امام احمد نے مسند کی
اور اسکی اسناد جید قوی ہی اور یہان سے معلوم ہوا کہ دل مین جب اللہ تعالےٰ کی یاد آئی تو شیطان خوار وخرد وحقیر ہوجاتا ہی اور اگر غفلت
ہوگئی تو وہ بڑا ہو کر غالب ہوجاتا ہی امام احمد رح نے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آدمی جب مسجد مین ہوتا ہے تو
شیطان اُسکے پاس آکر اُلجھاؤ ڈالتا ہی اور اُسکو اپنے خیالات مین پھسلاتا ہی جیسے آدمی اپنی سواری کے جانور کو پھسلاتا ہی پس اگر وہ
آدمی اُسکی باتون مین متفکر ہوا تو وہ اُسپر گردن بند لگاتا ہی یا لگام چڑھاتا ہی- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگ ظاہر مین بھی اسکی
صورت دیکھتے ہو چنانچہ جس کسی کو تم دیکھو کہ ایک طرف گردن ڈالے غافل ہی اللہ تعالےٰ کی یاد نہین کرتا تو اس شخص پر شیطان نے گردن بند
لگایا ہی اور جسکو تم دیکھو کہ ایک طرف ٹکٹکی لگائے سوچ مین غافل ہی اور اُسکا مُنھ کھلا ہوا ہی تو شیطان نے اسکی لگام چڑھائی ہی (تفرد بہ احمد رح)
سعید ابن جبیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے روایت کی کہ قولہ تعالےٰ وسواس الخناس- کی تفسیر مین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آدمی
کے قلب پر شیطان اپنے گھٹنے ٹیکے ہے جب وہ غافل ہوا اور بھولا تو شیطان نے وسوسہ ڈال دیا اور جب اُسنے اللہ تعالےٰ کی یاد کی تو
کھسک جاتا ہی- یہی مجاہد وقتادہ رح نے بیان کیا- سلیمان التیمی رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ مجھسے بیان کیا گیا اظاہر انسے کسی صحابی نے بیان
کیا ہی کہ آدمی جب غم واندوہ مین ہوتا ہی یا خوشی مین مسرور ہوتا ہی تو شیطان اُسکے دل مین چوری کی سیند لگاتا ہی پھر جب اُسنے اللہ تعالےٰ کو
یاد کیا تو کھسک جاتا ہی- عوفی رح نے کہا کہ ابن عباس رض فرماتے تھے کہ وسواس- یہ کہ شیطان ابلیس آدمی کے جی مین بدی کا شوق ڈالکر ابھارتا
ہی پھر اگر اُسنے اللہ تعالےٰ کو یاد کیا تو کھسک جاتا ہی- قولہ تعالےٰ الذی یوسوس فی صدور الناس- یہان (الناس) سے فقط انسان
مراد ہین یا جن وانسان دونون مراد ہین یعنے قول اول کے موافق یہ معنے ہوے کہ مین نے رب الناس ملک الناس الٰہ الناس کی
پناہ لی بدی سے وسواس الخناس کی جو کہ وسوسہ ڈالتا ہی انسان کے دلون مین اب آگے قولہ (من الجنۃ والناس) اُسی خناس کا بیان ہی
یعنے یہ خناس خواہ جن کی قسم سے ہو یا انسان کی قسم سے ہو کیونکہ انسان مین بھی شیطان ہوتے ہین چنانچہ آئندہ بیان آتا ہی- علی ہذا آخر تک
(والناس) سے انسان مراد ہین جیسے صدور الناس- مین (الناس) سے فقط انسان مراد تھے- قول دوم یعنے صدور الناس مین الناس
سے انسان وجن دونون مراد ہون تو (من الجنۃ والناس) ان دونون کا بیان ہوگا معنے یہ کہ جو کہ وسوسہ ڈالتا ہی لوگون کے دلون مین خواہ یہ لوگ بھی
جن مین سے ہون یا انسان مین سے ہون- اس سے معلوم ہوتا ہی کہ شیطان جیسے آدمیون مین وسوسہ ڈالتا ہی اسیطرح جنون مین بھی
وسوسہ ڈالتا ہی ابن کثیر رح نے لکھا کہ الناس- انسان کے لیے آتا ہی اور اُسکے ذیل مین جن بھی داخل ہوگئے اور امام ابن جریر رح نے
کہا کہ جیسے (رجال) جمع رجل بمعنے مرد آدمیون مین بولا جاتا ہی اور سورۂ جن مین بقولہ تعالےٰ رجال من الجن الآیہ- تو جن مین رجال بولا گیا اسیطرح

الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

اور چھپ جاوے وہ جو خیال ڈالتا ہے لوگون کے دل مین جنون مین اور آدمیون مین

اس سورۂ مبارک مین شر اور بدی شیطان سے پناہ چاہنے کا حکم دیا بقولہ تعالے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ - تو کہہ مین پناہ مین آیا لوگون کے پروردگار کی- مَلِكِ النَّاسِ - لوگون کے بادشاہ کی- اِلٰهِ النَّاسِ - لوگون کے معبود کی ف یہ تین صفتین اللہ تعالے کے صفات مین سے ہین کہ وہ رب ہو اور ملک ہو اور الٰہ ہو کیونکہ جمیع مخلوقات اُسی کی مخلوق ہین اور اُسی کے مملوک ہین اور اُسی کی الوہیت مین بندے ہین پس حکم دیا کہ تو کہہ مین نے پناہ لی رب الناس و ملک الناس اور الٰہ الناس کی مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ - خناس کے وسواس کی بدی سے ف یعنے خناس جو وسوسہ ڈالتا ہے اُسکی بدی- خناس بہت چھپنے والا اور دبک جانے والا اور وہ ابلیس شیطان ہے- اَلَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ - جو کہ وسوسہ ڈالتا ہے لوگون کے سینون مین جن سے اور انسان سے ف یہان دو تفسیرین ہین (ایک) یہ کہ (صدور الناس) مین (الناس) کا بیان (من الجنۃ والناس) ہو تو معنے یہ کہ خناس وسوسہ ڈالتا ہے سینون مین جن و انسان کے (دوم) یہ کہ خناس کا بیان ہو یعنے وسواس خناس کی بدی سے جو آدمیون کے دلون مین وسوسہ ڈالتا ہو خواہ وہ جن کی قسم سے ہو یا انسان کی قسم سے ہو **فوائد تفاسیر ابن کثیرؒ** کی تفسیر مین ہو کہ الخناس شیطان ہو جو انسان پر موکل ہو اور ہر انسان کے ساتھ اسکا ہمزاد موکل ہو وہ بُری باتین اُسکی نظر مین چمکار رہتا ہو اور اس بارہ مین کچھ بھی کوتاہی نہین کرتا کہ اپنے ساتھی کو فحش و بدکاری مین ڈالے ولیکن معصوم وہی رہتا ہو جسکو اللہ تعالے بچاوے اور صحیح بخاری مین ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مین سے کوئی ایسا نہین جسکی یہ حالت نہو کہ اُسکے ساتھ اسکا ہمزاد موکل ہو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا آپکی بھی یہی حالت ہو- فرمایا کہ ہان ولیکن اتنا فرق ہو کہ اللہ تعالے نے اُسپر میری اعانت فرمائی تو اُسنے گردن جھکائی پس مجھسے سوائے بہتری کے کچھ نہین کہتا ہے (صحیح) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف فرمایا تھا تو ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا ایک روز شام کو آپ کے دیکھنے کے لیے مسجد مین حاضر ہوئین اور باتین کرتی رہین یہانتک کہ کچھ رات گئی جب وہ گھر واپس ہوئین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنکو پہونچانے آئے جب رخصت کرنے لگے تو کھڑے ہوگئے اتنے مین اُدھر سے دو شخص انصاری گزرتے اور آپ کو اسطرح باتین کرتے دیکھکر تیز قدم چلنے لگے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن دونون کو آواز دی کہ ٹھہرو یہ عورت صفیہ بنت حیی ہو پس اُنھون نے کہا کہ سبحان اللہ (یعنے بھلا کہین ہم آپ کی جناب مین کچھ گمان کر سکتے تھے) آپ نے فرمایا کہ شیطان خون کی طرح آدمی کے اندر روان ہوتا ہو اور مجھے خوف ہوا کہ ایسا نہو تمھارے دلون مین کچھ تردد کا وسوسہ ڈال دے یا فرمایا کہ کچھ بدی ڈال دے (صحیحین) مترجم کہتا ہے کہ اُسکے وساوس بہت باریک و سخت ہوتے ہین اور وہ غفلت کا موقع تلاش کرتا ہو تو جب وہ دونون انصاری کسی غفلت مین ہوتے تو شاید وسوسہ ڈالتا کہ بھلا یہ کون عورت ہوسکتی ہو جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی اندھیری رات مین اس طرح روکا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوش خلق ہین اُسکے روکنے سے کھڑے ہوگئے ہونگے ولیکن اُس عورت کا کیا مطلب تھا- غرض کہ اسیطرح بیہودہ خیالات ڈالتا ہو اور اگر اس درمیان مین اللہ تعالے کی یاد آگئی تو کھسک جاتا ہے

گمراہ یہودی سے اپنے نام کا رقیہ لیتا تو چھوڑ دیتا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ اسطرح نفع ہوتا ہے پس خالی نفع پر جو کوئی مطمئن ہو وہ دین حق کی قدر نہیں جانتا ہے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مکروہات وعوارض وغیرہ کو جہنم وابلیس کی طرف ڈال دیا ہے اور نور ایمان کے ساتھ میں یہ چیزیں بندۂ مومن کے واسطے کفارہ ہوتی ہیں اور بغیر ایمان کے ابلیس کا تسلط ہوتا ہے واللہ ہو الحفیظ العلیم و اُسکی حکمت بالغہ کے اسرار بے انتہا ہیں مخلوق کو اُسکی مجال نہیں ہو سکتی واللہ تعالیٰ ہو العلیم الحکیم والحمد للہ رب العالمین اگر کہا جاوے کہ حاسد کے شر سے پناہ لینے کا حکم دیا۔ اور یہ معلوم ہوا کہ حاسد اپنے حسد میں جلتا ہے اور جس سے حسد کرتا ہے وہ اچھا رہتا ہے تو اسمیں کیا بھید ہے (جواب) حاسد وہ ہے جو دوسرے سے نعمت زائل ہو جانے کی تمنا کرے اور اسکا دل وجگر جلتا رہتا ہے لیکن محسود کی نعمت اللہ تعالیٰ زیادہ بڑھاتا ہے تو حاسد زیادہ مقہور ہوتا جاتا ہے اسیواسطے بعض سلف نے کہا کہ ظالم جسکی صورت مظلوم سے مشابہ ہو وہ حاسد ہے پھر جب یہ حاسد ظالم روز بروز محسود کی ترقی دیکھتا ہے تو قابیل کی طرح جسنے ہابیل کو قتل کیا تھا محسود کے قتل پر آمادہ ہوتا ہے اور یہی حسد ابلیس کا اول شر اور اُسکی لعنت کا جوہر تھا کہ اُسنے حسد سے آدم عم کو سجدہ نہ کیا۔ قولہ اذا حسد۔ یعنے حاسد جب حسد پر شرارت کرنے لگے یعنے مثلاً قتل کرنے پر آمادہ ہو ابن عباس رض نے کہا کہ اُسکی ذات سے اور بد نظر سے پناہ چاہیے بالجملہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ مبارک کو جامع تعوذ فرمایا کہ جسنے سچے ایمان کے ساتھ جناب باری تعالیٰ میں پناہ لی تو ہر ایک شر مخلوق سے اور شر غاسق سے اور شر نفاثات سے اور شر حاسد سے پناہ میں ہو جاتا ہے وللہ الحمد والمنۃ ف بعض حکما نے کہا کہ حاسد نے پانچ طریقے سے اپنے رب عزوجل سے معارضہ کیا (۱) حاسد نے جو نعمت دوسرے پر ظاہر کی اُس سے عداوت کی (۲) حاسد نے اللہ تعالیٰ کی تقسیم نہ مانی کیونکہ وہ گویا یہ کہتا ہے کہ تونے اس شخص کو یہ نعمت کیوں دی (۳) اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور حاسد نے بخل سے معارضہ کیا (۴) حاسد چاہتا ہے کہ اولیاے الٰہی خوار ہوں تو وہ خود خوار ہوگا (۵) حاسد نے ملعون ابلیس کی تائید کی اور اسکو اپنا امام بنایا۔ حاسد ہمیشہ خوار ہوتا ہے کیونکہ دنیا میں ہر مجلس میں ندامت اُٹھاتا ہے اور ملائکہ اُسکو لعنت کرتے ہیں اور اپنے گھر میں غم وجلن میں دائمی مریض رہتا ہے اور آخرت میں جلتا رہیگا اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا جاتا ہے۔ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے امتوں کی دو بیماریاں رینگتی ہوئی تم میں آئی ہیں ایک حسد اور دوسری بغض۔ اور تم ہوشیار ہو کہ بغض ہی مونڈنے والی ہے (رواہ احمد) یعنے جیسے استرہ سے بال مونڈے جاتے ہیں اسطرح باہمی بغض وعداوت سے نیکیاں منڈ جاتی ہیں اللہ تعا ہمکو اور ہمارے احباب کو اپنے کرم سے ان سب سے پناہ دے (خلیل)

سُورَةُ النَّاسِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ سِتُّ اٰيَاتٍ

اس سورہ میں چھ آیات اور بیس کلمات اور ننانوے (۹۹) حروف ہیں (س) اور اس سورہ کے مکیہ یا مدنیہ ہونے میں ویسا ہی اختلاف ہے جیسا کہ سورۃ الفلق میں بیان ہوا ہے اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ یہ سورہ مکے میں نازل ہوا اور ابن الزبیر سے روایت ہے کہ مدینے میں نزول ہوا اور ظاہر یہ کہ نزول مکے میں ہوا تھا پھر مدینے میں یہودیوں کے سحر کے وقت مکرر نزول ہوا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ

تو کہہ میں پناہ میں آیا لوگوں کے رب کی لوگوں کے بادشاہ کی لوگوں کے پوجے کی بدی سے اسکی جو سٹکے

پرہیز لازم ہی کیونکہ مشرک لوگ تو شیطان کے تابع ہین اور مومن کو نہ چاہیے کہ اپنے دشمن شیطان کی حفاظت مین جاوے تو وہ دشمن کیا امید الحفظ
ہو اور طحاوی کی روایت مین بھی تمیمہ لٹکانے کو شرک فرمایا ہی اور سابق مین بیان گزر چکا اور باقی بیان آتا ہی ابوہریرہ رضنے کہا کہ میری بیماری
مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ بھلا مین تجھے اس چیز سے رقیہ کرون جس سے مجھے جبرئیل نے
رقیہ کیا تھا مین نے عرض کیا کہ میرے مان باپ قربان ہون ضرور رقیہ فرمائیے آپ نے کہا بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ وَاللّٰهُ يَشْفِيْكَ
مِنْ كُلِّ دَاءٍ فِيْكَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۔ اس سے آپ نے تین مرتبہ
رقیہ کیا۔ (رواہ ابن ماجہ وابن سعد والحاکم وغیرہم) سوال کیا شرعی تعویذ کے ساتھ دم کرنا جائز ہی جواب اس زمانہ مین تعویذ اُس کاغذ کو کہتے
ہین جسپر کچھ لکھکر بچون کے گلے مین لٹکاتے ہین یہ زمانہ سلف مین نہ تھا ولیکن بعض صحابہ رض نے آیۃ الکرسی کے مانند لکھکر اُن بچون کے گلے
مین ڈالی جو زبان سے نہین پڑھ سکتے تھے اور ظاہر کیا کہ اس سے برکت مقصود ہی اور حفاظت اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار مین ہی اسکو تمیمہ
کہتے تھے اور تعویذ کے معنے اللہ تعالیٰ کی پناہ مین دینا تعوذ اللہ تعالیٰ کی پناہ لینا۔ یہ بات پڑھنے اور دعا کرنے سے ہوتی تھی اور جمہور
صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم پڑھکر دم کرنے کو جائز رکھتے تھے اور حدیث ام المومنین عائشہ رض مین ہی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے گھرانے مین کوئی بیمار ہوتا تو اُسپر معوذات پڑھکر دم کرتے تھے۔ ھ۔ معوذات سے مراد قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ
برب الناس ہین اور غالباً انکے ساتھ مین قل یاایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد اور اسی قسم کے آیات قرآنیہ ہین واللہ تعالیٰ اعلم اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈالنے مین لب مبارک کی کچھ چھینٹیں بھی ہوتی تھین ولیکن ایک جماعت نے کہا کہ یہ خصوصیت آپ ہی
کے لب مین تھی امام نسفی رح نے مدارک مین لکھا کہ رقیہ کرنا ایسے کلام سے جائز ہی جو اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی حدیث سے ہو اور ایسی عبارت سے نہین جائز ہی جو سریانی یا عبرانی یا ہندی بولی مین ہو کیونکہ اسپر اعتقاد و اعتماد حلال نہین ہی۔ ھ۔ مترجم کہتا ہی
کہ اگر یہ وہم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو بچھو وغیرہ کے رقیہ کی اجازت دی جیسا کہ طحاوی کی روایات سے
اوپر ذکر ہوا (جواب) اُن مین یہ شرط ہی کہ شرک نہو اور یہ بھی مذکور ہی کہ وہ رقیہ خود سن لیا جب معلوم فرمایا کہ اسمین شرک نہین ہی تب اجازت
دی اسیطرح جو رقیہ ہندی مین ہو اگر اسکے معنے معلوم ہو جاوین کہ کچھ شرک کا کلمہ نہین ہی تو جواز ہوگا اور بعضے جاہل یا تمشیخا یا سلیخا
وغیرہ لکھتے ہین اور کچھ نہین معلوم کہ انکے کیا معنے ہین۔ شاید یہ شیاطین کے نام ہون تو قبیح شرک مین مبتلا ہوا اور اگر وہم ہو کہ پھر اس سے
کبھی نفع ہوتا ہی (جواب) اس نفع کا حال بالکل ایسا ہی جیسے ایک مسلمان نے دین توحید چھوڑ کر کفار و مشرکین کی مدد لی اور اُنھون نے
اپنے دین مین لاکر اُسکو مال و متاع دی تو نفع ہوا اور اسکے واسطے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا کلام کافی ہی جو اُنکی زوجہ نے روایت
کیا کہ ابن مسعود رض کا قاعدہ تھا کہ باہر پائخانہ جاتے اور جب گھر مین آنے لگتے تو کھنکھار کے آتے تھے ایک روز مین نے اپنی بیماری
کے واسطے ایک یہودیہ عورت کو جو گنڈے رقیہ مین معروف تھی بلایا تھا اُسنے میرے گلے مین گنڈا باندھا تھا کہ ناگاہ آہٹ معلوم ہوئی
کہ ابن مسعود رض آتے ہین مین نے اُس عورت کو چھپا دیا آپ اُس روز خلاف معمول میرے پاس آکر بیٹھے اور میرا کپڑا ہٹا کر میرے
گلے سے وہ گنڈا پکڑا اور توڑ کر نکال لیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابن مسعود رض کو پناہ دی کہ اُسکے گھر والی ایسے شرک مین مبتلا ہو۔
مین نے کہا کہ آپ یہ کیسے کہتے ہین اور مجھے یاد ہی کہ بچپن مین جب میری آنکھ پھڑکتی اور بیماری ہوئی تو فلان یہودی کے پاس لے جاتے
وہ جھاڑ دیتا تو فوراً اچھی ہو جاتی آپ نے فرمایا کہ ای نادان اُس زمانہ کفر مین شیطان مسلط تھا وہ تیری آنکھ کو گرفت کرتا جب اُس

حدیث میں ہے کہ یہودی لبید کی بیٹیوں نے آپ پر سحر کیا تھا پس اللہ تعالے نے آپ کو شفادی اور سحر انھیں نفاثات خبیثات پر رد کر دیا اور باوجود اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنسکو عتاب نہ فرمایا بلکہ کبھی اُسکے منھ پر اسکا ذکر نہین کیا۔ امام احمد رح نے زید بن ارقم رض سے روایت کی کہ ایک یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا جس سے آپ چند روز تک ناساز رہے پس جبرئیل ع نے آکر آپکو اطلاع دی کہ ایک یہودی نے آپ پر گرہ باندھنے سے سحر کیا ہے اور اُسکو فلان کنوئین مین گاڑا ہے آپ کسیکو بھیجکر اُسکو منگوائیین آپ نے نکلوایا اور (معوذتین پڑھکر) گرہین کھولین تو آپ بالکل تندرست ہو گئے پھر آپ نے کبھی اس یہودی کے روبرو اسکا ذکر بھی نہ کیا (رواہ النسائی)۔ اس حدیث کو بخاری رح نے حضرت عائشہ رض سے روایت کیا اور اسمین یہ بھی مذکور ہے کہ آپکو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ عورت کے پاس گئے ہین حالانکہ یہ نہین ہوتا تھا۔ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ یہ سخت قسم کا جادو تھا ایک روز آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ مجھے معلوم ہوا کہ مین نے جو کچھ اللہ تعالے سے دریافت کیا تھا وہ مجھے بتلا دیا یعنے دو شخص میرے پاس آئے (دو فرشتہ تھے) ایک سرہانے بیٹھا اور ایک پائنتی بیٹھا پھر سرہانے والے نے پائنتی والے سے کہا کہ انکو کیا ہوا ہے اُسنے کہا کہ انپر جادو کیا گیا ہے۔ کہا کہ کسنے جادو کیا جواب دیا کہ لبید بن اعصم نے یہ شخص یہود کا ہم سوگند تھا اور منافق تھا کہا کہ کس چیز مین جادو کیا ہے اُسنے جواب دیا کہ کنگھی مین اور کنگھی کے بالون مین کہا کہ وہ کہان ہے جواب دیا کہ تر خرما کے طلعہ کے جوف مین کر کے چاہ ذروان کے پتھر کے نیچے گاڑا ہے عائشہ رض نے کہا کہ پھر آپ نے جا کر اُسکو نکلوایا اور وہان سے آکر مجھسے فرمایا کہ جو کنوان مین نے دیکھا اُسکا پانی گویا مہندی کا پانی ہے اور اُسکے درختان خرما گویا شیاطین کے سر ہین۔ پھر آپ نے حکم دیا تو وہ کنوان پاٹ دیا گیا۔ ثعلبی رح کی روایت مین ہے کہ ابن عباس و عائشہ رض نے کہا کہ ایک یہودی لڑکا آنحضرت صلعم کی خدمت کیا کرتا تھا یہود نے اُسکو پھسلایا تو اُسنے آپکے چند موے مبارک اور کنگھی کے دانے دیدیے اسکے ذریعہ سے یہود نے سحر کیا اور اس کام کا متولی لبید بن اعصم ہوا تھا۔ بخاری وغیرہ کی بعض روایات مین تصریح ہے کہ دو فرشتہ آکر ایک سرہانے اور ایک پائنتی بیٹھا تھا اور ثعلبی رح کی روایت مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و عمار بن یاسر و زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم کو بھیجا انھون نے اُسکا پانی سب نکالا تو وہ آب حنا کیطرح سرخ تھا پتھر اُٹھا کر جب طلعہ نکالا تو اسمین آپ کی کنگھی کے چند دانے اور بال تھے اور اُسمین ایک رودہ نکلا جسکی گرہون مین سوئیان چبھی ہوئی تھین پھر اللہ تعالے نے یہ دونون سورتین اُتارین پس جب آپ قل اعوذ برب الفلق سے شروع کر کے کوئی آیت پڑھتے تو اُسکی ایک گرہ کھل جاتی اور ہر گرہ کے کھلنے پر آپ کی طبیعت ہلکی ہوتی جاتی تھی۔ یعنے اُس سحر مذکور کے اثر سے انقباض معلوم دور ہوتا تھا یہانتک کہ جب آخری گرہ کھلی تو آپ بالکل تندرست ہو گئے اور جبرئیل علیہ السلام پڑھتے جاتے بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُّؤْذِيْكَ مِنْ كُلِّ حَاسِدٍ وَّعَيْنٍ اللّٰهُ يَشْفِيْكَ پھر ان اصحاب رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کو اجازت دیجیے کہ ہم اس خبیث یہودی کو پکڑ کے قتل کر دین آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالے نے شفادی اور مین ناگوار رکھتا ہون کہ اپنے واسطے شر پھیلاؤن (خلاصہ ابن کثیر رح) نسائی رح نے حدیث ابو ہریرہ رض سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے گرہ دیکر اُسپر دم کیا تو اُسنے سحر کیا اور جسنے سحر کیا اُسنے شرک کیا اور جس کسی نے کچھ لٹکایا (یعنے جیسے بچہ کے گلے مین ناخن وغیرہ لٹکاتے ہین) تو وہ اُسی چیز کے بھروسے پر چھوڑا جاتا ہے (رواہ ابن مردویہ) مترجم کہتا ہے کہ گرہ باندھکر دم کرنے سے یہ مراد ہے کہ اُسنے جادو کے طور پر ایسا کیا ہو اور واضح ہو کہ بچہ کے گلے مین لٹکانے والا محروم ہے کیونکہ اللہ تعالے کی حفاظت سے محروم ہوا تو ایماندار کو ضرور

قتادہ کا قول ہے یعنے مین پروردگار صبح کی پناہ مین آیا بدی سے رات کی جب وہ اپنے اندھیرے کے ساتھ متوجہ ہو۔ زہری رح نے کہا کہ یہ آفتاب سے جب غروب ہو **اقول** شاید یہ معنے لیے کہ بدی سے رات کے جب آفتاب غروب ہوجاوے کیونکہ غاسق کے معنے آفتاب کے کسی نے نہین کیے ہین۔ ابوہریرہ رض نے کہا کہ (من شر غاسق اذا وقب) کوکب ہے یعنے روشن ستارہ جب غروب ہو **اقول** یہ آفتاب و ماہتاب دونون کو شامل ہے یا ثریا مراد ہو واللہ اعلم۔ ابن زید رح نے کہا کہ عرب کہتے ہین کہ ثریا کا غروب ہونا غاسق ہے اور اس وقت مین بیماریون اور وبا و طاعون کی کثرت ہوتی ہے اور جب ثریا طلوع ہوتا ہے تو یہ چیزین دور ہوجاتی ہین۔ ابن جریر رح نے مسند کیا کہ ابوہریرہ رض نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت مین فرمایا کہ یہ نجم غاسق ہے یعنے جب ثریا غروب ہو ابن کثیر رح نے کہا کہ اسناد مین راوی کو وہم ہوا اور یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت نہین ہوا ابن جریر رح نے کہا کہ دیگر علماء کے نزدیک غاسق چاند ہے۔ مین کہتا ہون کہ انکی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد رح نے حدیث عائشہ رض سے مسند کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کے چاند دکھلایا جب وہ رات مین نکلتا ہے اور فرمایا کہ اس غاسق کی بدی سے پناہ مانگ جب وہ غروب ہو۔ ترمذی رح کا لفظ یہ ہے کہ اسکے شر سے اللہ تعالے کی پناہ لے کیونکہ یہی غاسق اذا وقب ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسکو نسائی رح نے بھی روایت کیا و قول اول کے لوگون نے کہا کہ یہ آیۃ اللیل ہے جب داخل ہو واضح ہو کہ چاند بھی رات کی نشانی ہے اور سواے رات کے اسکی حکومت نہین ہوتی اسیطرح ستارے بھی رات ہی مین چمکتے ہین تو مرجع یہ ہوا کہ قولہ تعالے ومن شر غاسق اذا وقب۔ اور پناہ لے بدی سے رات کی جب وہ تاریکی سمیٹ لاوے (خلاصۂ ابن کثیر رح) زجاج نے کہا کہ رات کو غاسق اسلیے کہتے ہین کہ دن کے بہ نسبت اُسمین زیادہ سردی ہوتی ہے اور غسق اصل مین سردی کو کہتے ہین تو غاسق سرد ہے اسلیے رات کو غاسق کہا اور یہ بھی وجہ ہے کہ رات کو درندے اور سانپ بچھو اور چور وڈاکو ایذا و فساد کے لیے پراگندہ ہوتے ہین ابن الاعرابی رح نے کہا کہ حدیث عائشہ رض مین غاسق چاند کو اسلیے کہا کہ چور و فسادی و مکار اُسکے غروب ہونے کا انتظار کرتے رہتے ہین (ملخص الفتح) ارجح قول اس آیت کی تفسیر مین یہ ہے کہ غاسق رات ہے لیکن (اذا وقب) اسلیے فرمایا کہ جب تک رات مین روشنی رہے جیسے چاند تب تک شریر و موذی چیزین زیادہ موقع نہین پاتی ہین اسی جہت سے آپنے چاند کو دکھلایا کہ یہ جب غروب ہوا تو اندھیری گھٹا ٹوپ ہوجاتی ہے اور موذی چیزین نکل پڑتی ہین تو رات کی بدی سے جب وہ تاریکی سمیٹ لاوے پناہ مانگنے کا حکم دیا۔ ایسی حالت مین بچاؤ مشکل ہوجاتا ہے اور واضح ہو کہ یہ تو ظاہری حالت مین مشہور معاملات ہین اور باطنی امور جیسے جن و شیاطین بھی اندھیری رات مین زیادہ منتشر ہوتے ہین اسیواسطے حدیث مین دعا ہے کہ رات مین ہر ایک آنے والے سے سواے نیک کے پناہ مانگے۔ قولہ ومن شر النفاثات فی العقد۔ نفاثہ پھونک مارنے والی۔ نفاثات جمع ہے یہ اگر نفوس کی صفت ہے تو مرد و عورت جن و انس سب کو شامل ہے یعنے مین رب الفلق کی پناہ لیتا ہون سب نفوس سے جو گرہون مین پھونکین ہر ایک خبیث نفس جس جسم مین ہو خواہ مذکر ہو یا مونث ہو وہ جادو اور ٹونا وغیرہ خبیث چیزون کو کماویگی تو ایسے نفوس خبیثہ سے پناہ مانگنے کا حکم دیا جو جادو کے عمل سے گرہون مین پھونکین اور اگر نفاثات عورتین ہین تو صیغۂ مونث ظاہر ہے ابوعبیدہ رح نے کہا کہ جیسے لبید بن الاعصم یہودی کی بیٹیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا تھا ابن کثیر رح نے لکھا کہ مجاہد و عکرمہ و حسن و قتادہ و ضحاک رح نے کہا کہ نفاثات فی العقد۔ ساحرہ عورتین ہین یعنے جب جادو پڑھکر گرہ باندھکر اُسپر پھونکین

جو گرہون مین دم کرتی ہین ف یعنے جادو کے طریقے سے شرک کے بد کلمات پڑھکر گرہ باندھتی ہین چہارم وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ - اور بدی سے برا چاہنے والے کی جب وہ ہو لنسے ف ان چار قسم کی بدی سے اپنے رب عزوجل کی پناہ لینے کا حکم فرمایا - اور قولہ رب الفلق الخ - مین اشارہ فرمایا کہ بدی کی تاریکی سے وہی پناہ دیتا ہے اور تمام خلق کا پیدا کرنے والا وہی ہے ابن کثیر رح کی تفسیر مین ہے کہ کعب احبار نے بیان کیا کہ الفلق جہنم مین ایک کوٹھری ہے جب وہ کھلتی ہے تو اُسکی جلن ایسی سخت ہے کہ سب جہنمی چیخ اُٹھتے ہین - رواہ ابن ابی حاتم - اور زید بن علی بن الحسین رضی اللہ عنہم نے کہا کہ فلق جہنم کی تہ مین ایک کنوان ہے وہ ڈھکا رہتا ہے جب وہ کھولا گیا تو اُسکی جلن ایسی سخت ہے کہ اُس سے جہنم چیخ اُٹھتی ہے - یہی معنے ابن عباس وعمرو بن عبسہ وسدی وغیرہم سے بھی روایت کیے گئے ہین - ابن جریر رح نے اسکو ابوہریرہ رض سے حدیث مرفوع روایت کیا ولیکن ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ کسی راوی کا وہم ہے بلکہ یہ ابوہریرہ رض کا قول ہے مترجم کہتا ہے کہ فلق اگر جہنم مین کنوان ہو تو کلام یہان یہ ہے کہ آیت کی تفسیر مین الفلق سے کیا مراد ہے (جواب) امام ابن جریر رح نے کہا کہ تفسیر مین صحیح یہ کہ قول اول مراد ہے یعنے الفلق بمعنے صبح کے ہے اور اسی کو امام بخاری رح نے لیا ہے المعنی - تو کہہ کہ مین پناہ مین آیا صبح کے رب کی - من شر ما خلق - تمام مخلوقات کی بدی سے حسن بصری وثابت البنانی رح نے کہا کہ جہنم وابلیس واسکی اولاد کی بدی سے مترجم کہتا ہے کہ مخلوق مین سے شرارت جسکی اصل ہے اور اُسکی بدی وبرائی ہے وہ ابلیس وجہنم ہے اور جس بندے کو اللہ تعالے نے جہنم سے پناہ دی تو اُسکو ہر قسم کی بدی سے پناہ دی - چنانچہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے خطبہ دمشق مین فرمایا کہ اللہ تعالے نے دنیا تمھارے سامنے کردی اسمین سے نیکوکار اور کفار بدکردار سب کھاتے ہین اور آخرت سچا وعدہ ہے کچھ شک نہین دہان بادشاہ قادر حکم فرمادیگا تم ہوشیار رہو کہ اپنے اعمال کے سامنے پیش کیے جاؤگے اور اللہ تعالے نے فرمایا - فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ الآیہ - یعنے جسنے ذرہ برابر نیکی کی وہ دیکھیگا اور جسنے ذرہ برابر بدی کی وہ دیکھیگا - ہ - آگاہ رہو کہ کچھ لوگ دنیا کے بیٹے ہین اور کچھ آخرت کے بیٹے ہین تم کو چاہیے کہ دنیا کے بیٹے نہ بنو بلکہ آخرت کے بیٹے بنو کیونکہ قیامت مین ہر مان کے پیچھے اُسکے بیٹے لگا دیے جاوینگے - پھر شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر اللہ تعالے کی حمد وثنا کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا - پھر فرمایا کہ ای لوگو اللہ تعالے کی کتاب کی طرف رجوع لاؤ اگرچہ اُسکو بہت لوگون نے چھوڑا ہو - تم لوگ بھلائی کے فقط اسباب دیکھوگے اور بدی کے بھی فقط اسباب دیکھوگے اور اللہ تعالے نے سب خوبیون کو جمع کرکے جنت مین رکھدیا ہے اور سب بدی وبرائی کو جمع کرکے جہنم مین ڈالدیا ہے (رواہ ابو اسمعیل فی الفتوح) اس سے معلوم ہوگیا کہ جس بندے کو جہنم سے پناہ ملی تو ہر بدی سے پناہ پائی اور واضح ہو کہ بدی وبرائی کا پہچاننا بدون طریقۂ نبوت کے کسی طرح نہین معلوم ہوسکتا ہے اسلیے کہ جہنم کسی نے نہین دیکھی اور نہ انسانی عقل وراے کام کرسکتی ہے اور یہان اصل بدی نہین بلکہ اُسکے اسباب موجود ہین مثلاً زنا کے اسباب یہان موجود ہین اور شہوت مین وہ بہت مرغوب معلوم ہوتے ہین ولیکن اُسکی حقیقت جہنم مین نہایت قبیح ہے اعوذ باللہ من عذاب جہنم - پس اللہ تعالے کی رحمت مین پناہ لے اور شریعت مین جو امور بد اور قبیح ہین اُنسے پرہیز کرے اور اللہ تعالے کی پناہ مین اُسکو بچنے کی توفیق حاصل ہوجاتی ہے ومن شر غاسق اذا وقب - اصل مین غسق کے معنے تاریکی واندھیرا - وقوب کے معنے اندھیرا ہجوم کرنا بعد آفتاب کے ابن کثیر رح نے لکھا کہ مجاہد رح نے کہا کہ غاسق رات ہے - اذا وقب - آفتاب کا غروب ہے اس قول کو بخاری رح نے نقل کیا اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور تابعین مین سے محمد بن کعب وضحاک وخصیف وحسن بصری

اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۔ تو کہہ مین پناہ مین آیا صبح کے پروردگار
کی ف جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ الفلق صبح ہی (رواہ ابن ابی حاتم) یہی عوفی رح نے ابن عباس رض سے روایت کیا اسیکے
مثل مجاہد وسعید بن جبیر وعبداللہ بن محمد بن عقیل وحسن وقتادہ ومحمد بن کعب القرظی وابن زید اور زید بن اسلم کا قول ہی امام ابن جریر
وقرطبی رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہی۔ فالق الاصباح۔ یعنے اللہ تعالیٰ ہی سپیدہ صبح روشن کرنے والا ہی۔ حد۔ خلاصہ یہ کہ ای
محمد یہ کہہ اعوذ برب الفلق یعنے مین نے صبح کی پروردگار کی پناہ مین جگہ لے لی۔ حد۔ یعنے چار اقسام کی برائی اور بدی سے جنکا بیان
آگے آیا ہی جسکو اللہ تعالےٰ نے پناہ دی تو اُسکو کسی چیز کی بدی نہین ہونچ سکتی ہی کیونکہ یہ چیزین خود بدی ہونچانے کی مختار نہین
ہین بلکہ پروردگار کی قدرت سے انکو بھی انکی کمائی حاصل ہوا کرتی ہی اور صاحب قدرت نے جسکو پناہ دی اُسکو بدی سے محفوظ کرلیا یہ
بات سمجھ لینا چاہیے کہ جو چیز جہنم کے لیے پیدا ہوئی ہی اُسکی کمائی اور جو اُسکی خواہش سے اُسکو ملتی ہی وہ نیک کمائی نہین ہوسکتی ہی کیونکہ نیکی اس
جہنمی کو اُسی قدر ناگوار ہی جس قدر جنتی کو بدی ناگوار ہوتی ہی اور اکثر ایسا ہوتا ہی کہ جہنمی اپنی کمائی کو بہت نیک سمجھتا ہی کیا نہین دیکھتے ہو
کہ جس قدر مشرکین قومین ہین وہ اپنے شرک کے طریقے کو بہت اچھا جانتے ہین اور ایک قوم اپنے شرک کو حق جانتی ہی اور دوسری قوم کے شرک
کو باطل سمجھتی ہی اور اسکے واسطے اپنے خیال مین قطعی دلیلین قائم کرلیتی ہی اور یہ سب مشرکین ایک اصول سے مومنین کو جو مشرک نہین
ہین عداوت کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔ جب یہ معلوم ہو تو خالق عزوجل ہر مخلوق کو اُسکی کمائی دیتا ہی اور جہنمیون کی کمائی مین سے یہ بھی
ہی کہ اہل جنت کو بدی پہونچاوین تو جب اہل جنت نے خالق عزوجل کی پناہ لی تو انکی بدی سے محفوظ ہوگئے اور جہنمی کبھی حضرت خالق عزوجل کی
پناہ نہین لیتا ہی اسلیے کہ وہ مشرک کو حق سمجھتا ہی اسلیے شرک کی آنکھ سے خالق کی قدرت دیکھتا ہی اور یہ باطل ہی جیسے کوئی شخص چاہی
کہ آگ کے ذریعہ سے سردی حاصل کرے تو غیر ممکن ہی پس وہ خالق عزوجل کو نہین پہچانتا ولیکن جس چیز کو پوجتا ہی اُسکی آڑ مین مدعی ہی جیسے مثلاً یہودی
فرقہ جو عزیر ع کو خدا کا بیٹا کہتا ہی تو وہ اپنا خدا عزیر کا باپ جانتا ہی تو اُسنے خالق جل جلالہ کو نہین جانا اسلیے کہ وہ پاک قدوس اعلیٰ واجل ہی کہ اُسکا
بیٹا وجورو ہو جیسا کہ قل ہو اللہ احد کی تفسیر مین معلوم ہو چکا اس سے بندہ مومن سمجھ جائیگا کہ جس پاک عزوجل نے سب پیدا کیا اُسی نے حکم
دیا کہ اُسکی پناہ مین آؤ۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ (الفلق) خلق ہی۔ ضحاک رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تمام خلق کی بدی سے رب عزوجل کی پناہ مین آوین مترجم کہتا ہی کہ قل اعوذ برب الفلق۔ کے معنے یہ ہوے کہ تو کہہ مین
خلق کے پروردگار کی پناہ مین آیا۔ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ ای خلقہ بدی سے اُس چیز کی جو اُسنے پیدا کی ف یعنے اگر پوچھا
جاوے کہ پناہ لینا کسی چیز کی بدی سے ہوتا ہی تو یہان پروردگار کی پناہ کس چیز سے ہی (جواب) چار قسم کی بدی سے اول من شر
ما خلق۔ بدی سے اُس چیز کی جو پیدا کی اسمین ہر قسم کی مخلوقات اور ہر قسم کی بدی داخل ہی پس آیندہ تین قسم کا ذکر بطور خاص ہے
بیان ہر قسم کی بدی سے پناہ لینے مین بہت سی ایسی چیزین داخل ہونگی جنکو آدمی خود نہین پہچان سکتا تھا مثلاً ایک شخص کو اگر قارون کا
خزانہ ملے تو وہ شاید اپنی حالت نفس نہ جاننے سے یہ سمجھے کہ یہ تو میرے حق مین بہت بہتری ہی بدی نہین ہی ولیکن جب اُسکو یہ خزانہ ملا بدی
مین خراب ہوا پس اللہ تعالےٰ اُسکو ایسی بدی سے بھی پناہ عطا فرماوے گا اگر تقدیر سے اُسنے قارون کا خزانہ پایا تو بھی بدی سے بچی
بچ جاویگا دوم وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ۔ اور بدی سے اندھیرے کی جب روندھ آوے ف یعنے ہر قسم
کی تاریکی سے جو ظاہر ہین یا باطن مین ہجوم کرے سوم وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ۔ اور بدی سے اُن عورتون کی

کرتے ہین کیا یہ چیزین کچھ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو روک سکتی ہین فرمایا کہ یہ چیزین بھی اللہ تعالے کی تقدیر ہین (حدیث حسن) اور مترجم
کہتا ہی کہ دنیا مین جو چیزین نیک و بد واقع ہوتی ہین وہ تقدیر کے لحاظ سے افعال قدرت ہین اور انکا نیک ہونا اور بد ہونا مخلوق کی طرف
نظر کرکے کہا جاتا ہی کیونکہ مخلوق کو نفع و آرام پہونچا تو اُسنے نیک سمجھا اور اگر ضرر پہونچا تو اُسنے بد سمجھا اور تقدیر ان دونون سے پاک ہی ولیکن
آدمی کی نظر بغیر غور کرنے کے خطا کرتی ہی اگر دیوار درست ہو اور مالک مکان نے مزدورون کو اُسپر پھاوڑے چلانیکا حکم دیا تو دیوار یہ سمجھتی (اگر
ہوش ہو) کہ اُسپر بد معاملہ پیش آیا حالانکہ مالک مکان اُسکو گرا کر پختہ اُٹھانا چاہتا ہی۔ تو مالک کا یہ کام اچھا ہی حالانکہ یہان دونون مخلوق
محتاج ہین۔ دیوار بھی مخلوق ہی اور دیوار کا مالک بھی یہ احتیاج رکھتا ہی کہ اگر پکی اُٹھاوے تو اُسپر کوٹھا بناوے جس سے اُسکی حاجت
پوری ہو پس اللہ جل جلالہ جو احد الصمد ہی اُسکی تقدیر سے جو احکام جاری ہوتے ہین وہ بے لگاؤ ہین اور سراسر حکمت ہین
اور جس مخلوق مین یہ افعال پیدا ہوے وہی اس صفت سے متصف ہوگی۔ مثلاً چوری تو چور کی صفت ہی اور تقدیر کی صفت
نہین ہی ولیکن جو کوئی اللہ تعالے کی معرفت نہین رکھتا وہ نہین سمجھتا کہ تقدیر کے سب کام خوب ہین اور جس پاک عزوجل نے
تقدیر پیدا کی اُسی نے دوسری جانب دوا کا بھی حکم دیا وقد قال تعالے لولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض الآیہ۔ یعنے ظالم شریر لوگ
ظلم کرتے ہین یعنے اِن ظالمون کی خواہش و کمائی اُنکو دی کہ وہ مساجد و معابد گرانا چاہتے ہین اور دوسری طرف مومنون و نیک
لوگون کو انکی خواہش کے موافق قوت دی کہ ظالمون کو دفع کرین تو انکے ہاتھون سے دفع کرنا پیدا کیا خطیب رح نے لکھا کہ حضرت عمر
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم اللہ تعالے کی تقدیر سے اُسکی تقدیر کی طرف بھاگتے ہین مترجم کہتا ہی کہ قصہ یہ ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے ملک شام کی طرف سفر کیا کچھ دور پہونچکر معلوم ہوا کہ وہان وبا پھیلی ہی آپ نے اصحاب کی رائے چاہی ایک جماعت نے کہا تقدیر پر
آپکو بھروسا کرنا چاہیے اور دوسری جماعت نے دوسرا قول کہا۔ الغرض آپ نے اُس جماعت کا قول لیا جو کہتے تھے کہ واپس مدینہ چلیے تو بعض
نوجوانون نے کہا کہ کیا آپ تقدیر سے بھاگتے ہین آپنے فرمایا کہ ہم تقدیر سے تقدیر کی طرف جاتے ہین یعنے یہ بھی اللہ تعالے کی تقدیر ہی اگر تو
کسی جنگل مین اونٹ لے جاوے تو کیا ایسے مقام پر رکھیگا جہان گھاس و پانی کم ہی یا جہان اچھی طرح موجود ہی اُسنے کہا بلکہ جہان اچھی طرح
گھاس و پانی ہی وہان لے جاؤنگا فرمایا کہ پھر یہی ہی اتنے مین ایک صحابہ نے سابقین مین سے کہا کہ مین نے اس مسئلہ مین رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے یہ حدیث یاد رکھی ہی کہ جہان وباء واقع ہو اور تم وہان موجود ہو تو وہان سے مت بھاگو اور اگر تم وہان نہو
تو وہان مت جاؤ اس حدیث کو سنکر حضرت عمر رضہ نے اللہ تعالے کا شکر کیا اور وہان سے مدینہ واپس آئے مترجم کہتا ہی کہ حضرت عمر رض
دعا مانگا کرتے تھے کہ الٰہی میری موت اپنے رسول کے شہر مدینہ مین فرمائیو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾ ع

تو کہہ مین پناہ مین آیا صبح کے رب کی ہر چیز کی بدی سے جو اُسنے بنائی اور بدی سے اندھیرے کی جب سمٹ آوے اور بدی سے عورتون کی جو گرہون مین پھونکین اور بدی سے بُرا چاہنے والے کی جب لگے ہو نسنے

رہتی ہی مترجم کہتا ہی کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جب فرعون نے ساحرون کے ذریعہ سے مقابلہ کیا تو وہان صریح آیات سے ثبوت
ہی کہ سحر کا اثر ظاہر تھا اور ہاروت ماروت کے قصہ مین جورو مرد کے درمیان نفاق کا اثر ہی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جادو کے ذریعہ سے کنکر
حقیقت مین سونا یا موتی نہین ہوسکتا اور متواتر معروف ہی کہ ابتک بکثرت ایسے لوگ موجود ہین جو جھاڑنے سے بچھو و سانپ کا اثر اتارتے
ہین اور ایسے متواترات سے انکار کرنے والا سوائے احمق کے کوئی نہین ہوسکتا ہی (مسئلہ) رقیہ یعنے جھاڑ پھونک کرنا۔ ابوسعید خدری
رضی اللہ عنہ نے بچھو کاٹے ہوئے کو سورۂ فاتحہ یعنے الحمد سے جھاڑا وہ اچھا ہوگیا کما فی الصحاح۔ اور خارجہ بن الصلت کے چچا نے ایک
مجنون کو اُس سے تین روز صبح و شام جھاڑا وہ اچھا ہوگیا کما رواہ الطحاوی اور خدری رضی اللہ عنہ نے اُن لوگون سے اجرت ٹھہرائی
تھی کیونکہ اُنھون نے مہمانی کا حق نہین دیا تھا اور عم خارجہ کو بعد صحت انھون نے دینا چاہا تو کہا کہ پہلے مین رسول اللہ صلعم سے دریافت کرلون
آپ نے اجازت دی جیسے ابوسعید رض کو اجازت دی۔ طحاوی رح نے کہا کہ اس حدیث سے ہمارے نزدیک بھی اجرت حلال ہی۔ طحاوی رح نے اس مسئلہ
کو مدلل بدلائل احادیث ذکر کیا اور جواز مین حضرت ام المومنین عائشہ و طلق بن علی و جابر و حفصہ و شفاء قرشیہ و اسماء بنت عمیس و عوف بن
مالک الاشجعی و سہل بن حنیف و ابوسعید الخدری و میمونہ رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین سے احادیث بطرق متعددہ روایت کین اور خلاصہ
یہ کہ جب رقیہ مین کوئی لفظ شرک نہو تو جائز ہی اور کسی مخلوق سے فریاد کرنا بھی شرک مین داخل ہی جیسے بعض جہال تمسیخا و سلیخا
وغیرہ کو پکارتے ہین اور تعویذات مین لکھتے ہین اور واضح ہو کہ طحاوی رح نے گنڈے وغیرہ لٹکانے کی حدیث جسمین ممانعت ہی ذکر کی پھر
حضرت عائشہ رض کا قول روایت کیا کہ یہ ممانعت اس وقت ہی کہ پہلے سے صحت مین لٹکاوے اور اگر بیماری کے بعد تعویذ لٹکاوے تو مضائقہ
نہین ہی یعنے اسوقت یہ علاج ہی اور مترجم کہتا ہی کہ بعض صحابہ رض نے آیت دوعاء کی قسم سے لکھکر بعض بچون کے گلے مین ڈال دی لیکن
یہ صرف برکت کی نیت سے ہو کیونکہ مدار نیت پر ہی اور اگر یہ سمجھے کہ یہ محافظ ہی تو باطل و گناہ ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ رقیہ نہین سوائے
تین چیزون کے نظر بد اور سانپ کا کاٹنا و بچھو کا ڈنک مارنا۔ رواہ الطحاوی اور سابق مین معلوم ہوا کہ بعض صحابہ رض نے مجنون پر سورۂ
فاتحہ پڑھی وہ اچھا ہوگیا۔ واضح ہو کہ نظر بد کی دعا سابق مین اس تفسیر مین گزری ہی اور منجملہ ادعیہ کے (۱) جب لبید بن الاعصم یہودی نے
آنحضرت صلعم پر سحر کیا تھا تو جبرئیل عم نے آکر یہ دعا پڑھی بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ كُلِّ
ذِيْ نَفْسٍ وَعَيْنٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ (۲) ام المومنین میمونہ کی حدیث مین ہی بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ
وَاللّٰهُ يَشْفِيْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ فِيْكَ (۳) اِذْهَبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شَافِيَ اِلَّا اَنْتَ
طحاوی رح نے کہا کہ یہ رقیہ اور اسی قسم کے رقیات مین مضائقہ نہین ہی اور حدیث عوف رض مین گزرچکا کہ رقیہ مین مضائقہ نہین جبتک
اُسمین شرک نہو طحاوی رح نے کہا کہ تعویذ لٹکانا قبل اسکے کہ کوئی بلا عارض ہو مکروہ ہی تاکہ اس ذریعہ سے وہ چیز دور رکھے جسکو سوائے
اللہ تعالے کے کوئی دفع نہین کرسکتا ہی تو اس سے منع کیا گیا کیونکہ یہ شرک ہی اور بلا عارض ہونے کے بعد مضائقہ نہین کیونکہ یہ بطور
علاج ہی یہ توضیح طحاوی کا خلاصہ ہی خطیب رح نے لکھا کہ اگر یہان سوال ہو کہ جو کچھ واقع ہوا وہ تو اللہ تعالے ہی کی قضاء سے مقدر ہی
پھر کیونکر اُس سے استفادہ کا حکم ہوا (جواب) جو کچھ دنیا مین ظاہر ہوتا ہی خواہ نیک ہو یا بد ہو وہ اللہ تعالی ہی کے حکم تقدیر سے ہی
اور اس سے رقیہ کرنا اور اعوذ پڑھنا بھی اللہ تعالی ہی کی طرف سے موافق تقدیر کے میسر ہوتا ہی جیسے ترمذی رح نے حدیث روایت کی
کہ صحابی رض نے پوچھا کہ یارسول اللہ ہم لوگ جو رقیہ کرکے نفع چاہتے ہین یا دوا کرکے شفا چاہتے ہین یا دیگر امور جن سے پرہیز و بچاؤ

جب ظاہر مین دیکھتے تو حضرت عائشہ رض کو روک دیتے چنانچہ خود ام المومنین رض نے روایت کی ہو کہ دعاے شفا پڑھکر آپ پر ہاتھ پھیرنا
چاہا تو آپ نے روک دیا اور اسکا سبب یہ تھا کہ آپ اس مرض سے وصال حق سے متیقن تھے انا للہ وانا الیہ راجعون - پھر ابن کثیر نے
لکھا کہ سورہ ن کے آخر مین یہ حدیث گزر چکی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی نظر سے اور انسان کی نظر سے تعوذ کیا کرتے تھے
پھر جب معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس نازل ہوئین تو آپ نے ان دونون کو لیا اور ماسواے انکے سب ترک
کر دیا - رواہ ابن ماجہ والنسائی والترمذی وقال حسن صحیح - تعوذ سے یہ مطلب ہو کہ بد نظرون سے پناہ مانگا کرتے تھے جیسے
اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من شر کل شیطان وہامۃ وعین لامۃ (حدیث) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
دس باتین مکروہ رکھتے تھے از انجملہ ایک یہ بیان کی کہ سواے معوذتین کے رقیہ ناگوار رکھتے تھے (رواہ ابوداؤد والنسائی) مترجم
کہتا ہو کہ بیان مطلب یہ ہو کہ معوذتین سے دم کرنا اور شر سے پناہ چاہنا اچھا ہو اور انکے موجود ہونے کے ساتھ مین کسی دوسری چیز سے
جھاڑ پھونک کرنے کی حاجت نہ رہی لہذا انکے سواے دوسری چیز کی طرف رغبت کرنا مکروہ رکھتے تھے اور آئندہ اس مسئلہ کا ذکر انشاء اللہ
تعالے آتا ہو - ام سلمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے نزدیک محبوب ترین سورتون مین
سے قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ہین (ابن مردویہ) زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک یہودی نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا تو آپ بیمار ہوگئے (اقول اسکی یہ صورت لکھی گئی ہو کہ یہود مین سے ایک لڑکا آپکی خدمت کیا کرتا تھا اسکو
ایک خبیث یہودی نے پھسلایا اور آپکی کنگھی کے کچھ بال مانگے اس طفلک نے لا دیے اسنے تر خرما کے طلع مین رکھکر کنوئین مین جہان
سے درخت خرما بدصورت اگا ہوا تھا جڑ مین گاڑ دیا آپ بیمار ہوگئے حتی کہ بعض امور جو آپنے نہین کیے انکو خیال کرتے کہ یہ امور مین نے کیے
ہین) پس جبرئیل علیہ السلام نے آکر آپ کو اطلاع دی کہ فلان یہودی نے آپ پر سحر کیا ہو اور فلان کنوئین مین اسطرح گاڑا ہو آپنے جا
اسکو نکلوایا اور حضرت عائشہ رض سے فرمایا کہ اس کنوئین کا پانی جیسے مینھدی کا پانی اور اسکے خرما جیسے شیطان کے سر تھے پس جبرئیل نے
کہا کہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے جاوین اور اسکی گرہین ایک ایک کر کے کھولتے جاوین اسطرح کیا گیا تو آپ بالکل چاق
تندرست ہوگئے - پھر آپ نے اس ناپاک یہودی کو کچھ سزا نہین دی ہرچند کہ بعض صحابہ رض نے کہا ولیکن فرمایا کہ اللہ تعالے نے مجھے شفا
دی اب کیا ضرورت ہو کہ لوگون مین شورش ہو - واضح ہو کہ شیخ ابن حجر رح نے شرح البخاری مین اس قصہ مین تفصیل کی اور مترجم نے اردو
زبان مین اس کتاب عظیم الشان کی شرح شروع کی ہو انشاء اللہ تعالے وہان مفصل بیان ہوگا - واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی شان مبارک مین اس یہودی کے سحر کا کچھ اثر نہ ہوتا ولیکن اللہ تعالے نے بہت سے امور آپ پر جاری کر کے آپ کی امت کو تعلیم دی جیسے
آپ نماز فجر سے سفر مین سو گئے تاکہ امت کو مسائل معلوم ہون کیونکہ اس صبح کو صحابہ رضی اللہ عنہم بہت غمناک وخوف کھائے ہوے تھے
یہانتک کہ آپ نے فرمایا کہ نفوس اللہ تعالے کے قبضۂ قدرت مین ہین اسنے جب چاہا انکو رہا کیا اور کوتاہی جاگنے مین ہوتی ہے
اب معمول کے موافق دن چڑھے ادا کرو پس صحابہ رض کو جہر سے نماز پڑھائی - اسیطرح دیگر امور بکثرت ہین جمل رح نے کہا کہ اہل السنۃ رحمہم اللہ
تعالے کے نزدیک قرآن وحدیث سے یہ بات ظاہر ہو کہ سحر (جادو) کی حقیقت ہو اور وہ قول سے ہوتا ہو اور فعل سے بھی ہوتا ہو
اور اس سے بیماری ودکھ پیدا کیا جاتا ہو یعنے اللہ تعالے نے عادت جاری فرمائی ہو کہ جیسے سلھیا وغیرہ کھانے سے بیماری پیدا
کرتا ہو اسیطرح جادو سے پیدا کرتا ہو اور جادو کے ذریعہ سے لوگ مرد وعورت مین نفاق ڈالتے ہین بلکہ کبھی جادو کے ذریعہ سے جان جاتی

تعوذ کیا۔ مین نے الناس کیا تو فرمایا کہ یہی دونون سورتین قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس ہین (النسائی باسناد صحیح) ابن کثیر نے ان روایات کے بعد لکھا کہ اب غور کرو کہ یہ احادیث کیسی صحیح ہین خصوصاً حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہ وہ بہت سے محققین کے نزدیک بدرجہ متواتر یقینی ہی اور صریح معلوم ہوا کہ یہ دونون قرآنی سورہ ہین اور آپ نے انکو نماز فریضہ مین تلاوت فرمایا جیسے دیگر آیات کی قرات ہوتی ہی اور عقبہ رض کے حق مین سورۂ ہود اور سورۂ یوسف سے زیادہ نافع بتلایا اور سابق مین حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے گزرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھسے فرمایا کہ مین تجھے ایسی تین سورتین سکھلاؤن جنکی مثل توریت مین نہین اترین اور نہ انجیل مین اور نہ فرقان مین اترین پھر میری التماس پر فرمایا کہ وہ قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ہین مترجم کہتا ہی کہ قل ہو اللہ احد۔ بے مثل توحید باری تعالی ہی اور دونون معوذتین تعویذ مین بے مثل ہین ابن کثیر رح نے کہا کہ باوجود اس متواتر کے یہان احادیث دیگر ہین (حدیث) امام احمد رح نے مسند کیا کہ ابو العلاء رح نے کہا کہ ایک صحابی رض نے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کے سفر مین تھے اور سواریون کی کمی تھی لوگ باری باری سے سوار ہوتے اور اترتے چلتے تھے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے پیچھے چلا کرتے تھے بلکہ اصحاب کے ساتھ بھی انکو آگے کرتے اور آپ پیچھے چلتے اور فرماتے کہ میرے پیچھے ملائکہ کے لیے جگہ چھوڑ دو) یہ صحابی کہتے ہین کہ میری باری اترنے کی تھی تو مین اترکر پیدل چلتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ تک پہونچے اور میرے کندھے پر مار کر فرمایا کہ پڑھ قل اعوذ برب الفلق۔ پس آپ نے پورا سورہ پڑھا اور مین نے بھی پڑھا پھر آپ نے قل اعوذ برب الناس پڑھا تو مین نے بھی پڑھا پس فرمایا کہ جب تو نماز پڑھے تو انکی قرات کیا کر اس حدیث کو امام نسائی نے بھی روایت کیا اور اسناد جید صحیح ہی اور اسمین صریح ان دونون سورتون کو نماز مین پڑھنے کی تاکید فرمائی (حدیث) عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اپنا دست مبارک میرے سینہ پر رکھکر فرمایا کہ پڑھ مین متردد ہوا کہ کیا کہون پھر فرمایا کہ پڑھ۔ مین نے قل اعوذ برب الفلق آخر تک پڑھا تو فرمایا کہ تعویذ انھین سے چاہا کر کیونکہ کسی متعوذ نے انکے مثل کسی چیز سے تعوذ نہین کیا رواہ النسائی باسناد صحیح (حدیث) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھسے فرمایا کہ اے جابر کہہ مین نے کہا کہ میرے مان باپ آپ پر فدا ہون مین کیا کہون آپ نے فرمایا کہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پس مین نے یہ دونون سورتین پڑھین۔ آپ نے فرمایا کہ ان دونون کو پڑھا کر کبھی تو ان دونون کے مثل نہین پاویگا رواہ النسائی باسناد صحیح اور سابق مین حدیث ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے گزرا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سورتون کو پڑھکر اپنی دونون ہتھیلیون کو ملاکر ان مین دم کرکے اپنے سر و چہرہ اور سامنے رخ کے تمام جسم مبارک پر مسح کرتے تھے امام مالک رح نے زہری عن عروۃ عن عائشہ رض روایت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بیمار ہوتے تو معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) خود پڑھکر اپنے اوپر دم کرتے تھے پھر جب آپ کی بیماری سخت ہوئی تو مین ان سورتون کو پڑھکر آپ پر دم کرتی اس امید پر کہ انکی برکت سے آپ اچھے ہوجاوین۔ رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ مترجم کہتا ہے کہ یہ برکت تو ضرور حاصل ہوتی ہی ولیکن اگر بیمار کے حق مین موت مقدر ہی تو دوسرے راحت اور ثواب حاصل ہوگا ولیکن عوام الناس اس سے شک مین پڑجاتے ہین کہ اسنے پڑھا اور مریض اچھا نہوا بلکہ مرگیا حالانکہ یہ جہالت ہی اسلیے کہ موت تو مقدر ہی اور غم کے وقت شیطان کو زیادہ وسوسہ ڈالنے کا موقع ملتا ہی اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض مین جسمین انتقال فرمایا ہے

صحابہ رضہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا وللہ الحمد والمنۃ مترجم کہتا ہی کہ قرآن مجید متواتر ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث
اس سے بہت زیادہ ہین جس قدر ابن مسعود رضہ سے روایت ہی اور ابن مسعود رضہ ساتھ رہتے تھے تو اس ایک روایت کے پیچھے ابن مسعود رضہ
کا یہ قول نہین سمجھا جا سکتا خصوص جبکہ ابن مسعود رضہ سے روایت فقط اسی قدر ہی کہ مصحف مین نہین لکھتے تھے اور اہل ایمان کبھی
یقینی بات چھوڑ کر ہر کس و ناکس کی روایت پر اعتماد کر کے نہین بھٹکتے ہین جیسے گمراہ روافض کا طریقہ ہے کہ یقینی بات کو چھوڑ کر
تیری میری روایت پر چلنے لگتے ہین حالانکہ روافض کی روایتین قطعاً ایسے لوگون کی بنائی ہوئی ہین جو کذب و تقیہ مین روایتین
بنانے کے عادی تھے تفسیر ابن کثیر مین ہی کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات ایسی
آیات نازل ہوئین کہ اُنکے مثل دیکھی نہین گئین قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ہین (رواہ احمد و مسلم والترمذی والنسائی)
اس حدیث کی اسناد نہایت صحیح ہی اور یہ دوسری اسناد سے بھی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی اور قاسم ابو عبد الرحمن نے کہا
کہ اکثر عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقہ کی مہار پکڑے ہوے ان نقاب مین سے بعض مین لیے جاتا تھا کہ
آپ نے مجھسے فرمایا کہ ای عقبہ تو میرے کہنے سے سوار نہین ہوتا مین ڈر گیا کہ ایسا نہو یہ نافرمانی مین شمار ہو لہذا آپ اُترے تو مین یونہین ذرا
سوار ہو لیا پھر مین نے آپکو سوار کیا آپ نے فرمایا کہ ای عقبہ مین تجھے بہترین سورتون سے دو سورتین سکھلاؤن مین نے التماس کیا تو
آپ نے مجھے قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھائین پھر جب نماز قائم ہوئی تو آپ نے نماز مین یہی دونون
سورہ قراءت فرمائے پھر مجھسے فرمایا کہ ای عقبہ تو نے دیکھا کیسی ہین نے قراءت کی اور فرمایا کہ جب تو سونے لگے اور جب اُٹھے تو انکی قراءت
کر لیا کر۔ اس حدیث کو امام احمد و ترمذی اور ابو داؤد و نسائی نے متعدد طرق سے روایت کیا اور ایک روایت مین ہی کہ ای عقبہ تو
ان دونون کے مثل نہین پاویگا (رواہ احمد) اور ایک روایت مین ہی کہ تو انکے مثل نماز مین قراءت نہ پاویگا (احمد ونسائی وغیرہ)
اور ایک روایت مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کے مثل لوگون
نے تعویذ نہین کیا (النسائی) واضح ہو کہ تعویذ کے معنے اللہ تعالے سے اسکی رحمت مین پناہ لینا جیسے ان دونون سورتون مین
ہی اور حدیث مین دعائین بھی آئی ہین اور یہ سب پڑھنے مین ہین۔ رہا تعویذ جو عوام مین معروف ہی کہ بچہ کی گردن مین لٹکاتے ہین
تو اسکو ایک جماعت ائمہ نے مکروہ جانا ولیکن بعض نے ایسی صورت مین اجازت دی جبکہ قرآن مجید کی آیت سے ہو اور اللہ تعالے
ہی پر بھروسا کرے ولیکن یہ احتیاط رہے کہ پیخانے وغیرہ مین اسکو نہ لیجاوے اور نقش وغیرہ کو اکثر نے مکروہ جانا ہی نسائی رح نے
باسناد صحیح عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی اُسمین یہ بیان صریح ہی کہ جس نماز مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونون
سورتون کی قراءت فرمائی تھی وہ فجر کی نماز تھی مترجم کہتا ہی کہ غالباً یہ حج کے مقام (منا) مین واقع ہوا جیسا کہ صحاح کی حدیث مین
مع قصہ آیا ہی نسائی نے روایت کیا کہ اسلم رح نے کہا کہ مجھسے عقبہ بن عامر نے فرمایا کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوار
ہوے مین نے حضرت کی رکاب تھامی اور عرض کیا کہ یا حضرت مجھے سورۂ ہود یا سورۂ یوسف پڑھا دیجیے آپ نے فرمایا کہ
تو قل اعوذ برب الفلق سے بڑھکر اللہ تعالے کے یہان کوئی چیز نافع نہین پاویگا (اسناد صحیح) مترجم کہتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نور نبوت سے ہر ایک شخص کے نفس و قلب کی حالت جانتے تھے تو ہر شخص کو اُسکے لائق تعلیم فرماتے تھے۔ عباس الجہنی
رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین تجھے آگاہ کرون کہ تعویذ کرنے والون نے سب سے بہتر جس سے

بعض قرائن سے اسکو صحیح کہا ہے چنانچہ امام ابو بکر البزار رح نے کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو قول روایت کیا جاتا ہے تو ابن مسعود فقط اکیلے ہین اور انکے ساتھ مین کوئی دوسرا صحابی اس امر کا قائل نہین ہے اور بے شک صحیح روایت سے ثبوت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فریضہ مین قل اعوذ برب الفلق ایک رکعت مین اور قل اعوذ برب الناس دوسری رکعت مین پڑھی۔ اور اجماع صحابہ کبار رضی اللہ عنہم سے مصحف مجید مین یہ دونون سورتین لکھی گئین ابن مسعود رض کے خاص شاگردون نے انکا قول نہین لیا جیسے زرّ بن حبیش چنانچہ امام احمد و بخاری ونسائی وغیرہم نے روایت کیا کہ زر بن حبیش نے کہا کہ مین مدینۂ منورہ آیا اور وہان مین نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ملاقات کر کے کہا کہ اے ابو المنذر مین نے ابن مسعود رض کو دیکھا کہ وہ مصحف مین معوذتین نہین لکھتے تھے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آگاہ ہو کہ قسم اُس پاک عزوجل کی جسنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ رسول بھیجا ہے کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونون سورتون کو پوچھا تھا اور جب سے مین نے آپ سے پوچھا تھا تب سے مجھسے کسی نے نہین پوچھا سوا ے تیرے الحدیث اسمین ابی رض نے قل ہو اللہ احد کیطرح قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کی نظیر دی اور مطلب یہ کہ اسیطرح قرآن ہین قرطبی رح نے کہا کہ ابن مسعود رض نے (اگر صحیح ہو) سب صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم سے خلاف کیا ابن قتیبہ نے کہا کہ ابن مسعود رض نے معوذتین کو مصحف مین اس خیال سے نہ لکھا کہ وہ دیکھا کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونون سورۃ سے حسن رض حسین رض کو تعوذ فرمایا کرتے تھے تو خیال کیا کہ یہ بھی اسیطرح ہین جیسے دوسرے تعویذات مانند حدیث اُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ۔ یعنے حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کو تعویذ کرتے اس دعا سے کہ مین تم دونون کو پناہ مین دیتا ہون اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کے ساتھ ہر شیطان و ہامہ کی بدی سے اور ہر آنکھ کی بُرائی سے (صحیح) ابو بکر بن الانباری رح نے جو علم المصاحف کے بڑے عالم ثقہ محدث تھے انھون نے ابن قتیبہ رح کا قول رد کر دیا کہ معوذتین کلام معجز نظام رب العالمین ہے اور تمام نورانی مخلوق اس کلام پاک کو اعجاز نورانی جانتی ہے اور دعا اعیذ کما الخ بشر کا کلام ہے اور کلام الٰہی رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے قیامت تک معجزۂ باقیہ ہے وہ سب کافرون پر حجت ہے وہ کلام پاک کبھی کلام مخلوق سے مشتبہ نہین ہو سکتا ہے اور جب عامہ پر یہ اشتباہ نہین ہوتا تو کیونکر ابن قتیبہ رح نے وہم کیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ خیال ہوا حالانکہ ابن مسعود رض عربی اللسان فصیح البیان عارف ماہر لفنون کلام تھے ان پر کبھی یہ مخفی نہین ہو سکتا تھا کہ معوذتین ہر گز کلام بشر نہین ہے پس جو کچھ ابن قتیبہ رح نے زعم کیا وہ اُسی پر رد ہوا۔ اور ابن مسعود رض سے فقط یہ ثبوت ہوا کہ وہ معوذتین کو مصحف مین نہین لکھتے تھے تو اسکی وجہ حاصل ہونا چاہیے کہ کیون نہین لکھتے تھے اور یہی زرّ بن حبیش رح سے ثبوت ہوا اور شاید بعض نے اس سے یہ سمجھا کہ اسلیے نہین لکھتے تھے کہ ان دونون سورہ کو قرآن مین سے نہین جانتے تھے اور واضح ہو کہ ابن مسعود رض تو سورۂ الحمد کو بھی مصحف مین نہین لکھتے تھے اسیواسطے بعض سلف نے کہا کہ ابن مسعود نے مصحف مین وہی سورہ لکھے تھے جو محفوظ کیے جاوین پس حفظ پر اعتماد کر کے الحمد و معوذتین کو مصحف مین نہین لکھا اور واضح ہو کہ جس روایت مین یہ لفظ زائد آیا کہ ابن مسعود رض انکو قرآن مین سے نہین سمجھتے تھے تو اسانید غرائب ہین اور انکے راوی قابل بحث و تردد ہین اور زرّ بن حبیش رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت معروف علماء ثقات کی روایت ہے اور اسمین فقط اسی قدر مذکور ہے کہ ابن مسعود رض انکو مصحف مین نہین لکھتے تھے امام ابن کثیر رح نے کہا کہ بہت سے قراء و فقہا کی زبان پر یہ جاری ہے کہ ابن مسعود ان دونون معوذتین کو مصحف مین نہین لکھتے تھے اور مین کہتا ہون کہ شاید انھون نے متواتر نہین پایا پھر جب صحابہ رض نے اجماع سے مصاحف لکھے ہین تب ابن مسعود رض نے اس قول کو چھوڑ کر سب

کہتا ہی کہ اسی قول کے واسطے حدیث مین دلیل موجود ہی اور یہی صحیح ہی اسی پر ابن کثیر رح نے جزم کیا اور یہی ابن عباس رض سے روایت ہی پھر
واضح ہو کہ جمیع اصحاب و اہلبیت رضی اللہ عنہم متفق ہین کہ یہ سورہ اور قل اعوذ برب الناس دونون قرآن مین سے ہین اور یہی متواتر
ثبوت ہی اور مصحف امام کے سب نسخون مین باجماع صحابہ لکھی ہوئی ہین ولیکن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے شاذ روایات مین آیا کہ وہ انکو
قرآن مین سے نہین گنتے تھے اور مترجم کہتا ہی کہ قرآن متواتر ہی اور یہ روایتین احاد ہین جو تیسری صدی ہجری مین محدثین نے اسناد کین اور
احاد ہین پس متواتر کے مقابلے مین انپر جزم نہین ہو سکتا ہی علاوہ ازین یہ نہین معلوم کہ ابن مسعود رض کی کیا مراد تھی کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہی کہ آدمی
کی مراد کچھ ہوتی ہی اور سننے والا کچھ سمجھتا ہی پھر وہ اپنی سمجھ کے موافق روایت کر دیتا ہی جیسے مثلاً کسی نے پوچھا کہ احکام الوہیت کے آیات
پہلے نازل ہوئین تھین اور وہ مفصل کی سورتین ہین پس کسی نے اعتراض کیا کہ تم یہ کہتے ہو حالانکہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس
مین یہ تعلیم کہان ظاہر ہی تو عالم نے جواب مین کہا کہ یہ دونون تو پناہ کے لیے ہین انکے سوائے مصحف کی سورتین ہین جن سے توحید و آخرت کی تعلیم ہی یہ گفتگو
ایک عامی آدمی نے سنی اور جا کر لوگون سے کہا کہ فلان عالم یہ کہتا تھا کہ یہ دونون سورتین قرآن مین نہین ہین بلکہ تعویذ کے لیے ہین یہ اس عامی
جاہل کی غلط فہمی ہی اسیطرح ابن مسعود رض کا معاملہ ظاہر ہوتا ہی اور بہر صورت ہمارے لئے متواتر قطعی حجت ہین تو قطعاً متواترات سے
یہ دونون سورتین مصحف قرآن مین ہین اور ابن مسعود رض سے جو کچھ روایت کیا جاتا ہی وہ راوی نے کہا کہ مین نے اُنسے سنا ہی اسمین ہر طرح
شبہہ ہو سکتا ہی کہ اس نے سمجھا تھا کہ نہین اور جب تک ابن مسعود رض سے دس بارہ سمجھدار راوی روایت نہ کرین تب تک کیونکر گمان غالب
ہو کہ یہی کہا تھا باوجود اسکے کہ دس بارہ راویون سے بھی درجہ شہرت نہین پہونچتا پھر درجۂ متواتر تو اس سے بھی دور ہی جب یہ معلوم ہوگیا
تو مین وہ روایت نقل کرتا ہون ترجمہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مصحف مین سے دونون معوذتین کو حک کرتے یہ کہکر کہ قرآن مین وہ نہ ملاؤ
جو اُسمین سے نہین ہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہی حکم دیا کہ ان دونون سورتون سے تعوذ کیا جاوے اور ابن مسعود رض ان کو
قرارت نہین کرتے تھے (رواہ احمد والطبرانی وابن مردویہ) سیوطی رح نے اتقان مین کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہی مترجم کہتا ہی کہ سیوطی رح وغیرہ
متاخرین پر ایسے اسناد کو جسکے راوی ثقہ ہون یہ کہا کرتے ہین کہ یہ اسناد صحیح ہی حالانکہ اصل مین اسناد صحیح کے ساتھ مین یہ بھی شرط ہی
کہ غریب و شاذ و معلل نہو۔ اور اس روایت مین اسکا ثابت کرنا بہت دشوار ہی اور کچھ شک نہین کہ بہت لوگون نے توہم سے روایات
کین اور وہ ثقہ تھے مگر انکو وہم ہوا اور بعض نے حدیث الطیر باسناد صحیحین روایت کی حالانکہ بالاتفاق اسکی روایت بسند معروف ہی اور
اسناد کسی طرح اُسکے واسطے صحیح نہین باوجودیکہ راوی سب ثقات ہین کیونکہ ائمہ علما تبع تابعین کے نزدیک تابعین سے جو روایات ہین
مثلاً زہری کی سب حدیثین امام مالک کے پاس معروف ہین اور ابوہریرہ کی حدیثین معلوم ہین اور انکی اسانید معروف ہین پس زمانہ مین مالک رح
کے ہزار یا زیادہ شاگردون مین سے کسی نے یہ اسناد نہین سنی تو کیونکر اس ایک شخص نے روایت کی باوجودیکہ انکے علما شاگردون
نے ایک ایک روایت اُنسے جمع کرلی چنانچہ مترجم کے رسالۂ روایت مین بزبان عربی یہ سب بحث مطول ہی یہان اسکا خلاصہ یہ ہے کہ
روایت کے صحیح ہونے مین فقط یہی کافی نہین ہوتا کہ ایک راوی سے اگرچہ ثقہ ہو روایت کی جاوے اگرچہ اس ثقہ سے پانچ چار راویون نے
لیا ہو یا اس ایک کے ساتھ مین دوسرا ہو لیکن اُسکے مثل ہو کیونکہ ممکن ہے کہ جیسے عالم کی مجلس مین سے ایک نے قول سُنکر
غلط معنے سمجھے اسیطرح دوسرے نے بھی غلطی کی ہو کیونکہ نیچے کے راویون کی کثرت کا اعتبار نہین ہے بلکہ مدار انھین ایک یا
دو اوپر کے راویون پر ہی تو فی الحقیقۃ یہ کہنا چاہیے کہ ظاہر مین راوی سب سچے معلوم ہوتے ہین۔ اور یہان سیوطی رحمہ اللہ تعالے نے

مشابہ کوئی چیز نہین ہو تو اُسپر ہر چیز کا قیاس کرنا سخت غلطی ہو بلکہ یہ اُنکے واسطے دلیل تھی کہ جو چیز مخلوقات مین ہو وہ اللہ تعالے
مین نہونا چاہیے اسیواسطے اس سورہ مین فرمایا (احد) یعنے یہ ذات قدس جسکا نام (اللہ) تبلایا گیا وہ اکیلا نرالا ہو کسی چیز کو اُس سے
مشابہت نہین ہو اس بیان سے معلوم ہوا کہ مشرکین عرب جو اقرار کرتے تھے کہ (اللہ) آسمان و زمین کا خالق ہو وہ بے ایمان تھے قد
قال تعالیٰ ولئن سألتھم من الآیہ یعنے اگر تو اُنسے پوچھے کہ کس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تو کہتے کہ اللہ تعالے نے۔ اور مشرکین باوجود
اس اقرار کے بے ایمان اس وجہ سے تھے کہ نام تو (اللہ) لیتے تھے مگر معنے) دوسرے سمجھتے تھے کیونکہ اُنکے خیال مین بلکہ یقین کے
اعتقاد مین یہ تھا کہ اُنکے بت اُنکے کارساز و مالک ہین اُنکو رزق و اولاد وغیرہ دیتے ہین چنانچہ حج مین کہتے کہ۔ لبیک اللھم لبیک لا
شریک لک الا شریکا ہو لک تملکہ وما ملک۔ یعنے آلہی لبیک لبیک ہم تیری حضوری مین حاضر ہین تیرا کوئی شریک نہین سوائے ہمارے
دیوتا کے وہ بھی تیرا ہو تو ہی اُسکا اور اُسکی ملکیت کا مالک ہو۔ یعنے اپنے آپکو اس دیوتا کا مملوک جانتے اور دیوتا کو مع مملوکون کے
اللہ تعالے کا مملوک جانتے تھے۔ یہ غلطی تھی اسلیے کہ (اللہ) الوہیت والا ہو تو وہی سب کا خالق مالک ہو اُسکے سوا ے کسی مین ذاتی
قدرت و کارسازی نہین ہو بلکہ (اللہ الصمد) اللہ تعالے ہی مالک خالق ہو اُسی کی طرف سب محتاج ہین یعنے کل کی ذات اپنے وجود مین
اُسی کی محتاج ہو اور اپنے باقی رہنے مین اُسی کی محتاج ہو اگر فرض کرو کہ ایک شخص یہ بات نہین سمجھتا تو اس سے کچھ نہوگا بلکہ اُسکی
ضرورت اللہ تعالےٰ ہی کیطرف ہو جیسے مثلاً سیاہ رنگ ہو وہ مدعی ہو کہ مین بدون کپڑے وغیرہ کسی جسم کے خود قائم ہون مین کسی جسم کا محتاج نہین
ہون تو اُسکا یہ خیال باطل ہو وہ بدون کسی جسم کے نہین ہو سکتا تو ضرور محتاج ہو اور یہ ہم نے مخلوقات مین ایک نظیر سمجھانے کے طور پر ذکر کی اور
اللہ تعالےٰ جل جلالہ کیطرف سب عالم کی محتاجی نہایت کامل ہو ولیکن یاد رکھو کہ اللہ تعالے نے عالم مین عجب طریقہ یہ رکھا کہ زید کو اُسکے باپ سے
پیدا کیا اور اُسکے قبضہ مین چیزین دیدین اور جسطرح چاہا افعال پیدا کیے اور جسطرح چاہا اُسکی نظر مین تصور کے افعال پیدا کیے تو جاہل جنہی کی نظر
مین غلطیان پیدا کین اور وہ غیرون کی خودمختاری بلکہ اپنی خودمختاری سمجھنے لگا۔ اہل عقل یعنے توحید آلہی سے جو نور روحانی پیدا ہوتا ہو اُس نور
عقل سے نبوت کی تعلیم سے معرفت حق تعالے حاصل ہوئی۔ یہود و نصاریٰ بھی اسی طرح شرک مین پڑے کہ مثلاً اُس ذات پر ایمان لائے جو مسیح
کا باپ یا عزیر کا باپ ہو اور اُس مسیح و عزیر پر ایمان لائے جو اسی باپ کا بیٹا ہو۔ پس معلوم ہوا کہ۔ ہو اللہ الاحد الصمد الخ پر ایمان نہ لائے تو یہ شرک
و کفر ہو عرائس مین ہو کہ نصاریٰ و یہود و کفار و مجوس وغیرہ خبط و غلط مین پڑے کیونکہ اللہ تعالے کے افعال قدرت سے محجوب ہو کر مخلوق پر
نظر جائی اور سمجھے کہ حق عزوجل نے اسمین حلول کیا ہو اور یہ باطل محض ہو اور اللہ تعالے پاک ہو کہ مخلوق مین حلول ہو وہ پاک عزوجل
اللہ الصمد خالق کل شئی ہو اور تمام مخلوقات اُسکی قدرت مین ذرہ سے کمتر ہو تو صریح محال ہو کہ وہ کسی مخلوق مین سماوے بلکہ جو لوگ
اہل ایمان و معرفت ہین اُنکے دلون مین اپنی معرفت پیدا کی اور اُسی معرفت کو اُنسے قبول فرمایا حالانکہ اللہ تعالے ہر عارف کی معرفت
سے اعلیٰ و اجل ہو و اللہ سبحانہ تعالےٰ ہو الموفق و ہو یہدی السبیل۔

سورۃ الفلق مدنیۃ وہی خمس آیات

اس سورہ مین پانچ آیات ہین اور تیئیس ۲۳ کلمات اور چوہتر ۷۴ حروف ہین (السراج) اور خطیب رح نے لکھا کہ حسن بصری و عکرمہ و
عطاء و جابر کے قول مین یہ سورہ مکیہ ہو۔ اور ابن عباس و قتادہ کے قول مین مدنیہ ہو فتح البیان مین لکھا کہ اسی قول کو صحیح کہا گیا ہے ترجم

نہین رکھتا کیونکہ وہ چیز کبھی نہ تھی پھر ہوئی پھر نیست ہوگئی تو خود ظاہر ہی کہ اگر وہ خود ضرور ہوتی تو ہمیشہ سے ہوتی اور ہمیشہ رہتی تو معلوم ہوا
کہ خدائی کے لائق کوئی چیز نہین ہی تو معلوم ہوگیا کہ (لم یلد الخ) یعنے اللہ تعالےٰ واجب الوجود قدیم ازلی ہی اور کوئی چیز نہ تھی جو فرزند ہو کیونکہ
اوپر بیان ہوا کہ کسی مین وجود ذاتی نہین ہی نہ اُسکا مادہ ہوسکتا ہی اور نہ نتیجہ ہوسکتا ہی کیونکہ جو چیزین ہین وہ اُسکے پیدا کرنے سے ظاہر
ہین نہ اپنی ذات سے نیست ہین تو اُسکی جنس نہین ہوسکتی ہین کیونکہ سب چیزین محض عدم ونیست ہین پس نہ کسی مین سواے اُسکے
الوہیت ہی اور نہ بیٹا ہی نہ جورو ہی اور نہ اُسکا کوئی ہمسر ہے کیونکہ ذات واجب قدیم کے مقابلہ مین کیونکر یہ سب نیست چیزین کچھ ہوسکتی
ہین (انتہی مختصرا) شیخ رکن الدین شیرازی رحؒ نے بھی اس مقام کے اشارات مین طول دیا اور اُسکا خلاصہ یہ کہ (قولہ تعالےٰ)
قل ہو اللہ احد - اسمین قل خطاب ہی جسکو حکم ہے کہ کہدے (وہ اللہ اکیلا ہی) وہ کا مرجع کیا ہے - واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ ہی تھا
اور کچھ نہ تھا - پھر اپنی معرفت عطا کرنی چاہی تو ظہور مخلوقات فرمایا ولیکن (وہ) ذات احدیت کا پہچاننے والا کہان ہی اسلیے کہ جسنے
پہچانا اُسنے آثار قدرت واحکام صنعت کے واسطہ وذریعہ سے پہچانا اور یہ حجاب ہی اس لیے خلاصۂ موجودات مین سے ایک
خاص فرد اختیار فرماکر اُسکو زبان فصاحت ربوبیت عطا کی اور اُسکے قلب کو نور معرفت سے منور کیا اور اُسکو عین حقیقت کشف فرمائی
تب اُسکو حکم دیا کہ میرے بندگان اولیا سے کہدے کہ (وہ) اور واضح ہو کہ (قل) دو حرف ہین اُنکے تحت مین اسرار بے انتہا ہین
اور (ق) اشارت ہی کہ وہ قاہر ہی یعنے جمیع مخلوقات جو ہماری نظر مین بے انتہا ہی اللہ تعالےٰ کے نزدیک ذرہ سے کمتر اور اُسکے
قبضہ مین مقہور ہی تو خلقت کو طاقت نہین کہ اُسکی عظمت کی حقیقت سے ایک ذرہ ادراک کرسکے (ل) اشارہ لاے نفی ہی یعنے الوہیت
مین کوئی شریک نہین لا اِلٰہ اور (ہو) سے اُسی کی الوہیت کا اثبات ہی اور (ہو) ضمیر ہے اور ضمیر سے ذات کی جانب اشارہ ہوتا ہی
اور (ہذا) اسم اشارہ سے صفت بھی ملحوظ ہوتی ہی تو یہان (ہو) سے مشرکون وغیرہ کی غلط نظر دور کی کہ یہان شرک کا امکان ہی
نہین ہی بلکہ وہی ہی اب نام پاک بیان مین لاؤ (اللہ) اور صفات بیان مین لاؤ - احد - الصمد - لم یلد - ولم یولد - لم یکن لہ کفوا احد
مترجم کہتا ہی کہ اس کلام معجز نظام مین فوائد عالیہ ہین ازانجملہ یہ کہ جن قومون نے اقرار کیا کہ عالم کا خالق ہی تو انکا ایمان صحیح ہے بشرطیکہ
ذات پاک ہی پر ایمان ہو خواہ اُسکا نام زبان عربی مین لے یا فارسی ہندی انگریزی وغیرہ مین لے حقیقت مین اتحاد ہے اور اگر اُسکا
ایمان سواے ذات قدس کے کسی چیز کے ساتھ ہی تو یہ باطل ہی اگرچہ وہ نام (اللہ) لیتا ہو اس نام لینے سے کچھ فائدہ نہین ہوتا
جب تک نام سے جو مراد ہی وہ حقیقت حقہ نہو کیا نہین دیکھتے ہو کہ مثلاً زید نے خالد کی تعریف کی تو ہر ایک جسکا نام خالد ہو اُس
تعریف کا مستحق نہوگا بلکہ وہ جو زید نے مراد لیا ہی اور اگر کسی دوسرے نے اپنے گھوڑے کا نام خالد رکھا تو خالد سے اُسکی مراد آدمی
نہین ہے جب یہ معلوم ہوا تو اللہ تعالےٰ نے ایمان لانے والون کو ہدایت فرمائی کہ (ہو) پر ایمان لاوین یعنے اُسی ذات وحدہ
شریک پر ایمان ہو - پھر نام بیان کیا (اللہ) یعنے اُسی ذات قدس کو مراد رکھو اور چونکہ ذات پاک مخلوق کے تصور سے باہر ہے
کیونکہ تصور مین جو چیز آوے وہ پیدا کردی جاتی ہی اسلیے کہ تصور کرنا آدمی کا فعل ہی اور فعل پیدا ہوتا ہی تو اللہ تعالےٰ اُسکے خیال
مین یہ تصویر پیدا کردیتا ہی پس اللہ تعالےٰ کا تصور محال ہی کیونکہ خیال وحواس مین وہ پیدا نہین ہوسکتا بلکہ وہ پاک عزوجل قدیم
ہی اُسی نے خیال وحواس کو پیدا کیا اور جو کچھ یہ حواس کماتے ہین وہ بھی پیدا فرماتا ہی بعضے کفار بلکہ عموماً کفار اپنے شیطان کی حماقت
مین گرفتار ہوکر کہتے ہین کہ صاحب ہم تو ہر چیز کو تصور ہی سے معلوم کرلیتے ہین (یہ صریح غلطی ہی) اتنا نہین سمجھتے کہ اللہ تعالےٰ کے

میراث بٹتی ہی اور اللہ تعالےٰ دائم باقی ہی اگر کہو کہ لم یلد ۔ بمعنے ماضی ہی (جواب) اللہ تعالےٰ نے اُن قوموں کو رد کیا جو ایسا اعتقاد رکھتے
تھے اور یہ سب جانتے ہین کہ اللہ تعالےٰ قدیم دائم ہی اُسکی صفات مین تغیر نہین ہی تو ماضی و مستقبل سب برابر ہین رازی رح وغیرہ نے
یہان فی الجملہ عقلی دلیل بیان کی جسکا خلاصہ یہ کہ اللہ تعالےٰ کے واسطے کوئی کفو نہین ہوسکتا اسلیے کہ ہمسری ایک جنس مین ہی جبکہ
جنس کی فصل متحد ہو تو مجموعہ مرکب بعد مفرد کے ہوگا اور یہ قطعاً حادث خلقت مین ہوتا ہی اسی لیے ولادت کو وہان دخل نہین ہی کیونکہ
اگر بیٹا ہو تو باپ مین استعداد مادی لازم ہی تو وہ بھی ضرور متولد ہوا اور قدیم واجب نہوا اور یہ صریح باطل ہی پس اُسکا بیٹا ہونا محال ہی فائدہ
قل ہو اللہ احد اسلیے تہائی قرآن ہی کہ قرآن مین احکام ہین اور وعدۂ جنت و وعید جہنم ہے اور اللہ تعالےٰ کے اسماء و صفات مین ان تین باتون
مین اسماء و صفات اس سورہ مین موجود ہین پس تہائی قرآن ہوا ۔ بعض نے کہا کہ یہ تو ظاہر مین ہی اور نظر مین اول دونون امور بھی مستلزم ہین
یعنے اُسکی صفات قدس کی توحید کرنا اور اُسکی قدرت کاملہ پر یقین لانا ضرور ہی تو افعال مرضیہ سے اُسکی رضامندی حاصل کرنا فرض عین ہ اسلیے
کل قرآن کے برابر ہی اگرچہ احکام و وعدہ صریح مفصل مذکور نہین ہین (**فائدہ**) **خطیب** رح نے کہا کہ طبرانی رح نے ابو ہریرہ رض سے حدیث
روایت کی کہ جسنے نماز صبح کے بعد بارہ مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھا تو گویا چار مرتبہ قرآن پڑھا اور اگر وہ تقوی رکھے تو اہل زمین سے افضل ہی
روایت ہی کہ جسنے مرض موت مین یعنے ایسے مرض مین جسمین وہ مرا ہی اُسنے قل ہو اللہ احد پڑھا تو قبر کے فتنۂ امتحان سے اور قبر کے ضغطہ
یعنے بھچاؤ سے امان مین ہوگا اور ملائکہ اُسکو پرون پر اٹھاکر صراط سے پار کر کے جنت مین پہونچا دینگے واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب
ف **شیخ ابن العربی** رح نے اشارات کا بیان تطویل سے لکھا کہ جسکا خلاصہ یہ کہ (قل) حکم عین الجمع سے مظہر تفصیل پر وارد ہی
(ہو) حقیقت احدیت یعنے ذات صرف بدون لحاظ اعتبار ہی اور سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی مین اُسکی معرفت نہین ہی (اللہ) ضمیر
مذکور سے بدل ہی اور یہ اسم ذات مع جمیع صفات ہی اسیطرح بدل و مبدل منہ کے بیان سے ظاہر ہوا کہ صفات حق تعالےٰ اُسکی ذات پاک سے
امر زائد نہین ہین بلکہ عین ذات ہین اور فرق فقط اعتباری سمجھ مین ہی اسی وجہ سے اس سورہ کا نام اخلاص ہی یعنے ذات پاک کو لگاؤ سے
خالص کرنا مترجم کہتا ہی کہ صوفیہ کا یہی قول ہی کہ صفات الٰہیہ عین ذات ہین اور متکلمین کا یہ قول ہی کہ زائد ہین لیکن غیر نہین اور نہ
عین ہین اور علماء محدثین اور صالحین نے کہا کہ یہ سب فضول کلام ہی ہم قرآن و حدیث پر ایمان لائے پس ہم اللہ تعالےٰ و اسکے صفات سب پر
ایمان لائے جب آخرت مین جنت مین اُسکے فضل سے پہونچے تو ہم اپنی مراد کو پہونچے اور یہی ہمارا مقصود ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ بہت سیدھا
طریقہ ہی اور بارہا ذکر ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مخلوق کے اندر عقل کو پیدا کیا تو غیر ممکن ہی کہ عقل اُسکو ادراک کر سکے (م) اگر کہا جاوے
کہ یہان اللہ احد فرمایا اور دیگر آیات مین (الواحد) فرمایا ہی (جواب) فرق دونون مین کچھ نہین سوائے اسکے کہ (احد) خالص ذات ہی (واحد) ذات
مع صفات ہی پس اول (ہو) فرمایا یعنے خالص حقیقت محضہ ۔ اور اسکا بدل (اللہ) فرمایا یعنے ذات مع صفات کے پھر فرمایا (احد) تاکہ سمجھ
لیا جاوے کہ کثرت کوئی چیز نہین ہی بلکہ وہ عین احدیت ہی جیسے سمندر مین کوئی شخص قطرے اپنے وہم مین تصور کرے تو اس کثرت قطرات سے
سمندر کے ایک ہونے مین کچھ خلل نہین ہوسکتا ہی (اللہ الصمد) یعنے ذات جامع الصفات جل جلالہٗ جمیع اشیاء کا مرجع ہی اُسی سے سب کا
قیام ہی کیونکہ ہر چیز اُسی کی طرف محتاج ہی ۔ جب وہ پیدا کرے اور اپنی قدرت مین باقی یعنی ظاہر رکھے تب تک وہ چیز ہماری نظر مین باقی رہتی ہی
اور جب اُسنے یہ ظہور مٹا دیا تو وہ دوسرے جہان مین ظاہر ہی پس وہی غنی مطلق ہی اور باقی کل چیزین اُسی کی محتاج ہین جیسے فرمایا کہ ۔
واللہ الغنی وانتم الفقراء ۔ یعنے اللہ تعالےٰ ہی غنی ہی اور تم سب محتاج ہو ۔ ھ ۔ واضح ہو کہ جب ہر چیز کا وجود ایسا ہی کہ خواہ مخواہ ہونا واجب

الصمد کی تفسیر ٹھہرایا یعنے الصمد وہ ہے کہ لم یلد ولم یولد- ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ تفسیر عمدہ ہے اور ابیّ بن کعب کی حدیث جو اس سورہ کے
شمائل مین گزری اُسمین بھی یہ تفسیر صاف ہے- الصمد کے معنے ٹھوس کے بھی ہین- یہ ابن مسعود رض و ابن عباس رض و سعید بن المسیب و
مجاہد و عبداللہ بن بریدہ و عکرمہ و سعید بن جبیر و عطاء بن ابی رباح و عطیہ عوفی و ضحاک و سدی رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا کہ صمد جسمین جوف
نہین ہے یعنے اندر سے خالی نہین ہے شعبی رح نے کہا یعنے طعام وغیرہ نہین کھاتا ہے اور نہ پانی پیتا ہے مترجم کہتا ہے کہ اس سے مراد یہ کہ
نصاریٰ و یہود نے جو جہالت سے مخلوقات مین الوہیت خیال کی یہ سخت نادانی ہے اور اس سے یہ غرض نہین ہے کہ کوئی چیز ٹھوس موجود ہے
بلکہ خلاصہ یہ کہ اے مشرکین تم نے جس چیز مین الوہیت سمجھی جو اپنے جوف مین محتاج ہے تو وہ الوہیت کے دائرہ سے خارج ہے جوف دار چیز الوہیت
کے لائق نہین ہو سکتی حافظ ابو القاسم طبرانی رح نے ان اقوال کو بیان کر کے کہا کہ یہ جس قدر اقوال ہین سب صحیح ہین اور صمد
کی تفسیر مین یعنے صمد جامع صفات ہے تو رب عز و جل کے صفات اسمین شامل ہین کیونکہ ہمارا رب صمد ہے کہ سب مخلوق اُسی کی طرف محتاج
ہے اور وہی سید ہے اور اُسکے لیے جوف نہین ہے اور وہ اپنی مخلوقات کے فنا کرنے کے بعد باقی ہے وہ نہ جنا اور نہ جنا گیا یعنے اُسکے واسطے
فرزند نہین ہے- وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ- اور نہ اُسکا کوئی ہمسر ہوا ف مجاہد رح نے کہا کہ یعنی نہ اُسکی زوجہ ہے کیونکہ زوجہ
انسان کی کفو ہوتی ہے اور ہر ایک چیز کا جوڑا اُسکا کفو ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مین بکثرت آیات مین یہود و نصاریٰ کے باطل خیال کو
رد کیا اور اُنکے خیال کو بہت قبیح کلمہ قرار دیا کہ قریب ہے کہ ان بدزبانون کے کلمہ سے جو بیٹا و جورو بناتے ہین آسمان پھٹ
جاوین اور پہاڑ منہدم ہون بلکہ ہر چیز جو آسمانون و زمین مین ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے بندہ ہی ہوئی آویگی- واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی شان مین جس
مشرک و کافر نے قبیح کلمہ کہا یہ کلمہ جو اُسکی زبان سے پیدا کیا گیا اُسیکا کمایا ہوا فعل ہے تو اُسیکی کمائی اُسکے ساتھ لازم ہے اور شان جناب باری
تعالیٰ اعلیٰ و اجل ہے وہانتک اس کلمہ کی رسائی نہین ہے- حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فرزند آدم نے مجھے
جھٹلایا اور بُرا کہا یہ اُسکو روا نہ تھا جھٹلانا اُسکا یہ کہ اُسنے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ پیدا نہین کریگا جیسے اول پیدا کر دیا حالانکہ اول
مرتبہ پیدا کرنا کچھ دوبارہ پیدا کرنے کی بہ نسبت مجھ پر آسان نہین تھا اور آدمی کا بدگوئی کرنا یہ کہ اُسنے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرزند لیا ہے حالانکہ
مین احد صمد لم یکن لہ کفوا احد ہون (رواہ الائمہ) اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ جس قوم نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف جورو اور
بیٹا منسوب کیا تو یہ بہت بُرا کلمہ ہے اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی شان الوہیت پہچانتے تو اپنی قبیح بدگوئی کا اندازہ کرتے وقد قال تعالیٰ تکاد
السموات الآیہ- یعنے قریب ہے کہ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائین اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ گر پڑین تمھاری اس بدگوئی سے کہ تم
الرحمن کے لیے فرزند پکارو- ھ- (فوائد) خطیب رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت مین فقط (الواحد) اور (الاحد) آیا ہے اور علاوہ
اسکے وحد اور وحید وغیرہ جو اس معنے مین ہین صفت الٰہی مین نہین آتے ہین- الصمد الخ معنے یہ کہ وہی سید ہے جسکے سب محتاج ہین
یعنے وہ اللہ جسکو تم خالق آسمان و زمین اور اپنا خالق پہچانتے ہو وہ واحد ہے اُسکے سوائے کسی مین الوہیت نہین ہے اُسی کی طرف سب
محتاج ہین اور وہ کسی چیز کی پروا نہین رکھتا ہے شعبی رح نے کہا کہ الصمد جو نہ کھاوے نہ پیوے۔ ربیع نے کہا جسپر کوئی آفت نہین آسکتی
مقاتل رح نے کہا کہ جسمین کچھ عیب کا نام نہین ہے اقول للہ الاسماء الحسنیٰ- اللہ تعالیٰ کے سب نام خوب ہی خوب ہین- سعید بن جبیر رح
نے کہا کہ وہ سب صفات و افعال مین کامل ہے سدی رح نے کہا کہ امیدین اُسی سے ہوتی ہین اور مصیبتین دفع ہوتی ہین اُسی کی
طرف رجوع ہے- ابیّ بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ صمد وہ کہ نہ جنا اور نہ جنا گیا- کیونکہ جو پیدا ہوتا ہے وہ چند روز کے بعد مرتا ہے اور اُسکی

کہ ہم نے زمینی چیزین چھوڑکر چاند وسورج کو معبود بنایا کیونکہ ضرور یہ خدا کا نور ہی اور ہندوستان وعرب نے کہا کہ پُرانی چال تو یہ ہے
کہ گزرتے ہوے اولیا اب خدا کے پاس پہونچ گئے جو کچھ ہماری مراد ہے بخوبی اُسکی اطلاع وہان پہونچا دینگے اُنھین کی مورتین
بناؤ اُنہین آجا دینگے۔ ان سب گمراہون کی ہدایت کے لیے اللہ تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا قل
ہو اللہ احد۔ کہدے کہ وہ اللہ اکیلا ہی اُسکا برابر والا کوئی نہین اور نہ اُسکا نظیر ہے نہ وزیر ہی نہ شبیہ ہی نہ عدیل ہی وہی وہ ہی
اُسی کے صفات کمال ہین وہی اللہ الصمد ہی ابن عباس رضہ نے کہا یعنے مخلوقات اپنی حاجات اُسکی طرف لاتے ہین اور اُسی سے
مرادین مانگتے ہین (یعنے کوئی مخلوق ہو اُسکی محتاج ہی تو کوئی کسی مخلوق کی حاجت پوری نہین کرسکتا ہی اور جب خدا چاہے تو یہ
مخلوق بیچ مین بیکار ہی) اگر کہو کہ حدیث مین آیا کہ آپ نے صحابہ رضہ سے فرمایا کہ تم لوگ سفارش کیا کرو ثواب پاؤگے اور اللہ
تعالے جو چاہے اپنے رسول کی زبان پر جاری فرماویگا (الصحیح) اس سے معلوم ہوا کہ بیچ مین مخلوق کی سفارش ہوتی ہی (جواب) یہ سفارش
صحابہ رضہ کے لیے ثواب پانے کا طریقہ بتلایا اور جسکے لیے سفارش کرین اسکو بھی بتلایا کہ جو اللہ تعالے چاہے جاری کریگا یعنے سفارشی
کو چاہیے کہ ثواب کی امید کرے اور یہ نہ چاہیے کہ جو کچھ سفارش کی وہی قبول ہو نہین تو رنج کرے کیونکہ اُسکو ثواب مل چکا بالجملہ دونی
کے واسطے اعمال ثواب نہین ہین تو سفارش غیر ممکن ہی اور جب اللہ تعالے ہی پر مدار ہی تو اُسی سے التجا کرنی چاہیے۔ م علی بن ابی طلحہ
نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ الصمد کے معنے وہ سید جو سرداری مین کامل ہو اور وہ شریف جو شرافت مین کامل ہو اور وہ عظیم جو
عظمت مین کامل ہو اور وہ علیم جو علم مین کامل ہو اور وہ حکیم جو حکمت مین کامل ہو خلاصہ یہ کہ الصمد وہ ہی جو سب صفات کمال مین کامل ہو
مترجم کہتا ہی کہ بہت لوگ کمال کے معنے نہین جانتے ہین کیونکہ مسلمانون مین بھی دوسری قومون کی طرح جھوٹی تعریفین شاعرون کی
دروغ گوئی سے شروع ہوگئین تو عوام کا روزمرہ بول چال یہ ہوگیا کہ فلان مولوی علم مین کامل ہین اور فلان حکیم حکمت مین کامل ہین
یہ دروغ ہے کمال کے یہ معنے ہین کہ اس سے بڑھکر ممکن نہو اور کسی چیز کی کسر نہو یہ شان سواے اللہ تعالے کے کسی مین ممکن نہین
مولوی بیچارہ تو اپنے سر کے بالون کی گنتی نہین جانتا ہی۔ سید کے یہ معنے کہ وہ سب کمال مین پورا ہو اسی لیے حدیث ابن الشخیر مین ہی کہ ہم لوگون نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ہمارے سید ہین آپ نے فرمایا کہ سید تو اللہ تعالیٰ ہی ہی یعنے وہی کامل الصفات ہے ابن عباس رضہ
نے الصمد کے یہی معنے بیان کیے تو اسمین سب صفات الوہیت داخل ہین اسیطرح ابو وائل رح وزید بن اسلم رح نے اور حضرت
ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی کہا کہ الصمد سید کامل ہی حسن بصری وقتادہ نے کہا کہ الصمد جو اپنی مخلوق کے بعد باقی ہے مترجم
کہتا ہے کہ یہ بطور مثال ہی کیونکہ دائم باقی بھی صفت کمال ہی تو یہ الوہیت کی صفت ہی اسیواسطے حسن بصری سے دوسری روایت
یہ کہ الصمد کے معنے الحی القیوم۔ یعنے جو کہ خود ہست ہی ہمیشہ سے اور ہمیشہ رہیگا کبھی اُسکو فنا نہین ہی بلکہ فنا کو اُسنے پیدا کیا ہی عکرمہ رح
نے کہا کہ نہ وہ کسی چیز سے پیدا ہوا اور نہ کھانا کھاتا ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ بھی مثال ہی کہ اُسکا کمال ہی کیونکہ جو چیز کسی دوسری چیز سے
نکلی تو وہ اُسی چیز کی محتاج تھی اور جس سے نکلی وہ بھی ناقص ہی کیونکہ اُس سے اُس چیز کا نکلنا ضرور ہوا اور علی ہذا القیاس کھانا
احتیاج پر ہی لہذا فرمایا۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ۔ نہ جنا اور نہ جنا گیا ف تو نصاری ویہود کا شرک باطل ہوا کیونکہ یہ دونون صفتین
نقصان کی ہین اسلیے اللہ تعالے نے حضرت عیسی و اُنکی مان مریم کے حق مین فرمایا۔ کانا یاکلان الطعام۔ یہ دونون کھانا کھایا کرتے
تھے۔ یعنے لوگون نے انکی محتاجی خود دیکھی پھر کیسی سخت حماقت ہی کہ انہین خدائی کا گمان کیا۔ ربیع بن انس رح نے اس آیت کو

لہذا (ہو) پہلے فرمایا یعنے وہی ہو جسکا نام اللہ ہے وہ اکیلا ہو کوئی اُسکا ساجھی شریک نہین ہو اُسکی صفات نرالی ہین۔ بعضے مشرک کافرون نے کہا کہ ہمارے خیال مین یہ معنے کسی طرح نہین آتے ہین اگرچہ ہم اپنے دماغ کے باریک سے باریک تصور سے دیکھین مترجم کہتا ہو کہ اس مشرک نے اپنی ناسمجھی کا حال سچ کہا اور ایسی موٹی غلطی کی کہ تعجب ہوتا ہو ہم دونون باتین بتوفیق اللہ تعالےٰ بیان کرتے ہین۔ اس مشرک نے ظلمت نفس کو لیا اور اللہ تعالےٰ کی معرفت کے لیے اس سے التجا نہین کی تو جب اللہ تعالےٰ نے اُسمین معرفت نہین پیدا فرمائی تو وہ بیچارہ کیسے پہچانے تو اُسکا یہ کہنا سچ ہو کہ اُسنے نہین پہچانا اور قرآن مین اللہ تعالےٰ نے ہم کو اس امر سے آیت مین آگاہ کر دیا ہو کہ کسی نفس مین یہ قدرت نہین ہو کہ اللہ تعالےٰ کی معرفت خود حاصل کرلے (بدون اُسکے پیدا کیے) جب تک وہ نہ چاہے اور اللہ تعالےٰ شرک کی نجاست بے عقلون پر ڈالتا ہو- حد- غلطی اُسکی یہ ہو کہ تصور مین لانا سب چیزون کے ساتھ ہوسکتا ہو کیونکہ سب چیزین مخلوق ہین اور آدمی کا تصور بھی مخلوق ہو تو اس مخلوق کے آئینہ مین دوسری مخلوقات کی تصویر ہوسکتی ہے اور اللہ تعالےٰ جل جلالہ خالق ہو وہ اس خیالی آئینہ مین نہین آسکتا ہو اور کیونکر اس مخلوق کے اندر مخلوق ہوسکتا ہو بلکہ وہ اللہ نرالا ہے جو صفتین مخلوقات مین ہین ہرگز اُسکی شان مین یہ کوئی صفت نہین ہوسکتی ہو اور نہ کسی طرح کی مشابہت ہوسکے اگر کہو کہ اللہ تعالےٰ بصیر یعنے دیکھنے والا ہو اور مخلوقات مین بھی بصیر بہت ہین (جواب) یہ غلطی ہو یہ فقط نام رکھنے مین اشتراک لفظی ہے جیسے گل سرخ یعنے گلاب کا پھول اور گھوڑا اصلی خلقت مین ہین اور نیچے کاغذ کا رنگین بنا کر یا مٹی کی تصویر بنا کر پھول و گھوڑا نام رکھتے ہین تو اس سے حقیقت و ذات مین کچھ شرکت نہین ہوتی ہو اور اسی طرح انسان اپنا ہاتھ دیکھتا ہو اگر ایک پتا یا کاغذ آڑ ہو اور ہاتھ پر نظر ہو تو پاؤن نہین دیکھتا اور ہاتھ کی کھال کا درمیانی حصہ اور نیچے کا حصہ کچھ نہین دیکھ سکتا تو یہ ایک قوت اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت سے آدمی مین اسیقدر رکھی ہو تاکہ دنیا مین جسمانی پرورش مین اُسکی ضرورت مین کام آوے اور دلونکا بھید دیکھنے کی قوت نہ دے اور انسان سے زیادہ ضرورت گدھ کو ہو اسلیے اُسکو تیز نظر دی کہ وہ بہت دور سے مردار جنگل مین پڑا ہوا دیکھ لیتا ہو- تو یہ صرف ایک چیز ہے جسکو نظر کہتے ہین اور بعضے جاہلون نے خیال کیا کہ یہ صاف خون کا گیاس ہو مین کہتا ہون کہ اگر اُسنے انسان مین یہ قیاس دوڑایا ہوتا کہ طبابت کرے تو فائدہ یہ کہ نظر کے لیے ایسی غذا کھلاوے جس سے صاف خون پیدا ہو باوجود اسکے موتیا بند اس علاج سے اچھا نہین ہوتا اور اس ڈھکوسلے کے سوائے اسکا قیاس باطل ہو کیونکہ گدھ کو وہ صاف غذا نہین کھلاتا جس سے خالص خون پیدا ہو بلکہ وہ تو سڑا مردار کھاتا ہو اور اس جاہل سے اُسکی نظر بہت زیادہ تیز ہوتی ہو ولیکن اس جاہل کو شرم آتی ہو کہ اللہ تعالےٰ کی عجیب قدرت کا قائل ہو بلکہ وہ جاہل کیا کرے کہ اُسمین معرفت نہین ہو تو لامحالہ جہالت ہو اور اللہ تعالےٰ جل جلالہ ہر چیز کا ذرہ ذرہ جسکو اُسی نے پیدا کیا سب دیکھتا ہو اور آسمان و زمین کی بے انتہا مخلوقات سب اُسکے سامنے ہین اور سب یکسان ہین اور رات و دن یکسان ہین اور تاریک رات مین ہمالیہ پہاڑ کے غارون مین کرورون چیونٹیون کی رفتار اور کرورون درختون کی پتیان وہ ایک ایک دیکھتا ہے فسبحان الحی القیوم- پس وہی اللہ اکیلا ہو- اَللّٰهُ الصَّمَدُ- اللہ الصمد ہو ف سب اسکے محتاج ہین اور وہ کسی سے کچھ غرض نہین رکھتا ہو تفسیر ابن کثیر رح کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تو ہر مذہب والا مشرک تھا یہودی کہتے تھے کہ ہم عزیر کو پوجتے ہین اور ہم بھی نصرانیون سے کسی طرح کم نہین کیونکہ جس قرینہ و اٹکل سے اُنھون نے مسیح مین لاے لگا کر اسکو خدا کا بیٹا ٹھہرایا ہے ایسے ہی ہمارے پاس عزیر کے حق مین قیاس موجود ہے مجوس کہتے ہین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

تو کہہ وہ اللہ ایک ہے اللہ نرادھار ہے نہ کسیکو جنا نہ کسی سے جنا اور نہیں اُسکے جوڑ کا کوئی

اس سورۂ مبارک مین اللہ تعالے کی الوہیت وصفات وحدانیت کا بیان ہی جس سے ہر قسم کے شرک والحاد کا باطل ہونا معلوم ہوتا ہی چنانچہ فرمایا۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ کہدے وہ اللہ اکیلا ہی ف ہو ضمیر شان کہلاتی ہی گویا اُسکی شان بندۂ مومن کے دل مین معرفت پیدا کرنے سے عطا فرماتا ہی کیونکہ بندہ اور اُسکے کام سب اللہ تعالے کے پیدا کیے ہوئے ہین خود بندہ اپنا کوئی کام پیدا نہین کرسکتا تو اپنے رب عزوجل کو پہچاننا اُسکا کام ہی وہ اللہ تعالے اُسمین پیدا کردیتا ہی تو بندہ ہر کام کا کمانے والا ہی حتی کہ چوری وغیرہ بھی بندے کی نیت وہاتھ پانون سے پیدا کرتا ہی اسی سے احمق کافر یہ سمجھتا ہی کہ مین نے یہ کام پیدا کیا حالانکہ اللہ تعالے نے اُسمین اُسی کے اعضاء سے پیدا کیا اور یہی جمیع اصحاب سلف وخلف رضی اللہ عنہم وجمیع صالحین امت کا قول و اعتقاد ہے اور یہی متواتر تھا پھر جب سے گمراہ فرقے اسلام مین نکلنے لگے تو انھون نے اس معرفت کو نہ پایا اور جب یہ معرفت نہ پائی تو جہالت پائی اسی وجہ سے گمراہ بدعتی یہ نہین سمجھ سکتا کہ اللہ تعالے کیونکر خالق ہی ہمارے کامون مین سے بُرے کام بھی ہین تو ہم کیسے کہین کہ وہ زنا وچوری پیدا کرتا ہی یہ کہنا بڑا گناہ ہوگا یہی نا سمجھی زمانہ سابق مین ایران کے مجوس مین پیدا ہوئی یعنے اپنے نبی کے قول مین اپنی سمجھ سے یہ معنے لگائے کہ نیکی پیدا کرنے والا اللہ تعالے ہی اسکو (ایزد) کہتے تھے اور بُرائی پیدا کرنے والا خدا کا دشمن مخالف (اہرمن) ہی مترجم کہتا ہی کہ مجوسیون مین یہ اعتقاد پھیل گیا بالجملہ مجوسی نے بندون کو خالق نہین بنایا بلکہ بدی کا خالق (اہرمن) بنایا اور یہ شرک تھا اور عجب یہ ہی کہ معتزلہ وروافض وجہمیہ وغیرہ نے اس سے زیادہ جہالت کی کہ بدی کے پیدا کرنے والے بے شمار بنائے یعنے ہر بندے کو اپنے کام کا خالق بنایا اور یہ بدتر جہالت ہی نعوذ باللہ من ذلک۔ پس اللہ تعالے نے مجوس واسکے مانند اعتقاد والون کا غلط مٹادیا کہ ہو اللہ احد۔ اللہ تعالے اکیلا ہی۔ دوسرا کوئی نہین جسمین الوہیت کی کوئی صفت ہو تو اہرمن (شیطان) بھی اللہ تعالے کا مخلوق ہی اور اُسکو ذاتی قدرت نہین ہی ولیکن وہ مکروہات و نجاسات وبیماریون وغیرہ کے لیے ہے جیسے تم ظاہر مین دیکھو کہ بھڑ وبچھو وغیرہ ڈنگ مارتا ہی تو آدمی کو تکلیف ہوتی ہی اور یہ اللہ تعالے کی قدرت سے ہی۔ بچھو وغیرہ مین خود کچھ قدرت نہین ہی اسی طرح شیطان کو سمجھو اور نیکی سے بدی مٹ جاتی ہی تو جب آیات قرآنیہ کی تلاوت کی تو اللہ تعالے کی رحمت مین پناہ لی پس غضب ومکروہ سے اللہ تعالے نے پناہ دی یعنے شیطان کے ذریعہ سے کچھ فعل ضرر اُسمین نہین پیدا فرماویگا اور اسی نکتہ سے آیات قرآنیہ پڑھکر دم کرتے ہین جب یہ معلوم ہوا کہ سوائے اللہ تعالے کے شیطان وغیرہ کسی کام کا پیدا کرنے والا نہین ہو تو جسنے مجوس کی پیروی سے خطا کی وہ بھی توبہ کرین اور حق صریح یہ رہا کہ وہ اکیلا اللہ تعالے ہی۔ بعضے لوگون نے مجوس وغیرہ کے شرک سے نجات پائی اور جانا کہ وہ اکیلا ہی۔ لیکن یہ سمجھے کہ اسکے یہ معنے کہ وہ ایک ہی یعنے دو تین نہین بلکہ گنتی مین ایک ہی یہ بھی غلطی ہی کیونکہ گنتی سے مخلوق گنی جاتی ہی اور اللہ تعالے پاک ہی اُسنے گنتی کو پیدا کیا اُسکو نہین گنتی گن سکتی ہی بلکہ وہ اکیلا ہی نرالا ہی یعنے وہی ہی اُسکے سوائے کچھ نہین جسمین الوہیت ہو بلکہ اُسکے سوائے سب مخلوقات ہے

اور پڑوس سے فقیری کو نکال دیا (طبرانی باسناد ضعیف) ابن کثیر رح نے لکھا کہ اس سورہ کی کثرت کرنے مین بھی ایک روایت
آئی ہے (حدیث) حافظ ابویعلی رحمہ اللہ تعالے کی دو روایتون کا خلاصہ یہ کہ انس رض نے کہا کہ ہم تبوک مین رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا (تبوک سرحد شام ہی وہان آپ نصاریٰ پر جہاد کرنے گئے تھے) وہان ایک روز آفتاب
خوبصورت نکلا جبرئیل علیہ السلام نے نازل ہوکر کہا کہ آفتاب کی یہ خوبی اسلیے کہ آپکا صحابی معاویہ اللیثی مدینے مین آج مرگیا
کیا آپ چاہتے ہین کہ اُسپر نماز پڑھینگے آپ نے فرمایا کہ ہان۔ پس جبرئیل ع نے اپنا پر مار دیا تو ہر ایک درخت و پہاڑی و ٹیلہ
پست ہوگیا اور معاویہ رض کا جنازہ آپ کے سامنے ہوگیا آپ نے نماز پڑھائی بعد سلام کے دیکھا کہ آپ کے پیچھے
آپ کے لشکر کی تعداد ستر ہزار کے مثل دو صفین ملائکہ کی ہر ایک ستر ہزار ہے آپ نے پوچھا کہ ای جبرئیل ع اُسنے یہ مرتبہ
کس محبت سے پایا۔ جبرئیل ع نے کہا کہ وہ قل ہو اللہ احد کو محبوب رکھتا تھا اور آتے جاتے اُٹھتے بیٹھتے اسکو تلاوت
کرتا تھا اس حدیث کو بیہقی نے بھی روایت کیا اور دیگر طرق سے بھی مروی ہی ولیکن سب مین ضعف ہی (حدیث) امام احمد
نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو مین نے ابتدا کرکے
آپ کا مبارک ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ مومن کی نجات کس چیز سے ہے فرمایا کہ ای عقبہ اپنی زبان کو نگی
کر لے اور اپنے گھر مین بیٹھ اور اپنے گناہون پر رو پھر دوسری مرتبہ مین آپ سے ملا تو آپ نے ابتدا کرکے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور
فرمایا کہ ای عقبہ تجھے بہتری تبلاؤن تین سورتین جو توریت و زبور و انجیل و قرآن عظیم مین نازل ہوئین مین نے کہا کہ
اللہ تعالے مجھے آپ پر فدا کرے آپ مجھے تبلا دین آپ نے مجکو قل ہو اللہ احد و قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس
پڑھائین پھر فرمایا کہ ای عقبہ انکو نہ بھولنا اور کسی رات بغیر انکو پڑھے نہ سونا عقبہ نے کہا کہ اُس دن سے کبھی مین نے ان کو
فراموش نہ کیا اور انکو پڑھے بغیر نہین سویا عقبہ رض نے کہا کہ پھر ایک روز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو مین نے
ابتدا کرکے آپ کا مبارک ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کیا کہ یا حضرت مجھے اعمال فاضلہ تبلا دیجیے آپ نے فرمایا کہ ای عقبہ جو تجھے
قطع کرے تو اُس سے میل کر اور جو تجھے محروم کرے تو اُسکو دے اور جو تجھپر ظلم کرے تو اُس سے منہ موڑ لے (یعنی بدلا لینے
پر آمادہ نہو) اس حدیث مین سے کچھ حصہ امام ترمذی رح نے زہد مین روایت کرکے کہا کہ حدیث حسن ہی اور امام احمد رح نے
پوری حدیث کو دوسری اسناد سے مسند کیا حدیث ان سورتون سے شفاے مرض امام بخاری رح نے حضرت عائشہ رض
سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات جب بچھونے پر آتے تو اپنے دونون ہاتھ ملا کر اُن مین دم کرتے اور ان مین
قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس پڑھتے پھر دونون ہاتھون سے اپنے تمام بدن کو جہانتک
ہاتھ پہونچتے تھے مسح کرتے اور پہلے سر سے شروع کرتے کہ انکو سر پر اور منہ پر اور سامنے رخ بدن پر پھیرتے۔ ایسا تین مرتبہ
کرتے تھے (رواہ اصحاب السنن ایضاً) مترجم کہتا ہی کہ ظاہری بیان حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ دونون ہاتھون کو ملا کر اُن مین
دم کرنے کے بعد یہ سورتین پڑھتے تھے ولیکن اکثر علما نے کہا کہ اس سے یہ مطلب ہی کہ دم کرنے کا طریقہ قراءت سے تھا دونون ہاتھ
ملا کر بعد قراءت کے اُن مین دم کرکے مسح کرتے تھے واضح ہو کہ ظاہر یہ ہے کہ مسح کرنے مین ہاتھون کو جدا نہین کرتے تھے
اسلیے ہاتھ کو سر کے پیچھے نہین لیجاتے تھے اور واضح ہو کہ اس سے علماء رح نے یہ سمجھا کہ انکی برکت سے کسل و مرض سے اللہ تعالے محفوظ رکھتا ہی واللہ اعلم

ایک محل بناتا ہو اور جسنے اسکو بیس مرتبہ پڑھا اللہ تعالیٰ اُسکے لیے دو محل بناتا ہو اور جسنے اسکو تیس مرتبہ پڑھا اُسکے لیے تین محل
بناتا ہو پس عمر رضہ نے کہا کہ یا رسول اللہ تب ہم لوگ بہت محل حاصل کر لینگے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت مین بہت
وسعت ہو ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ مرسل جید ہو اور ابو احمد دارمی نے روایت مین کہا کہ ابو عقیل بن معبد رحمہ اللہ تعالیٰ اولیاء
ابدال مین سے تھے مترجم کہتا ہے کہ دار آخرت مین ایسی عظیم الشان نعمتین ہین کہ آدمی کا خیال وہانتک نہین پہونچتا ہو اسلیے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضہ سے صرف اُسی قدر فرمایا جس قدر اُنکے تصور مین آوے حالانکہ وہ لوگ بہت اعلیٰ ہمت
کے بندے تھے اور صحابہ رضہ نے تابعین سے کم کرکے بتلایا تاکہ متحیر نہون اور تابعین نے ہم لوگون سے بہت کم فرمایا کیونکہ ہم لوگ
اس دنیاے حقیر کو بہت سمجھتے ہین جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر نہین بلکہ ایسی ملعونہ ہو جسمین ملعون ابلیس کو
قیامت تک زندہ چھوڑ دیا ہو فافہم (حدیث) انس رضی اللہ عنہ نے حدیث روایت کی کہ جسنے پچاس مرتبہ قل ہو اللہ پڑھا
تو اُسکے پچاس سال کے گناہ اللہ تعالیٰ بخشتا ہو (رواہ ابو یعلی وضعفہ) اور حدیث انس رضہ مین ہو کہ جسنے دوسو مرتبہ
قل ہو اللہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ اُسکے گناہ پچاس برس کے محو فرماتا ہے مگر آنکہ اُسپر قرض ہو (رواہ الترمذی و ابو یعلی) اس سے
مراد یہ نہین کہ کوئی شخص اس زعم پر کسی کا قرضہ جو ادا کر سکتا ہو ادا نکرے ترمذی رح نے بیان کیا کہ باسناد مذکور روایت ہو کہ
جسنے بچھونے پر سوتے وقت سو مرتبہ قل ہو اللہ احد داہنی کروٹ پڑھا تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ اے بندے داہنی
جانب جنت مین داخل ہو (غریب وروی من وجہ آخر) اور ابو بکر البزار رح نے اسناد کیا کہ جسنے دوسو مرتبہ قل ہو اللہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ
اُس سے دوسو برس کے گناہ معاف فرماتا ہو۔ امام بزار رح نے اس اسناد کے دو راویون کے حق مین کہا کہ انکا حافظہ خراب تھا یعنے
یہ شبہہ ہو کہ ان دونون نے بھول کر بیان کیا ہو واللہ اعلم (حدیث) نسائی رح نے اپنی تفسیر مین بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت
کی کہ مین ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد مین داخل ہوا وہان صحابی نماز پڑھکر اسطرح دعا کرتا تھا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ
بِاَنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ
(پھر اپنا مطلب بیان کیا) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اُس پاک کی جسکے قبضہ مین میری جان ہو اسنے
اللہ تعالیٰ سے اُسکے اسم اعظم کی دعا مانگی ہو جسکی شان یہ ہو کہ جو کوئی اسم اعظم سے مانگے اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور جب اس
نام پاک سے دعا کرے قبول فرماتا ہو اس حدیث کو نسائی اور ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث کی اسناد اچھی ہو اور یہ حدیث
دیگر سنن مین بھی موجود ہو (حدیث) جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تین۳ باتین ایسی
ہین کہ جسنے انکو ایمان کے ساتھ ادا کیا تو وہ جنت مین جس دروازے سے چاہے داخل ہوگا اور جس حور العین سے چاہے
جوڑا پاویگا۔ ایک وہ کہ جسنے قتل کرنے والے سے عفو کیا اور دیگر جسنے پوشیدہ قرضہ ادا کیا اور سوم یہ کہ ہر فریضہ نماز کے بعد
دس مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھا۔ ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر کسی نے ان تین خصلتون مین سے
ایک ہی پر عمل کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہان یعنے ایک ہی پر عمل کرنا ہی ثواب رکھتا ہو مترجم کہتا ہے کہ مغرب کے وقت بعد
فریضہ کی سنتین پڑھکر یہ سورہ پڑھے اگر توفیق ہو اور باقی نمازون مین گنجایش ہو کہ بعد فریضہ کے پڑھ لے (حدیث)
جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حدیث روایت کی کہ جسنے گھر مین جاتے وقت قل ہو اللہ احد پڑھا تو اُسنے اس گھر سے

فضیلت مین روایتین بنائی ہین جیسے جو کوئی اسکو اتنی مرتبہ پڑھے اُسکو اس قدر حور وقصور ملین اور اُسی قسم کی موضوع روایتین بھی لوگون نے
لکھی ہین مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالے نے ائمہ سے نقل کیا کہ اسلام مین روافض فرقے نے جس کثرت سے جھوٹی روایتین
لوگون مین پھیلائین اُس قدر کسی فرقۂ گمراہ نے نہین بنائین (حدیث در فضیلت سورۂ اخلاص) امام ابن کثیرؒ
نے لکھا کہ امام بخاری رحؒ نے حدیث ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے رات مین دوسرے شخص سے
سنا کہ وہ سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھتا اور اسکو بار بار دوہراتا ہی (امام احمد کی حدیث مین انکا نام قتادہ بن نعمان مذکور ہے)
جب صبح ہوئی تو اُسنے جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال ذکر کیا گویا اُسنے اس قرات کو قلیل خیال کیا پس
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اُس پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہی کہ یہ سورہ تہائی قرآن کے برابر ہی
(رواہ البوداؤد والنسائی واحمد) امام احمد کی روایت مین راوی کو شک ہی کہ تہائی قرآن یا نصف قرآن کے برابر فرمایا
(حدیث قل ہو اللہ پڑھنے سے جنتی ہوتا ہی) امام مالک رحؒ نے ابوہریرہ رضؓ سے روایت کی کہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ آتا تھا آپنے ایک شخص سے سنا کہ وہ قل ہو اللہ پڑھ رہا ہی آپنے فرمایا کہ واجب ہوگئی مین نے کہا کیا واجب ہوگئی فرمایا کہ جنت
(رواہ الترمذی والنسائی) ترمذی رحؒ نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے عبداللہ بن امام احمد نے روایت کیا کہ حبیب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم
لوگون کو تاریکی نے لیا اور ہم منتظر تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لاکر ہم کو نماز پڑھادین پھر آپ باہر آئے اور
میرا ہاتھ پکڑکر فرمایا کہ پڑھ- مین نے اول بار سکوت کے بعد عرض کیا کہ کیا پڑھون آپ نے فرمایا کہ قل ہو اللہ احد و معوذتین
یعنے قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس جب صبح ہو اور جب شام ہو تین بار کہ یہ تجھے کافی ہونگی (ورواہ البوداؤد
والترمذی والنسائی وقد صححہ الترمذی) اور عبداللہ بن حبیب رحؒ نے اسکو عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اُسکے آخر مین ہی
کہ تجھے ہر چیز سے کفایت کرینگی (نسائی) اس سے معلوم ہوا کہ کفایت سے یہ مراد نہین کہ اگر انکو پڑھ لے تو زیادہ تلاوت سے
کفایت ہے بلکہ مطلب یہ کہ امور سے کفایت ہے ابن کثیر رحؒ نے یہان وہ روایات بھی لکھی ہین جنکی اسناد مین ضعف
ہی ولیکن طبقۂ عالیہ مین جو ضعیف ہو وہ بھی اچھی ہی چنانچہ امام احمد نے بطریق خلیل بن مرہ تابعی صغیر روایت کی کہ تمیم الداری
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے- لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا
لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ- دس مرتبہ کہا تو اللہ تعالے اُسکے لیے چالیس لاکھ
نیکیان لکھتا ہی اس حدیث کو فقط امام احمد رحؒ نے روایت کیا اور سب راوی ثقات ہین سوائے خلیل بن مرہ کے کہ اُسکی نسبت
بخاری وغیرہ نے ضعیف کہا (حدیث) معاذ بن انس الجہنی رضؓ نے روایت کی کہ جسنے دس بار قل ہو اللہ پڑھا تو اللہ تعالے اُسکے
لیے جنت مین ایک گھر بناتا ہی- عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ تب تو ہم بہت محل حاصل کر لینگے آپ نے فرمایا کہ
اللہ تعالے کے یہان کسی چیز کی کمی نہین ہی اور وہان ہر چیز بہتر سے بہتر موجود ہی (رواہ احمد) مترجم کہتا ہی کہ اسکی اسناد مین
زبان بن فائد راوی مین کلام ہی حالانکہ یہ شخص مرد عابد صالح تھے لیکن ابن کثیر رحؒ نے دوسری اسناد نقل کی بقولہ امام ابو احمد رحؒ
نے کہا کہ حدثنا عبداللہ بن یزید حدثنا حیوۃ حدثنا ابو عقیل زہرۃ بن معبد عن سعید بن المسیب سمعہ یقول یعنے سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالے
تابعی کبیر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے قل ہو اللہ احد دس بار پڑھا اللہ تعالے اُسکے لیے جنت مین

بہت سے کیے ہین یہ ہیچ ہین بلکہ اس صورت مین ابن حبان رح کا طریقہ بہتر ہے کہ جب دونون شاگرد راوی ثقہ ہون تو دونون روایتین صحیح ہین ولیکن اس زمانہ کے بعد جب حدیث کی روایت کا طریقہ منضبط ہوا تو البتہ اس طبقہ کے لوگون مین جب ایسا ہو تو غور کرنا چاہیے فاحفظہ-م- **حدیث** دیگر ام المومنین عائشہ رضہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے لشکر پر ایک صحابی کو سردار کرکے روانہ کیا وہ سردار جب اپنے ساتھیون کو نماز پڑھاتا تو قرارت کو قل ہو اللہ احد پر ختم کرتا (یعنے الحمد وسورہ بھی پڑھتا اور آخر مین یہ سورہ قل ہو اللہ بھی ملاتا تھا) جب کہ لوگ جہاد سے واپس آئے تو انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو ذکر کیا کہ وہ امامت مین اسطرح پڑھا کرتا تھا آپ نے فرمایا کہ اُس سے پوچھو کہ کس وجہ سے ایسا کیا کرتا ہو- لوگون نے اُس سے پوچھا تو اُسنے کہا کہ یہ سورہ صفت الرحمن ہے مجھے اسکی قرارت سے محبت ہو پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسکو آگاہ کردو کہ اللہ تعالے اسکو محبوب رکھتا ہو (رواہ البخاری ومسلم) **حدیث** دیگر انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مسجد قبا کے لوگون کا ایک انصاری صحابی امام تھا اُسکا یہ قاعدہ تھا کہ جب نماز پڑھانے کھڑا ہوتا تو الحمد کے بعد سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھتا اسکے بعد دوسرا سورہ پڑھتا اور یہی قرارت سب رکعتون مین اُسکا معمولی طریقہ تھا اُن لوگون نے اُس سے کہا کہ تو یہ سورہ شروع فرماتا ہے پھر اسی قدر کو جائز نہین سمجھتا ہے کہ اسکے بعد دوسرا سورہ بھی پڑھتا ہو پس تو چاہیے فقط اسی سورہ کو پڑھ اور چاہے اسکو چھوڑ کر دوسرے ہی سورہ پر اکتفا کر اُسنے کہا کہ مین اس طریقہ کو نہین چھوڑونگا تمھارا جی چاہے تو مجھے امام بناؤ نہین تو مین امامت چھوڑ دونگا یہ لوگ اپنے نزدیک اُسکو سب سے افضل سمجھتے تھے اُنکو گوارا نہوا کہ اسکے سواے دوسرا امامت کرے لہذا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُنکے یہان آئے (مترجم کہتا ہے کہ آپ ہر ہفتہ کو مسجد قبا مین جاتے تھے) تو اُنھون نے آپ سے یہ حال عرض کیا آپ نے اُس صحابی سے فرمایا کہ اے فلان تو اپنے لوگون کا کہنا کیون نہین مان لیتا اور کیا سبب ہے کہ تو ضرور ہر رکعت مین یہ سورہ قرارت کرتا ہے اسنے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے اس سورۂ مبارک سے محبت ہے آپ نے فرمایا کہ اُسکی محبت نے تجھے جنت مین پہونچا دیا (رواہ البخاری والترمذی عنہ) اور اس حدیث کے مثل امام احمد رح نے مختصر روایت کیا (حدیث) ابن عباس رضہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہودیون کے احبار آئے جنمین کعب بن اشرف وحی بن اخطب وغیرہ تھے اور انھون نے کہا کہ اے ابو القاسم آپ کو جس رب نے رسول بنایا ہے اسکی صفت کیا ہے ہم سے بیان کیجیے پس اللہ تعالے نے نازل کیا قل ہو اللہ احد کہدے وہ اللہ احد (اکیلا) ہو اللہ الصمد اللہ ہو وہ کسی کا محتاج نہین اور سب اُسی کے محتاج ہین- لم یلد- وہ جنا نہین ہو کہ اُس سے فرزند پیدا ہو- ولم یولد- اور نہین جنا گیا- کہ وہ کسی چیز سے نکلا ہو (ولم یکن لہ کفوا احد) اس حدیث کو بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہو مترجم کہتا ہو کہ اس روایت سے حال معلوم ہوگیا کہ یہ سورہ اول مکے مین قریش کی ہدایت کے لیے انکے سوال کے جواب مین نازل ہوا تھا جیسا کہ حدیث ابن مسعود رضہ وجابر رضہ وغیرہ سے معلوم ہوا پھر مدینے مین یہود کے جواب مین نازل ہوا یعنے حکم ہوا کہ یہود کے جواب مین یہ سورہ مبارک تلاوت فرمائیے لہذا بعض نے کہا کہ یہ سورہ مدنیہ ہو اور حق یہ کہ مکیہ ہو اور دوبارہ مدینے مین نزول ہوا فافہم واضح ہو کہ اس سورۂ مبارک کی فضیلت مین احادیث بکثرت وارد ہوئی ہین اور انمین عظیم فضیلت بیان ہوئی ہو ولیکن بہت سے نادان لوگون نے اسکی

فضائل

اور تلوار میان مین جسم کی دو کسی طرح نہین نکلتی تھی - عامر اُسکو اشارہ کرتا تھا کہ جلدی کر - آپ نے یہ دیکھکر اُس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم دونون
کی شرارت سے کافی ہی یکایک کڑک کی آواز آئی اور بجلی چمکی اور اربد کا کاسۂ سر ندارد ہوگیا اور عامر لعین یہ کہتا ہوا بھاگا کہ
ای محمدؐ تم نے میرے ساتھی کو مرواڈالا مین وادی کو سوار و پیادے سے بھردونگا اور تمھارے خدا سے بدلا لونگا - اور صحابہ رضؓ
نے مدینے مین آواز دی اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ انصاری مع چند سوارون کے گھوڑون پر سوار ہوکر دوڑے اور عامر بن طفیل دور
نکل گیا - جب اُسنے سوارون کو دیکھا تو بھاگا اور سعد رضی اللہ عنہ نے اُسکو لعنت کی کہ نامرد ے روبرو رہو اُسنے کہا کہ فوج لا
مقابلہ کرونگا اور تیز بھاگونگا - یہ لوگ واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ ضرورت نہین ہی اللہ تعالیٰ اُسکی شرارت
دفع کریگا - عامر مذکور بے تحاشا بھاگا جاتا تھا جب بہت پیاسا ہوا تو سلولیہ عورت کے یہان اُترکر پانی پیا اور پھر سوار ہوکر چلا اور نیزہ
ہلاتا جاتا تھا کہ اگر محمدؐ کا خدا سامنے آوے تو یون مارون کہ یکایک گھوڑے نے اسکو پٹک دیا اور اُسکے غدہ نکل آیا اور ایسا لاچار
ہوا کہ سلولیہ کے یہان واپس آیا اُسنے ہرچند تسکین دی مگر وہ چلاتا تھا کہ آگ لگی ہی اور اونٹ کی طرح یہ غدہ ہی اب وہ سلولیہ
کے یہان مریگا - آخر سلولیہ نے اسکو نکالا اور راستہ مین گھوڑے سے گرکے مرگیا اور تمام قصہ پارۂ یازدہم مین مذکور ہی اور
ان روایات سے معلوم ہوا کہ اصل مین یہ سورہ مبارک مکے مین نازل ہوا تھا پھر جب مدینے مین مشرکین اہل کتاب وغیرہ نے
سوال کیا تو دوبارہ نزول ہوا یعنے حکم ہوا کہ وہی سورۂ اخلاص سُنادین کہ وہ احد صمد ہی نہ کسی سے پیدا ہوا نہ کوئی اُس سے پیدا ہوا اور نہ
اسکا کوئی ہمسر ہی ترمذی کی روایت مین آیا کہ جو چیز پیدا ہوتی ہی وہ مربھی جاتی ہی اور جو چیز مرتی ہی اُسکی میراث بھی ہوتی ہی اور اللہ تعالیٰ نہین
مرتا اور نہ اُسکا کوئی وارث ہی اور نہ اسکا کفو ہی یعنے کوئی چیز اُسکے مشابہ و مانند و مثل نہین ہی اُسکے ساتھ کوئی چیز نہین ہی اور داہ
البخاری فی التاریخ و ابن خزیمہ والحاکم و ابن ابی حاتم) اور ترمذی رح نے دوسرے طریق سے اسکو ابو العالیہ سے مرسل روایت کیا
اور کہا کہ یہ اصح ہی حدیث دیگر حافظ ابو یعلی الموصلی و ابن جریر رح نے شعبی سے روایت کی کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک اعرابی
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اپنے رب کی صفت بیان کیجیے تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ قل ہو اللہ احد
آخر تک نازل فرمایا (و رواہ الطبرانی والبیہقی و ابو نعیم وغیرہم) ابن کثیر رح نے کہا کہ اس روایت کی اسناد مقارب ہی اور سیوطی رح
نے کہا کہ اسناد حسن (اچھی) ہی حدیث دیگر ابن مسعود رضؓ نے کہا کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
سوال کیا کہ اپنے رب کی نسبت بیان کرین تو یہ سورہ نازل ہوا (الطبرانی و ابو الشیخ) مترجم کہتا ہی کہ اسناد جید ہی و لیکن طبرانی رح
نے کہا کہ دیگر ثقات نے اسکو ابن مسعود رضؓ کے شاگرد ابو وائل رح سے مرسل روایت کیا مترجم کہتا ہی کہ اسمین کچھ مضائقہ نہوگا
اور میرے نزدیک علم اصول حدیث کے لیے یہ قاعدہ محفوظ رکھنا چاہیے کہ صحابہ و تابعین مین یہ اکثر معمول ہی کہ جس قسم کا
موقع محل ہوتا تھا اُسکے موافق حدیث کی روایت کرتے تھے مثلاً کوئی عامی اُنکے پاس فتویٰ پوچھنے آیا کہ جمے ہوے گھی مین
چوہا گرکے مرگیا تو اُسکو جواب دیدیا کہ اُسکو مع آس پاس گھی کے نکال پھینکو اور باقی کھاؤ دوسرے موقع پر کوئی عالم آیا اور ذکر ہوا
تو کہا کہ مجھسے فلان صحابی رضؓ نے حدیث رسول صلعم بیان کی اور شاگردون نے جو اول موقع پر حاضر تھے اُسیطرح فتویٰ
روایت کیا اور جو دوسرے موقع پر حاضر تھے انھون نے مسند حدیث روایت کی اور اسمین یہ اعتراض کرنا کہ فلان شاگرد
نے فقط فتویٰ روایت کیا ہی یہ اعتراض کچھ نہین ہے جیسے اسی قسم کے اعتراضات امام دارقطنی نے صحیح مسلم کی روایات پر

کہ احادیث فضائل سے اسکے نام بحسب صفت اور بھی ظاہر ہوتے ہین ولیکن جو نام سلف صالحین سے منقول نہو وہ اپنی طرف سے نکالنا روا نہین ہی **ذکر سبب نزول وفضائل** ابو العالیہ رح نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ اپنے رب کا نسب ہم سے بیان کیجیے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا قل ہو اللہ احد اللہ الصمد آخر تک (رواہ الامام احمد والترمذی وابن جریر) مشرکین دو قسم کے ہین ایک وہ مشرکین جو بت پوجتے تھے جیسے قریش وغیرہ اور ثبوت ہوا کہ ان لوگون نے یہ سوال کیا تھا اور دوم مشرکین اہل کتاب جیسے یہود وغیرہ اور جب آپ مدینے تشریف لائے ہین تو یہود خبیث نے بھی یہ سوال کیا کہ اپنے رب کا نسب ہم سے بیان کیجیے چنانچہ خطیب رح نے لکھا کہ ضحاک وقتادہ ومقاتل نے کہا کہ یہود مین سے کچھ لوگ پڑھے لکھے جو امنین احبار کہلاتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگے کہ ہم سے اپنے رب کا نسب بیان کیجیے شاید ہم لوگ ایمان لاوین کیونکہ توریت مین خدا نے اپنی صفت اُتاری ہی تو آپ سے ہم سننا چاہتے ہین کہ آپ یہ بیان کرین کہ وہ کس چیز سے بنا ہی اور وہ کھاتا پیتا ہی کہ نہین اور وہ کس کا وارث ہوا اور اسکا وارث کون شخص ہوگا پس اللہ تعالے نے یہ سورہ نازل فرمایا مترجم کہتا ہی کہ یہود خبیث باطن نے آپکو دھوکا دینا چاہا کہ یہ عرب قریش مین سے ہین اور عرب کے خیال مین مخلوق کی طرح نسب اُن معبودون کا تھا جنکو وہ پوجتے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ یہود اسلام لاوین تو شاید عرب متوجہ ہون پس ان یہودیون نے مکر سے کلام کیا گویا توریت مین بھی اُسکا نسب مذکور ہے پس اللہ تعالے نے یہ سورۂ اخلاص نازل فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ وہ پاک وحدہ لاشریک ہی اُسکے واسطے نسب نہین ہی نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ اُسکے مانند ومشابہ کوئی چیز ہی خطیب رح نے لکھا کہ ابن عباس کہتے تھے کہ عرب کے مشرکون مین سے عامر بن الطفیل اور اربد بن ربیعہ دونون آئے اور عامر لعین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہنا شروع کیا کہ ای محمد تم ہم کو کس خدا کی طرف بلاتے ہو آپ نے فرمایا کہ مین تم کو اللہ تعالے کی طرف بلاتا ہون اُسنے کہا کہ وہ سونے کا ہی یا چاندی کا ہی یا لوہے کا ہی یا لکڑی کا ہی آخر یہ بتلاؤ وہ کس چیز کا ہی پس یہ سورہ نازل ہوا اور اللہ تعالے نے اربد بن ربیعہ کو صاعقہ سے ہلاک کیا اور عامر بن الطفیل کو طاعون سے ہلاک کیا (السراج) مترجم کہتا ہی کہ خلاصہ یہ ہی کہ جب یہ دونون مدینے مین آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ کسی طرح یہ دونون مسلمان ہو جاتے تو اہل اسلام کو انکی قوم سے تقویت ملتی اور آپنے انکی فہمائش کے لیے انکے دوستون کو مقرر کیا عامر بن الطفیل نے کہا کہ آپ یہ تو بتلا نہین سکتے کہ آپ کا رب کس چیز سے بنا ہوا ہی آپ نے اسکو یہ سورۂ اخلاص سنایا مگر اُس جہنمی جاہل مین کچھ اثر نہوا - آخر اسنے کہا کہ ای محمد اگر تم اپنے بعد خلافت میرے واسطے لکھدو تو مین تمہارے تابع ہوتا ہون آپنے فرمایا کہ یہ اللہ تعالے کے اختیار مین ہی عامر واربد نے باہم مشورہ کیا کہ ہم تم ملکر محمد (صلعم کو) قتل کر دین تو سرداری ہمارے واسطے ہے یہ سوچ کر دونون آئے اور عامر نے کہا کہ مین اُنکو باتون مین لگاؤن گا اور تو تلوار سے کام تمام کرنا پس عامر ملعون نے آپ سے کہا کہ مجھے تنہائی مین تم سے کچھ کہنا باقی ہی آپ کھڑے ہوگئے اسنے جھگڑنا شروع کیا کہ مجھسے بہتر تم کو خلیفہ نہین ملسکتا ہی آپ نے اُس سے انکار کیا اس درمیان مین عامر مذکور برابر نظر ڈالتا تھا کہ اربد کیون تاخیر کرتا ہی جب اُسنے کئی مرتبہ یہ حرکت کی تو آپنے التفات فرماکر دیکھا تو اربد بن ربیعہ اپنی تلوار میان سے کھینچنے مین زور کرتا تھا لیکن اُسکا ہاتھ قبضہ پر چپک گیا

فی جیدھا حبل من مسد - اُسکی گردن مین خوب بٹی ہوئی رسی ہے - کیونکہ وہ اس اعتقاد فاسد اور اعمال قبیح مین خوب جکڑی ہوئی تھی پس شدت عداوت سے یہ قبایح اُسکی گردن مین لازم کردیے گئے واللہ تعالے اعلم

سورۃ الاخلاص مکیۃ وھی اربع آیات

سورۂ اخلاص مکیہ ہی یہ قول ابن مسعود رضہ و حسن البصری رح و عطاء و عکرمہ و جابر ہی اور یہی ابن عباس رضہ سے ایک روایت ہی اور دوسری روایت مین کہا کہ مدنیہ ہی اور یہی قتادہ و ضحاک و سدی سے روایت ہی اور اسمین چار آیات اور پندرہ کلمات اور سینتالیس حروف ہین (السراج) بعض نے پانچ آیات ذکر کین رازی و ابن کثیر و معالم وغیرہ مین مکیہ مذکور ہی اور ابو السعود رح نے کہا کہ اسکے مکیہ یا مدنیہ ہونے مین اختلاف ہی - واضح ہو کہ یہ سورۂ مبارک اگرچہ تلاوت مین چند آیات ہین ولیکن اللہ تعالیٰ کی شان وحدانیت مین کثیر العلوم ہی اس سے سب قسم کے ظاہری و باطنی شرک باطل ہوتے ہین اور خالص توحید پر ایمان حاصل ہوتا ہی اور اسکے فضائل کثیرہ ہین ایک تو اسکے نام بکثرت ہین جیسے سورہ فاتحہ کے بہت نام ہین اور یہ اُسکی فضیلت پر دلیل ہی دوم اسکے بارہ مین احادیث کثیرہ وارد ہین - سوم اسکا سبب نزول خود دلیل ہی کہ رب عزوجل نے اس سے اپنے بندونکو اپنی معرفت عطا کی اور یہ اعلیٰ فضل و کمال ہی لہذا ائمہ تفسیر نے اسکے فضائل کو عنوان خاص سے بیان کیا اور مترجم اُنکا خلاصہ لکھتا ہی ذکر اسماء مبارکہ - خطیب وغیرہ نے لکھا کہ اس سورۂ مبارک کے بہت سے نام ہین اور نامون کی کثرت اُسکی فضیلت پر دلالت کرتی ہی (۱) سورۃ التفرید - اس سے اللہ تعالے کی فردیت بیان ہوتی ہی کہ وہی موجود فرد ہی (۲) سورۃ التجرید - یہ جمیع شرک و شبہ و ند و نظیر سے اسکا پاک ہونا ظاہر ہی (۳) سورۃ التوحید - اس سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت بیان ہوتی ہی (۴) سورۃ الاخلاص (۵) سورۃ النجاۃ - اسکی وجہ آیندہ معلوم ہوگی (۶) سورۃ الولایۃ - اسکی قراءت سے بندہ اپنے رب تبارک و تعالے کا ولی ہوجاتا ہی (۷) سورۃ النسبۃ - چنانچہ سبب نزول مین معلوم ہوگا (۸) سورۃ المعرفۃ اس سے رب عزوجل نے اپنی معرفت دی (۹) سورۃ الجمال - اسمین اسماے جلال سے ذکر نہین فرمایا (۱۰) سورۃ المقشقشۃ - اسکا بیان گزرچکا (۱۱) سورۃ المعوذۃ - (۱۲) سورۃ الصمد - (۱۳) سورۃ الاساس کیونکہ مروی ہی کہ ساتون آسمان اور ساتون زمینون کا اساس (بنیاد) قل ہو اللہ احد پر ہی (۱۴) المانعہ - کیونکہ یہ فتنۂ قبر اور جہنم کی لپٹ روکتا ہی (۱۵) سورۃ المحتضر - کیونکہ جب یہ سورہ پڑھا جاوے تو ملائکہ اُسکے سننے کو حاضر ہوتے ہین (۱۶) المنفرۃ - شیاطین کو بھگانے والی کیونکہ شیاطین اسکی قراءت سُنکر بھاگتے ہین (۱۷) سورۃ البراءۃ - کیونکہ یہ شرک سے براءت ہی (۱۸) المذکرۃ - کیونکہ یہ سورہ یاد دلاتا ہی بندے کو اپنے رب کا وحدہ لاشریک ہونا (۱۹) سورۃ النور - کیونکہ اسکی قراءت سے قلب منور ہوجاتا ہے (۲۰) سورۃ الاحصان - کیونکہ حدیث مین ہی کہ جسنے سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھا تو اللہ تعالے فرماتا ہے کہ یہ میرے حصن مین آگیا اور جو میرے حصن مین آیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہوا ہم اللہ تعالے سے دعا مانگتے ہین کہ ہم کو اپنے عذاب سے بچاوے اور ہم کو مع ہمارے احباب کے بلاحساب جنت مین داخل فرماوے کیونکہ وہ کریم حلیم وہاب ہی (السراج) آمین یا ارحم الراحمین (مترجم) فرضح

سب راوی ثقات ہین اور عطاء بن السائب کا حافظہ آخر مین خراب ہوگیا تھا اور اسی حالت مین اُنسے سفیان و شعبہ نے سنا ہے لیکن یہان عبد السلام بن حرب راوی ہین واللہ اعلم۔ م بعض علماء رح نے کہا کہ قولہ تعالےٰ فی جیدہا حبل من مسد۔ اُسکی گردن مین مسد کی رسی ہے۔ مد۔ جہنم مین اس عورت کی گردن مین آتشی رسی ہوگی جس سے وہ لٹکتی ہوئی اوپر کھینچی جائیگی پھر چھوڑ دی جائیگی تو آگ مین گھستی چلی جائیگی پھر وہانسے اوپر کھینچی جائیگی اسیطرح برابر ہوتا رہیگا علماء رح نے کہا کہ اس سورہ مین صریح معجزہ نبوت ہے کہ یہ دونون کفر پر مرینگے اور اسیطرح واقع ہوا (ابن کثیر رح) علماء رح نے کہا کہ اسمین تین معجزات ہین (اول) یہ کہ ان دونون کے تباب یعنے خواری سے مرنیکا حال جو ہم نے اوپر بیان کر دیا ہے (دوم) یہ کہ دونون اپنے مال و اولاد سے پھل نہ پاوینگے تو دنیا مین بھی انکو کچھ فائدہ نہوا (سوم) خبر دی کہ یہ دونون جہنمی ہین اور یون ہی واقع ہوا کہ کافر مرے (السراج ورازی وغیرہ) مترجم کہتا ہے کہ اسکی توضیح یہ ہے کہ جہنمی ہونے کی جب خبر دی اُسوقت دونون تندرست قوی موجود تھے تو گویا یہ خبر دی کہ یہ لوگ فتح مکہ سے پہلے مرینگے اسلیے کہ فتح مکہ کے روز سب قریش جس قدر موجود تھے بیعت اسلام مین داخل ہوے خواہ دل سے مسلمان ہوے ہین یا ظاہر مین اسلام کا اقرار کیا پس جسنے ظاہر مین بھی اسلام کا اقرار کیا وہ جہنمی نہین کہا جا سکتا ہے تو یہ خبر ہے کہ یہ دونون فتح مکہ سے پہلے صریح کافر مرینگے اور یہی واقع ہوا ولیکن جو لوگ کہ فتح مکہ کے روز اسلام لائے اُن مین سے بعضے فی الحال زبانی اسلام کے مقر ہوے تھے لیکن جب انکو ہوش ہوا تو سچے مسلمان ہوگئے الا ماشاء اللہ تعالےٰ اور **خطیب رح** نے لکھا کہ ابولہب غزوۂ بدر کے سات روز بعد چیچک مین مرا اور قریش اس مرض سے بہت ڈرتے تھے لہذا تین روز تک مرا پڑا رہا اور کسی نے اُسکو دفن نہ کیا آخر لوگون کے کہنے سے ابولہب کے بیٹے نے اسکو اٹھوایا اور مکے سے دور لیجا کر دور سے اُسپر پانی ڈلوایا جیسے نجاست سے بچتے ہین اور اسپر پتھرون کا انبار لگا کر توپ دیا اور اسکی جورو کانٹے لکڑیون کے گٹھے کے پھندے سے گلا گھٹکر مری اور بعض علماء رح نے کہا کہ جسطرح یہان کانٹون کے گٹھے لاتی تھی اسی طرح جہنم مین آتشی بندان سے آتشی کانٹون کے گٹھے پیٹھ پر لاویگی کیونکہ ہر ایک بدکار اپنے جرم کے مانند سزا مین گرفتار ہوتا ہے نعوذ باللہ من عذاب جہنم ف **شیخ ابن العربی** رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ قولہ تعالےٰ تبت یدا ابی لہب وتب۔ تباہ ہوے دونون ہاتھ ابولہب کے جو اُسکے اعمال خبیثہ کا ذریعہ تھے جنکی وجہ سے وہ ہمیشہ جہنم مین پڑا اور وہ خود ہلاک ہوا یعنے اُسکی حیثیت ذاتی بھی برباد ہے کیونکہ اُسمین ذاتی لیاقت یہی تھی کہ سخت آگ مین جاوے اسیواسطے اُسکو ابولہب کے نام سے بیان کیا تاکہ خود اشارہ ہو کہ وہ آگ کے لپٹ مین ہمیشہ رہنے والا ہے (قولہ) ما اغنی عنہ مالہ وما کسب۔ اُسکو اُسکے مال و کمائی نے نفع نہ دیا کیونکہ اصلی مال و دولت انسان کی وہ استعداد ہے جو ازل مین حاصل ہوئی اور کمائی کا مال یہ ہے جو دنیا مین حاصل ہوتا ہے تو اس بدبخت کے لیے خلقی مال بیفائدہ ہوا اسلیے کہ وہ عین شرک تھا اور جو یہان کمایا وہ بخل سے رکھا اور شرک کی راہ مین اُٹھایا تو دونون چیزون سے اُسنے عذاب کمایا یعنے یہ دونون چیزین خود اُسکے ساتھ آگ ہین اور اسپر زیادہ یہ کہ فرمایا سیصلی نارًا ذات لہب۔ یعنے ان دونون کے ذریعہ سے وہ غضب الٰہی کی عظیم آگ مین داخل ہوگا (قولہ) وامراتہ حمالۃ الحطب اور اسکے ساتھ جوڑ ہوگی اُسکی جورو ایندھن اُٹھانے والی یعنے اُسکے افعال و اعمال و اقوال سب اُسکی پیٹھ پر بار عظیم ہین جو آگ مین بھڑکینگے تو یہ جہنم مین اُسکے جلنے کے ایندھن ہین اور خلاصہ یہ کہ یہان وہ یہ اعتقاد و بدنیت سے جو ایندھن و کانٹے لاتی تھی وہ حقیقت مین اپنے عذاب کے لیے پشتارہ جمع کرلیتی تھی (قولہ)

منقول ہی کہ یہ عورت اُس راستہ مین کانٹے پھیلاتی تھی جدھر سے آنحضرت صلعم آتے جاتے تھے یہی عطیۃ الجدلی وضحاک وابن زید
نے بیان کیا۔ ابن جریر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ بعض کا یہ قول ہی کہ وہ عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عار دلاتی
کہ فقیر ہین اور خود بوجہ بخیلی کے جنگل سے ایندھن لادلاتی تھی ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ان اقوال مین سے صحیح
قول اول ہی واللہ تعالے اعلم سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اس عورت کے گلے مین گران قیمت ہار
تھا اور کہا کرتی کہ اسکو محمد کی عداوت مین خرچ کر ونگی تو اللہ تعالے نے اس خرچہ کے عوض اُسکو آگ کا گلوبند دیا۔ ابن جریرؒ
نے مسند کیا کہ شعبیؒ نے فرمایا کہ مسدٌ چھال ہی عروہ بن الزبیر رضؓ نے کہا کہ مسد آگ کی زنجیر ستر گز لمبی ہی۔ ثوریؒ نے کہا کہ وہ
آگ کا گلوبند ستر گز دراز ہی۔ مجاہد رحؒ نے کہا کہ لوہے کا طوق ہی چنانچہ عرب کے لوگ چرخ کو مسد کہتے ہین۔ ابن ابی حاتمؒ نے
روایت کی کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب سورۂ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی تو کانی ام جمیل بنت حرب
بلبلاتی ہوئی پتھر ہاتھ مین لیے ہوے پہونچی اور یہ بکتی جاتی تھی۔ مذمما ابینا۔ ودینہ قلینا + وامرہ عصینا + ہم نے مذمم سے انکار کیا
اور اُسکے دین سے بیزار ہوے اور اُسکے حکم سے انکار کیا۔ رسول اللہ صلعم مع ابوبکر رضؓ کے مسجد الحرام مین بیٹھے تھے جب ابوبکر رضؓ
نے اسکو دیکھا تو عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ آتی ہے اور مجھے اسکی طرف سے آپ پر خوف ہی کہ آپ کو دیکھے آنحضرت صلعم نے فرمایا
کہ وہ مجھے نہ دیکھیگی اور آپ نے قرآن مجید پڑھ کر اپنا حفظ کیا جیسے اللہ تعالے نے فرمایا کہ اذا قرأت القرآن الآیہ۔ یعنے جب تو قرآن
پڑھے تو ہم تیرے درمیان اور آخرت سے بے ایمانون کے درمیان حجاب مستور کردیتے ہین۔ پس یہ کانی آکر کھڑی ہوئی اور رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا اور ابوبکر رضؓ سے کہنے لگی کہ مین نے یہ سنا ہی کہ تمھارے یار نے میری ہجو کی ہی (واللہ مین دیکھون تو یہی
پتھر تمھارے یار کے منھ پر مارون سراج) ابوبکر رضؓ نے کہا کہ قسم اس بیت کے پروردگار کی کہ انھون نے تیری ہجو نہین کی۔ وہ پیٹھ
پھیر کر یہ کہتی ہوئی چلی کہ قریش کو خوب معلوم ہی کہ مین اُسکے سردار کی بیٹی ہون (ابن کثیر رحؒ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اللہ تعالے نے اسکی بینائی گرفتار کردی کہ اُسنے مجھے نہین دیکھا اور واضح ہو کہ قریش کے بدکار محمد صلعم کو بجاے محمد
کے مذمم کہتے اور مذمم کی برائیان کرتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ تم دیکھو کہ یہ عجیب بات ہے کہ اللہ تعالے
نے کس طرح مجھسے قریش کی بدگوئی کو دور کیا کیونکہ وہ لوگ مذمم کی بدگوئی کرتے ہین اور مین محمد ہون (السراج) اور
ابوبکر البزار رحؒ نے کہا کہ حدثنا ابراہیم بن سعید و احمد بن اسحٰق قالا حدثنا ابو احمد حدثنا عبد السلام بن حرب عن عطاء
بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کہا کہ جب سورۂ تبت یدا ابی لہب نازل ہوا تو ابولہب
کی جورو (غصہ مین بھری ہوئی) آئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور آپ کے ساتھ ابوبکر تھے پس ابوبکر
رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اگر آپ اسوقت ایک طرف ہو جاتے ایسا نہو کہ اس ناریہ سے آپکو
کچھ اذیت پہونچے آپ نے فرمایا کہ میرے اور اسکے درمیان مین آڑ کردی جاویگی پس وہ عورت آکر ابوبکر رضی اللہ عنہ
کے پاس کھڑی ہوئی اور کہنے لگی کہ ای ابوبکر تیرے یار نے میری ہجو کی ہی۔ ابوبکر رضؓ نے فرمایا کہ قسم ہی رب کعبہ کی کہ وہ کبھی شعر
نہین کہتے ہین کہنے لگی کہ تم سچے ہو۔ پھر جب وہ چلی گئی تو ابوبکر رضؓ نے عرض کیا کہ یا حضرت آپ کو
اُسنے بالکل نہین دیکھا آپ نے فرمایا کہ ایک فرشتہ مجھے اُس سے آڑ کیے رہا جب تک وہ چلی گئی مترجم کہتا ہے کہ اسکی اسناد مین
سے اپنی زبان آلودہ نہین کرتے ہین

صلی اللہ علیہ وسلم کو فقیری کا عیب لگاتی تھی اور خود ایسی بخیل تھی کہ باوجود کثرت مال کے ایندھن کا گٹھا جنگل سے لادلاتی تو
اللہ تعالے نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسکو عار دلایا مترجم کہتا ہی کہ اسمین نکتہ لطیف ہے جو عنقریب ظاہر
ہوگا۔ ابن زید رح نے کہا کہ یہ عورت ببول وغیرہ کے کانٹے لادلاتی اور رات مین اُس راستے مین پھیلاتی جدھر سے آنحضرت صلعم
واصحاب مسجد مین آتے جاتے تھے (مکہ مین یہ راستے بطور نالے کے تھے) ولیکن آنحضرت صلعم کے لیے ریشم ہوجاتے ایک روز یہ عورت کریل
وغیرہ کے سخت کانٹے جمع کرکے چلی اور چھال کی رسی بٹ کر اس پشتارہ سے باندھی اور حمالون کی طرح سے اُسکا ایک پھیرا اپنی پیشانی پر لائی تاکہ
لانے مین آسانی ہو۔ راہ مین ایک پتھر ٹیک لگاکر سستانے لگی یکایک بھاری پشتارہ کھسکا اور وہ پھیرا اسکی گردن مین آگیا
اور پشتارہ نے جھونکا کھایا تو اسکی گردن گھٹ گئی اور پتھر بھی کھسک پڑا پس وہ تڑپ کے مرگئی اور رازی وغیرہ نے لکھا کہ بحکم الٰہی
فرشتے نے پیچھے سے وہ پشتارہ کھینچا کہ اسکا گلا گھٹ گیا اور جہنم واصل ہوئی اسلیے فرمایا۔ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ
اسکی گردن مین رسی مانجھی ہوئی ف جوہری رح نے کہا کہ مسد چھال اور مسد اس رسی کو بھی کہتے ہین جو چھال وغیرہ سے
مضبوط بٹی ہو اور کبھی وہ بال وچمڑے کی ہوتی ہی (ابن کثیر رح) خطیب ورازی وغیرہ نے لکھا کہ مسد مقل کی چھال اور
بعض نے کہا کہ کسی چیز کی چھال ہو ابو عبیدہ رح نے کہا کہ اونٹ وغیرہ کے بالون کی رسی۔ حسن رح نے کہا کہ مسد ایک درخت
یمن مین ہوتا ہی جسکی رسیان بٹی جاتی ہین۔ ضحاک وغیرہ نے کہا کہ یہ صورت اس رسی کی دنیا مین ہی اور یہ عورت آنحضرت
صلعم کو محتاجی سے عار دلاتی تھی اور خود مسد کی رسی لیکر ایندھن لادلاتی تھی اللہ تعالے نے اسی رسی سے اُسکی گردن گھونٹ کر ہلاک کیا
اور آخرت مین یہ رسی آگ کی ہوگی مترجم کہتا ہی کہ اس عورت نے اپنے احمق شوہر کو رسول اللہ کی عداوت پر آمادگی دلائی اور خود
یہانتک دشمن ہوئی کہ جنگل سے ایندھن مین کانٹے لادلاتی تاکہ رسول اللہ ومومنین کی راہ مین ڈالے اور یہ دلیل ہی کہ اس کافرہ
کے دل مین ایمان کے لیے آخری کمتر درجہ کی بھی جگہ نہ تھی کیونکہ حدیث صحیح مین ہی کہ ایمان کچھ اوپر ستر شاخ ہی ان مین سب سے کمتر یہ کہ راستے
سے ایذا کی چیز ہٹادے معہ یہ کافرہ اس سے بڑھ کر راستہ مین کانٹے ڈالتی تھی تو اُسکی سزا یہ جہنم مین اسی قسم کا عذاب پاویگی یعنے
جہنم کے آتشی کانٹے اُسکو لادنا پڑینگے اور یہان جو مسد کی رسی لگاتی تھی وہ وہان آتشی ہوگی تو اس عذاب ومصیبت مین خود گرفتار
ہوگی پھر چونکہ اپنے شوہر ابولہب کی مددگار تھی لہذا ابن کثیر رح نے لکھا کہ وہان جہنم مین اس عذاب سے کانٹون کے گٹھے لادکر
لایا کریگی اور اپنے شوہر ابولہب پر جھونکیگی تاکہ اسکی مددگاری کا نتیجہ پاوے اور صیغہ مشتق حمالۃ الحطب سے معلوم ہوا کہ یہ
عورت اسی کام کے لیے مستعد رکھی گئی ہی۔ فی جیدہا حبل من مسد۔ اسکی گردن مین مسد کی رسی ہی۔ عروہ رح ومجاہد رح نے کہا کہ مسد
آگ کا ہی مجاہد وعکرمہ وحسن وقتادہ وثوری وسدی رحمہم اللہ تعالے نے کہا کہ حمالۃ الحطب ۔ اسلیے کہ وہ چغلخوری ولگائی بجھائی
کرتی پھرتی تھی۔ اسی قول کو شیخ ابن جریر رحمہ اللہ تعالے نے پسند کیا (ابن کثیر رح) مترجم کہتا ہے کہ اس قول کا خلاصہ یہ
ہی کہ عرب کے محاورہ مین لکڑیان لادنا چغلخوری سے کنایہ ہے کیونکہ چغلخور کو آگ لگانے والا کہتے ہین جو زیادہ مفسد ہوا تو کہتے ہین
کہ آگ لگانے کے لیے لکڑیون کا پشتارہ لادے پھرتا ہی اور اس سے بڑھکر ہو تو کہتے ہین کہ گیلی لکڑیان لادے پھرتا ہے
اسلیے کہ گیلی لکڑی سے دھنوان بھی اُٹھتا ہی پس معنے حاصل یہ کہ قولہ تعالے وامراتہ حمالۃ الحطب اور آگ مین گھسیگی وہ اُسکی
جورو جو لگائی بجھائی سے آگ بھڑکانے کو لکڑیان لادنے والی ہی یہی اُسکی عادت ہی۔ ابن عباس رض سے بروایت عوفی رح

منقول

نہ دی صرف اسی قدر آدمی لیکر روانہ ہوے وہ بھی زرہ وسامان سے کثیر نہ تھے اور ادھر قافلہ والون نے مکہ والونکو خبر دی کہ جلدی بچانے دوڑو پس ہزار آدمی جنگی مسلح نکل پڑے اور دور چلکر قریب بدر کے معلوم ہوا کہ قافلہ جانب ساحل بحر قلزم کا راستہ کاٹ کر بچ گیا اکثر اشراف قریش نے کہا کہ اصحاب محمد (صلعم) کیطرف جانا فضول ہی لیکن ابوجہل وغیرہ نے نہ مانا حتی کہ بدر مین آیا وہان رسول اللہ صلعم مع اصحاب تھے آنحضرت صلعم نے مشورہ لیا تو مہاجر و انصار نے صاف کہا کہ ہم لوگ مثل اصحاب موسی عم کے آپ سے یہ نہین کہینگے کہ اذہب انت وربک فقاتلا الآیہ۔ یعنے اے موسی تم اور تمھارا رب جاکر لڑو ہم تو یہان بیٹھے ہین۔ ھ۔ بلکہ ہم کہتے ہین کہ آپ اگر قریش سے قتال کرنا چاہین تو ہم حضور کے تابع ہین آپ خوش ہوے اور قریش مین ابوجہل وغیرہ نے عداوت سے سب کو برافروختہ کر دیا کہ ضرور مسلمانون کو قتل کرو۔ اس دشمن نے دیکھا کہ یہ لوگ بہت کم ہین ضرور سب مارے جاوینگے بلکہ اصحاب رضی اللہ عنہم بھی یہی گمان کرتے تھے کہ ہم لوگ شہید ہونگے ولیکن جب لڑائی شروع ہوئی تو اللہ تعالے نے ملائکہ مدد کے لیے بھیجے اور کفار مانند ابوجہل وغیرہ کے بکثرت مارے گئے اور گرفتار ہوے اور کافرون کو ابلق گھوڑون پر مسلح سوار نظر آتے تھے جس سے وہ بہت خائف تھے۔ یہ تمام سامان بدیہی معجزہ کر دیا۔ اس لڑائی مین ابولہب نہین آیا تھا ولیکن اُسکا بھتیجا جسکا نام ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب تھا یہان سے بچکر بھاگا جب مکے مین پہونچا تو بدحواس تھا۔ ابورافع رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ مین عباس رضہ کا غلام تھا۔ زمزم پر پیالے بناکر رکھتا اُسوقت ام الفضل زوجۂ عباس بھی زمزم پر تھین اور ابولہب بھی آکر بیٹھا تھا کہ یہ ابوسفیان بھاگا ہوا پہونچا۔ ابولہب نے پوچھا کہ بھتیجے کیا ہوا اُسنے کہا کہ اے چچا کچھ نہ پوچھو ہم نے جانا تھا کہ ابھی ہم اصحاب مدینہ کو باندھ لینگے یکایک ایک ہول وخوف طاری ہوا اور آسمان وزمین کے درمیان ابلق گھوڑون پر ہولناک سوار نظر آئے اور صحابہ مدینہ ہم پر حملہ آور ہوے جسکو چاہا قتل کیا اور جسکو چاہا باندھ لیا ابورافع نے کہا واللہ یہ ابلق سوار فرشتہ تھے ابولہب جل گیا اور مجھے اُٹھاکر پٹک دیا مین کمزور آدمی تھا مایوس ہوگیا وہ میرے سینہ پر بیٹھکر مجھے مارنے لگا ام الفضل کو غصہ آگیا اُسنے لاٹھی اُٹھاکر ابولہب کے سر پر ماری کہ اُسکا سر زخمی ہوگیا اور کہا کہ اُسکا آقا (عباس) باہر گیا ہی تو وہ اسطرح ذلیل کیا جاتا ہی اور واللہ اُسنے سچ کہا اور واللہ ہم لوگ عرصہ سے مسلمان ہین اور ابولہب ذلیل ہوکر پھر گیا واللہ اُسکے ساتوین روز اُسکے بدن پر چیچک نکلی اور اُسکی آل واولاد نے ڈر کے مارے اُس سے کنارہ کیا اور مر گیا تو کسی نے اُسکو نہ اُٹھایا حتی کہ وہ سڑ گیا آخر وہی کوٹھری اُس پر گرادی گئی۔ یہی اُسکی زوجہ حمالۃ الحطب تو اُسکا حال آئندہ ظاہر ہوگیا **خطیب** وغیرہ نے لکھا کہ اللہ تعالے نے قرآن مین سوائے مریم رضہ کے کسی عورت کا نام نہین ذکر کیا اور مریم کی نسبت مشرکین نصاریٰ نے ایسا سخت کلمہ کہا کہ زبان سے بیان نہین ہوسکتا اور اہل شرافت مین معروف ہی کہ بھری محفل مین اپنی زوجہ کا نام نہین لیتے تو اللہ تعالے نے مریم کو جو اُسکی صدیقہ مومنہ بندی تھی صریح نام سے بیان فرمایا اور باقی کسی عورت کا نام ذکر نہ کیا تاکہ اہل ایمان کو ادب حاصل ہو اسطرح بیان زوجۂ ابولہب فرمایا اور اُسکی کنیت ام جمیل نہین کہی جیسے ام موسی فرمایا ہی کیونکہ یہ عورت درحقیقت ام القبیح تھی علاوہ ازین ایسا نام رکھنا جس سے تعریف نکلے مکروہ ہی چنانچہ **شیخ بقاعی** رح نے کہا کہ ناصر الدین وغیرہ کے مانند لقب رکھنا مکروہ ہی اقول اور مکروہ نام جو شرع مین مذموم ہو جیسے عاصی پر معاصی اور خاکسار ہیچ میرز وغیرہ بھی مکروہ ہین اگر کہو پھر اس کو حمالۃ الحطب ایندھن لادنے والی فرمایا گیا (جواب) ہان یہ اُسکی حقیقت ہے قتادہ رح نے کہا کہ یہ عورت جہنمیہ آنحضرت

بکثرت بچھادیتی تھی اور اُسکا بیٹا عتبہ بن ابی لہب بھی آنحضرت صلعم کا سخت دشمن تھا اوران سب کا انجام بہت خراب ہوا واضح ہو کہ فتح البیان مین نقل کیا کہ عتبہ مسلمان ہوگیا اور عتیبہ کافر راہی ولیکن شیخ ابن کثیرؒ نے سابق مین عتبہ کی ہلاکت کا ذکر لکھا تھا اور خطیبؒ نے بیان لکھا کہ عتبہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیہودگی سے ایذادی یعنی آپکی صاحبزادی کا نکاح عتبہ کے ساتھ ہوا تھا ہنوز رخصتی عمل مین نہین آئی تھی کہ ابولہب وام جمیل کے کہنے سے عتبہ نے جاکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو سخت کلامی کے ساتھ آپ کی صاحبزادی کو طلاق دی آپ نے بددعا کی کہ الٰہی اسپر اپنے کتون مین سے ایک کتا مسلط کر یہ بددعا سنکر اس کافر کے ہوش جاتے رہے اور ابولہب بھی خوفناک ہوا پھر ابولہب اُسکو لیکر معمول کے موافق شام کی طرف تجارت کے لیے قریش کے قافلے کے ساتھ گیا اور سب سے التجا کرتا تھا کہ اس بددعا سے میرے لخت جگر کو بچانا جب منزل پر سوتے تو اُسکو بیچ مین کر لیتے ایک منزل پر رات کیوقت راہب نے کہا کہ تم لوگ یہان کیون آئے ہو یہان شیرلاگو ہے۔ ابولہب بہت خوفناک ہوا قریش اُسکی گھبراہٹ سے ہنستے تھے آخر عتبہ کو سب اسباب کے درمیان مین لٹایا اور تجارت کی گونین اُسکے گرد لگائین اور سب لوگ مسلح اُسکے گرد حلقہ کرکے لیٹے اور اونٹ اپنے گرد باندھے تاکہ شیر اگر آوے تو پہلے اونٹون پر حملہ کرے گا تب ہی ہم لوگ بیدار ہوجاوینگے ورنہ پہلے ہم لوگ ہین اور عتبہ تو اُسکو نظر بھی نہ آویگا ابولہب مطمئن ہو کر جاگتا رہا اور کافر لیے بیٹھا تا کہ اللہ تعالے نے اپنے حبیب رسول علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی ہے اور جو اللہ تعالے چاہے تمام مخلوقات اُسکے قبضۂ قدرت مین اُسی کے حکم کے مطیع ہین چنانچہ رات کو شیر آیا اور اللہ تعالے نے اونٹون پر تسکین ڈالدی وہ بیفکر بیٹھے رہے اور شیر اونٹون سے تجاوز کرکے آدمیون پر آیا اور ان سب پر خواب مسلط تھا اُسنے سبکو سونگھا اور ہر ایک کے پاس اپنے پنجون اور بالون سے نشان چھوڑ دیا پھر تڑپ کے اوپر گیا اور عتبہ کا سر ٹکڑے کردیا اور دل وجگر پھاڑ ڈالا اور اسمین سے کچھ نہین چھوا بلکہ تڑپ کر چلا گیا جب صبح کو یہ لوگ جاگے تو اپنے منھ کے پاس شیر کی علامت دیکھکر متوحش ہوے ہر ایک نے کہا کہ شیر میرے پاس آیا تھا اور ابولہب نے سامان کی گونین جلدی ہٹائین تو دیکھا کہ وہ خون مین بھیگی ہین اور عتبہ کا یہ حال فظیع دیکھا عجب ہے کہ باوجود اسکے ان لوگون کو اللہ تعالے کی عظیم قدرت کی سمجھ نہوئی اللھم رب اجعل المعرفۃ فی قلوبنا برحمتک انک انت الوہاب۔ اگر کہو کہ (ماکسب) یہ ولد کیونکر ہے (جواب) ہان حدیث مین بھی آیا ہے کہ آدمی جو کچھ سب سے زیادہ پاکیزہ کھاتا ہے وہ ہے جو اُسنے کمائی سے کھایا اور اُسکا فرزند اُسکی کمائی ہے (حدیث صحیح الاسناد) بالجملہ عتبہ یا عتیبہ نے تو حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی سے یہ نتیجہ پایا۔ رہا خود ابولہب تو اُسکو اللہ تعالے نے چندروز اس رنج وغم مین زندہ رکھا حتی کہ اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عروج اور اپنی قوم کی بربادی دیکھ لی یعنے جب آنحضرت صلعم نے مدینے کی جانب ہجرت فرمائی اور اہل مدینہ ایمان لائے تو ابولہب وغیرہ کو رنج وغم ہوا پھر ہجرت کے دوسرے سال اللہ تعالے نے قریش کو دکھلایا کہ اللہ تعالے قادر عزیز قاہر ہے کہ وہ چاہے تو جیسے اپنے رسول کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے کیا اسیطرح کافرون کو ایک دم مین مٹادے ولیکن یہ طریقہ حکمت ہے تاکہ اہل یقین جانین فدا کرکے درجات شہادت پاوین اور کفار جہالت مین درکات جہنم مین جاوین لہذا مقام بدر مین بغیر وعدہ وقرارداد کے دونون فریق کو جمع کردیا اور اسکی صورت یہ ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے مین یکایک فرمایا کہ جلد میرے ساتھ چلو کہ قریش کے قافلے کا تعاقب کرین جو شام سے تجارت کرکے مکہ جاتے ہین اُسوقت جسکو خبر ہوگئی وہ آیا اور یہ لوگ تین سو تیرہ [۳۱۳] تھے اور آپ نے باقیون کو اطلاع

اول جملہ خبریہ گویا بددعا کا جواب ہو جس سے ابولہب کے ہاتھون کی سعی وکوشش کی بربادی بتلائی یعنے ابولہب کے دونون ہاتھون نے جو کچھ کمایا وہ سب ہلاک وبرباد ہوا (وتب) اس سے خود ابولہب کی جان کی ہلاکت ہے یعنے اور وہ خود بھی ہلاک ہوا تو خلاصہ یہ کہ ابولہب کی دنیاوی کمائی افعال واقوال کی برباد ہوئی اور وہ خود بھی ہلاک ہوا۔ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ۔ نہ آڑے آیا اُسکا مال اور نہ جو کمایا ف یعنے اُسکے مال نے اور اُسکی کمائی نے اُسکو عذاب آخرت سے نہین بچایا اور کچھ بھی اُسکے کام نہ آیا اگر کہو کہ ابولہب کی جگہ نام عبدالعزیٰ کیون نہ ہوا حالانکہ لہب اُسکا بیٹا نہ تھا بلکہ کنیت اُسکی ابوعتبہ تھی (جواب) اللہ تعالے نے کلام حق مین کسی مشرک کا باطل نام نہین لیا اور عبدالعزیٰ باطل ہے کیونکہ اسکے معنے یہ کہ یہ شخص بی بی عزیٰ کا بندہ ہے یہ غلط باطل ہے اور ابولہب اُسکے انجام سے مناسب ہے چنانچہ فرمایا۔ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ۔ اب پیٹھ جاویگا آگ مین جو لپٹ مارتی ہے ف تو معلوم ہوا کہ لہب والی آگ کے لیے ابولہب ہے اگر کہا جاوے کہ مال تو کمائی ہوتا ہے پھر یہان کیا معنے ہین کہ دونون مذکور ہین (جواب) کمائی حقیقت مین وہ ہے جو آدمی کے ساتھ آخرت مین جاوے اور وہ اقوال وافعال ہین اور ابولہب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کمائی اور اللہ تعالے سے شرک وکفر کیا تو یہ کچھ اُسکے واسطے آگ سے مانع نہوا بلکہ یہ خود اُسپر آگ ہے اور اس قول مین یہ تردد ہے کہ مال آدمی کے ساتھ نہین جاتا اور جواب یہ ہو سکتا ہے کہ مال سے اُسنے ایسا نفع نہ لیا جو کام آتا مثلاً رضاے الٰہی مین خیرات کرتا اول یہان معتمد تفسیر وہ ہے جو سلف صالحین سے آئی ہے یعنے (ماکسب) سے مراد فرزند ہے ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن عباس رض وغیرہ نے کہا کہ (ماکسب) یعنے اُسکی اولاد اسکے مثل حضرت عائشہ ومجاہد وعطاء وحسن وابن سیرین سے مروی ہے اور معنے یہ کہ ابولہب کو اُسکا مال واولاد کام نہ آئے یعنے عذاب الٰہی سے بچانے مین آڑے نہ آئے۔ ابن مسعود رض سے روایت کیا جاتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم قریش کو ایمان توحید کی دعوت فرمائی تو ابولہب کہنے لگا کہ اگر یہ بات صحیح ہوگی تو قیامت کے روز مین اپنا مال واولاد دیکر اپنی جان چھڑا لونگا پس اللہ تعالے نے اُسکو مایوس کر دیا بقولہ تعالے ما اغنی عنہ مالہ وماکسب سیصلی نارًا ذات لہب۔ یعنے ابولہب کے کام نہ آیا اُسکا مال واولاد اب وہ لہب والی آگ مین گھسیگا۔ ذات لہب یعنے ایسی آگ ہے کہ جسکا ایندھن آدمی وجن وپتھر ہین اپنی لپٹین مارتی ہے تو ظاہر ہوگیا کہ وہ سخت سوزان ہے پھر دیکھو کہ ابولہب اس آگ مین گیا تو اکیلا نہین بلکہ۔ وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ اور اُسکی جورو ایندھن لانے والی ف وہ بھی اسی آگ مین گھسیگی یہ عورت بھی اپنی ہمجنس لات وعزیٰ کی پوجا کرنے مین بڑی سخت گمراہ تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی رکھنے مین اپنے شوہر ابولہب کی بڑی مددگار تھی تو جہنم کی نار ذات لہب مین اُسکے ساتھ گھسی اس عورت کو ام جمیل کہتے تھے اور اسکا نام اردیٰ بنت حرب بن امیہ تھا یہ ابوسفیان بن حرب کی بہن تھی اللہ تعالے نے اسکی صفت مین فرمایا حمالۃ الحطب۔ ایندھن کی لادنے والی۔ حمالۃ صیغہ مبالغہ ہے اور یہ صیغہ اُس وقت اطلاق ہوتا ہے جب کسی کی معمولی عادت ہو کیونکہ دوچار دفعہ اگر کسی عورت نے ایندھن اپنے اوپر لادا تو حمالہ نہین کہلاتی جب تک کہ معمولی عادت نہو۔ روایت ہے کہ یہ عورت بخیلی کی وجہ سے جنگل کی لکڑیان اپنی اوپر لادا لایا کرتی تھی جب اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت پیدا ہوئی تو لکڑیون مین بہت سے کانٹے لادلاتی اور جس راستہ سے آنحضرت صلعم وآپ کے اصحاب مسجد جاتے تھے دہان

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو باغیون نے شہید کیا تو عام ہیبت طاری ہوئی اور لوگون نے سنا کہ ایک ہاتف غیب آواز سے یہ شعر پڑھتا ہی؂ لقد خلوک وانصرفوا + فما آلوا وما رجعوا + ولم یوفوا نذورہم + فتبا للذی صنعوا + یعنے تجھے چھوڑ کر چل دیے نہ لوٹے اور نہ پھرے + اور نہ اپنی نذرین پوری کین + پس ہلاکی ہی جس لیے یہ کیا۔ بالجملہ یہان بھی ابولہب پر بد دعا ہی کہ اُسکے دونون ہاتھ ہلاک ہوے۔ بعض نے کہا کہ دونون سے اسکی دین ودنیا مراد ہی (السراج) مین کہتا ہون کہ یہ بات ابولہب کے حق مین ٹھیک اُتری کیونکہ اُسکی دنیا بھی برباد ہوئی اور آخرت مین عذاب شدید مین مبتلا ہوا ولیکن اصح اقوال یہ کہ ابولہب کے دونون ہاتھ ٹوٹے اور وہ ہلاک ہوا۔ اس صورت مین دونون جملہ خبریہ ہین اور اعلان فرمایا کہ اس بدبخت کے حق مین یہ حکم الٰہی واقع ہو چکا اور معجزۂ نبوت واضح ہی اسلیے کہ یہ معاملہ مکے مین شروع ایام مین ہوا تھا اور کیونکر معلوم ہو سکتا تھا کہ ابولہب اسلام نہین لاویگا حالانکہ ابھی جوان تھا اور آیندہ ذکر آتا ہی ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہ ابولہب فرزند عبد المطلب تھا اسکا نام عبد العزی تھا یہ بھی حضرت کا چچا تھا (اقول ولیکن آپ کے والد عبد اللہ اور ابوطالب ایک مان سے ابولہب دوسری مان سے تھا) اور اسکی کنیت ابوعتبہ تھی اور ابولہب اسلیے کہلاتا تھا کہ اسکا چہرہ سرخی مائل چمکدار تھا جیسے آگ کی لپیٹ ہوتی ہی اسکو عربی مین لہب کہتے ہین یعنے جیسے اردو مین چمکدار چہرے کو کہتے ہین کہ اُسکا چہرہ دمکتا ہی اور مین کہتا ہون کہ آنکھون سے بھینگا اور پائون سے کج تھا۔ م۔ اور یہ چچا ہو کر آپکا دشمن تھا اور بعد وفات ابوطالب کے اسنے آپ سے بہت عداوت ودشمنی ظاہر کی اور طرح طرح کی ایذا دی چنانچہ امام احمد نے مسند کیا کہ ربیعہ بن عباد دیلی نے کہا کہ جب مین مشرکون مین تھا تو مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذی المجاز کے میلہ مین دیکھا کہ آپ یہ فرماتے ہین کہ ای لوگو لا الٰہ الا اللہ کہو تو فلاح پاؤ اور لوگ آپ کے گرد جمع تھے اور مین نے دیکھا کہ آپ کے پیچھے ایک شخص ہی اسکا چہرہ دمکتا ہی آنکھون سے بھینگا اور پائون سے ظاہر کج یعنے پھیلا ہوا ہی وہ لوگون سے کہتا تھا کہ یہ دین سے پھر گیا ہی جھوٹا ہے اور مین نے دیکھا کہ جہان آنحضرت جاتے وہ آپ کے پیچھے پیچھے پھرتا تھا تو مین نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے لوگون نے کہا کہ یہ اُسکا چچا ہی ابوالزناد راوی نے کہا کہ مین نے ربیعہ رض سے پوچھا کہ تم اُس زمانہ مین چھوٹے نابالغ ہوگے ربیعہ نے کہا کہ نہین واللہ مجھے ہوش ہی کہ مین بھری مشک لاتا تھا محمد بن اسحق تابعی نے کتاب السیرہ مین ربیعہ بن عباد دیلی رضی اللہ عنہ سے اس قصہ کو اسطرح روایت کیا کہ مین اپنے باپ کے ساتھ نوجوان تھا مین دیکھتا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عرب کے قبائل کے پاس جاتے اور کھڑے ہو کر فرماتے کہ ای بنی فلان مجھے اللہ تعالے نے تمھاری طرف رسول بھیجا ہی مین تم کو حکم سناتا ہون کہ اللہ تعالے کی توحید کرو اور اُسکے ساتھ شرک نہ کرو اور مجھے سچا رسول مانو اور میری نصرت کرو تاکہ اللہ تعالے کا پیام پورا کرون جب آپ فارغ ہوتے تو آپ کے پیچھے ایک شخص اس شکل کا تھا وہ کہتا کہ ای بنی فلان یہ شخص تم سے چاہتا ہی کہ لات وعزی سے منحرف ہو جاؤ اور جن مین سے جو تمہارے حلیف ہین مالک بن اقیش کے خاندان سے انکو بھی چھوڑ دو اور یہ جو کچھ انوکھی بدعت وضلالت لایا ہی اسکے تابع ہو جاؤ تم لوگ خبردار اسکی بات نہ سنو اور نہ اسکے تابع ہو مین نے اپنے باپ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہی اُسنے کہا کہ یہ اُسکا چچا ابولہب ہی (رواہ احمد والطبرانی) معنے یہ کہ ابولہب کی سعی وکوشش سب خواری مین پڑے یعنے بد دعا ہی (وتب) اور یہ بربادی وخسارت اسپر واقع ہوگئی چنانچہ ابن مسعود رض کی قراءت مین (وقد تب) آیا ہی مترجم کہتا ہی کہ اس صورت مین ظاہر یہ تھا کہ (وقد تبتا) بصیغہ تثنیہ ہوتا کیونکہ ضمیر (یدان) کی جانب ہوتی لہذا اولی یہ ہی کہ

ولیکن دشمنی رکھتا تھا اور اُسکی زوجہ بھی دشمن تھی آخر دونون سخت عذاب مین راندے گئے نعوذ باللہ من ذلک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ○ سَيَصْلٰى

ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے اور ٹوٹ گیا وہ آپ کام نہ آیا اسکو مال اسکا اور نہ جو کمایا اب بیٹھے گا

نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ○ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ○ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ○

ع ۵

ڈیگ مارتی آگ مین اور اُسکی جورو سر پر لیے پھرتی ایندھن اسکی گردن مین رسی ہے مونج کی

امام بخاری وغیرہ وطحاوی رحمہ نے باسانید صالحہ جیدہ حدیث ابوہریرہ رضہ سے اور بسند صحیح حدیث ابن عباس رضہ سے روایت کیا اور دونون کا خلاصہ یہ ہے کہ جب نازل ہوا قولہ تعالے وانذر عشیرتک الاقربین۔ یعنے اپنے اقرب خانوادون کو عذاب الٰہی کا ڈر سنا دے۔ مد۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطحاء مین جا کر کوہ صفا پر چڑھے اور بلند آواز سے پکارا۔ یاصباحاہ (یہ کلمہ عرب مین اسلیے معروف تھا کہ کوئی ہولناک امر ہی تو فورًا اس آواز کی جانب جمع ہو جاتے تھے) اور آپ نے ہر ایک خاندان کا نام لیا کہ اے بنی عدی اور اے بنی قصی و اے بنی کنانہ خاندان قریش کے نام لیے پس سب اس پہاڑی کے گرد جمع ہوے اور جو شخص خود آنے سے معذور ہوا اُسنے اپنی طرف سے آدمی بھیجدیا اور قریش کے ساتھ مین ابولہب بھی آیا جب سب جمع ہوے تو آپنے فرمایا کہ اے قریش بتلاؤ کہ اگر مین تم کو خبر دون کہ تمھارا دشمن اس پہاڑ کے اوپر سے صبح یا شام تم پر گھات سے آتا ہی تو کیا تم میری بات سچ مانوگے کہنے لگے کہ ہان سچ جانینگے ہم نے تجربہ کیا کبھی آپنے جھوٹ زبان سے نہین کہا بلکہ ہمیشہ سچ کہا ہی تب آپ نے فرمایا کہ اے قریش مین تم کو سچ خبر سناتا ہون کہ تمھارے سامنے عذاب شدید ہی اے گروہ قریش اپنی جانین عذاب الٰہی سے خرید و اپنی جانین آگ سے چھڑاؤ اے بنی قصی اور اے بنی کعب بن لوی و اے بنی عبد مناف و اے بنی ہاشم و اے بنی عبد المطلب اپنی اپنی جانون کو عذاب سے چھڑاؤ اے عباس بن عبد المطلب اپنی جان کو عذاب سے بچا مین تجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہین بچا سکتا پھر اسیطرح آپ نے صفیہ بنت عبد المطلب سے اور فاطمہ بنت رسول اللہ سے فرمایا یعنے بدون ایمان توحید کے مین تم مین سے کسیکو اگرچہ میری اولاد ہو آگ سے جو عذاب الٰہی ہی نہین بچا سکتا ہون ولیکن تمھارا حق قرابت ہی تو وہ عنقریب بتلیہ حق سلوک سے تازہ کرونگا اتنے مین ابولہب اٹھا اور ہاتھ جھاڑ کر کہنے لگا کہ تبًا لک سائر الیوم۔ کیا اسیواسطے ہم کو جمع کیا تھا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ۔ ٹوٹے دونون ہاتھ ابولہب کے۔ وَّتَبَّ۔ اور وہ ٹوٹا ف بعضے لوگون نے روایت کی کہ ابولہب نے کنکر اُٹھا کر پھینک مارا تھا لہذا فرمایا کہ تبت یدا ابی لہب۔ یہ جملہ اسپر بددعا ہی اور (وتب) جملہ خبریہ ہی یعنے یہ بددعا واقع ہو گئی خطیب رحہ نے لکھا کہ ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ۔ تبت خابت۔ یعنے خواری خسارہ مین پڑے اسکے مانند قتادہ رحہ نے کہا۔ سعید بن جبیر رحہ نے کہا کہ یعنے ہلاک ہوے کیونکہ تباب بمعنے ہلاکت ہی اقول یہ محاورہ ہی جیسے ہمارے یہان کہتے ہین کہ اُسکے ہاتھ ٹوٹین مراد اس سے اسکا سب تن بدن ہی اور یمان بن رباب نے کہا کہ یہ محاورہ ایسے موقع پر بولتے ہین جہان ہر بھلائی سے مایوس کرنا مقصود ہوتا ہی چنانچہ اصمعی رحہ نے ابوعمرو بن العلاء سے نقل کیا کہ

جب آپ پر وحی آتی تھی تو ہم سب فوراً پہچان جاتے کسی پر مخفی نہین رہتی تھی اور اُس حالت مین کوئی اپنی نظر آپ کی طرف نہین اُٹھاتا تھا یہانتک کہ وحی پوری ہوجاوے جب وحی ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اے انصار تم نے یہ کہا کہ مجھے اپنی قرابت کی جانب رغبت و مہربانی پیدا ہوئی ہے اُنھون نے عرض کیا کہ ذکر تو کیا گیا ہے آپ نے فرمایا کہ ہرگز نہین مین تو اللہ تعالے کا بندہ و اسکا رسول ہون مین نے اللہ تعالے کے واسطے تمھارے وطن مین ہجرت کی زندگی تمھارے ساتھ ہے اور موت تمھارے یہان ہے۔ انصار یہ سُنکر رونے لگے اور عرض کرنے لگے کہ واللہ یا رسول اللہ یہ جو کچھ ہم نے آپس مین کہا تھا اللہ و رسول کے ساتھ بخل ہی کی وجہ سے کہا تھا (یعنے ہم غمدیدہ تھے کہ شاید آپ ہم کو چھوڑ دین گے اور ہمارے دل آپ کو دینے پر کسی طرح راضی نہین ہوتے تھے اسی غم مین ہم نے یہ ذکر کیا تھا) آپ نے فرمایا کہ پھر اللہ و رسول تمھاری بات سچ مانتے اور تم کو معذور رکھتے ہین (رواہ الطحاوی وابوداؤد) اور طحاوی نے اسکو دوسرے طریق سے مسند کیا اور ہمین انصار کو بلا کر یہ فرمایا کہ تم لوگ یہ راستہ اختیار کرو جو کوئی تم کو راہ مین ملے اسکو قتل کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوے اور اللہ تعالے نے انپر مکہ فتح کردیا اور اہل اسلام مین سے کوئی مقتول ہوا سوا ے چار آدمیون کے اور ابوہریرہ رضہ نے کہا کہ قریش کے صنادید مشرکین کعبہ مین داخل ہوگئے تھے اور اُنکا گمان یہ تھا کہ تلوار اُن سے نہین اُٹھائی جائیگی پھر آنحضرت صلعم نے طواف کرکے دو رکعتین پڑھین اور جاکر دروازۂ کعبہ کے دونون بازو پکڑکر فرمایا کہ تم لوگ کیا کہتے اور کیا گمان رکھتے ہو اُنھون نے کہا کہ ہم لوگ یہ کہتے ہین کہ حضرت ہمارے بھائی اور چچا کے بیٹے حلیم رحیم ہین آپ نے فرمایا کہ آج مین بھی وہی کہتا ہون جو یوسف نے بھائیون سے کہا تھا کہ لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین (آج تمپر ملامت نہین ہے اللہ تعالے تم کو بخشیگا وہ ارحم الراحمین ہے) یہ سُنکر وہ لوگ بکثرت منتشر نکل پڑے گویا قبرون سے نکلے ہین پھر اسلام مین داخل ہوے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب الصفا سے نکلے الحدیث بطولہ طحاوی رحمہ اللہ تعم نے کہا کہ یہ صریح ہے کہ پہلے سے اُنکو امان نہ تھی ورنہ کیا آنحضرت صلعم سے بیشتر امان حاصل کرکے پھر یہ خوف رکھتے تھے کہ تلوار انپر سے نہین اٹھائی جاویگی یہ محض باطل خیال ہے بلکہ دل آپ نے بزور شمشیر فتح کیا پھر احسان کرکے اُنکو معاف کردیا۔ اقول بغوی رح وغیرہ کی روایت مین بھی ہے کہ آپ نے صنادید قریش سے جو کعبہ مین تھے یہ فرمایا کہ جاؤ تم لوگ آزاد کیے ہوے ہو اور طحاوی رح نے وہ احادیث مسند کین جن مین آپ نے عام خطبہ سنایا کہ مکہ معظمہ کو اللہ تعالے نے آسمان و زمین پیدا کرنے کے روز حرام کیا وہ اول سے آخر تک محترم ہے اور میرے لیے فقط دن کی ایک ساعت مین حلال کردیا گیا تھا اب آج اسکی حرمت نے عود کیا جیسے کل اسکی حرمت تھی آخر تک یہ احادیث طوالانی ذکر کین اور بیشک ظاہر احادیث سے یہی نکلتا ہے کہ آپ نے مکہ بزور شمشیر فتح کیا ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب

سورۃ تبّت مکیۃ وھی خمس آیات

اس سورۃ کا نام سورۂ تبت اور سورۂ ابی لہب بھی ہے اور یہ سورہ بلا خلاف مکے مین نازل ہوا لہذا مکیہ ہے اور یہی ام المومنین عائشہ و ابن عباس و ابن الزبیر رضی اللہ عنہم سے صریح منصوص ہے اور اسمین پانچ آیات ہین اور تیئیس (۲۳) کلمات ہین اور سنتر حروف ہین ابولہب کا نام عبدالعزی بن عبدالمطلب تھا یہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا

ہم تو صلح کی وجہ سے امان مین ہین ولیکن بات یہ کہ اُنکو اپنی بدعہدی سے معلوم تھا کہ ہم نے صلح توڑ دی ہی۔ طحاویؒ نے حدیث
ام ہانی رضی اللہ عنہا سے دلیل پیش کی کہ جب رسول اللہ صلعم مکے مین اُترے تو میری سسرال کے دو شخص مخزومی بھاگ کر میرے
پاس چھپے پھر میرے بھائی علی بن ابیطالب میرے یہان آئے اور جب انکو معلوم ہوا تو کہا کہ مین انکو قتل کرونگا مین نے اُنکو کوٹھری مین
بند کر دیا اور مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی آپ اعلاے مکے مین اُترے تھے اس وقت غسل فرماتے تھے ایک کونڈے
کے پانی سے جسمین گوندھے آٹے کا اثر موجود تھا اور آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ آپ سے آڑ کیے ہوے تھین پھر نہا کر ایک کپڑے
سے التحاف کیا اور ضحٰی کی آٹھ رکعات پڑھکر سلام پھیرا تو فرمایا ام ہانی کو مرحبا ہی کس غرض سے آئی ہو مین نے قصہ عرض کیا کہ مین نے
مشرکین مین سے اپنے دو خسر الیون کو پناہ دی اور میرا بھائی علی رض اس تاک مین ہی کہ انکو قتل کرے آپ نے فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار نہین
ہی جسکو تو نے امان دی ہی ہم نے بھی اسکو پناہ دی (رواہ الطحاوی من وجوہ) پھر کہا کہ ام ہانی رض نے حضرت علی رض سے یہ نہ کہا کہ یہ دونو
مع اہل مکہ کے امان مین ہین تم انکو قتل نہین کر سکتے ہو اور نہ رسول اللہ صلعم نے حضرت علی رض کو اس قصد پر ملامت کی اور یہ ظاہر
ہی اور اس سے زیادہ واضح حدیث ابوہریرہ رض ہی پھر اسکو مسند کیا کہ عبد اللہ بن رباح نے کہا کہ ہم لوگ معاویہ بن ابی سفیان رض
کے پاس جاتے تھے اور ابوہریرہ رض ہمارے ساتھ تھے ابوہریرہ رض نے کہا کہ اے گروہ انصار تمھارے متعلق احادیث مین سے ایک
حدیث تمکو سناؤن پھر ابوہریرہ رض نے فتح مکے کا قصہ ذکر کیا اور کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پہونچے (یعنے قریب مکے کے) اسکی شرح
مین پہونچے تو زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو ایک بازو پر اور خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو دوسرے بازو پر اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو
رخ پر روانہ کیا ان لوگون نے بطن الوادی کا راستہ لیا اور رسول اللہ صلعم ایک رکن لشکر مین تھے پھر نظر مبارک اُٹھا کر مجھے دیکھکر فرمایا کہ
میرے واسطے انصار کو آواز دے اور سواے انصاری کے کوئی نہ آوے پس مین نے آواز دی اور انصار آ کر آپ کے گرد ہو گئے اُدھر قریش نے اپنے
اوباش کو آمادہ فساد کر دیا تھا وہ جمع تھے اور قریش کا مطلب یہ تھا کہ ان اوباش کو ہم آگے کرین اگر کچھ مطلب نکلا تو ہمارا بھی فائدہ
ہوگا اور اگر یہ لوگ مارے گئے تو جو کچھ ہم سے کہا جائیگا ہم اُسکو منظور کر لینگے پس جب انصار آ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اُنسے یہ حال فرمایا کہ قریش نے ایسا کیا ہی آگے یہ اوباش جب تم کو نظر آوین تو آپ نے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رگڑ دیا)
یعنے گھانس کیطرح کاٹ ڈالو یعنے جیسے کہتے ہین کہ پیس ڈالو یہانتک کہ صفا کے مقام پر مجھے ملنا پس انصار روانہ ہوے پس ہم مین
سے جو کوئی جس اوباش کو چاہتا قتل کر دیتا اُن مین سے کسی نے ہماری طرف رخ نہ کیا پس ابوسفیان نے کہا کہ یا رسول اللہ آج
قریش کی ہری کھیتی ناس ہوئی اب قریش کا وجود نہ ہوگا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی اپنا دروازہ بند کرلے اسکو امان ہی اور
جو کوئی ابوسفیان کے گھر مین آجاوے اُسکو امان ہی پس لوگون نے اپنے دروازے بند کر لیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑھکر
حجر اسود پاس آئے اور اُسکو بوسہ دیا پھر خانہ کعبہ کا طواف کیا تو دور مین آپکا گزر اُنکے ایک بت پر ہوا جسکو پوجا کرتے تھے
آپکے ہاتھ مین کمان تھی اور آپ کمان کی موٹھ لیے تھے جب اُس بت پر پہونچے تو اُسکی آنکھون مین کمان کی نوک سے چونکا دیتے اور
فرماتے کہ جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا۔ یعنے حق آیا اور باطل مٹا البتہ باطل تو نیست ہی۔ پھر جب طواف سے فارغ
ہوے تو جا کر صفا پر چڑھے جہان سے بیت اللہ نظر آتا تھا اور متوجہ ہو کر ہاتھ اُٹھائے اور بعد حمد و ثنا کے دعا مانگی اور انصار صفا
کے نیچے تھے اُن مین سے بعض نے کہا کہ آپکو اپنی قرابت کی جانب رغبت و مہربانی پیدا ہوئی ہی اور اُدھر آپ پر وحی طاری ہوئی اور

ہوا ہجرت کے اول سال کے قریب قریش سے بدر مین لڑائی ہوئی اور قریش مارے گئے بلکہ اکثر وہ شریر لوگ قتل ہوئے جو قوم کو جہنم مین لے جانے کے ساعی تھے جیسے ابوجہل و عتبہ و شیبہ وغیرہ پھر دوسرے سال جنگ احد واقع ہوئی اور چوتھے سال غزوۂ احزاب واقع ہوا جسکو جنگ خندق کہتے ہین اور بعض نے بدر کو دوسرے سال اور احد کو تیسرے سال اور خندق کو پانچوین سال قرار دیا کیونکہ شروع محرم سے ہجرت کا سال شمار کرنے مین ایسا واقع ہوتا ہے بہرحال جنگ خندق سے صحابہ رض کا امتحان اللہ تعالے نے اُٹھا دیا اور آیندہ فتح و نصرت متوجہ ہوئی۔ چھٹے سال آخر مین حدیبیہ مین اہل مکہ سے دس برس کے لیے صلح ہوئی جبکہ بد عہدی نہ کرین اور ساتوین سال آپ نے خیبر فتح کیا اور شاہان فارس و روم و مصر وغیرہ کو خطوط لکھے کہ دین حق اختیار کرین اور شروع آٹھوین کے قریب قریش نے بد عہدی کرکے خزاعہ پر جو آنحضرت صلعم کی صلح مین مشروط تھے بنو بکر بن وائل کو جو قریش کے حلیف تھے ہتھیار و لوگون سے مدد دی پس صلح ساقط ہوگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھوین سال ہجرت کے ماہ رمضان مین مکہ فتح کیا اور اُسکے بعد عرب کے قبائل نے جان لیا کہ یہ بیشک پیغمبر ہین انکو اللہ تعالے نے مکے پر غالب کیا کیونکہ زمانۂ جاہلیت مین جو کوئی مکہ کا قصد کرتا یا وہان بے ادبی کرتا تو فورًا عذاب مین گرفتار ہو جاتا تھا یہ بات تمام عرب مین متواتر معروف تھی کچھ اس وجہ سے نہین کہ جیسے اس زمانہ مین بہت سی جھوٹی باتین عوام مین زبان زدہ ہین بلکہ اس وجہ سے کہ عرب نے ہزارون واقعات خود آنکھون دیکھے تھے انکو اسمین کچھ بھی شک نہ تھا اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد فتح مکہ کے جو خطبہ سنایا اُسمین اُسکا حوالہ دیا اور واضح ہو کہ صحیح روایت مین ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ انصاری نے جاتے وقت ابوسفیان وغیرہ سے یہ کہا تھا کہ آج سخت خونریزی کا دن ہے یعنے قریش بالکل قتل کیے جاوینگے اور آج وہ دن ہے کہ کعبہ حلال کر دیا جاوے گا جب پیچھے آنحضرت مع خاص گروہ مہاجرین و انصار کے آئے تو ابوسفیان نے یا دوسرے نے آپ سے عرض کیا کہ سعد رضی اللہ عنہ نے ایسا ایسا کہا آپ نے فرمایا کہ سعد رض نے جھوٹ کہا یعنے جو کہا وہ واقعی نہین ہے بلکہ آج خانہ کعبہ کی عزت و حرمت کا دن ہے اور قریش کے عروج کا دن ہے اسیوجہ سے آپ نے حضرت علی رض کو بھیجا کہ سعد رض سے سرداری کا علم لے لین اور اسی جہت سے انصار نے زعم کیا کہ شاید آنحضرت اپنی قوم مین آنا چاہتے ہین چنانچہ آیندہ معلوم ہوگا طحاوی رح نے فتح مکہ کی روایت مذکورہ بالا ذکر کرکے کہا کہ اسمین دلیل ہے کہ مکہ بطور صلح نہین بلکہ بزور شمشیر فتح ہوا ہے اور حدیبیہ مین جو صلح ہوئی تھی وہ قریش کی بد عہدی سے ٹوٹ چکی تھی بدلیل آنکہ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاے قریش کا انجام خراب ہوگا اگر قریش نے آکر آپ سے امان نہ لی قبل اسکے کہ آپ بزور شمشیر کے مین داخل ہون کیونکہ اگر یہ نہوا تو قریش ہلاک کرکے ہمیشہ کے لیے مٹا دیے جاوینگے۔ مع۔ اگر صلح باقی ہوتی تو عباس رض یہ بات کیونکر کہتے و بدلیل آنکہ عباس رض نے ابوسفیان سے کہا کہ چل مین تیرے لیے امان لے لون ورنہ واللہ اگر انھون نے بدون اسکے تجھے پایا تو قتل کر دینگے اگر صلح باقی ہوتی تو ابوسفیان کہتے کہ مجھے کیا ڈر ہے مین صلح مین ہون اور قریش علی ہذا القیاس و بدلیل آنکہ حضرت عمر رض نے صاف کہا کہ یہ ابوسفیان بے عہد و امان کے ہاتھ آیا ہے مجھے اجازت ہو کہ اسکو قتل کر دون آنحضرت صلعم نے یہ نہین فرمایا کہ وہ صلح مین ہے اور نہ ابوسفیان نے کہا اور نہ عباس رض نے یہ حجت پیش کی بلکہ کہا کہ مین نے اسکو امان دی ہے اور حدیث مین یہ حکم ہے کہ مسلمانون مین سے جس کسی نے امان دی وہ سب پر نافذ ہوگی و بدلیل آنکہ ابوسفیان نے مکے مین جا کر اعلان کیا کہ جو کوئی ابوسفیان کے گھر مین آجاوے اسکو امان ہے الخ۔ پھر کسی نے نہ کہا کہ ہم کو کیا خوف ہے

ذکر نا مگر جو تم سے لڑے اُس سے لڑنا اور سعد بن عبادہ انصاری کو مع اپنی فوج کے حکم دیا کہ کداء کی جانب سے داخل ہو سعد رض
جب داخل ہونے لگے تو کہا کہ آج سخت قتال کا دن ہے آج محرم حلال کیا جائیگا اس کلمہ کو ایک مہاجری نے سُنکر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا اور کہا کہ ہم کو خوف ہے کہ سعد رض وہان قریش پر صولت ظاہر کرین پس آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضہ سے فرمایا کہ جلدی پہونچکر سعد رض سے نشان لے لے اور تو خود اُسکو داخل کر۔ پھر زبیر رض
جب جانب اعلیٰ سے داخل ہوے تو وہان کچھ قتال نہوا اور خالد بن الولید البتہ جانب اسفل سے بنی بکر و احابیش پر پہونچے تو
وہان قتال ہوا اور اللہ تعالےٰ نے مشرکون کو بھگا دیا اور تھوڑے مارے گئے اور سواے اسکے مکے مین کچھ قتال نہوا اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جب امراے فوج کو بھیجا تو حکم دیا کہ کسی سے قتال نہ کرین مگر جو تم سے قتال کرے ولیکن چند مرد و
عورتون کے نام بیان کیے کہ انکو جہان پاؤ قتل کر دو اگرچہ کعبہ کے پردون کے نیچے چھپے ہون ازانجملہ عبد اللہ بن سعد
بن ابی سرح تھا جو پہلے مسلمان ہو کر مدینے گیا پھر مرتد ہو کر بھاگ آیا اور اسکا انجام یہ ہوا کہ اُسنے حضرت عثمان رضی اللہ
عنہ کے پاس پناہ لی اور بعد اطمینان کے عثمان رضہ نے اُسکے لیے امان حاصل کی اور ازانجملہ عبد اللہ بن خطل
تھا جو مسلمان ہو کر مدینہ گیا وہان آپ نے اسکو صدقہ زکوٰۃ وصول کرنے پر عامل کیا اُسنے راہ مین اپنے غلام مسلمان سے
کھانا تیار کرنے کو کہا تھا جب سو کر اُٹھا تو اُسنے تیار نہ پایا پس غلام مذکور کو قتل کر کے مشرک ہو کر مکہ بھاگ گیا اور اُسکو
ابو برزہ اسلمی و سعد بن حریث مخزومی نے مار ڈالا اور اُسکی دو لونڈیان تھین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو گایا کرتی
تھین اُنکے قتل کا حکم دیا ان مین سے ایک ماری گئی اور دوسری بھاگ گئی تھی آخر اُسکے لیے آپ سے اجازت لی گئی
تو آپ نے امان دیدی ازانجملہ حویرث بن نقیل بن وہب تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکے مین ایذا دیتا تھا اُس کو
حضرت علی رضہ نے قتل کیا اور ازانجملہ مقیس بن صبابہ تھا اُسنے ایک انصاری کو مدینے مین عمداً قتل کیا اسلیے کہ انصاری
کے ہاتھ سے دھوکے مین اُسکا بھائی مارا گیا تھا پھر مرتد ہو کر مکے مین بھاگ گیا تھا پس اسکو اسکی قوم کے ایک مسلمان
نمیلہ بن عبد اللہ نے قتل کیا ازانجملہ سارہ نام بنی مطلب کی لونڈی تھی جو آپ کو مکے مین ایذا دیا کرتی تھی آخر اسکے لیے
امان حاصل کی گئی اور آخر حضرت عمر رض کی خلافت مین ایک شخص کے گھوڑے کی ٹاپ سے کچل کر مری ازانجملہ عکرمہ بن
ابی جہل تھا وہ یمن کو بھاگ گیا اور یہان اُسکی بی بی ام حکیم بنت الحارث بن ہشام مسلمان ہوئی اُسنے عکرمہ کے واسطے
امان مانگی تو آنحضرت صلعم نے امان دی پھر عکرمہ رض اچھے مسلمان ہوے حتی کہ یرموک کے جہاد مین شہید ہوے رضی اللہ عنہ
مسئلہ امام شافعی وغیرہ بعض علماء نے کہا کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے اور امام ابو حنیفہ وجماعت نے کہا کہ نہین بلکہ بزور شمشیر
فتح ہوا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہان کے لوگون کو امن دیدی اور یہی قول بنظر احادیث کے صحیح معلوم ہوتا ہے تحقیق چنانچہ
بغوی رح نے جو قصہ اوپر روایت کیا اسکو طحاوی رح نے مسند کیا بطریق محمد بن اسحق عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ عن ابن عباس
اور کہا کہ یہ اسناد صحیح متصل ہے اور اس سے ثبوت ہے کہ حدیبیہ مین جو صلح واقع ہوئی تھی وہ ٹوٹ چکی تھی مترجم کہتا ہے کہ مین
مختصر واقعات کا حوالہ دون پھر باقی حالات بیان کرون واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ برس مکے مین رہے
پھر ہجرت فرمائی تو ربیع الاول مین مدینے مین داخل ہوے یہان دس برس زندہ رہے اسمین ہجرت کے آٹھوین سال مکہ فتح

(لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) ادا کی عباس کہتے ہین کہ پھر مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ ابوسفیان آپ کی قوم کا بوڑھا ہی اسکو یہ فخر محبوب ہی آپ اسکے لیے کچھ عطا کیجیے آپ نے فرمایا کہ ہان جو کوئی ابوسفیان کے احاطہ مین داخل ہو اُسکو امان ہی (ابوسفیان نے کہا کہ میرا احاطہ بہت چھوٹا ہی فرمایا کہ جو کوئی مسجد الحرام مین چلا جاوے اُسکو امان ہی اور جو کوئی اپنا دروازہ بند کرلے اُسکو امان ہے (اور جو کوئی ہتھیار ڈال دے اُسکو امان ہی) پھر جب چلنے لگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھسے فرمایا کہ ای عباس اسکو ایسے مقام پر جہان وادی تنگ ہی حطم الخیل کے نزدیک روکنا تاکہ جنود الٰہی (خدا کے پوجنے والے لشکر) اسکے پاس سے گزرین پس یہ اُنکو اچھی طرح دیکھ لے (یعنے ایسا نہو کہ یہان اسنے غلط اندازہ کیا ہو جب مکے مین پہونچے تو لڑنے پر آمادہ ہوجاوے) پس مین اُسکو لیکر روانہ ہوا اور جہان مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے روکنے کا حکم دیا تھا وہان مین نے روک لیا اور قبائل جنود مع اپنے رایات کے اُس مضیق سے ایک ایک کرکے گزرنا شروع ہوے اور ہر بار جب کوئی قبیلہ گزرتا تو وہ مجھسے پوچھتا کہ ای عباس یہ کون قبیلہ ہی مین نے اس سے کہا کہ یہ بنی سلیم ہین تو کہنے لگا کہ مجھے سلیم سے کیا (یعنے کچھ پروا نہین ہی) پھر قبیلہ گزرا تو اُسنے پوچھا مین نے کہا کہ مزینہ ہی کہنے لگا کہ مجھے مزینہ سے کیا۔ الغرض سب قبائل گزر گئے اور ہر بار قبیلہ کے جواب مین اُسنے یہی کہا کہ فلان قبیلہ سے مجھے کیا۔ یہانتک کہ آخر مین قبیلہ یا سامان عظیم گزرا جو رسول اللہ صلعم کے گرد تھے اُنمین مہاجرین و انصار تھے وہ سب لوہے مین ڈوبے تھے اُنسے سوا اُنکی آنکھ کے حلقہ کے کچھ نظر نہین آتا تھا کہنے لگا کہ یہ کون ہین کہا کہ یہ رسول اللہ مع مہاجرین و انصار ہین۔ کہنے لگا کہ واللہ اُنسے کسی کو لڑنے کی طاقت نہین ہی ای ابوالفضل آپکے بھتیجے کی بادشاہت زبردست ہوگئی۔ مین نے کہا کہ ارے تیرا بُرا ہو یہ بادشاہت نہین بلکہ نبوت ہی کہنے لگا کہ ہان تو نبوت سہی مین نے کہا کہ اب جلدی اپنی قوم سے ملکر اعلان کردے اور مخالفت سے ڈراوے پس بہت تیزی کیساتھ روانہ ہوکر مکے مین داخل ہوا اور مسجد مین کھڑا ہوکر بلند آواز سے پکارا کہ ای گروہ قریش یہ محمد تمپر ایسے لشکرون کے ساتھ آگئے کہ تم کو اُنسے لڑنے کی طاقت نہین ہی قریش نے کہا کہ ارے پھر اب کیا علاج ہی کہا کہ جو کوئی ابوسفیان کے احاطہ مین آجاوے اُسکو امان دی ہی اُسوقت ہند بنت عتبہ نے جو ابوسفیان کی زوجہ تھی کھڑے ہوکر ابوسفیان کی داڑھی پکڑی اور چلائی کہ اس بڈھے گمراہ چربیلے چوتڑوالے کو قتل کرو یہ قوم کا طلیعہ ہے بہت بدتر ہی اُس نے کہا کہ ای لوگو تم کو یہ منحوس عورت دھوکا نہ دے تمھارے اوپر اس قدر لشکر آیا ہی کہ کسی طرح تم کو اُس سے لڑنے کی طاقت نہین ہی تب لوگون نے کہا کہ ارے تیرا بُرا ہو یہ تیرا احاطہ ہم کو کیا کفایت کرسکتا ہی کہا کہ جو کوئی مسجد الحرام مین جاوے اور جو اپنا دروازہ بند کرلے اُسکو امان ہی پس لوگ جلدی سے اپنے گھرون مین اور مسجد الحرام مین متفرق ہوگئے بغوی رح نے لکھا کہ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء دونون نے نکلکر مرّ الظہران مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور اسلام لائے اور بیعت کی جب جانے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونون کو آگے بھیجا کہ قریش کو اسلام کی دعوت کرین اور اُنکے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر بن العوام رضہ کو سواران مہاجرین و انصار پر سردار کرکے روانہ کیا اور حکم دیا کہ میرا نشان لیجاکر اعلاے مکہ کے حجون پر نصب کرنا اور وہان آپکا قبہ قائم کیا گیا اور خالد بن الولید کو مع بنی سلیم و قضاعہ کے روانہ کیا کہ اسفل مکہ سے داخل ہو اُدھر قریش نے بنو بکر و بنی حارث بن عبد مناف و بعض احابیش کو مقرر کیا تھا اور عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ و سہیل بن عمرو نے کچھ لوگون کو خندمہ مین جمع کیا تھا تاکہ قتال کرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد رضہ و زبیر رضہ سے کہا تھا کہ قتال

کہ ابو الفضل ہین مین نے کہا کہ ہان - اُسنے کہا کہ میرے مان باپ تمپر قربان ہون کیا حال ہی مین نے کہا کہ ارے یہ لشکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی دس ہزار فوج مسلمین ہی اس سے تم کو مقابلے کی ہرگز طاقت نہین ہی ہاے قریش پر افسوس ہوگا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقہر وغلبہ داخل ہوے اور قریش نے امان نہ لی تو یہ قریش کی ہلاکت دائمی ہی وہ آپ کے داخلہ سے پہلے امان حاصل کرلین - ابو سفیان نے کہا کہ پھر اب کیا حیلہ ہی میرے مان باپ تمپر قربان ہون مین نے کہا کہ مجھے کوئی حیلہ نظر نہین آتا سوائے اسکے کہ تو میرے اس جانور پر ردیف مین سوار ہوے تو مین تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیجاکر تیرے لیے امان لے لون کیونکہ تو خوب جان لے اگر وہ تجھے بغیر امان کے پاوینگے تو تیری گردن ماردینگے پھر ابو سفیان کے دونون ساتھی مکہ کو لوٹ گئے اور مین نے ابو سفیان کو اپنی ردیف مین سوار کرکے تیز دوڑایا پس جس گروہ اسلام کی آگ پر میرا گزر ہوا انھون نے کہا کون ہی پھر دیکھکر کہا کہ یہ تو رسول اللہ کا چچا آپ کے خچر پر سوار ہی یہانتک کہ میرا گزر اُس آگ پر ہوا جو حضرت عمر رضہ نے روشن کی تھی اور کہا کہ یہ کون ہی اور کھڑے ہوکر مجھے پہچانا ولیکن جب ابو سفیان کو ردیف مین دیکھا تو پہچانکر کہا کہ یہ تو اللہ کا دشمن ابو سفیان ہی الحمد للہ کہ بغیر عہد و ذمہ کے اللہ تعالے نے اسپر قابو دیا اور اجازت لینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف دوڑے اور مین نے اپنا خچر تیز دوڑایا تو مین کسی قدر آگے ہوگیا اور جلدی سے کود کر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور حضرت عمر رضہ بھی پہونچکر داخل ہوکر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ یہ ابو سفیان دشمن خدا بغیر عہد و ذمہ کے ہاتھ آیا ہی مجھے اجازت دیجیے کہ مین اسکی گردن ماردون مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے اسکو پناہ دی ہی اور مین نے بیٹھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک سینے سے لگالیا اور کہا کہ واللہ آج رات سوائے میرے کوئی آپ سے مناجات نہ کریگا پھر جب عمر رضہ نے ابو سفیان کے بارہ مین بہت کچھ کہا تو مین نے کہا کہ ای عمر ٹھہرو اگر یہ شخص بنی عدی بن کعب مین سے ہوتا (یعنے تمھارے خاندان سے ہوتا) تو تم اُسکے قتل مین اس قدر سعی نہ کرتے ولیکن یہ بنی عبد مناف مین سے ہی اسلیے تم ایسا کہتے ہو (اقول یہ عباس رضہ نے اپنے حال پر قیاس کیا کیونکہ عباس ابھی ابتدائی مرتبہ مین تھے) حضرت عمر رضہ نے کہا کہ ای عباس ذرا ٹھہر کے بات کہو کہ واللہ جس دن تم مسلمان ہوے ہو مجھے تمھارا مسلمان ہوجانا اپنے باپ خطاب کے اسلام سے زیادہ پسند ہوا اور واللہ مجھے کوئی تم سے غرض نہ تھی سواے اتنی بات کے کہ خطاب کے اسلام سے تمھارا اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند زیادہ تھا اسلیے مین بھی خوش ہوا آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھسے فرمایا کہ ای عباس اسکو اپنی فرودگاہ مین لیجاؤ - صبح کو میرے پاس لاؤ صبح کو نماز کے لیے تمام لشکر مین ہل چل پڑی تو ابو سفیان کانپنے لگا کہ شاید یہ میرے قتل کے واسطے ہی عباس رضہ نے سمجھایا کہ یہ نماز کا اہتمام ہی پھر مین سویرے اُسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لے گیا جب آپ نے اسکو دیکھا تو فرمایا کہ ای ابو سفیان کیا ابھی تیرا وقت نہین آیا کہ تو پہچانے کہ لا الہ الا اللہ - سوائے اللہ تعالے کے کوئی معبود نہین ہی - ابو سفیان نے کہا کہ میرے مان باپ آپ پر قربان ہون آپ کیسے اچھے حلیم و کریم و قرابت کے محسن ہین واللہ میرے گمان مین پڑتا ہی کہ اگر سواے خدا کے کوئی ہوتا تو اب تک کچھ تو ہماری کفایت کرتا آپ نے فرمایا کہ تجپر ویح ہی ای ابو سفیان کیا ابھی تک تیرا وقت نہ آیا کہ تو پہچانتا مجکو کہ مین رسول اللہ ہون ابو سفیان نے کہا کہ میرے مان باپ آپ پر قربان ہون آپ کیسے اچھے حلیم و کریم و قرابت کے محسن ہین رہی یہ بات تو واللہ اس دم تک جی مین اسکی طرف سے کچھ ہی مین نے ابو سفیان سے کہا کہ اری تیری خرابی ہو جلدی اسلام لا نہین تو تیری گردن ماری جائیگی تب اُسنے حق گواہی

مسلمان ہین ایسی بات کہتے ہین ہم نے ڈانٹا کہ مکر تنکر چھوڑ دے اور خط نکال تو اُسنے لاچار ہوکر کہا کہ اچھا منھ پھیر لو پس اُسنے خط نکال دیا اقول اس سے بعض کو شبہہ ہوا کہ اُس نے شرمگاہ کے پاس سے نکالا اور بعض نے جانا کہ نہین بلکہ سر کے جوڑے مین سے نکالا۔ ہم لوگ وہ خط لائے تو کھلا کہ وہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے ہی آپ نے حاطب کو بلا کر فرمایا کہ ای حاطب یہ کیا حرکت ہی حاطب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے معاملہ مین جلدی نہ فرمائیے مین جو کچھ اصل بات ہی عرض کرتا ہون کہ مین قریش کی نسل مین سے نہین ہون بلکہ حلیف ہوکر شامل ہوا اور دیگر مہاجرین اُنسے نسبتی قرابت رکھتے ہین جسکی وجہ سے انکے اہل وعیال محفوظ رہے مین نے دیکھا کہ جب میرا نسب نہین ہی تو اس حیلہ سے اُن پر احسان ظاہر کرون تاکہ میرے بال بچونکی حفاظت کرین اور یہ مجھے یقین ہی کہ اگر قریش کے لیے تمام دنیا کے لوگ اُنکا ساتھ دین تو بھی انکی بھلائی نہین کرسکتے ہین اور اللہ تعالےٰ آپ کو نصرت دینے والا ہی یہ سوچکر مین نے ایسی غلطی کھائی حضرت عمر رضہ نے غصہ مین کہا کہ یا رسول اللہ یہ منافق ہوگیا مجھے حکم دیجئے کہ مین اسکی گردن ماردون آپ نے فرمایا کہ اسنے سچ کہدیا اور یہ اہل بدر مین سے ہی اور تجھے کیا معلوم کہ اللہ تعالےٰ نے اہل بدر کے قلب پر تجلی فرماکر یہ کہدیا کہ تم لوگ جو چاہو کرو مین نے تم کو بخشش دیا ہی عمر رضہ یہ سنکر رونے لگے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بنی سلیم وغیرہ بھی سامان کرکے آگئے اور آپ ماہ رمضان کی دسوین تاریخ سنہ آٹھ ہجری مین بقصد مکہ روانہ ہوے اور راستہ مین عباس بن عبد المطلب آپ سے ملے وہ ہجرت کرکے مکے سے آتے تھے آپ نے انکا اسباب مدینہ بھجوادیا اور اُن کو اپنے ساتھ لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزے سے تھے اور لوگون نے بھی روزہ رکھا یہانتک کہ جب کُدید پہونچے تو روزہ افطار کردیا اس امر کو دیکھکر بہت لوگون نے موافقت کی اور بعض نے افطار نہ کیا اور آپ کو خبر پہونچی تو آپ نے فرمایا کہ ای لوگو روزہ افطار کرو تاکہ دشمن کے مقابلے مین قوت ہو پھر آپ نے سنا کہ بعض نے روزہ رکھا ہی تو فرمایا کہ یہی لوگ نافرمان ہین پھر روانہ ہوکر مرالظہران مین دس ہزار لشکر کے ساتھ اُترے اور اس جہاد مین کوئی مہاجری وانصاری نہین پچھڑا سب آپ کے ساتھ تھے اور قریش کو کچھ خبر نہین پہونچتی تھی وہ نہین جانتے تھے کہ رسول اللہ صلعم کیا کرنے والے ہین لیکن اس رات مین ابوسفیان بن حرب اور بدیل بن ورقا اور حکیم بن حزام رات مین مکے سے نکلے تھے (کیونکہ وہان گرمی کے موسم مین رات ہی کو اس قسم کے کام کیا کرتے ہین) تاکہ مدینے کے کچھ اخبار کسی مسافر وغیرہ سے تلاش کرین یہان عباس بن عبد المطلب نے بنظر قومی الفت کے دل مین کہا کہ قریش کے حال پر افسوس ہی کہ واللہ اگر رسول اللہ صلعم بزور قابض ہوے تو قریش مٹے پس آپ نے بغلہ بیضا یعنے سفید خچر پر سوار ہوکر پیلو کے جنگل کا قصد کیا کہ شاید وہان کوئی لکڑہارا یا دودھ والا یا مکہ جانے والا ملے تو اُسکے ذریعہ سے قریش کو اطلاع دین کہ جلدی حاضر ہوکر اپنے لیے امان حاصل کرین قبل اسکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہان بزور شمشیر داخل ہون عباس رضہ کہتے ہین کہ مین اراک کے جنگل مین پھرتا تھا کہ کوئی ملے اتنے مین مجھے آدمیون کی باتین کرنے کی آواز محسوس ہوئی مین نے غور کیا تو ابوسفیان و بدیل باہم ردوبدل کرتے تھے ابوسفیان نے کہا کہ واللہ آج کی رات جیسی آگ دیکھی ایسی کبھی نہین دیکھی بدیل نے کہا کہ یہ واللہ خزاعہ ہین انکو لڑائی نے خوفناک وکمزور کردیا ہی ابوسفیان نے کہا کہ واللہ خزاعہ اس سے کہین کمتر ہین کہ اُنکی آگ اس قدر ہو جب مین نے ابوسفیان کی آواز پہچانی تو پکارا کہ ای ابوحنظلہ اُسنے بھی میری آواز پہچانکر کہا

کہاکہ یہ لوگ عجب قوم ہین کہ بوڑھے سے بچہ تک ایک زبان ہین پھر ابوسفیان نے حضرت علی رضؓ سے کہاکہ آپ سے میری قرابت
سب سے قریب ہی اور آپ دیکھتے ہین کہ یہ معاملہ میرے سامنے سخت ہوگیا کچھ تدبیر مجھے سوجھتی نہین آپ کچھ تدبیر بتلا سکتے ہین
جسمین میری بہتری ہو حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ مین تو ایسی کوئی چیز نہین دیکھتا جو تجکو مستغنی کرے ولیکن تو بنی کنانہ کا
سردار ہی تو کھڑا ہوکر طرفین کو اپنی حمایت مین لے لے پھر مکے مین جاکر آرام کر- ابوسفیان نے کہاکہ کیا تمھارے نزدیک یہ کفایت
کریگی- فرمایا کہ نہین واللہ یہ تو مین نہین جانتا کہ کفایت کرے ولیکن سوائے اسکے کوئی تدبیر بھی نظر نہین آتی ہی پس ابوسفیان
نے مسجد مین کھڑے ہوکر آواز دی کہ اے لوگو مین نے طرفین کے لوگون کو اپنی پناہ مین لے لیا پھر سوار ہوکر روانہ ہوا جب مکہ پہونچا
تو قریش نے کہاکہ کیا خبر لایا ہی کہاکہ مین نے جاکر محمد (صلعم) سے گفتگو کی ولیکن واللہ انھون نے مجھے کچھ جواب نہ دیا پھر مین
ابن ابی قحافہؓ کے پاس گیا اُنکے نزدیک بھی مجھے کچھ بہتری حاصل نہوئی پھر مین ابن الخطاب رضؓ کے پاس آیا تو مین نے دیکھا
کہ وہ سب سے زیادہ قوم کا دشمن ہی پھر مین علی بن ابی طالب کے پاس گیا تو مین نے اُنکو البتہ قوم کے حق مین سب سے
زیادہ نرم پایا اور انھون نے مجھے ایک مشورہ دیا وہ مین عمل مین لایا ہون یہ نہین معلوم کہ وہ کچھ مفید ہوگا کہ نہوگا قریش نے
پوچھا کہ وہ کیا مشورہ و عمل ہی- ابوسفیان نے کہاکہ ابوالحسن نے مجھے راے دی کہ مین طرفین کو اپنی پناہ مین لے لون مین نے
اسی پر عمل کیا- قریش نے کہاکہ کیا محمد صلعم نے اسکو جائز رکھا ہی- کہاکہ یہ تو نہین معلوم ہوا قریش نے کہاکہ واللہ علی بن ابی طالب نے
تجسے مذاق کیا اور تیرا یہ کام کچھ مفید نہین ہی ابوسفیان نے کہاکہ واللہ مجھے سوائے اسکے کوئی راہ بھی نہین ملی یہان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون کو حکم دیا کہ سامان جہاد درست کرین اور اپنے اہل خانہ کو درستی سامان کا حکم فرمایا پھر
لوگون کو اعلام فرمایا کہ مکہ کے لوگون پر جہاد کرنے جانے والے ہین اور دعا کی کہ الٰہی قریش سے جاسوس و اخبار بند کردے کہ
اپنے ملک مین غافل بیٹھے رہین پس لوگون نے سامان درست کیا مترجم کہتا ہی کہ بعض مورخین نے لکھا کہ ابتداے حال
مین جب سامان کا حکم دیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی خبر نہ تھی کہ کہان کا قصد ہی اور میرے نزدیک یہ روایت غلط ہی کیونکہ اس
قصہ کو ائمہ صحاح و طحاوی وغیرہ نے روایت کیا کسی مین یہ فقرہ نہین ہی اور کیونکر ہوسکتا ہی جبکہ ابتدا و آخر سے اطلاع ہوچکی اور صحیح یہ ہی کہ
اکابر اصحاب رضی اللہ عنہم کو اطلاع دے دی تھی خصوصاً حضرت ابوبکر و عمر کو کیونکہ یہی دونون وزیر رسالت تھے
واللہ اعلم- پھر جب عام اطلاع دی تو حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے جو مہاجرین اہل بدر سے تھے کچھ منصوبہ باندھکر قریش کے
نام ایک خط لکھا جسمین انکو اطلاع دی کہ آنحضرت تمپر جہاد کا قصد فرماتے ہین اور غرض یہ کہ قریش حاطب رضؓ کا احسان مانین اور یہ خط ایک بڑھیا
کو دیا کہ خفیہ لے جاوے وہ روانہ ہوگئی صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و زبیر و زید رضی اللہ عنہم کو بلاکر فرمایا کہ فلان فلان
انصاری کو ساتھ لیکر روضۂ خاخ مین پہونچو تو ایک بڑھیا ملیگی اُس سے خط چھین لاؤ گھوڑون پر سوار ہوکر تیز روانہ ہوا اور جب
یہ اصحاب رضی اللہ عنہم فرماتے ہین کہ ہمارے گھوڑے ہوا سے باتین کرتے اُڑتے جاتے تھے یہانتک کہ روضۂ خاخ پر ہم نے اُس
بڑھیا کو جو اونٹ پر جاتی تھی گرفتار کرکے کہا کہ خط ہم کو دے اُسنے کہا کہ دیکھ لو میرے پاس کوئی خط نہین ہی بعض نے ہم مین سے
کہا کہ لوٹ چلو اسکے پاس کوئی خط نہین معلوم ہوتا حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہی تو
ضرور اسکے پاس خط ہی اور ہم نے اُس مکار بڑھیا کو تہدید کی کہ خط دیدے ورنہ ہم ننگا جھاڑ لینگے اُسنے کہا کہ آپ لوگ پاک دامن

اور بدحواس ہوکر بھاگے پھر آنحضرت صلعم نے بدعہد قریظہ کو قتل کیا اور اصحاب کو خبر دی کہ تمھاری محنت ختم ہوگئی اب تم ہی قریش پر چڑھائی کروگے چھٹے سال آخر مین آپ نے عمرہ کا قصد کیا اور قریش مانع ہوے آپ نے فرمایا کہ لڑائی سے قریش کی حالت تباہ ہوگئی ہی چاہو صلح کرلو اُنھون نے دس برس کیلیے صلح کی اور قریش کی صلح مین بنو بکر بن وائل داخل ہوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف یعنے خزاعہ آپ کی صلح مین داخل ہوے اور لوگ باہم خلط ملط ہوگئے اس سے قریش کے لوگون نے دین اسلام کی خوبیان سنیں اور جنکو کچھ عقل تھی وہ مسلمان ہوکر مدینے کی طرف روانہ ہوے جیسے خالد بن الولید وعمرو بن العاص وغیرہ بلکہ بہت لوگ مسلمان ہوگئے اور آنحضرت صلعم نے مدینہ پہونچکر خیبر پر چڑھائی کی اور فتح کرلیا اور اس سے اہل اسلام کا سامان ہتھیار وغیرہ بھی درست ہوگیا۔ اور ابوسفیان وغیرہ قریش نے شام کی تجارت سے سامان بہم پہونچایا۔ اتفاق سے آٹھوین سال یعنے صلح سے قریب ڈیڑھ برس بعد بنو بکر بن وائل نے اپنے حلیف قریش سے مشورہ کیا کہ ہمارا خون بذمۂ خزاعہ ہی۔ یہ موقع ہی بس قریش کے بدعہدون نے ڈھاٹا باندھکر اُنکو مدد دی اور راتون رات خزاعہ کو نماز تہجد مین مارنا شروع کیا اُنھون نے حرم مین پناہ لی تو بھی مارا آخر ہوش ہوا تو کہنے لگے کہ اس بدعہدی کا ہم سے بدلا لیا جائیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبار اصحاب کو اس سے خبر دی کہ قریش نے عادت کے خلاف یہ بدعہدی کی کیونکہ اللہ تعالے کو کچھ منظور ہی اور تمھارے پاس خزاعہ کا فریادی آیا چاہتا ہی۔ ایک روز آپ نے یکایک کہنا شروع کیا (ہان ہان مین مدد دونگا) اصحاب نے پوچھا تو فرمایا کہ خزاعہ کا سردار مجھے مدد کے لیے پکارتا ہی کئی دن بعد خزاعی سردار آیا اور اُسنے اپنا قصیدہ پیش کیا آپ نے فرمایا کہ بس کرمین مدد نہ دون تو مدد نہ دیا جاؤن اور اُسی وقت سے سامان کا حکم دیا اور دعا کی کہ الٰہی قریش کو اندھا غافل کردے۔ یہان سب نواح مین منادی کی گئی اور قبائل اطراف مسلح ہوگئے اور سب کے واسطے جھنڈے تقسیم ہوگئے تفسیر معالم مین اور طحاوی کی معانی الآثار مین پورا قصہ مذکور ہے اور خزاعہ کی طرف سے جو شخص آیا تھا اسکا نام عمرو بن سالم خزاعی تھا اُسکے بعد بدیل بن ورقہ مع چند خزاعہ کے آیا اور جب آپ مسجد مین عمرو بن سالم کا قصیدہ سنتے تھے تو ناگاہ آسمان مین ایک بادل ظاہر ہوکر گرجا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بادل آواز دیتا ہی کہ بنی کعب کی مددگاری ہی اور بنو کعب اس عمرو بن سالم کا خاندان تھا جب خزاعیون کو آپ نے رخصت کیا تو مکہ سے ابوسفیان آیا۔ اسکی خبر بھی آپ دے چکے تھے کہ وہ صلح مضبوط کرنے اور مدت زیادہ کرنے آوے گا اور مایوس جاوے گا پہلے اپنی صاحبزادی ام المومنین ام حبیبہ کے پاس گیا اُنھون نے فوراً رسول اللہ صلعم کا بستر لپیٹ لیا اور کہا کہ ای باپ تو شرک کی نجاست مین ہی اسلیے مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا لپیٹ لیا مجھے گوارا نہوا کہ تو اسپر بیٹھے پھر وہان سے نکلکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر ہر چند گفتگو کی کچھ جواب نہ پایا پھر ابوبکر رضہ کے پاس گیا کہ آپ سفارش کرین۔ انھون نے انکار کیا پھر حضرت عمر رضہ سے کہا تو انھون نے سخت جواب دیا پھر حضرت علی رضہ سے کہا انھون نے بھی انکار کیا تو حضرت سیدۃ النساء فاطمہ سے کہا کہ ای بیٹی تجسے یہ ہوسکتا ہی کہ اپنے ان بیٹون کو حکم فرماوے کہ لوگون کے درمیان طرفین سے ذمہ داری وامان کرلین تو ہمیشہ کے لیے عرب کے سردار ہونگے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میرے بیٹے ابھی اس لائق نہین ہین کہ کسیکو اپنی پناہ مین لین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے مین کسیکو یہ طاقت نہین کہ پناہ دے ابوسفیان نے خود حضرت حسنؑ وحسینؑ سے کہا تو اُنھون نے کہا کہ حضرت نانا صاحب علیہ السلام کے معاملہ مین ہم نہین بول سکتے ہین۔ ابوسفیان نے

بارھوین تاریخ ہجرت کے شروع گیارھوین سال انتقال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون اور چونکہ ہجرت بھی اسی مہینہ مین تھی اور تاریخ ہجری کا شمار شروع محرم یعنی ڈیڑھ دو مہینہ پہلے سے لے لیا اسلیے یہ ایام اول محسوب کرنے سے آخر دسوین سال پر انتقال قرار دیا گیا واللہ تعالے اعلم **مختصر ذکر وقائع تا فتح مکہ و مابعد** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول وحی سے دو برس چھ مہینہ کے بعد دعوت اسلام شروع کی اور جب تک ابو طالب زندہ رہے مشرکین مکہ باوجود جلن کے خاموش رہے بعد وفات ابو طالب کے کافرون نے اپنا بغض نکالنا شروع کیا اور جب آنحضرت صلعم کو نہ پاتے تو آپ کے فقراء اصحاب کو سخت دکھ وایذا دیتے تھے دسوین سال معراج ہوئی اور بحکم الٰہی آپ نے مجمع مین یہ حال بیان کیا اس سے بعضے نومسلم مرتد ہو گئے اور جب دوسرے روز ابو بکر رضی اللہ عنہ سفر سے آگئے تو انسے کہا کہ اب انھون نے یہ دعویٰ کیا حضرت ابو بکر رض نے کہا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان کیا ہے تو بے شک سچ ہے اور مین تو اس سے بڑھکر انکا قول سچ مانتا ہون کہ ایک دم مین جبرئیل ساتوین آسمان سے انکے پاس آتے ہین۔ بعضے راہ پر آگئے اور بعضے مرتد رہے اور کفار کی ایذا روز بروز بڑھتی گئی حتی کہ آپ نے ایک جماعت صحابہ رض کو وطن سے ہجرت کر کے حبشہ جانے کی اجازت دی اور اس درمیان مین کچھ لوگ مدینے کے حج کے موسم مین آئے اور اسلام لائے دوسرے سال بہت لوگ آئے اور آپ سے مدینہ چلنے کی درخواست کی آپ نے اسوقت کہا کہ جب حکم ہوگا تب آؤنگا پھر حکم ہوا اور مع ابو بکر رض کے روانہ ہوے کیونکہ اس درمیان مین قریش نے باہم یہ مشورہ کیا تھا کہ ہر خاندان سے ایک کافر شریک ہو کر سب ایکبارگی تلوارون سے مارو تاکہ اس شخص کا خون سب خاندانون مین بٹ جاوے تو بنو ہاشم و بنو مطلب کو سب قریش سے لڑنے کی طاقت نہوگی لامحالہ دیت لینے پر راضی ہونگے یہ مکر شیطانی بیکار گیا اور آپ مدینہ پہونچے راہ مین بکثرت معجزات واقع ہوے اور بنو سلیم بھی مسلمان ہو گئے ابو بکر رض نے کہا کہ قریش کمبختون نے رسول اللہ صلعم کو نکالا ہے ضرور انپر جہاد کا حکم ہوگا چنانچہ بعد چندے یہی حکم آیا اور آپ کے پاس تھوڑی جماعت تھی اللہ تعالے نے انکو حکم دیا کہ قریش کے پیچھے جاؤ اگر نہ پاؤگے تو مین تم کو قریش پر فتح دونگا اس قافلہ کے لالچ مین چلے حتی کہ بدر تک پہونچے وہان بکثرت مسلح قریش سے مقابلہ ہو گیا انصار و مہاجرین نے رخصتی وصیت کی کیونکہ سواے شہادت کے کوئی امید نظر نہ آتی تھی اور آنحضرت سے عرض کیا کہ آپ فورًا اونٹ پر سوار ہو کر چلے جائیے گا مدینے سے ہم لوگ اچانک نکل آئے وہان بہت لوگ باقی ہین وہ آپ کے ساتھ جان نثاری مین حاضر ہونگے۔ جب لڑائی شروع ہوئی تو اللہ تعالے نے عجیب طرح سے فتح دی کہ ستر قریش مانند ابو جہل وغیرہ کے مارے گئے اور ستر گرفتار ہوے جنمین حضرت عباس رض بھی تھے اللہ تعالے نے حکم دیا کہ تم چاہو انکو قتل کرو اور چاہو فدیہ لیکر چھوڑ دو تو آیندہ سال تم مین سے اسی قدر شہید ہونگے۔ صحابہ رض نے دوسری راے اختیار کی اور دوسرے سال اُحد مین اسی قدر صحابہ رض شہید ہوے اور کفار محروم واپس گئے۔ پھر تیسرے سال ابو سفیان نے بزدلی کی اور چوتھے سال کعب یہودی نے جاکر اُبھارا تو قریش و غطفان پندرہ ہزار کی جماعت سے مدینے پر چڑھ آئے یہان گرد مدینے کے خندق کھودی گئی اور کعب یہودی کے کہنے سے قوم قریظہ یہود نے بد عہدی کی اور قریش کا ساتھ دیا اور منافقین بہت مضطرب تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت معجزات ظاہر ہوے اور آپ نے فتوح یمن و شام و فارس کی خبر دی لیکن منافقین کا خوف کم نہوا۔ البتہ صحابہ رض کو سردی و بھوک سے تکلیف بہت پہونچی اور مہاجرین و انصار اللہ تعالے پر متوکل تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جان نثاری کو تیار رہتے آخر قریب ایک مہینہ کے گزرا تھا کہ اللہ تعالے نے کافرون پر آندھی مسلط کی

آٹھ رکعات پڑھین مترجم کہتا ہی کہ آٹھ رکعات ام ہانی کے گھر مین پڑھین اور باقی بیان معالم وغیرہ سے معلوم ہوگا **فائدہ**
قولہ واستغفرہ - سے آنحضرت صلعم کو مغفرت مانگنے کا حکم دیا گیا تو بعض بدعتی فرقے نے زعم کیا کہ انبیا علیہم السلام سے گناہ
سرزد ہوتے ہین اور یہ بدتر زعم محض باطل ہی ولیکن علما نے کلام کیا کہ اس سے کیا مراد ہی بعض نے کہا کہ یہ مطلب تھا کہ امت کے
لیے استغفار کرین چنانچہ اہل بقیع و اہل احد کے واسطے اختیار کیا - یہ قول ضعیف ہی اسلیے کہ صریح حدیث عائشہ رضہ مین ہی کہ اپنے
لیے استغفار فرماتے تھے بعض نے کہا کہ آپ کو یہ خطاب کیا اور مراد امت ہی کہ تم لوگ فتوح بلاد کے بعد شکر و استغفار کرو اور یہ قول
بھی ضعیف ہی اور حق یہ ہی کہ استغفار جیسے گناہ سے ہوتا ہی وہ نبوت کے دائرہ مین نہین ہی ولیکن بدعتی جاہل نے اپنا قیاس مساوات
دوڑایا اور گمراہ ہوا ولیکن نبوت اعلیٰ کے مناسب جو امور ہین اُنسے کوتاہی کا استغفار ہی جیسے اگر بادشاہ کے واسطے دہقان نے صنعتی
ترکیب سے بصرہ کے مانند قلمی گلاب لگایا تو وہ قابل انعام ہی اور اگر شاہی وزیر اعظم نے اپنی محنت سے یہ کام کیا تو کچھ قدر نہوگی اسیطرح
اللہ تعالے کی جناب مین اہل معرفت کے مراتب ہین حتی کہ ابرار محسنین جو عبادت کرتے ہین وہ مقربین کے واسطے برائی مین داخل ہی
اور اسکی مثال جو عوام کی سمجھ مین آوے یہ ہی کہ عامی نے اگر اچھی طرح وضو کر کے صاف قراءت سے نماز پڑھی حالانکہ وہ عربی نہین
جانتا تو اُسنے اپنے لائق اچھا کام کیا ولیکن اگر عالم نے اسیطرح پڑھی تو اُسپر غفلت کا الزام ہی کیونکہ اسکو معانی و حقائق پر نظر
رکھنی چاہیے تھی **خطیب** رح نے لکھا کہ آپ کے لیے استغفار کا حکم دیا تو اشارہ کیا کہ اللہ تعالے کی شان ایسی اعلیٰ و اجل ہی کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم بھی اُسکی عظمت و کبریائی سے قاصر ہو کر مغفرت مانگتا ہی - م - بالجملہ یہ استغفار بنظر عظمت و جلال قدس ہی اور
عوام جسکو گناہ سمجھتے ہین اُسکا یہان خیال بھی نہین ہی (**فائدہ**) **خطیب** رح نے لکھا کہ بعض تابعین سے روایت ہی کہ جب یہ
سورہ نازل ہوا تو حضرت عمر و عباس نے رونا شروع کیا لوگون نے کہا کہ یہ شکر کا موقع ہی تم کیون روتے ہو انھون نے کہا کہ ہم کو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے خوف ہی اور یہ سورہ حجۃ الوداع کے ایام تشریق مین نازل ہوا اور یہی ابن عمر رضہ سے
روایت ہی اور کہا کہ اسکے بعد نازل ہوا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الآیہ - یعنے آج مینے تمھارا دین پورا کیا اور تم پر اپنی نعمت
تمام کردی اور تمھارے لیے دین اسلام پسند کیا - م - اسکے بعد آنحضرت صلعم اسّی روز زندہ رہے پھر آیۃ الکلالہ اتری جسکے بعد
پچاس روز جیے پھر قولہ لقد جاءکم رسول من انفسکم الآیہ - اُتری تو اسکے بعد پینتیس روز زندہ رہے اور اختلافی روایات اسی آیت
کی تفسیر مین سورۂ بقرہ مین گزرین اور رازی رح نے یہان حوالہ دیا کہ اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت تندرستی مین مدینے
مین خطبہ پڑھا اُسمین ذکر کیا کہ اللہ تعالے نے ایک بندے کو اختیار دیا کہ وہ چاہے دنیا مین رہے پھر جنت مین آوے یا وہ آخرت
اختیار کرے پس اُسنے نعمت عنداللہ اختیار کی یہ سنتے ہی ابوبکر رضہ نے رونا شروع کیا اور یہ کہنا شروع کیا کہ بلکہ ہم اپنے ماں باپ آل و اولاد آپ
پر قربان کرینگے ہم لوگون نے کہا کہ اس شخص کو کیا ہوگیا کہ رسول اللہ صلعم تو ایک بندے کا ذکر فرماتے ہین اور یہ ماں باپ قربان کرتا ہی پھر پیچھے یہ
حال کھلا کہ وہ بندہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ علم معرفت رکھنے تھے اور اسی خطبہ
مین آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واسطے فضیلت عظمٰی بے مثل بیان فرمائی جسکا ذکر صحیحین وغیرہ کی پوری حدیث مین ہی واضح
ہو کہ بعض کے بیان سے ظاہر ہوتا ہی کہ سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح کا نزول مکے کے فتح مین ہوا ہی اور صحیح یہ معلوم ہوتا ہے
کہ فتح مکے کے دو برس کے بعد حجۃ الوداع مین نزول ہوا اور صحیح قول کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول کی

اٹھتے بیٹھتے اور آتے جاتے یہ تسبیح بہت کہتے ہین تو آپ نے اذا جاء نصر اللہ والفتح آخر تک پڑھکر فرمایا کہ مجھے اسکا حکم دیا گیا
ہو (حدیث غریب) اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ہم نے کفارۂ مجلس کے بارہ مین علیحدہ رسالہ لکھا ہے وہ یہان لکھنا چاہیے مترجم
کہتا ہو کہ اسکا حاصل مطلب یہ ہو کہ ہر شخص جس جلسہ مین باتین کرتا ہو وہ آخرت مین جب اُسکے روبرو ہوگا تو افسوس ہوگا
اور اسکا کفارہ یہ ہو کہ آخر مین یہ کہے سبحانک اللھم وبحمدک لاالٰہ الاانت اغفرلی انک انت التواب الرحیم۔ اور بعض روایات مین
اسکے مانند دوسری تسبیح ہو اور یہ حکم قولہ تعالے سبح بحمد ربک حین تقوم الآیہ۔ مین دیا گیا ہو یعنے جب تو اُٹھے تو اپنے رب
کی حمد سے تسبیح کر۔ اس آیت کی تفسیر مین دعاء کا ذکر ہو چکا اور وہان مین نے یہ بھی بیان کیا کہ ابو حنیفہ رح نے اول افتتاح
نماز مین سبحانک اللھم الخ دعاء اختیار کی تو یہ نص قرآنی کی دلالت سے اچھی ہو کیونکہ قرآن مین قیام کے وقت اس دعا کا حکم ہے اور
ہر ایک قیام سے نماز مین کھڑا ہونا بہتر ہے تو اسوقت یہ دعا افضل ہو واللہ اعلم اور امام احمد رح نے ابو عبیدہ سے مسند کیا
کہ عبد اللہ بن مسعود رض نے کہا کہ جب اذا جاء نصر اللہ والفتح نازل ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب پڑھکر رکوع کرتے تو
تین مرتبہ کہتے سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفرلی انک انت التواب الرحیم (تفرد بہ احمد وابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہو کہ ابو عبیدہ رح
نے اپنے باپ عبد اللہ بن مسعود رض سے سنا نہین ہو ابن کثیر رح نے کہا کہ یہان مفسرین کے نزدیک بالاتفاق (الفتح) سے مراد
فتح مکہ ہو کیونکہ قبائل عرب یہ کہا کرتے تھے کہ ابھی تامل کرو دیکھو یہ شخص قریش پر غالب ہوتا ہو کہ نہین اگر وہ اپنی قوم پر غالب
ہوا تو بیشک پیغمبر ہو۔ جب مکہ فتح ہوا تو سب قبائل نے جلدی کی اور فوج فوج دین اسلام مین داخل ہوے حتی کہ دو برس
مین جزیرۂ عرب ایمان سے مالامال ہوگیا وللہ الحمد والمنۃ اور ہم نے فتح مکہ کا حال اپنی کتاب السیرۃ مین مفصل بیان کیا ہو وہان
دیکھو اور امام احمد رح نے ابو عمار تابعی سے مسند کیا کہ جابر رضی اللہ عنہ کے پڑوسی نے مجھسے کہا کہ مین جب سفر سے آیا تو جابر رضی اللہ
عنہ میرے پاس آئے اور مجھے سلام کیا مین نے اُن سے مسلمانون کی پھوٹ کا حال بیان کرنا شروع کیا تو رونے لگے اور کہا کہ مین نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ لوگ جس طرح دین اسلام مین فوج فوج داخل ہوے ہین اسیطرح فوج فوج خارج ہونگے
(ابن کثیر رح) یہان چند مسائل وفوائد ہین **فائدہ** فتوح امام ابو اسمٰعیل سے ظاہر ہے کہ جہاد شام مین اکثر لشکر قبائل یمن تھے اسی لیے
وہان انھین کی بستی زیادہ ہو اور ان مین زیادہ تر قبیلہ ازد کے لوگ تھے اور چونکہ بال بچون کے ساتھ گئے تھے اسلیے وہان سکونت
اختیار کی اور حدیث مزبور سے اہل یمن کی فضیلت ظاہر ہوتی ہو اور انصار رضی اللہ عنہم بھی فی الحقیقت اہل یمن ہین جو سیل العرم کے
زمانہ سے یہان رہے اور انھین کی برادری غسان ہین جو عراق وشام کے قریب ہے اور حدیث مین ہو کہ مین نفس الرحمن کو یمن کی طرف سے
پاتا ہون **خطیب رح** نے کہا کہ اسمین علماء کی تاویلات ہین ایک یہ کہ مراد فرحت ہو جو وہان کے فوج فوج مسلمانون سے حاصل
ہوئی (دوم یہ کہ مراد انصار ہین جو یمنی تھے **مسئلہ** آیت مین صریح ہو کہ فوج فوج دین الٰہی مین داخل ہونگے اس سے جمہور فقہاء و اکثر
متکلمین نے استدلال کیا کہ تقلید پر ایمان صحیح ہو اللہ تعالے نے فوج فوج اعراب کا ایمان قبول کیا اور اس سے آنحضرت صلعم کو
حمد وشکر کا حکم دیا ذکرہ **الرازی** رح و**الخطیب** رح پس گمراہ معتزلہ کا قیاس شیطانی باطل ہوا ولیکن یہ ضرور یاد رکھنا
چاہیے کہ جو لوگ بچپن سے لڑکون کو دنیاوی علوم وفنون پڑھاتے ہین اور عربی زبان ودینی علم سے جاہل رکھتے ہین یہ گنہگار ہین **فائدہ**
خطیب رح نے لکھا کہ روایت ہو کہ جب آنحضرت صلعم مکے مین داخل ہوے تو پہلے اللہ تعالے کا سجدہ کیا اور کعبہ مین داخل ہوکر

اور خود مع لشکر کے نماز فریضہ قصر پڑھتے رہے اور روزہ افطار کیا یعنے پھر کسی نے نہین دیکھا کہ آپنے صلوٰۃ الضحیٰ پڑھی ہو بلکہ وہ آٹھ رکعات صلوٰۃ الفتح تھی اور سردار لشکر کے لیے مستحب ہی کہ جب بلاد کفر فتح کرے تو اول داخلہ پر آٹھ رکعات نماز پڑھے جیسے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فارس پر جہاد مین جب مجوس کا دار السلطنت مدائن فتح کیا تو داخل ہو کر قصر ابیض مین آٹھ رکعات صلوٰۃ الفتح پڑھی - اور صحیح طریقہ یہ کہ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتا جاوے جیسے ابو داؤد کی روایت مین تصریح ہی (ابن کثیر رح) یہ سب اس قول کے موافق کہ نصر اللہ والفتح ایک خاص تجلی کا ظہور تھا جو اس وقت سے اصحاب رسول اللہ صلعم کے لیے حاصل ہوئی تھی اور اسمین آیندہ نصرت و فتح بھی شامل ہی اور اسکے باوجود اس سورہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے عروج دار آخرت کا بھی اعلام ہی اور بیان آتا ہی - ف - اگر کہو کہ (دین اللہ) کیا معنے ہین (جواب) یعنے وہ دین جسکو اللہ تعالے نے پسند فرمایا ہی وہ دین اسلام ہی لقولہ تعالے ان الدین عند اللہ الاسلام - اللہ تعالے کے نزدیک دین یہی اسلام ہے - ف - ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ - اور جو کوئی سوا ے اسلام کے دین تلاش کرے تو ہرگز اُس سے قبول نہو گا - ف - اور دین کے دوسرے نام بھی ہین جیسے (صراط اللہ) اور (نور) اور (ہدی اللہ) اور (عروۃ الوثقی) اور (حبل المتین) اور (صبغۃ اللہ) اور (فطرۃ اللہ) ان سب کا ذکر آیات قرآنیہ مین آگیا ہی (السراج وغیرہ) **تفسیر ابن کثیر** رح مین ہی کہ رہی وہ تفسیر جو حضرت عمر و ابن عباس رضہ نے بیان کی کہ اذا جاء نصر اللہ الخ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلام وفات ہی تو یہ معنے بھی اُس سے حاصل ہین یعنے واضح ہوا ای حبیب اللہ کہ جب تو نے مکہ فتح کر لیا جہان سے کفار نے تجھے نکالا تھا اور دین اللہ مین لوگ فوج فوج داخل ہوے تو دنیا مین جس تکلیف کا کام تجھسے متعلق تھا وہ پورا ہو گیا اب آخرت مین تشریف لانے کے لیے تیار ہو اور سورہ والضحیٰ مین پہلے مطلع فرمایا تھا کہ تیرے لیے آخرت بہتر ہے اور تیرا رب تجھے ایسی چیز عطا فرماوے گا کہ تو راضی ہو گا لہذا فرمایا - فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا - اب تسبیح پڑھ اپنے رب تعالے کی حمد کے ساتھ اور اس سے مغفرت مانگ وہ بیشک اچھا توبہ قبول کرنے والا ہی - ف - نسائی رح نے بطریق عکرمہ رح مسند کیا کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ جب سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح آخر تک نازل ہوا تو آپ کو وفات کا اعلام دیا گیا پس آپ نے امر آخرت مین سب سے زیادہ کوشش شروع کی اور اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آ گئی فتح اللہ اور آ گئی نصرت الٰہی اور آ گئے یمن والے - ایک صحابی رض نے عرض کیا کہ یمن والے کون لوگ ہین - فرمایا کہ ایک قوم ہین جنکے دل رقیق ہین اُنکے دل نرم ہین ایمان یمانی ہی اور حکمت یمانیہ ہی اور فقہ یمانی ہی - ف - امام بخاری رح نے حضرت عائشہ رضہ سے مسند کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موافق حکم قرآن کے بکثرت رکوع و سجود مین کہتے - سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفر لی (ورواہ مسلم وابو داؤد والنسائی وابن ماجہ) اور امام احمد رح کی حدیث ام المومنین عائشہ رضہ مین ہی کہ آنحضرت صلعم آخر امر مین بکثرت کہتے کہ سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ - اور فرماتے کہ میرے رب عزوجل نے مجھے خبر دی کہ مین عنقریب اپنی امت مین ایک نشانی دیکھونگا اور مجھے حکم دیا کہ جب وہ علامت دیکھون تو اُسکی حمد سے اُسکی تسبیح کرون اور استغفار کرون وہی تواب ہی وہ علامت مین نے دیکھ لی اذا جاء نصر اللہ والفتح الخ (ورواہ مسلم) اور ابن جریر رح نے اسکو ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مسند کیا کہ آنحضرت صلعم آخر امر مین اُٹھتے بیٹھتے اور آتے جاتے یہی کہتے سبحان اللہ وبحمدہ - مین نے عرض کیا کہ یا حضرت مین دیکھتی ہون کہ آپ ہر حالت مین

مین گروه جہاد کریگا پوچھا جاویگا کہ اس لشکر مین کوئی شخص ہے جسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تو کہا جاویگا کہ ہان ہے پس اسکے لیے فتح دیدی جاویگی۔ پھر ایک لشکر جہاد کریگا اور اسی طرح پوچھا جاویگا تو کہا جاویگا کہ نہین ہے ولیکن وہ ہے جسنے رسول اللہ کے دیکھنے والے کو دیکھا تو اُسکے نام پر فتح دی جاویگی (الصحیح) دوم یہ امام ابو اسمٰعیل الازدی نے فتوح مین اور امام محمد بن اسحق نے کتاب السیرۃ مین باسناد صحیح وہ تمام حال روایت کیا جب ابوبکر رض نے بعد فتح عرب کے مسلمانون کو جہاد شام کے لیے مجتمع کیا اور اہل یمن کو خط لکھکر انس رض کے ہاتھ بھیجا پس ہر قبیلہ نے بجا آوری حکم مین جلدی کی حتیٰ کہ قبیلہ حمیر جو یمن کا شاہی خاندان تھا مع بال بچون کے حاضر ہوا۔ انس رض نے کہا کہ جب ابوبکر رض نے اُنکو دیکھا تو بہت خوش ہو کر فرمایا کہ اے بندگان خدا یاد کرو کہ ہم لوگ کیا (زمانہ رسول اللہ مین) یہ باتین نہین کیا کرتے تھے کہ جب حمیر اپنی اولاد و عورتون سمیت آوین تو یہ علامت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مسلم کو فتح دی و نصرت اور شرک کو خوار کیا تو اب اے مسلمانو خوش ہو جاؤ کہ تم پر اللہ تعالےٰ کی نصرت آگئی۔ الخ۔ بالجملہ اس سورۂ مبارک اذا جاء نصر اللہ والفتح کے بعد کبھی مسلمانون نے جہاد کفار مین کلفت نہین اُٹھائی اور ابن حجرؒ نے اصابہ مین لکھا کہ یہ بات خوب معلوم ہو چکی کہ صحابہ رض ہمیشہ لشکر کی سرداری کسی صحابی کو دیتے تھے غیر کو نہین دیتے تھے اور مترجم کہتا ہے کہ سردار قوم کی برکت سب کو حاصل ہوا کرتی ہے اور اسکے واسطے نصوص کثیرہ کے اشارات شاہد ہین جیسے بری بھی قوم کے شریر سردار کی بدبختی سے حاصل ہوتی ہے ابن کثیر کی تفسیر مین ہے کہ طبرانی رح نے ابن عباس رض سے مسند کیا کہ قرآن مین سب سے آخر جو سورہ نازل ہوا وہ اذا جاء نصر اللہ والفتح ہے۔ امام احمد رح نے ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب یہ سورہ اذا جاء نصر اللہ والفتح نازل ہوا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ لوگ ایک مقام مین ہین اور مین و میرے اصحاب ایک مقام مین ہون اور فرمایا کہ بعد فتح کے اب ہجرت نہین ہے ولیکن جہاد و نیت ہے ابوسعید رض سے مروان نے یہ سنکر کہا کہ تو نے جھوٹ کہا اور وہان مروان کے پاس تخت پر رافع بن خدیج رض اور زید بن ثابت بیٹھے تھے ابوسعید رض نے کہا کہ اگر یہ دونون چاہتے تو تجسے یہ حدیث بیان کر سکتے ہین ولیکن یہ شخص تو ڈرتا ہے کہ تو اسکو اسکی قوم کی عرافت سے (عریف جو قوم کی طرف سے عارف وکیل ہو) معزول کریگا اور وہ دوسرا ڈرتا ہے کہ تو اُسکو صدقہ کے عامل ہونے سے خارج کریگا یہ سنکر مروان نے ابوسعید رض کو مارنے کے لیے درہ اُٹھایا۔ جب اُن دونون نے یہ دیکھا تو مروان سے کہا کہ ابوسعید رض سچے ہین (تفرد بہ احمد) مروان نے اپنی جہالت سے اس حدیث کا انکار کیا حالانکہ یہ حدیث معروف ہے۔ ابن عباس رض نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الفتح کے روز فرمایا کہ اب ہجرت باقی نہین ہے ولیکن جہاد و نیت ہے اور جب تم لوگ جہاد کے لیے بلائے جاؤ تو فوراً قبول کر کے حاضر ہو (صحیحین وغیرہ) اس بیان سے معلوم ہوا کہ قولہ تعالےٰ اذا جاء نصر اللہ والفتح کی جو تفسیر بعض صحابہ رض نے کہی وہ بھی عمدہ ہے یعنے ہم لوگون کو حکم دیا ہے کہ جب اپنی نصرت سے وہ ہمپر کفار کے بلاد اور شہر و قلعے فتح کرے تو ہم اُسکی حمد و شکر و تسبیح کرین یعنے اُسکے لیے شکرانہ کی نماز پڑھین اس تفسیر کے واسطے شاہد موجود ہے کہ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو چاشت کا وقت تھا پس ام ہانی کے یہان نہا کر آٹھ رکعتین پڑھین۔ بعضے علماء کہتے ہین کہ یہ چاشت کی نماز تھی دیگر علماء رح نے ان کو جواب دیا کہ صلوٰۃ الضحیٰ (نماز چاشت) کا پڑھنا آنحضرت صلعم سے کمتر ثبوت ہے اور سب کے نزدیک آپ اُسکو ہمیشہ نہین پڑھتے تھے تو پھر آج کے روز مسافرت مین کیونکر اس اہتمام سے پڑھتے اور باوجود اسکے مکے مین آخری رمضان تک اُنیس[19] روز تک رہے

تھے محفوظ رکھا اور رسول اللہ و مومنون کو فتح دی تو ہم کو اُس سے لڑنے کی طاقت نہین ہی پس ہر طرف سے فوج فوج آکر دین اسلام مین داخل ہونے لگے۔ ضحاک رح سے روایت ہی کہ امت چالیس آدمی ہوتے ہین افواج سے مراد بھاری جماعتین ہین چنانچہ اسوقت مین پورا قبیلہ مسلمان ہوجاتا تھا حالانکہ پہلے دو دو اور تین تین مشکل سے داخل اسلام ہوتے تھے ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ جب سورۂ اذا جاء نصر اللہ نازل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگئے اہل یمن وہ بہت رقیق دل ہین ایمان یمانی ہی اور فقہ یمانی اور حکمت یمانیہ ہی (ابن مردویہ) ابن کثیر رح نے لکھا کہ امام بخاری رح نے مسند کیا کہ ابن عباس کہتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے بزرگان بدر کے ساتھ بٹھلاتے تھے۔ تو شاید ان مین سے بعض کو کچھ ناگوار ہوا تو کہا کہ تم اس طفل کو کیون ہمارے ساتھ بٹھلاتے ہو ایسے ایسے تو خود ہمارے لڑکے موجود ہین۔ حضرت عمر رض نے کہا کہ یہ انھین مین سے ہی جنکو تم جانتے ہو پس ایک روز ابن عباس رض کو بلاکر انھین بزرگ اصحاب کے ساتھ مین بٹھلایا جو غزوۂ بدر وغیرہ مین شریک ہوئے تھے اُس دن مجھے یہ معلوم ہوا کہ مجھے بلاکر اُن مین داخل کرنے سے آپکی یہ غرض تھی کہ انکو کچھ دکھلا دین۔ پھر اُنسے فرمایا کہ تم لوگ اذا جاء نصر اللہ والفتح الخ کی تفسیر مین کیا کہتے ہو۔ بعض نے کہا کہ اسمین ہم کو حکم دیا گیا ہی کہ جب ہم کو نصرت دی جاوے اور ملک کفر فتح کر دیا جاوے تو ہم اُسکی حمد کے ساتھ تسبیح کرین۔ اور بعض نے سکوت کر لیا کچھ نہین کہا۔ تب مجھسے فرمایا کہ ای ابن عباس تو بھی یہی کہتا ہی مین نے کہا جی نہین۔ فرمایا کہ پھر تو کیا کہتا ہی مین نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجل ہی آپکو اُس سے اطلاع دی گئی ہی کہ جب نصر اللہ والفتح آجاوے (اور لوگ فوج فوج اسلام مین داخل ہون تو یہ تیری اجل کی علامت ہی فسبح بحمد ربک الخ یعنے اُسوقت اپنے رب کی حمد سے تسبیح پڑھ وہ بیشک توبہ قبول فرمانے والا ہی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین بھی یہی جانتا ہون جو تو کہتا ہی (رواہ البخاری وابن جریر رح) اور امام احمد نے بھی مختصر روایت کی کہ ابن عباس رض نے کہا کہ جب سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح نازل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے میری موت کی خبر دی گئی مین اس سال وفات دیا جاؤنگا (تفرد بہ احمد) یہی قول مجاہد و ابو العالیہ و ضحاک وغیرہم ہی کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی وفات سے خبر دی گئی ہی۔ ابو حازم رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تھے کہ ناگاہ آپ نے فرمایا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر آگئی نصر اللہ اور فتح۔ آگئے اہل یمن۔ کہا گیا کہ یا رسول اللہ اہل یمن کیا ہین فرمایا کہ ایک قوم ہین کہ اُنکے دل رقیق ہین اور طبیعتین نرم ہین ایمان یمانی ہے اور فقہ یمانی ہے اور حکمت یمانیہ ہے (رواہ ابن جریر) اور باسناد صحیح اسکو عکرمہ رح سے مرسل روایت کیا اور طبرانی رح نے اسکو عکرمہ رح سے موصول کیا کہ ابن عباس نے کہا کہ جب اذا جاء نصر اللہ والفتح آخر تک نازل ہوا تو رسول اللہ صلعم کو آپ کی وفات کی خبر دی گئی تو آپ نے امر آخرت مین بہت سخت کوشش کرنی شروع کی اور اُسکے بعد رسول اللہ صلعم نے ایک روز فرمایا کہ آگئی نصر اللہ والفتح اور آگئے اہل یمن تو ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اہل یمن کیا ہین فرمایا کہ ایک قوم ہین کہ اُنکے دل رقیق ہین اور طبیعتین نرم ہین ایمان یمانی ہی اور فقہ یمانی ہی مترجم کہتا ہی کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہی کہ نصر اللہ والفتح سے ایک معنے مراد ہین جو اللہ تعالے کی طرف سے حاصل ہوے یعنے اس جماعت اسلام آیندہ نصرت الٰہی ہی اور انکے واسطے فتح ہی اور اسکا پہلا اثر یہ تھا کہ مکہ فتح کر دیا گیا اور نصرت ایسی حاصل ہوئی جسکا بیان فتح مکہ کے قصہ مین ظاہر ہوگا اور یہ مراد نہین کہ فقط فتح مکہ مین نصر اللہ مقصود ہی جیسا کہ بہت لوگون نے زعم کیا بلکہ یہ مراد ہی کہ اب اس جماعت صحابہ رض پر نصرت و فتح نازل ہی اور اسپر دو دلیلین ہین (ایک) حدیث صحیح جسکا خلاصہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت

ہوا ہو قال تعالے۔ إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۔ جب آگئی مدد اللہ کی اور فتح اور تونے دیکھا لوگون کو کہ داخل ہوتے
ہین اللہ تعالے کے دین مین فوج فوج تو تسبیح پڑھ اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اور اُس سے مغفرت مانگ
إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا۔ اُسکی شان یہ کہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہو ف۔ واحدی رح نے لکھا کہ مفسرین رحمہم اللہ تعالے نے
یہ معنے بیان کیے کہ اے محمدؐ جب تجھے اللہ تعالے کی نصرت حاصل ہوئی اُن لوگون پر جنھون نے تجھسے عداوت باندھی تھی اور وہ
قریش ہین اور فتح یعنے فتح مکہ حاصل ہوئی اور تونے آنکھون دیکھ لیا کہ لوگ عرب کے اقطار کے گروہ گروہ دین الٰہی یعنے دین
اسلام مین داخل ہوتے تو یہ تیرے لیے علامت مقرر ہو کہ اللہ تعالے تجھے منزلت عالیہ مین سرفراز فرماویگا یعنے وفات دیکر فردوس اعلیٰ مین
دیگا تو یہ علامت دیکھکر اپنے رب تعالے کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھ اور استغفار کر کہ وہ تواب ہو اور اپنے تختگاہ عزت اور مرکز
قدس کا سامان کر رازی رح وغیرہ نے کہا کہ نصر و فتح مین فرق یہ کہ نصر مدد و تائید ہو جس سے فتح حاصل ہوتی ہو اور یہی مقصود ہو اور
خلاصہ یہ کہ رسول اللہ کے وقت مین دو فریق امتحان مین ڈالے گئے ایک وہ جو رسول اللہ کے ساتھ ایمان لائے اور دوم وہ جو دشمن
ہوئے اور حدیث الصحیح مین ہو کہ اللہ تعالے نے مجھسے فرمایا کہ مین تجھے امتحان مین ڈالونگا اور تیرے سبب سے لوگون کو امتحان مین
ڈالونگا اور حدیث البخاری مین قصہ ہرقل مین ہو کہ پیغمبرون کے ساتھ یہی کیا جاتا ہو کہ کبھی اُن کو غلبہ دیا جاتا ہو اور کبھی کفار کو پھر آخر
مین اللہ تعالے رسول و مومنین کو بالکل فتح دیتا ہو۔ مد۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اللہ کی طرف سے نصرت مین
تھے ولیکن یہ نصرت ایسے طور پر تھی کہ ساتھی مومنون کے لیے امتحان بھی تھا اور بقولہ تعالے یتخذ منکم شہداء اُن مین سے شہید بندے
بنادیئے۔ مد۔ اور اگر ہر بار پیغمبر کو غلبہ ہوتا تو منافقون کو کچھ شک نہوتا پس منافقون کو متمیز کر دیا اور خالص مومنون کے درجات
بڑھائے اور اُحد کافرون نے طغیان کیا کہ بت کے سامنے سجدہ کیا کہ تونے ابکی مرتبہ ہم کو غلبہ دیا۔ پس یہان نصر اللہ
سے وہ آخری نصر مراد ہو جسکے بعد امتحان نہین رہتا ہو اسی لیے حضرت ابوبکر رض کے لشکرون کو برابر فتوحات حاصل ہوئین
اگرچہ قلیل تھے اور نصر کو اللہ تعالے نے اپنی طرف ملایا یعنے نصر اللہ فرمایا حالانکہ نصر ہمیشہ اللہ تعالے ہی کی طرف سے
ہوتی ہو لقولہ تعالے ما النصر الا من عند اللہ الآیہ۔ یعنے نہین نصر مگر اللہ تعالے ہی کی طرف سے ہو۔ مد۔ تو یہان نصر اللہ تعظیم
ہو یعنے وہ آخری عظیم نصر جو رسول کو عطا ہوتی ہو قاضی رح نے کہا کہ اذا جاء۔ آمد نصر۔ سے اشارہ کیا کہ جو بات ازل مین مقدر
ہوتی ہو وہ ازل سے متوجہ ہوتی ہو اور رفتہ رفتہ آتی جاتی ہو جب وقت ہوتا ہو یہانتک کہ کامل نصر اپنے وقت پر
آجاتی ہے لیکن راغب رح نے یہان (اذا جاء) سے حاصل ہونا لیا اور سراج مین خطیب رح نے کہا کہ اذا جاء یعنے جب
آئندہ ثابت ہوئی اور جم گئی نصرت اللہ تعالے کی اور فتح اکثر علماء رح نے کہا کہ فتح مکہ مراد ہو۔ معالم وغیرہ مین اسکا سبب حال
لکھا ہو اور مترجم آخر مین ترجمہ کریگا اور بعض نے کہا کہ فتح مکہ تو اس سورہ کے نازل ہونے سے پہلے حاصل ہو چکی تھی اور یہان
اسکے ساتھ مین ملکون کی فتح شامل ہے۔ ف۔ یہی قول مناسب ہو۔ اور حسن بصری رح وغیرہ نے بیان کیا کہ جب اللہ تعالے نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ فتح کیا تو عرب کے قبائل نے کہا کہ بیشک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معجزات اور
عمدہ خصائل کے ساتھ اللہ تعالے کے رسول ہین کیونکہ قریش کو اللہ تعالے نے لاکھ لشکر و ہاتھیون سے جو اصحاب الفیل لائے

چوتھائی قرآن کے برابر ہی اور اذا زلزلت چوتھائی قرآن کے برابر ہی- نسائی رح نے دوجہ سے روایت کی کہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے کہا کہ مجھسے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ای عتبہ تجھے وہ سورہ معلوم ہی جو قرآن مین سب سے آخر مین نازل ہوا ہی مین نے کہا کہ جی ہان مجھے یہ معلوم ہی کہ قرآن مین سب سے آخری سورہ اذا جاء نصر اللہ والفتح نازل ہوا ہی فرمایا کہ ہان سچ ہی (صحیح) اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما مین ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد جو حج کیا (یہی ایک حج دسوین سال ہجرت مین کیا تھا) اسکے ایام تشریق کے درمیان مین (یعنے بارھوین ذی الحجہ مین) آپ پر سورہ اذا جاء نصر اللہ والفتح نازل ہوا تو آپ نے پہچانا کہ اب الوداع ہی پس حکم دیا کہ آپ کا ناقہ قصویٰ کسا جاوے اُسپر سوار ہوکر لوگون کو وہ خطبۂ طولانی سنایا (یہ خطبہ مشہور ہے) اس حدیث کو امام ابوبکر البزار و بیہقی نے روایت کیا **اقول** اسی جہت سے اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہین اور اسی خطبہ مین لوگون سے فرمایا تھا کہ شاید مین آیندہ حج نہ کرونگا- اسی خطبہ مین فرمایا کہ ای لوگو مین نے تم کو سب پیغام حق پہونچا دیا- لوگون نے ہرطرف سے اقرار کیا تو آسمان کی طرف انگلی اُٹھاکر تین بار کہا کہ الٰہی تو گواہ رہیو اس خطبہ مین سب کو نصیحت کردی تھی کہ دین پر مضبوط رہین اور باہم جنگ وجدال نہ کرین اور قرآن مجید مین اختلاف سے منع کیا اور اپنے اہلبیت کے واسطے وصیت کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت سب پر لازم فرمائی الحاصل بڑے بڑے امور جن سے لوگون مین خرابی پڑی سب سے منع کردیا اور خلیفۂ وقت کی اطاعت کی وصیت کی یہ خطبہ نہایت اہم امور کو شامل ہی ولیکن تقدیر الٰہی جاری ہوتی ہی انا للہ وانا الیہ راجعون **حافظ ابوبکر البیہقی** رح نے مسند کیا کہ ابن عباس رض نے کہا کہ جب سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح نازل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدینہ پہونچکر اپنی صاحبزادی لخت جگر حضرت فاطمہ سیدۃ النساء رض کو بلاکر اور کان مین) فرمایا کہ مجھے میری وفات کی خبر دے دی گئی ہی فاطمہ رض رونے لگین پھر وہ ہنسنے لگین پھر بیان کیا (یعنے عرصہ کے بعد حضرت عائشہ رض نے انکو اپنے حق مادری کا واسطہ دیا تو بیان کیا) کہ آنحضرت صلعم نے مجھے خبر دی کہ آپکو آپکی وفات کی خبر دی گئی ہی یہ سنکر مین رونے لگی پھر آپنے مجھسے فرمایا کہ صبر کر کہ میرے گھرانے والون مین سے تو سب سے پہلے مجھسے ملیگی تو مین ہنسنے لگی یہ حدیث صحاح مین بھی کمی بیشی کیساتھ ہی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ ○ۙ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ

جب پہونچ چکی مدد اللہ کی اور فیصلہ اور تونے دیکھے لوگ بیٹھتے اللہ کے دین مین

اَفْوَاجًا ○ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ○

فوج فوج اب پاکی بول اپنے رب کی خوبیان اور گناہ بخشوا اُس سے بیشک وہ معاف کرنے والا ہے

یہ سورۂ مبارک بھی معالم نبوت مین سے معجزۂ جمیل ہی ایک تو آنحضرت صلعم کی وفات کی خبر دوم اب لوگ اطراف عرب سے فوج فوج دین اسلام مین داخل ہونگے سوم فتوح بلاد اسکے بعد حاصل ہی اور احادیث ملانے سے معلوم ہوا کہ جس طرح فوج فوج داخل ہوے تھے اسیطرح فوج فوج خارج ہونگے پھر فتح ونصرت عطا ہوگی تاکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت حقہ متواتر اعلان ہو جس سے آپ کی نبوت حقہ عالم پر ظاہر ہوا اسلیے کہ ولی کی کرامت سے اُس پیغمبر کی صدق رسالت ظاہر ہی جسکی پیروی مین یہ ولی

مترجم کہتا ہے کہ اس دلیل کی تقریر قوی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا اور آپ کے مقابلے میں مخالفوں کو ایک دین قرار دیا اور یہ معلوم ہے کہ اسمیں قریش کی کچھ خصوصیت نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام جہان کے واسطے عام ہے تو تمام جہان کے کافرون کو ایک ملت قرار دیا پس وہ باہم وارث ہونگے اور فتاوی حنفیہ میں بھی ایک قول یہی ہے اور دوسرا قول مانند قول امام احمد ہے کہ یہود و نصاریٰ یعنے دو ملت مختلفہ والے باہم وارث نہیں ہونگے بدلیل حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو ملت مختلفہ والے باہم وارث نہونگے واللہ تعالیٰ اعلم شیخ جلال رح نے کہا کہ لکم دینکم ولی دین۔ اُس وقت تھا جب تک آپکو جہاد کا حکم نہیں ملا تھا پھر حکم جہاد سے یہ حکم منسوخ ہوگیا بعض نے کہا کہ پورا سورہ منسوخ ہوگیا۔ ان دونون قولون کو رد کیا گیا کہ منسوخ وہ چیز ہوتی ہے جو امر و نہی ہو جسمین ایک وقت ایک چیز کا حکم مصلحت ہوتا ہے پھر وہ منسوخ ہوجاتا ہے اور یہ سورہ خبر ہے یعنے واقعات کی خبر دی تو یہ خبر سچ ہے پھر منسوخ ہونے کے کچھ معنے نہیں ہیں اور یہ حکم برابر باقی ہے کہ ہر شخص جیسا کرے ویسا پاوے گا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ف شیخ ابن العربی رح نے لکھا کہ (ایہا الکافرون) کفر پردگی ہے یعنے جن لوگون کی فطرت پر کدورت وسیاہی نفس چھا گئی ہے (لا اعبد ما تعبدون) مجھے اللہ تعالیٰ نے ذات حق کی جانب ہدایت دی تو مین تمھارے معبودون کی پرستش نہ کرونگا جن کی کچھ حقیقت نہیں بلکہ تمنے ہوائے نفس سے انکو بنایا اور خیال میں اُنکی تصویر خیالی گویا وہ تمھارے روبرو ہیں حالانکہ سوائے تمھارے خیال کے اُنکا کہین وجود نہیں ہے مترجم نے بحمد اللہ تعالیٰ اُسکو اوپر مفصل بیان کیا ہے (قولہ تعالیٰ) ولا انتم عابدون الخ اس حالت حجاب میں جب تک تم پڑے ہو کبھی میرے معبود کی بندگی نہ کروگے کیونکہ تمھارے دلون مین کدورت غلیظہ ہے تو ممکن نہیں کہ حق کو پہچانو مترجم کہتا ہے کہ شیخ رح نے اسمین ایک اعتراض کا جواب دیا۔ اعتراض یہ کہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی کافر مسلمان نہوگا (جواب) شیخ نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ جب تک تم اس حالت پر ہو کبھی میرے معبود کو نہ پہچانوگے تو عبادت نہ کروگے۔ بعض علماء نے جواب دیا کہ یہ حکم فقط ایسے لوگون کے واسطے ہے جو علم الٰہی مین کافر مرنے والے ہین اسیواسطے (کافرون) انکا نام لیا گیا برخلاف اُنکے جو بالفعل کافر ہون وہ ایمان والے ہوسکتے ہین فافہم (قولہ) ولا انا عابد ما عبدتم الخ شیخ رح نے اسکو زمانہ ماضی کے لیے لیا اور یہ سب کے خلاف ہے اور کہا کہ مطلب یہ ہے کہ مین نے کبھی زمانہ ماضی مین تمھارے ساتھ تمھاری عبادت باطلہ مین شرکت نہیں کی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فطرت ازلیہ مین میری استعداد اچھی رکھی تھی (قولہ) ولا انتم عابدون الخ۔ تم مین استعداد فطرت نہ تھی کہ حق تعالیٰ کی عبادت کرو (قولہ) لکم دینکم الخ جب تمھاری لیاقت مین اور میری لیاقت مین زمین و آسمان کا فرق ہے تو موافقت نہیں ہوسکتی پس مین نے تم کو تمھارے دین پر چھوڑا تم مجھے میرے دین پر چھوڑ دو واللہ تعالیٰ اعلم

سورۃ النصر مدنیۃ وھی ثلث ایات

یہ سورہ (السراج) اور اسمین تین ۳ آیات اور سولہ ۱۶ کلمات اور اناسی حروف ہین اس سورہ کا نام سورۃ التودیع بھی ہے یعنے رخصتی سورہ اور ثبوت ہوا کہ یہ آخری حجۃ الوداع کے بالاجماع مدنیہ ہے اور سب سے آخر مین جو سورہ پورا نازل ہوا وہ یہی سورہ ہے درمیانی ایام تشریق مین منا مین نازل ہوا چنانچہ آتا ہے ابن کثیر رح نے کہا کہ حدیث پہلے گزری جس مین مذکور ہے کہ یہ سورہ

اور مشرکین نے اُسکو چھوڑکر غیروں کی عبادت نکالی تھی لہذا حکم دیا بقولہ لکم دینکم ولی دین جیسے دوسری آیت میں فرمایا۔ ان کذبوک فقل لی عملی ولکم عملکم الآیہ۔ یعنی اگر یہ کفار تجھے جھٹلاویں تو کہدے کہ میرے لیے میرا عمل ہی اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے تم بیزار ہو میرے عمل سے اور میں بیزار ہوں تمہارے اعمال سے ؎۔ اور جیسے فرمایا لنا اعمالنا ولکم اعمالکم۔ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں ؎۔ **امام بخاری**رح نے ذکر کیا کہ تفسیر میں کہا جاتا ہی کہ لکم دینکم۔ تمہارے لیے تمہارا دین یعنے کفر ہے (یعنے شرک ہی) ولی دین۔ اور میرے لیے میرا دین یعنے اسلام ہی (دینی) میں سے (ی) حذف ہوئی کیونکہ آیات کا آخر نون ہی جیسے قولہ ان معی ربی سیہدین۔ ای سیہدینی اور قولہ فہو یہدین واذا مرضت فہو یشفین۔ میں یہدینی اور یشفینی ہی۔ اور بعض نے کہا کہ لا اعبد ما تعبدون الخ یعنے فی الحال جو تم پوجتے ہو میں نہیں پوجتا اور جو میں پوجتا ہوں وہ تم نہیں پوجتے ولا انا عابد ما عبدتم الخ باقی عمر میں بھی تمہارا طریقۂ شرک نہیں لینے والا ہوں اور تم بھی نہیں ماننے والے ہو پھر یہ حکم خاص ایسے لوگوں کے حق میں ہوگا جو جہنمی ہیں جیسے فرمایا۔ ولیزیدن کثیرا منہم ما انزل الیک من ربک طغیانا وکفرا۔ یعنے ان لوگوں میں سے بہت ایسے ہیں کہ جو کچھ تیری طرف اُتارا گیا جانب رب تیرے سے اس سے انکا طغیان وکفر زیادہ ہوگا ؎۔ (قول سوم) جو **ابن الجوزی**رح وغیرہ نے ابن قتیبہ رح سے نقل کیا اور ابن جریر رح نے بعض اہل عربیہ سے نقل کیا کہ سورہ میں یہ آیات از قسم تاکید ہیں جس سے فائدہ یہ کہ کافروں کی طمع کاٹ دی اور مایوس کردیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تمہارے کفر و شرک کے تابع نہوگا **ابن کثیر**رح نے کہا کہ یہاں (قول چہارم) بھی ہی جسکو **شیخ ابو العباس ابن تیمیہ** نے بعض کتابوں میں قوی کیا یعنے قولہ تعالے لا اعبد ما تعبدون الخ سے اس کام کی نفی ہی یعنے میں تمہارا کام نہیں کرتا اور تم میرا کام نہیں کرتے ہو پھر اسکی بات بالکلیہ قبول سے نفی کی بقولہ ولا انا عابد الخ یعنے میں کبھی تمہارے معبودوں کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں اور نہ تم ایسا کرنے والے ہو کہ میرے معبود اللہ تعالے کی بندگی قبول کرو تو خلاصہ یہ ہوا کہ جو لوگ الکافرون مقدر ہیں وہ کبھی ایمان نہ لاوینگے اور جو مومنین مقدر ہیں وہ کبھی شرک نہ کرینگے اور نہ شرعًا یہ ممکن ہی **ابن کثیر**رح نے کہا کہ یہ قول بھی اچھا ہی **مترجم** کہتا ہی کہ بعض نے اسپر اعتراض کیا کہ لا انتم عابدون الخ سے بھی یہی نکلا کہ تم ایمان قبول کرنے والے نہیں ہو حالانکہ بہت کفار مکہ مسلمان ہوگئے تو یہ معنے کیونکر ہوسکتے ہیں (جواب) مترجم نے خود دیدیا کہ الکافرون۔ وہ ہیں کہ جنکی یہ صفت علم الٰہی میں مقدر ہی تو وہ مومن ہونگے اور یہ توصاف صیغہ صفت ہی حالانکہ قولہ تعالے ان الذین کفروا سواء علیہم الآیہ۔ میں فعل بیان کیا تھا اور ایمان سے محروم کیا اور مراد یہ کہ جو علم الٰہی میں کافر مقدر ہوے ہیں وہ مومن نہونگے **مسئلہ** **رازی**رح نے کہا کہ عوام جب باہم ترک کرتے اور ایک دوسرے کو چھوڑتے ہیں تو یہ آیت لکم دینکم ولی دین۔ پڑھتے ہیں یہ بیان نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں اسلیے نازل نہیں ہوا کہ اُس سے مثلیں بناؤ بلکہ غور سے خوف کرو اور عبرت سے اپنی حالت پر گریہ و زاری کرو (کبیر وسراج) **مترجم** کہتا ہی کہ اسی قسم کے مسائل دیگر آیات سے ہیں اور اکثر مرتد ہوجاتے ہیں اُنکی جورو کا نکاح ٹوٹ جاتا ہی **مسئلہ** اگر دار الاسلام میں ذمی خاندان میں ایک نصرانی مرا اور اسکا ایک بیٹا ہندو ہی اور دوسرا یہودی ہی اور تیسرا مجوسی ہی تو ان میں سے کسکو ترکہ دیا جاوے (جواب) امام شافعیرح وغیرہ نے کہا کہ سب لڑکے اُسکے وارث ہونگے کیونکہ اہل کفر سب ایک ہی ملت قرار دیے جاتے ہیں بدلیل اس آیت کے کہ اللہ تعالے نے لکم دینکم بصیغہ جمع فرمایا (ابن کثیررح

تھا وہ الف لام سے مستغرق ہوگیا اور جمع قلت بیان کثرت کے واسطے مستعار ہے ولیکن اشارہ ہے کہ اہل ایمان جو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے قدم بقدم ہوں انکے واسطے دنیا میں عزت و غلبہ ہے اور انکے مقابلے میں کفار اگرچہ تعداد میں بہت ہوں لیکن حکم میں قلیل
ہیں چنانچہ آپ کی وفات کے بعد عرب مرتد ہوئے تو حضرت ابوبکر رض نے قلیل صحابہ رض سے انکو مغلوب کر لیا حالانکہ وہ شمار میں بہت
زیادہ تھے اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم تھا کہ نرم نصیحت سے بدون سختی کے ہدایت کریں اور خود بہت مہربان تھے تو
یہاں اسطرح یا ایہا الکافرون سے خطاب فرمانے میں کیا حکمت ہے (جواب) جب انھوں نے بتوں کو اللہ تعالے کے ساتھ برابر کرنے
پر صلح کرنے کو کہا تو اللہ تعالے جل جلالہ نے انپر غضب کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خطاب کا حکم دیا یعنے کافروں کی
توہین کی اور اپنا غلبہ ظاہر کیا تو آنحضرت صلعم نے حکم کے موافق اعلان کر دیا۔ یا ایہا الکافرون لا اعبد ما تعبدون۔ اے کافرو میں نہیں
پوجتا جسکو تم پوجتے ہو تمھارے ظاہری بت و خیالی معبودوں کو میں معبود نہیں بناتا ہوں کیونکہ وہ کسی طرح معبود ہونے کے لائق
نہیں ہیں۔ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ۔ اور نہ تم عبادت کرنے والے جسکی میں عبادت کرتا ہوں۔ ف
اسمیں کافروں کے واسطے جملہ اسمیہ کے طور سے دائمی نفی کی تو یہ کفار وہ ہیں جو علم الٰہی میں کافر تھے حتی کہ گروہ مذکور میں
سے کوئی بھی ایمان نہیں لایا۔ بعض نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہیں کہ فی الحال بھی نہ میں تمھارے معبود کو پوجتا ہوں اور نہ تم میرے
معبود کو پوجتے ہو اور آیندہ کے لیے بھی فرمایا۔ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ۔ اور نہ میں کبھی پوجنے والا ہوں جس
چیز کو تم نے پوجا۔ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ۔ اور نہ تم کبھی پوجنے والے ہو جسکو میں پوجوں گا ابن
عادل رح نے اعتراض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیحدہ جملہ میں ایک زمانہ حال کے ساتھ کیونکر یہ قید کر سکتے ہیں کہ
میں فی الحال تمھارے معبودوں کو نہ پوجونگا (جواب) دیا گیا کہ فقط زمانۂ حال میں انحصار نہیں کیا بلکہ پہلے زمانۂ استقبال سے
نفی کی۔ اور بعض نے کہا کہ قولہ ولا انا عابد الخ سے تاکید ہے اور اول جملہ یعنے لا اعبد ما تعبدون الخ میں بالکل نفی مراد ہے یعنے نہ
میں تمھارے معبودوں کی بندگی کرنے والا ہوں اور نہ تم میرے رب کی بندگی کرنے والے ہو لہذا فرمایا لَكُمْ دِيْنُكُمْ
وَلِيَ دِيْنِ۔ (دینی) تمھارے لیے تمھارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے ف ابن کثیر رح نے لکھا کہ ان آیات میں
تین قول ہیں (ایک یہ) کہ قولہ لا اعبد الخ اور قولہ لا انا عابد الخ میں محض مکرر تاکید مقصود ہے (دوم) یہ کہ لا اعبد ما تعبدون الخ میں
(ما) موصولہ ہے یعنے جن بتوں وغیرہ کو تم پوجتے ہو میں اسکو نہیں پوجتا اور جس کو میں پوجتا ہوں اسکو تم پوجنے والے
نہیں ہو۔ پھر ما عبدتم میں (ما) مصدریہ ہے یعنے میں تمھاری عبادت نہیں کرتا اور تمھارا طریقہ اختیار نہیں کرتا بلکہ جس طریقے
سے اللہ تعالے راضی ہے اس طریقے پر عبادت کرتا ہوں۔ ولا انتم عابدون ما اعبد۔ اور تم بھی اللہ تعالے کے احکام و شرع کی پیروی
نہیں کرنے والے ہو بلکہ تم نے جو طریقہ خود نکالا ہے اسپر چلتے ہو جیسے اللہ تعالے نے تمھارا حال بتلایا بقولہ تعالے ان یتبعون
الا الظن وما تھوی الانفس الآیہ۔ یعنے نہیں پیروی کرتے ہیں مگر گمان کی اور جس کو انکا جی چاہتا ہے حالانکہ ہدایت انکے رب
کی طرف سے انکے پاس آگئی۔ ھ۔ حاصل یہ نکلا کہ کافروں کی جمیع باتوں سے بیزاری کر لی کیونکہ عابد کے لیے معبود
ضرور ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کے تابعین اس طریقے پر اللہ تعالے کی عبادت کرتے تھے جو اللہ تعالے
نے مشروع کیا اسیواسطے کلمہ اخلاص لا آلہ الا اللہ محمد رسول اللہ ٹھہرا یعنے اللہ تعالے کیطرف کوئی راہ نہیں ہے سوائے اسکے کہ محمد صلعم کی پیروی کیجائے

ہوا کہ یہان (ما) موصولہ نہایت بلیغ ہے کیونکہ مشرکین درحقیقت اس پتھر یا صلیب کو سجدہ کرتے ہین اور یہ دعوی کرتے ہین کہ اس چیز مین فلان میت کی روح سما گئی ہے جیسے اس زمانہ مین تعزیہ والے جب تک وہ ٹھاٹھ بنانے والے کی دوکان پر ہے تب تک بیقدر ہے اور جب اُسکو خرید اتو اُسوقت سے اپنا تصور جما لیا اور اُسکو ادب سے سلام کیا اور تاشے باجے کے ساتھ لیچلے اور یہ سب ان لوگون کے خیالات ہین اور جن لوگون کا نام لیتے ہین کہ وہ اسمین آگئے یا اس سے تعلق حاصل کیا وہ لوگ بالکل بری ہین مثلاً حضرت عیسی علیہ السلام وحضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جنت یا محل قدس مین ہین اور ان نادانون کے کہنے سے وہ اس چیز مین نہین آئے اور اللہ تعالے جسکو چاہتا ہے اپنی جانب ہدایت دیتا ہے ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قولہ تعالے یاایہا الکافرون روے زمین کے سب کافرون کو شامل ہے ولیکن خطاب اُس وقت مین قریش کے کافرون سے تھا۔ بعض نے کہا کہ اُن جاہلون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ ہم تم اسطرح صلح کرین کہ ایک سال تک تم ہمارے معبودون کو پوجو پھر ایک سال تک ہم تمھارے معبود کی عبادت کرینگے تو اللہ تعالے نے یہ سورہ نازل فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اعلان سے کہدین کہ تم جسکو پوجتے ہو اُسکو مین نہین پوجتا یعنے تمھارے بتون وغیرہ کو مین نہین پوجتا (ابن کثیرؒ) اس قول کے موافق یہ خطاب فقط انھین کفار سے ہوا جو اسطرح صلح کرنے کو کہتے تھے اور واضح ہو کہ آیندہ کلام سے نکلتا ہے کہ یہ گفتگو ایسے کافرون کے ساتھ تھی جو ہمیشہ کفر پر رہنے والے جہنمی تھے معالم وسراج وغیرہ مین ہے کہ اس سورہ کا نزول ایک جماعت قریش کے حق مین ہوا جن مین حارث بن قیس سہمی وعاص بن وائل سہمی اور ولید بن مغیرہ مخزومی واسود بن عبد یغوث واسود بن المطلب وامیہ بن خلف شامل تھے۔ ان لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آؤ ہم تمھارے دین کی پیروی کرین اور تم ہمارے دین کی پیروی کرو اور سب باتون مین تم ہمارے شریک ہو ایک سال تم ہمارے معبودون کی عبادت کرو اور ایک سال ہم تمھارے معبود کی عبادت کرینگے پھر اگر وہ اچھا نکلا جو تم لائے ہو تو اسمین ہم نے تمھارے شریک ہو کر حصہ لے لیا اور اگر یہ دین اچھا نکلا جو ہمارے پاس ہے تو تم نے ہماری شرکت سے اس خوبی کا حصہ لے لیا۔ آپ نے فرمایا کہ معاذ اللہ مین ہرگز اللہ تعالے کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہین کرونگا۔ کہنے لگے کہ ہمارے تمھارے صلح کی کوئی صورت نہین معلوم ہوتی کیونکہ تم ہر بات سے انکار کرتے ہو۔ اچھا تم ہمارے بعضے معبودون کو (جیسے ہبل کو) بوسہ دو تو ہمارے تمھارے مصالحہ ہو۔ بعض روایت مین ہے کہ یہ وعدہ کیا کہ ہم تمھارے معبود کی عبادت کرینگے۔ آپ سوچ مین ہوے کہ ان مشرکون کے ہاتھ سے اصحاب رضؓ کو سخت ایذا پہونچتی ہے اور آدمی کبھی کسی چیز کو بغیر تعظیم کے بوسہ دیتا ہے اگر اسقدر کی اجازت ہو تو شاید یہ فتنہ فرو ہو اور شاید یہ لوگ غور کرین تو ایمان لاوین آپ نے مشرکون سے کہا کہ مین اس بارہ مین اپنے پروردگار کی جانب کا منتظر ہون پس اللہ تعالے نے یہ سورہ نازل فرمایا۔ پس دوسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام مین تشریف لے گئے اور اُن لوگون کو یہ سورہ سنایا تو یہ کفار بہت جل گئے اور آپ کے اصحاب کو ایذا دینے پر آمادہ ہوے معجزہ قریش اسوقت غالب تھے جب اُنسے کہا گیا کہ ایہا الکافرون۔ ولیکن اللہ تعالے نے آپ کو حفظ مین لیا تھا۔ دوم یہ کہ اس گروہ کے واسطے کافرون کا وصف لازمی فرمایا یعنے ان مین سے کوئی ایمان نہین لاویگا اور یہ بدون علم الٰہی کے نہین معلوم ہو سکتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ پھر کیا یہ حکم فقط اسی جماعت کفار کے ساتھ خاص تھا (جواب) نہین بلکہ عام ہے اور اسکے دو طریقے ہین (ایک) یہ کہ اس صفت کے ساتھ ان لوگون سے جو کوئی جب کبھی جہان کہین قیامت تک برابر ہو وہ اسی حکم مین ہے اور دوم یہ کہ خطیب وغیرہ نے لکھا کہ الکافرون بصیغہ جمع قلت

مَآ اَعۡبُدُ ۝ لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ ۝

جسکو مین پوجون تم کو تمھاری راہ اور مجکو میری راہ

اس سورۂ مبارک مین مشرکون کے عمل و اعتقاد سے بیزاری ہی اور اخلاص للہ تعالے وحدہ لاشریک کا حکم ہی ابن کثیر رح) بقولہ تعالے۔ قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡکٰفِرُوۡنَ۔ کہدے کہ ای کافروف یہ حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کے ساتھ ہی کہ ای محمد رسول اللہ تو عموماً کافرون سے کہدے یعنی اُنکو عام اعلان سے مطلع کردے کہ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ۔ مین نہین بندگی کرتا اُس چیز کی جسکی تم بندگی کرتے ہوف ای لا اعبد انا شیئاً تعبدونہ انتم۔ مین نہین معبود بناتا اُس چیز کو جسکو تم معبود بناتے ہو۔ اگر پوچھا جاوے کہ اکثر کفار قریش ہُبَل وغیرہ کو پوجتے تھے اور یہ لوگ آدمی تھے جو زمانہ سابق مین مرچکے تھے تو انکے لیے (من) موصولہ ہوتا اور آیت مین (ما) نازل ہوا کیونکہ (ما) کا استعمال اکثر ایسی چیز مین ہوتا ہی جو عقل نہ رکھتی ہو (جواب) ہُبَل وغیرہ جب مرے تو یہان سے آخرت مین جہان اُنکا ٹھکانا تھا چلے گئے۔ اب کسی مخلوق کو یہ قدرت نہین ہے کہ اُنسے گفتگو کرسکے یا اپنی بات اُنکو سُناوے حتے کہ اللہ تعالے نے اپنے رسول خیر الخلق کو فرمایا انک لاتسمع الموتی الآیہ۔ یعنے تو مردہ لوگون کو نہین سنا سکتا ہی۔ حد۔ یہ قول محکم آیت ہی اور یہی امام ابو حنیفہ رح وغیرہ علماء مجتہدین نے اسی آیت سے صریح بیان کیا اگر کہو کہ امام شافعی رح تو کہتے ہین کہ مردے سنتے ہین (جواب) یہ امام شافعی نے سچ کہا کہ مردے سنتے ہین وہ خاک نہین ہوے جیسے کافر سمجھتے ہین کہ جو مرا وہ خاک ہوگیا بلکہ جو مرا اسکا جسم خاک مین مل گیا ولیکن وہ خود باقی ہی اور سنتا و دیکھتا ہی مگر اُسمین یہ طاقت نہین ہی کہ ہم لوگون کو کچھ سُنادے یا یہان سے جو کچھ چاہے وہ دیکھ لے بلکہ یہ اللہ تعالے کے اختیار مین ہی اگر اللہ تعالے کسی وقت چاہتا ہی تو سُنا دیتا ہی جیسے اسکے نظائر بے شمار ہین مثلاً دنیا مین آدمی کے دشمن لاکھون شیاطین موجود ہین لیکن کچھ ضرر نہین پہونچا سکتے ہین پھر جب کسی کے حق مین بیماری مقدر ہوئی تو شیاطین کو اُسی قدر ضرر کی اجازت ہوجاتی ہی مثلاً وباے طاعون وخز الجن یعنے جن کی چونک ہی اور تم دیکھتے ہو کہ ایک ہی جگہ گھر مین ایک مبتلا ہوکر مرجاتا ہی اور باقیون کو کچھ ضرر نہین ہوتا اور جو لوگ کافر ہین وہ ہوا کی خرابی وغیرہ کے اوہام مین پڑے ہین اور غلط خیالات باندھتے ہین اور حق بات نہین مانتے کہ جب اللہ تعالے چاہتا ہے تو وخز الجن سے ضرر ہوتا ہی اور تمام مکروہات کے کارگزار یہی شیاطین ہین اسیطرح جب اللہ تعالے چاہتا ہی تو مردے سنتے ہین جیسے یہ مقرر کیا کہ مسلمان مردہ اپنے زیارت کرنے والے کا سلام سنے اور جواب دے اس سے زیادہ سننے کا حال نہین مذکور ہی جب یہ معلوم ہوا کہ مشرکین کسی حالت مین یہ طاقت نہین رکھتے تھے کہ مردون کو اپنی عرضی سناوین پھر مشرکون نے ہبل مذکور سے کوئی تعلق نہین رکھا کیونکہ ہُبل کی حقیقت تو یہ کہ وہ ایک آدمی تھا جسکو اللہ تعالے نے پیدا کیا تھا پھر وقت مقدر پر اُسکو موت دے دی۔ مشرکون نے ایک پتھر تراش کے رکھا اور کہا کہ یہ ہمارا ہُبل ہی اور اپنے زعم میں کہا کہ ای ہبل تم اس پتھر مین آجاؤ اور دعوی کرلیا کہ وہ آگیا اور دعوی کیا کہ اسمین یہ قدرت ہی کہ ہم کو بیٹا و رزق و صحت وغیرہ دیتا ہی اور اگر کوئی مہم کام ہوا تو خدا کو اطلاع کرتا ہی اور وہان سے مدد لیکر دلواتا ہی یہ سب امور صریح دلیل ہین کہ یہ لوگ اللہ تعالے کو نہین پہچانتے تھے اور اگر وہ ہبل کو چھوڑ کر کوئی قربانی وغیرہ خدا کے نام پر کرتے تو بھی اُنکے سمجھے ہوے خدا کے لیے ہوتی تھی اور اللہ تعالے عز و جل کی تعظیم نہین ہوتی تھی اور یہی حالت تمام گمراہون کی ہے کہ وہ جس چیز کو اپنے تصور مین لائے ہین اُسکو پوجتے ہین تو معلوم

بطریق اسرائیل رح روایت کیا کہ ابن عمر رض نے کہا کہ مین نے چوبیس یا پچیس مرتبہ نگاہ رکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کے قبل سنتون و مغرب کے بعد سنتون مین کیا پڑھتے ہین تو آپ نے سورۂ قل یا ایہا الکافرون وقل ہو اللہ احد پڑھا (اسناد جید) اور بطریق سفیان الثوری رح اسکو روایت کیا کہ مین نے ایک مہینہ تک نگاہ رکھا تو آپ نے ان سنتون مین یہی سورتین پڑھین۔ حدیث ابی بن کعب رض مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر مین سبح اسم ربک الاعلی اور قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھا کرتے تھے (رواہ الحاکم وصححہ) ابن عمر رض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ قل ہو اللہ احد تہائی قرآن کے برابر ہے اور قل یا ایہا الکافرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے اور آپ ان دونون کو فجر کے دوگانہ مین پڑھا کرتے تھے (رواہ الطبرانی) محمد بن نصر رازی رح نے کہا کہ اسمین بھید یہ ہے کہ قرآن مجید مین دو باتین ہین ایک امور مامورات یعنے اُنکے عمل مین لانے کا حکم دیا گیا ہے اور دوم منہیات یعنے اُنسے پرہیز کا حکم دیا گیا ہے اور ان مین سے ہر ایک کی دو قسمین ہین ایک وہ کہ جو قلب سے متعلق ہین اور دوم وہ کہ ظاہری اعضاء سے متعلق ہین جیسے زبان و ہاتھ پاؤن وسر وغیرہ اعضا یعنے مثلاً مامورات مین سے قلبی یہ کہ اعتقاد توحید لاؤ اور منہیات سے یہ کہ شرک کا اعتقاد نہ کرو اور اسیطرح ظاہری اعضاء سے تعلق مامور یہ کہ مثلاً نماز پڑھو اور ممنوع یہ کہ ترک نہ کرو اور زنا نہ کرو جب یہ معلوم ہو گیا تو سورۂ قل یا ایہا الکافرون قلبی شرک سے ممانعت ہے تو یہ چہارم ہوا واللہ اعلم مترجم کہتا ہے کہ رکن اعظم توحید و عدم شرک ہے اور اعمال ظاہری اسکے برابر نہین ہوسکتے ہین پس ایسی توجیہات پر اعتماد نہین ہوسکتا بلکہ اعتماد تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر ہے اور یہ نکات لے لینا نفس کے شوق کے لیے اچھے ہین فافہم۔ نوفل بن معاویہ اشجعی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے ایسی چیز تعلیم فرمائیے کہ سوتے وقت پڑھ لیا کرون آپ نے فرمایا کہ قل یا ایہا الکافرون پڑھ اور اسکے خاتمہ پر سو یا کر کہ یہ شرک سے برات ہے (رواہ احمد و ابوداؤد والترمذی والنسائی وغیرہم) ابن عباس رض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین تم کو ایسا کلمہ بتلاؤن جس سے اللہ تعالے کے ساتھ شرک سے نجات پاؤ سوتے وقت قل یا ایہا الکافرون پڑھ لیا کرو (رواہ ابو یعلی والطبرانی) زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو کوئی دو سورتون کے ساتھ اللہ تعالے سے ملا تو اُسپر حساب نہین ہے قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد (رواہ ابن مردویہ) خباب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب تو سونے جایا کرے تو قل یا ایہا الکافرون پڑھ لیا کر اور آنحضرت صلعم خود جب بستر پر جاتے تو ہمیشہ یہ سورہ قل یا ایہا الکافرون آخر تک پڑھ لیا کرتے تھے (رواہ البزار والطبرانی وابن مردویہ) مترجم کہتا ہے کہ معوذتین کی تفسیر مین بھی بیان آوے گا کہ آنحضرت پڑھ کر خواب فرماتے تھے اور روایات اسمین بکثرت ہین جن سے فضیلت ظاہر ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡکٰفِرُوۡنَ ۙ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ

تو کہہ اے منکرو مین نہین پوجتا جسکو تم پوجو اور نہ تم پوجو

مَاۤ اَعۡبُدُ ۚ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۙ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ

جسکو مین پوجون اور نہ مجھکو پوجنا جسکو تم نے پوجا اور نہ تم کو پوجنا

واخرت مین باقی ہی تنبیہ علماء رحمہ نے کہا کہ یہ سورہ مبارک اگرچہ تین آیات ہین ولیکن اسمین معانی کاملہ بلیغہ اوراسلوب بدیعہ موجود ہین جن مین سے بعض کا اشارہ کیا جاتا ہی (۱) دلالت کہ اللہ تعالے نے آپکو کثیر سے کثیر عطا کیا (۲) ضمیر بجانب متکلم۔ انا۔ تعظیم ذات ہی (۳) اعطیناک۔ صیغہ ماضی دلیل ہی کہ یہ عطیہ حقیقت مین واقع ہوچکا (۴) ان سے تاکید ہی (۵) اسم پر فعل سے تاکید اسنادی (۶) کوثر۔ صیغہ مبالغہ ہی (۷) موصوف کوثر حذف کرنے مین کمال عظمت ہی یعنے وہ قیاس وگمان سے باہر ہی (۸) الکوثر جمیع اقسام خیر کثیر کو محیط ہی کیونکہ الف لام اسکو مفید ہی (۹) فصل الخ مین فاء تعقیب سے دلیل سبب ہی یعنے یہ ایسی نعمت عظیم ہی کہ اسکا شکر لازم ہی (۱۰) دلالت ہی کہ عطاے الٰہی محض رحمت کاملہ ہی جو عبادت سے پہلے عطا ہوئی (۱۱) ایسے کافرون پر تشنیع ہی جو مخلوق کے لیے نماز وقربانی کرتے ہین (۱۲) نماز کا حکم نمونہ اعمال دینیہ ہی جن مین سے نماز افضل ہی (۱۳) وانحر۔ ارشاد باعمال الخیر مین سے قربانی افضل ہی (۱۴) لربک مین صفت (رب) سے اشارہ ہی کہ وہی مربی ومنعم ہی اور ہر بہتری کی اُسی سے امید کرنا چاہیے (۱۵) کمال محبت کا اظہار یہ کہ۔ ان شانئک ہو الابتر۔ نہایت تاکیدی جملہ ہی یعنے بیشک تیرا دشمن وہی ضرور ابتر ہی (۱۶) دشمن کے خوار کرنیکا کام خود لیا (۱۷) تجھے اس بغض رکھنے والے دشمن سے کچھ اثر نہوگا (۱۸) تاکید جملہ بمنزلہ قسم ہی (۱۹) الابتر۔ بالف لام سے اشارہ ہی کہ یہی ابتر ہی یعنے ابتر کی صفت دنیا مین کسیکے لیے پوری نہین ہی سوائے ایسے شخص کے جو دنیا مین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھے دنیا کی زندگی آخرت کے ایک دن کی نسبت گویا دو گھنٹہ سے کم ہی (۲۰) اس سورۂ مبارک مین اللہ تعالے نے اول خطاب کرامت سے سرفراز فرمایا

سُورۃ الکٰفرون مکیۃ وھی ستّ آیات

اس سورہ مین چھہ (۶) آیات اور چھبیس (۲۶) کلمات اور چوہتر (۷۴) حروف ہین کما فی السراج ۱۲ اور تفاسیر مین سے بعض مین فقط مکیہ مذکور ہی اور بعض مین مدنیہ اور بعض مین اختلاف مذکور ہی کہ حضرت ابن مسعود رضہ وحسن وعکرمہ کے قول مین مکیہ ہی اور یہی ابن عباس رضہ سے ایک روایت ہی اور دوسری روایت مین کہا کہ مدنیہ ہی اور یہی ابن الزبیر وقتادہ وضحاک سے مروی ہی (خطیب وغیرہ) اور واضح ہو کہ اس سورہ کا نام سورۃ المعابدۃ اور سورۃ الاخلاص اور سورۃ المقشقشہ بھی کہتے ہین اور اخیر کے دونون نام سورہ قل ہو اللہ کے بھی ہین (کبیر وغیرہ) اس سورۂ مبارک کے فضائل مین حدیث جابر رضہ مین ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کعبہ کے بعد دونون رکعتون مین سورۂ قل یا ایہا الکافرون وقل ہو اللہ احد پڑھا (صحیح مسلم) حدیث ابوہریرہ رضہ مین ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دونون رکعتون مین سورۂ قل یا ایہا الکافرون اور سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھا (رواہ مسلم) مترجم کہتا ہی کہ فجر کی دو رکعتون سے مراد اکثر فجر کی دو سنتین ہوتی ہین ولیکن اس حدیث مین اظہر یہ کہ فجر کی دونون فریضہ مراد ہین اور ایک حدیث مین صریح فریضہ کا ذکر ہی اور مغازی مین نماز پڑھاتے تھے واللہ اعلم اور فجر کی دونون سنتون مین انکا پڑھنا بکثرت مروی ہی چنانچہ حدیث ابن عمر رضہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فریضہ فجر سے پہلے والی دونون رکعتون مین اور مغرب کی بعد والی دونون رکعتون مین بیس مرتبہ سے کم دس سے زیادہ قل یا ایہا الکافرون وقل ہو اللہ احد پڑھا (رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ وابن حبان وابن مردویہ) اس حدیث کی روایت مین ہی کہ ابن عمر رضہ نے اتنے دنون تک تفتیش کی کہ آپ ان دونون رکعتون مین کیا پڑھتے ہین تو معلوم ہوا کہ برابر یہی دونون سورہ پڑھتے ہین اس سے یہ مطلب نہین کہ آنحضرت صلعم نے اپنی عمر مین صرف اتنی مرتبہ ان سنتون مین انکی قراءت فرمائی چنانچہ امام احمد رحمہ نے

تو واضح ہو کہ اہل اسلام مین بکثرت فرقے ہوئے لیکن سوائے بعض فرقون کے جو آخر مٹ گئے کسی فرقے نے لا آلہ الا اللہ مین شرک صریح نہین کیا اگرچہ عقائد دینی مین ضلالت اختیار کی ہو برخلاف یہود و نصاریٰ کے جنھون نے عزیر ابن اللہ اور مسیح ابن اللہ کہکر صریح شرک لے لیا اور یہ طریقہ کسی پیغمبر کا ماننا نہین بلکہ اُس سے کفر ہے نعوذ باللہ من ذالک خطیب رح نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر کثیر عطا فرمائی جیسے امت اسلامیہ جو سچے اعتقاد توحید پر ہو اُسکی کثرت جو آپ کے نام مبارک پر دل وجان سے فدا ہوتے اور درود پڑھتے ہین پس آپ کا ذکر جمیل قیامت تک بے انتہا کثرت کے ساتھ ایسی محبت وخوبی سے باقی ہو کہ کسی خلق کو میسر نہین ہوا اور جیسے شفاعت اولین وآخرین عموماً وشفاعت امت خاص خصوصاً اقول اس سے قیامت مین بھی آپ کا ذکر جمیل ہوگا کیونکہ شفاعت عظمیٰ سے سب اولین وآخرین آپ کی مدح کرینگے اور یہی مقام محمود ہو کہ اس سے آپ کی کرامت جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے اکرم ہو نہ ظاہر ہوگی اور جیسے امت توحید کی کثرت اور سب پر آپ کے دین کا غلبہ اور دشمنون پر فتح ونصرت جسکی نظیر صد ہا برس سے کسی نے نہین دیکھی اور نہ سُنی حتی کہ اُس زمانہ کے یہود ونصاریٰ باوجود عداوت کے اس بے نظیر فتوحات سے جو آپ کے خلیفہ واصحاب کو عطا ہوتی تھین انکار نہ کرسکے بلکہ سب نے صریح اقرار کیا کہ بیشک یہ لوگ اپنے پروردگار کی توحید کرنے والے اور اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے مطیع ہین اسلیے ایسی بے نظیر فتح دیے جاتے ہین کہ چار پانچ ہزار کے مقابلے مین ہماری لاکھ فوج گھوڑے ہتھیارون سے آراستہ کھڑی ہوتی ہو ولیکن مسلمانون کی آواز تکبیر سنتے ہی ایسی بزدل ہوکر بھاگتی ہو گویا گیدڑون نے شیر کی آواز سُنی اور اگر ہم اپنی فوج کو دلیری کرکے لڑاتے ہین تو بکثرت قتل ہوتے ہین گویا ہماری تلوارین لکڑی کی ہین جو فولادی بدن پر کام نہین کرتی ہین حالانکہ مسلمان اکثر بے زرہ ہین اور اُنکی تلوارین عادی فولاد کی بنی ہین جو ہمارے سرون کو نرکل کیطرح کاٹتی ہین یہ نہایت تعجب ہو اسکی یہی وجہ ہو کہ مسلمان لوگ رات مین راہب کیطرح عبادت کرتے ہین اور دن مین شیر خدا ہین یہ روایات امام ابو اسمٰعیل نے باسناد صحیح روایت کین حتیٰ کہ نصاریٰ ویہود مین سے جسنے سچائی سے تاریخ لکھی اُسنے بھی بیان کیا بلکہ یہ خود بدیہی ہو کہ آٹھ برس مین تمام عرب وعراق وشام وارمینیہ وجزیرہ وقیساریہ وعراق وعجم وفارس وخراسان وخوارزم ومصر وحبشہ وافریقہ وغیرہ سب فتح کرلیا تھا اور اس سے کسی قوم نے انکار نہین کیا کیونکہ انکار کی مجال ہی نہین ہو والحمد للہ رب العالمین ابن کثیر رح نے لکھا کہ عطاء کے قول مین ابولہب نے مشرکون سے خوشخبری کہی تو نازل ہوا کہ ان شانئک ہو الابتر اور ابن عباس رض نے کہا کہ ابوجہل کے بارہ مین نزول ہوا۔ بالجملہ یہ آیت عام ہو جو کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہو وہی خود ابتر ہو (**فوائد لطیفہ**) **رازی رح** نے لکھا کہ یہ سورۂ مبارک گویا کہ سورہ ارایت الذی کے مقابلے مین ہو کیونکہ اُسمین کافر وفاجر کے ذمائم چار بیان کیے بخل کرنا۔ نماز چھوڑنا۔ ریاکاری۔ ماعون سے منع کرنا۔ پس ان چار کے مقابلے مین چار فضائل عطا کیے۔ عطاے کوثر۔ فصل لربک۔ یعنے مداومت نماز اور بدون ریا کے اخلاص اور وانحر یعنے قربانی کا گوشت بانٹنا۔ اسلیے کہ ایک اونٹ کا گوشت سو آدمیون کے لیے کافی ہوتا ہو اور عرب کے نزدیک یہی صدقہ سب سے افضل وانفع ہو پھر فرمایا۔ انّ شانئک ہو الابتر۔ یعنے کافر ومنافق جو تیرا دشمن ہو وہی عنقریب مرجاویگا جو افعال ذمیمہ کا مرتکب تھا اور اُسکا اثر باقی نہین رہیگا اور جہنمی ایک دوسرے کو لعنت کرینگے اور رہا تو ہمیشہ زندہ ہو اور تیرا ذکر جمیل برابر دینا

ادیگا اور یہی واقع ہوا اور دوسرا معجزہ یہ کہ عاص مذکور کی اولاد مسلمان ہوجائیگی یا عاص سے پہلے مریگی کیونکہ وہ ضرور ابتر رہی
اور اسکی یہی دو صورتین ہین تو یہ بھی ہوا کہ عاص کے بیٹے مسلمان ہو گئے تو عاص مذکور بالکل ابتر ہوا اسلیے کہ مترجم نے مقدمہ
مین مدلل بیان کیا کہ نسل دنیاوی جبب ہی سچی ہوتی ہے جب ایمان ہو حتی کہ نوح علیہ السلام کے کافر بیٹے کو کہا کہ (انہ لیس من
اہلک) یعنے اے نوح وہ تیری اولاد مین سے نہین ہے۔ تو اُسکو شیطان کے ساتھ کردیا اور اولاد آدم سے منقطع کردیا اور جنہون
مین سے جو اسلام لایا وہ آل رسول مین آیا کیونکہ تابعین بھی آل کہلاتے ہین جیسے آل فرعون اُسکے اتباع ہین تو جب عاص مذکور
مشرک مرا اور اُسکے بیٹے مسلمان ہوے تو قطعًا اُس سے منقطع ہوکر آل رسول مین داخل ہوے اور عاص مذکور ہمیشہ جہنم مین
رہیگا اور اہل اسلام ہمیشہ کے لیے اہل جنت ہین کبھی دونون مین ملاقات نہوگی تو قطعًا عاص مذکور ابتر ہوا اور یہ حقیقی ابتری
ہے یہ جواب تحقیقی ہے والحمد للہ رب العالمین اور واضح ہو کہ آیت کا حکم عام ہے یعنے قیامت تک جس قدر کفار ومشرکین
گزرین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنے والے ہین سب ابتر ہین اور عاص بن وائل صرف سبب نزول ہوا یعنے یہ
بے ادب اپنے حق مین اور تمام مشرکون وکافرون کے حق مین اپنی بے ادبی سے اس حکم لعنت نازل ہونے کا سبب ہوگیا چنانچہ
محمد بن اسحق تابعی نے یزید بن رومان تابعی سے روایت کی کہ عاص بن وائل کے سامنے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا تو چلبن
سے کہتا کہ چند روز اس شخص کا ذکر نہ کرو وہ ابتر ہے انتظار کرو کہ جلدی مرے تو اُس کا ذکر منقطع ہو پس اللہ تعالے نے یہ آیت
نازل فرمائی اقول یعنے اے حبیب صلعم تیرا یہ دشمن بلکہ جو کوئی تجھسے بغض رکھنے والا ہو وہی حقیقی ابتر ہے اور تم تو ہرگز ابتر
نہین ہو ہم نے تجھے کوثر خیر کثیر عطا فرمائی ہے تیرا ذکر مبارک اولین کے واسطے برکت و رحمت تھا اور تیری امت کے لیے اُنکی روح
کی فرحت وکامل رحمت ہے اور اللہ تعالے نے ہر ایک پیغمبر کی امت سے آپ کی اُمت زیادہ رکھی بلکہ جمیع انبیاے سابقین علیہم السلام
کی امتون کے مجموعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت زیادہ رکھی جیسے حدیث مین ہے کہ اہل جنت
کی ایک سو بیس صفین ہین اُن مین سے اسّی صفین فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ ہین اور
باقی چالیس صفون مین جمیع انبیاء ع کی امتین شریک ہین اور واضح ہو کہ یہان امت سے مراد وہ لوگ ہین جو حقیقت
مین اپنے پیغمبر پر توحید الٰہی تعالے کے ساتھ ایمان رکھتے تھے برخلاف یہود کے جو حضرت عیسی ع کے زمانہ سے اب تک بلکہ
قیامت تک ہون کیونکہ یہ لوگ اول تو موسیٰ ع کی امت نہین کیونکہ حضرت عیسی ع کے وقت سے حضرت موسی ع کا زمانہ
ختم ہوگیا اور دوم ان لوگون نے حضرت عیسی ع سے کفر کیا اور سوم یہ کہ عزیر ع کو ابن اللہ کہکر مشرک ہو گئے چہارم ہر طرح کا
اعتقاد شرک ان مین پھیل گیا اسی طرح حضرت عیسی علیہ السلام کی امت فقط وہ ہے جو انکی وفات تک توحید الٰہی سبحانہ تعالی کا اعتقاد
رکھتی تھی اور ایسے لوگ بہت تھوڑے تھے وہ لوگ مٹ گئے اور جو لوگ قیامت تک نصرانی کے نام سے ہون یہ حضرت
عیسی ع کی امت نہین ہین کیونکہ اول تو ان لوگون نے شرک کرکے دین مسیح ع چھوڑ دیا اسلیے کہ توحید اور شرک ہرگز جمع
نہین ہوسکتے ہین اور دوم زمانہ مسیح ع وقت بعثت خاتم النبیین محمد صلعم کے ختم ہوگیا ولیکن یہود ونصارے مین
فرق یہ کہ یہود تو مسیح ع کے نام کے دشمن ہین اور جو نصارے کہلاتے ہین یہ اُسکے نام کے تابع ہین یہان سے اہل اسلام
کو تنبیہ ہونا چاہیے کہ خالی دعوے کرنے سے کوئی شخص کسی پیغمبر کا امتی نہین ہوسکتا جب تک دین توحید مین اُسکا تابع

کے واسطے رکھ کسی دوسرے کے واسطے نہ کرنا جیسے اسکے خلاف مشرکین اپنے بتون اور ٹھاکرون کے لیے کرتے تھے اور تیرے واسطے یہ اخلاص نماز و قربانی شکر یہ اُس نعمت کا ہی جو اللہ تعالے نے تجھے خیر کثیر سے عطا فرمائی جسکی نظیر متصور نہین ہی ابن کثیر رح نے کہا کہ ابن جریر رح کا یہ قول بہت خوب ہی اور یہی پہلے محمد بن کعب القرظی رح و عطاء تابعی نے بیان کیا ہی مترجم کہتا ہی کہ تعجب یہ ہی کہ شیخ جلال رح نے یہ قول چھوڑ کر جلالین مین لکھا کہ یعنے عید قربان کی نماز اور قربانی اپنے رب کے لیے ادا کر - ھ - اس تخصیص کی کچھ وجہ نہین ہی - محمد بن کعب القرظی رح نے کہا کہ مشرک لوگ سواے اللہ تعالے کے غیرون کی نماز پڑھتے اور غیرون کی قربانی کرتے تھے تو اللہ تعالے نے اپنے حبیب رسول اللہ صلعم کو حکم دیا کہ یہ دونون عبادات خالص اللہ تعالے کے واسطے ادا کرین (السراج) مترجم کہتا ہی کہ علماء امت و مشائخ طریقت بالاجماع متفق ہین کہ اگر کسی نے سواے اللہ تعالے کے کسی غیر کی نماز پڑھی تو کافر ہوا اور اگر سواے اللہ تعالے کے کسی کے لیے قربانی کی تو کافر ہوا چنانچہ فتاوی معتبرہ مین صریح مذکور ہی اور بیان سے اُن لوگون کو اپنا ایمان بچانا چاہیے جو صلوۃ غوثیہ بغداد کی طرف پڑھتے ہین اور جو لوگ مشائخ کے نام کی قربانی کرتے ہین یہ صریح اللہ تعالے و رسول صلعم سے مخالفت ہی اور بعضے جاہلون نے تکبر سے دعوی کیا کہ یہ علماء شریعت کے نزدیک نہین جائز ہی تو ہم انکا اعتبار نہین کرتے اور علماء طریقت کے یہان جائز ہی - ھ - یہ دعوی ضلالت ہی اور اللہ تعالے و رسول صلعم سے مخالفت کے بعد کبھی مشائخ طریقت سے موافقت نہین ہو سکتی ہی اور مشائخ طریقت پر اس جاہل نے بہتان باندھا اور اسکے سواے شریعت و طریقت متحد ہی پہلے شریعت ہی اس سے نور طریقت ملتا ہی جسکو حقیقت کہتے ہین امام سیوطی رح نے حسن المحاضرہ مین لکھا کہ شیخ احمد بن نصر قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ مین جنگل مین تھا وہان اتفاق سے میرے دل مین خطرہ ہوا کہ شریعت سے حقیقت جدا ہی فوراً ایک ہاتف نے درخت سے آواز دی کہ اے احمد جو حقیقت کہ تابع شریعت نہو وہ کفر و زندقہ ہی - ھ - یہی قول حضرت ابو سلیمان دارانی قدس سرہ و حضرت جنید وغیرہ اکابر مشائخ سے کتب اولیاء مین مصرح ہی ولیکن جسکو اللہ تعالے ہدایت نہ دے تو اسکا کوئی ہادی نہین ہی (قولہ تعا) اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ - اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کمال کرامت عطا فرمائی کہ جو کوئی تجھسے بغض و بیر رکھے وہی ابتر ہی ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابتر یعنے سب سے بدتر کمینہ ذلیل و خوار ہی اُسکا نشان منقطع ہی یہ حکم عام ہے چاہے کوئی ہو جسنے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھا وہ ابتر ہی اقول علماء نے اجماع کیا کہ جسنے آپ کے ایک بال مین عیب لگایا وہ کافر ہی تو یہان سے ہوش رکھنا چاہیے کہ جسنے آپ کے کسی قول و فعل وغیرہ مین جسکو طریقہ سنت کہتے ہین کچھ طعن کیا تو وہ تعصب سے برباد ہو جائیگا نعوذ باللہ من ذلک اللھم احفظنا ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن عباس و مجاہد و سعید بن جبیر و قتادہ نے کہا کہ اس آیت مین مذمت عاص بن وائل کی ہی مترجم کہتا ہی کہ اگر کوئی کہے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہی اسلیے کہ آیت سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ شخص ابتر ہے یعنے اُسکے مرنے کے بعد اُسکا کوئی بیٹا باقی نہ رہیگا جس سے اُسکی نسل متصل رہے منقطع نہو اور عاصی مذکور کے کئی بیٹے باقی رہے از انجملہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہین (جواب) بعض علماء نے کہا کہ ابتر سے مراد خوار ذلیل حقیر ہے اور کچھ شک نہین کہ یہ مشرک مرا تو مشرکون کی طرح جہنم مین ملعون ہی اور ابن کثیر رح نے بھی اسی طرف اشارہ کیا کیونکہ ابتر کی تفسیر مین کہا کہ اذل و احقر ہے جسکا ذکر منقطع ہی اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک صحیح جواب یہ ہی کہ اس آیت مین عجیب معجزہ ہی یعنے یہ خبر دی کہ عاص بن وائل یا جو اُس وقت سبب نزول ہوا تھا وہ ایمان نہین

ونماز مین اخلاص رکھ اور اللہ تعالےٰ ہی کے نام پر قربانی کر جیسے فرمایا۔ ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین الآیۃ
یعنے میری نماز وقربانی اور زندگی وموت اللہ تعالےٰ ہی کے لیے ہی جو رب العالمین ہی۔ ھ۔ ابن عباس وعطاء ومجاہد و
عکرمہ وحسن نے کہا کہ وانحر سے مراد اونٹون وغیرہ کا نحر (ذبح) ہی یہی قتادہ ومحمد بن کعب القرظی وضحاک وربیع وعطاء
خراسانی واسمعیل بن ابی خالد وغیرہم سے روایت ہی۔ یہ حکم توحید اسلام سے مخالف طریقہ مشرکین کے جو کہ سوائے اللہ تع
کے غیرون کے لیے سجدہ کرتے اور غیرون کے نام پر ذبح کرتے تھے بعض نے کہا کہ وانحر سے یہ مراد ہی کہ نماز مین بائین ہاتھ پر
دایان ہاتھ رکھکر نحر کے نیچے (یعنے سینہ پر) باندھے اور یہ حضرت علی رض سے راویون نے روایت کیا ولیکن اسناد صحیح نہین ہی
اور اسکے مانند شعبی سے روایت کیا گیا امام ابوجعفر الباقر رض سے مروی ہی کہ وانحر سے یہ مراد کہ نماز شروع کرنے کے وقت
دونون ہاتھ اٹھادے۔ بعض نے کہا یعنے قربانی کرنے کے وقت قبلہ کیطرف متوجہ ہو ان اقوال ثلثہ کو ابن جریر رح نے ذکر
کیا۔ ابن ابی حاتم نے بیان ایک حدیث ذکر کی جو محض منکر ہی فقال حدثنا وہب بن ابراہیم القاضی سنۃ خمس وخمسین ومائتین
یعنے روایت کیا ہم سے وہب بن ابراہیم قاضی نے ۲۵۵ھ مین کہ ہم سے اسرائیل بن حاتم مروزی نے بیان کیا کہ ہم سے
مقاتل بن حیان نے اصبغ بن نباتہ سے حضرت علی رض سے روایت کی کہ جب یہ سورہ رسول اللہ صلعم پر نازل ہوا تو آپنے
پوچھا کہ ای جبرئیل یہ نحر کیا ہی جسکا میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے تو جبرئیل ؑ نے کہا کہ یہ قربانی نہین ہی بلکہ اللہ تعالے آپ کو حکم
فرماتا ہی کہ جب نماز کے لیے تحریمہ باندھیے تو رفع الیدین کیجیے اور جب رکوع کیجیے اور جب رکوع سے سر اٹھائیے اور جب سجدہ
مین جائیے یہی ہماری نماز ہی اور یہی اُن ملائکہ کی نماز ہی جو ساتوین آسمانون مین ہین اور ہر چیز کی ایک زینت ہوا کرتی ہی اور نماز
کی زینت یہ کہ ہر تکبیر کے وقت رفع الیدین کرے۔ ھ۔ اسی طرح حاکم رح نے مستدرک مین حدیث اسرائیل بن حاتم سے یہ حدیث
روایت کی عطاء خراسانی رح نے کہا کہ (وانحر) یعنے رکوع مین اپنی پیٹھ سیدھی کرکے اعتدال کے ساتھ گردن ظاہر رکھ۔ (رواہ ابن
ابی حاتم) مترجم کہتا ہی کہ رکوع کی صفت یہ آئی ہی کہ اگر پیٹھ پر پانی کا پیالہ بھرا ہوا رکھدے تو رکھا رہے اور وہ اسی طرح ہو سکتا ہی کہ
کمر سے پیٹھ کا خم مستوی ہو اور گردن برابر ہو یعنے گردن ڈال نہ دے کیونکہ پیٹھ مین کوبڑ نکل آویگا۔ رکوع کی یہ صفت ٹھیک ہی
ولیکن کلام یہان یہ ہی کہ کیا (وانحر) کی یہ تفسیر ہے ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ سب اقوال بے لگاؤ ہین جنکو غریب اقوال کہتے ہین اور صحیح
فقط قول اول ہی یعنے اللہ تعالے ہی کے نام پر قربانی کر اسی لیے آنحضرت صلعم نماز عید الاضحی پڑھکر قربانی کرتے اور فرماتے کہ جسنے
ہماری یہ نماز پڑھی اور قربانی کی تو اُسنے ٹھیک قربانی کی اور جسنے نماز سے پہلے جانور ذبح کیا تو اُسکی قربانی نہوئی۔ ایک مرتبہ اسیطرح
فرمایا تو ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہ مین نے نماز سے پہلے اپنا جانور ذبح کر دیا تھا یہ خیال
کرکے کہ آج ایسا دن ہی کہ لوگ گوشت کی خواہش کرتے ہین (تو مین نے اپنے پڑوسیون کو پہونچا دیا) آپ نے فرمایا کہ تیری قربانی فقط گوشت کے
لیے ہوگئی۔ ابوبردہ رض نے عرض کیا کہ اچھا میرے پاس دنبہ کا ایک بچھڑا ہی جو میری رائے مین دو بکریون سے اچھا ہی کیا وہ
میری طرف سے جائز ہو سکتا ہی آپ نے فرمایا کہ وہ تجھے جائز ہی اور تیرے سوا کسی سے نہین جائز ہی (صحیح) یعنے سال بھر سے کم نہین جائز
ہی امام ابوجعفر بن جریر رح نے تفسیر مین کہا کہ صواب یہ ہی کہ قولہ تعالے فصل لربک وانحر کے یہ معنے ہین کہ اپنی سب نمازون کو
خالص اپنے رب عزوجل کے واسطے رکھ کسی دوسرے کے واسطے نماز نہ رکھنا اور اسیطرح اپنی سب قربانی کو بھی خالص اپنے رب عزوجل

دونون ہاتھ

کی تفسیر مین بنظر خیر کثیر کے اقوال کثیرہ ہین اور اصح یہ کہ وہ نہر یا حوض ہی کیونکہ آنحضرت صلعم نے اُسکو صریح بیان فرمایا ہے مترجم
کہتا ہی کہ جو لوگ خیر کثیر کے معنے لیتے ہین وہ نہر کوثر کو اول شامل رکھتے ہین پھر جو بعض لوگون نے زعم کیا کہ نہر کوثر کی تفسیر متعین ہی
اور باقی باطل ہی۔ تو یہ خود باطل قول ہی خطیب رح نے لکھا کہ ان اقوال مین کچھ مخالفت نہین کیونکہ آنحضرت صلعم کو مقام محمود وغیرہ
خیر کثیر عطا ہوا ہی اور قاضی عیاض رح نے کہا کہ حوض کوثر کی احادیث صحیح ہین اور اُنپر ایمان لانا فرض ہی ابن عادل رح نے کہا کہ اُنکو
ظاہری معنے پر رکھنا اہل السنۃ کے نزدیک واجب ہی اسمین تاویل یا اختلاف کرنا جائز نہین جیسے قطعیات کا حکم ہوتا ہی کیونکہ یہ
حدیث بھی متواتر ہی اسکو جماعت کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا صاحب القوت رح وغیرہ علما نے لکھا کہ رسول اللہ صلعم کا حوض
کوثر بعد صراط کے ہی مترجم کہتا ہی کہ پھر وہان عرب کے مرتدین کیونکر جا سکتے ہین جو ہانکے جاوینگے ولیکن صحیح یہ ہی کہ حوض کوثر پہلے
ہی اور نہر کوثر البتہ جنت مین پل صراط کے بعد ہی لہذا ابو الحسن الفارسی رح نے کہا کہ صحیح یہ کہ حوض کوثر تو میزان سے پہلے ہی مترجم کہتا ہی
کہ خطیب رح نے یہان حوض کوثر کے متعلق بعض احادیث نقل کین جیسے حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا حوض ایک مہینہ کی راہ تک وسیع ہی اُسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد خالص سے زیادہ
شیرین ہے اور مشک سے زیادہ خوشگوار ہی اور اُسکے ظروف مانند آسمانی تارون کے ہین جسنے اُسمین ایک مرتبہ پیا وہ کبھی پیاسا نہوگا
(صحیح) مترجم کہتا ہی کہ حوض کی وسعت بطور مثال کے بیان ہوئی ہی اور چونکہ اسمین نہر کوثر سے پانی آتا ہی اسی لیے وہی اوصاف
مذکور ہین اور مشک سے زیادہ خوشبودار فرمایا تو معلوم ہوگیا کہ نہر کوثر مین جو فرمایا تھا کہ اسکی خاک مشک اذفر ہی اس سے مراد یہ کہ جنت
کا مشک اذفر ہی جسکی نظیر دنیا مین ممکن نہین بلکہ خیال مین بھی نہین آسکتی ہی (م) ابن مسعود رض نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم (آخری بیماری مین جب انتقال فرمایا) فرماتے تھے کہ مین تم لوگون کے لیے حوض پر پیشتر پہونچ جانے والا ہون اور ضرور ایسا ہونے
والا ہی کہ کچھ لوگ تمھارے میری طرف لائے جاوینگے یہانتک کہ جب مین انکو لینے کے لیے متوجہ ہونگا تو اُدھر سے اچک لیے جاوینگے
تو مین کہونگا کہ اے رب یہ لوگ تو کچھ گھڑی میری صحبت مین بیٹھے تھے تو مجسے کہا جائیگا کہ تجھے معلوم نہین کہ انھون نے تیرے بعد
کیا نئی حالت بدلی (یعنے یہ لوگ اُلٹے پاؤن تیرے بعد مرتد ہوگئے) تو مین کہونگا کہ خرابی ہو جسنے میرے بعد دین اسلام بدل کر
گمراہی لے لی (صحیح) علما کے نزدیک بالاجماع یہ وہ لوگ ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے قریب یمن مین مرتد ہوکر
اسود عنسی کذاب کی نبوت کے قائل ہوگئے اور پھر آپ کی وفات کے بعد مسیلمہ کذاب اور سجاح وغیرہ کی نبوتون کے معتقد ہوکر
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے جنود مجاہدین صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھون سے مارے گئے۔م۔ ثوبان رضی اللہ عنہ نے بھی حوض
کوثر کی حدیث روایت کی اور آخر مین ہی کہ جنت سے اُسکو دو پرنالہ آتے ہین ایک سونے کا ہی اور دوسرا چاندی کا ہی۔ صحیح مسلم کی حدیث
مین ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت والے میرے حوض پر وارد ہونگے اور مین غیرون کو اپنے حوض سے ہانک
دونگا جیسے آدمی اپنے حوض سے غیر کے اونٹ کو ہانک دیتا ہی صحابہ رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا حضور ہم لوگون کو (اپنی
امت کو جو قیامت تک ہونگی) پہچان لینگے۔ فرمایا کہ ہان ضرور پہچان لونگا۔ تمھاری علامت ایسی ہوگی جو کسی دوسرے مین
نہوگی تم لوگ وضو کے آثار سے نورانی روشن چہرہ و نورانی ہاتھ پاؤن میرے پاس آؤگے (السراج) قولہ تعالے فصل
لربک وانحر۔ یعنے جیسے ہم نے تجھے دنیا و آخرت مین خیر کثیر عطا فرمائی از انجملہ حوض کوثر و نہر کوثر ہی تو اپنے رب کے لیے نماز فرضیہ

تلاوت کی اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین کوثر پر آیا تو مین نے دیکھا کہ وہ نہر جاری ہی اور کچھ کھدا ہوا نہین ہی اور مین نے دیکھا کہ اسکے کنارے موتیون کے قبہ ہین مین نے ہاتھ لگا کر اُسکی تہ کی خاک دیکھی تو خاک نہین بلکہ وہ مشک اذفر ہے اور اُسکے روڑے موتی ہین (رواہ احمد بطرق عنہ) امام البخاری و مسلم نے قتادہ رح عن انس رض اسکو روایت کیا جسمین تصریح ہی کہ یہ معراج مین ہوا تھا اور کہا کہ اُسکے کنارے مجوف موتیون کے قبے تھے ابن جریر رح کی روایت بطریق شریک رح مین موتیون و زبرجد کے مکانات تھے (فی الصحیحین ایضًا) ابن جریر رح نے بطریق عبد اللہ بن مسلم الزہری عن انس رض روایت کی اسمین ہی کہ اُسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیرین ہی اُسپر پرندے آتے ہین جنکی گردنین اونٹ کی طرح ہین تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ پرند بہت عیش مین ہین آپ نے فرمایا کہ اُنکے کھانے والے کو اُنسے زیادہ عیش ہے اس حدیث کو امام احمد رح نے بھی روایت کیا و لیکن اُسمین بجاے حضرت ابوبکر کے عمر رضی اللہ عنہ کا نام مذکور ہی اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ ان دونون نے پوچھا ہوگا (حدیث عائشہ رض) بخاری رح نے مسند کیا کہ ابو عبیدہ رح نے حضرت عائشہ سے کوثر کو پوچھا تو فرمایا کہ یہ ایک نہر نفیس ہی جو تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی ہی اُسکے کنارے مجوف موتیون کے مکانات ہین اور اُسمین تارون کے شمار سے ظروف ہین (ورواہ احمد والنسائی بطرق) اور ابن جریر کی روایت مین یہ وسط جنت مین ہی- اسکے کنارے موتی و یاقوت کے محل ہین اور اُسکی خاک مشک اذفر ہی اور اُسکے روڑے موتی و یاقوت ہین **قول ابن عباس** ابن جریر رح نے بطریق سعید بن جبیر حدیث ابن عباس روایت کی کہ کوثر جنت مین نہر ہی اُسکے کنارے سونے چاندی کے ہین اور وہ یاقوت و موتیون پر بہتی ہی اور اُسکا پانی برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیرین ہی- ابن جریر و ترمذی رح نے اسی کے مثل ابن عمر رض کا قول روایت کیا اور ترمذی نے ابن عمر سے باسناد صحیح اسکو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا- اگر وہم ہو کہ اوپر حدیث مین گزرا کہ کنارے مجوف موتیون کے محل و قبے ہین (جواب) ہان اور خود نہر مذکور کے کنارے سونے چاندی کے ہین **تفسیر ابن عباس** بخاری نے سعید بن جبیر سے روایت کی کہ ابن عباس رض نے کہا کہ الکوثر خیر کثیر ہی یعنے بکثرت بہتری یہی اللہ تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہی ابو بشر نے کہا کہ مین نے سعید بن جبیر سے پوچھا کہ پھر لوگ تو کہتے ہین کہ کوثر جنت مین نہر ہی سعید بن جبیر نے کہا کہ اُسی خیر کثیر مین سے یہ نہر بھی ہی ابن کثیر رح نے کہا کہ کوثر کثرت ہی اور اللہ تعالے نے آپ کو اعلی درجہ کی بہتری بکثرت عطا فرمائی ہین سے نہر کوثر بھی ہی یہی قول ابن عباس و عکرمہ و سعید بن جبیر و محارب بن دثار و حسن بصری و مجاہد ہی حتی کہ مجاہد رح نے کہا کہ الکوثر دنیا و آخرت مین خیر کثیر ہی اور عکرمہ رح نے کہا کہ وہ نبوت و قرآن و ثواب آخرت ہی اور معلوم ہو چکا کہ ابن عباس رض نے نہر کوثر سے بھی تفسیر بیان کی اور ابن جریر رح نے یعقوب الدورقی عن ابن علیہ روایت کی کہ ہم سے عطاء بن السائب نے کہا کہ مجھسے محارب بن دثار نے پوچھا کہ کوثر کی تفسیر مین تم سے سعید بن جبیر نے کیا بیان کیا- مین نے کہا کہ مجھسے روایت کی کہ ابن عباس نے فرمایا کہ الکوثر خیر کثیر ہی تو محارب بن دثار نے کہا کہ واللہ سچ کہا بے شک وہ خیر کثیر ہی و لیکن ہم سے ابن عمر رض نے بیان کیا کہ جب انا اعطیناک الکوثر نازل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت مین نہر ہے اُسکے کنارے سونے کے ہین وہ موتی و یاقوت پر روان ہی ابن کثیر رح نے کہا کہ صحیح اسناد سے ائمہ محدثین نے اس قدر کثرت طرق سے نہر کوثر کی حدیث پائی کہ وہ بدرجہ متواتر ہی تو قطعی یقین حاصل ہی اور اسی طرح حوض کوثر کی حدیث متواتر ہی (تفسیر ابن کثیر رح) قرطبی رح نے کہا کہ الکوثر

کیا بنا طریقہ نکالا تھا (اسناد صحیح) اسیطرح امام احمد نے ثلاثی اسناد سے اسکو روایت کیا ہی پھر امام ابن کثیر نے لکھا کہ حوض کوثر کے بارہ مین احادیث بکثرت ہین مترجم کہتا ہی کہ یہان ایک بات یاد رکھنا ضرور ہی کہ نہر کوثر و حوض کوثر مین یہ فرق ہی کہ نہر کوثر تو فردوس اعلیٰ وسط جنت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منازل عالیہ سے جاری ہی اور اسی سے دوسرے انبیاء کو شاخ ملی ہی اور میدان قیامت مین اسی نہر سے دو جھرنے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر مین گرتے ہین اور یہ حوض بہت وسیع ہی اور اسی سے دیگر انبیاء علیہم السلام کے حوضون مین جاتا ہی اور تمام احادیث پر نظر کرنے سے یہ بات حاصل ہوگی جو مترجم نے خلاصہ بیان کی ہی واللہ سبحانہ تعالے اعلم ابن کثیر رح نے لکھا کہ عرصات قیامت حوض کوثر کی صفت مین وارد ہوا ہی کہ آسمان سے نہر کوثر سے اُسمین دو میزاب گرتے ہین اور اس حوض کے ظروف اس کثرت سے ہین جیسے آسمان کے تارے ہین۔ حدیث انس رض کو امام مسلم وابو داؤد ونسائی نے بھی روایت کیا ہی اور اسمین عبارت یہ ہی کہ ایک وقت مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان مین مسجد مین تشریف رکھتے تھے کہ ناگاہ آپ پر وحی کی بیہوشی طاری ہوئی پھر مسکراتے ہوے سر مبارک اٹھایا تو ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کس چیز سے آپ مسکرائے آپ نے فرمایا کہ ابھی مجپر ایک سورہ نازل کیا گیا آخر تک اُسی طرح مذکور ہی جیسے امام احمد رح کی روایت ہی مترجم کہتا ہی کہ دونون روایتون مین فرق یہ ہے کہ امام احمد کی روایت مین یہ ہوسکتا ہی کہ جب یہ سورہ اُترا تو آنحضرت صلعم ہجرت سے پہلے مکے کی مسجد الحرام مین مع اصحاب کے ہون یعنے حضرت انس رض نے کسی صحابی سے سنکر یہ حدیث روایت کی ہو اور حدیث صحیح مسلم وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہی کہ یہ واقعہ مدینے مین ہوا کیونکہ انس رض نے یہ کہا کہ آنحضرت صلعم ہمارے درمیان مین مسجد مین بیٹھے تھے اس سے ظاہر یہی ہی کہ انس رض بھی حاضر تھے۔ ہان اگر یہ کہا جاوے کہ انس رض کا یہ مطلب تھا کہ ہمارے درمیان یعنے صحابہ رض کے درمیان۔ خلاصہ یہ کہ ظاہر کے موافق یہ سورہ مدنیہ ہوگا اسیواسطے ابن کثیر رح نے لکھا کہ اس حدیث سے بہتیرے علماء وقراء نے کہا کہ یہ سورہ مدنیہ ہی اور بہت سے فقہاء نے اس سے دلیل پکڑی کہ بسملہ ہر سورہ کا جز ہی اور اسکے ساتھ نازل ہوئی ہی کیونکہ آپ نے یہ فرمایا کہ ابھی مجپر ایک سورہ نازل ہوا پھر اسکو پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم انا اعطیناک الکوثر۔ تو معلوم ہوا کہ مع بسملہ کے ابھی نازل ہوا ہی مترجم کہتا ہی کہ جو لوگ بسم اللہ کو جز نہین کہتے وہ یہان یہ تاویل کرتے ہین کہ جبرئیل علیہ السلام ہر آیت کو جو لاتے تھے بتلا دیتے تھے کہ یہ فلان مقام پر فلان سورہ مین رکھی جاویگی تو یہان ضرور بتلایا ہوگا کہ یہ سورہ علیحدہ ہی اور ہر سورہ کی علیحدگی پر بسملہ سے نشان رکھا گیا تھا اسلیے آپ نے بسملہ پڑھی مترجم کہتا ہی کہ بہرحال یہ معلوم ہوا کہ دونون فریق کا قول اجتہادی ہی قطعی نہین ہی جیسے فرائض قطعی ہوتے ہین اور اجتہادی مسائل کا حکم یہ ہی کہ ہر فریق نے جو اجتہاد اختیار کیا تو وہ دوسرے اجتہاد کو غلط نہین سمجھتا بلکہ کہتا ہی کہ شاید اُسی طرح ہو اسیواسطے شیخ ابن الہمام رح نے کہا کہ حنفیہ کو لازم ہے کہ سورۂ الحمد کے اول مین ہمیشہ بسملہ پڑھا کرین اور یہ مجتبیٰ مین مذکور ہی اور کہا کہ یہی اصح ہی اسلیے کہ احتیاط واجب ہی اور یہان یہی احتیاط ہے کیونکہ سب کے نزدیک پورا سورۂ الحمد واجب ہی اگر ایک آیت بھی چھوڑے تو سہو کا سجدہ واجب ہو تو ضرور بسملہ پڑھنا چاہیے (م) پھر واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہر کوثر کو اول مرتبہ تو معراج مین دیکھا تھا پھر قریب وفات کے حوض کوثر کو اپنی مسجد کے منبر سے دیکھتے تھے ابن کثیر رح نے لکھا کہ امام احمد نے باسناد صحیح روایت کی کہ حضرت انس رض نے یہ آیت انا اعطیناک الکوثر

یہ سورہ انا اعطیناک الکوثر۔ نازل فرمایا اور اُسکے آخر مین ہو ان شانئک ہو الابتر۔ یعنے ابتر تو وہی ہی جو تیرا دشمن ہے
ابن عباس رضہ نے کہا کہ جنگ بدر کے بعد کعب بن اشرف یہودی مکے مین گیا تو قریش کے مشرکون نے اُس سے کہنا شروع
کیا کہ تو اس ملک کا سردار و عالم ہی ہم تجسے پوچھتے ہین کہ ہم لوگ حاجیون کی مہمانداری کرتے ہین اور آب زمزم پلاتے ہین اور خانہ
کعبہ کے خادم ہین ہم اچھے ہین کہ یہ صابی ابتر اپنی قوم سے خارج اچھا ہی یہ یہودی خبیث کہنے لگا کہ تم اچھے ہو تو اللہ تعالیٰ نے
یہ سورہ نازل فرمایا۔ ان شانئک ہو الابتر۔ اور یہودی کی مذمت مین۔ الم تر الی الذین اوتوا نصیبًا الآیہ۔ نازل ہوا رواہ البزار
وابن ابی حاتم وابن مردویہ اور ابن کثیر رح نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہی اور آیندہ اس بارہ مین روایات آتی ہین قال تعالےٰ
إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ۔ ہم نے تجھے کوثر عطا کی ف لغت مین کوثر بہت بہتری وخیر کثیر ہے اور اس معنے مین
ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو کمال فضل ورحمت و تمام بشارت پر محمول کیا کیونکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے خیر کثیر کا
انداز کسی مخلوق کے امکان مین نہین ہی حتی کہ کوئی فرشتہ مقرب اُسکو خیال مین نہین لا سکتا ہی اور نہر کوثر و حوض کوثر اسی مین
شامل ہی۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ پس نماز پڑھ اپنے رب کے لیے اور نحر کر ف نحر قربانی کرنا۔ پس اپنے رب
ہی کے لیے خالص نماز پڑھ اور قربانی کر۔ اگر کہو کہ صلوۃ تو فریضہ ہی اور طاعات کا ثواب اللہ تعالےٰ عطا فرماتا ہی اور یہان عطیہ
کے بعد نماز کا حکم ہی (جواب) یہ تنبیہ ہی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندون پر اُنکی پیدایش سے مقدم ہی کیونکہ یہ عطیہ ازل ہی سے مقدر
ہو چکا تھا تو طاعات سے بالضرور مقدم ہی اور توضیح اسکی تفسیر کبیر سے آیندہ آویگی اور ابن کثیر رح نے کہا یعنے جیسے ہمنے
تجھے خیر کثیر دنیا و آخرت مین عطا کی از انجملہ نہر کوثر ہی تو بھی خالص اپنے رب عزوجل کے لیے فریضہ و نوافل نماز ادا کر اور اُسکے
نام پر خالص قربانی کر۔ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ۔ البتہ جو تجسے بیر رکھتا ہی وہی ابتر ہی ف شانی بغض و
بیر و دشمنی رکھنے والا جیسے ابوجہل وغیرہ تجھے تو یہ لوگ اسلیے ابتر ہوے کہ دنیا فقط مسافر خانہ ہی اور حقیقی گھر آخرت ہی
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنے والا کافر ہی تو جہنم مین اُسکا کوئی نہوگا بلکہ اگر امنین سے کسی کا بیٹا کافر مرا تو
وہ دونون وہان ایک دوسرے کو لعنت کرینگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے دنیا مین بھی تمام امت اسلامیہ
موجود ہی جو آپ کی ازواج مطہرات کی مان ہونے پر ہزار جان سے اللہ تعالےٰ کے شکر گزار ہین اور آپ کے نام مبارک پر جان و
دل سے درود بھیجتے اور قربان ہوتے ہین پس آپ کو جس کافر نے ابتر کہا وہ ملعون جھوٹا ہی وہ خود ابتر ہی **اقوال مفسرین**
امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ امام احمد رح نے محمد بن فضیل عن المختار بن فلفل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی بیہوشی ہوئی پھر آپ نے مسکراتے ہوے سر مبارک اُٹھا کر خود فرمایا یا صحابہ رضہ نے عرض
کیا کہ یا رسول اللہ آپ کس بات پر مسکرائے تو فرمایا کہ ابھی مجپر ایک سورہ نازل ہوا پھر اُسکو تلاوت فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم
انا اعطیناک الکوثر۔ آخر تک پڑھا۔ پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہی انھون نے عرض کیا کہ اللہ و رسول ہی خوب
جانتے ہین۔ فرمایا کہ وہ نہر ہے جنت مین اللہ تعالےٰ نے مجھے عطا فرمائی اسپر خیر کثیر ہے قیامت کے روز میری
امت اُسپر آویگی اُسمین ظروف بعدد کواکب ہین (یعنے بے شمار ہین) بعض لوگ قریب آنے نہ پاوینگے کہ پکڑ لیے جاوینگے
تو مین عرض کرونگا کہ اے رب یہ تو میری امت مین سے ہے ارشاد ہوگا کہ تو نہین جانتا کہ انھون نے تیرے بعد

اور اسی مین پانی و نمک و آگ شامل ہی اور اسی قسم سے یہ ہی کہ پڑوسی تیرے چولھے مین ایک روٹی ڈال لے۔ علماءؒ نے کہا کہ آدمی کے فضائل مین سے ہی کہ اپنے یہان ایسی بہت چیزین جمع کر لے جنکی پڑوسیون کو ضرورت ہوگی تو اُنکو مانگے دیا کرے۔ واضح ہو کہ نماز اللہ تعالےٰ کے واسطے بھی اُسکو لوگون کے دکھلانے کو ادا کرتے ہین اور ماعون مین خلق کا حق تھا وہ چھپاتے ہین الٰہی ہم کو اپنے فضل سے ایسے لوگون مین نہ کیجیو جنکی مذمت تونے اس سورہ مین فرمائی ہی (کبیر و م)

سُورَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثُ اٰيَاتٍ

اسکو سورۃ النحر بھی کہتے ہین اسمین تین آیات اور دس کلمات اور بیالیس (۴۲) حروف ہین (السراج وغیرہ) کبیر و ابو السعود وغیرہ نے لکھا کہ یہ سورہ مکیہ ہی اور اسی قدر پر اقتصار کیا اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مدنیہ ہی اور بعض کے نزدیک مکیہ ہے۔ خطیبؒ نے لکھا کہ ابن عباس رضؓ و کلبیؒ و مقاتل کے قول مین مکیہ ہی اور حسن رحؒ و عکرمہ و مجاہد و قتادہ کے قول مین مدنیہ ہی و فی الفتح ابن عباس و ابن الزبیر و عائشہ رضؓ سے روایت ہی کہ سورۃ الکوثر کا نزول مکے مین ہوا ہی مترجم کہتا ہی کہ مشرکین قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لڑکون کی وفات کے بعد دشمنی سے آپ کو ابتر کہنا شروع کیا تو اللہ تعالےٰ نے یہ سورہ نازل فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مکیہ ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ آپ مسجد مین اصحاب کے ساتھ تھے کہ وحی کی کیفیت طاری ہوئی اور اُس سے فراغت کے بعد آپنے یہ سورہ تلاوت فرمایا اس سے نکلتا ہی کہ مدنیہ ہی اور عنقریب بیان آویگا انشاء اللہ تعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝

ہمنے دی تجکو کوثر سو نماز پڑھ اپنے رب کے آگے اور قربانی کر بیشک جو بیری ہی تیرا وہی رہا پیچھا کٹا

واضح ہو کہ اس سورۂ مبارک کی تفسیر مین علماء تفسیر مانند امام رازی وغیرہ نے بیان نکات مین اور مانند امام ابن کثیرؒ وغیرہ نے بیان روایات ائمہ مفسرین مین فوائد لطیفہ جمع کیے ہین حالانکہ یہ سورۂ مبارک صرف تین آیات ہین اور مترجم پہلے اسکی عام فہم تفسیر مختصر بیان کرتا ہی پھر اقوال و افادات اہل تفسیر کا خلاصہ ترجمہ کریگا واللہ تعالےٰ ہو الموفق۔ جاننا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد فقط ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئی اور خدیجہ رضؓ نے ہجرت سے پہلے انتقال کیا ابن الکلبی رحؒ نے کہا کہ سب سے پہلے زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئین پھر قاسم رضی اللہ عنہ اور انھین کی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو القاسم کہلاتے تھے پھر ام کلثوم پھر فاطمہ پھر رقیہ پھر عبد اللہ جنکو طیب و طاہر بھی کہتے ہین پیدا ہوے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ کہا گیا کہ یہی قول صحیح ہی۔ پھر ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ابراہیم پیدا ہوے وہ بھی سترہ مہینہ کے ہو کر جنت کو سدھارے جیسے قاسم و عبد اللہ پہلے انتقال کر چکے تھے اور عرب کے جاہل اُس شخص کو (ابتر) کہتے جسکے بعد لڑکا باقی نہ رہے کیونکہ (بتر) بمعنے قطع ہی گویا اُسکی نسل منقطع ہو گئی۔ پس مکے مین عبد اللہ بن رسول اللہ نے بھی انتقال کیا تو ابو جہل وغیرہ ملاعین نے باہم ایک دوسرے کو خوشخبری سنائی کہ اس صابی کا کوئی لڑکا نہ رہا تو وہ ابتر ہو گیا پس اللہ تعالےٰ نے

پروا نہ کریں اور کبھی اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دیں حسنؒ نے کبھی یہ کہا کہ صدقہ نہ دیں - زید بن اسلم نے کہا کہ نماز تو ظاہر میں ہوتی ہے
اسلیے دکھلانے کو پڑھ لی اور زکوٰۃ مخفی ہوتی ہے وہ کبھی نہ دی - بالجملہ ان علماء کے اقوال میں ماعون زکوٰۃ مالی ہے عبداللہ
بن مسعود رضہ نے کہا کہ ماعون ایسی چیزیں جیسے باہم مانگے سے لوگ کام نکال لیتے ہیں جیسے کلہاڑی دیگچی
اور ڈول رسی وغیرہ - ابن جریر رحہ نے محمد بن عبید اللہ المحاربی عن ابی الاحوص باسنادہ روایت کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضہ
نے فرمایا کہ ہم لوگ صحابہ باتیں کیا کرتے کہ ماعون ڈول (رسی) اور کلہاڑی و ہانڈی ہے جنکی عام ضرورت ہوتی ہے - ابن جریرؒ
نے دوسری اسناد سے سعید بن عیاض سے روایت کی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ماعون کی یہ تفسیر بیان کرتے تھے نسائیؒ نے
عبداللہ رضہ سے روایت کی کہ ہر معروف بھلائی صدقہ ہے اور ہم لوگ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈول و ہانڈی کا
مانگے دینا ماعون میں شمار کرتے تھے (رواہ ابوداؤد و ابن جریر) اور ابن ابی حاتمؒ کی روایت میں (ترازو) بھی مذکور ہے
ابن عباس رضہ نے کہا کہ ماعون گھر گرستی کی متاع ہے - یہی مجاہد و نخعی و سعید بن جبیر و ابو مالک وغیرہم نے کہا کہ ماعون برتاؤ کی
چیز عاریت دینا - اگر کہو کہ پہلے انھیں بعض علماء سے گزرا کہ ماعون زکوٰۃ ہے (جواب) ہاں اور دونوں قول ٹھیک ہیں اور
آئندہ آتا ہے - ابن عباس رضہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ ماعون سے منع کرنے والے آئندہ زمانہ میں آوینگے ابھی نہیں ہیں
عوفی رحہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کہ ماعون کی تفسیر میں لوگوں نے اختلاف کیا بعض نے کہا کہ ماعون سے منع
کرتے یعنے زکوٰۃ نہیں دیتے ہیں اور بعض نے کہا کہ طاعت نہیں کرتے اور بعض نے کہا کہ مانگے نہیں دیتے ہیں (رواہ ابن جریر)
اور ابن جریر رحہ نے بطریق لیث بن ابی سلیم مسند کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ماعون سے منع یہ کہ لوگوں کو کلہاڑی
و ہانڈی و ڈول مانگے نہ دے - عکرمہ رحہ نے کہا کہ ماعون افضل زکوٰۃ ہے اور کمتر ماعون چھلنی و ڈول و سوئی ہے (رواہ ابن ابی حاتم
عنہم) یہ عکرمہ رحہ کا قول اچھا ہے کیونکہ اسمیں سب اقوال شامل ہوگئے اور سب کا مرجع ایک بات ہے کہ ماعون سے منع کرتے ہیں
یعنے نہ مال دیتے ہیں اور نہ کسی مال کی منفعت دیتے ہیں - محمد بن کعبؒ نے کہا کہ ماعون معروف ہے یعنے برتاؤ میں جس طرح بھلائی
پہونچانے کا دستور ہو - حدیث میں ہے کہ ہر معروف صدقہ ہے - زہری رحہ نے کہا کہ ماعون قریش کی زبان میں مال ہے (ابن ابی حاتم)
قرہ بن دعموص النمیری نے کہا کہ ہم لوگ اپنی قوم کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے ہم نے
کہا کہ یا حضرت آپ ہم سے کیا اقرار لیتے ہیں یعنے کچھ وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ ماعون سے منع نہ کرنا - ہم نے کہا کہ ماعون
کیا ہے - فرمایا کہ پتھر ہیں اور لوہے ہیں اور پانی ہیں - پتھر میں تو پتھر کی ہانڈیاں ہیں اور لوہے میں لوہے کی کلہاڑی و تانبے کی دیگ
جو معمولی کام میں لایا کرتے ہو اس حدیث کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور یہ شاذ روایت ہے اور اسکی اسناد میں بعض راوی پہچانا
نہیں جاتا ہے اور ابن الاثیر رحہ نے علی بن فلان نمیری سے یہ حدیث ذکر کی کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے جب ملے
تو سلام کرے اور اُسکو سلام کا جواب بہتر دے اور ماعون سے منع نہ کرے میں نے کہا کہ ماعون کیا ہے فرمایا کہ پتھر و لوہا وغیرہ ایسی چیزیں
ہیں مترجم کہتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی قرہ نمیری کے ساتھ میں تھے واللہ اعلم رازی رحہ نے لکھا کہ اکثر مفسرین
کے نزدیک ماعون ایسی چیزوں کا نام جنکو دینے سے انکار کی عادت نہیں ہے اور اُسکو مالدار و فقیر سب مانگ لیا کرتے ہیں
اور جو کوئی دینے سے انکار کرے اُسکو کمینہ و بدخلق کہتے ہیں جیسے کلہاڑی و ہانڈی و ڈول رسی و کھرپا و پھاوڑا و چھلنی وغیرہ

اور نزول رحمت کا افضل وقت آیا تو یکایک اُسکے دل مین یاد آیا اُسنے نماز سے سلام پھیر کر اُس مقام پر تلاش کیا تو مال مل گیا وہ شخص نہایت خوش ہوا اور صبح کو امام رح سے حال بیان کیا آپ نے فرمایا کہ پھر تو نے کیا کیا۔ اُسنے کہا کہ پھر سو رہا آپ نے ملامت کی کہ بھلا شکر کرکے رات پوری کی ہوتی بعض شاگردون نے پوچھا کہ آپ نے جو کچھ اسکو بتلایا یہ کہان سے بتلا آپ نے فرمایا کہ اُس حدیث سے جسمین مذکور ہو کہ پھر شیطان آکر نمازی کے دل مین وسوسہ دلاتا ہو کہ وہ بات یاد کر اور وہ معاملہ یاد کر جسکو وہ یاد بھی نہ کرتا تھا۔ ھ۔ تو مین نے کہا کہ جب یہ شخص خلوص سے نماز مین مشغول ہوگا تو شیطان اسکو رات بھر عبادت سے مانع ہوگا اور آخر اُسکو یاد دلا دیگا۔ اس شخص نے رات پوری نہ کی اور سو رہا مترجم کہتا ہو کہ رات مین اسلیے بتلایا کہ وہ متبرک وقت ہو اور ریاکاری بھی نہوگی خطیب رح نے لکھا کہ آدمی اگر اپنے نیک عمل کو ظاہر کرے تو دیکھنا چاہیے کہ اگر فرض ہو تو فرض کا حق یہ ہو کہ اُسکو اعلان کرے اور اسمین ریا نہین ہوسکتا اور یہ اسلام کا رکن ہو اور اگر نفل و سنت ہو تو اسکو خفیہ کرنا بہتر ہے ولیکن اگر ایسا شخص ہو کہ لوگ اُسکی دیکھا دیکھی اقتدا کرینگے تو اظہار کرنا اچھا ہو اور ریا جب ہوگا کہ اس نیت سے ظاہر کرے کہ لوگ دیکھکر اُسکی تعریف کرین بعض علماء نے مسجد مین ایک شخص کو دیکھا کہ اُسنے شکر کا طولانی سجدہ کیا تو فرمایا کہ یہ اچھا عمل تھا بشرطیکہ گھر مین ہوتا مترجم کہتا ہو کہ ہمارے زمانہ مین معمولی سنتین بھی بمنزلۂ فرض کے ہین یعنے انکے ظاہر کرنے مین مضائقہ نہین ہو کیونکہ عوام جاہل اسقدر ہین کہ ترک کرنے پر آمادہ ہونگے یا اُسکے حق مین بہتان کرینگے کہ وہ سنت نہین پڑھتا ہو کیونکہ یہ لوگ گھرون کو قبرستان کے مانند بناتے ہین وہان نماز نہین پڑھتے ہین اگرچہ گھرون مین سنت پڑھنا افضل ہو اور خطیب رح نے کہا کہ ریاء سے بالکل بچ جانا بہت مشکل ہے جب تک اخلاص دل مین خوب جم نہ جاوے تب تک خوف ہو اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اندھیری رات مین کوہ صفا (سیاہ) مین چیونٹی کے پانون کی چال سے بھی بڑھکر ریاء آدمی کے نفس مین مخفی ہوتی ہو۔ پھر اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ جس بدکار کا دل آخرت کے حساب کتاب اور جزاء و سزا کو قبول نہین کرتا اور وہ یتیم و مسکین پر ظلم و بے رحمی کرتا ہو اور نماز سے غافل و ریاکار ہو تو ایسے نفس ناکارہ مین دنیا و اُسکی چیزون کی محبت ایسی سمائی ہوتی ہو کہ برتنے کی چیز مانگے نہین دیتا ہو لقولہ تعالے ويمنعون الماعون۔ اور ماعون سے منع کرتے ہین۔ ماعون کی تفسیر مین علماء کے اقوال ہین قطرب رح نے کہا کہ لغت مین معنۂ بمعنے قلت ہو چنانچہ عرب بولتے ہین کہ اُسکے پاس نہ سعنہ ہو نہ معنہ ہو یعنے قلیل چیز بھی نہین ہو۔ پھر زکوٰۃ و صدقہ و معروف کو ماعون کہا گیا کیونکہ یہ کثیر مین سے قلیل نکالا جاتا ہو ابن کثیر رح نے لکھا کہ پہلے ان لوگون کے حق مین نماز کی خرابی بیان کی پھر فرمایا کہ ماعون سے روکتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ ایسے خراب ہین کہ نہ رب عزوجل کی بندگی مین اچھے ہین اور نہ مخلوق کے ساتھ برتاؤ مین اچھے ہین حتے کہ لوگون کو برتاؤ کی چیز مانگے نہین دیتے جس سے ضرورت کے وقت آدمی کا کام نکل جاتا اسکا بھلا ہو جاتا اور وہ چیز پھر واپس مل جاتی تو جب یہ حال ہو تو بھلا ایسے لوگ زکوٰۃ و خیرات کب دینے والے ہین۔ مجاہد رح نے کہا کہ حضرت علی رض نے فرمایا کہ ماعون زکوٰۃ ہو۔ یہی سدی رح نے ابو صالح سے حضرت علی رض کا قول روایت کیا اور یہی قول ابن عمر رض سے روایت ہوا ہو اور یہی محمد بن الحنفیہ و سعید بن جبیر و عکرمہ و مجاہد و عطاء و عطیۃ العوفی و زہری و حسن و قتادہ و ضحاک و ابن زید کا قول ہی حسن بصری رح نے کہا کہ خلاصۂ مطلب یہ ہو کہ یہ لوگ اگر نماز پڑھین تو ریاکاری کرین اور اگر نماز کھو دین تو کچھ

متصف کہلاتے ہین مترجم کہتا ہی کہ ہمارے زمانہ مین اس سے بڑھکر مصیبت یہ ہی کہ عموماً عالم کے لباس مین جاہلون نے لقلقہ سے وعظ کہنا اپنا شیوہ کرلیا اور محض ریاکاری کے لیے عوام کو اپنے دام فریب مین لاتے ہین تاکہ اُنسے دنیاے حقیر حاصل کرین لہذا ہر گانون مین اُس مقام کے لوگون کے مناسب جھوٹی روایتین و قصے فوراً گڑھ کے بیان کرتے ہین تاکہ وہ لوگ خوش ہوکر کچھ نذر کرین اور یہی لوگ باہم مسلمانون مین فساد ڈالتے ہین تاکہ اس حیلہ سے اُنکے پیشوا بنین اور غرض فقط دنیا ہی اور حدیث شریف کا وہ معجزہ صادق آیا کہ اس امت مین جو علم والا بگڑے وہ یہود کے عالمون کے مانند حطام دنیا کے لیے دین بیچکر عوام کو بگاڑے گا اور جو درویش بگڑا وہ نصرانی راہب کے مانند ہوجاویگا خطیب رح نے لکھا کہ ہمین نماز کے اندر بھول داخل نہین ہی کیونکہ وہ شیطان کے وسوسہ سے ہوتی ہی یعنے حدیث مین ہی کہ جب اذان دی جاتی ہی تو شیطان پیٹھ پھیر کر ہانپتا ہوا بھاگتا ہی پھر جب پوری ہوچکی تو دوڑتا آتا ہی پھر اقامت کہی گئی تو بھاگتا ہی پھر جب ختم ہوئی تو آکر نمازی کے خیال مین وسوسہ ڈالتا ہی یہ کہتا ہی کہ وہ بات یاد کر اور فلان بات یاد کر جسکو وہ یاد بھی نہ کرتا تھا یہانتک کہ آدمی اس وسوسہ مین یہ بھول جاتا ہی کہ اُسنے کس قدر نماز پڑھی ہی کمافی الصحیح پس ایسے وسوسہ سے کمتر مسلمان بچ سکتا ہی حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز مین سہو فرماتے تھے تو دوسرے کا کیا ذکر ہی اسیواسطے علماء فقہ نے کتابون مین سہو کا باب باندھا (السراج) رازی رح نے لکھا کہ بہت سے علماء کہتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سہو نہین کیا بلکہ اللہ تعالے نے آپ مین سہو پیدا کر دیا تاکہ امت کے واسطے سہو کے مسائل معلوم ہوجاوین اور اگر مان لین کہ آپ نے سہو کیا تو نماز سے سہو نہین کیا بلکہ یاد رکھکر اول وقت نماز پڑھی پھر نماز مین سہو کیا اور یہ سجدۂ سہو سے پورا کردیا برخلاف ایسے لوگون کے جنکے دل مین نفاق ہی کہ وہ نماز سے سہو کرتے ہین اور نماز کی صفت یہ ہی کہ بُری باتون اور فواحش سے روکتی ہی ولیکن جب نماز کیطرح سے پڑھی جاوے لقولہ تعالے ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر الآیہ یعنے نماز باز رکھتی ہی فحش باتون سے اور ممنوعات شرع سے ۔ ۱ھ ۔ پھر اگر وہم ہو کہ منافقین نماز پڑھتے تھے تو جواب یہ کہ وہ نماز نہین پڑھتے تھے بلکہ اگر لوگون مین ہوئے تو دکھلانے کو یہ صورت بنائی اور تنہا ہوے تو نہ پڑھی یا بُری طرح ٹکرین مارلین تو یہ نماز سے غافل ہین انکے لیے ویل عذاب ہی اور نماز کا فائدہ انکو حاصل نہین ہوسکتا ہی مترجم کہتا ہی کہ شیخ ابو الحسن شاذلی رحمہ اللہ تعالے کے وقت مین بعضے مغرور مولویون نے قصد کیا کہ چلکر شیخ رح سے مسائل پوچھین کیونکہ ان مغرور لوگون نے جانا تھا کہ خالی مسائل یاد کرلینے سے بدون دلی اثر و عاجزی کے بڑا عالم ہوجاتا ہی جب شیخ کی خدمت مین پہونچے تو شیخ رح نے خود اُنسے سوال کیا کہ قولہ تعالی ان الصلوۃ تنہیٰ عن الفحشاء الآیہ کے کیا معنے ہین سب نے معنے بیان کیے تو فرمایا کہ آپ نماز پڑھتے ہین کہا کہ ہان۔ فرمایا کہ پھر تم مین اثر ہونا تو تم یہ قصد نہ کرتے کیونکہ یہ شرع مین ممنوع ہے یہ لوگ چونک اُٹھے اور اللہ تعالے سے توبہ کرکے صدق دل سے نماز کی طرف رجوع لائے (لطیفہ) شیخ ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ امام ابو حنیفہ رح کے وقت مین ایک شخص نے اپنا مال دفن کیا پھر وہ ایسا بھول گیا کہ اُسکو مقام یاد نہین آتا تھا ہر چند اُسنے جابجا کھودا اور تلاش کیا پتہ نہ لگا۔ آخر وہ امام رح کی خدمت مین آیا اور حال بیان کیا آپ نے فرمایا کہ مین رمالی و مکاری نہین جانتا ولیکن مین تجھے ایک بات بتلاتا ہون شاید ان شاء اللہ تعالے تجھے نافع ہو۔ آج تو رات مین صدق دل سے جناب باری تعالے مین نماز پڑھنے کا صبح تک التزام کرلے اُسنے رات مین یہی التزام کیا۔ جب دو تہائی رات گزری

ابن عباس سے نہین سنا ہی واللہ اعلم۔ امام احمد رحمہ نے عمرو بن مرہ سے مسند کیا کہ ہم لوگ ابو عبیدہ کے پاس بیٹھے تھے لوگون نے ریاء ذکر کیا تو ایک شخص ابو یزید نے ذکر کیا کہ مین نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جسنے لوگون کو سنانے کے لیے عمل کیا تو اللہ تعالے اسکو سنواتا ہی (یعنے رسوا کرتا ہی خلق مین) اور اسکو حقیر و صغیر کرتا ہی۔ واضح ہو کہ اگر کسی نے خداے تعالے کے واسطے عمل کیا پھر لوگ اُسپر مطلع ہو گئے اور اس سے وہ خوش ہوا تو اسکو ریاء نہین کہتے ہین چنانچہ ابو یعلی نے مسند کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نماز پڑھتا تھا (نوافل) اتنے مین ایک شخص میرے پاس چلا آیا اور مجھے دیکھ لیا تو یہ بات مجھے اچھی معلوم ہوئی پس مین نے اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تیرے واسطے دو ثواب لکھے گئے ایک ثواب خفیہ کرنیکا اور دوسرا ثواب علانیہ کا (حدیث غریب) اور ابن المبارک سے خبر پہونچی کہ انھون نے اس حدیث کی تعریف کی۔ ابو یعلی رح نے دوسری اسناد سے روایت کیا کہ ابو ہریرہ رض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یا حضرت آدمی خفیہ کوئی عمل کرتا ہی پھر جب کوئی اُس سے آگاہ ہو جاوے تو اُسکو خوش معلوم ہوتا ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسکے لیے خفیہ و ظاہر کے دو ثواب ہین۔ رواہ الترمذی و ابن ماجہ ترمذی رح نے کہا کہ حدیث غریب ہی اور بعض نے اُسکو مرسل روایت کیا مترجم کہتا ہی کہ بظاہر یہ وہی اول حدیث ہی اسمین ابو ہریرہ رض نے اپنا نام چھپا کر یہ کہا کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا۔ یہ طریقہ صحابہ رض مین اکثر تھا کیونکہ اپنا نام ایسے موقع پر چھپا ڈالتے تھے۔ ابن جریر رح نے سعد بن ابی وقاص سے مسند کیا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولہ تعالے الذین ہم عن صلوتہم ساہون کو پوچھا آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ وہ ہین جو نماز کو اُسکے وقت سے پچھاڑ دیتے ہین۔ ابو یعلی نے دوسری اسناد سے اسکو سعد رض کا قول روایت کیا اور یہ اسناد اصح ہی اور بیہقی رح نے بھی کہا کہ یہی اصح ہی ابن کثیر رح نے کہا کہ اس حدیث کے معنے مین کئی صورتین ہو سکتی ہین ایک یہ کہ نماز کو ٹال کے بالکل ترک کیا اور دوم یہ کہ بے وقت پڑھلی سوم یہ کہ اچھا وقت ٹال کے آخر وقت پڑھی (ابن کثیر رح) اور خطیب رح نے لکھا کہ قولہ تعالے الذین ہم عن صلوتہم ساہون الذین ہم یراؤن۔ یعنے یہ ایسے لوگ ہین کہ اپنی نماز سے غافل ہین ایسے لوگ کہ وہ دکھلانے ہی کو کام کرتے ہین۔ ھ۔ مجاہد رح نے کہا کہ (ساہون) یعنے غافل ہین اُس سے سستی کرتے اور اُسکو بے قدر رکھتے ہین حسن بصری رح نے کہا کہ یہ ایسے شخص (منافق) کا حال ہی کہ اگر وہ نماز پڑھے تو دکھلانے کو پڑھتا ہے اور اگر وہ جاتی رہے تو کچھ ندامت نہین ہوتی۔ کہا گیا کہ اسمین ایسے لوگ شامل ہین جو نماز کی پروا نہ کرنے سے اُسکو بھول جاتے ہین یعنے یہ کام اُنکو یاد نہین رہتا حتی کہ نماز جاتی رہتی ہی بلکہ پڑھتے ہی نہین ہین اور اگر وقت نکل گیا تو کچھ پروا نہین کرتے یا اگر پڑھی تو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سلف صالحین پڑھتے تھے اُس طرح نہین پڑھتے بلکہ ٹکرین مارتے ہین نہ عاجزی ہی اور نہ جناب باری تعالے مین ادب و التجا ہی بلکہ بالون و کپڑون کو سنوارتے رہتے ہین اور بار بار جماہیان لیتے جاتے ہین اور ہر طرف اُنکا جی ڈانوان ڈول ہی یہ یاد نہین کہ کتنی رکعتین پڑھین اور نہ انکو معلوم کہ کیا سورہ پڑھا تھا اور یہ عادت اکثر ریاکارون کی دیکھی جاتی ہی اور اموال کی زکوۃ دینا انکو اسقدر ناگوار ہی کہ گویا برباد کیا۔ یعنے یہ کہ یہی لوگ ایسے ہین کہ دین کے ستون یعنے نماز سے غفلت کرین اور زکوۃ نہ دین اور ریاکاری مین مخلوق کے لیے عبادت کرین خطیب رح نے کہا کہ اس زمانہ مین سخت افسوس ہی کہ بکثرت وہ لوگ جو اپنا نام مسلمان رکھتے ہین اسی صفت کے ہین بلکہ اس سے زیادہ افسوس یہ کہ ان مین بہتیرے وہ لوگ ہین جو علم سے

شخص منافق ہی ہے بالجملہ ابن عباس رضؓ کے قول سے معلوم ہوتا ہو کہ (ساہون) کے یہ معنے کہ جب تنہا ہوتے ہین تو نماز ہی نہین پڑھتے ہین تو بالکل نماز ہی سے سہو کرنے والے ہین۔ مسروق وابو الضحی نے کہا یعنے یہانتک سہو کرتے ہین کہ نماز کے لیے جو وقت مقرر ہی غفلت مین اُسکا وقت نکال دیتے ہین یا یہ مطلب ہی کہ ہمیشہ یا اکثر اوقات نماز کے افضل وقت وادل یا اوسط وقت سے تاخیر کر کے آخر کر دیتے ہین یا یہ کہ نماز کے جوارکان وشرطین ہین اُنسے سہو کرتے ہین یعنے جیسے آہستہ نماز مین قرأت ایسی جلدی کرتا ہی کہ تلفظ صاف نہین نکلتی ہی اور کلمات ادا نہین کرتا اور رکوع مین تین تسبیح صاف نہین کہتا اور رکوع سے سر اُٹھا کر سیدھا نہین کھڑا ہوتا بلکہ منحنی حالت سے سجدہ مین چلا جاتا ہی اور سجدہ سے سیدھا نہین بیٹھتا اور بعض لوگ مسجدون مین امام بنتے ہین اور جہر سے بہت بنا کر پڑھتے ہین پھر اخیر کی رکعتون مین جب خفیہ الحمد پڑھتے ہین تو اسقدر جلدی کہ شاید تین آیات بھی نہ پڑھ سکے اور یا یہ کہ نماز مین خشوع وخضوع نہین کرتے نہ اُسکے معانی سمجھتے ہین بالجملہ کلام الٰہی ان سب صورتون کو شامل ہی اور عطاء بن دینار نے کہا کہ الحمد للہ کہ اللہ تعالے نے یہ فرمایا کہ (عن صلوتہم الخ) یعنے اپنی نماز سے سہو کرنے والے ہین اور یہ نہین فرمایا کہ (فی صلوتہم الخ) یعنے اپنی نماز کے اندر سہو کرنے والے ہین ابن کثیرؒ نے سب صورتین بیان فرما کر کہا کہ جس شخص مین ان باتون مین سے کوئی بات ہو تو اسی قدر حصہ سہو اُسکے حق مین ثابت ہوگا اور جو کوئی ان سب باتون سے سہو کرنے والا ہو تو وہ پورا سہو کرنے والا ہی پھر اگر اُسکو آخرت ونبوت کا یقین ہی تو اعتقاد مین منافق نہوا ولیکن اس عمل مین پورا منافق ہی چنانچہ حدیث مین ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ منافق کی نماز ہی یہ منافق کی نماز ہی یہ منافق کی نماز ہی بیٹھا ہوا آفتاب کو دیکھا کرتا ہی یہانتک کہ جب سورج شیطان کے دونون سینگون کے بیچ مین ہوتا ہی (غروب ہونا شروع ہوتا ہی) تو کھڑا ہو کر چار چونچین مار لیتا ہی ان مین نہین یاد کرتا اللہ تعالے کو مگر قلیل (صحیح بخاری ومسلم) پس یہ نماز عصر کا آخری وقت ہی اور یہ نماز وسطی ہی جسکے بارہ مین آیت مین تاکید ہی تو اس شخص نے وقت آخر کر دیا یہانتک کہ وقت مکروہ آگیا تب اُٹھا اور کوے کیطرح چار چونچین مارین نہ قرأت مین خشوع وخضوع ہی اور نہ ارکان مین تسلی وطمانینت ہی اور شاید کہ وہ اس آخری وقت بھی لوگون کے دکھلانیکو اُٹھا ہو خاص رضاے الٰہی مقصود نہو تو گویا اُسنے کچھ بھی نماز نہ پڑھی۔ اگر کہو کہ پھر حدیث مین یہ کیونکر فرمایا کہ نہین یاد کرتا اللہ تعالے کو مگر قلیل اس سے معلوم ہوتا ہی کہ قلیل یاد کی ہی (جواب) عرب مین یہ محاورہ ایسے حال مین بھی بولتے ہین جب کچھ نہین ہوتا چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ ان المنافقین یخادعون اللہ وھو خادعھم واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی الآیہ۔ یعنے منافقین دھوکا دیتے ہین اللہ تعالے کو وہ اُنکو دھوکا دینے والا ہی اور جب نماز کو کھڑے ہوں تو سستی مارے کھڑے ہوتے ہین لوگون کو دکھلاتے ہین اور یاد نہین کرتے اللہ تعالے کو مگر قلیل۔ ھ۔ اس سے یہ مراد ہی کہ بالکل یاد الٰہی نہین کرتے ہین۔ جیسے یہان فرمایا۔ الذین ھم یراؤن۔ یہی ہین جو لوگون کو دکھلاتے ہین۔ ھ۔ یعنے اللہ تعالی کی خوشی کے واسطے نماز نہین پڑھتے ہین بلکہ لوگون کو دکھلانے کے لیے پڑھتے ہین طبرانیؒ نے بطریق حسن بصری عن ابن عباس روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم مین ایک وادی آتشی ہی جس سے خود جہنم ہر روز چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہی یہ وادی اس امت کے ریاکارون کے واسطے مہیا کیا گیا ہی کتاب اللہ کے حامل (یعنے حافظ وعالم) کے لیے یعنے جب ریاکار ہو اور سواے رضاے الٰہی کے غیر کے دکھلانے کو صدقہ کرنے والے کے لیے اور دکھلانے کو بیت اللہ کا حاجی بننے کے لیے اور دکھلانے کو جہاد مین جانے والے کے لیے ابن کثیرؒ نے بعد نقل کے سکوت کیا اور یہ حدیث غریب ہے اور حسن بصریؒ نے

اور یہتے کہ مال لینے کا وہ مستحق ہی جو دشمنون کو تلوار مارے اور کینہ کو بجاوے- حدیث مین ہی کہ جس شخص نے یتیم کو اپنی پرورش لے لیا یہانتک کہ وہ مستغنی ہوگیا یعنے بالغ ہوکر کھانے کمانے لگا تو اُسکے لیے جنت واجب ہوگئی رازی رح نے افادہ کیا کہ دین جھٹلانے والا جسے قبیح افعال کرتا ہی تو یہان یتیم پر قہر وظلم کرنا اور مسکینون کے طعام پر آمادہ نہ کرنا بطور مثال کے بیان فرما اور خطیب رح نے کہا کہ اس کافر کا معاملہ مخلوق کے ساتھ بیان کر دیا پھر اسکا معاملہ خالق کے ساتھ آگے نماز کی بے پروائی کر سے مذکور ہی اور مترجم کہتا ہی کہ ثواب وجزا کے جھٹلانے والے دونون فریق ہین ایک وہ جو مطلقاً قیامت و آخر- منکر ہین اور دوم وہ جو یہود و نصاریٰ کے مانند برائے نام قائل ہین اور حقیقت مین منکر ہین چنانچہ قاتلوا الذین لا یومنوا، ولا بالیوم الآخر الآیہ- مین مصرح ہی اور بعضے برائے نام اسلام کی پابندی ظاہر کرتے ہین اور حقیقت مین اعتقاد نہین ہی یعنے منا ہین تو ظاہری کام کفایت نہین کریگا بلکہ حقیقت مین خالص ایمان ضرور ہی پس اس معانی کو جمع کرنے کے واسطے فرمایا- فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ- پھر خرابی ہی اُن نمازیون کی جو اپنی نماز سے بھول کرنے والے ہین ف نماز کی پروا نہین کرتے ہین- الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ- ایسے لوگ جو دکھلانے ہی کا کام کرتے ہین ف یعنے ظاہر مین دکھلانے کو نماز بھی پڑھ لیتے ہین- چنانچہ ابو برزۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اکبر- یہ آیت تمھارے لیے تمام دنیا سے بہتر ہے یہ وہ شخص ہی جو اگر نماز پڑھ لے تو اُ بھلائی کی امید نہین کرتا اور اگر چھوڑے تو کچھ اپنے رب عزوجل سے خوف نہین کرتا (رواہ ابن جریر وابن مردویہ) سیوطی رح اسکی اسناد مین کلام کیا ہی- وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ- اور برتنے کی چیزین مانگے نہین دیتے ہین ف یعنے جو چیزیں مانند کڑھائی و ڈول رسی و سیڑھی و پھاوڑا اور آری و کھرپی وغیرہ کے اپنے نفع کے ساتھ مین دوسرون کے کام بھی آسکتے ہین یہ بخیل اُسکو مانگے نہین دیتے ہین امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ قولہ تعالے فویل للمصلین الخ یہ منافقین ہین جو علانیہ پڑھتے ہین اور اکیلے ہوتے ہین تو نماز کا وقت سب کھو دیتے ہین اور نہین پڑھتے ہین مترجم کہتا ہی کہ منافقون کا وجود مکے مین نہین تھا کیونکہ یہ کافرون کا زور تھا تو کسی پر کچھ دباؤ نہ تھا جو نفاق سے مسلمان ہوتا بلکہ یہان جو کوئی مسلمان ہوا جیسے مہاجرین تو انکا بڑا رتبہ ہی کیونکہ انھون نے اپنی جان پر کھیل کے ایمان لیا تھا پھر جب آپ کو حکم ملا کہ مدینہ کو ہجرت کرین اور اللہ تعالے نے وہان انصار کے دلون مین ایمان بھر دیا اور دوسرے سال جہاد بدر مین آپ نے ابوجہل وغیرہ قریش کے بڈھے کافرون کو قتل کیا تو مدینے کے باقی انصار بھی مسلمان ہوے اور بعضے بے وقوف جو یقین سے محروم تھے ظاہر مین ساتھ ہوگئے کیونکہ وہان مکے کے برعکس معاملہ ہوا کہ اہل اسلام غالب تھے تو یہ منافق پیدا ہوے اور اُنکی ظاہری حالت کے لحاظ سے آیت مین اُنکو للمصلین- کہا گیا اگرچہ حقیقت مین وہ مصلی نہیں تھے اور اسی مسئلے مین جب حضرت عمر رض وغیرہ نے آپ سے درخواست کی کہ فلان و فلان منافقین کو قتل کر دیا جاوے تو فرمایا کہ مین مصلین کے قتل سے منع کیا گیا ہون- اسلام مین یہ شریعت ہی کہ جو کوئی نماز پڑھے اُسکے ساتھ نکاح و بیاہ جائز ہی اور اُسکا ذبیحہ کھانا روا ہی اگرچہ وہ دل مین منافق ہو اور اگر آپ کسی منافق کو قتل کرتے تو آخر زمانہ مین ایسے بادشاہ گزرے جو عداوت سے بہتیرے عوام بلکہ عالمون کو قتل کر ڈالتے اور یہی بہانہ نکالتے کہ وہ منافق تھا حالانکہ حقیقت مین یہ بادشاہ شر انجوار خود منافق ہوتا اور عالم اسکو نصیحت کرتا اس عظیم حکمت سے آپنے کسی منافق کو قتل نہ کیا اگرچہ اُسوقت اللہ تعالے وحی سے آپکو آگاہ فرماتا تھا کہ فلان

کہکر اُسکے ساتھ ہوے۔ جب ابوجہل کے پاس پہونچے تو وہ گھبراکر کھڑا ہوگیا اور مرحبا کہکر آپ کو بٹھلایا آپ نے اُسکو ملامت کی
کہ اس یتیم کا مال کیون نہین دیتا ہو اُسنے فی الفور سب مال حوالہ کیا قریش کے مفسدون نے جب یہ دیکھا تو ابوجہل کو عار
دلائی کہ تو نے کسی کا لحاظ نہین کیا اور محمدؐ کا اس قدر پاس کیا کیا تو صابی ہوگیا (یعنے دین بت پرستی چھوڑ کر دین محمدی مین داخل
ہوگیا) ابوجہل نے کہا کہ وہ واللہ کبھی دین شرک سے نہین پھرونگا ولیکن مین نے دیکھا کہ محمدؐ کے دائین و بائین
دو شخص نہایت چمکتا ہوا حربہ لیے ہوے تیر تانتے ہین مین بے ساختہ خوف کھا گیا قریش نے ابوجہل کا مضحکہ بنایا حالانکہ
وہ سچ کہتا تھا۔ یہان ابن عباس سے ایک روایت یہ کہ ایک منافق کے بارہ مین نزول ہوا جو بخیل و ریاکار تھا (کبیر وغیرہ) مترجم
کہتا ہو کہ شاید ابن عباس رضہ نے قولہ تعالے فویل للمصلین الخ کا شان نزول بیان کیا قول دوم یہ ہر شخص کے لیے عام ہی
جو کوئی یوم الدین (قیامت و جزاء) کو جھٹلاوے وہ اسمین داخل ہو کیونکہ نیکیان کرنا اور برائیون سے نفس کو روکنا جبھی ہوتا
ہو کہ آدمی کو ثواب کی آرزو اور عذاب سے خوف ہو اور جب قیامت سے منکر ہوا تو دنیاوی مقصود و لذت نفس کا پابند
ہوگیا مترجم کہتا ہو کہ اللہ تعالے نفاق سے پناہ دے کہ منافق بھی دنیا کے لیے دکھلانے کو ایسا کیا کرتا ہو لہذا آخر سورہ مین
نفاق کی مذمت فرمائی سوال دین سے یہان کیا مراد ہو رازی رح نے کہا کہ اسمین وجوہ ہین (وجہ اول) یہ مراد ہو کہ جو دین اسلام
سے منکر ہو خواہ وہ کل باتون سے منکر ہو یا اللہ تعالے کی توحید حق سے یا کسی پیغمبر کی نبوت سے یا قیامت سے یا قطعی
شریعت نماز وغیرہ سے منکر ہو اور اصطلاح نبوت مین دین سے مراد یہی دین اسلام ہوتا ہو جیسے فرمایا۔ ان الدین عند اللہ الاسلام
الآیہ یعنے اللہ تعالے کے نزدیک دین تو اسلام ہی ہو۔ رہے باقی مذاہب تو وہ مشرکین و کفار کی ملتین ہین اُنکو نسبت کرکے دین
بولتے ہین جیسے دین یہود اور دین نصاریٰ اور دین مجوس وغیرہ یا کہو کہ ان لوگون کے واسطے حقیقت مین کچھ دین نہین ہو کیونکہ
اللہ تعالے کے واسطے خضوع کرنا دین ہو اور ان لوگون نے خواہش کے لیے خضوع کیا ہو مترجم کہتا ہو کہ پھر یون کہو کہ دین وہ ہو کہ
اللہ تعالے کے واسطے گردن جھکا دے یعنے اپنے نفس کو چھوڑ دے اور ہر کام اللہ تعالے کے لیے کرے اور یہ جب ہوگا کہ اللہ تعالے کو پہچانے
کہ وہ وحدہ لاشریک ہو اور جمیع صفات قدس اُسیکے واسطے ہین اور وہی خالق ہو اور بندے اپنے اپنے حصہ کے کمانے والے ہین
تو یہ اللہ تعالے کی بندگی ہوگی اور بدون اسکے اپنے خیالی معبود کو پوجتا ہو جیسے یہودی ایسے خدا کو پوجتا ہو جسکا بیٹا عزیر ہو اور
عزیر علیہ السلام پیغمبر نہین ہو سکتے کیونکہ وہ کسی خدا کے بیٹے نہ تھے بلکہ اپنے اللہ تعالے کے بندے تھے وقد قال تعالے
ارأیت من اتخذ الٰہہ ہواہ۔ یعنے تو نے دیکھا ایسے جاہل کو جسنے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا ہو۔ ھ۔ اسمین یہ صورت پہلے داخل ہو
کہ اللہ تعالے کی شان الوہیت و توحید سے منکر ہو کر شرک کا اعتقاد کیا تو اپنا خدا وہ بنایا جو اُسکے نفس نے بتلایا ہے
(وجہ سوم) یہ اکثر مفسرین کا قول ہو کہ ارأیت الذی یکذب بالدین سے مراد یہ کہ کیا تو نے ایسے جاہل کو دیکھا جو حساب و جزاء
کو جھٹلاتا ہی۔ ھ۔ یعنے دین سے حساب و جزاء مراد ہو اور یہ اسلیے کہ بعضے باطل فرقے ایسے ہین جو اسلام سے منکر ہین ولیکن
جس گمراہی مین پڑے ہین اُسکے موافق انھون نے ایک تہذیب نکالی ہو اُس تہذیب کی بنیاد پر کچھ ایسے کام کرتے ہین
جس سے عام خلق کو آرام ملے اور یتیم کو نہین دھکیاتے اور مساکین کی خبرگیری کا انتظام کرتے ہین تو ضرور ہو کہ جو کوئی مطلقاً
بے خوف ہوگیا وہی یتیم و مسکین پر ظلم کرتا ہو خطیب رح نے لکھا کہ عرب کے مشرکین عورتون کو اور صغیر بچون کو حصہ نہین دیتے تھے

نے لکھا کہ اسمین کئی صورتین شامل ہین پھر امور مذکورہ کے ساتھ مین لکھا کہ یتیم سے مہربانی نہین کرتا اور نہ اگرچہ واجب و فرض
لیکن ایسی بے ایمانی سے مذموم ہی اور لکھا کہ یتیم کو بے قدر وحقیر سمجھکر اُسکو جھڑکتا ہی اور بعض نے پڑھا یَدَعُ یعنے ترک کرتا ہی یتیم
دعوت مین یتیم کو نہین بلاتا مگر اسلیے کہ حقارت کے ساتھ اُس سے خدمت لے اور واضح ہو کہ یدع بتشدید عین سے یہ افادہ ہی
کہ اُس شخص کی یہ عادت ہی کہ یتیم کے ساتھ ایسا کرتا ہی اور اگر کسی سے کبھی ایسی حرکت ہو جاوے تو وہ اس مذمت مین داخل نہین
ہی جبکہ وہ نادم ہو گیا جیسے مومن کے گناہ کو لمم فرمایا یعنے جیسے خیال آجاتا ہی کیونکہ مومن گناہ کے بعد فورًا توبہ کر لیتا ہے تو گو
یہ گناہ خیال کی طرح آیا اور دور ہو گیا اور قولہ تعالے ولا یحض۔ نہین اُبھارتا ہی نہین آمادہ کرتا ہی۔ نہین تاکید کرتا۔ اسمین دو
احتمال ہین ایک یہ کہ اپنے نفس کو نہین اُبھارتا اور دوم یہ کہ غیر کو نہین اُبھارتا۔ طعام المسکین مین طعام کو مسکین کی طرف
مضاف کیا گویا یہ کھانا مسکین کا اور اُسکا حق ہے تو یہ بخیل اُسکو اُسکا حق نہین دیتا اور نہ غیر سے کہتا ہی۔ اگر کہو کہ بہت
صورتون مین مسلمان نہین کہتا ہی (جواب) اسمین بہت صورتین ہین ایک یہ کہ دوسرے شخص نے یہ کام کر لیا۔ دوم یہ کہ اسکی
بات لوگ نہین مانینگے۔ سوم اسمین فتنہ وفساد ہی پس اسنے کسی عذر سے ایسا نہین کیا بر خلاف اسکے کہ کافر کو اس کام مین ثواب
کا یقین ہی نہین ہی جیسے قولہ تعالے کلا بل لا تکرمون الیتیم الآیہ۔ کچھ نہین تم لوگ بزرگداشت نہین رکھتے یتیم کی اور نہ باہم ایک
دوسرے کو محتاجون کے کھانے کی تقید کرتے ہو۔ ھ۔ اگر کہا جاوے کہ یہان ارایت الذی الخ مین تعجب دلایا ایسے شخص
سے جو آخرت وروز جزا کو جھٹلاتا ہے پس اس جہت سے وہ یتیم کو قہر سے دفع کرتا و دھکیا تا ہی اور یتیم کے کھانے
کی تقید نہین کرتا ہے۔ کیا کسی خاص شخص کا حال ہے یا عام حکم ہے (جواب) اسمین ہی دو قول ہین اگر کہو کہ بالاجماع اس سے
نصیحت ہی کہ ایسے افعال سے احتراز کرین تو خاص شخص کے حق مین ہو یا نہو کیا فائدہ ہی (جواب) فرق یہ ہے کہ عموم صورت مین
ہر ایسے شخص پر یہ حکم متوجہ ہی جسکے یہ افعال ہون اور اگر کسی خاص کے لیے نزول تھا تو اُسکی مشابہت سے ممانعت ہے
رازی رح نے لکھا کہ قول اول یعنے یہ آیات خاص شخص کے حق مین ہین تو اسمین مختلف اشخاص کے نام روایت کیے گئے
ابن جریج رح نے کہا کہ ابوسفیان کے بارہ مین نزول ہوا یہ ہر ہفتہ مین دو اونٹ کی قربانی کیا کرتے تھے تاکہ وجوہ قریش کی دعوت کر کے
نام وسرداری حاصل کرین ایک دفعہ ایک یتیم نے آکر کچھ گوشت مانگا تو اُسکو لاٹھی سے مار کر نکال دیا مقاتل رح نے کہا کہ عاص
بن وائل السہمی کے حق مین نازل ہوا جو بعث قیامت سے منکر اور افعال قبیحہ کا مرتکب تھا۔ سدی رح نے کہا کہ ولید بن المغیرہ
کے حق مین نازل ہوا جو قریش مین سرکش مغرور متمول تھا اور اسکی مذمت مین آیات کثیرہ نازل ہوئی ہین ماوردی رح نے ذکر کیا کہ
نزول ابو جہل بن ہشام کے حق مین ہی جو ولید مذکور کا بھتیجا تھا اور اس امت کا فرعون تھا اور روایت ہی کہ ایک یتیم اسکے عیال
مین تھا جب وہ کچھ بڑا ہوا تو اُسکے باپ نے جو مال چھوڑا تھا اُسمین سے کچھ مال ابو جہل سے مانگا۔ ابو جہل نے غصہ ہو کر اُسکو دھکا دیا اور
سخت کہا وہ لڑکا مایوس ہو گیا کہ جب اُسنے اس قلیل مال سے محروم کیا تو باقی کثیر مال جو اُسکے قبضہ مین ہی کبھی نہ دے گا قریش
کے کچھ لوگون نے اس سے مسخرہ پن کیا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) البتہ تم ایسے یتیمون کے بارہ مین بہت کہا کرتے ہین اُن سے
جا کر کہہ تو وہ دلوا دینگے وہ لڑکا مایوسی مین پڑا ہوا تھا سمجھا کہ یہ لوگ سچ کہتے ہین اور اُسنے جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے عقیدت ظاہر کی اور یہ واقعہ بھی عرض کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی محتاج کو مایوس نہین کرتے تھے پس اللہ

صیغہ ہو۔ نافع نے (رایت) کے ہمزہ کو الف و ہمزہ کے درمیان مسہلہ کرکے پڑھا اور ورش رح نے اُسکو بالکل الف سے بدل لیا اور
کسائی رح نے اُسکو ساقط پڑھا ولیکن زجاج رح و زمخشری رح نے کہا کہ یہ قرأت مختار نہین ہو کہ ہمزہ ساقط کیا جاوے اسلیے کہ حذف
کرنا مضارع کے ساتھ خاص ہو اور ماضی مین نہین سنا گیا کیونکہ عرب سے (رایت) کی جگہ (ریت) مسموع نہین ہوا لیکن جب
اُسکے اول حرف استفہام ہو تو سہل کر لیتے ہین خطیب و رازی نے اسکے واسطے شاعر کا شعر نقل کیا ہو ؎ صاح ہل ریت
او سمعت براع ٭ ردّ فی الضرع ما قری فی الحلاب ٭ یعنے آواز دی کہ بھلا تو نے کبھی دیکھا یا سُنا کہ کسی راعی نے دوہنی مین دوہا
ہوا دودھ تھن مین پھیر دیا ہو رازی رح نے کہا کہ (ارایت) کے معنے یہ کہ کیا تو نے پہچان لیا۔ اَلَّذِيْ يُكَذِّبُ
بِالدِّيْنِ۔ اُس شخص کو جو دین کو جھٹلاتا ہو ف دین یعنے جزاء ہو اور ابن کثیر رح نے کہا کہ اُس سے آخرت اور نیکی و
بدی کا عوض مراد ہو رازی رح نے کہا کہ یہ لفظاً اگرچہ بظاہر استفہام ہوتا ہو ولیکن اس سے غرض یہ کہ بہت تعجب کیا جاوے
جیسے کہتے ہین کہ تو نے دیکھا کہ فلان شخص نے کیا حرکت کی۔ پھر بعض نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے
اور بعض نے کہا کہ یہ ہر عاقل کو خطاب ہو یعنے ای عاقل تو نے ایسے شخص کو دیکھا کہ جو دنیا کے افعال نیک و بد کا عوض ملنے سے
انکار کرتا ہو کیسا عجیب احمق ہو کیونکہ یہ دلیل صریح ظاہر ہو کہ یہ سب حکمت بالغہ کا انتظام جو تمام عالم سے واضح ہو وہ بیفائدہ نہین ہے
بلکہ ضرور اسکے نتائج ہین۔ اور نیکی کا عوض نیک ہو اور ضرور اس دنیا سے بہتر ہو ورنہ انبیا و اولیاء اس دنیا سے منع نہ کیے جاتے اور
ہزارون انبیاء کے تابع سلطنتین تھین تو کیون اس عیش کو چھوڑ کر زہد و تقوی و ترک دنیا اختیار کرتے پس جب متعین ہوا کہ ضرور
سزا و جزا ہو تو کیونکر عاقل گوارا کریگا کہ اپنے نفس کو دنیا مین سے بھی حقیر مال کے واسطے اپنے آپ کو دائمی عذاب مین ڈالے اور
جس بدبخت نے انکار کرکے ایسا کیا تو بھلا تو اُس احمق کو پہچانتا ہو یعنے یہ وہی ہو جو آخرت سے بیخوف ہوکر دنیا کا مال جمع کرنے مین دل
سے مصروف ہو اور یہان بیرحمی کے کام کرتا ہو اور بدون دنیاوی غرض کے کوئی نیک کام نہین کرتا۔ فَذٰلِكَ الَّذِيْ
يَدُعُّ الْيَتِيْمَ۔ پس یہی وہ شخص ہو جو یتیم کو دھکیاتا ہو ف یعنے بعث قیامت اور جزاء سے جو احمق منکر ہو اُسکو
پہچان لے کہ اُسکی شناخت یہ ہو کہ بے خوف ہوکر قبیح افعال پر عمل کرتا ہو اور ہر نیک کام کو چھوڑتا ہو اگرچہ اسمین اُس کا کچھ خسارہ
نہو اسلیے کہ وہ قیامت و آخرت کا معتقد نہین ہو مترجم کہتا ہو کہ جو شخص دنیا مین منہمک ہو کہ جس طرح پاوے حاصل کرے تو
اُسکا قلب سخت اور سیاہ ہو جاتا ہو تو بیرحمی کے آثار ظاہر ہوتے ہین چنانچہ اُسکی شناخت مین دو باتین بتلائین ایک
اسکا عمل اور دوم شرک۔ پس عمل کا نمونہ بتلایا کہ یدع الیتیم۔ اور دوم کا نمونہ قولہ تعالے وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ
الْمِسْكِيْنِ۔ اور نہین تاکید کرتا مسکین کے کھانے کی ف یعنے کسی دوسرے سے بھی زبان سے نہین کہتا کہ ہمارے
یہان جو مسکین ہو اسکو کھانا دیدیا کرو۔ یعنے اسکے کہنے کا اثر ہوتا ولیکن یہ ایسے کام کو بیفائدہ سمجھتا ہو کیونکہ دنیا مین کچھ نہ
ملا اور آخرت کا قائل نہین ہو (قولہ) فذلک۔ فا سببیہ ہو یعنے دین کو جھٹلانا سبب ہو کہ وہ (یدع الیتیم) کرتا ہے اور
(لا یحض الخ) یدع بتشدید عین ہو۔ دَعَّ يَدُعُّ دعًّا۔ دع کے معنے سختی و شدت سے دفع کرنا یعنے وہ یتیم کو سختی و بیرحمی سے
دھکیاتا۔ اور دفع کرتا ہو جیسے قولہ تعالے یوم یدعون الی نار جہنم دعًّا جس دن دھکیائے جاوینگے جہنم کی آگ مین بُری طرح
سے۔ ھ۔ ابن کثیر رح نے لکھا یعنے یتیم کو قہر سے جھڑکتا اور اُسکے حق مین ظلم کرتا اور اُسکے ساتھ بھلائی نہین کرتا ہو رازی رح

بعد نجاشی کو اپنا خوف ہوا ہو اور اُسنے یہ اناج بطور خوشامد بھیجا ہو۔ قول دوم یہ کہ جب اہل مکہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سرکشی کی تو آپ نے ہفت سالہ قحط کی بددعا کی حتیٰ کہ اونٹون کے بال خون مین ملا کر کھانے لگے پھر ابوسفیان نے آنحضرت صلعم سے التجا کی کہ آپ دعا کرین آپ نے دعا کی تو خوب بالغ برسا اور خوب پیداوار ہوئی۔ اللہ تعالے نے اسی کو یاد دلایا واللہ تعالے اعلم۔ اور عرائس مین لکھا ہے کہ اس آیت سے نکلا کہ جو کوئی اللہ تعالے کی عبادت مین مشغول ہو تو اللہ تعالے اسکو بھوک مین رزق عطا فرماوے اور خوف سے امن دے۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث سے بھی نکلتا ہے کہ جو کوئی اپنی آخرت کے اہتمام مین ہو تو اللہ تعالے اسکے نفس مین تونگری دیتا ہے اور دنیا کے ہموم سے کفایت فرماتا ہے اور جسنے غافل ہو کر دنیا کے اہتمام مین شغل کیا تو اللہ تعالے محتاجی اُسکی آنکھون کے سامنے کر دیتا ہے اور دنیاوی ہموم سے کفایت نہین کرتا اللہم مولائی وفقنا للآخرۃ علی صراط المستقیم

سُورَۃُ الْمَاعُوْنِ مَکِّیَّۃٌ وَّہِیَ سَبْعُ اٰیَاتٍ

اس سورۂ مبارک کا نام سورۂ ارایت الذی اور سورۃ الدین اور سورۃ الیتیم بھی ہے اور یہ چھ یا سات آیات ہین اور اکثر تفاسیر مین سات آیات ہین اور پچیس کلمات ہین اور ایک سو تیئیس حروف ہین (س ملخص) اس سورہ کے محل نزول مین اختلاف ہے ابن الزبیر رضؓ نے کہا کہ مکیہ ہے اور یہی عطا و جابر سے مروی ہے اور ابن عباس رضؓ سے ایک روایت یہی ہے اور دوسری روایت مین کہا کہ مدنیہ ہے اور یہی قتادہ رحؒ وغیرہ کا قول ہے (السراج) اور بعض علماء رحؒ نے کہا کہ نصف اول مکے مین نازل ہوا تھا اور نصف اخیر مدینے مین اُترا مقاتل و کلبی نے کہا کہ اسمین عاص بن وائل السہمی کی مذمت ہے اور کہا گیا کہ یہ اول نصف مین ہے اور اخیر مین ابن ابی سلول منافق کی مذمت ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝

تونے دیکھا وہ جو جھٹلاتا ہے انصاف ہونا سو وہی ہے جو دھکیلتا ہے یتیم کو اور نہین تاکید کرتا محتاج کے کھانے پر پھر خرابی ہے اُن نمازیون کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہین وہ جو دکھاوا کرتے ہین اور مانگے نہ دین برتنے کی چیز

اللہ تعالے نے اس سورہ مین کافر و منافق کے بعض علامات بیان فرمائے کہ جو شخص دین و آخرت کو جھٹلاتا ہے وہ یتیم پر سختی کرتا اور مسکین کے کھانے کے لیے بھی کسی سے نہین کہتا۔ اور جو کوئی ایسی حالت نفاق مین نماز پڑھے اور روزہ رکھے تو بھی اُس کا اعتبار نہین بلکہ اُسپر عذاب ہے اور جو منافق نماز کو بھول کر کھوتا ہے اُسپر عذاب ہے اور جو لوگون کے دکھلانے کو پڑھتا ہے اور برتنے کی چیز کسی کو مانگے نہین دیتا ہے۔ قال اللہ تعالے اَرَءَيْتَ۔ بعضے اَرَيْتَ پڑھا ر ک، اول مین ہمزہ استفہام ہے پھر رایت ماضی حاضر کا

رب ہذا البیت الذی اطعمہم من جوع وامنہم من خوف۔ اب قریش کو چاہیے کہ اس بیت محترم کے رب کی عبادت کرین جسنے اُنکو بھوک مین کھانا اور خوف سے امن دیا۔ اس آیت مین شرافت مکہ کی تاکید فرمائی اور بھوک مین کھانا دینا عظیم نعمت ہی خصوص ایسے بیابان خشک مین جہان محتاجی وبھوک ظاہر ہی خصوص دیار عرب مین لوگ مبتلاے مصیبت ایسے رہتے تھے کہ اولاد کو اپنے ساتھ طعام مین ساجھی ہونے کے خوف سے مار ڈالتے تھے جیساکہ قرآن مجید مین مصرح ہی پھر بھی وہان فی الجملہ پیداوار ہوتی تھی اور عجب یہ کہ اہل مکہ کو آب وطعام سے سیراب کیا اور انکے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔ وارزقہم من الثمرات الآیہ انکو ثمرات سے رزق دے۔ ھ۔ پھر اللہ تعالے نے اپنے کرم سے مزید یہ کیا کہ اُنکی دعا مومنون کے لیے تھی اور اللہ تعالے نے کافرون و مشرکون کو بھی شامل کرلیا کہ قلیل مدت اجل تک مین سب کو رزق دونگا پھر کافرون کی نسبت فرمایا کہ زبردستی اُنکو جہنم مین ڈالونگا خواہ وہ چاہے یا نچاہے اگر کہو کہ بعضے لوگ تنگی مین تھے (جواب) دعا یہ نہین تھی کہ اُنکو ہمیشہ پیٹ بھر دے کیونکہ انسان حریص ہی سواے خاک کے اُسکا پیٹ نہین بھرتا۔ بالجملہ یہ صریح قدرت آلہی کا نمونہ تھا کہ اہل مکہ عمدہ اناج وپھل سے اور آب زمزم سے سیراب تھے اور آب زمزم خود غذا ہی چنانچہ صحیح مسلم وغیرہ مین حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ سے صریح ثابت ہی کہ خود ابوذر رضی اللہ عنہ نے جب ابتدا مین سُنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دین توحید کی دعوت کرتے ہین اور ابوذرؓ بھی بت پرستی سے بیزار تھے اپنی عقل سے کچھ عبادت کیا کرتے تھے یہ سُنکر آئے اور یہان آنحضرت صلعم خفیہ دعوت فرماتے تھے کیونکہ مشرکین درپے آزار تھے لہذا ابوذر رضی اللہ عنہ مدت تک بے غذا کے پڑے رہے صرف آب زمزم پر کفایت کرتے تھے کہتے ہین کہ مین اسقدر موٹا ہوا کہ میرے پیٹ پر بٹین پڑگئین اور تمام حدیث صحیح مسلم وغیرہ مین ہی پھر اہل مکہ کے واسطے مزید نعمت یہ کہ انکو ہر طرح کے خوف سے امن دیا۔ جو شخص ایام عرب سے واقف ہی وہ جانتا ہے کہ کس بیرحمی سے لوٹ مار اور خونریزی ہوا کرتی تھی اور جان ومال بالکل محفوظ نہ تھے اور کوئی خاندان کسی مقام پر امن سے بسر نہین کرسکتا تھا سواے اہل حرم کے کہ انکے بال وبچے وجان ومال محفوظ تھے اور خطیبؒ نے لکھا کہ عرب جذام وچیچک سے بہت ڈرتے تھے اللہ تعالے نے اہل حرم کو اس سے بیخوف کیا اور اسیطرح طاعون ودخان ودجال سے بیخوف ہین مترجم کہتا ہی کہ جب ابولہب نے آنحضرت صلعم سے گستاخی کی اور اُسکے بیٹے نے جاکر کلمات بے ادبانہ کہے تو آپ نے اسکو بد دعا دی کہ اسپر اللہ تعالے اپنے کتون مین سے ایک کُتا مسلط کرے اور ابولہب واُسکی زوجہ کے حق مین تبت یدا نازل ہوا۔ ابولہب کو اپنے بیٹے کا بڑا خوف تھا جب سفر شام کو گیا تو ایک منزل پر تمام بار کی گونین ڈھیر کرکے اُسپر علتبہ بن ابی لہب کو لٹایا اور سب لوگ گرد لیٹے اور مسلح رہے اور ابولہب سب کی خوشامد کرتا اور قریش ہنستے کہ اس سے زیادہ کیا اہتمام ہوگا رات کو شیر آیا اور سب کو چھوڑکر اُسنے علتبہ کے خانے مین گھسکر اُسکو پھاڑ ڈالا۔ یہ لوگ اس قدر خواب غفلت مین رہے کہ صبح کو اُسے دیکھا۔ ابولہب کے گلے مین چیچک نکلی اور تڑپ کے مرگیا اور سب نے وہ مکان چھوڑ دیا۔ کئی دن تک بے گور وکفن پڑا رہا سڑگیا آخر وہی مکان اُسپر گرادیا گیا نعوذ باللہ من ذلک تو معلوم ہوا کہ ان چیزون سے امن مخصوص ہی اور رازی وغیرہ نے یہان غرائب اقوال نقل کیے مثلاً بھوک مین کھانا دینا اسطرح ہوا کہ ہر سال دوبار سفر اُن پر گران گزرا تو اللہ تعالے نے حبشہ کو مسخر کیا وہ اناج کی کشتیان بھرکر جدہ مین لائے اور یہان اہل مکہ کو خبر پہونچی تو سخت خوف پیدا ہوا ناچار جنگ کے لیے مسلح ہوے پھر معلوم ہوا کہ وہ اناج لائے ہین مترجم کہتا ہی کہ شاید ابرہہ وغیرہ کی ہلاکت کے

جاہلیت کے اشعار مین موجود ہی بعض نے کہا کہ یہ پاکیزگی و علو ہمتی سے ہی یعنے کمینہ باتون سے پرہیز کرنا اور قریش ایسے مکارم اخلاق و افعال پر حریص تھے اور انھین کامون پر فخر کیا کرتے تھے (قراءۃ) ابن عامر رح نے - لایلاف کو لالاف - بدون یاء پڑھا اور باقیون نے بیاء پڑھا اور ایلافہم - مین سب متفق ہین کہ بالیاء پڑھتے ہین حالانکہ مصحف امام مین رسم الخط الفہم بدون یاء ہی ابن عادل رح نے کہا کہ یہان یہ لطیف معاملہ واقع ہوا کیونکہ مصحف مین - لایلاف مین یاء لکھی ہی باوجود اسکے ابن عامر رح نے بدون یاء پڑھا اور الفہم مین یاء نہین ہی اور سب نے بالیاء پڑھا - یہ صریح دلیل ہی کہ ائمہ قراءت نے بزرگون سے پڑھنے کی اتباع کی اور محض رسم الخط کی اتباع نہین ہی رازی رح نے کہا کہ الف و آلاف و ایلاف بمعنے واحد ہین یعنے کسی چیز سے الفت کرنا - رحلۃ الشتاء و الصیف - اسکو الافہم - سے نصب ہی - جاڑے مین یمن کی طرف جاتے تھے کیونکہ وہ ملک گرمی مائل ہی وہان سے اناج و کپڑے وغیرہ لاتے تھے اور گرمی مین شام و مصر کی طرف جاتے تھے کیونکہ وہ ملک سرد ہین وہان سے میوہ جات وغیرہ منافع کثیرہ حاصل کرتے تھے - رحلتی الشتاء و الصیف - نہین فرمایا کیونکہ التباس نہین ہو سکتا تو ہر رحلت الگ ہی اور رحلت مصدر ہی اور اسمین اشارہ ہی کہ یہ لوگ جہان جانے والے تھے ہر طرف انکے لیے امن و عزت حاصل تھی امام مالک رح نے کہا کہ سال مین نصف جاڑا ہی اور نصف گرمی ہی - بعض نے کہا بلکہ چار فصلین ہین ربیع پھر گرمی پھر جاڑا پھر خریف ہی یا خریف پھر جاڑا ہی مترجم کہتا ہی کہ ہندوستان مین گرمی و برسات و جاڑا ہی اور ربیع و خریف تو صرف متوسط موسم ایک ایک مہینہ ہی و لیکن یہ تفصیل تو اناج وغیرہ کے اعتبار سے ہی اور اصل مین سردی و گرمی کی کیفیت رہتی ہی اسیواسطے قرطبی رح نے کہا کہ امام مالک کا قول اصح ہی کیونکہ اللہ تعالے نے دو ہی قسمین فرمائین - مین کہتا ہون کہ دلیل مین تردد ہی کیونکہ یہان زمانہ کی تقسیم منظور نہین ہی بلکہ قریش نے دو سفر انکے ملک کی حالت سے بیان کیے اور ظاہر ہی کہ حجاز ہین بلکہ مکے مین برسات نہین ہوتی تو یہی دو فصلین ہوتی ہین -

ابن عباس رض سے روایت ہی کہ گرمی مین کوچ کرکے طائف مین چلے جاتے اور جاڑے مین وہان سے کوچ کرکے مکے مین جاتے تھے اور کہا گیا کہ سرما مین یمن اور گرما مین شام جاتے کیونکہ مکے مین نہ زراعت ہی اور نہ دودھ کی کثرت پھر اگر یہ تجارت نہ ہوتی تو مکے مین انکا مقام دشوار ہوتا اور اگر یہان امن نہ ہوتا تو کچھ تصرف نہ کر سکتے کہتے ہین کہ ابتداء مین نجد وغیرہ سے غلہ آتا تھا اُسی پر بسر اوقات ہوا کرتی تھی اور بہت تنگی و تکلیف سے بسر کرتے تھے پھر ہاشم بن عبد مناف نے اُنکے لیے سفر تجارت کا قاعدہ نکالا اور ہاشم کے بھائیون نے انکی اتباع کی چنانچہ ہاشم تو شام کو جایا کرتے اور عبد الشمس ملک حبش کو جاتا اور مطلب یمن کو جاتا اور نوفل فارس کو جاتا اور ہر طرف کے بادشاہون نے انکو عہد نامہ دیدیا تھا اور قریش کے باقی خاندان انھین کے ساتھ بے خوف جایا کرتے اور ہر طرف سے بوجہ دیانت و امانت کے نفع کثیر کما لاتے اور ہاشم نے یہ بھی طریقہ نکالا کہ حصہ نفع ملا کر آپسمین سب قریش کے لوگ تقسیم کرین خواہ انکا روپیہ ہو یا نہو لہذا اُنمین فقیر و غنی یکسان تھے اور یہ نہایت عمدہ مکارم اخلاق مین سے بے نظیر بات تھی لہذا کسی شاعر نے اولاد عبد مناف کی تعریف کی ہی خلاصۂ اشعار یہ ہی کہ جو شخص شجاعت و کرم چاہے وہ آل عبد مناف کے یہان مہمان جا کر سکھے کہ وہ ہر روز مہمانون کو خود بلاتے ہین تجھسے ہر قسم کا ضرر و تباہی دور کرنے پر آمادہ ہونگے اور کپڑے و لباس سے تجھے آراستہ کرینگے ان مین فقیر و تونگر باہم ایسے ملے جلے ہین کہ تجھے امتیاز کرنا مشکل ہوگا وہ جو کچھ تجھسے وعدہ کرین پورا کرینگے جب مکے مین قحط ہوا تو ہاشم نے ثرید پکا کر سب کو آسودہ رکھا اور اُنھون نے سال مین دو بار سفر کا طریقہ مقرر کیا ہے - فلیعبدوا

عبادت چھوڑتے ہین انکو چاہیے کہ اس بیت کے پروردگار کی عبادت کرین۔ یہ سراج وغیرہ مین مذکور ہی اور امام ابن جریرؒ نے کہا
کہ صحیح یہ ہی کہ لام تعجب ہی یعنے تم لوگ تعجب کرو کہ ہم نے کیونکر قریش پر اپنی نعمتین سردی وگرمی کے سفر مین نازل کین پس انکو
چاہیے کہ توحید کے ساتھ اس گھر کے پروردگار کی عبادت کرین ابن جریرؒ نے کہا کہ ہم نے لام تعجب کو اسلیے صحیح کہا کہ مسلمانون کا
اجماع ہی کہ سورۃ الفیل اور سورۃ القریش دونون علیحدہ علیحدہ دو سورہ ہین مترجم کہتا ہی کہ سراج وغیرہ مین جو معنے مذکور ہین وہ ضعیف
ہین کیونکہ ان کے موافق گویا اس سورہ سے قریش کی مذمت مقصود ہی اور یہ اس حدیث کے خلاف ہی جو شروع مین گزری کہ یہ سورۃ
قریش کے لیے فضیلت ہی علاوہ برین جو معنے کہے ان مین تامل ہی **قول سوم** یہ کہ فلیعبدوا سے متعلق ہی۔ یہ قول خلیل بن احمد امام
نحوی و امام سیبویہ وکسائی و اخفش سے منقول ہی اور زمخشری رح نے اسی قول کو اول بیان کیا اور معنے یہ کہ قریش کو لازم ہی کہ اس
بیت مکرم کے رب اعظم عز وجل کی توحید کرین اس جہت سے کہ اسنے دونون سفر کا ایلاف دیدیا یعنے سامان جمع کر دیا اسمین اللہ تعالے
نے اپنی عظیم قدرت کی ہدایت دی کہ وہ جب کوئی بات چاہتا ہی تو اسکے سب سامان مہیا فرماتا ہی کیونکہ تمام عالم کی تدبیر اسی کے قبضۂ
قدرت مین ہی خواہ بڑا امر ہو یا چھوٹا ہو۔ پھر اس قول پر اعتراض یہ تھا کہ فلیعبدوا مین (ف) کیون ہی کیونکہ اوپر سے اسی کے متعلق ہی
تو زمخشری نے جواب دیا کہ کلام مین شرط کے معنے ہین کیونکہ اللہ تعالے کی نعمتین بے شمار ہین تو گویا کہا گیا کہ اگر دیگر نعمتون کی وجہ سے اللہ
تعالے کی وحدانیت نہین کرتے ہو تو اسی نعمت پر اسکی وحدانیت کی عبادت کرو (کبیر وغیرہ) مترجم کہتا ہے کہ سب سے بہتر
قول دوم ہی جس سے سب روایات جمع ہوتی ہین کیونکہ سلف رضی اللہ عنہم مین سے جنھون نے دونون سورتون کا ارتباط سمجھا
وہ باقی ہی اور سلف رضی اللہ عنہم متفق ہین کہ دونون سورتون مین بسملہ سے فصل ہی یہ بھی ٹھیک رہا۔ اور نظم کلام کی بلاغت
بھی اچھی اعجاز پر باقی ہی۔ گویا اللہ تعالے نے فرمایا کہ ہم نے اصحاب الفیل کو ایسی طرح کھائے ہوے بھس کے مانند کر کے پرندون
کے ذریعہ سے ہلاک کیا جس سے بیت اللہ کی عظمت ظاہر کرین تو اسمین ضمنی فوائد عظیمہ ہین۔ ازانجملہ یہ کہ ایلاف قریش ہو
یعنے قریش کو ہم نے اس بیت العتیق کے ساتھ الفت دیدی۔ ایلافہم اے لایلافہم رحلۃ الشتاء والصیف۔ کیونکہ
قریش کو دونون موسم کے سفر کی الفت دی گئی تھی تاکہ یہان آبادی ہو اب قریش کو یہان رہنے کی الفت بکثرت ہو گئی۔
اس تقریر سے معلوم ہوا کہ قولہ ایلافہم۔ فقط مکرر نہین ہی بلکہ سبب در سبب ہے یعنے قریش کو دونون موسم مین سفر کی
الفت لازمی تھی اگر اللہ تعالے نے ان مین یہ الفت نہ دی ہوتی تو یہان انکو تکلیفات ہوتین اور یہ وادی مکہ ابھی مدت تک حکمت
الٰہیہ مین بے آب وگیاہ رکھنا مقدر تھا اگرچہ حدیث مین ہی کہ قیامت سے پہلے یہ خطہ بھی نہرون ونباتات سے سیراب سبزہ زار
ہو جاوے گا **اقول** ہمارے زمانہ سے اسکے کچھ آثار شروع ہو گئے ہین واللہ سبحانہ تعالے اعلم خطیب وغیرہ نے لکھا کہ قریش اس
عظیم قبیلہ کا نام ہی جو نضر بن کنانہ کی اولاد ہین اور اگر نضر کے سوائے کنانہ کے دوسرے بیٹون کی اولاد ہون تو وہ قریش نہین کہلاتے
ہین اور حدیث مین ہی کہ اللہ تعالے نے اولاد اسمعیل مین سے کنانہ کو برگزیدہ کیا اور اولاد کنانہ مین سے قریش کو برگزیدہ کیا اور
قریش مین سے بنی ہاشم کو برگزیدہ کیا اور بنی ہاشم مین سے مجھے برگزیدہ فرمایا (ت) اگر کہو کہ قریش انکا نام کیون ہوا (جواب) قریش
کے معنے کما کر مال جمع کرنا اور ان لوگون کی یہ خصلت تھی اور ابن عباس رضؓ سے روایت کی جاتی ہی کہ قریش ایک بحری جانور ہی وہ سوائے
آگ کے کسی چیز سے نہین ڈرتا اور سب جانورون کو کھا جاتا ہی اور اسکو کوئی نہین کھا سکتا اسی کے نام پر قریش نام ہوا (اور یہ عرب کے زمانہ

قریش۔ واسطے الفت دینے قریش کے یعنے تاکہ مجتمع و مطمئن ہوکر اس خانۂ معظم و محترم سے الفت رکھین۔ ایلافہم رحلۃ الشتاء
والصیف کیونکہ قریش نے الفت کی ہی سفر سرما و گرما سے یعنے جب قریش کو ضرورتون کی وجہ سے جاڑے و گرمی مین سفر کی الفت ہو گئی
ہی تو جیسے انکو خانۂ کعبہ سے الفت ہوی ویسے ہی انکی ذات کو تمام عرب کے واسطے مالوف و مکرم کر دیا تاکہ جاڑے و گرمی دونون موسم
مین اپنا سامان معاش کما لاوین اور خانۂ کعبہ کے گرد رہین اور اُسکی خدمت کرین بات یہ تھی کہ قریش بغرض تجارت کے اطراف دور دراز تک
جاتے تھے اور عرب کا کوئی کنبہ و قبیلہ اُنسے تعارض نہین کرتا تھا باوجودیکہ اُس زمانہ مین عرب مین یہ کیفیت تھی کہ اپنے سگے حقیقی
بھائیون پر چھاپا مارتے تھے لیکن قریش کے چند آدمیون کے قافلہ سے بھی نہین بولتے اور کہتے کہ ہمارے پیشوا ہین اللہ تعالیٰ کے
خانۂ کعبہ کے اہل ہین یہانتک کہ ابرہہ حبشی یمن سے بیشمار لشکر لایا تاکہ عرب کے قبائل متفق ہون تو بھی اُن پر غالب آوے اور
اگر قریش خاموش رہین تو خانۂ کعبہ منہدم کر کے اُسکے پتھر وغیرہ ہاتھیون پر لادلیجاوے جس سے یمن مین گرجا بناوے کہ عرب
اُسکا حج بنام مسیح ع کیا کرین اور جب مسیح کو ابن اللہ کہا تو لازم آیا کہ ایسے طور سے باتین بناوین جس سے یہ اعتقاد مطابق رہے
ولیکن یہ بالکل باطل بنیاد پر محال نکلا اور اللہ تعالیٰ نے خانۂ کعبہ سے انکو دور اور ہلاک کیا زجاج رح نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ اللہ
تعالیٰ نے انکو جیسے کھایا بھُس کر دیا تاکہ قریش باقی رہین اور اُنکی الفت جاڑے و گرمی کے سفر کی **زمخشری** رح نے کہا کہ یہ
بطور تضمین شعر کے ہے یعنے شعر کے معنے ایسے طور پر اول سے متعلق ہون کہ بدون ملانے کے ٹھیک نہون۔ اور مصحف ابی بن کعب
مین یہ دونون سورتین بدون فصل کے ایک ہین اور روایت ہی کہ حضرت عمر رض نے مغرب کے اول رکعت مین سورۂ والتین
پڑھی اور دوسری رکعت مین یہ دونون سورتین ملا کر پڑھین ۔۔۔ اخفش رح نے یہی قول اختیار کیا یعنے لایلاف متعلق بہ اول
ہی اور رازی رح نے کہا کہ مشہور یہ ہی کہ یہ دونون علحدہ علحدہ دو سورہ ہین اور لایلاف اگر اول سے متعلق ہی تو اس سے یہ لازم نہین
آتا کہ دونون ایک ہی سورہ ہو جاوین کیونکہ قرآن بمنزلہ سورۂ واحد ہی (السراج) خازن رح نے بھی یہی جواب دیا کہ قرآن کے سورہ و آیات
باہم ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہین علاوہ اسکے صحابہ رض وغیرہ نے اطباق کیا کہ یہ دو سورہ ہین (انتہی)
مترجم کہتا ہی کہ یہ کیا ضرور ہی کہ لایلاف جاکر فجعلہم کعصف ماکول سے ملا کر متعلق کیا جاوے بلکہ اس سورہ کے اول ہین یہی مقدر
ہے اور دلیل اُسپر لایلاف کا لام ہی جو کسی فعل سے متعلق ہوتا ہی اور چونکہ آخر سورۃ الفیل مین یہ فعل موجود ہی تو بیان حذف
کیا گیا فافہم **بیان قول دوم** یہان فعل محذوف جامع معانی مذکورہ ہی یعنے اصحاب الفیل کو عذاب ہولناک سے اس طرح
ہلاک کیا کہ تمام عرب نے دیکھ لیا اور سب کو عبرت ہو گئی اور خانۂ کعبہ کی عزت و عظمت اور قریش کی شرافت دلون مین سما گئی
فعلنا ذلک لایلاف قریش۔ یہ ہم نے اسواسطے کیا تاکہ قریش کو ایلاف دین مترجم کہتا ہی کہ قول اول اور دوم کا حاصل
مطلب بالکل ایک ہی فقط فرق یہ ہی کہ قول اول کے قائلین نے لایلاف کو آخر سورۃ الفیل یعنے فجعلہم سے لفظاً ملا دیا۔ اور
قول دوم والون نے اُسی معنے مین یہان فعل مقدر کیا اور یہ بہتر ہے پھر واضح ہو کہ یہان فعل مقدر کرنے والے دو فریق ہین بعض ایسا
فعل مقدر کرتے ہین جس سے سورۃ الفیل سے ارتباط ہو چنانچہ معلوم ہوا اور بعض کہتے ہین کہ نہین بلکہ یہ سورہ علحدہ ہے
اور لام تعجب ہی تو فعل اسکے مناسب مقدر ہی۔ یعنے اعجبوا لایلاف قریش رحلۃ الشتاء والصیف۔ کیونکہ ایلافہم تاکید ہی
پھر مطلب بیان کرنے مین بعض نے کہا کہ یعنے تم لوگ تعجب کرو کہ کیونکر قریش سفر سرما و گرما سے الفت کرتے اور اپنے رب کی

کر دیا تاکہ ایلاف قریش پیدا کرین یہ لوگ مطمئن وآسودہ خاطر اس بیابان بے آب وگیاہ مین اس بیت الحرام معظم ومکرم کے پاس رہا کرین۔ ایلافہم رحلۃ الشتاء والصیف ای لایلافہم رحلۃ الخ کیونکہ قریش کو الفت تھی جاڑے وگرمی کے کوچ وسفر کی۔ مد۔
یعنے اگر اصحاب الفیل اس عذاب ہولناک سے ہلاک نہ کیے جاتے تو چند طرح سے حکمت آلہیہ کے انتظام مین خلل ہوتا (اول) تو یہ بیت الحرام خراب ہوجاتا کیونکہ نصارائے حبشہ وغیرہ چاہتے تھے کہ خاتم النبیین کو خانہ کعبہ سے منتقل کرین اور اسی لیے ہاتھی لائے تھے کہ دیوارین پتھر وغیرہ لاد کر یمن لے جاوین اور اسی سے گرجا بناوین تو سب عرب اسی طرف رجوع کرینگے حالانکہ خانہ کعبہ کچھ دیوارون کا نام نہین ہی بلکہ وہ بقعۂ مبارک ہی جسکے محاذی آسمان پر بیت المعمور ومسجد اقصی ہی ولیکن ان جاہلون نے یہی خیال کیا تھا (دوم) اگر اصحاب الفیل سب پتھر لے جاتے اور بعد اسکے بھی اگر قریش یہان پڑے رہتے تو اُنکے لیے سامان معاش کہین سے نہوتا (سوم) اگر ہوتا تو بھی عرب کے قبائل ہر طرف سے اُن پر لوٹ مار کرتے جیسے عام عرب کا طریقہ تھا وقد قال تعالے اولم یروا انا جعلنا حرمًا آمنا ویتخطف الناس من حولہم الآیہ۔ یعنے کیا یہ قریش کے منکر نہین دیکھتے کہ ہم نے حرم کو بے خوف وامن بنا دیا ہی یعنے اُس مین بیخوف رہتے ہین اور اُنکے گرد سے لوگ اُچک لیے جاتے ہین۔ مد۔ یعنے اُنکے سوائے گرد پیش کے قبائل مخاطرہ مین ہین زبردست راتون رات سفر دراز کرکے یکایک چھاپہ مارکے لوگون کو گرفتار کر لے جاتے ہین اور حرم کی طرف کسی کو جرأت نہین ہوتی (چہارم) مکہ معظمہ کی عظمت وہیبت بندون کے دلون سے جاتی رہتی حالانکہ ازل سے تمام انبیاء علیہم السلام سب قومون پر اسلیے مبعوث ہوئے تھے کہ خبر مقدم سرورِ عالم حبیب اللہ خاتم النبیین محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اجمعین سب عالم کو سنادین اور محمد صلعم کا قبلہ یہی خانہ کعبہ تھا تو اُسکی تعظیم ہمیشہ باقی رکھی اور زمانہ جاہلیت مین نہایت شدت تھی حتی کہ اگر کسی نے ذرا بھی کچھ جرأت کی اور اسپر عذاب آگیا۔ یہی نکتہ ہی کہ جب محمد صلعم نے رب البیت عزوجل کی جانب راہ دکھلادی تو خانہ کعبہ کی بابت یہ شدت نہین رکھی گئی کیونکہ مقصود اصلی حاصل ہوگیا۔ اگر کہو کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے واسطے یزیدیون نے پھر حجاج ثقفی نے وہان گستاخی کی اور اُن دونون پر عذاب نہین آیا (جواب) یہ کہ ان لوگون نے وہان گستاخی وبے ادبی کا قصد نہین کیا تھا کیا نہین دیکھتے ہو کہ یہی لوگ اُسکے گرد قربان ہونے کا طواف کرتے تھے بلکہ وہان ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے پناہ لی اور بیشک فرض تھا کہ وہان اُنسے کچھ تعرض نہ کیا جاوے ولیکن اُن جاہلون نے یہ اعتقاد کیا کہ حرم محترم وخانۂ معظم ایسے شخص کو پناہ نہین دیتا جو اپنے امام سے منحرف ہو تو یہ سمجھتے تھے کہ رب عزوجل کے حکم کے موافق ہم منخیق کے پتھر مارتے ہین تاکہ ابن الزبیر مطیع ہون یا مارے جاوین اور یہ خیال اگرچہ خطا تھا جسکا عذاب آخرت مین اُنکے روبرو ہوگا جیسے خوارج وروافض کا حال ہی ولیکن دنیا مین ان لوگون نے بے ادبی کا قصد اپنے نزدیک نہین کیا تھا بلکہ اسکو اللہ تعالے کے حکم سے سمجھتے تھے جیسے خود عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے اس سے پہلے خانہ کعبہ کی عمارت گراکر موافق حدیث عائشہ رض کے بنوایا تھا تو یہ بے ادبی نہ تھی اور خود قریش نے شکستہ دیوارین گراکر بنوایا تھا جسکا ذکر اوپر ہوچکا تفاسیر رازی وخطیب وزمخشری وغیرہ مین ہی کہ قولہ تعالے لایلاف قریش الفہم۔ یہان سوال یہ ہی کہ لایلاف۔ لام جار وکس سے متعلق ہی (جواب) تین صورتین ہین ایک یہ کہ سورۂ اول سے متعلق ہی۔ دوم یہ کہ فعل محذوف ہی سوم یہ کہ آخر سورۂ ہذا مین فلیعبدوا۔ فعل سے متعلق ہی صورت اول کا بیان یہ ہی کہ سورۃ الفیل کے آخر مین فرمایا۔ فجعلہم کعصف ماکول۔ پس اصحاب الفیل کو کھائے ہوئے بھس کے مانند کردیا۔ لایلاف

اکیلا نرالا ہے وہ شرک قبول نہین کرتا ہے اور کوئی اُسکا شریک نہین ہو سکتا تو جس نے شریک بنایا اُسنے اللہ تعالے کو نہ مانا پس وحدہ لا شریک لا الٰہ الا اللہ کی توحید کرین خالص اُسی کی عبادت کرین۔ اَلَّذِیۡۤ اَطۡعَمَہُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ جسنے اُنکو کھانا دیا بھوک مین ف جہان کھانے کی چیزین پیدا نہین ہوئی ہین وہان اُن کو بھوکا نہین رکھا بلکہ ہر طرح کا کھانا عنایت کیا۔ وَّ اٰمَنَہُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ۔ اور خوف سے انکو امن دی ف اصحاب الفیل کا بڑا خوف انپر طاری تھا اللہ تعالے نے اُن کو بے خوف کیا بلکہ اُنھین مالدار کا فرون کے اموال سے مالا مال کر دیا اور عرب مین اُسوقت کوئی قبیلہ و کنبہ بے خوف نہین رہتا تھا۔ جو کنبہ زبردست ہوا اُسنے دوسرے کنبہ پر غفلت مین چھاپا مارا اور مال و اولاد اور عورتین لوٹ لے گئے اگرچہ یہ کنبہ اُنکا چچا زاد خاندان ہو۔ قریش اس خوف سے بے فکر رات و دن آرام سے رہتے تھے کسی قبیلہ کو یہ جرأت نہ تھی کہ اُنکا قصد کرے بلکہ نہایت تعظیم سے کوئی اسکا خیال بھی نہین لاتا تھا کیونکہ اول تو اپنے اعتقاد مین انکو اپنا پیشوا جانتے تھے اور دوم اصحاب الفیل کا حال یاد کر کے ہر ایک کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے (بیان تفسیر) ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہ سورہ لایلاف قریش مصحف امام مین سابق سورۃ الفیل سے جدا ہے اور درمیان مین صحابہ رضؓ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ایک سطر لکھی ہے (مصحف امام وہ مصاحف ہین جنکو خلیفہ عثمان رضی اللہ عنہ و حضرت علی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے لکھوا کر تمام دیار اسلام مین بھجوا دیے تھے اور اُس وقت دیار اسلام کی وسعت ہندوستان کے مغربی صوبہ و ماوراء النہر سے لیکر افریقہ کے مغرب تک پہونچی تھی) رازی وغیرہ نے لکھا کہ ابی بن کعب رضؓ نے اپنے مصحف مین ان دونون سورتون کے درمیان مین بسملہ نہین لکھی ہے مترجم کہتا ہے کہ مین نے سابق مین بیان کیا کہ حضرت ام المومنین عائشہ رضؓ و ابی بن کعب و ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے جو مصاحف اپنے لیے لکھے تھے وہ خاص خاص مقصد کی نظر سے تھے مثلاً ابن مسعود رضؓ کی غرض یہ تھی کہ جس ترتیب سے سورتون کا نزول ہوا اور جس ترتیب سے نظائر کو ملا کر آنحضرت صلعم پڑھا کرتے تھے وہ انکو یاد رہے اور حضرت عائشہ رضؓ اکثر درمیان مین مختصر تفاسیر لکھوائی جاتی تھین جیسے حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ کے بعد (صلوۃ العصر) لکھوایا یعنے کاتب سے کہدیا کہ یہانتک لکھتا جاوے جب یہان پہونچے تو مجھے اطلاع کرنا۔ اسی طرح رضاعت کی آیت مین اور اسی طرح دیگر مقامات مین تھا اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اکثر معانی وارتباط پر نظر کرتے تھے چنانچہ اس سورہ مین بھی لحاظ کیا اور آیندہ انشاء اللہ تعالے معلوم ہوگا ابن کثیرؒ نے بھی لکھا کہ مصحف امام مین سورۃ الفیل کے بعد بسملہ سے یہ سورۂ قریش جدا ہے اگرچہ معنی مین اول سورہ سے متعلق ہے چنانچہ محمد بن اسحٰق تابعی نے اسکو صریح بیان کیا اور یہی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا کیونکہ معنے یہ ہین (حبسنا عن مکۃ الفیل واہلکنا اہلہ لایلاف قریش) یعنے ہم نے مکہ سے فیل کو روک دیا اور فیل والون کو ہلاک کر دیا (یہ کیون کیا) لایلاف قریش اسواسطے کہا کہ قریش کو الفت دین۔ یعنے تاکہ اس بلد الامین کے اندر ائتلاف و اجتماع کے ساتھ بے خوف رہا کرین (ابن کثیرؒ) یعنے ہم نے یہ اسواسطے کیا تاکہ ایلاف قریش ہو یعنے اس بلد الحرام سے الفت کرین اور اس سے انکو اطمینان حاصل ہو اور باقی بلاد کے لوگ اُنسے ہیبت کھاوین (خطیب و رازی) مترجم کہتا ہے کہ اس تقدیر سے آگے کا کلام کیونکر مربوط ہوگا یعنے رحلۃ الشتاء والصیف (جواب) یہ کہ اس صورت مین ارتباط اچھی طرح حاصل ہوتا ہے گویا یون فرمایا کہ ہم نے اصحاب الفیل کو کعصف ماکول۔ کھایا ہوا بھس

مین صریح اتار دی تو معلوم ہوا کہ کتابی لکھنے پڑھنے کی ضرورت نہین بلکہ نفیس اخلاق اس قوم مین ضرور ہین اُس وقت کے یہود و نصاریٰ
نے چاہا کہ کسی طرح یہ خاتم النبیین ہم مین ہو اور بجاے بیت اللہ کے گرجا مقرر ہوجاوے اور یہ باطل خیال اُس وقت مٹا جب
اصحاب الفیل بُرے عذاب سے ہلاک کیے گئے اور اس سے خانہ کعبہ کی بزرگی اور قریش کی وقعت نظرون مین ہزار گونہ
بڑھ گئی پس اللہ تعالے نے قریش کو اپنا انعام یاد دلایا کہ اس پہاڑی بیابان خشک مین ایسے آرام سے تم کو رکھا اور ہر طرح
کی نعمت کھانے کو دی کہ جاڑون مین یمن کی طرف اور گرمیون مین شام کی طرف جاتے ہو اور عرب سے ہزارون روپیہ اشرفی
و لباس وغیرہ نظرانہ لاتے ہو اور مال کثیر سے تجارت کر کے نفع کماتے ہو اور تمھارے قریب طائف کا خطہ سرسبز لگا دیا کہ وہان
کے باغات و میوہ جات سے عیش کرتے ہو پس خالص اسی بیت الحرام کے رب جلیل کی بندگی کرو جسنے تم کو یہ سب عطا کیا ہی لہذا
اول سورہ مین اصحاب الفیل کی ہلاکت سے قریش کی عزت ظاہر کی اور اس سورہ مین فرمایا۔ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ۔ قریش کی
الفت دلانے کو ف یعنے تاکہ قریش اس بیت الحرام سے الفت کیے رہین۔ اٖلٰفِهِمْ۔ انکے الفت دلانے کو
ف تاکیدا فرمایا۔ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ۔ جاڑے و گرمی کا کوچ رکھا ف یعنے ہم نے قریش کے
لیے یہ سامان مہیا کر دیا کہ جاڑے مین یمن وغیرہ کی طرف کوچ کر جاتے ہین وہان کے لوگ قریش کو اپنا پیشوا و سرتاج سمجھکر
ہاتھون ہاتھ لیتے ہین اور کہتے ہین کہ یہی لوگ تو اہل اللہ و خاصان خدا ہین اللہ تعالے نے انھین کو اپنے حرم محترم مین بسایا اور
اصحاب الفیل سے دشمن زبردست کو کس عذاب کے ساتھ خود کفالت فرما کر انسے دفع کیا انسے بہتر پیشوا نہین ہوسکتا ہی پس ہر طرح
حسب مقدور اشرفی و روپیہ و لباس و اناج نذر کر کے منتظر ہوتے کہ یہ قبول کرلین تو ہمارا فخر ہوجاوے اور شاعر لوگ مدتون محنت
کر کے قصیدہ بنا کر لاتے اور ایام منا مین قریش کو سناتے تھے اگر قریش نے پسند کر لیا تو پھر کیا تھا کسی کی مجال نہین رہتی تھی کہ اسمین
عیب نکالے وہ کسوٹی پر کھرا اُترا اور اگر خدا نخواستہ قریش نے ناپسند کیا تو پھر لاکھ تعریف کرو کوئی نہین پوچھتا تھا اگرچہ کسی ملک
کے بادشاہ کا قصیدہ کیون نہو۔ اسمین شک نہین کہ اللہ تعالے نے قریش مین شجاعت و سخاوت اور ذہن و لطافت و
نیک خصلت و امانت و دیانت کے اوصاف بھی رکھے تھے بالجملہ تمام عرب والے ہر طرف جدھر جاتے انکا خیر مقدم کرتے اور
اس رحلت و کوچ کے سفر مین بہت مال و دولت کما لاتے۔ یہ تو جاڑون کا سفر تھا۔ دوسرا سفر گرمیون مین بجانب شام تھا جہان
اسوقت مین گرمی کم ہوتی ہی۔ پہلے سفر کے سرمایہ سے دوسرے سفر مین تجارت کرتے اور بہت نفع کما لاتے تھے اور وطن مین بہت ناز و
نعمت سے کھاتے تھے۔ یہ دونون سفر اللہ تعالے نے مقرر کیے یعنے انکے سامان مہیا کردیے۔ کیون۔ لایلاف قریش۔ قریش کی
الفت دلانے کو۔ سلو سلو۔ ایلافهم۔ قریش کی الفت دلانے کو یعنے تاکہ اس بیت الحرام معظم مکرم کے ساتھ الفت تمام رکھین
اور اس گرم و خشک بے آب و گیاہ بیابان سے کہین نجاوین۔ دعاے ابراہیم ع مین بھی تھا کہ الٰہی کچھ لوگون کے دل ایسے کردے کہ
ان لوگون کیطرف جھکے رہین اور انکو ہر طرح کے اناج و پھل سے رزق دے یہ دعا معجزہ باقیہ ہے دیکھو مکہ معظمہ مین ہر ملک کی
چیزین ملتی ہین۔ پھر قریش کو اس نعمت کا شکر ادا کرنے کی جانب ارشاد فرمایا بقولہ تعالے۔ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا
الْبَيْتِ۔ اب انکو چاہیے کہ عبادت کرین اس بیت (گھر) کے مالک کی ف یعنے اس نعمت کا شکر جو کچھ انکے امکان
مین ہو وہ اسطرح ادا کرین کہ بیت اللہ کے مالک اللہ عزوجل ہی کے لیے خالص توحید کی عبادت کرین کیونکہ اللہ تعالے

یہ خاص ہمارے لیے ہے ابن عائشہ نے کہا کہ اگر تم یہی ہٹ کرتے ہو تو پھر اسکے ساتھ مین دوسری آیت بھی لو یعنے قولہ تعالے وکذب بہ قومک وہو الحق یعنے قرآن کو تیری قوم نے جھٹلایا حالانکہ وہ سراسر حق ہے۔ جعفر یہ سنتے ہی شرمندہ ہو کر چپ ہو رہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ○ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ○ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ

اسواسطے کہ پیار رکھا قریش کو — پیار رکھنا اُنکو کوچ سے جاڑے کے — اور گرمی کے — تو چاہیے کہ بندگی کرین اس

هٰذَا الْبَیْتِ ○ الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ○ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ○

گھر کے رب کی — جسنے اُنکو کھانا دیا بھوک مین — اور امن دیا ڈر مین۔

واضح ہو کہ قریش نسل ابراہیم عم سے ہین جو اُنکے فرزند پیغمبر اسمعیل بن ابراہیم سے پیدا ہوئے اور انکا ننہال جُرہم قبیلہ مین ہے اور ابتدا یہ ہے جب حضرت ابراہیم عم بحکم الٰہی حضرت اسمعیل عم و انکی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کو لا کر اس بیت الحرام کے پاس جسکی دیوارین وغیرہ کچھ اُس وقت بنی نہ تھین (کیونکہ طوفان نوح مین جاتی رہی تھین) چھوڑ گئے تو اللہ تعالے نے یہان چشمہ زمزم نکال دیا۔ لیکن زمین قابل درخت و زراعت نہین ہے اتفاق سے قبیلہ جُرہم کے کچھ لوگ نفیس پانی دیکھکر حضرت ہاجرہ سے خواستگار ہوئے کہ تم اجازت دو تو ہم بھی بال بچے لیکر یہان رہین اور پانی مین ہمارا استحقاق نہین بلکہ تمھاری اجازت ہے آپ نے منظور کیا پھر حضرت ابراہیم و اسمعیل نے خانہ کعبہ کی عمارت بنائی۔ بعد وفات حضرت ہاجرہ و اسمعیل عم کے چونکہ اولاد اسمعیل قلیل تھے۔ اولاد جرہم نے ثابت بن اسمعیل سے بدعہدی کرکے اپنا تسلط کر لیا۔ پھر اللہ تعالے نے اولاد اسمعیل مین برکت دی حتی کہ انھون نے جرہم کو خارج کیا کہتے ہین کہ اسکا باعث یہ ہوا تھا کہ اولاد اسمعیل دین توحید پر تھے اور حارث بن مضاض جرہمی نے بت پرستی مین یہانتک فساد کیا کہ اولاد اسمعیل جو پانچ سو برس مین بکثرت ہو گئے تھے سب کے لیے آگ کی خندق بنوائی کہ اگر بت پرستی کرین تو خیر نہین تو آگ مین جلا دو خزاعہ نے ہمت مردانہ سے مقابلہ کیا حتی کہ جُرہم شکست دیکر یمن کیطرف بھگا دیا اور مکے مین قریش باقی رہے پھر جب زیادہ مدت گزری تو بوجہ جہالت کے توحید و رسالت بھول کر خود بت پرستی مین پڑ گئے ولیکن بیت اللہ کی تعظیم و تکریم مین قصور نہین کیا بلکہ شان الٰہی اسوقت یہ تھی کہ جسنے کچھ بے ادبی کی فورًا عذاب مین گرفتار ہو جاتا تھا اور سورۃ الحج مین فی الجملہ بیان واقعات گزر چکا ہے جیسے اساف و نائلہ کا قصہ معروف ہے کہ یہ دونون حج کو آتے تھے راہ مین باہم عشق بازی کی آنکھ لگ گئی ولیکن وصال کا موقع نہ ملا حتی کہ مکے مین پہونچکر دونون نے خانہ کعبہ کے اندر اس حرکت کا قصد کیا اور فورًا پتھر ہو گئے جب لوگون نے دیکھا تو ایک کو صفا کے قریب اور دوسرے کو مروہ کے پاس رکھد یا تاکہ لوگ عبرت پکڑین اور خانہ کعبہ کے اندر جانا بند کر دیا پھر مدت دراز گزرنے پر آخری اولاد نے انکو اپنا معبود بنا لیا کیونکہ اُنکے تراشے ہوئے بتون سے زیادہ خوبصورت تھے اور زعم کیا کہ یہ بزرگون کے بت ہین اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اولاد اسمعیل عم کے لیے خانہ کعبہ کے پاس بہت دعائین مانگین ازانجملہ یہ کہ ان مین ایک پیغمبر مبعوث فرمایا جاوے چونکہ الہام حق تھا گویا اللہ تعالے نے خبر دی کہ مین اپنا رسول حبیب خاتم النبیین افضل المرسلین انھین مین مبعوث فرماؤنگا جسپر لکھی ہوئی کتاب نہین اُتارونگا بلکہ خالص کلام اُسکے قلب پر نازل فرماؤنگا اور یہ بشارت توریت و انجیل و زبور

کوئی اُسکی عبادت کرنے والا نہین تھا (۲) اور یہ فضیلت دی کہ یوم الفیل مین اُنکو نصرت دی حالانکہ اسوقت مین یہ لوگ مشرک تھے اور (۳) انکو یہ فضیلت دی کہ اُنکے بارہ مین قرآن مین ایک سورہ نازل کیا جسمین سوائے قریش کے کسی کا ذکر نہین فرمایا اور وہ لایلاف قریش الخ ہی اور (۴) انکو یہ فضیلت دی کہ اُن مین نبوت وخلافت وسقایت ہی (ھ) مترجم کہتا ہے کہ ساتوین بات خانہ کعبہ کا دربان ہونا اس روایت مین مذکور نہین ہی شاید کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہو اور خطیب بغدادیؒ نے تاریخ مین اسکے مانند سعید بن المسیبؒ سے مرسل حدیث روایت کی آور مترجم اس حدیث کی بعض تفسیر بیان کرتا ہی پس (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور قریش سے ہونا ایسا افضل ہی کہ اولین وآخرین کسیکو سوائے قریش کے میسر نہوا اور جس قدر آنحضرت صلعم افضل الاولین والآخرین ہین اسی قدر انکو فضیلت ملی (۲) اور حدیث مین ہی الائمۃ من قریش۔ یعنی خلافت کا حق قریش مین ہی اسیواسطے سلاطین دیلم وغزنوی وسلجوقی وغیرہ سب خلیفۂ قریشی سے بیعت کرکے اُسکی طرف سے سلاطین ہوتے تھے جب تک اسلام کی خصلت دلون مین تھی بخبر خوارزمیون مین سے بعض نے تجبر کرکے نفاق ڈالا اور فتنۂ عظیم پیدا ہو کر کفار تاتار غالب ہوے اور حدیث ابو داؤد سے معلوم ہوتا ہی کہ آپنے اپنی امت کے واسطے پانچ سو برس کی خبر دی تھی وہ میعاد پوری ہوئی کیونکہ یہ فتنہ شروع ساتوین صدی مین ہوا (۳) خانہ کعبہ وزمزم کی دربانی وسقایت آخر تک قریش مین رہیگی انشاء اللہ تعالے (۴) دس برس قریش نے ایسے زمانہ مین اللہ تعالے کی عبادت کی جب روے زمین پر کوئی دوسرا نہ تھا تو یہ بات ظاہر ہی کیونکہ آپ ۂ مین بعد بعثت کے تیرہ برس رہے از انجملہ تین برس بدون دعوت تھے اسلیے کہ شروع وحی اقرا باسم ربک۔ کے بعد وحی مین تاخیر ہوئی حتی کہ شوق عظیم پیدا ہوا پھر وحی آئی کہ خلق کو دعوت فرمائین تو حضرت خدیجہ وابوبکر وعلی وغیرہم رضی اللہ عنہم ایمان لائے تو دس برس یہی لوگ روے زمین پر اللہ تعالے کی عبادت کرنے والے تھے اور مین نے بارہا واضح بیان کردیا کہ یہود ونصاریٰ وغیرہ جو اللہ تعالے کے ساتھ شرک کرتے ہین یہ کوئی بھی اللہ تعالے کو نہین پہچانتے ہین تو اُسکی عبادت غیر ممکن ہی وقد قال تعالے لایؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر۔ یعنے یہ اہل کتاب اللہ تعالے پر ایمان نہین رکھتے اور نہ روز قیامت پر (ھ) اگر کہو کہ حضرت علی رضہ سے روایت ہی کہ مین نے لوگون سے سات برس پہلے نماز پڑھی۔ الخ۔ (جواب) اسکے یہ معنے ہین کہ جب آپ اسلام لائے تو آٹھ برس کی عمر تھی اور بلوغ پندرھوین سال ہی اور لوگ بلوغ پر مامور ہوتے ہین تو آپ نے نماز کی عمر سے سات برس پہلے سے نماز پڑھنی شروع کی (د) اصحاب الفیل پر قریش کو فتح دی باوجودیکہ مشرک تھے اس سے مراد یہ کہ قریش اس وقت ایمان واسلام پر نہین تھے اور انکو فتح دی کیونکہ مقدر یہ تھا کہ عنقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مین پیدا ہون اور اہل توحید گرد خانۂ کعبہ کے اللہ تعالے کی وحدانیت وتسبیح کرین پس اُنکو فتح دی اور جس گروہ پر فتح دی وہ خود بدتر مشرک بیباک تھے **لطیفہ** ابن الجوزیؒ نے ذکر کیا کہ محمد بن زکریا نے کہا کہ ایک مجلس مین عبید اللہ بن محمد بن عائشہ تیمی اور جعفر بن القاسم ہاشمی تھے جعفر نے ابن عائشہ رضہ سے کہا کہ قرآن مجید مین ایک آیت خاص بنی ہاشم کے حق مین ہی۔ پوچھا گیا کہ وہ کیا آیت ہی کہا۔ وانہ لذکر لک ولقومک۔ یعنے یہ قرآن مجید تیرے واسطے اور تیری قوم کے واسطے ذکر وشرف ہی۔ ابن عائشہ رضہ نے کہا کہ اسمین بنی ہاشم کی خصوصیت نہین ہی بلکہ آپ کی قوم سب قریش ہین اور ہم بھی آپکے ساتھ اسمین داخل ہین یعنے جیسے بنی ہاشم آپ سے اقرب ہین تو باقی بطون قریش بھی قریب ہین۔ جعفر نے کہا کہ نہین بلکہ قوم آپکی فقط بنو ہاشم ہین کیونکہ آپ ہاشمی تھے تو

اسپر سوار ہوکر دریا کے پار ہو گئے (ابن العربی) مترجم کہتا ہی کہ مجھے ان زندیقوں پر سخت تعجب ہوتا ہی اور مین اپنے رب عزوجل کا ہزار زبان سے شکر نہین ادا کر سکتا کہ اُسنے اپنے کرم سے یہ اور اس سے ہزار گونہ زائد میری نظر مین بدیہی رکھا اور بیشک اللہ تعالےٰ ہی جسکو چاہتا ہی ہدایت فرماتا ہے اور معترض بدبخت جب بصیرت سے اندھا تھا تو اُسکو کیونکر سوجھتا کہ وہ کہان اندھاپن کرتا ہی (اول) تو یہ معاملہ جب اس قدر نزدیک زمانہ مین قطعاً متواتر ہی تو اس اندھے زندیق کے نہ ماننے کی یہی مثال ہی کہ اسکو آفتاب نہین سوجھتا اور یہ جو اُسنے کہا کہ پتھریلون مین یہ قوت کہان تھی تو ابن العربیؒ نے جواب دیا کہ صحابیت تھی اور مترجم کہتا ہی کہ صریح آیت مین فرمایا کہ وہ سجیل کی پتھریان تھین اور اللہ تعالےٰ نے اُسکا اثر اس قوم ناپاک تک رکھا تھا اور دنیا مین حق تعالےٰ نے اسیطرح اثر رکھا ہی جیسے قریش جنگ بدر مین قلیل صحابہ رضؓ کو بکثرت دیکھنے لگے حالانکہ اول مرتبہ بہت قلیل دیکھکر جرأت شدید سے اُسی وقت حملہ کرنے پر آمادہ تھے اور مومنون نے مصاف مین اُنکو قلیل دیکھا۔ یہ متواتر ہے اور قرآن مین منصوص ہی اور جب تک نور فطرت وایمان سے بصیرت نہین ہوتی تب تک آدمی مردہ اور اندھا ہے اور یہ معاملہ متواتر اور صریح حق ہی وللہ الحمد والمنة

سُورَةُ القُرَیش مکیة وھی اربع آیات

اس سورہ مین چار آیات ہین اور سترہ کلمات اور تہتر حروف ہین (السراج) عامۂ تفاسیر مین مذکور ہی کہ یہ سورہ مکیہ ہے اور سراج وغیرہ مین کہا کہ یہی جمہور علماء کا قول ہی اور ضحاک وکلبی نے کہا کہ مدنیہ ہی (خطیب) اور جمہور کا قول اصح ہے اور یہی ابن عباس رضؓ سے روایت ہی (ف) بلکہ علماء معتمدین گویا متفق ہین کہ یہ سورہ مکیہ ہی تو یہی صحیح ہی م۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس سورہ کی فضیلت مین ایک حدیث غریب وارد ہوئی ہی۔ اُم ہانی بنت ابی طالب سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے قریش کو سات چیزون سے فضیلت دی یہ باتین کسی قوم مین پہلے جمع نہین ہوئین اور نہ آیندہ کسی مین ہونگی (۱) مین انھین مین ہون اور ایک روایت مین فرمایا کہ نبوت ان مین ہی (۲) اور خلافت انھین مین ہے اور (۳) خانہ کعبہ کی دربانی انھین مین ہی اور (۴) زمزم سے پانی پلانا انھین مین ہی اور (۵) اصحاب الفیل پر ان کو نصرت عطا ہوئی اور (۶) انھون نے سات برس یا فرمایا کہ دس برس تک ایسے وقت مین اللہ تعالےٰ کی عبادت کی کہ انکے سواے کوئی اُس مدت مین اللہ تعالےٰ کی عبادت۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ یعنے توحید کے ساتھ عبادت کرنے والا نہین تھا اور (۷) انکے حق مین قرآن مجید مین ایک سورہ نازل فرمایا جسمین انکے سواے کسی دوسرے کا ذکر نہین ہے وہ لایلاف قریش الخ ہی۔ اس حدیث کو حاکم نے روایت کرکے کہا کہ صحیح ہی اور حاکم سے بیہقی نے روایت کیا اور امام بخاریؒ نے تاریخ مین اور طبرانی وابن مردویہ نے روایت کیا ابن کثیرؒ نے کہا کہ حدیث غریب ہے اور کہا گیا کہ اسکے واسطے حدیث زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ شاہد ہے جسکو طبرانیؒ نے معجم اوسط مین اور ابن مردویہ نے وابن عساکر نے روایت کیا کہ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے قریش کو سات خصلتون سے فضیلت دی (۱) انکو یہ فضیلت دی کہ انھون نے دس برس اللہ تعالےٰ کی عبادت ایسے زمانہ مین ادا کی کہ اُسوقت سواے قریشی کے

اخلاق جمیلہ سے دنیا مین انکو ضرور نفع پہونچتا ہی جیسے روم کی کثرت آخر زمانہ مین مذکور ہی اور صحابی نے روم کے اخلاق شمار کیے یعنے
ان اخلاق کا نتیجہ انکو دنیا مین حاصل ہوگا مترجم کہتا ہی کہ آجکل روم کے لیے یہ سامان شروع ہی اور اللہ تعالےٰ مسلمانون کو
نیک اعمال و اخلاق کی توفیق عطا فرماوے آمین - ولیکن یہ اخلاق بمقابلہ مومنین کے کسی کام کے نہین ہوتے ہین جبکہ مومنین
توحید کے اخلاق مین اچھے ہون کیونکہ اللہ تعالےٰ کی عظمت وجلال قدس کے سامنے بندے کی ذات کچھ نہین ہی تو اُسکے اخلاق
وافعال کیا ہونگے بس قریش کے افعال بوجہ شرک کے کچھ نہین تھے تو بالضرور یہ سب فضل وکرم واسطے ظہور حبیب
اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تھا ولله الحمد والمنة وعلى رسوله الصلوة والتحية والحمد لله رب العالمين - آج کل جو لوگ اسلام
کا نام لیتے ہین وہ عظمت وجلال حق کی تعظیم سے منھ موڑکر تعصبات پر اڑے ہین اور شیعہ وسنی باہم جدال کرتے ہین اور بعض
ان مین سے شرک وکفر سے موالات کرتے اور اہل اسلام سے عداوت کرتے ہین کیونکہ غلوے قبیح سے قلوب مشرکہ ایک دوسرے
کی طرف مائل ہوتے ہین اللہ تعالےٰ ان سب کو ہدایت عطا فرماوے آمین **ف** اشارات عرائس مین ہے کہ اس
سورۂ مبارک مین اصحاب الفیل کی ہلاکت سے تنبیہ فرمائی کہ جسنے حرمت الٰہی عزوجل کو ضایع کیا وہ ضلالت مین
جانور سے بدتر ہی یوسف بن حسین صوفی رح نے کہا کہ جس شخص نے سواے اللہ تعالےٰ کے کسی چیز پر اعتماد کیا تو اُسی پر
ہلاک ہوتا ہی جیسے اصحاب الفیل کہ اللہ تعالےٰ نے نہایت ضعیف پرندون سے اُنکو ہلاک کیا (مختصر عرائس) اور شیخ
محی الدین بن العربی نے لکھا کہ اصحاب الفیل کا قصہ متواتر مشہور ہی اور یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے
بہت قریب واقع ہوا تھا اور اللہ تعالےٰ کے عظائم آیات قدرت مین سے ایک آیت ہی کہ جسنے اللہ تعالےٰ کی مشاعر
محرمات سے کسی چیز کی ہتک حرمت چاہی تو اُسپر غضب الٰہی کا اثر پہونچتا ہے چنانچہ طیور کے چھوٹی چھوٹی چنے ومسور برابر
کنکریون سے حبشہ کے ہاتھی وگھوڑے واونٹ اور پہلوان ہلاک کردیے کیونکہ وہ پتھریان سجیل سے تھین (ابن العربی) مترجم
کہتا ہی کہ عجب یہ ہی کہ مسلمانون مین جو لوگ اسپین واندلس مین نام کے مسلمان تھے وہ ایسے فلسفی جہالت مین پڑے کہ انھون نے
قدرت حق عزوجل سے انکار کیا اور اصل انکی فرقۂ معتزلہ گمراہ ہی چنانچہ رازی رح نے لکھا کہ بعضے زندیق کہتے ہین کہ یہ واقعہ جواز
مین نہین آتا کیونکہ ہمارے خیال مین نہین آتا کہ چنے یا مسور کے برابر پتھری مین یہ اثر ہو کہ آدمی کا سر توڑکر اُسکی دُم سے نکل جاوے
کیونکہ اگر یہ ہوسکے تو یہ بھی کہو کہ پہاڑ کا بوجھ تنکے کے برابر ہی تو جو چیزین ہم دیکھتے ہین کسی پر اعتماد نہ رہے اور کہنے والا کہے کہ ہمارے پاس
بہت سے چاند وسورج ہین جو نظر نہین آتے ہین اور اندلس سے آدمی چین کا مچھر دیکھ لے رازی رح نے کہا کہ یہ
سب جائز ہے (کبیر) اور جمل رح نے کہا کہ یہ بھی غور کے قابل ہی کہ پرندون نے یہ عقل کہان سے پائی کہ ہر کافر پر اُسی کے نام کا
پتھر مارے اور نام کیونکر پڑھ لیا (حاشیہ جلالین) شیخ ابن العربی رح نے کہا کہ پرندون کے نفوس سادہ وپاکیزہ ہین تو اُن مین
انسان سے بہتر اللہ تعالےٰ کا الہام ہوتا ہی اور پتھریون مین یہ خاصیت تھی کہ اسطرح ہلاک کرین اور جسکو اللہ تعالےٰ کے
عجائب قدرت وکمال حکمت سے ظہور ہوا وہ جانتا ہے کہ یہ باتین قدرت حق مین بہت خفیف ہین دیکھو ہمارے زمانہ مین شہر
ابیورد مین یہ عجیب قصہ واقع ہوا کہ چوہے وہان یکایک مسلط ہوے اور اُنھون نے ابیورد کی تمام کھیتیان تباہ کردین
اور تباہ کرنے کے بعد روانہ ہوکر جیحون کے کنارے پہونچے اور ہر ایک چوہے نے دریا کے کنارے سے نرکل کی ایک شاخ کاٹی اور

اسکو دیکھوں تو اُسمیں عائشہ رضہ کی تصویر تھی۔ حضرت عائشہ رضہ کہتی ہین کہ مجھسے آپ نے بیان فرمایا تومین نے کہا کہ اگر خدا تعالے نے یہ مقدر کیا ہوگا تو جاری ہوگا اس حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور ام المومنین کی نورانی عقل کا بیان ہے۔ معجزہ تو اسلیے کہ اول تو آپ نے ایک امر کی خبر دی حالانکہ ابھی عائشہ رضہ کی عمر بہت کم تھی تو معنے یہ کہ عائشہ رضہ برابر زندہ رہینگی حتی کہ خاتم المرسلین حبیب رب العالمین کی زوجہ ام المومنین ہونگی دوم یہ کہ بعد آپ کے عرب کے دستور کے موافق کسی سے نکاح نہ ہوگا حتی کہ آپ ہی کی زوجیت مین وفات ہوگی اور حضرت ام المومنین رضہ کی طہارت کاملہ اور نیت طاہرہ وکمال عقل ظاہر ہے جبکہ اس عمر مین یہ معرفت الٰہیہ حاصل تھی جو بوڑھی عورتون کو حاصل نہین ہوتی ہے بلکہ بہت سے مردون کو یہ عقل نہین ہوتی ہے خطیب رح نے لکھا کہ محمد بن اسحق تابعی نے لکھا کہ جب اللہ تعالے نے مکہ معظمہ سے اصحاب الفیل حبشہ کو اسطرح مردود اور خوار وہلاک کیا تو قریش کی عظمت تمام عرب کی نظرون مین بھر گئی اور کہنے لگے کہ یہ لوگ اہل اللہ وخاصان خدا ہین انکے دشمنون سے خدا نے خود لڑائی کی اور خود انکے دشمنون کو دفع کیا قریش کو ہاتھ ہلانا بھی نہین پڑا۔ پس اللہ تعالے کی طرف سے قریش پر یہ نعمت تھی مترجم کہتا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ پھر قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے مین بہت تاخیر کی اور ہر طرح سے خرابی ڈالی (جواب) قریش کے سابقین مومنین افضل الامم ہین انکو اللہ تعالے نے منتخب کیا حتی کہ یہ لوگ اولیاے کاملین ہوگئے اور جسکو کچھ بھی سمجھ ہے وہ اُس زمانہ کی حالت کا نقشہ خیال مین لاکر غور کرے گا کہ یہ لوگ کس درجہ کمال ایمان سے بھر دیے گئے تھے اور کسطرح عجیب شان سے انکے دل ایمان کے لیے کھول دیے گئے تھے اور یہی نکتہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے مین تاخیر دی یہانتک کہ اصحاب کی جماعت چالیس کے قریب پہونچی کیونکہ حضرت عمر رضہ عظمت الٰہی کے مقابلہ مین جان کو خوار رکھتے تھے حتی کہ ایمان لاتے ہی نکلکر اعلان سے نماز پڑھی اور قریش نے قتال عام کے خوف سے جل جل کر غصہ پی لیا اور حضرت عمر کا کنبہ اگرچہ قلیل تھا ولیکن بڑے جنگجو خون ریز لوگ تھے پس قریش مین سے اول تو اولیاے کاملین انتخاب کر لیے۔ پھر ہجرت کے بعد جہاد فرض ہوا پھر آٹھ برس مین بہت لوگ قریش کے مسلمان ہوکر مدینے چلے گئے اور یہ اوسط درجہ کے لوگ ہین پھر مکہ فتح کر دیا اور سب قریش مسلمان ہوگئے اور یہ آخری درجہ ہے اور باقی عرب والے صرف قریش کے انتظار مین تھے جب یہ لوگ اسلام لائے تو سب قبائل عرب فوجا فوجا داخل اسلام ہوے جیسے سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح مین بیان ہے تو اصحاب الفیل کے معاملہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ فقط قریش پر موقوف رہگیا اور باقی قبائل عرب سب قریش کے تابع ہوگئے تھے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو بہت سے قبائل عرب مانند ملوک کندہ وغیرہ کے بکثرت قوی وجنگجو تھے اُنسے جہاد کرنے مین مدت دراز صرف ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ رازی وخطیب وغیرہ نے جو بعض علماء سے نقل کیا کہ اصحاب الفیل کو اسطرح عذاب سے ہلاک کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ یہ قول نہایت نفیس اور لطیف اسرار مین سے ہے اگرچہ آپ کی ولادت سے پہلے واقع ہوا تھا تو بھی یہ آپ کے شرف کا معجزہ ہے کیونکہ آپ ہی کی ذات مبارک کی بزرگی وکرامت ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالے نے ایسا معاملہ کیا مترجم کہتا ہے کہ یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ قریش کا دین اسوقت بہت خراب تھا سواے اسکے کہ وہ لوگ دیانت وامانت سے بیت اللہ واسکے گرد مین حرم کی تعظیم کرتے تھے اور حاجیون کو کھانا کھلاتے اور راحت پہونچاتے تھے اسیطرح ہدی قربانی ومشاعر الحرام کی تعظیم رکھتے تھے ولیکن اس سے صرف انکی ذات کے فوائد متعلق تھے کیونکہ یہ افعال واخلاق ہین اور بندون کے

مطلب یہ کہ اللہ تعالے کی قدرت کے نمونے بہت ہین از انجملہ یوم الفیل ہین ہاتھی کو مارتے اور طرح طرح کی تکلیفون سے اُسکو
اُبھارتے وہ اُلٹا بھاگتا کہ ناگاہ اللہ تعالے نے اُن پر اوپر سے پتھریون کی مار نازل کی ؎ فارسل من فوقھم حاصبا
یلفھم مثل لف القزم ÷ یحض علی الصبر احبارھم ÷ وقد ثاجوا کثواج الغنم۔ یعنے اللہ تعالے نے
اُنکے اوپر سے پتھرون کی بوچھار آتاری سنے انکو تنگ لپیٹ لیا جیسے قزم تنگ گیر ہوتا ہی جب زخمی مجروح بھاگے نگئے تو
اُنکے پادری لوگ اُنسے صبر کرنے کی وصیت کرتے تھے اور وہ لوگ بکریون کی طرح ممیاتے و چلاتے تھے مسترجم کہتا ہی
کہ اس شعر مین بھی پتہ ہی کہ ان کمبختون کو پادریون نے اس حرکت پر اُبھارا تھا اور اب صبر کی وصیت کرتے تھے اُمن
اشعار ابو الصلت الثقفی او لامیۃ بن ابی الصلت ہمارے پروردگار کی آیات برابر باقی ہین اُنسے
وہی منکر ہوگا جو سخت ناشکری کرنے والا ہی ؎ حبس الفیل بالمغمس حتی ÷ صار یحبو کانہ معقور۔ اللہ تعم
نے فیل کو مغمس مین اسطرح روک دیا کہ گویا وہ پاؤن کٹا ہوا ہی ؎۔ آیندہ اشعار کا خلاصہ مطلب یہ کہ وہ ہاتھی اپنی گردن
کی زنجیر سے چپٹا رہا کسی طرح نہ اُٹھا جیسے کسی آدمی کی پیٹھ مین باندھا جاتا ہی اور اُسکے گرد قوم کندہ کے بادشاہ لپٹے تھے
آخر نصاری اپنے باطل مین خوار ہوے اور سواے دین حنیفیہ کے کوئی دین باقی نہ رہیگا اللہ تعالے سب کو خوار کرے گا ابن کثیرؒ
نے کہا کہ سورۂ انا فتحنا کی تفسیر مین گزرا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثنیہ سے اُترنے لگے تو آپ کا ناقہ قصوا بیٹھ گیا لوگون نے
اسکو ہر چند جھڑکا وہ اونٹنی اڑ گئی تو لوگون نے کہنا شروع کیا کہ دیکھو قصوا سرکش ہوگئی آپ نے فرمایا کہ نہین اور یہ اسکی
عادت بھی نہین ہی ولیکن اسکو اُسی نے روک دیا جسنے اصحاب الفیل کا فیل روک دیا تھا اور فرمایا کہ واللہ آج قریش مجھسے
جو خصلت ایسی چاہینگے جس سے حرمات الٰہی کی تعظیم ہو تو مین منظور کر لونگا پھر ناقہ کو زجر فرمایا وہ فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی۔
(صحیح) یہ شروع ساتوین سال کا واقعہ ہی اور اس سال صلح ہوگئی پھر قریش نے تعظیم حرم مین قصور کیا حتی کہ خزاعہ کو حرم محترم
مین قتل کیا پس اللہ تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا اور خزاعہ آپکی صلح مین تھے۔ انھون نے آپ سے مدد
چاہی آپ نے آٹھوین سال جا کر مکہ فتح کیا اور قریش کو خطبہ سُنایا کہ دیکھو اللہ تعالے نے مکے سے اصحاب الفیل کو روکا
اور اپنے رسول و مومنون کو اجازت دی۔ یہ اجازت فقط ایک ساعت کے لیے تھی اور اب اُسکی حرمت ویسی ہی ہوگئی جیسے کل
تھی۔ تم کو چاہیے کہ جو کوئی میری بات سنتا ہی وہ غائب کو خبر دیدے (ابن کثیر) خطیبؒ نے لکھا کہ بادشاہ عبد الملک بن مروان
نے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ بڑے ہین یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے تھے عتاب رضی اللہ
عنہ نے بُرا مانا اور کہا کہ بڑے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور مین آپ سے عمر مین زیادہ ہون کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم عام الفیل مین پیدا ہوے اور مجھے یاد ہی کہ مین نے فیل کے قائد اور سائیس کو دیکھا کہ یہ دونون اندھے اور لنجے
تھے لوگون سے بھیک مانگا کرتے تھے خطیبؒ نے لکھا کہ یہ کہا گیا ہی کہ مکہ معظمہ مین کوئی باقی نہ تھا جسنے فیل کے
قائد و سائیس کو نہ دیکھا ہو اور اللہ تعالے نے مدت تک ان دونون کو اسی حالت پر زندہ رکھا حتی کہ ام المومنین
عائشہ رضہ کی عمر چھہ برس کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقد نکاح ہوگیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ مین نے جبرئیلؑ کو دیکھا کہ پارہ حریر سفید لیے ہین اور کہتے ہین کہ یہ آپ کی زوجہ ہی دنیا مین اور آخرت مین۔ مین نے کہا کہ ہین

بھائی مسروق بن ابرہہ تخت نشین ہوا۔ پھر سیف بن ذی یزن جو حمیر کے شاہی خاندان سے تھا یمن سے نکلکر کسریٰ بادشاہ
فارس کے یہان حبشہ کے ظلم سے دادخواہ ہوا (کیونکہ سیف کی خوبصورت بی بی کو ابرہہ نے چھین لیا تھا) اول کسریٰ نے فاصلہ دراز
اور جنگ عظیم کو خیال کرکے اور سیف کو دین نصاریٰ پر اپنا مخالف دیکھکر خیال نہ کیا آخر اسی کسریٰ نے یا اسکے بعد دوسرے کسریٰ
نوشیروان نے ایک تدبیر نکالی کہ قیدیون کو اسکے ساتھ کردے اگر اسنے فتح پائی تو خیر ورنہ میری ناموسی نہوگی۔کسریٰ نے تھوڑا لشکر
سیف کے ساتھ کیا۔سیف نے حبشہ سے لڑکر فتح پائی اور اپنا ملک چھین لیا (مترجم نے سابق مین اسکو مفصل لکھدیا ہی) اور
سیف بن ذی یزن کے پاس اطراف عرب سے شرفاے قبیلہ تہنیت دینے آئے (از انجملہ عبد المطلب و قریش بھی گئے چنانچہ مفصل
بیان ہوچکا ہی) محمد بن اسحق تابعی نے کہا کہ مجھسے عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم نے عمرہ بنت عبد الرحمٰن بن اسعد بن زرارہ سے روایت کی
کہ ام المومنین عائشہ رضہ فرمایا کرتی تھین کہ مین نے (بچپن مین مکے مین) ہاتھی کے قائد کو اور سائیس کو خود دیکھا تھا یہ دونون اندھے
اور لنجے ہوگئے تھے اور لوگون سے بھیک مانگا کرتے تھے اس روایت کو واقدی رح نے بھی مسند کیا۔اور حضرت عائشہ رضہ کی بہن
اسماء بنت ابی بکر رضہ سے بھی روایت کیا کہ یہ دونون لنجے اساف و نائلہ کے پاس بیٹھے بیٹھے مانگا کرتے تھے جہان مشرکین اپنی
قربانیان چڑھاتے تھے ابن کثیر رح نے کہا کہ ہاتھیون کے قائد کا نام انیس تھا مترجم کہتا ہی کہ بظاہر یہ شخص عرب مین سے تھا جسنے
نوکری اختیار کرلی تھی ابن کثیر رح نے ابو نعیم سے روایت نقل کی جسکو ابو نعیم نے قوی کہا اور اس سے نکالا کہ ابرہہ خود یمن
سے نہین آیا تھا بلکہ بیس ہزار فوج لیکر شمس بن مقصود کو بھیجا تھا ابن کثیر رح نے کہا کہ نہین بلکہ صحیح یہ کہ خود ابرہہ آیا تھا چنانچہ
روایات کثیرہ سے ظاہر ہی و عرب کے زمانہ جاہلیت کے اشعار بکثرت اسپر دلالت کرتے ہین اور یہی صحیح ہی مترجم کہتا ہی کہ ابو نعیم
کی اسناد مین کسی راوی کو غلط فہمی ہوئی کیونکہ ابرہہ نے طائف سے آگے بڑھکر شمس بن مقصود نامی ایک سردار کو بیس ہزار
فوج و ہاتھی دیکر آگے بڑھایا اور خود مع باقی فوجون کے پیچھے پیچھے آتا تھا اور سردار مذکور بڑھکر وادی محسر مین اترا اور ابرہہ مقام
مغمس مین تھا اور جب صبح تڑکے حرم مین داخل ہوکر بیت الحرام سے بے ادبی کرنے کا قصد ہوا تو بھی ابرہہ نے اسی سردار کو آگے
بڑھایا اور خود نہین آیا مع فوجون کے پشت پر حمایت کے لیے رہا تاکہ شاید عرب مقابلہ کرین راوی نے غلطی سے یہ سمجھا کہ ابرہہ
خود نہین آیا یعنی یمن سے نہین آیا اور یہ مراد نہین ہی بلکہ وہ مغمس سے بڑھکر حرم مین نہین آیا اور اس سے معلوم ہوگیا کہ لشکر بہت
کثیر تھا اور اسی جہت سے طیور کے جھنڈ ابابیل یعنی متفرق تھے اور سب سے پہلے طیور نے سب سے بدتر شقی کو جو سب سے
آگے تھا ہلاک کیا واللہ اعلم ابن کثیر رح نے کہا کہ شاید ابن مقصود انکے لشکر کا مقدمہ تھا یعنی مجموعہ لشکر سے جو ٹکڑا آگے رکھتے ہین
پھر محمد بن اسحق رح نے اس مقام پر ان شاعرون کے بہت اشعار نقل کیے جو زمانۂ اسلام سے پہلے اصحاب الفیل کے واقعہ کو نظم
کرنے والے تھے۔ مین کہتا ہون کہ اسکے چالیس برس بعد تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی ہدایت فرمائی بس ہزارون
آدمی اس زمانہ کے دیکھنے والے موجود تھے مترجم اسمین بعض اشعار لکھتا ہے **من اشعار ابن الزبعری** ؎ سائل
اسیر الحبشی عنہا ما رای + فلسوف ینبی الجاھلین علیمہا + ستون الفا لم یوبوا ارضہم + بل لم یعش
بعد الایاب سقیمہا + قیدی سے لشکر کا حال دریافت کر کہ جو جانتا ہی وہ نجاننے والیکو بتلاویگا۔ساٹھ ہزار ایسے تھے کہ اپنے
ملک کو واپس نہ گئے بلکہ جو مجروح واپس گیا وہ بھی زندہ نہین رہا۔ **من اشعار ابو قیس بن الاسلت المدنی**۔ حاصل

چمکتی ہوئی سیاہی مائل ہے اور پرندوں میں سے درندہ وہ ہوتے ہیں جو شکار مارتے ہیں جیسے باز و شکرہ و عقاب ہوتے ہیں تو مقصود یہ کہ چونچ ٹیڑھی تھی واللہ اعلم - اور ابن جریر رح نے باسناد صحیح روایت کی کہ عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ طیراً ابابیل سیاہ سیاہ چڑیوں کے جھنڈ تھے جو سمندر سے نکلی تھیں (یعنے بحر قلزم کی طرف سے آئی تھیں) اُنکی چونچ اور پنجوں میں پتھریاں تھیں (اسنادہ صحیح) سعید بن جبیر رح نے کہا کہ اُنکی چونچ زرد تھی اور ابن ابی حاتم نے بھی عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے مسند کیا کہ جب اللہ تعالےٰ نے اصحاب الفیل کو ہلاک کرنا چاہا تو سمندر سے چڑیاں پیدا کیں جو خطاف (ابابیل) کے مشابہ تھیں ہر چڑیا کے پاس چونچ میں ایک پتھری اور دونوں پنجوں میں دو پتھریاں تھیں پس یہ چڑیاں نمودار ہوئیں اور بڑھکر آئیں یہانتک کہ اصحاب الفیل کے مجاذی آسمان پر محیط ہوئیں اور یکایک اُنھوں نے زور سے آوازیں کیں اور پتھریاں مارنے لگیں پس جو پتھر کسی شخص کے سر پر گرا وہ توڑ کر اُسکی دُبر سے نکل گیا اور بدن کے جس عضو پر گرا توڑ کر نکل گیا اور اللہ تعالےٰ نے سخت ہوا بھیجی اور پتھریاں اُڑ کر اُن لوگوں کے لگتی تھیں اس سے اُن پر آفت زیادہ بڑھ گئی آخر سب ہلاک ہوئے (اسنادہ جید) خطیب وغیرہ نے لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کیا کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بڑی بہن جنکا نام ام ہانی بنت ابی طالب تھا میں نے اُنکے پاس ان پتھریوں کا ڈھیر دیکھا اُسمیں سرخ خط تھے جیسے جزع ظفاری میں ہوا کرتے ہیں الغرض جب اصحاب الفیل پر یہ ہولناک عذاب طاری ہوا تو اسباب و مال وغیرہ چھوڑ کر بے تحاشا بھاگے ولیکن راہوں و جنگلوں و منزلوں میں مرتے و گرتے جاتے تھے اور ابرہہ کی اُنگلی اُنگلی سڑ کے گری آخر کار جب اُسکا سینہ پھٹ کر دل نکلا تب وہ مر گیا اور اسیطرح سب مرے سوائے بعض کے از انجملہ ایک ابرہہ کا وزیر ابو یکسوم تھا کہ وہ طائر میں بچ گیا تھا یہانتک کہ وہ حبش میں نجاشی کے حضور میں حاضر ہوا اور اُسنے سب قصہ بیان کیا جب وہ کہہ چکا تو یکایک معلوم ہوا کہ اُسکے اوپر ایک پرندا اُنھیں پرندوں میں سے موجود ہے اور اُسنے پتھری ماری تو ابو یکسوم بھی مر گیا (السراج) مترجم کہتا ہے کہ ابو یکسوم خود ابرہہ کا لقب تھا اور یہی محققین علماء رح نے بیان کیا ہے اسیوجہ سے بعض نے کہا کہ ابرہہ مذکور خود نجاشی کی خدمت میں گیا تھا اور وہاں ہلاک ہوا ہے کیونکہ اُسکے دل میں غرور تھا کہ میں بدولت صلیب کے بچ گیا ولیکن جب سب قصہ بیان کر چکا تو پرندے نے اسکو مارا جس سے وہ پور پور سڑ کے بہت مصیبت سے مرا تھا واللہ تعالےٰ اعلم - واضح ہو کہ لشکر حبشہ کے ساتھ جو لوگ عرب کے بخوشی آئے تھے وہ مارے گئے اور جو زبردستی لائے گئے تھے وہ بالکل بچ گئے اور جو نوکری کے طور سے لائے گئے تھے جیسے ہاتھیوں کے سائیس وغیرہ تھے تو وہ بعضے ناقص چھوڑ دیے گئے تاکہ عرب سے سب حال بیان کریں چنانچہ آئندہ معلوم ہوگا ابن کثیر رح نے لکھا کہ قولہ کعصف ماکول - سعید بن جبیر رح نے کہا کہ عصف بھوسا جسکو عوام ہبور کہتے ہیں دوسری روایت میں کہا کہ عصف گیہوں کی پتیاں ہیں **اقول** شاید مراد یہ کہ گیہوں کا دانہ نکال لینے کے بعد جو نیچ رہتا ہے - تیسری روایت میں کہا کہ عصف بھوسا اور ماکول ڈنٹھل ہے جسکو کاٹ کر تیلیوں وغیرہ کو کھلاتے ہیں اسیطرح حسن رح نے بیان کیا ہے - ابن عباس نے کہا کہ العصف جو گیہوں کے دانہ پر غلاف ہوتا ہے - الحاصل اللہ تعالےٰ نے اصحاب الفیل کو روند کر ہلاک و برباد و پامال کر دیا انکا مکر و کید اُنھیں پر رد کیا اور اُن میں سے اکثر ہلاک کیے اور جو کوئی خبر دینے والا بچا وہ بھی زخمی و مجروح تھا جیسے اُنکے بادشاہ ابرہہ کا حال ہوا کہ جب وہ یہانتک زخمی و مجروح ہو کے صنعاء پہونچا اور اپنی قوم سے حال کہا تو مضغۂ گوشت تھا آخر اُسکا سینہ پھٹ گیا اور دل نکل پڑا تب مر گیا ابرہہ کی موت کے بعد اسکا بیٹا یکسوم یمن کے تخت پر بیٹھا اور چند روز کے بعد مر گیا تو اُس کا

تھا کیونکہ اُسنے عرب کے ساتھ حسد کیا اور جو شرف اُنکو کعبہ سے حاصل تھا اُسکو اپنی طرف پھیر لینا چاہا رازی رح نے لکھا کہ اول
انھون نے یہ کید پھیلایا کہ قلیس گرجا بنایا اور عرب کو اُسی طرف پھیرا لیکن عرب نے نہ مانا پھر دوبارہ خانہ کعبہ منہدم کرنے کا
ارادہ کیا مترجم کہتا ہی کہ اصلی مکروہ تھا جو مین نے بیان کیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہی اصل یہ ہے یہ مشرکین ضلالت مین پڑے تھے
یہ چاہتے تھے کہ خاتم نبوت اپنی طرف لے جاوین اور جب خانۂ کعبہ کا نشان نہوگا تو ناچار سب عرب کے لوگ قلیس گرجا کی طرف آوینگے
اور یہ سب بلا اس وجہ سے تھی کہ حضرت عیسیٰ عم کی نسبت باطل اعتقاد باندھا اور آخر بُری طرح ہلاک کیے گئے اور خانۂ کعبہ کی عزت و
شرافت ہزار گونہ بڑھ گئی ابن کثیر رح نے لکھا کہ محمد بن اسحٰق تابعی رح لکھتے ہین کہ پھر جب اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو قریش پر جو احسانات و انعامات اپنے حبیب صلعم کی بدولت فرمائے تھے اُنمین سے ایک یہی
احسان عظیم شمار کیا لقولہ تعالیٰ الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل الخ یعنے حبشہ کا مکر و کید دفع کیا اور قولہ تعالیٰ لایلف قریش الخ
سے احسان ظاہر کیا تاکہ قریش اپنی حالت کو متغیر نہ کرین اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر عظیم الشان کو قبول کرین مترجم کہتا ہی کہ اسکے بعد تمام
عرب کے لوگ قریش کی بھی بہت تعظیم کرنے لگے کہ دیکھو یہ لوگ اہل الحرم ہین اللہ تعالیٰ نے کیونکر انکے دشمنون کو ہلاک کیا پس تمام
عرب کے لوگ باہم لوٹ مار کرتے تھے اور قریش کی طرف کوئی قصد نہین کر سکتا تھا اور ہیبت کھاتے کہ کہین اُنپر بھی اصحاب الفیل کی
طرح عذاب نہ آوے اور جس قبیلہ مین کوئی قریشی جاتا تو اُسکی تعظیم و تکریم کرتے اور مال و متاع سے اسکی خدمت کرتے تھے اور جب
حج مین بیت اللہ کے طواف کو آتے تو محتاج ہوکر مرد و عورتین قریش کے مرد و عورتون سے کپڑا مانگکر طواف کرتے اور اگر کسی کو
نہ ملا تو وہ ننگے طواف کرتا حتی کہ عورت اپنے آگے ہاتھ رکھکر طواف کر لیتی تھی- اور حدیث کا مضمون صحیح ہوا کہ جو کوئی حسد کرتا ہی
وہ خود خسارت مین پڑتا ہی اور جس سے حسد کرے وہ زیادت مین ہوتا ہی چنانچہ حبشہ روز بروز ذلیل ہوے اور انکا کنیسہ مٹ گیا
اور بیت اللہ کی عزت دن دونی اور رات چوگنی بڑھتی جاتی ہی اللھم لک الحمد والمنۃ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن ہشام رح نے کہا کہ قولہ طیرا
ابابیل- ابابیل کے معنے جماعت ہین اور عرب اسکا واحد نہین بولتے ہین اور کہا کہ (سجیل) کے معنے مجھے یونس نحوی و ابو عبیدہ رح نے یہ
بتلائے کہ عرب کی زبان مین سجیل کے معنے سخت مضبوط ہین اور بعض مفسرین نے کہا کہ سجیل دو کلمہ فارسی سے مرکب ہی یعنے سنگ
گِل- اسکا معرب سجیل ہی اور کہا کہ (عصف) کھیتی کے پتے اور اُسکا واحد عصفہ ہی- عبد اللہ بن مسعود رض و ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن رض نے
کہا کہ ابابیل یعنے ٹکڑیان- ابن عباس رض اور ضحاک رح نے کہا کہ جھنڈ کے جھنڈ آگے پیچھے- حسن رح و قتادہ رح نے کہا کہ ابابیل یعنے کثیرۃ
مجاہد رح نے کہا کہ ابابیل جدا جدا جھنڈ آگے پیچھے- ابن زید رح نے کہا کہ ہر طرف اُن پر جھنڈ آئے مترجم کہتا ہے کہ میرے
نزدیک اصحاب الفیل جماعت کثیر تھے لاکھ سے زیادہ لشکر تھا تو ایک وادی مین انکی سمائی نہ تھی اسلیے وادی محسر سے لیکر
دور دور تک اترے تھے پس یہ چڑیان بھی اسی طرح ابابیل یعنے متعدد جھنڈ ہوکر ہر فرقہ پر آگئین واللہ تعالیٰ اعلم- ابن جریر رح
نے باسناد جید مسند کیا کہ اسحٰق بن حارث بن نوفل رح نے کہا کہ ابابیل یعنے ٹکڑیان جھنڈ کے جھنڈ جیسے ابل ابابیل یعنے موبلہ ہوتے
ہین اقول یعنے بکثرت اونٹون کے جدا جدا گلے کر لیتے ہین اور باسناد صحیح روایت کی کہ ابن عباس رض نے طیرا ابابیل مین کہا کہ ان چڑیون کی چونچ
ٹیڑھی تھی (جیسے شکرہ و باز وغیرہ کی چونچ ہوتی ہی) اور پنجے ایسے تھے جیسے کتا کے ہوتے ہین (یعنے شیر و چیتے وغیرہ کے ہوتے ہین) اور باسناد
صحیح روایت کی کہ عکرمہ رح نے کہا کہ سبز چڑیان تھین جو سمندر سے نکلی تھین اور درندون کے مانند انکے سر تھے مترجم کہتا ہے کہ سبزی

کرنیکا قصد رکھتے تھے اور خانہ کعبہ بمنزلہ صدف ہی اور محمد حبیب اللہ صلعم بمنزلہ درِ یتیم ہین تو تعجب دلایا کہ جو کوئی تجہسے بے ادبی کا قصد
کرے کیونکر اُسکو ہلاک نہ کرونگا - اسی لیے آنحضرت رحمۃ للعالمین نے جنگ اُحد مین کافرون کی طرف سے عذر کیا کہ الٰہی میری قوم کو
ہدایت دے کہ یہ لوگ جانتے نہین ہین (رازی رح) نے لکھا کہ اصحاب کا لفظ شرف ظاہر کرنے مین اعلی کی طرف نسبت ہوتا ہی کیونکہ
مصاحب اسی جنس سے ہوا کرتا ہی جسکا صاحب ہو اور یہ زبان عرب و عجم مین معروف ہی لہذا اصحاب محمد اور اصحاب موسیٰ اُنکی بزرگی
و شرف کی دلیل قوی ہی اور یہان اس سورہ مین اصحاب الفیل فرمایا تو اُن بدبختون کی مذمت ہی کہ یہ لوگ خود جانورون کی جنس سے تھے
بلکہ تجھے معلوم ہو گیا کہ فیل ان جانورون سے ہزار درجہ بہتر تھا (رازی رح) نے کہا کہ اگر وہم ہو کہ قریش نے خانہ کعبہ مین بت بھرے
تھے یہ قبیح کام ہی اور اصحاب الفیل بیت کی دیوارین گرانے آئے تھے اُنپر عذاب ہوا (جواب) اللہ تعالے پاک ہے کہ حقیقت مین
اُسکا گھر ہو اسیواسطے بخت نصر مجوسی کو مسلط کیا کہ اُسنے بیت المقدس قبلۂ بنی اسرائیل کو اُجاڑ دیا ولیکن یہ تعظیم حق ہی اور
قریش اس تعظیم مین قصور نہین کرتے تھے اور خلق کے واسطے ایذا بالکل نہ تھی برخلاف حبشہ کے کہ وہ خلق کے حق مین ایذا دینے
آیا تھا جیسا کہ سب عرب خصوصًا قریش کو صنعا کے گرجا مین صلیب پوجنے پر لے جانا چاہتا تھا اور یہ خانہ معظم خراب کرنا چاہتا
تھا پس عذاب کیا گیا جیسے چور اور ڈاکہ مارنے والا اور راہزن سزا دیا جاتا اور قتل کیا جاتا ہی اگرچہ وہ مسلمان ہو اسلیے کہ اس سے
عام مخلوق کو ضرر ہی اور جو نصرانی راہب کہ صومعہ مین بیٹھ رہا اور بچہ و عورت قتل نہین کی جاتی ہی اگرچہ کافر ہے مترجم کہتا ہی
کہ اس بیان سے مسلمانون وا نکے مسجدی وعظ کہنے والون کو نصیحت لینا چاہیئے - اور واضح ہو کہ اصحاب الفیل اگرچہ دین
نصرانی پر تھے ولیکن انکی حالت بہائم و فیل سے بدتر ہو گئی تھی کیونکہ اُنھون نے حضرت عیسی علیہ السلام کے حق مین کلمہ کفر کہا اور
صلیب کو سجدہ کرنا اختیار کیا اور جب شرک سے ایمان جاتا رہا تو جانورون سے بدتر ہو جاتا ہے اور اُس زمانہ مین نصاری نے
عزم کیا تھا کہ اپنا دین قیامت تک مضبوط کرین جیسے اس زمانہ مین بھی انکا وہی قول چلا جاتا ہی کہ اب کوئی پیغمبر نہو گا اور یہود نے بھی
دین موسیٰ عم کے حق مین یہی تعصب باندھا اور حضرت عیسیٰ عم سے کفر کیا اور دونون فریق اپنے یہان کتابون سے خوب جانتے تھے
کہ احمد مصطفے خاتم الانبیاء عرب حجاز کے مکۂ معظمہ سے پیدا ہونے والے ہین اور انکی امت کے فضائل جلیل ہین اور خانہ کعبہ انکا
قبلہ ہو گا پس یہود اور نصاری نے اتفاق کر کے چاہا کہ جب وہ معروف مشہور ہین اور اُنکی ولادت اور ظہور کا وقت معلوم ہے تو
کسی طرح قتل کر دین اور اہل صلیب نے چاہا کہ بعد اُسکے ہمارا دعوی عالم پر روشن ہو گا اس مکر سے ابرہہ نے نجاشی کے اشارے
سے قصد کیا کہ خانہ کعبہ کی دیوارین و پتھر اُکھاڑ کے ہاتھیون پر لاد کر صنعا یمن مین لیجا کر کنیسہ مین لگا دے تا کہ سب عرب اُسی طرف
رجوع لاوین گے اور حماقت سے یہ نہ جانا کہ خانۂ کعبہ دیوار و پتھر کا نام نہین ہی وہ بقعۂ متبرک تا ہفت آسمان ہی اور جب توریت و انجیل
والون کو اللہ تعالے نے صریح آگاہ کر دیا کہ اللہ تعالے اُس اپنے حبیب پیغمبر کو نہین اُٹھاویگا یہانتک کہ ٹیڑھی ملت سیدھی کر دے
اور لوگ لا آلہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے لگین تو ان کافرون نے کیونکر شرک کی گمراہی سے یہ زعم کیا کہ اللہ تعالے کی تقدیر مٹا دینگے
کیا یہ وہی کفر فرعون کا خیالی نہ تھا جسنے موسی علیہ السلام کے واسطے ہزارون اطفال بنی اسرائیل ذبح کر ڈالے لہذا اللہ تعالے نے
فرمایا الم یجعل کیدہم فی تضلیل رازی رح نے لکھا کہ (کید) کے معنے یہ کہ غیر کے ساتھ چھپا کر بدی کا ارادہ کرنا - اگر کہو کہ اصحاب الفیل
نے ظاہر کر کے ہدم کعبہ کا قصد کیا تھا پھر اسکو کید کیون فرمایا (جواب) یہ کہ جو کچھ اُسنے ظاہر کیا اس سے بڑھکر اُسکے دل مین خفیہ

ف رازیؒ نے کہا کہ اگر پوچھا جاوے کہ قولہ (کیا تو نے دیکھا نہیں) یہ مقتضی ہے کہ آپ نے دیکھا حالانکہ اسکے بعد آپ کی ولادت ہے (جواب) اس سے علم مراد ہے یعنے کیا تو نے نہیں جانا۔ یہ اشارہ ہے کہ واقعہ مذکور متواتر معروف تھا تو اسکا علم قطعاً یقینی بمنزلۂ دیکھنے کے ہے۔ اور سب متواترات کا یہی حکم ہوتا ہے کیا نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالےٰ نے عرب سے لیکر قیامت تک کے کافرون پر حجت رکھی بقولہ تعالےٰ۔ اولم یروا کم اہلکنا قبلہم من القرون الآیہ۔ یعنے کیا ان لوگون نے دیکھا نہیں کہ ہم نے انسے پہلے کس قدر قرون ہلاک کر دیے۔ ھ۔ یعنے متواتر قطعی معلوم ہے گویا اب دیکھ رہے ہین کہ زمانۂ سابق مین حضرت نوحؑ و لوطؑ و شعیبؑ کی قومون کو اور قوم عاد و ثمود و فرعون کو اللہ تعالےٰ نے کفر و نافرمانی سے ہلاک کر دیا کیا اس سے عبرت نہین ہوتی ہے حالانکہ متواتر قطعی یقینی ہے مترجم کہتا ہے کہ اس آخر زمانہ مین جب قیامت نزدیک ہے تو ایسے احمق لوگ پیدا ہوے ہین جو متواترات سے انکار کرتے ہین حتی کہ اصحاب الفیل کے واقعہ سے جو آخری ہولناک واقعہ ہے اس سے منکر ہین ولیکن جس شخص کے دل مین کچھ بھی انصاف اور ذرہ برابر بھی عقل ہے وہ ضرور اس منکر کا انکار بالکل ایسا سمجھیگا جیسے کوئی آفتاب سے منکر ہو۔ کیونکہ عرب بالاتفاق متواتر اسکو بیان کرتے تھے اور اللہ تعالےٰ نے قرآن مین اسکو نازل کیا تاکہ لکھا ہوا متواتر ہو جاوے جیسے اگلی امتون و فرعون و عاد وغیرہ کا حال نازل کیا جس سے ہر وقت ان متواترات سے عبرت ہو تو ایسے بدیہی متواتر سے جو منکر ہو وہ مجنون یا بیہوش ہے بلکہ ازلی بدبخت کی حرکات سے اللہ تعالےٰ پناہ مین رکھے رازیؒ نے کہا کہ اہل عقل اس واقعہ کو دیکھتے ہین کہ اس سے اللہ تعالےٰ جل جلالہ کی عجیب قدرت و صنعت اور عظیم علم و حکمت عیان ہوتی ہے اور اس سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کمال شرف و کرامت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ یہ معجزہ آپ ہی کے واسطے تھا اور ذرا غور کرو کہ کسی حیلہ سے ممکن نہین کہ چڑیان نئی صورت کی چونچ و پنجون مین پتھریان لاوین اور سب قومون کو چھوڑ کر ایک خاص قوم اصحاب الفیل پر آکر ماریں اور اسکا یہ اثر ہو جو اصحاب الفیل کو پہونچا۔ پھر جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب پر یہ سورہ تلاوت کیا تھا اسوقت مین بکثرت ایسے لوگ موجود تھے جنھون نے اصحاب الفیل کا واقعہ آنکھون دیکھا تھا تو اسمین کیسی عجیب قدرت و صنعت حق عزوجل عیان ہے۔ قولہ ربک۔ تیرے رب نے۔ ھ۔ تو اشارہ ہے کہ یہ سب تیری پرورش کے لیے جس سے عند اللہ بزرگی ظاہر ہے مترجم کہتا ہے کہ رازیؒ نے (الم تر) مین جو معنی بیان کیے یعنے کیا تو نے جانا نہین۔ ھ۔ یہی سب مفسرین نے بیان کیے اور صحیح ہین اور مترجم کہتا ہے کہ یہان اسرار مین سے یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شان عظیم کو قیاس نہین کر سکتے ہین۔ اُسوقت مین انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسمانی صورت مین تھے اگرچہ پیدا ہونا بعد ڈیڑھ مہینے کے ہوا اور قوت ملکیہ کے واسطے آسمان و زمین کوئی چیز پردہ نہین ہوتی ہے کیا تم نے حدیث نہین پائی کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پیٹ مین حضرت عیسی علیہ السلام تھے اور زکریاؑ کی بی بی کے حمل مین یحیی علیہ السلام تھے اور انکی والدہ جب مریم رضؓ سے ملتی تھین تو کہتی تھین کہ میرے پیٹ کا بچہ تیرے پیٹ کے بچہ کی تکریم کرتا ہے۔ ھ۔ اس حدیث صحیح سے سمجھ حاصل ہو تو اس بھید مین شبہہ نہ رہے ولیکن نورانی دل اسکو قبول کرتے ہین اور حواس یہان کند ہو جاتے ہین لہذا حواس کو رخصت کرے یا سکوت کرے یہانتک کہ عقل اپنا نور ظاہر کرے اور خلاصہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا بھی معلوم ہے اور حدیث خواب مین ہے کہ مین نے جان لیا سب جو کچھ آسمانون و زمین مین ہے۔ ھ۔ قریب وفات کے خطبہ مین ہے کہ مین حوض کوثر کو اپنے اس منبر پر سے دیکھ رہا ہون۔ ھ۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو کمال روحانی بطفیل حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرماوے۔ م۔ رازیؒ نے کہا کہ قولہ الم ترکیف فعل الخ یہ کلام پاک تعجب دلانے کے طور پر ہے (جواب) ہان اور بھید یہ کہ اصحاب الفیل کو ہلاک کیا کیونکہ وہ خانہ کعبہ کے ساتھ بے ادبی

که ایک قسم کے پرندون کے جھنڈ ہین جنکو اللہ تعالےٰ نے قرآن مین فرمایا کہ طیرا ابابیل ترمیہم بحجارۃ من سجیل- یعنے اصحاب الفیل
کو پتھریان مارنی شروع کین اور انکا ہاتھی بہت ہولناک آوازون سے چلاتا تھا پھر اللہ تعالےٰ نے انکو کھائے ہوے بھس کے
مانند کر دیا- ف- ابابیل اسم جمع ہی یعنے متعدد جھنڈ تھے جیسے اونٹون کی مختلف قطارین بناتے ہین اور ہر ایک گلہ کو الگ
رکھتے ہین نحاس رح نے کہا کہ ہر جھنڈ بڑا ہونا چاہیئے مترجم کہتا ہی کہ لشکر بھی لاکھ سے زیادہ تھا واحدی رح نے کہا کہ مین نہین
جانتا کہ کسی لغوی نے ابابیل کا واحد کہا ہو یعنے یہ لفظ اسی طرح مستعمل ہوتا ہے فراء رح نے کہا کہ اس لفظ کا واحد
نہین آتا ہی- بعض لوگون نے اسکا واحد ابول وابالہ وغیرہ بیان کیا- سعید بن جبیر رح نے کہا کہ یہ پرندیکایک آسمان پر ظاہر ہوے
کبھی اس سے پہلے نظر نہین آئے اور نہ پھر کبھی دیکھے گئے- قتادہ رح نے کہا کہ سیاہ رنگ فوج فوج آئے تھے- سجیل کا بیان قوم لوط
کے عذاب مین تحت قولہ تعالےٰ- امطرنا علیہا حجارۃ من سجیل- گزر چکا ہی- عبدالرحمن بن ابزی نے فرمایا کہ طیر کے پاس وہی حجارۃ تھے
جو قوم لوط پر برسائے گئے تھے- عکرمہ رح نے کہا کہ مسور وچنے کے برابر تھے جسکے یہ پتھری لگی اسکے بدن پر آبلہ نکل آتے تھے-
اور کہا کہ بعض کے سر پر مارا تو اسکا گوشت وخون گلکر زمین پر گرتا اور وہ خالی کھوکھنڈی رہ جاتا تھا- واضح ہو کہ اصحاب الفیل
حرم کی زمین مین داخل نہونے پائے بلکہ عرفات کے نزدیک ہلاک ہوے- یہی اصح ہی کہ حرم مین نہین آنے پائے اور ابن حجر رح
نے کہا کہ مزدلفہ کے درمیان وادی محسر مین ہلاک ہوے مترجم کہتا ہی کہ یہ اقرب ہی کیونکہ یہ مقام شیطان ہی واللہ اعلم- اور اوپر گزرا
کہ نفیل خثعمی کے شعر مین محصب کے ایک جانب مذکور ہی اور تحقیق یہ ہی کہ لشکر بہت کثیر تھا تو ابرہہ وغیرہ مغمس کے جانب تھے
اور سب طرف سے لشکر نے وادی محسر وغیرہ تک گھیر لیا تھا اور طیور بھی اسی جہت سے ابابیل یعنے متفرق جھنڈ تھے تاکہ سب
لشکر پر محیط ہو جاوین اور اہل حرم قریش وغیرہ پہاڑون پر تھے تو جس قوم نے جہان سے اپنی نگاہ والون کی بربادی جس طرح دیکھی
اسطرح بیان کی- پھر واضح ہو کہ عرب مین اصحاب الفیل کی ہلاکت جو اس عجیب طریقے سے واقع ہوئی تھی بہت عظیم الشان
واقعہ معروف متواتر مشہور تھا حتی کہ اسی واقعہ کو انھون نے اپنی تاریخ کا مبدأ قرار دیا کیونکہ وہ لوگ لکھتے پڑھتے نہین تھے تو
عام الفیل سے حساب رکھتے تھے اور حبشہ اصحاب الفیل کے ساتھ مین شاہان کندہ وغیرہ یمن کے تھے وہ بھی ہلاک کیے گئے
اور انکا ماتم تمام یمن مین عام ہو گیا اور قریش کی عظمت تمام عرب کی نگاہون مین ایک سے ہزار گونہ ہو گئی اور واضح ہو کہ قرطبی رح نے
کہا کہ اس واقعہ کے پچاس دن بعد حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوے یہ سب برکت آپ ہی کے طفیل سے تھی اور خازن رح
نے کہا کہ یہی قول اصح ہی اسلیے کہ سلف رضی اللہ عنہم سے مشہور قول چلا آتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت عام الفیل
مین ہوئی اور عرب نے اسی سال کو مبدأ تاریخ بنا لیا تھا اور صحیح مین روایت ہی کہ قیس رض نے کہا کہ مین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونون
عام الفیل مین پیدا ہوے ہین مترجم کہتا ہی کہ اظہر یہ ہی کہ حبشہ اصحاب الفیل کی ہلاکت آخر محرم مین واقع ہوئی اور اسکے بعد ربیع الاول
مین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اور بعد اسکے اسی سال مین قیس رضی اللہ عنہ کی ولادت ہی- پھر جس شخص کے حق مین اللہ
تعالےٰ نے سعادت ازلی لکھی اور اسکو عقل نورانی عطا ہوئی ہی وہ کچھ بھی شک نہین کر سکتا ہی کہ یہ سب عجیب معجزہ حضرت محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جہت سے ہوا ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب
فرمایا بقولہ تعالےٰ- الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل کیا تو نے دیکھا نہین کہ تیرے رب نے اصحاب الفیل کے ساتھ کیا کیا

اللہ تعالیٰ نے اسکو سطرے جسے قریش پر نعمت کر دیا (اول) یہ وہم دفع کیا کہ اتفاقی واقعہ نہ تھا اور نہ بیماری تھی کیونکہ یہ لوگ مغمس
مین قریب چار روز کے رہے اور آخری صبح کو لشکر آراستہ کیا اور حرم کی طرف بڑھے اُس وقت محمود ہاتھی نے انکو خوف دلایا
اور صریح ایسی حرکتین کین کہ حرم کی تعظیم و حرمت کے پیچھے مجھے جان دینا منظور ہے اور تمھارے تابع ہونا منظور نہین ہے اور تم بھی
اس حرکت سے باز آؤ ولیکن اُنھون نے فیل موصوف کو سر و کان سے زخمی کر دیا آخر اسکو چھوڑ دیا اور دوسرا ہاتھی بڑھایا تب اللہ تعا
نے ایکبارگی پرندون کے غول متفرق ظاہر کیے تاکہ قطعاً حجت ہو کہ یہ عذاب ہے اور اتفاقیہ بیماری نہین ہے (دوم) پرندون کی صورتین
بالکل نرالی تھین جو کبھی نظر نہین آئین (سوم) فیل موصوف محمود کو کچھ صدمہ نہین پہونچا اور باقی ہاتھیون مین سے کوئی نہ بچا
(چہارم) جو لوگ عرب مین سے زبردستی مجبور کر کے ساتھ لیے گئے تھے اُن کو کچھ صدمہ نہین پہونچا کیونکہ اُس زمانہ مین ایمان نہ تھا
اگر ایمان ہوتا تو شہادت اچھی تھی لیکن جب وہ لوگ بچا نتے تھے تو اس شبہہ مین پڑ جاتے کہ مثلاً دیکھو نفیل خثعمی بھی مرگیا حالانکہ وہ
حبشہ کا شریک نہ تھا بلکہ بُرا جانتا تھا اسلیے نفیل اُس حالت مین نکل آیا اور اُسکو ضرر نہین پہونچا اور اگر ایمان ہوتا تو کچھ خطر نہ تھا
چنانچہ علامات قیامت مین ہے کہ ایک شخص خانہ کعبہ مین پناہ لیگا اور بے ادبی سے ایک لشکر خانہ کعبہ پر چڑھائی کریگا جب وہ
بیداء مین پہونچینگے تو سب کے سب زمین مین دھنسا دیے جاوینگے پھر ہر ایک اپنی نیت پر اُٹھائے جاوینگے یعنے اُن مین جو لوگ
زبردستی لائے گئے ہین اور جو راہ کے مسافر ہین اور جو تاجر ہین ہر ایک اپنی نیت پر اُٹھیگا (پنجم) اگر سب مر لے تو بدبو سے یہان
کے لوگ رہنے سے عاجز ہوتے اسلیے یہان سے بھگائے گئے اور اُنکے بدن پر آبلہ نکل آئے تو راہ مین مرتے گرتے جاتے تھے اور
اسمین یہ بھی فائدہ تھا کہ عرب کی آبادیان جو دور دور واقع تھین سب کو اطلاع ہو جاوے اور خود حبشہ کی زبان سے سن لین
بالجملہ جس عاقل نے اس معاملہ مین غور کیا وہ اُسکے عجائب خوب سمجھتا ہے۔ امام عبد بن حمید و ابن المنذر و بیہقی و ابو نعیم نے
ابن عباس رضؓ سے روایت کیا کہ اصحاب الفیل (بے شمار لشکر کے ساتھ) آ کر مقام صفاح مین اُترے (یہ محصب کی جہت مین ہے)
پس عبد المطلب نے جاکر اُنسے کہا کہ یہ مقام بیت اللہ ہے اسپر کوئی مسلط نہین ہوا۔ ابرہہ وغیرہ نے کہا کہ ہم نہین جاوینگے
جب تک اسکو منہدم کر کے نیست نہ کر لین عبد المطلب نے چھوڑ دیا کہ تم جانو۔ پھر جب وہ لوگ ہاتھی کو بڑھاتے تو وہ پیچھے ہٹتا تھا
پس اللہ تعالیٰ نے طیر ابابیل کو بھیجا جنکے پاس سیاہ پتھر تھے اور اُسپر مٹی لگی تھی۔ یہ جھنڈ جب لشکر کے محاذی پہونچے تو اُنھون
نے اصحاب الفیل کو پتھریان مارین پس کوئی نہین بچا جسکو خراش و سوزش نہوئی ہو اور جب کوئی ان مین سے کھجلاتا تو اسکا
گوشت گر جاتا تھا۔ ھ۔ ابن المنذر و حاکم و بیہقی نے روایت کیا کہ ابن عباس رضؓ نے کہا کہ جب اصحاب الفیل مکہ سے نزدیک پہونچے
تو عبد المطلب نے استقبال کر کے اُنکے بادشاہ سے کہا کہ آپنے کیون تکلیف فرمائی اگر آپ کسیکو بھیج دیتے تو جو کچھ ہدیہ ہمارے
امکان مین ہے ہم سب لیکر حاضر ہوتے اُسنے کہا کہ مین نے سُنا کہ یہ بیت تمھارے یہان ہے تم سب زعم کرتے ہو کہ کوئی
سوائے امن و صلح کے یہان داخل نہین ہو سکتا ہے اب مین لڑائی کے ساتھ آیا ہون دیکھون کیونکر مسیح کے لوگون کو روکا
جاتا ہے۔ عبد المطلب نے کہا کہ ہم لڑنا نہین چاہتے ہین بلکہ جو کچھ تو چاہے ہم سب حاضر کرین اُسنے کہا کہ مین کسی طرح نہین مانونگا
جب تک کہ وہان جاکر اسکو نہ گراؤن پھر وہ آگے بڑھا اور عبد المطلب غمگین ہو کر ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور کہا کہ مین اپنی آنکھون سے
اس بیت الحرام کی خرابی اور اُسکے لوگون کی بربادی نہ دیکھونگا ناگاہ سمندر کی جانب سے بادل اُٹھا جب قریب آیا تو معلوم ہوا

کرد ایتھا تو وہان مرا اور اللہ تعالے نے خشعمیون کی آنکھین ٹھنڈی کین امام ابن اسحٰقؒ نے کہا کہ ابرہہ مع لشکر کے بھاگے اور جس نالے سے جسکو راہ ملی وہ بھاگا یہ نہین جانتے تھے کہ کدھر جاتے ہین اور ہر راستہ و نالے مین گرتے جاتے اور جس پانی پر اُترتے وہان مرتے تھے اور ابرہہ کے جسم مین آگ سی لگ گئی تھی وہ لوگ اُسکو لادے گئے تھے اُسکی پور پور اُنگلیان کٹ کٹ کے گرتی تھین یہانتک کہ جب اُسکو لیے ہوے صنعاء پہوںچے تو وہ انڈے سے نکلا ہوا بچہ معلوم ہوتا تھا یعنے بالکل بے ہاتھ پاؤن کے بے بس تھا پھر اسی مصیبت مین رہا یہانتک کہ اُسکا سینہ پھٹ گیا تب مرگیا ابن اسحٰقؒ نے کہا کہ جب یکایک ابرہہ وحبشہ کو پرندون نے پتھریان مارنی شروع کین اور وہ لوگ مرنے وگرنے لگے تو ہر طرف سے اُنھون نے نفیل خشعمی کو پکارنا شروع کیا تاکہ راہ بتلادے اور نفیل اُسوقت قریش وعرب کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی سے دیکھتا تھا کہ حبشہ پر کیسا عذاب الٰہی نازل ہوا ہی نفیل کے یہ چند اشعار مشہور ہین ؎ الا حُیِّیْتِ عَنَّا یَا رُدَیْنَا + نَعِمْنَاکُمْ مَعَ الاصباح عینا + ای رُدینہ تو ہم سے الگ رہی + صبح کے وقت مین آنکھون کی ٹھنڈک کے ساتھ تم سے خوشی ہے ؎ ردینۃ لو رأیت ولا تریہ + لدیٰ جنب المحصّب مارَاَینا + ای ردینۃ کاش تو دیکھتی جو ہم کو محصب کے پہلو مین دکھلایا گیا ولیکن تو نہین دیکھیگی۔ یعنے تو دیکھتی تو تجھے حبشہ ظالمون کی بربادی سے خوشی ہوتی اور میری لڑائی بیجا نہ سمجھتی چنانچہ آگے کہا ؎ اذًا العذرتنی وحمدت امری + ولَم تاسیٰ علیٰ مافات بینا + تو یہ دیکھکر تو مجھے معذور رکھتی بلکہ میرے کام کی تعریف کرتی (کہ مین نے اپنے قرابتیون کو لیکر حبشہ سے قتال کرنے مین اچھا کام کیا) اور تجھے کچھ افسوس اُن قرابتیونکا نہوتا جو ہم مین سے مارے گئے ؎ حمدتُ اللہ اذ ابصرت طیرًا + وخفت حجارۃ تلقی علینا + مین نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا جب مجھے پرند نظر آئے اور وہ جو پتھریان ہمپر پھینکتی تھین اُنسے مجھے خوف تھا۔ یعنے ایسا نہو کہ ہم بھی اُن پتھریون سے ہلاک کیے جاوین مترجم کہتا ہی کہ تعجب نہین ہی کہ نفیل شاید اسی حالت مین بھاگ کر پہاڑ پر چلا گیا ہو کیونکہ اس ہولناک حالت مین کسی نے اُسکی جانب توجہ نہ کی ؎ فکل القوم تسال عن نفیل + کان عَلَیَّ للحبشان دینا + سب قوم حبشہ ہر طرف سے نفیل کو پوچھتی تھی گویا نفیل پر حبشیون کا کچھ قرضہ آتا ہی ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مقاتل بن سلیمانؒ نے بیان کیا کہ قریش نے اس واقعہ مین بکثرت مال پایا جسکو چھوڑ کر حبشہ اپنی جان لیکر بھاگے تھے اور عبد المطلب نے اس قدر سونا پایا کہ اُس سے ایک حوض بھر لیا تھا ابن اسحٰقؒ نے کہا کہ مجھسے یعقوب بن عتبہ نے بیان کیا کہ عرب چیچک اور وبائی دانہ نہین جانتے تھے اُس سال سے عرب نے اسکو دیکھا اور اسی سال سے کڑوے درخت حنظل وغیرہ نظر آئے اسیطرح عکرمہؒ سے باسناد صحیح روایت کیا ہے (ابن کثیرؒ) مترجم کہتا ہی کہ یہان بعض فوائد دیگر تفاسیر سے نقل کیے جاوین اور واضح ہو کہ طیر نے جو پتھریان مارین انکا عجب اثر تھا بعض پر پڑی اور توڑ کر نکل گئی حتی کہ جو کچھ اسکے جوف مین ہی وہ گر جاتا تھا اور وہ کھوکھل رہجاتا تھا اور بعض مر کے گر پڑتا تھا اور اکثرون کے بدن پر چیچک کے مانند آبلے پڑجاتے تھے اور بعض کے فالج مارتا کہ پاؤن رہ جاتے تھے مترجم کہتا ہی کہ اِس معاملہ مین اللہ تعالے کی عجیب قدرت کے آثار تھے کیونکہ حبشہ کے ساتھ یمن کے بادشاہان کندہ وغیرہ تھے جو خوشامد کے طور پر ساتھ آئے تھے اور اکثر ان مین سے ناخوش رکھتے تھے اور بعضے خوشی سے آئے تھے۔ اور اگر سب کے سب ایکبارگی مکے مین مرجاتے تو تعفن سے وہان کے لوگون کو سکونت محال ہوجاتی اور جو لوگ زبردستی ساتھ لیے گئے تھے وہ بھی مرتے تو عرب کو شک ہوجاتا بس

کہ وہ لوگ کس جنجال مین ہین - بالجملہ فیل محمود کسی حیلہ سے مکہ کی طرف جانے پر راضی نہوا تو اُنھون نے محمود ہاتھی کو چھوڑ دیا وہ ہولناک آوازین بول کر لشکر سے نکل کر چلدیا اور انھون نے دوسرے ہاتھی کو چلایا وہ دلیری کر کے آمادہ ہوا تھا کہ عذاب آگیا) اللہ تعالے نے سمندر کی جانب سے پرندون کے جھنڈ بھیجے اُنکی شکلین مانند خطاف کے تھین (خطاف ہندی مین ابابیل مشہور پرند ہے) ہر ایک پرند کے پاس تین پتھریان تھین ایک پتھری چونچ مین تھی اور دو پتھریان دونون پنجون مین تھین اور پتھریان چنے ومسور کے برابر تھین جب یہ چڑیان اس لشکر کے اوپر آئین تو اُنھون نے پتھریان مارین پس جس لشکری پر پتھری پڑی وہ فوڑا مرا اور اُسوقت سب ایکبارگی ہلاک نہین ہوے بلکہ اس ہولناک عذاب کو دیکھکر ہاے اور واے کرتے ہوے بھاگنے لگے اور ہر ایک بھاگنے مین دوسرون سے جلدی کرتا تھا - چونکہ وہان بکثرت نالے اور پہاڑی اونچی نیچی زمین ہے تو اُنکو سوجھتا نہ تھا کہ راستہ کدھر ہے اور ہر ایک اُسوقت نفیل خثعمی کو پکارتا تھا کہ راستہ بتلاوے حالانکہ نفیل پہلے ہی بچکر نکل گیا تھا اور اس وقت پہاڑ کے اوپر قریش کے ساتھ دور سے دیکھ رہا تھا ولیکن اس جہت سے کسی قدر خوفناک تھا کہ ہزارون آدمیون کی آوازین نفیل نفیل کی آتی تھین قریش کے لوگ بھی دور سے پرندون کے جھنڈ اور حبشیون کا اضطراب دیکھتے تھے اور سب باتین سنتے و دیکھتے تھے واقدیؒ نے مسند کیا کہ جب صبحکو حبشہ نے لشکر و ہاتھی آراستہ کیا تاکہ حرم کی زمین مین قدم رکھین جہان سے کعبہ معظمہ چند میل کے فاصلہ پر ہے تو ہاتھی سستی کرتا اور بیٹھ جاتا تھا اور سواے حرم کے جس جانب جاتے بخوشی چلا جاتا تھا - حبشہ نے بار بار اُسکو کاوے دیے تاکہ سیدھا ہو ولیکن جب اُسکو حرم کی طرف متوجہ کرتے تو ہولناک آواز سے چلاتا اور بھاگتا یا بیٹھ جاتا تھا اور ابرہہ اس ہاتھی بان پر خفا ہوتا اور جھڑکتا کہ ہاتھی کو رام نہین کرتا ہے حالانکہ وہ محض لاچار ہوگیا تھا - اس جنجال مین بہت دیر ہوگئی اور اشراف قریش پہاڑون سے نگاہ کرے اور منتظر تھے کہ دیکھیے کیا ہوتا ہے عبد المطلب اور مطعم بن عدی اور عائذ بن عمران بن مخزوم اور مسعود بن عمرو الثقفی وغیرہ جماعت سادات قریش نے حراء سے نگاہ کی تو اُنکو ہاتھی کا عجب معاملہ نظر آیا اور حبشہ اُس سے لاچار ہوگئے تھے اور یہ لوگ اسی حال مین تھے کہ اچانک بحر قلزم کی جانب سے پرندون کے ابابیل یعنے متفرق جھنڈ بہت نظر آئے یہ عجیب پرند تھے رنگ زردی مائل اور قد مین کبوتر سے چھوٹے اور پنجے سرخ تھے اور ہر پرند کے ساتھ تین پتھریان تھین اور ایک دم سے ان پرندون نے ہوا مین اس لشکر کا احاطہ کر لیا اور کنکریان مارین کہ ہلاک ہوے امام محمد بن اسحٰق تابعیؒ نے لکھا کہ ان لوگون کے لشکر مین زبردست دو ہاتھی تھے ایک محمود نام تھا وہ تو کسی طرح رام نہوا اور حرم کی طرف قدم نہ اُٹھایا - رہا دوسرا تو وہ اُنکے مکر سے آگے بڑھا تھا کہ اُسنے سجیل کا پتھر کھایا اور ہلاک ہوا - امام وہب بن منبہؒ کبیر تابعی نے کہا کہ فیل محمود نے تو اپنی ہولناک آواز سے سب ہاتھیون کو آگاہ کر دیا اور بیٹھ گیا تاکہ سب ہاتھی اُسکی پیروی کرین ولیکن دوسرا ہاتھی اُن لوگون کے بہکانے مین دلیر ہوکر چند قدم بڑھا تھا کہ پتھر کھاکر گرا اور یہ دیکھکر سب ہاتھی بھاگ نکلے - امام عطاء بن یسار وغیرہ تابعین نے بیان کیا کہ وہ لوگ اُسی ایک ساعت مین سب ہلاک نہین ہوے تھے بلکہ بہتیرے تو اُسی وقت مر گئے اور بہتیرے بھاگتے مین مرتے و گرتے جاتے تھے اور بہت لوگون کے اعضا ایک ایک کر کے گرتے و مرتے تھے چنانچہ ابرہہ کی یہی کیفیت ہوئی کہ اُسکا عضو ایک ایک کر کے گلنا شروع ہوا اور اسی تکلیف سے ایک ایک عضو گرتا جاتا تھا یہانتک کہ جب بلاد خثعم مین پہونچا جہان نفیل خثعمی سے

دینے کا حکم دیا۔ جب عبدالمطلب وہان سے لوٹے تو قریش کو جمع کرکے حکم دیا کہ مکہ سے نکلکر پہاڑون کی چوٹیون پر متحصن ہون ایسا
نہو کہ اس مفسد لشکر سے کچھ ضرر پہونچے جب بال بچون کو پہاڑون پر متحصن کرچکے تو اُترکر خانہ کعبہ کے طواف کے بعد دروازہ کا
حلقہ پکڑکر اللہ تعالے سے دعا مانگی اور قریش کے لوگ آپ کے ساتھ تھے کہ الٰہی ہم کو فتح دے اور ابرہہ و اُسکے لشکر کو پائمال
کردے اور جناب باری تعالے مین تضرع وزاری کی۔ اور عبدالمطلب نے اُسی طرح خانہ کعبہ کا دروازہ پکڑے ہوے یہ عرض کرنا
شروع کیا ؎ یارب لا ارجو لہم سواکا + یارب فامنع منہم حماکا + الٰہی ان کافرون کے دفع کرنے مین مجھے سوا
تیرے کسی سے امید نہین ہے۔ الٰہی اپنے حمیٰ کو ان کافرون سے ممنوع رکھ ؎ ان عدو البیت من عاداکا امنعہم
ان یخربوا قراکا + البتہ جسنے بیت اللہ سے دشمنی کی وہ تیرا دشمن ہے + الٰہی انکو مقہور کرکہ ام القریٰ مکہ کو خراب نہ کرسکین۔
پھر عبدالمطلب نے یہ بھی عرض کیا ؎ لاہم ان المرء یمنع + رحلہ فامنع رحالک + الٰہی ہر شخص اپنے رحل سے غیر کو
روکتا ہے تو اپنے رحال کو تو بھی ممنوع کردے یعنے کسیکو ہمپر دسترس نہ دے ؎ لا یغلبن صلیبہم + ومحالہم ابدا محالک + الٰہی
ہرگز انکی صلیب ومحال کبھی تیرے محال پر غالب نہونے پاوین اقول سراج مین بجاے (ابدا) کے (عدوا) واقع ہوا تو معنے یہ کہ عدوان
و سرکشی کے ساتھ انکی صلیب تیرے محال پر غالب نہونے پاوے اور سراج وغیرہ مین زوائد اشعار بھی ہین یعنے قولہ ؎ جروا
جموع بلادہم + والفیل کی یسبوا عیالک + یہ کفار اپنے بلاد سے لشکرون و ہاتھیون کو لائے ہین تاکہ تیرے پرورش
پانے والے بندون کو گرفتار کرکے لے جاوین ؎ عمدوا حماک بکیدہم + جہلا وما رقبوا جلالک + ان کافرون نے اپنے
مکر سے نادانی کے ساتھ تیرے بلد الحرام کا قصد کیا یعنے بدی سے خرابی کا قصد کیا اور تیری عظمت وجلال کا لحاظ نہ رکھا ؎
ان کنت تارکہم وکعبتنا + فامر ما بدالک + اگر تونے انکو چھوڑا اور ہمکو مغلوب کیا تو تجھے اختیار ہے جو چاہے وہ حکم
فرماوے۔ ابن اسحٰق تابعی رح نے کہا کہ بارگاہ قاضی الحاجات مین مناجات کے بعد عبدالمطلب نے حلقہ ہاتھ سے چھوڑا اور
قریش کو لیے ہوے پہاڑون کے اوپر چلے گئے۔ مقاتل بن سلیمان رح نے بیان کیا کہ قریش نے خانہ کعبہ کے پاس ننّو بکریان
قلادہ ڈال کے چھوڑی تھین یعنے یہ اللہ تعالے کے واسطے ہدی قربانی ہے اور اس سے اُنکی یہ غرض تھی کہ شاید اہل لشکر مین سے
بعضے لوگ بوجہ کفر کے انکو لے لین تو اللہ تعالے اُنسے انتقام لے اور ہلاک کرے۔ دوسرے روز ابرہہ نے صبحکو اپنا قصد پورا کرنیکے
لیے لشکر آراستہ کیا اور سب سے عمدہ ہاتھی جسکا نام محمود تھا تیار کیا اتنے مین نفیل خثعمی جو گرفتار تھا وہ اس ہاتھی کے پاس
آگیا اور اُسکا کان پکڑکر کہنے لگا کہ اے محمود تو اللہ تعالے کے بلد الحرام مین ہے ہوشیار ہوجا اور ہرگز انکے ساتھ خرابی مین شریک
نہونا بلکہ بیٹھ جانا اور جدھر سے آیا ہے اُسی طرف جانا اسی مین تیری بہتری ہے یہ عربی زبان مین اُسکے کان مین کہا اور موقع پاکر
تیز بھاگا یہانتک کہ اُس پہاڑ پر چڑھ گیا جہان قریش کے لوگ متحصن تھے اور یہان وہ ہاتھی بیٹھ گیا ہر چند حبشہ اُسکو اُٹھاتے تھے
وہ نہین اُٹھتا تھا۔ آخر اُنھون نے اُسکے سر پر آہنی اوزار سے سخت ضرب ماری اُسنے صبر کیا پھر اُسکے کان مین چونکا اس سے
بھی وہ نہ اُٹھا۔ پھر اُسکو یمن کی جانب واپس چلنے کے لیے متوجہ کیا تو اُٹھکر تیز دوڑا پھر روک کے شام کی جانب متوجہ کیا
تو بھی تیز چلا اسی طرح ہر ایک جانب اُسکو چلایا وہ چلنے پر آمادہ تھا پھر اسکو مکہ کی طرف متوجہ کیا تو پھر بیٹھ گیا اور کسی طرح
جانے پر راضی نہوا (قریش وغیرہ چوٹی سے نیچے اترکر دیکھتے تھے کہ حبشہ کیا کرتے ہین اور نفیل خثعمی اُن کو آگاہ کرتا تھا

بے حمیت تھے کہ خانہ کعبہ کا کچھ لحاظ نہ کیا - م - بالجملہ ابرہہ وہان سے آگے بڑھا جب قریب مکہ کے پہونچا تو اُسکے لشکر نے اہل
حرم کے جانورون پر چھاپا مارا اُسمین عبد المطلب کے بھی دوسو اونٹ گرفتار ہوگئے اور جس سردار نے ابرہہ مذکور کے حکم سے
بڑھکر چھاپہ مارا تھا اُس سردار کا نام اسود بن مقصود تھا (اقول ظاہرا یہ عرب کے اُن لوگون مین تھا جو بے حمیتی سے ابرہہ
کے ساتھ تھے) اور ابن اسحٰق رحمہ اللہ تعالےٰ نے کتاب السیر مین بیان کیا ہی کہ اسکی ہجو مین بعض عرب کے اشعار ہین پھر
ابرہہ نے وہان سے حمیر کے ایک شخص کو جسکا نام حناطہ حمیری تھا مکہ روانہ کیا اور کہا کہ قریش کو پیغام پہونچا دے کہ
بادشاہ تم سے لڑنے نہین آیا ہی بلکہ اُسکا قصد فقط خانہ کعبہ سے متعلق ہی لیکن اگر تم اسکو روکوگے تو لڑائی ہوگی اور تم سب
مارے جاؤگے - اس پیغام کا جواب اُنکے سردار سے لیکر جلد واپس ہو جب وہ مکے مین پہونچا تو اُسنے سردار قریش کا نشان پوچھا
لوگ اُسکو عبد المطلب کے پاس لائے اور اُسنے ابرہہ کا پیغام ادا کیا - عبد المطلب نے کہا کہ ہم بھی اُس سے لڑنا نہین چاہتے
ہین اور نہ ہم کو لاکھ سوارون سے لڑنے کی طاقت ہی اور یہ تو بیت اللہ ہی اُسکے خلیل کا بنایا ہوا گھر ہے وہ بیت الحرام معروف
ہی اگر اللہ تعالےٰ اپنے بیت سے اُسکو روکے تو اُسی کا بیت و حرم ہی اور اگر منع نہ فرمادے تو واللہ ہم مین دفع کرنے کی طاقت
نہین ہی - حناطہ نے کہا کہ پھر آپکو بادشاہ ابرہہ کے پاس چلنا چاہیے تا کہ دونون جانب سے تسکین ہو عبد المطلب نے صنادید قریش
سے مشورہ کیا اور آخر اپنے ایک فرزند کو لیے ہوے حناطہ کے ساتھ ابرہہ کے لشکرگاہ مین آئے (چونکہ عبد المطلب سے
اور نفیل بن حبیب خثعمی سے دوستی تھی عبد المطلب پہلے نفیل کی ملاقات کو گئے - نفیل نے کہا کہ مین اسکے ساتھ بطور قیدی کے
ہون مجھے اُس سے کسی قسم کی سفارش کرنیکا موقع نہین ہی ولیکن اُسکے ہاتھی خانہ کا مشرف اُنیس نام البتہ میرا دوست ہی پھر اُنیس کو بلا کر اُس سے
حال بیان کیا اُنیس نے ابرہہ سے کہا کہ عبد المطلب سردار قریش آیا ہی کہ میدان و آبادی مین انسان اُسکے پابند احسان ہین اور پہاڑون و
جنگلون مین وحوش و چرند و پرند اُسکے ثناخوان ہین اور اسی قسم کے اوصاف جمیلہ بہت بیان کیے - ابرہہ مشتاق ملاقات ہوا - دوسرے
روز اُنیس انکو ابرہہ کے دربار مین لے گئے - عبد المطلب بلند قامت و جسیم و خوبصورت آدمی تھے ابرہہ کی نظر مین سما گئے اور اُس نے
انکی بہت تعظیم و تکریم کی یہانتک کہ تخت سے اُترکر فرش پر بیٹھا اور انکو اپنے برابر بٹھا کر باتین کرنے کے لیے ترجمان جو عربی و حبشی
جانتا تھا حاضر کیا - ترجمان نے عبد المطلب سے پوچھا کہ بادشاہ پوچھتا ہی کہ آپ کیا چاہتے ہین - عبد المطلب نے فرمایا کہ جب
بادشاہ کو ہم سے پرخاش نہین ہی تو ہمارے اونٹ جو اُسکے لشکریون نے گرفتار کیے ہین وہ واپس دیے جاوین - جب ترجمان نے
اُس سے یہ خواہش بیان کی تو ابرہہ ناخوش ہوکر بولا کہ اس سے کہدے کہ اول مرتبہ مین نے تجھے دیکھکر مرد عاقل بلند ہمت خیال
کیا تھا اب میرا گمان بدل گیا جب تو نے مجھسے چند اونٹون کے بارہ مین کلام کیا کہ وہ حقیر چیز ہی اور خانہ کعبہ جسکے ہدم کرنے کے لیے
مین نے یہ سفر دراز طے کیا ہی تو نے کچھ نہین کہا حالانکہ وہ تمھارے باپ دادا کا شرف اور تمھاری عزت ہی اور تمھارے دین کا
رکن ہی - عبد المطلب نے کہا کہ مین اونٹونکا مالک ہون اُنھین کا مین نے سوال کیا اور بیت اللہ کا مالک رب جلیل ہی وہ اُس سے
خود منع فرماویگا - ابرہہ نے کہا کہ یہ بیت تو مجھسے نہین بچ سکتا ہی عبد المطلب نے کہا کہ پھر تو جان اور وہ جانے مجھے جس چیز کی فکر
تھی وہ مین نے تجھسے بیان کردی - ہان اگر یہ معاملہ کچھ مال سے متعلق ہی تو مین وعدہ کرتا ہون کہ بادشاہ اپنا ارادہ ترک کرے اور
مین تہامہ کا تہائی مال اُسکے خزانے مین داخل کرونگا - ابرہہ نے اس سے مطلقاً انکار کیا اور عبد المطلب کو اُنکے اونٹ واپس

مرگیا) بالجملہ بادشاہ حبشہ نے ابرہہ کے پاس یہ ہاتھی بھیجا تھا-ابرہہ نے اس ہاتھی کو ساتھ لیا اور اسکے ساتھ آٹھ ہاتھی اور بعض نے کہا کہ بارہ ہاتھی دوسرے تھے مترجم کہتا ہی کہ بعض نے تعداد کثیر بیان کی جو عادت سے خلاف معلوم ہوتی ہی اور بعض نے کہا کہ فقط ایک ہی ہاتھی تھا چنانچہ اصحاب الفیل مین فیل مفرد ہی ورنہ افیال ہوتا-یہ قول بھی بعید ہی کیونکہ خالی ایک ہاتھی کے ساتھ ہونے سے اصحاب الفیل نہین کہا جاتا جیسے لشکر مین دو چار گھوڑے ہونے سے سوارون کا لشکر نہین کہلاتا ہی بلکہ آیت مین الفیل-سے جنس مراد ہی اور ضرور اسقدر تعداد مین کثیر تھے کہ یہ لشکر اصحاب الفیل کہلایا واللہ تعالےٰ اعلم-علماء رح نے کہا کہ ہاتھیون کے لانے سے ابرہہ کی غرض یہ تھی کہ خانۂ کعبہ کے گرد زنجیرین باندھکر ہاتھیون کو بلایا جاوے تاکہ ایکبارگی منہدم ہوجاوے واللہ اعلم بخبر جب قبائل عرب نے سُنا کہ ابرہہ اس غرض سے حجاز پر لشکر لیے جاتا ہے تو ان لوگون کو یہ امر بہت گران گزرا اور اُنھون نے روکنا اپنا فرض سمجھا ولیکن عرب مین باہم اتفاق و ترتیب نہ تھی تو ہر قبیلہ نے تنہا مقابلہ کا قصد کیا چنانچہ پہلے یمن کے سرداروں مین سے ذونفر نامے نے اپنی قوم مین سے بقدر امکان جوان لیکر مقابلہ کیا اور شکست کھاکر گرفتار ہوگیا کیونکہ اللہ تعالےٰ کو یہ منظور تھا کہ بیت اللہ کی عظمت بدون ظاہری اسباب کے ظاہر فرماوے ابرہہ نے ذونفر کو قتل نہین کیا بلکہ اپنے ساتھ لیا کہ راہ بتلاوے-جب بلاد خثعم مین پہونچا تو وہان نفیل بن حبیب خثعمی نے اپنی قوم کو لیکر مقابلہ کیا لیکن وہ بھی شکست کھاکر گرفتار ہوگیا اور شہران وناہس نے بھی شکست کھائی-ابرہہ نے نفیل خثعمی کو قتل کرنا چاہا پھر بعض کی سفارش سے معذور کر کے ساتھ لیا تاکہ راستہ بتلاوے-جب حجاز سے نزدیک پہونچا تو قوم ثقیف نے نکلکر اُس سے مصالحت کی اور سامان رسد وغیرہ سے مدد دی تاکہ ثقیف نے جو بتخانہ بنام اللات بنایا تھا اُسکو خراب نہ کرے اور اپنی طرف سے ابورغال فاسق کو ساتھ کیا کہ راستہ بتلاوے (ابن کثیر رح) اور خطیب رح نے لکھا کہ جب طائف کے نزدیک آیا تو مسعود بن مغیث اپنی قوم کو لیکر نکلا اور کہا کہ ای بادشاہ ہم آپ کے تابعدار بندے ہین ہم لڑنا نہین چاہتے ہین ہم کو معاف کیا جاوے کیونکہ آپ تو مکہ کے خانہ کعبہ کا قصد رکھتے ہین اور ہم اپنی طرف سے ایک شخص کو ساتھ کرتے ہین جو راستہ بتلاویگا-ابرہہ نے اسکو منظور کیا اور ثقیف نے اپنے غلام ابورغال کو ساتھ کردیا-جب وہ مغمس پہونچا تو وہان ابورغال مرگیا اسی ابورغال کی قبر کو لوگ پتھرون سے مارا کرتے ہین (السراج) شاید ابورغال ہی نے قوم ثقیف کو یہ رائے دی ہو جس سے اُن پر بدنامی کا داغ رہا اور واضح ہو کہ سورۂ اعراف مین قوم عاد اول کے بیان مین ایک غریب روایت گزری ہی کہ ابورغال منجملہ قوم عاد کے حرم مین تھا جب مغمس مین پہونچا تو اُس پر پتھر گرا جس سے مرگیا اور اُسکے ساتھ سونے کی سلاخ دفن ہوئی ہے لوگون نے کھودا تو وہ سلاخ نکلی مترجم کہتا ہی کہ شاید راوی سے وہم ہوا کہ عادی جس سے مراد عداوت وعدوان ہو اُس کو قوم عاد کے معنے مین لیا اور مراد یہ کہ ابورغال بھی دشمنون کے ساتھ ہوگیا تھا مغمس مین کسی نے اُسکو پتھر سے ہلاک کیا واللہ اعلم اور ابورغال کی قبر کو پتھر مارنا عرب مین معروف تھا چنانچہ حضرت عمر رض کے زمانہ مین ایک نے بیماری مین زوجہ کو طلاق دی تاکہ میراث سے محروم رہے حضرت عمر رض نے فرمایا کہ خلاف شریعت تو نے کیا ہی-طلاق سے رجوع کرلے ورنہ تیری قبر کو اُسی طرح سنگسار کرونگا جیسے ابورغال کی قبر سنگسار کی جاتی ہی اور ایک روایت مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعوت تک بعض قبائل عرب کو ناگوار رکھتے تھے انھین مین سے ثقیف کو بھی شمار کیا اور اس قصہ سے بھی معلوم ہوا کہ ثقیف کس قدر

ہوگیا اور اُسکے واسطے بادشاہ کو لکھا کہ مین آپ کے نام سے یمن مین ایک کنیسہ بنواتا ہون جسکے مانند کبھی دیکھی نہین گئی
(مترجم کہتا ہو کہ شاید یہ کام بطور مشورت کے اس بنیاد پر تھا کہ عرب کے لوگ خانہ کعبہ کی پرستش سے منھ موڑین اور اس
کنیسہ کو کعبہ سمجھین اور دین مسیح آخر زمانہ قیامت تک برقرار رہے واللہ تعالےٰ اعلم) القصہ اسنے صنعاء مین بہت بلند
کنیسہ بنوانا شروع کیا جب اُسکی عمارت تمام ہوئی تو بہت طول طویل بلند منظر دور سے نظر آتے تھے اور چاندی سونے اور
ہیرے جواہرات سے اور طرح طرح کی تصویرون و مورتون وریشمی دیباج کے پردون وغیرہ سے آراستہ تھے عرب نے قلیس اُسکا
نام رکھا کیونکہ اُسکی بلندی تک نظر اُٹھانے سے سر کی ٹوپی گرتی تھی - ابرہہ اشرم نے اسکے بعد عرب کے تمام ملکون مین
منادی کرائی کہ اسی مقدس گرجا کا حج کیا کرین جو مسیح کے نام سے ہو اور طرح طرح کے انعام واکرام کا وعدہ دیا اور مخالفت سے
ڈرایا) یہ بات عرب کی اولاد اسمٰعیل بن ابراہیم خلیل علیہما السلام کو بہت ناگوار گزری اور قریش سخت غصہ ہوے اور تمام انکی برادری
والے عدنانیہ وقحطانیہ غضبناک ہو گئے یہانتک کہ بعض قریش نے دور دراز سفر طے کر کے صنعاء مین پہونچکر رات مین اس کنیسہ
مین داخل ہوکر پیخانہ پھیر دیا اور صبح کو وہان سے چل دیا - جب کنیسہ کے دربانون اور پادریون نے یہ پیخانہ دیکھا تو بہت
مشوش ہوے اور آخر کار ابرہہ سے اسکا ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ ہم کو یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ کسی قریشی کی حرکت ہو کیونکہ بادشاہ نے
اُنھین کے خانہ کعبہ کے مقابلے مین اس کنیسہ کو بنایا اور اُنکے یہان سے حج کو روکنا چاہا ہو - ابرہہ نے یہ سنکر قسم کھائی کہ مین
فوجین لیجا کر اُنکے خانہ کعبہ کو منہدم کر کے اینٹ سے اینٹ بجا دونگا - مقاتل بن سلیمان نے بیان کیا کہ دشمنی کا باعث یہ ہوا کہ
قریش کے ایک گروہ نے جا کر صنعاء مین اس گرجے کے قریب آگ روشن کی اور اُس دن ہوا سے تند چلتی تھی تو کنیسہ مین آگ لگ گئی
اور وہ جلکر گر پڑی - ابرہہ نے جلکر قسم کھائی کہ مین اُنکے خانہ کعبہ کو بھی منہدم کر دونگا مترجم کہتا ہو کہ پہلی روایت ہو یا دوسری روایت
ہو یہ بات ظاہر ہے کہ عرب اُس سے غضبناک تھے اور اصل اسمین مکر خفی یہ تھا کہ دین مسیح قیامت تک باقی رہے اور جس
پیغمبر آخر الزمان کی بشارت توریت وانجیل مین پائی جاتی ہو وہ اسی کنیسہ مسیح کی پیروی مین ہو اور یہ اُسوقت ہو کہ خانہ کعبہ چھوڑ کر
عرب اسی کنیسہ کا حج کرین اور کعبہ جب چھوڑ دینگے کہ وہ منہدم و نیست کر دیا جاوے اور اس جاہل نے یہ نہ جانا کہ اللہ تعالےٰ
نے جو کچھ مقدر فرمایا ہو وہ مٹانا غیر ممکن ہی بالجملہ ابرہہ اشرم لشکر کثیر کے ساتھ روانہ ہوا تاکہ کوئی اُسکو روکنے والا سامنے نہ ہو اور ایک
ہاتھی محمود نام جس سے بڑا ڈیل ڈول کا ہاتھی کم دیکھا گیا ہو اپنے ساتھ لیا - یہ ہاتھی اسی کام کے لیے نجاشی بادشاہ حبشہ نے اسکے
پاس بھیجا تھا مترجم کہتا ہو کہ یہ بھی ایک دلیل ہو کہ نجاشی وغیرہ سب اس رائے مین شریک تھے کہ کسی طرح خانہ کعبہ منہدم کیا جاوے
اور واضح ہو کہ نجاشی لقب بادشاہ حبشہ ہو جیسے قیصر روم و خاقان چین و کسریٰ فارس - کہتے ہین کہ اس نجاشی کا پوتا وہ نجاشی
تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور آپ سے پہلے انتقال کیا اور آپ نے اُس روز مدینے مین اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو اور
نجاشی کے بھائی وغیرہ کو جو یہان حاضر تھے خبر دی کہ تمھارا بھائی نجاشی مرد صالح مر گیا چلو باہر اُسکے جنازہ کی نماز پڑھین یعنے مدینے
مین اللہ تعالےٰ نے آپکے سامنے سے پردہ اُٹھا دیا حتی کہ آپ نے اُسپر نماز پڑھی اور چار تکبیرین کہین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان
کیا کہ ہم لوگ حبشہ مین تھے کہ بادشاہ صالح نجاشی نے انتقال کیا تو وہان برابر لوگ بیان کرتے تھے کہ اُسکی قبر پر نور نظر آتا ہے
کما فی الصحیح - یہ اللہ تعالےٰ نے اظہار کر دیا تاکہ وہان کے لوگون مین شیطان یہ وسوسہ نہ ڈالے کہ وہ ایمان لانے کی وجہ سے جلد

اور مدت دراز سے جس بشارت کا انتظار تھا وہ وعدہ وفا ہوا اور رب ارحم الراحمین نے عبداللہ ورسولہ محمد رحمۃ للعالمین سے
اس امت پر نعمت کاملہ پوری کی۔ اسوقت زبان تقدیر کہتی تھی کہ ای گروہ قریش یاد رکھو کہ ہم نے تم کو اصحاب الفیل پر اسوجہ سے نہین
فتح دی کہ تم اُنسے دین مین اچھے ہو بلکہ اسلیے فتح دی کہ عنقریب تم مین ہم اپنا رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرماکر
اس بیت العتیق کو اپنی تسبیح وتہلیل کے نور سے روشن کرینگے اور صراط مستقیم ظاہر کرکے گمراہون کو اپنی جانب ہدایت فرماینگے
وللہ الحمد والمنۃ۔ واضح ہو کہ اصحاب الاخدود کے قصہ مین بیان ہوا کہ جب نصارائے روم وشام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
استیون کے مختلف فرقون مین سے اُس فرقے کا دین اختیار کیا جو مسیح عؑ کو ابن اللہ کہتا تھا اور باقیون سے کہا کہ اسی قول پر دستخط
کرین یا قتل کیے جاوینگے حتیٰ کہ کئی ہزار قتل ہوے آخر کو ابن اللہ کہنے والون نے دیکھا کہ مسیح عؑ کو عبداللہ ورسولہ کہنے والون مین
انکے بھائی بھتیجے اور عزیز اقارب ہین تو باہم یہ معاہدہ ہوا کہ تم لوگ اگر ہمارے ساتھ نہین آتے ہو تو پہاڑون وجنگلون مین نکل جاؤ
انھون نے اس عہد کو منظور کیا اُنمین سے ایک نصرانی موحد بھاگ کر نجران مین پہونچا اور عبداللہ بن التامر کے ایمان
لانے سے اہل نجران دین توحید مین داخل ہوے اور یہ خبر ذونواس کو پہونچی جو حمیر کے آخری بادشاہون مین سے مشرک تھا
(بعض نے کہا کہ یہودی تھا) اُسنے نجران پر اچانک فوج کثیر سے حملہ کیا اور سب کو گرفتار کرکے اخدود مین جلایا کہ دین توحید
برسالت مسیح عؑ سے پھیرین انھون نے نہ مانا آخر قریب بیس ہزار کے جلائے اور قتل کیے صرف ایک شخص جس کا نام دوس
ذو ثعلبان تھا تیز گھوڑے پر بچ کر بھاگا اور اُسنے جاکر شام مین قیصر روم سے استغاثہ کیا اُسنے نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس
بھیجدیا بعضے کہتے ہین کہ حبشہ سے یمن کے نزدیکی کا سبب تھا اور بعضے کہتے ہین کہ نہین بلکہ قیصر تو ابن اللہ کے عقیدہ والون
مین سے مشرک ہوگیا تھا اور نجرانی دین توحید پر تھا اور حبشہ والے بھی عموماً توحید پر تھے۔ بالجملہ نجاشی نے فوج ساتھ کی اور اسمین
دو شخص سردار کیے ایک کا نام ارباط تھا اور دوسرے کا نام ابویکسوم ابرہہ بن الصباح تھا۔ یہ لشکر عظیم کثیر تھا۔ انھون نے یمن مین
داخل ہوکر تمام ملک پامال کیا اور ذونواس نے شکست کھائی اور بھاگتے ہوے دریا مین غرق ہوگیا اور یمن کی بادشاہت حبشہ
پر قرار پائی اور حکومت انھین دونون افسرون مین مشترک تھی آخر دونون مین نفاق ہوا اور دونون نے اپنی اپنی فوجین لے کر
چڑھائی کی۔ جب صفین آراستہ ہوئین تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ آخر مخالفت میرے اور تیرے درمیان ہے تو ناحق لشکر حبشہ کی
خونریزی سے کیا فائدہ ہوگا سوائے اسکے کہ قوم حمیر قوی ہوجاوے اور حبشہ نکال دیے جاوین لہذا مصلحت یہ ہے کہ مین اور تو میدان
مین لڑین جو فتح پاوے وہی بادشاہ ہو اس اقرار پر دونون نکلے اور ارباط نے ابرہہ پر حملہ کیا اور تلوار ماری جس سے ابرہہ کی ناک
اور ہونٹھ وایک رخ چہرہ کاٹ دیا۔ یہ دیکھکر ابرہہ کا غلام عتودہ نے بڑھکر ارباط کو قتل کیا اور ابرہہ مجروح واپس آیا اور آخر
اچھا ہوکر یمن پر مستقل ہوگیا۔ بادشاہ حبشہ نے ارباط سے ناامید ہوکر ابرہہ کو قبول کیا یعنے اگرچہ بدعہد سمجھے تھے اور ابرہہ
نجاشی نے غصہ مین اسکو فرمان لکھا کہ تونے بُرا کام کیا اور قسم کھائی کہ فوج لیکر یمن پامال کرونگا اور تیری پیشانی کے بال تراش
دونگا۔ ابرہہ نے بہت خوشامد ومعذرت کی عرضی لکھی اور اپنی فرمانبرداری وغلطی کا اظہار کرکے لکھا کہ ای بادشاہ یہ یمن کی خاک
ہر جگہ سے لیکر ارسال ہے اور اسمین میری پیشانی کے بال موجود ہین اگر بادشاہ میری خطا معاف کرکے اسکو اپنے پاؤن سے روند
ڈالے تو بادشاہ کی قسم سچی ہوجاوے۔ جب یہ خط مع نفائس تحفہ وہدایا کے پہونچا تو نجاشی کا غصہ فرو ہوا اور ابرہہ سے راضی

فِیْ تَضْلِیْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ۝ تَرْمِیْهِمْ

غلط اور بھیجے اُن پر اُڑتے جانور ٹنگ ٹنگ پھینکتے اُن پر

بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝

پتھریاں کنکر کی پھر کر ڈالا انکو جیسے بھس کھایا ہوا

اللہ تعالے نے اپنے رسول حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور آپ کی ذات مبارک کے پیدا کرنے کے لیے قریش پر احسان کیا پھر اگر قریش ہی آپ کے ساتھ دشمنی کریں تو اُنکو خوف کرنا چاہیے کہ کیا اُنکا انجام ہوگا فقال تعالے۔ اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ۔ کیا تونے دیکھا نہیں کہ تیرے رب نے کیا کیا ہاتھی والوں کے ساتھ ف جو خانہ کعبہ کو ڈھانے کے قصد سے چڑھ آئے تھے۔ اور انکے نفوس خبیثہ نے مکر کیا کہ اپنی پسند کے موافق دین نصرانی کو قیامت تک مستحکم کریں اور کعبہ ابراہیم کی جگہ یمن کا کنیسہ عظیمہ بناویں۔ اَلَمْ یَجْعَلْ كَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ۔ کیا نہیں کردیا اُنکا مکر گمراہی میں ف یعنے بربادی وخواری میں ڈال دیا کچھ حاصل نہ کر سکے۔ تضلیل باب تفعیل اسے تو مبالغہ یہ کہ جو کید اُنھوں نے خفیہ چاہا تھا اسکا خراب انجام ایسا کردیا کہ ہر شخص پر ظاہر ہو گیا کہ یہ لوگ گمراہ خطا دار تھے۔ وَاَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ۔ اور بھیجے اُن پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے ف یہ چڑیاں بالکل نئی صورت تھیں کبھی انکو کسی نے نہیں دیکھا تھا اور نہ پھر کبھی دیکھی گئیں اور کبوتر سے چھوٹی اور معروف پرندا بابیل سے رنگ میں مشابہ تھیں ان میں سے ہر ایک کے پاس تین پتھریاں تھیں ایک چونچ میں اور دو پنجوں میں۔ تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ۔ ہاتھی والونکو مارتی تھیں سجیل (جہنم) کی پتھریاں ف جس لشکری پر پڑی اُسکا سر توڑ کر دُم سے نکل جاتی تھی اور اُسکا گوشت پوست بکھر کے گر پڑتا تھا یہ سجیل جہنم کی پتھریاں تھیں فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ۔ پس کردیا اُن کو جیسے کھایا ہوا بھس ف صحیح میں روایت ہے کہ ایک صحابی سے پوچھا گیا کہ تم بڑے ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہیں فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہیں اور میں عمر میں اُنسے زیادہ ہوں میں نے طیرا ابابیل کی بیٹ دیکھی وہ سبز تھی اھ صحیح۔ اور اُم ہانی رضی اللہ عنہا نے ان پتھریوں کو چنکر ایک گلھیا میں بھر لیا تھا۔ اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے واضح ہو کہ اصحاب الفیل کا قصہ عرب میں مشہور عام تھا اور زمانہ جاہلیت کے اشعار میں بکثرت اسکا ذکر موجود ہے اور خلاصہ بیان جو شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ نے مورخین سلف سے نقل کیا یہاں نقل کرتا ہوں

(ذکر اصحاب الفیل)

واضح ہو کہ اللہ تعالے نے بطفیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریش پر جو احسانات فرمائے ازانجملہ ایک یہ ہے کہ اصحاب الفیل نے لشکر عظیم سے قصد کیا تھا کہ خانہ کعبہ کو منہدم کر کے اُسکا نشان مٹادیں پس اللہ تعالے نے فیل والوں کو ہلاک کر کے مٹا دیا اور اُنکی کوشش خاک میں ملادی بلکہ اُنھیں کو جہنم میں پھینکدیا۔ اصحاب الفیل ایک قوم نصرانی تھی اور اس زمانہ میں انکا دین بہ نسبت دین قریش کے اچھا تھا اگرچہ نصرانیوں میں شرک پھیل گیا تھا ولیکن اللہ تعالے نے قریش کو محفوظ رکھا اور یہ رسول اللہ محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لیے تمہید تھی جو بطور معجزہ کے ظاہر ہوئی اور اسکو اصطلاح علماء میں ارہاص کہتے ہیں اور جس سال اصحاب الفیل نے چڑھائی کی اور ہلاک ونیست کیے گئے اُسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دار دنیا میں پیدا ہوئے

بڑھاپے مین خراب ہوجاتے ہین اور یہ حواس فقط دنیا کے لیے کام آتے ہین تو اس سے عقل نہین ملتی اور یہی سب رذیل خصلتون کی جڑ ہو اور اسی جہالت سے وہ سمجھتا ہو کہ مال وجسم باقی ہین گویا دائمی ہین اور اچانک موت سے مرجاتا ہو اور اگر عقل ہوتی تو جانتا کہ روحانیات وعقل اچھی خصلتین باقیات الصالحات ہین جو اسی جسم کے ذریعہ سے کما کرلے جاتے ہین۔ یعنے یہ بدیہی بات ہر دم سامنے موجود ہو کہ اللہ تعالےٰ نے یہ دنیا مع ان چیزون کے پیدا کی اور یہ حیوانات مع الانسان اسمین پیدا کردیے تاکہ انسان یہان دیگر حیوانات سے عقل روحانی واعمال صالحہ سے متمیز ہوکر چلا جاوے کیونکہ حواس جسمانی سے متمیز نہین ہوسکتا جبکہ حواس اکثر جانورون مین انسان سے بڑھ سکر ہین اگرچہ انسان مین جو مجموعہ حواس ہو جسکے ملانے سے تدبیر کے معنے پیدا ہوتے ہین وہ مجموعہ پورا دیگر حیوانات مین نہین ہو اور اللہ تعالےٰ نے جو عالم پیدا فرمائے ہین بے انتہا وسیع اور اسمین عجائبات ہین تو ہرگز آدمی کے حواس انکو احاطہ نہین کرسکتے ہین کیونکہ یہ ضعیف تو اپنے پیٹ مین اعضا کی حالت تک نہین دیکھ سکتا پھر اسکی بہتری اسی مین ہو کہ اللہ تعالےٰ کی ہدایت پر چلے اور جان لے کہ یہان سے جانے والا ہو اور یہ بات خود سامنے موجود ہو تو بعد اسکے یہ کہنا کہ ہم مرکر خاک ہونگے اور آئندہ کچھ نہین ہو یہ بدبختی اور بے عقلی کی علامت ہو کیونکہ وہ حقیر اس عالم مین بالکل ہیچ وضعیف ہو تو اللہ تعالےٰ کی ہدایت پر یقین لاتا کہ یہ موت صرف اس عالم کا بدن چھوڑ دینے کا نام ہو تو یہان سے نیک خصلتون کو لے جانا عین کرامت وسعادت ہو جیسے والعصر ان الانسان لفی خسر مین پہلے سمجھا دیا تھا کہ وہ ہمیشہ چلا جاویگا خواہ انسان اسمین یہان رہے یا یہان سے جاکر دوسرے جہان مین رہے وہ کبھی فنا نہ ہوگا۔ اب دنیا مین ہر لذت کرنا اور مال جمع کرکے رکھنا اور اسی مین برباد ہونا بدبختی وضلالت وجہالت ہو اور نتیجہ یہ کہ آتش جہنم مین ساکن ہو نعوذ باللہ من ذلک۔

سورۃ الفیل مکیۃ وھی خمس آیات

اس سورہ مین پانچ[۵] آیات ہین بیس[۲۰] کلمات اور چھیانوے[۹۶] حروف ہین (س ولملخص) یہ سورہ بلاخلاف مکیہ ہو اور اس سورہ مبارک سے بہت سے نیچر ودہریہ وغیرہ کفار ومنافقین کے خیالات باطل ہوتے ہین کیونکہ متواترات قطعی ہوتے ہین گویا اسوقت ہم آنکھون دیکھتے ہین اور کسی قوم نے متواترات سے انکار نہین کیا اور جسمین عقل ہو وہ کسی طرح عقلاً انکار نہین کرسکتا ہو اور بیشک عرب مین متواتر ہو کہ جب اصحاب الفیل نے مکہ پر چڑھائی کی تو اللہ تعالےٰ نے پرندون کے جھنڈ بھیجے جو اُن پر پتھریان مارتے تھے جس سے وہ لوگ اس طرح کو فتہ مردار ہوجاتے تھے جیسے جانورون کا چبایا ہوا بھُس ہوجاتا ہے اس واقعہ کے معائنہ ہونے مین قریش کو شبہہ نہ تھا اور اُنسے عرب وعجم مین متواتر ہوا اور قرآن مجید خود متواتر ہو فللہ الحمد والمنۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہو

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ

تونے نہ دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے ہاتھی والون سے نہ کر دیا اُنکا داؤ

شیخ رح نے لکھا کہ مال کی محبت نفاق کی علامت ہی یعنے جسنے مال سے محبت کی تو یہ دلیل ہے کہ اسکا دل ناپاک نفس کیطرف ہی اور پاک نور ایمان جمع نہوگا تو نفاق ہوگا - اور مال سے بخل کرنا کفر کی علامت ہی یعنے مال جس طریقے پر شرع کے حکم سے خرچ کرنا چاہیے اگر خرچ نہ کرے اور مال کو دل سے داب لے اور پکڑے رہے تو یہ علامت ہی کہ اُسکے دل مین آخرت کا ایمانی اعتقاد نہین ہی - قولہ یحسب ان مالہ اخلدہ وہ کافر یہ اعتقاد رکھتا ہی کہ اُسکا مال اُسکو ہمیشہ باقی رکھیگا - اعتقاد یہان خیال ہی کیونکہ کافرون کے اعتقادات سب خیالات ہین جو جسم کے مرتے ہی مٹ جاتے ہین - کفار نے باہم یہ طریقہ نکالا کہ جو کوئی مال کثیر چھوڑ مرا اُسکے لیے قوم مین ایک تصویر بنادی جاوے تو ہمیشہ یادگار باقی ہی اور وہ خاک ہوگیا - یہ غلط ہی بلکہ وہ زندہ موجود ہی لیکن دوسرے جہان مین ہی وہ کبھی نہین مریگا و لیکن وہان اپنے عذاب مین مبتلا ہی اس تصویر سے اُسکو کچھ فائدہ نہین بلکہ اسکے طریقے پر جو لوگ ساعی ہین اسکا ناپاک اثر وہان پہونچتا رہتا ہی و لیکن کفار دوسرے جہان پر یقین نہین لاتے ہین اور اسی پر سب وارمدار ہی شیخ رح نے لکھا کہ جاہل یہ خیال کرتا ہی کہ مال نے مجھے ایسا سردار بنادیا ہی کہ مین دار الخلد کے لائق ہون حالانکہ اللہ تعالےٰ کی رحمت مین پہونچنا اُسی کے فضل و کرم سے ہی قولہ تعالےٰ نار اللہ الخ دنیا مین نار اللہ سے جسنے صفائی پائی اُسکو محبت کی آگ نے سواے حق تعالےٰ کے سب چھڑا دیا اور کافر و منافق یہان مال و دنیا کی آگ مین راحت پاتا ہی اور وہان ہی لعنت و جہنم کی آگ ہی نعوذ باللہ من ذلک ف شیخ ابن العربی رح نے لکھا کہ قولہ لکل ہمزۃ لمزۃ یعنے جو کوئی ان دونون ناپاک خصلتون کا عادی ہوگیا - کیونکہ یہ نام ایسے ہی شخص کو دیا جاتا ہی جسمین ہمز اور لمز کی عادت ہو - ہمز کے معنے لوگون کی آبروریزی کرنا لمز انکے حق مین طعن کرنا - یہ دونون بد خصلتین جہالت اور غضب اور تکبر سے مرکب ہین اسلیے کہ جسمین ہمز و لمز کی خصلت ہی وہ ایذا دیتا اور لوگون پر اپنی بلندی چاہتا ہی و لیکن اپنے نفس مین بلندی کی کوئی بات نہین پاتا تو لوگون کی مذمت و تحقیر و عیب جوئی کرتا ہی تاکہ اس ذریعہ سے اپنی بزرگی ظاہر کرے اور یہ اُسکے حق مین بہت رذیل ہی تو یہ اپنے نفس و شیطان سے دھوکے مین گرفتار ہی ایک تو بدزبانی ہی اور دوم رعونت شیطانی ہی ان دونون کے علاوہ قوت شہوت مین بھی گرفتار ہی جسکا بیان قولہ تعالےٰ جمع مالاً الخ سے ظاہر ہی یعنے دنیاے ملعونہ کی چیزون سے اُس ناپاک کو اسقدر رغبت و خواہش ہے کہ مال جمع کرتا ہی - پھر اُسکو گن گن کر رکھتا ہی - اس سے اسکا جاہل ہونا معلوم ہوا کیونکہ اُسنے چاہا تھا کہ حوادث کے واسطے مال جمع رکھے اور یہ نہ جانا کہ اللہ تعالےٰ نے دنیا مین مقرر کیا ہی کہ یہ مال متفرق کرنے تو اسپر ایسے حوادث واقع ہونگے کہ ضرور متفرق کرے - دوسری حماقت یہ کہ مال کو ہمیشہ رکھنے والا خیال کرتا ہی اور نہین جانتا کہ جسم و جسمانیات بدیہی فانیات ہین و لیکن شیطان نے اسکو دھوکا دیا - شیطان پورا احمق ہی تو یہ شیطان سے بھی زیادہ احمق نکلا کہ اُسنے اسکو دھوکا دیا کہ ہمکو دنیا کے سواے کچھ نظر نہین آتا ہی - یہ دہر و نیچر ہی - یونہی ہوتا چلا جاتا ہی - کوئی پیدا ہوا کوئی مرا تو خاک ہوا - گویا اس احمق نے اس نظام عالم کا فیصلہ اس حماقت سے کرلیا حالانکہ اُسکی آنکھ سے یہان آدمیون کے کرتب دکھلائی نہین دیتے ہین جیسے تماشا کرنے والے نے سر کاٹ دیا اور سو من کا پتھر اُٹھا لیا اور آگ کے غار مین گھس گیا اور اُسمین نہا لیا - اس شخص کی آنکھ سے یہی نظر آتا ہی کہ سر کٹ گیا اور پتھر اُسکے سر پر ہی اور اسی طرح کبوتر کے پرون سے کبوتر بن گئے اور ایک فرانسیسی کی ٹوپی سے ہر قسم کے پھل و پھول جو تم مانگو نکلے چلے آتے ہین و لیکن حق یہ کہ کافر احمق ہی - شیخ رح نے لکھا کہ عقل روحانی نہونے سے جہالت آتی ہی یہ حواس کی جہالت نہین ہی کیونکہ حواس تو جانورون مین بہت قوی ہوتے ہین اور انسان مجموعۂ حواس سے ملاکر بہت سی ترکیبین نکالتا ہی اور یہ موت سے پہلے ہی

[illegible]

بخشش بہت بڑی ہے اور تفسیر کبیر میں عطیۃ العوفی رح نے کہا کہ (عمد) یہ عمود لوہے کے ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہ لوہا وہی ہے جو جہنم کی آگ میں بھی نہیں گلتا ہے۔ سدی رح نے کہا کہ آگ کے ستون ہیں اقول لوہے کی بھی کیفیت وہاں آگ کے مثل ہے۔ عوفی رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ ان کافروں کو پہلے عمودوں میں ڈال کر ہاتھ پاؤں پھیلا کر زنجیروں سے جکڑا جائیگا پھر عمودوں سے دروازے جکڑ بند کر دیے جاوینگے۔ قتادہ رح نے کہا کہ ہم سے بیان فرمایا جاتا تھا کہ یہ کفار آگ میں عمودوں سے عذاب کیے جاوینگے اسی تفسیر کو شیخ ابن جریر رح نے پسند کیا ہے ابو صالح رح نے کہا کہ بھاری بیڑیاں ڈالی جاوینگی (التفسیر ابن کثیر رح) مقاتل رح نے کہا کہ کفار آگ میں ڈالکر موصدہ کیے جاوینگے یعنی دروازے بند کر دیے جاوینگے پھر لوہے کے عمودوں سے یہ دروازے جڑ دیے جاوینگے پس وہاں ہوا کی راہ نہ ہوگی۔ قشیری رح نے بھی یہی معنے بیان کیے اور کہا کہ اس حالت میں آگ کی حرارت انھیں پر لوٹ جاویگی مترجم کہتا ہے کہ وہ آگ خود حکم کی پابند ہے دنیاوی آگ کی طرح نہیں ہے بعض نے کہا کہ عمد ممدودہ زمانہ دراز بے انتہا ہے خطیب رح نے لکھا کہ عمد کی صفت ممددہ ہے یعنی عرض بڑے ہیں۔ اس سے اشارہ ہے کہ ایسے سخت ہیں کہ جو کوئی اُنسے باندھا گیا وہ حرکت نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ تعالے کے حکم سے ملائکہ آتشی تختوں میں رکھکر آتشی کیلوں و عمودوں سے جڑ دینگے اور کہیں اسمیں ہوا کا راستہ نہیں رہیگا سوائے اسکے کہ جہنمی زفیر و شہیق سے چلاوینگے نعوذ باللہ من عذابہ ف ۲

واضح ہو کہ سورۃ والعصر میں مذمیم اوصاف مذکور ہیں جو نفس سے متعلق ہیں پس اگر کفر کے اعتقاد پر ہوں تو تفسیر مذکور گزر چکی ہے ولیکن تم مشاہدہ کرتے ہو کہ ضعیف اسلام کے ساتھ بھی ایسے قبیح اوصاف جمع ہوا کرتے ہیں جیسے عموماً مسلمانوں میں دیکھے جاتے ہیں اور ہر ایماندار کو اس سے نصیحت لینے کی ضرورت ہے۔ شیخ الحرالی رح نے لکھا کہ قولہ تعالے ہمزۃ لمزۃ ایماندار صالح اپنے رب عزوجل کی رحمت میں تقلب نورانی ہوتا ہے اور اگر اُسنے نفس کی پیروی کی تو ہمزۃ لمزۃ ہوگیا یعنی یہ فعل قبیح اسکی عادت ہوگئی (کیونکہ کبھی کبھی ایسا کرنے سے توبہ کریگا اور یہ نام عائد نہ ہوگا) تو اُسکے لیے ویل یعنی حجاب ہے اور اُسنے امورات کو تقدیر سابق سے نہیں دیکھا یعنی پہلے تو ایمان کا اعتقاد کیا تھا کہ تقدیر حق ہے پھر نفس نے اُسکو دھوکا دیا اور محجوب ہو کر لوگوں سے حسد کرنے لگا اور انکی بدگوئی سے ہمز و لمز کرنے لگا اور حالت یہ کہ وہ دنیا کی طرف متوجہ ہے مال جمع کرتا اور اُسکو روکتا ہے بعض مشائخ نے کہا کہ مال جمع کرنا جہالت کی علامت ہے یعنی اگر اللہ تعالے نے رزق دیا اور اسے اندازے سے بغیر اسراف و فضول خرچی کے اٹھایا اور کچھ بچ رہا وہ اُسنے رکھ دیا کہ حقوق شرعی میں خرچ کریگا لیکن ضرورت نہ ہوئی تو یہ اُسنے خراب قصد نہیں کیا اور نہ دل لگایا کیا نہیں دیکھتے کہ ایک جماعت صحابہ رض کے پاس مال کثیر تھا اور حدیث میں ہے کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنی حلال مال مرد صالح کے واسطے اچھا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ ولا تؤتوا السفہاء اموالکم التی الخ۔ یعنی اپنے مالوں کو فضول خرچ احمقوں کو مت دو کہ ان مالوں کو اللہ نے تمہارے دین کے لیے قیام بنایا ہے۔ یعنی انکے ذریعہ سے تم دینی عبادات ادا کرتے ہو۔ چنانچہ شروع سورۃ نساء میں اسکا ذکر مفصل ہے۔ تو عقل سے سمجھو کہ بیان جس شخص کے جمع مال کی مذمت ہے اُسکی یہ صورت ہے کہ وہ اپنی کوشش یہ رکھتا ہے کہ کسی طرح کا مال جمع کرے تو یہ جہالت ہے حدیث میں ہے کہ دنیا کے لیے وہ جمع کرتا ہے جسمیں عقل نہیں ہے

ہو کہ اُسکو کھال وغیرہ روک نہین سکتی بلکہ وہ اوپر سے یکسان اندر تک جلاویگی اعاذنا اللہ تعالیٰ منہا۔ اور بعض علماء رح نے کہا کہ تطلع علی الافئدۃ کے یہ معنی ہین کہ وہ جان لیگی ہر ایک دل کو کہ وہ کس مقدار عذاب کے لائق ہو (رس ف) اسی قول کو شیخ المشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے ترجمہ قرآن مجید مین اختیار کیا چنانچہ ترجمہ یہ لکھا کہ وہ جھانک لیتی ہو دلون کو مترجم نے بارہا لکھا کہ وہ ہوشیار ہو تو ہر ایک قلب کو دیکھکر پہچان لیگی۔ کیا نہین دیکھتے ہو کہ حدیث الصراط مین ہو کہ صراط کے دونون طرف لوہے کے کلالیب ہین جیسے سعدان کے کانٹے ہوتے ہین ولیکن انکی درازی کو اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی نہین جانتا پس جسکو رگڑ لگی وہ بچ گیا اور جسکو خراش لگی وہ بچ گیا اور جسکو اُلجھایا وہ جہنم مین گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہنم اُنکے دلونکو جھانک لیتی ہو اور حدیث مین ہو کہ مومن سے کہیگی کہ اے مومن تم جلدی چلے جاؤ کہ تمہارے نور سے میری آگ بجھی جاتی ہو ابن کثیر رح نے لکھا کہ قولہ تطلع علی الافئدۃ ثابت البنانی رح نے کہا کہ اُنکے دلون تک جلاویگی اور وہ زندہ رہین گے۔ ثابت رح یہ کہکر رونے لگے کہ انکا عذاب حد کو پہونچ گیا۔ محمد بن کعب القرظی رح کہتے تھے کہ جہنمی کے تمام جسم کو کھا جائیگی یہانتک کہ جب حلق کے سامنے دل تک پہونچیگی تو جسم کی طرف لوٹیگی (ابن کثیر رح) یعنے دوبارہ جسم اول حالت پر کردیا جائیگا پھر وہ جسم کے اوپر سے شروع کریگی حتی کہ دل تک پہونچے نعوذ باللہ منہا۔ پھر چونکہ کفار و مشرکین اس سے منکر ہین تو یہ طریقہ عذاب مین دوامی سختی کا اشارہ فرمایا بقولہ تعالیٰ اِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ۔ یہ آگ اُنپر ڈھانکی ہوئی ہو ف حسن بصری رح نے کہا کہ یعنی بہت تنگی کے ساتھ اُن پر ڈھکی ہو (سراج) اور ابن مردویہ نے حدیث ابوہریرہ سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ موصدۃ یعنے مطبقہ ہو اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے اسکو دوسری اسناد سے ابوصالح کا قول روایت کیا (ابن کثیر) فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ۔ عمودون مین کھینچے ہوئے ف عبداللہ بن مسعود کی قرأت مین (بعمد ممددہ) واقع ہوا ہو شیخ المشائخ رح نے ترجمہ مین لکھا (یعنے لمبے ستونون مین) واضح ہو کہ رازی رح نے لکھا کہ (عمد) مین چند قرأت مین (عُمُد) عین و میم دونون کو پیش ہو (عُمْد) اول پیش پھر جزم ہو (عَمَد) دونون کو فتحہ ہو اور خطیب رح نے لکھا کہ اول قرأت حمزہ و کسائی و شعبہ ہے اور باقیون نے عَمَد دونون کو فتحہ سے پڑھا ہے رازی رح نے کہا کہ فراء رح نے کہا کہ جیسے ادیم کی جمع تینون طرح سے اُدُم اور اُدْم اور اَدَم آتی ہو اسی طرح عمود کی جمع بھی تینون طرح ہے اور اہاب کی جمع اُہُب اور اُہْب و اَہَب ہے اور عقیم کی جمع بھی اسی طرح عُقُم و عُقْم و عَقَم ہو مبرد رح نے کہا کہ عُمُد اور عَمَد دونون جمع ہین ولیکن اگر عمود واحد سے جمع کرین تو عُمُد دونون پیش سے ہو جیسے رسول کی جمع رُسُل ہو اور اگر بدون واحد کے جمع لاوین تو عَمَد بالفتحتین بھی ہو رازی رح نے کہا کہ عمد ہر مستطیل خواہ لکڑی سے ہو یا لوہے کا ہو اور وہ عمارت کے لیے اصل ہو جیسے کوٹھری کا عمود یعنے ستون ہوتا ہو مترجم کہتا ہو کہ خلاصہ یہ ہوا کہ عمد بہرحال جمع کے معنی دیتا ہو رازی رح نے کہا کہ آیت کی تفسیر مین دو طریقے ہین (اول) یہ کہ عمد مذکور ایسے عمود ہین جن سے جہنم کے دروازے بند کیے گئے ہین جیسے تم دیکھتے ہو کہ درب کے پھاٹک عمودون سے بند کیے جاتے ہین اور (فی عمد) بمعنے (بعمد) ہو (دوم) یہ (فی عمد ممددہ) حال ہو (انہا علیہم موصدہ) سے یعنے یہ آگ اُنپر ڈھکی ہوئی ہو درحالیکہ یہ لوگ اُس مین عمودون مین کھینچکر پھیلائے ہوئے بندھے ہین جیسے چورون کو بید مارتے وقت ٹکٹکی مین ہاتھ پاؤن پھیلا کر باندھتے ہین الٰہی اپنے کرم سے ہم کو جہنم و اُسکے عذاب سے پناہ دے تیری

ہین تو اُنھون نے دنیا کی زندگی کو اختیار کیا اور اسکے سواے کسی زندگی کے قائل نہین ہین تو دنیاوی ذخیرہ خیرات یعنے مال و متاع پر جان دیتے ہین اور اسکی شامت مین غفلت پاتے ہین پس کفر کی بے عقلی سے اس دار ناپائدار کو دار مدار سمجھے اور محبت متاع کی غفلت سے مال کو ہمیشہ باقی رکھنے والا خیال کیا یعنے موت کو ہمیشہ دیکھتے رہتے ہین پھر بھی اسقدر غافل ہین کہ مکانات مستحکم مضبوط بناتے اور درخت لگاتے ہین اور ہزارون برس کا سامان کرتے ہین گویا مال نے غفلت کی مہر دیکر کان مین پھونکدیا کہ یہ سامان کر تم ہمین رہو گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کَلَّا ہرگز نہین ف یہ اُسکا خیال محض حماقت و غفلت ہو کہ وہ یہان دائمی ہو رازی رح نے لکھا کہ دور دراز امیدون نے اور سخت غفلت نے جو مال کے سبب سے ہین اُسکے خیال مین جما دیا کہ تجھے موت نہین آویگی اسی واسطے حسن بصری رح نے فرمایا کہ مین نے موت سے بڑھکر عجیب کوئی چیز نہین دیکھی کہ وہ یقینی ہے اور اُس سے شک کی غفلت ہو تو اُسکو ایسی آنکھ سے دیکھنے مین گویا اُسکے ساتھ یقین نہین ہو اور دنیا فانی ہو اُسکو یقین کی آنکھ سے دائمی دیکھتے ہین۔ کلا یہ خیال باطل و غفلت جاہل ہو ہرگز صحیح نہین ہو بلکہ ایسے دلون مین کفر جہنمی ہے لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ۔ وہ ضرور حطمہ مین جھونکا جائیگا ف مالدار یہان اپنے آپ کو معزز مکرم دائمی سمجھتا تھا تو اُسکے دونون زعم غلط کیے گئے اول تو موت نے یہان سے نکالا اور مال خوار چھوٹ گیا اور دوم ملائکہ نے بحکم خالق جل جلالہ اُسکو پکڑ کے جہنم مین جھونک دیا یعنے خواری کے ساتھ عذاب مین ڈال دیا گیا۔ جہان جھونکا گیا وہ حطمہ ہے وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ۔ اور تجھے کسنے بتایا کہ حطمہ کیا ہو ف حطم شکستہ کرنا۔ چونکہ جہنم ہر چیز کو جو اُس مین ڈالی جاوے توڑ ڈالتی ہو۔ لہذا حطمہ نام ہوا اور بعض مفسرین نے کہا کہ حطمہ دوسرے طبقۂ جہنم کا نام ہو لیکن مترجم کے نزدیک یہان یہ مراد نہین ہو اسلیے کہ ایسے سرکش کفار کے آخری درجات تک عذاب ہو تو دوسرے درکہ جہنم کی خصوصیت نہین ہو لہذا اللہ تعالیٰ نے اُسکی تفسیر مین فرمایا نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ۔ اللہ تعالیٰ کی آگ ہے جلائی ہوئی ف اور جو آگ ایسی ہو کہ اسکا جلانا اللہ تعالیٰ نے اپنے فعل سے بیان فرمایا تو اُسکا جلانا بے انتہا ہو وہ کبھی نہین بجھ سکتی اور نہ کسی حواس کو اُسکا اندازہ سمجھنے کی طاقت ہے رازی رح نے لکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جو کوئی زمین کے اوپر گناہ کرتا ہے اُس سے بڑا تعجب ہو کہ اُسکے نیچے ایسی جلانے والی آگ ہو اور وہ اوپر یہ گناہ کرتا ہو۔ حدیث مین ہو کہ جہنم کی آگ ہزار برس دھونکی گئی کہ سرخ ہو گئی پھر ہزار برس دھونکی گئی تو سفید ہوئی پھر ہزار برس دھونکی گئی تو سیاہ ہو گئی اب وہ سیاہ تاریک ہے (السراج) الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ۔ وہ آگ جو دلون پر مطلع ہوتی ہو ف افئدہ جمع فواد بمعنی دل ہے بعض نے لکھا یعنے اس آگ کی حرارت و سوزش دل پر پہونچکر چھا جاتی ہو خطیب رح نے لکھا کہ دل پر اطلاع کے یہ معنے ہین کہ وہان جھانک لیگی یعنے یہ کہ دل پر پہونچکر سخت طور سے گھیر لیگی رازی رح نے لکھا کہ عرب محاورہ مین کہتے ہین کہ تطلع الجبل یعنے پہاڑ پر چڑھ گیا آیت مین دو معنی ہو سکتے ہین (ایک) یہ کہ آگ انکے جوف مین گھسکر قلب پر چھا جائیگی اور قلب سے زیادہ نرم ہو کہ تھوڑی تکلیف سے موت عارض ہوتی ہو کہان کہ اُسپر ایسی سخت آگ چھا جاوے باوجود اسکے یہ لوگ نہین مرینگے اور (دوم) یہ کہ دل کی خصوصیت اسلیے فرمائی کہ کفر و شرک کے عقائد اسی مین تھے (تبعہ السراج ایضا) اور مترجم کہتا ہو کہ اسمین یہ بھی اشارہ ہو کہ دنیا مین اگر کسی شخص کے آگ لگے تو پہلے گوشت پوست جلاوے تب دل تک پہونچے اور جہنم کی آگ ایسی کہ سخت

یا سلطان کی طرف سے ظالمانہ حکم آوے تو فدیہ دیدون یا محتاجی آوے تو اس سے بچ جاؤن آپ نے فرمایا کہ پھر اب
تو اسکو ایسے لوگون کے لیے چھوڑ جاویگا جو تیری تعریف نہین کرینگے اور ایسے مقام پر جاویگا جہان تیرا عذر قبول نہ ہوگا
اگر کہا جاوے کہ مالدار یہ گمان نہین کرتا کہ مین یہان ہمیشہ رہونگا (جواب) یہ کہ مال مذکور نے اُسکو دور و دراز امیدین
دلائین لہذا اُسنے پتھرون سے گچ دار مکانات بنائے اور مدت دراز مین پھلنے والے باغات لگائے تو اُسکی یہ حالت ہے
کہ موت کا اور یہان سے جانیکا اُسکو خیال نہین آتا اور ایسا غافل ہے گویا مال نے اسکو گمان دیدیا کہ وہ اُسکو یہان
ہمیشہ رکھیگا- یہ طعنہ ہے کہ جیسے بندگان صالحین اس مال کی خیرات سے اور نیک طاعات سے جنت خلد مین ہمیشہ رہنے
والے ہین اور وہ حق ہے تو دنیا چاہنے والا بھی اسکا مقابلہ کرتا ہے کہ میرا مال مجھے یہان ہمیشہ رکھیگا (سراج و ابو السعود وغیرہ) اگر
کہا جاوے کہ مال جمع کرنا مطلقاً منع نہین کیا گیا ہے کیونکہ جس مال سے حقوق ادا کیے اور زکوٰۃ دی گئی تو وہ مذموم نہین رہا
اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب سعد رضؓ نے اجازت چاہی کہ میری وارث
فقط ایک بیٹی ہے تو مین کل مال خیرات کردون- تو فرمایا کہ نہین حتی کہ یہ فرمایا کہ اگر تو اپنے وارثون کو توانگر چھوڑے
تو اس سے بہتر ہے کہ اُن کو محتاج چھوڑے کہ لوگون سے ہاتھ پھیلا کر کفاف مانگین کما فی الصحیح- تو یہان مذمت کے کیا
معنی ہین (جواب) جان لینا چاہیے کہ کفر اور دنیا پر بھروسا کرنا بھی یہی جڑ ہے جس سے خرابی سب کامون مین آتی ہے کیونکہ ایماندار
نے جو مال رکھ لیا اور وہ حقوق و خیرات سے زیادہ ہے تو اسنے اسی نیت سے رکھ لیا کہ اگر میرے بعد رہا تو وارثون پر صدقہ ہے چنانچہ
اسی حدیث مین بیان ہے کہ جو کام اللہ تعالےٰ کے واسطے کیا اُس مین ثواب ہے حتے کہ جو لقمہ اپنی جورو کے منہ مین دیا اُسمین
بھی ثواب ہے پس ایماندار ہمیشہ آخرت کے واسطے افضل بندگی اختیار کرتا ہے چنانچہ سعد رضؓ نے خود خیال کیا تھا
کہ کل مال کو خیرات کرنے مین ثواب زیادہ ہے پھر انکو معلوم ہوا کہ تہائی یا اس سے کم غیرون کو خیرات دے اور باقی اپنے
ورثہ کے لیے خیرات کی نیت سے چھوڑے اُسکو مال اور دنیاوی حیات کی محبت نہین ہوتی ہے برخلاف کافرون کے کہ وہ
دنیاوی زندگی کو اصل سمجھتا ہے اور اسی زندگی پر ہزار جان سے عاشق ہے اور مال کو جان سے زیادہ محبوب رکھتا ہے اور تلے اوپر رکھتا اور
گن گن کر جمع کرتا ہے اور غفلت مین اس ملعون مال کو سمجھتا ہے کہ وہ اُسکو دنیا مین ہمیشہ رکھے گا اللہ تعالےٰ نے اس کو رد کیا-

کَلَّا لَيُنۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝

یہ کچھ نہین اُسکو پھینکنا ہے اُس روندنے والی مین اور تو کیا بوجھا کون ہے وہ روندنے والی آگ ہے اللہ کی سلگائی

الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝

وہ جو جھانک لیتی ہے دل انکو اس مین موندا ہے لمبے لمبے ستونون مین

دنیا مین دو قسم کے انسان ہین ایک اہل ایمان جو اہل آخرت ہین کہ مال وغیرہ متاع دنیا سے کچھ محبت نہین رکھتے بلکہ اموال
و متاع کو طاعات الٰہی مین صرف کرتے ہین تاکہ اللہ تعالےٰ کی رضامندی حاصل ہو اور اسکے محل رضوان دار السلام
جنت مین مقام ملے اور ان طاعات کے ذخیرہ سے وہان دائمی عیش ہے تو یہ طاعات اُسکو وہان ہمیشہ رکھنے والی ہین یہ امر
حق ہے (فریق دوم) سوائے مومنین کے جمیع اقسام کفار و مشرکین ہین جو آخرت سے منکر ہین اسی شامت سے بے عقل

پھر چونکہ عموماً قبیح ہی تو جسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک مین کچھ عیب کا بہتان باندھنا چاہا تو وہ کا فر مردود ہے اسلیے
کہ آپ کی شان تمام مخلوقات مین بہتر و افضل ہی اسی لیے اللہ تعالے نے سخت غضب کے ساتھ فرمایا وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃٍ
ہر ایک ہمزہ لمزہ کے لئے ویل یعنے سخت عذاب ہی جیسے ابوجہل و ولید بن المغیرہ و امیہ بن خلف تھا اَلَّذِیْ جَمَعَ
مَالًا وَّعَدَّدَہٗ - وہ جس نے مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا ف ترکیب نظم مین (الذی) یا تو (لکل) کا بدل ہے تو
محل مین مجرور ہوگا - یا ذم کا مفعول ہی یعنی اذم الذی - مین مذمت کرتا ہون ہمزہ لمزہ کی جسنے مال جمع کیا الخ تو یہ منصوب ہوگا
یا بمعنی ہو الذی جمع - تو محل مین مرفوع ہی (کبیر و کشاف وغیرہ) اور ابن عامر و حمزہ و کسائی کی قرارت مین جمّع بتشدید میم از
تجمیع ہی جیسے عدّدہ ہی اور اس سے کثرت مین مبالغہ ہی یعنے اُسنے خوب کثرت سے جمع کیا مال - باقیون کی قرارت مین جمع بتخفیف
میم ہی - آیت کے معنے مین ابن کثیر رح نے لکھا یعنے مال کو تلے اوپر جمع کیا اور اسکا شمار گنا جیسے قولہ تعالے جَمَعَ فَاَوْعٰی مین ہی
یہ سدی رح و ابن جریر نے بیان کیا - محمد بن کعب القرظی رح نے کہا کہ وہ دن بھر مال کے حساب مین رہا کہ یہ وہان ملایا جاوے اور
وہ اس مین لگایا جاوے اور جب رات ہوئی تو مردار کی طرح سے پڑ گیا (تفسیر ابن کثیر رح) اگر کہو کہ مالاً - تنوین کے ساتھ ہی تو
تنوین کا کیا فائدہ ہی رازی رح نے لکھا کہ تنوین حقارت کے لیے ہی یا بڑائی کے لیے ہی - اگر حقارت کے لیے ہے تو مطلب یہ ہی
کہ تمام دنیا متاع و مال ہی جیسے فرمایا - المال والبنون زینۃ الحیٰوۃ الدنیا - یعنے مال اور لڑکے دنیاوی زندگی کی زینت مین ہی
اب غور کرو کہ ایک شخص کے پاس جسقدر مال ہو وہ بہ نسبت تمام دنیا کے بہت حقیر ہی تو کیونکر اسپر فخر ہو سکتا ہی حاصل یہ کہ اُس
بدکار نے مال حقیر جمع کیا اور اُسکو گن گن کر رکھتا ہی - اگر بڑائی مراد ہو تو یہ خباثت و نجاست مین بڑائی ہی یعنے اس بدکار نے
مال خبیث جمع کیا مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین دنیا کو ملعون کہا گیا ہی اور زندگی دنیاوی بہت قلیل ہی تو یہ متاع غرور ہیچ ہی پس
دونون طرف نظر کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ معنے ہین کہ اُسنے مال ملعون حقیر جمع کیا اور اُسکو گن کر رکھا یعنے مال بلحاظ لغت کے
بہت قبیح ہی اور با عتبار نیست ہونے کے بہت حقیر ہے خطیب وغیرہ نے لکھا کہ قولہ وعددہ - یعنے اس جاہل نے مال مذکور
کو احاطہ و شمار و حساب کیا اور اسکو حادثات زمانہ کے لیے ذخیرہ کیا ضحاک رح نے کہا کہ اُسنے یہ مال مہیا کیا تاکہ اپنی اولاد کو میراث
دے - بعض نے کہا کہ شمار یعنی شخر کیا خلاصہ یہ کہ بخل کے طریقے سے مال کو جمع کرنا اور گن کر جان سے عزیز رکھنا نہایت قبیح
مذموم خصلت ہے اور کفر کی جہالت ہی جیسے فرمایا - یَحْسَبُ اَنَّ مَالَہٗۤ اَخْلَدَہٗ وہ گمان کرتا ہی کہ اُسکا مال اسکو ہمیشہ رکھیگا ف
یعنے یہ ہمزہ لمزہ جو بخل سے مال جمع کرتا اور گن گن کے رکھتا ہی اس جاہل کا یہ بھی گمان ہی کہ اُسکا یہ مال اُسکو اس دنیا مین
ہمیشہ رکھے گا ابن کثیر رح یعنی اسکو اس سے ایسا رتبہ ملیگا کہ دنیا مین ہمیشہ رہے گا نہین مریگا اسی جہت سے گچ
وغیرہ کے مضبوط مکان بنواتا ہی حتی کہ پتھرون سے مستحکم کرتا ہی اور باغون مین ایسے درخت لگاتا ہی جو مدت دراز مین تیار
ہونگے تو یہ حرکتین ضرور ایسی ہین کہ گویا یہ شخص سمجھے بیٹھا ہی کہ مین یہان ہمیشہ رہونگا - روایت ہے کہ اخنس بن شریق
نے چار ہزار دینار یا دس ہزار دینار جمع کیے تھے حسن رح سے روایت ہی کہ حسن رح نے ایک مالدار کی عیادت کی اُس نے
آپ سے پوچھا کہ یا حضرت آپ ایسے خزانہ کی نسبت کیا کہتے ہین جو مین نے کسی بخیل سے مقابلہ کرکے نہین جمع کیا اور نہ کسی
نیک کے ہاتھ سے خیرات لیا - آپ نے فرمایا کہ پھر کیون جمع کیا ہی - کہا کہ اس خیال سے کہ شاید زمانہ کی گردش آدے

ہمزۃ - ویل ہی ہر ایک ہمزۃ الخ کے لیے تو جب ہر ایک کے لیے یہ ویل ہے تو تخصیص کے کیون قائل ہوئے (جواب) فراء رح نے کہا
کہ لفظ عام ہونے سے منع نہین کہ خاص شخص مراد ہو جیسے تجھے کسی نے کہا کہ مین کبھی تیری ملاقات کو نہ آؤنگا تو تو جواب مین
کہتا ہے کہ ہر کوئی جو میری ملاقات کو نہ آوے مین بھی اُسکی ملاقات نہین کرتا ہون - تو نے جواب مین عام لفظ کہا حالانکہ
تیری مراد یہ ہے کہ مین بھی تیری ملاقات نہ کرونگا اس تخصیص کو اصول الفقہ مین تخصیص بقرینہ عرف کہتے ہین (الکبیر)
خطیب رح نے لکھا کہ ہمزہ لمزہ - ابن عباس رض نے کہا کہ یہ ایسے لوگ ہین جو لگائی بجھائی مین چغلیان کھاتے پھرتے ہین
جس سے دوستون مین پھوٹ پڑے اور چاہتے ہین کہ جو عیب سے پاک ہین اُنمین خواہ مخواہ عیب لگا دین - مقاتل رح نے کہا کہ ہمزہ وہ ہے
جو پیٹھ پیچھے تیرا عیب کرے اور لمزہ وہ ہے جو تیرے روبرو تیرا عیب کرے - ابو العالیہ و حسن نے کہا کہ ہمزہ وہ ہے جو غیبت کرے اور روبرو
طعن کرے اور لمزہ وہ ہے جو پیٹھ پیچھے عیب لگا دے - نحاس رح نے اسی قول کو اختیار کیا اور کہا کہ اسی معنے مین ہے قولہ تعالے منهم من
یلمزک فی الصدقات الآیہ - یعنے ان بدکارون مین سے بعض وہ ہے جو اموال صدقے کے بارہ مین تجھ پر عیب لگاتا ہے - یعنے پیٹھ
پیچھے لوگون سے تیری غیبت کرتا ہے کہ اموال زکوۃ کو انصاف سے تقسیم نہین کرتے ہین - سعید بن جبیر رح نے کہا کہ ہمزہ وہ جو لوگون
کے گوشت کھاتا اور اُنکی غیبت کرتا ہے اور لمزہ وہ ہے جو لوگون کو طعنہ دے - ابن زید رح نے کہا کہ ہمزہ وہ جو لوگون کو حقیر بنا کر
ہاتھ سے مارے اور لمزہ وہ کہ زبان سے اُن پر طعن و تشنیع کرے سفیان الثوری نے کہا کہ ہمزہ جو زبان سے بدگوئی کرے اور لمزہ جو آنکھ کے
اشارے سے طعن کرے اور ابن کیسان نے کہا کہ ہمزہ وہ ہے جو ساتھ بیٹھنے والے کو بدگوئی سے دُکھ دے
اور لمزہ جو آنکھ دبا کر یا سر ہلا کر یا ناک بھون چڑھا کر عیب کرے کلبی رح نے کہا کہ آیت کا نزول اخنس بن
شریق الثقفی کے حق مین ہوا جو لوگون کی غیبت و بدگوئی و تشنیع کرتا تھا - محمد بن اسحق تابعی نے کہا کہ ہم لوگ برابر سُنا کرتے تھے
کہ سورۃ الہمزہ کا نزول امیہ بن خلف جمحی کے حق مین ہوا اور مقاتل رح نے کہا کہ نزول سورۃ ہذا ولید بن المغیرہ کے حق مین ہوا
جو پیٹھ پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبت کیا کرتا اور سامنے آپ کو طعنہ دیتا تھا - مجاہد رح نے کہا کہ جسکی یہ خصلت ہو
اُسی کی مذمت ہے (ملخص السراج) واضح ہو کہ یہ سب اقوال قریب قریب ہین اور سب معانی کا مرجع ایک ہی اصل کی
جانب ہے یعنے ہمزہ لمزہ قبیح خصلت یہ کہ طعن کرنا اور عیب ظاہر کرنا - پھر اسکی دو قسمین ہین (ایک) یہ کہ کینہ و حسد کی وجہ سے
قصداً ایسا کرے (دوم) یہ کہ ٹھٹھول کے طور پر ایسا کرے جیسے مسخرہ و بھانڈ وغیرہ ہنسانے کو ایسا کیا کرتے ہین چنانچہ مروان
بن الحکم کے باپ حکم بن العاص نے مدینے مین کچھ لوگون کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چال کی نقل اُتاری آپکی
رفتار مبارک بہت پیاری چال تھی جو اللہ تعالے کے نزدیک محبوب ہے لیکن اس بیہودہ شخص نے نقل اُتاری تو بعض
اصحاب رضی اللہ عنہم کو ناگوار ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ پر لعنت کی اور اُسکو مدینے سے
نکال دیا - پھر واضح ہو کہ دونون قسمون مین سے ہر قسم کا تعلق یا تو کسی دینی معاملہ سے ہوگا یا دنیاوی صورت و گفتگو و رفتار
نشست و برخاست وغیرہ سے ہوگا اور اسکے اقسام بے شمار بیان مین منضبط نہین ہو سکتے ہین - پس یہ چار قسمین مجمل
ہوئین پھر عیب کا اظہار ان سب مین یا تو شخص حاضر کے حق مین ہوگا یا غائب کے حق مین ہوگا تو آٹھ ہوئین اور ہر ایک مین
یا تو زبانی لفظ سے اظہار عیب و طعنہ ہوگا یا اشارۂ سر و آنکھ وغیرہ سے ہوگا اور ہر ایک ان سولہ اقسام مین ممنوع و قبیح و مذموم ہے

مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ ۝

اُسکا مال سدا رہے گا اُسکے ساتھ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ - ویل ہو واسطے ہر ایک ہمزہ لمزہ کے ف واضح ہو کہ اصل لغت مین ہمز کے معنے توڑنے کے ہین جیسے کہتے ہین کہ (ہو ہمز راسہ) یعنے اپنا سر توڑ لیا اور بعض نے کہا کہ ہمز لمز مارنا و دھکیانا - ہمزۃ اور لمزۃ مین (ۃ) مبالغہ کے واسطے ہی یعنے اس صفت مین کثرت کے ساتھ پورا ہو اور یہ قاعدہ عام ہی کہ فعلۃ کا وزن فاعل مین مبالغہ ہی جیسے لُعَنَۃ وہ شخص جو غیرون پر بکثرت لعنت کرے اور اگر عین کلمہ کو ساکن کرین تو فاعل نہین بلکہ مفعول کے مبالغہ کے لیے ہوجاتا ہی جیسے لُعْنَۃ وہ شخص جسکو بہت لوگ لعنت کرتے ہون اور جیسے سُخْرَہ وہ جسکو بہت لوگ ٹھٹھول و مسخرہ بناوین ابن کثیر رح نے لکھا کہ ہمّاز وہ جو زبان سے عیب کرے اور لمّاز وہ کہ ہاتھ و آنکھ وغیرہ کے فعل سے اشارہ کرے جس سے عیب ظاہر ہو یعنے لوگون کی حقارت و نقص کرے اور ہم نے قولہ تعالے ہَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ الآیہ کی تفسیر مین اسکو بیان کیا ہی - ابن عباس رض نے کہا کہ ہمزہ لمزہ بہت طعنہ دینے والا غیبت کرنے والا ربیع بن انس تابعی نے کہا کہ ہمزہ وہ ہی جو تیرے روبرو تیرا عیب کرے اور لمزہ وہ جو پیٹھ پیچھے عیب کرے قتادہ رح نے کہا کہ ہمزہ لمزہ اُسکی زبان و آنکھ سے لوگون کے گوشت کھاتا اور اُنپر لعن کرتا ہی یہی مجاہد رح نے بیان کیا - مالک رح نے زید بن اسلم سے روایت کی کہ ہمزہ جو لوگون کے گوشت کھاتا ہی - پھر بعض نے کہا کہ اس سے اخنس بن شریق مراد ہی اور بعض نے دوسرے کا نام لیا اور مجاہد رح نے کہا کہ یہ آیت عام ہی یعنے جو کوئی ایسا کرے اُسکی مذمت ہی (تفسیر ابن کثیر رح) اور امام رازی رح نے لکھا کہ یہان دو باتین پوچھنے کے لائق ہین (اول) ویل یہ لفظ مذمت و غضب کے لیے ہی اور جو شخص کسی کرب مین گرفتار ہوا تو ولولہ مین کہتا (وی لفلان) یعنے فلان کے واسطے وائے ہی - پھر جب بہت بول چال مین آنے لگا تو (ویل فلان) کہنے لگے اور روایت ہی کہ ویل جہنم مین ایک پہاڑ ہی مترجم کہتا ہی کہ ترمذی رح کی روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ غار ہی جسمین کافر مدت دراز تک گرتا چلا جاویگا - واضح ہو کہ دوسری آیت مین ہی لکم الویل یعنے الویل فرمایا اور یہان بدون الف لام کے نکرہ فرمایا تو وجہ یہ کہ کافرون نے کہا تھا - یا ویلنا انا کنا ظالمین - یعنے ہماری ویل آگئی بے شک ہم لوگ دنیا مین ظالم و مشرک تھے اسلیے فرمایا لکم الویل تمہارے لیے ویل ہی اور یہان (وَيْلٌ) نکرہ کہا کیونکہ اس ویل و عذاب کی حقیقت سوائے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا ہی بعض نے کہا کہ ویلٌ ایسا کلمہ ہے جس سے بہت قبیح حالت ظاہر کی جاوے اور (ویس) سے حقارت ظاہر کی جاتی ہی (ویح) کلمہ ترحم ہے پس ویل سے آگاہ کیا کہ ہماز لماز بہت قبیح مذموم ہی - پھر اہل تفسیر مین اختلاف ہی کہ یہ وعید جو اس سورہ مین ہی کیا ہر ایک بدکار ہماز کو شامل ہی یا فقط اقوام مخصوص کے لیے ہے پس محققین علما نے کہا کہ مذمت ہر ایسے شخص کے لیے عام ہے جو ایسی حرکات ذمیمہ کی عادت رکھتا ہو اور اگر نزول آیت کے وقت سبب خاص ہو یعنے کسی ایسے قبیح مذموم کی مذمت کے واسطے نزول ہوا ہو تو بھی یہ لازم نہین آتا کہ اسی خاص سبب سے مختص ہوجاوے بلکہ کلام کے معنے عام معتبر ہوا کرتے ہین دیگر علما رح نے کہا کہ یہ آیت چند خاص لوگون سے مخصوص ہی جیسے اخنس و ولید و امیہ وغیرہ اگر کہو کہ آیت مین تو صریح فرمایا کہ ویل لکل

ثواب بقدر ایمان کے ملتا ہی جیسے روشنی کہ آفتاب سے بہت زیادہ ہی پھر چاند سے پھر شمع پھر چراغ اسی طرح سمجھ لینا چاہیے اور خالص نیک اعمال مین عمر رض زیادہ ہین چنانچہ حدیث صحیح سے یہ بات ثبوت ہی اور انکی وفات کے بعد حضرت علی رض نے جو خطبہ پڑھا اور عمر رض کی تعریف کی اُسمین صاف بیان کیا کہ آپ کے بعد کوئی نہ رہا جسکے نیک اعمال کیساتھ مجھے اللہ تعالے سے ملنے کی آرزو ہوتی یعنے مین آرزو کرتا ہون کہ آپ کے اعمال صالحات کاش میرے پاس ہوتے کہ اُنکے ساتھ اللہ تعالے سے ملتا تو معلوم ہوا کہ انکے اعمال صالحہ بڑھے ہوے تھے اسیطرح حضرت عثمان رض کے ساتھ وصیت بحق کی نسبت بھی لطیف ہے کیونکہ آپ یہ عام وصیت فرماتے تھے حتی کہ آپ کی خلافت مین خزرجی انصاری رضی اللہ عنہ نے بعد موت کے کلام کیا تو اس کلام مین بھی وصیت ہے کہ لوگو اپنے امام کے تابع رہو لیکن عوام نے اسی مین خرابی کی اور فتنہ کا دروازہ کھل گیا۔ اور حضرت علی رض کے ساتھ تواصوا بالصبر مین بھی لطافت ہی اسلیے کہ آپ کو باغیون کے ساتھ بہت کچھ صبر کرنا پڑا اور آپ نے اپنے ساتھیون کو بہت کچھ صبر کی وصیت کی چنانچہ جنگ جمل کے بعد لوگون کو منع کیا کہ فقط ہتھیار کے سوائے باقی سب اموال پھیر دو اور کسی کا پیچھا نہ کرو بلکہ معذور کی مدد کرو اور آپ کے ساتھیون کو غم ہوا کہ کسی غنیمت کی امید نہین ہی آپ نے امید ثواب عظیم وصبر جمیل کی تاکید فرمائی حتی کہ خوارج کی لڑائی فتح کرنے کے بعد بھی انکا مال تقسیم نہین کیا تھا پس ہر موقع پر اپنے اصحاب لشکر کو صبر وثبات کی وصیت فرمائی واللہ تعالے اعلم بالصواب

سورة الهمزة مكية وهي تسع آيات

اکثر تفاسیر مین اسیطرح نام لیا گیا ہی اور ابن کثیر وغیرہ نے سورہ ویل لکل ہمزہ نام لیا۔ اور یہ در اصل بطور نام کے نہین ہی بلکہ نشان ہی۔ پھر ابن عباس رض نے کہا کہ اسکا نزول مکے مین ہوا ہی اور روایات اس بارہ مین متفق ہین اسلیواسطے علماء نے اسکو سورہ مکیہ کہا ہی ولیکن شیخ جلال رح نے کہا کہ مکیہ ہی یا مدنیہ ہی پس شاید شیخ کے نزدیک بعض احادیث سے مدنیہ ہونا نکلتا ہو ولیکن مختار یہ کہ مکیہ ہی اللہ تعالے نے اس سورہ مین ہر ایک ہمّاز و لمّاز کی مذمت فرمائی جسنے مال جمع کرکے گن گن کے رکھا گویا یہ سمجھا ہی کہ یہ مال اُسکے پاس ہمیشہ رہیگا۔ یہ غلط ہی وہ کافر بدکار حطمہ یعنے جہنم مین جھونکا جاویگا اور یہ تیز آگ ہی اور آخرت مین کوئی چیز مردہ نہین تو وہ بھی ہوشیار سمجھدار ہی وہ ہر ناپاک متکبر وجبار وغیرہ بدکار کے دل کو جھانک لیتی ہی اور ان بدکارون پر ڈھکی ہوگی جسمین یہ لوگ آگ کے ستونون سے باندھے جاوینگے اور ہمیشہ اسی قسم کے افعال مین گرفتار رہینگے کیونکہ صفت غضب کی انتہا نہین ہی تو یہ لہو ولعب کا نتیجہ ہی جسکو دنیا مین اختیار کیا تھا گویا اہل جنت کے لیے یہ منظر تماشا ہی واللہ تعالے اعلم

اس سورہ مین نو (۹) آیات تینتیس (۳۳) کلمات اور ایک سو تینتیس (۱۳۳) حروف ہین (سراج وغیرہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ يَحْسَبُ اَنَّ

خرابی ہی ہر طعنہ دیتے عیب چنتے کی جسنے سمیٹا مال اور گن گن رکھا خیال رکھتا ہی کہ

مارتا جلاتا ہی - مترجم - حالانکہ دہر فقط ظرف ہی اسی مین اللہ تعالے کے افعال ظاہر ہوتے ہین اور اصل فاعل خالق و مالک اللہ تعالے ہی لہذا حدیث صحیح مین ہی کہ تم لوگ زمانہ کو بُرا مت کہو کہ اللہ تعالے ہی دہر ہی - مترجم - یعنے جن چیزون کو تم دہر سے سمجھتے ہو انکا کرنے والا اللہ تعالے ہے قسم سے یہ بتلایا کہ جو کوئی زمانہ پر نظر کر کے اللہ تعالے سے محجوب ہوا وہ خسارہ مین ہی - وہ انسان کافر ہی کیونکہ یہان تجارت کرنے آیا تھا اور حماقت سے دنیا کمانے لگا جسکو چھوڑ جائیگا اور جو راس المال لایا تھا جس سے یہان تجارت کرتا یعنے نور فطرت اور اصلی ہدایت تو اُسکو برباد کر کے سخت خسارہ مین پڑا اور بربادی اسی وجہ سے ہوئی کہ اُسنے دنیا کو مسکن بنا کر اسی زندگی کو اور اسی کی لذات کو اختیار کر لیا حالانکہ چند روز مین انکو چھوڑنے والا ہی مترجم کہتا ہی کہ انسانی خسارہ کھلا ہوا افسوسناک ہی اسلیے کہ دنیا مین اگر بہت جیا تو سو برس زندہ رہا اور اسمین ابتدائی زمانہ داڑھ دانتون کی تکلیف اور بھوک پیاس سے رونے مین گزرا اور بڑھاپے مین انھین داڑھ دانتون کے درد اور بے طاقتی و انواع امراض کی کونت مین کٹا بقول مشہور کہ بڑھاپا اور ہزار عیب دنیا مین غریب مفلس بکثرت ہین تو ہر طرح کی تکلیفین ظاہر ہین حتی کہ ان مین سے بہتیرے اپنے مرنے کے خواستگار ہوتے ہین ولیکن اپنی جہالت سے یہ جانتے ہین کہ مر کر خاک ہو جاوینگے اور یہ نہین سمجھتے کہ حساب و عذاب کا سامنا ہی پس معلوم ہوا کہ انسان جس دنیا پر مرتا ہی وہ بالکل سراسر محنت و بلا ہی اور خود فانی نہو گا بلکہ ہمیشہ باقی رہیگا ولیکن یہ دار دنیا بے شک فنا ہی - اللہم اہد قلوبنا برحمتک وانت الرحمن الرحیم - قولہ تعالے الا الذین اٰمنوا الخ - یعنے ایمان لائے اللہ تعالے پر ایمان علمی یقینی اور یہ جانا کہ سوائے اللہ تعالے کے کسی مین تاثیر کی قدرت نہین ہی اور دہر کے حجاب سے باہر ہو گئے عملوا الصالحات یعنے وہ فضائل و نیکیان کمائین جو باقی رہنے والی ہین تو راس المال پر منافع کثیر کما لیا - تواصوا بالحق - یعنے باہم وصیت کی کہ ایسے اعتقادات پر ثابت رہین جو ہمیشہ برقرار ہی اور وہ اللہ تعالے کی وحدانیت ذاتی و صفاتی و افعالی ہی - وتواصوا بالصبر یعنے ماسوائے حق کے ہر چیز سے دل ہٹانے پر صبر کیا اور یہی محل تمکین و استقامت ہی - شیخ رح نے لکھا کہ حق کی طرف پہونچ جانا آسان ہی ولیکن اُسپر صبر و استقامت سے ثابت رہنا دشوار ہی اسیواسطے عبودیت پر مستقیم رہنا اکسیر سے زیادہ عزیز الوجود ہی اور خلاصہ یہ ہوا کہ انسان محض خسارہ مین پڑا ہی سوائے مومنین کے جو خود علم و یقین و عمل مین پورے ہین اور باوجود اسکے دوسرون کو پورا کرنے والے ہین - حدیث مین ہی کہ بلاء انبیاء کے ساتھ کر دی گئی ہی پھر اولیا کے ساتھ پھر جو کوئی درجہ بدرجہ بہتر ہو - اور حدیث مین ہی کہ بلاء اللہ تعالے کا کوڑا ہی جس سے وہ اپنے خاص بندون کو اپنی طرف ہانک لاتا ہی (ملخص ابن العربی رح) واضح ہو کہ سراج مین خطیب رح نے ایک غریب روایت لکھی کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے سورۂ والعصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنائی پھر عرض کیا کہ اسکی کیا تفسیر ہی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے آخری دن کی قسم سے فرماتا ہی کہ انسان خسارہ مین ہی (ابوجہل ہے) سوائے ایسے بندون کے جو ایمان لائے (ابوبکر ہی) اور اعمال صالحہ کیے (عمر ہے) اور تواصوا بالحق (عثمان ہی اور تواصوا بالصبر علی ہی) خطیب رح نے کہا کہ ابن عباس رض نے اپنے خطبہ مین منبر پر اسطرح بیان کیا ولیکن مرفوع نہین کیا بلکہ وقف کیا یعنے صحابی کا قول ہی اگرچہ صحابی نے اسکو آنحضرت صلعم سے سنا ہو اور مترجم کہتا ہی کہ اگر یہ روایت ثبوت ہو تو مطلب یہ ہی کہ انسان کے خسارہ مین زیادہ بدتر ابوجہل ہی تو اُسکو مثال کے طریقے سے بیان فرمایا جیسے اہل ایمان مین ابوبکر رضی اللہ عنہ نفس ایمان مین مزید فضیلت رکھتے تھے کیونکہ تصدیق ایمان مین وہ صدیق اکبر تھے اگرچہ اعمال کثیر نہون اسلیے کہ اعمال کا

تدارک نہین کرسکتا مترجم کہتا ہو کہ آیت مین دلیل ہو کہ مسلمانون مین اعمال صالحہ مین سے یہ عمل بہت اچھا ہو کہ باہم نصیحت
کرین کہ حق پر ثابت رہو اور صبر کیے رہو رازی رح نے کہا کہ آیۃ مین تنبیہ ہو کہ دنیا مین مال و اولاد وغیرہ جو چیز مجھے اللہ تعالے کی طاعت کیطرف
رغبت دلاوے وہ بہتر ہی ہو اور جو غافل کرے وہ فساد ہو اور واضح ہو کہ اللہ تعالے نے نجات چار باتون پر رکھی ان مین سے ایمان و
عمل صالح تو اپنے نفس مین کرتا ہو اور دو باتین اپنے مسلمان بھائیون کی خیرخواہی مین ایک یہ کہ دین حق کی جانب نرم و نیک
نصیحت سے بلاوے اور جو کچھ اپنے حق مین پسند کرے وہ اپنے بھائی کے حق مین پسند کرے اقول حدیث مین اس کام
کی بزرگی یہانتک ظاہر کی کہ الدین النصیحۃ - دین ہی نصیحت و خیرخواہی ہو - دوم یہ کہ صبر کی نصیحت کرے اس سے معلوم ہو
کہ دنیا مین مومن پر معاملہ بھاری ہو اور بلاء اسکے سلئے آتی ہو لہذا صبر کی وصیت کرے مترجم کہتا ہو کہ اسی جہت سے عافیت
مانگنے کی تاکید ہو اور واضح ہو کہ بلاء اول انبیاء پر بہت سخت ہو پھر درجہ بدرجہ جیسا اچھا ایمان ہو واضح کہ قولہ تواصوا صیغۂ
ماضی اسلیے فرمایا کہ انکے کیے ہوے کامون پر مدح ہو تاکہ آیندہ مرتے دم تک ثابت قدم رہین واللہ تعالے ہو الموفق للسداد
والثبات علیہ برحمتہ مترجم کہتا ہو کہ اہل توحید پر بلائین و حادثات کا آنا اسلیے کہ انھون نے دنیا کو حقیر و خوار جانا اور بے مثل
جنت کو اُسکے عوض مین لیا تو دنیا کے عیش نہونے سے راضی رہتے ہین اور اللہ تعالے انکو ملعون دنیا کے لگاؤ سے پاک رکھتا ہو
اور دنیا مین انکا دل مبتلا نہین ہونے دیتا اور اپنی رحمت سے انکے گناہ عفو کرتا اور ثواب عظیم عطا فرماتا ہو تاکہ جب دنیا سے
نکلین تو پاک صاف نکلین اور اپنے رب رحیم کا عطیہ عظمیٰ پاوین اور صابرین کے درجات اللہ تعالے کے یہان عظیم ہین
حتی کہ رسول کریم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ جب قیامت کے روز صابرین کو درجات عالیات تقسیم
ہونگے اور وہ پکارے جاوینگے تو دوسرے مومنین جو دنیا مین عافیت مین پڑے رہے یہ تمنا کرینگے کہ ای کاش دنیا مین
خداے تعالے کی راہ مین ہماری بوٹیان قینچیون سے کاٹی جاتین (صحیح) واضح ہو کہ باہم نیک نصیحت کرنے کے لیے احادیث بہت
کثرت سے وارد ہین اور بعض مین آیا کہ واللہ تم لوگ باہم نیک باتون کے عمل مین لانیکا حکم کروگے اور بری باتون سے
روکوگے یا اللہ تعالے تمھارے دلون مین پھوٹ ڈالیگا - ایک حدیث مین ہو کہ پھر تم ذلیل ہوجاؤگے اور بلا تم پر عموماً سب پر
آویگی پھر اُسوقت جو لوگ تم مین سے نیک ہین وہ بھی دعا کرینگے اور وہ قبول نہوگی اور اسیطرح صبر کی فضیلت مین بے شمار احادیث
ہین ابوالسعود رح نے لکھا کہ تواصوا بالحق - یعنے اپنے نفس کے بعد اپنے بھائیون کو ایسی بات پر ثابت قدم رہنے کی وصیت
کرتے ہین جس سے انکار نہین ہوسکتا اور دونون جہان مین اُسکے نیک آثار باقی ہین یعنے اللہ تعالے کی وحدانیت پر اور
رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام پر یقین لانا اور اُسکی کتاب مجید کی پیروی کرنا خواہ مخواہ معاملہ دنیاوی ہو یا دینی ہو تواصوا
بالصبر - صبر کی وصیت کرتے ہین یعنے جن بری باتون کی طرف نفس بشری اپنی پیدایش کی راہ سے مشتاق ہوتا ہو اُنسے روکنا اور
جن نیک باتون سے بھاگتا ہو اُن پر جمانا مراد صبر سے یہ نہین ہو کہ خالی جی کو روک لے بلکہ یہ مطلب ہو کہ جو کچھ اللہ تعالے کی طرف سے آوے
تو اُسپر راضی ہو اور ظاہر و باطن مین اُسکے مقابلہ مین اچھا کلمہ کہے اور اچھا کام کرے **ف** **شیخ ابن العربی** رح نے موافق
تفاسیر کے اسطرح لکھا کہ قولہ تعالے والعصر الخ اللہ تعالے نے زمانہ کی قسم فرمائی جسکو جاہل لوگ اپنے ایام گردش و
موثر سمجھتے ہین چنانچہ مشرکین (جیسے نیچر فرقے) کہا کرتے تھے کما قال تعالے وما یہلکنا الا الدہر - یعنے) زمانہ ہم کو

ہمیشہ جہنم کے رہنے والون مین سے نہین ہین برخلاف کفار و مشرکین کے کہ انکا خسارہ دائمی جہنمی ہی اُنکے لیے جمیع اقسام خسارہ کو شامل ہی۔ آیت مین تنبیہ ہی کہ انسان کے واسطے اصل یہ ہی کہ اللہ تعالے کی بندگی کو اور آخرت کو طلب کرے لیکن آخرت کی طرف بلانے والے اسباب خفیہ ہین اور دنیا کی طرف بلانے والے اسباب ظاہر ہین یعنے پانچون حواس و خواہش و غضب جو بالکل دنیا کے طالب ہین یعنے اسلیے کہ جسم اسی خاک سے مخلوق ہی اور خاک کے جمیع اجزاء اسمین موجود ہین تو اپنی جنس کے جانب بالطبع میل کرتے ہین اور زمین ہی کی سب چیزون سے الفت کرتے ہین اسی جہت سے تم دیکھتے ہو کہ اکثر انسان فقط دنیا ہی مین مشغول ہوتے ہین اگر کہو کہ سورۂ والتین والزیتون الآیہ مین فرمایا۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ الخ یعنے ہمنے انسان کو بہتر تقویم مین پیدا کیا پھر اسکو اسفل السافلین مین رد کیا سوائے مومنین صالحین کے اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا ابتدائی حال اچھا تھا اور آخری بدتر ہوا۔ اور اس سورہ سے ظاہر ہوتا ہی کہ ابتداء سے خسارت ہی پھر ایمان و عمل صالح سے کمال ہو سکتا ہی تو کیا معنے ہین (جواب) یہ کہ سورۂ والتین مین انسانی بدن کا حال مذکور ہی کہ ابتدائے حال سے جوانی تک خوبصورت ہوتا ہی پھر بڑھاپے مین خراب و بدصورت ہو جاتا ہی اس سورۂ مبارک مین انسانی نفس کا بیان ہی کہ وہ سوائے ایمان کے خسارہ مین ہی **فائدہ** بعض علماء نے کہا کہ ایمان دلی تصدیق و اعمال کا مجموعہ ہی اور بعض نے کہا کہ وہ اصل مین تصدیق ہی اور اعمال صالحہ الگ ہین اور انکا استدلال ایسی بات سے ہی جیسے اس سورہ مین فرمایا۔ امنوا وعملوا الصالحات یعنے ایمان لائے اور نیک اعمال کیے۔ ۔ تو ایمان پر اعمال معطوف ہی اور معطوف علیہ و معطوف مین جدائی ہوتی ہی اور اگر ایمان مین اعمال صالحہ داخل ہوتے تو پھر اعمال صالحہ بیان کرنا مکرر ہو جاتا اگر کوئی کہے کہ جیسے قولہ تعالے ملائکتہ و جبرئیل و میکال الآیہ مین ہی کہ جبرئیل و میکائیل ملائکہ مین داخل ہین پھر بھی الگ بیان کیے گئے اسیطرح یہان سمجھ لو (جواب) نہین کیونکہ وہان تو ملائکہ کے بعد خاصکر جبرئیل و میکائیل کا نام لینے مین انکی بزرگی ظاہر فرمائی گئی اور یہان ایمان توحید مین اعمال کی بزرگی مزید نہین ہی بلکہ اللہ تعالے کی الوہیت وحدانیت ماننا اشرف ہی (کبیر) مترجم کہتا ہی کہ علماء محققین کے نزدیک ثابت ہوا کہ حقیقت مین دونون گروہ علماء مین کچھ اختلاف نہین ہی کیونکہ اول گروہ کا یہ مطلب ہی کہ کامل ایمان مع اعمال ہی اور اسی سے جہنم سے نجات ہی اور دوسرا گروہ اسکا اقرار کرتا ہی کہ اگر کسی کے دل مین سچی تصدیق لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ۔ سے حاصل ہو تو وہ جہنمی نہین ہی اگرچہ جہنم مین جاوے تو بھی نکالا جاویگا۔ یہ سب کا قول ہی اور سمجھدار کو چاہیے کہ عوام کی رسّی ڈھیلی نہ کرے فافہم **فائدہ** علماء نے کہا کہ آیت مین بیان ہی کہ خسارہ سے وہ بندے بچے جو ایمان لائے و نیک کام کیے اور وصیت بحق و بالصبر عمل مین لائے تو جب کسی مسلمان نے نیک اعمال نہ کیے تو وہ بچنے والا نہین ہی اور ایمان و عمل کے جمع کرنے والے بہت کم ہین تو خوف شدید لازم ہی (رازی رح) مترجم کہتا ہی کہ خوف تو ہر حال مین لازم ہی ولیکن جسنے نیک اعمال سے بے پروائی کی تو وہ ظاہر خوف مین ہی اسلیے کہ حدیث مین ہی کہ گناہ سے دل پر سیاہ نقطہ پیدا ہوتا ہی اگر توبہ کی تو مٹ جاتا ہی نہین تو بڑھتا ہی یہانتک کہ بہت بدکاریون سے دل گھیر لیتا ہی پھر اسمین بھلائی نہین سماتی اس حدیث سے سمجھدار کو بہت خوف ہوتا ہی کیونکہ جب آدمی نے بے خوف ہو کر بدکاری کی تو یہان کفر کا خوف ہی اور اگر اس سے بچ گیا تو جب دل پر سیاہی چھائی تو اُسوقت ایمان کی تصدیق بھی نہ سماویگی اور یہ نہایت خوف کا مقام ہی اور بہت سی روایات مین اللہ تعالے نے دکھلایا کہ قدیم زمانہ مین بعض بدکارون کی زبان سے مرتے وقت کلمہ نہین نکلا نعوذ باللہ من ذلک۔ م۔ **فائدہ** آیت مین مومن کے لیے تسلی ہی کہ اگر اُسکی جوانی برباد ہوئی تو ابھی آخری عصر باقی ہی اگرچہ گذرنے والا ہی

غضب الٰہی مین گرفتار ہوے بعض نے کہا کہ (خسر) نکرہ ہی وہ ہر قسم کے خسارہ کو شامل ہی تو اسمین کوتاہی کرنے والے مسلمان بھی شامل ہین کیونکہ انھون نے اپنی اوقات رائگان کھوئی تو خسارہ اُٹھایا پس ہر انسان کچھ نہ کچھ خسارہ مین ہی۔ الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات۔ سواے اُن بندون کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے یعنے ایمان باطن واعمال صالحہ ظاہر کو جمع کیا وتواصوا بالحق اور باہم ایک دوسرے کو حق وصیت کی۔ یعنے ایمان وتوحید وقیام بحق کی وصیت ونصیحت کی۔ وتواصوا بالصبر۔ اور باہم ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔ کیونکہ حق پر قائم رہنے مین نفس کو گرانی ہوتی ہی واضح ہو کہ مومن کے سب اعمال نیک ہوتے ہین اسلیے کہ وہ دنیا مین اگر کھاتا ہی تو بسم اللہ کر کے کھاتا ہی کہ نفس کا حق موافق حکم الٰہی کے ادا کرے اور کماتا ہی تو بھی حقوق شریعت ادا کرنے کے واسطے ہی دنیاوی مال جمع کرنے کے لیے نہین ہی اور سونا بھی حق نفس ادا کرنے کو بحکم شرع ہی تو سب مین ثواب ہی ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قولہ وتواصوا بالحق۔ یعنے باہم حق کی وصیت کی کہ طاعات ادا کرنا اور گناہ چھوڑنا۔ وتواصوا بالصبر۔ باہم صبر کی وصیت کی۔ یعنے اللہ تعالےٰ کی تقدیر سے جو مصائب پیش آوین اُنپر صبر کرنا اور اسیطرح جن لوگون کو نیکی کا حکم کروگے اور بُرائیون سے منع کروگے وہ تم کو ایذا دینگے تم اُن پر صبر کرنا (ابن کثیرؒ) یعنے جیسے قولہ تعالےٰ ولتسمعن من الذین الآیہ مین بیان ہی کہ تم کو یہود ونصاریٰ اور مشرکون سے بہت اذیت سننا پڑیگی۔ ﻫ۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا الآیہ۔ یعنے کہدے اے محمدؐ کہ ہم کو ہرگز کچھ دُکھ نہین پہونچیگا سواے اُسکے جو اللہ تعالےٰ نے ہمارے لیے لکھدیا ہی وہی ہمارا مولیٰ ہی اور اللہ تعالےٰ ہی پر مومنون کو بھروسا کرنا چاہیے۔ ﻫ۔ اس آیت مین بلیغ اشارہ ہی کہ وہ مصیبت بھی ہمارے واسطے لکھی ہی یعنے ہمارے نفع وثواب کے لیے ہی کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اُولٰئک علیہم صلوات من ربہم الآیہ۔ یعنے جو بندے مصیبت مین انا للہ وانا الیہ راجعون کہکر صبر کرنے والے ہین اُنپر اُنکے پروردگار کی طرف سے صلوات (درود) اور رحمت ہی۔ ﻫ۔ رازیؒ نے لکھا کہ قولہ لفی خسر۔ مین خسر نکرہ ہی یعنے ایک خسارہ یا کسی قسم کا خسارہ ہی حالانکہ انسان طرح طرح کے خسارہ مین ہی (جواب) اصل خسارہ ایک ہی وہ اللہ تعالےٰ سے محرومی ہی اور باقی جنت سے محروم ہونا اور جہنم مین عذاب پانا اسیکے تابع ہین اور مترجم کہتا ہی کہ خسر ایک معنے ہین جسکے ذیل مین سب قسم کے خسارے داخل ہین تو جبتٰ کہا کہ لفی خسر۔ وہ خسارہ مین ہی تو یہ نہایت بربادی ہی گویا انسان بس خسران مین غرق ہی جیسے قولہ فی رحمۃ اللہ۔ دلالت کرتا ہی کہ یہ بندہ اللہ تعالےٰ کی رحمت مین ہی یعنے مستغرق ہی رازیؒ نے کہا کہ آیت مین قرائن جمع ہین جنسے معلوم ہوتا ہی کہ انسان بڑے خسارہ مین ہی (قرینۂ اول) لفی خسر۔ دلالت کرتا ہی کہ انسان کو ہر طرف سے خسران نے گھیر لیا ہی (دوم) قولہ ان الانسان۔ بتاکید ہی (سوم) لفی مین لام تاکید ہی۔ مین کہتا ہون کہ جملہ بھی اسمیہ ہی اور بوجہ قسم سے کہا گیا ہی تو دلیل ظاہر ہی کہ انسان کا خسران طرح طرح سے ہے اور اکثر صورتون مین سخت وشدید ہی پھر واضح ہو کہ آیت مین الانسان سے اگر ہر قسم کے انسان عام مراد ہین جن مین سے آمنوا وعملوا الصالحات کو استثنا کیا گیا ہی تو سواے مومنین اہل حق کے جو متقی رہے باقی مسلمانون کے گمراہ فرقے بھی خسارہ مین داخل رہے کیونکہ انکو بھی خسارہ ہی چنانچہ اگر اہل حق مین سے گنہگار ہین تو انکا خسارہ بداعمال سے ہی یا یہ کہ مباحات مین عمر برباد ہوئی اگرچہ گناہ نہین کیا اسلیے کہ جتنے مباح کامون مین وقت برباد کیا تو اُسکا ثواب کچھ نہین تھا تو یہ بھی رائگان ہی برخلاف متقی مومنون کے کہ انکا کھانا وسونا حتی کہ عورت سے ملنا بھی ثواب ہی اور اگر مسلمانون مین سے خراب عقیدہ والے معتزلہ وخارجی ورافضی وغیرہ ہین تو انھون نے خسارہ پایا اور انکا خسارہ ظاہر ہی اگر یہ لوگ

بعد خسارت دائمی ہی (قول سوم) مقاتل رح وغیرہ نے کہا کہ والعصر سے نماز عصر کی قسم ہی (وجہ اول) یہ کہ صلوٰۃ الوسطیٰ یہی نماز ہی جسکی تاکید کی گئی ہی (وجہ دوم) حدیث مین ہی کہ جسکی نماز عصر فوت ہوئی گویا اُسکے اہل ومال جدا کیے گئے (قول چہارم) والعصر سے زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہی چنانچہ حدیث مین ہی کہ تم لوگون کی مثال اور تم سے پہلے والے (یہود ونصاریٰ) کی مثال ایسی ہی جیسے ایک شخص نے کچھ مزدور ایک ایک قیراط پر مقرر کیے انھون نے ظہر تک کام کیا پھر چھوڑ دیا کہ ہم کو مزدوری کی ضرورت نہین ہی یہ یہود ہین پھر اُسنے دوسرے مزدور مقرر کیے کہ تم پورا کرو اور مزدوری لو انھون نے ظہر سے عصر تک کام کر کے چھوڑ دیا اور کہا کہ ہم کو مزدوری نہین چاہیئے ہم کام نہین کرینگے۔ پھر اُسنے عصر سے غروب تک مزدور مقرر کیے اور اُنکے دو دو قیراط مقرر کیے۔ تب یہود ونصاریٰ جل گئے کہ ہم لوگون نے کام بہت کیا اور مزدوری کم پائی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ کیا مین نے تمھاری مشروطہ مزدوری سے کم کر دیا۔ کہنے لگے کہ یہ تو نہین ہوا پس اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ پھر یہ میرا فضل ہی جسکو چاہون دیدون۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصر سے غروب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ ہی۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی قسم کھائی جیسے آپ کے مکان کی قسم لقولہ وانت حل بہذا البلد۔ سے اور آپ کی عمر کی قسم لقولہ لعمرک انہم لفی سکرتہم یعمہون۔ سے یاد فرمائی۔ قولہ لعمرک الخ قسم ہی تیری عمر کی کہ یہ فجار قوم لوط کے اپنی مستی مین اندھرائے پھرتے ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ اگر اس حدیث کے ظاہر سے استدلال کیا جاوے کہ وقت ظہر دیر تک رہتا ہی کیونکہ ظہر سے عصر تک وقت کو زیادہ کہا بہ نسبت عصر سے غروب تک کے پس اگر فرض کرو کہ جاڑے مین پانچ بجے تک ڈھائی گھنٹے ظہر رہے اور دو گھنٹے عصر رہے (جواب) یہ کہ اول تو آفتاب زرد ہونے کا وقت مکروہ ہی اور وہ کمتر پون گھنٹہ ہی اسکو استثنا کر کے سوا دو بجے تک ظہر کا وقت رہا (دوم) یہ کہ حدیث کا سیاق اس بیان کے لئے نہین ہی تو دوسری حدیث جسمین ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت نکل جانا مذکور ہی وہ راجح ہوگی اور خود جلدی کرنے اور سستی نکرنے کی تاکید ہی لہٰذا ہمیشہ مستعدی سے جلدی کرنا چاہیے اور سستی نکرنا چاہیے فافہم۔ بالجملہ اللہ تعالےٰ نے عصر کی قسم سے فرمایا کہ ان الانسان لفی خسر۔ بتاکید شدید فرمایا کہ انسان ضرور خسارہ مین ہی۔ واضح ہو کہ الانسان مین الف لام جنس ہی یا کوئی خاص شخص یا چند اشخاص ہین ولیکن جنس کے معنے صحیح ہین اسلیے کہ آگے الا الذین امنوا۔ سے استثنا صحیح ہوتا ہی۔ خسر خسران سے کے معنے تاجر کا راس المال جانا۔ یہ دنیا انسان کے لیے تجارت کی منڈی ہی اور وہان سے فطرت لایا تھا کہ صالحات لے جاوے ولیکن یہان اسنے اسکو بھی برباد کیا حدیث مین ہی کہ ہر انسان فطرت پر پیدا ہوتا ہی پھر اُسکے والدین اُسکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کرتے ہین (صحیح) اور بھید اس مین شیاطین ہین اور شیطان کے خود وسوسہ کی بہ نسبت شیطان کے تابع جو انسان ہوتا ہی اُسکا کہنا بہت مضر ہوتا ہی جیسے اُسکے والدین نے شیطان کی اتباع کی پھر اپنے بچہ کو بھی گمراہی سکھلائی۔ فطرت اُسکا نورانی تختہ تھا جو توحید پر تھا یعنے سیاہ نہین تھا پھر بالغ ہو کر جو نفس اسکے لائق تھا وہ یہی تھا کہ اپنے رب عز وجل کو وحدہ لاشریک جانے ولیکن والدین نے بہکایا تو فطرت بوجہ شرک کے سیاہ ہوگئی اور فطرت جاتی رہی تو راس المال ہی جاتا رہا اور معنے یہ کہ قسم عصر و دہر کی کہ ہر انسان اس دنیا مین دنیا کے لیے تجارت و کمائی کی مشقت مین اپنی عمر صرف کر کے خسارت وضلالت مین ہے حتی کہ اسی پر قبر مین جاتا ہے اس دنیا مین دنیا کے لیے تجارت و کمائی کی مشقت مین اپنی عمر صرف کر کے خسارت وضلالت مین ہے حتی کہ اسی پر قبر مین جاتا ہے ... مترجم کہتا ہی کہ کفار مکہ مانند ولید بن المغیرہ و عاص بن وائل و اسود و ابوجہل وغیرہ شدت سے خسارہ مین بلکہ خسارہ [illegible]

طرف سے منھ پھیر لیا۔ صحابہ رض نے اس حال سے دریافت کیا تو فرمایا کہ اُسکی زوجہ حور العین بالکل اسکے پاس آگئی اسلیے مجھے شرم معلوم ہوئی اور وہ جنت کے میوہ جات جلد جلد اُسکے منھ مین دیتی ہی۔ مین سمجھتا ہون کہ اسنے بھوک مین انتقال کیا ہی۔ یون ہی واقع ہوا تھا جیسا آپنے سمجھا تھا مترجم کہتا ہی کہ بعضے عوام مسلمان اس سے یہ خیال کرتے ہین کہ جو کوئی پہلے سے مسلمان ہوا وہ اس سے اچھا نہ رہا۔ یہ غلط خیال ہی کیونکہ اسکے لیے فقط جنت ہی اور سابق الاسلام کے لیے جنت مین بلند مراتب ہین جبکہ اُسنے نماز و روزہ وغیرہ صالحات ادا کیے ہون اور یہان قیاس عاجز ہوتا ہی چنانچہ حدیث مین ہی کہ آپ نے دو شخصون مین بھائی چارہ کرا دیا تھا (جیسے سب صحابہ مین ایسا کیا تھا) پھر اتفاق سے ان دونون مین سے ایک شخص جہاد مین شہید ہو گیا اور دوسرا شخص آٹھ روز کے بعد اپنی قضا سے مرا تو صحابہ رض نے کہنا شروع کیا کہ یہ دونون بھائی خوب برابر رہے آنحضرت صلعم نے سنکر فرمایا کہ ہرگز نہین کیونکہ اُسکے آٹھ روز کے اعمال صالحات کہان گئے بلکہ جو پیچھے مرا ہی اُسکے حسنات بمنزلۂ آسمان کے ستارون کے زائد ہین وجہ چہارم یہ کہ ملک و ملکوت مین سے زمانہ اشرف ہی جیسا کہ ہم نے سورۂ انعام کی تفسیر قولہ لمن ما فی السموات الآیہ۔ اور قولہ ما سکن فی الیل والنہار الآیہ۔ مین بیان کیا ہی تو والعصر سے اشرف چیز کی قسم ہوئی پنجم یہ کہ عرب کہتے کہ یا خیبۃ الدہر۔ ای زمانہ کی خرابی تو اللہ تعالیٰ نے والعصر الخ سے بیان کیا کہ خسارہ دہر کے لیے نہین بلکہ انسان خود خسران مین ہی وجہ ششم انسان عصر کے گزرنے سے نفع سمجھتا ہی مثلاً نوکر کے ایام گزرے تو خوش ہوا کہ تنخواہ پاویگا ولیکن وہ عمر برباد ہونے کے خسارہ مین پڑا۔ بالجملہ ان چھ وجوہ سے قول اول پر استدلال کیا گیا کہ العصر سے مراد دہر ہی **قول دوم** یہ کہ عصر سے دن کے دونون جانب مین سے ایک جانب مراد ہی یہی ابو السّلم کا قول ہی (وجہ اول) جیسے اول طرف کے واسطے والضحیٰ مین قسم ہے یہ دوسری طرف ہی اور دونون مین اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل موجود ہین چنانچہ ہر صبح گویا قیامت ہی کہ لوگ موت کی بہن نیند سے بیدار ہو کر مکانون سے جو نمونہ قبر ہین نکلکر منتشر ہوتے ہین اور میزان ناپ تول کی کھڑی ہوتی ہی آور ہر عصر یعنے آخری وقت گویا خراب دنیا کا نمونہ ہی کہ لوگ غفلت کی موت سے بیہوش ہوتے ہین یہانتک کہ رات مین سنسان ہو جاتا ہی پس یہ دونون حالتین دو عادل گواہ ہین اور انسان نے جب ان دونون گواہون پر اپنے نفس کا فیصلہ نکیا تو وہ خسارہ مین ہی (وجہ دوم) حسن بصری رح سے منقول ہی کہ اس وقت عصر کی قسم سے تنبیہ ہے کہ بازارون و تجارات کے منقطع ہونیکا وقت قریب آگیا تو جیسے دنیا مین بازار سے خالی ہاتھ گھر گیا تو اولاد کے مطالبہ سے خجل ہوگا اسیطرح قیامت مین دنیا سے خالی ہاتھ خاسر ہی بلکہ وہان تجھسے نعیم دنیا سے سوال ہوگا اور ہر طرف سے معاملہ والے تیرے دامنگیر ہونگے تو ضرور تیری خواری و خسارہ ظاہر ہی جیسے قولہ تعالیٰ اقترب للناس حسابہم الآیہ۔ یعنے لوگون کا حساب نزدیک آیا حالانکہ وہ غافل پڑے ہین۔ ھ۔ (کبیر) مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین تنبیہ ہی کہ ایک روز آفتاب پہاڑون پر چمکتا تھا (یعنے تھوڑا دن رہگیا تھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر کرکے فرمایا کہ گذشتہ زمانہ کی بہ نسبت دنیا ایسی باقی ہے جیسے اس دن مین سے یہ وقت رہ گیا ہی۔ م۔ (وجہ سوم) یہ وقت قابل تکریم ہی چنانچہ جن لوگون سے اللہ تعالیٰ قیامت مین خود کلام نہ فرماویگا اور نہ انکی جانب رحمت کی نظر کریگا اُنمین سے ایک وہ شخص ہی جسنے عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائی کما فی الحدیث بعض بزرگون نے کہا کہ ایک روز عصر کے بعد ایک برف بیچنے والا پکارتا تھا کہ ای لوگو ایسے شخص پر رحم کرو جسکا راس المال پگھلا جاتا ہی مجھے ہوش ہوا کہ انسان اسیطرح غافل ہی چاہیے کہ اب توبہ کرکے تدارک کرے ورنہ چند ساعت کے

اگر وہ اس طرح پڑھتے تھے۔ والعصر ان الانسان لفی خسر انہ لفیہ الی آخر الدہر الا الذین امنوا الخ (فتح البیان وغیرہ) مترجم کہتا ہو کہ امام رازی رح نے کہا کہ یہ قراءت بطور تفسیر کے ہو اور یہ مطلب نہیں ہو کہ ان الفاظ کو قرآن مین زیادہ کرتے تھے مترجم کہتا ہو کہ یہ جواب بہت صاف ہو اور حاصل قراءت یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے والعصر ونوائب الدہر سے اشارہ کیا کہ یہان والعصر سے دہر مراد ہو جسمین طرح طرح کے تغیرات واقع ہوتے ہین تو انسان جاہل بے عقل ہو جو دہر پر مطمئن ہو کر آخرت سے غافل ہو جاتا ہو۔ نوائب الدہر ونوائب الزمان وہ زمانہ کے حوادث جو اوقات مختلفہ مین واقع ہوا کرتے ہین اور دہر مین انسان پر یہ باتین ظاہر ہین اور آخر موت ہی خبر قولہ وانہ فیہ الی آخر الدہر۔ یہ افادہ حضرت علی و ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے بہت نفیس ہو اسکے معنے یہ کہ انسان دہر مین ابد الآباد تک باقی ہو کبھی فنا نہ ہوگا پس جو کوئی یہان سے خسارت و ہلاکت مین گیا وہ ابد الآباد تک برباد ہو اور ہولناک عذاب و شدائد اسکے واسطے لازم ہین نعوذ باللہ من الخسر۔ امام رازی رح نے کہا کہ قولہ والعصر اسکی تفسیر مین چند اقوال ہین **قول اول**۔ اس سے مراد دہر ہو اور اس قول کے چند دلائل ہین **وجہ اول** یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دیا کہ اللہ تعالےٰ نے دہر کی قسم کھائی ہو اور حضرت علی رض بھی والعصر ونوائب الدہر پڑھتے تھے ولیکن یہ مطلب نہین کہ نماز مین یہ قراءت پڑھتے تھے کیونکہ اس سے نماز جاتی رہتی بلکہ یہ مطلب ہو کہ بطور تفسیر کے اسکو سناتے تھے اگر کہو کہ پھر (والدہر) بجائے والعصر کے کافی تھا (جواب) شاید اس لیے دہر نہین فرمایا کہ دہریہ فرقہ خود دہر کی یہان تک تعظیم کرتا ہو کہ دہر ہی کو خدا کہتا ہو اور پہلے بیان ہوا کہ قسم سے ایک قسم کی تکریم ضرور ہوتی ہو بلکہ قولہ تعالےٰ ہل اتی علی الانسان حین من الدہر مین دہریہ فرقہ کا قول مٹا دیا **وجہ دوم** یہ کہ دہر مین اللہ تعالےٰ کی قدرت کے عجائبات واقع ہوتے ہین جس سے انسان کو وحدانیت الٰہی کی تنبیہ ہے کیونکہ دہر ہی مین تندرستی و بیماری اور فراخی و تنگدستی اور محتاجی و تونگری واقع ہوا کرتی ہو بلکہ سب سے زیادہ عجیب یہ کہ عقل اسکو معدوم نہین تصور کرتی کیونکہ دہر کے ٹکڑے سال و ماہ و دن و ساعت ہین اور ان مین سے بعض کم و بعض زیادہ ہو اور وہ ماضی و مستقبل ہوتا ہو تو کیونکر عقل اسکے معدوم ہونیکا حکم لگا دے اور ساتھ اسکے موجود ہونے کا حکم لگانے سے بھی عاجز ہو اسلیے کہ حکم لگانے کے لیے زمانہ حاضر ہی اور وہ ایک آن ہی جو تقسیم کے قابل نہین ہو اور اس سے پہلے ماضی ندارد ہو چکا اور مستقبل موجود نہین ہوا بلکہ معدوم ہو تو کیونکر اسپر موجود ہونے کا حکم لگا دے۔ خلاصہ یہ کہ دہر مین زیادہ عجیب کیفیت یہ کہ معدوم ہونے اور موجود ہونے دونون کا حکم لگانے سے عقل مشکل مین ہو **وجہ سوم** یہ کہ دہر قابل تکریم ہو اسلیے کہ آدمی کی باقی عمر بہت اچھی چیز ہو حتی کہ اسکی قیمت قیاس نہین کر سکتا اسلیے کہ فرض کرو ایک شخص نے ہزار برس کفر و بدکاری مین تباہ کیے اور ایک ساعت باقی رہی اسمین توبہ کرکے ایمان لایا اور مر گیا تو وہ جنت مین ابد الآباد رہیگا تو وہ جان لیگا کہ یہی ساعت تھی جسکے عوض یہ جنت ملی جسکی نظیر قیاس سے باہر ہو اور واللہ اسمین سے ایک بالشت کی قیمت یہ تمام دنیا ہزار بار نہین ہو سکتی ہو اور یہ اسی آخری ساعت کے عوض میسر ہوا پس یہ عصر بھی اصلی نعمتون مین سے ہو مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین ہو کہ ایک اعرابی سفر مین چلتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنے لگے اور حاضر ہو کر کہا کہ مجھے ایمان سکھلائیے آپ نے سکھلایا اور وہ سچے دل سے ایمان لائے پھر کچھ دیر نہین گزری تھی کہ انکا اونٹ بدکا اور وہ سر کے بل گر کے مر گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسنے کام بہت کم کیا اور اسکا اجر عظیم دیا گیا۔ پھر آپ اسکے سرہانے بیٹھے خوش تھے کہ گویا ایک اسکی

چند روزہ ہے سوائے کھانے پینے کے کس کام کی ہے اور وہ لعنت ہے اور کفار و مشرکین کی دانائی صرف اسی دنیا کی متاع حاصل
کرنے کے لیے ہے جسکا انجام تم کو معلوم ہوگیا اور یہ لوگ صریح اپنے رب عزوجل سے منکر ہین اور ہرگز اسکی الوہیت کو نہین سمجھتے تو عقل کہان
رکھتے ہین لہذا اللہ تعالےٰ نے صالحین بندون کا حال بیان کیا کہ۔ **وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ**۔ اور باہم ایک دوسرے کو حق کے
ساتھ وصیت کی **ف** یعنے نصیحت و تاکید کرتے ہین کہ ای بھائی خبردار نفس و شیطان کے فریب مین نہ آنا اور شیطان کے تابع
ہونے والے بکثرت کفار و مشرکین بصورت انسان ہین انکے بہکانے مین نہ جانا بلکہ حق کو صدق یقین کے ساتھ مضبوط پکڑے
رہنا۔ **وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ**۔ اور باہم ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی **ف** یعنے ای بھائی یہ باتین نفس پر گران
گزرتی ہین کہ ہر طرف کفار و مشرکین اور اُنکے ساتھی عیش و ثروت مین ہین اور صالحین بوجہ تقویٰ کے شہوات سے پرہیز
کرتے ہین تو یہ چند روزہ مشقت ہے اور موت ضروری چیز ہے جسکے بعد ہمیشہ راحت ہے پس تحمل کیے رہو اور جب تم نے آخرت اختیار
کی تو اس دنیائے ملعونہ کے نہ ملنے سے بے چین ہو۔ **ذکر اقوال مفسرین** قولہ تعالےٰ والعصر۔ واو قسم ہے اور العصر کی تفسیر
مین اختلاف ہے ابن عباس رضہ نے کہا کہ العصر الدہر یعنے زمانہ مراد ہے کیونکہ اسمین دیکھنے والے کے واسطے عبرت ہے اسلیے کہ اسمین
حالات کا تبدل و تغیر ہوتا ہے جس سے دلیل ملتی ہے کہ اس مخلوقات کا پیدا کرنے والا پاک عزوجل ہے جسکو تغیر و تبدل نہین ہے بعض نے
کہا کہ العصر سے پروردگار عصر یعنے زمانہ پیدا کرنے والے کی قسم ہے۔ ہم نے بارہا ایسی صورت مین کہا کہ اللہ تعالےٰ کے سوائے ہم کو کسی کی
قسم نہین کھانا چاہیے ولیکن اللہ تعالےٰ قادر مختار ہے وہ اپنی مخلوق مین سے جس چیز کی چاہے قسم کھاوے اُس چیز کے واسطے البتہ بزرگی و
فخر حاصل ہوا **ابن کیسان** نے کہا کہ عصر سے رات و دن مراد ہے اسلیے کہ رات و دن کو (عصران) یعنے دو عصر کہتے ہین حسن بصریؒ نے کہا کہ
زوال آفتاب سے غروب تک عصر ہے۔ قتادہؒ نے کہا کہ دن کی آخری گھڑی عصر ہے **مقاتل**ؒ نے کہا کہ نماز عصر مراد ہے جسکو صلوٰۃ الوسطےٰ
کہتے ہین۔ یہ قول اولیٰ و ارجح معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ حدیث مین ہے کہ جس شخص کی صلوٰۃ الوسطیٰ جاتی رہے تو گویا اسکے گھر والے
و مال سب جاتا رہا (صحیح) اور اسلیے کہ نماز عصر کے ادا کرنے مین مشقت ہوتی ہے کیونکہ آخری دن مین لوگون کا ہجوم ہوتا ہے اور
بازارون کی خرید و فروخت مین تلے اوپر گرتے ہین اگر کہو کہ ابن عادلؒ نے امام مالکؒ سے نقل کیا کہ جو کوئی قسم کھاوے کہ
مین زید سے عصر تک کلام نکرونگا تو اُسکو لازم ہے کہ سال بھر کلام نہ کرے۔ جواب یہ کہ **ابن العربی**ؒ جو مذہب مالکیہ مین عالم ہین
یہ کہتے ہین کہ امام مالکؒ نے ایک سال اسلیے کہا کہ عصر کے معنے محتمل ہین اور زیادہ سے زیادہ مقدار ایک سال بیان کی گئی ہے
تو احتیاطاً قسم سچی ہونے کے لیے ایک سال رکھے شافعیؒ نے کہا کہ ایک ساعت کلام نہ کرے تو سچا ہوجاوے گا ولیکن اگر
اُسنے اس لفظ سے کوئی خاص نیت کی ہو تو اُسکی نیت پر ہوگا (السراج) **شیخ ابن کثیر**ؒ نے لکھا کہ عصر وہ زمانہ ہے جسمین
آدمیون کے حرکات واقع ہوتے ہین خواہ برے ہون یا بھلے ہون اور مالکؒ نے زید بن اسلم سے روایت کی کہ العصر سے مراد
یہی وقت عصر ہے جو مشہور ہے ولیکن تفسیر مین قول اول مشہور ہے (تفسیر الحافظ رح) اور بعض نے کہا کہ عصر سے زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی قسم ہے۔ ابن عباس رضہ نے دہر مراد لیا اور ایک روایت مین فرمایا کہ دن کی ایک ساعت ہے۔ محدث فریابیؒ و ابو عبید و
عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن الانباری نے روایت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسطرح پڑھا کرتے تھے والعصر
ونوائب الدہر ان الانسان لفی خسر وانہ فیہ الی آخر الدہر الا الذین امنوا الخ۔ اور عبد بن حمید نے ابن مسعود رضہ سے روایت کی

آخر تک پڑھ کے سنا دیتا تھا پھر دونون سلام کر کے جدا ہوتے تھے مترجم کہتا ہے کہ فتح البیان مین شعب الایمان بیہقی اور معجم اوسط طبرانی سے اس روایت کو نقل کیا اور کہا کہ اس کو ابو مزینۃ الدارمی صحابی نے روایت کیا ہے۔ فعلی ہذا شاید عبداللہ بن حصن کی ہی کنیت ہو واللہ تعالے اعلم۔ امام شافعیؒ نے کہا کہ اگر سب لوگ اس سورہ مین غور کرتے تو سب کے لیے گنجائش ہے (ابن کثیرؒ) مراد یہ کہ اسمین علوم کثیرہ ہین اور دین و دنیا کے منافع اسمین جمع ہین واللہ تعالے اعلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

قسم اترتے دن کی مقرر انسان پر ٹوٹا ہے مگر جو یقین لائے اور کیے بھلے کام اور آپس مین تعید کیا سچے دین کا اور آپس مین تعید کیا سہار کا

اس سورۂ مبارک مین اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ انسان کی جنس مرد و عورت سب ہلاکت و خسارت مین ہین انھون نے دنیا اختیار کی اور اللہ تعالے اپنے خالق مالک کو نہ پہچانا اور بعضون نے اپنے قیاس سے اللہ تعالے کا نام ایک ایسی چیز کے واسطے رکھا جسمین الوہیت نہین ہے تو انھون نے بھی نہین پہچانا اور آخرت و قرب منزلت و رضوان رحمت سے بے پروا اور غافل ہوے تو جب تک دنیاوی زندگی چند روزہ باقی ہے تب تک اس خرابی مین اور دنیاے فانیہ پر مغرور رہے جب یہان سے مرے تو یہ محسوسات سب جدا ہوگئین اور وہان موت آنا ولے گئی جہان عذاب الیم ہے۔ سب جنس انسان اسی حالت مین گرفتار ہے سواے ان لوگون کے جو سچی توحید پر ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور باہم ایک دوسرے کو حق پر ثابت رہنے کی اور صبر و تحمل کی وصیت کی تو یہ لوگ البتہ اچھے رہے کیونکہ موت سے یہ لوگ دائمی نعمت مین پہونچے اور دنیا مین بھی انکا کچھ خسارہ نہوا سواے اسکے کہ انھون نے سور کا گوشت نہ کھایا اور گندی شراب نہین پی تو یہ محض نجس چیزین ہین اور باقی پاکیزہ چیزون سے کھانے و پینے و لباس سے اللہ تعالے نے منع نہین فرمایا ہے۔ قال اللہ تعالے۔ وَالْعَصْرِ۔ قسم ہے عصر کی کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ۔ بیشک انسان ضرور خسارت مین ہے ف یعنے بربادی و خرابی مین پڑا ہے۔ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ سواے ایسے بندون کے جو ایمان لائے ف یعنے دل سے اللہ تعالے کی شان کا یقین لائے جس شان کے ساتھ موجود ہے یعنے سب خوبیون والا اکیلا لا الٰہ الا وحدہ لا شریک ہے جس شان سے اللہ تعالے کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے اس شان کے ساتھ یقین لائے۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور کام کیے نیک ف یعنے اپنے جسمانی اعضا و جوارح سے ایسے کام کیے جو اللہ تعالے نے نیک فرمائے ہین حتی کہ شراب چھوڑنا نیک کام ہے اور زنا نہ کرنا نیک ہے اسیطرح سب برائیون سے دور رہنا نیک ہے اگرچہ نفس پر یہ بات گران گزرتی ہے اور اُس سے رہا نہین جاتا اور شیطان اُسکو وسوسہ دلاتا ہے کہ دیکھو اس قدر کثرت سے دنیا مین کفار و مشرکین ہین اور بڑے بڑے عقلمند ہین اور دیکھو کہ اگر خدا کے محبوب نہوتے تو کیون بادشاہت و عزت و ثروت سے ہوتے تو کیونکر تم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہو جو ذلت و فقیری و خواری مین پڑے ہو۔ یہ بندگان صالحین اسکو دور کر دیتے ہین کہ دنیاوی دولت اس دنیا کی چاٹ کے لیے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جمیل بلند ہوا اور معجزات باہرات تمام عرب مین مشہور ہوگئے تو اُس کافر نے چند مدت تک سکوت کیا حتی کہ ایک مرتبہ کچھ اہل یمامہ کو لایا تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد مجھے خلیفہ کرین تو مین اسلام لاؤن جب اُس سے مایوس ہوا تو کہنے لگا کہ ایک قوم پر سردار کرین حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ خبیث مجھسے یہ چھڑی خرما کی مانگے تو نہ دونگا اور آپ نے اکابر صحابہ رض کو اسکے خبث باطن سے آگاہ کیا تھا۔ جب مسیلمہ خبیث یہان سے واپس گیا تو یمامہ والون کو بہکانے لگا یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخر حیات مین اُسنے زور پکڑا اور بعد وفات شریف کے جب اعراب مرتد ہوے تو اُسکا کام کچھ قوت پکڑ گیا تھا کہ خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت خلیفہ اول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اصحاب کا لشکر بھیجا۔ ہرچند کہ یہ لشکر بہت قلیل تھا اور یمامہ کے لوگ باکثرت تھے اور عمدہ ہتھیارون سے مسلح تھے لیکن ثمامہ بن اُثال رض مع اپنی قوم کے الگ ہو گئے اور اسیطرح بعض قبائل الگ ہوے اور اسلام اُنکے دلون مین جم گیا تاہم مسیلمہ کذاب بڑا لشکر لایا اور اللہ تعالے نے اپنے حبیب کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو ایسی قوت دی کہ انھون نے کافرون کو قتل کیا اور مسیلمہ کذاب بھی مارا گیا۔ یہ مختصر حال تھا اور اب مین اُس روایت کی جانب رجوع کرتا ہون جو شیخ ابن کثیر رح نے لکھی ہے کہ قریش نے عمرو بن العاص کو ایلچی کے طور پر یمامہ مین بھیجا شاید اسلیے بھیجا ہو کہ باہمی اتفاق کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کرین۔ مسیلمہ کذاب نے عمرو بن العاص سے پوچھا کہ آجکل تمھارے صاحب پر کیا نازل ہوا ہے (مسیلمہ کذاب کا مطلب یہ تھا کہ تمھاری قوم قریش مین جو پیغمبر ہے اسپر کیا وحی نازل ہوئی ہے) کیونکہ مسیلمہ کذاب یہ دعوی کرتا تھا کہ وہ یمامہ والون کا پیغمبر ہے اور کہتا تھا کہ اے اہل یمامہ بھلا قریش تم سے کس بات مین بڑھکر ہین تم لوگ مال و دولت اور قوت وکثرت سب باتون مین اُن سے بہتر ہو اور قریش مین اگر پیغمبر ہے تو تم مین بھی مسیلمہ پیغمبر ہے اُسپر ہمیشہ جبرئیل وحی لاتا ہے اور قریش کو لکھا تھا کہ زمین آدھی تمھاری ہے اور آدھی میری ہے ولیکن تم ظلم کر کے زیادہ لیتے ہو۔ عمرو بن العاص چونکہ اُس وقت تک اسلام نہین لائے تھے اُس سے کہنے لگے کہ مین نے اُنکے بعضے یارون سے سنا کہ ایک چھوٹا بلیغ پر معانی سورہ پڑھتے تھے وہ یہ ہے۔ والعصر ان الانسان لفی خسر۔ آخر تک سنایا۔ مسیلمہ کذاب نے کچھ دیر سر نیچا کیا پھر سر اُٹھا کر کہنے لگا کہ مجھپر بھی اسکے مثل نازل ہوا ہے وہ یہ ہے۔ یا وبر یا وبر انما انت اذنان وصدر وسائرک حفر نقر۔ ترجمہ اے وبر اے وبر تیرے فقط دو کان اور سینہ ہے اور باقی سب لوچ ہے۔ وبر بلی کے برابر ایک جانور ہوتا ہے اسکے کان بڑے اور سینہ چوڑا ہوتا ہے اور باقی بدصورت ناکارہ ہوتا ہے۔ مسیلمہ پڑھکر کہنے لگا کہ اے عمرو انصاف سے سچ کہنا اپنے صاحب کی جانب داری نہ کرنا تم بتلاؤ کہ کسکا سورہ اچھا ہے۔ مسیلمہ زمانہ سابق مین عمرو بن العاص کا بڑا دوست بنتا تھا۔ عمرو بن العاص کو اُسکے ہذیان بیہودہ پر ایسا غصہ آیا کہ اُس سے بے ساختہ کہنے لگے کہ اے مسیلمہ واللہ تو خود جانتا ہے کہ مین بالیقین جانتا ہون کہ تو جھوٹا ہے ابن کثیر رح نے کہا کہ اس حکایت کے معنے کو خرائطی رح نے اپنی کتاب مساوی الاخلاق مین مسند کیا ہے پھر دیکھو کہ مسیلمہ کذاب نے اس ہذیان سے چاہا کہ قرآن مجید وکتاب حمید کا مقابلہ کرے حالانکہ ایسا لغو کلام کیونکر اعجاز کلام رب العلام کے مقابلہ مین رائج ہوگا چنانچہ عمرو بن العاص جو اُسوقت بت پرستی مین پڑے تھے اُنپر بھی مسیلمہ کا چلن نہ چل سکا۔ طبرانی رح نے مسند کیا کہ عبید اللہ بن حصن نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مین سے دو شخص تھے کہ جب دونون مین ملاقات ہوتی تو جدا ہونے سے پہلے دونون مین ایک اس سورہ کو

ولیکن ہم اولیاء اللہ مشائخ عارفین کے کلمات کو موافق قرآن و حدیث کے پاتے ہین حتی کہ انھون نے فرمایا کہ حدیث
مین ہی کہ سب سے زیادہ تیرا دشمن یہ تیرا نفس ہی جو کہ تیرے دونون پہلو کے بیچ مین ہی۔ ھ۔ ہم نے اسپر یقین کیا اور اس دشمن کے کفر سے
بچنا چاہا تو حدیث دیگر مین ہی کہ تم مین سے کوئی ایمان والا نہین ہوگا یہانتک کہ اسکا نفس تابع ہوجاوے اس چیز کے جو مین
لایا ہون۔ مدمطلب یہ کہ قرآن و حدیث کے تابع ہو پس ہم نے قرآن سے اللہ تعالے کے صفات الوہیت و وحدانیت کو پایا
اور حدیث ظاہری طہارت کے معنے سیکھے اور باطنی طہارت کے معنے سیکھے لیفیے شیطان اپنی سونڈ انسان کے دل پر رکھتا ہی
جب اُسنے اللہ تعالے کو یاد کیا تو خناس ہوجاتا ہی لیفیے فوراً کھسک جاتا ہی اور حدیث سے اخلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سیکھے پس ظاہر و باطن اور دل کی حفاظت مین اہتمام کیا اور بکثرت اللہ تعالے کی یاد کی اور شریعت حقہ کے پابند ہوے۔ ہر چند کہ
نفس نے زور کیا اُسکو دبایا یہانتک کہ نفس دبتے دبتے مرگیا جیسے کسی کو بھوک لگی اور کھانے مین دیر ہی تو وہ مانگتا ہی پھر زیادہ بھوک
لگی حتی کہ وہ مضطرب ہوا ولیکن تیاری مین دیر ہی آخر بھوک مرگئی اسیطرح نفس کی خواہش مرجاتی ہی اور نورانی باطن شریعت کے نیک
اعمال بجالانے مین مستغرق ہی تو آدمی اپنے نفس کو بھول جاتا ہی اور ارادت الٰہیہ اُسمین نزول کرتی ہی یہی نفس کشی ہی اور اس حالت
مین اول مرتبہ ولایت ہی اور ترقی سے کرامت ہی اور یہی واصل بحق بندہ ہی پس یہ بندہ اگرچہ اپنی ذات مین بندہ ہی ولیکن اپنی خودی
سے فراموش ہی جو ارادات آتے ہین تابع شریعت ہین اور اگر بارادت الٰہیہ ہون تو ابدال مین سے ہوجاوے فاحفظہ واللہ تعالے
الہادی الی الحق وہو اطلق لعلی العظیم۔ شیخ رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ یہ یقین یہ کہ قلب سے پردہ کھول دیا جاوے یہ یحییٰ رح کا قول ہے
شیخ فارس رح نے کہا کہ علم الیقین ایسا علم ہی کہ اُسکے ہونے سے اضطراب نہین رہتا اور عین الیقین علم نور ہے کہ اسکو اللہ تعالے
اسرار مین ودیعت رکھتا ہی شیخ خسراز رح نے فرمایا کہ عین الیقین یہ ہے کہ اللہ تعالے انکے اسرار و ارواح کے واسطے
تجلی فرما کر اُنکے قلوب سے حجاب دور فرماتا ہی۔ بعض نے کہا کہ فنا کے بعد بقا یہی عین الیقین ہی والحمد للہ رب العالمین

سورۃ العصر مکیۃ وھی ثلث آیات

اس سورۂ مبارک مین تین آیات ہین چودہ کلمات اور اڑسٹھ حروف ہین (السراج وغیرہ) ابن عباس وجمہور علمائے
روایت ہی کہ یہ سورہ مکیہ ہی اور قتادہ رح سے روایت آئی کہ یہ مدنیہ ہی (ف) خطیب رح نے لکھا کہ ابن عباس و عبادہ رض سے
روایت کیا گیا کہ یہ مدنیہ ہی مترجم کہتا ہے کہ شیخ حافظ سیوطی رح نے اتقان مین اسکے مکیہ ہونے مین کچھ اختلاف ذکر
نہین کیا پس شاید جن روایتون کی سے اختلاف بیان کیا جاتا ہی یہ روایتین ضعیف ہین اور صحیح قول یہ کہ سورۃ العصر
مکیہ ہی۔ شیخ حافظ ابن کثیر رح نے اس سورہ کی فضیلت مین لکھا کہ علمائے سیرت نے راویون سے ذکر کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مبعوث ہوے اسکے بعد عمرو بن العاص بن وائل السہمی جو قریش کے اشراف مین سے تھے اور آخر مسلمان ہوگئے ہین انکو قریش نے
یمامہ بھیجا اور عمرو بن العاص اسوقت تک مسلمان نہین ہوے تھے مترجم کہتا ہی کہ بظاہر اسوقت مسیلمہ کذاب نے قریش مین نبوت
کی خبر سُنکر اپنے لیے نبوت کا دعوی کرلیا تھا کیونکہ وہ یمامہ مین پہلے ہی سے قوم گمراہ کا پیشوا بنا ہوا تھا اسی جہت سے قوله بسم اللہ
الرحمن الرحیم نہین کہتے تھے کیونکہ یمامہ کے لوگ اس خبیث مسیلمہ کو رحمٰن الیمامہ کہا کرتے تھے اور حالات سے ظاہر ہوتا ہی کہ جب

پوچھے جاؤگے (اسناد مرسل) امام احمد وابن مردویہ نے ابو قلابہ رح سے حدیث روایت کی کہ میری امت مین ایسے لوگ ہونگے
کہ گھی وشہد ملاکر میدہ روٹی کے ساتھ کھاوینگے (حدیث مرسل) **ف** **شیخ ابن العربی** رح نے لکھا کہ قولہ تعالے الہاکم التکاثر
الخ - یعنے تمکو دنیا کی محسوسات لذتون نے اور خیالی خواہشون نے غافل کیا کیونکہ تم انکے حجاب مین پڑے اور تم نے ان چیزون مین
اپنا کمال خیال کیا اور اُن چیزون کی لذت مین ایسے غرق ہوے کہ جو باقی نعمتین حقیقی ہین یعنے روحانی کمالات اُنکو نہ جانا بلکہ اُن
متاع دنیاوی مین یہانتک فخر کرنے لگے کہ مال واولاد کی کثرت کو اور باپ دادون کی شرافت کو تم نے مردہ لوگون سے ملایا یعنے
دنیاوی موجودات ہی پر فخر موقوف نہ رکھا بلکہ سڑی ہوئی ہڈیون سے فخر کرنے لگے کیونکہ تم پر حجاب غالب ہو اور خیالات کی لذت
نے ہجوم کیا اور وہم پر شیطان نے اپنا تسلط کر لیا ہی یا یہ معنے کہ تم اسی حجاب ووہم وخیالات مین پڑے رہے یہانتک کہ مرے
اور جاکر قبرون سے ملاقات کی مترجم کہتا ہو کہ یہ قبرون مین ورود بطور زیارت اسلیے فرمایا کہ پھر یہان سے صدور ضرور ہے
جیسے فرمایا یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالہم - یعنے وہ دن ہو کہ جس دن لوگ چلینگے متفرق تاکہ اپنے اعمال دکھلائے جاوین
یعنے قبرون مین اعمال کی صورت تو دیکھ چکے تھے اب ان اعمال کا انجام دکھائے جاوینگے (مترجم) قولہ کلا سوف تعلمون الخ - یہ جھڑکی ہو کہ
تم لوگ جو دنیاوی چیزون مین مشغول ہو اسکا انجام خواب ہی تم لوگ عنقریب جانوگے یعنے جب یہ بدن جو وہم وخیال کا گھر ہی
موت سے خراب ہوگا اور یہ محسوسات کا حجاب دور ہوگا گویا تم خواب سے جاگوگے تو تم کو اُسوقت معلوم ہوگا کہ ان محسوسات ووہمیات مین
مشغول ہونا بد انجام تھا اسلیے کہ یہ چیزین خود بہت جلد فنا ہوگئین اور انکا وبال باقی رہا اور انھین کی آگ مین تم جلتے رہوگے اُسوقت
تمھارا یہ جاننا کچھ مفید نہوگا اسلیے کہ جن اوزار کے ذریعہ سے تم کو کمالات حاصل ہوتے وہ جاتے رہے قولہ تعالے کلا لو تعلمون الخ یعنے اگر
تم نے نورانی لذات کا کچھ مزہ بھی چکھا ہوتا جو حقیقت مین باقیہ ہین تو تم کو البتہ بے انتہا حسرت ہوتی کہ ہاے کس حسیات ووہمیات
مین عمر برباد ہوئی اور کن لا یعنے چیزون مین پڑکے ہم ان حقائق سے غافل ہوے - قولہ تعالے لترون الجحیم الخ یعنے واللہ تم نار جحیم
دیکھوگے پھر ضرور اسکو عیانًا چکھوگے - قولہ لتسئلن الخ **ابن العربی** رح نے اسکے اشارہ مین عجیب معنے بیان کیے چنانچہ کہا
کہ اُس دن تم سے یہ سوال ہوگا کہ نعیم کیا ہی یعنے نعیم وہ دنیاوی چیزین تھین جنکو تم نے جحیم مین دیکھا ہی یا نعیم یہ باقیات صالحات
ہین جن کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے تھے (خلاصہ عرائس مین ہو کہ اللہ تعالے کے کلام سے معلوم ہوا کہ علم الیقین
پہلے ہوتا ہی پھر جب دیکھ لیا تو وہ عین الیقین ہو جاتا ہی حق الیقین یہ ہی کہ بندہ یہ جان لے کہ جحیم اللہ تعالے کے غضب کا مظہر
ومقام ہے ولیکن اُسکی کنہ حقیقت کو نہین پہونچ سکتا ہو اسلیے کہ بندہ حادث ہو اور حق تعالے قدیم ہو اور حادث سے محال ہی
کہ وہ قدیم کی صفت تک پہونچ سکے اور اُسکی کنہ حقیقت جان سکے مترجم کہتا ہو کہ اولیاے امت سب متفق ہین کہ بندے سے
حدوث کی صفت کبھی زائل نہین ہوتی ہو ولیکن عوام الناس بحق ولی کے معنے اپنے قیاس سے یہ لگاتے ہین کہ واصل وہ جو مل گیا
جیسے قطرہ جاکر دریا مین مل گیا اور بعضے منطقی فلسفی خیال کے لوگون نے بعض مشائخ کے قول وحدۃ الوجود کے یہ معنے نکالے کہ
ممکن وواجب مین فقط خیالی اعتباری فرق ہو چنانچہ اگر قید تعیین اعتبار کی جاوے تو ممکن ہو اور اگر اطلاق اعتبار کرین تو یہ واجب
ہو۔ یہ قول ایسے فلسفی دماغ سے سرزد ہوا جو ملاحدۂ یونان کی پیروی مین اپنے آپکو کامل سمجھتا ہی اور شریعت پاکیزہ کے اصول
قرآن وحدیث وحکماے عارفین کے قلبی مقامات سے محض جاہل ہو تو ایسے شخص کی بات وہی یقین کریگا جو شیطان کو اپنا پیشوا بناوے

اسکے زندگی کس کام کی پس وہ اسی لیے جیتا رہا کہ لذیذ چیزین کھاوے اور نرم لباس پہنے اور لہو ولعب مین اوقات صرف کرے اور علم وعمل کی اُسکو کچھ پروا نہین ہے اور نہ انکی تکلیف مین پڑنا پسند کرتا ہے تو ایسے شخص کے حق مین ملامت وسوال ہے برخلاف اسکے جسنے نعمتون ولذیذ طعام سے اللہ تعالےٰ کی عبادت پر قوت چاہی وشکر کیا تو وہ اس حکم سے بہت دور ہے (تفسیر ابوالسعود رح) مترجم کہتا ہے کہ یہ حکم جو شیخ رح نے موافق خطیب رح وغیرہ بیان کیا تو یہ اصل ہے یعنے دلیل شرعی سے یہی حکم ظاہر ہوتا ہے کہ لذیذ طعام وغیرہ جائز ہے ولیکن اسکے ساتھ یہ بھی بیان کرنا ضرور ہے کہ نفس انسانی عادت کا پابند ہوتا ہے اور جب تونے نفس کو اچھے کھانے اور اچھے لباس اور نواڑ کے پلنگ کا عادی کیا تو آیندہ ایسے راحت پسند نفس سے مشقت اُٹھنا مشکل ہے خصوص جبکہ بدن بوجہ کثرت خون وبلغم کے بوجھل ہوا اور نیند کے غلبہ مین مغلوب ہوا تو خود بخود قلب غافل ہوگا۔ پھر اگر کسی وقت مین نفس کو یہ غذا میسر نہوئی تو ضرور ہے کہ خشک غذا سے منہ بناوے اور یہ ناشکری ہے اور خواہ مخواہ اچھی غذا کے لیے وہ دربدر محنت ومشقت مین اوقات رائگان کریگا تاکہ زیادہ روپیہ حاصل کرے جس سے یہ سامان میسر آوے اور جس کسی کے بدن پر لباس عمدہ ہے تو اُسکا نفس ایسے لباس کے لائق فرش عمدہ ومکان نفیس چاہیگا اور جب یہ ہوا تو سواری کا طالب ہوگا۔ اور یہ سب نفس کے لیے خیرات آخرت کے ذخیرہ سے خسارہ ہے اور معلوم ہوا کہ ایک چیز کے سلسلہ سے بہت سے سلسلہ پیدا ہوے اسی لیے اکابر علماء ومشائخ نے عموماً نصیحت کی کہ دنیا سے زہد وبے رغبتی عین سلامتی ہے اور جو اس خبط مین پڑا اُسکو شیطان نے مات دیا پھر واضح ہو کہ بنظر وجوہ یہ بہتر ہے کہ بحسب حال انسان درمیانی چال چلے اور اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے رزاق ہے وہو ارحم الراحمین۔ پھر واضح ہو کہ جن علماء نے یہ کہا کہ سوال مذکور کافرون سے اُسوقت ہوگا جب جہنم مین داخل ہوجاوینگے جیسے قولہ تعالےٰ اذہبتم طیباتکم فی حیوتکم الدنیا۔ یعنے تم لوگ اپنی دنیاوی زندگی مین اپنی لذیذ چیزین لے چکے ہو۔ ف۔ ان علماء کی دلیل یہ ہے کہ اول اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ لترونہا عین الیقین یعنے تم لوگ جحیم کو عین الیقین سے دیکھوگے۔ ف۔ یہ دیکھنا اسی طرح کہ وہ آگ مین داخل ہون کیونکہ دور سے بیشک دیکھینگے تاہم اُسکی حرارت وعذاب کا علم نہوگا کیونکہ وہ کیفیات کی قسم سے ہے تو آزمائش پر ہوگا اسکے بعد فرمایا۔ ثم لتسئلن الخ پھر تم پوچھے جاؤگے۔ ف۔ تو معلوم ہوا کہ جہنم مین داخل ہوجانے کے بعد سوال ہوگا اور بعض دیگر علماء رح نے کہا کہ (ثم) یہان بیان کی تاخیر ہے یعنے پھر ہم یہ بیان کرتے ہین فعلی ہذا محتمل ہوا کہ یہ سوال داخلۂ جہنم سے پہلے ہو۔ واضح ہو کہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ نے زید بن اسلم تابعی سے اس سورۂ مبارک کی پوری تفسیر حدیث سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا۔ الہاکم التکاثر۔ تم کو تکاثر نے غافل کیا۔ ف۔ یعنے طاعت الٰہی سے حتی زرتم المقابر۔ یہانتک کہ تم نے قبرون کی زیارت کی۔ ف۔ یعنے یہانتک غافل رہے کہ تمھاری موت آگئی۔ کلا سوف تعلمون۔ یعنے جب تم قبور مین داخل ہوگے تو جان جاؤگے اور وہ زمانہ قریب ہے۔ ثم کلا سوف تعلمون۔ یعنے پھر جب تم قبرون سے نکلکر محشر مین جاؤگے تو جان جاؤگے اور وہ بھی دور نہین ہے۔ کلا لو تعلمون علم الیقین۔ یعنے کاش تم کو واقفیت ہوتی کہ جب اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوگے تو تمھارے یہ اعمال کیسے ہونگے۔ لترون الجحیم۔ یعنے جحیم ضرور دیکھوگے۔ یہ اسلیے کہ صراط عین وسط جہنم پر رکھا جائیگا تو نجات پانے والا کورا بچا اور جسکے خراش پہونچی وہ بھی بچ گیا اور جو کانٹے مین اُلجھا وہ نار جہنم مین گرا۔ ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم۔ پھر تم اُس روز پوچھے جاؤگے نعیم سے۔ یعنے پیٹ بھرنے اور ٹھنڈے پانی اور گھرون کے سایہ اور تندرستی باعتدال خلقت اور خواب کی لذت

اپنا رسول بھیجا- ۱۵- مترجم کہتا ہی کہ یہ قول لطیف ہی ولیکن کفار مین یہ سمجھ نہین تھی رازی رح نے کہا کہ اولی یہ کہ سب قسم کی نعمتون کو شامل رکھا جاوے اور نعیم بمنزلہ کل ہی اور یہ سب اُسکے اجزا ہین جیسے تریاق بہت سی چیزونکا مجموعہ ہی تو تریاق کہنے سے یہ سب دوائین داخل ہوگئین اسی طرح نعیم مین یہ سب داخل ہین اور واضح ہو کہ نعیم اقسام ہین بعض ظاہر ہین اور بعض باطن ہین یعنے جیسے خوبصورتی ظاہر ہی اور علم وعقل باطن ہین اور بعض بدن سے متصل ہین اور بعض جدا ہین یعنے جیسے مکان وسواری وغیرہ اور بعض دینی ہین اور بعض دینوی ہین اور یہ اجناس فی الجملہ بیان ہوسکتے ہین ولیکن ہر ایک جنس کے تحت مین انواع واقسام ہین اور ہر قسم کے بیشمار افراد ہین تو اُنکا بیان کرنا محال ہی اسی لیے اللہ تعالے نے فرمایا- وان تعدوا نعمۃ اللہ لاتحصوہا- یعنے اگر تم لوگ اللہ تعالے کی نعمت کو شمار کرنا چاہو تو نہین شمار کرسکتے ہو- ۱۵- پھر ہر قسم کی نعمتون کے واسطے علیحدہ لوگ ہین جیسے بدن کی صحت کی کیفیات کو طبیبون سے دریافت کرنا چاہیے ولیکن اگر تو طبیبون کی حالت دیکھے تو تجھے معلوم ہو کہ وہ سب سے زیادہ غفلت مین پڑے ہین اور اسی طرح اللہ تعالی کی نعمتون کو آسمان وزمین وستارون وہوا وغیرہ مین دریافت کرے تو نجومیون وعلم ہیئات والون سے پوچھتا ولیکن تو دیکھے تو یہ لوگ اپنے خالق عزوجل کے پہچاننے مین سب جہان سے بڑھکر جاہل ہین اسیطرح تمام سلطنت وحکومت کی نعمتین بادشاہون سے پوچھتا ولیکن تو دیکھتا ہی کہ بادشاہ خود تمام دنیا سے بڑھکر غافل جاہل ہین اور الہاکم التکاثر- مین پڑے ہین یعنے دنیاوی مال ودولت پر فخر کرتے ہین اور کچھ نہین سمجھتے لہذا ابن السماک رح نے ہارون الرشید خلیفہ سے کہا کہ اگر کبھی خلیفہ شکار مین صید کے پیچھے گھوڑا دوڑا کر ایک بیابان ریگستان مین پڑجاوین جہان سے لشکر تک پہونچتے پہونچتے لُون کے جھونکے سے جان فنا ہوگی اور شدت پیاس سے زبان پر کانٹے پڑگئے ہین بھلا اُسوقت ایک لوٹا پانی کے عوض نصف سلطنت دینی منظور ہوگی- کہو کہ بہت خوشی سے دونگا کہ میری جان بچ گئی- اگر کبھی پیشاب بند ہوکر جان پر بن جاوے تو نصف سلطنت دیدیگا حتی کہ شدت درد مین کل سلطنت سے دست بردار ہوگا تو ہوش کرنا چاہیے کہ تو ایسی سلطنت پر کیا غرور کریگا کہ پیشاب بہانے مین بہتی ہی اور پانی کا لوٹا اُسکی دونی قیمت ہی رازی رح نے لکھا کہ حق یہ ہی کہ سوال بھی سب مخلوق سے ہوگا اسمین مومن وکافر شامل ہین اور نعیم بھی سب چیزون کو عام شامل ہی خواہ وہ ضروری لابدی ہون یا نہون- کیونکہ سب چیزون کو اللہ تعالے ہی کی بندگی مین صرف کرنا واجب ہی اور حدیث مین ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز کسی بندے کے قدم اپنی جگہ سے ہلنے نہین پاوینگے یہانتک کہ اُس سے چار باتون کا سوال ہوجاوے ایک اُسکی عمر سے کہ کس کام مین برباد کی اور دوم اُسکی جوانی سے کہ کس محنت مین لگائی اور سوم اسکے مال سے کہ وہ کہان سے کمایا تھا اور کس صرف مین اڑایا اور چہارم اسکے علم سے کہ اُسکے ذریعہ سے کیا عمل کیا (حدیث صحیح) اور بعض روایات مین سوال اول ودوم اسطرح ہی کہ عمر کس خیال مین گنوائی اور جسم سے کیا محنت اُٹھائی پھر واضح ہو کہ آیات مانند قولہ تعالے قل ہی للذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا- ۱۵- اور قولہ کلوا من الطیبات واعملوا صالحا- ۱۵- اور احادیث وآثار دلالت کرتے ہین کہ اہل ایمان کے لیے لذیذ پاکیزہ غذائین جائز ہین ابوالسعود رح نے لکھا کہ قولہ تعالے ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم کے معنے یہ ہین کہ پھر تم لوگ اس دن نعیم سے پوچھے جاؤگے یعنے ایسی نعیم کا تم سے سوال ہوگا جسکی لذت مین گرفتار ہوکر دین سے غافل ہوے یہانتک کہ مرے کیونکہ یہ خطاب ایسے لوگون سے مخصوص ہی جسکی ہمت ہمہ تن جھک پڑی کہ دنیاوی لہو ولعب اور لذات خورد ونوش حاصل کرے اور اسنے کہا کہ بدون

عطر ساز دن کے محلہ مین بیمار ہو جاتا ہی اور بھنگی کو عطر سے دردسر لاحق ہوتا ہی - ابن ابی حاتم نے باسناد جید مسند کیا کہ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے باپ زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قولہ تعالے ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم - نازل ہوا تو صحابہ رضہ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ہم سے کس نعیم سے سوال ہوگا یہ تو یہی پانی و کھجور ہی آپ نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ عنقریب تم کو نعیم حاصل ہوگی (رواہ احمد و الترمذی و ابن ماجہ - عکرمہؒ نے مرسل روایت کی اُسمین مذکور ہی کہ جب صحابہ رضہ نے یہ بات کہی تو وحی کی گئی کہ گرم ریت سے جوتیان دین اور ٹھنڈا پانی دیا - یہ نعیم سے ہی (ابن ابی حاتم) ابن مسعود رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ نعیم امن و صحت ہی (ابن ابی حاتم) اور زید بن اسلم نے مرسل روایت کی کہ پیٹ بھرنا اور ٹھنڈا پانی و سایہ مکان اور خلقت کا اعتدال یعنے تندرستی اور لذت خواب یہ سب نعیم مین سے ہی (ابن ابی حاتم) سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ شربت شہد - مجاہدؒ نے کہا کہ دنیا کی لذتون مین سے ہر ایک لذت داخل نعیم ہی حسن بصریؒ نے کہا کہ دو وقتہ کھانا - ابو قلابہؒ نے کہا کہ گھی و شہد و روٹی منجملہ نعیم ہی ابن کثیرؒ نے کہا کہ مجاہدؒ کے قول مین سب باتین شامل ہین - علی بن ابی طلحہؒ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ نعیم صحت و تندرستی و کان و آنکھ ہی انسے سوال ہوگا یعنے پوچھا جائیگا کہ تم نے ان نعمتون کو کس کام مین صرف کیا حالانکہ اللہ تعالے خوب جانتا ہی جو کچھ بندون نے کیا - قال تعالے ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا یعنے کان و آنکھ و دل ہر ایک سے سوال کیا جائیگا مترجم کہتا ہی کہ اسمین دو باتین داخل ہین ایک یہ کہ ان اعضاء سے سوال ہو کہ تم سے اس شخص نے کیا کام لیا ہی دوم یہ کہ اس شخص سے سوال ہو کہ تو نے ان سے کیا کام لیا ہی - صحیح مین حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو نعمتین ایسی ہین کہ بہتیرے لوگ اُن سے خسارہ مین پڑے ہین یہ صحت و فراغت ہین (البخاری والترمذی والنسائیؒ وابن ماجہ) اُسکے معنے یہ ہین کہ بہت لوگ ان دونون نعمتون کا شکر نہین ادا کرتے تو خسارہ مین پڑتے ہین (ابن کثیرؒ) مترجم کہتا ہی کہ صحت و تندرستی مین جب انسان کو فکر معیشت سے فراغت ہو تو بہت اچھی طرح سا ان طاعات جمع کر سکتا ہی جو بہت بڑی نعمت ہی ولیکن بہت لوگ اسمین قصور و کوتاہی و غفلت کرتے ہین اسلیے بہت بڑا خسارہ اُٹھاتے ہین فافہم (م) اور ابو بکر البزارؒ نے حدیث ابن عباس رضہ سے مرفوع روایت کی کہ ازار سے اوپر جامہ اور سایۂ دیوار اور روٹی نعمتین ہین کہ قیامت مین بندے سے اسکا حساب لیا جائیگا یا فرمایا کہ سوال کیا جائیگا - امام احمدؒ نے حدیث ابوہریرہ رضہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ اللہ تعالے قیامت مین بندے سے فرمادیگا کہ ای ابن آدم مین نے تجھے گھوڑے پر اور اونٹ پر سوار کیا اور عورتین تیرے جوڑے مین دین اور مین نے تجھے ایسا کر دیا کہ تو بھاری بھرکم سردار بنا پھرتا تھا اب بتلا کہ اسکا شکر کہان ہے (رواہ فی السنن) مترجم کہتا ہی کہ یہ تفسیر ابن کثیر کا خلاصہ ہی اور ان روایات سے معلوم ہوا کہ جو صورتین آب سرد و صحت وغیرہ کی بیان ہوئی ہین وہ فقط مثال کے طور پر ہین اور رازیؒ نے لکھا کہ حسین بن الفضل نے کہا کہ نعیم یہ کہ شریعت آسان کی اور قرآن نازل فرمایا - اور امام باقر رضہ نے کہا کہ یہ عافیت ہی مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین بھی دنیا و آخرت کی عافیت کو بہتر نعمت قرار دیا گیا ہی اور جابر جعفیؒ نے کہا کہ امام باقرؒ نے فرمایا کہ اگر تو کسی کو اپنے گھر مین لاکر دیوار کے سایہ مین بٹھاوے اور ٹھنڈا پانی پلاوے تو گویا اُس پر احسان رکھیگا - مین نے کہا کہ جی نہین - تو فرمایا کہ پھر اللہ تعالے اکرم ہی کہ اس سے احسان رکھے بلکہ نعیم جس سے سوال ہوگا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین قال تعالے لقد من اللہ علی المومنین الآیہ - یعنے اللہ تعالے نے مومنون پر احسان کیا کہ انمین

ہین اور دشمن سامنے ہی جہاد کرتے ہین) توکس نعمت سے ہم سے سوال ہوگا- آپ نے فرمایا کہ تم آگاہ ہو کہ نعمتین عنقریب ملنے والی
ہین- مترجم کہتا ہی کہ اس روایت کی اسناد اچھی ہی اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ سورہ مدینہ مین نازل ہوا کیونکہ جہاد
مدینے مین فرض ہوا ہی اور جواب یہ ہو سکتا ہی کہ یہ سورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر تک صحابہ رض کو سنایا اور شاید دوبارہ
نزول ہو یعنے حکم آیا ہو کہ صحابہ رض کو سناوین تاکہ اس ذیل مین معجزہ کے طور سے خبر دین کہ عنقریب
تم کو فتوحات حاصل ہونگی اور بالفعل مال واولاد کے تکاثر مین غفلت نہونے پاوے مترجم کہتا ہی کہ بظہر یہ معجزہ اور اسی قسم
کے دیگر معجزات اور زمین مین خلافت حاصل ہونا جو آیت مین منصوص ہی یہ سب حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت
مین پورا ہوا تو صریحی بدیہی دلیل ہی کہ ان دونون کی خلافت بالکل حق اور بیشک خلافت نبوت تھی اور اس سے وہی انکار
کریگا جسکے دل کی آنکھین اللہ تعالے نے اندھی کردی ہین کیونکہ صریح بدیہی واقعات سے انکار کیونکر ہوسکتا ہے اور
روافض جو بنائی ہوئی روایتین لاتے ہین کہ انھون نے اہلبیت رضی اللہ عنہم پر کچھ ظلم کیا تو یہ روایتین محض باطل اور
گڑھی ہوئی ہین جو صحابہ رض وتابعین کے زمانہ مین ہرگز کوئی نہ جانتا تھا اور انصاف کر کہ جو بات آیت مین قطعی اور
حدیث مین متواتر اور صحابہ وتابعین مین مشہور معروف اور آنکھون دیکھی متواتر ہی ان سب کو چھوڑ کر جو کوئی ایسی واہیات
باتون پر مغرور ہو تو سواے گمراہی و بے ایمانی کے اُس کا انجام کیا ہی نعوذ باللہ من الضلالۃ- واضح ہو کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ
عنہ کو اللہ تعالے نے قلیل جماعت مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم سے عرب کے بکثرت مرتدین پر فتح دی اور بعد اُسکے
حضرت ابو بکر رض نے شام پر جہاد کیا اور فتوحات حاصل ہوئین پھر آپ نے دو برس چار مہینہ کے بعد وفات پائی اور حضرت عمر رض
کو خلیفہ کیا اور آپ کے عہد مبارک مین قیصر وکسریٰ ومقوقس مصر وغیرہ کی سلطنتین فتح کر لی گئین وللہ الحمد والمنۃ
امام احمد رح نے حدیث عمر رضی اللہ عنہ سے مسند کیا کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر ظاہر ہوے اور آپ کے سر مبارک
سے پانی کا اثر ظاہر ہوتا تھا- ہم لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس وقت ہم لوگ آپ کو طیب النفس (چاق خوش) دیکھتے
ہین آپ نے فرمایا کہ ہان ٹھیک ہی- پھر لوگون نے تونگری کی باتین شروع کین اور اُسکے حالات مین غور کیا تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالے سے تقوی رکھے تو اُسکے لیے تونگری مین مضائقہ نہین ہی اور متقی کے لئے تونگری سے
تندرستی بہتر ہے اور طیب النفس ہونا منجملہ نعیم کے ہی (رواہ ابن ماجہ ایضًا) ترمذی رح نے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز نعیم سے سوال ہونے مین بندے سے جو سب سے اول
سوال ہوگا یہ ہی کہ کیا ہم نے تیرے بدن کو تندرست نہین کیا اور کیا تجھے سرد پانی سے سیراب نہین کیا تھا (رواہ ابن حبان)
مترجم کہتا ہی کہ سرد پانی کی خصوصیت نہین ہی بلکہ مقصود یہ کہ ایسی چیزین جو عموماً غریب وتونگر کو حاصل ہوتی ہین جیسے عرب کے
کے لیے سرد پانی ہی اور سرد ملکون کے لیے آگ ہی- اور واضح ہو کہ بعضے بے تمیز لوگون نے کہا کہ یورپ کے لوگون مین قرآن مجید کی ترغیب
باغ وسایہ وپانی کی نہین اثر کریگی کیونکہ وہان سردی کی شدت ہی مترجم کہتا ہی کہ ای احمق اگر تجھ مین عقل ہوتی تو سمجھ لیتا کہ یہ بلا
صرف دنیا مین ہی اور وہان ہر چیز فرحت ہی ولیکن جہنمی کی طبیعت ہی آگ سے مناسب ہی جیسے شیخ ابن العربی اندلسی
صوفی رح نے فرمایا کہ جہنمی بالطبع آگ سے موافق ہی حتی کہ اگر وہ جنت کی ہوا پاوے تو بیمار ہو جاوے جیسے چمڑے کا کام کرنے والا

اجازت لے اگر جواب نہ ملے تو لوٹ آوے یہ اُسکو معلوم نہ تھا بلکہ خود حضرت عمرؓ کو یہ مسئلہ معلوم نہوا تھا حتی کہ ابو موسی اشعری
سے معلوم ہوا چنانچہ استیذان کی تفسیر مین گزر چکا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام الہیثم کو دعاے خیر دی پھر فرمایا
کہ ابو الہیثم کو مین نہین دیکھتا وہ کہان ہی اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ نزدیک ہی ہم لوگون کے لیے میٹھا پانی
لینے گیا ہی انشاء اللہ تعالے ابھی آتا ہوگا آپ لوگ تشریف لاوین۔ پس اُسنے درخت کے سایہ مین فرش کر دیا اتنے مین
ابو الہیثم رضؓ آیا تو اُن لوگون کو دیکھکر بہت خوش ہوا ابن جریر رح کی روایت مین ہی کہ ابو الہیثم نے کہا کہ الحمد للہ آج مجھپر
اللہ تعالے کا بڑا احسان ہی کہ کسی کی زیارت کرنے کو مجھسے افضل کوئی نہ گیا ہوگا جیسے میری زیارت کو پیغمبر صلی اللہ علیہ
وسلم افضل خلق تشریف لائے ہین اور اپنے اشکیزہ کو درخت خرما کے کوبہ مین لٹکا دیا پھر درخت پر چڑھکر اچھے اچھے
گودھہ خرما کے توڑے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو الہیثم بس کرو آپنے فرمایا کہ ای ابو الہیثم تم نے پوری
گودھین کیون توڑین اور پکے پکے کیون نہ چن لیے (ابن جریر) ابو الہیثم نے کہا کہ یا رسول اللہ مین نے اسلیے گودھین
توڑین کہ آپ لوگ خود اپنی پسند سے چاہین بالکل پختہ کھاوین اور چاہین گدر کھاوین اور چاہین وہ لین جو نیچے کی طرف
سے سرخ ہو چلا ہی اور آپ ہی اپنی نظر سے جو دانہ پسند کرین گودھہ مین سے توڑین (ابن ابی حاتم) پھر چھری لیکر دُنبہ یا بکری
ذبح کرنے چلا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای ابو الہیثم خبردار دودھار بکری ذبح نہ کرنا (یعنے اگر خالی ہو تو ذبح نکرو)
پھر وہ بھیڑ ذبح کر حاضر کی اور آنحضرت صلعم و آپ کے اصحاب رضؓ نے کھائی (ابن جریر رح) پھر ابو الہیثم ٹھنڈا پانی لائے وہ
سب نے پیا (ابن ابی حاتم) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ قیامت مین اس سے پوچھے جاؤگے یہ
نعیم مین سے ہے کہ تم کو تمھارے گھرون سے بھوک نے نکالا تھا پھر تم نے یہ نعمت پائی (ابن جریر رح) اس حدیث کو نسائی
و احمد وغیرہم نے روایت کیا ہی مترجم کہتا ہی کہ خطیب نے لکھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا وہ
لقمہ جو مین نے ابو الہیثم بن التیہان کے یہان کھایا تھا قیامت مین مجھسے اسکا سوال ہوگا فرمایا کہ نہین ای ابو بکر رضؓ بلکہ سوال
تو کافرون سے ہے مترجم کہتا ہی کہ مجھے اس زیارت کا پتہ نہین معلوم ہوا اور تحقیق واللہ اعلم یہ ہی کہ سوال دو
طرح ہوتا ہی ایک سوال بطریق منت و احسان کے جیسے حدیث صحیح مین ہی کہ اللہ تعالے قیامت کے روز مومن کو نزدیک
کرکے اس سے اپنی نعمتون کا اقرار لیگا۔ اور دوم سوال جو بطور حساب کے ہوگا جسکی نسبت حدیث صحیح مین آیا ہے کہ
جس سے حساب لیا گیا وہ ہلاک ہوگا تو ام المومنین صدیقہ رضؓ نے عرض کیا کہ حساب تو آیت مین ہی اور وہ آیت پڑھی آپنے
فرمایا کہ ای عائشہ رضؓ یہ پیشی ہی یعنے مومن کے سامنے پیش کر دیا جاوے گا ولیکن جس سے حساب مین جھگڑا کیا گیا وہ
ہلاک ہو جاویگا پس خلاصہ یہ نکلا کہ اس حدیث مین جو ارشاد ہوا کہ قیامت مین اس سے سوال ہوگا تو مراد یہ کہ منت و
احسان رکھا جاویگا اور ابو بکر رضؓ سے اگر روایت ثبوت ہو تو محاسبہ کے معنے ہین جسکے جواب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ ای ابو بکر تم لوگون سے محاسبہ نہین ہوگا فافہم واللہ تعالے اعلم۔ امام احمد نے محمود بن الربیع رضی اللہ
عنہ چھوٹے صحابی سے روایت کی کہ جب سورہ الہاکم التکاثر آخر تک نازل ہوا تو صحابہ رضؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
کس نعمت سے ہم سے سوال ہوگا یہ تو یہی پانی و کھجور ہی اور تلوارین ہمارے کندھون پر ہین (ہر وقت مستعد قتال

کیا ہی کیا ہم نے تجھے تندرستی نہین دی تھی اور کیا ہم نے تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہین کیا تھا۔ بعض نے کہا کہ ضرورت سے زائد مین سوال ہوگا رازی رحمہ اللہ نے کہا کہ آیت مین ظاہر یہ کہ سب نعمتون سے سوال ہوگا کیونکہ النعیم بالف لام استغراق ہی جب کافرون سے سوال ٹھہرایا جاوے تو بعض کے نزدیک موقف حساب مین ہوگا اور بعض کے نزدیک جہنم مین داخل ہونیکے بعد ہوگا (خلاصۃ السراج) مترجم کہتا ہی کہ جن لوگون نے کہا کہ ضرورت سے زائد مین سوال ہوگا اسکے یہ معنے ہین کہ اگر کسی کو لذیذ قوی غذا کی ضرورت ہو تو بقدر ضرورت کے اُسکے لیے یہ غذا بھی ٹکڑے روٹی کے مانند ہی اور دلیل اس قول کے لیے حدیث ابو عسیب رضی اللہ عنہ ہی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کیے ہوے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات گھر سے باہر نکلے پس میری طرف سے گزرے تو مجھے بلایا مین ساتھ ہولیا پھر ابو بکر رضہ کی طرف گزرے اور انکو بلاکر ساتھ لیا پھر عمر رضہ کی طرف گزرے اور بلاکر ساتھ کر لیا پھر چلے یہانتک کہ ایک انصاری کے باغ مین داخل ہوے اور مالک باغ سے فرمایا کہ ہم کو کچھ کھلاؤ وہ ایک گود خرما کی توڑ لایا اور آپ کے سامنے رکھی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپکے ساتھیون نے اُسمین سے کھایا پھر وہ ٹھنڈا پانی لایا تو آپ نے پیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ قیامت مین اس سے سوال کیے جاؤگے ابو عسیب کہتے ہین کہ یہ سنکر عمر رضہ نے وہ گود لیکر زمین پر دے ماری کہ گدر خرما چھٹک گئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ اسی سے ہم لوگ قیامت مین پوچھے جاوینگے فرمایا کہ ہان سوا ے تین چیزون کے ایک وہ ٹکڑا کپڑے کا جس سے مرد نے اپنی شرمگاہ کو چھپایا اور دوم وہ ٹکڑا روٹی جس سے اُسنے اپنی بھوک کو روک لیا اور سوم وہ حجرہ جسمین اُسنے سردی گرمی سے آرام لیا (رواہ احمد منفردا) **مترجم** کہتا ہی کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ ضرورت سے زائد مین سوال ہوگا اور واضح ہو کہ اس روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اس رات مین آپ مع اصحاب کے بھوکے نہین تھے بلکہ اُس وقت گرمی کی رات مین صرف خرما و آب سرد چاہا تھا اور دوسری روایت مین بھوک کا تذکرہ ہی چنانچہ ابن ابی حاتم نے مسند کیا کہ ابن عباس رضہ بیان کرتے تھے کہ مجھسے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے وقت دھوپ کی طپش مین باہر نکلے تو آپ نے ابو بکر رضہ کو مسجد مین پایا اور فرمایا کہ اس ساعت تجھے کس چیز نے باہر نکالا۔ ابو بکر رضہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ جس چیز نے آپ کو نکالا اُسی نے مجھے بھی نکالا اتنے مین عمر بن الخطاب آئے اُن سے بھی آپ نے فرمایا کہ اس ساعت تجھے کس نے نکالا عمر رضہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ جسنے آپ دونون صاحبون کو نکالا اور عمر رضہ بیٹھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باتین کرنے لگے پھر فرمایا کہ تم مین اتنی قوت ہی کہ اُس باغ خرما تک چلو تو وہان تم کو کھانا پانی اور سایہ ملیگا۔ ہم نے عرض کیا کہ جی ہان تو آپ نے فرمایا کہ اچھا ابو الہیثم بن التیہان انصاری کے یہان چلو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے آگے بڑھے اور باغ کے دروازے پر سلام کرکے تین مرتبہ اجازت چاہی (یعنے فرمایا کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کیا ہم لوگ آوین) ام الہیثم رضی اللہ عنہا یعنے ابو الہیثم کی بی بی دروازے کے پاس چپکی کھڑی تھی اور چاہتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام زیادہ فرماوین ولیکن آپ تین مرتبہ کے بعد پھرے۔ جب ام الہیثم نے دیکھا کہ آپ پھرے جاتے ہین تو وہ دروازہ کھول کر دوڑی اور عرض کرنے لگی کہ یارسول اللہ مین نے واللہ آپ کا سلام سنا تھا ولیکن میرے ماں باپ آپ پر تصدق ہون مین فقط اس وجہ سے نہین بولی کہ آپ سلام زیادہ فرماوینگے (یعنے سلام واللہ تعالےٰ کی رحمت ہمپر زیادہ ہوگی) ولیکن طریقہ سنت یہ کہ تین مرتبہ

بات جان لینا چاہیے کہ یقین - پہلا مرتبہ ہی جب اخلاص حاصل ہوتا ہی یعنے دنیا مین جو کوئی مسلمان ہوا تو وہ دنیا کی طلب و تکاثر سے
نہین بچیگا جب تک اُسکو یقین نہو اور جب یقین آیا تو اب خالص عمل کریگا اور عوام کے لیے یہی آخری مرتبہ ہی اور خاص بندون
کے لیے یہ پہلا مرتبہ ہی خطیب رح نے کہا کہ حدیث مین ہی کہ دلون مین جو بہتر چیز ڈال دی گئی وہ یقین ہی - الخ - اسکا اثر یہ ہوتا ہی کہ جو
حق ظاہر ہوا اُسکو قبول کیا اور حق کے واسطے جو غائب ہی وہ بھی قبول کرتا ہی اور حق کے واسطے حدود پر ٹھہرتا ہی - الحاصل اللہ تعالے نے
اس سورۂ مبارک مین بندون کو ارشاد کیا کہ تم لوگ نادانی سے دنیا کے مال و اولاد کی بہتایت مین غافل ہوگئے اور ایسے بیہوش
ہوکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدایت کرنا بھی نہین سنتے ہو یہانتک کہ قبرون مین اسی حالت سے پہونچ جاؤگے - یہ سب
چیزین چھوڑ جاؤگے اُسوقت ہوش ہوا تو تمہارے کیا کام آویگا - ہوشیار ہوکہ جو کچھ تم سے کہا جاتا ہی وہ ضرور جان جاؤگے کہ ہاے یہ
حق تھا پھر ہوشیار ہوکر ضرور اسکو جانوگے - آگاہ ہوکہ اگر بالفعل یقین کی آنکھ سے دیکھکر جانتے تو دنیا کا تکاثر کیسا بلکہ سب کچھ
بھول جاتے اور ہر گھڑی اللہ تعالے سے عاجزی و زاری کے ساتھ عذاب سے پناہ مانگتے کیونکہ عذاب بہت شدید ہے
اور واللہ تم لوگ ضرور جہنم دیکھوگے بلکہ ضرور اسکو عین الیقین سے دیکھوگے - ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ
پھر اس روز ضرور پوچھے جاؤگے نعیم سے ف اسمین دو معنے جمع ہوسکتے ہین ایک یہ کہ دنیا مین مال و اولاد وغیرہ متاع
کو نعیم سمجھتے ہو یعنے عیش کی نعمت جانتے ہو تو اُس روز تم سے پوچھا جائیگا کہ بتلاؤ وہ نعیم تھی یا عذاب تھا اور آج تم کو کچھ
مزہ یاد آتا ہی - دوم یہ کہ دنیا مین آخرت کے واسطے مخلوق ہوے اور دنیا مین جو چیزین ازقسم صحت و عافیت وغیرہ دی گئین
جب اُنسے آخرت کا سامان کیا جاوے تو بہت اچھی چیزین ہین تو ان نعمتون کو پوچھا جاویگا کہ تم نے کس طرح ان نعمتونکو
برباد کیا خطیب رح نے لکھا کہ قولہ تعالے ثم لتسئلن یومئذٍ عن النعیم - یعنے پھر جس دن تم جحیم کو عین الیقین سے دیکھوگے اُس روز
تم سے نعیم کو پوچھا جاویگا - نعیم وہ چیز ہے جس سے دنیا مین لذت و راحت حاصل ہوتی ہی جیسے تندرستی و ضروریات سے فراغت
ہونا اور امن اور کھانا پینا وغیرہ - یہ سوال بطور حساب کے ہوگا اور مراد نعیم سے ایسی چیزین ہین جو طاعت سے غافل کرین
کیونکہ یہی بیان قرینہ ہی اور نصوص کثیرہ دلیل ہین کہ بدون غفلت کے دنیاوی چیزین جائز ہین جیسے قولہ تعالے قل من حرم
زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق - یعنے کہدے اے پیغمبر صلعم کہ کس نے حرام کی اللہ تعالے کی
زینت جو اُسنے اپنے بندون کے لیے نکالی اور رزق مین سے جو طیبات ہین - کہدے کہ یہ مومنون کے لیے دنیاوی زندگی
مین ہین اور آخرت مین ہین - الخ - اور اللہ تعالے نے فرمایا - کلوا من الطیبات الآیہ - یعنے تم لوگ پاکیزہ لذیذ چیزین کھاؤ
الخ - اور ظاہر آیت دلیل ہی کہ یہ سوال فقط کافرون سے ہوگا اسلیے کہ حسن بصری رح نے بھی یہی فرمایا ہی اور اسلیے کہ کافرون ہی
کو دنیا کی لذات نے اور تفاخر نے اللہ تعالے کی طاعت سے اور اُسکے شکر سے روکا تھا تو اُس دن اسلیے سوال ہوگا تاکہ اُن کو
معلوم ہوجاوے کہ جس بات کو اُنھون نے اپنے واسطے سعادت ٹھہرایا تھا اور مومنون پر فخر کرتے تھے کہ ہم اچھے ہوتے تو اس
نعمت و عیش مین کیون ہوتے اور تم لوگ خدا تعالے کے نزدیک بُرے ہوتے تو فقیری محتاجی مین کیون ہوتے تو اُسدن
اللہ تعالے اُنکو ملامت کریگا تاکہ جان لین کہ یہ امور اُنکے لیے سعادت نہین تھے بلکہ انھین اسباب سے شقی و بدبخت ہوے
بعض نے کہا کہ سوال مومنون و کافرون سب سے ہوگا کیونکہ حدیث مین ہی کہ قیامت مین اول سوال یہ ہوگا کہ نعیم کا کیا شکر

عظیم ہے تو وہ ضرور چھوڑیگا تو معلوم ہوا کہ جسنے دنیا کی طلب اس طریقے سے نچھوڑی تو اُسکو علم الیقین نہین ہے پس ایسے عالم سے پناہ کہ جو عمل نہ کرے نعوذ باللہ من علم لا ینفع و من قلب لا یخشع۔ ایسے علم سے اللہ تعالے کی پناہ جو نفع نہ دے اور ایسے قلب سے اللہ تعالے کی پناہ جو اللہ تعالے کی طرف عاجزی نہ لاوے۔ پھر اللہ تعالے نے فرمایا۔ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ تم ضرور دیکھوگے جحیم کو ف جہنم کو جسکا نام ہاویہ بھی ہے۔ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ا پھر تم اُسکو ضرور دیکھوگے عین الیقین دیکھنا ف قولہ لترون مین لام تاکید و نون تاکید دلیل قسم ہے یعنے واللہ ای بے یقین والو تم ضرور جہنم کو دیکھوگے رازی نے کہا کہ اس مین دلالت ہے کہ یہ دیکھنا خواہ مخواہ ہوگا یعنے اگر تم اپنے خیال پر چھوڑے جاؤ تو کسی طرح نہین بچوگے بلکہ جحیم ضرور دیکھنا پڑیگی مترجم کہتا ہے کہ خطیب نے اسی قدر لکھا کہ اول دیکھنا قلب کی آنکھ سے ہوگا یعنے دوسرا دیکھنا عین الیقین ہے رازی نے کہا کہ اول دیکھنا دور سے ہوگا جیسے قولہ تعالے اذا راتہم من مکان بعید الآیہ یعنے جب دور سے جہنم اُنکو دیکھیگی تو یہ لوگ اُسکا غیظ مین جوش مارنا اور کرخت آواز کرنا سنینگے۔ ھ۔ اور قولہ تعا برزت الجحیم لمن یری۔ یعنے جو دیکھ سکتا ہے اُسکے لیے جحیم ظاہر کی جائیگی۔ ھ۔ اور دوسرا دیکھنا اُسوقت جب اُسکے کنارے پہونچینگے مترجم کہتا ہے کہ آیت مین قسم سے منصوص ہے کہ تم لوگ جحیم کو ضرور دیکھوگے تو یہ ہر شخص کے واسطے عام ہے پس اس سورۂ مبارک کو سنکر جو لوگ لہو دنیا سے باز آئے تو وہ بھی دیکھینگے اور جو کافر ہے وہ بھی دیکھینگے اور تاکید مکرر سے فرمایا کہ عین الیقین دیکھوگے پس جب جہنم محشر مین آویگی تو عین الیقین نظر آویگی اور آخرت کی نظر تیز ہے وہان کچھ غلط و شبہہ نہین ہے اور جو لوگ کافر ہے وہ جہنم مین ڈالے جاوینگے پس حاصل یہ کہ دوبارہ قولہ ثم لترونہا الخ کی تفسیر اسی قدر بہتر ہے کہ محشر مین جب جہنم لائی جاویگی اُسوقت عین الیقین دیکھوگے مترجم نے یہ اسلیے کہا کہ جہنم کے کنارے جاکر یا جہنم کے اندر جاکر دیکھنا فقط کفار کے لیے ہے حالانکہ اس سورۂ مبارک سے بہت لوگ ایمان لائے تو وہ اس حکم مین داخل ہین ولیکن ضرور نہین کہ وہ جہنم مین جاوین اور واضح ہو کہ حدیث سے ثبوت ہے کہ جہنم لائی جاویگی یعنے اُسمین سے ایک ٹکڑا لایا جاویگا تو وہ غیظ مین اسطرح زور سے جوش ماریگی کہ اہل محشر حتی کہ ملائکہ و پیغمبر بھی خوف سے گھٹنون کے بل جھک جاوینگے کیونکہ جہنم غضب الٰہی کا مظہر ہے تو عظمت و ہیبت و ہول و دہشت سے سب عاجزی مین جاوینگے اور اللہ تعالے کی عظمت و جلال کے آگے کوئی چیز وجود نہین رکھتی ہے اور وہ غنی حمید ہے تو ہر ایک خوفناک ہے حتی کہ انبیا اُس روز نفسی نفسی کہینگے ابن کثیر نے اسی حدیث سے تفسیر کی رازی نے لکھا کہ (لترون) مین دو قراءت ہین (ایک) ت کو فتحہ سے اور یہی جمہور کی قراءت ہے (دوم) ت کو ضمہ ہے تو معنے یہ کہ ضرور تم دکھلائے جاؤگے جحیم۔ اور یہ قراءت ابن عامر رح و کسائی رح سے مروی ہے ولیکن دوسری جگہ ثم لترونہا۔ بفتحہ سب کی قراءت ہے تو شاید ابن عامر و کسائی کی قراءت کے معنے یہ کہ تم ضرور جہنم دکھلائے جاؤگے پھر تم اُسکو ضرور دیکھوگے شیخ ابو علی الفارسی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ قولہ لترون الجحیم کے معنے یہ کہ تم لوگ ضرور عذاب جحیم دیکھوگے۔ اسلیے کہ جحیم کا دیکھنا تو مومنون و کافرون سب کے لیے ثبوت ہے جیسے قولہ تعالے ان منکم الا واردہا یعنے تم مین سے کوئی باقی نہ رہیگا مگر آنکہ جہنم سے اُسکا ورود ہوگا۔ تو ضرور یہ معنے ہوے کہ تم لوگ عذاب جحیم دیکھوگے رازی نے کہا کہ جیسے دوسری آیات مین ہے مانند قولہ تعالے اذ یرون العذاب الخ۔ یعنے جب کفار سرکش عذاب دیکھینگے۔ ھ۔ و قولہ تعالے و اذا رای الذین ظلموا العذاب۔ یعنے جب کافر لوگون نے عذاب دیکھا الخ رازی نے کہا کہ

یہ غلط ہی عنقریب جان جاؤ گے جب تم پر موت نازل ہوگی اور ملک الموت تمھاری روح قبض کرنے آویگا۔ ثم کلا سوف تعلمون پھر تم اپنا غلط ہونا عنقریب جان جاؤگے یعنے جب وہان دیکھو گے کہ قیامت مین عذاب پاؤ گے خطیب رح نے کہا کہ اس قول کے موافق سب حالات قیامت و آخرت اسمین جمع ہوگئے کہ قبر و بعث و حشر و عرض و سوال وغیرہ ہولناک امور واقع ہونگے **اقول** بلکہ قبر و اُسکا سوال و عذاب بھی داخل ہے۔

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝

کوئی نہین اگر جانو یقین کر جاننا بیشک تم کو دیکھنا دوزخ پھر دیکھنا یقین کی آنکھ سے

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝

پھر پوچھین گے تمسے اسدن آرام کی حقیقت

كَلَّا - حقا۔ لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ - لعلمتم ما بین ایدیکم۔ یعنے حقا کہ کاش تم علم یقین کے طریقے سے جانتے تو تم کو حال معلوم ہوتا کہ تمھارے آگے کیا معاملہ ہے **ف** مفسرین متفق ہین کہ یہان (لو تعلمون) کا جواب محذوف ہے اور رازی وغیرہ نے اسکی وجہ توضیح سے بیان کردی اور اسکا خلاصہ یہ کہ جواب (لو) نفی کا اثبات ہے اور اثبات ہو تو نفی ہے پس قولہ لترون الجحیم۔ اسکا جواب نہین ہو سکتا کیونکہ (تم ضرور دوزخ دیکھو گے) اگر جواب ہو تو معنے یہ ہون کہ نہین دیکھو گے اور یہ غلط ہے۔ رازی رح نے دوسری وجہ یہ بھی لکھی ہے اور واضح ہو کہ (لو) کا جواب بکثرت حذف کرتے ہین اور قرآن مین بہت واقع ہوا اور ایسے مقام پر حذف جواب سے فائدہ یہ کہ ہر طرف خیال دوڑتا ہے اور ہول و خوف بڑھ جاتا ہے **خطیب** رح نے لکھا کہ حاصل یہ کہ حق لازم یہ ہے کہ دنیاوی تکاثر کی غفلت سے باز آؤ۔ کاش اے کفار تم کو کسی وقت یقین جاننے کا علم حاصل ہوتا تو جان لیتے کہ تمھارے آگے بہت ہولناک معاملہ ہے تو اُس وقت تم اس دنیاوی تکاثر کو بھول جاتے بلکہ تم کو دنیا مین ہنسی نہ آتی اور تم بہت روتے اور گھرون سے نکلکر ٹیکرون پر جا کر اللہ تعالے سے تضرع و زاری کر کے عذاب و خواری سے پناہ مانگتے (السراج) **ابن کثیر** رح نے بھی لکھا کہ کلا لو تعلمون الخ یعنے باز رہو ہوش کرو کاش اگر تم جانتے جیسے یقین کے ساتھ جاننا چاہیے تو تم کو دنیاوی تکاثر کی غفلت کبھی نہ ہوتی بلکہ تم دار آخرت ہی کے طلب مین سرگرم ہوتے (تفسیر الشیخ) واضح ہو کہ کلا۔ یہان جھڑکی ہے **فراء** رح نے کہا کہ یہان بمعنے حقا ہے اور ابن ابی حاتم مفسر رح نے کہا کہ سب جگہ تنبیہ کے واسطے ہے قتادہ رح سے روایت ہے کہ الیقین یہان موت ہے تو معنے یہ ہوے کہ اگر وہ جاننا اسوقت جان لیتے جو موت کے بعد جانوگے تو سب بھول جاتے سوا خوف و رونے و تضرع و زاری کے قتادہ رح سے روایت ہے کہ ہم سے بیان کیا جاتا تھا کہ علم الیقین یہ ہے کہ آدمی یہ جانے کہ ضرور اللہ تعالے اُسکو موت کے بعد اٹھاویگا اس قول کے موافق یہ معنے ہوے کہ اگر تم لوگون کو یہ یقین ہوتا کہ تم ضرور موت کے بعد اُٹھائے جاؤگے تو دنیا کے تکاثر مین غافل نہ ہوتے۔ قولہ علم الیقین کی اضافت سے معلوم ہوتا ہے کہ علم سے یقین خاص ہے۔ واضح ہو کہ مترجم کے نزدیک جو خطیب رح نے مقدر کیا وہ اولی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم الیقین بلکہ عین یقین حاصل تھا اور آپ نے حدیث مین فرمایا ہے کہ واللہ جو مین جانتا ہون اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور بہت روتے اور باہر نکل کر ٹیکرون پر اللہ تعالے سے پناہ مانگتے یعنے تضرع و زاری کرتے اور عذاب سے پناہ مانگتے **(فائدہ)** **رازی** رح نے کہا کہ یہ آیت مین علماء بے عمل کے لیے سخت وعید ہے اسلیے کہ آیت مین دلیل ہے کہ جسکو علم الیقین حاصل ہوا کہ دنیا کے تکاثر مین ذلت

حتی زرتم المقابر۔ تم کو لہو و غفلت مین ڈالا تکاثر نے یعنے دنیاوی مال و اولاد وغیرہ کی مباہات کے شغل نے برابر اسی مین پڑے رہے یہانتک کہ تم نے اپنی قبرون کی زیارت کی۔ یعنے تم کو موت و قیامت و عذاب آخرت سے بچنے کی اور طاعت و خیرات کے وسیلہ سے نعمت آخرت حاصل کرنے کی کچھ فکر نہین ہی کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ کچھ نہین تم عنقریب جانوگے ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ پھر کچھ نہین تم عنقریب جانوگے ف خطیب وغیرہ نے لکھا کہ اسمین جھڑکی و تنبیہ ہی کہ تم لوگ جو دنیا کی زیادتی کو اچھا ہی سمجھتے ہو یہ کچھ نہین ہی۔ اپنی غفلت سے بیدار ہو قریب وقت آتا ہی کہ اپنی غلطی جان جاؤگے پھر ہم کہتے ہین کہ تم غفلت مین خراب ہو بیدار ہو عنقریب اپنی غلطی جان جاؤگے۔ یعنے یہ نصیحت تمھارے لیے رحمت ہی رازی رح نے لکھا کہ حسن رح کہتے تھے کہ خبردار ہو یہ لوگ جو تیرے گرد کثرت سے نظر آتے ہین اس سے دھوکا نہ کھا کیونکہ تو تنہا مریگا اور تنہا اُٹھایا جاویگا اور تجھسے تنہا حساب لیا جائیگا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہی لقد جئتمونا فرادی الخ یعنے تم لوگ ہمارے پاس اکیلے اکیلے آئے جیسے اول مرتبہ اللہ تعا نے تم کو پیدا کیا تھا اور وہ سب چیزین یعنے مال و اولاد وغیرہ جو ہم نے تم کو دنیا مین دی تھین سب چھوڑ آئے (کبیر) حسن بصری رح نے کہا کہ آیت مین وعید کے بعد وعید ہے اور ضحاک نے کہا کہ اول قولہ کلا سوف تعلمون۔ یہ کفار کی طرف خطاب ہی اور دوم قولہ ثم کلا سوف تعلمون۔ یہ مومنون کی طرف خطاب ہی (ابن کثیر رح) خطیب و رازی رح نے کہا کہ اس قول کے موافق اول وعید ہی یعنے ای کافرو تم عنقریب جان جاؤگے کہ تمھارا خیال غلط تھا کہ دنیاوی مال و اولاد اور دولت و ثروت سے اللہ تعالےٰ کے نزدیک بہتری ہوتی ہے جبکہ قبر کے عذاب سے بیدار ہوگے اور آیندہ عذاب کے انتظار مین رہوگے۔ اور دوم وعدہ ہے یعنے پھر اے مومنو تم بھی عنقریب جان جاؤگے کہ تم نے اللہ تعالےٰ و رسول ع کے کلام پر یقین کیا کہ دنیا محض فانی ہی اور آخرت برحق ہی تو مرتے ہی اللہ تعالیٰ کی نعمت تم کو حاصل ہوگی خطیب رح نے لکھا کہ حضرت علی رض سے روایت ہی کہ قولہ تعالےٰ کلا سوف تعلمون۔ یعنے ای کافرو تمھارا زعم غلط ہی عنقریب تم دنیا مین جان لوگے کہ یہ غلط تھا یعنے جب مرتے ہی عذاب مین پڑوگے اور قولہ ثم کلا سوف تعلمون یہ آخرت مین ہے یعنے مکرر دنیا مین نہین بلکہ آخرت کا بیان ہی یعنے پھر تم آخرت مین جان لوگے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا وہ حق ہی جبکہ مومنین جنت مین جاوینگے اور باقی کفار و مشرکین منافقین جہنم ہاویہ مین ڈالے جاوینگے۔ اور احتمال ہے کہ دنیا مین جان لینا اس طرح ہو کہ کفار مقہور کیے جاوین ولیکن جو اوپر بیان ہوا وہ اولی ہی چنانچہ ابن عباس رض سے بھی روایت ہی کہ کلا سوف تعلمون۔ یعنے ای کفار تمھارا زعم غلط ہی تم لوگ عنقریب چند روزہ زندگی کے بعد جان جاؤگے جب قبرون مین تمپر عذاب آویگا۔ ثم کلا سوف تعلمون۔ پھر جب آخرت مین تم عذاب ہاویہ مین ڈالے جاؤگے تب جان جاؤگے کہ تمھارا زعم غلط تھا کہ اس دنیا کے سوائے آخرت نہین ہی۔ زر بن حبیش نے حضرت علی رض سے روایت کی کہ ہم لوگ نہین جانتے تھے کہ عذاب القبر ہوگا کہ نہین ہوگا (یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اب تک ہم سے یہ حال نہین فرمایا تھا) یہانتک کہ یہ سورہ نازل ہوا۔ الھاکم التکاثر حتے زرتم المقابر کلا سوف الخ۔ خطیب رح نے کہا کہ اس سے اشارہ فرمایا کہ کلا سوف تعلمون کے یہ معنے ہین کہ تمھارا گمان غلط ہی تم لوگ عنقریب جان جاؤگے جب قبور مین تمپر عذاب آویگا۔ بعض علماء نے کہا کہ کلا سوف تعلمون کے یہ معنے ہین کہ تم لوگ جو تکاثر مال و اولاد کو بہتری و خوبی سمجھتے ہو

میت کو نفع حاصل ہو۔ مترجم کہتا ہی کہ یہان اسرار مین سے یہ بات ہے کہ جہان سے چاہو میت کو ثواب پہونچاؤ اُسکو پہونچ جاتا ہے
لیکن قبر دیکھکر آدمی کا دل خود سرد ہوجاتا ہی اور قبرستان مین سلام سے کل میت کو ثواب پہونچ جاتا ہی اور ایک تسبیح انکے واسطے
نعمت عظمیٰ ہی حالانکہ زندہ لوگ غفلت مین اسکی کچھ قدر نہین کرتے ہین جب قبر مین جائینگے اُسوقت قدر معلوم ہوگی خطیب رح
نے لکھا کہ قبرون پر نہ بیٹھے۔ جب مقبرہ مین داخل ہو تو کہے السلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون مترجم
کہتا ہی کہ مومنین ومسلمین دونون لفظ حدیث مین آئے ہین لہذا بہتر ہی کہ دونون جمع کر دے اور مغفرت کی دعا وعافیت
بھی مانگے یعنے اسطرح کہے۔ السلام علیکم دار قوم مومنین ومسلمین انتم سلفنا ونحن بالاثر غفر اللہ لنا ولکم وعافانا اللہ وایاکم و
انا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ یعنے اللہ تعالےٰ کی سلامتی ہو تمپر اے دار قوم مومنین ومسلمین تم ہم سے پہلے گئے اور ہم تمھارے
قدم بقدم پیچھے آتے ہین اللہ تعالےٰ ہم کو اور تم کو بخشے اور ہم کو اور تم کو عافیت دے اور ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے
ہین مترجم کہتا ہی کہ دل مین یہ نیت رکھے کہ مومنین صالحین سے ملنے والے ہین خطیب رح نے کہا کہ پھر قبرستان مین اپنی
میت کی قبر تک پہونچے تو اُسکے سامنے سے آکر اُسکی طرف منھ کرکے کھڑا ہوکر اُسکو مکرر سلام کرے اور اُسکے لیے اللہ
تعالےٰ سے رحمت ومغفرت وبلند منزلت کی دعا مانگے (کیونکہ آخرت کے مدارج بہت عالیہ ہین) پھر نظر عبرت سے دیکھے کہ
یہ شخص تھا کہ کس ناز ونعمت سے پالا گیا اور آج اس خاک کے نیچے منقطع ہوگیا اور اپنے خاندان واحباب سے چھوٹ گیا
اور دنیا سے اسکو کچھ تعلق نہین ہی اور غور کرے کہ اسکے بھائی بند ہزارون اس خاک مین مل گئے اُنکی امیدین منقطع ہوگئین
اور دولت مٹ گئی اور اُنکے چہرے پر خاک ہی اور اجزاے بدن گلکر خاک مین مل گئے انکی عورتین بیوہ ہوگئین اور انکی
اولاد یتیم ہوگئی۔ اب اپنے آپ کو دیکھے کہ چند روز مین خود بھی اسی مقام پر آنے والا ہی اور یہی اُسکے بدن کا حال ہونا ہی اسوقت
اعمال صالحہ البتہ ساتھ ہین مترجم کہتا ہی کہ اعمال صالحہ نہایت خوب صورت اُسکے نہایت دلی دوست بلکہ قرابتیون سے بڑھکر
اُسکو محبوب معلوم ہوتے ہین اور اگر کسی کے اعمال برے ہین تو یہ اعمال نہایت قبیح صورت خوفناک دشمن کے مانند
اُسکے ساتھ ہوتے ہین اللہ تعالےٰ ہم کو پناہ دے اور اللہ تعالےٰ کے سوا کسی مین یہ طاقت نہین ہے کہ ان اعمال کو
اُسکے پاس سے جدا کرسکے اسی لئے گناہون سے مغفرت مانگے کیونکہ اگر فرض کرو کہ وہ اکیلا ہوتا تو اچھا تھا یہ نسبت
اسکے کہ وہ ان گناہون مین بدحواس وپریشان ہی اور واللہ تم لوگ ایسی قبیح صورت بیان قیاس نہین کرسکتے ہو
اور لازم ہے کہ میت کے لیے ضرور ان گناہون سے مغفرت مانگے۔ اللھم اغفرلی ذنوبی کلھا دقھا وجلھا ولاتبقھا معی فی
قبری وانت الغفور الرحیم۔ الٰہی میرے سب گناہ چھوٹے وبڑے معاف کرکے مغفور کردے اور میرے ساتھ انکو میری قبر مین
باقی نہ رکھ تو بیشک غفور رحیم ہی تنبیہ اس زمانہ مین بلاے عظیم پھیل گئی کہ لوگ اولیاء کی قبرون پر جاکر گاتے ناچتے ہین اور
اُنسے دنیا کی مرادین مانگتے ہین۔ یہ دنیاے ملعونہ جس سے صالحین بیزار تھے اور اس فعل مین بہت سے کم علم جنھون نے دنیا
کمانے کے لیے عالمون کا لباس اختیار کیا ہی یہ لوگ جاہلون کے ساتھ شریک ہین۔ یہ برعکس معاملہ ہی اور سخت فتنہ ہے
اللہ تعالےٰ ہم سب کو توحید حق کے ساتھ ہدایت دے آمین۔ اور کچھ شک نہین کہ جنکو اللہ تعالےٰ نے ایمان دیا اور آخرت
کے ساتھ یقین عطا کیا انکے سواے سب لوگ دنیا چاہتے ہین اور اللہ تعالےٰ نے مذمت شدید فرمائی کہ الھاکم التکاثر

اعرابی کی عیادت کو تشریف لے گئے اور فرمایا کہ لاباس طہور انشاء اللہ تعالیٰ - مضائقہ نہین ہو انشاء اللہ تعالیٰ پاکیزگی
ہو اُسنے کہا کہ آپ فرماتے ہین کہ طہور ہو بلکہ یہ حمی (بخار) جوش مارنے والا ایک بوڑھے آدمی پر چڑھا یا ہو اسکو قبر کی زیارت کرائیگا
آپ نے فرمایا کہ پھر اچھا یہی سہی ابن ابی حاتم نے حدیث علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم لوگ برابر عذاب القبر مین شک
کیا کرتے تھے یہانتک کہ سورۂ الهاکم التکاثر نازل ہوا (رواہ الترمذی وقال غریب) ابن ابی حاتم نے میمون بن مہران سے
روایت کیا کہ مین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بیٹھا تھا اُنھون نے الهاکم التکاثر حتی زرتم المقابر پڑھا پھر ذرا دیر کے بعد کہا کہ اے
میمون مین مقابر کو فقط زیارت دیکھتا ہون اور زیارت کرنے والے کے لیے ضرور ہو کہ اپنے گھر جاوے - ابو محمدؒ نے کہا کہ مراد یہ تھی کہ اپنے گھر یعنی
جنت یا دوزخ مین واپس جاویگا ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسی طرح روایت ہو کہ ایک اعرابی نے ایک شخص سے سُنا کہ اُسنے یہ آیت پڑھی
حتی زرتم المقابر تو اعرابی کہنے لگا کہ قسم ہے رب کعبہ کی کہ لوگ اٹھائے گئے اعرابی کا مطلب یہ تھا کہ زیارت کرنے والا وہان سے دوسری
جگہ ضرور جاتا ہو تو ضرور قبرون سے اُٹھائے جاوینگے - الحاصل قولہ تعالیٰ الهاکم التکاثر حتی زرتم المقابر - کے معنے یہ ہین کہ اے لوگو تم کو
دنیا مین مال واولاد کی بہتایت کی حرص نے آخرت وقارعہ کی فکر سے غافل کر دیا یہانتک کہ تم مقابر کی زیارت کرنے والے ہو گئے خطیبؒ
نے بھی اسی قول کو اختیار کیا یعنے الهاکم التکاثر - تم لوگ مال واولاد وغیرہ کی کثرت مین مشغول ہو کر طاعت الٰہی سے جو عذاب و
غضب سے نجات دلاوے برابر غافل رہے - حتی زرتم المقابر - یہانتک کہ تم نے مرکر اپنی قبرون کا منھ دیکھا - خلاصہ
یہ کہ تم لوگون نے اپنی تمام عمر دنیا کی طلب مین کھوئی یہانتک کہ تمھاری موت آئی اور اُس وقت بھی تم اسی مین پڑے تھے سوائے
دنیا کے تم کو کچھ فکر نہ تھی - عرب اپنے محاورہ مین میت کو کہتے ہین کہ اُسنے اپنی قبر کی زیارت کی - قتادہ رح سے روایت ہو کہ یہود
نے باہم تفاخر کیا کہ ہم لوگ بنی فلان سے زیادہ ہین اور وہ لوگ بنی فلان سے بڑھکر ہین اسی لہو وغفلت مین رہے یہانتک کہ
گمراہی مین مرے قرطبیؒ نے کہا کہ قرآن مین مقابر کا ذکر فقط اسی سورہ مین آیا ہو - ابن عادلؒ نے اعتراض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
اماتہ فاقبرہ الخ یعنے اللہ تعالیٰ نے انسان وغیرہ مخلوق کو پہلے پیدا کیا پھر اسکو موت دیکر قبر مین رکھا پھر جب چاہیگا اُسکو
اُٹھاویگا خطیبؒ نے کہا کہ قبور کا ذکر نہین ہوا بلکہ دفن کرنیکا ذکر ہو - واضح ہو کہ قبرون کی زیارت کرنا سخت دل کے لیے
سب سے بہتر علاج ہو اسلیے کہ اس سے موت وآخرت یاد آتی ہو اور اس سے سخت دل بھی نرم ہو کر دنیاوی خیالات واسکے
امیدون سے سرد ہو کر دنیا سے بے رغبت ہوتا ہو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نے تمکو زیارت قبور سے منع کر دیا تھا اب
قبرون کی زیارت کیا کرو کہ وہ دنیا سے بے رغبت کرتی اور آخرت یاد دلاتی ہو (صحیحین) اور حدیث ابوہریرہ رضؓ مین ہو کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتون پر لعنت فرمائی جو قبرون کی زیارت کرین - اس حدیث کی تفسیر مین علماء رح نے کہا کہ اسکا
سبب یہ ہو کہ عورتون مین صبر کم ہوتا ہو اور اس وجہ سے جی چھوڑ کر پریشان ہو جاتی ہین لہذا عورتون کے لیے قبور کی زیارت
مکروہ ہے ہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کی زیارت عورتون کو مکروہ نہین ہو بلکہ مسنون ہو اور اسی ذیل مین
باقی انبیاء واولیاء داخل ہین (آداب) جو شخص قبرون کی زیارت چاہے تو اُسکو لازم ہو کہ زیارت کا ادب سیکھے اور دل
حاضر رکھے اور خالی قبرون مین پھر آنا شیوہ نہو جیسے جانور بھی قبرستان مین پھرتے ہین بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے زیارت
کرنے جاوے اور یہ قصد ہو کہ اللہ تعالیٰ اسکو ایسی عبرت عطا کرے جس سے اسکا دل درست ہو اور جو کچھ ذکر ودعا پڑھے اُس سے

یہ بات ان لوگون پر گران گزری تو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ اجعلتم سقایۃ الحاج الآیہ۔ یعنے حضرت علی رضؓ وغیرہ نے مجاہدین کی
فضیلت بتلائی اور انکے مثل کسی کا فعل نہین رکھا اور اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا کہ
اما بنعمۃ ربک فحدث یعنے اپنے رب تبارک وتعالےٰ کی نعمتین بیان کر پس معلوم ہوا کہ تکاثر ہر چیز مین برا نہین ہو بلکہ علم وطاعت
واخلاق حمیدہ مین تکاثر اچھا ہی جب یہ گمان ہو کہ لوگ اُسکی پیروی کرینگے۔ مترجم کہتا ہو کہ رازی رح نے خود لکھا کہ تفاخر و
تکاثر ایک ہی چیز ہے اور میرے نزدیک تفاخر و تکاثر مذموم ہو ولیکن اللہ تعالےٰ کی نعمت بیان کرنا بدون فخر کے بہتر ہے
جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اولاد آدم کا سردار ہون اور کچھ فخر سے نہین کہتا ہون۔ پھر رازی رح نے بنو عبد مناف
اور بنو سہم کے باہم تفاخر و تکاثر کی روایت لکھکر کہا کہ یہ روایت ظاہر قرآن سے موافق پڑتی ہو کیونکہ۔ زرتم المقابر صیغۂ
ماضی ہو تو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ گزر چکا جیسے اس روایت سے معلوم ہوا۔ گویا اللہ تعالےٰ انکو تعجب دلاتا ہو کہ اچھا مانا کہ تم دونون
مین سے ایک قبیلہ دوسرے سے شمار اولاد وغیرہ مین زیادہ نکلے تو پھر اس سے تم کو کچھ فائدہ ہوا۔ واضح ہو کہ زیارت کے معنے یہ
کسی مقام پر دیکھنے جانا۔ یہ بات بہت مطالب سے ہو سکتی ہو ولیکن سب سے زیادہ اہتمام کے قابل یہ ہو کہ دل نرم ہو اور دنیا
کی محبت دل سے زائل ہو کیونکہ قبرون کی زیارت سے اور انکی حالت دیکھنے سے یہی بات پیدا ہوتی ہو جب ہوش سے ہو چنانچہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے تم لوگون کو زیارت قبور سے منع کر دیا تھا اب تم لوگ زیارت کیا کرو کیونکہ اس
سے تمھارے دل نرم ہونگے اور آخرت یاد آویگی (صحیحین) پھر جب ان دونون قبیلون نے قبرون مین جاکر تفاخر و تکاثر کیا تو
دل ایسے سخت ہین اور دنیا مین ایسے غرق ہین کہ معاملہ الٹا واقع ہوا پس اللہ تعالےٰ نے مذمت فرمائی اور تعجب دلایا۔ مترجم
کہتا ہو کہ یہ قول کہ زرتم المقابر کے معنے قبرون کو دیکھنے گئے بچند وجوہ مخدوش ہو اور قول اول یہ کہ زرتم المقابر۔ اپنی قبرون کی زیارت
کرو۔ **رازی** رح نے لکھا کہ اسکے معنے یہ کہ اموال کی بہتایت کی حرص نے تم کو آخرت کے سامان طاعت سے غافل
کر دیا حتی کہ تم نے اپنی قبرون کی زیارت کی یعنے اسی حالت پر مر گئے اگر کہو کہ اسمین دو طرح اشکال ہو (اشکال اول) یہ کہ زیارت کرنے والا
کچھ دیر ٹھہر کر چلا جاتا ہو حالانکہ اپنی قبر مین جانے والا وہان رہیگا تو زیارت کے معنے کیونکر ہوے (اشکال دوم) یہ کہ زرتم المقابر بصیغۂ ماضی ہے
تو تم مستقبل کے معنے کیونکر بیان کرتے ہو (جواب اشکال اول) یہ ہو کہ زیارت کرنے والا اُسی وقت نہین چلا جاتا بلکہ مدتون ٹھہرتا ہے
ولیکن یہ بات البتہ ضرور ہو کہ وہان سے چلا جاوے تو قبرون سے بھی یہ لوگ جانے والے ہین اسلیے کہ چند روز بعد نکلکر میدان
حشر مین جائینگے (جواب اشکال دوم) یہ ہو کہ یا تو اسکے واسطے جو موت کے کنارے لگا ہو یا گزرے لوگون کے حال سے انکو نصیحت
کی یا یہ سورۂ قیامت مین، اللہ تعالےٰ سنا دیگا کہ تم نے دنیا مین اسطرح غفلت کی یہانتک کہ قبر مین آئے۔ یہ کبیر کا خلاصہ ہے اور
خطیب وغیرہ نے کہا کہ ماضی کا صیغہ اسلیے کہ ایسا واقع ہونا تحقیق ہو جیسے قیامت آنے والی ہو اسلیے فرمایا کہ۔ اتی امر اللہ۔ اللہ تعالیٰ
کا حکم آگیا ہو۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ قتادہ رح نے کہا کہ وہ لوگ آپسمین کہا کرتے کہ ہم لوگ بہ نسبت بنی فلان کے زیادہ ہین اور فلان قوم
سے مال و دولت مین زیادہ ہین حالانکہ یہ لوگ ہر روز گرتے جاتے ہین واللہ برابر یہی کرتے رہینگے یہانتک کہ سب کے سب قبرون
کے رہنے والے ہو جاوین۔ صحیح قول یہ ہو کہ حتی زرتم المقابر۔ کے یہ معنے ہین کہ حتی صرتم الیہا و دفنتم فیہا۔ یہانتک کہ تم قبرون
مین پہونچنے والے اور ان مین مدفون ہونے والے ہو جاؤ۔ حدیث مین روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ...

ابن عساکر رح نے احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انھون نے ایک شخص کے ہاتھ مین ایک درم دیکھکر فرمایا کہ یہ درم کسکا ہی اُسنے کہا کہ میرا درم ہی احنف رض نے کہا کہ یہ تیرا درم اُس وقت ہو گا کہ جب تو اُسکو کار ثواب مین یا شکر مین خرچ کرے مترجم کہتا ہی کہ یہ سب اس صورت مین ہی کہ ((زرتم المقابر)) کے معنے یہ کہ تم جاکر اپنی اپنی قبر کی زیارت کر دا در بعض نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ تم تکاثر مین غافل ہوے یہانتک کہ تمنے قبرون کی زیارت کی یعنے وہان بھی تم کو غفلت نے نہ چھوڑا اور زیارت قبر سے یہ فائدہ تھا کہ آدمی عبرت حاصل کرے کہ وہ بھی اسی طرح مٹ جانے والا ہی ولیکن تم کو تکاثر نے ایسا غافل کیا تھا کہ تم کو قبرون کی زیارت سے بھی کچھ اثر نہوا ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن ابی حاتم نے باسناد جید روایت کی کہ ابن بریدہ تابعی نے کہا کہ اس سورہ کا نزول انصار کے دو قبیلہ بنی حارثہ اور بنو حارث کے حق مین ہوا جنھون نے باہم تفاخر و تکاثر کیا یعنے ہر ایک نے دعوی کیا کہ ہم کو تم سے زیادہ کثرت وفخر حاصل ہی پس ایک قبیلہ نے کہا کہ بھلا تم مین مثل فلان وفلان وفلان کے ہین اور دوسرے نے اپنے قبیلہ مین اسی طرح شمار کیے اور یہ لوگ زندہ موجود تھے پھر دونون قبیلہ کہنے لگے کہ چلو قبرون مین دیکھو پس جاکر ایک قبیلہ نے اپنی قبرون کی طرف اشارہ کیا کہ ہم مین مثل فلان وفلان وفلان کے کون شخص ہوا اور دوسرے نے بھی اپنی قبرون کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ مثل فلان وفلان وفلان کے تم مین کون شخص ہوا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا کہ الہٰکم التکاثر حتی زرتم المقابر- یعنے ان قبرون کے دیکھنے سے تم کو عبرت ہونی چاہیے تھی (ابن کثیر رح) دیگر تفاسیر مین ہے کہ مقاتل رح وقتادہ وغیرہ نے کہا کہ یہ سورہ دربارۂ یہود کے نازل ہوا جب انھون نے باہم کہا کہ ہم لوگ بہ نسبت بنو فلان کے زیادہ ہین اور بنو فلان بہ نسبت بنی فلان کے زیادہ ہین اُنکو اسی تکاثر و تفاخر نے غفلت مین رکھا یہانتک کہ مر گئے مترجم کہتا ہے کہ ابن بریدہ رح کی روایت سے اور مقاتل وغیرہ کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ سورہ مدینے مین نازل ہوا حالانکہ یہ جمہور کے خلاف ہی کہ سورہ مکیہ ہی ولیکن یہ معنے ہو سکتے ہین کہ مدینے مین یہ سورہ اس حالت مین تنبیہ کے لیے مکرر نازل ہوا اور کلبی رح نے کہا کہ قریش مین دو قبیلہ بنی سہم اور بنی عبد مناف نے اسیطرح تکاثر پر تفاخر کیا ہر ایک نے کہا کہ ہم لوگ شمار مین زیادہ اور عزت ومال مین بھی زیادہ ہین پس بنو عبد مناف زیادہ نکلے بنی سہم نے کہا کہ چلو قبرون کے مردے شمار کرین تو بنو سہم زیادہ نکلے پس اللہ تعالے نے نازل کیا- الہٰکم التکاثر الخ- یعنے تم زندون ہی پر راضی نہوے یہانتک کہ تم نے جاکر مردون پر تفاخر کیا کلبی رح نے کہا کہ اسلام مین اپنے اشراف وسردارون پر تکاثر و تفاخر کیا تھا مترجم کہتا ہی کہ اگر کلبی رح کی یہ غرض ہی کہ اسلام مین ہر ایک قبیلہ مین زیادتی کیونکر ہی تو مشکل ہی اسلیے کہ ہجرت سے پہلے یہ لوگ اسلام نہین لائے تھے اور اگر یہ غرض ہے کہ زمانہ اسلام شروع ہو چکا تھا یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابلاغ وحی کا حکم ہو چکا تھا پھر اس صورت مین اگرچہ یہ سورہ مکیہ ہوا ولیکن چونکہ وہ لوگ مسلمان نہین ہوے تھے اسلیے انکو اس سے کچھ نصیحت نہین ہو سکتی تھی اور ابو السعود رح کی تقریر سے ظاہر ہوتا ہی کہ مسلمان ہونے کے بعد یہ تفاخر کیا تھا اور یہ بعید ہی رازی رح نے لکھا کہ آیت مین یہ دلیل کہ تفاخر و تکاثر مذموم چیز ہے اور عقل بتلاتی ہی کہ حقیقی خوبیون مین تکاثر و تفاخر برا نہین ہی اور اسی قسم سے وہ تفاخر ہی جو عباس بن عبد المطلب نے فخر کیا کہ حاجیون کو پانی پلانا ہمارے قبضہ مین ہی اور شیبہ نے فخر کیا کہ خانہ کعبہ کی کنجی ہمارے ہاتھ مین ہی یہانتک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے اپنی تلوار سے شرک وکفر کی ناک کاٹ ڈالی تب تم لوگ مسلمان ہوے

ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی۔ اَلْھٰىكُمُ التَّكَاثُرُ۔ غفلت مین ڈالا تم کو تکاثر نے ف باہم ایک
نے دوسرے سے بڑھکر مال واولاد وغیرہ دنیاوی چیزون مین کثرت چاہی اور اسی مین سعی کی تو دنیا کی آرایش نے تم کو اپنی
محبت مین لبھا کر آخرت سے غافل کردیا اور برابر تمہارا یہی حال رہا۔ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ۔ یہانتک کہ تم نے قبرون کی زیارت
کی ف یعنے یہانتک تم کو طلب دنیا و تکاثر مین غفلت رہی کہ تمہاری موت آئی اور تم نے جاکر اپنی قبر کی زیارت کی اور
مقبور دفن ہوگئے۔ ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الھاکم التکاثر
یعنے دنیاوی مال واولاد کی تکاثر کی خواہش نے تم کو اللہ تعالے کی طاعت سے غفلت مین ڈالا حتی زرتم المقابر یہانتک کہ
تمہاری موت آگئی (حدیث مرسل) حسن البصریؒ نے کہا کہ الھاکم التکاثر یعنے غفلت مین ڈالا تم کو اس خواہش نے کہ
کس کے پاس مال زیادہ ہو اور نرینہ اولاد بہت ہو۔ واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ کردیا کہ آدمی کی حرص
کبھی کم نہین ہوتی ہی چنانچہ آپ نے فرمایا کہ لو کان لابن آدم واد من ذہب الحدیث۔ یعنے اگر فرزند آدم کے پاس ایک
وادی بھر کے سونا ہو تو وہ دوسرا وادی بھر کے مانگے اور اگر دوسرا وادی بھر پاوے تو تیسرا وادی بھر مانگے۔ آدمی کے خالی
پیٹ کو کوئی چیز نہین بھرتی سوائے خاک کے اور جو کوئی اللہ تعالے کی طرف رجوع لاوے اللہ تعالے اُسکی توبہ قبول کرتا ہی
۔ھ۔ بخاریؒ نے حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم لوگ یہ سمجھا کرتے تھے کہ یہ کلام (لو کان لابن آدم الخ)
یعنے اگر فرزند آدم کے لیے وادی بھر سونا ہو الخ یہ قرآن مین سے ہے یہانتک کہ سورۂ الھاکم التکاثر نازل ہوا
(الصحیح) مترجم کہتا ہی اسی سے سعدی علیہ الرحمہ نے ایک تاجر سے جو ہندوستان سے روم وشام تک کے دور دراز
خیالات کے بعد گوشہ گیری اختیار کرنا ظاہر کرتا تھا کہا کہ ؎ آن شنیدستی کہ در صحراے غور + بار سالارے بیفتاد از ستور
گفت چشم تنگ دنیادار را + یا قناعت پر کند یا خاک گور ۔ یعنے تو نے یہ حکایت سنی کہ ایک سالار تاجر کا بار گرگیا اُسکی بدھیا بیٹھ
گئی۔ تو اُسنے کہا کہ دنیادار کی تنگ آنکھ کو یا قناعت بھرتی ہی یا قبر کی خاک بھرتی ہی (م) امام احمدؒ نے عبد اللہ بن الشخیرؓ سے روایت
کی کہ جب مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پہونچا تو آپ یہ فرماتے تھے کہ (الھاکم التکاثر) تم کو بہتایت
کے لالچ نے غفلت مین ڈال دیا۔ آدمی کہا کرتا ہی کہ میرا مال میرا مال۔ بھلا تیرا کچھ مال ہی سوائے اُسکے جو تو نے کھا کر برباد کیا
یا پہنکر پھاڑ ڈالا یا صدقہ کرکے ذخیرہ لے گیا (رواہ مسلم والترمذی والنسائی) اور حدیث ابوہریرہؓ مین ہی کہ بندہ میرا مال میرا مال
کہا کرتا ہی حالانکہ اُسکے مال سے اُسکے لیے تین چیزین ہین۔ وہ جو کھا کر فنا کیا یا جو پہنکر پھاڑ ڈالا یا وہ جو صدقہ کرکے ذخیرہ
لیگیا اور اسکے ماسوائے جو کچھ ہی تو اُسکو دوسرون کے لیے چھوڑ کر چلا جانے والا ہی (رواہ مسلم) امام بخاریؒ نے حدیث انسؓ
سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میت کے پیچھے تین چیزین جاتی ہین پھر دو چیزین پھر آتی ہین
اور ایک اُسکے ساتھ رہتی ہی میت کے پیچھے اُسکے لوگ ومال وعمل جاتے ہین پھر اسکے لوگ ومال واپس آتے ہین
اور میت کا عمل اُسکے ساتھ رہجاتا ہی (رواہ مسلم والترمذی والنسائی) امام احمدؒ نے حدیث انسؓ سے روایت
کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ آدمی بوڑھا ہوجاتا ہی اور اُسکی دو چیزین نوجوان ہوجاتی ہین ایک حرص
اور دوم امیدین (رواہ البخاری ومسلم) یعنے دنیا مین زندگی کی ہوس بڑھتی ہے اور طول طویل امیدین لگاتا ہے

باہم ایک دوسرے پر فخر کریں اور تمام عمر کوشش کے بعد جب آدمی مرا تو یہ جسم خاک میں سڑنے کے لیے چھوڑا اور اس مال و متاع کے لالچ میں وہی اولاد جن پر فخر کرتا تھا یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح جلد مرے تو ہم لے لیں پس یہ تفاخر کا سامان سب انکے واسطے چھوڑ کر تنہا چلا گیا پھر کبھی اس دنیا کی صورت نہ دیکھیگا اور وہاں نار حامیہ میں ڈالا گیا جہاں سے کبھی نہ نکلیگا نعوذ باللہ من ذالک- لہذا اللہ تعالے نے نار حامیہ کا حال بیان کر کے بندوں کے لہو ولعب اور غفلت وجہالت کا ذکر کیا یعنے سورۃ الھاکم التکاثر نازل فرمایا- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میں سے آدمی سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ہزار آیتیں پڑھے صحابہ رضہ نے کہا کہ یا حضرت یہ کس سے ہوسکتا ہے کہ ہزار آیات پڑھے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ سورۃ الھاکم التکاثر تلاوت کرے (رواہ الحاکم والبیہقی) **امام منذری** رح نے کہا کہ اس اسناد کے راوی سب ثقہ ہیں سوائے اتنی بات کے کہ میں عقبہ رح راوی کو نہیں پہچانتا ہوں- حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے رات میں ہزار آیتیں پڑھیں تو وہ اللہ تعالی سے ملیگا اس حال سے کہ اللہ تعالے اُسکے سامنے ہنستا ہوگا- عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ پھر ہزار آیات کس شخص میں پڑھنے کی طاقت ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم الھاکم التکاثر- آخر تک پڑھی- پھر فرمایا کہ قسم اس پاک کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ یہ سورہ ہزار آیت کے برابر ہے **رواہ الخطیب**
عبد اللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا ہوں تو آپ یہ پڑھتے تھے الھاکم التکاثر- ایک روایت میں ہے کہ آپ پر الھاکم التکاثر نازل ہوا تھا اور آپ فرماتے تھے کہ آدمی کہا کرتا ہے کہ یہ میرا مال ہے وہ میرا مال ہے اور بھلا تیرا کچھ مال ہے سوائے اُسکے جو تو نے کھالیا اور فنا کر دیا- رواہ مسلم والترمذی والنسائی وغیرہم- اور امام مسلم نے اس حدیث کو ابوہریرہ رضہ سے بھی روایت کیا ولیکن اُسمیں سورہ نازل ہونیکا یا اسکی تلاوت کا کچھ ذکر نہیں ہے بلکہ اسطرح ہے کہ بندہ کہتا ہے کہ یہ میرا مال ہے وہ میرا مال ہے حالانکہ اسکے مال سے کچھ نہیں ہے سوائے تین چیزوں کے جو کھالیا وہ فنا کر دیا اور جو پہنا وہ پھاڑ ڈالا اور جو صدقہ دیا وہ ذخیرہ کر لیا اور جو کچھ اسکے سوائے رہا اسکو لوگوں کے لیے چھوڑ کر جانے والا ہے (رواہ مسلم وغیرہ) مترجم کہتا ہے کہ عبد اللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سورہ پڑھتے پایا تھا تو گمان کیا کہ یہ ابھی آپ پر نازل ہوا ہے حالانکہ یہ سورہ مکہ معظمہ میں نازل ہوچکا تھا ولیکن بخاری کی روایت سے مدینے میں نزول ظاہر ہوتا ہے- جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم پر سورۃ الھاکم التکاثر پڑھنے والا ہوں پس جو کوئی رویا اُسکے لیے جنت ہے پھر آپ نے یہ سورہ تلاوت فرمایا تو ہم میں سے بعضے روے اور بعضے نہیں روے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں نے چاہا کہ رونا آوے ولیکن نہیں آیا تو آپ نے فرمایا کہ میں دوبارہ پڑھتا ہوں جو رویا اُسکے لیے جنت ہے اور جسکو خود رونا نہ آوے تو وہ اپنے آپکو رُلادے- رواہ البیہقی والحکیم الترمذی ولیکن بیہقی نے کہا کہ اسکی اسناد ضعیف ہے فتح البیان اور احادیث کا ذکر کر آویگا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

غفلت میں رکھا تمکو بہتایت کی چاہت نے یہاں تک کہ جا دیکھو قبریں - کوئی نہیں آگے جان لوگے - پھر بھی کوئی نہیں آگے جان لوگے

کر ستر گونہ کی تعداد کچھ تعیین نہین ہی بلکہ مقصود یہ کہ اس سے بکثرت زیادہ تیز ہی چنانچہ امام احمدؒ نے ایسی اسناد سے جو امام مسلم کی شرط پر صحیح ہی حدیث ابوہریرہ رض سے مرفوع روایت کی اور اُسمین ننانوگونہ مذکور ہی اور یہ بھی واضح رہے کہ اس سے انسان کے حواس مین نار جہنم سے خوف دلانا مقصود ہی پس اگر ہزار گونہ بیان کی جاوے تو بھی مبالغہ نہین ہی ولیکن اکثر لوگون کے حواس منکر ہوجاتے ہین اس لیے عوام کے حواس کا لحاظ رکھا گیا اور سمجھدار جانتا ہی کہ دنیا کی آگ کو جہنم سے البتہ نسبت دینا مقصود نہین ہی اسلیے کہ جس طرح جنت کا نمونہ خیال مین نہین آسکتا مگر باغات و نہرون و میوہ جات و مکانات وغیرہ سے اسی طرح جہنم سے ڈرانے مین حواس کو راجع کیا حالانکہ وہ آگ اسقدر سخت و شدید ہی کہ جس قدر بڑھکر بیان ہو وہ اُس سے زیادہ ہی کیونکہ وہ کامل مظہر غضب الٰہی ہی اور غضب الٰہی کا اندازہ محال ہی - یہ سب مین نے اسلیے بیان کیا کہ آجکل ایسے جاہل لوگ ہین جو اسلام سے مرتد ہوکر نیچر اختیار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یورپ مین جو آگ فولاد کو پانی بنانے کے لیے ایجاد ہوئی ہی وہ اس آگ سے چارسوگونہ زائد ہی اور یہ نہین جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیاوی آگ سے اسکو زائد بیان فرمایا ہی اور یورپی بھی دنیاوی آگ ہی اگر اُس سے ہوا مین آگ لگ جاوے تو حدیث مین آیا ہی کہ جہنم مین جہنمیون کے واسطے جو پانی حمیم رکھا گیا ہی اگر اسکا ایک قطرہ اس دنیا پر ڈال دیا جاوے تو مشرق سے مغرب تک جل اُٹھے پھر تم سمجھ سکتے ہو کہ جو آگ وہان مہیا کی گئی ہی اسکا کیا اندازہ ہوگا فافہم - وہ آگ مردہ غار کا انبار نہین ہی بلکہ خود دلون کو جھانک لیتی ہی اور جہنمی و جنتی کو اور جہنمیون مین سے متکبر جبار کو خوب پہچانتی ہی نعوذ باللہ مین نار جہنم - طبرانیؒ نے حدیث ابوہریرہ رض سے مرفوع روایت کیا اُسمین آیا کہ تمھاری آگ کے دھنوین سے ستر گونہ زائد آتش جہنم کا رنگ سیاہ ہی ترمذی و ابن ماجہ نے حدیث ابوہریرہ رض سے مرفوعًا روایت کی کہ نار جہنم پر ہزار برس سوختگی دیگئی تھی کہ سرخ ہوگئی پھر اسپر ہزار برس سوختگی دی گئی تھی کہ سفید ہوئی پھر ہزار برس سوختہ کی گئی تھی کہ سیاہ ہوگئی اب وہ ایسی سیاہ ہی کہ اُس سے اندھیرا اور سیاہی آجاوے یہ بات حدیث انس و عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہی اور حدیث انس و ابوسعید و ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مرفوع روایت ہی کہ دوزخیون مین سے سب سے آسان عذاب اُس شخص پر ہی جسکے پانون مین آگ کی دو جوتیان ہین جن سے اسکا دماغ ابلتا ہی وہ گمان کرتا ہی کہ اُسپر سب سے زیادہ تکلیف ہی حالانکہ اسپر سب سے کم عذاب ہی - صحیحین مین حدیث مرفوع ہی کہ جہنم نے اپنے رب عزوجل سے شکایت کی کہ میرے اجزا باہم ایک دوسرے کو کھاتے ہین تو اللہ تعالیٰ نے اسکو دو سانس کی اجازت دی ایک سانس گرمی مین اور ایک جاڑے مین (البخاری و مسلم وغیرہ) حدیث مین ہی کہ جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے مین لیجاؤ (تاخیر کرو) کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھبک سے ہی (صحیحین) واضح ہو کہ عالم مین اللہ تعالیٰ نے ظاہری اسباب رکھے ہین جنکو آدمی اپنے خیال سے کام مین لاتے ہین اور ان اسباب کے حقیقی اسباب ہین جو اُنکی سمجھ سے باہر ہین جیسے وبا و طاعون اور قحط وغیرہ ہین اسی قسم سے جہنم کا معاملہ ہی - پھر واضح ہو کہ دنیا مین ان باتون کے سمجھنے سے انسان اس وجہ سے غافل ہی کہ وہ دنیا کے خیال مین رہتا ہی اور دنیا فقط لہو و لعب و زینت و تفاخر اور تکاثر اموال و اولاد ہی یعنے یہ لوگ صرف اس فکر مین ہین کہ جس زمین سے انکو جسم دیا گیا ہی اس جسم کے واسطے زینت کی چیزین اسی زمین کی پیداوار سے جمع کرین اور مال کثیر و اولاد کثیر سے

بوجہ ریاکاری وشرک خفی وجلی کے ہلکے ہین تو وہ ہاویہ غضب مین جہنم مین ناخوش زندگی مین پڑیگا (خلاصۂ عرائس) **شیخ ابن العربی** رح نے لکھاکہ قولہ تعالے یوم یکون الناس کالفراش الخ- اس ظہور وتجلی عظمت مین لوگ جو صالحین نہین تھے ذلت وخواری مین ہونگے اور مختلف جہات مین پتنگون کی طرح اُڑینگے کیونکہ اُنکے واسطے کچھ قدر نہوگی اور عین توحید مین مشرکون کی کچھ وقعت نہین ہی جیسے بعض مشائخ نے کہاکہ آدمی کا ایمان پورا نہین ہوتا جب تک لوگ اُسکی نظر مین مینگنیون وپتنگون کی طرح نہون **مترجم** کہتا ہے کہ شیخ العوارف نے اس قدر زیادہ کیاکہ پھر وہ شخص اپنے نفس پر نظر کرکے اُسکو سب حقیر سے حقیر دیکھے- خلاصہ یہ کہ تمام عظمت وکبریا وعزت فقط اللہ تعالے کے واسطے دیکھے اور اسی کے عزت دینے سے رسول اللہ ومومنین کی عزت دیکھے اور اپنے نفس کے حق مین چونکہ یہ یقین نہین کرسکتا کہ اسکا خاتمہ ایمان پر ہی تو اسکو عزت کی نظر سے نہین دیکھ سکتا ہی **ابن العربی** رح نے بھی لکھاکہ اس تجلی مین پہاڑ وغیرہ متلاشی ہوجاوینگے **ابن العربی** رح نے لکھاکہ یہ بات جان لینا چاہیے کہ مخلوق مین سے کوئی شخص قیاس نہین کرسکتا کہ میزان حق اسیطرح ہوگی جیسے وہ قیاس مین لاتا ہی یہ قیاس غلط ہی بلکہ میزان حق عدل ہی اور اُسمین جن چیزون کا وزن بھاری ہی وہ چیزین ہین جو باقیات صالحات ہین یعنے آخرت مین باقی ہین اور جو چیزین دنیاوی فانیات ہین وہ بے وزن وباطل ہین پس اگر اللہ تعالے ورسول علیہ السلام کے علوم حقیقی ہین یا فضائل وکمالات ہین یا اعمال صالحات ہین تو یہ باقیات ثقیل ہین ایسا شخص عیش مرضیہ مین جنت مین ہی اور اگر عقائد باطلہ واخلاق رذیلہ اور اعمال دنیاوی اور خیالات نفسانی وہواے نفس ہین تو یہ بے قدر باطل ہین انکا کچھ وزن نہین ہی تو جیسے یہان طبیعت کے غار مین پڑا تھا وہان ہاویہ جہنم کے غار مین گرتا چلا جاویگا اور اسکی کنہ حقیقت کون جانتا ہی ولیکن اس قدر جاننا کافی ہی کہ نار حامیہ ہی نہایت سوزان ہی واضح ہو کہ جو حالت تم نے قیامت کبریٰ مین لوگون کے سنے وہی نمونہ یہان موت مین قیامت صغریٰ معلوم کرو کہ بدن وہڈیان پراگندہ ہوجاتی ہین اور ہر نفس اپنی قسم کے لوگون مین جاتا ہی کیونکہ باعتبار عقائد واعمال کے انواع واقسام بے شمار ہین واللہ تعالے اعلم

سورۃ التکاثر مکیۃ وہی ثمان اٰیات

آٹھ آیات ہین اور اٹھائیس[۲۸] کلمات اور ایک سو تئیس[۱۲۳] حروف ہین کذا فی السراج اور یہ سورہ سب کے نزدیک مکے مین ہجرت سے پہلے نازل ہوا تھا واضح ہو کہ سورۃ القارعہ کے آخر مین نار حامیہ کا ذکر تھا جو بدکاری کفروشرک کی سزا ہی اور وہ نصیحت پذیر ہونے کو کافی ہی ولیکن انسان دنیا کے لہو مین اس سے غافل ہی پس اول ہاویہ کے نار حامیہ کا ذکر ہو پھر لہو دنیا کا بیان ہو **ابن کثیر** رح نے لکھاکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ آدمیون کی آگ جو روشن کرتے ہین یہ نار جہنم کے ستر جزء سے ایک جزء ہی- صحابہ رضہ نے کہاکہ یا رسول اللہ یہی آگ کافی تھی فرمایاکہ پھر وہ آگ اس سے اُنہتر[۶۹] گونہ زائد ہی رواہ البخاری ومسلم **مترجم** کہتا ہی کہ آدمیون کی آگ سے یہ مطلب ہی کہ وہ آگ جو دنیا مین موجود ہوسکتی ہے اسلیے کہ یہ بات بدیہی معلوم ہی کہ آگ جب گیلی لکڑی مین لگائی جاوے تو اس سے سوکھی لکڑی مین تیز ہی اور اس سے گندھک مین زیادہ تیز ہی اور جس قدر خالص ہو اُسی قدر تیزی شدید ہوگی حتی کہ اس معمولی آگ سے کئی سو گونہ بڑھ جاویگی حتی کہ فولاد کو پانی کردیتی ہی اور ہوا مین آگ لگاتی ہی اور یہ سب دنیاوی آگ ہی اور ہاویہ مین اس سے ستر گونہ زائد ہے تو واضح ہو

اور اشارہ ہو کہ جہنم قعر بعید ہی جسمین گرتے چلے جاوینگے ابن کثیرؒ نے لکھا کہ پھر اللہ تعالے نے ہاویہ کی تفسیر فرمائی بقولہ تعالے
وما ادراک ماہیہ نار حامیہ۔ رازی وغیرہ نے کہا کہ اس بیان سے ہول دلانا مقصود ہو گویا ارشاد کیا کہ یہی وہ آگ ہے
جسکی نسبت یہ کہنا چاہیے کہ حامیہ ہو سخت گرم ہو اور سوا ے اسکے جہان کہین آگ نظر آوے تو ہاویہ کے مقابلے مین اُسکو
یہ سمجھو کہ گرم نہین ہو نعوذ باللہ من النار۔ واضح ہو کہ ہر پیغمبر کی امت مین سے جو لوگ توحید پر رہے ولیکن گناہون مین مبتلا
ہوے تو اُنکی مان ہاویہ نہین ہو کیونکہ بعد ایمان کے اُنکا مرجع وماوی ضرور جنت ہو ولیکن گناہونکی سزا ملنا ممکن ہو اور
علما رح نے کہا کہ جسکے حسنات بہ نسبت سیآت کے زائد ہوے تو وہ جنت مین گیا اور جسکے حسنات وسیآت برابر ہوے تو
اُسکے لیے حساب یسیر ہو یعنے دونون قسم کے نامۂ اعمال دکھلا کر اُس سے درگذر فرمائی جاویگی اور جسکی بُرائیان زائد نکلین تو
اُسکے لیے عفو الٰہی کی امید ہو یا شفاعت حاصل ہو یا وہ جہنم کے اول طبقے مین کچھ دنون سزا پاوے ولیکن جہنم اسکی مان نہین ہے
واضح ہو کہ عرب مین جب اسلام پھیلا تو قبائل مین بعضے مسلمان ہوے اور ظاہر و باطن سچے ہوے اور بعضے ظاہر مین اسلام
لائے اور باطن مین منافق رہے اور بعضے کفر و شرک پر اڑے و مارے گئے۔ قال ابن جریر حدثنا ابن عبد الاعلیٰ یعنے محمد بن عبد الاعلیٰ
الصنعانی) حدثنا ابن ثور عن معمر عن الاشعث بن عبد اللہ الاعمیٰ قال الخ یعنے اشعث رح نے کہا کہ جب مومن مرتا ہو تو اُسکی
روح مومنون کی ارواح مین لے جاتے ہین وہ لوگ باہم کہتے ہین کہ اپنے بھائی کو آرام لینے دو کہ یہ دنیا کے غم مین پڑا تھا پھر اُس سے
پوچھتے ہین کہ فلان کا کیا حال ہوا وہ کہتا ہو کہ وہ تو مجھسے پہلے مرا تھا کیا تمھارے پاس نہین آیا۔ کہتے ہین کہ اسکو اُسکی مان ہاویہ
کی طرف لے گئے (ابن جریر رح) مترجم کہتا ہو کہ یہ روایت تابعی کا قول ہو ولیکن تابعی ایسی بات خود نہین بیان کر سکتا
تو ضرور ہو کہ اُسنے صحابی سے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنی ہوگی۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن مرا تو مومنین کی روحین اُسکا استقبال کر کے اس سے حال پوچھتی ہین کہ فلان مرد نے کیا
کیا اور فلان عورت کا کیا حال ہوا۔ اگر وہ مر چکا تھا اور انکے پاس نہین آیا تو کہتے ہین کہ اسکو ہماری راہ کے مخالف لے گئے
اُسکو اسکی مان ہاویہ کے پاس لیگئے یہ مان کیا بُری ہو اور اُسکا بچہ بھی کیا بُرا ہو (ابن مردویہ) امام ابن المبارک اور ابن مردویہ
اسیکے مانند حدیث ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے **ف** عرائس البیان کے اشارات مین ہو
کہ قولہ تعالے القارعۃ الآیہ یہ قیامت ہو اور اُس روز تجلی عظمت وجلال سے کوئی چیز قائم نہین رہ سکتی ہو سوا ے اسکے کہ اللہ تعالیٰ
انکو فنا کے بعد ایسی زندگی عطا کرے گا کہ برداشت کر سکین قولہ تعالے فمن ثقلت موازینہ الآیہ۔ میزان کا بھاری ہونا اللہ تعالیٰ
کی معرفت و ازلی توفیق سے ہو تو ایسا بندہ دائمی مشاہدہ مین عیش کے ساتھ ہوگا۔ واسطی رح سے پوچھا گیا کہ ہم اپنے اعمال
سے اپنی میزان بھاری کر سکتے ہین۔ جواب دیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہو کیونکہ خالق وحدہ لاشریک ہو وہی جسکے موازین بھاری کرے
تو بھاری ہین اور جسکے ہلکے کرے وہ ہیچ ہو اسی لیے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین ہو کہ اللہ تعالے ہی کے
ہاتھ مین میزان ہو کچھ قومون کو بلند کرتا ہو اور دوسرون کو پست کرتا ہو۔ اللہ تعالے نے اقوام کے وجود سے پہلے ازل مین پستی و
بلندی مقدر کردی جب انکے اعمال کا وجود نہ تھا بلکہ خود قومون کا وجود نہ تھا شیخ سہل رح نے کہا کہ اخلاص توحید
سے جسکے موازین بھاری ہوئین تو وہ عیشہ راضیہ مین ہو یعنے جوار قدس مین رضوان کے ساتھ خوش عیش ہو اور جسکے موازین

کے نام پاک کے مقابلہ مین کوئی چیز بھاری نہین ہوسکتی ہو **مترجم** کہتا ہو کہ یہ حدیث ہم گنہگارون کے لیے نہایت امید کا کلام
ہو اور واضح ہو کہ یہ حدیث بھی ایک معنے مین دلیل ہو کہ اعمال ہی وزن ہونگے اسلیے کہ حقیقت مین نامۂ اعمال اگر موزون ہوتے
تو ظاہر تھا کہ دراز نامہ سیئات ننانوے تھے اور یہ بطاقہ صورت مین چھوٹا تھا کیونکر مقابلہ ہوتا تو معلوم ہو گیا کہ معنے کا اعتبار ہو اور
وہی خود اعمال ہین اسکو سمجھ لینا چاہیے۔ **وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ**- اور رہا وہ جسکی تولین
ہلکی پڑین تو اُسکی مان ہاویہ ہو **ف** اسمین دو باتون کو سمجھنا چاہیے ایک یہ کہ تولین ہلکی ہونے کے کیا معنے ہین دوم یہ کہ
ام اُسکی ہاویہ ہو اسکے کیا معنے ہین کیونکہ ام کے معنے مان اور ام الراس دماغ ہو اور ہاویہ دوزخ کا نام بھی ہو اور ہاویہ مشتق از ہوی یعنے
گرنے کے معنے بھی ہین۔ بعض علماء رح نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ جسکی تولین ہلکی پڑین اسوجہ سے کہ اُسکے پاس نیکیان بے جان ہین جیسے
کفار و مشرکین کے اعمال ہین جنکی نسبت اللہ تعالے نے فرمایا۔ فلا نقیم لهم یوم القیامة وزنا- اُنکے لیے ہم قیامت کے روز کچھ وزن
نہین قائم کرینگے۔ اور حدیث صحیح مین ہو کہ مرد عظیم موٹا تازہ قیامت مین آویگا کہ اللہ تعالے کے نزدیک مچھر کے پر برابر اُسکا وزن
نہوگا تو ایسے لوگون کا انجام یہ کہ وہ اپنی مان ہاویہ کی گود مین بھیجا جائیگا۔ **وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ**- ای ماہی- آخری
ہاء زائدہ وقف مین آتی ہو- المعنی- اور تجھے کس چیز نے بتلایا کہ وہ ہاویہ کیا ہو- **نَارٌ حَامِيَةٌ**- تیز جلتی آگ ہو **ف**
خود اللہ تعالے نے صفت بتلائی ولیکن کیفیت تو کافرون کو اسی وقت معلوم ہوگی جب اُسمین ڈالے جاوینگے-
نعوذ باللہ منہا۔ یہ تفسیر صحیح و صاف ہو کیونکہ یہان اصل مقصود یہ کہ جو ایمان لایا اُسکے اعمال وزن رکھتے ہین اور جو کوئی ایمان نہین
لایا اُسکے اعمال بے وزن ہین اگرچہ وہ خیرات و صدقات وغیرہ عمل مین لاوے کیونکہ یہ سب دنیا کے واسطے تھا تو دنیا مین اُنکا
عوض مل گیا اور اللہ تعالے نے فرمایا فجعلناه هباء منثورا یعنے بے ایمانون کے اعمال ایکبارہم شعاع کے ذرات کیطرح اڑا دینگے۔ ھ کیونکہ
... بے جان و بے قدر ہین جو عاقبت کے کام کے نہین ہین۔ مترجم نے صحیح تفسیر کو مقدم کر دیا اور اقوال مفسرین کا بیان یہ ہے
... نے لکھا کہ قولہ واما من خفت موازینه فامه هاویه سے یعنے جس شخص کی میزانین ہلکی پڑین یعنے اُسکی نیکیون پر اُسکی
... جو نہین توامہ ہاویہ۔ بعض نے کہا کہ اسکے یہ معنے کہ وہ ام الراس کے بل ہاویہ مین گرنے والا ہوگا یعنے سر کے بل
... کے مانند ابن عباس و عکرمہ و ابوصالح و قتادہ سے روایت کیا گیا ہو- قتادہ رح نے کہا کہ وہ آگ مین سر کے
... نے کہا کہ اس کے معنے یہ ہین کہ فامہ ہاویہ- اُسکی مان جہان اسکا مرجع و ٹھکانا ہو وہ ہاویہ ہو اور یہ جہنم
... ابن جریر رح نے کہا کہ جہنم کو اسکے مان اسلیے قرار دیا کہ سواے ہاویہ کے اسکے واسطے کہین دوسرا
... ہاویہ آگ ہو اور یہی اُسکی مان ہو کہ اسکی گود مین اسکا مرجع و ماوی ہو جیسے اللہ تعالے نے
کلام ... آگ ہو- ابن ابی حاتم رح نے کہا کہ قتادہ رح نے بھی یہی معنے بیان کیے **مترجم** کہتا ہے کہ
... وما ادراک ماهیه اور تونے کیا جانا کہ یہ کیا ہو- ھ- اس کلام کے کیا معنے ہونگے
... اسکے لیے سر کے بل گرنا ہو تو اس معنے کو سب سمجھتے ہین پھر یہ کہنا کہ تو اس کو کیا
... ابن عباس وغیرہم سے یہ روایت ثبوت ہو تو انکا مطلب یہ ہوگا کہ
... منہ گراے جاوینگے رازی رح نے کہا کہ ہاویہ جہنم کا نام ہو

تو بھلا اُس سے اعمال کیونکر تولے جاوینگے کیونکہ اعمال تو اعراض تھے جو گزر گئے مترجم کہتا ہے کہ مجھے تعجب معلوم ہوتا ہے کہ ان علما نے اپنی کتابوں مین ایسے واہیات قول کیون نقل کیے اسلیے کہ ان بیچارون نے یہ اپنا قیاس دوڑایا کہ اعمال تو اعراض تھے جو گزر گئے وہ بھلا کیونکر تولے جاوینگے۔ یہ قیاس امر آخرت مین بدعت کی جڑ ہے اور امام الاسکافی نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ اہل اہوار و ضلالت کے قیاسات انکا یہ انجام کرینگے کہ راہ رسالت چھوڑین اور دیدار حق سے منکر ہوجاوین۔ ھ دیکھو وہ یہی ہے حالانکہ اللہ تعالے نے امر آخرت کا دار مدار انھین اعمال صالحہ پر رکھا ہے اور وہ بعینہ اللہ تعالے کے حضور مین موجود ہین اور ہر ایک آدمی کے ساتھ لازم ہین حتی کہ قبر مین اُسکے ساتھ ہونگے اور قیامت مین ساتھ ہونگے۔ لہذا ان قیاسی لوگون کو جواب دیا گیا کہ تم لوگ یونانیون کی تقلید مین خود قائل ہو کہ علم اشیار بالماہیتہ ہوتا ہے اور علم مقولہ کیفیت سے عرض قائم بذہن ہے تو یہ ماہیت جو خارج مین جوہر تھی وہ تمھارے ذہن مین قائم ہوئی کیونکہ جوہر وہ جو خود قائم ہو جیسے زمین و مکان و کتاب وغیرہ خارج مین خود موجود ہین اور عرض اسکو کہتے ہو جو غیر کے ساتھ قائم ہو جیسے تمھاری کھال کے ساتھ رنگ قائم ہے کہ کھال نہ ہو تو رنگ بھی نہ رہے تو یہ علم ماہیت تمھارے ذہن مین قائم ہو کر عرض ہو گیا اور تم نے اقرار کیا کہ ہان خارجی وجود مین وہ جوہر ہے اور ذہنی وجود مین عرض ہو گئی اور یہ بات جائز ہے۔ ہم کہتے ہین کہ ای نادانون جب اسی دنیا مین تم جائز رکھتے ہو تو کیون نہین کہتے کہ اعمال اس دنیا مین عرض تھے اور وہ آخرت مین جوہر ہین۔ یہ تو ان جاہلون کو چپ کر کے راہ راست پر لانیکا طریقہ ہے اور حق یہ ہے کہ اعمال انسان کے ساتھ ایسے ہین جیسے درخت کے پھل ہوتے ہین اور وہ لازم ہین حتی کہ بداعمال کسی طرح کسی شخص سے دفع نہین ہوتے ہین سوائے اسکے کہ اللہ تعالے سے مغفرت مانگے تو اللہ تعالے اپنی قدرت سے انکو دور کر دیتا ہے ولیکن وہ بھی معدوم نہین ہوتے ملکہ اللہ تعالے جہان چاہتا ہے رکھتا ہے اسی لیے حدیث مین ہے کہ اللھم باعد بینی و بین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب یعنے الٰہی مجھے اور میری خطاؤن سے اس قدر دوری کر دے جس قدر مشرق و مغرب مین دوری ہے ھ۔ اور حدیث مین ہے کہ قیامت مین بعضے گنہگار مسلمان آوینگے جن پر پہاڑون کے مانند گناہ ہونگے پس اللہ تعالے ان گناہون کو ان مسلمانون سے اُتار کر یہود و نصاریٰ پر ڈالیگا (رواہ مسلم فی الصحیح) واضح ہو کہ اسی سے یہ مسئلہ نکلا کہ اس زمانہ مین بہت سے مالدار جوانی مین فسق و فجور وغیرہ کرتے ہین اور جب مرتے ہین تو اُنکے ورثہ کچھ نقد روپیہ لیکر دفن کے وقت حافظون سے کہتے ہین کہ یہ روپیہ اس شرط سے تم کو مل سکتا ہے کہ تم اسکے گناہ اپنے اوپر لو اور نیکیاں اسکو دیدو۔ حافظ لوگ قبول کرتے ہین یہ محض فریب شیطانی ہے حافظون کو یہ اختیار نہین کہ اُسکے گناہ اُتار لین ولیکن حافظون کے ایمان مین فطور ہے جبکہ اُنکو ایمان فروخت کرنے مین باک نہو اور گناہون کے عذاب سے کچھ خوف نہوا حالانکہ بے خوف ہونا کفر ہے ابو السعود رحہ نے لکھا کہ ابن عباس رضہ نے کہا کہ اعمال صالحہ اچھی صورت مین لائے جاوینگے اور اعمال بد قبیح صورت مین لائے جاوینگے اور وہ میزان عدل مین رکھے جاوینگے مترجم کہتا ہے کہ بعض احادیث سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نامۂ اعمال تولے جاوین چنانچہ حدیث بطاقہ جسمین ایک شخص کے ننانوے بد کرداری کے نامۂ اعمال دراز ہونگے جہانتک اُسکی نظر جاتی ہے اور وہ نیکی سے مایوس ہوگا پھر اسکے واسطے ایک بطاقہ نکالا جاویگا جسمین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت لکھی ہوگی وہ شخص کہیگا کہ بھلا ان ننانوے طویل نامۂ اعمال کے مقابلہ مین یہ بطاقہ کیا ہوگا ولیکن جب وہ رکھا جائیگا تو ننانوے نامۂ اعمال بالکل خفیف پتے کی طرح ہلکے پڑ جاوینگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے

اس روز دو قسم کے اعمال والے ہین ایک قسم وہ کہ جنکے اعمال بنام رب عزوجل اخلاص و توحید سے عمل مین لائے گئے یعنے ان اعمال کے واسطے روحانیت ہی اور میزان عدل مین اُنکی قدر و منزلت ہی اور دوم وہ قسم کہ جنکے اعمال مانند ریگ شعاع کے ہیچ ہین نہ ان مین روح ہی اور نہ کسی کام کے ہین سوا ے اسکے کہ جہنم مین البتہ آگ و سیانپ و بچھو وزقوم اُنکی حقیقت ہے پس اُنھین اعمال کے موافق اُتارے جاوینگے جسکی تفصیل یہ ہی۔ **فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَهُوَ فِيۡ عِيۡشَةٍ رَّاضِيَةٍ**۔ پس جس شخص کی تولین بھاری ہوئین تو وہ عیش راضیہ مین ہی ف۔ موازین جمع میزان ہی بعض نے ترازو کے معنے لیے اور زعم کیا کہ ہر شخص کے لیے جداگانہ میزان ہوگی اور یہ بعید ہی کیونکہ یہان تو ضمیر واحد ہی تو ایک ہی شخص کے واسطے موازین ہین اور یہ کہنا کہ ایک ہی شخص کے لیے بہت سی ترازو دئین ہونگی بہت زیادہ بعید ہی بلکہ یہان میزان بمعنے موزون ہی یعنے تولین تو معنے یہ کہ جس شخص کے مختلف اعمال کی تولین بھاری نکلین یعنے برائیون سے نیکیون کے پلے بھاری ہوئے تو وہ شخص عیش راضیہ یعنے جنت مین ہی یا بمعنے میزان ترازو ہی چنانچہ آیندہ آوے گا۔ عیشۃ زندگانی۔ راضیۃ راضی ہونے والی تو معنے یہ کہ (زندگانی راضی ہونے والی) اگر کہو کہ زندگانی مرضیہ بولتے ہین یعنے پسندیدہ زندگانی (جواب) زندگانی مرضیہ کے یہ معنے کہ وہ شخص اپنی زندگانی کو پسندیدہ رکھتا ہی یعنے مرضیہ زندگانی سے خود راضی ہی اور جب یہ فرمایا کہ زندگانی راضیہ تو یہ نہایت بلیغ ہوا یعنے وہ زندگانی خود اپنے آپ سے راضی ہی تو بھلا وہ شخص جسکے لیے یہ عطا ہوگی کس قدر خوش و نہال ہوگا کہ پھولا نہ ساویگا اور خلاصہ یہ کہ ایسی مرضیہ زندگی ہی کہ دنیا مین کوئی شخص اُس کو قیاس مین تصور نہین کرسکتا ولیکن ایمانی عقل سے سمجھ سکتا ہی کہ بے مثل خوش و خوب زندگی ہی **ابوالسعود**رح **و خطیب**رح **و بیضاوی و رازی** وغیرہ نے کہا کہ پہلے آیات مین عام حالت بیان کی کہ قبرون سے زندہ ہوکر عالم کی خرابی دیکھنیگے اور فراش کے مانند محشر مین جمع ہونگے پھر مجمل بیان سے دو گروہ کیے تاکہ ہر ایک کو اپنی خاص حالت معلوم ہو ایک وہ جسکی موازین بھاری نکلین اور دوم وہ جسکی موازین ہلکی پڑین۔ موازین اگر موزون کی جمع ہی یعنے وہ چیز جو تولی گئی تو وہ عمل ہے جسکے واسطے اللہ تعالے کے نزدیک قدر و وزن ہی اور یہ فراء رح کا قول ہی اور اگر جمع میزان ہی تو ترازو مراد ہی (مترجم کہتا ہی بلکہ کہو کہ تول مراد ہی) ابن عباس رض نے کہا کہ میزان ایک ترازو ہی جسکے دو پلے اور اوپر کی زبان ہی اُس مین فقط اعمال تولے جاوینگے مترجم کہتا ہی کہ ابن عباس رض نے بیشک میزان کی تفسیر بیان کی اور یہ قرآن مین مذکور ہی اور احادیث مین منصوص ہی اور صحابہ و تابعین سے متواتر ثابت ہی تو اہل السنۃ رحمہم اللہ تعالے سواد اعظم نے اسی پر ایمان رکھا پھر یہان موازین جمع سے کیا مراد ہی کیونکہ میزان تو فقط ایک ہی لہذا محققین کے نزدیک یہان تولین مراد ہین جو اقسام اعمال سے متعلق ہین اور صیغۂ جمع کا فائدہ آیندہ واضح ہوگا کیونکہ اسی اشارہ سے اللہ تعالے نے گنہگار مسلمانون کو نکال لیا اور اُنپر خوف باقی چھوڑ دیا وللہ الحمد والمنۃ۔ بالجملہ میزان پر اہل ایمان کا اعتقاد متواتر ہی **ابوالسعود**رح وغیرہ نے لکھا کہ لوگون نے کہا کہ اسمین اعمال نامہ رکھکر تولے جاوینگے تاکہ سب خلائق دیکھ لین کہ بالکل عدل کیا گیا اور کسی کافر وغیرہ کو عذر باقی نہ رہے۔ بعض بدعتی فرقون نے کہا کہ وزن اس دن تولنا نہ ہوگا بلکہ حکم عدل و قضاے حق مراد ہی اور یہی بہت سے متاخرین نے اختیار کیا اور کہا کہ یہ ہم اسلیے کہتے ہین کہ میزان سے تو فقط جسم دار چیز تول کر اُسکی مقدار دریافت کرسکتے ہین

یعنی جیسے پراگندہ ٹیڑی اور فراش کے خفت وطیش وضعف وذلت ونادانی سے عرب کے لوگ مثل بیان کرتے ہین لہذا
اس صورت مین لوگون کی مثال فراش سے بہت بلیغ ہو کیونکہ اس وقت ہول وخوف مین انکو طیش لاحق ہوگا اور داعی
اسرافیل علیہ السلام کے آواز کی طرف دوڑینگے تو منتشر ہونگے اور تلے اوپر گرینگے اور جلدی کرینگے اور بہتیرے آگ
کی طرف جانے والے ہین اور ضعف وذلت وجہالت اُنپر طاری ہوگی (السراج) اور یہ حالت کفار ومشرکین
کے واسطے ہو اور مترجم کا گمان یہ ہو کہ فراش وٹیڑی کی تشبیہ مین یہی لطافت ہو کہ اس روز بوجہ روحانی ظہور
کے اسکی ضرورت نہوگی کہ قدم ٹکنے کی جگہ ہو بلکہ جیسے فراش ہوتا ہو اسی لیے زمین کی تبدیل کیے جانے کے وقت جہنم کے
اسی طرف ہونگے رازی رح نے لکھا کہ اس روز کے دو وصف بیان کیے (ایک) یہ کہ لوگ مانند فراش مبثوث ہونگے یعنے
سب مختلف جہات مین متحیر ہونگے اور باہم تلے اوپر موج مارینگے اور حدیث مین ہو کہ لوگ تین قسم ہین عالم ہین یا علم حق
سیکھنے والے ہین اور باقی مہمل ناکارہ غول ہین اور کالفراش اسلیے فرمایا کہ اس روز فراش سے یہ لوگ بدتر ہونگے کیونکہ فراش
پر خوف عذاب نہین اور یہ لوگ عذاب مین ہونگے (خلاصہ کبیر) یعنے آمد ورفت مین ہولناک حالت سے متحیر حیران ومنتشر خوار
ہونگے (ابن کثیر رح) اور (دوم) اس روز جبال عہن منفوش کی طرح ہونگے یعنے رنگین صوف جو دُھنا جاوے کیونکہ پہاڑ مختلف
رنگ ہین اس تشبیہ مین اشارہ ہو کہ جب پہاڑ اس قارعہ سے اس حالت کو پہونچا تو انسان کا کیا حال ہوگا ولیکن اس دن
سوت نہین ہو- (خلاصہ کبیر) ابو السعود رح نے لکھا کہ پہاڑون کو رنگین صوف دُھنی ہوئی سے تشبیہ اسطرح کہ پہاڑون کے اجزا متفرق
ہوکر صوف کے گالے کی طرح ہوا مین اُڑینگے- پھر واضح ہو کہ لوگون کا فراش کے مانند ہونا اور پہاڑون کا عہن منفوش کے مانند ہونا
دونون باتین دوسری بار صور پھونکنے کے بعد ہونگی جب خلق زندہ کرکے حشر کی جاویگی اور زمین بدلی جائیگی اور اُسکی ہیات متغیر
ہوگی اور پہاڑ زائل ہونگے اور ہولناک ہیأت پیدا کیجائیگی تاکہ محشر کے لوگ اُسکو آنکھون دیکھین (ابو السعود رح) مترجم
کہتا ہو کہ وہ عظیم ہولناک امور متعلق بآخرت ہین اور یہ معلوم کہ ضرور واقع ہونگے تو اسی قدر بالفعل کافی ہو اور یہ بیشک اظہر
ہو کہ دوسرے نفخہ کے بعد زندہ ہوکر داعی اسرافیل ع کے آواز پر جانے مین فراش مبثوث کی کیفیت ہوگی اور حشر بہت وسیع ہو اس کے
واسطے منازل ومقامات ہین اور ہر گروہ اپنی منزل کی طرف بلایا جاویگا اور ہولناک منظر سے کفار ومشرکین کی آنکھین پتھرا
جائینگی وقال تعالے یومئذ یتبعون الداعی لاعوج لہ الآیہ- یعنے اس روز بلانے والے کی پیروی مین ذرا بھی کجی نہ کرینگے اور الرحمن
کی عظمت وہیبت سے آوازین عاجزی کے ساتھ بیٹھ جائینگی- ھ- اس روز ابتدا سے بہت عظیم ہولناک امور واقع ہونگے
مثلاً اس عالم کا خراب ہونا اور محشر مین آفتاب نزدیک ہونا جس سے سر کے بھیجے مثل دیگ کے جوش مارینگے آخر سب کا
نتیجہ فیصلہ قضاء اعمال ہین لہذا اسی کو بیان فرمایا بقولہ تعالے

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۭ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ
سو جسکی بھاری ہوئین تولین تو اُسکو گزران ہو من مانتی اور جسکی ہلکی ہوئین

مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۭ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۭ نَارٌ حَامِيَةٌ ۧ
تولین تو اُسکا ٹھکانا گڑھا اور تو کیا بوجھا وہ کیا ہو آگ ہے دہکتی

باہر ہی ابو السعودؒ نے کہا کہ (ما) استفہامیہ خبر ہی اور (القارعہ) مبتدا ہی یعنے القارعۃ ما ہی۔ لیکن بجاے (ہی) ضمیر کے بھی (القارعۃ) اسم کہا جس سے ہول شدید ظاہر ہو۔ ہم نے یہ بارہا بیان کر دیا کہ فائدہ کا محل خبر ہوتی ہی مبتدا نہین ہوتا اور بیان ہول وخوف کا مدار اسی کلمۂ (ما) سے ہی قارعہ سے نہین ہی (ما) یعنے وہ کیا ہولناک چیز ہی۔ اسی لیے آگے فرمایا۔ **وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ** اور کس چیز نے تجھے بتلایا کہ وہ قارعہ کیا ہی **ف** یعنے اُسکی سختی وشدت اور اُسکا ہول وفزع مخلوق کے انتہاے فہم سے باہر ہی مترجم کہتا ہی کہ (تجھے) خطاب ہر مخلوق کے لیے قرار دیا یعنے کوئی مخاطب اسکو نہین ادراک کر سکتا ہی اور بعض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ٹھہرایا یعنے اے محمد تجھے کس چیز نے بتلایا کہ قارعہ کیا ہی یعنے تو بھی باوجود اس کمال کے کہ ہم نے تجکو افضل الخلق پیدا کیا اور تیرے ہی لیے یہ آسمان وزمین بنائے ہین تو بھی اس قارعہ کی ہول وشدت کو نہین سمجھ سکتا و بعض علماء رح نے نقل کیا کہ سفیان بن عیینہ امام محدث کہتے تھے کہ قرآن مین آنحضرت صلعم کو بعض چیزون کی نسبت کہا کہ ما ادراک جیسے یہان ہی تو اس کا علم اللہ تعالے نے آپ کو عطا کر دیا اگرچہ نزول آیت کے وقت نہ تھا اور بعض کی نسبت کہا ما یدریک یعنے کیا چیز تجکو آگاہ کریگی کہ یہ بات کیا ہی جیسے قیامت کے وقت کی نسبت فرمایا ہی تو اسکا علم نہین دیا مترجم کہتا ہی کہ (القارعۃ) کا علم حقیقت مین اُسی وقت ہو گا کہ جب یہ قارعہ ظاہر ہو تو بھلا اسکا علم ابھی کیونکر ہو سکتا ہی۔ یہی رازیؒ نے بیان کیا ہی۔ ہان یہ فرق ہی کہ کفار ومشرکین تو القارعہ پر ایمان نہین لاتے ہین اور مومنین اور آسمان وزمین و ملائکہ وچرند پرند سب اسپر یقین لاتے اور یہ سمجھتے ہین کہ نہایت ہولناک معاملہ ہی اور یہ معلوم کہ اچانک جمعہ کے روز شروع ہو گی لہذا احادیث مین ہی کہ جمعہ کی رات سے یہ مخلوقات خوف مین رہتی ہین یہانتک کہ آفتاب نکل آوے تب مطمئن ہوتے ہین سواے جن وانسان کے کہ یہ لوگ امتحان مین ہین **ابو السعودؒ** نے کہا کہ۔ ما ادراک القارعۃ مین (ما) محل ابتدا مین مرفوع ہی اور (ادراک) خبر ہی اور برعکس نہین ہو سکتا اور (ما القارعہ) جملہ اسمیہ ہی جیسے اوپر گذرا یعنے القارعہ مبتدا ہی اور ما خبر ہی اور اس جملہ کا محل نصب ہی کیونکہ حرف الجر یہان حذف ہی کیونکہ (ادراک) دوسرے مفعول کی طرف (ب) سے متعدی ہوتا ہی جیسے قولہ تعالے ولا ادراکم بہ۔ پھر جب یہان جملہ استفہامیہ معلق ہوا تو یہ دوم مفعول کی جگہ ہی اور یہ پورا جملہ اوپر معطوف ہی۔ پھر اللہ تعالے نے اُسکے بعض صفات سے آگاہ فرمایا بقولہ تعالے۔ **يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ**۔ وہ دن ہی کہ ہونگے لوگ جیسے پتنگے چھٹکے ہوے **ف** **زمخشری** رح نے کہا کہ ای تقرع یوم یکون الخ یعنے قارعہ اُس روز قرع کریگی جسدن پتنگون کے مانند چھٹکے ہوے ہونگے مترجم کہتا ہی کہ اولی یہ ہی کہ ستاتیکم۔ سے متعلق کیا جاوے یعنے یہ ہولناک عنقریب ایک دن آویگی وہ دن ہوگا کہ لوگ پتنگون کیطرح چھٹکے ہونگے۔ **وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ**۔ اور ہونگے پہاڑ مانند اُون دُھنی ہوئی کے **ف** اُون کو عرب کے لوگ طرح طرح کے رنگ رنگنے کے بعد دُہن ڈالتے ہین۔ یہ تشبیہ بلیغ ہی اسلیے کہ پہاڑون کے رنگ مختلف ہین سیاہ وسفید وسرخ وغیرہ اور اُس روز سب کوفتہ وریزہ وریگ ہو کر ہوا مین خلط ملط ہو کر منفوش عہن کے مانند ہو جاوینگے۔ اللہ تعالے نے قارعہ کے دو ہولناک امر بیان فرمائے ایک یہ کہ لوگ منتشر پتنگون کی طرح ہونگے (دوم) یہ کہ پہاڑ دُھنی اون کی طرح ہو جاوینگے **خطیب**ؒ نے لکھا کہ قتادہؒ نے کہا کہ فراش اُڑنے والا کیڑا جو آگ وچراغ مین گرتا ہی اور ایک ہو تو اُسکو فراشہ کہتے ہین **فراءؒ** نے کہا کہ مچھر وٹیڑی وغیرہ کے قسم سے فراش ہی **مترجم** کہتا ہے کہ شاید ٹیڑی کو اسلیے شامل کیا کہ دوسری آیت مین کالجراد المنتشر آیا ہے

كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝

جیسے پتنگے بکھرے اور ہووین پہاڑ جیسے رنگی اُون دھنی

رازی رح نے کہا کہ قرع بمعنے ضرب بشدت ہی پھر عظیم حادثہ کو قارعہ کہنے لگے جیسے قولہ تعالے تصیبهم بما صنعوا قارعة الآیة -
یعنے جو حرکت اُن مشرکون نے کی اسکا انجام یہ کہ برابر انکو قارعہ پہونچیگی ریعنے حادثہ عظیم) یا انکے دیار کے قریب حلول کریگی - اور
محاورہ مین کہتے ہین کہ تقارعوا بالسیوف - یعنے دونون فریق تلوارون کی سخت ضرب سے لڑے رازی رح نے کہا کہ قارعہ نام
کس سبب سے ہوا (جواب) اسکے واسطے وجوہ بیان ہوے ہین (۱) یہ کہ اسکا سبب صیحہ سخت ہی یعنے آواز کرخت جس سے
خلائق مرجاوینگے اسلیے کہ اول بار آواز سے عقلین جاتی رہینگی اور بیہوش صعق مین ہو جاوینگے اور دوسرے نفخہ مین سب
مرجاوینگے حتی کہ اسرافیل علیہ السلام بھی مریگا یہانتک کہ پھر اسکو اللہ تعالے زندہ فرماویگا پھر وہ تیسری بار پھونکیگا تو سب
خلقت زندہ ہوکر اُٹھیگی - روایت ہی کہ صور مین بقدر مخلوقات کے سوراخ ہین ہر فرد کے لیے ایک سوراخ معلوم ہے پس
اُسی سوراخ سے جو پھونک اس جسم کو پہونچیگی وہ زندہ ہوجائیگا ابوالسعود رح نے لکھا کہ القرع جس سے قارعہ مشتق ہی سختی
کے ساتھ ضرب ہی جس سے سخت آواز پیدا ہوا اور یہ قیامت ہی اسکی ابتدا اول نفخہ صور سے ہوگی اور انتہا فیصلہ خلائق
ہی جیسا کہ سورۃ التکویر مین بیان ہوچکا اور قارعہ نام اسوجہ سے ہوا کہ وہ بے انتہا ہول وفزع سے دلون کو اور کانون کو قرع
وکوفتہ کریگی (وجہ دوم) قارعہ نام اسلیے کہ سب اجرام آسمانی وزمینی وغیرہ جو عالم مین ہین وہ خراب کیے جانے کے وقت بڑی شدت
سے تلے اوپر کوفتہ ہونگے تو آواز سخت وکرخت ہوگی (وجہ ۳) ہول وفزع سے لوگون کو کوفتہ کریگی چنانچہ آسمانون کی یہ حالت
ہوگی کہ پھٹ کر ٹکڑے وشگاف ہونگے سورج وچاند بے نور ہوکر لپیٹ دیے جاوینگے - ستارے بکھر جاوینگے - پہاڑ باہم کوفتہ وریزہ
ریت کرکے اُڑا دیے جاوینگے اور زمین لپیٹ کر تبدیل کی جاویگی یہ کلبی رح کا قول ہی (وجہ ۴) یہ قارعہ کفار ومشرکین وغیرہ دشمنان
خدا کو خواری ونکال وعذاب سے کوفتہ کریگی - یہ مقاتل رح کا قول ہی - بعض محققین رح نے کہا کہ کلبی کے قول سے یہ قول بہتر ہے
اسلیے کہ اہل ایمان کے واسطے اللہ تعالے نے فرمایا وهم من فزع یومئذ آمنون - یعنے مومنین آج کے دن فزع سے
بیخوف ہونگے (کبیر) اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ - القارعہ کیا ہی القارعہ ف رازی رح نے کہا کہ القارعۃ اگر تحذیر
کے طریقے سے ہو تو رفع ونصب دونون جائز ہین یعنے ڈرو قارعہ سے ڈرو - اگر فعل محذوف ہو تو بھی جواز ہی کیونکہ اوپر آیا ہی
کہ بعثر ما فی القبور - تو یہ سوال تھا کہ کب ہوگا تو فرمایا - القارعۃ - یعنے عنقریب قارعہ آتی ہی اور مشہور اعراب یہ کہ القارعۃ مبتدا
ہی اور ما القارعہ خبر ہی یہان سوال یہ کرتے ہین کہ مبتدا وخبر دونون القارعہ ہین تو کیا سمجھا جاوے جیسے کہین کہ آسمان یہ آسمان ہی
تو فائدہ نہین حاصل ہوتا (جواب) یہ کہ القارعہ کہنے سے عربی لفظ کے موافق حادثہ سخت سمجھا جاتا اور دنیا مین جو بے انتہا
سخت حادثہ خیال مین آوے اُسکو آخر انسان اُٹھا لیتا ہی اور انجام یہ کہ مرگیا اور کفار وجاہل لوگ یہ سمجھتے ہین کہ دنیا مین حوادث
و آفات وغیرہ سب تکلیفات کا خاتمہ مرنے سے ہوجاتا ہی اور یہ نہین جانتے کہ بعد موت کے صالحین کے واسطے بے انتہا راحت ہی
ولیکن فاجرین کے لیے ایسا عذاب ہی کہ دنیا مین اسکا نمونہ ممکن نہین ہی لیکن یہ سورہ مبارک تو کافرون ہی کو ہدایت کرنے
کے واسطے آیا ہی اور وہ القارعہ سنکر اپنے خیال کے موافق سمجھتے تو فرمایا - ما القارعہ - وہ قارعہ کیا ہی یعنے وہ قیاس سے

کہ مقبور دنیا کی سب چیز ہی انسان ہو یا حیوان ہو کیونکہ مقبور کرنے سے یہ مراد ہی کہ خاک مین ملا دیا جاوے خواہ کسی طرح ہو حتی کہ جو حلال کر کے کھا لیا گیا وہ بھی مقبور ہو گیا اور تمام جانورون مین انسان بہت کم ہی اسلیے کثرت والے جانورون کا اعتبار کر کے (ما) سے تعبیر فرمایا قولہ حصل ما فی الصدور سے اظہار کیونکر ہوگا اسلیے کہ پھر جسم پیدا کیا جاویگا (جواب) اُس پیدایش مین ہر ایک چیز جو یہان خفیہ ہی ظاہر ہو گی حتی کہ روح ظاہر ہو گی اسی لیے اگر وہان پکارا جاویگا کہ صابرین اٹھین تو وہی اُٹھینگے جن سے صبر ظاہر ہی (اگر کہو) کہ اُس روز خبیر ہونی کی کیا خصوصیت ہی کیونکہ اللہ تعالے ہمیشہ جانتا ہی (جواب) جاہل کافرون کو تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالے تمھارے ذرہ ذرہ اعمال سے خود خبردار ہی اور اس روز بھی علیم خبیر ہے وہ بھولتا نہین ہی اور اُس روز اگرچہ تمھارے اعمال خود ظاہر ہو جاوینگے تو اسپر بھی موقوف نہین ہی کیونکہ اللہ تعالے کے علم مین ظاہر و خفی سب برابر ہے و للہ الحمد فی الاولی والآخرہ ف شیخ ابن العربی رح نے اشارات مین لکھا کہ عادیات وہ نفوس ہین جو راہ آلٰہی مین بحکم سارعوا الی مغفرۃ الآیہ- اور بحکم فاسعوا الی ذکر اللہ الآیہ- تیز دوڑتے ہین اور سوق مین انکی سانس سرد ہی- فالموریات- نور عقل سے معلومات کی ترکیب؛ سے قدح کر کے نتائج نکالتے ہین- فالمغیرات- ردیات کدورات نفس کو موریات کی روشنی مین غارت کرتے ہین جبکہ صبح توفیق سے روشنی حاصل ہوتی ہی- فاثرن- تو اس غبار کو برباد کرتے ہین اور بجاے اسکے سکینت و طمانینت آجاتی ہی فوسطن- پس متوسط عدل پر ہو جاتے ہین درمیان جمیع اخلاق کے اس لیے کہ مثلاً غضب اگرچہ بُرا ہی لیکن جب حد سے زائد ہو اور اعتدال پر خوب ہی جبکہ غضب کفار پر ہو یا شرع کی ہتک حرمت پر ہو تو خلاصہ یہ کہ اعتدال وسط جمیع صفات مین کمال ہی- شیخ رح نے اثارہ نقع سے بدنی ریاضت کا اشارہ کیا کہ وہ خفیف لطیف ہو کر قابل عروج ہو جاتا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک معراج مین صاعد ہوا تھا واللہ تعالے اعلم

سورۃ القارعۃ مکیۃ وہی احدی عشرۃ آیۃ

یہ سورہ بلاخلاف مکیہ ہی ولیکن اسکی آیات کے شمار مین اختلاف ہی بعض نے کہا کہ آٹھ آیات ہین اور بعض نے کہا کہ دس ہین اسکو ابو السعود رح نے اختیار کیا اور بعض نے کہا کہ گیارہ ہین یہی رازی و خطیب وغیرہ کے نزدیک مختار ہی اور چھتیس کلمات ہین اور ایک سو باون حروف ہین کما فی السراج القارعہ قیامت کے نامون مین سے ایک نام ہی قرع ٹھونکنا چونکہ اُس روز بہت کرخت نفخہ ہوگا لہذا یہ نام ہوا خطیب رح نے کہا کہ سورۂ والعادیات کو ذکر بعث پر ختم فرمایا تو یہان سے بعث کا صیحہ (کرخت آواز) بیان کیا رازی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ والعادیات کا خاتمہ یہ تھا کہ یومئذ لخبیر- تو گویا سوال ہوا کہ وہ دن کیا ہی پس فرمایا کہ وہ القارعہ ہے-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ کے نام جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

اَلْقَارِعَةُ ۙ مَا الْقَارِعَةُ ۚ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۭ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ
وہ کھڑکھڑاتی کیا ہی وہ کھڑکھڑاتی اور تو کیا بوجھا کیا ہی وہ کھڑکھڑاتی جس دن ہووین لوگ

معنے بہر حال کفر و فسق مین داخل ہین تو ہر انسان کو کنود نہین کہہ سکتے ہین اور اگر سب انسان کی طرف رکھین تو مطلب یہ ہوگا کہ انسان کی طبیعت اسکو کنود ہونے پر ابھارتی ہی ولیکن جسکو اللہ تعالےٰ بچاوے وہ بچتا ہی اور اگر یہان خاص انسان مراد ہی تو کچھ مشکل نہین ہی اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہی یہ کہتے ہین کہ ابن عباس رضؓ نے کہا کہ یہ آیت ایک شخص قریشی کے حق مین نازل ہوئی جسکا نام قرط بن عبد اللہ بن عمرو بن نوفل تھا- وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ- اور بیشک وہ اس بات پر شاہد ہی ف- انہ- کی ضمیر رب عزوجل کی طرف ہی یا انسان مذکور کی طرف ہی اسیواسطے دو تفسیرین مذکور ہین- قتادہ و سفیان ثوری نے کہا یعنے بیشک اللہ تعالےٰ اسپر شاہد ہی یعنے جو کچھ وہ انسان کرتا ہی اللہ تعالےٰ سب دیکھتا و جانتا ہی- محمد بن کعب القرظی رح نے کہا یعنے یہ انسان اس بات پر شاہد ہی یعنے انسان کی حالت خود ایسی ہی کہ وہ بزبان حال خود اپنے اوپر گواہ ہی کہ وہ پروردگار کا کنوڈا ہی ہمیشہ اسکی نعمتون کی ناشکری کیا کرتا ہی- وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ- اور وہ بیشک بھلائی کی محبت مین بہت سخت ہی ف یعنے دنیا کی متاع جسکو راحت کے لیے پسند کرے اُسکی محبت مین بڑا مضبوط ہی- ابو السعود رح نے کہا کہ اشارہ ہی کہ منافق کو نفاق پر آمادہ کرنیکا ایک باعث یہ مالی محبت بھی ہی ابن کثیر رح نے کہا کہ اسمین دو فوائد ہین ایک یہ کہ آیت کے معنے یہ ہین کہ انسان اس مال سے بہت محبت سخت رکھتا ہی (دوم) یہ کہ انسان بوجہ سخت محبت مال کے بخیل ہی- یہ دونون تفسیرین صحیح ہین رازی رح نے لکھا کہ معنے یہ کہ محبت مال سے بخیل یا مال کی محنت مین قوی ہی یعنے محنت مین قوی و مضبوط ہی اور آخرت کے لیے عبادت و طاعت مین کمزور ہی مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین وارد ہوا ہی کہ بوڑھے انسان کا دل دو باتون مین جوان ہوتا ہی مال و عمر- (صحیح) اور ایک روایت مین ہی کہ جب آدمی بوڑھا ہوتا ہی تو اسکی دو چیز جوان ہوجاتی ہین مال زیادہ حاصل ہونا اور دنیا مین زیادہ زندہ رہنا- واضح ہو کہ جس قدر آخرت کی طرف سے بے قدری ہوگی اُسی قدر دنیا مین نفاق انسان کے دل مین جڑ پکڑیگا اور جس قدر نفاق زیادہ ہوگا تو اسی قدر یہ حالت زیادہ ہوگی اللہ تعالےٰ ہم کو اس سے پناہ دے ابن کثیر رح نے لکھا کہ پھر اللہ تعالےٰ نے انسان کو دنیا سے بے رغبت کرنے اور آخرت کی طرف مائل کرنے کے لیے آیندہ ضروری واقع ہونے والے امور سے آگاہ کیا بقولہ تعالےٰ- اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ- پس کیا وہ جانتا نہین ہی کہ جب برانگیختہ کی جائیگی وہ چیز جو قبرون مین ہی اور محصل کردی جائیگی وہ چیز جو سینون مین ہی بیشک انکا رب اس روز انکے ساتھ خوب خبردار ہی ف یعنے کیا انسان کو یہ علم نہین ہی کہ جب قبرون سے مردے اُٹھائے جاوینگے اور جو کچھ سینون مین اعتقاد و خیالات ہین سب عیان کردیے جاوینگے تو اُس روز رب عزوجل اُن کے اعتقادات و خیالات کی سزا و جزا دیگا کیونکہ اُسپر کوئی چیز پوشیدہ نہین ہی- قولہ حصل ما فی الصدور ابن عباس رضؓ نے کہا جو کچھ دلون و نفوس مین چھپاتے تھے اللہ تعالےٰ وہ سب ظاہر کریگا- ان ربہم الخ یعنے انکا رب عزوجل سب خبردار ہی جو کچھ خفیہ و ظاہر کیا کرتے تھے سب کا عوض دیگا اور ذرہ برابر ظلم نہوگا- اگر کہو کہ بعثر ما فی القبور مین (ما) غیر عاقل کے لیے بولا جاتا ہی اور یہان قبور سے انسان اُٹھائے جاوینگے تو (من فی القبور) ہونا چاہیے تھا (جواب) ابو السعود رح نے کہا کہ عاقل تو دنیاوی زندگی تک تھا اور قبر مین فقط مردہ جسم ہی اسلیے (ما) سے تعبیر کیا گیا اور رازی رح نے کہا

فاثرن بہ نقعًا- پس اس سے نقع یعنے غبار اُبھارے واُڑاتے ہین دونون فریق علما نے کہا یعنے جہان یہ خیل یا اونٹ ہوتے ہین وہان غبار بلند ہوتا ہی خواہ حج ہو یا جہاد ہو- فوسطن بہ جمعًا- یعنے جماعت کفار کے وسط مین ہوجاتے ہین یا یہ معنے کہ سب اس مقام کے وسط مین جمع ہوجاتے ہین- یہان ابو بکر البزارؒ نے ایک حدیث غریب روایت کی کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوارون کا خیل بھیجا وہ ایک مہینہ تک باہر رہا اور کچھ خبر معلوم نہوئی (یعنے منافقون ویہود نے کہنا شروع کیا کہ وہ مارے گئے) پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا- والعادیات ضبحا- یعنے اپنے پانوٴن سے ضبح کیا (شاید یہ معنے کہ تیز قدم دوڑے تا کہ ضبح ظاہر ہوا) فالموریات قدحًا- یعنے اپنی ٹاپون سے پتھرون کو قدح کیا تو آگ نکالدی فالمغیرات صبحًا- قوم کفار پر صبحکو چھاپہ مارا- فاثرن بہ نقعًا- پس غبار برانگیختہ کردیا- فوسطن بہ جمعًا- تمام قوم پر صبحکو سب نے حملہ کیا (اسناد مین سوائے حفص کے ثقات ہین ولیکن غریب ہی) رازیؒ نے کہا کہ اللہ تعالے نے خیل کی قسم کھائی کیونکہ کر و فر حملہ وحرب وطلب وغیرہ مین اسکی خصلتین نفیس ہین کوئی جانور اسکے مثل نہین ہے اور قولہ فوسطن بہ جمعًا ضمیر (بہ) عدو کی جانب راجع یعنے تیز دوڑ- اور معنے یہ کہ تیز دوڑ کے ساتھ جماعت دشمن کے وسط مین ہوگئے- اور حدیث مین ہی کہ خیل کی پیشانی مین قیامت تک بہتری بندھی ہے خواہ ثواب ہے یا غنیمت ہے

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ

بے شک آدمی اپنے رب کا ناشکر ہے اور وہ یہ کام سامنے دیکھتا ہے اور آدمی محبت پر مال کی

لَشَدِيْدٌ ۭ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۙ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ

مضبوط ہی کیا نہین جانتا وہ وقت کریدے جاوینگے جو قبرون مین ہین اور تحقیق ہو جو جیون مین ہے

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۧ

بشک اُنکے رب کو اُنکی اُس دن سب خبر ہی

اللہ تعالے نے والعادیات الخ کی قسم سے فرمایا کہ- اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ- البتہ انسان اپنے رب کے واسطے کفور ہی- کنود کے اصل معنے یہ کہ حق نہ دے اور بھلائی سے روکے اور مفسرین کے متعدد عبارات ہین اسکے معنے بیان کیے چنانچہ ابن عباسؓ ومجاہد وقتادہ وضحاک وعکرمہ نے کہا کہ کنود یعنے کفور ہے (کبیر) یعنے اپنے رب عزوجل کی نعمتین اُسی کی قدرت وعظمت سے دیکھتا ہی پھر دیدہ و دانستہ ان نعمتون سے منکر اور ناشکر ہی- یہ ابن عباس ومجاہد وابراہیم نخعی وابو الجوزا وابو العالیہ وابو الضحی وسعید بن جبیر ومحمد بن قیس وضحاک وحسن وقتادہ وربیع بن انس وابن زید نے بیان کیا- حسن بصریؒ نے کہا کہ کنود وہ ہی جو اپنے اوپر مصیبتین بیان کرے اور اللہ تعالے نے جو نعمتین اسپر فرمائی ہین اُنکو بھول جاوے- ابن ابی حاتم نے باسناد ضعیف روایت کی کہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا کہ کنود وہ ہی جو تنہا کھاوے اور اپنے غلام کو مارے اور اپنا نفع روکے لیکن ابن جریرؒ نے دوسری اسناد صالح سے اسکو ابو امامہؓ کا قول روایت کیا (ابن کثیرؒ) کلبیؒ نے کہا کہ کنود قبیلہ کندہ کی زبان مین نافرمانی کرنے والا- بنی مالک کی زبان مین بخیل ہی اور مضر وربیعہ کی زبان مین ناشکری کرنے والا تو واضح ہو کہ کنود کے

میرے پاس سے چلا گیا اور سقایہ زمزم کے پاس امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے جاکر پوچھا آپ نے فرمایا کہ تو نے مجھسے پہلے کسی سے پوچھا ہے اسنے کہا کہ مین نے ابن عباس رضہ سے پوچھا تھا اُنھون نے کہا کہ والعادیات خیل ہین جو اللہ تعالےٰ کی راہ مین غارت کرین فرمایا کہ جاکر ابن عباس رضی اللہ عنہ کو میرے پاس لاؤ جب مین آیا تو فرمایا کہ تو بغیر علم کے لوگون کو فتوی دیا کرتا ہے واللہ اسلام مین سب سے پہلا جہاد بدر تھا لیکن اس جہاد مین ہم لوگون کے پاس گھوڑے نہ تھے سواے دو گھوڑون کے ایک زبیر بن العوام کے پاس تھا اور ایک مقداد بن الاسود کے پاس تھا تو والعادیات ضبحًا کیونکر گھوڑے ہوے بلکہ العادیات ضبحًا عرفہ سے مزدلفہ کی طرف اور اور مزدلفہ سے منیٰ کی طرف ہین ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر مین نے اپنا قول چھوڑ دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول لے لیا (اسناد صحیح) اسی اسناد کے ساتھ ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ علی رضہ نے فرمایا کہ والعادیات ضبحًا عرفہ سے مزدلفہ کی طرف ہے پھر جب مزدلفہ ہوںچے تو وہان آگ جلاتے ہین واضح ہو کہ حضرت علی کے قول کے موافق ابراہیم وعبید بن عمیر وغیرہ جماعت نے کہا اور ابن عباس رضہ کے موافق مجاہد وعکرمہ وقتادہ وضحاک وعطا وغیرہم نے کہا ہے - امام ابن جریرؒ نے اسی قول کو پسند کیا - ابن عباس وعطا نے کہا کہ کوئی چوپایہ ضبح نہین کرتا سواے گھوڑے وکتے کے اور عطار رحہ نے کہا کہ ابن عباس رضہ ضبح کی حکایت (اُح اُح) سے بیان کرتے اس جماعت مین سے اکثر نے کہا کہ فالموریات قدحًا - یعنے اپنی ٹاپون سے قدح کرکے آگ نکالتے ہین قتادہ رحہ نے کہا بلکہ یہ معنے ہین کہ یہ خیل اپنے سوارون مین آگ بھڑکاتے ہین یعنے جب لڑائی مین بھڑ جاتے ہین اقول یہ محاورہ بھی آیا ہے لقولہ تعالےٰ کلما اوقدوا نارا للحرب الخ یعنے ہربار جب اُن لوگون نے لڑائی کی آگ جلائی تو اللہ تعالےٰ نے اُسکو بجھا دیا - ابن جریر رحہ نے کہا کہ پہلا قول صواب ہے یعنے والعادیات ضبحًا سے خیل (گھوڑے) مراد ہین جب دشمن پر تیز دوڑ مین ضبح کرین - فالموریات قدحًا - پھر اپنی ٹاپون سے آگ بھڑکانے والے (ابن کثیر رحہ) رازیؒ نے کہا کہ آیات کی نظم صاف پکارتی ہے کہ خیل مراد ہین اور ضبح بھی فقط گھوڑے کی دوڑ مین ہوتا ہے اور اونٹ مین ضبح نہین ہوتا ولیکن مجازًا استعارہ لیا جاوے حالانکہ بے ضرورت حقیقت کو چھوڑ کر مجاز لینا جائز نہین ہے علاوہ اسکے فالموریات خیل کی ٹاپ سے ہوسکتا ہے اور اونٹ کے کھُر سے نہین ہے اور اسی طرح فالمغیرات صبحًا مین اغارہ دچھاپہ مارنا جس آسانی سے خیل کے ساتھ ہوتا ہے وہ اونٹ سے نہین ممکن ہے جنھون نے اونٹ کے ساتھ تفسیر کی تو فالمغیرات سے تیز رفتار کے معنے لیے یعنے دسوین ذی الحجہ کو منیٰ کی جانب تیز روانہ ہوتے ہین جس سے غبار اُڑتا ہے محمد بن کعب سے روایت ہے کہ غبار مزدلفہ سے منیٰ تک ہوتا ہے اور قولہ فوسطن بہ جمعًا - یعنے مقام جمع مین وسط مین رہتے ہین - مزدلفہ کا نام جمع ہے کیونکہ عرفہ سے حاجی لوگ چلکر مزدلفہ مین جمع ہوتے ہین اور یہان آگ جلا کر کھانا وغیرہ پکاتے ہین رازیؒ نے کہا کہ اونٹ کی تفسیر سے فائدہ ایک تو یہ کہ اونٹ کے فوائد عجیبہ نمونہ قدرت ہین دوم حج کی ترغیب ہے اور خیل سے تفسیر مین خیل کی بزرگی ومنافع ظاہر ہین اور ارشاد کیا کہ گھوڑا فخر وریا کے طور پر باندھنا وبال ہے بلکہ گھوڑے کے باندھنے مین اصل مقصود یہ کہ راہ الٰہی مین عادیات ہون (کبیر وغیرہ) پس قولہ والعادیات ضبحًا یعنے قسم اُن گھوڑون کی جو راہ الٰہی مین ایسے تیز رفتار ہین کہ اُنسے ضبح کی آواز آتی ہے - فالموریات قدحًا پس ٹاپون کے سخت صدمہ سے آگ بھڑکا دیتے ہین - فالمغیرات صبحًا - پس صبحکو اغارہ کرنے والے ہین — ابن عباس ومجاہد وقتادہؒ نے کہا کہ راہ الٰہی مین خیل کا اغارہ ہے جسنے ابل سے تفسیر کی تو کہا کہ صبحکو مزدلفہ سے منیٰ کیطرف چلتے ہین

نَقْعًا ۙ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ

اُس مین گرد ۔ پھر بیٹھ جاتے اُس وقت فوج مین

خطیب و رازی رح نے لکھا کہ قولہ تعالےٰ وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۔ قسم عادیات کی بجالیکہ ضابحہ ہین ف عادیات جمع عادیہ تیز دوڑنے والی۔ واضح ہو کہ ضبح وہ آواز ہے جو خیل (گھوڑے) کی دوڑ مین اُسکی سانس سے نکلتی ہے اور یہ آواز وہن مانند صہیل و حمحمہ کے نہین ہے بلکہ سانس کی آواز ہے خطیب رح نے لکھا کہ ابن عباس رض نے اس آواز کو (اُح اُح) سے تبلایا۔ عرب خیل کو مؤنث لفظ مین بولتے ہین لہذا والعادیات فرمایا۔ اور جبکہ ضبح ان جانورون مین فقط گھوڑے کے لیے ہے تو معنے یہ کہ قسم تیز دوڑنے والے گھوڑون کی جن سے آواز نکلتی ہے علمانے والعادیات کی تفسیر مین اختلاف کیا یعنے بعض نے حقیقی معنے لیے اور بعض نے استعارہ مجازی لیا (اول) حضرت علی و ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ اونٹ مراد ہین۔ یہی مسلک ابراہیم نخعی و قرطبی کا قول ہے (دوم) ابن عباس رض و مجاہد و قتادہ و ضحاک و عطاء و اکثر محققین نے کہا کہ گھوڑے مراد ہین ابن کثیر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا چنانچہ لکھا کہ اللہ تعالےٰ خیل کی قسم فرماتا ہے جب وہ راہ الٰہی مین روان کیے جاوین تو تیز دوڑین اور ضبح کی آواز نکلے جو خیل کی دوڑ مین سُنائی دیتی ہے۔ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۔ پھر آگ نکالنے والیان قدح کر کے ف یعنے خیل کی ٹاپ پتھر پر پڑنے سے چنگاریان اُڑاتی ہین جیسے چقمق پتھرون کو رگڑنے مین آگ نکلتی ہے اور قدح کوفت کرنا اور رگڑنا۔ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۔ پھر چھاپہ مارنے والیان صبح کو ف دستور یہ تھا کہ راتون رات دور کی منزلین طے کر کے کسی قوم کے قریب پہونچکر صبح ہوتے اسپر چھاپہ مارتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو اُس قوم سے اذان سننے کا انتظار فرماتے تھے اگر اس قوم سے اذان کی آواز سُنائی دی تو روک لیتے اور اگر آواز نہ آئی اور معلوم ہوا کہ یہ کافر شرک و کفر پر ہین تو چھاپہ مارتے تھے فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۔ پس اُبھارنے والیان اس سے غبار کو ف یعنے خیل کے اغارہ سے غبار اُٹھتا و بلند ہوتا ہے فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۔ پھر اُس سے بیچ مین ہو جانے والیان سب کی سب ف یعنے سب اس جگہ مین وسط مین جمع ہو جاتے ہین مترجم کہتا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ اس صورت مین یہ کہا جاوے کہ اس فعل سے یہ خیل ایک جماعت کو وسط مین کر لیتی ہین کیونکہ غارت سے جب غبار بلند ہوا اور قوم متحیر ہوئی تو بھاگنے کی طاقت نہین پاتے بلکہ خیل سوارون کے درمیان مین گھر جاتے ہین واللہ تعالےٰ اعلم ابن ابی حاتم نے باسناد صحیح روایت کی کہ ابراہیم نخعی نے کہا کہ عبد اللہ بن مسعود رض نے کہا کہ والعادیات ضبحا۔ اونٹ ہین اور علی رض نے کہا کہ وہ اونٹ ہین اور ابن عباس رض نے کہا کہ وہ گھوڑے ہین۔ یہ خبر حضرت علی رض کو پہونچی تو فرمایا کہ ہمارے پاس بدر کے روز گھوڑے نہ تھے یہ بات ایک سریہ مین تھی جو بھیجا گیا تھا مترجم کہتا ہے کہ سریہ وہ لشکر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی سردار کے ساتھ بھیجدیتے اور خود اسمین نہین جاتے تھے۔ ابن جریر و ابن ابی حاتم نے یونس بن عبد الاعلیٰ عن ابن وہب باسناد صحیح بطریق سعید بن جبیر عن ابن عباس رض روایت کی کہ مین حجر مین بیٹھا تھا یعنے ایام حج مین کہ اتنے مین ایک شخص نے آکر مجھسے پوچھا کہ قولہ تعالےٰ والعادیات ضبحا۔ مین نے کہا کہ یہ گھوڑے ہین جو اللہ تعالےٰ کی راہ مین چھاپہ مارین پھر رات مین اپنی جگہ آدین تو انکے سوار اپنے کھانے کے واسطے آگ جلاوین وہ شخص

القرظی نے کہا کہ کافر اپنی بھلائی مانند خیرات وصدقہ کے دنیا مین پاتا ہی اور اللہ تعالے کے یہان اسکے واسطے کچھ نہین ہی اور مومن نے اگر برائی کی تو اسکی سزا اپنی جان ومال واولاد مین دنیا مین پاتا ہی اور جب دنیا سے نکلا تو اللہ تعالے کے نزدیک اسکے لیے نیکیان ذخیرہ ہین - ابن مسعود رضہ نے کہا کہ قرآن مین یہ سب سے محکم آیت ہی اور کعب احبار رح نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ دو آیتین ایسی نازل ہوئین کہ انھون نے جو کچھ توریت وزبور وانجیل وصحف مین تھا سب کو احاطہ کر لیا - علماء امت متفق ہین کہ یہ آیت ہر قسم کی نیکی وبدی مین عام ہی - آنحضرت صلعم نے اسکو آیت فاذہ جامعہ نام دیا - ربیع بن خثیم رح نے کہا کہ ایک شخص کا گزر حسن بصری کی طرف ہوا جو یہی آیت پڑھتے تھے تو سنکر کہا کہ بس آپ کی نصیحت انتہا کو پہونچ گئی اسی قدر مجھے کافی ہی **اقول** یہ بات صعصعہ بن معاویہ سے جو فرزدق رح کے چچا ہین رسول اللہ صلعم سے عرض کی تھی چنانچہ اسکا بیان اوپر گزر چکا ہی **ف** عرائس مین اسکے اشارات کو معارف مین لیا اور ابن العربی رح نے موت کے ساتھ لیا اور دونون مین ہر ایک نے اپنی اپنی اصل پر کلام کیا پس عرائس البیان کی اصل یہ ہی کہ انسان کا نفس امارہ ہی وہ جب مرتا ہی تو البتہ معارف مین واصل ہوتا ہی اور موت یہ ہی کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہین بالکل نفس کو اسکے تابع کرے تو وہ اپنی خواہش وآمارگی سے مردہ ہو جاتی ہی اور حدیث مین ہی کہ تم مین سے کوئی مومن نہوگا یہانتک کہ اسکی ہوا اس چیز کے تابع ہو جاوے جو مین لایا ہون (صحیح) اور حدیث مین ہی کہ آدمی نے جب اوسپر عمل کیا جو جانتا ہی تو اللہ تعالے اوسکو ایسی چیز کا علم دیتا ہے جو نہین جانتا تھا ابن العربی رح کا اصول یہ ہی کہ آیت مین قیامت کا بیان ہی اور موت قیامت صغری ہی تو اسی کی نظیر ہے لہذا اشارہ مین کہا کہ نزع روح کے وقت بدن مضطرب ہوتا ہی اور وہ اثقال کو نکال دیتا ہی - اثقال جمع ثقل بمعنے اسباب خانہ اور مراد یہ کہ قوی وحیوانی ارواح وہیات اعمال واعتقادات راسخہ نکال دیتا ہی مترجم کہتا ہی کہ تفسیر واضح تو اوپر مفصل بیان ہو چکی

سورۃ العٰدیٰت مکیۃ وہی احدٰی عشرۃ اٰیۃ

ابن مسعود رضہ وجابر رح وحسن رح وعکرمہ رح وعطا رح کے قول مین یہ سورہ مکیہ ہی اور ابن عباس رضہ وانس بن مالک رضہ وقتادہ رح کے قول مین مدنیہ ہی ابو السعود رح نے لکھا کہ اسکے مکیہ ومدنیہ ہونے مین اختلاف ہی ورازی وابن کثیر وغیرہ نے مکیہ لکھا گویا انکے نزدیک یہی راجح ہی - آیات گیارہ (۱۱) ہین اور چالیس (۴۰) کلمات اور ایک سو ترسٹھ (۱۶۳) حروف ہین کما فی السراج حسن بصری رح نے مرسل روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذا زلزلت نصف قرآن کے برابر ہی اور والعادیات نصف قرآن کے برابر ہے (ابو عبید رح) ابن عباس رضہ سے مرفوع اسکے مثل روایت ہی اور کہا کہ قل ہو اللہ احد مساوی تہائی قرآن کے اور قل یا ایہا الکافرون برابر چہارم قرآن کے ہے (رواہ محمد نصر المروزی رح)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہی

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝ فَاَثَرْنَ بِهٖ

قسم ہے دوڑتے گھوڑون کی ہانپتے پھر آگ سلگاتے جھاڑ کر پھر دھاڑ دیتے صبح کو پھر اٹھاتے

عمل سے نجات نہین پاویگا۔ مین نے کہا کہ کیا آپ بھی نہین یا رسول اللہ۔ فرمایا کہ نہ مین مگر آنکہ مجکو اللہ تعالے اپنی رحمت مین ڈھانک
لے اس حدیث کو فقط ابن لہیعہ نے روایت کیا ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ معانی تو احادیث مین ثابت ہین ولیکن اس سیاق سے
مجموعہ فقط ابن لہیعہ نے روایت کیا ہی۔ ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالے تابعی سے روایت کی کہ سعید رح نے کہا کہ جب
نازل ہوا قولہ تعالی ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا۔ یعنے طعام کو باوجود اسکے دوست رکھنے کے مسکین ویتیم و
اسیر کو دیتے ہین۔ ھ۔ تو مسلمانون کا یہ خیال تھا کہ انکو ایسے ہی طعام پر ثواب ملتا ہی جسکو وہ دوست رکھتے ہون اور قلیل
کے دینے مین ثواب نہین ملتا ہی لہذا اگر اُنکے دروازے پر مسکین سائل آتا تو جیسے ایک چھوہارا یا ایک نوالہ یا اخروٹ بہت
قلیل سمجھکر سائل کو نہ دیتے بلکہ جواب دیدیتے تھے اور کہتے کہ یہ تو کچھ چیز نہین ہی اور ہم ایسی چیز کے دینے پر ثواب پاتے ہین
جسکو ہم دوست رکھتے ہون اور بعض مسلمان یہ سمجھتے تھے کہ خفیف گناہون پر انکو ملامت نہ ہوگی جیسے ایکبار جھوٹ بولنا
ایک نظر اجنبی عورت کو دیکھ لینا یا کچھ غیبت کرنا اور اسکے مانند افعال اور کہتے تھے کہ اللہ تعالے نے دوزخ کا خوف تو کبیرہ
گناہون ہی پر دلایا ہی پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ فمن یعمل مثقال ذرة خیرا الخ پس اُنکو قلیل نیکی مین رغبت دلائی کہ عمل مین لاوین
کیونکہ تھوڑا تھوڑا کرکے بہت ہوسکتا ہی اور اُنکو حقیر شر سے پرہیز کرنیکی ہدایت دی کیونکہ وہ بھی تھوڑا تھوڑا ہوکر بہت ہوجاتا ہی اور معنے یہ کہ
فمن یعمل مثقال ذرة الخ یعنے جسنے بقدر چھوٹی چیونٹی کے نیکی کی تو وہ اپنے نامۂ اعمال مین دیکھیگا اور اُسکو خوش آوے گا یعنے سرور
ہوگا اور جسنے چھوٹی چیونٹی برابر بدی کی تو اُسکو اپنے نامۂ اعمال مین دیکھیگا اور یہ بھی اُسکو ناگوار ہوگا اور ہر ایک
نیک وبد کے لیے ہر بدی ایک ہی لکھی جاتی ہی اور ہر نیکی کے عوض دس نیکیان لکھی جاتی ہین اور جب قیامت کا دن ہوگا
تو اللہ تعالے مومنین کی نیکیان دس گونہ بڑھاویگا اور ہر نیکی کے عوض دس بُرائیان محو فرماویگا پس جس شخص کی بُرائیون سے اُسکی نیکیان
مقابلہ ہوکر ایک چیونٹی برابر بھی نیکی بڑھی تو وہ جنت مین داخل ہوا مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعالے فرماتا ہی وان تک حسنة یضاعفها
الآیہ۔ یعنے اگر ایک نیکی بھی ہوئی تو اللہ تعالے اُسکو بہت گونہ بڑھاویگا اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرماویگا۔ امام احمد رح نے
حدیث سلیمان بن داؤد کی اسناد سے مسند کیا کہ عبد اللہ بن مسعود رض فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار تم
لوگ محقرات ذنوب سے بچو یعنے جن گناہون کو حقیر سمجھکر عمل مین لایا کرتے ہین انسے پرہیز کرو کیونکہ ایسے گناہ آدمی پر جمع ہوکر
اتنے ہوجاتے ہین کہ اُسکو ہلاک کرتے ہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی مثال بیان فرمائی کہ ایک قوم ایک جنگل مین اُتری
پس ایک شخص جاکر ایک لکڑی لایا اور دوسرا شخص دوسری لکڑی اُٹھا لایا حتی کہ ایک ایک کرکے انبار ہوگیا اور جو کچھ پکانا تھا وہ بس
آگ مین بخوبی پکایا مترجم کہتا ہی کہ اسی طرح آدمی کے ایک عضو سے ایک صغیرہ گناہ ہوا اور دوسرے سے دوسرا ہوا
اسی طرح شام تک اُسکے پاس صغائر کا انبار ہوگیا (م وابن کثیر رح) **فوائد** قولہ تعالے لیروا اعمالہم **رازی وخطیب**
وغیرہ نے لکھا کہ اعمال دکھلانے مین یہ فائدہ ہی کہ مومن کو سرور بڑھے اور کافر دیکھے کہ اُسکی عبادات شرک قبیح تھین اور صدقات
بوجہ بے ایمانی کے ریگ کے ذرہ ہین۔ ابن عباس رض نے کہا کہ کافر نے جو بھلائی کی اسکو دنیا مین اپنی جان ومال واولاد مین دیکھ
لیتا ہی اور آخرت مین کچھ نہین پاتا اور جو بدی کرتا ہی وہ عاقبت مین شرک کے ساتھ وبال ہی۔ قولہ مثقال ذرة۔ بعض نے کہا
کہ ذرہ چھوٹی چیونٹی ہی اور بعض نے کہا کہ شعاع آفتاب مین جو ریگ کے نہایت باریک ذرہ دکھائی دیتے ہین۔ محمد بن کعب

القرظی نے کہا کہ کافر اپنی بھلائی مانند خیرات وصدقہ کے دنیا مین پاتا ہی اور اللہ تعالے کے یہان اُسکے واسطے کچھ نہین ہی اور
مومن نے اگر برائی کی تو اُسکی سزا اپنی جان ومال واولاد مین دنیا مین پاتا ہی اور جب دنیا سے نکلا تو اللہ تعالے کے نزدیک اُسکے
لیے نیکیان ذخیرہ ہین۔ ابن مسعود رضہ نے کہا کہ قرآن مین یہ سب سے محکم آیت ہی اور کعب احبار رح نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم پر یہ دو آیتین ایسی نازل ہوئین کہ انھون نے جو کچھ توریت وزبور وانجیل وصحف مین تھا سب کو احاطہ کر لیا۔ علماء امت متفق
ہین کہ یہ آیت ہر قسم کی نیکی وبدی مین عام ہی۔ آنحضرت صلعم نے اسکو آیت فاذہ جامعہ نام دیا۔ ربیع بن خثیم رح نے کہا کہ ایک شخص
کا گزر حسن بصری کی طرف ہوا جو یہی آیت پڑھتے تھے تو سنکر کہا کہ بس آپ کی نصیحت انتہا کو پہونچ گئی اسی قدر مجھے
کافی ہی **اقول** یہ بات صعصعہ بن معاویہ نے جو فرزدق رح کے چچا ہین رسول اللہ صلعم سے عرض کی تھی چنانچہ اسکا بیان
اوپر گزر چکا ہی **ف** عرائس مین اسکے اشارات کو معارف مین لیا اور ابن العربی رح نے موت کے ساتھ لیا اور دونون مین
ہر ایک نے اپنی اپنی اصل پر کلام کیا پس عرائس البیان کی اصل یہ ہی کہ انسان کا نفس امارہ ہی وہ جب مرتا ہی تو البتہ معارف
مین واصل ہوتا ہی اور موت یہ ہی کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہین بالکل نفس کو اُسکے تابع کرے تو وہ اپنی خواہش و
آمارگی سے مردہ ہو جاتی ہی اور حدیث مین ہی کہ تم مین سے کوئی مومن نہوگا یہانتک کہ اسکی ہوا اُس چیز کے تابع ہو جاوے
جو مین لایا ہون (صحیح) اور حدیث مین ہی کہ آدمی نے جب اوسپر عمل کیا جو جانتا ہی تو اللہ تعالے اوسکو ایسی چیز کا علم دیتا ہے جو
نہین جانتا تھا ابن العربی رح کا اصول یہ ہی کہ آیت مین قیامت کا بیان ہی اور موت قیامت صغری ہی تو اسی کی نظیر ہے لہذا
اشارہ مین کہا کہ نزع روح کے وقت بدن مضطرب ہوتا ہی اور وہ اثقال کو نکال دیتا ہی۔ اثقال جمع ثقل بمعنے اسباب خانہ
اور مراد یہ کہ قوی وحیوانی ارواح وہیات اعمال واعتقادات راسخہ نکال دیتا ہی مترجم کہتا ہی کہ تفسیر واضح تو اوپر مفصل بیان ہو چکی

سورۃ العٰدیٰت مکیۃ وہی احدٰی عشرۃ اٰیۃ

ابن مسعود رضہ وجابر رح وحسن رح وعکرمہ رح وعطاء رح کے قول مین یہ سورہ مکیہ ہی اور ابن عباس رضہ وانس بن مالک رضہ وقتادہ رح کے
قول مین مدنیہ ہی ابو السعود رح نے لکھا کہ اسکے مکیہ ومدنیہ ہونے مین اختلاف ہی و**رازی وابن کثیر** وغیرہ نے مکیہ لکھا گویا انکے
نزدیک یہی راجح ہی۔ آیات گیارہ (۱۱) ہین اور چالیس (۴۰) کلمات اور ایک سو ترسٹھ (۱۶۳) حروف ہین کما فی السراج حسن بصری رح
نے مرسل روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذا زلزلت نصف قرآن کے برابر ہی اور والعادیات
نصف قرآن کے برابر ہے (ابو عبیدہ) ابن عباس رضہ سے مرفوع اسکے مثل روایت ہی اور کہا کہ قل ہو اللہ احد مساوی تہائی
قرآن کے اور قل یا ایہا الکافرون برابر چہارم قرآن کے ہے (رواہ محمد نصر المروزی رح)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہی

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۙ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۙ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۙ فَاَثَرْنَ بِهٖ

قسم ہے دوڑتے گھوڑون کی ہانپتے پھر آگ سلگاتے جھاڑ کر پھر دھاڑ دیتے صبح کو پھر اُٹھاتے

عمل سے نجات نہین پاویگا۔ مین نے کہا کہ کیا آپ بھی نہین یا رسول اللہ۔ فرمایا کہ نہ مین مگر آنکہ مجکو اللہ تعالے اپنی رحمت مین ڈھانک
لے اس حدیث کو فقط ابن لہیعہ نے روایت کیا ہو مترجم کہتا ہو کہ یہ معانی تو احادیث مین ثابت ہین ولیکن اس سیاق سے
مجموعہ فقط ابن لہیعہ نے روایت کیا ہو۔ ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالے تابعی سے روایت کی کہ سعید رح نے کہا کہ جب
نازل ہوا قولہ تعالی ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا۔ یعنے طعام کو باوجود اسکے دوست رکھنے کے مسکین و یتیم و
اسیر کو دیتے ہین۔ ھ۔ تو مسلمانون کا یہ خیال تھا کہ انکو ایسے ہی طعام پر ثواب ملتا ہو جسکو وہ دوست رکھتے ہون اور قلیل
کے دینے مین ثواب نہین ملتا ہو لہذا اگر اُنکے دروازے پر مسکین سائل آتا تو جیسے ایک چھوہارا یا ایک نوالہ یا اخروٹ بہت
قلیل سمجھکر سائل کو نہ دیتے بلکہ جواب دیدیتے تھے اور کہتے کہ یہ تو کچھ چیز نہین ہو اور ہم ایسی چیز کے دینے پر ثواب پاتے ہین
جسکو ہم دوست رکھتے ہون اور بعض مسلمان یہ سمجھتے تھے کہ خفیف گناہون پر انکو ملامت نہ ہوگی جیسے ایکبار جھوٹ بولنا
ایک نظر اجنبی عورت کو دیکھ لینا یا کچھ غیبت کرنا اور اسکے مانند افعال اور کہتے تھے کہ اللہ تعالے نے دوزخ کا خوف تو کبیرہ
گناہون ہی پر دلایا ہو پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا الخ پس اُنکو قلیل نیکی مین رغبت دلائی کہ عمل مین لاوین
کیونکہ تھوڑا تھوڑا کرکے بہت ہوسکتا ہو اور اُنکو حقیر شر سے پرہیز کرنیکی ہدایت دی کیونکہ وہ بھی تھوڑا تھوڑا ہو کر بہت ہوجاتا ہو اور معنے یہ کہ
فمن یعمل مثقال ذرۃ الخ یعنے جسنے بقدر چھوٹی چیونٹی کے نیکی کی تو وہ اپنے نامۂ اعمال مین دیکھیگا اور اُسکو خوش آوے گا یعنے سرور
ہوگا اور جسنے چھوٹی چیونٹی برابر بدی کی تو اُسکو اپنے نامۂ اعمال مین دیکھیگا اور یہ بھی اُسکو ناگوار ہوگا اور ہر ایک
نیک وبد کے لیے ہر بدی ایک ہی لکھی جاتی ہو اور ہر نیکی کے عوض دس نیکیان لکھی جاتی ہین اور جب قیامت کا دن ہوگا
تو اللہ تعالے مومنین کی نیکیان دس گونہ بڑھاویگا اور ہر نیکی کے عوض دس بُرائیان محو فرماویگا پس جس شخص کی بُرائیون سے اُسکی نیکیان
مقابلہ ہوکر ایک چیونٹی برابر بھی نیکی بڑھی تو وہ جنت مین داخل ہوا مترجم کہتا ہو کہ اللہ تعالے فرماتا ہو وان تک حسنۃ یضاعفہا
الآیہ۔ یعنے اگر ایک نیکی بھی ہوئی تو اللہ تعالے اُسکو بہت گونہ بڑھاویگا اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرماویگا۔ امام احمد رح نے
حدیث سلیمان بن داؤد کی اسناد سے مسند کیا کہ عبد اللہ بن مسعود رض فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار تم
لوگ محقرات ذنوب سے بچو یعنے جن گناہون کو حقیر سمجھکر عمل مین لایا کرتے ہین انسے پرہیز کرو کیونکہ ایسے گناہ آدمی پر جمع ہوکر
اتنے ہوجاتے ہین کہ اُسکو ہلاک کرتے ہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی مثال بیان فرمائی کہ ایک قوم ایک جنگل مین اُتری
پس ایک شخص جاکر ایک لکڑی لایا اور دوسرا شخص دوسری لکڑی اُٹھا لایا حتی کہ ایک ایک کرکے انبار ہوگیا اور جو کچھ پکاتا تھا وہ سب
آگ مین بخوبی پکایا مترجم کہتا ہو کہ اسی طرح آدمی کے ایک عضو سے ایک صغیرہ گناہ ہوا اور دوسرے سے دوسرا ہوا
اسی طرح شام تک اُسکے پاس صغائر کا انبار ہوگیا (م وابن کثیر رح) **فوائد** قولہ تعالے لیروا اعمالہم **رازی وخطیب**
وغیرہ نے لکھا کہ اعمال دکھلانے مین یہ فائدہ ہو کہ مومن کو سرور بڑھے اور کافر دیکھے کہ اُسکی عبادات شرک قبیح تھین اور صدقات
بوجہ بے ایمانی کے ریگ کے ذرہ ہین۔ ابن عباس رض نے کہا کہ کافر نے جو بھلائی کی اسکو دنیا مین اپنی جان ومال واولاد مین دیکھ
لیتا ہو اور آخرت مین کچھ نہین پاتا اور جو بدی کرتا ہو وہ عاقبت مین شرک کے ساتھ وبال ہو۔ قولہ مثقال ذرۃ۔ بعض نے کہا
کہ ذرہ چھوٹی چیونٹی ہو اور بعض نے کہا کہ شعاع آفتاب مین جو ریگ کے نہایت باریک ذرہ دکھائی دیتے ہین۔ محمد بن کعب

تو یہ اُسکے لیے وزر (وبال گناہ) ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھے کا حکم پوچھا گیا تو فرمایا کہ اُسکے بارہ مین مجھپر کچھ نازل نہین کیا گیا سواے اس آیت کے جو منفرد سب باتون کو جامع ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ (رواہ البخاری ومسلم) امام احمدؒ نے صعصعہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا آپ نے اُسکو یہ آیت سُنائی فمن یعمل مثقال ذرۃ الآیہ۔ تو صعصعہ رضؓ نے کہا کہ مجھے یہ کافی ہے صعصعہ بن فرزدق شاعر کے چچا ہین۔ اس حدیث کو نسائیؒ نے بھی روایت کیا اور حدیث عدی رضؓ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ سے بچو اگرچہ ایک ٹکڑے چھوہارے کے سبب ہو (صحیح البخاری) اور حدیث مین ہے کہ نیک کامون مین سے کسی کام کو حقیر مت سمجھو اگرچہ یہی ہو کہ پانی چاہنے والے کے برتن مین اپنے ڈول سے پانی ڈالدے اور اگرچہ یہی ہو کہ اپنے مسلمان بھائی سے خندان پیشانی ملے (صحیح) اور حدیث مین ہے کہ اے مومنہ عورتو کوئی اپنی پڑوسن بہن سے ہدیہ حقیر نہ سمجھے اگرچہ وہ بکری کی کھری بھیجے (صحیح) اور ایک حدیث مین ہے کہ سائل کو خالی ہاتھ نہ پھیرو اگرچہ جلی کھری دیدو۔ یعنے اگر کچھ میسر نہ ہو سواے جلی کھری کے تو وہی دیدو امام احمدؒ نے حدیث عائشہؓ سے مسند کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ رضؓ آگ سے آڑ بنالے اگرچہ ایک ٹکڑا چھوہارا ہو کیونکہ وہ بھوکے سے مانند آسودہ کے روکتا ہے (تفرد بہ احمد باسناد جید) اور اُم المومنین عائشہ رضؓ نے ایک انگور دیا اور فرمایا کہ اسمین بہت سے ذرات ہین۔ امام احمدؒ نے حدیث عائشہ رضؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اے عائشہ خبردار ایسے گناہون سے ڈرنا اور بچنا کہ جنکو حقیر سمجھکر کیا جاوے کیونکہ اللہ تعالی کی طرف سے انکا مطالبہ کرنے والا موجود ہے۔ (رواہ النسائی وابن ماجہ۔ خلاصہ یہ کہ گناہون کو اگرچہ حقیر ہون کبھی بے خوف ہو کر نہ کرے یعنے اُنسے بچے کیونکہ جب وہ گناہ کے نام مین داخل ہین تو اللہ تعالی کی طرف سے انکا مطالبہ موجود ہے۔ ابن جریرؒ نے مسند کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ کھانا کھاتے تھے پس یہ آیت اتری فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل الآیہ پس ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اُٹھا لیا اور عرض کیا کہ یا حضرت کیا مجھے ذرہ برابر بدی کرنے کا بدلا دیا جاویگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر تو نے جو کچھ دنیا مین مکروہ دیکھا تو شر کے مثاقیل سے قصاص ہو گیا اور مثاقیل خیر تیرے لیے ذخیرہ رہے جنکو تو قیامت کے روز دیا جاویگا۔ (رواہ ابن ابی حاتمؒ۔ ابن جریرؒ نے اسکو وجوہ متعددہ و طرق دیگر سے روایت کیا ازانجملہ حدیث ابو عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کیا کہ جب اذا زلزلت الارض الخ نازل ہوا تو ابو بکر رضؓ بیٹھے تھے وہ رونے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رونیکا سبب پوچھا ابو بکر رضؓ نے عرض کیا کہ اسی سورہ نے مجھے رُلایا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم لوگ خطا و گناہ نہ کرتے کہ وہ بخشے جاتے ہین تو اللہ تعالے ایسی امت پیدا کرتا جو خطا و گناہ کرتے پس اُنکی مغفرت فرماتا مترجم کہتا ہے کہ اصل حدیث صحیح مین موجود ہے **حدیث دیگر** ابن ابی حاتمؒ نے بطریق ابن لہیعہ حدیث ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ روایت کی کہ جب قولہ تعالے فمن یعمل مثقال ذرۃ الخ نازل ہوا تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اپنا عمل دیکھونگا۔ فرمایا کہ ہان۔ مین نے کہا کہ یہ بڑے بڑے اعمال۔ فرمایا کہ ہان۔ مین نے کہا کہ اور یہ چھوٹے چھوٹے اعمال بھی۔ فرمایا کہ ہان۔ مین نے کہا کہ ہاے تب تو میری موت پر میری مان روئے۔ فرمایا کہ اے ابو سعید خوش ہو کہ ہر نیکی دس گونہ ہے یعنے سات سو گونہ تک اور جہانتک اللہ تعالے بڑھاوے اور گناہ ایک ہی ہوتا ہے یا اللہ تعالے اوسکو بخش دے اور تم مین سے کوئی اپنے

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ - پس جسنے بقدر چھوٹی چیونٹی کے نیکی کی وہ اُسکو دیکھے گا ف اللہ تعالیٰ ایک
ذرہ برابر بھی اسکی نیکی ضائع نہین فرماویگا- وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ - اور جسنے بقدر چھوٹی چیونٹی
کے بدی کی اُسکو دیکھیگا ف وہ بھی سامنے نظر آویگی پھر آیندہ حساب و عفو و فضل و شفاعت ہی ولیکن کفار مشرکین
کے لیے وہان ذرہ برابر نیکی نہوگی اسلیے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین لائے تھے تو انکے اعمال مردہ تھے وہ آخرت کے
لائق نہین تھے پس اُنکو دنیا مین عوض مل چکا اور وہان ہر عمل جو اُنکے پاس ہی وہ جہنم کے قابل ہی لہذا اُنکا حساب صرف
اسواسطے ہوگا کہ ہر کافر کس طبقہ جہنم کے لائق ہی اور حساب و فضل و عفو و شفاعت سب مومنین کے لیے ہی یہ سب بیان اس قول
کے موافق تھا کہ- يصدر الناس کے یہ معنے کہ قبرون سے صادر ہوگا اور ابن کثیر رحنے یہ معنے بیان کیے کہ عرصات محشر سے
چلینگے انواع متفرقہ بعضون کے لیے جنت کا حکم ہوا ہے اور بعض کے لیے جہنم کا حکم ہوا ہے تاکہ یہ لوگ اپنے اعمال دکھلائے
جاوین یعنے دنیا مین ہر فرقہ نے جو اعمال کیے تھے انکا انجام دکھلائے جاوین پس جنتی جنت مین جاکر اپنے اعمال کا عوض دیکھینگے
اور جہنمی جہنم مین جاکر دیکھینگے اور ذرہ برابر نیکی و بدی نظر آویگی مترجم کہتا ہی کہ قول اول بہتر ہی اسلیے کہ عرصات سے جزاے
اعمال دیکھنے جاوینگے تو اُسوقت مومنون کے بہت سے اعمال شر عفو سے مٹ گئے اور بہت بندون کی برائیان اُنکو دکھائے
بعد نیکیان کر دی گئین چنانچہ حدیث مین ہی کہ ایک گناہگار بلایا جاویگا اور اُسکی نسبت ملائکہ کو حکم ہوگا کہ پہلے اس کے
چھوٹے گناہ اسکے سامنے پیش کرو اور بڑے گناہون کو مخفی کر دو- پس اللہ تعالیٰ فرماویگا کیون تو نے یہ اعمال کیے تھے
وہ انکو دیکھکر خوفناک ہوگا اور کہیگا کہ ابھی تو میرے بڑے بڑے گناہ باقی ہین- مین کیونکر جواب دونگا پھر وہ حضور مین عرض
کریگا کہ ای رب مین بیشک خطاوار ہون اور تیری مغفرت کا امیدوار ہون پھر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اسکے گناہون کو
بدل کر نیکیان کر دیگا اور ملائکہ اُسکو دکھلاوینگے- جب وہ مطمئن ہوگا تو جناب باری تعالیٰ مین عرض کریگا کہ ای میرے رب
رحیم مین نے تو بہت سے اعمال کئے تھے کہ اُن کو یہان نہین دیکھتا ہون (صحیح) مترجم کہتا ہی کہ اس رحمت سے کبیرہ کو
نیکی بنانے کی ہوس ہوئی اللهم انت ارحم الراحمين اللهم احفظنا واعذنا من ان نشرك بك وانت الله الذي لا اله الا انت
لا شريك لك فلك الحمد والمنة- بالجملہ اس وقت مین تو بہت سے ذرات عفو و مغفرت سے بدل گئے پس معنے یہ ہین کہ
قبور سے صدور جانب محشر ہوگا تاکہ وہان ذرہ برابر خیر اور ذرہ برابر شر دیکھین- حدیث ابو ہریرہ رض مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیل (گھوڑا) تین حال ہین- ایک مرد کے واسطے اجر ہی اور ایک کے واسطے پردہ ہی اور ایک کے واسطے وزر (گناہ)
ہی پس جسکے واسطے اجر ہی وہ شخص ہی جسنے گھوڑا فی سبیل اللہ باندھا پس چراگاہ یا باغ مین جہانتک اسکی رسی دراز کی تو جس قدر
اُسنے اس چراگاہ یا باغ مین سے لیا اسکے لیے نیکیان ہین اور اگر اُسنے رسی توڑ لی پس ایک دھاپ یا دو دھاپ
چرتا چلا گیا تو اسکے نشان قدم ولید وغیرہ اسکے لیے نیکیان ہین اور اگر وہ کسی نہر پر گزرا اور اُسمین سے پانی پیا حالانکہ گھوڑے
والا یہ نہین چاہتا تھا کہ اسکو پلاوے تو یہ بھی اسکے لیے نیکیان ہین- یہ گھوڑا اپنے پالنے والے کے لیے اجر ہے اور دیگر
ایک شخص ہے کہ اُسنے تونگری و تعفف کے لیے باندھا اور اسکی گردن و پیٹھ سے جو حق الٰہی متعلق ہی وہ نہین بھولا تو یہ
اُسکے واسطے ستر (پردہ) ہے اور ایک شخص دیگر ہی جسنے گھوڑا بطور فخر و ریا اور مسلمانون کو دکھ دینے کے لیے باندھا

اور نفخۂ صور کے قریب ہونگے اور اگر اثقال سے زمین کے اندر کے مردے وغیرہ ہین تو یہ البتہ دوسرے نفخۂ صور پر ہی
ولیکن اظہر یہ ہی کہ اللہ تعالے نے شروع سے ہولناک امور سے جو واقع ہونے والے ہین مطلع فرمایا کہ قریب قیامت کے زمین کو
زلزلہ شدید واقع ہوگا اور افلاذ کبد سونے چاندی کے نکال دیگی وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا- اور انسان کہیگا کہ زمین
کو کیا ہوا ہی ف کیونکہ ہر فرد کے حواس پراگندہ و دہشت طاری ہوگی- یہانتک کہ نفخۂ صور سے سب مرجاوینگے اور دنیا
ختم ہوجاویگی اور یہ تمہید قیامت ہی حتی کہ چندروز بعد دوسرے نفخہ سے زمین ان اثقال کو نکالیگی کما قال تعالے والقت
ما فیہا وتخلت جو کچھ زمین مین ودیعت ہی اسکو نکال پھینکیگی اور خالی ہوجائیگی اور قیامت کے آخرت کے آثار شروع
ہونگے يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَى لَهَا- اس روز زمین اپنے اخبار بیان کریگی بوجہ اسکے کہ تیرے
ربنے اُسکے واسطے وحی فرمائی ف یعنے رب عزوجل کے حکم و اجازت سے اس روز زمین اپنے سب اخبار بیان کریگی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ اسکے کیا اخبار ہین عرض کیا گیا کہ اللہ و رسول ہی کو خوب علم ہی فرمایا کہ ہر مرد و عورت پر
گواہی دیگی کہ اسنے میری پیٹھ پر ایسے ایسے کام کیے ہین (رواہ احمد والترمذی والنسائی) ابن عباس رض نے کہا کہ رب عزوجل زمین سے
فرمادیگا کہ تو بیان کرسو وہ بیان کرنے لگیگی- طبرانی رح نے ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے
کہ زمین سے حفاظت رکھو کہ یہ تمھاری مان ہی اور جو کوئی اسپر کچھ نیکی و بدی کریگا تو ضرور وہ اسکی خبر دیگی- انس رض نے مرفوعًا روایت
کیا کہ زمین پر جو کچھ عمل کیا گیا وہ اسکو قیامت کے روز لاویگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا زلزلت الارض تا قولہ یومئذ
تحدث اخبارہا تلاوت کیا- بخاری رح نے کہا کہ اوحی لہا اور اوحی الیہا- دونون کے معنے واحد ہین اس بیان سے لوگون کو ہول ولایا
کہ یہ زمین جسپر اتراتے و فسق و فجور کرتے ہین یہی اُنپر گواہ ہوگی اور اُنکے اعمال ایک ایک ظاہر کریگی اور اللہ تعالے علیم خبیر ہے

يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ
اُس دن ہو پڑینگے لوگ بھانت بھانت کہ انکو دکھائے اُنکے کیے سو جسنے کی ذرہ بھر
ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝ ع
بھلائی وہ دیکھ لیگا اور جسنے کی ذرہ بھر بُرائی وہ دیکھ لیگا

اللہ تعالے نے لوگون کو ہوش کرنے کی تنبیہ فرمائی بقولہ تعالے- يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِيُرَوْا
أَعْمَالَهُمْ- اُس روز چلینگے لوگ اشتات تاکہ اپنے اعمال دکھلائے جاوین ف اشتات متفرق- ابن جریر رح نے
کہا کہ پھر کبھی جمع نہونگے سدی رح نے کہا کہ اشتات فرقے مترجم کہتا ہی کہ یصدر الناس سے یعنے چلینگے- پھر کہان سے چلینگے
تو اسمین دو قول ہین خطیب رح وغیرہ نے لکھا کہ جب قبرون سے اُٹھائے جاوینگے تو وہان سے عرصات محشر کی طرف
اپنے رب عزوجل کی حضوری مین چلینگے یعنے فیصلہ قضا کے لیے تاکہ اپنے اعمال دکھلائے جاوین اور انھین اعمال کے حساب سے
اشتات انواع متفرق ہونگے- بعضے مومن اور بہتیرے کافر اور بعضے بیخوف و بعضے خوفناک اور بعضے مطیع و بعضے عاصی حتی کہ
بکثرت اقسام ہونگے- ابن عباس رض نے کہا کہ موافق اعمال کے متفرق ہونگے بعضون کو داہنی جانب لے جائینگے جدھر جنت
ہی اور بعضون کو بائین طرف جہنم کی راہ لے جاوینگے تاکہ وہان ہر فرقے کو اُسکے اعمال دکھلائے جاوین فَمَنْ يَعْمَلْ

برابر تہائی قرآن کے ہے اور اذا زلزلت الارض برابر چوتھائی قرآن کے ہے۔ ف۔ ترمذی رح نے حدیث ابن عباس رض سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذا زلزلت برابر نصف قرآن کے ہے اور قل ہو اللہ احد مساوی ثلث قرآن کے اور قل یا ایہا الکافرون برابر چہارم قرآن کے ہے قال ہذا حدیث غریب اور حدیث انس بن مالک رض سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ تونے نکاح کیا ہے اُسنے کہا کہ یا رسول اللہ مین نے تو نکاح نہین کیا اور نہ میرے پاس اسقدر ہے کہ نکاح کر سکون آپ نے فرمایا کہ کیا تیرے پاس قل ہو اللہ احد نہین ہے اُسنے کہا کہ کیون نہین ہے فرمایا کہ پھر یہ تہائی قرآن کے برابر ہے اور کیا تیرے پاس اذا جاء نصر اللہ والفتح نہین ہے اُسنے کہا کہ جی ہان کیون نہین ہے فرمایا کہ وہ چہارم قرآن کے برابر ہے۔ کیا تیرے پاس قل یا ایہا الکافرون نہین ہے اُسنے کہا کیون نہین ہے فرمایا کہ یہ چہارم قرآن ہے کیا تیرے پاس اذا زلزلت الارض نہین ہے اُسنے کہا کہ کیون نہین تو فرمایا کہ یہ چہارم قرآن کے برابر ہے پھر کہا کہ نکاح کر لے قال الترمذی ہذا حدیث حسن یہ حدیثین فقط جامع ترمذی مین ہین مترجم کہتا ہے کہ یہ روایت موافق بروایت ابوبکر البزار رح ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا ۝ وَاَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا ۝ وَقَالَ

جب ہلائی زمین کو اسکے بھونچال سے اور نکال ڈالے زمین اپنے بوجھ اور کہے

الۡاِنۡسَانُ مَا لَهَا ۝ يَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا ۝ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰى لَهَا ۝

آدمی اسکو کیا ہوا اُسدن بتا دیگی اپنی باتین اسواسطے کہ اُسکے رب نے حکم بھیجا

اس سورۂ جلیل مین اللہ تعالے نے عجائب قدرت وآثار عظمت کو بیان فرمایا بقولہ تعالے۔ اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا۔ جب لرزے گی زمین اپنا لرزنا ف ابن عباس رض نے کہا یعنے زمین نیچے سے اضطراب وزلزلہ مین آویگی۔ یہ زلزلہ سخت عظیم ہے جس سے اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا بقولہ تعالے یا ایہا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شئ عظیم۔ ای لوگو ڈرو اپنے رب سے البتہ قیامت کا زلزلہ بڑی چیز ہے۔ ف۔ اسکے ہول سے دودھ پلانے والی بچہ بھول جائیگی اور حاملہ پیٹ ڈال جائیگی اور لوگ بوجہ ہول عذاب کے مدہوش ہونگے (ابن کثیر) مجاہد رح نے کہا کہ یہ اول نفخہ صور ہے بدلیل قولہ تعالے یوم ترجف الراجفۃ تتبعہا الرادفۃ۔ جس دن لرزنے والی لرزیگی اسکے پیچھے رادفہ آویگی۔ اس زلزلہ مین دو قول ہین۔ اکثر لوگون نے کہا کہ یہ زلزلہ دنیا مین ہوگا اور وہ قیامت کی علامت ہے۔ دوم یہ کہ یہ زلزلہ قیامت کے روز ہوگا کذا فی الخازن ابن کثیر رح نے قول اول کی جانب میلان کیا کیونکہ یہان حدیث صحیح مسلم نقل کی کہ ابوہریرہ رض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین سونے چاندی کے افلاذ مانند ستونون کے اُگل دیگی پس قاتل آویگا کہ مین نے اسی بارہ مین قتل کیا اور قاطع رحم آویگا کہ مین نے اسی بارہ مین قرابت کو قطع کیا اور سارق آویگا کہ اسی بارہ مین میرا ہاتھ کاٹا گیا پھر یہ سب لوگ اسکو چھوڑ دینگے اسمین سے کچھ نہ لینگے (ابن کثیر رح) اور قول دوم کی تائید یہ ہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَاَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا اور زمین اپنے اثقال نکال دیگی ف اثقال جمع ثقل بمعنے بار اور زمین کے اثقال دوسرے نفخہ صور پر نکالے جاوینگے۔ ولیکن اگر یہ اثقال وہ ہین جو صحیح مسلم وترمذی کی حدیث مین مذکور ہوے تو یہ قیامت کی علامت ہے

حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ کے فضائل متواتر تھے تو بھی خوارج نے قطعیات سے منھ موڑا اور اپنا کفر ہوا و ہوس
نچھوڑا جیسے کچھ مدت کے بعد روافض نے انکے قدم بقدم راہ اختیار کی اور اولین سے انکار کیا نعوذ باللہ من الضلالۃ

سورۃ الزلزال مدنیۃ وہی ثمان آیات

اسکو سورۂ اذا زلزلت کہتے ہین- آیات کا شمار آٹھ ہو اسی پر خطیب رحہ نے جزم کیا اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ نو آیات
ہین- اسی پر ابو السعودؒ نے جزم کیا اور کہا کہ مکیہ و مدنیہ ہونے مین اختلاف ہو تفسیر ابن کثیر و کبیر وغیرہ مین ہو کہ
سورہ مکیہ ہو اور خطیب وغیرہ نے لکھا کہ ابن عباس رضہ و قتادہ کے قول مین مکیہ ہو اور ابن مسعود و عطاء و جابر بن زید کے قول
مین مدنیہ ہو- آٹھ آیات و پینتیس (۳۵) کلمات و ایک سو انچاس (۱۴۹) حروف ہین (کما فی السراج) امام احمدؒ نے حدیث عبداللہ
بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا کہ یا رسول اللہ مجھے پڑھائیے
(شاید یہ مطلب کہ قرات قرآن کے بارہ مین ارشاد تعہد ہو) آپ نے فرمایا کہ ذوات الراء سے تین سورہ پڑھا کر- یعنے جنکے شروع
مین (آلر ہے) اُس مرد نے کہا کہ یا رسول اللہ میرا سن بوڑھا ہوا اور قلب بھاری پڑ گیا اور زبان موٹی ہو گئی- آپ نے
فرمایا کہ اچھا ذوات حٰم سے تین سورہ پڑھا کر- اُسنے پھر اپنے مقولہ سابقہ کی طرح عرض کیا- آپ نے فرمایا کہ تین سورہ
مسبحات مین سے پڑھا کر (یعنے اول مین یسبح للہ یا سبح للہ کے مانند ہو) اُس نے پھر وہی عذر اول عرض کیا اور
کہا کہ یا رسول اللہ مجھے ایک سورۂ جامعہ پڑھائیے پس آپ نے اُسکو سورۂ اذا زلزلت الارض پورا پڑھایا- اُس مرد نے
کہا کہ قسم اُس پاک عزوجل کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ پیغمبر بھیجا ہو کہ مین کبھی اسپر زیادہ نہین کرونگا پھر وہ چلا گیا تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس رجل نے فلاح پائی اس رجل نے فلاح پائی یعنے دو مرتبہ یہ کلمہ فرمایا- پھر حکم دیا کہ اس مرد
کو میرے پاس بلاؤ پس وہ لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مین یوم اضحیٰ کا حکم دیا گیا ہون (یعنے قربانی) اسکو اللہ تعالے نے
اس امت کے لیے عید قرار دیا ہو تو اُس مرد نے کہا کہ آپ بتلاوین کہ اگر مجھے جانور نہ ملے سوائے دودھ دینے والی مادہ کے
تو کیا اُسکو قربانی کر دون- فرمایا کہ نہین بلکہ تو اپنے بال و ناخن و مونچھین کترائیو اور زیر ناف کے بال صاف کیجیو کہ اللہ تعالےٰ
کے نزدیک یہی تیرے واسطے پوری قربانی سے ہو (ورواہ ابو داؤد والنسائی و محمد بن نصر المروزی والحاکم والطبرانی وابن مردویہ
والبیہقی) مترجم کہتا ہو کہ دوسری حدیث مین اسکا طریقہ یہ ہو کہ ذی الحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد ذکر و تکبیر وغیرہ کی کثرت رکھے اور
اس وقت سے بال و ناخن وغیرہ نہ کاٹے پھر دسوین ذی الحجہ کو یہ سب کرے اور جو کوئی قربانی کا قصد رکھتا ہو اُسکے
واسطے یہی حکم حدیث ام سلمہ رضہ مین مرفوعًا و موقوفًا آیا ہو رواہا الطحاوی اور یہ حکم مستحب ہو واجب نہین ہو لیکن ثواب جمیل کی
نظر سے چھوڑنا نچاہیے واللہ تعالےٰ ہو الموفق- ترمذیؒ نے محمد بن موسی البصری کی اسناد سے حدیث انس رضہ سے روایت کیا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے سورۂ اذا زلزلت پڑھا تو اُسکے لیے نصف قرآن کے برابر ہو گا اور جسنے قل یا ایہا الکافرون
پڑھا تو برابر چہارم قرآن کے اور جسنے قل ہو اللہ احد پڑھا تو تہائی قرآن کے برابر ہو گا قال ہذا حدیث غریب لیکن ابو بکر البزار
نے محمد بن موسی البصری سے اسی اسناد کے ساتھ اسطرح روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قل ہو اللہ احد

ترک وتجرد رکھین اور اسکا اساس زکوٰۃ ہی- یہی دین کتب قیمہ ہی جسکو عظیم الشان پیغمبر کتاب مجید مین تلاوت فرماتا ہے کہ اسکی ملت حنیفیہ ہی جو آدم ؑ سے اسوقت تک واحد ہی یعنی توحید کو لازم پکڑنا اور عدالت حقہ پر عمل کرنا جسمین اعمال نماز و زکوٰۃ اساس ہین- یہی دین ان گمراہون کو کتب سماویہ مین تعلیم کیا گیا تھا ولیکن اہل کتاب اپنے نفس کی خواہش مین محجوب ہوے اور کتابون کی تحریف کرلی اور تعصب مین بڑھ کے اور نفس کی خواہش پر ٹھہرے اور توہمات و تصورات مین پھنسے اور اوضاع وعادات کے قیاس مین اڑے اگر یہ نہ ہوتا تو دین حق ظاہر تھا مترجم کہتا ہی کہ واللہ میرے خیال مین گویا اسلامیہ فرقون کی ہوا وہوس کا پورا نقشہ ہی حتی کہ خوارج وروافض کے حالات کو صاف اسکے مطابق کرنے مین آسانی ہے انہین سے ہر ایک نے متواترات آیات واحادیث کو اپنے ہوسات کے مطابق کرنیکی کوشش کی اور اصول دین کو چھوڑنا اختیار کیا ولیکن تعصب وخواہش نفس وبدگمانی وتوہم وتصور کو نچھوڑا- اسیطرح اہل السنة مین مذاہب کی تقلید مین آخر عظیم بلائین آئین انا للہ وانا الیہ راجعون- قولہ ذٰلک لمن خشی ربہ- یعنے یہ مقام اعلی ایسے بندون کے ساتھ مختص ہوا جن پر خشیہ چھا گیا یعنے رب عزوجل کی عزت وجلالت وکبریا وعظمت اُنکے قلوب پر چھائی کیونکہ جب رب عزوجل کی عظمت بندے کے قلب پر تجلی فرماتی ہی تو خشیہ لازم ہی اور اس سے رضا کا ظہور ہوتا ہی اور یہ اعلی واکمل مقام ہی وللہ الحمد والمنة تنبیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ واہلبیت کے واسطے فضائل کثیرہ بیان کیے کیونکہ خوارج اشرار بنی امیہ سے آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تعدی کا خوف تھا ولیکن اس سے اُنپر حجت پوری ہوئی اور جو اللہ تعالے نے ان طاہرین مطہرین کے واسطے شہادت ورفعت درجات سے مقدر فرمایا تھا وہ پورا ہوا ولیکن یزید پلید واُسکے اعوان وانصار پر حیف ہی کہ وہ اس ظلم عظیم کے کمانے والے قرار پائے- اہلبیت رضی اللہ عنہم کے فضائل جلیلہ بے شمار ہین اور جابجا اس تفسیر مین بحسب موقع آئے ہین- یہان حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ناگاہ علی رضی اللہ عنہ سامنے آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اُس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہی کہ یہ شخص واسکے ساتھی روز قیامت کے فائزین ہین (فوز مراد پانا) اور نازل ہوا قولہ تعالے ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات الآیہ- پس اسکے بعد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان تھی کہ جب علی رضؓ اُنکے سامنے آتے تو کہتے کہ خیر البریہ آیا (رواہ ابن عساکر) ابن عباس رضؓ سے روایت ہی کہ جب یہ آیت اُتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تو اور تیرے ساتھی قیامت کے روز راضین مرضیین ہین (رواہ ابن مردویہ) اور ضیاء رح نے مختارہ مین اسکے مانند خود حضرت علی رضؓ کی حدیث سے مرفوع روایت کیا اور ابن عدی وابن عساکر رح نے حدیث ابو سعید الخدری سے مرفوعا روایت کیا کہ علی خیر البریہ ہے- واضح ہو کہ ان روایات کے اسانید مین کلام ہے ولیکن فضائل مین محتمل اور مجموعہ حسن ہی اور واضح ہو کہ یہان کسی بدعتی کا وہم کچھ نہین چل سکتا کیونکہ سب سے افضلیت مطلقہ یہان مراد نہین ہی کہ کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالے نے خود صیغہ جمع فرمایا اولٰئک ہم خیر البریہ- یعنے یہ لوگ جو اس صفت سے موصوف ہین یہ سب خیر البریہ ہین- تو حضرت علی رضؓ اسمین داخل ہین اور خاص بیان سے مقصود یہ کہ خوارج وغیرہ گمراہون مین زعم دور ہوجاوے یا اُنپر حجت ہو چنانچہ یہی ہوا کہ تمام صحابہ رضؓ مین

دیکھتے ہو کہ کفار و مشرکین جب آخرت کے علوم سنتے ہین تو اوہام کہکر انکار کرتے ہین (قولہ تعالیٰ) مخلصین لہ الدین۔ اخلاص اصلی یہ
ہی کہ قلب کو ماسواے حق سے پاک مجرد رکھے۔ حنیف وہ ہی کہ دنیا و نفس وغیرہ سے منحرف ہو کر حق کی جانب مائل ہو۔ بعض مشائخ نے
کہا کہ اخلاص یہ ہی کہ تیری عبودیت و اعتقاد پر سواے اللہ تعالیٰ کے تیرا نفس بھی مطلع نہو اور جان لے کہ یہ احسان مجبر اللہ تعالیٰ
کیطرف سے ہی کہ تجکو اپنی عبادت کے لائق کیا اور توفیق دی اور تو اسپر عوض کا طالب نہو۔ اقول یعنے ثواب کی امید نظر فضل
آلہی ہو نہ آنکہ تو اپنے فعل کا استحقاق نفس مین سمجھے اور خلاصہ کیفیت یہ کہ جب اُسنے کسی نیک عبادت کی توفیق پائی تو دل مین امیدوار
ہو کہ میرے رب تبارک و تعالیٰ نے مجھے یہ ثواب عطا فرمانیکا یہ نشان دیا ہی۔ رویم رضہ نے کہا کہ اخلاص یہ کہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی
پر عمل کرے۔ قولہ تعالیٰ رضی اللہ عنہم الخ۔ رضوان آلہی اُنکے لیے ازل سے سابق ہو چکا اور بندے اسی برکت سے اپنے رب
عزوجل کے ساتھ راضی ہوے اور محبت و شوق سے اُسی کو اختیار کیا۔ یہ مرتبہ عظمیٰ ایسے بندے کے لیے ہے جسنے معرفت آلہی
مین اُسکی عظمت و کبریائی کا خوف رکھا۔ سہل رح نے کہا کہ خشیہ دل مین ہوتا ہی اور خشوع ظاہر مین ہی۔ عمرو المکی رح نے کہا کہ رضوان
مین خشیہ شرط کیا اور یہ جب ہی حاصل ہوتا ہی کہ حرام و مکروہ و ممنوعات سے پرہیز کرے اور مامور سے موافق رہے جس چیز کو
رب عزوجل نے پسند کیا اسپر راضی رہے اور جس چیز کو اُسنے ناگوار رکھا اسکو مکروہ رکھے (ملخص عرائس) شیخ ابن العربی رح
نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ لم یکن الذین کفروا الخ یعنے کفار محجوب کبھی اپنی حالت سے منفک ہونے والے نہ تھے یہانتک کہ اُن کے
پاس بینہ آوے۔ محجوب دو قسم کے ایک وہ کہ حق تک وصول کی راہ سے محجوب ہین۔ یہ اہل کتاب ہین۔ دوم وہ کہ حق سے
محجوب ہین یہ مشرکین ہین۔ بات یہ کہ مختلف ہوا و ہوس کے لوگ یہود و نصاریٰ و مجوس و بت پرست جو اپنی گمراہیون مین بھٹکے
پھرتے تھے اپنے آپکو حق پر سمجھکر ایک دوسرے کو اپنی طرف بلاتے تھے اور دوسرے کو باطل رکھکر اُس سے عناد کرتے تھے لیکن یہ
ایک بات پر اتفاق کرتے کہ توریت و انجیل مین جس عظیم الشان پیغمبر کا وعدہ دیا گیا وہ آنے والا ہی تو وہ حق ظاہر کریگا۔ گویا ہر ایک
مدعی تھا کہ اُسی کا طریقہ ظاہر کرے گا اسوقت سب ایک کلمہ پر متفق ہونگے شیخ ابن العربی رح نے کہا کہ دیکھو
اس زمانہ مین اسلامی فرقون کا یہی حال ہی کہ ہر ایک نے ایک مذہب مختلف اختیار کیا اور اسی کے تعصب مین منہمک
ہی اور انتظار یہ کہ امام مہدی آخر الزمان آوین مترجم کہتا ہی کہ بہت سے حنفیہ نے نوصاف دعویٰ کیا کہ امام مہدی آوینگے
تو ابو حنیفہ رح کے مذہب پر عمل کرینگے جیسے علیسی ع چنانچہ صاحب در المختار کا یہی زعم ہے اور یہ عجیب تعصب ہی کیونکہ علیسی ع
صاحب وحی ہین اور امام مہدی رضی اللہ عنہ مجتہد مطلق ہین اُنکے حق مین تقلید کی تجویز نہایت گستاخی ہی اسیواسطے شارحین
نے یہ قول رد کر دیا ہی شیخ ابن العربی رح نے کہا کہ میرے خیال مین تو ان مذاہب کے متعصبون کا وہی حال ہونے والا ہی
جو اُس زمانہ کے مذاہب والون کا حال ہوا اللہ تعالیٰ ہم کو پناہ دے اسلیے کہ جب یہ پیغمبر عظیم الشان ظاہر ہوا تو ہر
فرقے نے اُس سے دشمنی کی اور مخالفت زیادہ سخت کر لی اس کا باعث یہ ہوا کہ پہلے سے ہر ایک مدعی تھا کہ وہ پیغمبر
ہمارے حق مذہب کی اتباع کریگا اور جب اُسکے خلاف ظاہر ہوا تو جلکر دشمن ہو گیا۔ قولہ ما امروا الا لیعبدوا اللہ الخ خلاصہ یہ
کہ اہل کتاب کو تین باتون کا حکم تھا اول اخلاص کے ساتھ توحید رکھین غیر سے اعراض کرین دوم عبادات بدنیہ کو قائم کرین جن
سے اللہ تعالیٰ پاکیزگی عطا فرماتا ہی جیسے نماز کہ یہ عماد الدین ہی جیسے حدیث مین آیا ہی سوم زہد کے عامل ہون یعنے دنیا سے

حبیب رسول اللہ صلعم کے لیے وعدہ دیا کہ تو آخرت مین راضی ہوگا تو آپ کے طفیل مین آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم تک قیامت تک صالحین امت کو رضوان سے سرفراز کیا فللہ ربنا الحمد والمنتہ - ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ - یہ ایسے بندے کے لیے جو اپنے رب سے ڈرا ف یعنے یہ انعام وفضل مالا کلام ایسے بندۂ صالح کے لیے ہی جو محبت کے ساتھ اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی عظمت مقام سے ڈرا - یعنے متقی ہوکر مرا - حدیث مین افضل صفت مین آیا کہ وہ بندہ جسنے تنہائی مین اللہ تعالےٰ کو یاد کیا پس اُسکے آنسو جاری ہوے اللہ تعالےٰ نے فرمایا - والذین آمنوا اشد حبا الآیہ - یعنے ایمان والے اپنے رب تبارک وتعالےٰ سے سب سے زیادہ محبت رکھتے ہین - قال تعالےٰ ولمن خاف مقام ربہ جنتان - یعنے جس بندے نے اپنے رب کے مقام کبریاء وعظمت سے خوف کیا اسکے لیے دوہری جنتین ہین ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام احمدؒ نے (باسنادہ المذکور) حدیث ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھلا مین تمکو بتلاؤن کہ خیر البریہ کون شخص ہی صحابہ رضؓ نے درخواست کی کہ ضرور ارشاد فرمائیے آپنے فرمایا کہ وہ شخص کہ جو اپنے گھوڑے کی باگ راہ الٰہی مین تھامی ہی ہر بار جب پکار ہوئی تو وہ اسپر سوار ہوکر ٹھیک ہوگیا - بھلا تم کو آگاہ کرون کہ کون شخص خیر البریہ ہی - صحابہ رضؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ آگاہ فرمائیے فرمایا کہ وہ بندہ جو اپنی بکریون کے چھوٹے سے گلہ مین بھی نماز قائم کرتا اور زکوٰۃ ادا کرتا ہی بھلا مین تم کو شر البریہ بتلاؤن صحابہ رضؓ نے عرض کیا کہ ہان تو آپ نے فرمایا کہ (الذی یسال باللہ ولا یعطی بہ) مترجم کہتا ہی کہ اسکی تفسیر مین دو قول ہین (ایک) یہ کہ وہ شخص جس سے اللہ تعالےٰ کے نام پر مانگا جاتا ہی اور وہ نہین دیتا ہی (دوم) یہ کہ وہ شخص جو اللہ تعالےٰ کے نام پر خود مانگتا ہے اور جب اُس سے اللہ تعالےٰ کے نام پر مانگا جاوے تو نہین دیتا ہی مترجم کہتا ہی کہ دوسری تفسیر کے موافق اس سے منافق مراد ہی یعنے وہ دنیا کمانے کے لیے اسلام ظاہر کرتا ہی اور یہی مراد اول تفسیر کے موافق بھی لی گئی یعنے اس منافق سے حقوق اسلام بنام الٰہی مانگے گئے اور وہ نہین دیتا ہی واللہ تعالےٰ اعلم (فوائد) رازیؒ نے لکھا کہ (قولہ جزاؤھم الخ) جزاء عوض تمام ہی اور یہان یہ صورت ہی کہ انسان ابتداے نطفہ سے بلوغ تک محنت مین مبتلا رہتا ہی ابتدا مین پیٹ کے اندر محبوس ومہجور ہی پھر شکنجہ ولادت پھر دایہ وہوا سے درد پھر دودھ ودانت وغیرہ کی تکلیف پھر پڑھنے لکھنے کی محنت بعد بلوغ کے رب عزوجل کے انعامات یاد کرکے اسکی محبت مین مستغرق ہوکر ملتجی ہوتا ہی کہ اپنی محبت سے جدا نہ فرماوے اُسوقت قلب مین معارف وعلوم کے گل بوٹے تو آنکھ سے عبرت کی نہرین جاری ہوتی ہین لہذا اللہ تعالےٰ نے جنات تجری الخ جزاء عنایت کی اور دوام خلود کردیا (قولہ عند ربھم) اشارہ ہی کہ یہ ثواب معین موجود ہی اسلیے کہ بندہ اگر اپنے پاس کسی کے واسطے اقرار کرے تو یہ ودیعت ہی پس اللہ تعالےٰ کے نزدیک بندے کے لیے یہ ودیعت حاضر موجود ہی (قولہ ذٰلک لمن خشی ربہ) یہ جزاے جمیل اسکے لیے جو رب عزوجل سے ڈرا اُسکے ساتھ دوسری آیت ملاؤ یعنے قولہ تعالےٰ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اللہ تعالےٰ سے اُسکے بندون مین سے علماء ڈرتے ہین - یہ تو معلوم ہوا کہ یہ جزاے جمیل علماء کے واسطے ہی اسی لیے کہا گیا کہ جنت میراث علماء ہی واضح ہو کہ ظاہر آیت یہ ہی کہ ہر بندۂ صالح کے لیے جنات ہین یعنے ہر بندۂ صالح کے لیے چند جنتین عطا ہونگی وللہ الحمد والمنتہ ف عرائس کے اشارات مین ہی کہ قولہ تعالےٰ لم یکن الذین کفروا الخ اشارہ ہی کہ نفس امارہ واُسکے اعوان شیاطین کا یہی حال ہی کہ بینات سے معارضہ کرتے ہین یعنے علوم روحانیہ جو ایمان ومعارف توحید ہین اُنسے نفس امارہ منکر ہی اقول کیا نہین

پیغمبرون سے بڑھکر رات ودن عبادت وتسبیح کرنے والے ہین مترجم کہتا ہی کہ یہ مسئلہ اس قابل نہین ہی کہ ایسے قیاسات کو دخل ہوسکے اور شک نہین کہ ہمارا کلام اولیاے ابرار مین ہی کہ باوجود موانع جسمانی ومقتضیات بشری کے ہمت عالیہ سے تمام کائنات سے انکا قدم بلند ہوا اور انسان جامع صفات ہی برخلاف ملائکہ کے کہ وہ فقط صفات رحمت رکھتے ہین اور محبت مین جان فدا کرنا امانت کبری حصہ بشر ہی اور علوم ومعارف ابلغ ہین اسیواسطے وارد ہوا کہ ملائکہ مثل چاند وسورج کے مسخر ہین اسی لیے اُنسے خطا نہین ہوسکتی ہی پس وحی بعینہ ادا کرتے ہین اور تلاوت وذکر کے سننے کے لیے مجالس صالحین تلاش کرتے ہین اور ملائکہ بیشک تدبیر آلہیہ کے کارپرداز ہین اور حضرت موسی علیہ السلام نے ملک الموت کو تھپڑ مارا تھا جو صحیح مین روایت ہی۔ باوجود ان امور کے مترجم کے نزدیک اس مسئلہ مین اسلیے کلام کرنا بیجا ہی کہ ہم لوگ اپنے نفس کے غرور مین نہ آوین اسلیے کہ ہم سے اور اولیاے ابرار سے زمین وآسمان کا فرق ہی واللہ العظمۃ۔ پھر اللہ تعالے نے خیر البریہ مومنین صالحین پر اپنا کرم بیان فرمایا بقولہ تعالے جَزَآؤُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا۔ ثواب انکا انکے رب کے یہان باغات اقامت ہین انکے نیچے نہرین جاری ہین دائمی رہنے والے ہین اُن مین ہمیشہ ف عند ربہم۔ انکے رب کے یہان یعنی آخرت مین جہان اللہ تعالے کی رحمت کا ظہور ہی کیونکہ یہ دنیا اللہ تعالے کے نزدیک لعنت کی ہوئی ہی اور ہمیشہ کے لیے نہین ہی بلکہ چند روزہ ہی۔ جنات عدن باغات اقامت یعنی جہان ہمیشہ قیام مقرر ہی۔ تجری الخ یعنی ان باغات مین سونے چاندی اور موتیون کے محل ہین انکے نیچے نہرین جاری ہین (قولہ) خالدین حال ہی یعنے جب سے داخل ہونگے تب سے ہمیشہ رہنے والے ہونگے (ابدًا) تاکید ہی یعنے خالدین سے مدت دراز مراد نہین ہی جیسے مجازی محاورہ عرب مین آتا ہی بلکہ بے انتہاء دوام ہی۔ واضح ہو کہ سابق مین مترجم نے مستقر ارواح کے بیان مین بہت تفصیل سے بیان کیا ہی کہ اہل صلاح ومومنین وشہدا بالفعل جنت مین نعمتین پاتے ہین اور قیامت مین داخلہ کامل ہوگا یعنے ایک جسم پاکیزہ عطا کیا جاویگا اور اُسوقت نہایت بے مثال لطف سے ظہور رحمت ہوگا تو یہان (عند ربہم) سے دونون طرح سمجھ لینا چاہیے۔ حاصل معنے یہ کہ ان مومنین صالحین کے لیے انکے رب ارحم الراحمین کے یہان (قیامت مین) باغات ہین جنکا تصور مین لانا محال ہی وہ عدن ہین یعنے اقامت کے مقامات ہین وہان سے کبھی اُنکا جی نہین چاہیگا کہ سفر کرین انکے محل وقصر بے مثل وبے مثال کے نیچے نہرین بے مثل جاری ہین جب سے وہان داخل کیے جاوینگے برابر ہمیشہ وہان رہینگے اور ہردم ملائکہ اُن پر سلام رب تبارک وتعالے اور دم بدم بے مثال وبے مثل انعام لاوینگے کبھی یہ لوگ وہان سے جانیکا قصد نہ کرینگے اور حدیث مین ہی کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ مین نے اپنے صالحین بندون کے لیے وہ نعمت اعلی مہیا فرمائی ہی کہ کسی آنکھ نے کبھی نہین دیکھی اور نہ کسی کان نے سُنی اور نہ کسی بشر کے دل پر اسکا خطرہ گزرا (صحیحین) رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ۔ اللہ تعالے ان بندون سے راضی ہوا اور یہ بندے اس سے راضی ہوے ف یہ رضوان جو انکو عطا ہوا سب نعمتون سے اعلی ہی بقولہ تعالے۔ ورضوان من اللہ اکبر الآیہ۔ یعنے اللہ تعالے کی طرف سے رضوان سب سے بڑھکر ہے کاش یہ لوگ جانتے ہوتے۔ ھ۔ اس شان کی کیفیت پہچاننا دشوار ہی لیکن یہ کافی ہی کہ ہمارے رب ارحم الراحمین نے ہمکو اسکی مطلق بزرگی سے آگاہ کردیا تو سبحان اللہ وبحمدہ جسکو ہمارا رب پسند فرماوے اُسکی خوبی کسکے ذہن مین سماوے آنحضرت

عرب کے جو لکا ایک کفر سے اُکھاڑے گئے اور نبوت کے معنے بھی نہین جانتے تھے اسی جہت سے مشرکین کو اس نام سے ذکر کیا اور اہل کتاب کو فرمایا۔ کفروا۔ کیونکہ اہل کتاب پہلے خاتم النبیین کے منتظر تھے پھر کافر ہو گئے۔ یعنے اہل کتاب مین سے جسنے رسول اللہ کو نہ مانا اور کفر کر لیا اور مشرکین جو پہلے سے مشرکین چلے آتے ہین تو جب یہ کافر و مشرک مرے تو ہمیشہ جہنمی ہین (سوال ۲) جبکہ مشرکین کے کفر سے اہل کتاب کا کفر زیادہ قبیح ہوا تو جہنمی ہونے مین کیون برابر ہوے (جواب) جہنم کے درکات ہین اُسکا گہراؤ بہت ہو پس جہنم مین ہر ایک اپنے غار مین ہوگا۔ رازی رح نے کہا کہ رسول اللہ عین رحمت و احسان ہین اور اس امت کے خیر خواہ ہین تو انکی طرف خراب نگاہ کرنا قبیح ہو بلکہ احسان فراموشی بلکہ احسان کے مقابلے مین بدی ہو تو بہت بدتر کفر ہے جسکی سزا بھی اُسیکے مثل ہو اسیواسطے فرمایا کہ یہ لوگ شر البریہ ہین۔ یہ جملہ بلیغ تاکید ہو اور غور کرو تو دنیا مین ہر ایک بدکاری سے اُنکی بدکاری بڑھی ہوئی ہو انھون نے کتاب الٰہی مین چوری سے آیتین نکال ڈالین اور تمام خلق کی راہ مارنے کا قصد کیا جس سے اُنکی جنت و دائمی خوشی خاک مین ملی بلکہ قبیح جہنم مین گئے اور تکبر کر کے عیسیٰ و موسیٰ کو اپنا بنانا چاہا حالانکہ وہ رسول اللہ کے بھائی ہین اور یہ عداوت قبیح ہے۔ واضح ہو کہ بدعالم دنیا مین سب بدکارون سے بدتر ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان شریر بدتر کافرون کے برخلاف بہترین خلق کا حال بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ۔ البتہ جو بندے ایمان لائے اور نیک اعمال کیے تو یہی بہترین خلق ہین ف یعنے عرب و عجم و اہل کتاب مین سے جو بندے کہ محمد رسول اللہ صلعم پر معرفت قرآن کے موافق دل سے توحید الٰہی پر یقین لائے اور بدن سے نیک اعمال ادا کیے تو ایسے بندے یہی بہترین خلق ہین (مسئلہ) خلق مین ملائکہ بھی داخل ہین اسی لیے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ و ایک جماعت علما نے کہا کہ جو لوگ مومنین صالحین ہین وہ ملائکہ سے بہتر ہین (ابن کثیر رح) اس بارہ مین ایک حدیث بھی وارد ہو واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے حق مین فرمایا۔ خلقت بیدی۔ یعنے مین نے اسکو اپنے ہاتھون پیدا کیا اور باقی خلقت کے حق مین فرمایا کہ کن فیکون یعنے ہوجا پس وہ موجود ہوگئی تو حدیث مین ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ جسکو مین نے اپنے ہاتھون پیدا کیا اُسکی صالح اولاد کو ایسی مخلوق سے مساوی نہین کرونگا جسکی نسبت مین نے کہا کہ ہوجا وہ ہوگئی۔ کما فی المشکوٰۃ رازی رح نے لکھا کہ اس آیت سے ایک جماعت علما نے استدلال کیا کہ اعمال صالحات داخل ایمان نہین ہین کیونکہ پہلے وہ اٰمنوا۔ ہوے یعنے مومنین ہوے پھر عملوا الصالحات یعنے نیک اعمال کیے مترجم کہتا ہے کہ محققین علما اس مسئلہ مین فی الحقیقۃ متفق ہین۔ یہ اختلاف خالی لفظ مین ہو اور شک نہین کہ ایمان اعتقادی و اعمال صالحہ جسنے جمع کیے وہ بہت اچھا رہا۔ اور رازی رح نے ملائکہ پر فضیلت کا مسئلہ لکھکر اعتراض کیا کہ فضیلت دو طرح سے ہوتی ہو ایک عطیہ خلقت یعنے پیدائشی عطاے الٰہی ہو اور دوم وہ جو کمائی سے حاصل ہوئی پس پیدائشی کو دیکھو تو ملائکہ کی اصلیت نور ہو اور تیری اصلیت سڑی بدبودار مٹی ہو اور اُنکا مسکن جہان ہو وہان تیرے باپ آدم کو زلت سے رہنے کی اجازت نہوئی اور تیرا مسکن یہان زمین ہو جہان شیاطین رہتے ہین اور ہماری مصلحتین اُنکے ہاتھ ہین اور بعض کے پاس رزق ہو اور بعض کے ہاتھ ہماری روح ہو پھر وہ عالم ہین اور ہم اُنسے سیکھنے والے ہین پھر اُنکی ہمت یہ کہ محقرات کی طرف میل نہین کرتے اور تو ہمیشہ پیٹ کی فکر مین ہو۔ رہا عبادت کا حال تو وہ

عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ
اُنکے رب کے ہان باغ ہین بسنے کے نیچے بہتی اُنکے نہرین سدا رہین اُنہین

اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ
ہمیشہ اللہ اُنسے راضی اور وہ اُس سے راضی یہ ملتاہے اُسکو جو ڈرا اپنے رب سے

اللہ تعالےٰ نے کفار اہل کتاب و مشرکین کو آگاہ کیا بقولہ تعالےٰ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ
البتہ جن لوگون نے کفر کیا اہل کتاب سے اور مشرکین تو وہ جہنم کی آگ مین ہین ہمیشہ اس مین رہنے والے ہین ایسے لوگ خلق مین سب سے بدتر ہین **ف** یعنے جب اللہ تعالےٰ کی طرف سے رسول اللہ بینہ آگیا یا رسول اللہ نے قرآن توحید سنا دیا اور حجت الٰہی پوری کر دی پھر اُن لوگون نے کفر کیا تو خواہ اہل کتاب مین سے ہون یا مشرکین سے ہون قطعی جہنمی ہین ہمیشہ اُسی مین رہنے والے ہین اور خلق الٰہی مین سب سے زیادہ شریر ہین (ابن کثیرؒ) جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا اولئک کالانعام بل ہم اضل۔ یعنے یہ کفار مثل جانورون کے ہین بلکہ جانورون سے زیادہ گمراہ ہین۔ حد۔ یہ بات واضح ہے کہ جمیع مخلوقات اپنے رب عزوجل کی معرفت بقدر اپنی استعداد کے رکھتی ہین حالانکہ انکو عقل نہین دی ہے اور ان کافرون کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انکو عقل دی پھر بھی رب عزوجل سے منحرف ہوے بلکہ رسول اللہ و کتاب مجید بھیجی تو اُسکے دشمن ہوے بلکہ اُسی کو انحراف و طغیان کا آلہ بنایا اور اہل ایمان کے دل جانتے ہین کہ اللہ تعالےٰ و رسول سے کفر کرنا کس قدر قبیح ہے۔ سم۔ رازیؒ نے لکھا کہ یہان چند باتین دریافت کے لائق ہین (اول) آیت مین کفار کی ترتیب اہل کتاب و مشرکین سے بیان کی تو سوال یہ کہ کفار اہل کتاب کو پہلے کہا (جواب) مین وجہ اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جان بوجھکر منکر اہل کتاب ہین باوجودیکہ اپنی کتابون مین لکھا ہوا پاتے تھے اور باوجود تحریفات کے اب تک صریح بشارات باقی ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات پر حق الٰہی مقدم رکھتے تھے کیا نہین دیکھتے ہو کہ جب جنگ احد مین مشرکون نے چہرہ مبارک زخمی کیا تو آپ نے فرمایا کہ الٰہی میری قوم کو ہدایت دے یہ لوگ جانتے نہین ہین یعنے اپنی ذات مبارک کے زخم کا کچھ خیال نہین فرمایا۔ اور جب غزوۂ خندق مین کافرون کے ہجوم سے نماز عصر فوت ہوگئی تو اللہ تعالےٰ کے واسطے غضب کیا اور فرمایا کہ ہم کو عصر کی نماز سے روکا اللہ تعالےٰ ان کے گھر و قبرین آگ سے بھرے۔ یہ حق الٰہی کی تعظیم تھی گویا اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اسی طرح ہم تیری تعظیم مخلوق پر ظاہر کرینگے پس جسنے تمام عمر نماز نہ پڑھی کافر ہوا مگر رسول صلعم کے بال مین طعن کیا تو وہ کافر ہوا۔ پس ہم کہتے ہین کہ اہل کتاب نے آپکی رسالت سے انکار کیا تو اُنکا کفر مقدم کیا یعنے اس مذمت قبیح مین پہلے اُنکو ذکر کیا اور مشرکین نے اللہ تعالےٰ سے کفر کیا تو اُن کو موخر کیا بدلیل قولہ تعالےٰ فانہم لایکذبونک ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون۔ یعنے قریش کے مشرکین تجھکو نہین جھٹلاتے ہین ولیکن یہ ظالم لوگ اللہ تعالےٰ کی آیات سے ہٹ دھرمی کرتے ہین۔ حد۔ پس مذمت مین اہل کتاب کو مقدم کیا (جواب دوم) یہ کہ اہل کتاب پر اولاً فرض تھا جبکہ پیشتر سے انکو رسولون کے ذریعہ سے خاتم النبیین کی آمد و بشارت سے آگاہ کیا تھا تو انکا کفر کرنا قبیح تھا بر خلاف

اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ۔ اور وہ نہین حکم دیے گئے تھے مگر یہ کہ بندگی کرین اللہ تعالے کی درحالیکہ خالص کرنے والے ہون دین کو اُسی کے لیے ف یہ حکم ہر پیغمبر نے سنایا چنانچہ فرمایا۔ ما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون۔ یعنے اے محمد ہم نے تجسے پہلے کوئی رسول نہین بھیجا مگر آنکہ اسکو ہم نے یہی وحی کی کہ لا الہ الا انا۔ یعنے میرے سوائے کوئی معبود اللہ نہین ہی پس تم میری ہی بندگی کرو۔ عہ۔ تو معلوم ہوا کہ اہل کتاب جو مشرک ہوگئے اُنکو حکم ہی دیا گیا تھا کہ دین کو خالص اللہ تعالے ہی کے لیے کرکے اُسی کی بندگی کرین حُنَفَآءَ درحالیکہ حنیف ہون ف ہر شرک وغیرہ سے پھر کر توحید الٓہی کی طرف مائل ہون۔ جیسے فرمایا۔ ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت۔ یعنے بیشک ہم نے ہر امت مین ایک رسول ضرور بھیجا یا کہ تم عبادت کرو اللہ تعالے کی اور بچے رہو طاغوت سے۔ عہ۔ طاغوت شرک وشیطان اور ہر ایسی چیز جو اللہ تعالے سے روکے یعنے کسی قسم کا شرک مت کرو بلکہ ظاہر وباطن مین اللہ تعالی ہی کی وحدانیت ذات وصفات کے اوپر دل رکھو کہ وہی قادر مختار ہی موت وزندگی ورزق وہر چیز اسی کے ایجاد سے ہوتی ہی اور بندون کی تدبیر سے وہی نتیجہ نکلتا ہی جو وہ پیدا کرے واضح ہو کہ بندگی کے یہی معنے ہین کہ اول دل سے وحدانیت اعتقاد کرے اور سب طرف سے دل کو اللہ تعالی ہی کی طرف مائل رکھے اسی لیے ابن عباس رضہ سے لیعبدوا اللہ۔ کی تفسیر آئی ہی ای لیوحدوا اللہ۔ یعنے اللہ تعالے کی توحید کرین دین اسی کے لیے خالص کرتے ہوے درحالیکہ حنیف ہون۔ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ۔ اور قائم کرین نماز اور ادا کرین زکوۃ ف یعنے توحید مین حنیف مسلم ہوکر بدنی عبادت ادا کرین جنمین سرتاج وافضل طاعت نماز ہے تو اسکو قائم کرین یعنے ٹھیک شرائط وآداب سے ادا کرین اور مالی عبادات مین سے افضل زکوۃ مفروضہ ہی وہ ادا کرین تو ظاہر وباطن ومال وجان کو اللہ تعالے کے واسطے کرنے والے ہوے۔ وَذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ۔ اور یہ دین قیمہ ہی ف ذلک سے اشارہ ہی جو اوپر مذکور ہوا اور اشارہ بتعظیم ہے یعنے یہ طریقۂ موصوف قابل تعظیم ہے جو اوپر مذکور ہوا یہ دین القیمہ یعنے دین الملۃ القیمۃ ہی یعنے ملت حنیفیہ مستقیمہ پر تدین وعمل ہے۔ قیمہ جمع قیم ہے یعنے ہر امر اسکا مستقیم محکم عدل ہی ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ امام زہری وشافعی وغیرہ نے اس آیت سے استدلال کیا کہ اعمال داخل ایمان ہین اقول مراد یہ کہ ان اعمال فریضہ کے ادا کرنے سے ایمان پورا ہوتا ہے اور طریقۂ سنت وشریعت اولی ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ

وہ جو منکر ہوئے کتاب والے اور شریک والے وہ دوزخ کی آگ مین

خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ؕ اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ ۞ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

سدا رہین اسمین وہ لوگ ہین بدتر سب خلق کے وہ لوگ جو یقین لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ۞ جَزَآؤُھُمْ

اور کیے بھلے کام ۔ وہ لوگ ہین بہتر سب خلق کے بدلا انکا

کفروا الخ یعنے کفر توحید سے یہ لوگ منفک نہین ہو سکتے تھے جب تک بینہ نہ آوے تاکہ اس بینہ سے توحید پہچانین
واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دیدی کہ اس امت اسلامیہ کے لوگ بھی اگلون کے قدم بقدم چلینگے چنانچہ یہی واقع
ہوا کہ اسلام مین بغی و تعصب سے بہت فرقے مختلف ہو گئے ابن کثیرؒ نے لکھا کہ متعدد اسانید سے یہ حدیث مروی ہے کہ یہود تو اکہتر
فرقون مین مختلف ہوے اور نصاریٰ بہتر فرقون مین مختلف ہوے اور عنقریب زمانہ آتا ہے کہ یہ امت تہتر فرقون مین مختلف ہو گی وہ
سب فی النار ہین سواے ایک کے صحابہ رضؓ نے پوچھا کہ وہ ایک فرقہ کیا ہوگا۔ فرمایا کہ وہ اس طریقے پر ہوگا جسپر مین اور میرے اصحاب
ہین مترجم کہتا ہے کہ دوسری احادیث مین تاکید ہے کہ تم لوگ سواد اعظم کے تابع رہیو پھر جو پھوٹ کر نکل گیا وہ آگ مین گیا (الترمذی وغیرہ)
یہ فرقہ قطعاً اہل السنۃ والجماعۃ ہین اور قطعاً اپنے نفس کے تابع نہین ہوے بلکہ اُسی طریقے پر جمے رہے جو متواتر صحابہ و تابعین سے چلا آتا
تھا اور قطعاً یہ فرقہ حق پر ہے اور یہی سواد اعظم رہا اور باقی ہر فرقے کو اس فرقہ سے ایسی نسبت تھی کہ اگر ہزار اہل السنۃ ہین تو ایک
وہ ہے بلکہ اس سے بھی کمتر رہے اور جسنے صحیح حالات تاریخی سے وقوف حاصل کیا وہ جانتا ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ نے صحابہ و
تابعین کے طریقۂ نبوت پر استحکام کیا اور بادشاہون سے منھ موڑا چنانچہ بنی امیہ کے بادشاہون سے الگ رہے اور انکو ظالم
و فاسق جانکر انکی طرف سے شاہی خدمت نہین لیتے تھے پھر جب عباسیہ بادشاہ ہوے تب بھی اُنسے الگ رہے اور طریقۂ
صحابہ و تابعین برابر متواتر تھا اُسکو مضبوط پکڑے رہے اور بعضے ظالم بادشاہون نے چاہا کہ انکو فلسفی خلط ملط پر لاوین حتی کہ
یہ چاہا کہ قرآن مجید کو مخلوق کہو اور تم لوگ دین اسلام کے معنے و توحید نہین سمجھتے ہو۔ ان لوگون نے قطعاً انکار کیا حتی کہ بہتیرے
عذاب سے مارے گئے اور مدت تک فتنہ عظیم برپا رہا اور معتزلہ گمراہون نے ان بادشاہون کو خراب کیا ولیکن اہل السنۃ رحمہم اللہ
تعالےٰ نے کچھ بھی رائے کو دخل نہ دیا اور اُسی طریقے پر جمے رہے یہانتک کہ پانچ سو برس گزرے جیسے حدیث مین آنحضرت صلعم
نے اپنی امت کی مدت بیان فرمائی ہے کیونکہ امت کا اعتبار اسی وقت تک ہے کہ نصف سے زیادہ لوگ آخرت کے طالب اور
دنیا سے منحرف اور طریقہ نبوت پر توحید کے ساتھ قائم رہین تو یہ حالت حضرت موسیٰ کی امت مین دو سو برس ہی کے بعد زائل
ہو گئی تھی اور حضرت عیسیٰؑ کے بعد چند ہی روز مین شرک و خبط پھیل گیا اور اصل بقاء قیامت تک ہے ولیکن اسیطرح کہ نصف سے
کم لوگ آخرت کے طالب ہون یا فقط آخرت کو دنیا پر راجح رکھین یہانتک کہ آخر زمانہ کی نسبت جب مہدی ؑ امام ہون
اور عیسیٰ علیہ السلام اُترین اُسوقت خبر دی کہ دنیا ظلم و جور سے بھری ہوگی اور ارشاد ہے کہ جو کوئی اُسوقت میری سنت طریقے
پر عمل کرے گا اُسکے لیے سو شہید کا ثواب ہے اور اُسوقت مین عمل سے علم بہتر ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ قطعاً یہ بات معلوم ہے کہ جس طریقے
پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے وہ برحق ہے یہ طریقہ بے شمار صحابہ رضؓ سے متواتر تھا کیونکہ متواتر ہی اللہ تعالےٰ کی طرف سے
بینہ و حجت ہے اور خاص جماعت کا قول و فعل حجت نہین ہوا کرتا ہے جب تک قطعی نہو اور یہ قطعی نہین ہوتا پس متواتر ضرور ہے
اور صحابہ رضؓ سے متواتر طریقہ ہم کو ملا تو وہ قطعاً حق ہے پھر تابعین سے سواد اعظم سے متواتر ملا اسی طرح تبع تابعین سے متواتر ملا
پس اہل السنۃ قطعاً اُسی طریقے پر ہین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا اور باقی ہر فرقہ اپنی اپنی ٹکڑی جدا کر کے اس طریقۂ
متواتر سے مخالف ہو کر جہنم مین گیا ولیکن بغاوت و تعصب سے یہ سمجھتا ہے کہ متواتر طریقے والے غلط اور مسیح ابن اللہ حق ہے اور مسیح کو
عبد اللہ و رسولہ جاننے والون کو اُلٹے خاطی جانتے ہین یہ عجب بات ہے اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ وقال تعالےٰ وَمَا

ہدایت مجھے حاصل ہوئی یہ کسی طرح افلاطونی حکمت سے نہیں معلوم ہوسکتی تھی اور اُسکے سامنے افلاطونی حکمت کی حماقت و باطل ہونا صاف عیان ہوجاتا ہی اور قطعاً اُسکو صاف معلوم ہوجاتا ہی کہ بغیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے کسی طرح غوایت کے بیابان ہلاکت سے نکلنا ممکن نہین تھا جیسے اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے کافر ہوئے وہ کفر مین برابر تھے خواہ کتابی ہون یا بت پرست یا مجوسی ہون مترجم کہتا ہی مین دیکھتا ہون کہ واللہ اس زمانہ مین یہ اقوام سب اللہ تعالیٰ سے جاہل ہونے مین برابر ہین ولیکن اہل کتاب اور مشرکین دیگر مین فرق یہ ہی کہ اہل شرک اعمال اخلاقیہ وغیرہ شریعت سے بھی بوجہ بے علمی کے جاہل ہین اور اہل کتاب فی الجملہ ان اعمال کو پہچانتے ہین اور شاید باعث یہ ہوا کہ تحریفات کا مدار شرک نبوت مین منحصر رہا اور اعمال مین چندان بحث نہ تھی اُسلیے وہ تھوڑے بہت باقی رہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اگر باقی ہوتی تو نبوت مسیح و عزیر علیہما السلام مین یہ شرک کا قبیح اعتقاد ممکن نہوتا اسلیے کہ کفر و توحید تو ضد ہین واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے رسولون و کتابون کو اسیواسطے نازل فرمایا تھا کہ لوگ پہچان لین کہ ارواح آخرت سے دنیا مین بھیجی جاتی ہین تاکہ یہان سامان کما کر آخرت مین آوین اور اپنے اعمال کے موافق عالی درجات حاصل کرین اور اگر بد اعمال کما لئے تو جہنم کے درکات مین اپنے اعمال کے موافق رہین پس ہر زمانہ مین ایک گروہ ارواح کا بھیجا جاتا ہی جب انکا زمانہ گزرا تو وہ جسم خاکی چھوڑ کر چلے جاتے ہین اور بجائے اُنکے دوسری روحین آتی ہین وقد قال تعالیٰ فبعث اللہ النبیین مبشرین و منذرین و انزل معہم الکتاب بالحق لیحکم الآیہ۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے جو مطیعین کو خوشخبری اور کفار کو ڈرسنانے والے ہین اور انکے ساتھ کتاب بحق نازل فرمائی تاکہ جن باتون مین لوگون نے اختلاف کیا اُنمین حق حکم کرین یعنے سب حق پر متفق ہوجاوین۔ پھر جن قومون کو یہ کتاب دی گئی اُنھون نے علم آجانے کے بعد باہمی بغاوت سے اسی مین اختلاف کیا۔ ھ۔ یعنے تعجب کی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو باہمی اتفاق کے لیے بھیجا تھا یعنے کتاب حق تو اُسیکو ان لوگون نے اختلاف کا آلہ بنایا لہذا بیان فرمایا۔ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ۔ اور نہین پھوٹ نکلے جنکو کتاب دی گئی تھی مگر بعد اسکے کہ اُنکے پاس بینہ آئی ف ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس سے اہل کتاب مراد ہین جن پر اللہ تعالیٰ نے کتابین اُتارین اور بینہ و حجتین قائم کین تو اُنھون نے اللہ تعالیٰ کی مراد مین بکثرت اختلاف کیا اور پھوٹ کے بکثرت فرقے ہوگئے اور یہ اُنکی باہمی بغاوت کا اثر تھا مترجم کہتا ہی کہ اگلی کتابین حفظ نہین ہوتی تھین چنانچہ توریت والے فقط درس و تدریس رکھتے تھے اور جب بیشمار فرقے ہوگئے تو اپنا قول ثابت کرنے کے لیے ہر فرقے نے کتاب الٰہی کی عبارت بدل لی اور اپنے موافق کرلی اور یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے اس قدر تعصب کیا کہ حضرت عیسیٰ کے واسطے جو بشارت تھی وہ تاویلین کر کے حضرت موسیٰؑ کے لیے برقرار رکھی پھر رفتہ رفتہ عبارت ایسی بدلی کہ وہ بشارت ہی جاتی رہی اور عیسائیون نے دیکھا کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد ایک عظیم الشان پیغمبر آنے والا ہی تو انکا یہ عقیدہ کہ مسیح اکلوتا بیٹا تھا بالکل غلط ہوجاتا ہی پس تعصب کر کے خاتم النبیین کی بشارات مین مع عقائد توحید مین بالکل تحریف کردی حالانکہ انجیل اس سے پہلے ہی یہود نے تہ و بالا کردی تھی۔ انھین تحریفات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی توحید حق کا پتہ نہین ممکن تھا اور اسی جہت سے اللہ تعالیٰ نے اس سورہ مین فرمایا۔ لم یکن الذین

صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے پر اُنکے کفر کا خاتمہ نہین ہوا بلکہ آگے خود اللہ تعالے نے فرمایا۔ وما تفرق الذین اوتوا الکتاب الخ
یعنے اہل کتاب جبھی متفرق ہوے جب انکے پاس بینہ آیا۔ تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ کے آنے پر کفر چھوڑنا کیسا بلکہ زیادہ
متفرق و کافر ہوگئے یہ اشکال میرے گمان مین آیا ہی (جواب) مین علماء نے بہت وجوہ بیان کیے ہین ان مین سے بہتر
جواب وہ ہی جسکو صاحب کشاف نے لکھا ہی کہ اہل کتاب و مشرکین کہا کرتے تھے کہ ہم لوگ اپنا دین نچھوڑینگے یہان تک کہ جو
پیغمبر خاتم النبیین مبعوث ہونے والا ہی وہ پیدا ہو اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین جب وہ پیدا ہوگا تو ہم اُسکے دین کو اختیار
کرینگے۔ پس اللہ تعالے نے انکا قول نقل کیا کہ خاتم النبیین کے مبعوث ہونے سے پہلے کہتے تھے کہ ہم منفک نہونگے یہانتک
کہ بینہ یعنے خاتم النبیین آوے پھر جب آیا تو اُس کی آمد کو کفر کا باعث بنالیا اور اسکی نظیر یہ کہ فقیر فاسق کو کسی نے
نصیحت کی تو اُسنے کہا کہ مین صالح نہین بنتا یہانتک کہ اللہ تعالے مجھے تونگری دے پھر جب اُسنے تونگری پائی
تو لہو لعب مین زیادہ منہمک ہوگیا۔ تب اُسکے نصیحت کرنے والے نے طعنہ سے کہا کہ تو اپنا فسق و فجور چھوڑنے والا نہین
تھا یہانتک کہ تجکو تونگری حاصل ہو حالانکہ تو نے فسق مین استغراق بعد تونگری کے اختیار کیا۔ الغرض زمخشری کا جواب
اس بنیاد پر ہی کہ قولہ تعالے لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب الخ بطور حکایت ہی اور آئندہ قولہ تعالے ما تفرق الذین الخ واقعی حالت
کا بیان ہی یعنے پہلے جو دعوے کرتے تھے اسکے خلاف کیا مترجم کہتا ہی کہ رازی رح نے بہت سے جوابات نقل کیے از انجملہ وہ جواب
ہی جو واحدی رح نے اختیار کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بعضے ایمان لائے۔ رہا یہ کہ اس صورت مین حتی تاتیہم البینۃ بمعنے
حتی اتتہم البینۃ ہی جیسے قولہ تعالے ما تتلو الشیاطین علی ملک سلیمان۔ بمعنے ما تلت الشیاطین ہی۔ واضح ہو کہ مترجم کے نزدیک
اس آیت کے معنے دیگر ہین۔ اسکا بیان یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت سے پہلے زمانہ فترت تھا اور دین توحید
بالکل مٹ گیا تھا اہل کتاب اپنے اختراعی شرک مین مبتلا تھے اور اسی کو دین الٰہی تبلاتے تھے اور مشرکین بت پرست و آتش
پرست خود اپنے شرک مین سرمست تھے۔ قولہ لم یکن۔ یہان بمانند قولہ ما کان لنفس ان تومن الآیہ۔ اور قولہ ما کان للنبی
والذین الخ ہی یعنے یہ نہین ہوسکتا پس قولہ تعالے لم یکن الذین کفروا الخ کے یہ معنے ہین کہ یہ نہین ہوسکتا تھا کہ جو لوگ
اہل کتاب و ہر قسم کے مشرکین سے اللہ تعالے کی توحید سے کافر ہوے وہ اس سے منفک ہون یہانتک کہ اُنکے
پاس بینہ آوے یعنے ایسا رسول کہ آیات توحید سناتا ہی۔ خلاصہ یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دین توحید اور اللہ تعالے کی
کی وحدانیت پہچاننا ممکن نہ تھا اور جمیع ادیان اہل کتاب وغیرہم سب توحید سے کافر تھے پس اللہ تعالے نے محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کو معرفت توحید کے واسطے عین نعمت بھیجا۔ وہ صحف مطہرہ تلاوت کرتے ہین۔ ابن جریر رح نے کہا یعنے صحف مطہرہ مین
اللہ تعالے کی کتابین قیمہ عادلہ مستقیمہ ہین انمین کچھ بھی غلطی کا نام نہین ہی قتادہ رح نے کہا کہ رسول عظیم من جانب اللہ
تعالے صحف مطہرہ تلاوت کرتا ہی یعنے قرآن مجید سے نہایت احسن ہدایت ہی اور اللہ تعالے کی معرفت کو احسن ثناء سے
بتلاتا ہی کما فی تفسیر ابن کثیر رح۔ اس سے معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے اللہ تعالے کی وحدانیت
معلوم ہوئی اور آپ پر جو پاک کتاب نازل کی وہ جیسے معرفت بتلاتی ہی اسیطرح آخرت کی معارج اور معاملات
کو کامل مستقیم اصول سے بتلاتی ہی اور جیسے قرآن مجید سے یہ علوم جانے تو وہ البتہ آنکھوں والا ہو کر دیکھتا ہے کہ اللہ اکبر جو

مراد یہود و نصاریٰ ہین اور مشرکین سے مراد عرب و عجم کے بت پرست و آتش پرست ہین۔ منفک الگ ہوجانے والا۔ مجاہدؒ نے
کہا منفکین یعنے کفر و شرک سے باز آنے والے۔ خلاصہ یہ کہ اہل کتاب و مشرکین نہین باز آنے والے تھے کفر و شرک سے یہانتک
کہ آجاوے اُنکے پاس بینہ۔ یعنے یہ قرآن جسکو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سناتے ہین یہ قتادہ رح کا قول ہی مترجم
کہتا ہی کہ واحدیؒ نے کہا کہ بینہ بمعنے روشن دلیل ہی اور مراد رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور معنے یہ کہ اللہ تعالیٰ
کافرون کے حال سے خبر دی کہ کفار اپنے کفر و شرک سے باز آنے والے نہین تھے یہانتک کہ اُنکے پاس محمد صلعم قرآن لایا
پس اُنکی ضلالت و جہالت بیان کر کے ایمان کی طرف ہدایت کی مترجم کہتا ہی کہ اس صورت مین (حتی تاتیہم البینۃ) کے
معنے (حتی اتتہم البینۃ) یعنے مضارع بمعنے ماضی ہی اور یہ آتا ہی چنانچہ آیندہ معلوم ہوگا پھر واحدیؒ نے کہا کہ اس سے
یہ معلوم ہوا کہ جب بینہ یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیا تو انھون نے کفر و شرک چھوڑا اور ایمان لائے پس یہ بیان فقط مومنون
کے ساتھ ہی جو اہل کتاب مین سے اور مشرکین مین سے ایمان لائے کیونکہ اُنکے حق مین یہ صادق آیا کہ وہ کفر و شرک منفک
ہوگئے جب اُنکے پاس بینہ آیا جسکا بیان یہ کہ۔ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۗ
یعنے بینہ مذکور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہی درحالیکہ تلاوت فرماتا ہی صحیفے پاکیزہ کیے ہوے جن مین کتابین
قیمہ ہین ف یعنے صحف مطہرہ مین نوشتہ جات مستقیم معتدل محکم ہین واحدیؒ نے کہا کہ یہ آیت قرآن مین نظم و
تفسیر کی راہ سے بہت سخت ہی اور اسکی تاویل و تفسیر مین بڑے بڑے علما خبط چال چل گئے اور ایسی راہ چلے کہ ٹھیک
مراد پر نہین پہونچے اور صحیح معنے وہ ہین جن سے مین نے تجھے آگاہ کیا اور کچھ مشکل پیش نہین آئی اب تجھے اللہ تعالیٰ کی
حمد و ثنا کرنی چاہیے کہ ایسی آسانی سے تجھے معانی معلوم ہوگئے واحدیؒ نے کہا کہ بینہ سے مراد محمد رسول اللہ ہین اور اسکی
یہ دلیل بھی ہی کہ آیندہ اسی (البینۃ) کی تفسیر بیان فرمائی بقولہ رسول من اللہ یتلوا الخ۔ یعنے یہ بینہ رسول من جانب
اللہ ہی الخ مترجم کہتا ہی کہ واحدی رح کی تاویل کا خلاصہ یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر جب اہل کتاب مین سے لوگ
ایمان لائے اور مشرکین عرب وغیرہ سے ایمان لائے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے خبر دیدی کہ اہل کتاب و مشرکین جنھون
نے اللہ تعالیٰ سے کفر کیا تھا وہ اپنے کفر سے منفک ہونے والے نہین تھے یہانتک کہ اُنکے پاس بینہ آیا وہ رسول مکرم
منجانب اللہ ہی۔ یعنے جب وہ آیا تو ان لوگون نے کفر چھوڑا اور ایمان لائے امام رازیؒ نے لکھا کہ واحدیؒ نے کتاب
بسیط مین لکھا کہ یہ آیت قرآن مین نظم و تفسیر کی راہ سے بہت سخت ہی اور اسمین بہت کبار علما خبط چال چلے۔ ہ
واحدیؒ نے سختی و مشکلات کا کچھ خلاصہ بیان نہ کیا اور مین کہتا ہون کہ اشکال کی وجہ یہ ہی کہ نظم آیت کا خلاصہ یہ ہے
کہ لم یکن الذین کفروا منفکین حتی تاتیہم البینۃ التی رسول اللہ یعنے کفار اپنی حالت سے جدا ہونے والے نہین تھے یہانتک
کہ اُنکے پاس بینہ آوے اور وہ رسول اللہ ہی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہین بیان کیا کہ کس چیز سے جدا ہونے والے نہ تھے
لیکن بظاہر یہ معلوم ہی کہ اپنی حالت کفر سے جدا ہونے والے نہین تھے تو خلاصہ یہ کہ کفار اپنے کفر کو چھوڑنے والے نہ تھے
یہانتک کہ رسول آوے۔ پھر کلمہ حتی (یہانتک کہ) اسلیے آتا ہی کہ اس حکم کی انتہا بیان کرے تو ان لوگون کے کفر پر جمے
رہنے کی انتہا یہ تھی کہ رسول اللہ آوے۔ یعنے رسول اللہ آنے پر اُنکی کفر کی انتہا ہوگئی۔ پس یہ اشکال ہی کیونکہ رسول اللہ

اس حرکت کے عوض بہت سے نیک اعمال کیے ہین اور ابتک ڈرتا ہون۔ بالجملہ راہ مین ڈر کے مارے غمناک تھے یہانتک کہ منادی نے آواز دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمر بن الخطاب کو یاد فرماتے ہین۔ حضرت عمر رضہ کہتے ہین کہ خوف سے میرا برا حال ہوا کہ دیکھیے اللہ تعالے نے میرے حق مین کیا نازل فرمایا ہو ولیکن حکم کی تعمیل کر کے اپنا اونٹ بڑھاکر حاضر ہوا آپ نے مسکراکر فرمایا کہ اللہ تعالے نے مجپر مبارک سورہ نازل فرمایا۔ پھر آپ نے سورۂ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً۔ سنایا۔ جب مجھے اطمینان ہوا تو مین نے عرض کیا کہ میرے مان باپ فدا ہون کیا یہ فتح ہو آپ نے فرمایا کہ ہان مین نے کہاکہ بیشک اللہ اور رسول خوب جانتے ہین۔ ابو نعیم نے مسند کیا کہ اسمٰعیل بن حکیم نے (جو بنی فضل سے تھا) کہاکہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ اللہ تعالے سورۂ لم یکن الذین کفروا کی قرارت سنتا ہو اور فرماتا ہے کہ ای میرے بندے خوش ہو مجھے اپنی عزت کی قسم ہو کہ تجھے جنت مین ایسی خوب جگہ دونگا کہ تو راضی ہو جائیگا۔ ہذا حدیث غریب جدا اور اس حدیث کو حافظ ابو موسی المدینی و ابن الاثیر نے ابی اسمٰعیل بن حکیم عن مطر المزنی رضہ مرفوع روایت کیا کہ اللہ تعالے لم یکن الذین کفروا کی قرارت سنکر فرماتا ہو کہ ای میرے بندے خوش ہو کہ مجھے اپنی عزت کی قسم ہو کہ تجھے احوال دنیا و آخرت مین سے کسی حال مین فراموش نکرونگا اور تجھے جنت مین ایسی خوب جگہ دونگا کہ تو راضی ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہو

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ

نہ تھے وہ لوگ جو منکر ہین کتاب والے اور شریک والے باز آنے

حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيْهَا

جب تک کہ پہونچے انکو کھلی بات ایک رسول اللہ کا پڑھتا ورق پاک ان مین

كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ

لکھی کتابین مضبوط اور پھوٹے جو ہین جنکو ملی ہی کتاب سو جب

مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ

آچکی انکو کھلی بات اور انکو حکم یہی ہوا کہ بندگی کرین اللہ کی نری کرکر

لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝

اسکے واسطے بندگی ابراہیم کی راہ پر اور کھڑی کرین نماز اور دین زکوۃ اور یہ ہو راہ مضبوط لوگون کی

اللہ تعالے نے اس سورۂ مبارک مین توحید کی عظمت اور اس سے پہلے زمانہ فطرت کی خبط حالت بیان کی اور کفار و مشرکین کا شیوہ ضلالت بیان کیا پھر تحقیق کی جانب ہدایت فرمائی اور وعدہ اور وعید کو جمع کر دیا بقولہ تعالے۔ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ۔ نہین تھے وہ لوگ جو کافر ہوے اہل کتاب و مشرکین سے الگ ہونے والے یہانتک کہ آجاوے اُنکے پاس بینہ ف اہل کتاب سے

عاصم بن بہدلہ عن زر بن حبیش عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھسے فرمایا کہ اللہ تعالے نے مجھے حکم دیا کہ تجپر قرآن پڑھون پس آپ نے لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب آخر تک پڑھا اور آپ نے اسمین یہ بھی پڑھا- ولو ان ابن آدم سال وادیا من مال الخ یعنے اگر آدمی زادہ نے مال وادی بھر مانگا اور مین نے اُسے دیا تو وہ دوسرا وادی بھر مانگے گا اور اگر مین نے دوسرا وادی بھر دیا تو تیسرا وادی بھر مانگیگا اور جوف ابن آدم کو کوئی چیز نہین بھریگی سوا ے خاک کے اور جو کوئی اللہ تعالے سے توبہ کرے اللہ تعالے اسکی توبہ قبول فرماتا ہے اور اللہ تعم کے نزدیک دین یہی ملت حنیفیہ ہی نہین مشرکہ اور نہ یہودیہ اور نہ نصرانیہ- اور جسنے نیکی پر عمل کیا تو اسکا نیک کام برباد نہوگا- ورواہ الترمذی وقال حسن صحیح مترجم کہتا ہی کہ وادی بھر مال کا بیان شاید پہلے نازل ہوا ہو پھر منسوخ ہوگیا ولیکن دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہی کہ ابتدا مین بعض صحابہ رض کو یہ شبہہ الہاکم التکاثر مین ہوا تھا پھر جب اُنھون نے یہ سورۂ مبارک خالص سُنا تو معلوم ہوگیا کہ یہ بطور تفسیر کے ہے- کیونکہ اس سورہ مین یہ مضمون بلیغ مندرج ہی چنانچہ آیندہ تفسیر سے واضح ہوگا طبرانی رح نے غریب اسناد سے اس حدیث کو روایت کیا جسمین راوی نے وہم کیا کہ آنحضرت صلعم نے یہ کہا کہ مجھے یہ حکم ہوا کہ تجپر قرآن پیش کردن الخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ تو قرآن کا دور کرنے مین بولتے ہین اور ثابت روایت یہ کہ فقط یہی سورہ پڑھنے کا حکم تھا جیسا کہ اسانید کثیرہ صحیحہ سے معلوم ہوا اور یہ سورہ سنانیکا حکم اسلیے ہوا تھا کہ ابی بن کعب کا دل ایمان مین کامل مستقیم ہوجاوے اور یہ بات واقع ہوئی تھی کہ عبد اللہ بن مسعود رض نے کچھ قرآن پڑھا تو ابیّ بن کعب نے انکار کیا کہ یہ اسطرح نہین ہی مجھے دوسری طرح آنحضرت صلعم نے پڑھایا ہی- دونون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنکر فرمایا کہ ہان یون ہی نازل ہوا ہی ابیّ بن کعب کہتے ہین کہ ناگاہ میرے دل مین شیطان نے وہ شک ڈالا کہ مجھے جاہلیت مین بھی ایسا اتفاق نہ ہوا تھا اور آنحضرت صلعم نے یکایک میرے سینہ مین ہاتھ مارا جس سے میرے بدن سے پسینہ جاری ہوا اور مجھے یہ معلوم ہوا کہ مین خوف زدہ اللہ تعالے کی جناب مین دیکھتا ہون اور وہ شیطانی شک دور ہوگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ کیا کہ جبرئیل ع نے آکر حکم پہونچایا کہ اپنی امت کو ایک حرف پر قرآن پڑھائیے مین نے کہا کہ مین اللہ تعم سے اسکا عفو ومغفرت مانگتا ہون پھر آکر کہا کہ دو حرف پر پڑھائیے پھر برابر اسیطرح رہا یہانتک کہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اپنی امت کو سات حرف پر پڑھاؤن پھر ابیّ بن کعب کو ندامت نے گھیرلیا تو اُسکے بعد یہ سورہ نازل ہوا تو اللہ تعالے نے اپنے رسول کا معجزہ ظاہر کرنے کو اور ابیّ بن کعب سے رضامندی ظاہر کرنیکو حکم دیا کہ ابی بن کعب کو سناوین اور اس سورہ مین یہ آیت ہی- رسولٌ من اللہ یتلو صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمۃ- تاکہ ابی بن کعب کو تثبیت ہو اور اسکی نظیر وہ ہی کہ صلح حدیبیہ مین جب کافرون کی یہ شرط منظور ہوئی کہ جو کوئی قریش مین سے مسلمان ہوکر مدینے جاوے اسکو پھیر دین اور جو کوئی مسلمان مرتا ہوکر مکہ بھاگ آوے اُسکو نہ پھیرین تو عمر رض بہت غمناک ہوے یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا آپ رسول اللہ برحق نہین ہین فرمایا کہ ہان- تو کہا کہ پھر کیون ہم اپنے دین مین ایسی شرط قبول کرین آخر ابوبکر رض نے بھی سمجھایا ولیکن حضرت عمر رض کا غیظ کم نہوا- پھر بہت نادم ہوکر نہایت خوفناک ہوے اور کہا کرتے تھے کہ مین نے

مقادیر لکھے جاتے ہین اور شب قدر مین ہر ایک کو تقسیم ہوتے ہین اور بعض نے کہا کہ شب برات مین رزق و موت وغیرہ اور لیلۃ القدر
مین امور خیر و برکت بعقد ہوتے ہین بعض نے کہا کہ لیلۃ القدر مین اعزاز دین و نفع مسلمین کی تقدیر ہے اور شب برات مین مردون کے نام ملک الموت
کو دیے جاتے ہین مترجم کہتا ہے کہ حق و اللہ اعلم یہ ہے کہ جمیع امور مقدر و مسلم لیلۃ القدر مین ہوتے ہین چنانچہ قولہ تعالے فیہا یفرق کل
امر حکیم الآیہ کی تفسیر مین مفصل بیان ہو چکا ہے اور یہی ظاہر قرآن و احادیث و آثار ہے۔ رہی شب برات تو وہ بھی بعض روایات
سے متبرک رات ثابت ہوتی ہے ولیکن مسلمانون نے اس زمانہ مین لیلۃ القدر سے بے پروائی کی اور شب برات کو
لہو و لعب و اسراف و رسوم سے ضایع کیا اللہ تعالے اپنی توفیق نیک سے ہم سب کو ہدایت دے آمین

سورۃ البینۃ مدنیۃ وہی ثمان آیات

سورۃ البینۃ مدنیہ ہے اس سورہ کا نام سورہ لم یکن الذین کفروا بھی ہے اور سورۃ القیامۃ اور سورۃ
المنفکین اور سورۃ البریۃ بھی کہتے ہین اسمین آٹھ آیات اور چورانوے (۹۴) کلمات اور تین سو نوے (۳۹۰) حروف ہین
کما فی السراج وغیرہ ابو السعود رح نے کہا کہ اسکے مکیہ و مدنیہ ہونے مین اختلاف ہے رازی و ابن کثیر و بیضاوی وغیرہ
مین مدنیہ مذکور ہے بدون اختلاف کے مگر بعض مین۔ اور ابن مردویہ نے ام المومنین عائشہ رض سے روایت کی کہ سورہ لم یکن
مکے مین نازل ہوا اور خطیب رح نے لکھا کہ یحیی بن سلام نے کہا کہ مکیہ ہے اور ابن مردویہ نے ابن عباس رض سے روایت کی
کہ اسکا نزول مدینہ مین ہوا۔ یہی جمہور علماء کا قول ہے اور غالبا اسمین اختلاف ضعیف ہے اور ابن مردویہ کی اسناد مین ضعف ہے۔
امام احمد رح نے ابو حبۃ البدری یعنے مالک بن عمرو بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب سورۂ لم یکن
الذین کفروا آخر تک نازل ہوا تو جبرئیل ع نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کا رب تبارک و تعالے آپکو حکم دیتا ہے کہ اسکو ابی رض کو پڑھ
سنائیے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب سے فرمایا کہ جبرئیل ع نے مجھے حکم دیا کہ تجھے یہ سورہ پڑھ سناؤن ابی رض
نے کہا کہ کیا میرا نام وہان لیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہان۔ تو ابی رض رونے لگے اسکی اسناد مین علی بن زید راوی ہین ولیکن امام
احمد نے دوسری اسناد صحیح سے اسکو روایت کیا بلکہ اسکو امام بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی نے باسانید صحیحہ روایت کیا
امام احمد رح نے دوسری اسناد سے ابی بن کعب سے روایت کی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم
دیا گیا ہے کہ تجھے سورۂ کذا پڑھ سناؤن مین نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا وہان میرا نام لیا گیا ہے فرمایا کہ ہان۔ راوی
نے ابی بن کعب سے کہا کہ اے ابو المنذر آپ اس سے بہت خوش ہوے ہونگے۔ فرمایا کہ مین کیونکر خوش
نہوتا اللہ تعالے فرماتا ہے۔ قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا ہو خیر مما یجمعون۔ یعنے کہدے کہ اللہ تعالے کا فضل و
اسکی رحمت ہی ایسی چیز ہے کہ اسکے ساتھ خوش ہون۔ یہی بہتر ہے اس سے جس کو جمع کرتے ہین امام احمد رح کے استاد شیخ
مومل نے اپنے استاد سفیان الثوری سے کہا کہ قرات فی الحدیث فرمایا کہ ہان۔ مترجم کہتا ہے کہ مومل رح نے اس
حدیث سے نکالا کہ استاد اگر حدیث پڑھکر شاگرد کو سناوے تو جائز ہے اسی حدیث سے کہ آنحضرت صلعم نے قرآن پڑھکر
ابی بن کعب کو سنایا سفیان رح نے کہا کہ ہان یہ دلیل ٹھیک ہے۔ قال احمد حدثنا محمد بن جعفر و حجاج قالا حدثنا شعبۃ عن

وفلان عورت مومنہ کا کیا حال ہی - ہر ایک کا حال بیان کرتے ہین حتی کہ یہ کہتے ہین کہ سال گذشتہ مین فلان شخص حق پر مستقیم تھا
اور اسسال ہم نے دیکھا کہ وہ بدعتی ہوگیا اور فلان جو بدعتی تھا امسال حق پر ہوگیا لہذا بدعتی کے لیے استغفار نہین کرتے
اور محق کے لیے استغفار کرتے ہین اسیطرح کہتے ہین کہ ہم نے فلان وفلان کو ذکر الٰہی مین اور فلان فلان کو سجود ورکوع
مین وفلان فلان کو تلاوت قرآن مین پایا - پس ایک رات ودن اس آسمان مین اسی طرح استغفار کرتے ہین پھر دوسرے آسمان پر
جاتے ہین اور یہی معاملہ ہوتا ہی پھر تیسرے آسمان پر جاتے ہین اسیطرح سدرۃ المنتہی تک پہونچتے ہین پھر سدرۃ المنتہی اُنسے مومنین ومومنات
کا حال پوچھکر استغفار کرتا ہی پھر جنت سدرۃ المنتہی سے حالات دریافت کرکے اللہ تعالے سے رحمت مغفرت مانگتی اور دعا کرتی ہی کہ الٰہی
میرے لوگون کو میرے یہان بھیج دے اور جبرئیل ؑ اپنے رب تبارک وتعالے سے عرض کرتا ہی کہ ای رب مین نے فلان بندے کو سجدے
مین اور فلان کو تلاوت وفلان کو ذکر مین پایا انکو بخشش دے - اللہ تعالے مغفرت فرماتا ہی اور وہ اپنے بندون کو خوب جانتا ہے
جبرئیل ؑ عرض کرتا ہی کہ ای رب تیرا فلان بندہ راہ سنت وشریعت سے منحرف اور بدعت مین منہمک ہوگیا اللہ تعالے فرماتا ہی کہ ای
جبرئیل اگر اپنی موت سے تین ساعت پہلے میری درگاہ مین رجوع لاوے اور توبہ کرکے رضامندی مانگے تو مین اُسکو بخشون - جبرئیل ؑ
عرض کرتا ہی کہ الٰہی لک الحمد تو اپنی خلق پر اُنکی ذات سے زیادہ مہربان ہی اور عرش وملائکہ اپنے رب عزوجل کی رحمت کی تسبیح پڑھتے ہین
کعب نے ذکر کیا کہ جسنے رمضان کا روزہ رکھا اور قصد کیا کہ بعد رمضان کے مستقیم رہیگا اور گناہ سے بچیگا تو وہ بحساب جنت
مین جاتا ہی (تفسیر ابن کثیرؒ) رازیؒ نے لکھا کہ لیلۃ القدر کو مانند دیگر اشیاء کے مخفی کیا چنانچہ رضامندی کو طاعت مین چھپایا تاکہ ہر
طاعت مین رغبت کرین اور غضب گناہون مین تاکہ ہر قسم کے گناہ سے بچین اور اپنا بندہ ولی تمام لوگون مین چھپایا تاکہ سب کی
تعظیم کرین اور قبولیت کو دعا مین مخفی کیا تاکہ ہر طرح دعا مین کوشش کرین اور اسم اعظم چھپایا تاکہ جمیع اسماء کی تعظیم کرین اور صلوۃ الوسطیٰ
کو چھپایا تاکہ سب نمازون کی محافظت کرین اور قبول توبہ چھپائی تاکہ ہمیشہ ہر قسم کی توبہ کیا کرین اور وقت موت کو چھپایا تاکہ
ہر دم مستعد رہین اسیطرح لیلۃ القدر چھپائی تاکہ رمضان کی سب راتون مین کوشش کرین (فائدہ) شعبیؒ نے کہا کہ
لیلۃ القدر کا دن بھی ثواب طاعات مین اسکے تابع ہی (فائدہ) رازیؒ نے علماء سے نقل کیا کہ صحف ابراہیم اول
رمضان مین اُترے تھے اور سات سو برس بعد چھ راتین رمضان کی گزرنے کے بعد توریت اتری پھر پانچ سو برس بعد
رمضان کی بارہ راتین گزرنے کے بعد زبور نازل ہوئی اور زبور سے چھ سو بیس برس گزرنے کے بعد رمضان کی اٹھارہ راتین
گزرنے پر انجیل نازل ہوئی اور قریب پونے چھ سو برس بعد رمضان کی چوبیس راتین گزرے قرآن مجید بیت العزۃ مین نازل
ہوا پس ماہ رمضان جامع برکات وفضائل ہی **لطیفہ** ملائکہ کو مومنین سے محبت ہی وقد قال تعالے یستغفرون لمن فی الارض
یعنے زمین والون کے لیے ملائکہ مغفرت مانگتے ہین دوسری آیات مین مومنین ومومنات کی تصریح ہی اور وجہ یہ کہ تیری روح
مین اللہ تعالے کی توحید واعمال صالحہ سے حسن جمیل نظر آتا ہی تو ملائکہ محبت کرتے ہین اور گناہون کی ہیأت سے تیرے لیے
مغفرت مانگتے ہین جیسے ابتدا مین آدمی نطفہ گندہ تھا اُسوقت والدین کو دیا جاتا تو نفرت کرتے پھر جب اللہ تعالے نے
خلعت جسمانی دی تو پسند کرنے لگے (فائدہ) رازی وخطیب نے لکھا کہ اگر کہا جاوے کہ نصف شعبان کی شب برات
مین تم کہتے ہو کہ سالانہ مقادیر لکھے جاتے ہین پھر لیلۃ القدر کی نسبت کہتے ہو (جواب) یہ کہ روایت کیا گیا کہ شب برات مین

سنکر عوام مسلمان ہمیشہ اسکا انتظار کرتے ہین اور جب نہین پاتے تو بعضے اپنی محرومی پر افسوس کرتے ہین اور بعضون کو
شیطان فتنہ مین ڈالتا ہی کہ یہ کچھ نہین ہوتا - یہ بڑا فتنہ ہی جو اس جاہل نے پھیلایا ولیکن حق بات یہ کہ جس بندے نے رمضان
کی ہر رات مین خصوصًا عشرۂ اخیرہ مین تہجد پڑھی یا یاد مین مصروف ہوا تو ضرور اسنے لیلۃ القدر پائی ہی اسی لیے فائدہ ۲ یہ ہے اول
وقت تراویح سے جلد فارغ ہو کر کچھ دیر آرام کر کے آدھی رات کے بعد اُٹھ بیٹھین اور یاد و تسبیح مین مشغول ہون یہانتک کہ
تین بجے رات کو سحری کھاوین اور دل یاد مین رکھین پس سحری کے بارہ مین جو تاکید آئی ہے کہ سحور مین برکت ہی اسکی برکت
عظیم یہ ہی کہ اس بہانہ سے بندے کو ضرور لیلۃ القدر مل جائیگی - اگر اُسنے اس رات مین تمام رات کی عبادت نہ پائی تو جس قدر
پائی وہ بھی عظیم جلیل کثیر ہے واللہ سبحانہ تعالے ہو الموفق (فائدہ ۳) ابن کثیرؒ نے کہا کہ امام ابن ابی حاتم نے یہان ایک
اثر عجیب وغریب روایت کیا ہی حدثنا ابی (ابو حاتم الرازی) حدثنا عبد اللہ بن ابی زیاد القطوانی حدثنا سیار بن حاتم (ابو سلمہ
العنزی) حدثنا موسی بن سعید (یعنے الراسبی) عن ہلال بن ابی جبلۃ عن ابی عبد السلام عن ابیہ عن کعب الخ کعب احبار رح نے کہا کہ
سدرۃ المنتہی ساتوین آسمان کی حد پر متصل جنت ہی تو وہ دنیا و آخرت کے درمیانی حد ہے اسکا بلند حصہ جنت مین ہی اور
عروق و شاخین کرسی کے نیچے ہین اس درخت مین مساکن ملائکہ اس قدر بے شمار ہین کہ سواے اللہ تعالے کے کوئی گن نہین سکتا ہی
یہ ملائکہ اُسکے پتے پتے پر اللہ تعالے کی عبادت کرتے ہین اور جبرئیلؑ کا مقام اُسکے وسط مین ہی - لیلۃ القدر مین اللہ تعالے
حکم فرماتا ہی کہ جبرئیل مع اُن ملائکہ کے زمین مین اُترین - ان مین ہر فرشتہ کے دل مین مومنین کے واسطے رافت و رحمت لکھی
گئی ہی پس غروب آفتاب کے بعد اُترنا شروع ہوتے ہین اور ہر قطعہ زمین پر ملائکہ مین سے قائم یا ساجد پایا جاتا ہی اور مومنین و مومنات
کے لیے دعا کرتے ہین ولیکن گرجا و بیعہ و آتش خانہ و بتخانہ اور نجاسات کے مقامات و شراب خانہ اور جس گھر مین شرابی ہو یا تصویر
ہو یا گھنٹا ہو یا کوڑا ہو تو ایسے مقامات پر نہین جاتے ہین پس تمام رات عبادت و دعا مین رہتے ہین اور جبرئیل ہر مومن سے مصافحہ
کرتے ہین اور اسکی شناخت یہ ہی کہ مومن کے روئین کھڑے ہوتے اور دل نرم ہو جاتا اور اللہ تعالے کے واسطے اُسکے آنسو جاری
ہوتے ہین - کعب نے کہا کہ جسنے لیلۃ القدر مین فقط تین مرتبہ لا الہ الا اللہ کہا ہو تو اللہ تعالے ایک کے عوض اسکی مغفرت
فرما دیگا اور ایک کے عوض اسکو عذاب سے نجات دیگا اور ایک کے عوض جنت مین داخل فرما دے گا - مین نے کعب رح
سے کہا کہ لیا لا الہ الا اللہ تین مرتبہ صدق دل سے کہے کعبؒ نے کہا کہ بھلا لیلۃ القدر مین لا الہ الا اللہ کہنے والا کوئی دوسرا ہو گا
سواے اُسکے جو صدق دل سے یقین کے ساتھ کہے کعبؒ نے کہا کہ منافق و کافر پر لیلۃ القدر اس قدر بھاری پڑ جاتی ہی
گویا اُسکی پیٹھ پر پہاڑ ہی - پھر ملائکہ اسی طرح تمام رات رہتے ہین یہانتک کہ فجر طلوع ہو تو سب سے پہلے جبرئیلؑ صعود کر کے
افق آفتاب پر جاتے ہین وہان اپنے دو بازوے سبز پھیلاتے ہین اور وہ ایک ساعت پھیلاتے ہین جس سے آفتاب کی
ایسی کیفیت ہو جاتی ہی کہ اسکی شعاع نظر نہین آتی ہی پھر وہ مع فرشتہ یک بیک دعا کرتے ہین پس نور جبرئیل و نور ملائکہ جمع ہو جاتے
ہین اور آفتاب اُس روز متحیر رہتا ہی اور اس روز جبرئیل و ملائکہ زمین و آسمان کے درمیان مومنین و مومنات کے لیے
دعا و ترحم و استغفار کرتے ہین اور جسنے دل مین یہ نیت کی کہ زندہ رہیگا تو سال آئندہ روزہ رکھیگا - شام کے بعد آسمان دنیا مین
داخل ہوتے ہین اور حلقہ بحلقہ بیٹھتے ہین اور آسمان دنیا کے ملائکہ انکے پاس جمع ہو کر دریافت کرتے ہین کہ فلان مرد مومن

کیے ولیکن حدیث عبادہ رضہ سے شافعیؒ کے واسطے دلیل نکالی گئی کہ آنحضرت صلعم آگاہ کرنے نکلے تھے اتنے مین دو آدمی جھگڑنے لگے تو وہ اُٹھالی گئی اب تم اُسکو نوین و ساتوین و پانچوین مین تلاش کرو۔ وجہ دلیل یہ کہ اگر وہ معین نہوتی تو بتلانے سے فقط اسی سال مین جانتے (جواب) یہ کہ ہان فقط اسی سال کے واسطے بتلانے نکلے تھے اور مترجم کہتا ہی کہ معین تاریخ ہونے کی دلیل وہ حدیث ابی بن کعب البتہ ہو سکتی ہی جسمین انھون نے ستائیسوین کی قسم کھائی اور اکثر سلف نے اسی تاریخ اتفاق کیا اور اسکی توجیہ مترجم نے اوپر بیان کی ہی ولیکن حق یہ کہ ہم کو عشرۂ اخیر کی راتون مین عموماً اور ستائیسوین کو خصوصاً خیال و اہتمام رکھنا چاہیے۔ ف۔ واضح ہو کہ حدیث عبادہ رضہ سے یہ فائدہ نکلا کہ فلان و فلان کے جھگڑنے سے اس عظیم برکت کا علم اٹھالیا گیا تو جب دیکھو کہ طلبہ یا علما باہم جھگڑتے ہین تو انکے علم سے خیر و برکت اُٹھ جانے کی دلیل ہے جیسے حدیث مین ہی کہ بندہ کبھی رزق سے بوجہ ایک گناہ کمانے کے محروم ہوجاتا ہی۔ پھر واضح ہو کہ بعضے محروم لوگون نے یہ اعتقاد جمایا کہ لیلۃ القدر بالکل اُٹھ گئی اور یہ انکے گناہ شنیع کی بدبختی اُنپر پڑی ہی حالانکہ حدیث مین فقط یہ مراد ہے کہ معین تاریخ کا علم بھلا دیا گیا اور خود آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ شاید تمھارے لیے بہتر ہوا اور خود طاق تاریخون مین تلاش کرنیکا حکم دیا۔ یہ صریح ہی کہ وہ پاک متبرک رات موجود ہی اور برکت و بہتری اسطرح ہوئی کہ اگر معین معلوم ہوجاتی تو فقط اسی رات جہد کرکے بیٹھ رہتے اور اب ان سب راتون مین سعی کرینگے ابن کثیرؒ نے کہا کہ مہینہ کی سب راتون مین سعی کرین اور عشرۂ اخیر مین زیادتی کرین واللہ اعلم۔ عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ جب عشرۂ اخیر آتا تو آپ رات کو زندہ رکھتے اور اپنے اہل کو جگاتے اور لنگ کس لیتے (صحیحین) یہ اشارہ ہی کہ اہل کے پاس نہین جاتے تھے ایک روایت مین فرمایا کہ اس عشرہ مین جیسی کوشش کرتے وہ اول و اوسط سے بڑھکر ہوتی تھی اور لنگ کسنے سے یہ بھی اشارہ لیا گیا جیسے ازواج سے علیحدگی کا اشارہ ہی بدلیل حدیث مسند احمد عن عائشہ رضہ کہ جب عشرۂ اخیر رمضان باقی رہتا تو آپ لنگ کس لیتے اور اپنی عورتون سے الگ ہوجاتے (تفرد بہ احمد) امام مالک سے منقول ہی کہ عشرہ کی سب راتین لیلۃ القدر تلاش کرنے مین یکسان ہین اقول شاید وجہ یہ کہ طاق کے شمار کرنے مین صحابہ رضہ نے اختلاف کیا اسلیے سب راتین لینا چاہیے اور بہتر یہ دعا ہی۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔ یہ دعا آنحضرت صلعم نے ام المومنین عائشہ رضہ کو سکھلائی تھی کما رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ۔ ام المومنین عائشہ رضہ نے کہا کہ یا حضرت مجھے بتلائیے کہ اگر مین نے شب قدر سے موافقت پائی تو مین کیا کہون آپ نے یہ دعا بتلائی تنبیہ دو فائدہ جلیل یاد رکھو (اول) یہ کہ لیلۃ القدر ضرور ایک رات ہوتی ہی اور اُسمین کثیر عظیم برکات ہین ولیکن ہر شخص کی آنکھین ایسی نہین ہین جو اسکے آثار و انوار دیکھین پس مومنین کو یہ لازم ہی کہ وہ اس رات مین نماز و تلاوت و یاد الٰہی مین ہون تو اُنھون نے لیلۃ القدر پائی اور چونکہ ہم کو وہ رات خاصکر نہین معلوم ہی تو چاہیے کہ سب مین اسکی کوشش کرین لہذا تراویح مین ختم کلام اللہ تعالےٰ کے لیے واجب یہ کہ آخر رات مین ختم کرین تاکہ اسی ذریعہ سے اہل محلہ نماز مین رہین برخلاف اسکے جب حافظون نے ہوس مین جلد ختم کیا تو تراویح چھوڑکر لوگ غافل ہوجاتے ہین۔ بعضے جاہل جو عالم کی صورت بناکر لوگون کے پیشوا بن جاتے ہین وہ انکو بہکاتے ہین کہ لیلۃ القدر کی شناخت یہ ہی کہ نور پھیل جاوے اور درخت و مکان وغیرہ یکبارگی سجدے مین گرین اور ایسا ہو اور ویسا ہو اس بات کو

پیدا کیے اور زمینین سات اور ایام سات پیدا کیے اور مہینہ کا دور ہفتہ پر ہی اور انسان سات سے پیدا کیا گیا اور سات سے کھاتا ہی اور سات ہڈیون پر سجدہ کرتا ہی اور طواف سات پھیرے ہین اور رمی الجمار سات کنکریان ہی ۔ اسی قسم سے بہت چیزین ذکر فرمائین ۔ حضرت عمر رض نے کہا کہ تو ایسی بات سمجھا کہ ہم لوگ نہین سمجھے قتادہ رح قول ابن عباس کہ انسان سات سے کھاتا ہی اسکی تفسیر یہ بیان کرتے کہ اللہ تعالے نے فرمایا فانبتنا فیہا حباً و عنباً و قضباً الآیہ ۔ یہ اسناد جید قوی ہی و لیکن متن غریب جداً ہی فاللہ تعالے اعلم (قول ۹) کہا گیا کہ لیلۃ القدر انتیسوین ۲۹ رمضان ہی چنانچہ امام احمد رح نے حدیث عبادہ بن الصامت سے روایت کیا کہ آنحضرت صلعم سے لیلۃ القدر کو دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ وہ رمضان مین ہی اسکو عشرا واخر مین تلاش کرو وہ طاق مین ہی اکیسوین مین تیئیسوین یا پچیسوین یا ستائیسوین یا انتیسوین یا آخر رات مین ہی مترجم کہتا ہی کہ انتیسوین کے بعد ہوتی تو آیندہ کوئی آخری رات نہوتی بلکہ ۲۸ ۔ روزہ گذر کے رات ۲۹ ۔ ہوگی اور دوسرے روز ۲۹ ۔ روزے ہونگے حتی کہ چاند نہوا تو اس رات اخیرہ کو احیاء کرنا چاہیے اور اس سے معلوم ہوا کہ ۲۰ روزے گذرے اکیسوین رات ہی اور ۲۲ ۔ گزرے تیئیسوین رات ہی ۔ امام احمد نے ابو داؤد الطیالسی سے مسند کیا کہ ابو ہریرہ رض نے مرفوعاً روایت کی کہ لیلۃ القدر بیس کے بعد ساتوین یا نوین ہی اور ملائکہ اس رات زمین مین کنکریون کے شمار سے زائد ہوتے ہین ابن کثیر رح نے کہا کہ اس حدیث کو امام احمد نے حدیث ابو بکر رض سے مرفوعاً روایت کیا کہ نو باقیہ یا سات یا پانچ یا تین یا آخر لیلہ مین تلاش کرو (قال الترمذی حسن صحیح) طحاوی رح نے اسی کے مانند حدیث ابو سعید الخدری رض سے روایت کیا ۔ مسند مین حدیث ابو ہریرہ رض سے آخری رات ہی طحاوی رح نے کہا کہ مسئلہ طلاق کا جواب یہ کہ اگر رمضان سے پہلے طلاق دی تو رمضان گزرتے ہی طلاق ہوجائیگی اور اگر درمیان مین طلاق دی تو یہ بقیہ دن رمضان کے گزرین پھر آیندہ سال کا رمضان پورا گزرے تب حکم وقوع دیا جاویگا کیونکہ احادیث مین اختلاف ہی شاید اول سال لیلۃ القدر کے بعد اُسنے یہ کلمہ شرطیہ طلاق کہا ہو تو آیندہ پورا رمضان گزرنے پر یقین ہوگا کہ لیلۃ القدر گزری فافہم **فصل** ۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ امام شافعی رح کہتے تھے کہ لیلۃ القدر تو ایک معین رات ہی وہ ہر سال وہی رات ہوتی ہی منتقل نہین ہوتی ہی اور یہ جو روایتون مین اختلاف ہی تو اسکا باعث یہ ہوا کہ پوچھنے والے نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ مین فلان رات شب بیداری کرون آپ نے اجازت دیدی **مترجم** کہتا ہے کہ یہ تاویل بعید ہے چنانچہ احادیث کے سیاق پر نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہی کہ یہ سب جوابات نہین تھے بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا قصد فرمایا و لیکن بھلادی گئی ۔ ترمذی رح نے ابو قلابہ تابعی کبیر سے روایت کی کہ لیلۃ القدر اخیر عشرہ مین منتقل ہوتی رہتی ہی یعنے کبھی اکیسوین کبھی مابعد آخر تک ہوتی ہی ابن کثیر رح نے کہا کہ یہی قول امام مالک و ثوری و احمد و اسحق و ابو ثور و مزنی و ابو بکر بن خزیمہ وغیرہم نے بیان کیا اور قاضی نے اسکو شافعی رح سے نقل کیا اور یہی اشبہ ہی مترجم کہتا ہی کہ عشرا واخر مین صحابہ رض نے اجماع کیا تو اس عشرہ مین کسی تاریخ ہوتی ہی ابن کثیر رح نے کہا کہ صحیحین مین حدیث ابن عمر رض سے آیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے لوگون نے رمضان کے سات اواخر مین لیلۃ القدر دیکھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین دیکھتا ہون کہ تمھارے خواب متوافق پڑے سات اواخر مین پس تم مین سے جسکو تلاش کرنا ہو وہ سات اواخر مین تلاش کرے اور صحیحین مین عشرا واخر کا حکم حدیث عائشہ رض مین ہی مترجم کہتا ہی کہ طحاوی رح نے حدیث عبادہ و عمر وغیرہ سے یہ معنے روایت

کہا گیا کیونکہ بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ لیلۃ القدر تلاش کرو۔ نوین باقیہ و ساتوین باقیہ اور پانچوین باقیہ مین۔ اکثر علما نے کہا کہ طاق راتین مراد ہین اور یہی معنی زیادہ ظاہر و مشہور ہین اور بعض نے کہا کہ جفت مراد ہین جیسا کہ صحیح مسلم مین ابوسعیدؓ سے مروی ہے واللہ اعلم (قول ۸) ستائیسوین رات ہے چنانچہ ابی بن کعبؓ نے آنحضرت صلعم سے یہی تاریخ روایت کی (رواہ مسلم) زر بن حبیش نے کہا کہ مین نے ابی بن کعبؓ سے پوچھا کہ اے ابوالمنذر آپ کے بھائی ابن مسعودؓ کہتے ہین کہ جو کوئی تمام سال رات مین قیام کرے وہ ضرور لیلۃ القدر پاجاوے ابی بن کعبؓ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ ابن مسعودؓ پر رحم کرے وہ خوب جانتا ہے کہ لیلۃ القدر فقط رمضان مین ہوتی ہے اور وہ ستائیسوین رات ہے پھر قسم کھائی۔ مین نے کہا کہ آپ اسکو کیونکر جانتے ہو۔ فرمایا کہ ایسی علامت سے جو ہم کو بتلائی گئی ہے اُس روز آفتاب طلوع کرتا ہے اس حالت سے کہ اسکو شعاع نہین ہوتی (رواہ احمد) آفتاب بے شعاع کے چڑھتا ہے گویا وہ طشت ہے اور ایک روایت مین ہے کہ ابی بن کعبؓ نے کہا کہ قسم اس پاک کی جسکے سوائے کوئی معبود نہین ہے کہ لیلۃ القدر رمضان مین ہے اور واللہ الذی لا آلہ الا ہو۔ مین جانتا ہون کہ وہ کیا رات ہے اُسکے قیام کا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا وہ صبیحہ ستائیس ہے (رواہ مسلم والطحاوی وغیرہ) ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس بارہ مین معاویہ و ابن عمر و ابن عباس وغیرہم نے آنحضرت صلعم سے روایت کی مترجم کہتا ہے کہ حدیث ابن عمر و معاویہ کو طحاویؒ نے باسانید صحیحہ روایت کیا۔ طحاویؒ نے باسناد جید روایت کی کہ ابن مسعودؓ نے کہا کہ لیلۃ القدر کو رمضان کی انیسوین[19] مین تلاش کرو جسکی صبح جنگ بدر واقع ہوئی تھی ورنہ اکیسوین مین یا تیئیسوین مین تلاش کرو اس روایت سے معلوم ہوا کہ ابن مسعودؓ فقط ترغیب کے لیے تمام سال کہتے تھے ورنہ خوب جانتے تھے کہ وہ فقط رمضان ہی مین ہوتی ہے کیونکہ یہ کہتے کہ جو کوئی تمام سال قیام کرے وہ لیلۃ القدر پاجاوے۔ ھ۔ گویا اشارہ تھا کہ اس کوشش کی برکت سے رمضان مین اللہ تعالےٰ اسکو نصیب فرماوے اور ابی بن کعب کا جزم یہ تھا کہ وہ ستائیسوین ہے اور یہی ایک جماعت سلف کا قول ہے اور مذہب امام احمد مین یہی سیدھی پگڈنڈی ہے اور یہی ابوحنیفہ رح سے بھی ایک روایت ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید اجتہاد یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے عہد مبارک مین مراتب بلند ہونے کے واسطے پہلے وہ رمضان کے اول سے تاریخون مین منتقل رکھی گئی پھر عشرۂ اخیر مین رکھی گئی ولیکن کسی تاریخ مین معین نہ ہوئی پھر جب تکملہ ہوچکا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملأ اعلیٰ مین جانیکا قصد کیا یعنے وفات شریف کا زمانہ قریب ہوا تو جمیع شرائع محکم کردیے گئے اور اسمین لیلۃ القدر بھی ستائیسوین کو مستقر کردی گئی واللہ تعالےٰ اعلم ابن کثیرؒ نے لکھا کہ بعض سلف نے یہ قصد کیا کہ یہ قرآن مجید مین جب سب علوم مندرج ہین تو ضرور لیلۃ القدر کا علم ہوگا اسکو استخراج کرین تو انھون نے (ہی) سے نکالا کیونکہ اسکا مرجع لیلۃ القدر ہے اور یہ کلمہ اس سورہ مین ستائیسوان ہے تو معلوم ہوا کہ وہ ستائیسوین رمضان مین ہوتی ہے **قال الطبرانی** حدثنا اسحق بن ابراہیم الدبری اخبرنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن قتادہ وعاصم انہما سمعا عکرمہ یقول الخ یعنے عکرمہ رح نے کہا کہ ابن عباسؓ کہتے تھے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا اور اُنسے لیلۃ القدر کو دریافت کیا تو سب نے اتفاق کیا کہ وہ عشرۂ اخیرہ مین ہے۔ مین نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ مین گمان کرتا ہون کہ وہ فلان رات ہے حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ کیا ہے مین نے کہا کہ عشرۂ اخیر مین سے سات گزری یا سات باقی ہین حضرت عمرؓ نے کہا کہ تو نے یہ کہان سے جانا۔ مین نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے سات آسمان

فرمایا کہ مین دیکھتا ہون کہ تمھارے خواب موافق پڑے پس تم اسکو اخیر عشرہ کے طاق راتون مین تلاش کرو- اس حدیث کو بطریق سفیان الثوری عن ابن دینار رضہ بھی روایت کیا- پھر کہا کہ شاید دس مین تلاش احتیاط ہو جیسے ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اول دس اخیر مین پھر سات اخیر مین حکم ہے اور کہا کہ دلیل یہ کہ حدثنا بکر بن ادریس ثنا آدم ثنا شعبہ ثنا عقبہ بن حریث کہا کہ مین نے ابن عمر رضہ سے سنا کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ لیلۃ القدر اخیر عشرہ مین ڈھونڈو- اگر عاجز ہو تو چاہیے کہ اخیر سات راتون مین جہد سے عاجز نہو- اس سے معلوم ہوا کہ وہ کبھی سات اخیرہ سے پہلے بھی ہوتی ہے اور ابن انیس کی حدیث مین تیئیسوین کی تلاش کو فرمایا اور وہ ۲۹ کے چاند مین اول ساتوین ہے لیکن جب پورے (۳۰) کا مہینہ ہو تو اول آٹھوین پڑی- پھر طحاوی رح نے مسند کیا کہ عبد اللہ بن انیس نے کہا کہ یا حضرت مین وطاۃ کے جنگل مین رہتا ہون وہان کے لوگون کو نماز پڑھاتا ہون مجھے لیلۃ القدر کی تلاش مین ایک رات یہان حاضری کا حکم دیجیے فرمایا کہ تیئیسوین کو حاضر ہو اگر پھر ہو سکے تو اخیر ماہ تک شب بیداری کر ورنہ اسی بات پر اکتفا کر- پس عبد اللہ بن اُنیس عصر کی نماز پڑھکر مسجد کے معتکف مین داخل ہو گئے اور سوائے حاجت کے باہر نہین نکلتے تھے پھر جب صبح کی نماز سے فارغ ہوے تو مسجد کے دروازے پر انکی سواری موجود ہوتی تھی- طحاوی رح نے باسناد جید دیگر روایت کی کہ عبد اللہ بن اُنیس کو فرمایا کہ مین نے لیلۃ القدر دیکھی پھر مجھے بھلا دی گئی پس تو نصف رمضان کے بعد تلاش کر- عبد اللہ رضہ نے دوبارہ عرض کیا تو فرمایا کہ ۲۳- گزرنے پر تلاش کر- عبد اللہ رضہ کے پوتے نے کہا کہ وہ سولہ تاریخ سے ۲۳- تک تلاش کرتے پھر خاموش رہتے تھے طحاوی رح نے کہا کہ شاید یہ ہو کہ ہر سال مین آنحضرت صلعم نے اُس سال کے موافق حکم دیا ہو اور اسیطرح آپ کا خواب بھی ہر سال مختلف واقع ہوا- طحاوی نے محمد بن عبد اللہ بن میمون الاسکندرانی عن الولید بن مسلم عن الاوزاعی باسنادہ حدیث ابو سعید الخدری روایت کی جسمین اول عشرہ پھر عشرۂ ثانیہ مین اعتکاف ہے پھر خطبہ وخواب پھر اکیسوین کی صبحکو پانی مٹی مین سجدہ ہے طحاوی رح نے کہا کہ یہ خواب وواقعہ ایک سال ہے اور عبد اللہ بن اُنیس کی حدیث مین دوسرے سال کا خواب وواقعہ ۲۳- کی صبح ہے- طحاوی رح نے باسناد جید مسند کیا کہ عبادہ بن الصامت نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تاکہ ہم کو لیلۃ القدر سے آگاہ فرماوین اتنے مین دو آدمی باہم جھگڑنے لگے آپ نے فرمایا کہ اُنکے جھگڑنے سے وہ اُٹھالی گئی اور امید ہے کہ وہ تمھارے لیے بہتر ہو پس اُسکو نوین وساتوین وپانچوین کو تلاش کرو- ثم رواہ من وجہ آخر بمثلہ- یہ بات بھی کسی خاص سال کے واسطے تھی- پھر حدیث ابو ہریرہ رضہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ مین نے خواب مین لیلۃ القدر کو دیکھا پھر مجھے میرے گھر والون مین سے بعض نے جگا دیا تو تم اسکو اخیر عشرہ مین تلاش کرو- اس حدیث کو تین طریقے سے مسند کیا اور کہا کہ حدیث عبادہ رضہ اور یہ حدیث ہر ایک علحدہ سال کے واسطے ہو پھر حدیث ابو سعید الخدری روایت کی کہ آپ نے عشرہ اخر کے نو باقی یا سات باقی یا پانچ باقی مین تلاش کا حکم دیا باسناد دیگر ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضہ نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کے طاق راتون مین تلاش کرو اخرج عن محمد بن عمرو عن ابی معاویہ عن ہشام عن ابیہ عن عائشہ بنحوہ- پھر طحاوی رح نے ابراہیم بن مرزوق عن وہب عن شعبہ عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃ القدر کو ستائیسوین کو تلاش کرو- حدثنا بکر بن ادریس حدثنا آدم عن شعبہ بمثلہ (قول ۷) ابن کثیر رح نے لکھا کہ ۲۷ شب کو

الٰہی مین دلالت ہی کہ وہ خاص رمضان ہی مین ہوتی ہو لقولہ تعالےٰ حٰمٓ والکتاب المبین انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین فیہا یفرق کل امر حکیم الآیہ اس رات مین ہر امر محکم مفروق ہوتا ہو اور اسی رات مین قرآن نازل ہوا ہو طحاوی نے محمد بن حمید اور فہد بن سلیمان دونون شیخ سے سعید بن ابی مریم سے مسند کیا کہ ابن عمر رض نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم سے لیلۃ القدر پوچھی گئی اور مین سنتا تھا پس آپ نے فرمایا کہ کل رمضان مین ہو مترجم کہتا ہو کہ ابو داؤد نے اسکو حمید بن زنجویہ عن سعید بن ابی مریم روایت کیا طحاوی ؒ نے کہا کہ اس حدیث سے دو معنے ہو سکتے ہین ایک یہ کہ لیلۃ القدر ہر رمضان کے اول و اوسط و آخر عشرہ مین محتمل ہو۔ یہی ایک قوم نے اختیار کر لیا۔ اور دوم یہ کہ لیلۃ القدر قیامت تک ہر رمضان مین ہوگی۔ پھر دیگر ثقات نے اس حدیث کو ابن عمر کا قول روایت کیا۔ طحاوی نے حسن بن صالح و شعبہ سے موقوف مسند کیا۔ اور کہا ابو الاحوص کی روایت مین یہ لفظ ہے کہ ابن عمر رض نے کہا کہ (ہی فی رمضان کلہ) لیلۃ القدر رمضان پورے مین ہے۔ ابن عمر رض سے حدیث دوسرے طور پر مروی ہوئی پھر عبد الرحمن بن الجارود عن سعید بن عفیر عن سلیمان بن بلال عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر روایت کی کہ آنحضرت صلعم سے لیلۃ القدر دریافت کی گئی تو فرمایا کہ رمضان کے اواخر سات مین تلاش کرو۔ حدثنا نصر بن مرزوق حدثنا علی بن معبد حدثنا اسمٰعیل بن جعفر عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر مثلہ مرفوعًا۔ پھر اس حدیث کو بطریق ابن جریج عن الزہری عن سالم عن ابن عمر۔ اور لیث عن عقیل عن الزہری۔ اور۔ مالک عن عبد اللہ بن دینار اور لیث عن نافع کلاہما عن ابن عمر مرفوع روایت کی طحاوی رح نے کہا کہ سواے ابن عمر رض کے بھی سات آخری راتون مین تلاش کا حکم آیا ہو۔ پھر حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کی جو اوپر گذری ہو اور حدیث جابر رض روایت کی کہ بائیس راتین گزر چکی تھین کہ عبد اللہ بن اُنیس رض نے آنحضرت صلعم سے لیلۃ القدر دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ انھین باقی سات راتون مین تلاش کرو دوسرے اسناد سے اسی حدیث کو عبد اللہ بن انیس سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئیسوین رات کو فرمایا کہ آج تلاش کرو۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ آٹھ مین سے اول رات ہو فرمایا کہ نہین بلکہ سات مین سے اول ہو یہ مہینہ پورا نہ ہوگا (یعنے پورے (۳۰) نہین ہوگا) اس سے بھی بقیہ سات راتین ہوئین کیونکہ مہینہ اُنتیس ۲۹ کا تھا یعنے وحی سے آنحضرت صلعم کو یہ بات معلوم ہو گئی تھی۔ تیسری سند سے حدیث عبد اللہ بن اُنیس روایت کی کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے جنگل مین جانے کی ضرورت پڑتی ہو تو آپ مجھے حکم فرماوین کہ جس رات مین مدینہ مین حاضر ہون فرمایا کہ تیئیسوین ۲۳ کو آنا۔ چوتھی اسناد سے مانند دوسری اسناد کے روایت کیا۔ پانچوین اسناد سے مانند اسناد سوم روایت کیا۔ چھٹی اسناد سے بھی یہ حدیث روایت کی اور زیادہ ہو کہ عبد اللہ بن اُنیس تیئیسوین کو مدینہ کی مسجد مین آیا کرتے تھے۔ ساتوین اسناد سے یہ حدیث روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نے لیلۃ القدر مین اپنے آپ کو دیکھا کہ پانی مٹی مین سجدہ کرتا ہون پھر رات کو ہم پر اتفاقی مینھ برسا اور صبح کو مین نے آنحضرت کو پانی مٹی مین سجدہ کرتے دیکھا یہ تیئیسوین کی صبح تھی طحاوی رح نے کہا کہ اب احتمال یہ ہے کہ شاید ہمیشہ انھین سات باقیہ مین ہو اور احتمال ہو کہ اکثر اوقات ان مین ہو اور کبھی دیگر ایام رمضان مین بھی ہو۔ ابن عمر رض سے دس اخیر مین تلاش کرنے کی روایت مرفوع آئی ہو حدثنا یونس حدثنا سفیان عن الزہری عن سالم عن ابیہ یعنے ابن عمر رض نے کہا کہ لوگون نے لیلۃ القدر خواب مین عشرۂ اخیرہ کی راتون مین دیکھی تو آنحضرت صلعم نے

سے روایت کیا اور یہی شافعی رح کا قول ہی اور حسن بصری رح سے منقول ہی۔ کہتے ہین کہ یہی لیلۃ القدر تھی یعنے رمضان کی سترھوین بروز جمعہ تھی اور اسکی صبح کو بدر مین قریش کے کفار سے لڑائی واقع ہوئی۔ یہی یوم الفرقان ہی (قول ۳) انیسوین رمضان ہی۔ یہ حضرت علی رض و ابن مسعود رض سے منقول ہی (قول ۴) اکیسوین رمضان ہی بدلیل حدیث ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے عشرۂ اول مین اعتکاف کیا اور ہم لوگون نے (یعنے ایک جماعت صحابہ نے) بھی آپ کے ساتھ اعتکاف کیا پھر جبرئیل علیہ آکر آپ سے کہا کہ آپ جو بات ڈھونڈھتے ہین وہ آگے ہی پس آپنے عشرۂ اوسط مین اعتکاف کیا اور ہم لوگ آپ کے ساتھ تھے پھر جبرئیل علیہ نے کہا کہ جو بات آپ ڈھونڈھتے ہین وہ آگے ہی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیسوین کی صبح کو خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ جسنے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہی وہ پھر واپس آوے اور مین نے لیلۃ القدر دیکھی پھر وہ مجھے بھلا دی گئی اور وہ عشرۂ اواخر مین۔ کی طاق راتون مین ہی اور مین نے دیکھا کہ گویا مین پانی مٹی مین سجدہ کرتا ہون ابو سعید حذری رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ مسجد کی چھت درخت خرما کی چھڑیون سے پٹی تھی اور ہم کہین آسمان مین ابر کا کچھ نشان بھی نہین دیکھتے تھے پھر رات مین بادل کا ٹکڑا آیا اور پانی برسا دیا گیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی اور اللہ تعالے نے آپ کا خواب سچ کر دیا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر پانی و مٹی کا اثر دیکھا (یعنے چھت ٹپکی) اور یہ واقعہ اکیسوین کی صبح کا ہی (صحیحین) شافعی رح نے کہا کہ سب روایات مین سے یہ اصح ہی (قول ۵) تیئیسوین (۲۳) رمضان ہی اسمین حدیث عبد اللہ بن انیس بروایت صحیح مسلم ہے اور سیاق اسکا قریب لسیاق حدیث ابو سعید رض ہے مترجم کہتا ہی کہ طحاوی رح نے اسکو مسند کیا کہ عبد اللہ بن انیس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ لیلۃ القدر مین گویا مین پانی مٹی مین سجدہ کرتا ہون۔ عبد اللہ بن انیس نے کہا کہ رات مین ہم پر اتفاقی پانی برسا پس آنحضرت صلعم نے ہم لوگون کو صبح کی نماز پڑھائی تو مین نے دیکھا کہ آپ پانی مٹی مین سجدہ کرتے ہین اور یہ تیئیسوین (۲۳) رمضان کی صبح تھی۔ واضح ہو کہ طحاوی رح نے اس مسئلہ مین کلام کیا اور غالب احادیث کو مع توفیق کے مسند کیا جسکا خلاصہ انشاء اللہ تعالے آویگا (قول ۶) رمضان کی چوبیسوین ہی ابو داؤد الطیالسی عن حماد بن سلمہ عن الجریری عن ابی نضرۃ عن ابی سعید رض کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃ القدر چوبیسوین رات ہی اس اسناد کے راوی سب ثقات ہین مترجم کہتا ہی کہ طحاوی رح نے اسکو حدیث بلال رض سے روایت کیا لیکن اسناد مین فقط عبد اللہ بن لہیعہ مین کلام ہی ابن کثیر رح نے کہا کہ اسکو امام احمد رح نے موسی بن داؤد عن ابن لہیعہ روایت کیا اور ابن لہیعہ ضعیف ہی اور اس کے مخالف بخاری رح نے اصبغ عن ابن وہب عن عمرو بن الحارث عن یزید بن ابی حبیب باسنادہ روایت کیا کہ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عشر اواخر مین سے اول السبع ہی۔ یہ روایت اگرچہ قول بلال رض ہی ولیکن اسناد اصح ہی اور ابن لہیعہ نے یزید بن ابی حبیب سے اسکے خلاف روایت کیا۔ ابن مسعود و ابن عباس و جابر و حسن و قتادہ و عبد اللہ بن وہب نے کہا کہ لیلۃ القدر چوبیسوین ہی مترجم کہتا ہی کہ شاید اس سے مراد یہی ۔۲۳۔ ہو کیونکہ اول السبع باعتبار ۔۲۹۔ کے چاند کے ہی چنانچہ طحاوی کی حدیث ابن انیس مین مصرح ہی۔ واضح ہو کہ طحاوی رح نے یہ مسئلہ لکھا کہ اگر کسی نے اپنی زوجہ سے کہا کہ لیلۃ القدر مین طالقہ ہے تو کب طلاق واقع ہوگی طحاوی رح نے کہا کہ لیلۃ القدر رمضان مین ہوتی ہے اور کتاب

کہ یا حضرت لیلۃ القدر کس عشرہ مین ہی- فرمایا کہ عشرۂ اواخر مین تلاش کر- اب اسکے بعد مجھسے نہ پوچھنا اور آپ باتین کرتے رہے مین نے پھر موقع تاک کے عرض کیا کہ یا حضرت میرے خدمتی حق کی آپ پر قسم ہی کہ آپ مجھے بتلا دین کہ عشرہ مین کس رات مین ہی آپ مجھپر اس قدر غضبناک ہوئے کہ ابتداے حضوری سے کبھی ایسے غضبناک نہ ہوے تھے اور فرمایا کہ سات اواخر مین ڈھونڈھو اور اب اسکے بعد مجھسے نہ پوچھنا (رواہ النسائی ایضًا) اسمین دلیل ہی کہ پہلے بھی تھی اور قیامت تک باقی ہی مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث مین یہ تصریح نہین ہی کہ اگلے انبیار کے وقت مین لیلۃ القدر تھی کیونکہ ابو ذر رض نے خود پوچھا کہ یہ کیا اگلے انبیاء کے ساتھ رہتی ہی الخ تو اسکے یہ معنے ہوسکتے ہین کہ کیا یہ ایسی چیز ہی جو فقط انبیار کی حین حیات تک ہوا کرتی ہین غایت یہ کہ اگر ہو تو شاید وضوء کی نظیر ہو یعنے سابق امت مین تھا لیکن اُسکے نور سے غرہ و تحجیل فقط اسی امت کے لیے خاص ہی اسی طرح لیلۃ القدر کی بہتری ہزار ماہ سے مع دیگر برکات کثیرہ کے اسی امت پر فضل ہی ابن کثیرؒ نے کہا کہ بعضے شیعہ نے زعم کیا کہ لیلۃ القدر اُٹھا لی گئی اور یہ زعم غلط و باطل ہی مترجم کہتا ہی کہ اس فرقے پر افسوس ہی کہ اسکی بدعت کی نحوست سے لیلۃ القدر کی برکت اس سے اُٹھ گئی کیونکہ جب اس فرقے کو یقین ہی نہین دیا گیا تو ضرور یہ فرقہ محروم ہی اور اہل الحق کے نزدیک لیلۃ القدر قیامت تک موجود ہی ابن کثیرؒ نے کہا کہ حدیث مین صریح دلالت ہی کہ لیلۃ القدر فقط ماہ رمضان مین خاصۃً واقع ہوتی ہی برخلاف اُس روایت کے جو ابن مسعود رض سے مروی ہی کہ وہ تمام سال مین امید کی گئی ہی اور ایک جماعت علماء کوفہ نے ابن مسعود رض کی اتباع کی ولیکن بعضے صحابہ رض نے ابن مسعود رض کے قول مین یہ مصلحت بیان کی کہ ابن مسعود رض خوب جانتے ہین کہ وہ رمضان مین ہے ولیکن انھون نے چاہا کہ لوگ ہمیشہ شب بیداری کی عادت کرین یعنے جیسے انھون نے تیمم سے نماز پڑھنے کا فتویٰ نہ دیا حتی کہ ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے اُنسے مباحثہ کیا اور آخر مصلحت پوچھی تو فرمایا کہ اگر ہم یہ فتوی دین تو نزدیک ہی کہ جب لوگون پر پانی سرد ہو تو تیمم کر لیا کرین ابو موسی رض نے کہا کہ تو آپ اس مصلحت سے یہ فتوی نہین دیتے ہین ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام ابو داؤد رح نے سنن مین باب باندھا کہ لیلۃ القدر ہر رمضان مین ہی- اسناد کی حدیث ابن عمر رض کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر دریافت کی گئی اور مین سنتا تھا آپ نے فرمایا کہ لیلۃ القدر ہر رمضان مین ہوتی ہی- اسناد صحیح اور راوی سب ثقات ہین ولیکن شعبہ و سفیان نے اسکو ابن عمر رض کا قول روایت کیا مترجم کہتا ہی کہ یہ عادت حضرت عبد اللہ بن عمر رض سے پہچان لی گئی کہ کبھی حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے اور کبھی فقط حکم بیان کرنے پر اکتفا کیا کرتے تھے پھر واضح ہو کہ اس حدیث مین مبہم ہے کہ رمضان مین ہوتی ہی اسی وجہ سے ابو حنیفہ رح سے روایت ہی کہ ابتداے رمضان سے آخر تک تلاش کرنا چاہیے اور غزالیؒ نے بھی مذہب شافعیہ مین یہ ایک وجہ نقل کی ولیکن امام رافعیؒ نے کہا کہ قول غریب ہی **فصل**- مترجم کہتا ہی کہ لیلۃ القدر کے بارہ مین شاذ قول تو یہ ہوا کہ تمام سال مین کوئی رات ہی اور قوی قول جو صحاح احادیث سے نکلا کہ یہ رمضان مین ہی پھر اختلاف یہ کہ کیا وہ کوئی معین تاریخ ہی یا غیر معین ہی اور تمام رمضان مین سے ہی یا فقط عشرۂ اخیرہ مین سے ہی یا ہر سال بدلتی ہے مثلاً ایک سال ۲۵- رمضان مین تھی اور آیندہ سال ۲۷- کو واقع ہوئی ابن کثیرؒ نے لکھا کہ (**قول ۱**) کہ لیلۃ القدر رمضان کی اول رات مین ہوتی ہی یہ ابو رزین رح سے نقل کیا جاتا ہی (**قول ۲**) وہ سترھوین رمضان کو واقع ہوتی ہی اس بارہ مین ابو داؤد نے ایک حدیث ابن مسعود رض سے مرفوعًا و موقوفًا روایت کی اور یہی قول زید بن ارقم و عثمان بن العاص رض

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃ القدر ستائیسوین[۲۷] یا انتیسوین[۲۹] ہی اور اس رات ملائکہ زمین پر کنکریون کے شمار سے زیادہ
ہوتے ہین (رواہ ابوداؤد الطیالسی) قتادہ وابن زید رح نے کہا کہ سلام ہی الخ یعنے یہ رات طلوع فجر تک خیر ہی خیر ہے اسمین بدی
و بُرائی نہین ہی اسکی تائید اُس حدیث سے نکلتی ہی جسکو امام احمد رح نے عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃ القدر باقی عشرہ مین ہی جسنے ان راتون مین ثواب کی امید سے قیام کیا تو اللہ تعالیٰ اسکے
اگلے و پچھلے گناہ معاف فرماویگا وہ کوئی طاق رات ہی نوین یا ساتوین یا پانچوین یا تیسری یا آخری رات ہی اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃ القدر کی علامت ہی کہ وہ رات صاف خوشنما ہے گویا اسمین چاند نکلا ہی ساکنہ ساجیہ ہی نہ اسمین
سردی ہی نہ گرمی ہی اور نہ اسمین کوئی تارہ ٹوٹتا ہی یہانتک کہ صبح ہوجاوے اور اُسکی علامت یہ ہی کہ اُسکی صبح کو سورج مستوی
نکلتا ہی اسکی شعاع نہین ہوتی جیسے چودھوین کا چاند ہی اور اس دن آفتاب کے ساتھ شیطان نہین نکل سکتا ہی ابن کثیر رح
نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد اچھی ہی ولیکن روایت کی عبارت مین بعض غریب طریقہ ہی اور بعض الفاظ مین نکارت ہے
مترجم کہتا ہی کہ شاید اسی مین سے یہ ہو کہ سردی وگرمی نہین ہی حالانکہ جب رمضان جاڑے مین اور سرد ملک مین ہو تو ضرور
سردی ہوگی اور میرے نزدیک مراد یہ ہی کہ اس رات باوجود سرد ملک وموسم کے سردی ناگوار نہوگی واللہ تعالےٰ اعلم۔
ابوداؤد الطیالسی نے حدیث ابن عباس رض سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کی نسبت کہا کہ وہ
رات آہستہ نرم کشادہ ہی نہ گرم ہی نہ سرد ہی اور اسکی صبح کو آفتاب ضعیف سرخ نکلتا ہی۔ ابن ابی عاصم النبیل نے حدیث جابر رض
سے مرفوع روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے لیلۃ القدر دیکھی پھر وہ مجھے بھلادی گئی اور وہ آخری
عشرہ کی راتون مین ہی وہ رات کشادہ خوشگوار ہی نہ گرم ہی نہ سرد ہی گویا اُسمین چاند رواں ہی اس رات شیطان نہین نکل سکتا
یہانتک کہ فجر طلوع ہو (ابن کثیر رح) علماء رح نے کہا کہ کثرت ملائکہ سے شیطان مخفی ہوجاتا ہی اور طلوع آفتاب کے
وقت بھی ساتھ نہین آتا اور کثرت ملائکہ سے اُسکی روشنی دُھندلاتی ہی **فصل** لیلۃ القدر اگلی امتون مین تھی یا اسی
امت کے واسطے خاص رحمت ہی اسمین دو قول ہین۔ ابومصعب احمد بن ابی بکر الزہری نے کہا کہ ہم سے امام مالک رح نے
حدیث کی کہ مجھے خبر پہونچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون کی عمرین اپنے پہلے یا جہانتک اللہ تعالےٰ کو منظور تھا دیکھین
تو اپنی امت کی عمرین آپ نے کوتاہ سمجھین کہ اگلے لوگ طول عمر مین جن اعمال کثیرہ کو پہونچے آپ کی امت اس حد کو نہین
پہونچ سکتی ہی پس اللہ تعالےٰ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا فرمائی جو ہزار ماہ سے بہتر ہے۔ ابومصعب رح نے دوسرے طریقے سے اسکو
اسناد کیا۔ یہ حدیث دلیل ہی کہ لیلۃ القدر اس امت کے لیے خاص ہی۔ علماء شافعیہ مین سے صاحب العُدّہ نے جمہور علماء کا
یہی قول نقل کیا بلکہ خطابی رح نے اسپر اجماع نقل کیا۔ دوم یہ کہ اگلی امتون مین بھی لیلۃ القدر تھی چنانچہ امام احمد رح نے حدیث
ابوذر رض سے روایت کیا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کو پوچھا اور مین ہی اسکو آپ سے سب لوگون سے
زیادہ پوچھنے والا تھا۔ مین نے عرض کیا کہ یا حضرت مجھے اتنا بتلا دیجئے کہ یہ رمضان مین ہی یا غیر رمضان مین ہی آپ نے فرمایا بلکہ یہ رمضان
مین ہی مین نے کہا کہ کیا یہ انبیاء کے رہنے تک رہتی ہی پھر اُٹھ جاتی ہی یا کہ برابر رہتی ہی فرمایا بلکہ قیامت تک رہتی ہی مین نے کہا کہ رمضان مین کب ہی فرمایا
عشرہ مین اول اور آخر عشرہ مین ڈھونڈھو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باتین کرتے رہے۔ مین نے غفلت مین موقع تاکا تو عرض کیا

مرفوع روایت ہی کہ لیلۃ القدر مین جبرئیلؑ ایک جماعت ملائکہ مین اترتے ہین اور ہر بندہ جو نماز یا ذکر و تلاوت مین ہی اسکو اللہ
تعالے کیطرف سے درود اور سلام ہوپنچاتے ہین اس روایت سے نکلتا ہی کہ سب ملائکہ نہین اترتے ہین اور ظاہر آیت سے معلوم ہوتا
ہی کہ سب اترتے ہین اور دونون مین موافقت یہ ہی کہ ایکبارگی سب نہین اترتے بلکہ فوج فوج اترتے ہین کیونکہ سب کے واسطے
ایکبارگی سمائی نہین ہی جیسے خانہ کعبہ مین حج کرنے والے فوج فوج جاتے ہین ابوہریرہ رضہ نے کہا کہ اس رات ملائکہ کی کثرت بہت
زیادہ ہوتی ہی۔ بعض نے کہا کہ روح زیر عرش فرشتہ ہی جسکے قدم ساتوین زمین کے نیچے ہین اور ہزار سر ہین ہر ایک سر اس دنیا سے
بڑا ہی اور ہر ایک سر مین ہزار چہرے ہین اور ہر چہرے مین ہزار دہن اور ہر دہن مین ہزار زبان ہین اور ہر زبان سے اللہ تعالے کیواسطے
ہزار تسبیح و تحمید و تکبیر کہتا ہی اور ہر زبان کی لغت دوسری زبان سے متغائر ہی اور وقت تسبیحات کے انوار ظاہر ہوتے ہین
وہ لیلۃ القدر مین اس امت کے روزہ رکھنے والے مرد اور عورتون کے لیے تسبیح کرتا ہی خطیبؒ نے حضرت علی رضہ سے اسکی
بزرگی جثہ کی روایت طویل ذکر کی جیسے یہ کہ اگر حکم الٰہی ہو تو وہ سب آسمانون و زمینون کو ایک لقمہ کی طرح منھ مین ڈال
لے مترجم کہتا ہی کہ اسمین کچھ تردد نہین ہو سکتا کہ اللہ تعالے کی مخلوقات مین اس سے بھی عظیم خلقت ہو ولیکن ہم کو
یہ روایت صحیح طریقہ سے ملنا چاہیے پھر کچھ بعید نہین ہو سکتا کیا نہین دیکھتے ہو کہ آفتاب کے مقابلہ مین یہ زمین ایک مٹر ہے
اگر آفتاب گھڑا ہو پھر آفتاب کے برابر اگر سامنے والے آسمان مین بچھائے جاوین تو کرورون بچھ جاوین تو آسمان کے مقابلے
مین یہ زمین رائی سے کم ہوئی پھر اس آسمان کے اوپر دوسرا آسمان اس قدر بڑا ہی جس قدر زمین سے یہ آسمان بڑا ہے
اور اُس سے اوپر تیسرا آسمان اسی قدر عظم ہے اسی طرح ساتوین آسمان تک قیاس کرو۔ پھر کرسی کی بڑائی مین یہ ساتون
آسمان ایک حلقۂ انگوٹھی کے برابر ہین چنانچہ آیۃ الکرسی کی تفسیر مین ذکر ہوا پھر عرش اعظم اور آوعال وغیرہ ہین پس آدمی حقیر
کیا تصور کر سکتا ہی بلکہ آدمی کی حقارت کی وجہ سے بہت کم بیان کیا گیا ہی اور اس سے معلوم ہوا کہ عظمت الٰہی و قدرت غیر متناہی
کے مقابلے مین جو کچھ بیان کیا جاوے ہیچ ہی اور ہمارے زمانہ کے احمق زمین کے سب طرف غیر متناہی خالی کہتے ہین حالانکہ غیر متناہی
دوری کا تصور بھی عقل کو متحیر کرتا ہی جس سے اللہ تعالے کی عظمت ظاہر ہی ولیکن کافر کی آنکھون پر شیطان حقیر نے قبضہ کر لیا ہی ابن کثیرؒ
نے لکھا کہ مجاہدؒ نے کہا کہ من کل امر سلام ہی یعنے یہ رات ہر امر سے سلام ہی۔ سعید بن منصور نے عیسی بن یونس عن الاعمش
روایت کی کہ مجاہدؒ نے کہا کہ قولہ تعالے سلام ہی یعنے یہ رات سلامتی ہی اسمین شیطان کو بدی و برائی کرنے کی قدرت نہین ہی قتادہؒ
نے کہا کہ اس رات مین ہر قسم کے امور جاری کیے جاتے ہین موت و زندگی مقدر اور رزق مقدر ہوتے ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ اس کا
مطلب یہ کہ سال آیندہ کے لیے ملائکہ کو مقدر کرنے کے احکام مل جاتے ہین چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ فیہا
یفرق کل امر حکیم قولہ تعالے سلام ہی حتی مطلع الفجر۔ شعبیؒ نے کہا کہ طلوع فجر تک ملائکہ اُن بندون کو جو عبادت
مین جو مساجد مین ہین (یعنے اپنی نماز گاہ و مصلی پر ہین) سلام پہونچاتے رہتے ہین۔ اور ابن جریرؒ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ
اُنکی قرارت سے یہ معنے ظاہر ہوتے ہین کہ یہ رات ہر امر سے سلامتی ہی یہان تک کہ فجر طلوع ہو۔ بیہقیؒ نے حضرت علی رضہ سے
اور ابن ابی حاتم نے کعب احبار سے عجیب آثار روایت کیے کہ سدرۃ المنتہی سے کیونکر نزول جبرئیلؑ مع ملائکہ ہوتا ہے اور
نمازیون کی طرف انکے آنے و سلام و برکات پہونچانے کی عجیب کیفیات مذکور ہین حدیث ابوہریرہ رضہ مین مرفوع ہے

معلوم ہوا کہ رمضان کا قیام افضل ہی اور رمضان مین لیلۃ القدر کا قیام افضل ہی۔ رہا بیان قولہ تعالےٰ تنزل الملائکۃ والروح فیہا
باذن ربہم من کل امر ابن کثیرؒ نے یہان تفسیر مین کہا یعنے اس رات مین ملائکہ کا نزول بکثرت واقع ہوتا ہی مترجم کہتا ہی کہ یہان
ایک سوال یہ تھا کہ ملائکہ کا نزول ہر رات مین ہوا کرتا ہی چنانچہ نماز فجر و نماز عصر کی فضیلت مین حدیث ملائکۃ لیل اور ملائکہ نہار کی گزر
چکی ہی (جواب) یہ ملائکہ کا نزول اپنے رب عز وجل کی اجازت سے ہوا کرتا ہی اور ہمیشہ جو کچھ مقرری تعداد ہی یا خاص جس گروہ کو
حکم ہوا اُنکا نزول ہوتا ہی اور لیلۃ القدر مین بکثرت گروہا گروہ ملائکہ و روح کو نزول کی اجازت ہوتی ہی علاوہ اسکے ہر روز رات مین اگرچہ ملائکہ
آتے ہین لیکن اُنکے احکام رحمت و عذاب وغیرہ سب طرح کے ہوتے ہین اور لیلۃ القدر مین رحمت و برکات کے ساتھ آتے ہین
اگرچہ ظہور رحمت و برکت فقط انھین بندون کے لیے ہی جو قابل رحمت و برکت ہین کیونکہ کفار کے حق مین انکی برکات سے محروم ہونا خود عذاب
ہی لہذا ابن کثیرؒ نے خلاصہ یہ لکھا کہ اس رات کی برکت بکثرت ہی کہ ملائکہ گروہا گروہ بکثرت اترتے ہین اور ملائکہ کا اُترنا ہمیشہ رحمت و برکت
کو متضمن ہی چنانچہ تلاوت قرآن کے وقت ملائکہ اُترتے ہین اور جہان لوگ ذکر الٰہی کرتے ہین وہان اترکر انکو گھیر لیتے ہین اور جو کوئی
صدق نیت سے علم الٰہی کا طالب ہوتا ہی اسکی رضامندی و تکریم کے لیے بازو بچھاتے ہین (سوال) یہان روح سے کیا مراد ہی جو لوگ
مر گئے ہین انکی روحین آتی ہین جیسے آخر زمانہ جہالت مین اکثر ملکون کے عوام الناس نے دو طرح غلط خیال کیا ہی ایک یہ کہ شب قدر
چودھوین شعبان کو سمجھتے ہین اور اُس رات مین نمازی لوگ تو شب بیداری و ذکر کا اہتمام کرتے ہین اور ایسے لوگ بہت کم ہین اور عموماً
چراغون کی کثرت کرتے ہین اور تمام رات لہو و لعب و آتشبازی چھوڑتے ہین اور گندہ دھوان پھیلانے مین صرف کرتے ہین۔ پھر
رمضان مین کسی شب قدر کی نسبت اہتمام نظر نہین آتا۔ دوم یہ کہ چودھوین شعبان کی شب برات مین یہ زعم کرتے ہین کہ وہ لیلۃ
القدر ہی اسمین روحین اترتی ہین تو ہر شخص گویا پابند ہی کہ ضرور قرض ادھار کرکے اس روز حلوا پکاوے اور بہت سے عوام عورتین ایسے
یہ زعم کرتے ہین کہ اسکے خاندان کی روحین محروم گئین حلوا وغیرہ کھانے کو نہین پایا اور اب تمام سال پریشان رہینگی (جواب)
عوام کا خیال غلط اور قبیح ہی۔ چودھوین رات شعبان کے حق مین بعض روایات سے فضیلت ثبوت ہوتی ہی اور مفصل بیان قولہ تعالےٰ
فیہا یفرق کل امر حکیم الآیہ۔ کی تفسیر مین گذر چکا ہی اور لیلۃ القدر فقط رمضان مین ہوتی ہی اور نصف شعبان کی رات مین آتشبازی
چھوڑنا وغیرہ قبیح بدعات ہین اور سخت معصیات ہین نعوذ باللہ من ذلک اور چراغون کی کثرت کرنا اسراف حرام ہی اور مزارون پر
لے جانا فتاوی عالمگیری وغیرہ مین حرام لکھا ہی اور رسم حلوا سے عوام مین ایسے فاسد عقائد پیدا ہوے تو یہ بدعت مکروہ ہو گئی
علماء پر اتفاق کرکے مٹانا لازم ہی اور ارواح مردگان کا آنا ہرگز ثبوت نہین ہی اور پھر اُنکا بھوکا جانا وغیرہ قبیح عقیدہ اس سے
توبہ کرنا لازم ہی ابن کثیرؒ نے لکھا کہ آیت مین روح سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہین اور عطف خاص بر عام ہی اور بعض نے کہا کہ
روح ایک قسم کے خاص ملائکہ ہین۔ خطیبؒ وغیرہ نے لکھا کہ الروح یعنے جبرئیل علیہ السلام اس رات چار علم لاتے ہین ایک آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک پر قائم کرتے ہین اور ایک مسجد الحرام پر اور ایک بیت المقدس پر اور ایک طور سینا پر نصب کرتے
ہین **اقول** یہ روایت شاید ارباب کشف کا معاملہ ہو واللہ تعالےٰ اعلم خطیبؒ نے لکھا کہ جبرئیلؑ ہر ایک گھر مین جسمین کوئی
مومن یا مومنہ ہو جاکر سلام کرتے ہین اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے سلام پہونچاتے ہین سواے اسکے کہ جو ہمیشہ شراب خوار ہو یعنے
شراب پینے سے توبہ نہ کی ہو یا رحم قرابت کو قطع کرنے والا ہو یا سور کا گوشت استعمال کرتا ہو تو اسپر سلام نہین کرتے ہین حضرت انسؓ سے

دوسری اسناد سے اسکو روایت کیا اُسمین تصریح ہے کہ دن مین جہاد کرتا اور رات مین عبادت کرتا تھا اسی طرح ہزار ماہ تک اُسنے
ایسا کیا تھا۔ معنے یہ کہ لیلۃ القدر کے دن کا روزہ اور رات کی عبادت اس ہزار ماہ کے قیام وجہاد سے بہتر ہے۔ ابن ابی حاتم نے
یونس (ابن عبدالاعلیٰ) عن ابن وہب عن مسلمہ بن علی عن علی بن عروہ روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز بنی اسرائیل
مین سے چار مردون کا ذکر کیا۔ ایوب وذکریا وحزقیل ابن العجوز اور یوشع بن نون کا کہ اسی برس تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ایک دم
گناہ نہین کیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے اسکو بہت خوب عجیب جانا (یعنے ہم لوگ کہان سے یہ پاسکتے ہین
خصوصًا جبکہ اتنی عمر ہی مشکل ہے) پس جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ آپ کی امت نے تعجب کیا کہ ان چارون نے اسی برس اللہ تعالےٰ
کی عبادت کی ایک دم رائگان نہ دیا پس اللہ تعالےٰ نے اس سے بہتر نازل فرمایا ہے اور سورۂ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر آخر تک تلاوت
کی۔ لیلۃ القدر خیر من الف شہر۔ یہ اس سے افضل ہے جس سے آپ نے اور آپ کی امت نے تعجب کیا تھا اس سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم وآپ کے اصحاب بہت خوش ہوے مترجم کہتا ہے کہ ان روایات سے معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر ہزار ماہ سے بہتر ہے تو ہر ایک
ہزار ماہ جسمین سابق امتون کی عبادت واقع ہوئی اُسسے لیلۃ القدر افضل ہے تو اگر ایسے ہزار ماہ ہون جنمین کسیکو دنیاوی دولت نصیب ہوئی ہو
تو اسسے لیلۃ القدر اسقدر زیادہ افضل ہے جسقدر دنیا سے دین افضل ہوتا ہے اور معلوم ہوگیا کہ آیات مین (الف شہر) سے خاص الف شہر
مراد نہین ہین بلکہ کوئی ہزار ماہ لیے جاوین سب سے لیلۃ القدر افضل ہے حتی کہ اگر فرض کرو کہ ایک شخص کو ہزار مہینہ بدون لیلۃ القدر کے
تمام روے زمین کی سلطنت مع خشکی وتری کے خزانون کے حاصل ہوگئی تو بھی لیلۃ القدر اس سے افضل ہے بلکہ اس قدر افضل ہے
کہ جس قدر مردار دنیا سے رضاے الٰہی عزوجل افضل ہے یعنے دنیاوی سلطنت کو اس سے کچھ نسبت نہین ہے تنبیہ اہل ایمان کے
لیے اس سے نہایت کامل تسلی دیدی کہ ایماندار کو لیلۃ القدر رمضان مین حسن نیت وصدق عبودیت کے ساتھ جو کچھ حاصل ہوجاتا ہے
وہ ایسی نعمت بےمثل وبے انتہا ہے کہ اگر کفار کو مثلاً تمام روے زمین کی حکومت مع خزائن بحروبر کے مل جاوے تو بھی ہیچ ہے اور ایمان کی
پہچان یہ ہے کہ مومن کبھی دنیاوی بادشاہون کی طرف نظر نہ اُٹھاویگا اگرچہ وہ کیسی ہی ذلت وثروت رکھتا ہو اگر کہو کہ لیلۃ القدر ہم کو کہان
میسر آئی ہے ہم مین سے بہت بوڑھے گذرے اور کسی نے نہ کہا کہ ہم نے لیلۃ القدر دیکھی یعنے تمام روشنی ہوگئی اور سب چیزین سجدے
مین گرین (جواب) یہ علامتین تو تم نے خیالات بنائے ہین جیسے تم کہو کہ ہم ملائکہ کو دیکھین ولیکن لیلۃ القدر کو سچے مومنین بہت
پاتے ہین چنانچہ آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ مین بیان کرونگا ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام احمدرح نے باسناد جید قوی روایت کیا کہ ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب رمضان کا مہینہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو ماہ رمضان آگیا یہ ماہ مبارک ہے
اللہ تعالےٰ نے اس ماہ مبارک کا روزہ تم پر فرض فرمایا ہے اس چاند مین جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہین اور اسمین جہنم کے
دروازے بند کردیے جاتے ہین اور شیاطین زنجیرون وطوق سے جکڑ دیے جاتے ہین اسمین ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے افضل ہے
جو کوئی اس رات کی خیر سے محروم رہا وہ محروم ہے (رواہ النسائی ایضا) چونکہ لیلۃ القدر کی عبادت ہزار ماہ کی عبادت سے برابر ہے اسی جہت
سے صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہ مین حدیث ابوہریرہ رض سے آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے شب قدر کو ایمان و
یقین ونیت خالص ثواب کے ساتھ قیام کیا (یعنے ذکر ونماز وغیرہ عبادات مین قیام کیا) تو اُسکے سب گذرے ہوے گناہ
معاف کیے جاتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اسی قدر ثواب عظیم کے واسطے مطلق رمضان کے قیام کی تاکید ہے اور اس سے

کی کافی ہو سکتی ہین اول تو بنو امیہ نے اہلبیت کے ساتھ بہت ظلم کیے اور عموماً امت پر مظالم واقع ہوے دوم شریعت مین ہتک واقع
ہوا۔ اگر کہو کہ بنی عباس کے مظالم بھی معروف ہین (جواب) دوسری روایت مین اس زمانہ کی برائی بھی اخبار نبوت سے روایت ہی
چنانچہ اٹھائیسوین پارہ کی تفسیر مین بیان ہوا ہی بالجملہ یہ سب اس امر پر موقوف ہی کہ جو حدیث روایت کی گئی وہ ثابت ہو ولیکن
اسناد غریب منکر ہی ابن کثیر رح نے کہا کہ روایت کے ضعیف ہونے پر یہ بھی دلیل ہی کہ روایت کے موافق سورہ اسلیے بیان ہوا
کہ دولت بنی امیہ کی مذمت اور لیلۃ القدر کی فضیلت ظاہر ہو اسلیے کہ جب آپکو بنی امیہ کا تخت پر ہونا ناگوار ہوا تو اس سورہ سے
آگاہ فرمایا کہ بنی امیہ کے ایام دولت ہزار ماہ سے لیلۃ القدر ایک رات افضل ہی ولیکن ہم کہتے ہین کہ اس سیاق سے ہونا بلاغت
کا مقتضا نہین ہی اگر یہ مراد ہوتی تو اسکے لیے سیاق دوسرا ہوتا اسلیے کہ بنو امیہ کے ایام دولت سے لیلۃ القدر کا افضل ہونا انکے
ایام کی مذمت پر دلالت نہین کرتا ہی اسلیے کہ لیلۃ القدر بہت بزرگ رات ہی اور سورہ ہذا اسی بزرگی کو ظاہر فرماتا ہی تو اُس کی
بزرگی ثابت کرنے سے بنو امیہ کے ایام کی مذمت کیونکر نکلی کیا نہین دیکھتے کہ شاعر کا یہ مضمون سچ ہی کہ اگر کوئی کہے کہ یہ تلوار اس
لاٹھی سے تیز کارگر ہی تو اس سے تلوار کی طرح نہین بلکہ مذمت ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک اسکا جواب یہ ہو سکتا ہی کہ آنحضرت
صلعم نے ہزار ماہ بنو امیہ کو دیکھا تھا تو اس سورۂ مبارک سے آپ کو تسکین دی گئی کہ قضاے مقدر یہ کہ جب یہ امت مکڑا کر چلے تو
اخیار پر اشرار غالب کیے جاوین اور بعوض ہزار ماہ کے بندہ صالح کے لیے لیلۃ القدر افضل ہی دلیل یہ کہ ابو نعیم کے حلیہ مین حضرت
محمد بن الحنفیہ سے روایت ہی کہ اپنے اصحاب سے فرماتے تھے کہ بنو امیہ کے ظلم خونریزی سے انکی ہلاکت کی طرف بڑھتے ہین ولیکن
وہ زمانہ آتا ہی کہ بزدل ہمارے لیے دلیر ہون (رواہ ابو نعیم باسناد ضعیف) ہماری قوم کے لیے دل نہین اُٹھتے بر تقدیر ثبوت کے یہ
دلیل ہی کہ آنحضرت کو یہ علم بروایت علم نبوت حاصل تھا ولیکن تردد یہ ہی کہ انکی قوم سے اگر بنی العباس مراد ہین تو بنی عباس نے بھی چند مدت
کے بعد بہت سے بنی فاطمہ و اولاد علی رضی اللہ عنہما سے بدسلوک کیا۔ ہان دشمنی خونی نہ تھی بلکہ قطع رحم کے طور پر تھی واللہ تعالے اعلم
پھر ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہ سورہ مکیہ ہی اور اسمین الف شہر کا ذکر ہی اور مفہوم روایت یہ کہ مراد ہزار ماہ دولت بنی امیہ ہے تو
کیونکر آیت سے یہ معنے سمجھے جاتے حالانکہ لفظاً یا معنے سے کسی طرح اسپر دلالت نہین ہی اور منبر ایک مدت بعد مدینے مین تیار
کیا گیا۔ یہ سب امور دلالت کرتے ہین کہ روایت منکر ہی مترجم کہتا ہی کہ اسکا جواب تو یہ ہو سکتا ہی کہ سورہ مبارک مکیہ نہین بلکہ
اصح یہ کہ مدنیہ ہی۔ ہان یہ کہنا البتہ وجیہ ہی کہ کلام مین کوئی اشارہ ایسا نہین ہی جس سے ہزار ماہ سے دولت بنی امیہ کا زمانہ سمجھا
جاوے اسی جہت سے اتقان مین بعض مفسرین سے نقل کیا کہ یہ تفسیر یعنے الف شہر سے دولت بنی امیہ کا زمانہ مراد ہی یہ تفسیر بدعتی ہے
یعنے الو کھی نکالی ہوئی ہی اور مترجم کا خیال یہ ہی کہ اصل مقصود کلام تو یہی ہی جو سیاق آیات سے ظاہر ہی ولیکن کلام مین اسرار ہوتے ہین
اور وہ اشارات فہم علما کے واسطے ہین تو یہ واقعہ دولت بنی امیہ کا بھی منجملہ اشارات کے ہے اور اشارات مین وسعت ہوتی ہی
تو دیگر اشارات بھی ہو سکتے ہین چنانچہ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن ابی حاتم نے عن ابی زرعہ عن ابراہیم بن موسی باسنادہ روایت
کیا کہ مجاہد رح نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل مین سے ایک مرد کا ذکر کیا جسنے اللہ تعالے کی راہ مین جہاد
کرنے مین ہزار ماہ ہتھیار باندھے تھے آپ کے اصحاب نے اس شخص کی طاعت کثیر سے تعجب کیا پس اللہ تعالے نے
یہ سورہ نازل فرمایا۔ یعنے لیلۃ القدر کی عبادت بہتر ہے ہزار ماہ سے یعنے جسمین مرد مذکور نے راہ جہاد مین ہتھیار باندھے ابن جریر رح نے

لی اور یہی ابن معین نے کہا کہ یہ تابعی مشہور ہی اور ایک روایت مین کہا کہ وہ ثقہ ہی اور ابن جریرؒ نے بھی اسکو قاسم عن یوسف بن مازن روایت کیا ہی (تفسیر ابن کثیرؒ) مترجم کہتا ہی قاسم بن الفضل کو تقریب مین ثقہ لکھا ولیکن کہا کہ اسپر مرجیہ ہونے کی تہمت دی گئی ہی- میزان مین لکھا کہ ابوداؤدؒ نے اسکو مرجی کہا اور ذہبیؒ نے کہا کہ ابونضرہ تابعی وغیرہ سے روایت کرتا ہے صدوق ہی ابن مہدی واحمد وابن معین ونسائی نے اسکو ثقہ کہا ہی- ترمذی نے اسکی حدیث راعی غنم کو صحیح کہا- تقریب مین لکھا کہ یوسف بن سعد جسکو یوسف بن مازن بھی کہتے ہین طبقہ ثالثہ تابعین سے ثقہ ہی اور میزان مین فقط ترمذی کا یہ قول کہ وہ مجہول ہی نقل کیا اور ابن معین سے توثیق نقل کی اور ایک جماعت سے روایت ذکر کی تو مختار یہ ہوا کہ اسکی حدیث اچھی ہی ولیکن یہ حدیث جو یہان روایت ہوئی یہ اسوقت درجہ صحت کو پہونچے جب صحیح کے شرائط دیگر بھی پائے جاوین ازانجملہ یہ کہ حدیث منفرد وغریب نہو یہ شرط یہان مفقود ہی کیونکہ سوائے قاسم بن الفضل عن یوسف بن سعد کے کوئی راوی نہین ہی ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ حدیث بیشک منکر ہی اور ہمارے شیخ حافظ ابوالحجاج المزی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہی- مین کہتا ہون کہ قاسم بن الفضل نے ایام بنی امیہ کو ہزار ماہ حساب کیا تو اسکو حساب لگا ذ- معاویہ بن ابی سفیان کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے بادشاہت مستقل ملی جبکہ صلح واقع ہوئی کیونکہ اس سے پہلے اختلاف تھا یعنے شام ومصر وغیرہ مین معاویہ کی حکومت تھی اور عراق و خراسان وغیرہ مین حضرت امام حسنؓ کی خلافت تھی اور حضرت حسنؓ خلیفہ برحق تھے آپ نے لشکر عظیم کے ساتھ شام پر چڑھائی کا قصد کیا اور معاویہ رضؓ نے آپ سے صلح کی درخواست کی آپ نے مسلمانون کی بہتری کا خیال کرکے چھٹے مہینے معاویہ کو خلافت دیدی اور بیعت کرلی اور یہ ہجرت کے چالیسوین سال واقع ہوا اور سب ملکون نے معاویہ کی بیعت پر اتفاق کیا اسی سال کو عام الجماعۃ نام رکھا گیا پس اسوقت سے بنو امیہ برابر ملک شام وغیرہ مین جاکر حاکم رہے سوائے اسکے کہ یزید کے بعد قریب نو۹ برس تک البتہ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے حرمین واہواز وعراق وغیرہ مین خلافت کی تو ان ممالک سے البتہ بنوامیہ کی حکومت اٹھ گئی اور باقی ممالک مین باقی رہی پھر نو برس بعد حجاج وغیرہ نے ملکر عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کیا اور کل ممالک مین بنوامیہ کی حکومت جاری ہوئی یہانتک کہ سنہ ایک سو بتیس ۱۳۲ مین بنی عباس نے بنوامیہ سے خلافت چھین لی تو سنہ چالیس سے اس وقت تک بانوے برس ہوے اور ہزار ماہ کے فقط تراسی سال ہوتے ہین- ہان اگر ابن الزبیرؓ کی خلافت نو برس اسمین سے وضع کیجاوے تو البتہ تراسی ۸۳ باقی رہتے ہین اور شاید قاسم بن الفضل نے اسیطرح حساب لگایا ہی- مترجم کہتا ہی بلکہ اس حساب مین ایک لطافت ہی یعنے نو برس تک عبداللہ بن الزبیرؓ خلیفہ رہے تو اہل اسلام نے اُنکے انصاف وعدل کی تعریف کی کہ آپ کی خلافت سے حضرت ابوبکرؓ وعمر رضؓ کا زمانہ یاد آگیا اور انکی خلافت مدینے مین بھی تھی تو اس مدت تک آنحضرت صلعم کے منبر پر بنوامیہ نہین رہے اگرچہ کتب سابقہ مین یہ آیا ہی کہ آنحضرت صلعم کی امت کی بادشاہت ملک شام مین ہوگی چنانچہ بشارات مین یہ روایات گزرین علما متفق ہین کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما پر خلافت نبوت ختم ہوگئی اور معاویہ رضؓ اس امت مین اول بادشاہ ہین اور بشارات سے موافق واقع ہوا کہ اس امت کی بادشاہت ملک شام سے ہوئی پھر یہ بات ظاہر ہی کہ بعد معاویہ کے یزید پلید وغیرہ بنوامیہ مین ظالم وفاسق وبدکار ہوے سوائے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے جنھون نے دو برس خلافت مین عدل ظاہر کیا ولیکن انکو بنوامیہ کے مظالم ہی رد کرتے گزرے اور زمانہ حیات ختم ہوگیا اور یہی دو وجہین کراہت

سلام ہی یہ یہان تک کہ فجر طلوع ہو ف یعنے یہ رات سلام عظیم ہی بالکل سلامتی ہی یا مومنین کے واسطے رب عزوجل
کی طرف سے سلام کثیر ہی یہانتک کہ رات ختم ہو اور فجر طلوع کرے واضح ہو کہ ابن جریر و ابن الفریس و ابن المنذر و بیہقی نے
ابن عباس رض سے روایت کی کہ قرآن لیلۃ القدر مین اُتار کر آسمان دنیا کے بیت العزۃ مین رکھا گیا پھر وہان سے جبرئیل
بحکم الٰہی لوگون کے جواب و اعمال کے احکام مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارتے رہے اگر کہا جاوے اتارنا کسی مادی چیز کا
اوپر سے نیچے لانا کہلاتا ہی (جواب) یہان مجازا بطور استعارہ ہی کیونکہ قرآن مجید معانی ہین۔ اگر کہو کہ اس رات کا نام لیلۃ القدر
کیون ہی (جواب) لوگون نے اسمین (قدر) کے معانی مختلفہ کے نظر سے کلام کیا (اول) قدر بمعنے تقدیر و فرض و قطع ہی چونکہ
اس رات مین اللہ تعالے ایک سال کے لیے آیندہ اسی رات تک بندون کی حالت و حیات و پیدایش و موت و رزق
وغیرہ کی تقدیر ملائکہ کو عطا کرتا ہی اسلیے لیلۃ القدر ہی یعنے شب برات یعنے ہر ایک مخلوق کے واسطے جو برات و حصہ مقدر ہوا
وہ اس رات لکھ جاتا اور ملائکہ کو مل جاتا ہی (دوم) قدر بمعنے شرف و منزلت ہی چونکہ اس رات کو شرف و منزلت عظیم حاصل ہی
اسلیے لیلۃ القدر نام ہوا۔ یہ زہری رح سے منقول ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ گویا بلیغ ارشاد ہی کہ ہر سال مین معمولی رات جو قدر و
منزلت رکھتی ہی وہ سب سے افضل یہی ہی تو گویا یہی لیلۃ القدر ہی پس یہ لازم نہین آتا کہ شب جمعہ وغیرہ بھی قابل قدر نہین
اور اسی طرح ایک غیر معمولی رات بھی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا مین پیدا ہوے کہ وہ علما کے نزدیک لیلۃ القدر
سے افضل رات تھی فافہم اور بعض نے کہا کہ لیلۃ القدر اسلیے نام ہوا کہ اس رات مین طاعات کی قدر عظیم و ثواب جمیل ہی (سوم)
قدر بمعنے ضیق ہی۔ چونکہ اس رات کثرت نزول ملائکہ سے زمین تنگ ہو جاتی ہی اسلیے لیلۃ القدر نام ہوا یہ امام خلیل نحوی
سے منقول ہی اور ظاہر قول اول ہی مع ظہور شرف و برکت کے واللہ تعالے اعلم شیخ ابن کثیر رح نے سورہ لیلۃ القدر کے سبب نزول
مین لکھا کہ امام ترمذی رح نے بطریق قاسم بن الفضل الحدانی عن یوسف بن سعد روایت کی کہ جب حضرت امام حسن رض بن علی رض بن ابیطالب
نے معاویہ رض سے بیعت کر لی (یعنی معاویہ کو خلافت سپرد کر دی اور مدینے مین آگئے) تب حضرت حسن رض سے ایک شخص
نے کہا کہ آپنے مومنون کے منھ سیاہ کر دیے یا کہا کہ ای مومنون کے منھ سیاہ کرنے والے پس حضرت حسن رض نے کہا کہ اللہ
تعالے تجپر رحم کرے تو مجھے ملامت نہ کر کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دکھلایا گیا کہ گویا آپ کے منبر پر بنو امیہ
ہین اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگواری ہوئی تو نازل ہوا۔ انا اعطیناک الکوثر یعنے ای محمد ہم نے تجھے کوثر عطا کی
یعنے جنت مین جو نہر کوثر ہی اور نازل ہوا قولہ تعالے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادراک مالیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شہر۔ ای محمد
تیرے بعد ہزار ماہ بنو امیہ بادشاہت کرینگے اس سے لیلۃ القدر بہتر ہی۔ قاسم بن الفضل نے کہا کہ پھر ہم نے بنو امیہ کی بادشاہت
کو شمار کیا تو وہ پورے ہزار ماہ ہین نہ ایک روز زیادہ ہی نہ کم ہی ترمذی رح نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہی فقط اسی اسناد سے ہم کو حاصل ہوئی اور
بعض راویون نے قاسم بن الفضل عن یوسف بن مازن روایت کی قاسم بن الفضل الحدانی ثقہ ہی چنانچہ یحیی القطان اور
عبد الرحمن بن مہدی نے اسکو ثقہ کہا ہی اور یوسف بن سعد مرد مجہول ہی اور یہ حدیث اسی لفظ سے اسی اسناد سے ملی ہی۔ اھ۔
اور حاکم نے مستدرک مین اس حدیث کو قاسم بن الفضل عن یوسف بن مازن روایت کیا۔ ترمذی رح کا یہ قول کہ یوسف بن سعد
مجہول ہی اس قول مین تردد ہی کیونکہ یوسف بن مازن سے حماد بن سلمہ و خالد الحذاء و یونس بن عبید وغیرہ جماعت نے روایت

فرمایا کرتے تھے کہ (ما ادراک) جہان آیا ہو اُس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا ہو- اس قول کے موافق اس سے امت کے لوگون کو تنبیہ ہو کہ اس ایک رات شب قدر کو کیا سمجھے پھر فرمایا- لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ- لیلۃ القدر بہتر ہو ہزار ماہ سے ف یعنے لیلۃ القدر کی عبادت بہتر ہو ایسے ہزار مہینہ دن مین روزہ داری و رات مین شب بیداری و قیام کرنے سے جن مین لیلۃ القدر نہو- چنانچہ مجاہدؒ نے کہا کہ لیلۃ القدر بہتر ہو ہزار ماہ سے جنمین لیلۃ القدر نہو (روا د ابن ابی حاتم) یہی قتادہ رح اور شافعی وغیرہ نے بیان کیا- عمرو بن قیس الملائی نے کہا کہ لیلۃ القدر مین بندگی کرنا ہزار ماہ کے عمل سے بہتر ہے مترجم کہتا ہو کہ اس امت کو اللہ تعالے کی طرف سے یہ نعمت عظمیٰ ہو کہ جب اسنے کسی رمضان مین لیلۃ القدر پائی تو عمر بھر کے واسطے کافی ہو- واضح ہو کہ یہان سوال یہ ہوتا تھا کہ ہزار ماہ کے تراسی (۸۳) سال ہوے اور ہر سال رمضان ہوتا ہو تو لیلۃ القدر بھی ہوگی تو تراسی لیلۃ القدر ہونگی پھر بہتری کیونکر ہوگی (جواب) مین مجاہد و قتادہ و شافعی وغیرہ نے اشارہ کیا کہ یہان تراسی برس اسیواسطے نہین فرمائے کہ ہر برس مین ضرور لیلۃ القدر آویگی بلکہ ہزار مہینہ فرمائے تو یہ دن لیلۃ القدر کے ہزار مہینہ شمار ہو سکتے ہین اسطرح کہ ہر سال کے گیارہ مہینہ لے لیے جاوین اور ماہ رمضان نکال لیا جاوے تو اسطرح ہزار ماہ کے دن و رات روزہ و نماز سے ایک لیلۃ القدر کی عبادت افضل ہو- اسی جواب کو امام ابن جریر رح نے اختیار کیا اور یہی جواب صحیح ہو جیسے حدیث مین ہو کہ راہ الٰہی مین ایک رات کا رباط ہزار ماہ سے جو سوائے رباط کے ہون افضل ہو- (رواہ احمد) اور جیسے جمعہ مین نیک ہیأت و نیک نیت سے ادا کرنے والے کے لیے ایک سال کے روزہ و شب بیداری کا ثواب آیا ہو یعنے مراد یہ کہ اس سال مین سے جمعہ جس قدر ہون وہ استثنا کر لیے جاوین گویا مطلب یہ کہ سال کے تین سو ساٹھ دن کے روزہ و نماز کا ثواب ہو اور یہ مطلب نہین کہ مسلسل تمام سال شمار کیا جاوے جسمین ایام جمعہ ضرور آوینگے اسلیے کہ اگر یہ مراد ہوتی تو ایام عیدین و ایام تشریق کے روزے نکال ڈالنے کا حکم ہوتا و لیکن ایسی صورتون مین ثواب کا اندازہ مقصود ہوتا ہو (م و ابن کثیر رح) پھر اللہ تعالے نے لیلۃ القدر کے فضائل بیان فرمائے بقولہ تعالے- تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ- برابر اُترتے ہین ملائکہ اور روح اس رات مین اپنے رب کے حکم سے ہر امر سے ف تنزل دراصل تتنزل بروزن تتفعل ہو اور یہ دلالت کرتا ہو کہ ملائکہ سب ایکبارگی نہین اُترتے بلکہ فوج فوج اترتے ہین چونکہ ملائکہ کے نزول مین آیا ہو ما نتنزل الا بامر ربک الخ ہم نہین اترتے مگر تیرے رب کے حکم سے- مد- یہان فرمایا باذن ربہم- یعنے ملائکہ و روح کا اترنا اپنے رب کے حکم و اجازت سے ہوتا ہو ہر امر کے ساتھ- اسمین صریح دلیل ہو کہ ہر قسم کے امور کے ساتھ ملائکہ اترتے ہین- بعض نے زعم کیا کہ مکروہات مانند امراض وغیرہ کے ساتھ شعبان کے نصف ماہ یعنے چودھوین کو اترتے ہین اور لیلۃ القدر رمضان مین فقط نیکیون و بھلائیون کے ساتھ اترتے ہین اسکو خطیب رح نے نقل کیا و لیکن یہ قول قیاسی ہو اور مترجم نے قولہ تعالے انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ الآیہ کی تفسیر مین توضیح کے ساتھ بیان کیا ہو- روح سے مراد جبرئیلؑ ہین اور قرآن مین جبرئیلؑ کے واسطے یہ اطلاق معروف ہے اور بعض نے دوسرے معنے بیان کیے چنانچہ آیندہ کچھ ذکر آوے گا اگرچہ قولہ تعالیٰ یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا الخ کی تفسیر مین بیان ہو چکا- خلاصہ یہ کہ اس مبارک رات مین ہر قسم کے امور کے ساتھ ملائکہ اور روح اپنے رب تعالے کے حکم سے اترتے ہین- سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ

مترجم کہتا ہے کہ مومنین ہر وقت نماز میں اہدنا الصراط المستقیم آخر تک دعا کیا کرتے ہیں اس سے یہ مراد نہیں کہ انکو اسلام کی ہدایت ہو بلکہ ابتدا سے ہدایت پیدا کر دی اور ہر نماز میں ترقی ہدایت پیدا فرما دے یہانتک کہ الذین انعمت علیہم تک ترقی حاصل ہو جاوے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم

سورۃ القدر مکیۃ وھی خمس آیات

سورۃ القدر اکثر مفسرین کے نزدیک مدنیہ ہے یعنے بعض کے نزدیک مکیہ ہے اور ماوردی رح نے اسکے برعکس نقل کیا اور واحدی رح نے لکھا کہ مدینے میں سب سے اول یہی سورہ نازل ہوا۔ آیات پانچ ہیں تیس (۳۰) کلمات ہیں اور ایک سو بارہ حروف ہیں (السراج) ابن کثیر رح کے نسخہ تفسیر میں لکھا کہ سورۃ القدر مکیہ ہے یہی تفسیر کبیر وغیرہ میں ہے اور ابو السعود رح نے کہا کہ اسکے مکیہ یا مدنیہ ہونے میں اختلاف ہے شیخ جلال رح نے آیات کے شمار میں بھی لکھا کہ پانچ آیات یا چھ ہیں سلیمان الجمل رح نے کہا کہ ہماری نظر سے نہیں گذرا کہ کسی دوسرے نے چھ آیات کا اختلاف نقل کیا ہو فی الفتح ثعلبی نے کہا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ سورہ مدنیہ ہے اور یہی قول اصح ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ○ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ○ لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ○ تَنَزَّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ○ سَلَٰمٌ هِىَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِ ○

ہمنے یہ اتارا شب قدر میں اور تو کیا بوجھا کیا ہے شب قدر شب قدر بہتر ہے ہزار مہینے سے اترتے ہیں فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کے حکم سے کام پر امان ہے وہ رات صبح کے نکلنے تک

اس سورہ میں اللہ تعالےٰ نے قرآن کا اتارنا لیلۃ القدر میں اور اس رات کی فضیلت کاملہ بیان فرمائی بقولہ تعالےٰ إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ۔ ہم نے اسکو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا ف ضمیر قرآن مجید کی جانب ہے جسکی شان سے یہ کہ اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا ہے ابن کثیر رح نے کہا کہ لیلۃ القدر وہی لیلہ مبارکہ ہے جسکا بیان قولہ تعالےٰ انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ میں ہے اور یہ لیلہ مبارکہ یعنے لیلۃ القدر ماہ رمضان میں ہوتی ہے اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ ماہ رمضان جسمیں قرآن اتارا گیا۔ ھ۔ اگر کہو کہ قرآن تو رمضان وغیر رمضان ولیلۃ القدر وغیر لیلۃ القدر سب میں ابتداء وحی سے تیس (۲۳) برس تک برابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اترتا رہا (جواب) سورۃ القدر اور اسی قسم کی دیگر آیات میں لوح محفوظ سے عالم دنیا وی کی طرف اتارنا مراد ہے چنانچہ ابن عباس وغیرہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کو ایکبارگی لوح محفوظ سے اس آسمان دنیا کی طرف نازل فرما کر بیت العزۃ میں رکھا۔ پھر وہاں سے بحسب واقعات وضرورات کے تھوڑا تھوڑا کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تیس ۲۳ برس میں پورا کیا پس یہ لیلۃ القدر بہت بزرگی کی رات ہے لہذا فرمایا۔ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ۔ اور تو نے کیا سمجھا کہ لیلۃ القدر کیا ہے ف سفیان بن عیینہ رح

على الخرطوم - کے یہی معنے ہون یعنے اُسکی خرطوم پر داغ دیا گیا- پھر جب ابن مسعود رض نے دیکھا کہ اسمین اتنی طاقت نہین ہی تو دلیری سے اُسکی گردن پر لات رکھی اور کہا کہ اللہ تعالے کا شکر ہی جسنے تجھے ذلیل وخوار کیا- ابوجہل بولا کہ او بکریون کے چرواہے تو بہت بزرگ مقام پر چڑھا- یہ بتلا کہ کسکی فتح ہی- ابن مسعود رض نے کہا کہ فتح اللہ ورسول کی ہی یہ سنکر بولا کہ اپنے صاحب سے جاکر کہیو کہ اس حالت مین بھی اس سے زیادہ دشمن ابوجہل کے نزدیک کوئی نہین ہی اور تکبر مین آکر کہنے لگا کہ ابوجہل کے حق مین کیا عار ہوسکتا ہی کہ اسکو اسکی قوم نے قتل کیا- ابن مسعود رض نے کہا کہ تجکو فلان فلان انصاری نے قتل کیا ہی تو غمناک ہوکر کہنے لگا کہ ای کاش اسکو کاشتکار کے سوائے کسی نے قتل کیا ہوتا- ابن مسعود رض نے اسکو مارکر سر کاٹنا چاہا تو کہنے لگا کہ یہ میری تلوار لیکر سر کاٹ لے- ابن مسعود رض نے یہی کیا ولیکن اُسکا سر اس قدر بھاری تھا کہ انکو لانا دشوار ہوا پس انھون نے اُسکے کان پھاڑ کر باندھے اور سر کو کھینچتے ہوے لائے اور آنحضرت صلعم کے قدمون پر ڈالا اور حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ موسیٰ ع کے فرعون نے اس حالت مین بنی اسرائیل کے پروردگار کی طرف رجوع کیا تھا اور میرا فرعون اس سے زیادہ سخت تھا مسئلہ صحیح مسلم کی حدیث ابوہریرہ رض سے ثبوت ہی کہ قولہ تعالے واسجد واقترب مقام سجدہ ہی چنانچہ اس حدیث کا ترجمہ اذا السماء انشقت مین گزرا خطیب رح نے لکھا کہ آنحضرت صلعم کی حدیث مین ہی کہ رکوع مین اپنے رب تعالے کی تعظیم بیان کرو اور سجود مین کوشش سے دعا مانگو وہ قبولیت کی زیادہ سزاوار ہی- اور حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلعم سجود مین زیادہ تضرع وزاری سے دعا مانگتے یہانتک کہ ام المومنین عائشہ رض نے ترحم کرکے کہا کہ یا حضرت آپ کیون اسقدر سخت گریہ وزاری فرماتے ہین اللہ تعالے نے کرم سے آپ کے واسطے اگلے پچھلے سب گناہون کی مغفرت دیدی آپنے فرمایا کہ کیا مین شکرگزار بندہ نہون **ف** صاحب العرائس رح نے اشارات مین لکھا کہ قولہ تعالے اقرأ باسم ربک- واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ تھی کہ نزول وحی سے پہلے شاہد حضور تھے اور رسوم سے غائب تھے گویا مخلوقات عیان وبیان سے ایک طرف ہوگئے تھے اور صاحب القلب نے بچپن سے اپنی طرف اصطفائیت مین لے لیا تھا اسی لیے اکثر اوقات حلیمہ کے پاس سے اور اسیطرح ابوطالب کے پاس سے غائب ہوجاتے تھے چنانچہ عنقریب حالات مین مذکور ہوچکا اور حق تعالے اپنے اصفیا مین سے بعض کو طالب اور بعض کو مطلوب رکھا اور دوسری عبارت مین یہ کہو کہ بعض مرید ہین اور بعض مراد ہین خلیل اللہ علیہ السلام نے طلب کیا اور کہا انی ذاہب الی ربی الآیہ اور موسی علیہ السلام نے کہا عجلت الیک رب لترضی اور حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین کمال محبت کے اظہار سے فرمایا سبحان الذی اسری بعبدہ الآیہ- اور اسی وجہ سے اول امر مین فرمایا اقرأ باسم ربک اور چونکہ ہمہ تن قلب مستغرق بالحق رکھا تھا آنحضرت صلعم نے عرض کیا کہ ما انا بقاری- مین قاری نہین ہون- کیونکہ یہ مشہود موسوم ہی **شیخ ابن العربی** رح نے کہا کہ اول حالت مین اپنے واسطے فناسے وحدت سے مقام جمع دیا پھر تفصیل کی جانب بوجود حقانیہ پھیر دیا اور اسی اول مرتبہ مین یہ سورہ نازل فرمایا لہذا اقرأ باسم ربک- بواسطہ اسم کے قراءت کا حکم دیا یعنے بوجود ذاتی جو اسم اعظم ہی- قولہ تعالے کلا ان الانسان لیطغی- شیخ رح نے کہا کہ انسان خسیس دنیاے فانیہ کو دیکھکر طغیان مین فنا ہوجاتا ہے تو یہ ایسے انسان کو کہان پاتا ہی جو جمال حق مین مستغرق ہی- قولہ اقترب- اس سے یہ مراد نہین ہی کہ تقرب اکتساب کرے بلکہ مطلب یہ کہ اس فعل کے اکتساب سے اللہ تعالے اقتراب پیدا فرماویگا تاکہ اس ترتیب سے امامت صدیقین وعارفین کاملین حاصل ہو

اس روایت کا ثبوت چاہیے اور متاخرین نے فقہ کی کتابون مین بھی اس روایت کو لکھا ہی اور بر تقدیر ثبوت کے شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس امر مین تردد تھا کہ نفل جائز ہو کیونکہ اگر کراہت پر جزم کرتے تو منع کرنے مین کچھ حرج نہ تھا کیا نہین دیکھتے ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعد عصر کے نفل پڑھنے پر زجر کرتے تھے خلاصۂ جواب اس مسئلہ مین یہ معلوم ہوتا ہی کہ نماز وغیرہ ہر عبادت جب وہ فرض یا سنت یا مستحب طریقہ پر واقع ہو تو اس سے منع کرنے والا ابدون استحقاق کے اس وعید مین داخل ہی اور اگر یہ عبادت مکروہ یا ممنوع واقع ہو یعنے شرعی دلیل سے اسکو کراہت معلوم ہو تو منع کرنا چاہیے بلکہ منع نہ کرنا مکروہ ہی جیسے فجر کے بعد دو سنتون سے زیادہ نفل پڑھنا اور اوقات مکروہہ مین نماز پڑھنا وعلی ہذا القیاس اور اگر کسیکو جواز یا عدم جواز مین تردد ہو تو منع نہ کرے جیسے حضرت علی رضہ نے سکوت فرمایا **مسئلہ** جس زمین کو ناحق چھین لیا ہو اسمین نماز مکروہ ہی تو یہان منع کرنا اور اوقات مکروہ مین نماز سے منع کرنا اس وعید مین داخل نہین ہی کیونکہ صحیح احادیث مین اس سے ممانعت آئی ہی تو منع کرنے والا اللہ تعالےٰ ورسول کی شریعت کا حکم بجالاتا ہی اسیطرح اگر آقا نے غلام کو اور مرد نے اپنی زوجہ کو نفل روزہ رکھنے سے اور رات مین شب بیداری کرنے اور اعتکاف کرنے سے منع کیا تو اسپر گناہ نہین ہی اسلیے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کو برا نہین جانتا بلکہ اللہ تعالےٰ کی اجازت پاکر اپنے حقوق کی حفاظت کرتا ہی (رازی وسراج وغیرہ) **فائدہ** قولہ تعالےٰ لنسفعا بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ الخ - رازی رح نے کہا کہ اسمین چند وجوہ ہین (اول) سفع شدت سے گرفت کرکے کھینچنا تو معنے یہ کہ ہم اس کافر کے ناصیہ کو سخت گرفت کرکے جہنم مین ڈالینگے جیسے قولہ تعالےٰ فیوخذ بالنواصی والاقدام - یعنے اس دن پیشانیان واقدام سے گرفت کیجاوینگی (دوم) سفع بمعنے ضرب ہی یعنے اُسکی پیشانی پکڑکر ملائکہ طپانچہ مارینگے (سوم) سفع داغ سیاہ یعنے اُسکا منھ سیاہ کرینگے (چہارم) لنسفعا ای لنسمہ یعنے ناک وپیشانی داغ دینگے اسیواسطے ابن عباس سے روایت ہی کہ قولہ تعالےٰ سنسمہ علی الخرطوم سے مراد ابوجہل ہی - واضح ہو کہ ابوجہل کے واسطے آخرت مین عذاب شدید ہی باوجود اسکے دنیا مین بھی بشارت ہی کہ اللہ تعالےٰ مومنون کو قوت دیگا کہ اُسکی پیشانی پکڑکر کھینچینگے - روایت ہی کہ جب سورہ الرحمٰن علم القرآن الخ نازل ہوا تو حفاظ صحابہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مین سے کون شخص اسکو قریش کو پڑھ سناتا ہی - یہ لوگ ڈرے کہ قریش والے ایذا پہونچاوینگے سوائے ابن مسعود رضہ کے کہ انھون نے کہا کہ مین جاکر سناتا ہون آپ نے کہا کہ تم بیٹھ جاؤ پھر دوبارہ فرمایا کہ قریش کو سنانے کون جاتا ہی پھر فقط ابن مسعود اُٹھے اسیطرح تین مرتبہ ہوا - ابن مسعود رضہ غریب ونحیف تھے آخر یہ گئے اور سورۂ رحمٰن سنانا شروع کیا تو ابوجہل نے اُٹھکر اس زور سے انکو تھپڑ مارا کہ کان پھٹ گیا - یہ آبدیدہ ہوکر چلے آئے آنحضرت صلعم اس حالت سے غمگین ہوے کہ ناگاہ جبرئیل علیہ السلام مسکراتے ہوے آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ عنقریب اسکی مکافات دنیا مین بھی آپ دیکھینگے چنانچہ جب بدر مین آنحضرت صلعم نے میدان مین جاکر بتلادیا کہ یہان پر فلان کافر گریگا اور وہان فلان گرے گا اسیطرح ہر ایک کا مقتل بتلایا ابن مسعود رضہ کہتے ہین کہ واللہ وہان سے ایک بالشت بھی تفاوت نہوا دوسرے روز لڑائی مین ابوجہل وغیرہ مارے گئے اور اہل اسلام نے فتح پائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل بن ہشام کا حال پوچھنا شروع کیا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ مقتولون مین دیکھتے پھرتے تھے کہ ناگاہ ابوجہل کو دیکھا کہ اوندھے منھ گرا پڑا ہی ابن مسعود رضہ جھجکے کہ شاید اسمین قوت ہو لہذا دور سے نیزہ اُسکی ناک پر رکھکر مارا - شاید قولہ سنسمہ

سے روایت کی کہ ابوجہل نے کہا تھا کہ واللہ اگر مین نے محمد کو دیکھا کہ کعبہ کے پاس نماز پڑھتا ہی تو اُسکی گردن روند ڈالونگا۔ یہ خبر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپ نے فرمایا کہ اگر وہ ایسا قصد کرے تو اسکو ملائکہ گرفتار کر لینگے (رواہ الترمذی والنسائی و
ابن جریر) امام احمد نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ مین مقام ابراہیم کے
پاس نماز پڑھتے تھے اُدھر سے ابوجہل گزرا اور کہنے لگا کہ ای محمد مین نے تم کو منع نہین کیا تھا کہ یہان یہ حرکت نہ کرنا اور دھمکایا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لعین کی گفتگو سے غضبناک ہوگئے اور سخت کہا اور جھڑک دیا تو کہنے لگا کہ ای محمد تم کس بات پر
مجھے ڈراتے ہو تم خوب جانتے ہو کہ اس وادی مین واللہ میری چوپال والے سب سے زیادہ ہین اللہ تعالے نے نازل فرمایا فَلْيَدْعُ
نَادِيَهُ۔ وہ اپنی چوپال والے پکارے۔ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ۔ ہم زبانیہ کو بلاوینگے ف یعنے
تاکہ اس جاہل چھوٹلے بدکار کو ابھی کھل جاوے کہ وہ مع اُسکے ساتھیون کے کس قدر حقیر ہین اس حدیث کو بھی ترمذی و
نسائی و ابن جریر نے روایت کیا اور ابن عباس رضہ فرماتے تھے کہ واللہ اگر اپنے چوپال والون کو پکارتا تو زبانیہ عذاب اُسکو
اسی وقت گرفتار کر لیتے (قال الترمذی حسن صحیح) ابن جریرؒ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ ابوجہل نے کہا کہ اب اگر پھر کبھی
محمد نے مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھی تو مین روند کر مار ڈالونگا پھر اللہ تعالے نے یہ سورہ نازل فرمایا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم موافق حکم آیت کے تشریف لائے اور وہان نماز پڑھنے لگے۔ لوگون نے ابوجہل سے کہا کہ اب کیون نہین جاتا ہی کہنے لگا کہ
میرے اور اسکے درمیان لشکر بھر اٹھے ہین۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ واللہ اگر جنبش کرتا تو لوگون کی نظر کے سامنے ملائکہ زبانیہ
اسکو گرفتار کر لیتے۔ ابن جریرؒ نے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ابوجہل نے لوگون سے کہا کہ کیا محمد تمھارے سامنے
اپنا منھ خاک پر رکھنے آتا ہی۔ لوگون نے کہا کہ ہان۔ ابوجہل بولا کہ مجھے بی بی لات و بی بی عزی کی قسم ہی کہ اگر مین نے اُسکو نماز پڑھتے
دیکھا تو اُسکی گردن روند کر اُسکا منھ خاک ہی مین ملا دونگا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہان نماز پڑھنے آئے اور یکایک
لوگون نے ابوجہل کو دیکھا کہ دونون ہاتھون سے کسی چیز کو بچاتا ہوا اُلٹے پاؤن بھاگا۔ لوگون نے کہا کہ تیرا یہ کیا حال ہے
ابوجہل نے کہا کہ ارے لوگون میرے اور اسکے درمیان مین آگ کی خندق و ہول اور بازو ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ واللہ اگر مجھسے نزدیک آتا تو ملائکہ اسکا ایک ایک ٹکڑا کاٹ ڈالتے (قد رواہ احمد و مسلم۔ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ
وَاقْتَرِبْ۔ ہرگز نہین تو اُسکی اطاعت نہ کیجیو اور سجدہ کر اور نزدیکی حاصل کر ف یعنے اے محمد تو اس
منع کرنے والے کافر کی بات ہرگز نہ مانیو بلکہ جہان چاہو نماز پڑھو اللہ تعالے تیرا حافظ ہے اور سجدہ الٰہی سے قرب منزلت
حاصل کر اسی لیے حدیث ابوہریرہ رضہ مین ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اپنے رب سے سب
حالتون سے زیادہ قریب اُس وقت ہوتا ہی جب سجدے مین ہوتا ہی تو زیادہ دعا کیا کرو (صحیح مسلم) فوائد (۱) قولہ
تعالے لنسفعا بنون تاکید خفیفہ اسیطرح رسم الخط قرآنی مین بالف ہو (۲) رازیؒ نے لکھا کہ قولہ ارایت الذی ینہی عبدًا
اذا صلی۔ مین نماز پڑھنے والے بندے کو منع کرنے والے کی مذمت ہی۔ روایت ہی کہ حضرت علی رضہ نے مصلے مین ایک قوم کو دیکھا
کہ نماز عید سے پہلے نوافل پڑھتے ہین تو فرمایا کہ مین نے نہین دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے ہون۔ عرض کیا کہ
آپ انکو منع کیون نہین فرماتے تو یہی آیت پڑھی یعنے صریح منع کرنے سے خوف کیا۔ مترجم کہتا ہی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھنے سے منع کیا اور دھمکایا تھا تو اللہ تعالے نے احسن طریقے کے موافق پہلے اسکو وعظ و نصیحت
فرمائی بقولہ ارایت ان کان علی الہدی۔ تو بتلا کہ اگر وہ ہدایت پر ہو۔ یعنے جسکو تو نماز سے منع کرتا ہی اگر وہ اپنے افعال مین
ہدایت وسداد پر ہو تو تیرا کیا گمان ہی۔ او امر بالتقوی۔ یا اقوال مین رشاد پر ہو کہ ایسی باتون کو بتلاتا ہو جن سے آگ سے بچاؤ ہے
حالانکہ تو اسکو نماز پڑھنے سے ڈراتا و دھمکاتا ہی۔ ارایت ان کذب وتولی۔ تو بتلا کہ اگر یہ روکنے والا ایسا ہو کہ اُسنے ہدایت و تقوی
کی باتون مین نمازی کو جھٹلایا اور پیٹھ پھیری ہو۔ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی۔ کیا یہ جانتا نہین کہ اللہ تعالے اسکو
دیکھتا ہی ف یعنے یہ روکنے والا منکر کیا نہین جانتا کہ اللہ تعالے اُسکے روکنے کو دیکھتا ہی اور بندہ نمازی کی ہدایت و
ارشاد وتقوی کو دیکھتا ہی تو اللہ تعالے ضرور ہر ایک کو پورا بدلا دینے والا ہی مترجم کہتا ہی کہ ظاہر تفاسیر مین یہان (ارایت)
عام خطاب ہی اور اول دو آیتون مین بندۂ نمازی کا بیان ہی یعنے ای عاقل تو نے دیکھا کہ یہان ایک بندہ تو نمازی مہتدی
وہادی متقی ہی اور دوسرا طاغی اسکو منع کرنے والا ہی بھلا تو ہی کہہ کہ نمازی روکے جانے کے قابل ہی اگر وہ ہدایت پر ہو
یا تقوی کا حکم کرتا ہو۔ تو ہی کہہ کہ یہ منع کرنے والا کہان سے یہ اختیار رکھتا ہی اگر اُسنے جھٹلایا اور پیٹھ پھیری ہو اس قول کے
موافق خطاب مین تفرق ہوتا ہی ولیکن رازی رح نے لکھا کہ یہ سب خطابات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ممکن ہین
گویا اللہ تعالے فرماتا ہی کہ ای محمد تو نے دیکھا کہ اگر یہ کافر ہدایت پر ہو جاوے اور تقوی کا حکم کرے تو اُسکے حق مین کفر سے بہتر ہی
گویا اس کافر کے حق مین افسوس دلایا ابو السعود رح نے لکھا کہ معنی یہ ہین کہ مجھے بتلا کہ یہ منع کرنے والا کافر اگر ہدایت پر تھا
اس بارہ مین جس سے منع کرتا ہی یعنے رب عزوجل کی بندگی سے منع کرتا ہی یا اپنے خیال مین بتون کی بندگی کرنیکا حکم دینے مین
تقوی کا حکم کرنے والا تھا یا وہ حق کو جھٹلانے اور اس سے پیٹھ پھیرنے والا تھا مترجم کے نزدیک یہ سب اس کافر طاغی کے حق مین
طعن ومذمت ہی یعنے اس کافر مین کیا یہ لیاقت ہی کہ وہ اپنے افعال مین ہدایت پر ہی اور اقوال مین تقوی پر ہی یا یہ حالت ہی کہ وہ
حق کو جھٹلانے والا اور اُس سے پیٹھ پھیرنے والا ہی۔ توضیح بیان یہ ہی کہ (ارایت) خطاب عام ایسی صورت مین لاتے ہین جب
وہ بات صاف ظاہر ہو ہر شخص اُس سے خبر دے سکے تو گویا اس کافر کی حالت سے سوال کیا کہ ہر شخص کے نزدیک صاف واضح
ہی تو خبر دے کہ اس کافر نے جو بندۂ صالح کو نماز سے منع کیا تو کیونکر اچھا کام اور اچھا کلام ہوگا کیا یہ کافر ہدایت پر ہی یا تقوی کا حکم
کیا کرتا ہی۔ یہ بتلاؤ کہ بھلا یہ جھٹلانے والا اور پیٹھ پھیرنے والا ہی۔ خلاصہ جواب یہ کہ کافر مذکور ہدایت پر نہین ہی اور نہ تقوی کا حکم
کرتا ہی بلکہ حق کو جھٹلانے والا اور اس سے پیٹھ پھیرنے والا ہی بلکہ اس قدر جاہل ہی کہ اپنے رب عزوجل کی شان مین یہ بھی نہین
پہچانتا کہ وہ جانتا اور دیکھتا ہی۔ پھر اللہ تعالے نے سخت وعید وتہدید فرمائی بقولہ تعالے۔ کَلَّا۔ ہرگز نہین ف
کافر مذکور مین سوائے کفر والحاد کے کسی قسم کی خوبی نہین ہی تو بندہ صالح اسکے منع پر لحاظ نہ کرے اور کافر مذکور آئندہ باز رہے
لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ ۬ اللہ اگر وہ باز نہ رہا ف یعنے اس کفر وعناد سے باز نہ رہا۔ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَةِ۔ تو
ہم ضرور کھینچینگے پیشانی کے ساتھ ف ابن کثیر رح نے لکھا کہ یعنے قیامت مین سیاہ داغ دینگے رازی رح نے کہا کہ
دنیا مین بھی اُسکا سر کاٹکر پیشانی کے بل گھسیٹا گیا مترجم کہتا ہی کہ آئندہ انشاء اللہ تعالے نقل کیا جائیگا۔ نَاصِیَةٍ کَاذِبَةٍ
خَاطِئَةٍ۔ پیشانی جھوٹی بدکار ف یعنے بالناصیہ کا بدل ہی اور یہ ابوجہل لعین کی پیشانی ہی بخاری رح نے ابن عباس رض

کہا کہ جب اسنے زید کو پیدا کرنا چاہا تو اُسکو معلوم تھا کہ یہ ایسے کام کریگا اور یہ کماویگا اور فلان وقت مرجاویگا اسنے متحیر ہوکر
کہا کہ ہان یہ تو ہم کو ضرور ماننا پڑیگا- مین نے کہا کہ اسی کا نام تقدیر ہی اب کسی تدبیر سے اُسکے خلاف نتیجہ نہین نکل سکتا ہی جو علم
الٰہی کے خلاف ہو وہ شخص بہت تعجب سے سنتا رہا- اب مترجم کہتا ہی کہ اس سے کوئی شخص یہ نہین کہ سکتا کہ ہمکو سردی مین لحاف
اوڑھنے کی سعی نہ کرنا چاہیے اور کوٹھے پر سے زینہ کے ذریعہ سے اُترنے کی ضرورت نہین ہی اسلیے کہ اللہ تعالےٰ نے ہم کو جو حکم
دیا ہی اُسکی فرمانبرداری ہمارا کام ہی اور یہ حکم بذریعہ حواس کے دیا گیا ہی چنانچہ قولہ تعالےٰ ہدیناہ النجدین- کی تفسیر مین فی الجملہ بیان
گزرچکا خلاصہ یہ کہ ہم یہان کسی کام کا نتیجہ نہین جانتے کہ تقدیر مین کیا لکھا ہی اور وہ تو اللہ تعالےٰ کا علم ہی تو ہم کو نہین چاہیے
کہ علم الٰہی کے درپے ہون جیسے سنکھیا کھانے سے اگر موت نہین ہی تو نہ مریگا ولیکن ہم کو تقدیر نہین معلوم ہی اسلیے حرام موت
مرنے والا جہنمی ہی اور اگر نہ مرے تو بھی مجرم ہی اور اگر مصری کے دھوکے مین کھا کے مرگیا تو شہید کے مانند ثواب کا امیدوار ہی پس
خلاصہ یہ کہ ہم کو موافق حواس کے عمل کرنا چاہیے اور نتیجہ مین وہ امید کرنا چاہیے جو مقدر ہی حتی کہ دوبارہ تدبیر کرے شاید پس مرتبہ
نتیجہ وہ حاصل ہو جو مطلوب ہی- تقدیر اور تدبیر کے بارہ مین یہ قول حق ہی واللہ تعالےٰ ہو الموفق (مسئلہ ششم) رازیؒ نے کہا کہ
شروع مین علم کی فضیلت مبین ہی تاکہ بندے اُسمین رغبت کرین اور آخر سورہ مین مال کی مذمت ہی تاکہ اُس سے نفرت کرین قولہ تعالےٰ
ان الی ربک الرجعٰی- اسمین بلیغ نصیحت ہی کہ خطاب کے ساتھ عقل صریح و تہدید وغیرہ جمع ہین یعنے تیرے رب ہی کی طرف
مرجع ہی کہین دوسری جگہ ٹھکانا نہین ہی تو طغیان و تکبر و سرکشی کا انجام بہت خراب ہی اللہ تعالےٰ اسکو نقصان و موت کی طرف رد
کریگا جیسے نطفہ سے حیوان بنادیا تھا اسیطرح پھر حیوان سے مردہ جماد بنادیگا (خلاصۂ کبیر) پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا- اَرَاَیْتَ الَّذِیْ
یَنْھٰی- کیا تو نے دیکھا اس شخص کو جو منع کرتا ہی- عَبْدًا اِذَا صَلّٰی- بندے کو جب وہ نماز پڑھے ف مفسرین
نے کہا کہ منع کرنے والا ابوجہل تھا اور بندہ نمازی سے مراد محمد صلعم ہین اگر کہو کہ پھر (ارأیت) کس سے خطاب ہی (کیا تو نے دیکھا)
جواب یہ خطاب ہر ایسے شخص کو جو دیکھنے کی لیاقت رکھتا ہی اور مقصود یہ کہ منع کرنے والے کا فعل اسقدر بدتر و قبیح ہی کہ
جو دیکھے اسکو بُرا کہیگا- پھر واضح ہو کہ ابوجہل نے اپنے قول و فعل دونون طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے روکا تھا اسی لیے
ابن عباسؓ سے دونون روایتین آئی ہین- فعل سے روکنا اسطرح تھا کہ ابوجہل مع قریش کے طاغیون کے بیٹھا تھا اُسنے کہا کہ تم
مین سے کون ہی کہ جو بنی فلان کے محلہ مین جاکر جو اونٹ ذبح ہوا ہی اُسکا اوجھ لاوے اور جب یہ نمازی سجدہ مین جاوے تو اُسکی
گردن پر رکھدے- پس ایک بدتر شقی نے اُٹھکر یہ کام کیا اور یہ آپسمین ہنستے ہنستے لوٹ لوٹ گئے بعضے صحابہ کہتے ہین کہ ہم
کچھ نہین کرسکتے تھے اتنے مین سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا جو اُسوقت لڑکی تھین وہ دوڑتی ہوئی آئین اور اسکو آپ کی
گردن سے ہٹایا اور کفار قریش کو بُرا کہنا شروع کیا- آنحضرت صلعم نے سر مبارک اُٹھا کر ان اشقیا کے حق مین نام بنام بد دعا کی چند
روز گزرے یہ لوگ بدر مین مارے گئے اور گھسیٹ کر بدر کے گڑھے مین ڈالے گئے قول سے روکنا اسطرح کہ ابوجہل نے آپکو
منع کیا کہ خانۂ کعبہ کے پاس نماز نہ پڑھین- اَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ عَلَی الْھُدٰۤی- بھلا کہو کہ اگر وہ ہدایت پر ہو- اَوْ
اَمَرَ بِالتَّقْوٰی- یا اُسنے تقوی کا حکم کیا- اَرَاَیْتَ اِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی- بھلا کہو اگر اسنے جھٹلایا اور
پیٹھ پھیری ف ابن کثیرؒ نے کہا کہ ابوجہل کے حق مین ان آیات کا نزول ہوا کیونکہ اس لعین نے آنحضرت صلعم کو

غرور کیا تو کچھ بھی بہتری نہ تھی بلکہ فرعون کی طرح سے طغیان کرنے والا تھا جیسے فرمایا - اذہب الی فرعون انہ طغیٰ - یعنے موسیٰ ع سے فرمایا کہ فرعون کی طرف جا کہ اُسنے طغیان کیا رازی رح نے کہا کہ فرعون کے حق مین فقط (طغیٰ) فرمایا اور ابوجہل و اُسکے ساتھیون کے حق مین لیطغیٰ - فرمایا تو مزید تاکید سے معلوم ہوا کہ یہ فرعون سے بدتر تھا مترجم کہتا ہے کہ اسی جہت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوجہل اس اُمت کا فرعون تھا - اس سے ظاہر ہے کہ اس امت کو جس قدر اسلام مین اگلی امتون پر افضلیت ہے اسیطرح اس اُمت کے کافرون کو اگلے کفار سے بدتری ہے اور رازی رح نے ابوجہل کی بدتری کے واسطے وجوہ بیان کیے (اول) یہ کہ موسیٰ علیہ السلام ہنوز فرعون کے پاس نہین گئے تھے اور یہان ابوجہل نے افضل المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو عداوت سے رد کیا تھا (دوم) یہ کہ فرعون کو مصر کی سلطنت حاصل تھی باوجود اسکے وہ فقط زبان سے ربوبیت کا مدعی تھا اور موسیٰ ع کے قتل و ایذا کے درپے نہ تھا ابوجہل اپنی حقیر مالیت پر اسقدر اترایا تھا اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کے قتل و ایذا کا درپے تھا (سوم) فرعون نے پہلے موسیٰ ع کے ساتھ احسان کیا اور آخر مین جب غرق ہونے لگا تو بولا کہ اٰمنتُ یعنے بنی اسرائیل جس پروردگار پر ایمان لائے مین بھی اُسی پر ایمان لایا - برخلاف ابوجہل کے کہ ابتدا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھکر حسد کرتا کہ بنی ہاشم مین ایسا اچھا شخص کیون ہوا اور جب بدر مین فرشتہ کے زخم سے جان بلب تھا تو عبداللہ بن مسعود رض سے بولا کہ کسکی فتح ہے انھون نے کہا کہ اللہ و رسول کی فتح ہے تو پھر بولا کہ محمد ؐ سے کہنا کہ ابوجہل مرتا ہے اس حالت مین کہ محمد سے بڑھکر کسی کے ساتھ اُسکو عداوت نہین ہے

مسئلہ چہارم قولہ ان راہ استغنیٰ - کو ترکیب کلام مین یہ تعلق ہے کہ لام حذف ہے ای لان راٰہ الخ **مسئلہ پنجم** استغنیٰ یعنے اپنے مال سے مستغنی ہوا یعنے مال سے غنی سمجھکر طغیان کرنے لگا - اس صورت مین اول سورہ مین الانسان سے جو جنس مراد ہے وہ یہان مراد نہین ہے کیونکہ کل انسان کی یہ کیفیت نہین ہوتی مگر آنکہ جنس مین سے بعض کی یہ حالت کافی ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ سلیمان علیہ السلام باوجود دنیاوی سلطنت کے مساکین کے ساتھ بیٹھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ باوجود کثرت مال کے حق کی اتباع مین سرگرم تھے بلکہ عاقل جانتا ہے کہ جسکو مالداری زیادہ ہوجاتی ہے اسکو اللہ کی طرف محتاجی زیادہ ہوجاتی ہے کیونکہ فقیری کی حالت مین اسکو فقط اپنی سلامت ذات کی فکر تھی اور تونگری کی حالت مین اللہ تعالیٰ سے اپنی و مال و باغ و مملوکون و خادمون سب کی سلامتی چاہتا ہے رازی رح نے کہا کہ آیت مین ایک معنی دیگر بھی حاصل ہوتے ہین اسطرح کہ قولہ تعالیٰ کلا ان الانسان لیطغیٰ ان راہ استغنیٰ - مین استغنیٰ - باب استفعال سے ہے جسکے معنے طلب کے آتے ہین - تو استغنیٰ کے معنے اسطرح پر یہ ہونگے کہ اُسنے غنا طلب کیا یعنے تونگری حاصل کرنے مین جد و جہد سے سعی کی اور نتیجہ یہ ہوا کہ انسان نے زعم کیا کہ اُسنے جد و جہد سے کوشش کی تو اُسکو تونگری و دولت و ثروت حاصل ہوگئی یعنے اللہ تعالیٰ کی توفیق و عطا سے یہ نہین ہوا - یہ انسان کا طغیان و حمق ہے - کیا وہ آنکھون سے نہین دیکھتا کہ بکثرت ایسے لوگ ہین جو نہایت جد و کوشش سے تونگری چاہتے ہین حالانکہ کچھ حاصل نہین ہوتا حتی کہ بھوکے مرجاتے ہین اور بکثرت تونگرون کو دیکھو کہ آخر مین مفلوک محتاج ہوجاتے ہین - اللہ تعالیٰ اُن کو دکھلا دیتا ہے کہ اول حالت بھی اُنکی قوت و خوبی سے نہین تھی (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین ہر طرف سے کفر و الحاد کا نرغہ ہے اور انکا یہی مقولہ ہے کہ تقدیر کچھ چیز نہین ہے بلکہ اپنی تدبیر ہے اور جو کوئی اپنے نفس پر بھروسا کرے خدا اسکی مدد کرتا ہے مترجم نے یہ مقولہ اکثر ایسے مشرکین سے بھی سنا جو اپنے آپکو اہل کتاب سمجھتے تھے - مین نے اُس سے کہا کہ کیا خدا جاہل ہے اُسنے کہا کہ نہین مین سنے

بیان فرمائی اور میرے نزدیک شاید ان مفسرین کی مراد یہ ہو کہ یہ آیت جس قسم کے انسان کے حق مین مذمت ہو اس قسم مین سے
اُس وقت مین ابوجہل موجود تھا بلکہ ابوجہل اس امت کا فرعون تھا اور وہ اس قسم کا اول تھا تو اس لعین کا مراد ہونا متعین ہو
رازی رح نے کہا کہ پھر بعض مفسرین نے زعم کیا کہ سب سے اول یہ سورہ نازل نہین ہوا (اقول یہ صحیح روایات کے خلاف ہو) اور بعض
نے زعم کیا کہ اول سے پانچ آیتین پہلے اُتری پھر قولہ کلا ان الانسان سے آخر تک آئندہ زمانہ مین ابوجہل کی مذمت مین اُتری
اقول بلکہ ظاہر یہ کہ ابوطالب کی وفات کے بعد اتری - پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موافق بیان جبرئیل ع کے اول کی پانچ
آیتون سے ملانے کا حکم دیا کیونکہ آیتون کو اپنے موقع سے مرتب کرنا بھی بحکم الٰہی تھا کیا نہین دیکھتے ہو کہ مفسرین کے نزدیک یہ آیت
یعنے قولہ تعالے واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وہم لا یظلمون - پھر اسکو اپنے موقع پر جہان ملایا گیا وہ اس سے بہت زمانہ
پہلے نازل ہو چکا تھا قول دوم یہ کہ کلا ان الانسان - مین انسان سے اسی قسم کے سب انسان مراد ہین اور پہلا قول کہ فقط ابوجہل مراد ہو اگرچہ ظاہر
روایات سے موافق ہو ولیکن دوسرا قول بحسب المعنی زیادہ ظاہر ہو اسلیے کہ اللہ تعالے نے عموماً بیان کیا کہ ہم نے انسان کو علقہ سے پیدا کر کے
نعمتین عطا کین پھر اُسنے اپنے نفس کو مستغنی دیکھکر کفر و تکبر کیا اور طغیان مین حد سے بڑھ گیا پس اس طریقے سے زجر کیا اور فرمایا - ان الی
ربک الرجعی - یعنے ایسے مقام و زمانہ مین تجھے جانا ہو کہ سواے اللہ تعالے کے وہان کوئی مالک نہین ہو تو وہان محاسبہ و مواخذہ ہوگا
مترجم کہتا ہو کہ (الی ربک) رب کی طرف اسمین یہ وہم تھا کہ رب عزوجل کے واسطے کوئی طرف ہو تو اسی طرف حد ہو گی حالانکہ اللہ تعالے اس سے
پاک ہو پس رازی رح نے تاویل کر دی کہ مراد یہ ہو کہ ایسے زمانہ و مقام مین تجھے جانا ضرور ہو جہان سواے اللہ تعالے کے کوئی مالک
نہین ہو اس سے یہ وہم ہوتا ہو کہ دنیا مین بھی سواے اللہ تعالے کے کوئی مالک نہین ہو (جواب) یہ کہ دنیا مین اللہ تعالے کی قدرت
ہر مخلوق کے ساتھ اسطرح محیط ہو کہ وہ مخلوق نہین پہچانتا ولیکن قدرت نے نطفہ و علقہ سے بڑھاپے و موت تک اُسکا
احاطہ کیا اور شان الٰہی یہان ہر مخلوق کے ساتھ اسکی خواہش پر ہو گویا ہر انسان کا نفس ایک طفل بقبضۂ قدرت ہو اور ہر طفل
نے خواہش کی کہ یہ مجھے مل جاوے اور وہ حاصل ہو جاوے تو قدرت اُسکو کمائی پوری کرا دیتی ہو - چونکہ آدمی یہ دیکھتا ہو کہ اُسکے
ہاتھ پانوٴن یہ مطلب حاصل کر لیتے ہین تو غلط کر کے یہ سمجھتا ہو کہ خود قادر و خالق ہو گویا اللہ تعالے کے قبضہ سے الگ ہو لیکن
یہ حالت یہان دنیا مین ہو جہان اللہ تعالے نے کسی قوم پر ایمان یا کفر کے لیے جبر نہین کیا بلکہ جو کچھ جسنے چاہا وہ کمایا یعنے قدرت
نے اُسمین پیدا کر دیا پھر انجام یہ ہو کہ قیامت کے روز جب دوبارہ زندہ ہونگے تو یہ قدرت جس سے غلط کیا تھا وہان دوسری
شان سے ظاہر ہو گی تو یہ لوگ بخوبی سمجھ جاوینگے کہ بادشاہت یعنے قدرت و قوت سب اللہ تعالے ہی کے واسطے ہو مسئلہ دوم
(کلا) کے معنے کئی وجہ سے بیان ہوے (ایک) یہ کہ جھڑکی ہو ایسے انسان کو جسنے طغیان سے نعمت الٰہی سے انکار کیا (دوم)
مقاتل رح نے یہ معنے لیے کہ کلا ان الانسان الخ کچھ نہین انسان یہ نہین جانتا کہ اللہ تعالی ہی نے اسکو علقہ سے پیدا کر کے علم دیا
بلکہ جب اللہ تعالے نے اسکو پوری قوت کا جوان اور مالدار کر دیا تو طغیان و تکبر کرنے لگا اور دنیا کی محبت مین غرق ہو کر بیفکر و بدعقل
ہو گیا (سوم) جرجانی رح نے کہا کہ کلا بمعنے (حقا) ہو کیونکہ رد اور جھڑکی یہان اول یا آخر نہین بنتی ہو مسئلہ سوم طغیان کے معنے تکبر و
تمرد ہو اور تحقیق مقام یہ ہو کہ اللہ تعالے نے اول سورہ مین توحید و قدرت و حکمت ایسی طرح بیان کی کہ بندہ آگاہ ہو کہ اس سے
منحرف ہو کر دنیاوی محبت مین گمراہ نہین ہو سکتا جبکہ اسمین کچھ بہتری ہو پس جب ابوجہل و اسکے ساتھیون نے ثروت و دنیا

حاصل یہ کہ انسان مغرور نے اپنے آپکو رب عزوجل سے مستغنی جانا تو طغیان کرنے لگا بعض نے کہا کہ یہان مستغنی بذریعہ اپنے کنبہ ومددگار وداموال کے ہی مقاتل وکلبی نے کہا کہ ابوجہل جب زیادہ مال پاتا تو سواری وکھانے وخدام مین زیادتی کرتا تھا یہ بھی طغیان تھا رازی رح نے لکھا کہ ابتداے سورہ مین علم کی تعریف ہی اور آخر سورہ مین مال کی مذمت ہی تو دونون مین فرق سمجھا لینا چاہیے (السراج) مین کہتا ہون کہ رازی کے افادات آیندہ آتے ہین امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالے ان آیات مین آگاہ فرماتا ہی کہ انسان کی یہ کیفیت ہی کہ جب وہ دیکھتا ہی کہ اسکا مال بہت ہو گیا تو فرحت اور شرارت وحرص و رعونت وتکبر مین بڑھ جاتا ہی پھر اللہ تعالے نے اُسکو عذاب کی دھمکی وتہدید اور نصیحت فرمائی بقولہ - اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى البتہ تیرے رب کی طرف لوٹنا ہی ف یعنے انسان یہان کیون غافل ومغرور ہی آخر چند روز کے بعد اللہ تعالےٰ ہی کی طرف اسکا مرجع ہی اور وہ تجسے اس مال کا حساب لیگا کہ تونے کہان سے جمع کیا اور کس کام مین خرچ کیا قال ابن ابی حاتم حدثنا زید بن اسمعیل الصائغ حدثنا جعفر بن عون حدثنا ابوعمیس عن عون قال الخ یعنے عون رح نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ دو حریص ہین کہ کبھی سیر نہین ہوتے ایک صاحب علم اور دوم صاحب دنیا اور آگاہ رہو کہ یہ دونون یکسان نہین ہین چنانچہ صاحب علم (علم کی طلب وجستجو کرنے والا) تو وہ حضرۃ الرحمٰن عزوجل کی رضامندی زیادہ حاصل کرتا ہی اور دنیا والا تو وہ طغیان مین بڑھتا جاتا ہی پھر عبداللہ رض نے یہ آیت پڑھی ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی - (یعنے دنیا چاہنے والے کے لیے یہ نتیجہ ہی) اور اللہ تعالے نے صاحب علم کے حق مین فرمایا - انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء - یعنے اللہ تعالے کے بندون مین سے وہی اُس سے ڈرتے ہین جو عالم ہین - ھ - یعنے اُسکی شان کبریائی پہچانتے ہین مترجم کہتا ہی کہ اس قسم کے بندے عارف عالم ہین - ابن کثیر رح نے کہا کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہی کہ دو حریص سیر نہین ہوتے طالب علم اور طالب دنیا کمافی الصحیح (تفسیر ابن کثیر رح) امام رازی رح نے لکھا کہ قولہ تعالے کلا ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی - اس آیت کی تفسیر مین سمجھنے کے لیے مسائل ہین مسئلہ اول اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت مین الانسان سے خاص ایک انسان معہود مراد ہی وہ ابوجہل ہی پھر ان مفسرین مین سے بعض نے کہا کہ یہان سے آخر سورہ تک ابوجہل کی مذمت مین نزول ہوا اور بعض نے کہا بلکہ ارایت الذی ینہی - سے آخر تک ابوجہل کی مذمت ہی - ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے یعنے مسجد الحرام مین نماز پڑھتے تھے اتنے مین ابوجہل لعین آیا اور کہنے لگا کہ کیا مین نے تجھے اس کام سے منع نہین کر دیا تھا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غضبناک ہوکر اسکو جھڑکا تو ابوجہل لعین کہنے لگا کہ ای محمد تم خوب جانتے ہو کہ اس وادی مین میری چوپال والے سب سے زیادہ ہین پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا فلیدع نادیہ الخ - ابن عباس رض کہتے تھے کہ واللہ اگر وہ مردود اپنی چوپال والون کو پکارتا تو زبانیہ ملائکہ اُسکو گرفتار کر لیتے رازی رح نے کہا کہ جب اللہ تعالے نے اُسکو ہوشیار کر دیا کہ وہ خون حیض کے علق سے مخلوق ہی تو جان لیتا کہ اُسکو تکبر کسی طرح لائق نہین ہی ولیکن اُس نامعقول نے اس حالت مین اپنے مال وریاست پر گھمنڈ کیا چنانچہ کہتے ہین کہ ابوجہل نے کہا کہ مکے مین مجسے بڑھکر اکرم کوئی نہین ہی - گویا جب اُسنے سُنا کہ ربک الاکرم - نازل ہوا ہی تو اُسکے مقابلے مین اُس لعین نے اپنے آپ کو اکرم کہا مترجم کہتا ہے کہ جن مفسرین نے الانسان سے ابوجہل مراد لیا تو اسمین مجھے یہ تردد ہی کہ اوپر الانسان سے جنس مراد ہی بدلیل اسکے کہ علق جمع علقہ سے اُنکی پیدایش

نَادِيَهٗ ۙ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۙ كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩

اپنی مجلس کو ہم بلاتے ہین پیادے سیاست کرنیکو کوئی نہین نہ مان اُسکا کہا اور سجدہ کر اور نزدیک ہو

واضح ہو کہ اول پانچ آیت کے مدت بعد یہ آیات نازل ہوئین چنانچہ آئندہ انشاءاللہ تعالےٰ معلوم ہوگا اور اسمین ایک لطیفہ ہی کہ اول آیات مین سب سے اشرف خلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کمال معرفت سے رحمت ہی اور ان آیات مین بدترخلق جو اس امت کا فرعون تھا یعنے ابوجہل کی مذمت اور اسپر غضب ہی اور آخری آیت مین اس شیطان لعین کو مقہور کرکے رحمۃ للعالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو غالب فرمایا قال تعالےٰ۔ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى کچھ نہین یہی بات ہی کہ انسان ضرور سرکشی مین بڑھ چلتا ہی کیونکہ اُسنے اپنے آپکو مستغنی دیکھا ف خطیب وغیرہ رح نے لکھا کہ كَلَّآ ایسے بدکار کے واسطے جھڑکی ہے جسنے اللہ تعالیٰ کی نعمتون سے کفر کیا۔ اگر کہو کہ اوپر ایسے شخص کا کچھ ذکر نہین ہی (جواب) ذکر تو سمجھنے کے لیے ہوتا ہی اور یہان خود سمجھا جاتا ہی تو ذکر کی حاجت نہین رہی اسلیے کہ اوپر کی آیات مین اللہ تعالےٰ نے اپنی نعمتون کا ذکر کیا اور یہ نعمتین سب اکمل بذریعۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس امت پر ہین اور سابق رسولون کے ذریعہ سے اُنکی امتون پر نازل ہوئین ولیکن ہمیشہ کفار موجود رہے جیسے رسول اللہ صلعم سے قریش وغیرہ قیامت کے کفار متکبر ہین اور اللہ تعالےٰ عالم الغیب ہی تو خود معلوم ہی کہ کفران نعمت کرنے والے وہی مالدار ہین جو اپنے خام خیال مین اپنے آپکو مستغنی سمجھتے ہین۔ یہ سب ایسی صورت مین کہ (کلا) کے دونون معنے مین سے (جھڑکی) مراد ہو اور بعض نے کہا کہ کلا بمعنے (حقا) ہی یعنے حقا کہ انسان طغیان کرتا ہی اسلیے کہ اُسنے اپنے آپکو مستغنی دیکھا یہ قول کسائی رح و اُسکے تابعین کا ہی اس دلیل سے کہ (کلا) سے پہلے یا پیچھے ایسی کوئی چیز نہین ہی جس سے جھڑکی کے معنے نکلتے ہون اور اُسکا رد ہوسکے تو (حقا) کے معنے ٹھیک ہین جیسے قولہ کلا والقمر الخ مین ہی ابوحیان رح نے کہا کہ یہان (کلا۔ بمعنے الا۔ ہی جو کلام شروع کرنے مین لاتے ہین ابن ہشام رح نے کہا کہ یہی قول ٹھیک ہی اسلیے کہ یہان (کلا) کے بعد (ان الانسان) بکسر ہے یعنے اسکے بعد جملہ ہوگا جیسے (الا) حرف تنبیہ کے بعد سمجھا جاتا ہی جیسے قولہ تعالےٰ الا انہم ہم المفسدون۔ اور اگر (کلا) بمعنے حقا ہوتا تو اسکے بعد (انّ) مکسور نہوتا کیونکہ وہ مظنہ مفرد ہی کواشی رح کے حاشیہ مین ہی کہ (کلا) مین تنبیہ اور جھڑکی دونون جائز ہین پس اگر تنبیہ ہو تو اس سے پہلے وقف ہوگا اور اگر جھڑکی ہی تو وقف نہین ہی خطیب رح نے اشارہ کیا کہ (لیطغی) مضارع ہی اور (استغنیٰ) ماضی ہی تو مضارع تجدد کے لیے یعنے وقتاً فوقتاً ایسا کیا کرتا ہی۔ خلاصہ یہ کہ جس نفس گمراہ جاہل نے اپنے آپکو بے پروا مستغنی سمجھ لیا تو اسکے بعد اُسکی حالت یہ ہوجاتی ہی کہ طغیان کیا کرتا ہی۔ طغیان سے یہ غرض کہ اپنے رب جل جلالہ سے تکبر کرتا اور اُسنے بندگی کے لیے جو حد مقرر فرمائی ہی اُس سے باہر ہوجاتا ہی۔ کہا گیا کہ (الانسان) سے یہان اور اسکے مابعد آخر سورہ تک ابوجہل مراد ہی (قولہ) ان رآہ۔ ضمیر انسان مذکور کی طرف ہی اور یہان (ان رای نفسہ) نہین فرمایا جیسے کہتے ہین کہ (قتل نفسہ) اُسنے اپنے نفس کو مار ڈالا۔ حالانکہ مراد یہی ہی کہ انسان نے اپنے آپکو مستغنی دیکھا فراء رح نے کہا کہ اسکی یہ وجہ ہی کہ (رای) ایسے افعال مین سے ہی کہ اسم و خبر پر وارد ہوتے ہین جیسے (ظن) اور (حسب) ہی تو ایک مفعول پر مقصور نہین ہوتا اور نفس کو عرب اس جنس سے خارج کردیتے ہین جیسے (رأیتنی و حسبتنی) اور کہتے ہین کہ متی تراک خارجا۔ اور متی تظنک خارجا۔ بعض نے کہا کہ (رای) یہان رویت بمعنے علم ہی جیسے کہتے ہین کہ مین نے اس مضمون کو صحیح دیکھا یعنے صحیح جانا۔ اور

نے کہا کہ قلم تین ہین اول وہ قلم جو اللہ تعالے نے دست قدرت سے پیدا کیا تھا اور حکم دیا کہ لوح محفوظ مین لکھے دوم قلم ملائکہ جس سے
مقادیر و حوادث لکھتے ہین سوم بیا قلام جو لوگون کے پاس ہین ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اپنی عورتون کو بالاخانہ پر مت بٹھاؤ اور اُنکو لکھنا مت سکھاؤ مترجم کہتا ہو کہ اسکی اسناد مین ضعف ہی اور سورۂ
نور کی تفسیر مین اسکا ذکر ہو چکا ہی ولیکن اگر حدیث نہو تو بھی کسی بزرگ کا قول ہی بعض علماءؒ نے کہا کہ غرفہ بالاخانہ مین بٹھانے سے
اسلیے ممانعت ہی کہ وہان سے ہر قسم کے مردون کو دیکھینگی اور عورت کا قلب کمزور ہوتا ہی جہان اسنے کسی مرغوب مرد کو دیکھا اور
شیطان جو دشمن ہی اسنے دل مین جذب رچایا تو اپنے نفس پر قابو نہین رکھ سکتی ہی اور یہ بات اُسکی حفاظت کے خلاف ہی اور اسمین
فتنہ عظیم ہی مترجم کہتا ہو کہ بے صبری عورت کی جبلت معلوم ہی اور خوب یاد رکھو کہ شیطان کو مسلمہ عورت کے واسطے فکر فتنہ ہی
برخلاف کافرہ و مشرکہ عورتون کے کہ یہ خود جہنمی برباد ہین باوجود اسکے کبھی نہ دیکھا گیا کہ مطلق العنان عورتین پاکدامن ہون ولیکن
ہر طرف سے اُنکا جی آسودہ ہی کہ خود مختاری مین جسکے ساتھ چاہین ملوث ہو سکتی ہین مگر تقوی و طہارت برباد ہو جانے کے بعد یہ
آسودگی حاصل ہوتی ہی اسیطرح اگر عورت کو لکھنا معلوم ہی تو وہ مرد کو فتنہ مین پھنسانے کے لیے دام فریب اپنے ہاتھ مین رکھتی ہی
اور یہ زبانی گفتگو سے بھی سخت فتنہ ہی اسی جہت سے ممانعت کا اہتمام کیا گیا مترجم کہتا ہو کہ یہ باتین برملا ظاہر ہین ولیکن اس زمانہ
مین بہت سے کور باطن ایسے ہین جو دین سے خارج اور شہوات مین منہمک ہو کر شراب کی ترنگ ہین قوم کو بہکاتے ہین کہ عورتونکا
باہر نکلنا اور کالجون مین ہر قسم کی تعلیم کرنا عین انسانیت ہی جس سے دنیا مین ایسے عمدہ سامان جمع کر کے قبر مین لیجاوینگے جو وہان
سراسر تقوی و نور ہوگا اور دنیا مین اُنکے ورثہ باقیہ کے واسطے عجالۃ الوقت انکی نیکنامی کے ذکر سے سرور ہوگا نعوذ باللہ من شرور
الفساد و من سیآت اعمالنا - حق یہ ہی کہ دنیا مین ایسی عورتون سے بعض ذرائع معاش کے حاصل ہوتے ہین ولیکن دین برباد کر کے
دنیاے ملعونہ حاصل کرنا بے ایمانی ہی اللہ سبحانہ تعالے ہو الموفق للخیر لعبادہ المسلمین والحمد للہ رب العالمین رازیؒ نے کہا
کہ سبحان اللہ کیسا قادر کریم ہو کہ اُسنے سیاہی سے دین کو روشن کر دیا جیسے سیاہی سے تجھے بینا کر دیا پس قلم سے انسان کا
قوام ہی اور انسان سے آنکھ قائم ہے اور یہ تم کبھی مت کہو کہ قلم زبان کا نائب ہی بلکہ یون کہو کہ قلم مین یہ بھی صفت
ہے کہ زبان کا کام دے اور زبان مین یہ قدرت نہین کہ قلم کا کام دے فللہ الحمد والمنۃ

كَلَّآ إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰٓ ۝ أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰٓ ۝ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰٓ ۝ أَرَءَيْتَ

کوئی نہین آدمی سر چڑھتا ہی اس سے کہ دیکھے آپ کو محفوظ بیشک تیرے رب کی طرف پھر جانا ہی تونے دیکھا

الَّذِي يَنْهَىٰ ۝ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰٓ ۝ أَرَءَيْتَ إِن كَانَ عَلَى الْهُدَىٰٓ ۝ أَوْ أَمَرَ

وہ جو منع کرتا ہی ایک بندے کو جب نماز کرے بھلا دیکھ تو اگر ہوتا نیک راہ پر یا سکھاتا

بِالتَّقْوَىٰٓ ۝ أَرَءَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰٓ ۝ أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ۝ كَلَّا

ڈر کے کام بھلا دیکھ تو اگر جھٹلایا اور منھ موڑا یہ نہ جانا کہ اللہ دیکھتا ہے کوئی نہین

لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ فَلْيَدْعُ

اگر باز نہ آوے گا ہم گھسیٹین گے چوٹی پکڑ کر کیسی جھوٹی گنہگار اب بلا دے

کے واسطے ہے یعنے اے رسول اللہ خود وحی پڑھ لے اور یہان دوسرا حکم واسطے اداے رسالت کے ہے یعنے رسالت آلٰہیہ ادا کرنیکے لیے لوگون کو سُنانے کو پڑھ یا اول نماز مین پڑھنے کا حکم ہے اور دوسرا نماز سے باہر ہے مترجم کہتا ہے کہ اس بیان مین تردد ہے کہ اقرأ نازل ہونے کے وقت اداے رسالت کا حکم نہین ہوا تھا حتی کہ ورقہ بن نوفل نے تبلیغ کا وقت نہین پایا بلکہ دو برس چھ مہینے کے بعد انذار کا حکم اُترا بقولہ تعالے یا ایہا المدثر قم فانذر الآیہ اور اُسوقت مین نماز بھی مفروض نتھی مگر انکہ بعض نے کہا کہ اسی وقت جبرئیل ع نے پہاڑ سے اُتر کروا دی مین خانہ کعبہ کے پاس امامت سے نماز پڑھائی واللہ اعلم رازی رح نے کہا کہ اکرم مشتق از کرم ہے اور کرم کے معنے یہ کہ کسی کو جو چیز دینی چاہیے وہ دے بدون کسی عوض کے۔ لہذا اگر کسی طفل کو چھری دے جس سے وہ اپنے آپکو زخمی کرے تو یہ کرم نہوا اور اگر کسی کو روپیہ دیکر عوض چاہا تو کرم نہین ہے اور یہ ضرور نہین کہ عوض مال عین ہو بلکہ اگر کسی سے مدح و ثواب کی غرض ہو یا مذمت سے چھوٹنے کی غرض ہو تو بھی کرم نہین ہے اور اسی سے ہمارے اصحاب یعنی اہل الحق نے کہا کہ اللہ تعالے تمام مخلوقات کے ساتھ یا جو کچھ کرتا ہے اُسکی غرض نہین ہے یعنے اللہ تعالے کا کوئی کام کسی غرض سے نہین ہوسکتا اور عقلاً بھی یہ محال ہے اسلیے کہ جب اُسکی غرض ہو تو حاصل ہونا مقصود اور اولی ہے تو کمالات مین اسکے حاصل ہونیکا نقص ہوا اور یہ محال ہے (کبیر) خطیب وغیرہ نے کہا کہ رب عزوجل اکرم ہے یعنے مطلقاً ہر کریم سے بہت زائد کرم والا ہے یعنے مخلوق کے قلب مین اسکے سمجھنے کی طاقت نہین ہے اللہ تعالے کی نعمتین شمار مین نہین آسکتی ہین پھر بھی بندون سے حلم فرماتا ہے فی الفور عقوبت نہین کرتا ہے باوجودیکہ مخلوقات اس سے کفر کرتے ہین اور اُسکی نعمتون سے منکر ہوتے ہین اور احکام نہین بجا لاتے پھر وہ اُنکی توبہ قبول کرتا اور اُنکے گناہون سے تجاوز فرماتا پس اُسکے کرم کی انتہا نہین ہے اور آیت مین دلالت ہے کہ فوائد علمیہ اُسکے کرم کا عظیم نمونہ ہین اسیواسطے فرمایا۔ **اَلَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ** جسنے تعلیم دی قلم کے ساتھ۔ انسان کو وہ سکھلایا جو وہ نہین جانتا تھا ف یعنے رب اکرم وہ ہے جسنے انسان کو قلم سے علم دیا اور جو وہ نہ جانتا تھا وہ سکھلایا۔ قتادہ رح نے کہا کہ قلم اللہ تعالی کی نعمت عظیم ہے اگر یہ نہ ہوتا تو دین کا قیام نہ ہوتا اور نہ زندگانی مین صلاحیت ہوتی۔ مثلاً قرآن مجید وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھا گیا اور آخر زمانہ والون کو پہونچا اور سابقین کے احوال عبرت قلم سے لکھے گئے۔ کہتے ہین کہ آدم ع نے خط لکھا اور اکثر کے خیال مین اول ادریس ع نے لکھا ہے واللہ اعلم خطیب رح نے لکھا کہ اسمین تنبیہ ہے کہ لکھنا فضیلت رکھتا ہے اور اسکے فوائد عظیم ہین اگر یہ نہوتا تو علوم جمع نہوتے اور حکمتین منضبط نہ ہونے پاتین اور اگلون کے اخبار و حالات معلوم نہوتے بلکہ اللہ تعالی کی کتب لکھی نہ جاتین تو دین و دنیا کے کام بدون اسکے خبط ہو جاتے اور بعض نے کہا کہ اگر اللہ تعالے کے دلائل قدرت و حکمت مین سے فقط یہی قلم و خط ہوتا تو کافی تھا روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو احادیث مین آپ سے سنتا ہون کیا انکو لکھ لیا کرون آپ نے فرمایا کہ ہان لکھ لیا کر اللہ تعالے نے قلم سے علم دیا ہے یعنے یہ آیت پڑھی **اقول** یہ حدیث سنن مین ثابت ہے خطیب رح نے لکھا کہ روایت کیا جاتا ہے کہ سلیمان ع نے ایک عفریت سے کلام کا ذکر کیا اُس نے کہا کہ وہ ایک ہوا ہے باقی نہین رہتا آپ نے فرمایا کہ اچھا کس طرح وہ مفید باقی رہے اُس نے کہا کہ لکھنے سے باقی رہتا ہے حضرت عمر رض سے روایت ہے کہ اللہ تعالے نے چار چیزین دست قدرت سے بنائین قلم و عرش و جنت عدن و آدم پھر باقی چیزون کے واسطے فرمایا کہ ہوجاؤ پس سب موجود ہوگئین۔ کعب احبار رح نے کہا کہ قلم سے اول آدم علیہ السلام نے لکھا ضحاک رح نے کہا کہ ادریس علیہ السلام نے اول لکھا قرطبی رح

جو چاہا وہ انکی کمائی ملی یعنے اللہ تعالےٰ نے اسمین پیدا کر دیا بشرطیکہ اسمین اللہ تعالےٰ کی حکمت ہو اور اگر خلاف حکمت ہوا تو نہین پیدا کیا جاتا ہی کیونکہ اللہ تعالےٰ علیم وخبیر ہے وہی اپنی مخلوقات کی تدبیر فرماتا ہے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی خالق نہین ہے (**فائدہ**) **رازی** رح نے کہا کہ متکلمین سب متفق ہین کہ سب سے پہلے بندون پر واجب ہی کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرین یا اسمین نظر کرین یا نظر کا قصد کرین پھر حق تعالیٰ حکیم علیم ہی جب اُسنے رسول اللہ صلعم کو دیا تو اگر یہ ارشاد ہوتا کہ اقرأ باسم ربک الذی لاشریک لہ۔ یعنے اپنے رب کے نام سے پڑھ جسکا کوئی شریک نہین ہے ھ۔ تو یہ سنتے ہی مشرکین جل جاتے اور بات ہی نہ سنتے بلکہ حکمت کے ساتھ ایسی صفت بیان کی جس سے لاچار ہو کر آخر یہی اقرار کرین جیسے نقل ہی کہ امام ابوحنیفہ رح نے اہل حق کے مذہب کو ظاہر کرنے کے لیے اپنے شاگرد زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کو بصرہ بھیجا جہان معتزلہ وغیرہ گمراہ مذہب کے لوگ تھے زفر رح نے اول ہی سے ابوحنیفہ رح کا نام لے لیا تو ان لوگون نے تعصب سے جل کر کچھ التفات نکیا۔ زفر رح نے واپس آکر حال بیان کیا امام رح نے کہا کہ اے عزیز یہ کام حلا کے واسطے ہی تم واپس جاؤ دین حق کا پیغام پہونچانے کا یہ طریقہ ہی کہ پہلے انکی دلیلین سنو اور ان دلیلون مین جہان غلطی ہی اُس سے انکو آگاہ کرو اور لامحالہ گمراہی کے اقوال جو انکے پاس ہین سب غلط ہین تو انکی غلطی بیان کرتے جاؤ جب وہ لاچار ہون تو اُنسے کہو کہ یہان ایک قول دیگر ہی پھر اس قول حق کے دلائل وحجت بیان کرو یعنے احادیث وآیات سے اور طریقت سلف صالحین سے اُن پر حجت قائم کرو جس سے قول حق ظاہر ہوتا ہے اور جو کچھ اُنکے شبہات ہون انکو رد کرو جب اُنکے دل مین جم جاوے کہ ہان یہ حق ہی تب اگر دریافت کرین تو کہو کہ یہ ابوحنیفہ رح کا قول ہی۔ چنانچہ اس عاقلانہ حکمت کے طریقہ سے بہت سے اہل بصرہ نے دین حق قبول کیا اسیطرح آیت مین اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا کہ اقرأ باسم ربک الذی خلق الخ یعنے یہ لوگ بت پرست ہین اگر اول سے اللہ تعالےٰ کی صفت وحدہ لاشریک بیان کی جاوے تو منکر ہو کر بات نہین سنینگے بلکہ اول یہ ذکر کرکہ وہ لوگ نطفہ وعلقہ سے پیدا کیے گئے ہین۔ اس بات سے وہ منکر نہین ہو سکتے ہین پھر پیدا کرنے والا ضرور ہی اور مشرکین اسکو اپنے بتون کی طرف نسبت نہین کر سکتے ہین کیونکہ خوب جانتے ہین کہ بتون کی صورت خود ہم نے اپنی جوانی مین کھود کر بنائی ہی تو اس طریقے سے انکو عقل آدیگی کہ اللہ تعالےٰ ہی قابل تعریف والوہیت ہی اور قرآن مین مصرح ہی کہ اگر تو ان لوگون سے پوچھے کہ تم کو کس نے پیدا کیا ہی تو یہی جواب دینگے کہ اُنکو اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا ہی۔ پھر جب یہ یقین آگیا کہ الوہیت اسی بات مین ہی کہ خالق ضرور ہو تو پھر یہ یقین ضرور آجاویگا کہ جسمین پیدا کرنے کی قدرت نہین ہی وہ الوہیت والا نہین ہو سکتا لہذا فرمایا۔ افمن یخلق کمن لا یخلق بھلا کیا وہ جو پیدا کرتا ہی ایسے کے مثل ہوگا جو پیدا نہین کر سکتا۔ ھ۔ (کبیر) **ابوالسعود** رح نے کہا کہ جب اللہ تعالےٰ نے خلق الانسان کو بیان کیا جس سے اسکی کمال قدرت وحکمت ظاہر ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے دلیل حاصل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ہی جو کی قرارت پر قدرت عطا فرمانے والا ہی لہذا مکرر حکم دیا بقولہ تعالےٰ۔ **اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ** ۔ پڑھ اور تیرا پروردگار اکرم ہی ف نہایت کرم والا ہی اُس سے بڑھکر کرم غیر ممکن ہی بس اقرأ سے مراد یہ کہ جو کچھ اول حکم دیا گیا تھا اسکو بجا لاؤ خصوص اس حال مین کہ تیرا رب اکرم ہی لہذا اول عذر قبول کیا یعنے جو آنحضرت صلعم نے عرض کیا تھا کہ مین قاری نہین ہون یعنے قاری ہونا تو ایسے شخص کی شان ہوا کرتی ہی جو لکھتا ہی اور مین امی ہون تو ارشاد ہوا کہ جس رب عزوجل نے تجھے یہ حکم دیا وہ اکرم ہی (ابوالسعود رح) اور یہ ابوالسعود رح نے بیضاوی رح سے لیا ہی۔ صرح بہ الخطیب رح۔ **رازی** رح نے کہا کہ بعض کے نزدیک اول اقرأ باسم ربک اپنی ذات

اصل مقصود ہی اور باقی مخلوقات تیرا طفیل ہی لیکن یہ وہم نہو کہ خلق کرنا کسی دوسرے سے ممکن ہی لہذا آئندہ فرمایا- خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ف پیدا کیا انسان کو علق سے ف علق کا واحد علقہ ہی بمعنے جما ہوا خون یعنے خون کا تھکا نطفہ رحم مین خون کے ساتھ علقہ ہوجاتا ہی حالانکہ وہی خون بدون نطفہ کے حیض سے خارج ہونے کے لائق ہوتا ہی پس عجب شان کبریائی ہے کہ صاف ہوکر بچہ پیدا ہونے مین کام آتا ہی رازی رح نے کہا کہ اس آیت کی تفسیر مین تین طریقے ہین اول یہ کہ الذی خلق- کا مفعول مقدر نہو بلکہ الذی خلق یعنے جس رب کی شان یہ ہی کہ خلق کرتا ہی اُسکے سوائے کوئی خالق نہین ہی تو یہ آیت دوسری صفت تحقیق ہی یعنے پیدا کرنا اُسکی شان تھی پھر اُسنے اس صفت کے موافق ایجاد کیا- خلق الانسان من علق جنس انسان کو علق سے پیدا کر دیا اقول چونکہ الانسان سے یہ تمام جنس مراد ہی اسلیے علق بھی جنس ہی گویا ہر انسان کو ایک علقہ سے پیدا کیا- یہ تقریر اس صورت مین کہ الذی خلق- کا مفعول مقدر نہو دوم یہ کہ مفعول مقدر ہو یعنے جیسے کلبی رح نے کہا کہ الذی خلق ای الخلائق- یعنے جسنے ہر چیز کو پیدا کیا- کیونکہ خاص کسی چیز کا نام نہین ہوسکتا اسلیے کہ کلام مطلق ہے تو کسی خاص کی اولویت نہین ہی جیسے اللہ اکبر- یعنے اکبر ہی ہر چیز سے پس معنے یہ کہ تیرے رب نے ہر چیز کو پیدا کیا ہر چیز مین سے انسان کو خاصکر اسلیے بیان کیا کہ وہ روے زمین کے مخلوقات مین سب سے اشرف ہی اور وحی الٰہی اسکی معرفت کے لیے ہی طریقہ سوم یہ کہ الذی خلق- مبہم ہو یعنے الذی خلق الانسان- چنانچہ آئندہ اُسکی تفسیر مین فرمایا- خلق الانسان من علق- اس طریقے سے انسانی پیدایش کی بزرگی ظاہر فرمائی اور مبہم رکھنے کا یہی فائدہ ہوتا ہی کہ پہلے ذہن اُس طرف خوب متوجہ ہو اور خود غور کرنے کے لیے آمادہ ہو پھر جب آگے اُسکی تفسیر کیجاوے تو ذہن مین اچھی طرح آجاتا ہی اور یہان مقصود یہ کہ انسان کی عجیب خلقت وصنعت مین غور کیا جاوے (فائدہ) رازی رح نے کہا کہ اہل الحق نے اس آیت سے حجت لی کہ اللہ تعالے کے سوائے کوئی خالق نہین ہی دلیل کا بیان یہ ہی کہ اللہ تعالے نے فرمایا اقرأ باسم ربک- اپنے رب کے نام سے پڑھ- پھر رب کی صفت مین فرمایا- الذی خلق خلق الانسان من علق- جسنے پیدا کیا انسان کو پیدا کیا علق سے- یہ کلام صفت رب ہی اور یہ بات معلوم کہ مشرکین بھی اپنے واسطے رب بناتے ہین بلکہ ارباب یعنے بہت سے رب بناتے ہین تو یہان اللہ تعالے کی معرفت دینا منظور ہی جس سے کافرون کے ارباب خارج ہون تو اسکے واسطے- الذی خلق الخ سے ایسی صفت خاص بیان فرمائی کہ ذات حق عزوجل خالص ممتاز ہوگئی اور مشرکین کے ارباب خارج ہوگئے- اور جس صفت کی ایسی شان ہو تو محال ہی کہ اُسمین کسی طرح کی شرکت باقی رہے تو سوائے اللہ تعالے کے کسی مین خالق ہونے کی صفت نہین ہی اور اس سے ہم نے پہچان لیا کہ الوہیت کا خاصہ یہ ہے کہ ایجاد کی قدرت ہو اسیواسطے تم دیکھتے ہو کہ جب فرعون نے موسی علیہ السلام سے کہا کہ ما رب العالمین یعنے رب العالمین کی خاص معرفت کیا ہی تو موسی علیہ السلام نے ایک مرتبہ اس سے کہا کہ الذی خلقکم الخ یعنے جسنے تم کو پیدا کیا اور اگلون کی جبلت کو پیدا کیا- اور ایک مرتبہ فرمایا کہ تمھارا اور تمھارے سابقین کا رب ہی- رب ہونا خالق ہونے کے ساتھ ہی اور اسیواسطے مشرکین مکہ سے فرمایا- یا ایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم- اے لوگو وحدانیت سے عبادت کرو اپنے رب کی جسنے تم کو پیدا کیا مترجم کہتا ہی کہ معتزلہ وغیرہ جہالت سے یہ زعم کرتے ہین کہ بندہ اپنے کام کا خود پیدا کرنے والا ہی تو بعضے کام جسکا سامان پورا میسر ہوگیا وہ اُس نے پیدا کر لیا اور بعض مین کچھ نقص رہا تو وہ پیدا نہ ہوسکا- ہم کہتے ہین کہ ان لوگون نے جہالت کی اور حق یہ ہی کہ ان بندون نے

مباح ہو لیکن اس فعل سے طاعت ہو جاتا ہو (محصل کبیر) اور مترجم کہتا ہو کہ اسلام یہ ہو کہ ہمہ تن رب عزوجل کے واسطے
گردن جھکا دے تو ایا عذار کا کوئی فعل اُسکے اسلام سے خارج نہین ہوتا۔ نوم العالم عبادة۔ عالم کا سونا بھی عبادت ہو یہ
مقولہ مشہور ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم اسی مرتبہ مین تھے عارفین اس معنی کو پہچانتے ہین کیا تنہین جانتے کہ حدیث مین سعد رضی اللہ
عنہ سے فرمایا کہ یہانتک کہ تو جو لقمہ اپنی جورو کے منھ مین دیگا اُسکا بھی ثواب پاویگا اور حدیث مین صحابہ رضہ سے زوجہ کے ساتھ ہمبستری کا
ثواب فرمایا تو انھون نے خوشی و تعجب سے عرض کیا کہ کیا ہمکو شہوت رانی مین ثواب ہو فرمایا کہ اگر حرام زنا کرتا تو عذاب ہوتا۔ عرض
کیا گیا کہ ضرور عذاب ہوتا۔ فرمایا کہ پھر حلال مین ثواب ہو۔ رازی رح نے کہا کہ آیت مین دلالت ہو کہ ہر سورہ کی ابتدا مین بسملہ پڑھنا
واجب ہو جیسے نازل ہوا تو جس عالم نے اسکو واجب نہ جانا اُسکا قول رد ہو گیا مترجم کہتا ہو کہ امام شافعی و ایک جماعت کے
نزدیک واجب ہو اور امام ابو حنیفہ و ایک جماعت کے نزدیک وجوب نہین ہو اور فقہ کی کتابون مین ہر ایک کے دلائل
مذکور ہین ولیکن مجتبیٰ شرح قدوری مین لکھا کہ سورہ الحمد کے اول مین بسملہ پڑھ لینا احتیاطاً واجب ہو اور اسیکو
شیخ ابن الہمام رح نے ترجیح دی اور مترجم نے عین الہدایہ اردو شرح ہدایہ مین مفصل بیان کیا ہو اب مین کہتا ہون کہ
یہان آیت سے جو امام رازی نے بسملہ کا وجوب نکالا تو یہ دلیل ضعیف بلکہ برعکس ہو اسلیے کہ اس سورہ کے اول مین بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
موجود ہو اور کسی روایت مین نہین آیا کہ جبریل ع نے پہلے بسملہ پڑھائی ہو بلکہ جمیع روایات مین اقرأ باسم ربک سے پڑھایا تو
ظاہر دلیل یہ ہو کہ بسملہ واجب نہین ہو ورنہ کیونکر ترک کرتے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازون مین آواز جہر سے
بسملہ پڑھنا ثبوت نہین ہوا پھر اگر بسملہ جزو ہوتا تو کیونکر تمام سورہ مین سے ایک آیت خفیہ اور باقی جہر سے پڑھتے بہرحال لازم یہ ہے
کہ بسملہ خفیہ پڑھ لے۔ پھر امام رازی رح نے افادہ فرمایا کہ اقرأ باسم ربک مین بجاے باسم اللہ کے (ربک) فرمانے مین دو فائدے
ہین (اول) کہ ہم نے تجھے ربوبیت سے تربیت فرمایا تو حق ادا کرنا لازم ہو (دوم) جبکہ شروع کیا جاوے تو پورا کرنا لازم ہوتا ہو
مترجم کہتا ہو کہ جیسے حنفیہ کا قول ہو کہ کوئی عبادت نماز و روزہ و حج وغیرہ جب نفل ہو تو ابتدا مین ادا کرنا واجب نہ تھا لیکن
اگر شروع کی تو اتمام واجب ہو جاتا ہو پس شروع کرنا ملزم ہو کہ پورا کرے تو اللہ تعالے ارحم الراحمین ہو گویا فرمایا کہ جب تجھے
انسان کو علقہ سے پیدا کیا تو پہلے بھی اسیطرح پیدا کیا تو جب تو علقہ تھا ہم نے ضائع نچھوڑا اب ہماری قدرت سے تو مخلوق نفیس
عارف موحد ہو گیا اب ہم کیون تجھے ضائع چھوڑینگے۔ اور رحمت کاملہ تیرے ساتھ ازل سے متعلق ہو اسیواسطے (ربک) فرمایا یعنے
رب کو تیری طرف مضاف کیا یعنے رب عزوجل ہی کمال رحمت سے تجپر متوجہ ہو اور تیری طرف سے ہنوز کوئی خدمت وطاعت
نہین جسکی جانب وہم ہو۔ پھر دس برس بعد معراج مین عروج کے وقت نازل فرمایا سبحان الذی اسری بعبدہ۔ یعنے عبد کو
اپنی طرف مضاف کیا اور عبد محمد صلعم ہین۔ اور اپنی ربوبیت کی تحقیق کے واسطے فرمایا۔ الذی خلق رازی رح نے لکھا یعنے گویا یہ فرمایا
کر تو اپنی ذات و صفات مین معدوم تھا پھر موجود ہوا تو ضرور تیرا خالق ہو جسنے تربیت فرمائی خطیب رح نے لکھا کہ الذی خلق جسنے
پیدا کیا۔ مع۔ یہ ذکر نہین کہ کسکو پیدا کیا پس اگر (کل شئ) کہا جاوے تو معنے یہ کہ جسنے ہر چیز کو پیدا کیا اور بغیر مقدر کے یہ معنے
ہوسکتے ہین کہ خلق کرنا اُسکی شان ہو اسکے سواے پیدا کرنے والا کوئی نہین ہوسکتا مترجم کہتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف خطاب فرمایا بقولہ ربک۔ اور رب کی صفت مین فرمایا۔ الذی خلق۔ تو اشارہ ہو کہ تجکو پیدا کیا۔ عموماً تیرا پیدا کرنا

ابتدائی آیات مین سورۂ فاتحہ کے نظائر موجود ہین مع براعۃ الاستہلال کے کہ اول نزول وحی ہی اسمین قراءت کا حکم ہی اور اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع ہی اور علم احکام کا اشارہ ہی اور اسمین رب تبارک وتعالےٰ کی توحید ہی اور ذات وصفات کلیہ کا بیان ہی اور صفات ذاتیہ کے ساتھ صفت فعل کا بیان ہی یعنے جیسے خَلَقَ اور عَلَّمَ وغیرہ کیونکہ پیدا کرنا اور علم دینا وغیرہ افعال ہین اور اسمین اصول دین کا اشارہ ہی **اقول** حضرت ام المومنین عائشہ رض سے صریح آیا ہی کہ ابتدا مین امت کو معرفت ذات وصفات سکھلانے والی سورتین نازل ہوئین ۔م۔ اور اسمین خبر دینا بھی موجود ہی یعنے قولہ تعالےٰ علم الانسان ما لم یعلم۔ انسان کو وہ سکھلایا جو نہین جانتا تھا۔ ھ۔ اس سے خبر دی کہ ہم نے انسان کو اسطرح مکرم کیا اسیواسطے کہا گیا کہ اس سورۂ مبارک کو عنوان القرآن سمجھنا چاہیے کیونکہ عنوان اسی کا نام ہی کہ خلاصہ مضمون سرخی سے بیان کرکے آیندہ مفصل بیان ہو۔ ھ۔ یعنے جیسے کتابون مین پہلے سرخی سے لکھتے ہین۔ باب دربیان توحید۔ پھر تفصیل کے ساتھ توحید بیان کرتے ہین۔ ابو السعود رح نے کہا کہ اقرأ باسم ربک۔ مین (رب) نام لیا اور (ک) ضمیر خطاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو (رب) کے نام سے آگاہی ہوئی کہ اللہ تعالے اپنے حبیب پر شان ربوبیت سے متوجہ ہی تاکہ تربیت فرمائے جو آہستہ آہستہ ہوتی ہی اور شفقت ومرحمت سے اعلےٰ منزلت وکمال پر پہونچانا مقصود ہی اور یہان اللہ تعالےٰ کی جناب مین کوئی چیز مانع نہین ہی تو ضرور کمال کو پہونچ جانا ضرور ہی اور جبکہ خود رب تبارک وتعالےٰ تربیت فرماتا ہی تو جسکی تربیت فرماتا ہی وہ اعلی کمال کے لائق ہی لہذا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر عالم مین کوئی عالم وکامل نہین ہو سکتا جبکہ خود رب جل جلالہ نے علم وادب سکھلایا اور رب جل جلالہ کی شان اعلیٰ واجل ظاہر ہی۔ **اَلَّذِیْ خَلَقَ**۔ جسنے پیدا کیا **ف**۔ یہان اول یہ صفت اسی مخاطب کو ہی یعنے تیرا رب جلیل وہ کہ جسنے تجھے بنایا پس گویا اصل پیدا کرنا اسی بندۂ حبیب مصطفے کے لیے ہی اور باقی تمام عالم کی پیدایش تو خود ظاہر ہی اور اس سے یہ معرفت عطا کی کہ پیدا کرنا خاص صفت رب عز وجل ہی تو آیندہ جسکو توفیق دی اُسنے ہر چیز کو جو دنیا مین ظاہر ہو سمجھ جاویگا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کی خواہ ہمکو وہ کسی پیرایہ سے ظاہر ہوتی کہ اگر ہمارے دلی قصد سے ہمارے ہاتھ سے ظاہر ہو یا آسمان سے ظاہر ہو بہرصورت یہ اللہ تعالے نے پیدا کی۔ بعضے جاہل جنکو توفیق نہین ملتی وہ کہتے ہین کہ پھر زنا وچوری وشراب خواری وغیرہ کو کیا کہتے ہو (جواب) ای نادان کسی فعل کا ایجاد کرنا اللہ تعالے سے اُسکی قدرت وکمال ہی ولیکن تیری غلط نظر اپنے اوپر اسطرح پڑتی ہی کہ اپنے آپ کو ایجاد کرنے والا سمجھا ولیکن سچی نظر یہ ہی کہ اللہ تعالے نے تجھین یہ کام تیرے ہاتھون سے پیدا کر دیا اور جسمین یہ فعل ہوا وہ کمانے والا ہی اور وہی اس صفت سے متصف ہوا جیسے رنگریز نے کپڑا رنگا تو کپڑا اس رنگ سے متصف ہوا خواہ کالا ہو یا لال ہو اور جسنے یہ نہین سمجھا تو وہ معرفت سے جاہل ہی۔ م۔ **امام رازی** رح نے لکھا کہ قولہ تعالےٰ اقرأ باسم ربک۔ گویا جب کہا گیا کہ اقرأ۔ یعنے جبرئیل ع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم الٰہی ادا کیا کہ پڑھو آپنے عذر کیا کہ مین قاری نہین ہون تو کہا کہ اقرأ باسم ربک۔ یعنے اپنے رب کے نام کی استعانت سے پڑھ اور اسی نام پاک کے ذریعہ سے قراءت حاصل کر وہ تجپر مشکل آسان فرماویگا۔ اور یہ بھی معنے ہوسکتے ہین کہ قراءت کو خالص اللہ تعالے کے نام پر کر پس عبادت جب خالص اللہ تعالےٰ کے لیے ہو جاتی ہی تو شیطان کو اُسمین تصرف کی جرأت نہین ہو سکتی اسیواسطے کھانا جبکہ خالص اللہ تعالے کے نام پر ہو اور بسملہ نہ پڑھے تو شیطان اُسمین شریک ہو جاتا ہی جیسا کہ حدیث مین آیا ہی۔ اور کھانا اگرچہ

ساتھ ف یہ محل نصب مین حال ہی ای متلبسا باسم ربک- یعنے پڑھ وحی کو درحالیکہ تو اپنے رب کے نام کے ساتھ متلبس ہی
یا کہو کہ مفتتحا باسم ربک- درحالیکہ تو شروع کرنے والا ہی اپنے رب کے نام کے ساتھ- یا کہو کہ مستعینا باسم ربک- درحالیکہ تو
اپنے رب کے نام سے استعانت لینے والا ہی- ابوعبیدہ رح نے گمان کیا کہ (باسم) مین (ب) زائدہ ہوسکتی ہی اور اسم کو پڑھنے کا حکم
ہی یعنے پڑھ اپنے رب کے نام کو- اور نام بطور تعظیم ہی اور مراد یہ کہ یاد کر اپنے رب کو اخفش رح نے کہا کہ (ب) بمعنے (علی) ہے جیسے
بولتے ہین کہ افعل کذا باسم اللہ یعنے اللہ تعالے کے نام پر یہ کام کر اسیطرح یہان بھی مطلب یہ کہ اللہ تعالے کے نام پر قراءت کر-
اگر کہو کہ حاصل یہان یہ ہوا کہ بسم اللہ کر کے پڑھو تو باسم اللہ اقرأ- نہین آیا بلکہ اقرأ باسم ربک- آیا یعنے (اقرأ) مقدم ہی
اور دیگر مقامات مین بسم اللہ- پہلے لاتے ہین اقرأ- موخر مانتے ہین اسمین کیا حکمت ہی حالانکہ اللہ تعالے واجب الوجود قدیم
پاک ہی وہ ہر چیز سے پہلے ہے تو اُسکی تقدیم واجب ہی (جواب) دیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قاری نہ تھے چنانچہ حدیث نزول
مین اوپر گزر چکا ہی تو یہان قراءت کی تعلیم اصلی مقصود ہی اور اس سے پہلے کسی سورہ مین یہ تعلیم نہین فرمائی اسلیے کہ سب سے
پہلے یہی سورہ نازل ہوا ہی تو قراءت کا سکھلانا اصل مقصود ہی اگرچہ اللہ تعالے کا ذکر بذات خود مقدم ہے بلکہ اقراء مقدم کرنے
سے کچھ ضرر نہین ہوسکتا کیونکہ ذکر الٰہی جبکہ بالذات مقدم ہی تو اُسکا رتبہ ہر حال مین مقدم واعلی واولی واجل واہم واکبر ہی- کما فی
السراج وغیرہ- اگر کہو کہ کتابت مین یہان باسم ربک آیا جیسے باسم اللہ- حالانکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم مین باسم اللہ الخ نہین
لکھتے ہین (جواب) دیا گیا کہ اُس کا استعمال بکثرت ہوتا ہی اس نظر سے الف پڑھنے مین نہین لاتے تو لکھنے مین بھی نہ لائے
تاکہ معلوم ہو جاوے کہ پڑھنے مین حذف ہی اور (ب) کافی ہی- رہا- اقرا باسم ربک- تو یہ کثرت سے استعمال نہین ہوتا لہذا یہان
الف باقی رہا- عبد اللہ بن شداد رح تابعی نے کہا کہ جبرئیل ع نے آکر کہا کہ ای محمد اقرأ آپ نے کہا کہ مین پڑھا نہین ہون
جبرئیل نے زور سے دبا کر چھوڑ دیا پھر کہا کہ ای محمد اقرأ- اسی طرح تین مرتبہ ہوا تیسری مرتبہ پھر کہا کہ ای محمد اقرأ باسم ربک-
رواہ ابن ابی شیبہ وابن جریر وابو نعیم- اگر وہم ہو کہ جب یہ کلام جبرئیل ع نے کہا تھا تو قرآن نہوا بلکہ جو پڑھا وہ قرآن ہوا
(جواب) یہ بھی جبرئیل ع نے اللہ تعالے کی طرف سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا لہذا بالاجماع یہ قرآن ہی
بلکہ اس سے اعلی منزلت واکمل فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالے نے خود علم
سکھلایا- لہذا حدیث مین ہی کہ میرے رب عزوجل نے مجھے علم سکھلایا تو میرا علم احسن ہوا اور ادب سکھلایا تو میرا ادب
احسن ہوا- اور مترجم کہتا ہی کہ یہ قراءت بقلب ہی یعنے اسطرح پڑھنا کہ زبان سے قلب تک متفق ہو اسی وجہ سے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین پڑھنے والا نہین ہون اگر یہ نہوتا تو ظاہر تھا کہ آپ کی شان اس سے اعلی ہی کہ آپ یہ کلمہ
ادا کرین جسکو عوام پڑھ سکتے ہین اور خود منصوص ہی بقولہ تعالے نزل بہ الروح الامین علی قلبک یعنے روح الامین جبرئیل ع
نے اسکو تیرے قلب پر نازل کیا ہ- اور اس سے اظہار ہوا کہ وحی خالص کلام الٰہی بدون لباس کتاب ہی اور یہ صورت
قراءت کی حقیقی قراءت ہی لہذا خوارج کے حق مین فرمایا- یقرؤن القرآن لایجاوز تراقیہم- قرآن پڑھینگے اس حالت سے کہ وہ
اُنکے حلق سے آگے تجاوز نہین کریگا- ہ- تو معلوم ہوا کہ یہ قراءت مفید نہین ہے اور یہ فائدہ لطیف مترجم نے کسی عالم سابقین سے
نہین پایا حالانکہ اسکا بیان ضرور تھا واللہ تعالے ہو الحمید المجید سیوطی رح نے اتقان مین لکھا کہ اس سورہ مبارک کی

تھے اور جبرئیل ع کے ساتھ ہر رمضان مین مدارسہ کرتے تھے اسیطرح سورتون کو بھی ترتیب سے پڑھتے تھے ہان صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے بعض نے نزول کی ترتیب سے جمع کیا اور بعض نے احکام محکم و منسوخ کی ترتیب سے اور بعض نے تہجد مین دو دو اور تین تین نظائر سورتون کو تلاوت کرنے کی ترتیب سے جمع کیا تھا کیونکہ انکے فوائد عالمانہ ظاہر ہین تو یہ دوسری بات ہی اور **خازن** مین ہے کہ مصاحف صحابہ رض مین جو اختلاف ترتیب ہے مثلاً مصحف ابی بن کعب و مصحف علی و مصحف ابن مسعود رضی اللہ عنہم مین کچھ تفاوت ہی تو یہ تفاوت اُس وقت تک تھا جب تک اخیر مرتبہ جبرئیل علیہ السلام پر پیش نہین کیا گیا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے ترتیب فرمائی تھی (**اقول** دلیل اسپر یہ کہ مصحف امام جو کہ سنہ ۔۔ امیر المومنین عثمان رض نے آفاق مین بھیجا وہ باجماع صحابہ رض تھا) یونس بن عبد الاعلی نے وہب سے روایت کی کہ مین نے امام مالک سے سنا کہ قرآن مجید کی تالیف صحابہ رض نے اُسی ترتیب پر فرمائی جس ترتیب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتے تھے (**اقول** کیا نہین دیکھتے ہو کہ صحیح کی روایت مین منصوص ہی کہ مین نے آخر سورۂ لقد جاءکم رسول من انفسکم آخر تک خزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پایا تھا) **امام ابوبکر بن الانباری** نے کتاب الرد مین لکھا کہ اللہ تعالے نے قرآن کو ایکبار گی مجموعہ مرتب آسمان دنیا پر نازل فرمایا پھر اسکو نجماً نجماً بیس (۲۳) برس مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا چنانچہ کبھی پورا سورہ کسی امر حادث مین نازل ہوتا اور کبھی آیات کسی سوال کے جواب مین نازل ہوتین اور کبھی کسی گمراہ کے رد مین نازل ہوتین اور جبرئیل ع آپ کو آگاہ کرتے کہ یہ سورہ فلان موقع پر ہی اور یہ آیات فلان مقام کی ہین پس سورتون کا انتظام مثل آیات و حروف کے ہی اور یہ سب رسول اللہ صلعم خاتم النبیین سے معلوم ہین اور رسول اللہ صلعم کو اللہ تعالے سے معلوم ہوئین پس جس کسی نے کوئی سورہ مقدم یا موخر کیا تو گویا اُسنے آیات و کلمات کو متغیر کر دیا اور اس ترتیب مین نزول کا اعتبار نہین ہوتا جیسے سورۂ بقرہ بہ نسبت سورۂ انعام کے مقدم ہی حالانکہ نزول مین سورۂ انعام پہلے ہی اور یہ ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لی گئی آپ بتلا دیتے کہ یہ سورہ فلان مقام پر رکھو اور یہ آیات فلان سورہ کے فلان مقام پر رکھو اور آپکو جبرئیل ع آگاہ کرتے تھے مترجم کہتا ہی کہ یہ بات صحیح احادیث مین مصرح ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہی

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ؕ

پڑھ اپنے رب کے نام سے جسنے بنایا بنایا آدمی لوہو کی پھٹکی سے پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے جسنے علم سکھایا قلم سے سکھایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا

اس سورۂ مبارک مین سے اول مین فقط اسی قدر آیات نازل ہوئین۔ پھر وحی مین تاخیر کی گئی۔ **اِقْرَأْ**۔ جمہور کی قراءت مین بسکون آخر ہمزہ بصیغۂ امر ہی (یعنے پڑھ) اور شاذ قراءت مین (ر) کو فتحہ ہی بدون آخری ہمزہ کے اور شاید قاری نے ہمزہ کو الف سے بدل دیا پھر امر کے جزم سے الف حذف ہوا بہر حال قراءت کا حکم چاہتا ہی کہ پڑھنے کی چیز ہو تو معنے یہ کہ اقرأ پڑھ ف یعنے پڑھ جو کچھ تجھے وحی کیا جاتا ہی یا جو کچھ تجھپر نازل کیا جاتا ہے۔ **بِاسْمِ رَبِّكَ** ۔ اپنے رب کے نام کے

دیکھا تھا اُس سے بیان کیا۔ ورقہ نے کہا کہ یہ وہی ناموس ہی جو عیسیٰ ع پر اُتارا گیا تھا (ایک روایت مین بجاے عیسیٰ کے موسیٰ
ہی۔ شاید ورقہ نے دونون کا نام لیا ہو) ای کاش مین اُس وقت قوی جوان ہوتا جب تجھے تیری قوم نکالیگی۔ آنحضرت صلعم نے
کہا کہ اَیُن کیا یہ لوگ مجھے نکال دینے والے ہین۔ ورقہ نے کہا کہ ہان اور جو کچھ آپ لائے ہین جب کبھی کوئی پیغمبر اسکو لایا تو یہی ہوا کہ
اُس سے عداوت باندھی گئی اور اگر مجھے آپ کا یہ دن مل گیا تو مین آپ کی قوی مدد کرونگا عائشہ رض فرماتی ہین کہ پھر چند ہی روز
گزرنے کے بعد ورقہ نے انتقال کیا اور وحی آنا متوقف ہوگیا یہانتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تاخیر سے غمگین ہوے
اور ہم کو خبر پہونچی کہ ایسے غمگین ہوے کہ پہاڑون کی چوٹی پر سے بارہا اپنے آپکو گرانے کا قصد کیا ولیکن ہر بار جب آپ نے
چاہا کہ اپنے آپ کو چوٹی پر سے گرا دین تو یکایک جبرئیل ع ظاہر ہوکر کہتے کہ اے محمد آپ تو اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہین اس سے آنحضرت
صلعم کا جی ٹھہر جاتا اور دل کو تسکین ہوجاتی تھی یہانتک کہ رحمت الٰہی متواتر ہوگئی۔ یہ حدیث صحیحین وغیرہ مین ہی خطیب رح
نے کہا کہ اسمین صحیح دلیل ہی کہ سب سے پہلے سورۂ اقراء کا نزول ہوا ہی اور جسنے کہا کہ اول سورۃ المدثر یا سورۂ فاتحہ ہے اسکا قول ٹھیک
نہین ہی (السراج) بعضے لوگ کہتے ہین کہ اقراء نازل ہونے کے بعد جبرئیل ع آپکو لیے ہوے وادی مین اُترے اور وضو سکھلایا
اور اپنی امامت سے نماز سکھلائی تو گویا سورۃ الفاتحہ کا نزول ہوا واللہ اعلم۔ م۔ خطیب رح نے کہا کہ یہ حدیث صحابی کے
مرسلات مین ہی یعنے ام المومنین عائشہ رض نے یہ نہین کہا کہ آنحضرت صلعم ایسا فرماتے تھے اور صحابہ رض کے مرسلات سب
علماء کے نزدیک حجت صحیحہ ہین اسمین فقط استاد **ابو اسحٰق اسفرائینی** نے تفرد کیا۔ اور واضح ہو کہ آنحضرت صلعم کے واسطے
پہلے سچے خواب سے اسلیے شروع کیا گیا کہ ایسا نہو یکایک فرشتہ کے آجانے سے آپکو تحمل نہو لہذا اُسکی تمہید خواب سے کی گئی (السراج)
ابن کثیر رح نے بہت اختصار کیا اور کہا کہ قرآن مین سے سب سے اول یہی آیات مبارکات نازل ہوئین اور انھین سے اللہ
تعالیٰ نے اپنے بندون پر رحمت شروع کی یہی اول نعمت ہین اور اسمین تنبیہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اول علقہ سے
پیدا کیا اور اُسکے کرم سے یہ ہی کہ انسان کو وہ سکھلایا جو نہین جانتا تھا اور یہ علم وہ ہے جس سے آدم ع کو ملائکہ پر امتیاز دیا اور علم
کبھی ذہن مین ہوتا ہی اور کبھی زبان پر اور کبھی تحریر و بیان پر۔ ذہنی و لفظی و رسمی ہوتا ہی۔ رسمی جو مرسوم و منقوش ہوا اور مرسوم
دونون سابقی قسمون کو مستلزم ہی یعنے جب علم لکھے تو اُسکی زبان پر اور ذہن مین ضرور ہوگا برخلاف اسکے اگر ذہن یا زبان پر ہو
تو مرسوم ہونا ضرور نہین ہی جیسے عامی امی بغیر لکھے پڑھے اگر عالم سے کوئی علم مثلاً عقائد سیکھ لے تو ہوسکتا ہی حالانکہ لکھ پڑھ نہین سکتا
اور روایت ہی کہ علم کو لکھکر مقید کرلو اور حدیث مین ہی کہ جسنے جو کچھ علم حاصل کیا اور اسپر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اُسکو وہ علم دیتا ہے جو
وہ نہ جانتا تھا (تفسیر ابن کثیر) **فتح البیان** مین ہے کہ **خازن** نے تفسیر مین بہت تفصیل سے سورتون کے نازل ہونیکی
ترتیب بیان کی ہی کہ مکے مین اول پھر دوم ترتیب وار پھر مدینے مین ترتیب وار کس طرح نزول ہوا ہی **قاضی ابوبکر بن الطیب** نے
کہا کہ قرآن مین اب جس ترتیب سے سورتین موضوع ہین یہ صحابہ رض کے اجتہاد سے ہی چنانچہ مکی رح نے سورہ براءۃ کی تفسیر مین بیان
کیا ولیکن ہر سورہ مین آیتون کی ترتیب اور بسملہ کی تقدیم یہ بالضرور آنحضرت صلعم کے ارشاد سے ہی حتی کہ آپ تمام قرآن کو ترتیب
کے ساتھ حفظ سے پڑھتے تھے اور جہان اپنے بسملہ نہین پڑھی وہان صحابہ رض نے بھی نہ پڑھی چنانچہ سورۂ براءۃ کے شروع مین
جب آپکو یہ حکم نہوا تو بغیر بسملہ چھوڑی گئی اور اس مسئلہ مین یہی قول اصح ہی اور ایک قوم نے کہا کہ نہین بلکہ سورتین ترتیب سے پڑھتے

تاریکی کفر کو مٹایا اور انوار فضائل سے رذائل کو دور کیا تو اُنکے لیے اجر غیر ممنون ہی کہ عالم قدس سے دوام اتصال و ارتفاع کمال ہی اور اللہ تعالے ہر دو فریق کو خوب جانتا ہی تو وہ ہر ایک کو اُسکی منزل و محل مین رکھیگا ترجمۂ اشارات ملخصًا

سورۃ العلق مکیّۃ وہی تسع عشرۃ آیۃ

اس سورۂ مبارک کا نام سورۂ علق کے علاوہ سورۂ اقرأ اور سورۂ قلم بھی ہی اسمین بیس[۲] آیات ہین اور بہتر[۲] کلمات اور دو سو ستر[۲] حروف ہین کما فی السراج اور رازی رح نے لکھا کہ مفسرین کہتے ہین کہ قرآن مین سب سے پہلے یہی سورہ نازل ہوا اور دوسرون نے کہا کہ اول فاتحہ نازل ہوا ہی پھر سورۂ القلم نازل ہوا (کبیر) یہ سورہ بلا خلاف مکیہ ہے اور ابن عباس رض نے کہا کہ یہی سورہ اول نازل ہوا و اسی پر شیخ ابن کثیر رح نے جزم کیا اور ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے بھی مثل ابن عباس رض کے بیان کیا اور اسی کے مانند حضرت ام المومنین عائشہ رض سے روایت ہی امام احمد رح نے حدیث عائشہ رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتدا جس سے وحی شروع ہوئی وہ سچا خواب تھا چنانچہ جو کوئی خواب آپ دیکھتے وہ مثل سپیدۂ صبح کے نمودار ہوتا یعنے بالکل مطابق ظاہر ہوتا پھر آپ کے دل مین تنہائی پسند ہوئی پس آپ کوہ حراء کے غار مین جاکر تنہا عبادت کیا کرتے تھے اور چند شب و روز وہین رہتے تھے اور اُسکے واسطے توشہ لے جاتے تھے۔ جب میعاد ختم ہوتی تو واپس آتے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا اس طرح دوسری دفعہ کے واسطے توشہ تیار کر دیتی تھین پھر آپ وہین غار حراء مین تھے کہ ناگاہ جبرئیل علیہ السلام آپ پر وحی لائے (یعنے خوبصورت آدمی کی صورت مین آئے) اور کہا کہ پڑھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین پڑھا نہین ہون آنحضرت فرماتے ہین کہ فرشتہ نے مجھے دبوچکر زور سے دبایا یہانتک کہ مجھے اس سے مشقت بلیغ لاحق ہوئی پھر چھوڑ کر مجھسے کہا کہ پڑھو۔ مین نے کہا کہ مین پڑھا نہین ہون پھر دوبارہ اُسنے مجھے دبوچکر زور سے دبایا یہانتک کہ مجھے اس سے مشقت بلیغ لاحق ہوئی پھر چھوڑ کر کہا کہ پڑھو۔ مین نے کہا کہ مین پڑھا نہین ہون۔ پھر اُسنے تیسری بار مجھے دبوچکر زور سے دبایا یہانتک کہ مجھے اس سے مشقت لاحق ہوئی پھر چھوڑ کر کہا کہ پڑھو۔ اقرأ باسم ربک الذی خلق۔ سے مالم یعلم۔ تک پڑھایا۔ عائشہ رض فرماتی ہین کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی قدر وحی کے ساتھ واپس آئے درحالیکہ آپ کے کندھون کا گوشت کانپتا تھا جب خدیجہ رض کے پاس پہونچے تو فرمایا کہ مجھے کمل اُڑھاؤ۔ اُنھون نے اُڑھا دیا یہانتک کہ آپ سے یہ جھجک جاتی رہی پھر خدیجہ رض سے حال بیان کرکے فرمایا کہ مجھے جان کا خوف ہی خدیجہ رض نے کہا کہ ہرگز نہین اللہ تعالے آپکو ضایع نہ کرے گا آپ کے بعض اوصاف مانند صلہ رحم و صدق و مساکین کی مدد و مہمان نوازی بیان کی اور کہا کہ حق بات مین آپ شرکت کرکے قوم کی اصلاح فرماتے ہین اور نادار کو دیتے ہین اور اصلاح مین جو خرچہ پیش آتا ہی اُسمین مدد کرتے ہین پھر خدیجہ اُٹھکر آپکو ساتھ لیکر ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزی بن قصی کے پاس لائین وہ خدیجہ کا چچیرا رشتہ دار تھا انکے باپ کا بھائی تھا اور جاہلیت مین نصرانی ہوگیا تھا۔ اور تحریر عربی لکھا کرتا تھا اور انجیل سے عربی مین جو اللہ تعالے چاہتا وہ لکھتا تھا اور وہ بوڑھا تھا آنکھون سے اندھا ہوگیا تھا۔ خدیجہ نے اُس سے کہا کہ ای میرے چچیرے برادر اپنے بھتیجے کی بات سنو۔ ورقہ نے کہا کہ ای بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ

تجکو مقہور کر دیا تو کیا چیز تجھے آمادہ کرتی ہی کہ تو حساب و جزا کو جھٹلا دے کیونکہ یہ خوب ظاہر ہی کہ جو ابتدا مین ایجاد کر سکتا ہی
وہ دوبارہ بخوبی پیدا کر سکتا ہی الیس اللہ باحکم الحاکمین۔ کیا یہ نہین ہی کہ اللہ تعالے احکم الحاکمین ہے وہ کسی پر ظلم وجور نہین
کرتا ہی اور اُسمین سب چیز کی قدرت ہی اسلیے کہ حاکم کے لیے قدرت ضرور ہی تو ضرور ہے کہ وہ قیامت قائم کرکے کافر
بدکارون کو عذاب دے اور مومن صالح کو ثواب دے حدیث ابوہریرہ رض مین ہی کہ جسنے سورہ والتین والزیتون پڑھا یہانتک
کہ آخری آیت تلاوت کی تو کہے کہ۔ بلی وانا علی ذلک من الشاہدین۔ کیون نہین احکم الحاکمین ہی اور مین اسکی گواہی ادا کرنے
والون مین ہون (تنبیہ) **مترجم** کہتا ہی کہ امام غزالی رح وانکے مخالف سے یہ اختلاف نقل ہوا کہ جو نظام عالم اللہ تعالے نے
پیدا کیا ہی کیا اس سے بہتر پیدا کر سکتا تھا۔ تو جواب مین ہان و نہین دونون اختلافی قول منقول ہین اور حق یہ ہی کہ اس
مسئلہ لایعنی سے کچھ فائدہ متعلق نہین ہی اور اگر کہو کہ احسن تقویم۔ دلالت کرتا ہی کہ سب سے بہتر تقویم یہ ہے (جواب)
اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ موجودہ مخلوقات مین سے انسان احسن ہی اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ انسان کی تقویم
اس سے احسن نہین ہوسکتی ہی بلکہ ہم جانتے ہین کہ اللہ تعالے ہر چیز پر قادر ہی اور جنت مین مومنین کی صورتین اس سے
احسن ہونگی اور آیندہ اُنکی خوبیان بڑھتی جاوینگی جیسا کہ احادیث صحیحہ مین بیان ہوا ہی واللہ تعالے اعلم بالصواب۔
ف فی العرائس قولہ تعالے والتین والزیتون الخ قسم ایسے مواضع کے ساتھ ہی جو تجلی جمال وجلال کے محل ہین اور
نفس انسانی مین اسکے نظائر یہ کہ التین روح قدسیہ ہی اور زیتون عقل ہی اور طور سینین قلب ہی اور بلد الامین سینہ معرفت
ہی بعض نے کہا کہ التین مسجد ایلیا و زیتون مسجد بیت المقدس اور طور سینین مسجد طور اور بلد امین مسجد الحرام ہے **مترجم** کہتا ہے
کہ مسجد ایلیا اور مسجد بیت المقدس شاید جدا گانہ ہون واللہ تعالے اعلم۔ قولہ فی احسن تقویم۔ احسن صورت اور اتم معرفت
مین کامل کیا (ترجمہ عرائس ملخصا) **شیخ ابن العربی** رح نے کہا کہ قولہ والتین۔ معنی کلیہ جو قلب کے ادراک کی ہوئی جزئیات
سے حاصل ہوے ہین اور انکو انجیر سے مشابہت اسلیے کہ وہ خالص معقول بے مادہ ہین اور جزئیات سے مطابق ہین اور
نفس کے نزدیک لذیذ ہین جیسے انجیر بغیر گٹھلی کے لذیذ مغز ہی اور اسمین چھوٹے چھوٹے دانہ مانند جزئیات کے ہین اور وہ بدن
کو فربہ کرنیوالا اور غذا و فاکہہ ہی (والزیتون) معانی جزئیہ جنکو نفس ادراک کرتا ہی تو مشابہ زیتون کے ہین کیونکہ مادی ہے اور
نفس کو اس سے ادراک کلیات مین مدد ملتی ہی اور (طور سینین) دماغ ہی جو بلند ہی اور حس و خیال اُسی طرف مرتفع ہوتے
ہین (وھذا البلد الامین) قلب جو معانی کلیہ کی حفاظت کرتا ہے اور وہان فساد سے امن ہی خلاصہ یہ کہ ایسی چیزون سے جن سے
انسان کو کمالات حاصل ہوتے ہین اور وہ معانی کلیہ و جزئیہ و قلب و نفس ہین۔ قولہ فی احسن تقویم۔ نہایت خوب
تعدیل پر پیدا کیا۔ اسمین نور و تاریکی جمع ہی اور ظاہر مین اضداد و مخالف جمع ہین اور اللہ تعالے نے عجب قدرت سے
انمین موافقت پیدا کر دی ہی اور انسان کو ہر دو عالم کے درمیان واسطہ کر دیا اور خلقت و سیرت مین معتدل بنا دیا
(ثم رددناہ اسفل الخ) چونکہ اُسنے تاریکی کا لباس اوڑھ لیا اور نور سے چھپ گیا اور رذیل اخلاق سے مانوس ہوگیا
تو خلقت و رتبہ مین سافلین سے اسفل کیا گیا حتی کہ جہنمیون کی نہایت قبیح صورتون مین داخل ہوا اور دنیاوی زندگی
مین بھی یہ لوگ ممتاز ہین یعنے طبیعت سجین مین محبوس ہین (الا الذین آمنوا الخ) یعنے انھون نے نور ایمان سے

باقی جنس انسان سب احسن تقویم کے بعد اسفل سافلین جہنم مین مردود ہی یہ تفسیر اس صورت مین کہ اسفل سافلین سے دوزخ مراد ہو کیونکہ جہنم بہت پستی مین ہی اور بعض نے کہا کہ اسفل سافلین یہ پستیون کی پستی یعنے نہایت بوڑھاپے کی عمر ہی جسکو ارذل العمر کہتے ہین۔ کیونکہ اس عمر مین خوبصورتی اور عقل وعلم سب باتون مین رذیل ہو جاتا ہی۔ یہی ابن عباس رضؓ وعکرمہ رحؒ سے روایت ہی بلکہ عکرمہ رحؒ نے کہا کہ جسنے قرآن جمع کیا وہ ارذل عمر کے جانب رد نہین کیا جائیگا اور اسی قول کو امام جریرؒ نے اختیار کیا مترجم کہتا ہی کہ ارذل العمر کا ذکر دوسری آیت مین آیا ہی اور وہان منصوص ہی لکیلا یعلم بعد علم شیئا۔ تاکہ یہ شخص جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔ھ۔ پھر عکرمہ رحؒ کے قول کے معنے یہ ہین کہ جسنے قرآن کا علم جمع کیا تو اللہ تعالےٰ اسکے حواس مرتے دم تک قائم رکھتا ہی اگرچہ عمر دراز ہو جاوے تو ارذل العمر کے معنے نہین پیدا ہوتے ہین۔ اب رہا یہ کہ یہان آیت مین کیونکر تعلق ہی تو اسمین تردد ہی اسلیے کہ عکرمہ رحؒ نے یہ کہا کہ جامع قرآن ارذل عمر پر نہوگا اور یہان تعلق جبھی کہ اسفل سافلین سے ارذل عمر مراد ہون۔ ابن کثیرؒ نے اعتراض کیا کہ اگر اسفل سافلین سے ارذل عمر مراد ہوتی تو آیت مین الا الذین آمنوا الخ سے استثنائ نہوتا اسلیے کہ معنے یہ ہوے کہ ہم نے انسان کو احسن تقویم پر پیدا کیا پھر اُسکو ارذل عمر بوڑھاپے کی طرف رد کیا سواے مومنین صالحین کے الخ تو کیا مومنین اس عمر تک نہین پہونچتے ہین۔ یہ تو دیدہ ودانستہ خلاف ہی اسلیے کہ بعضے مومنین بہت بوڑھے ہو جاتے ہین مترجم کہتا ہی کہ جواب یہ ہو سکتا ہی کہ ارذل العمر سے فقط بہت بڑھاپا مراد نہین بلکہ ایسا بڑھاپا جس مین حواس خبط ہون اور آدمی کچھ نہ جانے اور مومنین آخر دم تک معرفت سے عالم رہتے ہین واللہ تعالےٰ اعلم رازی رحؒ نے لکھا کہ قولہ رددناہ اسفل سافلین۔ یعنے سب سافلین سے اسفل کر دیا اور اُسکی تفسیر مین دو قول ہین (۱) ابن عباس رضؓ سے منقول ہی کہ ارذل العمر مراد ہی جیسے قولہ تعالےٰ من یرد الی ارذل العمر۔ ابن قتیبہ رحؒ نے کہا کہ سافلین ضعیف لوگ اور لنجے لولے اپاہج اور جو بوجہ ضعف پیری کے اُٹھنے بیٹھنے سے معذور ہین۔ مراد یہ کہ نہایت بڑھاپے سے اُنکی کان و آنکھین و فہم و حواس کام نہین دیتے ہین فراءؒ نے کہا چونکہ انسان یہان جنس مراد ہی تو معنے مین جمع ہی اسی لیے سافلین سے اسفل فرمایا اور اگر لفظ انسان کی رعایت ہوتی تو اسفل سافل ہوتا (قول ۲) مجاہد وحسن کے نزدیک اسفل سافلین یعنے آگ ہی حضرت علی رضؓ نے کہا کہ جہنم کے دروازے اوپر سے نیچے کی طرف ہین اور پہلے نیچے سے بھرنا شروع ہوگی تو انسان اسفل سافلین مین ڈالا گیا۔ اگر کہا جاوے کہ منافقین درک اسفل مین ہونگے جواب ہان منافقین اور انکے ساتھ بدتر کافرین بھی ہونگے۔ قولہ تعالےٰ الا الذین آمنوا الخ رازیؒ نے کہا کہ قول اول کے موافق یہ استثنا منقطع ہے اور معنی یہ کہ انسان کو ہم ارذل العمر مین مردود کرتے ہین تو اُسکی حسن وخوبی سب جاتی رہتی ہی ولیکن یہ یاد رکھو کہ مومنین کے واسطے ثواب جمیل عوض ہی اور اسکے معنے یہ ہین کہ مومنین حالت جوانی مین جو اعمال صالحہ بجالاتے تھے جب وہ بہت بوڑھے ہو جاتے ہین تو اللہ تعالےٰ اُنکے واسطے وہی اعمال صالحہ لکھنے کا حکم فرماتا ہی جو اپنی جوانی و قوت مین کیا کرتے تھے۔ حدیث ابو موسی رضی اللہ عنہ مین ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ بیمار ہوا یا مسافر ہوا تو اللہ تعالےٰ اسکے لیے وہی اعمال لکھتا ہی جو وہ تندرستی اور مقیم ہونے مین عمل کرتا تھا (رواہ البخاری واحمد وغیرہما) قولہ تعالےٰ فما یکذبک بعد بالدین یہ خطاب انسان کو ہی یعنے اے انسان جب تونے جان لیا کہ تیری ابتدا اس طرح تھی اور دوسری حالت مین اللہ تعالےٰ نے

قدم کی رفتار آگے پیچھے اور اُنکی آنکھ بلکہ چیونٹی کا ذرہ ذرہ دیکھتا ہی **رازی** رح نے لکھا کہ یحیی بن اکثم القاضی سے روایت ہے
کہ اُنکے زمانہ کے بادشاہ نے چاندنی رات مین اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو چاند سے احسن نہو تو تجھے طلاق ہے پھر جب
نشہ سے ہوش ہوا تو نادم ہوکر فتوی طلب کیا اور سب علمانے فتوی دیا کہ وہ طالقہ ہوگئی سوائے یحیی بن اکثم قاضی
حنفی کے کہ انھون نے فتوی دیا کہ طالقہ نہین ہوئی۔ لوگون نے اعتراض کیا کہ قاضی صاحب تم نے اپنے استادون سے
مخالفت کی قاضی نے کہا کہ فتوی کچھ مشائخ کی خوشامد سے نہین ہوتا ہی بلکہ علم شریعت سے ہوتا ہی اور اس مسئلہ کا فتوی خود
علام الغیوب جل جلالہ نے دیدیا چنانچہ قرآن مین فرمایا لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ تو انسان کی تقویم یعنے تصویر
سب سے احسن ہوئی پس چاند سے بھی احسن ہوئی تو طلاق نہین ہوسکتی ہی **مترجم** کہتا ہی کہ بعض علمار نے یہ جواب امام شافعی رح
سے نقل کیا ہی اور شاید امام شافعی رح نے موافقت کی ہو۔ اور **خطیب** رح نے لکھا کہ قولہ فی احسن تقویم۔ ای فی احسن
تقویم۔ تو یہ محذوف تقویم کی صفت ہی اور **ابو البقا** رح نے کہا کہ یہ الانسان سے حال ہی اور احسن تقویم نہایت خوبصورت
معتدل قوام ہی۔ روایت ہی کہ عیسی بن یوسف ہاشمی کو اپنی زوجہ سے بہت محبت تھی جو بدرجہ عشق پہونچی تھی ایک روز
اُس سے کہا کہ اگر تو چاند سے احسن نہو تو تجھے تین طلاق ہین۔ وہ عورت بھاگ کر چھپ رہی اور کہنے لگی کہ ای شخص تو نے
مجھے طلاق دیدی۔ وہ رات بُری طرح گزری اور صبح کو عیسی نے جاکر خلیفہ منصور عباسی کو اس واقعہ سے آگاہ کیا
خلیفہ نے فقہا کو بلا کر اُنسے مشورہ کیا کہ کیا حکم ہوسکتا ہی تو سب حاضرین نے فتوی دیا کہ وہ عورت مطلقہ ہوگئی سوائے ایک
عالم کے جو امام ابو حنیفہ رح کے شاگردون مین سے تھا وہ خاموش رہا خلیفہ نے اُس سے کہا کہ آپ کیون نہین بولتے ہین اُسنے کہا
کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم والتین والزیتون وطور سینین وہذا البلد الامین لقد
خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ای امیر المومنین انسان سب چیزون سے احسن ہی اور کوئی چیز اُس سے احسن نہین ہی خلیفہ
منصور نے کہا کہ ٹھیک کہتے ہو اور عیسی ہاشمی سے کہا کہ یہی بات ٹھیک ہی جو اُسنے بیان کی اور عورت سے کہلا بھیجا کہ تو
اپنے شوہر کی اطاعت کر اُسنے طلاق نہین دی ہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی خوبصورتی سب خلق سے اچھی ہی اسی لیے
انسان کو عالم صغیر کہتے ہین (السراج) **مترجم** کہتا ہی کہ اگر مسئلہ کا جواب دینے والا یحیی بن اکثم حنفی قاضی ہون تو خلیفہ کا نام
منصور لکھنا غلط ہی کیونکہ یحیی بن اکثم اسوقت پیدا بھی نہین ہوے تھے بلکہ مامون بن رشید کہنا چاہیے اور اگر مفتی یحیی
نہون تو حنفی کہنا بعید ہے کیونکہ ابو حنیفہ رح کے آٹھ برس بعد منصور خلیفہ نے انتقال کیا واللہ تعالی اعلم۔ بالجملہ آیات کا
حاصل یہ کہ اللہ تعالی نے التین وغیرہ کی قسم سے آگاہ فرمایا کہ ہم نے اول انسان کو احسن تقویم پر پیدا کیا۔ ثم رددناہ اسفل
سافلین۔ پھر اسکو اسفل سافلین مین رد کیا **ابن کثیر** رح نے لکھا کہ مجاہد وابو العالیہ وحسن وابن زید وغیرہم نے اسفل
سافلین کی تفسیر مین کہا کہ وہ (نار) یعنے دوزخ کی آگ ہی اور معنے یہ کہ پھر ہم نے اس حسن ابتدائی کے بعد انسان کو آگ مین
مردود کیا جبکہ اُسنے اللہ تعالی و اُسکے رسولون کی طاعت نہ کی۔ الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات۔ سوائے اُن
انسانون کے جو ایمان لائے اور انھون نے نیک عمل کیے۔ یعنے یہ گنتی کے بندے البتہ آگ مین رد نہین کیے گئے بلکہ فرمایا فلہم
اجر غیر ممنون۔ پس انکے لیے ثواب غیر مقطوع ہی۔ یعنے دائمی ثواب جنت ہی اور سوائے ان گنتی کے نیک بندون کے

حضرت علی رضی سے روایت ہو کہ جب اللہ تعالےٰ نے بنی آدم سے اپنی توحید وعبادت کا عہد لیا تو سفید ورق مین لکھدیا اور حجر اسود
اُسوقت منھ وزبان وآنکھین رکھتا تھا یعنے یہ چیزین ظاہر تھین پس اُس سے فرمایا کہ اس کو اپنے پیٹ مین نگل لے جب کوئی
تجھسے ملے تو اُسکے لیے عہد پورا کرنے کی گواہی دیگو یعنے پھر اللہ تعالےٰ نے ظاہر مین اسکو پتھر کی صورت مین کر دیا بندگان
حق طواف مین جاکر اسکو بوسہ دیتے ہین اور جو بندے بوجہ مفلسی کے نہین جاسکتے ہین وہ مشتاق ہین - واضح ہو کہ ابتدا مین
لوگ پتھرون کی پرستش کے عادی تھے لہذا جب اطراف عرب سے نئے مسلمان حج مین آئے تو حضرت عمر رض پتھرون سے انکا
خیال دور کرنے کے لیے کہتے کہ اے حجر اسود مین جانتا ہون کہ تو پتھر ہے تو خود کچھ نفع یا ضرر نہین دے سکتا ہو اور اگر مین نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجکو بوسہ دیتے ہین تو مین تجھے بوسہ نہ دیتا یعنے ہم دل وجان سے فقط رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے تابع ہین اور اپنی رائے کو دخل نہین دیتے ہین اور حدیث کو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہو پھر اللہ تعا نے وہ چیز
بیان کی جسکی قسم کھائی ہو بقولہ تعالےٰ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم - یعنے تین وزیتون وطور سینین وبلد الامین کی قسم ہے
کہ البتہ ہم نے انسان کو احسن تقویم پر پیدا کیا - انسان سے جنس مراد ہے یعنے مخلوقات مین سے یہ جنس
جسکو انسان کہتے ہین اُسکو ہمنے بہت اچھی معتدل صورت پر پیدا کیا ہو - ابن عباس رض نے کہا کہ یعنے اُسکی خلقت بہت اچھی ہو واحدی رح
نے لکھا کہ مفسرین رح نے بیان کیا کہ اللہ تعالےٰ نے ہر ایک خلقت کو اوندھے منھ پیدا کیا ہے سوائے انسان کے کہ اُسکا قد
قامت راست ہو - ہاتھ سے غذا کھاتا ہو اور علم وفہم وگویائی وعقل وتمیز وادب سے آراستہ ہے تو ظاہر وباطن مین احسن ہو - تقویم
کے معنے ٹھیک معتدل کرنا قرطبی نے کہا کہ احسن تقویم یہ کہ معتدل وراست ومستوی ہو اور یہی عامۂ مفسرین کا قول ہے
شیخ ابن العربی رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے انسان سے بہتر کوئی خلقت نہین پیدا فرمائی کیونکہ انسان مین حیات وعلم وقدرت
وارادہ وقوت کلام وسننا ودیکھنا وتدبیر وحکمت ہو اور یہ سب رب تعا کے صفات ہین اسی لیے بعض علما نے کہا کہ حدیث
مین ہو کہ - ان اللہ خلق آدم علی صورتہ - اللہ تعالےٰ نے آدم کو اُسکی صورت پر پیدا کیا ہے - مد - اسکے یہ معنے کہ اپنے صفات پر
پیدا کیا - یہ صفات اوپر مذکور ہوئین مترجم کہتا ہو کہ اہل الحق قطعاً اجماع رکھتے ہین کہ اللہ تعالےٰ کے مثل ومشابہ کوئی چیز نہین ہو
اور یہی نص قرآنی ہو پھر اس حدیث کے معنی مین تین قول ہین بعض نے (علی صورتہ) کی ضمیر آدم کی طرف پھیری اور یہ
مطلب بیان کیا کہ اللہ تعالےٰ نے آدم کو اُسکی صورت پر پیدا کیا قد ساٹھ ہاتھ تھا الخ - بیان کا فائدہ یہ کہ آدم کی صورت
یہی تھی جو اسوقت موجود ہو - ولیکن قد دراز تھا (بعض) نے کہا کہ ضمیر اللہ کی طرف ہے یعنے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا
لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ کے واسطے مخلوقی صورت نہین ہو اسلیے یہان مجازی محاورہ ہو یعنے اپنی صفتون پر پیدا کیا
جیسے شیخ ابن العربی رح نے ذکر کیا (بعض) نے کہا کہ ہم جانتے ہین کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اہل معرفت اسکے معنے مین مستغرق
ہین ولیکن آیات متشابہات کی طرح اسکی تفسیر ہمارے حواس کا کام نہین ہو پس ہم ایمان لائے کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا وہ حق ہو ولیکن ہم کو خوض وتفسیر سے ممانعت ہو قال اللہ تعالےٰ لیس کمثلہ شئی وہو السمیع البصیر - یعنے اللہ تعا
کے مثل کوئی چیز نہین ہو اور وہی سننے والا دیکھنے والا ہو - مد - پس ہم اُسکی شان کا احاطہ نہین کر سکتے - اسکی صفات حقیقت
ہین اور ہماری صفات کی کچھ ہستی نہین ہو مثلاً وہ اندھیری رات مین کوہ صفا کے غار مین ہزارون چیونٹیون مین سے ہر ایک کے

مقامات مراد ہین پس عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے جو پہاڑ خاص ہو اُسپر انجیر پیدا ہوتا ہو اور زیتون شام ہو جہان سے اکثر انبیاے بنی اسرائیل ظاہر ہوے۔ طور سینین موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا مقام ہو اور بلدالامین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقام ہو اور مراد قسم سے ان انبیاء کی تکریم ہو بعض نے کہا کہ نہین بلکہ مساجد مراد ہین۔ ابن زیدؒ نے کہا کہ تین مسجد دمشق اور زیتون مسجد بیت المقدس ہو۔ دوسرون نے کہا کہ تین مسجد اصحاب کہف ہو اور ابن عباسؓ نے کہا کہ بلکہ نوح علیہ السلام کی مسجد مراد ہے اس قول کا باعث یہ کہ مسجدون کی قسم بہتر ہو جبکہ وہ عبادت کے مقامات ہین چونکہ یہان انجیر و زیتون کی کثرت ہو لہٰذا اسی پر اکتفا کیا۔ بعض نے کہا کہ بلکہ مراد شہر ہین چنانچہ کعب احبار نے کہا کہ تین شہر دمشق ہو اور زیتون بیت المقدس ہو۔ شہر بن حوشبؒ نے کہا کہ تین کوفہ اور زیتون شام ہو۔ ربیعؒ نے کہا کہ تین و زیتون درمیان حلوان و ہمدان کے دو پہاڑ ہین اس قول کا باعث یہ کہ یہود و نصاریٰ و قریش و مسلمان ایک ایک شہر کی تعظیم کرتے ہین تو اللہ تعالےٰ نے ان سب شہرون کی قسم کھائی۔ یا یہ کہا جاوے کہ دمشق و بیت المقدس مین دنیا کی نعمتین ہین اور طور و مکے مین دین کی نعمتین ہین (تفسیر کبیر) بعض متاخرین علماء نے ان اقوال کا اشارہ کر کے کہا کہ ابن عباس رضؓ سے جو روایت ہو کہ التین ملک شام ہو تو اسکی اسناد مین راوی مجہول ہو جیسے دوسرے مجہول اسناد سے روایت ہو کہ ابن عباس رضؓ نے کہا کہ زیتون بلاد فلسطین ہو اور ایک روایت مین کہا کہ وہ بیت المقدس ہو ولیکن یہ نہین معلوم ہوتا کہ ان بزرگون نے کیون ظاہر معنے چھوڑ کر اس طرح تفسیر بیان کی اور عجب یہ کہ امام ابن جریرؒ نے اختیار کیا کہ زیتون سے ملک شام مراد ہو مترجم کہتا ہو کہ تفسیر کے اقسام ہین پس عام تفسیر تو وہی معنے معروف انجیر و زیتون ہین جو جمہور علماء نے بیان کیے ہین اور سواے اسکے یہان اسرار و معارف ہین جو خاص علما کو ظاہر ہوتے ہین پس یہ اسرار ہون لہٰذا ابن عباسؓ سے دونون منقول ہین واللہ تعالےٰ اعلم رہا قولہ تعالےٰ وطور سینین تو وہ پہاڑ ہی جسپر اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کلام سے مشرف فرمایا اور اسکا نام طور ہو سینین اسکی صفت ہو قتادہؒ نے کہا کہ اسکے معنے نیک مبارک ہین۔ مجاہدؒ نے کہا کہ سریانی زبان مین سینین بمعنے مبارک ہو اور عوام اسکو سینا بھی کہتے ہین مجاہد و کلبی نے کہا کہ سینین وہ پہاڑ جسپر پھلدار شجر ہو اخفش نے زعم کیا کہ سینین جمع سینہ ہو۔ ابو علی فارسیؒ نے کہا کہ سینین کا وزن فعلیل ہے یعنے لام مکرر کر دیا گیا جو نون کلمہ ہو ولیکن یہان جمع کے معنے لحاظ نہین رہے بلکہ جس طرح سینا غیر منصرف ہو اسی طرح سینین بھی غیر منصرف رہا اسلیے کہ وہ قطعہ زمین کا نام ہو گیا۔ بعض نے کہا کہ اس پہاڑ کی قسم فرمائی کیونکہ وہ ارض مقدسہ مین سے ہے جسمین اللہ تعالےٰ نے برکت عطا فرمائی ہو اور سب سے بڑی برکت یہ کہ اُسپر موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا رازیؒ نے کہا کہ یہ مقام بوجہ اپنی برکت یا خوبصورتی کے سینین و سینا کے نام سے موسوم ہوا مترجم کہتا ہے کہ اس صورت مین حاصل یہ کہ طور تو ہر پہاڑ جسپر سبزہ ہو جیسا کہ ابن عباس رضؓ سے سورۂ بقرہ کے شروع مین مذکور ہوا اور سینین اسکا نام خاص ہے یعنے وہ طور جسکا نام سینین ہے قولہ تعالےٰ وہٰذا البلد الامین یعنے مکہ معظمہ اور اس شہر کی صفت امین فرمائی تو امانت یہ کہ جو کوئی اُسمین داخل ہوتا ہو اُسکی حفاظت فرماتا ہو اور زمانۂ اسلام و جاہلیت مین وہان لوگ مامون و محفوظ تھے اور رازیؒ نے نقل کیا کہ وہ خود بھی آیت کے حکم سے مامون ہو (اول) تو اللہ تعالےٰ نے اسکو اصحاب الفیل سے محفوظ رکھا (دوم) یہ کہ اگر کسی نے خون کیا اور واجب القتل ہوا پھر اُسنے حرم مین پناہ لی تو محفوظ ہے بلکہ درندے اور وحشی جانور جب حرم مین آجاوین تب پناہ مین ہین (سوم)

دوا ہونا خود ظاہر ہی کیونکہ بدن سے ناکارہ فضول نکالتے ہین اس سے علاج کرتے ہین رازی رح نے کہا کہ فوائد مذکورہ کے علاوہ بھی انجیر مین بعض خواص ہین (۱) یہ کہ انجیر ظاہر و باطن مین یکسان ہی برخلاف اخروٹ و بادام اور چھوارے کے بلکہ ہم کہتے ہین کہ پھلون مین سے بعضے ظاہر مین خراب اور باطن مین اچھے ہین جیسے اخروٹ اور بادام ہین اوپر چھلکا خراب ہے اور اندر اچھا ہی جیسے خربزہ کا چھلکا خراب ہی اور بعضے ظاہر مین اچھے اور باطن مین نکمے ہین جیسے چھوارے مین اندر بیکار گٹھلی ہے جیسے آلو بخارا ہی برخلاف انکے انجیر اوپر اور اندر سب اچھا ہی (۲) تین قسم کے درخت ہین ایک قسم وہ جو پھلون کی امید دلاتے مگر نہین لاتے جیسے جھاؤ کے درخت دوم جو پھول سے وعدہ دیکر پھل لاتے ہین جیسے سیب و نارنگی و امرود و آم وغیرہ ہین سوم وہ جو وعدہ سے انتظار نہین دیتے جیسے انجیر کہ وہ پھل نکال دیتا ہی گویا اپنے نفس کی آرائش مین مصروف ہونے سے پہلے غیرون کو نفع پہونچانے کا اہتمام مقدم کرتا ہی برخلاف دوسرے درختون کے جو اول اپنے آپکو پھولون سے سنوارتے ہین تب غیرون کے لیے پھل نکالتے ہین تو انجیر کی فضیلت ظاہر ہی (۳) انجیر مین مزید فضیلت یہ کہ سال مین اگر موسم مین پھل ساقط ہوا تو دوبارہ نکل آتا ہی برخلاف دوسرے درختون کے (۴) خواب مین انجیر باتے دیکھے تو مال و دولت اور نرینہ اولاد ہی (۵) روایت ہے کہ آدم علیہ السلام نے جب جنت مین ممنوع پھل کھایا اور لباس ساقط ہوا تو آپ نے انجیر کے پتون سے بدن چھپایا تھا یعنے انجیر ہمارے باپ کے واسطے پردہ پوش ہی۔ روایت ہی کہ جب آدم علیہ السلام زمین پر اُتارے گئے تو اُن کو وحشت ہوئی یعنے تنہائی مین گھبرائے بس ہرن نے دیکھکر افسوس کیا اور چاہا کہ انکی دلداری مین حاضر ہو بس آدم علیہ السلام ہرن کے آنے سے مانوس ہوے اور چاہا کہ اسکے کام کا شکریہ ادا کرین لہذا اسکو انجیر کے پتے کا ٹکڑا کھلایا۔ ہرن نہایت خوش ہوا اور اُسکی خوبی سے ہرن خوبصورت ہوا اور خوشبو سے مشک پیدا ہوا جب ہرن کو دوسرے جانورون نے دیکھا تو اُنکو لالچ آیا اور دوسرے روز وہ جانور بھی حضرت آدم ع کا جی بہلانے آئے اور آدم ع نے انکو بھی پتی کھلائی ولیکن اُنکے اندر مشک پیدا نہ ہوا اسلیے کہ اُنکی اصلی نیت فقط یہ نہین تھی کہ حضرت آدم ع کی دلداری کرین بلکہ باطن مین اپنا نفع بھی چاہتے تھے برخلاف ہرن کے کہ اُسکی نیت مین لگاؤ نہین تھا (والزیتون) رازی رح نے کہا کہ یہ درخت مبارک بھی ایک طرح سے فوائد مین شامل ہی اور ایک طرح سے روٹی کے ساتھ کھانے کی چیز ہے اور اکثر ملکون مین خود پیدا ہوتا ہی لوگون کے تردد کرنے اور پرورش کرنے کا محتاج نہین ہوتا اور یہ چراغ جلانے کے کام مین آتا ہی اور عجب یہ کہ ایسے پہاڑون مین پیدا ہوتا ہی جہان چکناہٹ کا نام نہین ہی اور کہتے ہین کہ جسنے خواب مین زیتون کا پتہ لیا تو اُسنے مضبوط دستگی پکڑ لی- ایک مریض نے ابن سیرین رح سے کہا کہ خواب مین مجھسے کہا گیا کہ اپنے کھانے مین (لا) اور پینے مین (لا) استعمال کر تجکو شفا ہو جائیگی- ابن سیرین نے کہا کہ تو زیتون استعمال کر کیونکہ قرآن مین اُسکی شان مین لاشرقیۃ ولاغربیۃ- وارد ہوا ہی (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہی کہ شیخ ابن الجوزی رح نے یہ قصہ بعض متاخرین سے نقل کیا ہی واللہ تعالے اعلم رازی رح نے کہا کہ اکثر مفسرین کا قول والتین والزیتون مین یہ ہی کہ اس سے مراد انجیر و زیتون ہے یعنے یہی دونون چیزین معروف جنکو لوگ کھاتے ہین بس واجب ہے کہ جو معنے موافق لغت عرب کے ظاہر ہین وہی لیے جاوین اور یقین کیا جاوے کہ اللہ تعالے نے ان دونون چیزون کی قسم یاد فرمائی بوجہ اسکے کہ ان مین منافع و مصالح بکثرت ہین بعض نے کہا کہ معروف تین و زیتون مراد نہین بلکہ تین و زیتون و طور سینین و ہذا البلد الامین سے انبیا علیہم السلام کی بعثت کے

وابراہیم نخعی وابن زید وکعب احبار نے کہا کہ مراد مکہ ہی اور اسکی تفسیر مین کچھ اختلاف نہین ہی بعضے اماموں نے کہا کہ التین والزیتون وطور سینین وہذا البلد الامین- یہ تین مقام ہین ہر ایک مین اللہ تعالے نے ایک پیغمبر اولوا العزم صاحب شریعت بھیجا (اول) جہان تین و زیتون یعنے انجیر و زیتون پیدا ہوتا ہی اور وہ بیت المقدس ہی وہان حضرت عیسی علیہ السلام پیدا ہوے اور پیغمبر کیے گئے (دوم) طور سینین وہ طور سینا ہی جہان اللہ تعالے نے موسی علیہ السلام سے کلام کیا (سوم) ہذا البلد الامین- مکہ ہے کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا من دخلہ کان آمنا- جو اُسمین داخل ہو وہ بے خوف ہی اسمین اللہ تعالے نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا- ان علماءؒ نے کہا کہ توریت کے آخر مین ان تین مقامات کا ذکر ہی اسطرح کہ- جاء اللہ من سینا واشرق من ساعیر واستعلن من جبال فاران- آیا اللہ تعالے سینا سے اور روشن ہوا ساعیر سے اور علانیہ ظاہر ہوگیا فاران کے پہاڑون سے ھ- سینا سے مراد طور سینا ہی اور ساعیر سے بیت المقدس کا پہاڑ جہان سے حضرت عیسیٰؑ کا ظہور ہوا اور جبال فاران مکے کے پہاڑ ہین جہان سے اللہ تعالے نے محمد صلعم کو بھیجا پس جس طرحسے ان انبیا کا وجود ہوا اسی ترتیب سے توریت مین ذکر ہے اور اول سے دوم اشرف ہی اور دوم سے سوم اشرف ہی (تفسیر ابن کثیرؒ) مترجم کہتا ہی کہ اس بیان سے ظاہر ہوتا ہی کہ موسیٰ علیہ السلام سے عیسیٰ اشرف ہین حالانکہ مشہور قول اسکے خلاف ہی یعنے موسیٰ اشرف ہین اور معراج کی حدیث بھی اسپر دلالت کرتی ہی کیونکہ حضرت موسیٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھٹے آسمان مین دیکھا اور عیسی علیہ السلام اس سے نیچے تھے اور علاوہ اسکے عیسیٰ علیہ السلام پر توریت کی سب شریعت باقی رہی سواے بعض احکام کے جو منسوخ ہوے اور رہا یہ بیان جو توریت سے نقل کیا تو اسمین اللہ تعالے کی وحدانیت والوہیت کا ظہور مذکور ہی اور ظہور حضرت موسی علیہ السلام کے عہد مین شروع ہوا پھر قریب دو ہزار برس کے بعد حضرت عیسی علیہ السلام کی ہدایت سے زیادہ ظہور ہوا پھر حضرت محمد صلعم کی ہدایت سے اعلان ہوگیا واللہ تعالے اعلم تفسیر کبیر و **خطیب** وغیرہ مین ہی کہ قولہ تعالے والتین الخ یہان سوال یہ ہی کہ تین انجیر ہے اور زیتون بھی معروف ہی- یہ دونون چیزین کچھ شریف چیزون سے نہین ہین تو انکی قسم کس معنی مین واقع ہوئی ہی (جواب) مین دو طریقہ ہین ایک یہ کہ یہان یہی معروف چیزین ہین جیسے ابن عباس رضؓ سے روایت ہی اور انکی شرافت ظاہر ہے چنانچہ تین (انجیر) کی نسبت کہا گیا کہ اُسمین غذا و دوا و فاکہہ ہونا سب جمع ہین- غذا اسلیے کہ اطبا کا تجربہ ہے کہ انجیر طعام لطیف سریع الہضم ہی کہ معدہ مین نہین ٹھہرتا اور طبیعت (قضاے حاجت) کو نرم رکھتا ہی اور پسینہ کی راہ سے نکل جاتا ہی اور بلغم کو کم کرتا ہی اور گردون کو پاک کرتا ہی اور مثانہ کی ریت وغیرہ دور کرتا ہی اور بدن کو تازہ و فربہ کرتا ہی اور جگر و تلی کے مسام کھول دیتا ہی یہ سب اسوقت ہی کہ غذا کے طور پر کھایا جاوے اور اگر بعد غذا کے تفریح کے طور کھاوین تو سب فواکہ سے بہتر و نافع ہی- روایت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ایک طبق انجیر بطور ہدیہ لایا گیا پس آپ نے اُسمین سے تناول فرمایا اور اصحاب سے ارشاد کیا کہ تم بھی کھاؤ اور فرمایا کہ اگر جنت سے کوئی فاکہہ اُترتا تو گویا یہی تھا یعنے اسمین بھی گٹھلی نہین ہی جیسے جنت کے میوہ جات مین نہین ہی اسکو کھانا چاہیے کہ یہ بواسیر قطع کرتا اور نقرس کو فائدہ دیتا ہی مترجم کہتا ہی کہ رازی وخطیب نے اسکو نقل کیا اور بعض محدثین نے اسکو موضوع کہا ہی اور یہی اشبہ ہی **علی بن موسی الرضا** رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انجیر سے منھ کی بدبو مٹ جاتی ہے اور بال بڑھ جاتے ہین اور فالج سے بے خوفی ہو جاتی ہے- اس سے معلوم ہوا کہ انجیر منجملہ فواکہ کے ہے اور

خود مختار ہین اور یہ غلط خبط ہے لہذا فرمایا۔ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ۔ پھر ہم نے اسکو رد کردیا اسفل سافلین
مین ف چنانچہ اُسکی صورت گھٹنے اور خراب ہونے لگی حتیٰ کہ بوڑھا بدشکل ہوگیا یعنے انسان سے ہرگز نہ ہوسکا کہ
وہ اپنے آپ کو بچا وے تنبیہ اسفل السافلین کہنا بالف لام نہین جائز ہے بلکہ بدون الف لام کے لائے ہین جیسے کلام
مجید مین ہے۔ فاحفظہ۔ حاصل یہ کہ اللہ تعالےٰ کو اُسپر سب قدرت حاصل ہے اور اس جسم کا اعتبار کرنا جہالت ہے اور جب اللہ تعالےٰ
چاہے اُسکو دوبارہ جس صورت پر چاہے پیدا کرے تو آیندہ نصیحت فرمائی کہ پھر وہ آخرت کے حساب کتاب اور زندگی دائمی سے
کیون منکر ہے۔ واضح ہو کہ اسفل سافلین مین مردود ہونے والے وہ انسان ہین جو اپنی بداعمالیون مین مردود ہوے برخلاف
مومنون کے جو اللہ تعالےٰ کے نام پاک سے زندہ ہین اسلیے درمیان مین انکو استثنار کرلیا بقولہ تعالےٰ۔ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ۔ سواے اُن بندون کے جو ایمان لائے اور انھون نے
نیک اعمال کیے کہ اُنکے لیے ثواب ایسا ہے جو کبھی منقطع نہین ہے ف تو یہ لوگ آخرت مین اس حسن دنیاوی سے بے انتہا
بڑھکر خوبصورتی و عیش مین ہونگے۔ غیر ممنون بمعنے غیر مقطوع۔ پس مومنین کو الگ کرکے باقیون کو دیکھو کہ وہ احسن تقویم
نہ رہے بلکہ اسفل سافلین مین مردود ہوے تو خود مختار نہین تھے بلکہ پیدا کرنے والے خالق تعالےٰ کے اختیار مین ہین پھر انسان کیون
اپنی آخرت سے غافل ہے اور کیون اسکو وہان کے حساب و کتاب کا ڈر نہین ہے کیونکہ خالق عزوجل جب چاہے اُسکو دوبارہ پیدا
کریگا لہذا فرمایا۔ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ۔ پھر اُسکے بعد کیا چیز ہے کہ تجھکو جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے ف
یعنے اے انسان حقیر جب تو نے اپنی حالت ابتدا سے آخر تک دیکھ لی کہ کس طرح قدرت کے قبضہ مین مقہور رہا تو یہ صریح ہے
کہ خالق قادر علیم خبیر ہے جب چاہیگا تجھے دوبارہ رد کرکے تجھسے حساب کتاب لیگا تو اسکے بعد یوم الجزاء اور روز قیامت کے
جھٹلانے پر تجھے کیا چیز آمادہ کرتی ہے۔ مومنون نے اپنے رب عزوجل کی الوہیت مان لی اور اعمال نیک کیے اور روح کے کمالات
حاصل کیے اور انکے سواے ہر کافر نے انکار کیا حالانکہ اُسنے اپنی حالت کو دیکھ لیا تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ
بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ۔ کیا یہ نہین ہے کہ اللہ تعالےٰ احکم الحاکمین ہے ف مومنین نے کہا کہ بیشک اللہ تعالےٰ
احکم الحاکمین ہے جو وہ حکم دے فوراً موجود ہو اور وہ جو فیصلہ کرے وہ برحق ہے کیونکہ ایک ذرہ بھی اُس سے پوشیدہ نہین ہے تو یوم الجزاء
کے دن وہ دوبارہ سب خلائق پیدا کرکے ہر ایک کو اُسکے اعمال کا عوض عطا فرماوے گا **اقوال مفسرین** رحمہم اللہ
تعالےٰ۔ قولہ والتین والزیتون۔ یہان مفسرین کے اقوال بہت مختلف ہین **قول اول** تین سے مراد مسجد دمشق
ہے **قول ۲**۔ خود دمشق مراد ہے **قول ۳**۔ دمشق کے پاس جو پہاڑ ہے وہ تین ہے **قول ۴**۔ قرطبیؒ نے کہا کہ وہ اصحاب
کہف کی مسجد ہے **قول ۵**۔ عوفی رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ تین وہ مسجد ہے جو کوہ جودی پر حضرت نوح ع کی
مسجد کہلاتی ہے (۶) مجاہدؒ نے کہا کہ تین یہی معروف انجیر ہے اور زیتون یہی مشہور زیتون ہے جس سے روغن زیت نکلتا ہے قولہ تعالےٰ
الزیتون (۱) کعب احبار و قتادہ و ابن زید وغیرہم نے کہا کہ زیتون بیت المقدس کی مسجد ہے (۲) عکرمہ رح نے کہا کہ یہی
زیتون ہے جس سے تیل نکالتے ہو۔ قولہ تعالےٰ وطور سینین کعب احبار وغیرہ نے کہا کہ وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالےٰ نے
موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا قولہ تعالےٰ ہذا البلد الامین۔ یہ شہر امین یعنے جاے امن۔ ابن عباس رض و مجاہد و عکرمہ و حسن

آنحضرت صلعم سے اس سورہ کی قراءت سنی اور ایک مرتبہ سفر مین نماز عشا مین بھی سنی اور شاید کہ مغرب سے مراد عشا ہو تو سب نے یہی سفر کا واقعہ بیان کیا ہی اور اس سے یہ مسئلہ نکلا کہ مغرب مین ایسی سورت پڑھی جاوے اور اگر سفر وغیرہ کی حالت ہو تو عشا مین بھی ہلکی قراءت مسنون ہی - زرعہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین یمامہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا - (مع ایک جماعت کے) آپ نے ہم کو اسلام سمجھایا تو ہم سب مسلمان ہو گئے پس جب صبح کی نماز پڑھی تو آپ نے والتین والزیتون اور انا انزلناہ فی لیلۃ القدر سے قراءت فرمائی (ابن قانع وابن السکن والشیرازی) اس روایت سے معلوم ہوا کہ کبھی آنحضرت صلعم نماز فجر مین بھی بہت چھوٹی سورت پڑھتے تھے اور احتمال یہ ہی کہ شاید آپ سفر مین ہون واللہ تعالے اعلم کیونکہ مدینہ مین معمول طریقہ نماز فجر کے فرائض مین یہ تھا کہ کسی قدر طولانی قراءت پڑھتے تھے لیکن امام کو یہ ارشاد حدیث مین صریح ہی کہ فرضیہ قراءت مین تخفیف کرے کیونکہ اسکے پیچھے ضعیف و بوڑھا حاجتمند ہوتا ہی پس شاید کسی مقتدی کی جہت سے تخفیف ہو واللہ تعالے اعلم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہی

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۝ وَطُورِ سِينِينَ ۝ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝ لَقَدْ

قسم انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس شہر امن والے کی

خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝

ہم نے بنایا آدمی خوب سے خوب اندازے پر پھر پھینک دیا اسکو نیچون سے نیچے

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝

مگر جو یقین لائے اور کین بھلائیان سو انکو نیگ ہے بے انتہا

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ ۝ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ ۝

پھر اس پیچھے تو کیون جھٹلاوے بدلہ ملنا کیا نہین ہے اللہ سب حاکمون سے بہتر حاکم

اس سورۂ مبارک مین اللہ تعالے نے تین و زیتون و طور سینین اور اس بلد الامین کی قسم سے فرمایا کہ ہم نے انسان کو احسن تقویم پر پیدا کیا پھر اسکو اسفل سافلین کی طرف پھیر دیا سوا ایسے بندون کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے کہ انکے لیے البتہ ثواب غیر مقطوع ہی یعنی برابر جاری ہی کبھی منقطع نہو گا آیندہ نصیحت فرمائی کہ ای انسان اب کیا چیز باعث ہوتی ہے کہ تو سزا و جزا ملنے سے منکر ہوتا ہی کیونکہ اللہ تعالے پیدا کرنے والا اور پھرانے والا ہی اور وہی احکم الحاکمین ہے یعنے اس سے ظاہر ہے کہ وہ جو کچھ حکم فرماویگا وہ واقع ہوگا اور اُسمین سب قدرت ہی تو پورا فیصلہ اسکے اختیار مین ہے قال تعالے وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ وَطُورِ سِينِينَ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ قسم ہے تین اور زیتون اور طور سینین کی اور اس بلد امین کی ف یہانتک قسم ہی اور اس قسم کے ساتھ فرمایا - لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ البتہ ہم نے پیدا کیا انسان کو سب سے اچھی تقویم پر ف یعنے سب سے اچھی صورت ظاہری و باطنی پر انسان کو مخلوق کیا - پھر انسان میں سے بہت سے جاہل احمق ہین جو اسوقت یہ سمجھتے ہین کہ ہم اپنی طاقت سے

لونڈی کی خبر بیان کی- ابوطالب اس جستجو مین نکلے- دیکھا کہ وہ خبر سچ ہو اور علی رضہ خوف سے کانپنے لگے- ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ کیا دین ہی- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے چچا یہ دین وہ ہی جو اللہ تعالے نے اپنی ذات پاک کے واسطے پسند فرمایا اور اسکی ہدایت کے لیے انبیاء بھیجے اور اسکے بعد آنحضرت صلعم نے ابوطالب کو اس دین حق کی جانب بلایا اور آیات توحید سنائین- ابوطالب نے کہا کہ ای بھتیجے میرا جی نہین مانتا کہ عبد المطلب کی ملت چھوڑ دون ولیکن تم جس کام کے واسطے مامور ہوا سکے بجالانے مین ثابت قدم رہو جب تک مین زندہ ہون تمھاری مدد و معاونت مین دروغ نہ کرونگا اور تم کو دشمن سے محفوظ رکھونگا یہانتک کہ تم جس کام کے لیے مامور ہو اللہ تعالے اُسکو پورا کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے چچا تم میری حفاظت کی فکر نہ کرو بلکہ اپنی جان کی فکر کرو اور جسنے مجھے بھیجا ہے وہ میرا حافظ و ناصر ہی- ابوطالب نے اسکے بعد اپنے فرزند حضرت علی رضہ کی طرف منھ کرکے فرمایا کہ تیرے حق مین کچھ مضائقہ نہین کہ اپنے چچیرے بھائی کا دین پسندیدہ اختیار کرلے- ابوطالب کی اس گفتگو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوش دل ہوے اور ابوطالب جب واپس ہو کر گھر آئے تو فاطمہ بنت اسد نے کہا کہ کیا تم اس بات پر راضی ہو گئے کہ تمھارا بیٹا صابی (دین سے منحرف) ہو جاوے ابوطالب نے کہا کہ چپ رہ اور تو اُس سے کچھ تعرض مت کر کیونکہ واللہ یہی سزاوار ہے کہ وہ اپنے چچازاد بھائی کی مدد کرے اور اگر میرا جی مانتا کہ دین عبد المطلب چھوڑون تو یہی لائق تھا کہ مین دین محمد کی پیروی کرتا- جب قریش نے ابوطالب کی گفتگو سنی تو بہت ہراسان ہوے تنبیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و معجزات اور معانی آیات و بشارات اس کثرت سے بے شمار ہین کہ ایسے مختصر صفحات مین اُنکا بیان محال ہی اور اس امت ایمانیہ کے واسطے مبارکباد ہے کہ جسکے واسطے اللہ تعالے نے اپنا حبیب مختار خاتم النبیین افضل المرسلین خیر الخلق اجمعین مبعوث فرمایا اللھم صل علیہ وآلہ وصحبہ صلوٰۃ لاتنقطع ابدا وسلم تسلیما کثیرا کثیرا والحمد للہ رب العالمین آمین

سورۃ التین مکیۃ وہی ثمان آیات

یہ سورہ مبارک جمہور علماء کے نزدیک مکیہ ہی- اور خطیب نے قتادہؓ سے اور قرطبی نے ابن عباس رضہ سے نقل کیا کہ یہ سورہ مدنیہ ہے ولیکن ابن عباس سے رضہ اسکے خلاف روایت موجود ہے چنانچہ ابن الضریس و نحاس و ابن مردویہ و بیہقی نے اسناد کیا کہ ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ سورۃ التین کا نزول مکے مین ہوا ہے اور یہی قول ابن الزبیر رضہ سے ابن مردویہ نے روایت کیا- یہ سورہ آٹھ آیات ہین اور چونتیس ۳۴ کلمات ہین اور ایک سو پچاس حروف ہین ذکرہ الخطیب- امام بخاری ومسلم نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر مین عشا کی نماز پڑھائی تو ایک رکعت مین سورۂ والتین والزیتون پڑھی پس مین نے آپ سے بہتر آواز خوب اور قراءت خوب نہین سُنی (رواہ اہل السنن وغیرہم) براء رضہ سے روایت ہی کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی تو آپ نے سورۃ التین قراءت فرمائی (رواہ الخطیب البغدادی) اور اسکے مانند عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے طبرانی و ابن ابی شیبہ نے روایت کی مترجم کہتا ہے کہ شاید براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز مین

مقام ایک موضع ہی جسمین سفید پتھر ہین اور زمین کھاری ہی اور وہان خرما کے درخت بہت ہین - مین نے کہا کہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب کو جانتا ہون ولیکن بعثت کی خبر نہین رکھتا ہون راہب کی یہ بات میرے دل مین جم گئی جب کے مین واپس آیا تو مین نے سب سے پہلے یہی پوچھا کہ میرے پیچھے یہان کوئی بات نئی پیدا ہوئی ہی - لوگون نے کہا کہ ہان محمد بن عبد اللہ نے نبوت کا دعوی کیا اور ابو بکر بن ابی قحافہ نے اسکی تصدیق کی یعنے ایمان لایا - مین ابو بکر رض کے پاس گیا انھون نے مجھے نصیحت کی تو مین مسلمان ہوگیا اور مین نے یہ قصہ اُنسے بیان کیا **ذکر سابقین** صحیح قول یہ ہے کہ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عورتون مین سے سب سے اول آپ کی نبوت مانی اور اشراف احرار مین سے اول ابو بکر رضی اللہ عنہ ہین اور موالی مین سے اول زید بن حارثہ رض ہین اور اطفال مین سے اول حضرت علی رض ہین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ چونکہ قریش مین سے ایک رکن تھے مکارم اخلاق و محاسن اعمال و خصائل پسندیدہ اور صفات نفیسہ ولوازم مہمانداری و ضیافت وغیرہ عمدہ اخلاق مین بے مثل و بے نظیر مشہور معروف تھے اور عقل کامل رکھتے تھے حتی کہ کار و بار بزرگ مین قریش انھین کی طرف رجوع لاتے اور نسب کی معرفت مین مشہور تھے اسلیے قریش انکی خدمت و مصاحبت مین بکثرت حاضر ہوتے تھے لہذا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خود ایمان لانے کے بعد اپنے جلسہ والون کو ہدایت کرنے پر ہمت باندھی اور آپ کی ہدایت سے اشراف و موالی اسلام سے مشرف ہوے جیسے عثمان بن عفان و زبیر بن العوام و طلحہ بن عبید اللہ و سعد بن ابی وقاص و عبد الرحمن بن عوف و ابو عبیدہ بن الجراح و سعید بن زید رضی اللہ عنہم اور یہ سب لوگ وہ ہین جنکو جنتی ہونے کی بشارت قطعی دیدی گئی ہی - اور جیسے ابو سلمہ مخزومی و عثمان بن مظعون و ارقم بن ابی الارقم و عمار بن یاسر و اُسکی والدہ سمیہ رض و عامر بن فہیرہ و قیس بن حذافہ و خالد بن سعید بن العاص و عبد اللہ بن جحش الاسدی و بلال و صہیب و خباب بن الارت و عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اور اُنکے سوائے بھی ایک جماعت مردون و عورتون سے وہ ہین جو سبقت کر کے ایمان لائے ہین - کتب سیر مین مذکور ہی کہ حضرت علی رض کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یہان پرورش فرماتے تھے اسلیے کہ قحط کے موسم مین آپ نے حضرت عباس بن عبد المطلب سے کہا کہ چچا ابو طالب کا مال کم اور عیال زیادہ ہین لہذا مناسب یہ ہی کہ اُنکی اولاد مین سے بعض کو مین اپنے ساتھ رکھون اور بعض کو آپ اپنے ساتھ لے لیجیے عباس رض کو یہ راے پسند آئی آنحضرت صلعم علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس لائے یہانتک کہ حضرت علی رض کی عمر دس برس کی ہوئی ایک روز آنحضرت مع خدیجہ رض کے دوگانہ فریضہ پڑھتے تھے حضرت علی رض نے پوچھا کہ ای محمد یہ کیا کام ہی آپ نے ایمان تلقین کیا حضرت علی رض نے عرض کیا کہ بغیر مشورت ابو طالب کے مین کچھ کام نہ کرونگا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ای علی اگر تجھے قبول کی توفیق ہو تو بہتر ہی ورنہ مخفی رکھنا - حضرت علی رض نے اُس وقت سکوت کیا اور رات گزری دوسرے روز صبح کو پھر آنحضرت صلعم سے دین حق دریافت کیا اور ایمان لائے اور ابو طالب سے یہ حال چھپایا - ایک روز آنحضرت صلعم کے ساتھ پہاڑ مین قبل غروب کے نماز (یعنے نماز عصر) پڑھتے تھے کہ ایک لونڈی نے جا کر حضرت علی رض کی والدہ فاطمہ بنت اسد کو خبر دی - فاطمہ نے ابو طالب سے کہا کہ علی ہر دم محمد کے ساتھ رہتا ہی ایسا ہو کہ اُسکی تعلیم سے باپ دادا کا دین چھوڑ کر ایسی راہ اختیار کرے کہ جس سے ہم لوگون کو عار ہو - ابو طالب نے کہا کہ وہ بغیر میرے مشورے کے ایسا نہین کرے گا فاطمہ نے ابو طالب سے

مبعوث ہونے والے ہین علامات بہت نزدیک ہین۔ ہم لوگ اُنکے لواے نبوت کے سایہ مین جہاد کرکے تمھارا بھیجا نکالینگے قدرت الٰہی سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ہم کو پہونچی تو ہمارا قبیلہ مسلمان ہوگیا اور قوم یہود بوجہ حسد کے ہلاک ہوئی یہودیون نے اپنے تصور مین یہ نقشہ جمایا تھا کہ وہ پیغمبر خاتم النبیین خاندان اسمٰعیل ع سے ہوگا اور بنی اسرائیل اسکے چچیرے قرابتی ہین تو وہ ان دونون خاندان کو جمع کریگا اور انھین کو خاص قوم قرار دیکر انھین کے ذریعہ سے دوسرون کو مغلوب کریگا۔ یہ نہین جانا کہ وہ پیغمبر عظیم الشان تمام قومون کی طرف بھیجا گیا ہی تو سب قومین اُسکی عام رحمت سے مستحق ہین برخلاف انبیاے سابقین کے جو فقط اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ سلمہ انصاری کہتے ہین کہ مین نوجوان تھا کہ مین نے ایک یہودی کو بنی عبدالاشہل کی چوپال مین یہ کہتے سنا کہ عنقریب ایک پیغمبر خاتم النبیین مبعوث ہوگا جسکی صورت و سیرت یہ ہی یعنے مفصل و صحیح بیان کی اور قیامت مین اسکی امت کیواسطے ایسے درجات کرامت ہین اور اُسنے حساب و کتاب و جنت و دوزخ کا ذکر کیا قوم نے کہا کہ بھلا وہ پیغمبر کب تک آویگا۔ یہودی نے میری طرف اشارہ کرکے کہا کہ مین یقین کرتا ہون کہ یہ۔ لڑکا اُسکو پاویگا۔ واللہ مین تو اُس روز سے منتظر تھا یہانتک کہ اس نعمت کو پہونچ گیا۔ پھر مین نے اسی یہودی سے کہا کہ ای شخص تو عجب بدبخت ہی۔ کہنے لگا کہ یہ وہ نہین ہے مین نے کہا کہ وہی صورت و سیرت و صفات رحمت و آثار کرامت ٹھیک موجود ہین کہنے لگا کہ مین نے اس وقت بھولے سے کہا ہوگا اب مین نے کتاب مین دیکھا تو وہ پیغمبر گندمی رنگ سیاہی مایل ہوگا یعنے اُسنے صفات بدل دیے۔ مین نے کہا کہ تجھ پر یہ اور تیری شرارت پر تف ہی۔ بنی قریظہ یہود مین سے ایک قوم مسلمان ہوگئی تھی چنانچہ سورۂ حشر کی تفسیر مین گزرا وہ لوگ کہتے تھے کہ اللہ تعالےٰ کی توفیق کے بعد ہمارے اسلام کا یہ سبب ہوا کہ دس برس پہلے ایک بوڑھا عالم باہر سے آکر ہم مین مقیم ہوا جب وہ مرنے لگا تو ہم لوگون سے کہا کہ ای قوم مین نے وطن چھوڑکر یہان اسلیے توطن اختیار کیا تھا کہ حضرت خاتم النبیین کی قدمبوسی سے مشرف ہون یہ آرزو دل مین رہی اب تم کو وصیت کرتا ہون کہ میرے علم مین یہی شہر اسکا دارالہجرت ہوگا جب وہ تشریف لاوے تو سب سے پہلے تم اُسپر ایمان لائیو اس سے پہلے کہ اُسکے ہاتھون سے قتل و قید و خوار ہو کیونکہ اُسکو جہاد کا حکم مانند شریعت موسیٰؑ کے ہوگا۔ یہ وصیت ہم لوگون نے سنی تھی لہذا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کو خوار کیا اور بنو قریظہ کا محاصرہ کیا تو ہم نے دیکھا کہ کیونکر اللہ تعالےٰ آپ کو بکثرت دشمنون پر فتح دیتا ہی پس ہم کو وصیت یاد آئی اور ہم نے مشورہ کیا کہ قریظہ وغیرہ جھوٹے خودغرض ہین اور بے شک اُس عالم بزرگ کی وصیت سچی و بے غرض تھی پس ہم لوگون نے حضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین حاضر ہوکر کرامت ایمان حاصل کی طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ اشراف قریش مین سے ہین جو سابقین مین ایمان لائے اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے قطعی جنتی ہونے کی بشارت پائے ہوے صحابہ مین سے ہین وہ بیان فرماتے ہین کہ مین حسب معمول تجارت کے لیے گیا تھا اور بصرہ کی منڈی مین اپنا مال فروخت کرتا تھا ناگاہ مین نے دیکھا کہ ایک راہب نصرانی جو بصرہ مین رہتا تھا اپنی جماعت مین یہ پوچھتا ہوا آتا ہی کہ اس منڈی مین کوئی شخص تہامہ کے شہر مکہ مین سے ہی۔ مین نے کہا کہ ہان ایک مین ہون یہان قافلہ اترا ہی اُسمین سے ایک مین ہون اُسنے مہربانی کی باتین کرکے پوچھا کہ مکہ مین احمد ظاہر ہوا ہی مین نے کہا کہ احمد کس شخص کی نسبت سے ہی اُسنے کہا کہ احمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب اور ہم لوگ جانتے ہین کہ وہ اسی مہینہ مین مبعوث ہوگا اور وہ خاتم النبیین ہی اور ظہور اسکا مکے سے ہوگا اور اُسکی ہجرت کا

اپنی جوانی کی آرزو کی ولیکن ہدایت کا حکم نازل ہونے سے پہلے ورقہ نے انتقال کیا اور آپ نے اسکو سفید لباس مین خواب مین
دیکھکر فرمایا کہ اگر وہ اہل مغفرت مین سے نہوتا تو دوسرے لباس مین نظر آتا۔ یہ کرامت اس وجہ سے کہ اُسنے آپکی تصدیق کی
اور ایمان لایا تھا واضح ہو کہ حضرت خدیجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو لڑکے طیب وطاہر اور بقول دیگر تین لڑکے
مع قاسم کے جو صغیر انتقال کر گئے اور چار لڑکیاں رقیہ وام کلثوم وزینب وفاطمہ جو زندہ رہین اولاد پیدا ہوئین اور سواے انکے
کسی منکوحہ سے اولاد نہین ہوئی ولیکن ماریہ قبطیہ سے مدینہ مین حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلعم پیدا ہوے اور ڈیڑھ برس کے
ہوکر جنت کو سدھارے سال ۳۵-اس سال قریش نے خانۂ کعبہ کی عمارت نئی بنانے کا اہتمام کیا کیونکہ سیلاب کی ریگ برابر
آگئی کیونکہ دیوارین چھوٹی تھین حتی کہ بعض بدکارون نے چڑھاوے کا خزانہ چورا لیا تھا لہذا احاطہ ناپ کر قریش کے خاندانون مین سب پر
تقسیم کیا گیا ولیکن خرچہ کچھ کم پڑا اسلیے حطیم کو خارج کردیا اور قریش نے پہاڑون سے پتھر لانیکا اہتمام کیا حتی کہ آنحضرت علیہ السلام
بھی اسمین شریک تھے۔ عباس بن عبدالمطلب آپ کے چچا نے کہا کہ ای بھتیجے تم بھی جوانان قریش کی طرح اپنی ازار کھول کر کندھے پر
رکھلو تاکہ پتھر سے صدمہ نہ پہونچے آپ نے اس امر سے کراہت کی ولیکن چچا کے اصرار سے ناچار ایسا کیا اور جیسے ہی ستر مبارک برہنہ ہوا
آپ بیہوش گرے اور آنکھین اوپر چڑھ گئین اور آخر ازار مبارک پہن لی پہلے شکستہ دیوارون کے گرانے مین کوئی جرأت
نہ کرتا تھا مترجم نے اسکا مفصل حال پارۂ اول کے آخر مین لکھا ہو۔ نئی دیوارین بلند کرکے اُسکے چھت پاٹنے کے لیے رومی جہاز کی لکڑیان
خریدین جو جدہ مین ٹوٹ گیا تھا اور تیاری کے بعد حجر اسود اپنے مقام پر رکھنے کے لیے ہر خاندان نے قصد کیا اور قریب تھا کہ باہم
قتال واقع ہو۔ بوڑھے لوگون نے فتنہ بجھانے کی کوشش کی آخر یہ ٹھہرا کہ صبح کو جو شخص باب بنی شیبہ سے اول مین آوے اُسیکو
حکم بناوین وہ جس خاندان کے لیے یا جو کچھ حکم کرے سب منظور کرین۔ ناگاہ صبح کو اُس دروازے سے آنحضرت صلعم
تشریف لائے قریش بہت خوشی سے کہنے لگے کہ محمد مین آیا۔ قریش آپ کی امانت و دیانت کے اور صدق گفتار وحسن
کردار کے بالاتفاق قائل تھے۔ یہ معاملہ آپ کے سامنے پیش ہوا آپ نے اپنی چادر مبارک بچھاکر حجر اسود اُس مین رکھا اور ہر
خاندان کو حکم دیا کہ اپنے درمیان سے ایک شخص کو بھیجے۔ جب سب جمع ہوے تو فرمایا کہ ہر ایک اس چادر کا کونہ تھامو اور اٹھا کر
اُسکے مقام پر لائے اور آنحضرت صلعم نے اُسکو سب کی طرف سے استوار کردیا۔ قریش اس حکمت سے بہت خوش ہوے
ذکر انصار مدینہ مترجم نے اسکو پہلے بیان کیا ہے اور بیان بہت مختصر بیان یہ کہ جب نصاراے روم نے شام فتح کرکے
یہود کو قتل واخراج کیا تو علماء یہود نے باہمی مشورہ سے چاہا کہ خاتم النبیین کی دار ہجرت مین قیام کرین تاکہ آپ کے اتباع
سے فلاح دارین کامل ہو ولیکن دار ہجرت پتھریلے نخلستان مین ہے جہان سیاہ وسفید پتھر ہے اور پانی کچھ کھاری ہوگا۔ بعض نے کہا
کہ وہ مقام اذرعات ہے کیونکہ شام آپ کی اُمت کا تختگاہ ہوگا۔ بعض نے کہا کہ نہین بلکہ وہ خیبر ہے بعض نے کہا بلکہ وہ یثرب (مدینہ طابہ)
ہے غرضکہ ہر گروہ نے اپنے مزعوم کے موافق توطن اختیار کیا۔ جب یمن سیل العرم سے خراب ہونے والا تھا تو وہان ایک مشہور کاہن
نے اپنی املاک فروخت کرکے مع اولاد واقارب وہان سے کوچ کیا ان مین سے بعض نے مدینے مین اور بعض نے ہمدان مین قیام
کیا۔ مدینہ والون کو یہود نے خدمتی بنایا ولیکن اللہ تعالے نے ان مین برکت وکثرت ایسی دی کہ چند ہی روز مین انھون نے یہود کو
مغلوب کرلیا۔ عاصم بن عمرو انصاری کہتے ہین کہ یہود ہم سے مغلوب ہوکر کہا کرتے کہ چندے ٹھہرو کہ عنقریب ایک پیغمبر

جلوہ فرما ہوئی اُسکے واسطے مین نے اول آثار ظہور رحمت دیکھے پھر مین نے خاتم الانبیاء کی تصویر سے جو اس حریر مین میرے پاس تم دیکھتے ہو مقابلہ کیا تو ٹھیک پایا۔ مجھے سوائے اُسکی قدمبوسی کے کچھ غرض نہین ہے۔ خذیمہ نے راہب سے عذر کیا اُس نے کہا کہ اے خذیمہ مین چاہتا ہون کہ میری ایک وصیت قبول کرو کہ یہود خبیث اس آفتاب رسالت کے دلی دشمن ہین تم احتیاط رکھنا اور مین تم سے یہ بھید بیان کرتا ہون کہ یہ شخص سرور انبیاء و خاتم المرسلین ہے آئندہ اسی کا نام بزرگ حرزجان ہوگا اور دین اسی کا دین ہوگا مجھے اجازت دو کہ مین اُسکے قدم چومون۔ خذیمہ نے بعد ازان آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا حضرت مین نے اپنی جان کو آپکی محبت مین مقید کیا اور وہان سے تھوڑے فاصلے پر جاکر اموال تجارت کو حسب دلخواہ نفع پر فروخت کرکے خوشی کے ساتھ واپس ہوے اور معاملہ فروخت مین ایک یہودی نے آنحضرت صلعم سے جھگڑا کیا اور کہا کہ تجھے لات وعزی کی قسم ہے آپ نے فرمایا کہ خاموش ہو کہ اگر مین ان دونون کی جانب گزرتا ہون تو انسے اپنا منھ پھیر لیتا ہون یہودی نے غور کرکے کہا کہ آپ سچے ہین اور خذیمہ سے کہا کہ کیا یہ فلان خاندان سے ہے اور فلان فلان امور واقع ہوے ہین۔ خذیمہ نے بحسب مصلحت خاموشی اختیار کی۔ اُسنے کہا کہ مجھسے چھپانے کی کچھ ضرورت نہین ہے قسم خدا کی جسنے موسی پر توریت نازل کی کہ یہ شخص خاتم النبیین عظیم الشان پیغمبر ہے جسکے اوصاف جمیل ہم اپنی کتاب مین پاتے ہین۔ پھر آنحضرت سے اپنی بحث کی معافی مانگی۔ بالجملہ وہان سے روانہ ہوکر جلدی و آسانی کے ساتھ وطن پہونچے گویا زمین ہمارے واسطے لپیٹی جاتی ہے اور مکے مین قریب دوپہر کے داخل ہوے اتفاق سے اس وقت بی بی خدیجہ اپنے بالاخانہ پر اپنی ہمجولیون کے ساتھ بیٹھی ہوئی قافلہ کا تماشا دیکھتی تھین یکایک حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری نظر آئی کہ آپ جس اونٹ پر سوار ہین اُس پر دو مرغ سفید کی طرح پارہ ابر سایہ کیے ہوے ہے اور سواری کے ساتھ روان ہے خدیجہ وغیرہ عورتون نے اس حالت سے تعجب کیا جب خدیجہ کا غلام میسرہ حاضر خدمت ہوا تو اسنے اس سفر کے برکات وکثرت نفع کا ذکر کیا حضرت خدیجہ نے پوچھا کہ آنحضرت کے سر مبارک پر تونے سایہ دیکھا تھا اُسنے عرض کی کہ جس روز سے مین حضور سے رخصت ہوا اُسوقت سے برابر اسیطرح ہم سب کو مشاہدہ ہوا کہ جیسا آج حضور نے دیکھا ہے پھر میسرہ نے نسطور راہب کا اور یہودی تاجر کا سب قصہ بیان کیا۔ اُسی وقت سے حضرت خدیجہ کو یہ رغبت ہوئی کہ آنحضرت صلعم کے ساتھ نکاح کرین۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا قبیلۂ قریش مین اپنے حسن وجمال مین اور کثرت مال ودولت مین اور عقلمندی وخوبی وعفت مین ممتاز و معروف تھین اور اکثر رؤسائے قریش نے نکاح کا پیغام دیا مگر بی بی خدیجہ نے منظور نہ کیا چونکہ اس پاکدامن بی بی کو اللہ تعالے نے اپنے رسول حبیب کے لیے مختار فرمایا تھا اس شان سے اسکا سامان ہوا اور بعد رضامندی طرفین کے ابوطالب آپ کو لیگئے اور مجلس مین خود نکاح کا خطبہ پڑھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل جمیلہ اپنی وسعت کے موافق بیان کیے اور ایک روایت یہ کہ مہر اپنے مال سے ادا کیا اور خدیجہ رض کی طرف سے ورقہ بن نوفل اُنکے چچازاد بھائی نے اور عمرو بن اسد اُنکے چچا نے قبولیت تمام کی۔ ابوطالب نے عمرو بن اسد کو خاص اصرار سے شریک کیا۔ شاید یہ وجہ ہو کہ ورقہ بن نوفل نے کیش بت پرستی چھوڑ کر دین نصرانیت اختیار کر لیا تھا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اول وحی نازل ہوئی تو ورقہ بن نوفل نے آپ کو نبوت کی بشارت دی اور عداوت قوم وہجرت کے علامات بیان کیے اور آپ کی نصرت کے واسطے

لہذا سترھوین سال زبیر بن عبد المطلب نے یا عباس بن عبد المطلب نے ابوطالب سے درخواست کی کہ امسال ہم چاہتے ہین کہ محمد صلعم کو ساتھ لیکر تجارت کے لیے یمن لے جاوین اُدھر کچھ خطرہ نہین ہی اگر آپ اجازت دین ابوطالب نے منظور کیا اور بے شمار عجائبات مشاہدہ ہوے بیسوین سال صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک قافلہ مین تجارت کے قصد سے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیر کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے وہ فوراً سر سبز و پھلدار ہوگیا وہان ایک راہب رہتا تھا اُسنے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ اس امت کا پیغمبر ہے حاشا کہ تم اسکو آگے نہ لیجاؤ ابوبکر رضہ نے بھی مال بنفع کثیر وہان فروخت کیا اور واپس آئے سال پچیس سے بعثت تک پچیسوین سال ابوطالب نے آپ کو تجارت کی ترغیب دی کیونکہ قریش کی اصلی کمائی یہی تجارت تھی سواے اسکے کہ عرب کے لوگ انکو متولی حرم محترم و مجاور بیت اللہ سمجھکر ہر طرف سے ہدیہ بھیجا کرتے تھے لہذا یہ لوگ گرمی کے موسم مین شام وغیرہ وغیرہ کی طرف تجارت کے لیے جاتے اور جاڑے مین نجد و یمن وغیرہ کی جانب جاتے تاکہ معتقدین سے نذرانہ مع نفع تجارت کے کما لاوین۔ ابوطالب نے چاہا کہ آپ کے پاس مال کی کثرت ہوجاوے تاکہ قریش کی سرداری کے لیے جس طرح ذاتی فضائل مین اشرف ہین اسی طرح مالی وسعت مین بھی فائق ہون اور خود عذر کیا کہ کثرت عیال سے مجھ مین اس قدر وسعت نہین ہی کہ آپ کے لیے مال کثیر علیحدہ کرون بالفعل خدیجہ بنت خویلد لوگون کو مضاربت کے طریقے سے مال دیتی ہی یقین ہی کہ آپ کی دیانت و امانت پر نظر کرکے ضرور آپ کو مال دے اور ابوبکر وغیرہ آپ کے جان نثار دوست ہین اُنکے ساتھ تجارت کو جائیے خدیجہ نے جب یہ سُنا تو کہلا بھیجا کہ میرا مال لیجیے اور قریش کے مضارب سے دوچند منفعت آپ کے واسطے مجھے منظور ہے اور اپنا غلام میسرہ نام ساتھ کردیا اور اپنے قرابتی خذیمہ بن حکیم کو بھی ساتھ کیا اور ایک قافلہ مین آپ روانہ مصر ہوے راہ مین خذیمہ نے عرض کیا کہ اتفاق سے اونٹ رفتار سے عاجز معلوم ہوتا ہی آپ نے فرمایا کہ صبح کو مجھسے کہنا۔ جب صبح کو قافلہ تیار ہوا تو میسرہ نے حال عرض کیا آپ نے اونٹ کی ٹانگون پر ہاتھ مل دیا اور فرمایا کہ بسم اللہ چل وہ اونٹ نہایت تیزی و قوت سے قافلہ کے آگے ہوگیا۔ خذیمہ نے کہا کہ عنقریب محمد کے واسطے شان عظیم درپیش ہی۔ جب نواح شام مین پہونچے تو ایک مقام پر نزول ہوا اور جنگل سے چوراہون پر راہبون کے دیر ہر جگہ بنے ہوے تھے قافلہ کے لوگ اپنی ضروریات مین مشغول ہوے اور آنحضرت تنہا ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے وہ فی الحال سبز و شاداب ہوگیا۔ راہب نے جو یہ تماشا دیکھا تو فی الفور صومعہ سے اتر آیا اور اپنے ساتھ ایک حریر کا ٹکڑا لایا اور آنحضرت کے پاس کھڑا ہوکر کہنے لگا کہ مجھے اپنی انجیل کی قسم ہی کہ یہ ضرور وہی ہی اور کبھی آنحضرت کو دیکھتا اور کبھی اُس پارۂ حریر کو دیکھتا تھا۔ خذیمہ بن حکیم نے جو یہ حالت دیکھی تو اُن کو گمان ہوا کہ نصرانیون نے اس راہب کے پاس آپ کا حلیہ بھیجا ہی تاکہ جہان پاوے مار ڈالے چنانچہ سابق مین بحیرا راہب کے معاملہ سے قریش مین یہ قصہ مشہور ہوگیا تھا۔ خذیمہ نے بمجرد اس خیال کے فوراً تلوار کھینچ لی اور قافلہ کے لوگون کو آواز دی راہب مذکور اس حالت کو دیکھکر ڈر گیا اور فوراً بھاگ کر صومعہ کا دروازہ بند کرلیا اور کوٹھے پر چڑھ کر کہا کہ اے گروہ قریش تم نے کیون یہ کام کیا جس سے ایک بے گناہ کو جو تمھارا خیرخواہ ہی قتل کرتے ہو اور واللہ اس مقام پر آج تک کوئی قافلہ نہین اُترا کہ جو تمھارے اس قافلہ سے زیادہ مجھے محبوب ہوتا خصوصاً مجھ فقیر کو کاروان سے کچھ سروکار نہین ہے ولیکن تمھارے قافلہ مین وہ شخص جو فلان درخت کے نیچے

صومعہ معطر و روشن ہوگیا اور طعام کہانے کی حالت مین بحیرا سب علامات خاتم الانبیاء غور سے دیکھتا رہا بعد فراغت کے بحیرانے ابوطالب سے درخواست کی کہ آپ مع صاحبزادے کے توقف فرماوین کہ مجھے کچھ عرض کرنا ہی پھر کہا کہ یہ صاحبزادہ آپکا بیٹا ہی- ابوطالب نے کہا ہان بحیرانے کہا کہ میرے خیال مین اسکے ماں باپ انتقال کرچکے ہین ابوطالب نے کہا کہ اے راہب فی الحقیقۃ یہی ہی اور مین اسکا چچا ہون ولیکن یہ مجھے اپنی اولاد سے زیادہ محبوب ہی- بحیرانے آنحضرت سے عرض کیا کہ میرا کچھ عرض کرنا اگر ناگوار نہو تو عرض کرون آپ نے اجازت دی- بحیرانے مغالطہ سے آزمائش کرنیکا قصد کیا اور کہا کہ آپ کو لات وعزیٰ کی قسم ہی کہ ٹھیک جواب فرماوین آپ نے کہا کہ یہ قسم مجھسے دور رکھ کہ واللہ اس سے زیادہ ناگوار کلمہ میرے نزدیک نہین ہی- بحیرانے کہا کہ باللہ میرا سوال ہی فرمایا کہ پوچھ بحیرانے علامات خاتم الانبیاء دریافت کرنے شروع کیے اور سب مطابق پائے جیسے پوچھا کہ آپ سو جاتے ہین فرمایا کہ میری آنکھین سوتی ہین اور دل نہین سوتا- بحیرانے ابوطالب وغیرہ سے کہا کہ انکی آنکھ سے یہ سرخی کبھی زائل ہوتی ہی- جواب دیا کہ نہین پھر اُسنے کہا کہ پشت مبارک کے اوپر مجھے نظر کرنے کی اجازت عطا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے انکار کیا ولیکن جب بحیرانے عجز سے الحاح وتضرع کیا اور ابوطالب سے شفاعت کی درخواست کی تو ناچار آپ نے صرف گردن مبارک سے کچھ دور لباس ہٹانا منظور کیا- راہب نے کہا کہ اسی قدر میرے واسطے کافی ہی جب اُسنے دونون شانہ کے درمیان نگاہ کرکے خاتم نبوت کو دیکھا تو اسکی ہیبت سے تھرتھرانے لگا اور ابوطالب وغیرہ اس حالت سے متحیر ہوے بحیرانے بہت ادب کے ساتھ بوسہ دیا اور آپ کے ہاتھ پاؤن چومے اور کہا کہ اے قوم واللہ یہی سید العالمین رحمت عام الٰہی ہے ای قوم تم کو مبارک ہو- قریش نے آپسمین کہا کہ راہب کے نزدیک محمد کا بڑا مرتبہ ہی- بعد اسکے بحیرانے ابوطالب سے کہا کہ ای سردار قریش تمنے میرا سچ وجھوٹ معلوم کرلیا کہ کیونکر مین نے تم کو سچے حال سے آگاہ کردیا اب تم میری بات مانو کہ اس سردار خلق کو شام مین ہرگز نہ لیجاؤ- اسوقت یہود ونصاریٰ سب اسکے دشمن ہین اور سب کی شناخت وعلم مین یہی اسکا زمانہ ہی اور میری طرح ہر ایک عالم جسکو انبیاء کا علم ہے دیکھتے ہی اسکو پہچان جائیگا اور ان دشمنون سے اسکی جان کا خطرہ ہی یعنے شاید کچھ صدمہ پہونچے- روایت ہے کہ ابوطالب اس گفتگو سے متردد ہوے اور ہنوز قافلہ روانہ نہوا تھا کہ راہب کے یہان کچھ راہب اور کچھ فوجی سوار آئے- راہب نے انکو رخصت کیا تو خوف زدہ ابوطالب کے پاس آیا اور کہا کہ جو کچھ مین نے تم سے کہا تھا دیکھو یہ جماعت بدکار جو میرے یہان آئے تھے اُسی قسم مین سے ہین انھون نے مجھسے بیان کیا کہ ہم لوگ بارہ جماعتین بارہ راستون پر بھیجے گئے ہین کیونکہ ستارۂ محمدی طلوع ہوگیا ہی تو ہم کو حکم ہی کہ جہان کہین اسکو پاوین قتل کرین لہذا شناخت کے واسطے تجھے بھی ہمارے ساتھ شریک ہونا چاہیے- مین نے ان بدکارون سے کہا کہ تم نے اچھی کوشش اختیار کی ولیکن میری رائے مین ایک امر غور کے قابل ہی یعنے اگر وہی شخص ہوگا جسکی تعریف اللہ تعالےٰ کی آسمانی کتابون مین ہی تو تم لوگ ہرگز اُسکو قتل نہین کرسکتے ہو کیونکہ خدا نے یہ مقدر کیا ہی کہ اُسکا دین تمام عالم پر محیط ہو تو یہ ضرور ہوگا اور اگر وہ نہین ہے تو تم کسی بیگناہ کے قتل سے کیا فائدہ پاؤگے وہ لوگ کچھ نادم اور کچھ ناخوش ہوکر میرے یہان سے چلے گئے ہین- مین نے انکو ایک راستہ بتلادیا ہی ابوطالب یہ سنکر اندیشہ مند ہوے اور اسباب تجارت سب وہان فروخت کیا اور خدا تعالےٰ نے حسب دلخواہ نفع عنایت کیا جس سے اہل مکہ کو یقین تھا کہ اسقدر جلدی یہ نفع کثیر فقط محمد صلعم کی برکت ہے

چاہا کہ آنحضرت کو مکے مین چھوڑ جاوین آپ نے فرمایا کہ ای عم بزرگوار اس بے مان باپ کے یتیم کو کہان چھوڑے جاتے ہو ابوطالب کا دل بھر آیا اور کہا کہ ای فرزند میرے ساتھ چلو گے آپ نے منظور کیا۔ قافلہ روان ہوکر منزلین طے کرکے مصر سے دو فرسخ پر ایک موضع مین اُترا جسکو کفر کہتے تھے یہ موضع فقرائے رہبان کا مسکن مشہور تھا اور راہبان زمانہ مین سے بحیرا راہب بہت مشہور اور کتب سابقہ و اقوال انبیاء سے آگاہ تھا اُسکو پیغمبر آخر الزمان کے اوصاف و حالات سے خوب آگاہی تھی اُسنے معلوم کیا کہ خاتم النبیین اس موضع کو اپنے قدم سے سرفراز فرماویگا اس امید پر وہان مسکن اختیار کیا تھا مترجم کہتا ہے کہ اکثر بشارات کی کیفیت مین یہود و نصاریٰ نے غلط کیا اگرچہ بحیرا راہب نے غلطی نہ کی ہو مثلاً بہت سے نصرانی یہ سمجھے کہ وہ کوئی عظیم الشان بادشاہ ہوگا اور موضع کفر مین اُسکی تشریف آوری کچھ شاہانہ شان و تزک کے ساتھ خیال کی اور شک نہین کہ سابق بشارات نہایت عمدہ تفصیل کے ساتھ تھین حتی کہ ایام کی تعیین بھی تقریباً ٹھیک معلوم تھی اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ دراز تک کے واقعات حتی کہ میدان کربلا کے حالات ان کتب مین مذکور تھے چنانچہ کعب احبار نے دریائے فرات کے کنارے میدان کربلا سے گزرتے وقت وہان دیر تک توقف کرکے غور کیا اور خلاصہ واقعہ بیان کیا اسی طرح جب ابوجعفر منصور عباسی خلیفہ نے بغداد بنانے کا قصد کیا تو اُس سے ایک راہب نے کہا کہ اس شہر کو فلان نام کا شخص تعمیر کریگا۔ یہ نام خود منصور کو اُسکی دائی کہا کرتی تھی۔ بالجملہ حمقائے اہل کتاب نے جنکی نظر بین دنیا رہی ہوئی تھی اکثر بشارات صحیحہ کے معنے غلط لگائے۔ پھر جب آنحضرت صلعم کی نبوت سے جہان روشن ہوگیا تو عداوت و رعونت و جہالت مین راندے گئے اور مانند کتاب الٰہی کے کتب انبیاء مین بھی تحریفات کر ڈالین۔ بالجملہ موضع کفر راہبون کا مسکن تھا اور بحیرا بھی خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی امید ملازمت پر رہتا تھا۔ جیسے یہود نے آپکا دار ہجرت یعنے مدینہ اسی آرزو مین اختیار کیا تھا اور جو بوڑھا مرتا وہ اپنے فرزندون کو وصیت کرتا کہ جب حضرت خاتم النبیین یہان آوین تو میری طرف سے سلام عرض کرنا اور تم فوراً ایمان لانا۔ القصہ جب قافلہ موضع کفر مین اُترا تو بحیرا نے صومعہ سے دیکھا کہ گھاٹی سے ایک قافلہ اُترتا ہے جسپر شان رحمت الٰہی کے آثار چمکتے ہین یعنے شدت حرارت مین ابر کسی پر سایہ کیے ہوے ہے اور درخت و پتھر کسی کے آگے سر جھکاتے ہین ولیکن کور باطن آدمیون کو نظر نہین آتے جیسے انکی آواز کہ السلام علیک یا رسول اللہ۔ بحیرا مارے خوشی کے سب بھول گیا اور ہمہ تن اس کاروان کو دیکھنے لگا اور اُسکو یقین ہوگیا کہ مدت سے جسکے انتظار مین تھا وہ اسی قافلہ کا سالار ہے یہانتک کہ قافلہ اُس باغ مین اُترا اور ابوطالب نے آنحضرت کے لیے ایک درخت کے نیچے بستر بچھایا۔ بحیرا نے دیکھا کہ ایک مرد نوجوان ہے جسکے چہرے سے آفتاب شرمندہ ہے جیسے ہی اُسنے زیر درخت قیام کیا وہ ابر درخت پر آیا اور قدرت حق سے وہ فوراً سبز و خرم ہوگیا بحیرا نے قافلہ کے پاس پیام بھیجا کہ آپ لوگ آج میری مہمانی قبول فرمائیے قافلہ کو اس امر سے کچھ وسواس اور کچھ حیرت ہوئی کہ ہمیشہ قافلہ یہان آیا تو راہب کسی سے بات نہ کرتا۔ آج یہ کیا خلاف معمول پیام ہے۔ بحیرا نے بالحاح تمام تسکین دی حتی کہ اُسکی دعوت مین سب لوگ حاضر ہوے ولیکن ابوطالب نے آنحضرت کو منزل مین آرام کے لیے مع خادم چھوڑ دیا۔ بحیرا نے سب کو تامل سے دیکھا پھر صومعہ پر چڑھکر نظر کی تو بارہ ابر منوز درخت پر تھا بحیرا نے اُتر کر کہا کہ آپ سے یہ التماس تھا کہ سب تشریف لاوین حالانکہ بعضے نہین آئے۔ جواب دیا کہ سواے ایک خرد سال کے سب آئے ہین اُسنے الحاح کیا کہ انکو بھی ضرور لائیے حارث بن عبد المطلب جاکر آنحضرت کو لائے بحیرا نے دیدۂ بصیرت سے دیکھا

کرتے کہ یہ میرا فرزند حاکم ہوگا۔ چند روز کے بعد یمن کے چند قائف آئے جو علم قیافہ مین مشہور تھے انھون نے آپ کو دیکھکر عبد المطلب سے کہا کہ ای شیخ اس فرزند کی نگہداشت رکھو کیونکہ مقام ابراہیم مین جو نشان قدم ہی (حضرت ابراہیم کے قدم کا نشان ہی) اس سے اسکا قدم نہایت مشابہ ہی ہم نے آجتک ایسا قدم نہین دیکھا۔ عبد المطلب نے اپنے بیٹے ابوطالب کو انکا قول سنایا اور ام ایمن سے کہا کہ تو اسکی حفاظت مین بہت ہوشیاری سے مشغول رہا کر کیونکہ اہل کتاب یہ زعم کرتے ہین کہ یہی اس امت کا پیغمبر ہے۔ عبد المطلب سال پنجم کے آخر مین یمن گئے تھے وہان سیف ذی یزن بادشاہ یمن نے اس بارہ مین بہت اسرار بیان کیے اور وعدہ لیا کہ سال آیندہ مین جانب صنعاء آوین اور بعضے علامات تحقیق کرتے لاوین۔ لیکن سال ششم مین خبر آئی کہ بادشاہ نے انتقال کیا اور اسی سال خود عبد المطلب نے رحلت کی کہتے ہین کہ چند سال پے درپے مکے مین قحط و عسرت سخت پھیلا کھیتی دودھ سے سوائے نام کے نشان نہ رہا اور فقر و فاقہ نے بیطاقتی کی انتہا کر دی قریش قریب ہلاکت پہونچے عبد المطلب کی بھتیجی رقیہ کہتی ہین کہ اتفاق سے مین نے آخری رات مین خواب بلکہ بیداری مین دیکھا کہ ایک ہاتف کہتا ہی کہ ای گروہ قریش پیغمبر آخر الزمان کے ظہور کا زمانہ ہی اگر تم لوگ اسکی پیروی کروگے تو بارش و فراخی تم کو بہتر نصیب ہوگی فی الحال دیکھو کہ جو کوئی تم مین سے گورا رنگ بلندی مائل کشادہ پیشانی دراز ابرو صاحب فخر و نسب ہے اُس سے کہو کہ اپنے فرزند صغیر کو لیکر باہر آوے اور ہر خاندان قریش مین سے ایک شخص غسل کرکے خوشبو لگا کر اُسکے پیچھے جاوے اور سات بار طواف کرکے کوہ ابوقبیس پر جاکر اس فرزند کو آگے کرکے دعا مانگے اور باقی لوگ آمین کہین تاکہ خدائے تعالے بارش نصیب کرے رقیہ نے کہا کہ صبح کو مین نے اس واقعہ سے جس کسی کو اطلاع دی قسم حق حرم کی کہ اُسنے فوراً کہا کہ یہ شخص عبد المطلب ہی اور قوم مین یہ خبر مشہور ہوگئی اور موافق بیان ہاتف کے سبنے عمل کیا اور عبد المطلب آنحضرت کو گود مین لیے ہوے باہر آئے اور آپ کو آگے کرکے بارش کی دعا مانگی واللہ ہم لوگ ہنوز وہان حاضر تھے کہ فوراً آسمان ابر سے بھر گیا اور پانی اس شدت سے برسا کہ وادی و تالاب و جھیلین بھر گئین۔ قریش کے صنادید مانند عبد اللہ بن جدعان و شہاب بن المغیرہ وغیرہ نے جو یہ کیفیت مشاہدہ کی تو آنحضرت صلعم کی مبارک طلعت سے مانوس ہوے اور عبد المطلب سے کہا کہ آپکو یہ نعمت عظمیٰ مبارک ہو۔ شروع سال ہفتم مین عبد المطلب نے بھی اس جہان فانی سے کوچ کیا اور آنحضرت کو سگے چچا ابوطالب کے سپرد کرکے کامل وصیت کی اسی سال نوشیروان و حاتم طائی نے انتقال کیا۔ ابوطالب نے عبد المطلب سے بھی زیادہ آنحضرت کی خدمت مین سعی کی حتی کہ ایک لحظہ جدائی ناگوار رکھتے تھے اور راتون کو اپنے بستر پر سلاتے اور دیکھتے رہتے تھے۔ اولاد ابوطالب مانند طالب و عقیل وغیرہ کے جب تنہا بیٹھکر کھاتے تو سب کھا لیتے اور بھوکے رہ جاتے اور جب آنحضرت کے ساتھ بیٹھتے تو بخوبی سیر ہو جاتے اور طعام باقی رہ جاتا تھا لہذا ابوطالب اپنے حق مین آنحضرت کا ہونا موجب برکت جانتے اور روز بروز فلاح بڑھتی جاتی تھی لہذا اپنی اولاد سے بڑھکر آپ کو پیار کرتے تھے ابوطالب کی رعایت و حمایت اس عمر سے آخر زمانہ تک برابر باقی رہی چنانچہ بعض کلمات سے واضح ہوگا بالجملہ آپ اس پیار سے خوش و خرم رہے یہانتک کہ سن مبارک بارہ برس کا ہوا اس عرصہ مین ہزارہا عجائب و غرائب آپ کی ذات مبارک سے روز و شب ظاہر ہوتے تھے جو کتب تواریخ سیرت مین مطول مذکور ہین

سال سیزدہم سے سال پچیس تک

تیرھوین سال کے شروع مین ابوطالب نے جانب مصر و شام کا قصد کیا اور بنا بر ضرورت

پتہ لگا کہ محمد وادی تہامہ مین ہی اور دوسری روایت مین ہی کہ ابوجہل اپنے اونٹ پر ساتھ لایا تھا اور تیسری روایت مین مسعود ثقفی وعمرو بن نوفل کا نام ہی اور مترجم کے نزدیک توجیہ یہ ہی کہ عبدالمطلب بھی روانہ ہوے اور ثقفی وابن نوفل کچھ دور آگے بڑھے اور ابوجہل اُس طرف سے آتا تھا اُسنے آپ کو دیکھا کہ درخت سے کھیلتے ہین نام پوچھکر اپنی ردیف مین بٹھالیا ولیکن اونٹنی نے چلنے سے انکار کیا ہرچند کوشش کی اُسنے غصہ و سرکشی کی - ابوجہل نے خوف کرکے آنحضرت کو آگے بٹھا لیا تو اونٹنی فوراً کھڑی ہوئی اور خوشی سے روانہ ہوئی تھوڑی دور پر ثقفی وابن نوفل مل گئے انھون نے اس امر کو آزمایا تو اُنکے سواریون نے بھی اُس وقت قدم اُٹھایا جب آنحضرت آگے بیٹھے - پھر کچھ دور چلکر عبدالمطلب کو پایا اور اُنکے حوالہ کیا اور ابوجہل نے یہ عجیب واقعہ جو اونٹنی سے متعلق تھا بیان کیا عبدالمطلب نے حلیمہ کو تسکین دینے کے لیے اُسکے حوالے کیا اور ساتھ ساتھ حضرت آمنہ کے گھر لائے اور خود جاکر بہت سے اونٹ قربانی کیے اور لانے والونکو انعام دیا اور حلیمہ کے واسطے نعمت کثیر مہیا کی - حلیمہ کہتی ہین کہ مین نے بی بی آمنہ سے شق الصدر کا حیرتناک قصہ بیان کرکے کہا کہ اسی واقعہ کی وجہ سے مین جدائی پر صبر کرتی ہون اُس بی بی نے یہ قصہ سنکر کچھ بھی تحیر نہین کیا بلکہ مجھسے فرمایا کہ ہان میرے اس فرزند کے بارہ مین کوئی شان عجیب ہی کیونکہ اسکی ولادت کے زمانہ مین خود مین نے بہت عجیب و عظیم واقعات دیکھے ہین (کمافی روایۃ بعض السنن والمسانید) حلیمہ کو پھر واپس لیجانے کی جرأت نہ ہوئی ولیکن اکثر اوقات آیا جایا کرتی تھین **تنبیہ** واضح ہو کہ شق الصدر مین اوپر سے ٹانکے کے نشان ظاہر کر دیے گئے حالانکہ اسکی کچھ ضرورت نہین تھی اس سے قوم کو اس معجزہ کی تصدیق عطا کی - اور حرم مین ابوجہل وغیرہ سب کو تنبیہ کی گئی کہ تمھاری بہتری اسی مین ہی کہ اسکی امامت قبول کرو نہین تو ہلاک کیے جاؤ گے واضح ہو کہ اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف قریب چار برس کے تھی **واقعات چار سے چودہ سال تک** واضح ہو کہ ایک قول یہ ہی کہ جب حلیمہ نے آنحضرت کی والدۂ ماجدہ سے شق الصدر کا حال کہا تو انھون نے فرمایا کہ مین نے اس فرزند کی ولادت مین اس سے بہت زیادہ عجائبات دیکھے ہین اور حلیمہ کی تسکین کرکے فرمایا کہ اسکو ابھی اپنے ساتھ رکھے کیونکہ سوائے مکہ سخت گرم ہی یہ بات حلیمہ کی عین مراد تھی اس قول کے موافق غالباً شق الصدر پورے تین برس پر واقع ہوا اور اسکے بعد حلیمہ دوبارہ لے گئین ولیکن بعد چندے یہ سوانح شروع ہوے کہ اکثر اوقات آپ حلیمہ کی نظر سے غائب ہوجاتے تھے لہذا ایک سال کے بعد جب عمر شریف پوری چار برس کی ہوئی حلیمہ نے مضطرب ہوکر آپ کو مکے مین پہونچا دیا - یہ مین نے اسلیے کہا کہ صحیح قول کے موافق آپ کی والدہ نے پانچوین سال انتقال فرمایا ہی بہرحال آپ کی والدہ نے آپکو اُم ایمن کے ساتھ لیکر جانب مدینہ سفر کیا تاکہ وہان اپنے اقارب سے ملاقات کرین اور ایک مہینہ رہکر جب مراجعت کی تو مقام دارالنابغہ مین پہونچکر بقضاے الٰہی انتقال کیا اور کہتے ہین کہ اسی مقام پر آپ کے والد کا بھی مدفن ہی - اُم ایمن آپ کو مکے مین لائین - عبدالمطلب آپکو گود مین لیکر بہت روئے - اتفاق سے ایک کاہن جو کہانت مین مشہور تھا مکے مین آیا تھا اُسنے دیکھکر کہا کہ اے قریش اس طفل کو قتل کر دو نہین تو بڑا ہوکر تم مین پھوٹ ڈالے گا اور تم کو قتل کریگا قریش کو قتل کی جرأت نہوئی ولیکن خائف ہوکر آپ سے پرہیز کرنے لگے اور عبدالمطلب آپ کو مکان مین مخفی رکھتے تھے اور اکثر اوقات رات و دن مین خود نگہداشت کرتے اور جب حالات سے وقوف ہوا تو اکثر کہا

محمد صلعم کے لپٹ گیا اور چلایا کہ اے قوم اس کو قتل کرو اور مجھے بھی اسکے ساتھ قتل کرو قسم ہے لات وعزیٰ کی کہ اگر بڑا ہو گا تو تمہارے عقلمندون کو احمق تبلاویگا اور تمہارا دین مٹاویگا اے قوم میرا کہنا مانو۔ حلیمہ کہتی ہین کہ جیسے ہی اسنے یہ کلمہ کہا مین نے اسکا ہاتھ مڑوڑکر محمد کو اس سے چھڑا لیا اور کہا کہ کیا تو دیوانہ ہو گیا ہی جو ایسی بیہودہ گفتگو کرتا ہی تو اپنی خبیث جان کو قتل کرنیکے لیے کسیکو تلاش کر لے۔ ہم لوگ محمد کے حق مین ہرگز یہ خیال نہ کرینگے اور ہم وہان سے آپ کو لیکر چلے آئے ولیکن میرے شوہر نے اور دیگر عزیزون واقارب نے کہا کہ یہ معاملہ پیچیدہ ہو گیا کہ اس خبیث نے یہ کلمہ کہا اور یہ بات رفتہ رفتہ اُس ناپاک کی ذات سے عرب مین پھیل جائیگی اور ہم لوگ ابتدائے ولادت کا حال سن چکے ہین کہ عرب کے یہودی اس فرزند کی ولادت سے غمناک ہین وہ کہتے ہین کہ یہ ہمارا قاتل ہو گا اب یہی مصلحت ہی کہ رنج جدائی گوارا کر کے اسکو صحیح سالم عبد المطلب کے پاس پہونچادے ایسا نہو کہ یہ غم ہماری قسمت مین عمر بھر کا داغ ہو جاوے کیونکہ ہر طرف اسکے دشمن بہت ہو جاوینگے اور ہنوز یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ اسکے ساتھ کیا معاملہ واقع ہوا ہی۔ آخر یہی رائے قرار پائی کہ مکے مین پہونچا دینا ضرور ہی جب عزم مصمم ہوا تو رات ہی کو ہاتف غیبی نے آواز دی کہ اب خیر و برکت وامن وامان دیار بنی سعد سے رخصت ہوتے ہین بطحا و مکہ کو مبارک ہو کہ اے خیر البشر تو وہان مقیم ہو گا اسوقت اہل حرم حوادث زمانہ سے محفوظ ہونگے۔ حلیمہ کہتی ہین کہ صبحکو مرکب پر سوار ہو کر محمد صلعم کو آگے بٹھالیا اور بحکم ضرورت اس فراق پر دل مضبوط کر کے روانہ ہوئی راہ مین ایک لمحہ بھی مجھے مجال نہ تھی کہ اُس فرزند ارجمند سے غافل ہو جاؤن اسلیے کہ اطراف وجوانب سے ہولناک وسخت آوازین سننے مین آتی تھین یہانتک کہ مع الخیر مکے کے دروازے پر پہونچی۔ وہان بحکم ضرورت مین اُتری واصلاح شان کے واسطے مین نے اس گوہر گرانمایہ کو بھی اُتار لیا ایک لحظہ گزرا ہو گا کہ مجھے ایسا نظر آیا کہ ابر سفید اترا اور آوازین سننے مین آئین۔ مین نے قضاے حاجت سے جلد فراغت کی ولیکن ہر چند اطراف وجوانب مین نظر کی محمد صلعم کو نہ پایا اُسی وقت مجھے بہت سخت اضطراب ہوا اور مین بے اختیار رونے پیٹنے لگی میری حالت پر ہر شخص ترحم کرتا تھا اور میری حالت غم کی وجہ سے ایسی تباہ ہو گئی کہ نہ مین وہان ٹھہر سکتی تھی اور نہ حرم مین داخل ہو کر فریاد کر سکتی تھی کہ اتنے مین ایک پیر مرد میرے سامنے آیا اور میرا حال پوچھا مین نے اُس سے یہ حال بیان کیا اور کہا کہ رب ابراہیم کی قسم اگر میرا پیارا فرزند نہ ملا تو مین اپنی جان دونگی بوڑھا بولا کہ ہمارے داتا ہبل پاس چل وہ چاہے تو واپس دے مجھے غصہ آیا اور مین نے کہا کہ اے بوڑھے شاید تجھے نہین معلوم کہ یہ وہ فرزند ارجمند ہی جسکی ولادت کے دن لات وعزیٰ اور ہبل پر کیا گزری تھی وہ بولا کہ اے عورت شاید غم سے تیرے حواس درست نہین ہین کہ تو بیہودہ ہذیان بکتی ہی۔ آخر وہ مجھے لے گیا اور سجدہ وعاجزی کے بعد کہنے لگا کہ اے ہمارے معبود اس عورت کا یہ حال ہی کہ اسکا فرزند محمد نامی گم ہو گیا ہی اگر ترحم کرو تو اسکا فرزند اسکو واپس کردو۔ بوڑھے نے ہنوز اپنا کلام پورا نہ کیا تھا کہ ہبل اوندھا گرا۔ اور اُسکے جوف مین سے ایک آواز نکلی کہ مجھے اُسکی شان سے کیا تعلق ہی بلکہ وہی ہم کو خوار کریگا اور ذبح اکبر اُسی کے ہاتھ ہی اسکو اسکے معبود سے مانگو۔ یہ حالت دیکھکر وہ بوڑھا وہان سے نکل کر مجھسے کہنے لگا کہ واللہ مین نے ایسا حال کبھی نہین دیکھا اور بیشک تیرا فرزند شان عظیم رکھتا ہی مین نے مایوس ہو کر عبد المطلب سے یہ حال کہا وہ سردار قریش اُٹھے اور قریش سے استمداد چاہی اور قریش کے لوگ ہر طرف سوار وپیادہ تلاش مین دوڑے اور عبد المطلب خود طواف کعبہ مین دعا کرنے لگے۔ پھر ایک روایت مین ہی کہ ہاتف کی آواز سے

چراگاہ کی طرف دوڑے اور میرے شوہر نے زبیر سے حال پوچھا اُسنے کہا کہ یکایک دو مرد ظاہر ہوے اور محمد کو اٹھا کر پہاڑ پر لیگئے اور سینہ چاک کر ڈالا۔ مین انکو اسی حال مین چھوڑ آیا تھا۔ حلیمہ بیتاب ہوکر فریاد کرتی تھی اور اُسکے شوہر کو یہ گمان ہوا کہ کسی دشمن قبیلہ کے لوگون نے یہ ظلم کیا ہی کہ گھات سے اُسکو یہ صدمہ پہونچایا۔ زبیر نے کہا کہ ای باپ یہ دونون مرد ہوا سے اُترے تھے ہر حال افتان وخیزان وہان تک پہونچے۔ الحمد للہ یہ دیکھا کہ آپ پہاڑ پر سراسیمہ بیٹھے ہین اور چہرے مبارک کا رنگ کسی قدر پھیکا ہی اور باقی سب خیریت ہی۔ حلیمہ کے شوہر نے فوراً گود مین لے لیا اور جب دل ٹھہرا تو ہم نے کہا کہ ہماری جان تم پر قربان ای فرزند تم کو کیا ہوا تھا۔ فرمایا کہ ہوا مین دو باز سفید اُڑتے نظر آئے ایک نے کہا کہ وہ یہی ہے دوسرے نے کہا کہ ہان یہی ہے پھر وہ دونون دو مرد کی شکل اترے ایک کے ہاتھ مین آب برف کی زرین صراحی وطشت زمرد تھا مجھے یہان لاکر چت لٹایا اور حلق سے ناف تک چیر ڈالا اور جوف مین جو کچھ اعضا ہوتے ہین سب نکالے اور آب برف سے دھوئے اور دوسرے نے میرا دل نکال کر چاک کرکے اُسمین سے سیاہ نقطہ خون آلود نکالکر پھینک دیا اور کہا کہ اس مین فقط اسی قدر حصۂ شیطان تھا پھر جوف کو آب برف سے دھویا اور اعضاء واحشا اور دل کو غسل دیکر اپنے اپنے مقام پر رکھا اور میرے دلکو ایسی چیز سے بھرا کہ اس سے بہتر مین نے نہین دیکھی اور جوف کو ایسی چیز سے بھرا کہ اس سے زیادہ نرم وخوشبو کوئی چیز مین نے نہین پائی۔ انھون نے یہ سب معاملہ کیا ولیکن مجھے کچھ درد محسوس نہین ہوا اور نہ کوئی قطرۂ خون نکلا پھر سب برابر کرکے سی دیا۔ حلیمہ نے کہا ہم لوگون نے غور کیا تو سینے کے نشانات ظاہر ہوتے تھے مترجم کہتا ہی کہ یہ معاملہ اسی طرح ظاہر مین واقع ہوا تھا اور یہی علماء اہل السنۃ وعارفین اہل الحق کا مذہب ہی سواے اسکے کہ سنہ چار سو ہجری کے بعد جب لوگون مین خیالی فلسفہ پھیلا تو شیطانی حواس کا زور ہوا اور اس حدیث مین تاویلین کرنے لگے۔ حالانکہ آپکا شق الصدر تین یا چار مرتبہ واقع ہوا ہی اور آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ حالات بیان فرمائے اور اسکی روایات مشہور ہین اور اس سے منکر فقط وہی اجسام ہین جن مین شیطان رگ وریشہ مین بھرا ہوا ہی نعوذ باللہ من ذلک۔ واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ شق الصدر کا حال بیان کیا تو اس مین یہ بھی مذکور ہی کہ ان دونون ملائکہ نے مجھے اس امت کے لوگون سے وزن کرنا شروع کیا اور میرے مقابلہ مین دس آدمی رکھے مین راجح ہوا پھر سو پھر پانچ سو۔ حتی کہ ان دونون نے کہا کہ اگر تمام امت سے موازنہ کروگے تو بھی راجح ہوگا۔ القصہ حلیمہ کہتی ہین کہ ہم لوگ اسوقت آپ کو گود مین لیے ہوے گھر لائے ولیکن سب کو اس واقعہ سے حیرت دامنگیر تھی بالخصوص اس وجہ سے بھی کہ بنی سعد مین سے کوئی گھر نہ تھا کہ جس سے مشک کی خوشبو نہ آتی ہو اور میرا گھر بالخصوص آپکی خوشبو سے بالکل مہک رہا تھا۔ جب ہم گھر آئے تو بنی سعد مین سے ایک جماعت نے کہا کہ اس فرزند پر جن کا خلل ہوگیا ہی کسی کاہن کو دکھلانا چاہیے۔ فرزند حبیب نے کہا کہ تم لوگ کس خیال مین ہو مین بالکل صحیح سالم ہون تمھارا خیال غلط ہی قوم نے اس فصاحت سے بھی تعجب کیا اور کہا کہ اس قدر صغیر بچہ یہ باتین نہین کرسکتا ہی ضرور خلش ہی اور بچہ کی بات کا بھی اعتبار نہین ہوسکتا ضرور کسی کاہن کے پاس لے چلنا چاہیے ایسا نہو اسکی ذات مبارک سے کوئی رویان میلا ہو وہان سے نزدیک ایک کاہن مشہور تھا اسکے پاس لیگئے مین نے حال کہنا چاہا اُسنے کہا کہ اس لڑکے کو اپنی گود سے اتار دے کہ یہ خود اس واقعہ کو بیان کرے۔ جب محمد (صلعم) نے صورت حال بیان کی اور اس خبیث کاہن نے سُنا تو جلدی سے

صحیح ہی مگر ہم کو عوام کی حفاظت رکھنا ضروری ہی اسیواسطے علما ریہان بہت سے واقعات نہین نقل کرتے جو عوام کی سمجھ سے باہر ہین کیونکہ اہل تحقیق جو سمجھنے والے ہین وہ بہت کم ہین اور عوام تو جہالت کی باتین جلد مان لیتے ہین اور حقائق کے سمجھنے سے عاری ہین کیا نہین دیکھتے کہ حضرت عیسی مسیح مین صریح عبودیت موجود تھی لیکن عوام چونکہ باریک الوہیت کو نہین سمجھتے ہین تو قیاس سے مسیح مین الوہیت مان لیتے ہین اور اسی طرح عوام الناس یہ نہین سمجھتے کہ اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہی جب وہ اللہ الوہیت والا ہی تو بتون مین یا مسیح مین کسی مین الوہیت غیر ممکن ہی اور جو بات اللہ تعم نچاہے وہ کسی طرح نہین ہوسکتی ہی اور اُسکا علم ہی تقدیر ہی تو وہ غلط نہین ہوسکتا و لیکن بتون مین الوہیت مان لیتے ہین اور اللہ تعالے مین الوہیت ماننے سے منکر ہین لہذا عوام کی حفاظت ضرور ہی اور یہ فضائل ایسے ارکان نہین ہین کہ بدون انکے ایمان نہو فافہم حلیمہ نے بیان فرمایا کہ منجملہ عجائبات کے ہر روز یہ معمول تھا کہ ایک ابر نورانی نازل ہوکر تھوڑی دیر آپکو چھپا لیتا پھر کھل جاتا تھا آپ کی برکت سے حق تعالے نے ہم کو اس قدر نعمت کثیر عطا کی کہ ہمارا قبیلہ بنی سعد ہماری طرف محتاج ہوا اور قبیلۂ بنی سعد کو اس قدر خیر و برکت عطا کی کہ دیگر قبائل اُنکے محتاج ہوے باوجود اسکے بنی سعد اپنے دشمنون سے مثل اہل حرم کے بیخوف تھے اتنی مدت تک کبھی کسی زبردست دشمن نے انکا قصد نہین کیا واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد مدت رضاعت کے بھی عرصہ تک بنی سعد مین رہے کیونکہ جب سن مبارک دو برس کا ہوا یعنے مدت رضاعت پوری ہوگئی تو آپ پوری قوت کے لڑکے تھے اس وقت حلیمہ آپکو لیکر مکے مین آپ کی والدہ کے پاس آئین حلیمہ کہتی ہین کہ ہم سب کی آرزو یہ تھی کہ کسی طرح یہ فرزند ارجمند ہمارے یہان رہے مین نے بی بی آمنہ سے کہا کہ ہواے مکہ بہت گرم ہی اور میرے مان باپ اسپر قربان ہون مجھے اس ہواے گرم سے اسکے حق مین خوف ہی اور درد جدائی سے مین نے بہت الحاح و زاری کی کہ بی بی یہی بہتر ہے کہ یہ فرزند ابھی چند مدت میرے ہی وطن مین رہے جب مین نے حد سے زیادہ اصرار کیا تو آخر مجھے اجازت ملی مین خوش ہوکر اپنے وطن کو اُسکے ساتھ واپس آئی اور اللہ تعالے کی نعمتین ہمارے بارہ مین روز بروز ترقی پر تھین **شق الصدر** حلیمہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلعم کے دو بھائی رضاعی تھے یعنے حلیمہ کے دو بیٹے تھے ہر روز جنگل مین بکریان چرانے جاتے تھے جب آنحضرت تین برس کے ہوے تو ایک روز مجھسے فرمایا کہ اے امان مین اپنے بھائیون کو نہین دیکھتا ہون - مین نے کہا کہ امان تجھپر قربان تیرے بھائی دن مین بکریان چرایا کرتے ہین - فرمایا کہ پھر مجھے اُنکے ساتھ کیون نہین بھیجتی ہو - مین نے عذر کیا و لیکن جب اصرار دیکھا تو مجھے دلشکنی گوارا نہوئی مین نے کہا کہ اچھا کل اُنکے ساتھ کردونگی - دوسرے روز مین نے تڑکے کنگھی کرکے سرمہ لگا کر کپڑے پہنا دیے اور نظر بد دور کرنے کے خیال سے جزع یمانی کا گردن بند گلے مین ڈال دیا فوراً اُسکو نوچ کر پھینکدیا اور فرمایا کہ میرا حافظ میرے ساتھ ہی پھر مین نے اُسکے بھائیون کو بہت کچھ وصیت کی کہ تم لوگ خبردار بکریون کو چھوڑ کر بہمہ تن اسکی نگاہبانی کیجیو اور اسکو چھوڑ کر بکریون کے پیچھے نہ جانا اگرچہ بکری جاتی رہے - یہ تاکید کرکے مین نے اُنکے ساتھ فرزند حبیب کو روانہ کیا لیکن میرا دل لگا رہا ہنوز دوپہر نہین ہوئی تھی کہ میرا فرزند زبیر نام ہانپتا کانپتا سراسر پسینہ مین ڈوبا ہوا فریاد کرتا تھا کہ اے امان جلدی محمد کی خبر لے شاید تو زندہ پاوے مجھے امید نہین ہی - مین نے بدحواس ہوکر فریاد کی اور قبیلہ بنی سعد مین سے جو لوگ موجود تھے مع چند عورتون کے

شاداب ہوجاتا تھا اور جس باغ مین اترتے تو میرا درخت قدرت حق سے پھلدار ہوجاتا تھا اور قبیلہ کی عورتین نہایت حیرت سے میری محتاج ہوتی تھین عجب کہ جس روز مین مکہ کی منزل مین اتری ہون مین نے وہان خواب دیکھا تھا کہ گویا مین ایک درخت عظیم الشان کے سایہ مین ہون اور قدرت حق تعالے سے وہ اسقدر پھلدار ہو کہ سب عورتین میری جانب محتاج ہین اور مجکو اپنی شہزادی سمجھتی ہین۔ بالجملہ راہ مین اسقدر عجائب وغرائب مین نے دیکھے کہ میری زبان مین اُنکے بیان کی طاقت نہین ہو **وطن پہونچنا** جب بلاد بنی سعد پہونچے تو وہی سخت خشک سالی تھی زمین سوکھی پرپٹ پڑی تھی اور بکریان بے بچہ کے دُبلی لاغر تھین۔ بیائی بکریان بے دودھ تھین۔ اللہ تعالے نے ہماری بکریون مین آثار رحمت ظاہر فرمائے سب تندرست وفربہ ہوگئین اور بھرے پیٹ واپس آتی تھین۔ اور دودھ بکثرت ہوگیا اور قوم کی بکریان ہنوز اُسی حالت پر تھین اہل قبیلہ بہت متعجب تھے۔ آخران لوگون نے التجا کی کہ ای حلیمہ تم اجازت دو کہ ہماری بکریان بھی تمھاری بکریون کے ساتھ رہین شاید اللہ تعالے یہی برکت ہمارے ساتھ بھی نازل فرمائے کیونکہ ہمارے جنگل بے آب وگیاہ ہین۔ حلیمہ نے اجازت دی تو اللہ تعالے نے قوم کی بکریون مین بھی برکت دی **خصائل آنحضرت صلعم** حلیمہ آپ کی مرضعہ فرماتی ہین کہ اس حالت مین ابتدا سے کبھی کسی زمانہ مین آنحضرت نے کپڑے پر قضاے حاجت نہین فرمائی بلکہ ہر روز ایک وقت مقرر تھا کہ مین آپکو دونون طرح کی قضاے حاجت سے فارغ کرلیتی تھی **مترجم** کہتا ہو کہ عرب چونکہ نبوت ورسالت کے معنے نہین جانتے تھے تو اس حالت مین کسیکو اس جانب گمان بھی نہ تھا دلیکن یہ عجائبات جو ظاہر ہوے تھے وہ قبیلۂ بنی سعد مین اور اس سے پہلے قریش مین حیرتناک امور کے طریقے سے معروف تھے۔ م حلیمہ بیان کیا کرتی تھین کہ یہ فرزند سعید کبھی روتا نہین تھا اور نہ کسی دوسری قسم کی بدخلقی کرتا ولیکن اگر اتفاق سے کسی وقت بدن ننگا کیا گیا تو فریاد کرتا تھا اور اس امر کو بہت ناگوار رکھتا تھا اور جب کچھ ہوش کا وقت کہلاتا ہے تو اسوقت ایسی حالت سے غضبناک ہوجاتا تھا اور سوائے اسکے کسی بات مین کبھی بدخلقی نہین فرمائی اور جب تک بنی سعد مین اس گوہر نایاب کا قدم مبارک رہا تب تک تمام قبیلہ کو طرح طرح کی خیر وخوبی شامل حال رہی اور بالخصوص خاندان حلیمہ دودھ وہی واناج وزراعت ومال ودولت سے بکثرت بھر گیا تھا۔ حلیمہ کہتی ہین کہ مجھے یاد ہے کہ ایک رات میری آنکھ کھلی تو مین نے اس بچہ سے ایسی بات سنی جس سے بہتر مین نے کبھی نہ سنی تھی لاالٰہ الا اللہ سبوح قدوس ہدات العیون والرحمٰن لاتاخذہ سنۃ ولا نوم۔ جبسے بولنا شروع کیا تو جس چیز کی طرف ہاتھ اُٹھاتے ضرور بسم اللہ کہتے اور بائین ہاتھ سے نہین لیتے تھے اور مین آپ کے خیال سے اپنے شوہر کے پاس نہین جاتی تھی اور وہ بھی محبت مین شیفتہ تھا اور اُسپر کیا موقوف ہو کر جو کوئی ایک نظر دیکھتا وہ آپ کی محبت مین بے طاقت ہوجاتا تھا آپکا بڑھنا بھی قدرت حق کا نمونہ تھا آپ ہر روز اس قدر بڑھتے جس قدر دوسرے بچے مہینہ مین بڑھتے ہین اور مہینہ مین اس قدر بڑھتے جس قدر دوسرے ایک سال مین بڑھتے **مترجم** کہتا ہو کہ بعض محدثین نے اسناد کیا کہ ماہتاب آپ کے بہلانے کے لیے قریب ہوجاتا تھا۔ بعض متاخرین محدثین نے کہا کہ میرے نزدیک اسکی اسناد اچھی ہی **مترجم** کہتا ہو کہ جن محدثین نے اس روایت کے ثبوت سے انکار کیا انھون نے عوام پر نظر کی کیونکہ اوہام اس جانب دوڑتے ہین کہ اگر ایسا ہوتا تو ماہتاب سبکے قریب ہوجاتا اور سب لوگ اسکو ملاحظہ کرتے ولیکن اہل تحقیق کے نزدیک یہ اوہام باطل ہین **مترجم** کہتا ہو کہ اہل تحقیق کا قول بیشک

وجوانب مین پھری کہ کوئی بچہ حاصل ہو لیکن مجھے نشان نہ ملا کیونکہ عورتون نے مجسے ایک روز سبقت کر کے مالدارون کے بچے
لے لیے تھے۔ اس واقعہ سے مین بہت ملول اور آنے سے نادم تھی اسی حالت مین مجھے ایک مرد معزز صورت نظر آئے جو
ہمارے قبیلہ کے فرودگاہ مین آواز دیتے تھے کہ کسی دودھ پلائی کو بچہ نہین ملا ہے دریافت سے معلوم ہوا کہ عبدالمطلب سردار
قریش ہین مین نے جاکر اپنا حال ظاہر کیا۔ فرمایا کہ تو کون ہے مین نے کہا کہ بنی سعد سے ہون حلیمہ میرا نام ہے مین ایک روز دیر
کو پہونچی تو میرے قبیلہ کی عورتون نے بچے لے لیے مین محروم رہگئی۔ خوش ہو کر فرمایا کہ سعد وحلم دو صفتین تجھین خوب ہین پھر
فرمایا کہ میرا ایک بچہ یتیم محمد نام ہے مین نے تیرے قبیلہ کی سب عورتون سے کہا کسی نے نہ لیا اور کہا کہ یتیم سے کچھ نفع کی امید نہین
ہے مین امید کرتا ہون کہ تو ہی اُس سے متمتع ہو۔ مین نے کہا کہ اچھا مین اپنے شوہر سے مشورہ کرلون۔ فرمایا کہ ہان کچھ زبردستی
نہین ہے۔ جب مین نے شوہر سے یہ معاملہ کہا تو خداے تعالے نے اُسکے دل مین خوشی پیدا کردی اُسنے کہا کہ اے حلیمہ جلدی کر
شاید اسکو دوسری عورت لیلیے میری بہن کی دختر نے کہا کہ اے خالہ بنی سعد کی عورتین تو تونگرون کے بچے لے جاکر خوش حال ہونگی
اور تم یتیم بچہ لے جاکر اسکی پرورش کے خرچہ مین گرانبار ہوگی۔ مین اس بات کو سُنکر اندیشہ مند ہوئی پھر خداے تعالے نے
میرے دل مین تسکین دیدی جب عبدالمطلب مجھے آمنہ کے گھر لائے مین نے دیکھا کہ نورانی صورت ایک عورت ہے مجھے ہنسکر
اپنے فرزند کے پاس لے گئین مین نے دیکھا کہ ایک فرزند ارجمند ہے کہ آفتاب گویا اُسکے رخسارون مین روان ہے اور ایسا حسن وجمال دیکھا کہ مین نے یکبارگی
فریفتہ ہو کر اپنا دایان دودھ اُسکے منھ مین دیا فوراً پینا شروع کیا۔ پھر مین نے بایان دودھ دیا تو نہ لیا۔ حلیمہ کہتی ہین کہ پھر ہمیشہ یہی دستور
تھا کہ دایان دودھ پیتے اور بایان اپنے رضاعی بھائی کے لیے چھوڑ دیتے اور عجب یہ کہ میرا بچہ بایان دودھ بھی منھ مین نہ لیتا جبتک
آپ دایان دودھ پیکر فارغ نہوتے اور دودھ پینے کے بعد جب مین منھ صاف کرنا چاہتی تو خود بخود غیب سے منھ پاک ہوجاتا۔ القصہ جب
میرے شوہر نے آنحضرت کا جمال باکمال دیکھا تو شکر خدا کا سجدہ کیا اور کہا کہ اے حلیمہ آدمیون مین کبھی مین نے ایسا لڑکا نہین دیکھا
جب رات ہوئی تو مین نے دیکھا کہ آپ کے جمال سے ایک نور بلند ہے اور مین نے دیکھا کہ ایک مرد سبز پوش سرہانے کھڑے ہین مین نے
شوہر کو خواب سے بیدار کیا اُسنے بھی یہ معاملہ دیکھکر تعجب کیا۔ پھر مجھے بہت کچھ وصیت کی کہ یہ بھید کسی سے بیان نہ کیجیو
کیونکہ مین نے سُنا ہے کہ جب یہ بچہ پیدا ہوا ہے تب سے یہودی گھبراتے ہین اور مجسے کہا کہ ہم کو امید ہے کہ ہم تونگری کے ساتھ اپنے
گھر واپس جاوینگے۔ مین سات روز مکے مین رہی اور ہر روز آمنہ کے گھر جاتی تھی اور وہ بی بی اپنے فرزند کے حمل وپیدا
ہونے کے عجائب وغرائب بے شمار بیان فرماتی عزم وطن قافلہ کے ساتھ آٹھوین روز مین بھی روانہ ہوئی۔ مین نے
خچر پر اپنے آگے محمد کو بٹھا لیا۔ ہم کو تشویش تھی کہ اس مرتبہ ہمارا قافلہ سے پیچھے رہنا خطرناک بیابان مین قابل تردد
ہے اور ہمارے خچر واونٹنی کی یہ حالت ہے کہ بمشکل ہم لوگ یہان قافلہ سے ایک روز بعد پہونچے تھے آخر سوار ہوے تو
یکایک میرا خچر خوشی مین رقص کرنے لگا اور چند قدم بڑھکر اُسنے خانہ کعبہ کی طرف سجدہ کیا اور خوشی کے ساتھ ایسا تیز ہوا کہ سب
قافلہ کے جانورون سے آگے ہوگیا اور مین بمشکل اسکو تھامتی تھی۔ بنی سعد کی عورتین تعجب سے کہتی تھین کہ اسکی عجب شان
ہے۔ راستہ مین ہمارا گزر بکریون کے گلہ پر ہوا وہ ہم کو دیکھکر ہماری طرف دوڑین اور اُن سے یہ آواز آئی کہ اے حلیمہ
یہ محمد رسول اللہ رب العالمین ہے یہ خاتم النبیین ہے جس منزل پر ہمارا نزول ہوتا تھا وہ تختہ پانی وگھاس سے

بنی سعد مین قحط و عسرت شدید واقع ہوئی تھی تمام صحرا خشک ہوگیا گھاس نہونے سے اونٹون کا دودھ خشک ہوگیا اور
آدمی و جانور بیچارگی سے عاجز ہوگئے حلیمہ بیان کرتی ہین کہ مین اس صحرا مین پھرتی تھی اور گھاس پات جوکچھ میسر آتا اسکو
کھاکر شکر ادا کرتی۔ اتفاقًا تین روز تک کچھ میسر نہ آیا اور بھوک کی تکلیف مین وضع حمل کا دکھ شروع ہوا اور بیطاقتی سے مجھے
بیہوشی ہوجاتی اور شدت بھوک پیاس سے زمین و آسمان نہین سوجھتا تھا۔ بعد وضع حمل کے بیہوشی مین کیا دیکھتی ہون کہ ایک
شخص نے آکر میرا ہاتھ پکڑ کر ایک حوض مین غوطہ دیا جسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیرین تھا اور فرمایا کہ خوب
پی اور مین جس قدر زیادہ پیتی تھی وہ مجھے تاکید کرتا کہ خوب پی تاکہ تیرا دودھ بہت ہو آخر مین فرمایا کہ ای حلیمہ تو مجھے پہچانتی ہے مین نے انکار
کیا تو کہا کہ مین وہی تیرا شکر ہون اور تجھے چاہیے کہ بطحاء مکہ مین جلد پہونچ کہ تیری قسمت مین فراخی و خوبی ہوگی اور وہان سے
روشن نور اپنے ساتھ لاویگی ولیکن خبردار کسی سے یہ بھید نہ کہنا اور اپنا ہاتھ میرے سینہ پہ مار کر کہا کہ آلہی اسکا دودھ زیادہ
کردے اور اسکو فراخ روزی دے جب مین بیدار ہوئی تو بھوک پیاس کا دُکھ دور ہوچکا تھا اور مین نے چھاتیون کو دودھ سے
بھرا ہوا پایا ولیکن کنبہ و قبیلہ کے مرد و عورت بھوک پیاس سے چلاتے اور لڑکون کے رونے سے کلیجہ منھ کو آتا تھا اور بوڑھے و عورتون
کے پیٹ پیٹھ سے لگ گئے اور چہرے بدحال ہوگئے تھے۔ لیکن خواب مذکور کے بعد میرے چہرے پر تازگی کے آثار نمایان تھے اور جو
عورت مجھے دیکھتی وہ کہتی کہ ای حلیمہ بہت تعجب ہے کہ کل تیرا چہرہ ہم سے زیادہ پژمردہ تھا اور آج ایسی رونق ہے کہ گویا تو شہزادی
معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ مجکو بھید چھپانے کی تاکید تھی مین کچھ حال بیان نہین کرسکتی تھی ان دنون بلاد بنی سعد مین صباح و رواح
کے منازل مین ہاتف غیب سے پے درپے آوازین سننے مین آئین کہ قریش مین امسال ایک فرزند سعید پیدا ہوا جسکی برکت
سے خدا نے عورتون پر حرام کیا کہ امسال کوئی لڑکی نہ جنے مبارک اُس عورت کو جو اس فرزند کو دودھ پلائے ای زنان بنی سعد
جلدی جاؤ اور قریش کے لڑکے لاؤ۔ قبیلۂ بنی سعد مین ان اشعار ہاتف کا چرچا ہوا اور آخر سب نے حرم محترم کا قصد کیا یہ تو میرا دلی
مقصود تھا مین نے بھی مع اپنے شوہر کے عزم مصمم کیا ولیکن قافلہ کے برابر ہم نہین پہونچ سکتے تھے کیونکہ میرا خچر بہت لاغر تھا
اُسے قدم اُٹھانا دشوار تھا اور اونٹنی اس قدر ضعیف و نحیف تھی کہ اُس سے ایک قطرہ دودھ حاصل نہوتا۔ لاچار گرتے پڑتے
قافلہ کے پیچھے چلے جاتے تھے ہرچند کوشش کرتے کہ قافلہ کے برابر ہوجاوین میسر نہوتا تھا۔ اثناے راہ مین اطراف و جوانب سے
مجھے عجائب و غرائب مشاہدہ ہوتے چنانچہ بعضے اوقات جن چیزون کی طرف سے میرا گزر ہوتا وہ صاف زبان سے گویا ہوتا کہ
ای حلیمہ کیا اچھی خوش قسمتی رکھتی ہے کہ وہ نور کامل تیری چھاتی سے دودھ پیے گا۔ مین بہت تعجب و تحیر سے جھجک جاتی کہ ناگاہ
مین نے دیکھا کہ پہاڑ کے درہ سے ایک مرد خوبصورت نور کا نیزہ لیے ہوے نکلا اور مجھسے فرمایا کہ ای حلیمہ اضطراب نکر خدا نے
مجھے حکم دیا ہے کہ شیطان کو تجھسے دور رکھون مین نے وہان سے قدم اُٹھایا اور شوہر سے کہا کہ تو دیکھتا ہے جو مین دیکھتی ہون۔ اُسنے
کہا کہ مین تو کچھ نہین دیکھتا ہون اور تجھے کیا ہوا کہ تو خوفناک نظر آتی ہے۔ پھر ہم نے چلنے مین جلدی کی یہانتک کہ مکہ دو منزل
باقی رہگیا اور بنی سعد کی عورتین ہم سے ایک روز پہلے مکے مین پہونچ گئین اور ہر ایک نے اپنے واسطے ایک مالدار کا
لڑکا لے لیا۔ مین دوسرے روز مکہ پہونچی۔ اس روز میرا لڑکا دودھ نہین پیتا تھا اور نہ جنبش کرتا تھا کہ مین نے خاوند سے کہا
کہ کیا یہ مرگیا۔ اُسنے فی الفور آنکھ کھول دی اور مجھے دیکھکر ہنس دیا مین نے فرودگاہ مین اُسے چھوڑ دیا اور شہر کے اطراف

پروں سے میرا خوف زائل ہوگیا ولیکن پیاس غالب ہوئی تو دودھ سے زیادہ سفید شربت میرے سامنے لایا گیا جو پینے میں شہد صاف سے زیادہ شیرین تھا یکایک عورتیں میرے پاس ظاہر ہوئیں میں نے گمان کیا کہ وہ بنی عبد مناف کی لڑکیاں ہیں اور اسی آواز میں مجھے تسکین دیتی تھیں اور میں نے مانوس ہوکر ان پر تکیہ کرلیا اور مجھے وضع کا کچھ درد وغیرہ محسوس نہیں ہوتا تھا ناگاہ میں نے زمین سے آسمان تک دیباے سفید دیکھی اور ایک آواز آئی کہ اسکو تین روز مخلوق کی نظر سے پوشیدہ رکھو اور میں نے آسمان وزمین کے درمیان ایک جماعت کو ہاتھوں میں سونے چاندی کی چھاگلیں وطشت وغیرہ لیے ہوے دیکھا اور میری نظر سے پردہ اُٹھ گیا تھا اور دنیا گویا ایک نور کا ٹکڑا نظر آتی تھی اور مجھے اس وقت پسینہ جاری تھا جس سے مشک کی خوشبو چلی آتی تھی اور میں اسقدر متحیر تھی کہ آیا جاگتی ہوں یا سوتی ہوں اور کہتی تھی کہ میرے گھر والے کہاں ہیں کاش عبد المطلب اس وقت یہاں موجود ہوتے اُس وقت فاطمہ ثقفیہ اور شفاء والدہ عبد الرحمن بن عوف حضرت آمنہ کے پاس موجود تھیں اور اسی نور کے استغراق میں بہت سی چیزیں دیکھکر وہ بھی متحیر تھیں ولیکن آمنہ کو جس قدر نظر آتا تھا وہ سب انکو نظر نہ آیا اسی حالت میں گروہ گروہ پرند مکان میں آنا شروع ہوے انکی رنگت وخوبصورتی بیان سے باہر ہے یاقوت کے بازو نہایت نقش ونگار کے ساتھ تھے اور چونچیں زمرد نفیس کی کہ انکا اصلی بیان نہیں ہوسکتا اور میری نگاہ میں جانتی ہوں کہ بے انتہا دوری تک کام کرتی تھی میں نے دیکھا کہ بام کعبہ ومواضع دیگر پر علمہاے سبز بلند ہیں اور مکان میں چلنے پھرنے کی آوازیں آتی ہیں ولیکن کوئی نظر نہیں آتا میں نے دیکھا کہ محمد (صلعم) پیدا ہوے ختنہ بریدہ دھوے ہوے اور سر بسجدہ ہوکر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے لیٹا یک ایک ہاتھ پیدا ہوا اور فوراً محمد کو گود میں لیکر غائب ہوگیا اور آوازیں آئیں بعد کچھ دیر کے وہ میرے پاس آیا اور میں نے قطعۂ ابر نورانی دیکھا اور تین شخص مجبر ظاہر ہوے جنکے چہرے مانند آفتاب کے چمکتے تھے اُن میں سے ایک شخص ابریق سفید ہاتھ میں لیے تھا جس سے مشک کی خوشبو چلی آتی تھی اور دوسرے ہاتھ میں طشت تھا جسکے کناروں پر بڑے بڑے زمرد وموتی گندھے تھے اُسنے محمد کو سات بار اُسمیں نہلایا اور سب نے اُسکے پاؤں کو بوسہ دیا۔ اس قسم کے واقعات بکثرت کتب سیر میں مذکور ہیں مترجم کہتا ہے کہ دنیا میں باپ اپنے بیٹے کی تیمار داری میں یہ اہتمام نہیں کرسکتا جو اللہ تعالے نے اپنے بندہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مہیا فرمایا۔ مترجم نے عظیم معاملات وواقعات کو نہیں لکھا تاکہ کلام بہت دراز نہوجاوے اور امام دارمی رحمہ نے مسند میں شق الصدر میں روایت کیا کہ جب حلیمہ نے لاکر حضرت آمنہ سے یہ عجیب حال بیان کیا تو انکو اس سے کچھ تعجب نہوا اور فرمایا کہ میں نے اسکی ولادت کے وقت اِس سے بڑھکر عظیم واقعات معائنہ کیے ہیں۔ یہاں سے قیاس کرنا چاہیے کہ کیسے عجائبات مشاہدہ فرمائے تھے

بیان رضاعت بقبیلۂ بنی سعد جمہور کے نزدیک اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی والدہ آمنہ نے دودھ پلایا پھر ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے دودھ پلایا کہ جسنے پہلے حمزہ بن عبد المطلب کو دودھ پلایا تھا پھر حلیمۂ سعدیہ اس دولت سے مشرف ہوئی واضح ہو کہ اشراف مکہ کا دستور یہ تھا کہ اپنے بچوں کو وطن میں دووجہ سے پرورش نہیں کرتے تھے (اول) یہ کہ ہواے مکہ بہت گرم ہے اور (دوم) یہ کہ عورتیں اس کام سے فارغ ہیں اسلیے اطراف کے قبائل میں جہاں آب وہوا اچھی ہوتی تھی اپنے بچوں کو بھیجدیتے۔ اور بچوں کے لینے کے واسطے ربیع وخریف کے موسم میں اطراف سے بہت عورتیں آیا کرتی تھیں کیونکہ انکو قریش سے بہت منافع حاصل ہوتے تھے واضح ہو کہ اس سال قبیلۂ

آتشکدہ فارس کی آگ فلان تاریخ رات کو یکایک سرد ہو گئی حساب سے معلوم ہوا کہ جس ساعت یہان کنگرے گرے تھے اُسی ساعت مین آتشکدہ سرد ہوا ہی یہ آگ ہزار برس سے برابر جلتی رہی کبھی ایک دم کے واسطے نہین بجھی تھی اور مجوس اس آتشکدہ کو اپنا قبلہ جانتے تھے۔ نوشیروان کا خوف اس خبر سے کئی گونہ ہو گیا اور موبد موبدان نے کہا کہ مین نے اسی رات خواب مین دیکھا کہ مضبوط اونٹ عربی گھوڑون کو کھینچتے ہین یہانتک کہ دجلہ سے اتر کر ملک ایران و فارس مین پھیل گئے میرے خیال مین عرب مین کوئی سانحہ ظاہر ہوا ہی نوشیروان نے اپنے ماتحت بادشاہ عراق عرب کو جسکا نام نعمان بن المنذر تھا فرمان بھیجا کہ وہان سے ایک عقلمند کو بھیج دے اُسنے عبد المسیح کو بھیجا جو اسوقت کے مشاہیر مین سے تھا۔ اُسنے نوشیروان کے خیالات معلوم کر کے کہا کہ اسکا جواب سطیح کاہن دے سکتا ہی جو دیار شام مین ساکن ہی بادشاہ نے اسکو سطیح کے پاس روانہ کیا جب یہ پہونچا تو سطیح بحالت نزع تھا۔ عبد المسیح نے دستور کے موافق اُس مشکیزہ کو ہلایا اور نوشیروان کا پیغام سنایا اُسنے جواب نہ دیا۔ عبد المسیح نے لاچار ہو کر چند اشعار کہے یکایک سطیح نے سر اُٹھا کر کہا کہ تو عبد المسیح ہی اور ساسان کے بادشاہ کے پاس سے آیا ہی اُسنے سوانح و خواب سے پریشان ہو کر میرے پاس بھیجا ہی واضح ہو کہ جب تلاوت ظاہر ہو گی (قراءۃ قرآن) اور محمد مصطفےٰ مبعوث ہونگے تو اُسکی یہ علامت ہے کہ دریاے سماوہ روان ہو گا اور بحیرۂ ساوہ خشک ہو جائیگا اور فارس کا آتشکدہ بجھ جائیگا اور مجوس فارس و ایران اور نصاراے روم پست و مغلوب ہو جائینگے اور سطیح بھی باقی نہ رہیگا اور جسقدر کنگرے ایوان کسریٰ سے گرے ہین اُسی قدر اُسکے خاندان سے بادشاہ ہونگے پھر اسکے بعد زوال و سختیان ہین اسقدر کہکر سطیح دم بخود ہو گیا دیکھا تو وہ مر چکا تھا عبد المسیح نے شام سے مراجعت کر کے نوشیروان کو یہ بیان سنایا۔ نوشیروان نے چودہ بادشاہ اپنے خاندان سے سنکر خوشی کی کہ ابھی مدت دراز ہی اور یہ نہ جانا کہ ان مین سے دس تو چار ہی سال مین تمام ہو جاوینگے اور ان مین سے آخری بادشاہ یزدگرد بن شہریار تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت مین مجاہدین کی تلوارون سے آوارہ ہو کر مرو خراسان مین مارا گیا **آوازہاے عجیبہ** آثار مین ہی کہ جب آنحضرت صلعم حمل مین آئے تو شرق و غرب کے وحوش نے باہم بشارت دی حتی کہ قریش کے حیوانات یہ خوشخبری بولنے لگے کہ سراج منیر کی ولادت کا وقت قریب ہی تخت ابلیس اوندھا ہو گیا اور شاہان روے زمین کے تخت گرے و انکی زبانین بند ہو گئین و جبرئیل علیہ السلام نے خانہ کعبہ پر علم سبز قائم کیا اور ملائکہ نے بشارت دی **شب ولادت** مین اتفاق سے قریش ایک بزرگ بت کی پوجا مین جمع ہو کر اقسام طعام لائے ناگاہ وہ بت سرنگون گرا تو قریب کے حاضرین نے اتفاقیہ سمجھکر اسکو سیدھا کیا ایک لحظہ کے بعد وہ پھر اوندھا گرا تو اہل شرک بہت غمناک ہوے اور آخر اسکو بدستور نصب کیا بعد ایک لحظہ کے پھر وہ نگونسار ہوا تب تو اضطراب عظیم پیدا ہوا اور یکایک اُس بت کے پیٹ سے ہولناک آواز آئی جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک فرزند پیدا ہوا ہی جسکے نور سے مشرق و مغرب روشن ہو گیا ہی اور بتون کی موت اُسکے ہاتھون مین ہی اور بادشاہان زمین کے دل اُسکے رعب سے بھر گئے واضح ہو کہ بے شمار عجائب و غرائب وقت ولادت کے حضرت کی والدہ ماجدہ و زنان حاضرات سے منقول ہین از انجملہ بعض کا ذکر کیا جاتا ہی۔ حضرت آمنہ فرمایا کرتی تھین کہ وقت ولادت اس فرزند باسعادت کے ایسے عجائب و غرائب مین نے دیکھے کہ اگر سب بیان کرون تو لوگ مجھے جھوٹا کہین۔ کہتی تھین کہ قریب ولادت کے یکایک تمام گھر آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا (عرب مین اسوقت چراغ کا دستور نہ تھا) مجھے خوف غالب ہوا کہ ایک مرغ سفید ظاہر ہوا اور اُسکے

ہدایت بجانب حق بحق ہو جسمین نفس کا کچھ لگاؤ نہین ہو واللہ تعالے اعلم (ابن العربی رح) واضح ہو کہ سورۂ والضحی مین وعدہ دیا گیا تھا
کہ جو وہان مجمل تھا آخر مین مختصر بیان ہوگا لہذا وہ وفا کیا جاتا ہو واللہ تعالے الموفق **تتمہ** اگر آنحضرت صلعم کے تمام
بشارات سابقہ ولاحقہ اور عجائب واقعات عرب وعجم جو آپ کی پیدایش سے پہلے اور مابعد واقع ہوے ہین بیان ہون تو مانند
تصانیف علما کے ایک کتاب ضخیم ہوجاوے لہذا مختصر وضروری اشارات پر اکتفا ہوگا **بیان بشارات** حق عز وجل نے
تمام مخلوقات مین سے آدم ع کو مکرم کیا اور تمام نسل مین سے اکرم الخلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو احمد مجتبی فرمایا اور اکابر اولیاء اللہ
متفق ہین کہ عبودیت مرتبہ کمال ہو جس طرح الوہیت فقط اللہ تعالے کی ذات مین منحصر ہو اسی طرح عبودیت کاملہ فقط حبیب اللہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو اور تمام انبیاء علیہم السلام آپ ہی کے سلسلہ رحمت مین ہین اور انبیاء علیہم السلام
سے ازل مین عہد لیا گیا کہ جو پیغمبر مبعوث ہو وہ اپنی امت کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی سے آگاہ کرے اور
زمین کے اقطار مین مختلف زبانون مین خلقت انسانی پیدا فرمائی و بحکم قولہ ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر۔ ہر امت مین ایک رسول
بھیج دیا تو تمام زمین کی امتین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آگاہ ہوگئین تب آخر مین تمام امتون کے واسطے اپنے
حبیب عبداللہ و رسولہ محمد صلعم کو بھیجا چنانچہ آیات قرآنیہ و احادیث صریحہ ناطق ہین پھر آخر مین کتاب صحف و توریت و زبور و انجیل
مین احمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے بشارات صریح نازل ہوے چنانچہ یہود ابتک خاتم النبیین کے پیدا ہونے کے
منتظر ہین اور انجیل مین باوجود تحریفات کے صریح بشارات باقی ہین جن مین سے بعض کا ذکر اس تفسیر مین گذر چکا **آثار عرب**
قبل پیدایش حضرت صلعم کے عمدہ اقوام عرب مین سے ہر قوم مین بکثرت لوگون نے خواب مین و کاہنون سے آنحضرت
صلعم کی بعثت کا حال معلوم کیا ولیکن عرب والے آخرت کے قائل نہ تھے **سطیح کاہن** ملک یمن کے قبیلۂ بنی ذئب سے
تھا یہ عرب مین بلکہ روے زمین پر عجیب الخلقت تھا سواے سر و ہاتھ کے اُسکے بدن مین ہڈی نہ تھی اسکا بدن مانند مشکیزہ کے
تھا اسکا سر سینہ مین چلا جاتا کہانت مین اُسکے واقعات بلشمار عرب کی زبان پر ہین اُسنے اول نصر بن ربیعہ کو خبر دی
کہ ایک مدت بعد حبشہ اس ملک یمن پر غالب ہوکر تم لوگون کو مقہور کرینگے۔ پھر ستر برس بعد سیف ذی یزن اُنسے چھین
لیگا پھر چند مدت بعد یمن ایک عظیم الشان پیغمبر کی امت پر منتقل ہوکر قیامت تک اُسی کے خاندان مین رہیگا اور آنحضرت
صلعم کے فضائل بیان کیے **آثار شب ولادت باسعادت** اصح قول کے موافق جس سال اللہ تعالے نے
طیر ابابیل سے اصحاب الفیل کو ہلاک کیا اُسی سال بارھوین ربیع الاول کو خاندان بنی ہاشم کے ایک گھر مین جسکو ہارون
الرشید کی والدہ خیزران نے مسجد بنا دیا ہے اس نور کامل الظہور نے طلوع فرمایا اُس رات کے عظائم واقعات جنکے مشاہدہ
مین کسی کافر کو بھی شک نہین ہوسکتا ہو بے شمار ہین از انجملہ ایک یہ کہ دریاے ساوہ جو بلاد ری مین بحیرہ ہو یکایک بالکل خشک
اور شام مین دریاے سماوہ رواں ہوگیا حالانکہ صدہا برس سے اُسمین پانی کا نام نہ تھا دوم کسری نوشیروان کے محل سے یکایک
چودہ کنگرے گر پڑے حالانکہ یہ محل مضبوطی مین ضرب المثل تھا۔ نوشیروان نے خائف وہراسان ہوکر ارکان دولت و
دانایان فارس کو جمع کیا تاکہ اس بارہ مین کچھ اظہار کرے اور اس مجلس مین مجوسی موبدان یا چیف جسٹس یعنے قاضی القضاۃ
کو بھی تکلیف دی اور ہنوز کسری نے مافی الضمیر اظہار نہ کیا تھا کہ صوبہ فارس سے ہولناک خبر پہونچی کہ بڑے

ہوا دہان مکان وزمانہ نہین ملکہ نور ذات بنور صفات ہی اور نور صفات بنور ذات ہی تو ان دونون انوار کے درمیان مخلوق کی نظر سے مخفی ہی اسیواسطے فرمایا۔ ورفعنا لک ذکرک۔ آپ کی منزلت ہر ادراک سے بلند ہی اور حق عزّ وجل نے اپنے ذکر کے ساتھ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر بلند کیا تو اولین وآخرین آپ کے وصف کو احاطہ نہین کر سکتے ہین اسلیے کہ آپ انوار ربوبیت مین مخلوقی اوصاف سے الگ ہوگئے تھے اور مخلوقی اوصاف البتہ تعریف کے اندر گھر جاتے ہین برخلاف اسکے اوصاف ربوبیت کی حد نہین ہی لہذا التعریف بھی غیر ممکن ہی اور مخلوقی اوصاف ہی وزر تھے جنکی نسبت فرمایا۔ ووضعنا عنک وزرک الخ۔ اور مخلوقی اوصاف اسلیے آپ پر لبشدت گران تھے کہ انکی وجہ سے پرواز بلند بعالم قدس بالکلیہ نہین ہوسکتی تھی۔ واضح ہو کہ شرح الصدر پہلے تو کشف مشاہدہ کے ساتھ فرمایا اور وہان پہونچنے پر سطوات ربوبیت وصدمات قدوسیہ ایسے گران ہوے کہ گویا آپ انکے بار مین فنا ہو جاوینگے پس اللہ تعالےٰ نے آپ کے واسطے انوار کبریا کو انوار بقاء سے بدل دیا اور انوار جلال وقدس کو انوار انس سے بدل دیا اور آپ کو صفات قدس سے متصف فرمایا پس حقانی قوت سے آپ نے جلال حق کو برداشت کرلیا۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ قولہ ووزرک۔ یعنے امر نبوت ورسالت **جعفر** رح نے فرمایا کہ شرح الصدر واسطے مشاہدہ کے تھا **قاسم** رح نے کہا کہ وزر دور کرنا اسطرح کہ سر لطیف سے ملاحظہ مخلوقات دور کیا **مترجم** کہتا ہی کہ اسکا مطلب یہ ہی کہ مخلوقات کی جانب توجہ بغرض اداے نبوت ورسالت کے آپ کو مشاہدہ قدس سے حجاب ہوتی جو بار گران تھا تو اسطرح سینہ کشادہ فرمایا کہ کثرت مین بخوبی آپ وحدت مشاہدہ فرماتے تھے اس بیان سے ظاہر ہوا کہ اہل اسرار کے کلمات جو ظاہر مین مختلف عبارات ہین سب کا حاصل ایک ہے **ابن عطاء** رح نے کہا کہ آپکا ذکر اسطرح بلند کیا کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ ایمان نہو گا جب تک ساتھ ہی محمد رسول اللہ نہو **مترجم** کہتا ہی کہ بعضے اہل اسرار نے صاف کہا کہ لا الٰہ الا اللہ تک رسائی نہین رکھی جب تک کے محمد رسول اللہ کی حضوری مین قلب نذر نہ کرے **شیخ جنید** رح نے کہا کہ سب راہین مسدود ہین جب تک حضرت محمد رسول اللہ کے قدم پر بسر وچشم اتباع نہ کرے ابن عطاء رح نے کہا کہ ذکر بلند یہ کہ آپکا ذکر اپنا ذکر قرار دیا **ذوالنون مصری** رح سے روایت ہی کہ ہمت انبیاے سابقین عرش کے گرد تسبیح کرتی ہی اور ہمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے عرش سے اوپر معراج قدس ہی **قولہ تعالےٰ** فان مع العسر یسرا الخ اس آیت کے اشارہ مین معاملات عالیہ شامل ہین چنانچہ مجاہدہ کی سختی کے ساتھ مشاہدہ کی آسانی ہی اسی طرح فصل کے بعد وصل ہے اور قبض کے بعد بسط ہی **جوزجانی** رح نے کہا کہ مشتبہ وحرام چیزون سے صبر کرے تو خالص انوار نبوت کے ساتھ توکل کی راحت ہی **قولہ تعالےٰ** فاذا فرغت فانصب الخ۔ جب ماسوی اللہ تعالےٰ سے فراغت ہو تو جان کو اُسی کے واسطے قربان کر پھر اُسی کے واسطے اُسی کی طرف رغبت کر۔ یہ درجۂ اعلیٰ سواے تیرے کسی دوسرے کے واسطے لائق نہین ہی **قاسم** رح نے کہا کہ تیری رغبت للہ وفی اللہ ہو (مختصر العرائس)، **شیخ ابن العربی** رح نے لکھا کہ قولہ تعالےٰ فان مع العسر یسرا الخ عسرت یہان حجاب سابقہ سے جو خلق کی طرف توجہ سے پیدا ہوا کہ حق سے حجاب ہوا تو اسکے بعد حق تعالےٰ نے یسر عطا کیا اور وزر دور کیا یعنے مقام ولایت مین کشف الذات عطا کیا پھر قولہ تعالےٰ ان مع العسر یسرا۔ حجاب بحق از خلق ہی جو وجود حقانی عطا کرنے سے اور شرح الصدر سے زائل ہوا **قولہ تعالےٰ** فاذا فرغت الخ۔ جب سیر فی اللہ وغیرہ اقسام عروج سے فراغت ہو تو استقامت حاصل ہوگی پس دعوت خلق مین کوشش کر ولیکن کسی ناموری یا ثواب عامی کی نیت نہو بلکہ خالص رغبت بدیدار قدس جل جلالہ ہو تا کہ تیری

اُسکو بُرائی کی نظر سے دیکھے حالانکہ یہ بھلائی و برائی بنظر مخلوق ہی یعنے مخلوق کے حق مین یہ فعل بُرا ہی اور وہ فعل اچھا ہی اور جو شخص شہود
وحدت مین ہی اُسکی نظر مین خلق معدوم ہی اور افعال سب خالق عزوجل کے افعال ہین تو خالق عزوجل کے پیدا کرنے مین بالکل خوبی ہی
اور وہ اس وحدت مین فقط خالق عزوجل کو دیکھتا ہی پھر جب وہ مخلوق کیجانب پھیر آگیا تو اسکو حقانی وجود عطا ہوا جسمین یہ وسعت عظیم ہی
کہ خالق عزوجل کو دیکھتا ہی اور مخلوق کو بھی دیکھتا ہی تو شرح صدر عظیم ہے۔ یہ مقام نبوت ہی اور پہلا مقام ولایت تھا ولیکن جب اُس
مقام سے ادائے رسالت کے مقام کی طرف پھیرے گئے تو التباس ضرور ہی اور اس حجاب سے آپ پر سخت گرانی ہوئی گویا آپکی جان
تلف ہوئی جاتی ہے کیونکہ مقام شہود ذاتی سے حجاب عارض ہوا ولیکن التباس دور کرکے تمکین واجب ہی تاکہ مقام بقا مین متمکن ہوکر
اس کثرت کی وجہ سے وحدت سے حجاب نہو ورنہ غم سے جان جانیکا خوف ہی (چنانچہ روایت ہی کہ ابتدا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
پہاڑ سے گرنے یا کنوئین مین گرنیکا قصد فرماتے تھے اور یہی غم حجاب تھا) پس تمکین یہان عطاے عظیم ہی تاکہ کثرت مین وحدت کا
مشاہدہ باقی رہے اور دعوت خلق کی وجہ سے عین شہود سے غائب نہون اور یہی شرح الصدر ہی اور یہی بعینہ وضع وزر ہے یعنے
وضعنا عنک وزرک۔ اسیطرح ہوا کہ شرح الصدر سے اس کثرت مین عین وحدت کا مشاہدہ عطا ہوا۔ رہا رفع الذکر بقولہ ورفعنا
لک ذکرک۔ تو وہ بھی اسی مین حاصل ہوگیا اسلیے کہ فانی فی الجمع حقیقت سے معدوم ہی یعنے جب تک انسان وحدت سے باقی
نہو تب تک ہیچ و معدوم ہی تو وہ کیا مذکور ہوگا اور اگر عین الجمع مین باقی رہتے تو (یعنے بعد وحدت مین فانی ہونے کے تو) لا الٰہ الا اللہ
کے بعد محمد رسول اللہ کہنا صحیح نہوتا کیونکہ فانی کا کچھ وجود نہین ہی اور اسلام کبھی نہوتا اسلیے کہ اسلام ان دونون کے مجموعہ سے ہوتا
ہی (الشیخ ابن العربی رح) مترجم کہتا ہی کہ شیخ رح نے بحمد اللہ تعالےٰ ان آیات کے اسرار حقیقت کو نہایت خوبی سے بیان کردیا اگرچہ سمجھنے
کے واسطے ایمان کی درستی ضرور ہی اور اللہ تعالےٰ ہی توفیق دینے والا ہی۔ م۔ شیخ شیرازی رح نے اپنے مقام عشق کے موافق ان
آیات قدسیہ کے اشارات مین لکھا کہ قولہ تعالےٰ الم نشرح لک صدرک۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے شرح الصدر یہ ہے
کہ اُسمین جلال حق تعالےٰ کے آفتاب نے طلوع کیا جس سے روح وقلب وعقل سب ایسے روشن ہوے کہ دنیاوی آفتاب و
ماہتاب وہان ذرہ سے زیادہ حقیر ہین مترجم کہتا ہے کہ ملک آخرت مین اگر یہ آفتاب لیجاوین تو سیاہ ذرہ کے مانند نظر آوے اور
جب ملک آخرت کی یہ کیفیت ہی تو صفت حق جل جلالہ کے سامنے انکا وجود کہان ہی اسیواسطے قیامت مین آخرت کے ظہور کے وقت
یہ آفتاب و ماہتاب و ستارے سب لپٹے کرکے جہنم مین ڈال دیے جاوینگے۔ پس عقل نورانی سے سمجھنا چاہیے کہ ظہور قدس جلال سے
روح وقلب وعقل منور ہوے پھر روح نے قدس ازل مین پرواز کی اور عقل نے قدس ابد مین اور قلب نے عالم جبروت مین اور نفس نے
عالم ملکوت مین پرواز کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منزلت جناب باری تعالیٰ جل جلالہ مین کس قدر عظیم ہی کہ خود حضرت خلاق
جل سلطانہ نے اپنے آپ اپنے حبیب صلعم کے شرح الصدر کی کارپردازی فرمائی کہ درمیان مین کسی غیر کی گنجایش نہین
رکھی لہذا الم نشرح فرمایا یعنے ہم نے خود تیرا شرح الصدر فرمایا۔ اور یہ اسطرح کہ آپکے سر القلب مین ذات قدیم اور صفات
ازلی کا ظہور ہوا جس سے شان ذات وصفات کے وسیع فرمانے سے قلب وسینہ کشادہ ہوگیا اور اس سے یہ نہین سمجھنا چاہیے کہ آپکا سینہ
مبارک جو کچھ کشادہ ہونے والا تھا وہ ہوچکا بلکہ مطلب یہ ہی کہ یہ کہنا صادق آگیا کہ آپکا سینہ کشادہ فرمایا ولیکن یہی حد اور انتہا نہین ہی بلکہ ابدالآباد
تک شرح زیادہ ہوتی جائیگی اسلیے کہ جلال الحق عزوجل کی انتہا نہین ہی اور آپکا سینہ محل تجلی ہی تو وہ ساحت کبریا مین حق کے ساتھ

توچاہیے کہ اوقات کو رائگان نہ کرے بلکہ ایک قسم کی عبادت کے بعد دوسری قسم کی عبادت کرے -ف- مترجم کہتا ہے کہ حدیث
مین ہے کہ دو قسم کی نعمتون سے اکثر لوگ خسارہ مین رہتے ہین ایک صحت دوسری فراغت ہے (صحیح) یعنے اکثر لوگ غفلت
مین صحت وفراغت کی قدر نہین کرتے ہین حالانکہ آخرت کے واسطے صحت وفراغت مین بھی بہت عمدہ سامان جمع ہوسکتا
ہے لیکن غفلت مین خسارہ ہے حتی کہ آخرت مین اسکی قدر ہوگی کہ ہائے افسوس کیون برباد کیا تھا انا للہ وانا الیہ راجعون
ف شیخ ابن العربی رح نے اشارات مین لکھا کہ (قولہ تعالے) الم نشرح لک صدرک - یہ استفہام ہے اس سے غرض
یہ کہ صدر کا انشراح نہ کرنے سے انکار ہے مترجم کہتا ہے کہ امام رازی رح نے تفسیر کبیر مین اسکو استفہام انکاری قرار دیا اور رازی رح
کا مطلب بھی ہے جو شیخ ابن العربی رح نے کہا یعنے یہ بات نہین ہے کہ ہم نے تیرا سینہ کشادہ نکیا ہو اور اسکا حاصل یہ کہ بے شک
ہم نے تیرا سینہ کھول دیا مترجم کہتا ہے کہ اہل کشف اولیا فرماتے ہین کہ جو شخص اولیا مین مرگیا اگر اُسکا وجود آنحضرت
ہم کو کشف ہو تو اُسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ اسکا سینہ اسطرح کشادہ نظر آتا ہے جیسے مجلد کتاب کھول دی جاوے اور
جیسے کواڑ کے دونون پٹ کھول دیے گئے اسیطرح سینہ کے دونون پٹ جسم ظاہر مین کھلے ہوئے نظر آتے ہین شیخ
ابن العربی رح نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ سینہ کشادہ فرمایا گیا ہے اور بات یہ ہے کہ جو بندہ مقام توحید مین ہو بجادۂ حق کیساتھ ہوکر
خلق کی نظر سے محجوب ہوتا ہے جب تک کہ فناے وحدت مین ہے اسلیے کہ وہ فانی ہے اور فنا عدم ہے تو وہ وجود کی صفت
قبول نہین کرسکتا اور برعکس اسکے جب وہ فانی بحق نہین تھا تو خلق کے ساتھ ہین حق سے محجوب تھا یعنے اُسپر ایسا حجاب تھا
کہ حق نہین دیکھ سکتا تھا کیونکہ جس وجود مین موجود تھا وہ نہایت تنگ بمنزلہ المعدوم تھا اُسمین یہ لیاقت نہ تھی کہ وہ تجلی ذات الٰہی
برداشت کرسکے - بالجملہ جب وہ وحدت مین فانی ہوا تو نظر خلق سے محجوب ہوگیا پھر اللہ تعالے اسکو وجود حقانی عطا فرماتا ہے
پھر جب وجود حقانی کے ساتھ خلق کی جانب پھیرا گیا تو اُسکا سینہ کھول دیا جاتا ہے - یہ تو عام اہل توحید کا حال ہے پھر رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ مین قیاس کہان طاقت رکھتا ہے لہذا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وجود حقانی کے ساتھ مخلوق کی
طرف آئے تو سینہ مبارک اسقدر وسیع کشادہ کردیا گیا کہ اُسمین حق اور خلق سب کے لائق وسعت ہے کیونکہ خلق مین تفصیل کی ضرورت
ہے اور اس حالت مین ایسی وسعت کے قابل ہے اسلیے کہ یہ وجود جسمانی نہین بلکہ وجود حقانی ہے اور اسی کو شرح الصدر کہتے ہین اور
مطلب یہ ہے کہ ہم نے تیرا سینہ کھول دیا تاکہ ہمارے نور سے منشرح ہوکر تو بخوبی کار نبوت اور دعوت بحق کو انجام دے سکے اور
اسی سے وہ وزر یعنے بار نبوت جسکا بوجھ بتحیر ثقیل تھا دور ہوگیا اور اسکی وجہ یہ نہین تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین نبوت کے
کام کی قوت نہ تھی یہ وہم غلط کیونکر ہوسکتا ہے جبکہ اللہ تعالے نے آپکو ازل مین اس اعلی نبوت کے لیے منتخب فرمایا تھا یعنے کسی پیغمبر کو تمام
عالم کیطرف نہین بھیجا اور فقط محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عام خلق کیطرف رسول فرمایا تو اللہ تعالے خوب جانتا ہے کہ آپ اعلی رتبہ
خاتم النبیین کے واسطے انتخاب تھے بس یہ وہم تو بالکل بدیہی غلط ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ اعلی منزلت توحید پر تھے اور وہان آپ
کسی مخلوق کا وجود ہی نہین دیکھتے تھے تو کام کرنا کیا معنی رکھتا ہے اور ایسی حالت مین اگر آپکو دعوت خلق کا حکم ہو تو ظاہر ہے کہ کس قدر دشواری
کا مقام ہے بلکہ جو لوگ معرفت مین کچھ سمجھ رکھتے ہین وہ جانتے ہین کہ افعال الٰہیہ امر ونہی ہین ولیکن جو شخص مقام وحدت شہود مین ہے وہ جمیع
افعال حق دیکھتا ہے اور فرق نہین کرسکتا تو پھر کیونکر امر ونہی ہوگی کیونکہ جسکے واسطے کرنیکا حکم دے اسکو بنظر خوبی دیکھے اور جس سے ممانعت ہے

تکان ہو تو فانصب کے معنے تکان اٹھا ۔ یعنے بڑی کوشش اور محنت سے دعا کر۔ ابن عباس وقتادہ وضحاک ومقاتل و
کلبی نے کہا کہ یعنے جب نماز فریضہ سے فارغ ہو تو اپنے رب سے دعا کرنے مین جہد کر اور اُسکی طرف الحاح ورغبت کر وہ تجھے
عطا فرماویگا۔ قولہ فارغب یعنے رب ہی کی جانب تضرع کر درحالیکہ دوزخ سے خائف ہو اور جنت کا امیدوار ہو بعض نے کہا کہ مراد
یہ کہ جمیع احوال مین اُسکی طرف رغبت کر زجاج رح نے کہا یعنے فقط اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رغبت کو منحصر رکھ (معالم) مترجم
کہتا ہی کہ اگر نماز کے بعد دعا مین تضرع والحاح کا حکم مراد ہو تو ضرور ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسیطرح روایت پائی جاوے
ولیکن صحاح وسنن مین جو روایتین بکثرت آئی ہین اُنسے خلاصہ یہ ظاہر ہوتا ہی کہ آپ التحیات کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے
مختصر جامع دعا فرمایا کرتے تھے یہ دعا مراد نہین ہوسکتی ہی اسلیے کہ یہ نماز کے بعد نہین ہی بلکہ نماز کے اندر ہے اسلیے کہ نماز کی
تحریمہ سے تحلیل ہونا سلام کے ساتھ ہے رہا بعد سلام کے تو صحیح حدیث ام المومنین عائشہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم بعد سلام کے فقط اس قدر بیٹھتے تھے کہ جسمین یہ کہا جاوے اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت ربنا وتعالیت
یا ذا الجلال والاکرام۔ رہی یہ تفسیر کہ جہاد سے فارغ ہو کر نماز مین اجتہاد دو قیام ہو تو سورہ مبارک نازل ہونے کے وقت جہاد
نہین تھا کیونکہ بالاتفاق جہاد ہجرت کرکے مدینہ جانے کے بعد مفروض ہوا ہی ولیکن مترجم کے نزدیک اس حکم مین عام طور سے
جمیع امور اس ترتیب کے ساتھ داخل ہین خطیب رح نے لکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ لوگون سے فرمایا
کہ مجھے یہ ناگوار گزرتا ہی کہ تم مین سے کسیکو فارغ مہمل دیکھون کہ وہ نہ دنیا کے کام مین ہی نہ دین کے کام مین ہی اور قولہ والی
ربک فارغب یعنے اپنی رغبت کو خالص اپنے رب تبارک وتعالے کی طرف کردے اُسی کے فضل پر بھروسا کر سواے اُسکے کسی کی
طرف رغبت نہ کر (السراج) مترجم کہتا ہی کہ حضرت ابو عبیدہ ومعاذ بن جبل رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رض کو لکھا کہ اے عمر آپ ایک
کی بات پر اعتماد نہ کیجیگا کیونکہ یہ ہونا مقدر ہے کہ بعضے لوگ ظاہر کے بھائی اور باطن کے مفسد بنینگے الخ مترجم کہتا ہی کہ شاید
ان دونون نے یہ خبر سنی تھی کہ حضرت عمر رض نے خالد بن ولید کو فوج شام کی سرداری سے معزول کردیا تو یہ خط لکھا کہ ایسا نہو کسی مفسد
کے کہنے سے دھوکا کھایا ہو اور خالد کو معزول کرکے ابو عبیدہ رض کو سردار کیا ہو۔ م۔ بالجملہ حضرت عمر رض نے جواب مین لکھا کہ تمہاری
نصیحت سے مین خوش ہوا اور یہ جو تم نے خیال کیا ہی اسکا وقت ابھی نہین ہی بلکہ یہ حالت اسوقت ہوگی جب لوگون کو
ایک دوسرے کی طرف رغبت ورہبت ہوگی اور یہ دنیا کی امیری کوئی چیز نہین ہی ہم مین اگر کوئی اپنے بھائیون کا امیر ہوا
تو کیا بلکہ سچ پوچھو تو امیر اپنے عظیم معاملات آلہیہ مین جوابدہی سے زیادہ خطرہ مین ہوتا ہی اور خالد رض ایسی حالت مین معزول ہوا
کہ اہل اسلام اسکی سرداری کی خوبی سے اُسکے ساتھ محبت کرتے تھے اور اُسکے کامون کو شکرگزاری سے دیکھتے تھے۔ ھ۔
اس سے معلوم ہوا کہ رغبت کسی نفع کی امیدواری مین بولتے ہین تو آیت مین یہ مطلب ہوا کہ سب خوبیان اپنے رب عزوجل
ہی سے امید کر۔ جیسے ابن مسعود رض نے کہا کہ اپنے رب ہی سے مانگنے مین رغبت کر رازی رح نے کبیر مین لکھا کہ قولہ تعالے
فاذا فرغت فانصب۔ علی بن ابی طلحہ نے کہا یعنے جب فارغ تندرست ہو تو فراغت مین عبادت کی مشقت کر۔ شریح رح
تابعی سے روایت ہی کہ وہ ایک طرف جاتے تھے دیکھا کہ دو شخص کشتی لڑتے ہین تو فرمایا کہ جو شخص فارغ ہو وہ ایسے کامون کے
لیے مامور نہین ہی بلکہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ فاذا فرغت فانصب۔ خلاصہ مطلب یہ کہ جب فکر معاش سے فارغ ہوا اور تندرستی ہو

علی بن معبد عن روح بن عبادہ باسنادہ روایت کیا اور اُسکے آخر مین رمضان وذی الحجہ کی تصریح ہے جیسے روایات صحاح مین بھی مصرح ہے خطیب رح نے لکھا کہ پھر جب اللہ تعالے نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نعمتین بیان فرمائین اور بعد عسرت کے یسر عظیم کا وعدہ دیا تو اُسکے بعد عبادت مین کوشش کرنیکا اور شکر ادا کرنیکا حکم فرمایا بقولہ تعالے فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ- پھر جب تو فارغ ہو تو قیام کر اور اپنے رب کی جانب رغبت کر ف ابن کثیر رح نے لکھا کہ اسکی تاویل یہ ہے کہ جب دنیاوی امور سے فارغ ہو اور اسکا لگاؤ قطع کر چکے تو عبادت کے واسطے قیام کر اور فارغ البال ہو کر خوشدلی کے ساتھ عبادت مین مشغول ہو اور اپنے رب عزوجل کی جانب خلوص کے ساتھ رغبت کر حدیث مین ہے کہ جب طعام حاضر ہو تو اس وقت نماز نہین ہے اور جو کوئی دونون اخبث کے جھگڑے مین ہو تو بھی نماز نہین ہے (صحیحین) اور حدیث مین ہے کہ جب شام کا کھانا حاضر ہو اور نماز عشا کی اقامت کہی جاوے تو تم لوگ پہلے کھانا شروع کرو (صحیح) مترجم کہتا ہے کہ علما رح نے طعام کے مسئلہ مین کہا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب نماز کا وقت دراز ہو جیسے عشا کا وقت ہے اور جماعت کی نماز کے لیے تکبیر کہی گئی ولیکن ایک شخص کو طعام کی خواہش ہے تو چاہیے کہ پہلے فراغت کرلے تاکہ اُسکی طرف دل کا لگاؤ نہ رہے- اخبث سے مراد پیخانہ وپیشاب ہے اور جھگڑا یہ کہ ایک شخص کو پیخانہ یا پیشاب کی حاجت ہے تو یہ نہ چاہیے کہ ان کو روک کر نماز پڑھ لے بلکہ پہلے فراغت کرلے تب نماز مین تمام دلجمعی کے ساتھ قائم ہو فافہم- م- مجاہد رح نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ جب تو امر دنیا سے فراغت کر کے نماز کے لیے کھڑا ہوا تو خالص اللہ تعالے کے لیے کھڑا ہو (ابن کثیر رح) اس قول مین (فانصب) کے معنے قیام کرنے کے لیے گئے اور (فرغت) سے یہ معنے کہ حاجت دنیاوی سے فارغ ہو- م- ابن مسعود رض نے کہا یعنی جب نماز فریضہ سے فارغ ہو تو تہجد کے لیے قیام کر- اسیکے مانند ابن عباس رض سے روایت ہے- ابن مسعود رض نے کہا کہ جب نماز فریضہ سے فراغت ہو جاوے تو بیٹھے بیٹھے اپنے رب کی جانب رغبت کر (ابن کثیر رح) اس تفسیر مین دو وجہین ہین وجہ اول یہ کہ اگر بعد معراج کے یہ سورہ نازل ہوا ہو تو نماز پنجگانہ فرض ہو چکی تھی یا فجر یا عصر جو پہلے فرض تھی اُسکے بعد توجہ کا حکم ہو- وجہ دوم یہ کہ آیت کے نازل ہونے کے وقت اگرچہ یہ معنے تھے کہ ضرورت دنیاوی سے فراغت کے بعد سیدھا بیٹھ کر اپنے رب تعالے کی جانب رغبت کر- پھر جب فرائض نماز وغیرہ ارکان اسلام مفروض ہوے تو انسے فراغت بھی معتبر ہے واللہ تعالے اعلم- علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رض سے روایت کی یعنے اذا فرغت فانصب فی الدعاء- جب تو فارغ ہو تو دعا مین قیام کر مترجم کہتا ہے کہ دعا سے اگر معروف معنے مراد ہین تو ظاہر ہے یعنے نماز پڑھکر دعا مین مشغول ہو اور شاید دعا سے دعوت رسالت مراد ہو یعنے جب نماز سے فراغت ہو تو خلق خدا کی دعوت مین مشغول ہو- م- زید بن اسلم وضحاک رح نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ جب تو جہاد سے فراغت کرے تو عبادت مین قیام کر اور اپنے رب تعالے کی رغبت کر- ثوری رح نے کہا کہ یعنے اپنی رغبت ونیت کو اللہ تعالے کی جناب مین خالص کر (ابن کثیر رح) فراء رح نے لکھا کہ مجاہد رح نے کہا کہ جب نماز سے فراغت ہو تو دعا مین کوشش کر- شعبی رح نے کہا یعنے دنیا وآخرت کے لیے دعا کر- کلبی رح نے کہا یعنے اپنے لیے ومومنون کے لیے مغفرت کی دعا کر- مترجم کہتا ہے کہ جیسے قولہ تعالے فاستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات- یعنے اپنے گناہون اور مومنین ومومنات کے لیے مغفرت مانگ- بغوی رح نے کہا کہ فانصب- ای فاتعب والنصب التعب- یعنے نصب بمعنے

اس سے انکار کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بجھ گیا اور آپ پر سخت گرانی ہوئی جب آپنے خیال کیا کہ اس قوم نے
میری محتاجی کی وجہ سے مجکو رسالت مین جھوٹا سمجھا پس اللہ تعالے نے یہ سورہ نازل فرمایا اور اپنی نعمتین یاد دلائین اور آپ کا
سینہ مبارک کھول دیا اور وعدہ فرمایا کہ عنقریب ہم آپ کے اصحاب کو یُسر یعنے تونگری عطا کرینگے لقولہ تعالے فان مع العسر
یسرا۔ یعنے قوم کا کلام تجھے گران نہ گزرے کہ ہم نے حکمت کاملہ سے دنیا مین عنقریب یہ امر مقدر کیا ہے کہ عسرت و تنگی و سختی کے
ساتھ آسانی و تونگری ہے پھر یہ وعدہ اسطرح پورا کیا کہ عرب کے شہر و گانون ایک ایک کر کے آپ پر فتح کیے اور آپ کے واسطے
وسعت دی یہانتک کہ صد ہا اونٹ آپ ایسے لوگون کو دیتے جو اسلام لانے والے تھے یا ابھی اسلام لائے تھے اور
لوگون کو وادی بھر کے بکریان بخشتے یہانتک کہ کہنے والا کہتا کہ ارے بھائی جلدی اسلام لانے مین کوشش کر کیونکہ محمد اسطرح
دولت بے شمار عطا کرتے ہین کہ اپنی محتاجی سے بالکل نہین ڈرتے۔ پھر اللہ تعالے نے اس بشارت کے ساتھ مین دوسری فضیلت
کا وعدہ جمیل فرمایا لقولہ تعالے ان مع العسر یسرا۔ یعنے دنیا مین طاعات کی عسرت کے ساتھ آخرت کی راحت ہے اگر وہم ہو کہ یہ آیت
تو اول جملہ کی تکرار ہے تم اسکو علٰحدہ کلام کیونکر کہتے ہو (جواب) یہ ہے کہ نہین بلکہ ابتداء کر کے علٰحدہ جملہ ہے اور اسپر دلیل یہ ہے کہ تعلق کا
حرف (ف) یا (و) وغیرہ اسپر نہین ہے اور یہ سب مومنون کے لیے وعدہ ہے اور مطلب یہ کہ مومن کے لیے دنیا مین عسرت کے
ساتھ آخرت مین یسر ہے اور اکثر اوقات دونون جمع ہو جاتے ہین یعنے پہلی آیت سے دنیاوی تونگری دیجاتی ہے اور دوسری آیت
سے آخرت کی تونگری دائمی اور فضیلت غیر متناہی عطا ہوتی ہے پس عسرت کبھی دو لون یسر پر غلبہ نہین کر سکتی ہے انتہا یہ کہ شاید
دنیاوی حالت مین عسرت کو غلبہ ہو اور اس کلام کی نظیر یہ ہے کہ حدیث مین آیا کہ شہرا عید لا ینقصان۔ یعنے عید کے دو مہینہ ناقص
نہین ہوتے۔ اس حدیث کا مطلب یہ کہ ایک سال مین دونون مجتمع ہو کر ناقص نہ ہونگے (معالم) **مترجم** کہتا ہے کہ مطلب
تو اوپر ختم ہو گیا اور دو ماہ عید کے ناقص نہونے کی حدیث غیر ضروری ہے ولیکن مترجم کو اسکے صحیح معنے بیان کرنا ضرور ہین
اس حدیث کو محدثین نے صحیح اسانید سے روایت کیا اور دونون ماہ عید سے مراد رمضان اور ذی الحجہ ہین۔ ایک جماعت نے کہا
کہ اسکے معنے یہ ہین کہ ایک سال مین یہ دونون مہینہ۔ ۲۹۔ دن کے نہ ہونگے بلکہ ایک ضرور (۳۰) پورے کا ہوگا **امام طحاوی رح**
نے اس قول کو رد کر دیا کہ ہم نے بار ہا دیکھا کہ دونون (۲۹) کے ہوئے تو بغیر دلیل کے آیت یا حدیث مین ایسی
تاویل نہ کرنا چاہیے کہ شیطانی وسوسہ کی گنجایش ہو اور یہ تاویل جو بعض لوگون نے بیان کی ہے صریح حدیث دیگر کے خلاف
ہے جب کہ آپ نے رمضان کے حق مین فرمایا کہ چاند دیکھکر روزہ رکھو اور چاند دیکھکر افطار کرو اور اگر ابر چھا جاوے تو (۳۰) پورے کرو
اس سے معلوم ہوا کہ چاند (۲۹) ہو تو جائز ہے اور دوسری حدیث مین ہے کہ چاند کبھی (۲۹) ہوتا ہے اور کبھی (۳۰) ہوتا ہے تو آپنے ہر مہینہ
کے حق مین اسکو عام رکھا پس ممکن ہے کہ رمضان کا چاند (۲۹) ہو اور ذی الحجہ بھی (۲۹) ہو بلکہ ناقص نہونے سے یہ مطلب ہے کہ
جو وظیفہ عبادت ان دونون مہینون مین مقرر ہے وہ (۲۹) یا (۳۰) ہونے سے کم و ناقص نہین ہوتا یعنے اگر رمضان کا چاند (۲۹)
کو طلوع ہوا پھر روزے (۲۹) ہوئے پھر چاند طلوع ہوا تو روزے پورے ہوگئے اور یہ نہین کہ ایک روزہ کم ہوا کیونکہ اللہ تعا
نے ایک ماہ رمضان کے روزے فرض فرمائے ہین (۳۰) روزے شمار کر کے فرض نہین فرمائے ہین تو جب پورا چاند روزہ رکھے
تو پورا ہو گیا فافہم۔ اگر کہو کہ ماہ عید تو شوال ہے (جواب) نہین بلکہ رمضان ہے جسکے ختم ہونے پر عید ہے اور طحاوی رحمہ اللہ تعا نے

تغائر ہی اور دوسرا جملہ مستانفہ ہی آور واضح ہو کہ معالم مین حسین بن یحیی سے جو اعتراض نقل کیا کہ اگر کہا جاوے کہ اس سوار کے ساتھ تلوار ہی۔ اسکو مکرر کہا جاوے تو یہ لازم نہوگا کہ سوار مذکور کے پاس دو تلوارین ہون مترجم کہتا ہی کہ آیت کے نظم سیاق مین اور اس مثال مین ایک فرق عظیم ہی جسکا بیان یہ ہی کہ سوار کے ساتھ تلوار سے حقیقت مین ساتھ ہونا مراد ہی یعنے سوار مع تلوار کے ہی برخلاف اسکے آیت مین جو فرمایا فان مع العسر یسرًا۔ تو یہ مطلب نہین کہ عسر کے ساتھ یسر ہی بلکہ حقیقت مین مقصود یہ کہ عسر کے بعد یسر ہی اور یہ معلوم کہ عسر (سختی) ایک معنے ہین کہ جو نفس پر دشواری تبلاتے ہین خواہ وہ کسی طرح ہو اور یسر کی صورتین مختلف ہوتی ہین مثلاً عسر یہ کہ نفس پر محتاجی کی تکلیف ہو اور اسکا یُسر ہزار طرح ہو سکتا ہی مثلاً اللہ تعالے آسمان سے اُسکے لیے سونے کی ٹیڑیان برساوے یا اُسکی زمین سے بے شمار غلہ پیدا کرے یا کسی بندے کے ہاتھون سے اسکو دولت پہونچاوے یا اُسکو جنت مین داخل کر دے یا اسکو قناعت نصیب کرے وعلی ہذا القیاس تو کوئی وجہ نہین ہی کہ یسر واحد ہو علاوہ برین مترجم نے سابق مین بیان کر دیا کہ میرے نزدیک ابن مسعود رضہ و ابن عباس رضہ کے قول (ایک عسر کبھی دو یسر پر غالب نہوگا) کے یہ معنے ہین کہ اول یُسر اور آخر یسر اور درمیان مین عسر (سختی) ہی تو کبھی وہ غالب نہوگا خطیب رح نے لکھا کہ دوسرے معنے یہ بھی ہو سکتے ہین کہ عُسر کبھی دونون یُسر پر غالب نہین ہو سکتا یعنے اگر غلبہ ہو تو فقط ایک یسر پر ہو ولیکن اللہ تعالے نے مومنون کے واسطے دو یسر رکھے ہین ایک یہ کہ دنیا مین بھی یسر دے اور آخرت مین بھی یُسر دے تو عسر کبھی آخرت کی راحت و یسر سے مقابلہ نہین کر سکتا اسلیے کہ آخرت کی راحت دائمی لازوال ہی ولیکن دنیا مین البتہ کبھی ایسا ہو سکتا ہی کہ بعض بندہ مومن پر عسرت رہے مترجم کہتا ہی کہ دنیا مین اللہ تعالے جس مومن کو تنگی و محتاجی دیتا ہی تو اُسپر قناعت نازل فرماتا ہی جس سے کسی قسم کی سختی اُسکو معلوم نہین ہوتی ہی تو عسر کہان رہا اسلیے کہ عسر (سختی) اُسی وقت تک ہے جب تک سختی ہو اور جب نفس مطمئن ہو گیا تو سختی ندارد ہو گئی لہذا اسلف صالحین رضی اللہ عنہم کا قول صحیح ہی کہ اللہ تعالے نے دو یسر رکھے ہین اور عسر کبھی ان دونون پر غالب نہین ہو سکتا ہی والحمد للہ رب العالمین امام فراء رح نے معالم مین لکھا کہ اللہ تعالے نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کر کے بھیجا اور اس حالت مین آپ کے پاس دنیا ے ملعونہ نہین تھی اور قریش آپکو عار دلاتے کہ رسالت ہوتی تو یہ مفلسی کیون ہوتی خدا کا رسول کوئی عظیم الشان بادشاہ ہوتا اور جھٹلانے کی نوبت یہانتک پہونچائی کہ ایک روز جمع ہو کر کہنے لگے کہ ای محمد قوم قریش کو آپ کی ذات سے یہ امید تھی کہ آپ کے ذریعہ سے ہم لوگ تمام عرب پر فخر کرینگے کہ ایسا شخص کسی قوم و کسی خاندان عرب مین نہین ہی ولیکن آپ نے ہماری امیدین توڑ دین بلکہ اُلٹے اپنے باپ دادون کو گمراہ بتلانے لگے۔ آج تک عرب مین اسکی نظیر نہین ملتی ہی آخر اس سے آپ کی کیا غرض ہی اگر آپ نے مفلسی کی وجہ سے ایسا کیا ہو تو ہم لوگ اس وقت متفق ہین کہ اپنے اپنے اموال سے آپ کو اس قدر دیدین کہ جس سے آپ اس عظیم الشان قبیلۂ قریش مین سب سے بڑھکر متمول ہو جاوینگے اور ساتھ ہی آپ اس قبیلہ مین سے جس کسی لڑکی کو جو سب سے خوب صورت و بہتر ہو پسند کرین اسکو ہم لوگ مہر دیکر آپکے واسطے بیاہ لاوینگے پھر اس سے زیادہ آپ کیا چاہتے ہین اور ہم سب آپکو اپنا سردار بنا کر فخر کرینگے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ سنکر غمگین ہوے اور آپ نے فرمایا کہ ای میری قوم کے عمائد مین تمھاری دولت دنیاوی و عورت کا خواہشمند نہین ہون صرف تم لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کہو اور یاد رکھو کہ اس سے تم تمام عرب پر بلکہ عجم پر سردار ہو جاؤگے قریش نے بہت گفتگو کے بعد

امام فراءؒ نے معالم مین اسطرح ذکر کیا کہ مفسرین کہتے ہین کہ سلف نے جو کہا کہ ایک عسر کبھی دو یسر پر غالب نہین ہو سکتا ہی تو اسکے معنے یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے عسر کو مکرر بلفظ معرفہ (العسر) ذکر کیا اور یسر کو (یسرًا) نکرہ ذکر فرمایا اور عرب کی بول چال مین یہ عادت ہی کہ جب کسی اسم کو معرفہ ذکر کرکے پھر معرفہ مکرر لاتے ہین تو دوسرا اسم وہی اول ہوتا ہی اور اگر نکرہ ذکر کرکے اعادہ کیا تو یہ دوسرا ہوتا ہی اور اگر نکرہ کو معرفہ کرکے اعادہ کیا تو یہ بھی وہی اول ہی مثال اِذَا کَسَبْتَ دِرْہَمًا فَاَنْفِقْ دِرْہَمًا۔ جب تو ایک درم کماوے تو ایک درم خرچ کر۔ اسمین درہم نکرہ ہی تو مثلاً ایک شخص کے پاس دو درم موجود ہین پھر اُس سے یہ کلام کہا گیا اور اُسنے ایک درم کمایا تو یہ ضرور نہین کہ جو کمایا ہی وہی خرچ کرے بلکہ کوئی درم خرچ کرے تو نکرہ کے وقت دونون جدا ہین اگر کہا۔ اذا کسبت درہمًا فانفق الدرہم۔ جب تو درہم کماوے تو اس درم کو خرچ کرڈال اس صورت مین نکرہ کو معرفہ اعادہ کیا تو یہ وہی اول ہی یعنے جو کمایا ہو۔ جب یہ معلوم ہوا تو العسر دونون آیتون مین مکرر ہی اور معرفہ ہونے سے ایک ہی ہوا (اقول) رازی وخطیب وغیرہ نے استدلال کیا کہ العسر معرفہ بالف لام ہے اور الف لام یا تو عہد کے لیے ہے یا جنس کے لیے ہی۔ اگر عہد ہو یعنے وہ عسر معہود جسمین اُس زمانے مین صحابہ رضؓ مبتلا تھے تو دوسرا (العسر) بھی وہی اول ہی اور اگر جنس ہی جسکو لوگ عسر وسختی سمجھا کرتے ہین تو دوبارہ بھی یہی جنس ہی پس عسر ایک ہی ہوا (س ک) امام فراءؒ نے کہا کہ رہا یسر تو وہ بلفظ نکرہ ہی لہذا دوبارہ دوسرا مراد ہی گویا یون کہا گیا فان مع العسر یسرًا۔ ان مع ہذا العسر یسرا آخر۔ یعنے عسر کے ساتھ یسر ہے اور اس عُسر کے ساتھ دوسرا یسر ہے (معالم) خطیبؒ نے لکھا کہ یسر نکرہ ہی اور درصورتیکہ آیت مکرر نہو تو ظاہر ہے کہ اول نکرہ ہی یعنے جنس مین بعض ہی تو دوسرا یسر علحدہ ہی اور اگر مکرر ہو تو بھی نکرہ دیگر ہی تو وہی اول نہوا کیونکہ وہ معین نہین ہی (سراج) فراءؒ نے کہا کہ شیخ ابو علی الحسین بن یحیی بن نصر الجرجانیؒ نے اپنی کتاب النظم مین لکھا کہ سلف رضؓ کا یہ قول کہ ایک عسر کبھی دو یسر پر غالب نہوگا۔ اس کلام کے معنے مین علماءؒ نے گفتگو کی اور کوئی بات سمجھ مین نہ آئی سوائے اسکے کہ علماءؒ نے کہا کہ العسر معرفہ ہونے سے ایک ہی اور (یسرًا) نکرہ ہونے سے دو ہین۔ یہ گفتگو ایسی ہی کہ اسپر اعتراض آتا ہی چنانچہ اگر کسی نے کہا کہ اِنَّ مع الفارس سیفًا ان مع الفارس سیفًا۔ اس سوار کے ساتھ تلوار ہی۔ اس سوار کے ساتھ تلوار ہی۔ تو اس تکرار سے یہ لازم نہین آتا کہ اس سوار کے ساتھ دو تلوارین ہون (معالم) فخر الاسلام بزدویؒ نے بھی اصول مین کہا کہ اس قاعدہ پر اعتراض ہی اسوجہ سے کہ دوسرا جملہ بیان پہلے جملہ کی تاکید ہی تاکہ دل مین خوب جم جاوے کہ یون ہی یسر کے ساتھ یسر ضرور ہی اور تکرار کی صورت مین جو بات اول جملہ مین ہوتی ہی اسی قدر باقی رہتی اور وہ چند نہین ہوجاتی ہی کیا نہین دیکھتے کہ جب کہا جاوے کہ زید کے ساتھ کتاب ہی اور اس جملہ کو مکرر کہا جاوے تو زید کے ساتھ دو کتابین نہونگی صدر الشریعۃؒ نے کہا کہ یہی اصح ہی اور علامہ شارحؒ نے آیات واشعار نقل کیے جن سے یہ قاعدہ ٹوٹ جاتا ہی مثلاً قولہ تعالےٰ ثم اٰتینا موسی الکتاب تا قولہ تعالےٰ وہذا کتاب انزلناہ الخ۔ پس الکتاب معرفہ سے مراد توریت ہی۔ پھر ہذا الکتاب۔ مین کتاب نکرہ سے مراد قرآن مجید ہی۔ مترجم نے سابق مین جواب کا اشارہ کیا ہی کہ قاعدۂ مذکور اسوقت ہی کہ وہان کوئی قرینہ ودلیل ایسی نہو جس سے اسکے خلاف ثابت ہوتا ہو جیسے اس آیت مین دلیل ہی کتاب اول جو موسیٰعؑ کو دیگئی وہ توریت تھی وہذا کتاب قرآن مجید کی طرف اشارہ ہی اور اسی بنیاد پر علامہ تفتازانیؒ وغیرہ نے جواب دیا ہے اور میرے نزدیک یہان یعنے قولہ فان مع العسر الخ مین کوئی دلیل صریح نہین ہی کہ جس سے یہ یقین ہو کہ دوسری آیت محض مکرر ہی بلکہ یہان

ہی ۔۵۔ پس اگر تو کہے کہ روزہ دار کے لیے فرحت ہی پھر فرحت ہی تو دو فرحتین ہوئین اور شاید آیات مین ایک یسر وہ فتوحات ہون جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین حاصل ہوئین پھر دوسرا یُسر عظیم وہ فتوحات جو خلفاے راشدین کے زمانہ مین نصیب ہوئین۔ خلاصہ یہ کہ آیات مین جب دو یسر مراد ہوے تو دیکھنا چاہیے کہ دونون اسی دنیا مین ہین یا ایک دنیا مین اور دوسرا آخرت مین ہو کیونکہ حالت یہ گذری کہ مکے مین جب سورہ نازل ہوا تو اہل اسلام یعنے صحابہ رضہ بہت قلیل محتاج تھے پھر اللہ تعالےٰ نے جہاد مشروع کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتوحات دین اور انصار و مہاجرین کو فی الجملہ آسانی دی اسکے بعد خلفاے راشدین کے زمانہ مین خصوصًا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت مین ایران و فارس و خراسان وغیرہ اور شام و روم و مصر و حبش وغیرہ اس قدر ممالک فتح ہوے کہ مال و دولت بے شمار حاصل ہوئی پس شاید یہی دوسرا الیسر ہو کیونکہ اس زمانہ مین جو صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم تھے اُنکے ایمان صادق تھے اور آخرت اُنکے روبرو رہتی تھی تو ان اموال بے شمار سے وہ لوگ خیرات کے ذریعہ سے آخرت کے درجات حاصل کرتے تھے اور عیش و راحت اور دنیاوی لذت سے اس قدر متنفر تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود اپنے لباس مین پیوند رکھتے تھے اور غذا مین نمک کے ساتھ جو کی روٹی کھا لیتے اور کبھی کبھی کسی قدر چربی کا روغن لے لیتے حالانکہ اس قدر عظیم الشان سلطنتین آپ کے زیر حکم تھین جو کبھی کسی بادشاہ کی حکومت مین جمع نہین ہوئین اور افواج و حشم اس قدر آپ کے حکم کے دل و جان سے تابع تھے کہ کبھی کسی بادشاہ کے واسطے اُسکا ایک جزر بھی میسر نہین ہوا پھر باوجود اسکے انتقال کے وقت اپنے فرزند کو وصیت کی کہ بیت المال سے اپنی خلافت مین جو کچھ مین نے اپنا ضروری خرچہ لیا ہے وہ اس قدر ہو اسکو میرا حصہ زمین فروخت کر کے بیت المال مین واپس کر دیجیو اور اگر کمی پڑے تو میرے کنبہ بنی عدی سے مدد لیجیو۔ یہ عظائم امور ہین کہ سواے خالص مومنین کے کوئی انکا اندازہ نہین کر سکتا یہ اس صورت مین تھا کہ دونون یسر سے اسی دنیا مین یسر مراد ہوا اور ہو سکتا ہو کہ یہ سب جو مذکور ہوا ایک ہی یسر ہو اور دوسرا الیسر جسکا وعدہ دوسری آیت ان مع العسر الخ۔ سے ہو وہ بعد وفات کے آخرت مین ہو واللہ تعالےٰ اعلم اور یہ سب بیان اس قول کے موافق ہو کہ آیت اول قولہ فان مع العسر یسرًا۔ ایک وعدہ ہو پھر قولہ ان مع العسر یسرًا دوسرا وعدہ ہو۔ اور اگر دوسرا قول لیا جاوے یعنے دوسری آیت تاکید ہو تو اس صورت مین فقط یسر واحد ہوگا۔ اس صورت مین یہ اعتراض وارد ہوتا ہو کہ یہ قول خلاف سلف رضی اللہ عنہم ہو حالانکہ سلف رضی اللہ عنہم کی تفسیر معتمد ہو کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم اسوقت موجود تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل ہوتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا علم حاصل کرتے تھے اور قرآن مجید کے اسرار و معارف سمجھنا روحانی عقل سے متعلق ہو اور یہ عقل صحابہ رضی اللہ عنہم مین بدرجہ کمال تھی جو مابعد غیر ممکن ہو اور یہان آیت کی تفسیر مین حضرت ابن مسعود رضہ و ابن عباس رضہ سے یہ معنی روایت ہوے کہ کبھی دو یُسر پر ایک عُسر غالب نہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ یہان دو تیسیر مقصود ہین تو دوسری آیت فقط تاکید نہین ہو سکتی۔ بلکہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معنے صریح روایت کیے گئے ہین پھر کیونکر اسکے خلاف یہ ہو سکتا ہو کہ تاکید سے ایک ہی یسر قرار دیا جاوے (جواب) دیا گیا کہ حقیقت مین دوسری آیت تاکید ہو ولیکن ان بزرگون نے ظاہر صورت پر محمول کر کے دو یسر قرار دیے اور امید قوی کر دی اور اللہ تعالےٰ کے وعدے کو اعلیٰ طریقے پر لے لیا (السراج) مترجم کہتا ہو کہ ظاہر صورت پر محمول کرنے سے مطلب یہ ہو کہ یہان ظاہر مین عسر ایک اور یسر دو نکلتے ہین قطع نظر اس سے کہ دونون آیتین باہم تاکید ہین یا نہین ہین اور اسکا بیان تفسیر ابن کثیر مین بھی گزرا اور

روایت بھی اسپر دلالت کرتی ہی کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضہ کو اس آیت سے خوشخبری
دی اور فرمایا کہ ایک عسر کبھی دو یسر پر غالب نہوگا مسئلہ علم اصول مین بیان ہی کہ نکرہ جب اعادہ کیا جاوے تو پہلا
اور دوسرا دونون الگ الگ ہوتے ہین اسلیے کہ اول نکرہ کچھ معین نہ تھا کہ وہی دوسرا ہو سوا اسکے کہ وہان کوئی خاص
دلیل ایسی ہو کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ دوسرا بھی اول ہی۔ معرفہ جب اعادہ کیا جاوے تو وہی پہلا ہوگا سوا اسکے کہ کسی دلیل
سے جدائی معلوم ہو تو یہان آیت مین اول فرمایا۔ فان مع العسر یسرا۔ اسمین (العسر) معرفہ ہی اور (یسرا) نکرہ ہی پھر فرمایا۔ ان
مع العسر یسرًا۔ اسمین بھی العسر معرفہ ہے اور یسرًا نکرہ ہی تو العسر دو مرتبہ تکرار مین ایک ہی عسر ہی اور (یسرًا) مکرر لانے مین جدا جدا
ہی تو (یسرا) دو ہوے اور عسر ایک ہوا پس حدیث مین یہ معنے ہوے کہ اللہ تعالے نے دو یسر عطا فرمائے اور درمیان مین
ایک عسر ہی تو یہ اکیلا کبھی یسرین پر غالب نہین ہوسکتا اور **شیخ ابن کثیرؒ** نے بھی اسیطرح معنے بیان کیے ہین۔ اگر کہا جاوے
کہ حدیث مین بیان ہی کہ اگر عسر آکر سوراخ مین گھس رہے تو اسکے پیچھے یسر آکر سوراخ مین گھس کر اُسکو نکال باہر کرے جیسا کہ بیان
ہوچکا اور آیت مین سیاق یہ ہی کہ فان مع العسر یسرًا۔ یعنے عسر کے ساتھ ہی یسر ہی (جواب) بسیاق مین عسر کے ساتھ یسر
بیان فرمایا تو اسکو اہل عقل کے ساتھ خطاب کیا ہی کیونکہ احمق البتہ یہ سمجھیگا کہ دونون باتین ساتھ ہی جمع ہین اور عاقل
یہ نہین سمجھ سکتا اسلیے کہ دونون مین مخالفت ہی تو جمع کیونکر ہوسکتی ہی بلکہ عاقل اس کلام معجز نظام سے یہ فائدہ لطیف سمجھیگا
کہ عسر ایسا قلیل ہوتا ہی کہ گویا اسکے ساتھ ہی آسانی موجود ہی اسلیے کہ پہلے یسر تھا پھر عسر آیا پھر یسر آگیا تو دونون یسر کے درمیان مین
قلیل عسر ایسا پھنس جاتا ہی کہ وہ ہر طرف سے یسر کے ساتھ ہی اور حاصل یہ کہ اللہ تعالے نے بندگان مسلمین کو وعدہ دیا کہ عسر
مین اللہ تعالے سے امیدوار ہون کیونکہ اللہ تعالے کی رحمت اُسکے نیکوکار بندون سے نزدیک ہی حسن بن سفیان
رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ حدثنا یزید بن صالح حدثنا خارجۃ عن عباد بن کثیر عن ابی الزناد عن ابی صالح عن ابی ہریرہ رضہ
کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس قدر خرچہ کا بار ہوتا ہی اُسی کے انداز سے آسمان سے
مددگاری نازل ہوتی ہے اور مصیبت کے انداز پر صبر اترتا ہے (ابن کثیرؒ) **خطیبؒ** نے کہا کہ عسر یعنے سختی کی مثال
جیسے خود اس سورہ مین گزری یعنے سینہ کی تنگی اور وزر جس سے گرانی ہو اور قوم قریش کی سرکشی و ایذا دینا یعنے یہ چندروزہ
تھا اور ہر ایک عسر کے بعد اللہ تعالے نے یسر نازل کیا پس سینہ کشادہ کر دیا اور وزر دور کر دیا اور قوم کو ہدایت و طاعت
کی توفیق دی پس اللہ تعالے کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونا چاہیے اگرچہ کیسی ہی سختی پیش آوے کیونکہ عسر کے ساتھ یسر
ہی اگر کہو کہ ساتھ ہونے کے یہ معنے کہ دونون جمع ہون حالانکہ یہ نہین ہوسکتا (جواب) دیا گیا کہ اللہ تعالے نے چاہا کہ اُن کو
یسر و آسانی پہونچاوے بعد سختی کے جسمین وہ مبتلا تھے نزدیک تر زمانہ مین لہذا جس یسر کی توقع ہی اُسکو ایسا نزدیک کیا
گویا عسر کے ساتھ ہے تاکہ دلون کو تسلی و تقویت رہے اسکے بعد پھر فرمایا۔ ان مع العسر یسرا۔ یہ جملہ جداگانہ ہے اور اس سے
اللہ تعالے نے وعدہ دیا کہ عسر کے بعد ایک یسر تھا اُسکے پیچھے دوسرا یسر بھی ہی مانند ثواب آخرت کے یعنے سختی کے بعد تم کو
دنیا مین آسانی ملیگی پھر اسکے بعد بھی آسانی عظیم ہی جیسے عیش قبر و ثواب آخرت۔ اور اس کلام کی نظیر حدیث مین ہے
کہ روزہ دار کے لیے دو فرحت ہین ایک فرحت وقت افطار کے اور دوسری فرحت اپنے رب تعالے سے ملنے کے وقت

تھا پس آپ نے فرمایا کہ اگر عسر آکر (بالفرض) اس سوراخ مین گھس رہے تو یسر آکر اس سوراخ مین جاکر اسکو نکال کر باہر کریگا
پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا - فان مع العسر یسرًا ان مع العسر یسرا - اس حدیث کو ابوبکر البزار رح نے محمد بن معمر عن حمید
بن حماد رح روایت کیا ولیکن اُسکے آخر مین یہ ہو کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی **اقول** اس سے معلوم ہوتا ہو
کہ آیت پہلے نازل ہوچکی تھی اس وقت اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول ؐ کی بات سچی کرنے کو یہ آیت یاد دلائی کہ خود اللہ تعالےٰ نے
قرآن مین اسکو نازل فرمایا ہو - م - ابوبکر البزار رح نے کہا کہ اس حدیث کو حضرت انس رضہ سے میرے علم مین کسی دوسرے نے نہین
روایت کیا سواے عائذ بن شریح رح کے **ابن کثیر** رح نے کہا کہ عائذ بن شریح کی نسبت ابوحاتم الرازی رح نے کہا کہ اسکی روایت مین
ضعف ہوتا ہو ولیکن اس حدیث کو شعبہ رح نے معاویہ بن قرہ سے اُس نے ایک شخص سے جسکا نام نہین لیا حدیث عبد اللہ
بن مسعود رضہ سے روایت کیا ولیکن ابن مسعود رضہ نے اپنے قول سے بیان کیا ہو یعنے یہ نہین کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
ایسا فرماتے تھے (ابن کثیر رح) اور فتح البیان مین نقل کیا کہ امام بزار رح کی روایت کے مانند طبرانی رح نے بھی روایت کیا اور
ابن مردویہ و طبرانی رح نے اسکے مانند بھی مرفوع حدیث روایت کی ولیکن **سیوطی** رح نے کہا کہ اسکی سند بھی ضعیف ہے اور عبد اللہ
ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث آئی ہو کہ اگر عسر کسی سوراخ مین گھس رہے تو یسر آکر اُسمین سے اُسکو نکال دے
اور ایک عسر کبھی دو یُسر پر غالب نہوگا اللہ تعالےٰ فرماتا ہو فان مع العسر یسرًا ان مع العسر یسرا - اس حدیث کو عبد الرزاق و
سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن ابی الدنیا و ابن المنذر و بیہقی نے روایت کیا ہو مترجم کہتا ہے کہ شاید فتح البیان مین ابن مسعود
کی حدیث مین مرفوع کہنا سہو ہو اور موقوف کہنا چاہیے واللہ تعالےٰ اعلم اور اسناد مین حمید بن حماد بن ابی الخوار کے حق مین
بھی تقریب مین ہو کہ اُسکی روایت مین نرمی ہو یعنے فی الجملہ ضعف ہو **اقول** ابوداؤد نے بالون کی تطویل مین اسکی حدیث
روایت کی ہو فافہم **ابن کثیر** رح نے لکھا کہ ابن ابی حاتم نے حسن بن محمد بن الصباح عن ابی قطن عن المبارک بن فضالہ عن الحسن رح
روایت کی کہ سلف کہا کرتے تھے کہ عسر ایک اکیلا دو یسر پر غالب نہین ہوسکتا مترجم کہتا ہو کہ اسکی اسناد صحیح ہو اور حسن
بصری رح نے اسکو صحابہ رضہ کا قول روایت کیا ولیکن اسطرح بیان کیا کہ گویا یہ بات صحابہ رضہ مین معروف تھی تو ضرور ہے کہ انھون نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سُنی ہوگی ورنہ اپنی راے سے ایسی بات بیان کرنا غیر ممکن ہو ولیکن آیت مین ایک طریقے
سے یہ بات سمجھی جاتی ہے جسکا بیان آیندہ آویگا اور حسن بصری رح کبھی اسکو حدیث مرفوع بھی مرسل روایت کیا کرتے تھے
چنانچہ ابن جریر رح نے کہا کہ حدثنا ابن عبد الاعلی حدثنا ابوثور عن معمر عن الحسن رح قال الخ یعنے حسن بصری رح نے کہا کہ ایک روز رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے خوش بشاش ہنستے ہوے اور یہ فرماتے تھے کہ ہرگز دو یسر پر ایک عسر غالب نہین
ہوسکتا ہو اسکو مکرر فرماتے تھے پھر پڑھا قولہ تعالےٰ فان مع العسر یسر الآیہ - **اقول** ابن عبد الاعلی سے مراد یونس بن
عبد الاعلی مصری نہین ہین کیونکہ ابن جریر رح انکا نام لیا کرتے ہین بلکہ یہ محمد بن عبد الاعلی صنعانی ہین جن سے نسائی وغیرہ نے
روایت کی اور یہ بھی ثقہ ہین اور ابن ثور سے روایت کرتے ہین تو یہ اسناد صحیح ہے **ابن کثیر** رح نے کہا کہ ابن جریر رح نے دوسری
اسانید سے بھی بطریق یونس بن عبید و عوف الاعرابی عن الحسن رح مرسل روایت کیا ہو تو یہ طریقہ قوی ہو اور اس سے معلوم
ہوا کہ صحابہ رضہ نے اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اور خود آیت سے نہین نکالا تھا - بلکہ قتادہ رح کی

دیا اور الحمدللہ کہ است جسکے دل مین ایمان ہی ہر حالت مین آپ کا نام پاک بہت ادب اور تعظیم سے لیتے ہین- رازیؒ نے سب کو جمع کر لیا اور کہا کہ جن صورتون مین اہل تفسیر نے آپکا ذکر بلند کرنا بیان کیا ہی سب آیت مین داخل ہین اور اللہ تعالے نے قرآن مین آپ کا ذکر اپنے ساتھ رکھا جیسے قولہ تعالے واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ- یعنے اللہ ورسول اللہ ہی اس بات کے لائق ہین کہ منافقین انکو راضی کرین- ف- اور اسکے نظائر بہت ہین- اور قرآن مین اللہ تعالے نے اپنے حبیب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جہان خطاب فرمایا وہان یاایہا النبی- اور یاایہا الرسول سے خطاب فرمایا اور دیگر انبیا علیہم السلام کا نام ذکر کیا جیسے یاموسی اور یاعیسیٰ وغیرہ- اور اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بندون کے دلون مین ایسی محبت رکھی کہ آپ کے نام پاک کو دل مین پاکیزگی کے ساتھ رکھتے ہین اور زبان سے ذکر کرنے مین نہایت پاکیزگی وخوبی جانتے ہین اور اعتبار صالحین بندون کا ہوتا ہی کیونکہ کفار ناپاک تو جناب باری تعالے مین شرک کا کلمہ بولتے ہین وقال تعالے ایجعل لہم الرحمن ودًا- یعنے صالحین کے واسطے اللہ تعالے محبت قرار دیگا- ف- گویا اللہ تعالے نے اس آیت مین فرمایا کہ عنقریب مین تمام عالم کو تیرے تابعین سے بھر دونگا- یہ سب تیری ثنا وصفت کرینگے اور تجھپر درود پڑھینگے اور تیرے طریقہ مسنون کو محفوظ رکھینگے اور مین نے تیری فرمانبرداری کو اپنی فرمانبرداری قرار دیا بقولہ تعالے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ- جسنے رسول محمدؐ کی تابعداری کی تو بیشک اُسنے اللہ تعالے کی تابعداری کی اور تیری بیعت کو اپنی بیعت ٹھہرایا بقولہ تعالے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ- یعنے جو صحابہ کہ تجھسے بیعت کرتے ہین تو یہ لوگ اللہ تعالے ہی سے بیعت کرتے ہین- ف- اور تیری عظمت وجلالت کی یہ شان ہی کہ روے زمین پر جو بادشاہ راہ راست پر ہی وہ اگرچہ کیسا ہی عظیم الشان بادشاہ ہو وہ تیرے حکم کی فرمانبرداری کرنے مین اپنا فخر جانتا ہی بلکہ علما وسلاطین حج وزیارت مین جب تیری بارگاہ کے دروازے پر پہونچتے ہین تو دور ادب سے کھڑے ہوکر سلام کرتے اور تیری شفاعت کے امیدوار ہوتے ہین اور تیرے دروازے کی خاک لے کر اپنے چہرے پر ملتے ہین مترجم کہتا ہی بلکہ جس بندۂ صالح کو تیری درگاہ کا ولی سمجھتے ہین اُسکے دروازے پر ادب سے حاضر ہوتے ہین پس آپکا ذکر جمیل اور شرف رفیع قیامت تک باقی ہو- تفسیر کبیر- خطیبؒ نے سراج مین لکھا کہ مشرکین جونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مومنین کو فقیری وتنگدستی کا الزام دیتے اور کہتے کہ اگر اللہ تعالے کے نزدیک تم لوگ اچھے دین پر ہوتے تو تم کو یہ محتاجی کیون ہوتی بلکہ ہم سے زیادہ مالدار ہوتے اور اسی قسم کی بیہودہ باتین یہانتک بیان کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گمان ہوا کہ مشرکین کو اسلام سے بے رغبتی فقط اسی وجہ سے ہی کہ اہل اسلام فقیر ہین لہذا اللہ تعالے نے پہلے وہ نعمتین یاد دلائین جو حقیقت مین نعمت ہین پھر وعدہ دیا کہ اس تنگی سے جو دنیا کا تعلق اہل اسلام کے دلون سے منقطع ہو جائیگا اس وقت اللہ تعالے آسانی وثروت بکثرت عطا فرماویگا بقولہ تعالے- فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا- پھر البتہ سختی کے ساتھ آسانی ہی- إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا- بے شک سختی کے ساتھ آسانی ہی ف ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالے نے مکرر تاکید سے آگاہ فرمایا کہ عسر یعنے سختی ودشواری کے ساتھ مین یُسر یعنے آسانی وراحت ضرور پائی جاتی ہے قال ابن ابی حاتم حدثنا ابو زرعہ حدثنا محمود بن غیلان حدثنا حمید بن حماد بن ابی الخوار ابو جہم حدثنا عائذ بن شریح قال سمعت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک وقت بیٹھے تھے اور آپکے سامنے ایک سوراخ

دوزخ و قیامت سب کا اقرار کرتا ہو ولیکن اشھد ان محمداً رسول اللہ کا اقرار نکرے تو اُسکو کچھ فائدہ نہوگا اور وہ کافر مرے گا
(السراج) مترجم کہتا ہو کہ یہ کلام بالکل صحیح ہی اور اس زمانہ کا ختم آپ پر ہوا اور بدون آپکی اتباع کے ہرگز کسی قلب مین نور کا نام
نہوگا اگرچہ کوئی کافر اپنے واسطے اپنے نزدیک ہزار بار مدعی ہو۔م۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ دیگر علماء رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے محمد صلعم
کا نام پاک اولین و آخرین مین ذکر فرمایا (یعنے حضرت آدم ع کو آپ کے نام و منزلت رفیع سے اطلاع دی حتی کہ بعض روایات مین
ہی کہ حضرت آدم ع نے آپ ہی کو شفاعت کا وسیلہ بنایا تھا جب توبہ قبول ہوئی۔م۔) بلکہ جب ازل مین انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا
تو اپنے حبیب علیہ و علیہم الصلوۃ والسلام کے لیے یہ عہد لیا کہ اسپر ایمان لاوین اور اپنی امتیون کو اُسپر ایمان لانے کا حکم کرین پھر اس
امت مین آپ کا نام مقدس مشہور و بلند کیا اور اپنے ساتھ آپکا ذکر ملا لیا مترجم کہتا ہو کہ شیخؒ نے قولہ تعالے واذ اخذ اللہ میثاق
النبیین لما آتیتکم من کتاب و حکمۃ ثم جاءکم رسولٌ الآیہ مین صریح لکھا ہے کہ ان انبیاء علیہم السلام کے بعد رسولؐ سے مراد محمد
صلی اللہ علیہ وسلم ہین چنانچہ وہان دیکھنا چاہیے۔م۔ اور شیخ صرصری رحمہ اللہ تعالے نے خوب کہا کہ فرض نماز کی اذان
ہرگز صحیح نہین ہوتی جب تک پسندیدہ منھ سے آپکا پاکیزہ نام مبارک شیرین نہ نکلے اور یہ بھی کہا کہ کیا تم لوگ نہین جانتے
ہو کہ ہمارا یہ حال ہی کہ ہماری اذان اور ہمارا فریضہ صحیح نہین جب تک کہ ہم لوگ مکرر سہ کرر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہ
کرین (تفسیر ابن کثیر رح) رفعنا لک ذکرک۔ اس آیت مین (لک) کو مقدم کیا تاکہ جلدی سے اپنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے
دل مین خوشی پیدا فرماوے کہ یہ رحمت کاملہ تیرے واسطے ہی۔ حسنؒ نے کہا کہ جہان اللہ تعالے کے واسطے ذکر ہے وہان رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر ساتھ ہی۔ بعض نے کہا کہ آپ کا ذکر اسطرح بلند فرمایا کہ سابقین انبیاء علیہم السلام پر جو کتابین نازل فرمائین
اُن مین آپ کی تعریف ذکر کی اور انبیاء کو بشارت کا حکم دیا اور آگاہ کیا کہ دین حق مین سے کوئی دین اس قدر کثرت کو نہین پہونچیگا
جس قدر دین احمدی پہونچیگا (ف) اگر وہم ہو کہ دین موسیٰ ع دو ہزار برس کے قریب رہا اور دین عیسیٰ ع کے مدعی بکثرت
ملکون مین ہین اور خود حدیث مین آیا ہو کہ آخر زمانہ مین نصاریٰ بکثرت اور تمام روے زمین پر غالب ہونگے (جواب) دین
موسیٰ علیہ السلام فقط بنی اسرائیل مین تھا جیسے عیسیٰ علیہ السلام بھی فقط بنی اسرائیل کے واسطے بھیجے گئے تھے پھر دین موسیٰ ع
مین بکثرت فسادات یہود نے پھیلائے تو دو ہزار برس تک ہونے سے کچھ زیادتی نہین ہوسکتی ہی اور دین عیسیٰ ع مین بہت جلد فتنہ
پھیل گیا تو جو لوگ خدا کا بیٹا کہنے والے لوگ ہین یہ فقط برائے نام عیسیٰ ع کو مانتے ہین اور حقیقت مین مشرک ہین اور دین محمدی
مین باوجود کثرت سے بدعتی فرقون کے کسی نے شرک کا عقیدہ قائم نہین کیا سواے چند لوگون کے جن کا کچھ اعتبار نہین ہے
اور یہ دین اسلام تمام دور دراز ممالک مین عموماً پھیلا اور کچھ تحریف نہین ہوئی فافہم۔ پھر واضح ہو کہ حضرت ابن عباسؓ اور مجاہدؒ
نے جو کہا کہ مراد اذان ہی تو اس قول مین یہ تردد ہی کہ جس وقت سورہ نازل ہوا تو مکہ مین نازل ہوا تھا اسوقت اذان شروع نہین
ہوئی تھی کیونکہ اذان مدینہ مین مشروع ہوئی ہی (جواب) یہ ہوسکتا ہی کہ آیت مین جو امر بیان فرمایا وہ اللہ تعالے کے نزدیک معلوم تھا۔
اور حق یہ ہی کہ اذان کا ذکر فقط ایک مثال ہی یہ مطلب نہین کہ فقط اذان ہی مین ذکر بلند کیا چنانچہ ایک جماعت نے کہا کہ آیت
مین یہ مذکور ہی کہ آپکا ذکر بلند کیا تو یہ سب صورتین شامل ہین جنمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند فرمایا ہی حتی کہ ارشاد ہے
کہ جسنے میرے اوپر ایکبار درود پڑھا اللہ تعالے اسکے عوض اُسپر دس بار درود بھیجتا ہی اور قرآن مجید مین آپ پر درود کا حکم

زندہ کرتا تھا تو اللہ تعالے نے مجھسے فرمایا کہ اے محمد الم یجدک یتیما الخ کیا مین نے تجھے یتیم نہین پایا پس تجھے جگہ دی۔ مین نے عرض کیا
کہ اے رب کیون نہین۔ اور فرمایا کہ مین نے تجھے ضال نہین پایا پس تجھے ہدایت دی۔ مین نے عرض کیا کہ اے رب کیون نہین فرمایا
کہ کیا مین نے تجھے محتاج نہین پایا پس تجھے تونگر کیا۔ مین نے کہا کہ اے رب کیون نہین فرمایا کہ کیا مین نے تیرا سینہ کشادہ نہین
کیا اور کیا مین نے تیرا ذکر بلند نہین کیا مین نے عرض کیا کہ اے رب کیون نہین مترجم کہتا ہے کہ اس روایت مین یہ احسان نہین
ذکر کیا کہ ووضعنا عنک وزرک الخ تو شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ سینہ کشادہ کرنا ہی وزر دور کرنا ہو تو تاویل یہ کہ ابتدا مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر خالص وحی یعنی عین قلب پر کلام الٰہی کا نازل ہونا بہت سخت تھا اور یہی وزر تھا جسکو اللہ تعالے نے
اسطرح آسان کیا کہ آپکا سینۂ مبارک کھول دیا فافہم واللہ تعالے اعلم۔ م قال ابو نعیم فی دلائل النبوة حدثنا ابو احمد
الغطریفی حدثنا موسی بن سہل الجونی حدثنا احمد بن القاسم بن بہرام الہیتی حدثنا نصر بن حماد عن عثمان بن عطاء عن الزہری عن انس رض
الخ یعنے انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ مقامات زمین وآسمان مین جہان جہان اللہ تعالے
نے میرے واسطے حکم کیا تھا جب مین اُس سے فارغ ہوا تو مین نے عرض کیا کہ اے رب مجھسے پہلے جنکو تو نے پیغمبر بھیجا اُن مین سے
ہر ایک کے لیے تو نے دنیا مین کرامت فرمائی چنانچہ ابراہیم ع کو خلیل بنایا اور موسی ع کو کلام سے شرف دیا یعنے وہ کلیم اللہ کہلایا
اور داؤد ع کے لیے پہاڑون کو اور سلیمان ع کے لیے ہوا و شیاطین کو مسخر کر دیا اور عیسی ع کے واسطے مردے زندہ کر دیے
اے رب تو نے میرے واسطے کیا کرامت قرار دی ہے اللہ تعالے نے فرمایا کہ اے محمد کیا مین نے ان سب سے بڑھکر تیرے واسطے نہین کیا کہ
جب مین ذکر کیا جاؤن تو میرے ساتھ تو بھی یاد کیا جاوے اور مین نے تیری امت کے سینے ایسے کر دیے کہ حفظ سے قرآن پڑھین
یہ بات مین نے کسی امت کے لیے نہین رکھی اور تجھے مین نے اپنے عرش کے خزائن سے ایک خزانۂ عظیم دیا وہ۔ لاحول ولا قوة الا باللہ
العلی العظیم ہے (ابن کثیر رح) اور امام فراءؒ نے معالم مین نقل کیا کہ ابن عباس رض ومجاہد رح نے کہا کہ ذکر بلند کرنے سے اذان مراد ہے یعنے اذان
مین اشہد ان لا الہ الا اللہ کے ساتھ اشہد ان محمدا رسول اللہ سے ذکر بلند کیا جاتا ہے اور حسان بن ثابت
رضی اللہ عنہ کا شعر اسپر دلالت کرتا ہے ۔ اغر علیہ للنبوة خاتم + من اللہ من نور یلوح ویشہد + یعنے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم پر نور سے نبوت کی انگشتری اللہ تعالے کی طرف سے روشن کی گئی جو چمکتی اور گواہی دیتی ہے۔ وضم الالہ اسم
النبی الی اسمہ + اذا قال فی الخمس المؤذن اشہد + اور اللہ تعالے نے نبی اللہ محمد کا نام اپنے نام کے ساتھ ملا دیا + جب
پانچ نمازون مین موذن اشہد کہتا ہے یعنے اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا رسول اللہ + وشق لہ من اسمہ لیجلہ +
فذو العرش محمود وھذا محمد + اور اللہ تعالے نے اس پیغمبر خاتم النبیین کی تعظیم کے واسطے اپنے نام سے اسکا نام مشتق
کیا + چنانچہ ذوالعرش کا نام محمود ہے اور یہ رسول اللہ محمد ہے (ابن کثیر رح) اور خطیب رح نے لکھا کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا نام اپنے نام پاک کے ساتھ بلند کیا کہ اذان مین اور اقامت نماز مین اور تشہد مین اور منبر پر جمعہ کے روز اور عید الفطر
اور عید الاضحی کے روز اور عرفہ کے دن اور عید قربان کے ایام التشریق مین اور حج کے رمی الجمرات یعنے کنکریان مارنے مین اور سعی صفا
ومروہ پر اور نکاح کے خطبہ مین اللہ تعالے کے نام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ضرور ذکر کیا جاتا ہے بلکہ مشارق ومغارب
مین محمد رسول اللہ کا نام بلند ہے حتی کہ اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ عمر بھر اللہ تعالے کے واسطے اپنے طور پر عبادت کرے اور جنت

یہ سبب ہوا کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریش کے سرکشون نے خصوصاً ابوجہل نے مار پیٹ کی اور آپکے صحابہ رض جو چند آدمی تھے اُن مین سے کسی کو یہ قوت نہ تھی کہ مشرکون سے مقابلہ کرین سوائے حضرت ابوبکر رض کے کہ حضرت ابوبکر رض نے ہر طرف سے کافرون کا مقابلہ کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ کافرون نے حضرت صدیق رض کو اس قدر مارا کہ زخمی ہوکر بیہوش ہوگئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہوے۔ ابوبکر رض کو اُنکے کنبہ کے لوگ اُٹھا لائے جب ہوش ہوا تو پہلا کلمہ یہ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہین لوگون نے کہا کہ زندہ ہین تو کہا کہ الحمد للہ آپ کی صحت مین سب مصیبت آسان ہی۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر مین زخمی مغموم تھے کہ ناگاہ حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ شکار سے واپس آئے آپ کو اس حالت مین دیکھکر پوچھا کہ ای بھتیجے تم کیون اس حالت مین غمگین ہو۔ آپ نے فرمایا کہ چھوڑ دو ایسے شخص کو جو چچا وغیرہ نہین رکھتا ہی۔ آخر حضرت حمزہ رض کو حال معلوم ہوا تو آپ سخت غضبناک ہوے اور اسی طرح مسلح مکان سے باہر چلے اور مسجد الحرام مین ابوجہل لعین کو دیکھا اور ایک کمان اس زور سے اُسکے سر پر ماری کہ وہ زخمی ہوگیا اور اسی حالت مین بھاگ کر باب بنی شیبہ سے نکل گیا اور حضرت حمزہ رض نے واپس ہوکر کلمۂ توحید زبان پر جاری کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوے۔ واضح ہو کہ قولہ (چچا وغیرہ نہین رکھتا ہی) اس فقرہ کا مطلب یہ ہو کہ رشتہ اصل مین اُسوقت ثبوت ہوتا ہی جب دین مین اتحاد ہو تو کفر کی حالت مین فقط ظاہری طور پر چچا ہو سکتا ہی باطن مین نہین ہی جیسے حضرت نوح عم کے فرزند کافر کی نسبت اللہ تعالے نے کہا کہ۔ لیس من اہلک۔ وہ تیرے اہل وعیال سے نہین ہی فافہم وجہ ہشتم رازی رح نے لکھا کہ اگر اس سورۂ مبارک کا نزول حضرت خدیجہ و ابوطالب کے مرنے کے بعد ہوا ہو تو وزر سے انھین دونون کی جدائی مراد ہی پس اسکے عوض مین آپ کو معراج عطا فرمائی جس سے یہ وزر دور ہوا (تفسیر کبیر) **وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** اور ہم نے بلند کیا تیرا ذکر ف یعنے ہم نے تیرا ذکر بلند کیا **ابن کثیر** رح نے لکھا کہ مجاہد رح نے کہا کہ ذکر اس طرح بلند کیا کہ جب اللہ تعالے کا ذکر ہوتا ہی تو آپ کا بھی ذکر ساتھ ہی ہوتا ہی جیسے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ۔ قتادہ رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے اپنے رسول حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر دنیا و آخرت مین بلند کیا چنانچہ جو کوئی خطبہ پڑھتا ہی وہ ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہی اور جو کوئی کتاب مین حمد لکھتا ہی وہ نعت بھی لکھتا ہی اور نماز مین ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جاتا ہی اور اذان مین صریح آپکی رسالت کا ذکر اللہ تعالے کے ساتھ ہی۔ ابن جریر رح نے یونس عن ابن وہب عن عمرو بن الحارث عن دراج عن ابی الہیثم عن ابی سعید الخدری رض مرفوع روایت کی کہ جبرئیل عم نے میرے پاس آکر کہا کہ میرا اور آپکا رب جلیل فرماتا ہی کہ ای محمد مین نے کیونکر تیرا نام بلند کیا۔ مین نے کہا کہ میرا رب ہی خوب جانتا ہی کہا کہ وہ فرماتا ہی کہ جب مین ذکر کیا جاتا ہون تو تیرا نام بھی ذکر کیا جاتا ہی اس حدیث کو ابن ابی حاتم نے بھی یونس بن عبد الاعلیٰ سے روایت کیا ہی یونس بن عبد الاعلیٰ ثقات علماے مصر سے ہین انسے امام مسلم ونسائی و ابن ماجہ وطحاوی و ابو حاتم و ابن خزیمہ وغیرہم جم غفیر نے روایت کی ہی (ورواہ ابو یعلی وابن المنذر وابن حبان وغیرہم) قال ابن ابی حاتم حدثنا ابو زرعہ حدثنا ابو عمر الحوضی حدثنا حماد بن زید حدثنا عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رض الخ یعنے ابن عباس رض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ مین نے اپنے رب عزوجل سے کچھ سوال کیا کاش مین یہ سوال نہ کرتا۔ مین نے یہ سوال کیا تھا کہ ای رب تونے مجھسے پہلے انبیا (علیہم السلام) بھیجے تھے ان مین سے بعض (سلیمان ع) کے لیے تونے ہوا مسخر کردی (یعنے اُسکے تابع حکم کردی) اور بعض (عیسیٰ ع) مردے

اُسکے مجموعہ گناہ کو بلفظ وزر تعبیر فرماکر آپ کی جناب مین منسوب کیا اور اس تاویل کے موافق مترجم کہتا ہو کہ ہمارے ارحم الراحمین پروردگار نے امت اسلامیہ کے سب گناہ اپنے حبیب رحمۃ للعالمین کے حوالہ کیے اور یہ نہایت بشارت کا مقام ہو صرف ہم لوگون کو مرتے دم تک ایمان کا غم چاہیے یعنے اپنے تئین گناہون کی حد مین اسطرح رکھین کہ شیطان کے حوالہ نہو جاوین اسلیے کہ بعضے قبیح گناہ ایسے سرزد ہوتے ہین کہ اُنکی سیاہی سے دل اندھا ہوجاتا ہو اور شیطان مسلط ہوتا جاتا ہو پس ہر روز ہر دم یہ دعا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر خاتمہ بخیر کرے رازیؒ وغیرہ نے لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت عاصی کی غمخواری فرماتے کہ دیکھیے اللہ تعالے اُنکے حق مین کیا حکم فرماتا ہو پس اللہ تعالے نے یہ بوجھ ہلکا کردیا اور دنیا کے حق مین فرمایا۔ ماکان اللہ لیعذبہم وانت فیہم۔ اللہ تعالے ایسا نہین ہو کہ اُنکو عذاب کرے درحالیکہ تو اُنمین موجود ہے ـ۔ اور آخرت مین اُنکے واسطے آپ کو شفاعت کی اجازت دی وجہ پنجم یہ کہ قولہ ووضعنا عنک وزرک الخ۔ اسکے معنے یہ ہین کہ ہم نے تجھے رسول معصوم کردیا یعنے تجسے کوئی گناہ نہوگا جو تیری پیٹھ پر بار گران ہو کیونکہ اگر گناہ ہوتا تو ضرور آپ پر بار گران ہوتا اسلیے کہ حدیث مین ہو کہ بہت خفیف باتین جنکو لوگ روزمرہ بے تکلف عمل مین لاتے ہین جیسے زور سے ہنس دینا وغیرہ تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم رسول اللہ صلعم نے لوگون سے فرمایا کہ اے لوگو اب یہ زمانہ آگیا کہ تم لوگ ان باتون کی کچھ پروا نہین کرتے ہو حالانکہ ہم لوگ انکو پہاڑ کے برابر سمجھا کرتے تھے جب یہ حالت صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھی تو تم خیال کرسکتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کس قدر گران ہوتا بس اللہ تعالے نے آپکو معصوم کردیا جس سے یہ بوجھ کبھی نہوگا اور اس امر کو ایسے کلام سے بیان کیا جس سے کسی امتی پر یہ گرانی نہو کہ کاش وہ بھی معصوم کردیا جاتا اور علما تو جانتے ہین کہ اللہ تعالے کے اسرار کیونکر ہین رازیؒ نے لکھا کہ اسی قسم سے یہ روایت ہو کہ زمانہ وحی سے پہلے ایک مرتبہ قریش مین سے ایک شخص کے یہان ایسی دعوت تھی جسمین دف بجنا اور دیگر باجا وگانا تھا۔ بعضے بوڑھے لوگون نے آپ کو بھی باصرار مجبور کیا کہ وہان جاکر شریک ہون۔ وہان اللہ تعالے نے آپ پر ایسی نیند غالب کی کہ آپ بالکل سو گئے اور آپ نے کچھ نہین سنا یہان تک کہ صبح ہوئی اور دن نکل آیا حتی کہ دھوپ کی تیزی سے آپ جاگے تھے وجہ ششم (وزر) سے مراد وہ کیفیت ہو جو جبرئیلؑ سے اول ملاقات وحی اقرا باسم ربک الخ مین پیدا ہوئی تھی کہ بدن کانپنے لگا اور قریب تھا کہ آپ پہاڑ سے گر پڑین پھر اللہ تعالے نے اس حالت کو دور کیا اور آپ کو ایسی قوت دی کہ لذت وحی کی جانب مشتاق ہوے کہ تاخیر ہونے مین شدت شوق سے چاہتے کہ اپنے آپکو پہاڑ کے اوپر سے گرا دین مترجم کہتا ہو کہ قول دوم کے بیان مین یہ وجہ بھی داخل ہوگئی ہے اگرچہ اسی قدر کہا جاوے کہ وزر سے یہ مراد ہے کہ نبوت کی خدمت بخوبی ادا کرنا اور سختیون پر صبر کرنا آپ پر گران تھا اُسکو اللہ تعالے نے آسان فرمایا لیکن امام رازیؒ نے لکھا کہ وجہ ہفتم یہ کہ وزر سے مراد وہ اذیت وتکلیف ہو جو کافرون کی طرف سے ادائے رسالت کے وقت آپ کو پہونچی جس سے آپ بہت کوفتہ خاطر ہوتے تھے پھر اللہ تعالے نے آپ کو قوت دی حتی کہ کافرون نے چہرۂ مبارک زخمی کیا اور آپ فرماتے تھے کہ الٰہی اس قوم کو ہدایت دے کہ یہ لوگ جانتے نہین ہین مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین ہو کہ اللہ تعالے کے معاملہ مین جیسے اذیت مجھے دی گئی کسی کو نہین دی گئی۔ ـ۔ اور روایت ہے کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا سبب اگرچہ اللہ تعالے کا فضل عظیم تھا لیکن ظاہر مین

دوطرح سے دیا گیا۔ وجہ اول یہ کہ بعض لوگ کہتے ہین کہ انبیا علیہم السلام سے صغیرہ گناہ صادر ہو سکتے ہین اور آیت مین
یہی صغیرہ گناہون کی مغفرت مراد ہے۔ اگر کہو کہ (وزرک) کی صفت یہ کہ (الذی انقض ظہرک) جسنے تیری پیٹھ پر بوجھ ڈال دیا
تھا۔ یہ صفت صغیرہ کے واسطے نہین ہو سکتی بلکہ کبیرہ کے لیے ظاہر ہے (جواب) یہ کہ آیت مین فقط یہ مذکور ہے کہ تیرا یہ خیال تھا
اور اس سے فی الواقع یہی معاملہ نہین ہو سکتا۔ اور خلاصہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صغیرہ گناہون سے بھی بہت
غمناک ہوتے تھے اسلیے فرمایا کہ الذی انقض ظہرک۔ علاوہ برین ثواب عظیم اس سے زائل ہوتا ہے اسلیے یہ صفت بیان
فرمائی۔ یہ جواب معتزلہ فرقہ کی طرف سے ہے جو کہتے ہین کہ پیغمبرون سے صغیرہ گناہ ہو سکتے ہین۔ اس جواب پر ایک اعتراض
مشکل ہے جسکا بیان یہ ہے کہ معتزلہ کے نزدیک یہ اعتقاد ٹھہرا ہے کہ جس شخص نے کبیرہ گناہون سے پرہیز کیا تو واجب ہے کہ
اللہ تعالے اُسکے صغیرہ گناہ معاف کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبیرہ گناہون سے معصوم تھے تو صغیرہ کی مغفرت
تمھارے قول پر خود واجب ہے۔ پھر یہان آیت مین (وزرک) سے صغیرہ کیونکر ہو سکتے ہین اسلیے کہ وہ بالضرور بخشے گئے
اور آیت مین احسانات کا بیان ہے اور خوب معلوم ہوا کہ جو چیز واجب ہو اُس سے فضل و احسان نہین رکھا جاتا ہے پس
معتزلہ کا جواب ٹھیک نہین ہوا (جواب دوم) (وزرک) سے گناہ مراد نہین ہے یعنے اصطلاح مین تم لوگ جسکو گناہ کہتے ہو
کہ بالغ ہونے کے بعد اللہ تعالے کی شریعت پہونچ جانے اور علم حاصل ہونے کے بعد جس سے منع ہو وہ کام کرے تو یہ گناہ
یہان مراد نہین ہے پس یہ اعتراض ساقط ہوا کہ انبیا علیہم السلام سے گناہ صادر ہو سکتا ہے ولیکن یہ بیان کرنا چاہیے کہ پھر آیت
مین (وزرک) سے کیا معنے مراد ہین (جواب) مین کئی وجوہ ہین وجہ اول یہ کہ شریعت کی وحی نازل ہونے سے پہلے چالیس
برس تک کے زمانہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے بعض کام ہو گئے تھے جو شریعت مین ممنوع بیان ہوے تو اُنکا
خیال کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بار عظیم طاری ہوتا تھا اگرچہ وہ کام ایسے زمانہ مین ہوے تھے جو گناہ نہین ہو سکتے
ہین پس اللہ تعالے نے وہ بھی معاف کیے جیسے حضرت موسی عہ نے قبطی کو مار ڈالا تھا اور اللہ تعالے نے عفو کیا۔ یہ معنے
قتادہ رح کے بیان سے نکلتے ہین وجہ دوم یہ کہ (وزرک) کے معنے باعتبار زبان عرب کے بار گران ہے اور اس سے
نبوت کا بار گران مراد ہے کہ اُسکا اُٹھانا ابتدا مین آپ پر شاق تھا پس اللہ تعالے نے قوت الٰہیہ سے اُس کو ہلکا کر دیا یعنے آپکو
ایسی قوت روحانی عطا کی کہ یہ بار آپ پر آسان ہو گیا وجہ سوم بعض نے کہا کہ (وزرک) سے مراد وہ گرانی و ناگواری
ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی حالت دیکھکر پیدا ہوتی تھی یعنے آپ دیکھتے تھے کہ قریش نے دین ابراہیم ع
کو بگاڑ دیا اور بجاے توحید کے شرک اختیار کیا اور خانہ کعبہ مین بت رکھے تو آپ کو بہت گران گزرتا تھا اللہ تعالے نے یہ بوجھ
ہلکا کر دیا کہ اپنا دین توحید نازل فرمایا وجہ چہارم (وزرک) سے اگرچہ گناہ کے معنے مراد ہین لیکن گناہ فی الحقیقت آپ کے
واسطے نہین ہین بلکہ بات یہ بھی کہ آپ کے سامنے آپ کی امت کے گناہ پیش ہوے تو آپ بہت غمگین ہوے اور آپ پر بہت
گران گزرا تو فرمایا کہ یہ تیرا بار گناہ جس سے تیری پیٹھ پر گرانی تھی ہم نے تجسے دور کر دی۔ خلاصہ یہ کہ امت کے گناہون کو
آپ کی طرف منسوب کیا اسلیے کہ آپ رحمۃ للعالمین تھے یعنے تمام عالم کے لیے رحمت تھے تو جن لوگون نے آپکی رسالت کا
اقرار کیا اور ایمان لائے ہین اُنپر آپ کس قدر بے انتہا رحمت تھے تو اس ایماندار امت کے واسطے غمخواری فرماتے تھے اسلیے

منشرح کردیا **قول دوم** یہ کہ وزر سے مراد وہ کدورت ہین جو زمانہ ولادت سے چالیس برس کی عمر تک کافرون کے ساتھ
رہنے سے طاری ہوئی تھین ولیکن ہم لوگ اس کدورت کو قیاس نہین کرسکتے ہین اسلیے کہ آفتاب کا غبار اور شیشہ کا زنگ
برابر نہین ہوتا اور لوہے کا میل اور موتی کا میل یکسان نہین ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک اول سے پاک
تھا اور شق الصدر سے بالکل پاک ہوکر محل نور آلٰہی ہوا تو آفتاب کو اُس سے کیا نسبت ہو اور جس قلب کے مثل عالم وجود
مین رب عزوجل نے انبیاء ومرسلین و ملائکہ مقربین مین ایجاد نہین فرمایا تو ہم لوگ کیونکر اُسکا اندازہ کرسکتے ہین ۵ بعد از
خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ہ پس جس بندے کو اللہ تعالے نے ایمان حقہ عطا کیا ہی یعنے اُسمین عقل روحانی موجود ہی تو وہ اس
مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق کدورت تصور کرسکتا ہی اسیطرح گناہ بھی آپ کی شان کے لائق تصور
کرے کیونکہ گناہ حقیقت مین میل کچیل ہی اور ہر چیز کا میل اُس چیز کے مناسب ہوتا ہی لوہے کا میل اور موتی کا میل جدا جدا ہی اور جسنے
میل کا نام سنکر قیاس کیا کہ لوہے کے مانند میل ہوگا تو وہ سخت احمق ہی لوہے کا میل آگ سے جلاکر بشدت کوفتہ کرکے صاف کیا
جاتا ہی اور موتی کا یہ حکم نہین ہی بلکہ پتھر کا غبار اور آفتاب کا غبار یکسان نہین ہوتا ہی آفتاب کا غبار فقط حجاب ہی خوب یاد رکھو
کہ یہ نظیرین سب پتہ بتلاکر جو اُس کی چیزون سے دکھلاکر سمجھانا منظور ہے جیسے ذات احدیت جل شانہ کے صفات
الوہیت کے واسطے یہ عالم محسوسات دلیل ہی ورنہ کہان یہ دنیاوی مادیات اور کہان شان قدس صفات جل سلطانہ وعز برہانہ
اسیطرح جس بندے کو حضرت حق سبحانہ تعالے نے فرد واحد پیدا کیا اُسکا مثل دوسرا نہین ہے تو اُسکی نظیر عالم روحانیات
سے نہین مل سکتی پھر عالم محسوسات مین کہان سے آویگی- اس تمہید مین اسلیے تطویل کے ساتھ بار بار سمجھنے کی تاکید
کی جاتی ہی کہ جن جن جاہلون نے یہ نہین سمجھا ہی لوگ کثرت سے گمراہی کے غارون مین گرے چنانچہ آیندہ خود معلوم
ہوگا- اب تفاسیر کے اقوال بیان کیے جاتے ہین **شیخ ابن کثیرؒ** نے لکھا کہ قولہ تعالے ووضعنا عنک وزرک الذی
انقض ظہرک- یہ آیت بمانند قولہ تعالے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر- تاکہ اللہ تعالی تیرے واسطے وہ گناہ معاف
کرے جو پہلے گزرے اور جو پیچھے ہوے ـہ- مترجم کہتا ہی کہ شیخ رح نے وزر کے معنے گناہ لیے اور سورۂ انا فتحنا
کی آیت سے اسکی تفسیر کی اس قاعدہ سے کہ قرآن کی آیتین ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہین اور سورۂ انا فتحنا
کا سیاق عجیب اسرار کے ساتھ ہے چنانچہ فرمایا- انا فتحنا لک الآیہ یعنے ہم نے تیرے واسطے ظاہر فتح عنایت کی تاکہ
اللہ تعالے تیرے لیے گناہ ما تقدم وما تاخر بخشے- ـہ- یعنے اس فتح مکہ کو بخشش کا سبب بیان فرمایا اور علماء رح کے
نزدیک یہ تمہید وفات شریف ہی فافہم- اور ہم نے وہان بہت توضیح سے بیان کیا ہی کہ یہی وہ آیت ہے کہ تمام مخلوق
الٰہی مین سے کسی فرشتہ مقرب و نبی مرسل کو نصیب نہین ہوئی کہ اللہ تعالے نے اسکو بالکل پاک کردیا ہو اسکو
کسی قسم کا دغدغہ ہولناک قیامت مین نہو سوا ے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسیواسطے جب یہ آیت اتری
ہی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کو نہایت مبارکباد دی اور فی الواقع یہ نہایت اعلیٰ منزلت ہی ولیکن عجب یہ کہ ایک
جماعت جہال نے اسی مقام سے اپنے واسطے ضلالت اختیار کی بیان یہ کہ **امام رازیؒ** نے تفسیر کبیر مین لکھا کہ ایک جماعت
نے دعوی کیا کہ انبیاء علیہم السلام سے بھی گناہ صادر ہوتے ہین اور اسی آیت سے استدلال کیا اور ان گمراہون کا جواب

وِزْرَكَ الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ - اور موضوع کردیا ہم نے تجھسے تیرا وزر جسنے تیری پیٹھ بوجھل کی تھی ف یہ
بے مثل تاج کرامت ہی جو کسی مرسل پیغمبر اور کسی مقرب فرشتہ کے لیے نہین ہو اسکی تفسیر مین پہلے مفردات مین کلام کیا جاوے
پھر معانی تفسیری و معالم اسرار مین کلام ہو امام رازی وغیرہ نے لکھا کہ قولہ ووضعنا ہوا عطف ہی ولیکن مبرد رح نے کہا کہ
عطف لفظی کے طریقے پر نہین ہی کیونکہ الم نشرح - پر لفظاً ہو تو - الم وضعنا ہوا اور یہ نہین ہو سکتا پس عطف بحسب المعنی ہی
کیونکہ الم نشرح کے معنے یہ ہین کہ قد شرحنا لک صدرک - اسپر عطف ہی - ووضعنا عنک وزرک مترجم کہتا ہی کہ وضع کے معنے رکھنا
اور گھٹانا پس جب کہین - وضع فیہ - اس جگہ مین رکھدیا اور جب کہین - وضع عنہ - تو معنے یہ کہ اُس سے گھٹا دیا اسی معنی مین وضیع
وہ شخص جو شریف نہو یعنے گھٹا ہوا کمینہ ہو اور یہ محاورہ عام ہی چنانچہ عوام بولتے ہین کہ اسکی تنخواہ مین سے اس قدر وضع
کرلیا یعنے گھٹا لیا رازی رح نے کہا کہ (وزر گناہ کا بوجھ (کبیر) اور دوسرون نے کہا کہ وزر بمعنے گناہ - اور قولہ انقض ظہرک
مفسرین نے کہا یعنے بوجھل کردی تھی پیٹھ تیری زجاج رح وغیرہ علماء لغت و معانی نے کہا کہ انقض ظہرک - ایک مثل ہی
اور اسکی اصلیت یہ ہی کہ عرب کہتے ہین کہ انقض الحمل ظہر الناقۃ - بوجھ نے ناقہ کی پیٹھ کو انقاض کیا - یعنے بوجھ ایسا بھاری تھا
کہ اُسکی پیٹھ سے نقیض سنی جاتی تھی - نقیض ایک قسم کی خفیف آواز ہوتی ہی تو مطلب یہ ہوا کہ بوجھ کی وجہ سے اُسکی پیٹھ
سے آواز سنائی دیتی تھی رازی رح نے کہا کہ یہ آواز اسکے کجاوہ وغیرہ کی چرچراہٹ سے آتی ہی بالجملہ - یہ مثل اللہ تعالے نے
اپنے رسول حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے بیان فرمائی تو اس سے کیا مراد ہی معالم وغیرہ مین ہی کہ ابو عبیدہ
وعبد العزیز بن یحیی نے کہا کہ اس سے یہ مطلب ہی کہ ہم نے تجھپر سے رسالت و کار پردازی نبوت کا بوجھ ہلکا کردیا جو تجھپر
بہت گران معلوم ہوتا تھا ابن کثیر رح نے لکھا کہ بہت سے علماء سلف رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یعنے ہم نے تجھسے وہ بوجھ ہلکا
کردیا جسکا اُٹھانا تجھے بار معلوم ہوتا تھا مترجم کہتا ہی کہ یہی معنے صحیح و مربوط و جید و قوی ہین کیونکہ اوپر کی آیت مین یہ
احسان رکھا کہ ہم نے تیرا سینہ کھول دیا - یعنے وحی قرآن کے لیے پھر فرمایا کہ جو بار گران تجھپر ثقیل معلوم ہوتا تھا وہ تجھسے
ہلکا کردیا - واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین ظہور رسالت بروجہ کمال تھا اسلیے کہ کلام آلہی ہر ایک پیغمبر پر بلباس
کتابی نازل ہوا حتی کہ حضرت موسی علیہ السلام پر باوجود کلام کرنے کے کتاب توریت کا نزول الواح مین ہوا - الغرض کوئی
پیغمبر ایسا نہین گزرا کہ جسکے دل پر خالص وحی کا نزول ہوا ہو سوائے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اسیواسطے انبیاء
سابقین حضرت موسی و عیسی نے بشارت مین سُنایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ مین اپنا کلام اُسکے منھ سے کہونگا چنانچہ
انجیل مین بھی صریح یہ بشارات ابتک موجود ہین باوجودیکہ اس قدر تحریفات واقع ہوئین اسی وجہ سے آپ پر وحی نبوت بہت
بھاری تھی حتی کہ ابتداء نزول وحی مین آپ کانپنے لگے اور اپنی جان کا خوف کیا اور متواتر معلوم ہے کہ سخت جاڑے مین
جس وقت وحی آتی تھی تو آپ کی پیشانی مبارک سے پسینا اس طرح جاری ہوتا تھا گویا فصد کھول دی گئی اور ظاہر مین
آپ دنیا سے وفات دیدیے جاتے تھے اور موت کی طرح گھرا الگ جاتا تھا سوائے اسکے کہ سانس چلتی رہتی تھی اور باطن مین
آپ بالکل نور عقل مین مسرور ہوتے تھے اور وحی سب حفظ رکھتے تھے پس معلوم ہوا کہ اس کمال قرب سے یہ وحی برداشت کرنا
جو خاص آپ کے واسطے تھا ظاہر ہے کہ کس قدر گران بوجھ تھا پس اللہ تعالے نے آسان فرمایا کہ آپ کا سینہ مبارک

کچھ اوپر دس برس کی تھی تو مین ایک جنگل مین گیا۔ وہان مین نے یکایک کچھ گفتگو سنی غور کیا تو دوسرے سر کے اوپر جانب سے آواز آتی ہی مین نے تامل کیا تو ایک مرد دوسرے سے کہتا تھا کہ وہی تو یہ ہی اُسنے کہا کہ ہان وہی ہی پھیر وہ لوگ میرے سامنے ہوگئے اُنکے چہرے ایسے خوب صورت تھے کہ مین نے کبھی نہین دیکھے اور اُنسے ایسی عمدہ خوشبو آتی تھی کہ مین نے کبھی نہین سونگھی اور اُن پر ایسے عمدہ کپڑے تھے کہ مین نے کبھی نہین دیکھے۔ پھر وہ دونون میری طرف متوجہ ہوکر آگے بڑھے اور ہر ایک نے میرا بازو پکڑلیا ولیکن مجھے انکی گرفت کچھ محسوس نہین ہوتی تھی پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اسکو چت لٹاؤ۔ انھون نے مجھے لٹادیا ولیکن مجھے کچھ بھی محسوس نہوا پھر ایک نے دوسرے کو حکم دیا کہ اسکا سینہ چاک کردے پس اُسنے جھک کر میرا سینہ چاک کرکے دونون طرف کھول دیا مین اپنے سینہ کو دو طرف کھلا ہوا دیکھتا تھا ولیکن خون کا کچھ نشان بھی نہ تھا اور نہ کسی قسم کا درد محسوس ہوتا پھر اسکو حکم کیا کہ اسمین سے کینہ وحسد نکال دے اُسنے خون کے لوتھڑے کی طرح ایک چیز نکال کر باہر پھینک دی۔ پھر ایک نے حکم دیا کہ اسمین مہربانی اور رحمت بھردے تو مین نے دیکھا کہ جیسی چیز اُسنے نکالی اسی شکل کی مگر چاندی کے مانند سفید اُسمین رکھی پھر (سینہ برابر کرکے سی دیا) پھر میرے داہنے پانون کا انگوٹھا ہلاکر کہا کہ سلامتی کے ساتھ جاؤ مین وہان سے اس حالت مین آیا کہ مجھے جو کوئی چھوٹا آدمی ملتا اُسپر مہربانی سے نظر کرتا اور جو بڑا آدمی ملتا اُسپر ترحم کرتا تھا (اسنادہ لا باس بہ) یہ سب ابن کثیر رح کی تفسیر مین ہی اور اس سے معلوم ہوا کہ معتزلہ وغیرہ بدعتی جاہلون نے اسرار سے غافل ہوکر دین الٰہی مین گمراہی پھیلائی جبکہ شریعت کو اپنی رائے پر رکھا اور یہ ضلالت ہی اور حاصل مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر امتنان واحسان رکھا کہ الم نشرح لک صدرک۔ کیا یہ نہین ہوا کہ ہم نے تیرے واسطے تیرا سینہ منشرح کر دیا۔ یہ انشراح دو طرح ہوا ایک ظاہر مین جبکہ سینہ چاک کرکے آلائش جو حصہ شیطان تھا نکال دیا اور یہ تین مرتبہ ہوا یا چار مرتبہ ہوا۔ علماء رح نے کہا کہ اولا بچپن مین جب آپ دائی حلیمہ کے یہان تھے تاکہ بچون کے شوق لہو ولعب کی طرف راغب نہون۔ پھر قریب بالغ ہونے کے تاکہ شباب کے جوش مین دنیا کی طرف میلان نہو۔ اسیواسطے آپ کسی لہو ولعب کی طرف کبھی مائل نہوے اور واضح ہو کہ اگر صدہا برس چلہ کشی وریاضت کی جاوے تو بھی یہ صفائی میسر نہوگی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس انشراح مین حاصل ہوئی اسلیے کہ آپ کے سینہ سے شیطانی حصہ نکال دیا گیا تھا اور بجاے اُسکے خوبیان بھری گئین اور یہ بات کسی ریاضت وغیرہ سے نہین حاصل ہوسکتی ہی تو غور کرو کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت کس شان سے آپکے ساتھ متعلق تھی جو کسی فرد بشر کے ساتھ انبیا ورسولون سے متعلق نہین ہوئی اور اسی جہت سے آپ کی ذات ہی مین قرآن مجید کے موافق عادات واخلاق ثابت تھے اور جسم مبارک اپنی خوبصورتی پر باقی تھا جسکے مثل خوبصورتی نہین دیکھی گئی ولیکن امت پر ترحم کرکے آپ کے حسن بے نظیر پر ایک حجاب تھا تاکہ مخلوق فتنہ مین مبتلا نہو پھر قلب مبارک کے لیے آیات الٰہیہ مشاہدہ کرنے کا کمال چاہیے تھا لہٰذا معراج مین جانے کے وقت پھر شق الصدر سے یہ قوت رکھی گئی کہ آیات کبریٰ ملاحظہ کرسکین یہ سب کمالات عظیمہ ہین جنکا نمونہ کسی پیغمبر ورسول مین معلوم نہین ہوا۔ اللھم صل علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ وجمیع الانبیاء والمرسلین اجمعین والحمد للہ رب العالمین امام فراءؒ نے معالم مین لکھا کہ قولہ تعالےٰ الم نشرح لک صدرک۔ یعنے کیا ہم نے تیرے لیے نہین کھول دیا تیرا سینہ اور وسیع ونرم کردیا واسطے ایمان ونبوت اور علم وحکمت کے۔ وَوَضَعْنَا عَنْكَ

اور دل نکال کر اُسکو دھویا اور معاصی سے پاک کیا پھر اُسمین علم و ایمان بھر کر اسکے مقام پر رکھ دیا **رازی** رح نے لکھا کہ **قاضی** (معتزلی)
نے اس روایت مین کئی طرح سے اعتراض کیا ہی **وجہ اول** یہ کہ شق الصدر تو آپ کے بچپن مین واقع ہوا تھا اور یہان
جو شرح الصدر مذکور ہی وہ معجزات کی قسم سے ہے تو یہ نبوت سے پہلے نہین ہوسکتا تھا **وجہ دوم** یہ کہ روایت مین دل
دھونا مذکور ہی تا کہ معاصی سے پاک ہوجاوے ولیکن معاصی ایسی چیز نہین ہین جو دھوئے جاوین بلکہ دھونے کے لائق اجسام ہوا کرتے
ہین تو دھونا بے فائدہ ہوگا **وجہ سوم** یہ کہ علم و ایمان بھرا نہین جاتا بلکہ اللہ تعالے اُسمین پیدا کرتا ہی **مترجم** کہتا ہے کہ
معتزلہ و روافض وغیرہ کا اصول یہ ہی کہ جو بات روایت کی جاوے اسکو اپنی راے سے پرکھتے ہین اگر انکی راے سے موافق
ہوئی تو اُسکو قبول کرتے ہین ورنہ نہین لیتے اگرچہ ثقہ اولیاے صالحین روایت کرین گویا انھون نے دین کو اپنی راے پر رکھا ہی
اسی بنیاد پر یہان قاضی معتزلی نے تین وجہ سے اعتراض کیا **رازی** رح نے جواب مین لکھا کہ وجہ اول کا جواب یہ ہے کہ نبوت کی
وحی آنے سے پہلے معجزہ کا صادر ہونا ہمارے نزدیک جائز ہے اور عرف مین اسکو ارہاص کہتے ہین اور ایسے معجزات آنحضرت
صلعم کے حق مین بکثرت واقع ہوے ہین - وجہ دوم و سوم کا جواب یہ ہی کہ شق الصدر سے جبرئیل علیہ نے سیاہ خون نکال ڈالا تھا
یہی علامت تھا کہ دل کو گناہون کی طرف میلان ہو اور علوم و طاعات سے باز رہے جب اُسکو نکال ڈالا تو یہ علامت ہے کہ دل
کو طاعات کی طرف میلان ہوگا اور معاصی سے باز رہیگا اور ملائکہ نے جانا کہ یہ معصوم بندہ ہی - علاوہ برین اللہ تعالے قادر
مختار ہی جو چاہے وہ کرے (تفسیر کبیر) اور ابوالسعود رح نے جواب دیا کہ شاید روایت مین تمثیل ہی یعنے آیندہ جو کمالات روحانی آپ کو
حاصل ہونے والے تھے اُنکی یہ مثال بیان کی کہ دل سے خون سیاہ نکال کر ایمان و علم بھر دیا (ابوالسعود رح) **مترجم** کہتا ہی کہ یہ سب
جوابات واہیات ہین - بلکہ صحیح جوابات سے پہلے یہ بات جان لینا چاہیے کہ ہر ایک روحانی چیز کی شکل و صورت فی الواقع
موجود ہی ولیکن جیسے بالفعل روح نظر نہین آتی اسیطرح وہ بھی نظر نہین آتے ہین جب یہ معلوم ہوا تو وجہ اول کا جواب یہ ہی کہ
شق الصدر جسطرح بچپن مین واقع ہوا تھا اسیطرح قریب بلوغ کے واقع ہوا اور پھر معراج کی رات مین روانگی سے پہلے واقع ہوا چنانچہ
امام ابن کثیر رح نے اس آیت کی تفسیر مین لکھا کہ قولہ تعالے الم نشرح لک صدرک - یعنے ہم نے تیرے واسطے تیرا سینہ کھول دیا یعنے اسکو
نورانی کر کے کشادہ کر دیا جیسے آپ کے واسطے آپ کی امت پر سہل وسیع شریعت مقرر کی جسمین کچھ تنگی نہین ہی اور بعض نے کہا کہ
شرح الصدر سے مراد یہ کہ شب معراج مین جانے سے پہلے آپکا سینہ مبارک چاک کیا گیا تھا چنانچہ ترمذی رح نے اس حدیث کو
اس آیت کی تفسیر مین وارد کیا ہی یہ بات اگرچہ شب معراج مین واقع ہوئی تھی لیکن یہان نا ظاہری شق الصدر کے ساتھ مین
باطنی شرح و کشادگی بھی مراد ہی مترجم کہتا ہی کہ معراج بعد نبوت کے واقع ہوئی ہی تو اعتراض اول ساقط ہوگیا اور تمہید جو مترجم نے
بیان کی کہ روح کیطرح علم و ایمان وغیرہ اللہ تعالے کے نزدیک مشخص ہین تو اعتراض دوم و سوم بھی ساقط ہوا بلکہ یہ معلوم
ہوا کہ ان جاہلون نے اپنی نادانی پر افسوس نہ کیا بلکہ علوم معارف کو اپنی نادان راے سے اندازہ کیا نعوذ باللہ من ذلک عبداللہ
بن احمد نے مسند کیا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض باتین پوچھنے مین کسی کو جرأت
نہوتی ولیکن ابوہریرہ رض جرأت کر کے پوچھتا تھا چنانچہ ابوہریرہ رض نے کہا کہ یا حضرت آپ نے شان نبوت
مین سے سب سے اول کیا بات دیکھی تھی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ اے ابوہریرہ جب میری عمر

سینہ مبارک کشادہ فرمایا۔ تو سینہ مین کچھ ضیق و تنگی نہین رہی تو وسوسہ کی گنجائش بھی نہ رہی کیونکہ وسوسہ کا محل سینہ ہی ہے بقولہ تعالیٰ
یوسوس فی صدور الناس یعنے خناس ابلیس جو لوگون کے سینہ مین وسوسہ ڈالتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے وسوسہ کی گنجائش
نہ رکھی اور بجائے اسکے خوبیون کا محل بنا دیا۔ محمد بن علی الترمذی نے کہا کہ دل ایسا مقام ہے جہان عقل و معرفت رہتی ہے اور دل کا
قلعہ یہ سینہ ہے تو شیطان پہلے اس قلعہ یعنے سینہ کے گرد آتا ہے اگر اُسنے قلعہ مین راہ پائی تو چھاپہ مارتا ہے اور اپنے لشکر وہان لبساتا ہے
اور فکرین و امیدین اور دنیاوی غم والم اور حرص اُسمین آباد کرتا ہے اس حالت مین دل مغلوب ہوکر بھچ جاتا
اور تنگ ہوجاتا ہے اور اسلام کی حلاوت نہین پاتا اور نہ اللہ تعالیٰ کی بندگی سے لذت ملتی ہے یہ سب اُس حالت مین کہ آدمی نے
غفلت کی اور شیطان نے قلعہ فتح کرلیا ہو۔ اور اگر اسنے دشمن ابلیس کو بھگا دیا تو دل مین امن و ایمان آباد ہوتا اور دل کھل جاتا
ہے (السراج) قولہ تعالیٰ فمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علیٰ نور من ربہ الآیہ کی تفسیر مین حدیث سے کافی بیان گزر چکا ہے
اسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان کا نور جب دل مین داخل ہوتا ہے تو سینہ اُسکے لیے کشادہ ہوجاتا ہے اور اُسکی پہچان یہ ہے کہ اس دار غرور
یعنے دنیا سے جو دھوکے کی ٹٹی ہے پہلو تہی کرنا یعنے الگ ہونا کہ دل نہ لگا دے اور اُس دار خلود یعنے آخرت کی طرف جہان ہمیشہ
رہیگا دل سے جھک جانا اور موت کی آمد سے پہلے اسکا سامان مہیا کرنا ہے۔ اگر کہو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہین فرمایا۔ الم نشرح
صدرک۔ کیا ہم نے تیرا سینہ نہین کھول دیا۔ بلکہ یون فرمایا۔ الم نشرح لک صدرک۔ یعنے کیا ہمنے تیرے لیے تیرا سینہ نہین
کھول دیا (جواب) دو طرح دیا گیا (۱) یہ کہ گویا اشارہ فرمایا کہ جیسے تو ہمہ تن میرے واسطے سب طرح بندگی کرتا ہے اسی طرح
مین سب کرامات ربوبیت تیرے واسطے پیدا کرتا ہون (۲) اسمین ارشاد ہے کہ رسالت کی خوبیان اور منافع سب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہین اور اللہ تعالیٰ کو کسی بندے کی بندگی سے کچھ نفع نہین جیسے کسی کافر کے کفر سے کچھ ضرر نہین
ہے۔ کبیر و سراج وغیرہ) واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ شرح اللہ صدرہ للاسلام الآیہ۔ مین سینہ کا شرح کرنا یعنے کشادہ کرنا مذکور ہے جیسے بیان
الم نشرح مین ہے اور حدیث کے بیان مذکور الصدر سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سینہ کھول دیتا ہے اکثر علماء نے کہا کہ یہ واقع
ہوتا ہے اگرچہ عالم جسمانی کے حواس سے محسوس نہو اور بعض علماء نے اسکے یہ معنے بیان کیے کہ وہ قلبی کامون کے واسطے
کھل جاتا ہے چنانچہ **شیخ ابو السعود** رح نے بیضاوی و زمخشری وغیرہ کی پیروی مین لکھا کہ قولہ تعالیٰ الم نشرح لک صدرک
سینہ کی شرح کرنے سے مراد یہ کہ اس کے تصرفات کا دائرہ وسیع کر دیا جبکہ قوت قدس سے اُسکی تائید فرمائی اور کمالات انسانی
سے بھر دیا اور سینہ ہی احوال نفس کا محل ہے اور علوم و ارادات و ادراکات کا خزانہ ہے۔ حاصل مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے
حبیب رسول ؐ کو بدیہی کمالات یاد دلائے ازانجملہ یہ کہ کیا ہم نے تیرا سینہ فسیح وسیع کشادہ نہین کیا جس سے یہ نتیجہ ہوا کہ تو نے ظاہر
و باطن دونون جہان کا احاطہ کیا اور تجھین علوم ربانیہ حاصل کرنے کی قوت ہوئی بلکہ دوسرون کو افادہ و تلقین کی قدرت ہوئی اور یہ
جسمانی تعلقات تجکو روحانی ملکات حاصل کرنے سے مانع نہونے پائے اور خلق کی ہدایت مین مشغول ہونا تجھے حق کے ساتھ
استغراق سے حجاب نہوا (ابو السعود رح) **امام رازی** رح نے لکھا کہ یہان یہ سوال ہے کہ شرح الصدر کس طرح ہوا تھا (جواب)
مین دو قول ہین ایک یہ کہ شرح الصدر سے شق الصدر مراد ہے یعنے سینہ چاک کرکے دلکو آلائش سے پاک کرنا اور دوم یہ
کہ باطن مین نور معرفت سے کشادگی دینا **قول اول** کے بارہ مین روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آکر آپکا سینہ چاک کیا

بسملہ نہین پڑھتے تھے تو ابوحنیفہ رح فقیہ امام سے روایت ہو کہ بسملہ کسی سورہ کا جزء نہین ہو تو ان دونون تابعین کے نزدیک یہی قول ہو تو بسملہ پڑھنے کی ضرورت نہ تھی بلکہ سب علماء کے نزدیک بسملہ اسلیے ہو کہ دو سورتون کے درمیان فرق ظاہر ہو یعنے جہان سے بسم اللہ الرحمن الرحیم ہو وہان سے دوسرا سورہ شروع ہے پھر بعض کے نزدیک بسملہ اس سورہ کا جزء ہے اور بعض کے نزدیک جزء نہین ہو پس شاید عطا و عمر بن عبدالعزیز نے اسلیے بسملہ سے جدا نکیا کہ دونون سورتون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص خطاب ہو پس دونون سورتون کو قراءت مین علیحدہ کرنے کی ضرورت نہ تھی جبکہ دونون مین فقط آنحضرت صلعم کے فضائل و احکام مذکور ہین جیسے آنحضرت صلعم تہجد کی نماز مین ہر رکعت مین مفصلات کی دو سورتین ملاکر پڑھتے تھے اور یہ بات نظائر مین ہوتی ہو یعنے ایک سورہ پڑھا تو اُسکی نظیر دوسرا سورہ پڑھا پس اس طریقۂ مسنون کے موافق شاید ان دونون سورتون کو ملاکر پڑھتے ہون واللہ تعالیٰ اعلم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ ۙ وَ وَضَعۡنَا عَنۡکَ وِزۡرَکَ ۙ الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ

یعنے نہین کھول دیا تیرا سینہ اور اُتار رکھا تجھسے بوجھ تیرا جسنے کڑکائی

ظَہۡرَکَ ۙ وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ ؕ فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ۙ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ

پیٹھ تیری اور اونچا کیا ہمنے مذکور تیرا سو البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہو البتہ مشکل کے ساتھ

یُسۡرًا ؕ فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ۙ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارۡغَبۡ ○

آسانی ہو پھر جب فارغ ہو تو محنت کر اور اپنے رب کی طرف دل لگا

واضح ہو کہ یہ سورۂ مبارک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معالی فضائل و کمالات مبتدی کو ایسے ظاہر کرتا ہے کہ وہ بے شبہہ آپ کو خیرالخلق اجمعین جان لے اور جس قدر نور علمی کو ترقی ہو اُسی قدر عالم ایسے اسرار عظیمہ ادراک کرتا ہے کہ جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ محبوبیت و قرب منزلت مین عقل متحیر ہوتی ہو اور قرآن مجید مین یہ معجزہ عجیب ہے کہ مبتدی سے منتہی بلکہ صدیق اکبر تک معارف بلند درجہ بدرجہ حاصل کرتا ہو یہانتک کہ عمر ختم ہو جاوے اور اسرار مین سے ایک قطرہ بھی پورا نہو لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قل لو کان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر الآیہ۔ یعنے اے محمد کہدے کہ اگر میرے رب تعالیٰ کے کلمات لکھنے کے لیے سمندرون کی دواتین بن جاوین تو سب سمندر ختم ہو جاوین اور ہنوز میرے رب عزوجل کے کلمات باقی ہین۔ ھ۔ اور حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ کی حدیث جو مقدمہ وغیرہ مین گزری اُسمین بھی یہ مضمون مذکور ہے کہ قرآن مجید کے اسرار کبھی ختم نہین ہو سکتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ یہ سورۂ مبارک ایسے بلیغ معجز طریقہ سے معجز کلمات مین ہو کہ اسکی تفسیر عمر بھر بیان سے بھی ختم نہو ولیکن بیان کرنے والا اور سمجھنے والا اشرط ہو تو ناچار یہان ظاہری بیان پر اختصار کیا جاتا ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ۔ کیا ہم نے تیرے واسطے تیرا سینہ کشادہ نہین فرمایا ف یہ استفہام تقریری ہے یعنے بالکل واضح ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے رحمت کاملہ آپ پر ظاہر فرمائی اور آپ کو رحمۃ للعالمین بناکر آپ کا

علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض اصحاب کو خصوصًا اور لوگون کو عمومًا یہ نصیحت فرمائی کہ جب تو عام جلسہ مین ایسی باتین بیان کرے کہ وہان تک انکی عقل نہین پہونچی ہو تو ضرور یہ گفتگو بعض لوگون کے حق مین بجائے نصیحت کے فتنہ ہوجائیگی اور حدیث مین ہی کہ تم کو چاہیے کہ لوگون سے اُنکی سمجھ کے موافق باتین بیان کیا کرو اور اس سے بڑھکر باتین بیان نہ کرو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ عوام الناس اللہ تعالےٰ و اُسکے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کو جھوٹ سمجھین (الصحیح) پس خلاصہ یہ ہے کہ جب معارف شرعی بیان کرے تو لوگون کی سمجھ کے لائق بیان کرے اسیواسطے اکثر مشائخ نے جو اسرار بیان کیے اُن کو اپنی طرف سے ذکر کیا تاکہ اگر کوئی ناوان نہ مانے تو یہ ہوگا کہ اُسنے شیخ کا کہنا سچ نہ جانا اور اس سے وہ کافر نہین ہوسکتا ہی اور اگر آیت وحدیث سے نکال کر مدلل بیان کرتے تو آیت وحدیث کا منکر خراب ہوجاتا اسیلیے مترجم نے پہلے لکھدیا کہ یہ اسرار جو آخر مین ترجمہ کیے جاتے ہین آیات کی تفسیر نہین ہین بلکہ تفسیر پہلے گزر چکی پس اسرار مین سے جو بات کسی کی سمجھ مین نہ آوے اُسکو چاہیے کہ اسکو چھوڑکر آگے بڑھے یہ سمجھنا ضرور نہین ہے کہ وہ نہین سمجھتا تو غلط ہے بلکہ شاید اُسی کی ناسمجھی ہو اور شاید آیندہ کسی زمانے مین وہ سمجھ سکے جسکو ابھی کم استعدادی سے نہین سمجھتا ہی واللہ تعالےٰ اعلم

سورۃ الانشراح مکیۃ وہی ثمان آیات

اس سورہ مبارک کا نام سورہ الم نشرح بھی لکھا ہی۔ حضرت ام المومنین عائشہ رضہ نے کہا کہ سورۂ الم نشرح مکے مین نازل ہوا۔ یہی ابن عباس رضہ نے بیان کیا اور کہا کہ سورۂ والضحیٰ کے بعد نازل ہوا ہی۔ اہل تفسیر نے لکھا کہ یہ سورہ سب روایات سے مکیہ ہی کسی سے اسکے خلاف روایت نہین ہی اس سورہ کی آیات آٹھ[۸] ہین اور کلمات انتیس[۲۹] ہین اور ایک سو تین[۱۰۳] حروف ہین (ف س وغیرہ) رازی رح نے لکھا کہ طاؤس وعمر بن عبدالعزیز رحمہما اللہ تعالےٰ سے روایت ہی کہ سورۂ والضحیٰ اور الم نشرح واحد ہین لہذا ان کو ایک رکعت مین بدون بسم اللہ الرحمن الرحیم کے پڑھتے تھے اسکا باعث یہ سمجھا جاتا ہی کہ قولہ تعالےٰ الم نشرح لک صدرک۔ کو عطف کرتے تھے قولہ تعالےٰ الم یجدک یتیمًا فآوی پر اسیلیے دونون ملاکر ایک سورہ بناتے تھے۔ یہ خیال ٹھیک نہین ہی اسیلیے کہ اول سورہ یعنے والضحیٰ کا نزول ایسی حالت مین ہوا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافرون کی ایذا سے تنگدل تھے۔ اور دوسرا سورہ یعنے الم نشرح ایسے وقت نازل ہوا جب آپکا دل کشادہ تھا چنانچہ کلام خود اسکو مقتضی ہی اسیلیے کہ الم نشرح الخ کے یہ معنے ہین کہ کیا ہم نے تیرا سینہ کشادہ نہین کیا۔ مد۔ یعنے اسیواسطے اس سورہ کا نام انشراح ہی تو دونون کو ایک مین جمع کرنے کی کچھ وجہ نہین ہی (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے متواتر ثبوت ہی کہ دونون سورتین علیحدہ علیحدہ ہین اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت مین صحابہ رضی اللہ عنہم کی اجماع و اتفاق سے جو مصاحف لکھواکر آفاق مین بھیجے تھے انہین خود الگ الگ دو سورتین لکھی ہین تو متواتر یقینی کے مقابلے مین اس شاذ روایت کا کچھ اعتبار نہین ہوسکتا حالانکہ اس روایت کے ثبوت مین کلام ہی اور شاید راوی نے انکا مطلب نہین سمجھا کیونکہ انکا مطلب یہ ہوسکتا ہی کہ ان دونون سورتون کا مطلب واحد ہی یعنے یہ دونون سورتین خاصکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہین اور اسی وجہ سے انکو ملالیتے تھے اور یہ غرض نہ تھی کہ تلاوت مین ایک سورہ ہے رہا یہ کہ درمیان مین

جہان کی روسیاہی ہوتی ہی- ملکہ فقیری سے یہان مراد فناے محض ہی یعنے صفات حق مین فانی ہونا اور یہ فخر دو جہانی ہی اسیلیے روایت کیا گیا کہ الفقر فخری یعنے فقیری میرے واسطے فخر ہی- اگر کہو کہ جب فقیری سے فناے محض یعنے فناے فی الصفات مراد ہے تو پھر غنی کرنے سے کیا مطلب ہوا (جواب) یہ کہ تونگری اسطرح دی کہ تجھے بعد فنا کے ایک عظیم الشان ہستی عطا کی اور یہ وجود موہوب موصوف بصفات کمال حقانی متخلق باخلاق ربانی ہی یعنے اپنی طرف سے تجھے ایسی ہستی عطا کی جسمین حقانی کمال کی سب صفتین موجود ہین اور اخلاق ربانی اسمین راسخ بطور ملکہ کے حاصل ہین- اور اس عطیۂ عظمیٰ کا نتیجہ یہ کہ جب تجھمین تیرا کمال پورا ہوا تجھے ارشاد فرمایا کہ اپنی شان کمال کے موافق اب میرے اخلاق اختیار کر یعنے میرے بندون کے ساتھ وہ معاملہ برتنا چاہیے جو مین نے تیرے ساتھ عمل کیا ہی تاکہ تو ان کمالات کے ساتھ مین شکرگزار بندہ ہوجاوے لہذا فرمایا (قولہ تعالیٰ) فاما الیتیم فلا تقھر- یتیم عرفاً بے باپ کے لڑکے کو کہتے ہین اور یہ بلحاظ جسمانی تعلقات کے یتیم کہلاتا ہی اور روحانی تعلقات کے اعتبار سے یتیم وہ ہے جو نفس کے حجاب مین نور قدس سے دور ہوکر بدون مربی کے دل شکستہ و بے وسیلہ اور بے یار و مددگار رہو تو اسکو باب رحمت سے مقہور نہ کرنا یعنے اُسکے ساتھ نرمی و دلدہی کرنا اور اپنے جانب اُسکو نیک نصیحت سے بلاکر جگہ دینا مترجم کہتا ہی کہ روحانی یتیم درحقیقت کافر جاہل ہی اور کفار کے حق مین اللہ تعالیٰ نے فرمایا- ادع الیٰ سبیل ربک الآیہ- یعنے حکمت اور نیک نصیحت کے ساتھ کافرونکو اپنے پروردگار کے راہ کی طرف بلاؤ- ھ- اور واضح ہو کہ اہل کتاب کو سابق نبوت و کتاب الٰہی کا فی الجملہ اقرار ہی اگرچہ دین توحید مین انھون نے شرک ملادیا تو سب شرک ہوگیا جیسے پیالہ بھر پانی مین پیشاب کا ایک قطرہ ملا دیا جاوے تو سب نجس ہے اسلیے اہل کتاب کے پاس کچھ باقی نرہا تو وہ روحانی مسکین ہی اسیواسطے جب حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے نصارا سے روم پر شام مین جہاد کا قصد فرمایا تو ہاشم رضی اللہ عنہ کو بطور دعوت کے ہرقل شاہ روم کے پاس بھیجا تھا- اس روایت مین عجائب کرامات واقع ہوئین پوری روایت مین نے سابق مین ترجمہ کی ہی اور یہان میرا مقصود یہ کہ ہرقل نے کرامات توحید کو مشاہدہ کرکے خوف کھایا اور کہا کہ میرے لیے بہتر تھا کہ مین سلطنت سے دست بردار ہوتا اور اسی قسم کی باتین کین اور جب ہاشم رضی اللہ عنہ نے واپس ہوکر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ سب حال بیان کیا تو آپ روئے اور فرمایا کہ واللہ وہ شخص مسکین ہی کاش اُسکے حق مین کچھ بہتری ہوتی- واضح ہو کہ یتیم کے حق مین جو وصیت ہی وہی مسکین کے حق مین کافی ہی- رہا سائل تو وہ ان دونون سے بہتر ہے اسلیے کہ مسکین تو جہل مرکب مین گرفتار ہوکر راہ حق کی تلاش بھی نہین کرتا ہی اور سائل کو تلاش ہی لہذا فرمایا (قولہ تعالیٰ) واما السائل فلا تنھر- سائل وہ ہی جو فی الحال راہ مستقیم سے گم ہوکر ادھر اُدھر بھٹکتا ہی ولیکن راہ حق کی تلاش و جستجو رکھتا ہی اور اُسمین اللہ تعالیٰ نے حق پہچاننے کی لیاقت بھی رکھی ہی اگرچہ فی الحال نفس کے حجاب مین زنگ لگ گیا ہی تو اُسکے لیے یہ حکم دیا کہ اُسکو جھڑکنا نہ چاہیے یعنے جیسے سوالات کرے اُسکو روکنا نہ چاہیے بلکہ رہنمائی کرنا چاہیے (قولہ تعالیٰ) واما بنعمة ربک فحدث سب سے اعلیٰ نعمت روحانی ہی پس اس نعمت کے موافق بیان یہ کہ فنا کے بعد بقا مین جو علوم و حکمت تجھپر فائض ہوے ہین اُنکو بیان کر یعنے لوگون کو تعلیم کرکے تونگر کردے جیسے مین نے تجھے تونگر کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ اشارات تکلفات ہین انکے واسطے شرعی اطلاقات سے دلیل چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم ترجمۂ **اشارات ابن العربی (رح)** مترجم کہتا ہی کہ لوگون سے بیان کرنے مین انکی لیاقت و استعداد کا لحاظ شرط ہی جیسا کہ ایک جماعت کثیر ائمہ مشائخ نے صریح یہ شرط ذکر فرمائی ہی اور حضرت امیر المومنین

بڑھکر کوئی انعام نہین ہی مترجم کہتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات سب مومنون کی مائین ہین اور آپ انکے باپ ہین ولیکن جسمانی رشتہ کے باپ نہین ہین کیا نہین سمجھتے کہ آپ ہمارے باپ ہین اور ہمارے باپ کے بھی باپ ہین اور داداکے بھی باپ ہین تو یہ جسمانی طریقے سے بے انتہا بلند روحانی سلسلہ ہی جب یہ معلوم ہوا تو جو کوئی اس امت مین سے اسلام لایا وہ آپکی فرزندی مین داخل ہوکر رحمت آلٰہی کی گود مین پرورش پاتا ہی کیونکہ مظہر رحمت بلکہ رحمۃ للعالمین ہین اور اسی سلسلہ مین سب انبیاء علیہم السلام ہین اور جو کوئی اسلام سے محروم رہا وہ یتیم ہے اُسکو غضب خوار اور ہلاک کرتا ہے ابن عطاء رح نے کہا کہ قولہ تعالے اما بنعمۃ ربک فحدث۔ اس حکم مین سب سے پہلے اپنے نفس سے اللہ تعالے کی نعمتین بیان کی جاوین تاکہ اُسکا فضل و احسان بھی فراموش نہو اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس سے یہ بھی فائدہ ہی کہ نعمت آلٰہی غیر متناہی دیکھکر اُسکے شکر سے عاجزی جان جاے گا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا احصی ثناء علیک الخ یعنے آلٰہی مین تیری ثناو صفت کا احصاء نہین کرسکتا ہون تیری شان کے لائق وہ حمد و ثناء البتہ ہی جو تونے خود اپنے واسطے فرمائی ہی (ترجمہ عرائس۔ م۔ شیخ ابن العربی رح نے اشارات مین لکھا کہ قولہ تعالے الم یجدک یتیماً الخ یعنے روح القدس کی تربیت سے منقطع تھا تو فقط نفس ہی کے صفات تھے پس اللہ تعالے نے اپنی رحمت مین جگہ دیکر اسطرح تربیت کیا کہ تو عین رحمت ہوا اقول حدیث مین ہی کہ میرے رب عزوجل نے میری تعلیم فرمائی تو سب سے بہتر مجھے علم ملا اور میرے رب تعالے نے مجھے ادب سکھلایا تو سب سے بہتر میری شایستگی ہوئی مترجم کہتا ہی کہ اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ شیخ ابن العربی رح نے یتیم کے معنے یہ لیے کہ فقط اپنے نفس کی صفات مین روح القدس سے محجوب تھا اور نفس کے صفات مکدر ہین تو یہ کیونکر ہوگا (جواب) روح القدس انکی اصطلاح مین حقیقت مین صفت قدم ہی اور ظہور مین جزئی بمعنے جبرئیل عم ہی پس اہل اشارت اور علماء ربانیہ مین اتفاق ہی پھر نفس بھی جزئیہ مراد نہین ہی بلکہ کلیہ ہی اور صفات نفس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ازلی ہین تو وہ جوہر پاک ازلی تھا جو ہماری روح سے افضل کہا جاسکتا ہی اور نفس جزئیہ مین فی الجملہ شرکت ضرور ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ فرمایا۔ قل انما انا بشر مثلکم۔ تو کہدے کہ مین تمہاری طرح بشر ہون۔ ف۔ اور حدیث مین ہی۔ انما انا بشر انسے کما تنسون۔ ف۔ یعنے صحابہ رض سے جو نماز مین مقتدی تھے فرمایا کہ مین بھی بشر ہون جیسے تم بھولتے ہو مین بھی بھولتا ہون۔ ف۔ اور جب بچپن مین آپکا سینہ مبارک جبرئیل علیہ السلام نے چاک کیا تو ایک سیاہ چیز نکال ڈالی اور فرمایا کہ آپ مین فقط اسی قدر حصہ شیطان تھا یعنے وہ بھی نکال ڈالا گیا تو خلاصۂ کلام وہ ہوا جو سابق مین مترجم نے بیان کیا ہے کہ آپکا نفس قدسی روح قدس سے متصل تھا اور معارف آلٰہیہ حاصل تھے ولیکن علم تفصیلی نہ تھا اور آیندہ ترقی بجانب ذات قدس تعالے و تقدس بے انتہا ہی گویا اہل ولایت جہان تک ترقی کرکے پہونچتے ہین وہ آپ کی ابتداء فطرت تھی اور ذات قدس جل جلالہ کی ترقی بعید ہی اور اس ترقی مین سب عالم سے بڑھکر آپ کو معراج ہوئی و اللہ تعالے ہو العلیم الحکیم و الحمد للہ رب العالمین شیخ رح نے لکھا کہ اللہ تعالے نے عروج عالم ذات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذات خود ہدایت فرمائی (قولہ تعالے) ووجدک عائلاً فاغنی ۔ اللہ تعالے نے تجھے فقیر نادار پاکر غنی کردیا۔ اس مقام پر فقیری اور ناداری سے وہ فقیری مراد نہین ہو سکتی جو دونون جہان مین روسیاہی ہوتی ہی جیسے بعض نے کہا کہ الفقر سواد الوجہ فی الدارین یعنے محتاجی دونون

قولہ ووجدک ضالاً الخ تجکو ادراک حقیقت سے متحیر پایا پس نظر ربوبیت سے سرمۂ بصیرت عطا کرکے حق کو تجھ پہچانا کیونکہ اُسکی معرفت اُسی سے ہے اپنی ہستی موہوم سے غیر ممکن ہو لہذا فرمایا۔ ما کان لنفس ان تومن الا باذن اللہ۔ یعنے کسی نفس کے لیے نہین ہو کہ ایمان لاوے مگر باذن اللہ تعالے۔ ھ۔ ایمان تو معرفت الٰہی ہو پس خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالے کی معرفت نہین ہوسکتی جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہو۔ قولہ تعالے ووجدک عائلاً الخ متاع علوم و معارف سے عائل تھا سائل وہ کہ جسکے پاس کچھ نہو پس اللہ تعالے نے قرآن مجید نازل کرکے تجھے غنی کردیا **اقول** قرآن مین جو معارف ہین وہ سابق کتب سے بہت زائد ہین۔ قولہ فاما الیتیم فلا تقہر الخ۔ امت مین وہ یتیم ہو جو روحانی پدر سے منقطع ہو پس آپکو ارشاد فرمایا کہ امت مین سے جو روحانی بندے ہین اپنر ترحم فرمائیو اور قہر نہ کیجیو بلکہ قہر سے باہر نکال لیجیو اور جو سائل معرفت آوے اُسپر جھڑکی نہ فرمائیو بلکہ اپنے کلمات قدس سے جو کلام حق ہو امت کو آگاہ کیجیو۔ بندار بن الحسین رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ضال وہ رہتا ہے جو استدلال سے اللہ تعالے کی معرفت تصور کرنے کے درپے ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالے نے مانند خلیل اللہ علیہ السلام کے۔ وجہت وجہی الآیہ سے یعنے مشاہدہ سے سرفراز فرمایا۔ **مترجم** کہتا ہو کہ اخیر زمانہ مین مسلمانون نے منطق و فلسفہ مین توغل کیا اور علم اسی کا نام رکھا بلکہ بعضے بدکردار صریح کہتے ہین کہ عقل اشرف ہو اور عقل انھین معقولات سے حاصل ہوتی ہو تو یہی علوم ہین اور کہتے ہین کہ یہ شریعت قواعد جزئیہ ہین جو علم نہین ہوسکتے ہین۔ یہ لوگ کافر ہین اگر اہانت ہو اور واللہ سخت غلطی مین ہین علی ما حقق فی ربی سبحانہ تعالے۔ اور انکی غلطی کی صریح دلیل ہو کہ اللہ تعالے تصور مین آنے سے پاک ہے فلا یحد ولا یتصور۔ نہ محدود ہوتا ہو اور نہ تصور مین آسکتا ہے تو تصورات کی تعریفات ساقط ہوئین۔ رہا جزو دوم یعنے تصدیقات تو وہ بدون تصور کے نہین ہے تو جس قدر برہان و حجت و قیاس کے فروع ہین سب بیکار ہوے پس جس علم پر ان لوگون نے اعتماد کیا وہ معرفت الٰہیہ حاصل ہونے مین کچھ بھی کارآمد نہین ہو اور مین نے بارہا بیان کیا کہ یہ اوہام نامعقولات جنکا نام انھون نے معقولات رکھا ہو فقط بیکار ہی نہین بلکہ یہ سامان ایسے ہین جیسے کوئی چراغ بجھ جانے کے سامان جمع کرلے حتی کہ نور فطرت کو ان نامعقول اوہام سے یہ لوگ بجھاتے ہین اسقدر محنت اٹھاتے ہین اللہ تعالے ہم بندون پر رحم کرکے ہم کو ہدایت پر مستقیم رکھے وہو ارحم الراحمین **شیخ العرائس** رح نے کہا کہ بعض مشائخ نے کہا کہ قولہ تعالے الم یجدک یتیما الخ یتیم یہان دریتیم ہو یعنے تو بے مثل و بے نظیر تھا یعنے جیسے الوہیت مین اللہ تعالے وحدہ لاشریک بے مثل و بے نظیر و بے مثال ہی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عبودیت مین اللہ تعالے نے بے مثل و بے نظیر پیدا فرمایا ہو پس ہمت و شرف و منزلت وغیرہ عظائم امور مین آپ بے مثل تھے۔ بعض مشائخ رح نے کہا کہ قولہ تعالے ووجدک ضالاً الخ یعنے تو اپنے آپکو نہین پہچانتا تھا ہم نے تجھے تجھکو پہچنوا دیا کہ تو عظیم الشان خاتم النبیین ہے **مترجم** کہتا ہے **شیخ ذوالنون مصری** رحمہ اللہ تعالے کا قول ہو کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ جسنے اپنے نفس کو پہچانا تو اُسنے اپنے رب تبارک و تعالے کو پہچانا۔ ھ۔ اس سے نکل آیا کہ جب اللہ تعالے نے اپنے حبیب صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علی آلہ و صحبہ اجمعین کو ذاتی معرفت دی تو اپنی معرفت ذاتی عطا کی وللہ الحمد والمنۃ بعض مشائخ نے کہا کہ جو کوئی اسلام کی فرزندی مین نہ آیا وہ یتیم ہو تو اُسپر قہر کی نظر نہو بلکہ ترحم کی نگاہ ہو شاید اللہ تعالے قبول کرکے اُسکو ہدایت دے اور جو سائل کہ اللہ تعالے کی معرفت پوچھے اسکو جھڑکی نہ دو کیونکہ اُسکے لیے اس نعمت سے

صلی اللہ علیہ وسلم اس حجاب کے وقت پہاڑ پر چڑھکر جاتے تھے کہ اپنے آپ کو اوپر سے گرا دین (ابن العربی) مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن حجرؒ نے صحیح البخاری کی شرح مین ذکر کیا ہے کہ اول سورۂ اقرأ کا نزول ہوا تھا پھر دو برس چھ مہینہ تک وحی نہین آئی اور اس عرصہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شوق وحی مین بے تاب ہو کر کبھی پہاڑ پر سے گرنا چاہتے اور کبھی کنوئین مین ڈوب جانا چاہتے یہانتک کہ سورۂ المدثر نازل ہوا پھر پے درپے وحی آنے لگی اس سے معلوم ہوا کہ شیخ ابن العربیؒ نے جو مقام لکھا ہے وہ سورۂ المدثر نازل ہونے سے پہلے واقع ہو چکا تو والضحی واللیل اذا سجی۔ سے صرف اس مقام کا اشارہ ہے اور یہ غرض نہین کہ اس وقت وحی کی تاخیر اس مقام کے واسطے تھی ولیکن یہ ہو سکتا ہے معارف ذات غیر متناہی ہین تو اول مرتبہ جس قدر ہوا تھا اُس سے بھی اعلیٰ درجہ کے واسطے یہ حجاب ہوا واللہ تعالیٰ اعلم۔ م۔ شیخ الشیرازیؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے قسم سے فرمایا۔ ما ودعک ربک وما قلی۔ اشارہ ہے کہ ازل مین اپنے حبیب کو مشاہدہ سے متروک و مبغوض نہین کیا کیونکہ جس بندے کو ازل مین محبوب مصطفےٰ کیا گیا ہے اُسکے حق مین کسی فعل سے کچھ خلل نہین ہو سکتا کیونکہ شان قدس مین تبدل و تغیر محال ہے اقول یہی مقام ہے جسکی بابت سے اولیاء ٹھراتے ہین کہ جس سے کشف و کرامت ظاہر ہو جیسے بلعم بن باعور تھا تعجب ہے کہ وہ ازلی مردود ہونے سے کافر مرے اور جسنے عمر بھر چوری و کفن کھسوٹی کی وہ ازلی قبولیت بخشا جاوے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وہو العلیم الحکیم۔ م۔ ابن عطاؒ نے کہا کہ اس قسم مین ارشاد ہے کہ جب خلق کی ہدایت کی طرف تجھے متوجہ فرمایا تو اپنے قرب سے محجوب نہین کیا و اسطیؒ نے کہا یعنے تجھے مصطفےٰ کر کے محتجب نہین کیا (قولہ) وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ آخرت تیرے لیے دنیا سے بہتر ہے عارف نے دنیا مین جس قدر کشف جمال سے پایا وہ آخرت کی نسبت سے گویا سمندر مین سے ایک قطرہ ہے شیخ سہلؒ نے فرمایا کہ دنیا مین نبوت و رسالت ہے اور اس سے بہتر آخرت مین مقام محمود اور وسیلہ مسعود ہے (عرائس) شیخ ابن العربیؒ نے اشارہ مین دونون حالتون کو لیا یعنے حالت اول سے دوسری حالت بہتر ہے کیونکہ حالت اول مین تلوین کا التباس ہے اور دوسری حالت مین جبکہ دوبارہ حجاب کے بعد شوق سے تجلی ہوئی تو یہ بالکل حق خالص ہے انتہیٰ ابن العربیؒ (قولہ تعالیٰ) ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔ اور عنقریب تیرا رب تجھے عطا فرماویگا کہ تو راضی ہو جائیگا ف ابن العربیؒ نے اشارہ مین کہا کہ یہ وجود حقانی بعد فنائے خالص ہے جس سے حق کی جانب دعوت و ہدایت خلق ہے (ابن العربی) شیخ العرائسؒ نے کہا کہ اس آیت مین امت مرحومہ کے واسطے عظیم بشارت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہو نگے جب تک یہ نہو کہ اللہ تعالیٰ آپکی جمیع امت کو جنت مین داخل فرماوے کہ بغیر حساب و کتاب اور بغیر حجاب و عتاب ہو جاوین اور واضح ہو کہ حبیب و محبوب مین رضامندی باتحاد ہے حتیٰ کہ صفات قدم مین حدوث فنا ہو کر اتصال حق ہو۔ ابن عطاؒ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قولہ تعالیٰ انک لعلیٰ خلق عظیم۔ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت بلند تھی تو دنیا و آخرت تک مقصور نہین ہے اقول آپ کی ہمت عالی کیونکر مقصور ہوتی جبکہ آپنے امت کو ارشاد کیا کہ تین قسمون مین سے ایک نے خوف جہنم سے عبادت کی اور دوم نے شوق جنت سے عبادت کی اور سوم نے رضا سے حق تعالیٰ کے واسطے بندگی کی اور یہی بہتر ہے (قولہ تعالیٰ) الم یجدک الخ یتیمی انقطاع تھا یعنے مظاہر سے ہم مین منقطع تھا یعنے جب نظر بصیرت ہو تو یہ تمام عالم ظہور حق ہے اور اس سے منقطع ہونا بجانب قدس ذات ہے پس اپنی ربوبیت سے جگہ دی اور

متفق ہین کہ یہی قرآن مجید بدلیل یقینی متواتر ہی اور متواترین کچھ شک وشبہہ نہین رہتا ہی اب ہم کہتے ہین کہ **قرطبی** رح نے جو کچھ جواب
دیا اسمین بحث ہی اسلیے کہ **امام قاری** رح نے یہ کہا تھا کہ قرآن مجید متواتر ہی اُس مین تکبیر درمیان مین کہنے سے جاہلون و
محدون کو یہ حیلہ ملیگا کہ متواتر مین کچھ کمی بیشی کرین۔ قرطبی رح نے جواب مین کہا کہ قرآن متواتر ہے۔ قرطبی رح کا مطلب یہ ہے کہ
متواتر مین کمی بیشی چھپ نہین سکتی ہی ولیکن یہ بات اُس وقت ہی کہ جس شخص کو متواتر کا علم ہوا وہ پہچان لے گا کہ تکبیر
متواتر نہین ہی اور عوام نہین جان سکتے ہین اسی جہت سے بعض علماء رح نے علم قرارت کے اصطلاحات کو قرآن مجید
مین لکھنے سے کراہت کی جیسے بعض آیت پر (لا) اور بعض پر (ج) اور بعض جگہ (ۃ صلے) اور بعض جگہ (ط) لکھتے ہین کیونکہ یہ
حروف ہین اور جب تک کسی نے علم حاصل نہ کیا ہو تب تک مشتبہ ہی کہ وہ (لا) و (صلے) وغیرہ کو جو الفاظ ہین پڑھ لے اور جبکہ
صالحین رضی اللہ عنہم صرف نقاط ثلثہ کو ہر دس آیات پر مکروہ کہتے تھے یعنے ایسی صورت ۞ تو ظاہر ہی کہ حروف بلکہ الفاظ
کو بدرجہ اولیٰ مکروہ جانینگے اور جن علماء نے جائز رکھا تو ضرورت کا دعوی کیا ہی پس اگر ضرورت ثبوت ہو تو دلیل پوری ہوگی
اور یہ مسئلہ فتاواے عالمگیریہ مین اور اُسکے ترجمہ فتاواے ہندیہ اور ہدایہ کے ترجمہ عین الہدایہ وغیرہ مین تفصیل کے ساتھ مذکور ہے
واللہ تعالیٰ اعلم **ف ۱۲** اس سورہ مبارک مین اہل الاسرار کے کلمات طویل ہین لیکن مترجم فی الجملہ اختصار کے ساتھ ترجمہ
کرتا ہے **شیخ شیرازی** رح نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ۔ یعنے ای محمد قسم ہے تجھ پر طلوع آفتاب معرفت کی
روز وصلت مین اور شب نکرت مین جبکہ تو میری ذات قدیم کے ادراک کنہ سے ممنوع ہوکر حیرت کی تاریک رات مین
ہوا چنانچہ تو نے ہماری وحی سے اسکی اطلاع دیدی لقولہ علیہ السلام لا احصی ثناء علیک الخ یعنے ای رب مجھے قدرت نہین ہی کہ تجھ پوری
ثنا و صفت کا احصا کرسکون **شیخ عارف جنید** رحمۃ اللہ تعالیٰ سے منقول ہی کہ والضحیٰ وہ مقام ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہود
عطا ہوا۔ واللیل اذا سجیٰ۔ وہ مقام ہی کہ ایک قسم کا غبار آیا جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مین بیان فرمایا بقولہ ۴ انہ
لیغان علی قلبی۔ الحدیث۔ یعنے میرے دل پر ایک طرح کا غین آجاتا ہی اور مین ستر مرتبہ ہر روز اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہون (رواہ مسلم)
علماء رح نے کہا کہ مقربین کے واسطے غین ہی اور اولیاء کے لیے غیم یعنے گاڑھے ابر کی طرح ہی (م۔ عرائس) **مترجم** کہتا ہے کہ
حضرت جنید قدس سرہ کے بیان سے یہ نکتہ نکل آیا کہ والضحیٰ مین اطلاق ہی اسلیے کہ شہود یہان دوام ہی اور واللیل یعنے غین کی
حالت اصلی نہین تھی اسلیے اُسکا وقت محدود کیا لقولہ تعالیٰ اذا سجیٰ۔ کیونکہ یہ غین سریع الزوال ہی واللہ اعلم۔ م۔ **شیخ
ابن العربی** رح نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے نور کی اور خالص تاریکی کی جو اپنی حالت پر قرار رکھتے ہین بیان فرمائی کیونکہ یہی دونون
چیزین اصل انسانی واصل خلقت دو جہانی ہین۔ یہ قسم جامع مخلوقات اس بات پر کہ۔ ما ودعک ربک وما قلی۔ اللہ تعالیٰ نے جو تیرا
رب ہی تجھے عالم انوار و حضرت قدس مین صفاتی مقام مین محبت و شوق باقی رکھنے کے ساتھ اس طرح نہین چھوڑا کہ جیسے وداع کرنے
مین چھوڑتے ہین اور نہ تجھے قلی۔ کیا یعنے نہ تجھسے ناخوشی کا انقطاع کرکے ظلمت مین چھوڑا کہ تو بغیر محبت و شوق کے مقام
نفس مین مخلوقات کے ساتھ ہوکر رب عزوجل و اسکے صفات و افعال سے محجوب ہوتا بات یہ ہی کہ بندہ محبوب کے عشق کے واسطے
توحید ذاتی کشف کرنے کے بعد حجاب عائد کرکے تجلی ذاتی کا راستہ بند کردیا جاتا ہی تاکہ محبت کا جوش ہو اور خودی سوختہ ہوکر
سر باطن لطیف ہوجاوے اُسوقت حجاب بالکلیہ برطرف کردیا جاتا ہی تو کشف خالص کامل حاصل ہوتا ہے اور آنحضرت

حق نہ مارو- واضح ہو کہ قولہ فحدث کی جگہ (فاخبر) نہین کہا یعنے خبر دیدے- کیونکہ خبر دینا ایک مرتبہ ہوجاتا ہی اور (فحدث) باتین
کرنا بار بار ہوتا ہی اور یہ بھولنے کی بات نہین ہی (تنبیہ) خطیبؒ نے کہا کہ حمزہ رح وکسائی رح نے قرات مین- الضحیٰ سجیٰ
قلی- اور اُسکے مانند جہان آخر الف مقصورہ ہی سب کو خالص امالہ سے پڑھا لیکن حمزہؒ نے سجیٰ کو امالہ نہین دیا اور ورش رح
وابوعمرو رح نے امالہ خالص نہین کیا بیچ بیچ مین پڑھا اور قرارت کے باقی امامون نے فتحہ سے پڑھا (یعنے جیسے ہم لوگ عموماً
پڑھتے ہین- م) اور ورش رح نے بھی کبھی کبھی فتحہ سے پڑھا ہی تنبیہ شروع سورہ مین یہ مسئلہ ذکر ہوچکا کہ ابی بن کعب
وابن عباس اس سورہ والضحیٰ کی تلاوت سے پہلے تکبیر کہتے تھے اور مابعد تابعین سے بھی روایت ہی خطیبؒ نے آخر مین
اس مسئلہ کو لکھ کر امام رازیؒ کی پیروی مین کہا کہ شاید جب چندروز وحی نہین آئی اور مشرکون نے بدگوئی کی تو پھر جب وحی آئی
اسکی خوشی مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی ہوگی خطیبؒ نے کہا کہ بعضے ائمہ قرارت نے اس سے منع کیا اور کہا کہ اگر
تکبیر کی روایت ثبوت ہو تو بھی چاہیے کہ عموماً تکبیر نہ کہین کیونکہ اسمین یہ خوف ہی کہ عوام نادان (بلکہ ملحد بے ایمان) اس ذریعہ سے قرآن
مین بڑھانا شروع کرینگے یعنے بعض الفاظ وحروف بڑھانے کا یہ حیلہ بنا دینگے قرطبیؒ نے اسکا جواب یہ دیا کہ قرآن مجید
سب امت کو متواتر پہونچا ہی یعنے بے شمار صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہر ایک نے اور سب نے بے شمار تابعین کو پڑھایا اور صحابہ
رضی اللہ عنہم مین بے شمار حافظ تھے اور تابعین مین بھی بے شمار حافظ ہوے پھر تابعین نے اسیطرح بیشمار اتباع کو پڑھایا
تو کسی طرح وہم وگمان نہین ممکن ہی کہ قرآن مجید مین سے کچھ کمی بیشی ہو اسکی سورتین وآیتین حتی کہ حروف سب محفوظ متواتر
ہین تو یہ تکبیر قرآن نہین ہی (السراج) اسی قطعی متواتر سے بعض جاہل روافض کا قول رد ہوگیا جو کہتے ہین کہ منجملہ چالیس
پارہ کے دس پارہ نکال ڈالے گئے ہین مترجم کہتا ہی کہ شاید اس رافضی کا قرآن سواے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم
کے کوئی دوسری پوتھی ہو جو متواتر نہو اور سب شیعہ متفق ہین کہ یہی قرآن ہی جو اسوقت موجود ہی دیکھو متواتر سب کے نزدیک
قطعی یقینی چیز ہے اس سے کوئی عقل والا انکار نہین کرسکتا ولیکن یہ گمراہ فرقے اسی طرح قطعی باتون سے انکار کرتے ہین اور
ظاہر مین اہلبیت رضی اللہ عنہم کی پیروی کا دعوی ہی اور باطن مین بالکل شیطان کے تابع ہوکر دین اسلام کے دشمن
ہین کیونکہ حضرت امام المتقین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف جنگ شام مین دو لاکھ کے قریب فوج
تھی اور اسیکے قریب شامیون کی طرف تھی حتی کہ لیلۃ الہریر مین فقط شامیون کی طرف ساٹھ ہزار مارے گئے تھے
حالانکہ گیارہ مہینہ تک مختلف لڑائیان ہوتی رہین اور مدت دراز گزر گئی- پھر سب کے سب اسی قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے
اور اسی میدان مین بستی آباد تھی جمعہ وجماعت ووعظ ونصیحت برابر جاری تھی کبھی ایک حرف بھی حضرت علی رضی اللہ
عنہ نے نہین فرمایا کہ دس پارہ حضرت امیر المومنین عثمان رض نے اور مین نے اور مہاجرین وانصار نے نکال ڈالے ہین
نعوذ باللہ من الکفر والضلال بلکہ متواتر یہی مصحف مجید تھا تو اس رافضی نے حضرت علی رض پر الزام لگایا اور جاکر یہود ونصاریٰ
سے مل گیا کہ جیسے تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب نہین رہی بلکہ اس مین تحریف وتغیر ہوگیا اسی طرح اس رافضی کے پاس
بھی نہین ہے لیکن اللہ تعالے کا شکر ہے کہ اس رافضی کے نکل جانے سے اسلام کو کچھ ضرر نہ ہوا کیونکہ اسمین سب سے
بڑا عظیم الشان صدہا کروڑ مسلمانون کا فرقہ اہل السنۃ والجماعۃ ہین اور باقی شیعہ ومعتزلہ وغیرہ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیان بھی

مترجم کہتا ہے کہ اس اسناد مین لیث بن ابی سلیم نے جس شخص سے سنا اُسکا نام نہین ہی اور علماء رح نے کہا کہ حسن بصری رح نے حضرت علی رض سے نہین سنا ہی تو بھی درمیانی واسطہ نہین معلوم ہی واللہ تعالے اعلم ۔ م ۔ محمد بن اسحٰق رح نے کہا کہ یعنے اللہ تعالے کی طرف سے تجھکو جو کچھ نعمت وکرامت از قسم نبوت وغیرہ حاصل ہوئی اسکو بیان کر اور اُسکی جانب دوسرون کو بلا ۔ لہذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے لوگون مین سے جس سے مطمئن ہوتے اُس سے نبوت کو بیان کرتے پھر آپ پر نماز فرض ہوئی تو نماز پڑھنے لگے (تفسیر ابن کثیر رح) **خطیب** رح نے لکھا کہ مجاہد رح نے نعمت کی تفسیر مین کہا کہ وہ قرآن ہی تو مطلب یہ کہ اسکو پڑھو اور لوگون کو پڑھ کے سناؤ ۔ اور دوسری روایت مین کہا کہ وہ نبوت ہی تو مطلب یہ کہ جو کچھ اللہ تعالے نے تجھپر نازل فرمایا وہ پیغام عموماً جہان کے لوگون کو پہونچاؤ جیسے قولہ تعالے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک الآیہ ۔ یعنے ای پیغمبر جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تجھپر نازل کیا گیا ہی اُسکو پہونچا دے ۔ ھ ۔ اور بعض نے کہا کہ اس نعمت سے مراد توفیق ہی یعنے اللہ تعالے نے تجھے توفیق دی کہ تو یتیم وسائل کا حق بخوبی نگاہ رکھتا ہی اب اسکو بیان کر تاکہ امتی تیری پیروی کرین ۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یعنے جب تو نیکی کرے تو اُسکو بیان کر تاکہ تیرے اصحاب تیری اقتدا کرین ۔ خطیب رح نے کہا کہ ہم بیان کر چکے ہین کہ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے تھی اور دوسرے کسی کو اس طرح اپنی نیکیان بیان نکرنا چاہیے مگر جبکہ اسمین ریاکاری وغرور وغیرہ کا فتنہ بالکل نہو ۔ مترجم کہتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ مین فرماتے تھے کہ مین مومنون کے حق مین اُنکی ذات سے اَولیٰ ہون یعنے بحکم قولہ تعالے النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم الآیہ ۔ پس جس کسی نے مال چھوڑا اور اسباب املاک چھوڑا تو وہ اُسکے وارثون کے لیے ہے اور جسنے اپنے اوپر قرضہ چھوڑا یا اولاد یتیم چھوڑی تو قرضہ میرے ذمہ اور اولاد کی خبرگیری مجھپر ہے ۔ یہ اُسوقت فرمایا جب اللہ تعالے نے آپ پر فتوحات فرمائین (الصحیح) پس اس سے قول اول کی تقویت ہے ۔ م ۔ **خطیب** رح نے لکھا کہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص بھٹے حالون بیٹھا تھا آپ نے اُس سے فرمایا کہ کیا تیری پاس مال ہی اُسنے کہا کہ جی ہان اس قسم کا مال ہی تو فرمایا کہ جب اللہ تعالے تجھے نعمت دے تو چاہتا ہی کہ تجھپر اُس نعمت کا نشان دیکھا جاوے (**اقول** یہ حدیث سنن مین ہی) روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے جمیل ہی وہ جمال پسند فرماتا ہی اُسکو پسند ہے کہ بندہ پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے (السراج) **اقول** اصل حدیث صحاح مین ہی اور واضح ہو کہ جمال سے چہرے وغیرہ کی خوبصورتی مراد نہین ہی اسلیے کہ اُسمین کسی شخص کا اختیار نہین بلکہ ستھرائی وصفائی اور سجاوٹ مراد ہی بشرطیکہ اس سے دنیا کی آرائش وزیبائش منظور نہو حتی کہ اگر کسی نے اونٹون کا گلہ سجایا ہو تو اُسمین جمال ہی بقولہ تعالے ولکم فیہا جمال حین تریحون وحین تسرحون ۔ یعنے تم کو اونٹ دیے جنمین تمھارے واسطے جمال ہے جب شام کو لاتے ہو اور جب صبح لے جاتے ہو ۔ ھ ۔ واضح ہو کہ جس قسم کی سجاوٹ شرع مین قبیح ہے اُس سے پرہیز واجب ہی اسی لیے جمال کے طریقے شرع سے سیکھنا واجب ہین مثلاً بوڑھا آدمی اگر کبوتر کے پر کی طرح سیاہ چمکدار خضاب کرے تو یہ جمال نہین بلکہ حرام ہے ۔ م ۔ **رازی** و**خطیب** وغیرہ نے لکھا کہ اگر (سوال) ہو کہ یہان نعمت اللہ تعالے کا حق ہی تو یتیم وسائل سے پیچھے کیون بیان فرمایا (جواب) اسلیے تاکہ بندون کو اللہ تعالے کی معرفت ہین سے یہ بات سمجھ مین آجاوے کہ اللہ تعالے غنی ہی اُسکو کچھ پروا نہین ہی ولیکن یتیم وسائل البتہ تمھاری طرح محتاج ہین تو اُنکے

علیہ وسلم کے ارشاد کا یہ مطلب ہو کہ انھون نے اللہ تعالے کے واسطے یہ سلوک کیا تو اُنکے لیے اُنکا ثواب عظیم ہے اور تم نے انکا
حق اسطرح ادا کیا کہ اُنکا شکر کردیا اور اللہ تعالے سے اُنکے لیے دعا کردی- اب تم نے اللہ تعالے و اُسکے رسول علیہ الصلوٰة
والسلام کی طرف ہجرت کی اور بالکل نفس کو مردہ کیا مال اور وطن اور اولاد سے جدا ہوے تو تمھارے لیے تمھارا
ثواب عظیم ہے علماے رح متفق ہین کہ مہاجرین کا ثواب بہ نسبت انصار کے زیادہ ہے اور یہی آیات و احادیث سے نکلتا
ہو- م- حدیث جابر رض مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو نعمت دی گئی اور اُسنے بیان کی تو شکر ادا کیا اور
جسنے چھپائی تو اُسنے ناشکری کی (رواہ ابوداؤد) مترجم کہتا ہو کہ میرے نزدیک اسکے معنے یہ ہین کہ جس آدمی کو اللہ تعالے
نے کسی آدمی کے ہاتھ سے نعمت دی تو چاہیے کہ لوگون سے حسب موقع ظاہر کرے کہ فلان شخص سے مجھے یہ نعمت حاصل
ہوئی ہو اور اللہ تعالے سے اُسکے لیے بیان مین دعا کرے مثلاً کہے کہ الحمد للہ کہ مجھے فلان شخص سے اللہ تعالے اسکو
دونون جہان مین خوش رکھے یہ نعمت عطا کی ہو اور اگر اُسنے اپنے نفس کی ذلت سمجھکر یہ اظہار نکیا تو ناشکری ہے واللہ
تعالے اعلم- م- امام ابوداود رح نے دوسری اسناد کے ساتھ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جس شخص کو کچھ عطا کیا گیا پھر اُسنے عوض پایا تو عوض دیدے اور اگر نہ پاوے تو اُس عطیہ کے ساتھ دینے والے کی تعریف
کرے کہ جسنے تعریف کردی اُسنے شکر ادا کردیا اور جسنے چھپایا اُسنے ناشکری کی (تفسیر ابن کثیر رح اور خطیب رح نے لکھا کہ قولہ
اما بنعمة ربک فحدث- یعنے اپنے پروردگار رحیم کی نعمت بیان کر- کیونکہ نعمت کا بیان کرنا شکر ہو ولیکن یہ حکم آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے اسطرح عام الاطلاق کے ساتھ خاص ہو اور سواے آپکے امتیون مین سے آدمی کے واسطے
یہ بات جب ہی جائز ہوگی جب کہ اس بیان سے اُسکی یہ غرض ہو کہ اللہ تعالے کی مہربانی ظاہر کرے اور یہ کہ دوسرے لوگ
اُسکی پیروی کرین اور باوجود اسکے یہ خوف نہو کہ لوگون کے سامنے ظاہر ہوجانے سے اُسکے نفس مین غرور و ناموری وغیرہ کا فتنہ
ہوگا پھر بھی بیان نہ کرنا افضل طریقہ ہے اور اگر بیان کرنے مین فقط اسی قدر ہوتا کہ ریاکارون کے ساتھ مشابہت ہوتی ہو
تو کراہت کے لیے اسی قدر کافی ہو اور بیان آیات کے معنے یہ ہین کہ اے حبیب تو یتیم تھا اور ضال و عائل تھا پھر اللہ تعالے نے تجھے
پرورش کے دامن عاطفت مین ٹھکانا دیا اور تجھے ہدایت دی اور تجھے غنی کیا پس بہرحال ان تین نعمتون کو اپنے حق مین نہ بھولنا
اور اللہ تعالے کے ترحم و لطف کی پیروی کر کے خود بھی یتیم پر مہربانی و دلجوئی کرنا اور اُسکو اپنے سایۂ عاطفت مین جگہ دینا کیونکہ
تو فی الجملہ یتیمی کا مزہ چکھ چکا ہو اور سائل کے حال پر مہربانی کرنا اور اپنے احسان سے تا امکان محروم نرکھنا اور دروازہ سے نہ ہانکنا
اور اللہ تعالے کی نعمتون کو بیان کرنا اور واضح ہو کہ اللہ تعالے کے ہدایات دینے مین یہ بھی داخل ہو کہ آپکو قرآن مجید
و شریعت مستقیم تعلیم فرمایا (السراج) مترجم کہتا ہو کہ یہ سب کلمات مفسرین کے اس بنیاد پر ہین کہ قولہ بنعمة ربک مین- اور کی
سب نعمتین مع دیگر نعمتون کے داخل ہین اور بیان کرنا اسطرح جیسے لوگون مین معروف ہو- بیان دوسرا قول یہ ہو کہ نعمت سے
مراد قرآن ہو اور بیان کرنا اسطرح کہ قرآن کو تلاوت کیا جاوے اور دوسرون کو پڑھایا جاوے ابن کثیر و خطیب وغیرہ نے
لکھا کہ مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ نعمت سے مراد نبوت ہو مجاہد سے دوسری روایت مین آیا کہ یہ نعمت قرآن ہے
لیث رح عن رجل عن الحسن عن علی رض فرمایا کہ یعنے تجکو اللہ تعالے نے جو کچھ نیکی تعلیم فرمائی ہو وہ اپنے بھائیون سے بیان کر

رعایت کا حکم دیا پھر جو کوئی آپ سے علم و ہدایت کا سائل ہو اُسکی رعایت کا حکم دیا۔ حسن بصریؒ کے نزدیک یہی مختار ہے کہ سائل سے علم کا سائل مراد ہی چنانچہ ابن ام مکتوم اندھے نے جب آپ سے علم حق پوچھا اور آپنے ترشروئی فرمائی تو عبس وتولیٰ الخ نازل ہوا تھا پھر یہ وصیت کی کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ظاہر کریں بقولہ تعالیٰ۔ **وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ**۔ اور اپنے رب کی نعمت کو بیان کر ف واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہین جیسے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا۔ یعنے اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمت شمار کرو تو اسکو احاطہ نہین کرسکو گے۔ صد پس یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتین کوئی پوری نہین بیان کرسکتا پھر سب سے بڑی نعمت وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرب و منزلت حاصل ہو اور اسی قسم مین سے طاعات کی توفیق ہی۔ پھر جس شخص نے مثلاً راتمین تہجد وغیرہ عبادت کی تو علماءؒ رحمہ نے کہا کہ اگر یہ ایسا شخص ہو کہ اگر لوگون سے بیان کرے تو لوگ اسکی پیروی کرکے خود بھی اسیطرح عبادت شروع کرینگے تو اسکو بیان کرنا بہتر ہے اور اگر یہ امید نہو تو بیان نہ کرنا چاہیے اور دنیا مین مال و متاع وغیرہ جوراحت کی چیزین اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہی وہ فی الحقیقۃ نعمت ہین کیونکہ انکے ذریعہ سے خود فارغ البال ہوکر عبادت حق مین سعی کرسکتا ہی اسی لیے حدیث مین ہی کہ تندرستی اور فراغت ایسی دو نعمتین ہین کہ بہت لوگ ان سے خسارہ مین پڑتے ہین (صحیح) جب یہ معلوم ہوگیا تو آیت کے معنے مین غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت بیان کرین اسمین نعمت سے کس قسم کی نعمت بیان کرنیکا حکم ہے اور بیان کی کیفیت کیونکر ہے **شیخ ابن کثیر**ؒ نے لکھا یعنے جیسے تو محتاج فقیر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے غنی کردیا تو اللہ تعالیٰ کی نعمت اپنے اوپر جس خوبی سے ہی اسکو بیان کر جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعامین آیا ہی کہ الٰہی ہم کو توفیق عطا فرما کہ ہم تیری نعمتوں کا شکر کرین اور اسکے تیری حمد و ثنا کرین تاکہ تو مزید نعمت دے اور اپنی نعمت ہمپر پوری فرمادے۔ مترجم کہتا ہی کہ شیخؒ نے یہی نعمت معروف مراد لی اور بیان کے بھی معروف معنے لیے اور لکھا کہ امام ابن جریرؒ نے یعقوب عن ابن علیہ عن سعید بن ابی النضرۃ تابعی روایت کی کہ مسلمانون (صحابہ رضؓ) کے نزدیک نعمتوں کا شکر یہ تھا کہ انکو بیان کرے یہ اسناد صحیح ہی۔ عبداللہ بن احمد نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا کہ جس شخص نے قلیل کا شکر نہ کیا وہ کثیر کا بھی شکر نہ کریگا اور جسنے آدمیون کا شکر نہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر نہ کریگا اور اللہ تعالیٰ کی نعمت بیان کرنا شکر ہی اور بیان نہ کرنا ناشکری ہی اور باہم اتفاق رکھنا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی اور باہم پھوٹ ہونا عذاب ہی اس حدیث کی اسناد ضعیف ہی۔ سنن مین یہ حدیث ہی کہ جسنے آدمیون کا شکر نہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر نہ کریگا۔ صحیحین مین انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مہاجرین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ انصار سب ثواب لے گئے آپ نے فرمایا کہ یہ نہین ہوگا جب تک تم انکے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو اور انکی تعریف کرتے رہو مترجم کہتا ہی کہ مہاجرین اپنا گھر بار اور آل اولاد اور مال و متاع دارالکفر مین چھوڑکر اللہ تعالیٰ کے واسطے اُسکے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت مین ہجرت کرکے مدینے چلے آئے تھے یہان انصار اُنکے ساتھ کھانے پینے کا سلوک کرتے تھے اسوجہ سے مہاجرین نے کہا کہ انصار ہی سب ثواب لیگئے آنحضرت صلی اللہ

معنے بیان کیے اور کہا کہ سائل ہمارے زندون کیطرف سے ہمارے مردون کے یہان سوغات پہونچانے والے ہین سائل تمہارے دروازون پر آتا ہی اور پوچھتا ہے کہ کیا اپنے عزیز کے یہان کچھ سوغات بھیجوگے اور زمخشری رح نے لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تونے سائل کو تین مرتبہ جواب دیدیا وہ نہین گیا تو پھر اسکو جھڑکنے مین تجہپر ملامت نہین ہے بعض نے کہا کہ سائل سے گدائی کرنے والا فقیر مراد نہین بلکہ علم تلاش کرنیوالا مراد ہی جب وہ علم کا سوال کرنے آوے تو اُسکو مت جھڑک (السراج) فتاواے عالمگیریہ مین ہی کہ جو لوگ مسجدون مین نماز پڑھنے والون سے سوال کرتے ہین اُنکو نہ دینا چاہیے اور انکو اس حرکت سے منع کیا جاوے مترجم کہتا ہی کہ یہ فقہ اس حدیث سے ہے کہ ایک شخص نے مسجد مین بعد نماز کے کہا کہ کسی نے میرا اونٹ اس صفت کا جو گم ہوگیا ہی دیکھا ہو تو بتلادے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے تیرا اونٹ تجھے نہ پھیرے ارے تونے نہ جانا کہ مسجدین اس کام کے لیے نہین بنائی گئی ہین کما فی الصحیح۔ اس سے معلوم ہوا کہ جسنے فقط گم شدہ اونٹ کے بارہ مین سوال کیا تو نہ ملنے کی بددعا فرمائی اور منع کیا تو گداگری کا سوال اس سے بڑھکر فتنہ مین ڈالنے والا ہی بلکہ بعض اوقات بعضے لوگون کو نماز مین آنے سے روکنے والا کام ہی۔ واضح ہو کہ لوگون سے سوال کرنے کی مذمت مین احادیث بکثرت وارد ہین اور مین فقط چند احادیث پر اقتصار کرتا ہون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ حلال نہین کسی تونگر کے لیے اور نہ تندرست طاقتور کے لیے سوائے ایسی صورت کے محتاجی کمر توڑ دے یا کسی پر قرضہ پریشان کرنے والا چڑھ جاوے اور جان رکھو کہ جس کسی نے لوگون سے مانگ کر اپنا مال بڑھانا چاہا تو قیامت مین بھی اُسکے چہرے پر خراش ہوگا اور جہنم کے انگارے کھائیگا (امام ترمذی و طبرانی رح) جو آدمی لوگون سے بھیک مانگتا رہیگا وہ قیامت مین آویگا اس صورت سے کہ اُسکے چہرے پر ذرا سا گوشت نہوگا (ابن ماجہ وغیرہ) جسنے لوگون سے سوال کیا حالانکہ اُسکے پاس اس قدر موجود ہی کہ سوال کی حاجت نہ تھی تو قیامت مین آوے گا اس حالت سے کہ یہ اُسکے چہرے پر خراش ہوگا (امام احمد وغیرہ) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ صفت تھی کہ ایام خلافت مین اگر راہ مین ہاتھ سے کوڑا گرتا تو اونٹ بٹھلا کر اُٹھا لیتے لوگ کہتے کہ یا حضرت ہم سے کیون نہ فرمایا کہ ہم اُٹھا دیتے آپ جواب دیتے کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا کہ لوگون سے کچھ سوال نہ کرون (حم) پس سائل خود دیکھ لے کہ اسکو سوال کرنا حلال ہی یا نہین اور فقہاء نے فرمایا کہ اگر صبح کے کھانے کو موجود ہو تو اُسوقت سوال نہین جائز ہی پھر شام کو سوال کرے اور اب سنو کہ جس کسی سے سوال کیا جاوے اسکو چاہیے کہ جہانتک ہوسکے سائل کو محروم نہ پھیرے کیونکہ کبھی راہ مین مسافر کا نفقہ جاتا رہتا ہی اگرچہ سواری موجود ہوتی ہی اور لباس اچھا ہوتا ہی تو وہ بضرورت سوال کرتا ہی لہذا حدیث مین ہی کہ سائل کے واسطے حق ہی اگرچہ وہ گھوڑے پر آوے (ابن ماجہ وغیرہ) رازی رح نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ انس رض سے آنحضرت صلعم سے روایت کی گئی کہ جب یتیم رلایا گیا تو اُسکے آنسو حضرت الرحمن عزوجل کے قبضۂ قدرت مین گرتے ہین فرماتا ہے کہ جسنے اس یتیم کو رلایا نہ جانا کہ مین نے اُسکے باپ کو خاک کے نیچے دبا دیا ہی جو کوئی اس یتیم کو چپ کرے اُسکے لیے جنت ہے رازی رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے اول ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے تین صفتین بیان فرمائین بقولہ تعالے الم یجدک یتیما فاوٰی الخ پھر اسی ترتیب سے آپ کو وصیت فرمائی بقولہ تعالے فاما الیتیم فلا تقہر الخ پس اول تو حق یتیم کی

جانے سے اسکو روکے گی یعنے اللہ تعالے اسکو قبول فرمادیگا۔ حدیث مین ہو کہ جس شخص نے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اسکے واسطے
ہر بال کے عوض ایک نیکی ہوگی۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حبیب اللہ کیا جو خلیل اللہ سے بڑھکر
مرتبہ ہو اور افضل الخلق کیا تو آپ کے لیے یتیمی پسند فرمانے مین کیا حکمت ہو (جواب) **رازی** وغیرہ نے چند وجوہ بیان کیے ہین وجہ
اول یہ کہ جب آپ یتیمی کی کیفیت سے واقف ہونگے تو یتیم کے حق مین مہربانی فرماوینگے (دوم) یہ کہ یتیم آپ کے نام
مین شریک ہوا تو اس جہت سے اسکی تکریم ہوگی جیسے اگر آپ کے ذاتی نام محمد یا احمد مین کوئی امتی شریک ہو تو اسکی نسبت
حکم دیا کہ جب تم اپنے بچہ کا نام محمد رکھو تو اسکی تکریم رکھو اور جہان وہ آوے اس نام کی بزرگی سے اسکے لیے جگہ کشادہ کرو
(سوم) یہ کہ اللہ تعالے نے آپکو ابتدا سے یتیم کر دیا تاکہ آپکی توجہ فقط اللہ تعالی ہی پر رہے (چہارم) یہ کہ یتیم کے عیوب
جلد ظاہر ہوجاتے ہین اور جب امتی کوئی عیب نہ پاوینگے تو اسکی بات ماننے مین جلدی کرینگے (پنجم) یہ کہ سب کو یہ معلوم
ہوجاوے کہ یہی وہ جلیل الشان پیغمبر ہے جسکی بشارت حضرت موسیٰ و عیسیٰ وغیرہ علی نبینا وعلیہم السلام ادا کرچکے ہین
کیونکہ ماں باپ کوئی نہ تھا جو باتین بتلاتا پس ضرور یہ سب اللہ تعالی ہی کی طرف سے وحی ہو (السراج) **مترجم** کہتا ہو کہ لطائف
معرفت یہان بلند ہین لیکن عام فہم باتون پر اکتفا کرنا چاہیے ۔ **رہا سائل** تو اسکو جھڑکنے سے منع فرمایا۔ سائل سے
بعض کے نزدیک وہ شخص مراد ہے جو علم کا سوال کرنے یعنے اللہ تعالے کی معرفت و شریعت دریافت کرے **ابن کثیرؒ**
نے لکھا کہ یعنے جیسے پہلے تو ضال تھا پھر تجھے اللہ تعالے نے ہدایت دی تو اسکا شکریہ ہو کہ جو کوئی تجھسے علم کا سوال کرے اور ہدایت چاہے تو اسکو
مت جھڑک **ابن اسحٰقؒ** نے کہا کہ یعنے متکبر جبار ہو اور اللہ تعالے کے ضعیف بندون کے ساتھ سخت دل اور سخت زبان نہ ہو
اور بعض نے کہا کہ سائل سے مسکین مراد ہو قتادہ تابعی نے کہا کہ مراد یہ ہو کہ جب تو سائل مسکین کو پھیرے تو ترحم و
نرمی کے ساتھ پھیر (تفسیر ابن کثیرؒ) حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت کرم سے کسی قسم کے سائل
سے نہین پھرتے اگر اس وقت موجود ہوتا تو دیدیتے اور اگر نہ ہوتا تو دوسرے وقت کا وعدہ فرماتے تھے (صحیح) جب
ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوے تو صوبۂ بحرین کا مال آیا آپ نے منادی کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب
جس کسی کا قرضہ ہو یا آپ نے کسی سے وعدہ فرمایا ہو تو وہ میرے پاس آوے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے آکر کہا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھسے وعدہ فرمایا تھا کہ جب میرے پاس مال آویگا تو تجھے (ہکذا وہکذا وہکذا) عطا کرونگا یعنے دونون ہاتھون
سے سامنے و دائین و بائین اشارہ فرمایا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے دونون ہاتھ بھرلے۔ مین نے ایسا کیا
فرمایا کہ اسکو شمار کر۔ تو پانچ سو درم نکلے۔ فرمایا کہ اسی قدر دو مرتبہ اور بھی لے لے (صحیح) ابن عباسؓ نے کہا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان سے زیادہ سخی تھے الخ۔ تمام حدیث صحیح البخاری وغیرہ مین ہو۔ اور آیت مین سائل سے ہر قسم کا سائل
جسکا سوال پورا کرنا ثواب مین داخل ہو مراد لینا بہتر ہو اور اسمین علم کا سائل یعنے طالب العلم سب سے پہلے مستحق ترحم و
اکرام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طالب علمون کے ساتھ بھلائی کرنے کے لیے صحابہ رضؓ کو خصوصاً وصیت فرمائی
اور مساکین بھی داخل ہین (م) **خطیب** وغیرہ نے لکھا کہ **ابراہیم بن ادہم** رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ سائل اچھے لوگ
ہوتے ہین کہ ہمارا توشہ آخرت ہمارے لیے اپنے اوپر لادے چلتے ہین **ابراہیم نخعی** رحمہ اللہ تعالے تابعی نے بھی یہی

وعائل تھا اللہ تعالےٰ نے تجھے پرورش ہونے کے لیے جگہ دی اور ہدایت فرمائی اور بے پروا کردیا تو بہرحال تجھے لازم ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت ونعمت دیکھکر اللہ تعالےٰ کے بندون پر مہربانی فرماتا رہے (تفسیر ابو السعودؒ) گویا نکتہ یہ ہے کہ آخر کمال نبوت آپ سے بڑھکر نہین تھا تو جب آپ کسی شخص یا قوم پر غضب فرماتے تو وہ ضرور بلا مین پڑتا پس آپ کو پہلے سے وصیت فرماکر رحمۃ للعالمین بنادیا۔ لہذا آگے یتیم ومسکین کے بارہ مین وصیت فرمائی بقولہ تعالےٰ۔ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ۔ اب رہا یتیم تو قہر مت کر اور رہا سائل تو مت جھڑک ف

کلمہ (فاما) پہلے اجمال کی تفصیل ہوتا ہے گویا آیات سابقہ مین اپنے ضعیف بندون کے حق مین مہربانی کی وصیت کرکے یہان تفصیل فرمائی کہ یہ مہربانی اس طرح کہ اگر یتیم بچہ ہو تو جن باتون سے وہ مقہور ہوتا ہو اور دل شکستہ ہوکر دب جاتا ہو ایسی کوئی بات نہ کیجیو۔م۔ یعنے جیسے تو پہلے یتیم تھا اللہ تعالےٰ نے تجپر رحم کرکے پرورش کے لیے اچھی جگہ دی اسی طرح تو بھی یتیم پر قہر نہ کیجیو یعنے ایسی بات نہ کرنا کہ جسمین اُسکی ذلت واہانت ہو ولیکن اُسکے ساتھ لطف واحسان کیجیو قتادہؒ نے کہا کہ یتیم کے ساتھ مہربان باپ کی طرح برتاؤ رکھیو (تفسیر ابن کثیرؒ) مجاہدؒ نے کہا کہ یتیم پر قہر نہ کیجیو اور یاد کیجیو کہ تو بھی کبھی یتیم تھا فراءؒ نے کہا کہ اس سے یہ غرض ہے کہ یتیم کو بے وارث جانکر دبانا نہین جیسے عرب کے جاہل اپنے قرابتی یتیمون کے مال لیکر خرد برد کرجاتے تھے (السراج) اس قول کے موافق اس آیت سے گویا امت کو نیک طریقے سے نصیحت کرنا مقصود ہے کہ ہر شخص یاد کرے کہ اگر وہ بجاے اس یتیم کے ہوتا تو قہر سے اُسکا دل کس قدر ٹوٹ جاتا پس جب دل پر اثر ہوگا تو یتیمون سے ظلم کرنا دفع ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ مین بلیغ نصیحت فرمائی ہے۔م۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانون کی بستی مین وہ گھر سب سے اچھا گھر ہے جسمین کوئی یتیم بچہ اچھی طرح سے پرورش پاتا ہو اور وہ گھران مین سب سے بُرا گھر ہے جسمین یتیم کے ساتھ برائی کیجاتی ہو فرمایا یتیم کی کفالت کرنے والا جنت مین میرے ساتھ اسطرح ہوگا یعنے آپ نے اپنی دونون اُنگلیان ملائین (السراج) اس حدیث صحیح سے یتیم کی پرورش کرنے والے کا اعلیٰ درجہ یہانتک معلوم ہوا کہ درجات بہشت مین پیغمبر کے نیچے ہی اسکے منازل ہونگے۔م۔ خطیبؒ نے لکھا کہ واضح ہو کہ الیتیم کو تقہر سے نصب ہے اور (تقہر) کو جزم بوجہ (لا) نہی کے ہے۔ اسی مقام سے ابن مالکؒ نے دلیل نکالی کہ اگر معمول مقدم ہو تو عامل کا مقدم ہونا لازم نہین ہے چنانچہ۔ الیتیم معمول ہے اور عامل اسکا (تقہر) ہے کہ خود (لا) کا معمول ہے یعنے (لا) نے جزم دیا (تقہر) کو تو وہ مجزوم ہوا پس (الیتیم) معمول ہے ایک معمول مجزوم کا حالانکہ جازم سے بھی مقدم ہے اور اگر مجزوم (لا) سے مقدم کیا جاوے تو نہین جائز ہے کیونکہ جازم پر مجزوم مقدم نہین ہوتا جیسے مجرور اپنے جار پر مقدم نہین ہوتا تو ثابت ہوا کہ تقہر کا معمول اُسکے عامل پر مقدم ہوسکتا ہے ولیکن یہ خود اپنے عامل پر مقدم نہین ہوسکتا ہے اگرچہ کسی مقام پر اُسکے مانند ممکن ہو تو لازمی نہوا قال الخطیب واضح ہو کہ آیت مین ارشاد ہے کہ یتیم کے ساتھ مہربانی و احسان کرنا چاہیے اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے یتیم کو کھانے پینے مین اور خرچہ مین اپنے ساتھ ملالیا یعنے اُسکا خرچہ اپنے ذمہ لے لیا تو قیامت کے روز اُسکے واسطے آگ سے پردہ ہوگا۔ھ۔ یعنے اگر پرورش کرنے والا آگ کی طرف بھیجنے کے قابل ٹھہرے تو یہ نیکی یتیم پالنے کی اُسکے واسطے حجاب ہوجائیگی اور آگ مین ڈالے

مجھ پر احسانات رکھتا ہے اور اُسی کی یہ شان ہے کہ احسان رکھے (ابن مردویہ) زمخشری رح نے حدیث روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا رزق میرے نیزہ کے سایہ تلے رکھا گیا ہے (السراج) مین کہتا ہون کہ یہ حدیث سنن مین موجود ہے اور زمخشری فقط ناقل ہے راوی نہین ہے اور علماء رح نے اتفاق کیا کہ سب سے زیادہ حلال وہ مال ہے جو غنیمت جہاد سے حاصل ہو۔ ۳- ابن عباس رض سے روایت کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری تعالےٰ مین مناجات کی اور اسمین کچھ سوال کیا۔ اور فرماتے تھے کہ اگر مین سوال نہ کرتا تو خوب تھا مین نے یہ التجا کی کہ اے رب تو نے سلیمان عم کو مملکت دی اور ہوا اسکے تابع کی اور بعض کو ایسی چیز دی اور بعض کو یہ نعمت دی۔ میرے رب نے فرمایا کہ اے محمد الم یجدک یتیما فاوی ووجدک ضالا فھدی ووجدک عائلا فاغنی الم نشرح لک صدرک الخ۔ مین نے عرض کیا کہ بیشک اے رب یہ سب تیرے احسانات ہین (ابن ابی حاتم والطبرانی والحاکم وصححہ وابن مردویہ والبیہقی وابونعیم وابن عساکر والثعلبی) رازی رح نے اس روایت کو طولانی نقل کیا اور آخرین ان احسانات مذکورہ کے سواے فرمایا کہ اے محمد کیا مین نے تجھے ابراہیم عم کی طرح خلیل نہین بنایا اور کیا تجھے ایسی نعمت نہین دی جو کسی کو تجسے پہلے نہین دی۔ ھ۔ پھر کہا کہ قاضی رحمہ اللہ تعالےٰ نے اس روایت کے راوی پر اعتبار نہین کیا بلکہ یہ اعتراض کیا کہ انبیاء علیہم السلام کی شان یہ ہے کہ ایسی باتون کا سوال نہین کرتے جب تک اُنکو اللہ تعالےٰ کی جانب سے اجازت حاصل نہو جاوے تو ہم کیونکر اعتبار کرین کہ سید الانبیاء افضل المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے بلا اجازت یہ سوال واقع ہوا تھا جو قابل عتاب ہے مترجم کہتا ہے کہ آیندہ اس حدیث کی اسناد وغیرہ مین کلام آتا ہے کیونکہ ابن کثیر نے سورۂ الم نشرح کی تفسیر مین اسکو نقل کیا ہے رازی رح نے لکھا کہ یہان (عائلا) سے مراد فقیر ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے جو مصحف ابن مسعود رض مین آیا کہ (وجدک عدیما) اور ایک قراءت مین (عَیِّلاً) بروزن (سَیِّدًا) آیا ہے۔ پھر فقیری سے تونگری حاصل ہونا بوجوہ بیان کیا گیا ہے وجہ اول یہ کہ پہلے اللہ تعالےٰ نے ابوطالب کی تربیت سے آپ کو غنی رکھا پھر جب اسمین خلل ہوا تو حضرت خدیجہ رض کے مال سے تونگر کیا پھر جب اسمین خلل ہوا تو حضرت ابوبکر الصدیق رض کے مال سے غنی کیا اور جب وہ خرچ ہو گیا تو جہاد سے غنی کیا اور یہ سورہ اگرچہ مکیہ ہے ولیکن جہاد قطعی واقع ہونے والا تھا تو تحقیقی قرار دیا گیا وجہ دوم یہ کہ غنی یہان بذریعہ اصحاب ومہاجرین ہے کیونکہ پہلے آپ مع چند اصحاب کے خفیہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کیا کرتے تھے یہانتک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ پر ایمان لائے اور عرض کی کہ یا حضرت آپ علانیہ باہر نکلکر اللہ تعالےٰ کی عبادت کرین۔ کیا لات وعزیٰ کھلے خزانے پوجے جاوین اور ہم لوگ اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک کی عبادت خفیہ کرین آپ نے فرمایا کہ اُس وقت تک کہ تیرے ساتھی زیادہ ہو جاوین۔ عمر رض نے کہا کہ اللہ تعالےٰ آپ کو کافی ہے اور مین جان نثاری مین حاضر ہون اور اُسی وقت علانیہ آپکو مع باقی اُنتالیس صحابہ کے ساتھ لیکر باہر نکلے اور علانیہ نماز کی تکبیر کہی اُس وقت قریش کفار دوڑے تو حضرت عمر نے تلوار نکالی کہ واللہ جو کوئی ہم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے مانع ہوگا مین اُس پر تلوار سے وار کرونگا قریش ہیبت سے جھجک گئے اور اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ یا ایہا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین یعنے اے پیغمبر تجھے کافی ہے اللہ تعالےٰ اور جن مومنون نے تیری پیروی کی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے بے پروا ہو گئے (تفسیر کبیر) اگر کہو کہ اللہ تعالےٰ نے یہان نعمتون کا شمار فرمایا تو کیا مراد ہے (جواب) معنے یہ کہ تو یتیم وضال

کثیر ہو تو وہ ہر روز اس فکر مین ہوتا ہی کہ کس تجارت وغیرہ سے اسکو بڑھاوے جیسے حدیث مین ہی کہ اگر فرزند آدم کے پاس ایک وادی بھر کے مال ہو تو وہ آرزو کرتا ہے کہ دوسرا وادی بھر کے مل جاوے اور جب وہ وادی بھر ہو جائے تو آرزو کرتا ہی کہ تیسرا وادی بھر ہو جاوے اور آدمی کا پیٹ کسی چیز سے نہین بھرتا سواے خاک (قبر) کے اور جو کوئی اللہ تعالی کی طرف رجوع لاوے اللہ تعالے اُسکی توبہ قبول فرماتا ہی۔ یہ حدیث صحیح مین ہی۔ م۔ بعض مفسرین نے کہا کہ فاغنیٰ۔ یعنے جب تو نے مکے سے مدینے کو ہجرت کی تو انصار کے مال سے تجھے غنی کیا۔ بعض نے کہا کہ ہجرت کے بعد جہاد مین تجھے فتوحات دین پس تجھے غنی کیا۔ ان دونون قول مین اعتراض یہ ہی کہ سورۂ والضحیٰ ہجرت سے پہلے مکے مین نازل ہوا ہی تو یہ تفسیر کیونکر ہو سکتی ہی مترجم کہتا ہی کہ انصار کو خود آپ کی ذات سے تونگری ملی چنانچہ روایت ہی کہ غزوۂ حنین کا مال غنیمت آپ نے اکثر روساے قریش وغیرہ کو جو نئے مسلمان ہوے تھے دیدیا تو بعضے نوجوان انصار نے کہا کہ دشمنون کے خون سے ہماری تلوارین رنگین ہین اور مال غنیمت آنحضرت نے دوسرون کو دیا اور جماعت انصار چونکہ غمگین تھے اسلیے انھون نے نوجوانون کا کچھ خیال نکیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وحی سے یہ خبر پہونچی تو آپ نے یہ حکم دیا کہ ایک خیمہ مین انصاری آوین اور سواے انصار کے کوئی نہ آوے۔ جب انصار جمع ہوے تو فرمایا کہ تم لوگون نے ایسا ایسا کہا ہی وہ لوگ کبھی جھوٹ آپ سے نہ بولتے تھے انھون نے عرض کیا کہ یا حضرت ہمارے سمجھدار لوگون نے نہین نوجوان اہل شباب نے کچھ کہا ہی۔ آپ نے فرمایا کہ اے انصار کیا تم گمراہ نہ تھے کہ اللہ تعالی نے میری ذات سے تم کو ہدایت دی۔ کیا تم فقیر نہ تھے کہ اللہ تعالے نے تم کو میری ذات سے تونگر کیا۔ آخر تک آپ فرماتے گئے اور انصار ہر بار یہی کہتے کہ بیشک ہمپر اللہ تعالے و اُسکے رسول ہی کا احسان عظیم ہی۔ پھر آنحضرت نے انصار کی نصرت و معاونت وغیرہ کا احسان ذکر کیا کہ یہ باتین تم بھی کہہ سکتے ہو اور یہ باتین تمھاری طرف سے سچی ہین انصار نے بے اختیار رونا شروع کیا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ مال حقیر مین نے ان لوگون کو تالیف قلوب کے طور پر دیا ہی۔ کیا تم راضی نہین ہو کہ یہ لوگ دنیا لے جاوین اور تم لوگ رسول اللہ کو اپنے گھر لے جاؤ۔ انصار نہایت فرحت سے رونے لگے اور عرض کیا کہ یا حضرت ہم کو سارا غم والم یہی تھا کہ شاید آپ اپنی قوم کی طرف واپس آنا چاہتے ہین اب ہم واللہ راضی ہین کہ آپ سواے اس مال کے جس قدر ہماری ملکیت مین ہی جو کچھ جسکو چاہین دیدین وحالیکہ ہم آپکو پاوین۔ آنحضرت صلعم نے دعا دی یہ حدیث نہایت نفیس بہت طویل ہی جو سابق مین پوری ترجمہ ہو چکی ہی وللہ الحمد والمنۃ۔ اس سے معلوم ہوا کہ انصار کو تو خود آپ کی ذات مبارک سے تونگری ملی ہی۔ بعض مفسرین نے کہا کہ قولہ تعالے۔ فاغنیٰ۔ یعنے تجھے خدیجہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کے مال سے تونگر کیا بعد ازان ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے تونگر کیا (السراج وف وغیرہ) حدیث مین ہی کہ مجھے کسیکے مال سے ایسا آرام و نفع نہین ملا جیسا ابو بکر رض کے مال سے حاصل ہوا۔ ابو بکر رض رونے لگے اور عرض کیا کہ یا حضرت کیا ابو بکر و اُسکا مال کسی اور کا ہی سواے آپ کے پھر آنحضرت نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ جس کسی نے کچھ سلوک کیا تھا ہم نے اُسکا عوض دیدیا سواے ابو بکر کے کہ اسکا عوض اللہ تعالے قیامت کے روز عطا فرماویگا یہ حدیث طویل صحاح مین مروی ہے م۔ بعض علماء نے کہا کہ قولہ تعالے ووجدک عائلا فاغنیٰ سے یہ مراد ہی کہ تجکو دلائل توحید سے فقیر پاکر دلائل کثیر دیکر غنی کیا یہ قول بہت بعید ہی۔ ابن عباس رض نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر والضحیٰ نازل ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میرا رب

بھی آنے والا ہے- ہاں جب آپ پر کتاب الٰہی اُتری تو آپ نے سب امور کو معلوم کیا لہٰذا (ضال) بمعنے (غافل) سے یہ مراد البتہ ہے کہ تو احکام کتاب وایمان نبوت سے غافل تھا اور یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ تو اپنے حق میں خاتم النبیین ہونیکا انتظار نہیں کرتا تھا فافہم-م- (وجہ نہم) ضالاً- بعض نے کہا یعنے ضالاً عن الہجرۃ متحیراً فی ید قریش- یعنے تو قریش کے قبضہ میں متحیر ہو کر ہجرت کر کے چلے جانے سے غافل تھا پس اللہ تعالیٰ نے تیرے واسطے سامان مہیا کر دیا یعنے انصار مدینہ اسلام لائے اور اللہ تعالے نے اُن کے دلوں میں وہ محبت دی کہ آپکو اپنے یہاں بمنت وسماجت لے گئے- اور جب اللہ تعالے نے آپ کو ہجرت کی اجازت دی تو ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو آپ کے ساتھ کیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کا مرتبہ دیا اور یار غار اپنی جان ومال سے آپ پر نثار تھے اور کل مال آپ کے واسطے اپنے ساتھ لے لیا اور چھ ہزار دینار تھے اور راہ میں ام معبد رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں راہ دی اور قوم اسلم کو ہدایت کی اور دین میں قوت عطا کی (کبیر) مترجم کہتا ہے کہ آخر میں بیان انشاء اللہ تعالے آویگا ولیکن تفسیر میں تکلف ہے (وجہ دہم) بعض نے کہا کہ آیت میں مقام معراج میں بھٹک مراد ہے لیکن رازیؒ نے لکھا کہ معنے یہ ہیں کہ تو معراج سماوی کا عروج نہیں جانتا تھا اللہ تعالے نے تجھے ہدایت دی اور خطیبؒ وغیرہ نے لکھا کہ معنے یہ ہیں کہ جب عروج سموات کے بعد جبرئیل عم آگے جانے سے باز رہے تو وہاں تجھے حیرت نے لیا کہ تو راہ نہیں جانتا تھا اللہ تعالے نے تجھے ہدایت دی کہ تو ساق عرش تک پہونچ گیا واضح ہو کہ رازیؒ نے یہاں بہت سی صورتیں لکھی ہیں جنکے ذکر سے طول ہوگا اور تکلف مزید ہے ولیکن اہل اشارات کی توجیہات آیندہ انشاء اللہ تعالے ظاہر ہونگی **نعمت ثالثہ** قولہ تعالے- **وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنٰى** - اور تجھے فقیر پایا پس تجھے تونگر کر دیا ف یعنے تو فقیر صاحب عیال تھا پس اللہ تعالے نے تجھے اپنے سوائے سب سے غنی کر دیا- اللہ تعالے نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے دو مقام بلند جمع کیے اوّل تو فقیر صبر کرنے والا بنایا پھر غنی شکر کرنے والا بنایا- قتادہؒ نے کہا کہ قولہ تعالے الم یجدک یتیما الخ- یہ تین صفات یعنے یتیم ہونا وغفلت از شان نبوت اور فقیر عیالدار ہونا یہ سب مراتب تھے یتیمی میں اللہ تعالے نے آپکی پرورش فرمائی اور غفلت سے ہدایت دی اور فقیری سے تونگری عطا کی اور یہ مراتب قبل نبوت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی (رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم عنہ) اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مال ومتاع کی کثرت ہونے پر غنی نہیں ہوتا ہے بلکہ نفس کی بے پروائی سے تونگری حاصل ہوتی ہے (صحیحین) حدیث عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاح پائی اُس بندے نے جو اسلام لایا اور اُسکو رزق بقدر کفاف دیا گیا اور جس قدر اُسکو اللہ تعالے نے دیا تھا اُسی پر قناعت نصیب کی یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے (تفسیر ابن کثیرؒ) قولہ عائلا- عائل وہ شخص جو مال نہ رکھتا ہو اور کہا گیا کہ عیالدار بھی ہو اور آیت کے معنے یہ ہوے کہ اللہ تعالے نے تجھے بے مال عیالدار پایا پس تجھے غنی کیا کلبیؒ نے کہا کہ یعنے تجھے راضی کیا اُسی قدر پر جو تجھے دیا تھا فراءؒ نے اسی تفسیر کو پسند کیا اس دلیل سے کہ اگر یہاں غنی کے یہ معنے ہوتے کہ مال ومتاع بہت ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے سے پہلے آپکے پاس دولت کثیر ہوتی ولیکن یہی معنے ہیں کہ جو کچھ رزق تجھے دیا تھا اُسی پر تجھے قناعت دی اور سچی تونگری یہی ہے (تفسیر الفتح) اس دلیل سے کہ غنی کے معنے بے پروا- قناعت رکھنے والا بے شک بے پروا ہوتا ہے تو وہی غنی ہوا برخلاف اسکے جنکے پاس دولت

مین کوئی درخت نہ تھا جو نفیس پھول پھل ایمان و معرفت لاوے - پھر ہم نے تیری ذات سے ہدایت و دیگر خلقت کثیر کو کامل
کیا اور تیرے ذریعہ سے بہت درخت پھلدار ہو گئے (وجہ ششم) قولہ وجدک ضالا فہدی - اس سے بچپن کا زمانہ مراد ہو اور ضلال
سے یہ مراد کہ علم معرفت سے خالی پایا اور یہ مطلب نہین کہ اعتقاد مین ضلالت تھی نعوذ باللہ من ذلک تو حاصل یہ کہ ہم نے بچپن مین
تجھے معرفت الٰہی سے خالی پایا پھر تجھے معرفت دی اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ - واللہ اخرجکم من بطون امہاتکم لا تعلمون
شیئا - یعنے اللہ تعالیٰ کی شان ہو کہ اُسنے تم لوگون کو تمھاری ماؤن کے پیٹ سے پیدا کیا اُس حالت مین تم کچھ نہین
جانتے تھے - ف (کبیر) مترجم کہتا ہو کہ اس آیت مین جو حالت مذکور ہے وہ عموماً خلقت انسانی کے واسطے ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیاس اسپر نہین ہو سکتا ہو اور آپ کے قلب پاک مین معرفت حق تعالیٰ ہمیشہ موجود تھی
ایک لمحہ بھی آپ اس سے خالی نہین ہوے اور ظاہر احادیث مین جو بیانات دربارۂ جبرئیل علیہ السلام کے آئے ہین کہ آپکو
جبرئیل ع کے دیکھنے سے خوف ہوا تو اسکو معرفت سے کچھ تعلق نہین ہو ولیکن یہ بات ایسے عامی لوگ نہین سمجھ سکتے
جو معرفت سے خالی ہین کیا تم نہین دیکھتے ہو کہ آپ غار حرا مین اسواسطے گوشہ نشین ہوے تھے تاکہ حق عزوجل کی عبادت
کرین پس اس تجلی نور جبرئیل ع مین تردد ہوا تھا نہ معرفت حق عزوجل مین اور یہان لطائف اسرار ہین جو بیان مین نہین
آسکتے ہین ولیکن سمجھدار کو اسی قدر بیان کافی ہو فافہم - م (وجہ ہفتم) بعض نے کہا کہ (ضالا) سے حقیقت مین قوم
یعنے امت مراد ہے ولیکن اللہ تعالیٰ مالک الملک ذوالجلال والاکرام ہو تو اُسنے خطاب صرف اپنے حبیب رسول سے
فرمایا جو خطاب کے لائق تھا اور اس تاویل کے موافق معنے یہ ہوے کہ ہم نے تیری قوم کو ضلالت مین پایا پھر تیری وجہ سے اُن کو
ہدایت دی - اگر کوئی کہے کہ آیت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر انعامات بیان فرمائے ہین اور اس تاویل کے موافق
قوم پر انعام ہوا (جواب) یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی بڑا انعام ہوا حدیث مین ہو کہ آپنے حضرت حضرت علی رض
سے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تیرے ذریعہ سے ایک شخص کو ہدایت دے تو یہ بات تیرے واسطے سرخ اونٹون کے گلہ سے بہتر ہو
ف - یعنے عرب جس مال کو بہت نفیس سمجھتے تھے اُس سے یہ افضل ہو کہ ایک شخص کے ہدایت پانے کا ثواب ملے اور یہان
تو قیامت تک امت کی ہدایت کا ثواب آپ کو عطا فرمایا ہو (وجہ ہشتم) ضالا سے مراد غفلت نبوت ہو یعنے تجھے خیال
بھی نہ تھا کہ تیری قوم قریش مین سے تو خاتم النبیین پیغمبر ہوگا اسلیے کہ یہود بوجہ جہالت کے یہ تحریف کر چکے تھے کہ نبوت قیامت
تک اولاد یعقوب پر ختم ہے اور نصاریٰ یہ شرک بنا چکے تھے کہ حضرت عیسیٰ ابن اللہ ہو تو پھر کوئی پیغمبر نہوگا ولیکن ایک روح
مقدس فارقلیطا کے آنے کا بیان بہت طولانی اور بکثرت ہو اس سب کو نکال ڈالنے سے عاجز ہوے تو یہ تحریف کی کہ یہ
روح مقدس ہو جو اونٹ پر سوار آویگی اور ایسا اور ایسا کریگی پس یہ عیسیٰ کے حواریون پر آگئی - یہ تحریف عجب مضحکہ
ہو ولیکن عرب مین نصرانیون کا فقط دعویٰ مشہور تھا - بہرحال دونون قومون کے دعوے سے یہی نکلتا تھا کہ یا تو پیغمبر نہوگا
اور یا تو اولاد یعقوب سے ہوگا اور عرب کو اس سے غفلت تھی ولیکن ہمنے تجھے ہدایت دی مترجم کہتا ہے کہ یہ
تاویل اس مقام پر بہت ضعیف ہو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی قوم مین تھے جو نبوت کے معنے بھی
نہ جانتے تھے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرف خیال بھی نہ تھا کہ دیگر اقوام مین انبیاء گزرے اور کوئی خاتم النبیین

ابوجہل احمق یہ لڑکا امام المرسلین ہی تو بھلا کسکی مجال ہو کہ اُسکو اپنے پیچھے رکھے (کبیر) مترجم کہتا ہی کہ اس روایت کی اسناد کا
حال مجھے نہین معلوم ہوا اور شیخ ابن کثیرؒ حافظ محدث نے امام بغوی رح سے نقل کیا کہ بعض نے کہا کہ اس آیت مین ضال
ہونے سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایام صغر سنی مین مکے کی گھاٹیون مین گم ہوگئے تھے پھر واپس آئے (ف-
ابن کثیر) مترجم کہتا ہو کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اس روایت کی اصل ثبوت ہی ولیکن مجھے آیت مین یہ قصہ مراد ہونے
مین تردد ہے اس وجہ سے کہ قصہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالے کی طرف سے خاص بھید تھا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح حلیمہ وغیرہ کی نظر سے پوشیدہ کردیے گئے تو اسپر یہ صادق نہین آتا کہ آپ ضال ہوے کیونکہ ہنوز
کہین نہین گئے اور نہ بھٹکے پھر (فہدی) بھی صادق نہین آتا کیونکہ آپ کو ہدایت ورہنمائی نہین دی گئی کہ آپ خود
گھر چلے آتے بلکہ ایک شخص جاکر لے آیا اسلیے بعض نے یہ تکلف کیا کہ (ووجدک ضالاً) یعنے تجھے گم پایا یعنے اپنی مان و دادا
کے پاس سے غائب ہوا (فہدی) یعنے تجھے تیرے دادا کے پاس پہونچا دیا قتال فیہ (رم) وجہ سوم بعض نے کہا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ ملک شام کی طرف تجارت کے لیے گئے اور رات مین قافلہ
روان تھا پس ابلیس لعین آیا اور ناقہ کی مہار پکڑ کر قافلہ کی راہ سے دوسری طرف پھیردی پس جبرئیل علیہ السلام
نے آکر ابلیس کو ایک لات ماری کہ وہ جاکر حبشہ مین گرا اور ناقہ کی مہار لے کر قافلہ کی راہ پر لگادی- اس قول کو امام بغوی نے
نقل کیا ہو (ابن کثیر رح) اور ابوالسعود کی تفسیر مین ہے کہ جبرئیل نے ابلیس کو لات ماری کہ وہ ہندوستان مین گرا
(ابوالسعود) رازی رحؒ نے لکھا کہ اس سفر مین حضرت خدیجہ کا غلام میسرہ آپ کے ساتھ تھا ایک کافر نے آپکے ناقہ کی مہار پکڑ کر راستہ
سے منحرف کردی پس اللہ تعالی نے جبرئیل کو آدمی کی صورت مین بھیجا تو جبرئیل عم نے مہار لیکر قافلہ تک پہونچا دیا اور بعض نے
کہا کہ ابوطالب اپنے ساتھ آپکو لیے گئے تھے وہان راستہ بھول گئے پھر اللہ تعالے نے آپکو راستہ بتلادیا (کبیر) مترجم
کہتا ہی کہ امام بغوی رح کی روایت بہتر اور قوی ہی اور رازی رح نے جو قول لکھا ہی اُسمین صریح خدشہ یہ ہے کہ اس تجارت مین
اگرچہ حضرت خدیجہ کا غلام میسرہ ساتھ تھا لیکن اسوقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح بھی حضرت خدیجہ
کے ساتھ نہین ہوا تھا بلکہ اس سفر سے واپسی کے بعد میسرہ نے حضرت خدیجہ سے حالت سفر کی کرامات بیان کین پھر
حضرت خدیجہ کو نکاح کی رغبت ہوئی اور یہ زمانہ نبوت سے چودہ برس پہلے کا حال ہی تو اسوقت تک کوئی کافر کے نام سے
ممیز نہ تھا کیونکہ کفر واسلام بعد دعوت نبوت کے ظاہر ہوا فافہم واللہ تعالے اعلم - م - (وجہ چہارم) رازی رحؒ نے لکھا کہ
عرب کے محاورہ مین ہی (ضل الماء فی اللبن) دودھ مین پانی ضال ہوا یعنے اسکے اندر مغمور وغائب ہوگیا اس محاورہ کے
موافق آیت مین یہ معنے ہوتے ہین کہ ووجدک ضالاً الخ- یعنے اللہ تعالے نے تجھے ایک قوم کے درمیان مین گم پایا پس
تجھے ہدایت دی- یعنے تو اس قوم کفار کے درمیان مین پیدا کیا اور گمنام رکھا گیا پھر اللہ تعالے نے تیرا نام پاک روشن
کیا اور قوت دی یہانتک کہ تیرا دین ظاہر ہوا کما قال تعالے ورفعنا لک ذکرک- یعنے تیرا ذکر ہم نے بلند کیا (وجہ پنجم)
ضال عرب کے محاورہ مین ایسے درخت کو بھی کہتے ہین جو کسی بیابان مین اکیلا ہو تو اس محاورہ کے موافق آیت مین یہ
مطلب ہوسکتا ہی کہ اے رسول حبیب اللہ ہم نے تجھے اس ملک مین اکیلا پایا- گویا سواے تیرے بالفعل اس بیابان

(ابن کثیر رح) اسی قول کو زجاج رح نے اختیار کیا (ف (وجہ و م) حلیمہ آپ کی دودھ پلائی جب واپس کرنے لائی تو قریب مکے کے آپ یکایک گم ہوگئے اور گم شدہ کو (ضال) کہتے ہین حتی کہ ہبل بت کے پاس جاکر حلیمہ نے یہ مراد چاہی تو بت اوندھے ہوگئے اور آواز آئی کہ یہی بچہ ہم کو ہلاک کریگا اور اس معاملہ کی حکایت دراز ہی (کبیر) کعب احبار رح نے بیان کیا کہ جب حلیمہ نے آپکا دودھ چھڑایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لائین تاکہ آپکے دادا حضرت عبدالمطلب کو واپس دین۔ جب مکے تک پہونچین تو ناکے پر یکایک آواز آئی کہ ای بطحاء مکہ آج تجھے تیرا نور وجمال پھیر دیا جائیگا۔ حلیمہ کو تعجب ہوا اور کوئی کہنے والا نظر نہین آتا تھا حلیمہ کہا کہ پھر مین نے آپکو بٹھلا دیا اور چاہا کہ آپ کو آراستہ کرلون اور خود بھی گرد راہ سے صاف ہوکر کپڑے پہن لون پھر شہر مین داخل ہون یکایک مجھے زور سے دھمکایا اور آواز سنائی دی اور مین پیچھے پھر کر دیکھتی ہون تو مین نے محمد کو نہ دیکھا اور گھبرا کر لوگون سے پوچھنے لگی کہ میرا بچہ کیا ہوا اُنھون نے کہا کہ ہم نے تو کچھ نہین دیکھا۔ یہ سنکر میرے حواس جاتے رہے اور مین نے محمد کا نام لے کر رونا شروع کیا اور مجھے بدحواسی مین کچھ خبر نہوئی یہانتک کہ ایک بوڑھا شیخ میرے سرہانے آیا اور مجسے کہنے لگا کہ ای عورت اُٹھکر بڑے بت کے پاس جا اگر وہ چاہے گا تو تیرا بچہ تجھے واپس کردیگا مین اُس پریشانی مین اُسکے ساتھ ہولی اُسنے جاکر بڑے بت کا طواف کیا یعنے گرد پھر کر قربان ہوا اور پاس جاکر اُسکے سر کا بوسہ لیا اور کہنے لگا کہ ای ہمارے پالنے والے ہمیشہ سے قریش پر تمھارے احسانات چلے آتے ہین اور یہ حلیمہ سعدیہ تمھاری درگاہ مین فریاد لائی ہی یہ کہتی ہے کہ اسکا فرزند محمد گم گیا ہے تم پھیر دو حلیمہ نے کہا کہ جیسے ہی محمد کا نام لیا گیا وہ بڑا بت اوندھا گر پڑا اور جس قدر وہان تھے سب اوندھے ہوگئے اور یہ آواز آئی کہ ای بوڑھے ہمارے پاس سے ہٹ جا یہی محمد ہی جو ہم کو ہلاک وخوار کریگا۔ یہ حالت دیکھتے ہی بوڑھا شیخ کانپنے لگا اُسکے ہاتھ کا عصا گر پڑا اور قریب تھا کہ وہ بھی بیہوش ہو جاوے اور آخر مجسے کہنے لگا کہ ای ضعیفہ تیرے فرزند کا رب ہی وہ اُسکو ضائع نہین کریگا تو اُسکو تلاش کر۔ یہ خبر قریش مین مشتہر ہوگئی اور وہ سب عبدالمطلب کے پاس جمع ہوگئے اور چارون طرف نواح مکہ مین تلاش کرتے نکلے اور عبدالمطلب نے جاکر خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اللہ تعالے سے تضرع والحاح کرنے لگے کہ آلٰہی میرے فرزند محمد کو مجھے واپس کردے اور مجپر احسان رکھ وہ بے باپ کا یتیم بچہ ہے۔ عورتین بھی رونے لگین یکایک ہاتف نے آواز دی کہ ای لوگو تم شور نہ کرو۔ محمد کا رب رحیم اسکا حافظ ومعین ہی اور محمد اس وقت وادی تہامہ مین درخت کے نیچے موجود ہی عبدالمطلب مع ورقہ بن نوفل وغیرہ کے روانہ ہوے وہان رسول اللہ صلعم درخت کے نیچے کھڑے ہوے اُسکے پھول پتیون سے کھیل رہے تھے۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ خبر عبدالمطلب نے ابوجہل سے سنی تھی کیونکہ دوسری روایت مین ہی کہ وہان ابوجہل نے آپکو دیکھکر پہچانا اور اپنے ناقہ پر سوار کرکے لایا اور عبدالمطلب سے کہا کہ یہ بچہ وہان تھا اور کہا کہ اس بچہ کا قصہ تم جانتے ہو۔ یعنے میرے ساتھ اسکے معاملہ مین اونٹنی نے کیا برتاؤ کیا ہے عبدالمطلب نے پوچھا تو کہا کہ یہ عجیب بات ہوئی کہ اونٹنی فورًا اسکے سوار کرلینے کو خود بیٹھ گئی۔ مین نے چاہا کہ اس طفل کو اپنی ردیف مین پیچھے سوار کرلون تو ناقہ نے ہرگز قدم نہ بڑھایا پھر مین نے اُسکو آگے بٹھالیا تو فورًا ناقہ اُٹھکر خوش رفتاری سے روانہ ہوا۔ ابن عباس رض نے کہا کہ اللہ تعالے نے آپکو دشمن ابوجہل کے ہاتھون آپ کے دادا کے پاس پہونچایا جیسے موسیٰ ع کو فرعون کے گھر مین پرورش فرمایا (السراج) رازی رح نے کہا کہ ابوجہل کو ناقہ کی حالت سے تعجب ہوا حالانکہ ناقہ بزبان حال یہ کہتی تھی کہ اے

کیفیت کیونکر حاصل ہوتی ہے یہانتک کہ اُس کو جمیع اسباب سے آگاہی دی گئی جنکو وہ پہلے نہین جانتا تھا اور واضح ہو کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بچپن سے جو آیندہ مختصر طریقے سے مترجم بیان کریگا وہ اوہام جاہلانہ دور کرنے کے
لیے کافی ہین اور نیز واضح ہو کہ شرائع طہارت و نماز وغیرہ سب طریقہ وصول ہین د شرع و شرعۃ وہ گھاٹ ہے جس سے پانی
تک رسائی ہوتی ہے اسی وجہ سے شریعت پر عمل ضرور ہے تاکہ مقصود تک رسائی ہو۔ اگر وہم ہو کہ قولہ ولا الایمان سے معلوم ہوتا
ہے کہ ایمان بھی معلوم نہ تھا اور یہی توحید ہے (جواب) اس مقام پر ایک جاننا اور دوم پیدا ہونا۔ ان دونون مین بڑا فرق
ہے جسکے مغالطہ مین بہت لوگ برباد ہین۔ دیکھو ایمان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ لیکن جاننا بدون ایمان کے کچھ مفید
نہین ہے مثلاً جمیع مشرکین جنھون نے مسلمانون کی زبان سے یہ کلمہ سنا وہ اسکو جانتے ہین کہ مسلمانون مین یہ کلمہ ایمان
ہے ولیکن انکو کچھ مفید نہین ہے۔ پھر اسکو سچ جاننا بھی مفید نہین ہوتا جب تک ایمان نہو اور اسپر صریح دلیل یہ ہے کہ مدینہ کے
یہودی خوب جانتے تھے کہ یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہین اور نص قرآنی سے بطور معجزہ کے ان گمراہون کو آگاہ کیا لقولہ تعالیٰ
یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم۔ یعنی جیسے آدمی اپنی زوجہ سے پیدا ہونے والے بچہ کو پہچانتا ہے کہ وہ یہ ہے اسیطرح یہود و نصاریٰ
کے پاس اسقدر صاف واضح شناخت دی گئی تھی کہ اس سے بخوبی پہچان چکے ہین ولیکن ان مین سے ایک فریق کثیر جان
بوجھکر انکار کرتے ہین اسی طرح ہرقل جو پوپ بھی تھا اور بادشاہ بھی تھا اور نصاریٰ اُسی کے تابع بھی وہ خوب جانتا تھا کہ یہی
پیغمبر آخر الزمان ہین اور اُسنے کئی مرتبہ سب نصاریٰ کو آمادہ کیا کہ دین اسلام قبول کرین ولیکن نصرانیون نے نہ مانا اور
ہرقل نے سب سے اعظم پوپ روسیہ کو آنحضرت صلعم کا فرمان مبارک مع آپ کے صحابی ایلچی کے بھیج دیا کہ وہ تدبیر کرے وہ
فوراً ایمان لایا اور لباس عرب پہنکر اُسنے مجمع نصاریٰ مین اعلان کیا۔ گمراہ نصرانیون نے اسکو مار ڈالا۔ اللہ تعالیٰ اُسپر
رحمت و رضوان نازل فرماوے آمین۔ جب ہرقل نے یہ دیکھا تو اپنے نفس سے مشورہ لیا کہ سلطنت چھوڑکر دین حق قبول
کرے اُسکے نفس نے یہ منظور نکیا نعوذ باللہ من الضلال۔ یہ مقام بہت سخت ہے اللہ تعالیٰ ہی ایمان پیدا کرتا ہے اور توفیق دیتا
ہے اللھم وفقنا برحمتک **رازی** رح نے لکھا کہ عام امت سب فرقہ اسلام متفق ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدایش
دنیا کے وقت سے کبھی ایک لحظہ بھی اللہ تعالیٰ سے کفر نہین کیا معتزلہ فرقے نے یہانتک کہا کہ عقلی دلیل سے بھی کفر محال بالذات
ہے اور رازی رح نے اسکو دوسرون کے نزدیک محال بالغیر قرار دیا ولیکن مترجم کہتا ہے کہ یہ بحث بیہودہ ہے اور یہ بات معلوم ہے
کہ جب اللہ تعالیٰ نے ازل مین آپکو نبوت کاملہ سے سرفراز کیا تو ایک لمحہ کفر محال ہے پس قطعاً معلوم ہوا کہ قولہ تعالیٰ
ووجدک ضالاً فھدیٰ مین ضلال سے شرعی گمراہی اعتقادی کسی طرح مراد نہین ہے۔ اب اسکی تفسیر بیان کرنا چاہیے **رازی**
نے لکھا کہ علماء رح سے اسکی تفسیر بچند وجوہ مروی ہے **وجہ اول** ابن عباس رض و حسن و ضحاک و شہر بن حوشب نے کہا کہ قولہ تعالیٰ
ووجدک ضالاً فھدیٰ یعنے تجھے معالم نبوت سے اور احکام شریعت سے غافل پایا پس تجھے اسکی ہدایت فرمائی جیسے قولہ
تعالیٰ ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان الآیہ۔ یعنے تو نہین جانتا تھا کہ کتاب شریعت کیا ہے اور نہ یہ جانتا تھا کہ نبوت سے
تعلیم کیونکر ہے۔ ھ۔ (کبیر و بیضاوی وغیرہ) یہی اکثر مفسرین کا قول ہے۔ ضحاک رح نے کہا کہ تو نہین جانتا تھا کہ قرآن کیا ہے اور
شرائع اسلام کیونکر ہین اللہ تعالیٰ نے تجھے آگاہ فرمایا (السراج) یعنے قرآن نازل فرمایا جس سے تو نے یہ سب جان لیا

اللہ تعالی کی عطاے جمیل بروز ازل ہی دنیا مین اُسکے موافق وہ علم وعمل پاتا ہی اور حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یہ منصب آپ کو کب عطا ہوا آپ نے فرمایا کہ اُسوقت کہ آدم علیہ السلام پانی مٹی مین تھے (صحاح) یعنے اللہ تعالے نے آدم ع کو پیدا ابھی نہین کیا تھا جب ہی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے شرف سے مکرم تھے یہی کل انبیاء علیہم السلام و امتیون کا حال ہی کہ اللہ تعالے سے ازل ہی مین اپنے اپنے درجہ ولایت سے سرفراز ہو چکے ہین حالانکہ اُسوقت خلقت کا وجود بھی نہ تھا تو انکا علم وعمل کہان تھا بلکہ جس کرامت سے ازل مین بندہ سرفراز ہو چکا ہی دنیا مین پیدا ہو کر اُسی تقدیر کے موافق علم وعمل کے واسطے توفیق پاتا ہی اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالے نے عبودیت مین واحد بنایا ہی جیسے اللہ تعالے الوہیت مین واحد ہی پس جیسے اللہ تعالے الوہیت مین وحدہ لاشریک لہ بے مثل ہی اسیطرح اُسنے اپنی مخلوقات آسمان وزمین مین اپنا ایک بندہ بے مثل عبودیت مین بنایا اور وہ ہمارے حضرت رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور ہرگز کسی وقت مین اگرچہ دودھ پینے کا زمانہ ہو کبھی آپ نظر کمال رحمت حق عزوجل سے طرفۃ العین بھی جدا نہین ہوے اور جس قوم مین کفر کی گمراہی ہی اور اسکا ٹیڑھا قلب حقیقت معرفت سے محروم ہی وہ ان اسرار معارف کے سمجھنے سے عاری ہی اور فلسفی زندیق جو دائرہ حواس مین سرگردان ہی وہ کیونکر عقل کی روشنی پاوے گا اگرچہ حواس جسمانی ظاہری و باطنی مین بوعلی سینا ہو جاوے اور اپنے آپکو عقل مین کامل جانے ولیکن یہ زعم باطل و دعوی لاطائل کیا مفید ہو گا جیسے ہر مشرک قوم اپنے آپکو مانند دعوی مغضوبین وضالین کے نحن ابناء اللہ واحباؤہ - اعلی مرتبہ مقربین پر شمار کرتی ہی - بالجملہ مترجم کے نزدیک جس کسی نے یہ دلیری کی کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب قدس مین قبل وحی نبوت کے معنے اول نسبت کیے (کفر) جسکے نقل کرنے مین مترجم کا قلم تھراتا ہی تو ایسے شخص کے حق مین کفر کا خوف شدید ہی بشرطیکہ اسکی یہی مراد ہو کیونکہ احتمال ہی کہ اُسکی مراد یہ ہو کہ وحی سے پہلے حضرت سرور عالم صلعم شرائع کتاب مجید اور ابلاغ رسالت سے واقف نہ تھے اور یہ بات ٹھیک ہی اور رازی رح نے جو دلیل ان لوگون سے نقل کی وہ اسی کی مظہر ہی چنانچہ لکھا کہ ان لوگون نے یہ دلیل پیش کی کہ اللہ تعالے فرماتا ہی - ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان الآیہ - یعنے تو یہ نہین جانتا تھا کہ کتاب کیا اور ایمان کیا ہی - ۃ - اور اللہ تعالے فرماتا ہی - ان کنت من قبلہ لمن الغافلین - البتہ تو اس سے پہلے غافل تھا - مترجم کہتا ہی کہ ان دونون آیتون مین سے دوسری آیت تو سورۂ یوسف کے ابتدا مین ہی اور مطلب یہ کہ تو یوسف علیہ السلام و اُسکے بھائیون کے قصہ و اُسکے متعلق معاملہ سے بالکل غافل تھا ہماری وحی سے تجکو یہ علم حاصل ہوا اور اسی طرح اول آیت مین بھی اسی قدر مذکور ہی کہ اس وحی سے پہلے تجھے کتاب الٰہی و اسکا پہونچانا بطور رسالت کے اور ایمان و کفر کی توضیح نہین دریافت تھی یعنے یہ درایت نہ تھی اسلیے کہ درایت تو ظاہری محسوس موجود مین بولتے ہین اور یہ بے شک پہلے نہین تھی کیونکہ اول مین ابتداے عمر سے اتصال روحانی بمعرفت قرب حاصل تھی اور اسکے واسطے اسباب جزئیہ کی ضرورت نہین ہوتی ہی اور یہ مقام عبارت مین ادا نہین ہو سکتا اور شان الٰہی سبحانہ تعالے مین نظیر و مثال غیر ممکن ہی - لیکن محسوس سے عقل کی طرف جانے کے واسطے البتہ تنبیہ ہو سکتی ہی مثلا ایک بچہ کو سوتے ہوے لے جا کر ایک آراستہ مطلا و مذہب مکان مین رات کو جگا دیا جسمین شاہانہ سامان سے اسقدر روشنی ہی کہ دن ہو رہا ہی اور وہ سلطان کے تخت کے نیچے پہونچ گیا لیکن وہ نہین جانتا کہ یہ خوب صورت

مالک عزوجل کے انعام عظیم بے شمار کا ادا ہونا کس درجہ عظیم محال ہو گویا بندہ ہر دم اپنی سانس کی آمد و رفت دیکھتا ہو کہ یہ دو انعام آمد و رفت مین ہین اور شکر واحد ادا ہونا چند سانس مین فقط زبانی ہوسکتا ہی تب تک چند سانس دیگر واجب الشکر ہوگئین اور توفیق کا شکر علاوہ اسکے واجب ہوا اور یہ بھی فقط زبانی تھا۔ بندہ کہتا ہو کہ الٰہی تو نے مجھے عدم سے حقیر نطفہ سے خوب صورت آدمی نکالا اور ظاہری جسم مین ظاہری عجائبات ہین از انجملہ یہ کہ انسانی جسم ظاہر مین پاک ہی اور باطن مین نجس ہی۔ یہ تیری طرف سے بشارت ہو کہ تو اپنے بندے کے عیب چھپانے والا ہی۔ اور اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر عالم آخرت عطا فرمائی کہ آپکو عرش تک نظر آتا تھا جس وقت اللہ تعالےٰ چاہتا تھا پس ارشاد فرمایا کہ جیسے مین نے تیرے حق مین انعام جمیل عطا فرمایا ہی اس شکر مین سے یہ ہو کہ میرے بندون کے حق مین اس طریقے کی رعایت رکھیو یتیم کو مقہور نہ کیجیو اور محتاج کو جھڑکی نہ دیجیو **اقول** یہ خوبیان صفت رحمت سے ہوتی ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین ان خوبیون کو کامل کر دیا اسی لیے آپ رحمۃ للعالمین ہوئے یعنے عین رحمت فرمایا اور یہ کمال ہی اس سے بڑھکر کوئی مرتبہ نہین ہی بالجملہ ان صفات کے شکر مین بندون کے ساتھ برتاؤ فرمانے کا حکم دیا اور توفیق کا شکر اظہار نعمت سے فرمایا (کبیر م) نعمت دوم قولہ تعالےٰ **وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى**۔ اور تجکو بھٹکا پایا پس ہدایت دی **ف** اس آیت کی تفسیر مین اہل تفسیر نے بکثرت اقوال نقل کیے ہین اور اصل بیان اس امر سے متعلق ہو کہ (ضال) سے کیا معنے مراد ہین اور لغت مین ضلالت کا استعمال بہت معانی مین آتا ہو جیسے راہ سے بھٹک جانا اور یہ اگر راہ حق سے بھٹک ہو تو شرع مین اسکو کافر کہتے ہین اور اگر راستی شریعت مین ٹھیک ہو تو عملی بدعت ہی اور اعتقاد مین فساد ہو تو گمراہ کہتے ہین جیسے عشق و محبت والے کو ضال کہتے ہین اور جیسے نہ جاننے والے کو ضال کہتے ہین یعنے مثلاً ایک شخص کو آج تک یہ معلوم نہین ہو کہ اجزاے دخانی مین ایک چیز ایسی ہوتی ہی جو بہت صاف روشنی دیتی ہو تو وہ اس امر سے ضال ہی اسی طرح بہت معنے آتے ہین۔ پھر واضح ہو کہ حضرت رسول اللہ محمد خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم بالاجماع ازل سے احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ تھے تو ضال بمعنے کافر ہرگز آپ کے شان مقدس مین لائق و جائز نہین ہی اور اہل الحق کا بالاجماع یہی قول ہی ولیکن بعضے ضال بدعتی لوگون نے یہ معنی بھی نکالے ہین جیسے امام رازیؒ نے کلبی سے نقل کیا (یہ شیعہ مین سے ہی) اور بعض نے کہا کہ حضرت عثمان رضؓ کے حق مین بدگوئی بھی کرتا تھا تو رافضیہ مین سے ہوگا واللہ تعالےٰ اعلم) تو کلبی نے کہا کہ قولہ تعالےٰ ووجدک ضالا فهدی۔ اسکے یہ معنے ہین کہ تجھے کافر پایا ایک گمراہ قوم مین پس تجھے توحید کی ہدایت دی اور سدیؒ سے نقل کیا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ تجھے تیری قوم کے طریقے پر چالیس برس کی عمر تک پایا پھر اپنے دین کی ہدایت دی مترجم کہتا ہی کہ مجھے نہین معلوم کہ ان لوگون کا یہ قول کس اسناد سے روایت کیا گیا ہی اسلیے کہ آخر زمانے مین یعنے خلیفہ مامون رشید وغیرہ کے زمانے مین واہی فلسفی ملحد خیال کے لوگ بھی پیدا ہوگئے تھے جو الحاد کے خیال کو پھیلانے کے لیے جھوٹی روایتین بناتے اور لوگون کو سناتے تھے ولیکن حافظ محدث فوراً ایسے کذاب لوگون کا جھوٹ پکڑ لیتا تھا اس لیے عوام الناس کو خفیہ سناتے۔ ملحد کا مطلب اس روایت سے یہ ہوسکتا ہو کہ وہ خبیث اس امر کا قائل تھا کہ پیغمبری علم و عمل ہی تو جو کوئی اس مرتبہ کو پہونچے وہ پیغمبر ہو جاوے اور اس قسم کے ملحد بہت گذرے ہین اور اہل الحق نے حق بات بتلائی کہ رسالت

تومین اُس بچے کی زبان سے ایسے کلام سنا کرتا تھا کہ مین اُسکی لطافت سے تعجب کیا کرتا تھا اور ہم لوگ کھانے سے
اور پیچھے اپنی عادت کے خلاف یہ سنا کرتے کہ محمد طعام شروع کرنے کے وقت بسم اللہ الاحد کہتا اور فراغت کے بعد الحمد
کہتا - اور مین نے اُس سے کبھی نہ دیکھا کہ جھوٹ بولتا یا زور سے ہنستا اور نہ کبھی مین نے اسکو کھیلتے بچون کے پاس کھڑ
دیکھا - واضح ہو کہ عباس وحمزہ اور ابولہب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے ولیکن حضرت عبد المطلب نے آپ
کفالت اپنے بعد ابوطالب کے حوالے کی کیونکہ آپ کے والد عبد اللہ اور ابوطالب دونون ایک مان سے تھے اور باقی
والدہ دوسری تھین (کبیر) مترجم کہتا ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالات اس سورۂ مبارک کی تفسیر ختم کر
انشاء اللہ تعالے بیان کرونگا - بالفعل تفسیر کے متعلق جو امور ہین وہ بیان کرنے چاہیین - رازی رح نے لکھا کہ اگر یہ پو
جاوے کہ یتیم کی پرورش کرنا اگرچہ نعمت ہے ولیکن اللہ تعالے نے منت بخشش فرمانے والے کی طرف سے اسکی منت
کیا حکمت رکھتا ہے حالانکہ اللہ تعالے نے کلام اول مین حضرت موسیٰ ع کے حق مین فرعون کی طرف سے اس قسم کی پرو
کو بطور حقارت کے بیان فرمایا بقولہ تعالے الم نربک فینا ولیدا - یعنے فرعون نے موسیٰ ع سے فرمایا کہ کیا تو وہی نہین ہے
پرورش ہمارے یہان بچپن سے ہوئی ہے (جواب) فرعون جاہل نے اس کلام سے اپنی نیکی کو مٹا دیا جبکہ اُسنے احسا
رکھا حالانکہ وہ پرورندہ حقیقی نہ تھا اور اُسکی یہ خواہش ہوئی کہ ہمارے اس احسان کی وجہ سے تو ہماری بزرگی تسلیم کرا
فرعون کے حق مین وبال تھا اور موسیٰ علیہ السلام اسکے بار احسان سے چھوٹ گئے اور یہان اللہ تعالے نے جو حقیقی پرور
کرنے والا ہے یہ ارشاد کیا کہ اے حبیب رسول بندۂ مقبول اپنا جی خوش اور دل مضبوط رکھ کہ رب عزوجل نے تجکو اپنے انعا
سے بچپن ہی سے سرفراز کیا اور عالم اسباب ظاہری کا پردہ نہین رکھا یعنے جس حالت مین عرب نہایت افلاس و فلاکت مین
رہتے تھے حتی کہ مان باپ اپنی اولاد کو مار ڈالتے تھے ہم نے تجھے بغیر باپ بلکہ بغیر مان کے نہایت عزت سے پالا اب کیون
تجھے وداع وقلا کرینگے بلکہ ضرور ہے کہ تجپر اور تیری فرمانبردار امت پر اپنی نعمت پوری کرین رازی رح نے کہا کہ حضر
موسیٰ ع کے قصہ کو اس سے کچھ نسبت نہین ہے کیا نہین سمجھتے ہو کہ وہان احسان جتلانے والا فرعون لعین قرار دیا
یہان احسان فرمانے والا خود ارحم الراحمین ہے بعض نے اسکی نظیر امت مین اسطرح بیان فرمائی کہ امت سابقہ مین اللہ
نے فرمایا - ثلثة رابعهم کلبهم - یعنے تین آدمی تھے اُنکے ساتھ مین چوتھا کُتا تھا - اور اللہ تعالے نے اس امت محمدیہ
حق مین فرمایا - ما یکون من نجوی ثلثة الا هو رابعهم - یعنے جس جماعت شورے مین تین شخص ہون چوتھا اللہ تعالے
پس دونون امتون مین فرق سمجھ لینا چاہیے سوال اللہ تعالے نے یہان یتیمی مین پرورش کا انعام اور ہدا
اور تونگری کا انعام بیان فرما کر ارشاد کیا - اما بنعمة ربک فحدث - یعنے اللہ تعالے کی نعمتون کو بیان کر - تو ان
چیزون مین کیا مناسبت ہے جواب مناسبت بیان کرنے کے لیے یہ سمجھنا چاہیے کہ قرضہ ادا کرنا واجب ہوتا ہے پھر
دو طرح ہوتا ہے ایک مالی دوم انعامی - اور انعامی قرضہ کا دباؤ زائد ہے اسلیے کہ مالی قرضہ اگر قرض خواہ معاف کرے تو
ہو جاتا ہے اور انعامی معافی سے زیادہ ہو جاتا ہے کیونکہ معافی خود انعام مزید ہے اور مالی ایکبار ادا کرنے سے ادا ہو جاتا
اور انعامی قرضہ کی ادائی عمر بھر واجب ہے اور ادا ہونا محال ہے - پھر جبکہ کسی آدمی کے انعام قلیل کا ادا ہونا محال ہے تو خالق

رہتے تھے حالانکہ خود ابوطالب اپنی قوم کے دین بت پرستی پر تھے اور یہ سب اللہ تعالےٰ کی تقدیر اور حسن تدبیر تھی پھر زمانہ ہجرت سے چند روز پہلے حضرت ابوطالب نے بھی انتقال کیا تو اُسکے بعد جہال قریش بے کھٹکے آپ کی ایذا پہونچانے پر جھکے پس اللہ تعالےٰ نے آپ کے واسطے یہان سے ہجرت کر کے قبیلۂ انصار یعنے اَوس و خزرج کے وطن مدینہ مین جانیکا سامان مہیا کر دیا جب آپ وہان پہونچے تو انھون نے صدق ایمان کے ساتھ آپکو مع آپ کے اصحاب کے اپنے یہان بخوبی جگہ دی اور ہر طرح حمایت کی حتی کہ آپ کی حضور مین اپنی اولاد و جان و مال سے قتال کیا اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی عنایت و حفظ و رعایت سے تھا (تفسیر ابن کثیر رح) رازی رح نے لکھا کہ اس آیت کے متعلق چند سوالات ہین (اول) یہ کہ سابق سے اسکو کیا تعلق ہی (جواب) خلاصہ یہ کہ جب تو یتیم بچہ تھا تب ہم نے تیری حفظ و رعایت نہین چھوڑی بلکہ تیری شان سے ملأ اعلیٰ کو آگاہ کیا کہ یہی حبیب فرد ہی کہ جسکی یہ شان ہی کہ لولاک لما خلقت الافلاک۔ یعنے یہ نہوتا تو ہم افلاک کو پیدا نکرتے ہے۔ تو پھر ہم دشمنان خدا کے زعم پر کیون تجھے چھوڑ دینگے (دوم) یتیم سے یہان کیا مراد ہی (جواب) اسکی تفسیر مین دو قول ہین (۱) مجاہد وغیرہ سے نقل کیا جاتا ہی کہ یہ دُرِ یتیم کے معنے مین ہی اور دریتیم اُس موتی کو کہتے ہین جو سیپ مین اکیلا ہو تو وہ سب سے عمدہ نفیس فرد ہوتا ہی اور یہان مراد یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم قریش مین بے مثل فرد تھے یعنے اپنی خوبی و شرف مین سب سے فرد تھے (فآویٰ) یعنے اس دریتیم کو اللہ تعالےٰ نے ایسے اصحاب جان نثار مین جگہ دی جو اسپر جان و مال سے فدا تھے خطیب رح نے سراج مین کہا کہ یہ تفسیر ظاہر آیت کے خلاف ہی زمخشری رح نے کہا کہ یہ انوکھی تفسیر ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ تفسیر نہین بلکہ اشارات کے مناسب ہی واللہ تعالےٰ اعلم (۲) رازی رح نے کہا کہ یتیم سے یہان ظاہری معنے مراد ہین یعنے پندرہ برس کی عمر سے پہلے جسکا باپ انتقال کرے وہ بلوغ تک یتیم ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقت ولادت ہی سے یتیم ہوئے۔ رازی رح نے لکھا کہ ایک روز ابوطالب نے اپنے بھائی عباس بن عبد المطلب سے کہا کہ سنو مین تم سے عجیب معاملہ بیان کرون۔ جب مین نے اپنے بھتیجے محمد کو موافق حکم والد ماجد کے اپنی پرورش مین لیا تو رات و دن مین خود ہی اُسکی پرداخت کرتا تھا اور ایک دم اپنے پاس سے جدا نہ کرتا اور کسی دوسرے پر اعتماد نہ کرتا یہانتک کہ مین نے یہ چاہا کہ رات مین اپنے پاس ہی سلاؤن لہذا مین نے اُس سے کہا کہ اپنے کپڑے اُتار ڈالو اور میرے لحاف مین سو رہو۔ مین نے دیکھا کہ اس بات سے محمد کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوے لیکن میرے حکم سے نافرمانی کرنی بھی گوارا نکی لہذا مجھسے کہا کہ ای چچا آپ منھ پھیر لیجیے تاکہ مین کپڑے اُتارون کیونکہ میرا بدن دیکھنا کسی کو گوارا نہین ہی مین نے اس کلمہ سے تعجب کیا و لیکن اُسکی خاطر سے مین نے منھ پھیر لیا اور اُسنے کپڑے اُتارے اور میرے لحاف مین داخل ہوگیا جب مین لیٹا تو واللہ مین نے اپنے اور اُسکے درمیان مین ایک کپڑا حاجب پایا جو نہایت نرم گدگدا نازک تھا اور واللہ مین خوب جانتا ہون کہ وہ میرے بچھونے مین کبھی میسر نہ تھا اور اسکی خوشبو مشک سے بہتر تھی مین نے چاہا کہ اُسکا بدن دیکھون کیونکہ اس بچہ نے ابھی کیا کلمہ کہا تھا و لیکن واللہ مین نے ہرگز نہ دیکھا اور اس سے بڑھکر یہ بات ہی کہ اکثر اوقات مین اسکو اپنے بچھونے پر نہین پاتا تھا۔ ہر چند تلاش کرتا یہانتک کہ اٹھکر چاہتا کہ ادھر اُدھر گھر مین تلاش کرون یکایک مجھے آواز دیتے کہ ای چچا مین تو یہان ہون آپ کہان جاتے ہین۔ مین متحیر ہو کر چلا آتا تھا۔ اور اکثر اوقات جب رات جاتی تھی

بصیغہ جمع ہوتا تو آل و اصحاب کو بھی شامل ہوتا (جواب) یہ کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ محبوبیت ظاہر فرمایا کہ آل و اصحاب
کا اکرام فی الحقیقۃ آپ کا اکرام ہی اور آپ کی شان یہ ظاہر فرمائی کہ جب انبیاء علیہم السلام نفسی نفسی کہین تو آپ امتی امتی فرماوینگے
پس آپ کی ذات مبارک سے اُنکو سرفراز فرمایا اور جب مشرکین نے احد مین آپ کا چہرۂ مبارک زخمی کیا تو آپ نے
اُنکے لیے ہدایت مانگی لہذا اللہ تعالے نے آپ کے حقوق مفروض فرمائے کہ جو کوئی آپ کے ایک رُوئین کو ایذا دے تو وہ کافر ہے
حالانکہ پچاس برس تک نماز چھوڑنے سے کافر نہین کیا گیا فافہم پھر اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے
بعض انعامات بیان فرمائے بقولہ تعالے- اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوٰى- کیا نہین پایا تھا تجھے یتیم پس جگہ دی ف
یعنے اللہ تعالے نے تجھے یتیم پایا پس تیرے واسطے پرورش کا ٹھکانا دیدیا- یہان تین نعمتین شمار فرمائین اور اس سے
مقصود یہ ہی کہ جس طرح اللہ تعالے نے آپ کے ساتھ معاملہ کیا اُسی طرح آپ بھی اللہ تعالے کے بندون کے ساتھ عمل کرین اگر کہا
جاوے کہ قولہ الم یجدک یتیما- یعنے کنایہ نہین تھا کہ اللہ تعالے نے تجھے یتیم پایا- اس طرح بیان مین کیا حکمت ہے حالانکہ یتیم
کرنے سے پہلے بلکہ حضرت آدم ع کی پیدایش سے پہلے اللہ تعالے جانتا تھا بلکہ اُسی نے علم قدیم مین پیدایش مقدر فرمائی
(جواب) یہ سچ ہی بے شک اللہ تعالے علیم خبیر حکیم بصیر ہے اور اس قول سے یہ مطلب نہین کہ فی الحال بعد یتیم ہوجانے کے
اللہ تعالے نے پایا جیسے بندے تلاش کرنے سے پاتے ہین بلکہ اس محاورہ مین باہم آدمیون کا بھی یہ مطلب نہین ہوتا کہ بعد
تلاش کے پایا- ولیکن یہ مطلب ہوتا ہی کہ تو اس حالت پر پایا گیا اور تو اس حالت پر موجود تھا یہ نعمت اول ہی کہ تو یتیم
تھا اللہ تعالے نے اپنی حفظ رعایت مین تجھے لیا اور تیری پرورش کے واسطے جگہ دی ابن کثیرؒ وغیرہ نے لکھا کہ بات
یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب نے آپکی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے حاملہ
ہوجانے کے بعد سفر کیا اور راہ مین مدینہ مین اپنی ننہال مین اُترے اور قضائے الٰہی سے وہان بیمار ہوکر انتقال کیا اور
اُس وقت تک آپ حمل مین تھے اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ آپ پیدا ہوچکے تھے- اور فتح البیان مین نقل کیا کہ حمل کے
دو مہینے بعد انتقال کیا اور یہی ارجح ہی- ھ- اور خطیبؒ نے لکھا کہ حمل سے چھ مہینے گزرے تھے اور بعض نے کہا کہ ولادت
سے دو مہینے پہلے (س) اور بعض نے کہا کہ ولادت سے دو مہینے کے بعد وفات پائی واللہ تعالے اعلم- م- اور آپ کے والد کے
مرقد مین بھی اختلاف ہی بعض نے کہا کہ دار النابغہ مین دفن ہوئے اور بعض نے کہا کہ فرع کے علاقہ مین مقام ابواء مین مدفون
ہین (الفتح) پھر آپ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب نے چند روز بعد انتقال فرمایا اس وقت آپ کی عمر مبارک چھ برس
کی تھی (ابن کثیرؒ) بلکہ آٹھ برس کی تھی (السراج و ابو السعود) بلکہ بہت اختلاف ہی کہ چار برس کی عمر تھی یا پانچ برس یا چھ یا سات
یا آٹھ یا نو یا بارہ برس کی تھی اور ابواء یا حجون مین مدفون ہوئین (الفتح) مترجم کہتا ہے کہ راجح قول یہ ہے کہ چھ برس
کی عمر تھی واللہ تعالے اعلم- م- پھر آپ کے دادا عبد المطلب نہایت محبت سے پرورش کرتے رہے یہانتک کہ جب
آپ کی عمر شریف آٹھ برس کی تھی اُس وقت عبد المطلب نے اپنے فرزند ابو طالب کو آپ کے بارہ مین وصیت کرکے انتقال کیا
ابو طالب ہمیشہ آپ کی نصرت و حمایت کرتے اور مرتبہ بلند رکھتے یہانتک کہ چالیس برس کی عمر مین آپ کو اللہ تعالے
نے نبوت کی وحی بھیجی تو بعد اسکے ابو طالب آپ کی طرف سے حمایت کرکے قوم قریش کی بدی کو دور دفع کرتے

تو اُسکی رضامندی یہ نہین ہوتی کہ اُسکی درخواست رد کر دی جاوے بلکہ اُسکی رضامندی یہی ہے کہ دعا قبول ہو پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی یہ ہے کہ آپ کے امتی مومنین و مومنات بخشے جاوین اور اللہ تعالےٰ نے اس آیت مین وعدہ دیا کہ جس سے تو راضی ہو وہ ہم تجھے عطا فرماوینگے تو معلوم ہوگیا کہ آپ کے گنہگار امتیون کے واسطے شفاعت آپکو عطا ہوئی ہے مترجم کہتا ہے کہ شفاعت اسلیے نکالی کہ وہان شفاعت سے یہ درخواست پوری ہوگی اسلیے قیامت تک مومنین و مومنات اُس وقت موجود نہ تھی تو اُنکے گناہ بھی موجود نہ تھے ولیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے یہ ثبوت ہوا کہ وہ سب بخشے ہوے ہین اور اگر یہ قیامت تک امت کے واسطے ہو تو مومنین و مومنات صرف اہل الحق ہوے اور باقی اسلامی فرقون کے واسطے مومنین و مومنات مین کوتاہی ہے اسلیے کہ جمیع بدعتی فرقون مین ایمان ہی کی راہ سے کجی ہے اسیواسطے علماء حق نے تاکید فرمائی کہ بدعت سے احتراز لازم ہے اور اللہ و رسول کے ساتھ محبت فرض ہے اور جو بات شرع مین نہو اُس سے پرہیز کرنے مین کچھ خطرہ نہین ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اس مقام پر دلیل دیگر یہ ہے کہ جس طریقے پر صحابہ رض تھے وہ متواتر امت تابعین کو پہونچا تو ضرور اس طریقہ مومنین و مومنات کی صفت ہے تو قیامت کے روز انکی مغفرت رضاے آلہی و رضاے رسول اللہ ہے اگر بدعتی کہے کہ تابعین کو متواتر پہونچا پس خارجی یا رافضی مثلاً اپنے آپکو حق پر سمجھے تو جواب یہ ہے کہ وہ طریقہ قطعاً متواتر پہونچا ہے اور انکار کچھ مفید نہو گا کیونکہ متواتر کے بعد انکار کی مجال نہین ہوتی ہے کیا یہ نہین دیکھتے ہو کہ اگر وہ طریقہ متواتر نہ پہونچا ہوتا تو لازم آوے کہ دین حق منقطع ہوگیا اور یہ باطل ہے اور اللہ تعالےٰ نے اس امر کو حجت قرار دینے کے لیے احکام ضروری کو قرآن مجید مین مفصل نہین بیان کیا مثلاً نمازون کی رکعات وغیرہ قرآن مین مذکور نہین ہین بلکہ متواتر ہم کو معلوم ہوئین تو متواتر ہونا ضروری ہے فافہم وللہ الحمد والمنۃ پس اس اول دلیل مذکور سے معلوم ہوا کہ آیت مین شفاعت کا عطیہ تو ضروری ہے **دلیل دوم** یہ ہے کہ اوپر کی آیات اسی کے مناسب ہین کہ یہان عطیہ سے شفاعت ضرور مراد ہے گویا اللہ تعالےٰ نے تقسیم فرمایا کہ اے حبیب رسول مین تجھے نہ متروک کرونگا نہ مبغوض رکھونگا بلکہ تیری خوشی کے واسطے تیری اولاد و اصحاب و اتباع مین سے کسی پر غصہ نہ کرونگا **دلیل سوم** یہ کہ احادیث بے شمار دربارۂ شفاعت کے صریح دلالت کرتی ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی یہ ہے کہ گنہگاران امت سے اللہ تعالےٰ عفو فرماوے اور یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے حبیب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشی پوری فرماویگا تو دونون آیتون کو ملا کر معلوم ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسکی شفاعت فرماوینگے وہ قبول ہوگی۔ اسی سے **امام باقر** رض نے فرمایا کہ واللہ یہ شفاعت ہے جسکی اجازت آنحضرت صلعم کو لا الہ الا اللہ کہنے والون کے حق مین عطا ہوگی **رازی** رح نے کہا کہ یہ سب کلام اس صورت مین تھا کہ عطیہ مرضیہ آخرت مین ہو اور اگر احوال دنیا پر محمول کرین تو اسکا ظہور یہ ہوا کہ اللہ تعو نے آپ کو بدر سے اول جہاد مین قلیل صحابہ رض بے سامان کے ساتھ بکثرت باسامان دشمنان قریش پر ایسے طریقے سے **فتح** دی کہ اُسکے معجزہ ہونے مین شک نہ تھا اور برابر آپ کا جھنڈا بلند ہوتا رہا یہانتک کہ آپ پر مکہ فتح کیا اور عرب کے لوگ فوج بفوج دین حق مین داخل ہوے اور بعد آپ کے نبوت کی خلافت مین آپ کے خلفاء و اصحاب پر مجوس و نصاریٰ کی سلطنتین **فتح** کین اور آپ کے نام کا رعب مشرق سے مغرب مین پہونچا۔ واضح ہو کہ اولیٰ یہ ہے کہ آیت قدسی مین دنیا و آخرت دونون جہان کی نعمت مراد ہے **تنبیہ** **رازی** رح نے لکھا کہ اگر یہ پوچھا جاوے کہ لسوف یعطیک۔ مین فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے اور اگر یعطیکم (

مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب کی طرف سے آنے والا آیا یہ پیغام لایا کہ مین اپنی نصف امت کا جنت مین داخل کیا جانا اختیار کرون یا شفاعت قبول ہونا اختیار کرون پس مین نے شفاعت اختیار کی پس میری شفاعت ہر ایسے بندۂ مسلمان کو پہونچنے والی ہو جو ایسی حالت مین مرا کہ اللہ تعالے کے ساتھ شرک نہین کرتا تھا (السراج) مترجم کہتا ہو کہ شفاعت مین گنہگار بھی داخل ہین پس جو لوگ صالحین ہین وہ اللہ تعالے کی رحمت سے بخشے جاوینگے ولیکن وہ بھی آپ کی شفاعت کے امیدوار ہین تا کہ اسکے مراتب بلند ہون اور گنہگار اُمتی آپ کی شفاعت سے عذاب سے نجات پاوینگے اور یہ نہایت امید کا مقام ہو وللہ الحمد والمنہ وعلی رسولہ حبیبہ وآلہ وصحبہ الصلوٰۃ والتحیۃ مترجم کہتا ہو کہ ہم لوگون کو لازم ہو کہ ہمیشہ اپنے رب عزوجل سے دعا مانگین کہ دین توحید پر بدون کسی شرک کے ہمارا خاتمہ بخیر ہو تا کہ شفاعت نصیب ہو امام رازی رح نے لکھا کہ (اگر یہ پوچھا جاوے کہ اس آیت کو اوپر کی آیت سے کیا ربط ہے یعنے اوپر تقسیم یہ بیان ہو کہ مشرکون کے منہ مین خاک ہو ہرگز تیرے رب نے تجھے نہ چھوڑا اور نہ تجھسے ناخوش ہوا بلکہ دنیا مین جس شان محبوبیت سے تو سرفراز ہو وہ آخرت مین سب پر ظاہر ہوگی اور آخرت تیرے لیے دنیا سے بہتر ہے پھر فرمایا کہ عنقریب تیرا رب تجھے عطیہ فرماویگا کہ تو راضی ہو جائیگا (جواب) یہ کہ سابق سے اسکا ربط دو طرح ہو (اول) یہ کہ جب اللہ تعالے نے بیان کیا کہ آخرت تیرے لیے دنیا سے بہتر ہے تو یہ معلوم نہ ہوا کہ تفاوت کہانتک ہوگا پس اس آیت سے بیان کیا کہ وہ بیحد ہے حتی کہ جو کچھ رسول حبیب علیہ السلام چاہیگا اور جس سے اسکی رضامندی ہوگی وہ سب عطا ہوگی (وجہ دوم) یہ کہ جب یہ فرمایا کہ آخرت تیرے لیے بہتر ہے تو اوہام ہر طرف دوڑے کہ بہتری کیونکر ہوگی یعنے مثلاً جنت مین داخل فرمانے سے بھی بہتری ہو سکتی ہو تو پہلے یہ فرمایا کہ بہتری کی دلیل یہ ہو کہ جو کچھ رسول حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام چاہے وہ عطا ہوگا تو یہ دنیا سے قطعاً بہتر ہے کیونکہ دنیا مین یہ گنجائش ہی نہین ہو دوم یہ کہ چاہنے مین بھی حبیب الرحمن علیہ السلام کی رضامندی ملحوظ ہوگی تو بیحد بہتری ہو جسکا قیاس نہین ہو سکتا ہو رازی رح نے بعد اسکے کہا کہ اس عطیہ کو آخرت پر محمول کرین یا دنیا پر محمول کرین مترجم کہتا ہو کہ امام رح کو یون کہنا چاہیے تھا کہ آخرت پر ضرور محمول ہو اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ دنیا مین نہو کیونکہ آیت مین یہ مذکور ہو کہ عنقریب اللہ تعالے تجھے عطا فرمانے والا ہو کہ تو راضی ہو جائیگا۔ یہ عطیہ اسطرح ہو کہ دنیا سے شروع ہوا اور آخرت و قیامت مین ختم ہو رازی رح نے کہا کہ آخرت مین یا تو تعظیم و تکریم سے ہو یا منافع سے ہو مترجم کہتا ہے بلکہ دونون طرح ہوگا۔ پس منافع مانند ہزار قصر جواہر و کوثر وغیرہ ہین اور تعظیم بقبول شفاعت ہو۔ اور روایت ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تو مین اُسوقت تک راضی نہونگا جب تک میری امت مین سے ایک بھی جہنم مین ہو مترجم کہتا ہو کہ اس روایت کے معنے انشاء اللہ تعالے صحیح ہین رازی رح نے کہا کہ یہ بات جاننا ضرور ہے کہ یہان شفاعت کے معنے ضرور متعین ہین جسپر چند دلائل ہین دلیل اول یہ ہے کہ اللہ تعالے نے رسول حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا بقولہ تعالے واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات۔ یعنے مومنین و مومنات کے لیے مغفرت مانگنے کا حکم دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفرت مانگی کہ الٰہی میری امت کے مومنین و مومنات کو بخش دے اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے رب ارحم الراحمین سے اپنی امت کے واسطے مغفرت مانگی۔ اور جو کوئی کسی چیز کو مانگتا ہے

یعنے اللہ تعالے نے ہمارے واسطے فرمایا کہ عنقریب تجھے تیرا رب عطا فرماویگا کہ تو راضی ہو جاویگا مترجم کہتا ہی کہ اس سے
آل رسول واہلبیت رضی اللہ عنہم کی شان قدس معلوم ہوگئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عطیہ مرضیہ مین اپنے
اہلبیت کو طالیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیاوی سلطنت اہلبیت کے واسطے نہین تھی اسلیے کہ خلافت نبوت فقط تیس برس منصوص
فرمائی تھی تو بعد اسکے خلافت سلطنت تھی اور یہی نکتہ تھا کہ جب ابو مسلم مروزی نے آخری زمانہ بنی امیہ مین اہلبیت کے لیے دعوت
کی اور خراسان سے فتح کرتا ہوا عراق مین پہونچا تو امراے خراسان نے خطوط بنام ائمہ اہلبیت لکھے چنانچہ خط بنام امام جعفر بن
امام باقر محمد بن امام زین العابدین علی بن امام حسین تھا اور قاصد سے کہا کہ اگر امام جعفر ہماری بیعت قبول کرین تو وہ ہمارے
خلیفہ ہین اور اگر وہ قبول نہ کرین یہ دوسرا خط جاکر عبد اللہ بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو دینا اگر وہ بھی قبول نہ کرین تو یہ تیسرا خط
عمر بن علی بن حسین بن علی رض کو دینا۔ امام جعفر رض نے قاصد سے خط لیا اور بدون پڑھے اُس خط کو چراغ سے جلا دیا قاصد نے
عبد اللہ کو دوسرا خط دیا انھون نے جاکر امام جعفر سے بطور مفاخرت بیان کیا کہ امراے خراسان نے مجھے خلافت کے واسطے
طلب کیا ہی۔ امام جعفر نے فرمایا کہ تم سے پہلے میرے پاس بھی خط لایا تھا مین نے اسکو آگ مین جلا دیا اور خبردار تم اس فتنہ مین نہ پڑو
یاد رکھو کہ یہ خلافت سلطنت ہمکو نہین ملیگی۔ یہ قصہ معتمد تواریخ مانند طبری وغیرہ مین مذکور ہی چنانچہ قاصد کے واپس آنے سے پہلے
امراے خراسان نے سفاح عباسی سے بیعت کرلی۔ اور واضح ہو کہ خلافت نبوت کو اس سے کچھ علاقہ نہین ہی اُسکی میعاد صرف
تیس برس تک تھی اور وہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی و حسن بن علی رضی اللہ عنہم پر ختم ہوئی اور چھ مہینے باقی رہے تھے انمین
امیر المومنین حسن بن علی رضی اللہ عنہم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرلی پس معاویہ رض سے سلطنت کا زمانہ شروع ہوا فافہم
جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز حضرت سیدۃ النساء فاطمہ اپنی صاحبزادی کے ہیان گئے
آپ نے دیکھا کہ لخت جگر اسوقت چکی پیستی ہین اور اونٹ کی کھال اوڑھے ہین جب یہ حال ملاحظہ فرمایا تو کہا کہ اے فاطمہ دنیا کی تلخی کو نعمت
آخرت کے واسطے برداشت کرلے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔ رواہ العسکری وابن مردویہ وابن
النجار۔ اگر کوئی کہے کہ یہ معاملہ تو مدینہ مین ہوا اور آیت اس سے پہلے مکے مین نازل ہو چکی تھی (جواب) یہ کہ ہان اور یہ نزول دوبارہ ہی
اور مطلب یہ ہے کہ جب آپ نے حضرت سیدہ رض کو نعمت آخرت کے لیے دنیاوی مشقت کی نصیحت کی تو اللہ تعا نے یہ آیت
نازل کرکے یاد دلایا کہ بیشک مین تجھے ایسی نعمتین دونگا کہ تو راضی ہو جاوے یعنے تیری صاحبزادی کو بھی ایسی سرفرازی
بخشونگا کہ تو راضی ہو۔ ف۔ خطیب رح نے لکھا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ
نے فرمایا کہ ہر ایک پیغمبر کے واسطے دعاے مقبول ہی اور ہر پیغمبر نے اپنی دعا فی الحال مانگ لی ولیکن مین نے اپنی دعا کو اپنی
امت کی شفاعت کے لیے قیامت مین رکھ چھوڑا ہی پس جس کسی نے اس امت مین سے ایسی حالت مین موت پائی کہ اُسنے اللہ تعا
کے ساتھ شرک نہین کیا تو میری شفاعت بالضرور اسکو پہونچنے والی ہو مترجم کہتا ہی کہ یہ حدیث صحیح ہے اور میرے نزدیک
اس حدیث کے معنے یہ نہین ہین کہ مین قیامت مین یہ دعا کرونگا بلکہ یہ معنے ہین کہ ہر پیغمبر نے اپنی دعا مانگ لی اور مین نے اپنی
دعاے مستجاب مین اپنی امت کے واسطے شفاعت مانگی ہی یعنے میری شفاعت میری امت کے حق مین قبول ہو اور یہ
دعا قبول ہوئی تو ضرور میری شفاعت ہر ایسے مسلمان کو حاصل ہوگی جسنے توحید پر وفات پائی ہی م۔ عوف بن مالک

راضی نہونگے کہ آپکی امت مین سے کوئی جہنم مین ہو۔ اور ظاہر ہے کہ جب اپنی امت کے حق مین اس قدر مہربانی ہے تو ظاہر ہے کہ آپ راضی نہ ہونگے کہ آپ کے اہلبیت مین سے کوئی جہنم مین رہے مترجم کہتا ہے کہ ابن عباس رض کا یہ قول دو طرح سے مستقیم ہے (اول) یہ کہ ابن عباس رض نے ضرور یہ بات اپنی طرف سے نہین بیان کی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ علم حاصل ہوا ہے (دوم) یہ کہ اسکی دلیل حدیث سے موجود ہے چنانچہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید سے ابراہیم علیہ السلام کا قول تلاوت کیا۔ فمن تبعنی فانہ منی الآیہ۔ یعنے ابراہیم ع نے جناب باری تعالے مین دعا کی کہ الٰہی جسنے میری تابعداری کی وہ مجھسے ہے اور جسنے میری نافرمانی کی تو تیری شان غفور رحیم ہے۔ ۔ اور عیسیٰ ع کا قول تلاوت کیا۔ ان تعذبہم فانہم عبادک الآیہ۔ یعنے ای رب اگر تو اُن پر عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہین اور اگر تو اُنکو بخش دے تو بیشک تو ہی غفور رحیم ہے۔ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے اپنے دونون ہاتھ اُٹھائے اور رو رو کر عرض کیا اللہم امتی امتی۔ الٰہی میری امت الٰہی میری امت۔ پس اللہ تعالے نے جبرئیل ع کو حکم دیا کہ ای جبرئیل تو جا کر محمد سے کہہ دے کہ ہم تجھے تیری امت کے معاملہ مین راضی کرینگے ناخوش نہین کرینگے (صحیح مسلم) اور ابو نعیم نے حلیہ مین حرب بن شریح سے روایت کی کہ مین نے ابو جعفر باقر محمد بن علی بن الحسین رضی اللہ عنہم سے عرض کیا کہ یہ شفاعت جسکو اہل عراق بیان کرتے ہین دیعنے محمد صلعم قیامت مین اپنی امت کے گنہگارون کی شفاعت کرینگے) کیا یہ حق ہے۔ اور امام باقر رح نے کہا کہ ہان واللہ یہ برحق ہے مجھسے محمد بن حنفیہ نے اپنے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اپنی امت کے واسطے برابر شفاعت کرونگا دیعنے شفاعت سے انکو چھوڑاتا جاؤنگا) یہان تک کہ میرا رب عزوجل مجھے آواز دیگا کہ ای محمد اب تو راضی ہوا مین عرض کرونگا کہ ہان ای میرے رب مین راضی ہوا پھر امام باقر رض نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم اہل عراق کہتے ہو کہ قرآن مجید مین سب سے بڑھکر امید کی آیت یہ ہے۔ قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا کہہ ای میرے بندون جنھون نے اپنی جانون پر زیادتی کی ہے اللہ تعالے کی رحمت سے مایوس نہو بیشک اللہ تعالے گناہون کو سب کو بخشتا ہے۔ ۔ مین نے عرض کیا کہ یا حضرت یہان ہم لوگ تو یہ بات کہتے ہین دکہ یہی آیت سب سے بڑھکر امید کی آیت ہے) امام باقر رض نے فرمایا کہ ولیکن ہم لوگ اہلبیت رضی اللہ عنہم یہ کہتے آتے ہین کہ قران مجید مین سب سے بڑھکر امید کی آیت یہ ہے۔ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔ اور یہ شفاعت ہے (ورواہ ابن المنذر وابن مردویہ) مترجم کہتا ہے کہ امام باقر رض نے اعلے معرفت سے آگاہ فرمایا اسلیے کہ گنہگارون کو بخشش سے مایوس نہین فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے اور سبب نزول کے اعتبار سے جو مشرکین بوجہ کثرت گناہون کے مایوس تھے انکو آگاہ کیا کہ اللہ تعالے سب گناہ بخشتا ہے اور قولہ لسوف یعطیک الآیہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے نجات ہے اور یہ نہایت امید کا مقام ہے اللہ تعالے ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے سرفراز فرما دے آمین یا ارحم الراحمین ابن کثیر رح نے لکھا کہ حسن بصری رح نے بھی کہا کہ اس عطیہ مرضیہ سے مراد شفاعت ہے اور یہی امام باقر رض نے فرمایا۔ ابو بکر بن ابی شیبہ رح نے اپنی کتاب مسند مین کہا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ اہلبیت ہین ہمارے واسطے اللہ تعالے نے دنیا پر آخرت کو اختیار فرمایا ہے ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ الآیہ (ابن کثیر)

ہر ایک قصر مین وہان کی آرائش کے ضروریات مانند ازواج وخادمون کے موجود ہین- اس حدیث کو ابن جریرؒ نے روایت کیا اور ابن جریرؒ سے ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور یہ اسناد صحیح ہے اور ابن عباس رضؓ نے اسکو ضرور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پایا ہی کیونکہ یہ بات قیاس سے نہین کہی جاسکتی ہے- سدیؒ نے روایت کی کہ ابن عباس رضؓ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی مین سے یہ بات بھی ہے کہ آپ کے اہلبیت مین سے کوئی جہنم مین داخل نہو (رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم تفسیر ابن کثیر) اور ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی مین سے یہ بھی ہے کہ آپ کی سب امت داخل جنت ہو- **خطیب بغدادیؒ** نے تلخیص مین دوسری اسناد کے ساتھ روایت کیا کہ ابن عباس رضؓ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہ ہونگے جب تک کہ آپ کی امت مین سے کوئی بھی جہنم مین ہو- مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی صفت مین اللہ تعالےٰ نے فرمایا- حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم الخ- اس سے ظاہر ہے کہ آپ اس امت کے لوگون کے حق مین بہت حرص سے چاہتے تھے کہ ایمان لاوین- اور اپنے چچا ابوطالب کے حق مین فرمایا کہ اے چچا تم زبان سے ایکبار لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرو مین تمھارے واسطے جناب باری تعالےٰ مین اس کلمہ سے حجت لاؤن- اور آپ کی امت مین قیامت تک لوگ داخل ہین ولیکن اس امت مین جنھون نے کفر کیا وہ جہنمی خوار ہین اور جنھون نے اقرار کیا وہ آپکی تبعیت مین سرفراز ہین پھر اقرار کرنے والے بھی بکثرت فرقے ہین جیسے خوارج وروافض وغیرہ اور سواے ایک سواد اعظم کے باقی فرقون نے اپنے اعتقادات مین خرابی پیدا کر لی ہے ولیکن اہل السنۃ سواد اعظم کے نزدیک جب تک صریح کفر وشرک نہو تب تک وہ اسلام سے خارج نہ ہونگے اور کفر وشرک کی مثال یہ ہے کہ جیسے فرقۂ نصیری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا مانا تو یہ کفر ہے اور جس کسی نے اسکو بنظر رضامندی دیکھا جیسے شاعر نے کہا سے کیونکر کہے نہ قوم نصیری خدا علی × تو یہ پسند کرنے والا بھی کافر ہوا- اور جیسے بعض روافض نے کہا کہ رسالت پہلے حضرت علیؓ کے واسطے آئی تھی جبرئیلؑ نے بھول کر دھوکے مین محمد صلعم کو پہونچائی تو پھر اسی پر قرار ہوگیا یہ کفر ہے اور ماسواے ایسے لوگون کے کافر نہین کہے جاتے ہین اگرچہ خوارج وروافض کی بہت سی شاخین نہایت خراب حالت مین ہین ولیکن جب تک کلمہ توحید وضروری اسلام سے منکر نہون کفر نہو گا اور آخر مین جنت کی امید ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی عام امت اسلامیہ کے حق مین شفاعت سے جنت مین لے جانے کی توجہ رحمت سے تو آپ کی اولاد یعنے جو لوگ سید صحیح النسب ہین اُنکو زیادہ امید ہے اگرچہ ان مین سے بعض نے دھوکا کھاکر رفض اختیار کیا ہو کیونکہ جس فرقے نے گمراہی اختیار کی وہ اُسکے اعتقاد کی غلط فہمی ہے اگرچہ کفر وشرک ہو کیونکہ مشرک نے بھی اپنے اعتقاد مین شرک ہی کو صحیح جانا ولیکن مشرک وکافر مین اور اسلامی بدعتی مین بڑا فرق ہے اسلیے کہ مشرک نے اللہ تعالےٰ ہی سے منھ موڑا تو اُسکا دائمی رخ اوندھا جہنم کی جانب ہے وہ کبھی سیدھا نہین ہوسکتا ہے برخلاف بدعتی کے کہ وہ فقط ٹیڑھا ہوگیا ہے ولیکن زیادہ تر خطرہ یہ ہے کہ وہ اس کجی سے بدکاریان کماتے کماتے اوندھا نہ ہوجاوے یعنے مثلاً خارجی ہمیشہ حضرات اہلبیت رضی اللہ عنہم کی جناب مین بدگوئی کرتا ہے تو ایسا نہو کہ اعتقاد حق سے محروم ہوجاوے نعوذ باللہ منہ- بالجملہ حضرت ابن عباس رضؓ کی دونون روایتون سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وعدہ دیا کہ اللہ تعالےٰ تیرا رب تجھے وہ نعمت وکرامت عطا فرماویگا کہ تو راضی ہوجاوے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جبرئیل عم کی طرف زیادہ اشتیاق تھا تو اللہ تعالے نے جبرئیل عم کو خطاب کرنے والا قرار دیا **مترجم** کہتا ہی کہ اگر ایسا ہو تو والضحیٰ والیل کی قسم مین تکلف ہوگا اور اگر اللہ کی طرف سے خطاب ہو تو یہان یہ نہین فرمایا کہ ہم تجھے عطا کرینگے بلکہ کہا کہ تیرا رب (یعنے ہم) الخ اور فائدہ یہ کہ ہم تیری پرورش کرنے والے مہربان ہین خلاصہ یہ کہ (ربک) کہنے مین تربیت وعنایت کا بھی اشارہ ہی **سوال** قولہ ولسوف مین لام زائد ہی (سوف ہی) تو اس لام کے کیا معنے ہین (جواب) **زمخشری** رح نے کشاف مین کہا کہ یہ (لام قسم نہین ہی بلکہ) لام ابتدائیہ ہی جو مضمون جملہ کی تاکید کے واسطے آیا اور مبتدا محذوف ہے یعنے لانت سوف لیعطیک ربک الخ- دلیل یہ کہ یہان اس لام مین دو احتمال ہین لام قسم ہو یا لام ابتدائیہ ہو ولیکن لام قسم جب مضارع پر آوے تو نون تاکید لانا ضروری ہی یعنے ضرور تھا کہ (لیعطینک) ہو ولیکن یہان بدون نون تاکید ہے پس لام قسم نہین ہو سکتا تو باقی رہا یہ کہ لام ابتدا ہو- اب رہا یہ کہ لام ابتدا جب داخل ہوتا ہی تو مبتدا و خبر پر داخل ہوتا ہی اسلیے ہم نے کہا کہ یہان مبتدا حذف کیا گیا ہی (لیعطیک) اصل مین (لانت لیعطیک) تھا- یعنے تیری شان یہ ہی کہ بیشک تجھے تیرا رب عطا فرماویگا ایسا عطیہ کہ تو راضی ہو جائیگا- اگر کہا جاوے کہ حرف تاکید کے ساتھ (سوف) تاخیر بھی ہی کیونکہ (سوف) کے معنے یہ ہوتے ہین کہ عنقریب آئندہ ایسا ہوگا (جواب) یہ کہ اسمین کچھ تردد نہین ہی اسلیے کہ تاکید سے فقط یہ معنے ہین کہ ایسا عطیہ بالضرور عطا ہوگا- خواہ بالفعل عطا ہو یا کسی مصلحت سے اسمین تاخیر ہو (کبیر وسراج وغیرہ) **مترجم** کہتا ہے کہ زمخشری رح نے اسکو لام ابتدا قرار دیا اور اسم مبتدا محذوف مانا اور اسی کو رازی وبیضاوی رح نے اختیار کیا اور لام قسم نہین لیا کیونکہ ایک حرف تاکید نہین ہے پھر یہی کہا ہوتا کہ حرف تاکید (نون) محذوف ہی کیونکہ اسم کی جگہ حرف کا حذف آسان ہے (جواب) یہ کہ مبتدا حذف ہونا معروف ہی اور نون تاکید نہین حذف ہوتا ہی ولیکن **شیخ ابو علی الفارسی** رح نے کہا کہ یہ لام وہ نہین ہی جو خبر کی تاکید کرتی ہی جیسے ان زیدا لقائم مین ہی بلکہ یہ لام وہ ہی جو مثل لاقومن- مین ہی یعنے لام قسم ہے ولیکن اسکے ساتھ مین نون تاکید آتا ہی پس یہان (سوف) بجاے نون تاکید کے آگیا ہی یعنے اسکا قائم مقام ہوگیا اور یہی سوف مین فائدہ ہے (بیان تفسیر) **شیخ ابن کثیر** رح نے لکھا کہ اللہ تعالے نے (عطیہ آخرت کا وعدہ دیا) کہ ہم آخرت مین تجھے ایسا عطیہ بخشینگے کہ تو اپنی امت کے بارہ مین راضی ہو جائیگا اور ہم نے تیرے واسطے آخرت مین وہ نعمت وکرامت بے قیاس رکھی ہی کہ اسکا اندازہ نہین ہو سکتا ہی **مترجم** کہتا ہی کہ اسی نعمت مین سے درجۃ الوسیلہ ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی مرتبہ عالیہ نہین ہی اور وہ ایک ہی بندۂ خاص کے لیے مختص ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ وہ مین ہی ہون (اخرجہ الصحیح) -م- اور اسی نعمت مین سے نہر کوثر ہے جسکے کنارے ایکدانہ موتی کے قبے ہین اور کوثر کی تہ مشک اذفر ہی چنانچہ اسکا بیان انشاء اللہ تعالے مفصل آویگا **مترجم** کہتا ہی کہ اسی نہر سے عرصہ قیامت مین حوض کوثر بھرا ہی اور اسی حوض سے دوسرے پیغمبرون کے حوض مین جاتا ہی -م- **امام اوزاعی** رح نے مسند کیا کہ ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور مین پیش کیا گیا جو آئندہ آپ کی امت پر فتح کیا جائیگا حتی کہ آپ نے ہر ایک فتوح کے خزانہ بخزانہ دیکھے پس آپ کو اس سے خوشی ہوئی تو اللہ تعالے نے نازل فرمایا- ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ- یعنے (اس دنیاوی متاع پر نظر نہ فرمایئے) آپ کا رب عز وجل آپ کو آخرت مین ایسی نعمت عطا فرماویگا کہ آپ راضی وخوش ہو جاوینگے- پس اللہ تعالے نے آپ کو جنت مین ہزار قصر عطا فرمائے

اپنی امت کا یہ معاملہ دیکھا تو خوش ہوے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری یعنی آخرت اس سب سے بہتر ہے اور واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ مین ہجرت سے پہلے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو خبر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے کسریٰ و قیصر کی سلطنتین فتح فرماویگا بلکہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم الآیہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم مین سے ایمان لانے والون و نیک کام کرنے والون کو وعدہ دیدیا کہ وہ تم کو روے زمین پر خلیفہ فرماوے گا جیسے تم سے پہلے والون کو کیا تھا۔ عہ۔ یعنی جیسے بنی اسرائیل کو خلیفہ کیا اور فرعون وغیرہ کفار کو تباہ کیا اور بنی اسرائیل کے حق مین فرمایا۔ وجعلنا منہم ائمۃ یہدون بامرنا لما صبروا الآیہ۔ یعنی ہم نے بنی اسرائیل مین سے کچھ بندے امام و خلیفہ بنائے جو ہمارے حکم کے ساتھ رہنمائی پر تھے اور ہم نے اُنکو امام و خلیفہ بنایا جبکہ اُنھون نے صبر کیا اور ہماری آیتون پر یقین رکھتے تھے۔ عہ۔ بالجملہ اسیطرح اس امت مین اللہ تعالیٰ نے صالحین کو خلیفہ بنانے کا وعدہ دیا اور انھون نے اللہ تعالیٰ کے واسطے صبر کیا۔ اور حدیث مین ہی کہ تم لوگ کسریٰ و قیصر کے خزائن کو اللہ تعالیٰ کی راہ مین خیرات کروگے۔ اور فرمایا کہ ملک اسلام مین اسیطرح عدل ہوگا کہ حیرہ سے عورت اونٹ پر سوار ہو کر خانہ کعبہ کا حج کریگی اُسکو سواے اللہ تعالیٰ کے کسی چیز سے خوف نہوگا۔ عدی بن حاتم طائی کہتے ہین کہ جب مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی تو میرے دل مین یہ وسوسہ آیا کہ پھر اُس زمانہ مین قبیلۂ طی کے مشہور ڈاکو دن کے گروہ کیا ہو جاوینگے۔ عدی بن حاتم نے کہا کہ اب دیکھو کہ جو کچھ حضرت صلعم نے فرمایا تھا اُسی طرح مین نے دیکھ لیا۔ بالجملہ احادیث اس بارہ مین متواتر ہین اور واضح ہو کہ کوفہ وغیرہ کے متقدمین شیعہ بالاتفاق حضرت ابوبکر و عمر کو سب امت سے افضل جانتے تھے کیونکہ متواترات احادیث اُس زمانہ مین شایع تھین پھر اُنکے متاخرین نے حضرت علی رض کو سب پر فضیلت دینی شروع کی پھر ایک قوم پیدا ہوئی جسنے رفض اختیار کیا نعوذ باللہ۔ خطیب رح نے معالم سے نقل کیا کہ بغوی رح نے مسند کیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مرفوع روایت کی کہ ہم ایک خاندان ہین کہ ہمارے واسطے اللہ تعالیٰ نے آخرت کو دنیا پر چھانٹ لیا ہے خلاصہ تفسیر آیات والضحیٰ واللیل اذا سجی الخ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ضحیٰ و لیل کی قسم سے فرمایا کہ اے محمد تیرے رب نے تجھے نہین چھوڑا اور نہ تجھے ناخوش رکھا اور قسم ہی کہ آخرت تیرے لیے دنیا سے بہتر ہی وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔ اور ضرور ہی (یا قسم ہی) کہ تیرا رب عنقریب تجھے عطا فرماویگا تب تو راضی ہوجاویگا ف اس آیت مین اول تحریر لام کلمہ ہی۔ دوم تفسیر کہ عطیہ آخرت مین مراد ہی یا دنیا مین یا دونون جہان مین بیان اول۔ رازی رح نے لکھا کہ آیت مین فرمایا۔ ولسوف یعطیک۔ اور اگر (سیعطیک ربک) ہوتا تو بھی یہی معنے ہوتے کہ عنقریب تیرا رب تجھے عطا فرماویگا۔ پھر لسوف یعطیک ربک فرمانے مین کیا حکمت ہی (جواب) اسمین چند فوائد ہین (۱) اسمین دلالت ہی کہ ابھی آپ آخرت مین نہین آوینگے بلکہ آپ کے واسطے دنیاوی اجل کا زمانہ باقی ہی (۲) مشرکون نے کہا تھا کہ ان محمدًا ودعہ ربہ وقلی وسوف یموت۔ تو اللہ تعالیٰ نے مشرکون پر اسیطرح رد کردیا بقولہ ما ودعک ربک وما قلی۔ اور فرمایا لسوف یعطیک الخ مترجم کہتا ہی کہ اسکا فائدہ دیگر بھی آیندہ ظاہر ہوگا۔ م۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ کلام فرمایا تو کیونکر کہا۔ (یعطیک ربک) جواب مین رازی رح نے کہا کہ یہ سورہ ابتدا سے انتہا تک اللہ تعالیٰ نے بزبان جبرئیل ع خطاب فرمایا ہی یعنی کلام اللہ تعالیٰ کا ہے اور فرمایا کہ جبرئیل ع نے رسول حبیب سے یون کہا۔ بات یہ تھی رسول اللہ

روز فقراء صحابہ رضؓ نے عرض کیا کہ یا حضرت جو لوگ مالدار ہین وہی عالی درجات لے گئے کیونکہ صوم و صلوٰۃ وہ ہماری طرح ادا کرتے
ہین ہمارے برابر ہین اور اس سے بڑھکر وہ زکوٰۃ و صدقات وغیرہ دیتے ہین جو ہم کو میسر نہین ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
انکو بتلایا کہ ہر نماز کے بعد سبحان اللہ اور الحمد للہ ہر ایک تینتیس (۳۳) بار اور اللہ اکبر چونتیس (۳۴) مرتبہ پڑھ لیا کرین تو انکے برابر کوئی نہ پہونچیگا
مگر جو انکے مثل عمل کرے۔ جب مالدارون نے سنا تو انھون نے بھی اسی پر عمل کرنا شروع کیا پھر فقراء صحابہ رضؓ نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا حضرت تونگرون نے بھی اسپر عمل کرنا شروع کیا تو آپ نے فرمایا کہ پھر یہ اللہ تعالےٰ
کا فضل ہی جسکو چاہے عطا کرے (صحیح) اس سے معلوم ہوا کہ مالداری مین جسنے زہد و تقویٰ اختیار کیا وہ زاہد فقیر کے حکم
مین ہی کیونکہ وہ مال سے منقطع ہوگیا ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ میری امت کے فقراء بہ نسبت تونگرون کے پانچ سو برس
پہلے جنت مین داخل ہوجاوینگے (صحیح) اور شاید اسکے یہ معنے ہین کہ وہ مالدار زاہد نہین تھے واللہ تعالےٰ اعلم اور چونکہ مالداری کی
حالت مین کمتر ایسا ہوتا ہی کہ آدمی زاہد ہو اسلیے آپ نے یہ حکم عام دیا حتی کہ صحابہ رضؓ مین بھی مثل عشرۂ مبشرہ کے مالدارون کے کمتر زاہد تھے
تو بعد انکے کیا امید ہی اسلیے آپ نے یہ حکم عام دیا۔ اب خلاصہ کلام یہ ہی کہ خوبی و بھلائی دنیا مین دو طرح سمجھی جاتی
ہی ایک وہ جسکو اہل ایمان سمجھتے ہین اور دوم وہ جسکو کفار سمجھتے ہین تو ہم کہتے ہین کہ جو لوگ دنیا مین ایمان و طاعت کے ساتھ
مالدار ہین وہ سب کے نزدیک دونون جہان مین اچھے رہے کیونکہ کافرون کے خیال کے موافق دنیا مین انکو مال و دولت حاصل
ہی اور اہل حق کے نزدیک ایمان و طاعت سے وہ آخرت مین بھی اچھا ہی پھر اگر وہ دنیا مین مال کے ساتھ زاہد ہو حتے کہ
مباح چیزین بھی نہ لے اور نہ مال اپنے پاس سمجھے تو وہ آخرت مین اعلیٰ درجہ والون مین ہی ورنہ اہل جنت مین ہی قسم دوم وہ کہ
دنیا مین فقیر کافر ہو تو کفار کے نزدیک محتاجی سے برباد ہی اور اہل الحق کے نزدیک بے ایمانی سے خوار ہی تو وہ سب کے نزدیک
خوار و برباد ہی قسم سوم جو ایماندار صالح زاہد قانع فقیر ہے تو وہ کافرون کے نزدیک خراب ہی کیونکہ فقیر ہی اور اہل الحق کے نزدیک وہ
دنیا مین فقیر و آخرت مین شریف ہی (قسم چہارم) بے ایمان مالدار دنیا مین عمدہ اور آخرت مین کافر فقیر سے اچھا ہی بشرطیکہ موذی نہو لیکن
یہ اچھائی صرف چندروزہ بے اعتبار ہی اور آخرت مین خوار ہی۔ بالجملہ اگر کسیکو تمام دنیا میسر آوے اور ہزار برس تک وہ عیش کرے تو ہیچ ہی چنانچہ
حدیث مین ہی کہ جب وہ جہنم مین ایک جھونکا کھائیگا تو پھر دنیاوی تمام راحت کا نشان مٹ جاویگا حتی کہ اگر اُس سے کہا جاویگا کہ تونے کبھی آرام پایا
تو وہ منکر ہوگا یعنے اُس سختی عذاب سے اُسکو کسی طرح آرام کا اثر یاد نہ آویگا مترجم کہتا ہی کہ جیسے دنیا مین متوسط ملک مین جب گرمی و جاڑا آتا ہی
تو جلہ مین سخت ہوتا ہی ولیکن سخت گرمی مین اگر اُس سے کہا جاوے کہ وہ چلہ جاڑے کی کیا کیفیت یاد کرتا ہی تو اُسکے خیال مین بہت کم
اُسکی کیفیت یاد آتی ہی۔ بھلا یہ تو دنیا مین بغیر عذاب کی حالت ہی تو یاد کرو کہ عذاب جہنم مین کیا کیفیت ہوگی نعوذ باللہ من
عذاب النار۔ اگر دنیا مین کوئی شخص آگ سے جل جاوے تو اُسکے دل پر سردی کی کیفیت یاد نہین آتی ہی پھر بھلا جہنم کی
آگ کو قیاس کرو نعوذ باللہ من عذاب النار (م) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے سامنے وہ معاملہ کھول دیا گیا جو آپ کے بعد آپ کی امت کو فتوحات سے عطا ہونے والا تھا (یعنے ایران و روم کی
سلطنتین و خزانے فتح کیے جاوینگے) پس اللہ تعالےٰ نے آپ کے واسطے نازل فرمایا کہ وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ
اس حدیث کو طبرانیؒ نے معجم اوسط مین اور بیہقی نے دلائل النبوۃ مین روایت کیا ہی۔ اس روایت کے معنے یہ ہین کہ جب آپ نے

ہان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کے قصد سے غار مین نزول کیا اور مشرکون نے وہانتک غار تک سراغ پایا تو حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی ذات مبارک پر غم کیا کہ ایسا نہو مشرکین غار مین نظر کرکے ہم کو دیکھ لین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہونچائین تو آپ نے فرمایا۔ اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا۔ خاتم النبیین جب اپنے صحابی سے کہتا تھا کہ تو غم نہ کھا اللہ تعالے ہمارے ساتھ ہے۔ مع۔ اس آیت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بصیغۂ تثنیہ فرمایا اسلیے کہ آپ کے ساتھ بالاجماع حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ تھے اور انکا قطعی جنتی ہونا معلوم تھا اسلیے (معنا) انکو ملاکر فرمایا۔ روایت ہی کہ موسی علیہ السلام ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے ساتھ استسقا کے لیے نکلے اور آپ کے ساتھ ہزارہا اسرائیلی تھے آپ تین روز تک متواتر باہر آئے ولیکن قبولیت کا اثر ظاہر نہ ہوا حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری تعالے مین مناجات کی تو ارشاد ہوا کہ کیونکر مین تمھاری دعا قبول کرون حالانکہ تمھارے ساتھ مین ایک شخص لگائی بجھائی کرنیوالا چغلخور رہے۔ موسی علیہ السلام نے عرض کیا کہ ای رب وہ کون شخص ہی تاکہ ہم لوگ اسکو اپنے درمیان سے خارج کرین ارشاد ہوا کہ ای موسی مین نے چغلخوری سی اُسکو مبغوض رکھا ہی پھر مین خود کیونکر اُسی کے مثل عمل کرونگا۔ پھر چند روز گزرے تو دعا کی قبولیت ہو عدہ دی گئی اور ارشاد ہوا کہ اب وہ تمھارا چغلخور مر گیا اور اسکا جنازہ مصلی مین پہونچا ہی (جہان جنازون پر نماز پڑھی جاتی ہی) حضرت موسی علیہ السلام فورًا مصلی کی طرف روانہ ہوے تاکہ وہان معلوم کرلین کہ جسکا جنازہ ہی یہ کون شخص تھا وہان جاکر دیکھا کہ ستر جنازے رکھے ہین یعنے نہین معلوم کہ ان مین چغلخور کون تھا۔ دیکھو کہ اللہ تعالے نے کیونکر اپنے دشمنون کا پردہ چھپایا (تفسیر کبیر) خطیب وغیرہ نے لکھا کہ قولہ وللآخرۃ خیر لک۔ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے خطاب خاص اسلیے فرمایا کہ جس امت کی طرف آپ بھیجے گئے ہین یعنے آپ کے وقت سے قیامت تک جو لوگ پیدا ہون خواہ وہ اسلام لادین یا نہ لادین تو اس سب امت کے واسطے آخرت مین بہتری فردًا فردًا نہین ہی بقاعی رح نے کہا کہ لوگ سب چار قسم کے ہین اول وہ کہ جنکے واسطے دونون جہان مین بہتری ہی اور وہ لوگ ایسے ہین کہ دنیا مین ایمان کے ساتھ مطیع ہین اور اُنکو تونگری بھی حاصل ہی قسم دوم وہ لوگ جنکے واسطے دنیا و آخرت دونون مین خرابی ہی اور یہ کفار و منافقین ہین جو دنیا مین بھی فقیر و محتاج ہین قسم سوم وہ ہین جنکے واسطے دنیا مین لبظاہر صورت بہتری ہی اور آخرت مین عذاب و خرابی ہی اور یہ لوگ کافر تونگر ہین قسم چہارم وہ لوگ ہین جنکے لیے دنیا مین لبظاہر برائی ہی اور آخرت مین بہتری ہی اور وہ مومنین فقیر ہین سعہ مترجم کہتا ہی کہ بقاعی رح کو شر و خیر کے اعتبار سے یہ تقسیم نہین چاہیے تھی اسلیے کہ دنیا مین خیر یہ ہی کہ اللہ تعالے بندے کو ایمان کامل عطا فرمادے اور توفیق طاعت کے ساتھ دنیا سے بے رغبت اسطرح رکھے کہ وہ دنیاوی چیزون سے نہایت کم بقدر ضرورت نفع اُٹھاوے اور تونگری مین یہ صفت ہو کہ راہ الٰہی مین اُس مال کو بکثرت اُٹھاوے پس اگر بندہ صالح مطیع ہو کہ وہ بقدر کفاف روزی پر قناعت کرے تو وہ سب سے بہتر ہے بقاعی رح کا مطلب یہ ہی کہ دنیا مین بھی اُسکو راحت ہو اسطرح کہ مال و دولت سے اسکو ہر چیز بدون مشقت کے میسر آوے پس اگر ایسے شخص کو اللہ تعالے نے ایمان و طاعت عطا فرمائی ہو تو وہ دنیاوی خیال والے لوگون کے نزدیک اچھا ہی اور آخرت مین بھی اچھا ہی۔ رہا یہ کہ آخرت کے سمجھنے والون کے لحاظ سے زاہد قانع پرہیزگار اس سے اعلی درجہ پر ہی بشرطیکہ اُسکی صفت مالداری مین ایسی نہو کیونکہ حدیث مین ہی کہ ایک

قریش نے یہود کی راے کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ کل کے روز جواب دونگا اور
ان شاء اللہ تعالے نہین کہا پس اللہ تعالے نے ادب سکھلایا چنانچہ فرمایا۔ ولا تقولن لشئی انی فاعل الآیہ۔ یعنے کسی کام کے
واسطے یہ نہین کہتا کہ مین کل اسکو کرونگا مگر اسطرح کہ ان شاء اللہ۔ یعنے اگر اللہ تعالے چاہیگا تو کل یہ کام کرون گا **فائدہ**
یہ آیت صریح دلیل ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالے کی طرف سے ہے کیونکہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوتا تو
تاخیر کی کچھ وجہ ہنو تی (کبیر) اور خطیبؒ نے تاخیر وحی کی دوسری وجہ یہ بیان کی کہ خولہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلعم کی خدمت
کیا کرتی تھی وہ فرماتی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مین کتے کا پلا داخل کیا گیا وہ تخت کے نیچے گھس گیا اور وہان مر گیا
اور چند روز تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نہین آئی یہانتک کہ مین نے جھاڑو دیتے مین اُسیکو پھینک دیا
تب وحی نازل ہوئی اور جبرئیل علیہ السلام نے یہی عذر کیا کہ جس گھر مین کتا ہوتا ہو یا تصویر ہوتی ہے وہان نہین جاتے
ہین مترجم کہتا ہو کہ اگر یہ روایت صحیح الاسناد ہو تو شاید اسی قصہ کے مانند مدینہ مین بھی واقع ہوا تھا کیونکہ اُس روایت مین
یہ تصریح ہو کہ وہ پلا حضرت امام حسن یا حسینؓ جو بچے تھے باہر سے لائے تھے فافہم (قولہ تعالے) وللآخرۃ خیر لک من الاولے
اور آخرت تیرے لیے اولی (دنیا) سے بہتر ہے یعنے جنت مین سب سے اعلی درجہ مین جسکا نام (الوسیلہ) ہو وہان تیرے
لیے جو کرامت ہو وہ اس دنیا سے تیرے واسطے بہتر ہو **امام رازیؒ** وغیرہ نے کہا کہ جب دنیا مین وحی منقطع ہو گی یعنے تیری
وفات ہو گی تو آخرت مین اس سے بڑھکر تیرے واسطے کرامت ہو اور یہ بات کہ دنیا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
ختم رسالت کا مرتبہ حاصل تھا جس سے بڑھکر یہان کوئی مرتبہ کسیکے واسطے نہین ہے ولیکن چونکہ دنیا تمام و کمال کدورت سے
خالی نہین ہو یہانکی زندگی بمقابلہ بے انتہا زمانۂ آخرت کے گویا خواب وخیال ہو تو تمام دنیا ہیچ ٹھہری ولیکن چونکہ اسی دنیاوی
زندگی مین کمالات حاصل کر کے آخرت کے درجات حاصل ہوتے ہین اس نظر سے یہ دنیا بھی فی الجملہ بہتر ہے (ک س ف)
مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ختم رسالت کا مرتبہ کچھ دنیا مین نہین حاصل ہوا بلکہ وہ تو آپ کے
واسطے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے حاصل تھا جیسا کہ صحیح حدیث مین روایت ہو فافہم رازیؒ نے
لکھا کہ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے نے (خیر لک) فرمایا یعنے خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب ہو اور (خیر لکم)
نہین فرمایا جسکے معنے ہوتے کہ آخرت تم سب کے واسطے بہتر ہے تاکہ اسمین عموماً امتی بھی داخل ہو جاتے (جواب) یہ ہے کہ آپ کی
امت قیامت تک کے سب لوگ ہین اور ان مین بہت لوگ ایسے ہین جنکے واسطے آخرت مین بہتری نہین ہے جیسے کفار و
منافقین ہوتے ہین بلکہ آپ کے امتیون مین بھی بعضے گنہگار ہین پس اگر عموماً کل امت اسلامیہ مراد ہوتی تو اسمین خوارج
روافض و معتزلہ وغیرہ سب داخل ہو جاتے اور گنہگار بھی شامل ہوتے حالانکہ آخرت مین یہ لوگ اپنے محاسبہ مین عذاب مین
پڑینگے اور اگر فقط پرہیزگار امت صالحہ مراد ہو تو گنہگار فضیحت ہوتے اور فضیحت کرنا اللہ تعالے کے نزدیک قبیح ہے کیا
نہین دیکھتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کی جماعت کے ساتھ مصر سے جانب شام روانہ ہوے اور بنو اسرائیل
نے راہ بھول کر گرفتار ہو جانے سے خوف کیا تو موسی علیہ السلام نے فرمایا۔ کلا ان معی ربی سیہدین۔ ہرگز نہین میرے ساتھ
میرا رب ہو وہ مجھے راہ دیگا۔ ھ۔ یعنے یہ نہین کہا کہ ہم سب کے ساتھ اللہ تعالے ہے۔ کیونکہ بعضے منافقین وغیرہ تھے

کہ ظاہر مین اس سے یہ وہم ہوتا ہو کہ وحی کا رک جانا فقط دو تین روز تھا ولیکن عقل شاہد ہو کہ اتنی تاخیر مراد نہین ہو کیونکہ وحی کا نزول
ہر روز نہین ہوتا تھا بلکہ اکثر اوقات دو تین روز سے زیادہ تاخیر ہوا کرتی تھی تو مطلب یہ ہو کہ وحی مین تاخیر ہوئی یہانتک کہ آنحضرت
صلعم غمگین ہوکر بشدت شوق مین ایسے بے چین ہوے کہ بیمار ہوگئے اور دو تین راتین بسبب بیماری کے نماز ادا کرنے سے
معذور ہوے تب مشرکون نے یہ کہنا شروع کیا خواہ بطور طعن ہو یا خوشی ہو واللہ تعالے اعلم - اور لوگون مین معروف یہ کہ وحی
چالیس روز نہین آئی تھی ولیکن اسکے واسطے کوئی دلیل معتمد نہین ہے واللہ تعالے اعلم پھر یہ بات جان لینا ضرور ہو کہ اس
سورۂ مبارک کا سیاق خود دلالت کرتا ہو کہ مشرکون نے یہ طعنہ دیا تھا کہ آپ کو آپ کے ربنے چھوڑ دیا اور ناخوش رکھا
اسلیے کہ اللہ تعالے نے شروع سورہ مین بقولہ والضحیٰ واللیل الخ یعنے بقسم یہ ارشاد فرمایا کہ اے محمد تیرے رب عزوجل نے تجھے نہ چھوڑا اور
نہ مبغوض رکھا- پس ضرور ہے کہ یہ دشمنون کا طعنہ دور کرنے کے طور پر ہو کیا نہین دیکھتے ہو کہ بدون اسکے ایسے کلام سے بزرگی
کا اظہار نہین ہوتا ہو مثلاً سلطان کے نزدیک ایک امیر سب سے زیادہ مقرب و معظم ہو پھر اگر سلطان اُس سے کہے کہ اے فلان
مین تجھے مبغوض نہین رکھتا ہون تو اس کلام سے اُسکے حق مین بزرگی و شرف کا اظہار نہوگا ولیکن اگر اُسکے دشمنون نے یہ مشہور
کیا ہو کہ سلطان اسکو مبغوض رکھتا ہو پھر سلطان نے عام اعلان کے ساتھ کہا کہ مین تجھے ہرگز مبغوض نہین رکھتا ہون تو یہ
بات اُسکے واسطے بہت فضیلت ہو جسکو سمجھدار خوب سمجھتا ہو اور روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام
سے فرمایا کہ اے برادر آپ نہ آئے یہانتک کہ مین بہت مشتاق ہوگیا جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ مجھے آپ سے ملاقات کا
اشتیاق اس سے بھی زائد تھا ولیکن مین بندۂ محکوم ہون بے حکم کے ذرہ برابر جنبش نہین کرسکتا اور نازل ہوا قولہ تعالے ومانتنزل
الا بامر ربک- ۔۔ یعنے ہم لوگ نہین نازل ہوتے مگر تیرے رب کے حکم سے - ۔۔ پھر اکثر مفسرین رحمہم اللہ تعالے نے ذکر کیا
کہ بات یہ ہوئی تھی کہ یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کو اور ذوالقرنین کے قصہ کو اور اصحاب کہف کے قصہ کو
دریافت کیا تھا آپ نے فرمایا کہ کل کے روز بتلاؤنگا اور یہ نہین کہا کہ ان شاء اللہ تعالے کل بتلاؤنگا- پس اللہ تعالے نے وحی
روک دی (کبیر) اگر وہم ہو کہ یہود تو مدینہ مین تھے اور یہ سورۂ مبارک بالاتفاق مکے مین نازل ہوا ہو تو یہود نے کیونکر پوچھا (جواب)
رازی رح نے بات کو مختصر بیان کیا جس سے یہ وہم پیدا ہوا- اصل قصہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وحی
رسالت پہونچائی اور دین توحید سے قوم قریش کو آگاہ کیا تو قریش جو اسقدر جاہل ہوگئے تھے کہ اللہ تعالے کی طرف سے
رسول ہونا محال سمجھتے تھے ہرگز یقین نہ لائے اور کہنے لگے کہ خدا کو اگر رسول بھیجنا ہوتا تو فرشتہ بھیجا جاتا اور ہم نے تو
کبھی اپنے باپ دادون سے یہ نہین سنا کہ خدا رسول بھیجتا ہے- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہود و صالح و لوط و
ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سے پیغمبری کا متواتر ہونا آیات سے بیان فرمایا اور یہود و نصاریٰ جو کہ عرب سے بکثرت زیادہ
تھے ان متواترات کے راوی تھے تو یہ حجت صریح ہے کہ نبوت ہمیشہ سے جاری ہو- جب قریش نے یہ دیکھا تو آپسمین کہا یہود
مدینہ مین علم رکھتے ہین اُنسے دریافت کیا جاوے- یہود نے قریش سے کہلا بھیجا کہ ہم تم کو چند باتین بتلاتے ہین جن سے
بخوبی دریافت ہوسکتا ہو کہ یہ رسول اللہ ہین یا نہین ہین (اول) یہ کہ تم ان سے روح کو دریافت کرو اگر جواب دین تو جاننا
کہ حکیم ہین اور پیغمبر نہین ہین اور قصہ اصحاب کہف وغیرہ دریافت کرو کہ سوا پیغمبر کے کوئی یہ حال نہین جانتا ہے

مقدم رکھا گیا (۴) والضحیٰ سے امید دلائی تاکہ مخلوق کو اللہ تعالےٰ کی رحمت سے مایوسی نہو اور واللیل اذا سجیٰ۔ سے ہوشیار کیا
کہ مکر سے بے خوف نہو جاوین (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہی کہ یہ سب نکات بالنظر ظاہر ہین اور بیان حقائق اسرار ہر کلمہ کے
نیچے اس قدر بے شمار ہین کہ علماء ربانیہ کے افکار متحیر ہین سوال ۷۔ والضحیٰ واللیل۔ کی تفسیر مین غریب تفسیر کیا ہی (جواب)
بعض نے کہا کہ والضحیٰ چہرۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اور واللیل آپ کے موے مبارک ہین یہ قول بعض نے بیان کیا اور یہ قول
کچھ بعید نہین ہے اور بعض نے کہا کہ والضحیٰ آپ کے اہلبیت مین سے مرد ہین اور واللیل عورتین ہین۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے
والضحیٰ رسالت ہی اور واللیل وحی رک جانیکا زمانہ ہی اور یہ بھی ہوسکتا ہی کہ والضحیٰ اسکے علم کا نور ہے جس سے مخفی امور کا ظہور
ہوتا ہی اور واللیل عفو الٰہی ہی جس سے عیوب مستور ہوتے ہین یعنے گنہگارون کا عیب فاش نہین ہوتا اور یہ بھی ہوسکتا ہے
کہ والضحیٰ زمانہ عروج اسلام ہی اور واللیل پھر رجوع و نزول ہوکر غریب ہو جانیکا زمانہ ہے جسکا ذکر حدیث مین ہی کہ اسلام غربا مین
شروع ہوا اور عنقریب وہ وقت آویگا کہ غریب رہ جاوے یعنے عود کرکے غربا مین رہ جاوے گا تو غربا کیواسطے مبارکباد ہی (صحیح مسلم) اور
یہ بھی ہوسکتا ہی کہ والضحیٰ کمال عقل کا وقت ہی اور واللیل وقت موت ہی (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہی کہ امام رازی رح نے یہ اقوال صرف
اپنی عقل کے زور سے بیان کیے ہین اور سلف صالحین و علماے ربانیین سے اقوال مین سے کوئی بھی بطور تفسیر کے ثبوت
نہین ہوا اسیواسطے اکثر اہل علم نے جو اسرار شریعت سے واقف ہین صریح کہا کہ امام رازی رح کی تفسیر مین اکثر اقوال صرف اپنی
راے سے لکھے گئے ہین حالانکہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین اس سے بہت ڈرتے تھے اور قرآن مجید کی تفسیر کرنے
مین جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کیا تھا اسکے سواے اپنی راے سے نہین کہتے تھے حتّے کہ حضرت
ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مین کتاب الٰہی مین کچھ اپنی راے سے کہون تو کس آسمان کے نیچے اور کس زمین کے
اوپر رہون۔ هـ۔ اسی وجہ سے ان اقوال کو سراج مین خطیب نے اور دیگر اہل تفسیر نے نہین لیا باوجودیکہ خطیب وغیرہ انھین تفاسیر
سے لیتے ہین واللہ تعالےٰ اعلم۔ پھر واضح ہو کہ سلف مفسرین سے یہ بات ثبوت ہو چکی کہ وحی چند روز رک جانے کے بعد اس
سورۂ مبارک کا نزول ہوا ہی رازی رح نے کہا کہ پھر کتنے دن تک وحی رکی رہی تھی۔ اسمین علماء کے اقوال مختلف ہین مترجم
کہتا ہی بلکہ یون کہنا چاہیے کہ راویون نے مختلف روایتین روایت کین حالانکہ ہر ایک روایت کرنے والے کی روایت
اس قابل نہین ہوتی کہ وہ ثابت ہو یعنے جو راوی ثقہ سلسلہ سے روایت کرین تو البتہ معتمد ہے کہ سبب یہ ہے اور جس بزرگ کا قول
بیان کیا ہے البتہ انھون نے یہ بات بیان کی ہوگی کیونکہ ثقہ لوگ جھوٹ نہین بولتے ہین اور انکا حافظہ بھی تجربہ سے اچھا
ثابت ہوا ہی اور اگر اس سلسلہ مین کوئی راوی پرہیزگار نہو یا اُسکا حافظہ خراب ہو تو اعتماد نہین ہوسکتا اگرچہ روایت
موجود ہی لہذا ہم نہین کہہ سکتے کہ مثلاً تابعین کے اقوال مختلف ہین مگر یہ کہہ سکتے ہین کہ راویون نے مختلف اقوال روایت کیے ہین
رازی رح نے لکھا کہ ابن جریج رح سے روایت ہی کہ وحی رک جانے کے ایام بارہ۱۲ ہین۔ کلبی سے روایت کیا گیا کہ پندرہ۱۵ ہین ابن عباس رض
سے مروی ہوا کہ پچیس ہین۔ سدی و مقاتل سے مروی ہوا کہ چالیس روز تک وحی نہین آئی مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیر رح
نے جو صحیح اسناد سے روایت ذکر کی اُسمین یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تین رات قیام نہین کیا تو ایک عورت
نے آپ سے کہا کہ مین دیکھتی ہون کہ آپ کے شیطان نے آپ کو چھوڑ دیا تب یہ سورہ نازل ہوا مترجم کہتا ہی

فرمایا۔اسی بنیاد پر رازی رح کا یہ جواب منطبق ہوسکتا ہے فاللہ تعالےٰ اعلم **سوال ۵** وقت ضحیٰ کی کیا خصوصیت ہے (جواب)
مین دو وجوہ ہین (۱) یہ وقت ایسا ہے کہ اس وقت رات بھر کی وحشت وتنہائی کے بعد لوگ باہم مجتمع ہوتے ہین تو گویا
اشارہ فرمایا کہ وحی رک جانے سے وحشت حاصل ہونے کے بعد اب نزول وحی کے ضحیٰ کا وقت ہے (۲) ضحیٰ ایسا وقت ہے
کہ اسی وقت مین اللہ تعالےٰ نے موسیٰ ع سے کلام کیا اور اسی وقت مین وہ ساحر جو پہلے فرعون کے طرفدار بنکر آئے تھے
اللہ تعالےٰ کے واسطے سجدے مین گرے تو اُسوقت کے واسطے ایک گونہ فضیلت حاصل ہوئی کیونکہ یہ ظرف تھا اور اس
سے بھی افادہ ہوا کہ جس پاک عزوجل نے ضحیٰ کے وقت موسیٰ ع کا اکرام کیا تھا وہ تیرا اکرام مزید فرماویگا اور جس نے ساحرون
کو سجدہ کرنے کی توفیق دی وہی تیری قوم کے دلون کو توحید کی جانب پھیریگا مترجم کہتا ہے کہ فرعون کے ساتھ مقابلہ کا وقت
بقولہ تعالےٰ وان یحشر الناس ضحیٰ۔ یعنے لوگ اُس روز چاشت کے وقت مجتمع ہون۔ ھ۱ یہ معلوم ہوا کہ مجمع چاشت کے
وقت ہوا۔ اور شاید دوپہر تک ساحرون کا سحر مغلوب ہوا اور وہ ایمان لائے ہون۔ ولیکن یہ کسی دلیل سے مجھے معلوم
نہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر کلام بھی چاشت کے وقت ہوا تھا ولیکن **شیخ ابوالسعود** نے کہا کہ بعض
نے قتادہ ومقاتل وجعفر صادق رح سے نقل کیا کہ قسم اس ضحیٰ کی جسمین اللہ تعالےٰ نے موسیٰ ع سے کلام کیا اور قسم اس رات
کی جسمین رسول اللہ صلعم کو معراج ہوئی ہے مترجم کہتا ہے کہ اس بیان سے معلوم ہوا کہ دن پر رات کو فضیلت ہے اور
اوپر امام رازی رح نے رات ودن کی تقدیم وتاخیر مین جو وجوہ بیان کیے تھے اُنکو یہان ملانا چاہیے **سوال ۶**۔ قسم مین دن مین
سے ایک ساعت والضحیٰ۔ مذکور ہے اور رات پوری مذکور ہے اسمین کیا حکمت ہے (جواب) مین دو وجوہ ہین (۱) اشارہ
ہے کہ دن کی ایک ساعت برابر ہے تمام رات کے جیسے محمد صلعم تمام انبیاء کے موازنہ مین ہین (۲) دن وقت سرور
وعیش ہے اور رات وقت وحشت وغم ہے تو اشارہ ہے کہ دنیا مین عیش وسرور ایک ساعت ہے اور وحشت وغم اکثر اوقات
ہے اور روایت ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے عرش کو پیدا کیا تو اُسکے بائین ایک ابر آیا اور عرض کیا کہ کیا برساؤن حکم ہوا کہ غم ورنج
برساوے پس دو سو برس تک برساتا رہا پھر رفع کر دیا گیا پھر دوبارہ اسکو حکم ہوا اور اُسنے سو برس تک غم ورنج برسایا پھر
رفع ہوا پھر سہ بارہ وہی حکم ہوا حتی کہ تین سو برس پورے ہوے پھر اسکے بعد ایک ابر سفید داہنی طرف عرش کے پیدا کیا گیا
اور اُسنے آواز دی کہ کیا برساؤن حکم ہوا کہ سرور (خوشی) ایک ساعت برساوے اسی سبب سے دنیا مین دیکھو کہ ہموم وغموم بکثرت
ہمیشہ موجود ہین اور سرور فقط کبھی نادر ہے مترجم کہتا ہے کہ دنیا مین فی الحقیقت خوشی کا نام نہین ہے کیونکہ ہر ایک
سرور جو دنیا مین سرور کہا جاتا ہے وہ ضرور افکار وتعب سے مختلط ہے چنانچہ جنت کے عیش کا نقشہ جو جا بجا اس تفسیر مین
سمجھایا گیا ہے اگر کچھ بھی تصور مین آوے تو البتہ عیش وسرور کے معنے کچھ سمجھ مین آوین فافہم (۳) رات وقت سکون ہے
اور ضحیٰ وقت حرکت ہے تو ضحیٰ کے وقت اسی طرح خواب کے موت سے اُٹھکر اپنی اپنی کمائی کرتے ہین جیسے حدیث مین ہے کہ
ہر صبح کو ہر شخص جاکر نفس بیچتا ہے پھر کوئی تو اُسکو آزاد کرتا ہے یعنے آزادی کے عوض بیچتا ہے اور کوئی اُسکو ہلاک کرتا ہے
(الصحیح) یہ تو قیامت کا نمونہ ہے اور رات کا سکون نمونہ موت وتاریکی قبر ہے تو یہ دونون چیزین نعمت بھی ہین اور
حکمت بھی ہین (اور عبرت بھی ہین) لیکن موت پر حیات کو فضیلت ہوتی ہے اس جہت سے والضحیٰ کو واللیل اذا سجیٰ پر

سے عداوت نہ کی بلکہ ایسے اور مشرکون سے زمانہ جاہلیت مین بھی نہین بنتی تھی ولیکن عام مخالفت سے محترز تھے بہرحال حضرت ابوبکر تو بتون سے بیزار تھے ولیکن توحید کے معنے نہین جانتے تھے جو قرآن مجید مین نازل ہوے ہین جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بتون کی طرف توجہ نہین فرمائی بلکہ بت آپ سے خوف کرتے تھے اور ابتداء سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آپ کے ساتھ نہایت محبت تھی اور ہمیشہ آپ سے قوم کی حماقت بت پرستی کو ظاہر کیا کرتے تھے اور جسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت و توحید الٰہی کی خبر دی اُسی وقت بغیر کسی سوچ و تفکر کے ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور لوگون کو دین توحید کی طرف دعوت کرنے لگے فافہم (سوال ۲) ان دونون سورتون مین آگے پیچھے شب و روز کی قسم ہے اور درمیان مین کسی سورہ سے فاصلہ نہین ہے (جواب) سورۂ واللیل مین فضیلت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے اور اس سورہ مین فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے اسلیے دونون سورتون کے درمیان مین فاصلہ نہین کیا جیسے یہ معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کے اُمتی صدیق اکبر کے درمیان مین واسطہ نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ اس سورہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب فرمایا بقولہ ما ودعک الخ اور اس سے پہلے سورہ مین جو سورہ ابوبکر الصدیق ہے اُسمین حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا خاص نام بھی منصوص نہین ہے بلکہ مقصود ہے تو اسمین نکتہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف خطاب سے اخص معرفہ کیا اسلیے کہ دوسرا کوئی شخص پیغمبری سے سرفراز ہونے والا نہین ہے تو یہ مضمون فقط آپ سے متعلق ہے اور سورۂ ابی بکر مین یہ تخصیص نہین ہے کیونکہ اس امت مین قیامت تک اتقی ہونے والے ہین اگرچہ ابوبکر رض ان سب سے افضل ہون اسلیے آیت مین حضرت ابوبکر کا خاص نام نہین ہے تا کہ یہ آیت فقط حضرت ابوبکر رض مین منحصر ہوجاوے اور نام کے باوجود یہ صفت الاتقی لانا ضروری تھا تا کہ انکے برخلاف الاشقیٰ بدبخت کی مذمت ظاہر ہو۔م **سوال ۳**۔ کیا حکمت ہے کہ والضحیٰ واللیل مین والضحیٰ تو ایک ساعت ہے اور واللیل سب مذکور ہے یعنے لیل کی کوئی خاص ساعت نہین لی (جواب) اشارہ ہے کہ یہ ساعت تمام رات کے برابر ہے جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جمیع انبیاء علیہم السلام کی برابری مین ہین (السراج) اور آیندہ انشاء اللہ تعالےٰ آتا ہے **سوال ۴**۔ کیا حکمت ہے کہ فقط والضحیٰ واللیل کی قسم یاد فرمائی (جواب) مین وجوہ ہین **وجہ اول**۔ گویا ارشاد کیا کہ زمانہ ساعت بساعت ہے یعنے ہر گھڑی کو غنیمت جانو بقول دانا ؎ ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار الخ یعنے جو گھڑی اچھی مل جاوے اُسکو غنیمت جانے یہ کسی کو معلوم نہین کہ انجام کار کیا ہے۔ ھ۔ پھر رات و دن کے ساعات مین کم و بیش ہوتا ہے تو رات کی کمی یا زیادتی جیسے دن کی کمی یا زیادتی کسی لغو خواہش سے نہین ہے بلکہ محض حکمت ہے اسیطرح اللہ تعالےٰ نے رسولون کو بھیجا اور وحی اُتاری تو کسی زمانے مین بہت پیغمبر دن کو ایک ملک مین جمع کر دیا اور کسی مدت مین بغیر نبوت کے زمانہ فترت رکھا اور دین حق ان قومون نے خلط و خبط کر دیا اسیطرح کبھی تو وحی الٰہی کا نزول پیہم بار بار ہوا اور کسی زمانہ مین بند کر دیا تو یہ سب عین حکمت ہے وجہ ۲۔ عالم جب تک خود عمل نہ کرے اسکا کہنا موثر نہین ہوتا اور حکم شریعت یہ کہ مدعی گواہ لاوے اور منکر پر قسم عائد ہو۔ تو اس حکم پر عمل ضرور ہے پھر مشرکون نے دعوی کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے رب تعالےٰ نے وداع کیا اور چھوڑ دیا پس کہا گیا کہ ای مدعی ناہنجار گواہ و دلیل دے حالانکہ ان کمبختون کے پاس کوئی دلیل نہ تھی تو اللہ تعالےٰ نے قسم سے فرمایا کہ ما ودعک ربک وما قلی۔ مترجم کہتا ہے کہ گویا سوال یہ ہے کہ یہان قسم سے کیون بیان

(غطٰی) پس (سکن) بمقابلہ تحرک ہی- ابو عبیدہ و مبرد و زجاج رح نے کہا کہ سجیٰ یعنے ٹھہری چنانچہ بولتے ہین یہ رات ساجی ہی یعنے ہوا نہین چلتی ہی اور فراء رح نے کہا کہ جب رات دراز و تاریک ہوتی ہی تو بھی (سجی) بولتے ہین- اس تفسیر مین مناسبت ظاہر ہے یعنے قسم ضحیٰ کی جب روشنی تیز پھیلاوے اور قسم رات کی جب اُسکی تاریکی چھا جاوے- اسکے قریب اسکے معنے ہین یعنے غطٰی- اصمعی و ابن الاعرابی نے کہا کہ رات نے آفاق کو تاریکی مین ڈھانک لیا جیسے آدمی اپنے بدن کو کپڑے سے ڈھانک لیتا ہی- اہل تفسیر کے اقوال بھی انھین معنون مین دائر ہین چنانچہ ابن عباس رض نے فرمایا- اذا سجیٰ- یعنے رات نے اپنی اندھیری سے ڈھانک لیا حسن رح نے کہا کہ لوگون پر اپنی تاریکی کا لباس پہنا دیا- اور سعید بن جبیر رح نے ابن عباس رض سے یہ معنے روایت کیے کہ جب رات آئی تو وہ ہر چیز کو ڈھانک لیتی ہی- مجاہد و قتادہ و سدی رح نے کہا کہ (اذا سجی) یعنے جب رات ساکن ہو جاوے لوگون کے ساتھ رازی رح نے کہا کہ رات کے سکون کے دو معنے ہو سکتے ہین (ایک) یہ کہ آدمیون چرند و پرند کو اُس وقت سکون ہوتا ہی تو اس جہت سے رات کی طرف سکون کی نسبت کی گئی یعنے اصل سکون تو جاندارون کے لیے ہے لیکن رات اسکا وقت تھا تو رات کو ساکن کہا گیا جیسے روزے کا وقت دن ہی اور تہجد کی نماز کا وقت رات ہی تو کہتے ہین کہ نہارہ صائم ولیلہ قائم- یعنے اس نیک مرد کا دن تو روزہ رکھنے والا ہی اور اُسکی رات نماز مین قیام کرنے والی ہی اور دوم یہ کہ رات کا سکون یہ کہ رات کی تاریکی بڑھتی جاتی ہی گویا وہ چلی جاتی ہی یہانتک کہ خوب پوری ہو گئی تو اُس وقت کہتے ہین کہ اب رات ٹھہری (کبیر وغیرہ) بعض نے کہا کہ یہان الضحیٰ بالف لام معہود ہی یعنے اسوقت ضحیٰ کی قسم کھائی جسمین موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا اور اسی طرح واللیل وہ خاص رات ہی جسمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج عطا ہوئی تھی کیونکہ وہ رات نہایت معظم و مقدس تھی (السراج) رازی رح نے لکھا کہ یہان چند سوالات ہین **سوال اول** یہ کہ اس سے پہلے جو سورہ ہی اُسمین رات کو مقدم فرمایا اور دن کو موخر کیا اور اس سورہ مین دن کو مقدم کیا پھر رات کو ذکر فرمایا تو اسمین کیا حکمت ہی (جواب) مین کئی وجہین ہین (۱) یہ کہ رات و دن دونون ایسی چیزین ہین کہ انھین سے لوگون کی دنیاوی و اُخروی بہتری کا انتظام مربوط ہی اور دونون مین سے ہر ایک کو فی الجملہ خاص فضیلت ہی مثلاً رات کو یہ فضیلت ہی کہ وہ سکون لاتی ہی اور رات ہی مقدم ہے بدلیل قولہ تعالے جعل الظلمات والنور الآیہ- یعنے اللہ تعالے نے پیدا اُسکی خلقت مین فرمایا- اُسنے پیدا کیا تاریکیون کو اور نور کو- اور دن کو یہ فضیلت ہی کہ اُس سے نور اور روشنی ظہور کرتی ہی بلکہ لیل بمنزلہ دنیا کے ہی اور نہار بمنزلہ آخرت کے ہے بس جبکہ ان دونون مین سے ہر ایک کے لیے ایسی فضیلت حاصل ہی جو دوسرے مین نہین ہی اسی لیے کبھی دن کو مقدم کیا اور کبھی رات کو مقدم کیا جیسے رکوع و سجود مین کبھی اسکو اور کبھی اُسکو مقدم کیا چنانچہ قولہ تعالے واسجدی وارکعی مین سجود مقدم ہی اور قولہ وارکعوا واسجدوا مین رکوع مقدم ہی (**وجہ ۲**) سورۂ سابق مین حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت منصوص ہی تو اُسکی ابتدا لیل کو مقدم کیا اسلیے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے حال مین اول کفر مقدم ہو چکا ہی اور اس سورہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ہی اسلیے والضحیٰ کو مقدم کیا مترجم کہتا ہی کہ رازی رح نے اور انسے لیکر خطیب وغیرہ نے یہ شاعرانہ تکلف لفظی بیان کیا اور کچھ شک نہین کہ یہ تقریر ضعیف ہی کیونکہ یہ امر صحیح ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے بھی کبھی بتون کی پرستش نہ کی اور حضرت عمر رض بھی قبول نہین کرتے تھے اسی وجہ سے حضرت عمر رض نے وین شرک کی ملامت پر رسول اللہ

دنیا کی زندگی مین لے چکے ہو۔ ھ۔ یعنے تم نے آخرت سے انکار کیا اور دنیاوی چیزون ہی مین اپنی لذات کو منحصر رکھا اور جس طرح تم نے چاہا کھایا کما یا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اسی آیت کی نظر سے دنیا کی اچھی لذیذ چیزین نہین کھاتے تھے اور جس قوم نے دنیاوی چیزون پر دل لگایا تو بات ہوا اور شیطان کی گھات مین مارا گیا آخر کبھی ایمان ہی سے محروم ہوجاتا ہی نعوذ باللہ من ذلک۔ اور جسقدر دنیا سے زہد ہو جیسے پیغمبرون کی شان تھی اسی قدر مرتبہ بلند ہوگا تو غور کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جو آپ کے اصحاب تھے سب پیغمبرون کے اصحاب سے افضل تھے پس بالضرور دنیا سے اعلی مرتبہ کے زاہد تھے تو بھلا مکے کے مشرکون کی یہ خواہش کیونکر قبول ہوتی کہ صفا و مروہ کے پہاڑ سونے کے ہوجاوین ولیکن اس درخواست سے یہ معلوم ہوگیا کہ اس امت کا فتنہ مال سے ہوگا چنانچہ حدیث مین صریح یہی بات ارشاد ہوئی ہی کہ اس امت کا فتنہ مال سے ہوگا اور بنی اسرائیل کا فتنہ عورتون سے تھا۔ بالجملہ کفار اپنی حماقت سے یہ سمجھتے تھے کہ مال و متاع دنیاوی کی کثرت سے انسان کے حق مین خوبی ہوتی ہی حتی کہ اسی بنیاد پر کہا کرتے کہ مسلمانون سے ہم لوگ زیادہ تر خدا کے پیارے ہین کہ ہمارے پاس مال کی کثرت اور اولاد مین لڑکے موجود ہین پس اگر آخرت بھی ہوئی جیسے یہ لوگ کہتے ہین تو وہ بھی ہمین کو ملیگی اللہ تعالے نے دنیا کو فانی و باطل بیان کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین فرمایا کہ دنیا سے آخرت بہتر ہے۔ اگر یہ کہا جاتا کہ دنیا بالکل ملعون ہے تو کفار اپنی پیاری دنیا کے واسطے ایسے غضبناک ہوجاتے کہ یہ بات بھی نہ سنتے تو یہ طریقہ حکمت ہے جیسے ایمان کے حق مین کافرون سے فرمایا کہ غور کرکے دیکھو کہ کسکا طریقہ (راہی) یعنے زیادہ ہدایت پر ہی۔ اس سے یہ مطلب نہین کہ مشرکین وکفار ہدایت پر ہین ولیکن مسلمان زیادہ ہدایت پر ہین کیونکہ مشرکین بالکل گمراہ تھے بلکہ مطلب یہ کہ تم لوگ اپنے آپکو ہدایت پر سمجھتے ہو تو بھی غور کرو کہ مسلمان کیسے اچھی ہدایت پر ہین اسیطرح کفار توجہ کرین کہ دنیا کو اگر اچھا سمجھتے ہین تو بھی اسکو چھوڑین اور آخرت کو اختیار کرین کہ وہ بہت اچھی ہی۔ جب وہ غور کرتے تو انکو خوب معلوم ہوجاتا کہ دنیا باطل ہی۔ پھر یہ امر خیال رکھو کہ دنیا کا ملعون ہونا اور باطل ہونا موافق اُس خیال کے ہے جو کافرون نے دنیا کی نسبت باندھ لیا ہی یعنے یہی دنیا ہی دنیا ہے اسکے سوائے کچھ نہین ہے اور متاع دنیا کو عین نعمت خیال کرکے شہوات مین صرف کرتے ہین اور اگر یہ جہالت دور ہو اور دنیا پر سچی نظر سے توجہ کرے تو دنیا کی زندگی کمالات کے حاصل کرنے کی اصل ہی یعنے دنیا ہی مین کمالات حاصل ہوتے ہین ہر دم یہان کی زندگی کا ایک تسبیح کے لیے نعمت غیر مترقبہ ہے اسی لیے حدیث مین ہے کہ آگاہ رہو کہ دنیا ملعون ہی اور جو کچھ اسمین ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے ذکر الٰہی و عالم و متعلم کے (ابن ماجہ وغیرہ) پس ظاہر ہوا کہ دنیا باعتبار کمالات حاصل کرنے کے بہتر ہے جیسے حدیث مین ہی کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح۔ مرد صالح کے واسطے مال خوب بہتر ہے یعنے وہ پاکیزہ مال سے درجات جنت حاصل کرتا ہی کما فی الصحیح اور دنیا جو کفار کی مراد ہے یعنے دنیا پر بھروسا کرنا اور اسی کی طلب کرنا ضلالت ہی **امام بغوی و رازی و خطیب** وغیرہ کی تفاسیر مین ہی کہ قولہ تعالے والضحی۔ اہل تفسیر مین سے بعض نے کہا کہ مراد وقت ضحی ہی یعنے پہر دن چڑھے کے قریب جب آفتاب اونچا ہوکر شعاع ڈالتا ہی اور بعض نے کہا کہ مراد پورا دن ہی اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکو رات کے مقابلے مین بیان فرمایا بقولہ واللیل اذا سجی اور اہل لغت نے سجی کے تین معنے بیان کیے رسکن و اظلم

یہی مجاہدؒ و قتادہ و ابن زید و ضحاک وغیرہم نے بیان کیا ہی اور اس سے اللہ تعالےٰ کی قدرت صاف واضح ہی اور اس عظیم قسم
کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا کہ تیرے رب نے تجھے وداع نہین کیا اور نہ ناگوار رکھا۔ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ
الْاُوْلٰی۔ اور بے شک آخرت تیرے لیے بہتر ہے اولیٰ (دنیا) سے فـ یعنے دار آخرت تیرے لیے اس دار دنیا سے
بہتر ہے اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے بہت بے رغبت تھے چنانچہ قطعًا متواتر آپ کی خصلت مبارک
سے یہ بات واضح ہی اور جب مرض آخری مین جبرئیل عؑ نے اللہ تعالےٰ کا یہ پیغام پہونچایا کہ اگر آپ چاہین تو ہمیشہ دنیا مین رہین پھر
اسکے بعد جنت مین جاوین اور اگر چاہین تو ابھی مقام قرب اعلیٰ و جنت اعلیٰ مین آوین۔ آپنے فی الحال ملاء اعلیٰ مین تشریف
لیجانا منظور فرمایا۔ امام احمدؒ نے باسناد صحیح عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور
کی چٹائی پر لیٹے تو آپ کے پہلوے مبارک مین اُسکے داغ پڑگئے جب آپ جاگے تو مین نے پہلوے مبارک پر ہاتھ پھیرنا شروع
کیا اور عرض کیا کہ یا حضرت آپنے ہم لوگون کو آگاہ نہین فرمایا کہ ہم چٹائی پر بچھونا کردیتے آپنے فرمایا کہ مجھے دنیا سے کیا تعلق ہی مین
دنیا کی فکر نہین کرتا میری اور دنیا کی مثال ایسی ہی جیسے کوئی سوار دھوپ کی شدت مین کسی درخت کے سایہ مین اترا اور آفتاب
ڈھلے اُسکو چھوڑکر روانہ ہوگیا۔ اس حدیث کو ترمذی و ابن ماجہ نے بھی روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے **اقول** حدیث
ابن عمر رضؓ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو دنیا مین اسطرح رہ جیسے پردیسی ہوتا ہی بلکہ جیسے راہ گیر ہوتا ہی اور حدیث عمرؓ
مین ہے کہ ہمارے واسطے آخرت ہی اور کفار روم و ایران کے لیے دنیا ہی۔ حدیث مین ہی کہ دنیا ایسے شخص کا گھر ہے جسکے
لیے گھر نہین اور اُسکا مال ہی جسکے لیے مال نہین اور دنیا کے لیے وہ جمع کرتا ہی جسکو عقل نہین ہی **غزالیؒ** نے فرمایا
کہ مسلمان کے لیے ایمان کی پہچان یہ ہی کہ کم سے کم اُسکو دل مین یہ اعتقاد ہو کہ اس دنیاے فانیہ سے آخرت بہتر ہے تنبیہ اس سے
کوئی شخص یہ نسمجھے کہ دنیا و آخرت دونون کا مقابلہ ہی لیکن آخرت بہت اچھی ہی اور دنیا کم اچھی ہی اس خیال سے کہ دنیا سے آخرت
بہتر کہی گئی اور (بہتر) کے معنے بہت اچھی تو دنیا کبھی اچھی ہوئی (جواب) یہ کہ فی الحقیقت متاع دنیا بمقابلہ آخرت کے محض گندی
ہی اور اسمین کچھ بھی بہتری نہین ہی اور (خیر) یعنے (بہتر) کا استعمال کبھی بدون مقابلہ کے ہوتا ہی اور یہ قرآن مجید مین بہت آیا ہے
ولیکن جہان ایسے لوگون کو سمجھانا مقصود ہو جو دنیا پر جان دیتے ہین یعنے کفار کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو خوب جانتے
تھے کہ آخرت نہایت خوب ہی اور یہ دنیا کی متاع محض ہیچ ہی تو اس سے مقصود یہ کہ لوگون کو تنبیہ ہو کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے
افضل الخلق کے ساتھ مین یہ متاع دنیاوی اسلیے نہین رکھی کہ متاع دنیا اللہ کے نزدیک مردود و ملعون ہے تو وہ اس لائق نہین
ہی کہ سید الطاہرین کے پاس آوے پس اس سے ہوش ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب مین غلط نظر نہ کرین جیسے کفار
یہ کہا کرتے تھے کہ اگر آپ رسول اللہ ہوتے تو تاج و تخت و سونا و چاندی اور تمام جہان کی متاع آپ کے پاس ہوتی اور اسی
متاع کے لالچ سے ہم سب آپ کے مطیع ہوجاتے اور اگر آپ دعا کرین کہ یہ کوہ صفا و مروہ سونے کے پہاڑ ہوجاوین اور مکہ
معظمہ کا صوبہ و عرب بجاے ریگستان کے منقلب ہو کر عمدہ زمین ہوجاوے جسمین عمدہ عمدہ میوہ جات پیدا ہوون اور نہرین
جاری ہوجاوین تو ہم سب آپکے تابع ہوون مترجم کہتا ہی کہ ایماندار عاقل جو آخرت اور دنیا کے حالات سے واقف ہی وہ جانتا
کہ اللہ تعالےٰ نے کافرون کے حق مین فرمایا۔ اذہبتم طیبٰتکم فی حیاتکم الدنیا۔ یعنے جہنم مین کافرون سے کہا جاویگا کہ تم اپنی لذیذ چیزین

نازل فرمایا والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ ما ودعک ربک وما قلیٰ آخر تک ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ دونوں روایتیں مرسل ہین یعنے عبداللہ بن شداد اور عروہ بن الزبیر دونوں تابعی ہین انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہین پایا ہے۔ اور حضرت خدیجہ رضؓ تو ہجرت سے پہلے انتقال فرما چکی ہین اور باوجود اسکے خدیجہ کا نام اس روایت مین بھول ہے اور اگر بھول نہو تو شاید حضرت خدیجہؓ نے یہ کلمہ بطور تاسف وغم کے آپ سے کہا ہو واللہ اعلم مترجم کہتا ہے کہ اول مرتبہ جب آپ پر وحی نازل ہوئی اور آپ نہایت سُست گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضؓ سے سب حال بیان کرکے کہا کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے تو حضرت خدیجہ رضؓ نے جو نہایت عاقلہ تھین فرمایا کہ اے حضرت یہ ہرگز نہو گا پھر آپ کے صفات حمیدہ و اخلاق مرضیہ بیان کرکے کہا کہ اللہ تعالےٰ کبھی آپ کو ضائع نہ کریگا۔ ۔ یہ حدیث صحیح بخاری وغیرہ مین باسانید صحیحہ روایت ہے اب غور کرو کہ اس وقت حضرت خدیجہ سوائے ازلی سعادت کے ظاہری ایمان بھی نہین رکھتی تھین تو اُس وقت انھون نے اس اطمینان سے یہ رائے قائم کی تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بعد ایمان و معرفت کے فقط وحی مین تاخیر ہونے سے یہ کہتین کہ ربنے آپکو قلیٰ کیا۔ یہ بالکل بعید ہے۔ کیونکہ (قلیٰ) کے معنے بغض کے ہین اور ضعیف احتمال یہ ہو سکتا ہے کہ یہان مبغوض صرف اسی قدر ہو کہ کوئی بات آپ کی طرف زیادہ اچھی نہ معلوم ہوئی جیسے آپ کی شان کے لائق ہونی چاہیے مثلاً آپ نے کفار سے کہا کہ مین تم سے کل کے روز یہ قصہ بیان کرونگا اور یہ نہین کہا کہ کل انشاء اللہ تعالےٰ بیان کرونگا۔ تو یہ کلمہ ناخوش رکھا گیا لیکن اس وجہ سے نہین کہ یہ گناہ ہے بلکہ اس وجہ سے کہ آپ کی شان نبوت اعلیٰ وارفع ہے تو ان شاء اللہ تعالےٰ کہنا چاہیے تھا۔ پس اس نظر سے کہا کہ شاید رب عزوجل کو آپکا یہ کلمہ ناگوار ہوا اور مترجم کے نزدیک صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ خدیجہ سے اس روایت مین حضرت خدیجہ کبریٰ ام المومنین مراد نہین ہین بلکہ شاید ابولہب کی زوجہ ام جمیل کا دوسرا نام خدیجہ ہو تو سب روایتون کے معنے متحد ہوگئے اور ام المومنین خدیجہ رضؓ کا ذکر یہان دوسری دلیل سے بھی ٹھیک نہین ہو سکتا۔ وہ دلیل یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضؓ نے معراج سے پہلے انتقال کیا اور یہ سورہ قریب معراج کے نازل ہوا چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ بعضے علماء سلف رضی اللہ عنہم نے سورۂ والنجم کی آیت مین قولہ تعالےٰ فاوحیٰ الےٰ عبدہ ما اوحیٰ مین کہا کہ یہی سورہ والضحیٰ وحی کیا۔ یعنے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابطح مین کھڑے ہوئے اور جبرئیل عؑ اپنی اصلی صورت مین مقام افق اعلیٰ مین ظاہر ہوئے اور دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین اوادنیٰ الخ۔ یعنے وہان سے نزدیک آتے آتے اس قدر متصل ہوئے کہ قاب قوسین کا قرب بلکہ اس سے زیادہ قرب ہوا پھر اپنے بندہ کو جو چاہا وحی فرمایا یعنے اللہ تعالےٰ نے اس تجلی مین جو چاہا اپنے بندے محمد صلعم کو بواسطۂ جبرئیل عؑ کے وحی فرمایا۔ ۔ تو ان علماءؒ نے کہا کہ وحی سے یہی سورۂ والضحیٰ کا وحی کرنا مراد ہے اور یہی قول محمد بن اسحٰق تابعی نے بیان کیا ہے ابن کثیرؒ نے لکھا کہ عوفیؒ نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور قرآن اُترنے لگا تو چند روز تک جبرئیل علیہ السلام نہین آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوئے اور مشرکون نے کہنا شروع کیا کہ محمد کو اُنکے رب نے چھوڑ دیا اور مبغوض رکھا پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ ما ودعک ربک وما قلیٰ۔ قسم ہے ضحیٰ کی اور قسم رات کی جب وہ ساکن ہو کہ تجھے تیرے ربنے وداع نہین کیا اور نہ تجھے مبغوض رکھا ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ضحیٰ کی قسم ہے جسمین اللہ تعالےٰ نے تیز روشنی رکھی ہے اور اللہ تعالےٰ نے رات کی قسم کھائی جب وہ ساکن ہو یعنے اُسکی تاریکی چھا جاوے

قیام نہین کیا تو ایک عورت (کافرہ خبیثہ) آئی اور آپ سے کہنے لگی اے محمد مین دیکھتی ہون کہ تمہارے شیطان نے تم کو چھوڑ دیا پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ وَالضُّحٰی ۙ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۙ۔ قسم ہو روشنی کی اور قسم رات کی جب ساکن ہو مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ۙ۔ نہین تجھے چھوڑ دیا تیرے رب نے اور نہ تجھے مبغوض رکھا۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن جریر و ابن ابی حاتم نے متعدد مشائخ سے بطریق الاسود بن قیس عن جندب بن عبد اللہ البجلی رض روایت کیا ہے مترجم کہتا ہو کہ بیماری سے یہ مراد ہو کہ آپ کی انگلی مین پتھر سے چوٹ لگ گئی تھی اسلیے آپ نے رات کی نماز مین قیام نہین فرمایا کیونکہ اُس زمانہ مین فقط رات کی نماز مین قیام کا حکم تھا جیسا کہ سورۃ المزمل کی تفسیر مین مفصل ذکر ہو چکا ہے اور جبرئیل علیہ السلام کئی ہفتہ سے نہین آئے تھے اور جب آپ نے رات مین قیام بھی دو تین راتون تک نہین کیا تو اُس کافرہ عورت نے یہ زعم بیان کیا اور کہتے ہین کہ یہ عورت ام جمیل تھی جو ابولہب کی جورو تھی جسکا ذکر تبت یدا ابی لہب مین ہو ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن ابی حاتم نے ابوسعید الاشج و عمرو بن عبد اللہ الاودی عن ابی اُسامہ عن سفیان عن الاسود عن جندب رض روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُنگلی مین پتھر پھینک مارا گیا (وہ زخمی خون آلودہ ہو گئی) آپ نے انگلی کی طرف خطاب کر کے فرمایا۔ تیری کیا ہستی ہو سوائے اسکے کہ تو ایک اُنگلی ہو جو لہولہان ہوئی ہے اور یہ جو کچھ تیری حالت ہوئی اللہ تعالیٰ کی راہ مین ہوئی ہو پھر آپ نے دو راتین یا تین راتین قیام نہین کیا تو ایک عورت آئی الخ۔ ھ۔ اور کہتے ہین کہ یہ عورت ام جمیل ابولہب کی زوجہ تھی مترجم کہتا ہو کہ شاید اس عورت نے اپنے نزدیک بھلائی سمجھ کے یہ بات کہی تھی اسلیے کہ کافرون کا یہ گمان تھا کہ کوئی جن آپ کو یہ آیات سکھلاتا ہو جس سے آپ اُنکے بتون و معبودون کی مذمت بیان فرماتے ہین تو خدا سے چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ جن نہ آوے تو آپ ہماری قوم مین ایسے نکلین کہ عرب مین آپ کے مثل کوئی نہو یعنے آپ عرب مین بے مثل ہین لیکن جب تک آپ ہمارے بتون کی مذمت کرتے ہین اور باپ دادے جو شرک و کفر پر مرے اُنکو جہنمی بتلاتے ہین تب تک ہم لوگون کو آپ کی ذات سے عرب پر فخر کرنے کا موقع نہین ہے اور اگر جن نہ آوے تو یہ موقع ہمارے حیا بلا نہ فخر کا ہاتھ آوے پس اُس عورت نے جو آپکی چچی تھی یہ کلمہ کہا تھا کہ اگر اُسکا گمان ٹھیک نکلے تو بہت خوش ہو اور وہ کافرہ یہ بھی سمجھتی تھی کہ آپ اس جن کے وسواس مین گرفتار ہین اس سے بھی آپ کو صحت حاصل ہو۔ اور برخلاف کافرون کے جو لوگ اہل ایمان تھے وہ آپ کو حق پر جانتے تھے اور جب آپکو وحی الٰہی کی تاخیر سے سست دیکھتے تو غمگین ہوتے تھے بلکہ روایت کیا جاتا ہو کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے یہ کلمہ کہا تھا کہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑ دیا ہو چنانچہ ابن جریر رح نے عبد الملک بن ابی الشوارب عن عبد الواحد بن زیاد عن سلیمان الشیبانی عن عبد اللہ بن شداد رح روایت کی کہ خدیجہ رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ مین دیکھتی ہون کہ آپ کے رب تعالےٰ نے آپ کو ناخوش رکھا تو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ ما ودعک ربک وما قلیٰ۔ ابن جریر رح نے کہا کہ حدثنا ابوکریب حدثنا وکیع عن ہشام بن عروہ عن ابیہ۔ یعنے عروہ رح نے کہا کہ جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین وحی لانے مین دیر کی تو آپ کو سخت گھبراہٹ ہوئی تو خدیجہ رض نے کہا کہ مین دیکھتی ہون کہ آپ کے رب تعالےٰ نے آپکو ناخوش رکھا کیونکہ مین آپ کو سخت گھبرایا ہوا دیکھتی ہون پس اللہ تعم نے

اور دوسرون نے کہا والضحیٰ ختم کرکے تکبیر کہے مترجم کہتا ہی کہ جو حدیث روایت کی اس سے قول اول ظاہر ہوتا ہی اور بعد ختم والضحیٰ بلکہ اسکے مابعد ہر سورہ کے ختم پر بھی تکبیر کہے پس سورۂ والضحیٰ ختم کرکے تکبیر کہنے مین سب کا اتفاق ہی تو اختلاف فقط یہ ہوا کہ بعد ختم والیل اذا یغشیٰ کے شروع والضحیٰ مین تکبیر کہے یا نہ کہے اور کہنا اظہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم پھر کیفیت یہ کہ بعض کے نزدیک اللہ اکبر کہے اور اس سے زیادہ نہین ہی اور بعض دیگر نے کہا کہ اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہے علماء قراءت نے تکبیر کہنے کی مناسبت یہ بیان کی کہ چندروز تک وحی نازل ہونے مین تاخیر ہوگئی پھر سورۂ والضحیٰ نازل ہوا تو آپ نے فرحت و سرور مین تکبیر کہی ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ بات کسی ایسی اسناد سے روایت نہین کی گئی جسپر صحیح ہونے کا حکم لگایا جاوے (ابن کثیرؒ) اور روا ضح ہو کہ یہ سورۂ مبارک بالاتفاق سب کے نزدیک مکیہ ہی یعنی ہجرت سے پہلے مکۂ معظمہ مین نازل ہوا ہی اور بعض نکات اس سورہ کے آیندہ ذکر کیے جاوینگے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ - شروع ہی اللہ تعالیٰ کے نام سے جو ذی الجلال والاکرام ہی الرَّحْمٰنِ - نہایت مہربانی کرنے والا جسکی مہربانی مین سب خاص و عام شامل ہین - الرَّحِيْمِ - نہایت رحمت والا جسکی رحمت اپنے خاص بندون پر تمام ہی (سراج خطیب) واضح ہو کہ الرحمٰن - مہربان مجمل ہے اسمین عموم ظاہر ہے کہ دنیا مین کافر و مومن سب کو پیدا کردیا پس اگر یہ کفار دنیا مین پیدا نہین ہوتے تو کہان سے یہ اپنے شہوات حاصل کرتے جنکے پیچھے آخرت کو چھوڑکر جہنم مین جاتے ہین اور اگر مہربانی نہو تو یہ جہنمی اتنے دنون دنیا کی زندگی تک کیونکر سرکشی کرکے مومنون پر ظلم کرتے بلکہ جہنم مین بستے اور عذاب چکھتے اور اس سے معلوم ہوا کہ یہ اسم الرحمٰن کا کہ دنیا مین عجائب صورتون سے ظہور مہربانی ہے چنانچہ کافرون نے مال و متاع اپنے حق مین مہربانی خیال کیا اور یہی انکی خواہش ہی اور مومنون نے ایمان و عمل صالح مع عافیت اپنے حق مین مہربانی خیال کیا اور یہ حق ہی اور یہ الرحیم کی صفت کا ظہور دنیا مین اس پیرایہ سے ہی اور آخرت مین جنت و نعمت ہی وللہ الحمد والمنۃ - اور اللہ تعالیٰ نے شروع فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ

قسم دھوپ چڑھتے وقت کی اور رات کی جب چھا جاوے نہ رخصت کیا تجکو تیرے رب نے نہ بیزار ہوا اور البتہ پچھلی بہتر ہے تجکو

مِنَ الْاُوْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝

پہلی سے اور آگے دے گا تجکو تیرا رب پھر تو راضی ہوگا بھلا نہ پایا تجکو یتیم پھر جگہ دی

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا

اور پایا تجکو بھٹکتا پھر راہ دی اور پایا تجکو مفلس پھر محفوظ کیا سو جو یتیم ہو اُسکو

تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ ع

نہ دبا اور جو مانگتا ہو اُسکو نہ جھڑک اور جو احسان ہی تیرے رب کا سو بیان کر

امام ابن کثیرؒ نے سبب نزول و حاصل مطالب مین جو کچھ لکھا ہی پہلے اسکو بیان کیا جاوے پھر لطائف و نکات کا خلاصہ دیگر تفاسیر سے نقل کیا جاوے کیونکہ یہ عام فہم ہی (سبب نزول) امام احمد نے ابونعیم فضل بن دکین عن سفیان عن الاسود بن قیس عن جندب رضی اللہ عنہ روایت کیا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بیمار ہوے کہ ایک رات یا دو رات

تجھے دیدونگا اگر تو دین حق قبول کرے اُس کمبخت نے مکرر انکار ہی کیا اسلیے ابو بکر رضہ اسکو مبغوض رکھتے تھے پس جب امیہ
بن خلف نے کہا کہ ہان مین بلال کو آپکے غلام فسطاس کے عوض بیچتا ہون گویا امیہ مذکور نے اپنے نزدیک محال جانا کہ
ابو بکر رضہ اس ناکارہ بلال کو بعوض فسطاس کے خریدین حالانکہ ابو بکر رضہ نے اس امر کو غنیمت جانا اور فوراً قبول کر لیا اور امیہ
مذکور نے اپنے نزدیک ایسا نفع اُٹھایا کہ دنیا مین کوئی اُس سے بلال رضہ کو اس قدر دام مین نہ خریدتا۔ بلال رضہ کی بزرگی
عند اللہ تمام امت مین مشہور معروف ہی۔ حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین جنت مین داخل ہوا تو مینے اپنے سامنے
بلال کی رفتار کی آواز سنی (بلال رضہ نے غایت فرحت سے رونا شروع کیا) آپ نے فرمایا کہ اے بلال تو نے اسلام مین جو کام ایسا کیا
ہو کہ اُس سے تجھے بہت امید ہو وہ مجسے ظاہر کر۔ بلال رضہ نے عرض کیا کہ میرے مان باپ آپ پر قربان ہون مین تو کوئی عمل نہین جانتا
ہون سواے اسکے کہ جب کبھی مین نے وضو کیا تو اُس سے دو رکعت یا جسقدر میرے نصیب مین ہوا نماز پڑھ لی آپنے فرمایا کہ یہ اسی سے ہی (رواہ الصحیح) اور صحیح حدیث مین
روایت ہے کہ جو کوئی وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے اسمین دل سے باتین نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اُسکے سب گناہ عفو فرماوے الحدیث (رواہ صحیح) والحمد للہ رب العالمین

سورۃ الضحیٰ مکیۃ وہی احدیٰ عشر آیۃ

خطیب رح وغیرہ نے لکھا کہ اس سورہ مین گیارہ آیات ہین چالیس کلمات اور ایک سو ستر حروف ہین اور جب یہ سورہ نازل ہوئی
تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی تو تکبیر اُسکے آخر سنت ہوئی اور روایت ہی کہ اُسکے خاتمہ پر اور اُسکے بعد ہر سورہ کے خاتمہ
پر تکبیر کا حکم ہے اور تکبیر (اللہ اکبر) ہی یا کہ (لا الہ الا اللہ واللہ اکبر) ہے (س ف وغیرہ) امام ابن کثیر رح نے کہا کہ امام بزی یعنے ابو الحسن
احمد بن محمد بن عبد اللہ بن ابی بزۃ المقری رحمہ اللہ تعالے کے طریق سے ہمکو روایت پہونچی کہ امام بزی رح نے کہا کہ مین نے عکرمہ بن سلیمان رح
کی خدمت مین قراءت کی اُنھون نے کہا کہ مین نے اسمعیل بن قسطنطین اور شبل بن عباد کی خدمت مین قراءت کی تو جب والضحیٰ تک پہونچا
تو دونون نے مجسے کہا کہ تکبیر کہہ یہانتک کہ ختم کرے مع خاتمہ ہر سورہ کے کیونکہ ہم نے امام ابن کثیر کی خدمت مین قراءت کی تو آپنے ہمکو یہی حکم دیا اور کہا
کہ مجاہد رح نے قراءت مین مجھے یہ حکم دیا اور مجاہد رح نے آگاہ فرمایا کہ مینے ابن عباس رضہ کی خدمت مین قراءت کی تو ابن عباس رضہ نے مجھے یہ حکم دیا اور فرمایا کہ مین نے
ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت مین قراءت کی تو ابی بن کعب نے مجھے یہ حکم دیا اور آگاہ کیا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری
مین قراءت کی تو آپ نے مجھے یہ حکم دیا ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ مسئلہ مسنون فقط ابو الحسن احمد بن محمد بن عبد اللہ البزی نے روایت کی یہ قاسم
بن ابی بزہ کی اولاد ہین اور قراءت مین امام تھے ولیکن حدیث کی روایت مین حافظہ و بر کھ کم ہے یعنے اچھی طرح حفظ
نہین رکھتے تھے یا سادگی وصلاحیت سے جو کوئی روایت کرتا اُس سے روایت لے لیتے تھے اسیواسطے ابو حاتم الرازی رح
نے کہا کہ مین اُنسے روایت نہین کرتا اور ابو جعفر العقیلی رح نے کہا کہ منفرد روایتین لاتے ہین اقول اس روایت کو حاکم و بیہقی و
ابن مردویہ نے روایت کیا ہی اور حاکم نے دعوی کیا کہ اسکی اسناد صحیح ہی ابن کثیر رح نے کہا کہ شیخ شہاب الدین ابو شامہ رح نے
شرح الشاطبیہ مین نقل کیا کہ امام شافعی رح نے ایک شخص سے سنا کہ وہ نماز مین یہ تکبیر کہتا ہی تو کہا کہ تو نے خوب کیا اور سنت
طریقے سے عمل پایا۔ یہ قول مقتضی ہی کہ حدیث مذکور صحیح ہی۔ پھر قراء رحمہم اللہ تعالے نے اختلاف کیا کہ کس موقع پر تکبیر کہی جاوے
اور کیونکر تکبیر کہی جاوے بعض نے کہا کہ جب سورۂ واللیل اذا یغشیٰ ختم ہو تب تکبیر کہے پھر والضحیٰ شروع کرے

الخ کے تحت مین لکھا کہ امام بغوی نے معالم مین کہا کہ اتقی سے مراد سب مفسرین کے نزدیک ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہین محمد بن اسحق تابعی نے لکھا کہ بلال بن رباح رضی اللہ عنہ خاندان بنی جمح مین سے بعض کے مملوک تھے اور سچے اسلام لائے قلب پاکیزہ رکھتے تھے اور امیہ بن خلف جمحی نے انکو اپنے غلام کی طرح عذاب کرنا شروع کیا جب آفتاب سے خوب گرم ہوتا اور لون آگ کی طرح ہو جاتی تو انکو پیٹھ کے بل لٹا کر اوپر سے بھاری پتھر رکھتا تھا اور کہتا کہ برابر یہی کرون گا جب تک کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کفر نہ کرے یا مر جاوے اور بلال رضہ برابر اس حال مین احد احد کہے جاتے تھے محمد بن اسحق نے کہا کہ مجھسے ہشام بن عروہ نے اپنے باپ عروہ بن الزبیر سے روایت کی کہ ایک روز اسی حالت مین اُس طرف ابوبکر رضہ کا گذر ہوا تو آپ نے امیہ لعین سے کہا کہ تو اس مسکین پر یہ ظلم کرتا ہے اور خدا سے نہین ڈرتا ہے اُس ملعون نے جواب دیا کہ تم ہی نے اسکو خراب کیا ہے اب اس حالت سے نکالو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا میرے پاس ایک غلام ہے (بڑا مالدار ہے وہ مال میرا ہے) وہ تیرے دین پر ہے اسکے عوض مین بلال کو لیتا ہون اُسنے کہا کہ مین نے بیچا۔ حضرت صدیق رضہ نے بلال کو لے لیا اور وہ غلام دیدیا اور بلال کو خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین لا کر آزاد کر دیا اور یہ بلال رضہ ساتوین غلام ہین جنکو آزاد کیا یعنے انکے علاوہ چھ مملوک اسلام پر آزاد کیے انمین سے ایک عامر بن فہیرہ ہین جو قدیم الاسلام تھے اور ہجرت کے بعد جہاد بدر و احد مین لڑے اور بیر معونہ مین عامر بن طفیل کے ساتھیون نے غدر سے ان کو شہید کیا اور کافرون کے رو برو ملائکہ انکا جنازہ آسمان کو اُٹھالے گئے اور یہی حال دیکھکر انکا قاتل فوراً ضحاک بن سفیان کلابی کے پاس گیا اور ایمان لایا اور بہت لوگ یہ واقعہ دیکھکر مسلمان ہو گئے۔ دوم حضرت ابوبکر الصدیق رضہ نے ام عمیس کو آزاد کیا پس اسکی آنکھین جاتی رہین تو مشرکون نے کہنا شروع کیا کہ ارے کمبخت تو صابیہ ہو گئی تو بی بی لات اور بی بی عزی نے تیری آنکھین لے لین۔ اُس مومنہ نے جواب دیا کہ تم قطعاً جھوٹے ہو قسم ہے رب کعبہ کی ہرگز لات وعزی مین نفع یا ضرر کی کچھ طاقت نہین موجود ہے پس اللہ تعالے نے اُسکی آنکھین روشن کر دین سوم وچہارم مسماۃ نہدیہ و اُسکی دختر کو اسلام پر آزاد کیا اور معاملہ یہ ہوا کہ یہ دونون ایک عورت عبدریہ کی لونڈیان تھین اتفاق سے ایک روز وہ عورت ان دونون کو لکڑیان لانے کے لیے بھیجتی تھی اور یہ کہتی تھی کہ قسم ہے کہ تم دونون کو کبھی آزاد نہ کرونگی۔ اتنے مین حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اُدھر سے گذرے اور یہ کلمہ سنکر فرمایا کہ اے ام فلان ہرگز یہ کلمہ مت کہہ۔ وہ بولی کہ ضرور کہونگی تم ہی نے ان دونون کا دین بگاڑا ہے تم ہی آزاد کرو گے فرمایا کہ کتنے مین۔ وہ بولی کہ اسقدر لونگی۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا مین نے انکو لیا اور دونون کو فرمایا کہ تم دونون کو اللہ تعالے کے واسطے مین نے آزاد کیا۔ پنجم ایک لونڈی فلان خاندان کی اسلام لائی اور وہ لوگ اسپر عذاب کرتے تھے حضرت صدیق رضہ نے اُسکو خرید کر آزاد کر دیا۔ سعید بن المسیب تابعی کبیر نے فرمایا کہ مجھے خبر پہونچی کہ (جب رسول اللہ صلعم نے صدیق رضہ سے بلال رضہ کا دُکھ بیان کیا اور ابوبکر رضہ وہان گئے اور امیہ بن خلف سے گفتگو ہوئی) ابوبکر رضہ نے فرمایا کہ تو اسکو فروخت کرتا ہے وہ راضی ہو گیا مگر اس شرط سے کہ آپ اسکے عوض مین اپنا غلام فسطاس مع مال کے دیجئے۔ فسطاس حضرت ابوبکر کا غلام تھا آپ کے واسطے تجارت کیا کرتا تھا اور دس ہزار نقد و لونڈی غلام اور جانور رکھتا تھا۔ امیہ بن خلف نے یہ سب مانگا اور حضرت ابوبکر رضہ نے اس سے پہلے بارہا فسطاس کو اسلام پر آمادہ کیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ جو مال تیرے پاس ہے وہ بھی

رخصت ہو کر نور سبز میں اترا وہ بھی سرادق غیب کے پیچھے تھا وہاں میں نے حضرت امیر المومنین عمرو بن الخطاب رضی سے ملاقات
کی اور میں نے آپ سے حضرت ابوبکر و حضرت علی کی گفتگو اور بعض امور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوئے
تھے بیان کیے اور خلاصہ یہ کہ آپ نے بھی ہبہ فرمایا حضرت ذوالنون المصری رحمہ اللہ تعالے سے ملاقات کا حال بیان کیا
کہ میں نے ذوالنون سے کہا کہ آپ اپنا معبود ٹھہراویں جو آپ کا عین متصور ہو اور جو کچھ آپ نے اُس سے تصور کیا وہ خطا نہ
جانیے اور ایک حیرت آپکو دوسری حیرت سے مانع نہو بس شیخ نے نفی و اثبات دونوں کو جمع کیا۔ لیس کمثلہ شیٔ وہو السمیع البصیر
یہ عین متصور ہو اور متصور اس سے خالی نہیں ہو۔ ذوالنون رح نے کہا کہ یہ علم مجھسے فوت ہو گیا اور اب مجھے ظاہر ہوا ولیکن
اب کون شخص ہے جو میرے واسطے حاصل کرے میں تو اُسی حال پر قبض کر لیا گیا۔ میں نے کہا کہ اے ذوالنون ہمارا مولی عزوجل
فرماتا ہو وبدا لہم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون۔ اور علم حق کسی وقت و جگہ و حالت و مقام و زندگی سے مخصوص نہیں ہو بس
ذوالنون نے کہا کہ جزاک اللہ خیرا۔ مجھے وہ ظاہر ہوا جو مجھے معلوم نہ تھا اور تو نے مجھے عطیہ دیا اور آیندہ ترقی کا دروازہ میرے
لیے کھل گیا ۔ع۔ مترجم کہتا ہو کہ شیخ رح کا قول (عین متصور ہو اور متصور اُس سے خالی نہیں ہو) بعض حواشی میں اسکے
یہ معنے بیان کیے کہ واجب عین ممکن ہے صرف اعتبارات کا فرق ہو تو واجب عین متصور ہو جو ممکنات سے متصور ہو
اور جو کچھ ممکنات میں سے متصور ہو وہ واجب سے خالی نہیں ہو۔ ھ۔ مترجم کہتا ہو کہ میرے نزدیک یہ غلط شرح ہے اور صواب
یہ کہ اس قول کے یہ معنے ہیں کہ لیس کمثلہ شیٔ۔ میں اللہ تعالے نے نفی فرمائی کہ کوئی اُسکے مثل نہیں ہے اور یہ تصور
عین واجب ہو اور قولہ وہو السمیع البصیر۔ تصور ممکنات ہے اور واجب عزوجل کی اس صفت کا تصور محال
ہے ولیکن بصیرت سے جو تصور کیا گیا واجب اُس سے خالی نہیں ہو کیونکہ ظہور تجلی صوری اسمیں ممکن ہو بس اگر تصور ہی
تک واجب ہو تو غلط ہو بس واجب اپنے معبود کو صرف تصور تک نہ رکھے اور مراد تصور سے یہاں منطقی عوام کی اصطلاح نہیں
ہے بلکہ علم ہے جو بہ نسبت روح کے بمنزلہ تصور ہے۔ پھر واضح ہو کہ یہ قصہ اس امر کی مثال کہ بعد موت کے معرفت الٰہیہ
میں بھی ترقی ہو سکتی ہو۔ اسطرح ہو سکتا ہو کہ عارف زندہ اسکو اپنے ساتھ لیجاوے جیسے **شیخ شہاب الدین مقتول** کے
حال میں لکھا ہے کہ بعض عارفین نے فرمایا کہ اس شخص کو یہ غلط واقع ہوا کہ اُس نے عقل کے مقام کو روح خیال کیا
حالانکہ علم کے حجاب میں رہگیا اور شاید کوئی عارف آوے جو اُسکو یہاں سے نکال لے جاوے اسی طرح شیخ رح نے اس
بیان میں ظاہر کیا کہ میں نے شیخ ذوالنون کو اس مقام سے نکال لیا اسی وجہ سے لکھا کہ شیخ ذوالنون رح نے اس عطیہ کا
شکریہ ادا کیا فافہم واللہ سبحانہ تعالے اعلم **مقام دوم** بحث محبت ہو اور عامہ اہل عرفان نے مصرح بیان کیا کہ
رب عزوجل کی جناب میں وصول بفنائے نفس بطریق محبت ہے اور بدون محبت کے حصول نہیں ہو سکتا غیر ازینکہ کبھی
محبت بارادت ہوتی ہو جیسے عامہ مریدین میں ہو اور کبھی بندہ محبوب ہوتا ہو جیسے حضرت موسی علیہ السلام کو یا حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کمال عطا فرمایا اور اسکی کیفیت کو شیخ رح نے قولہ تعالے یوم نبطش البطشۃ الکبری انا منتقمون الآیہ کے تحت
میں بیان طویل لکھا ہے ولیکن ایسے پیرایہ سے ہے کہ عوام کی سمجھ وہاں تک نہیں پہونچتی ہو بلکہ برخلاف ہدایت کے
خوف ضلالت ہے اسلیے میں نے اُسکے ترجمہ سے اس مقام پر قلم روک لیا (فائدہ) خطیب [illegible] قولہ تعالے سیجنبہا الاتقی الذی

ہی کہ محشر مین ندا کی جائیگی کہ ہر ایک اپنے معبود کے پیچھے جاوے اور ہر ایک گروہ کے واسطے اُسکے معبود کی صورت ظاہر ہوگی تو وہ اُسکے پیچھے جاویگا اور مومنین فقط کھڑے رہ جاوینگے تو اللہ تعالے انکے واسطے ایک تجلی فرمائیگا برخلاف حقیقت کے یعنے یہ تجلی صورت کے التباس مین ہوگی اور فرماویگا کہ تم لوگ کیون نہین جاتے ہو مومنین عرض کرینگے کہ ہم نے اپنے معبود کو ابھی تک نہین دیکھا- ارشاد ہوگا کہ مین ہون- یہ عرض کرینگے کہ معاذ اللہ ہم تیرے دھوکے مین نہین آتے ہمارا رب عزوجل اللہ الواحد الصمد الخ ہی- پھر اس تجلی کو رفع فرماکر ظہور فرماویگا تو یہ لوگ سجدے مین گر ینگے الحدیث- بالجملہ صورت کا تصور غلط ہے اور اللہ تعالے عزوجل پاک ہی کہ وہ تصور مین آوے بس وہ اپنے معتقد کی صورت دیکھیگا پھر تصوری عقدہ منحل ہوجاویگا تو اعتقادی حالت پاش پاش ہوجائیگی جیسے کفار مین مکڑی کے جالے کی مثال بیان فرمائی جو دنیا مین جسمانی حواس تک ہی اور بعد موت جسم کے یہ ڈھانچا کھل جاویگا تو جالا بھی مٹ جاویگا اسی طرح اصلی تجلی سے اُسکا تصوری اعتقاد مٹ جاویگا تو مشاہدہ حقیقت سے ترقی ہوئی- اور علمی ترقی کی مثالین بے شمار ہین ازانجملہ وہ خواب ہی جو مین نے سابق مین نقل کیا کہ بعض ائمہ صالحین کو خواب مین دیکھا گیا انھون نے اپنے زمانہ کے بعد صالحین کو منازل عالیہ مین بیان کیا اور عمر بن عبید معتزلی کو پوچھا تو کہا کہ اُسکی نسبت حکم ہوا کہ تو اللہ تعالے پر اپنی طرف سے حکم لگایا کرتا تھا تو اسکو جہنم مین لے جاؤ شیخ رح نے لکھا کہ ہم نے کتاب التجلیات مین جہان مکاشفہ مین اصحاب عرفان و ائمہ مقربین سے ملاقات کا حال بیان کیا ہی وہان ترقی بعد الموت کی صورت بیان کی ہی مولانا بحر العلوم رح نے لکھا کہ شیخ رح نے کتاب التجلیات مین حضرت خلیفہ رسول اللہ ابوبکر الصدیق و امیر المومنین حضرت عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالے عنہم سے لقاء ذکر کیا اور حکایات لطیفہ بیان فرمائی ہین اور لکھا کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے مجھسے فرمایا کہ تو میرا بھائی ہی مین نے شکریہ کے ساتھ اسکو قبول کر کے سرفرازی پائی پھر مین نے عرض کیا کہ حضرت ابوبکر کہان ہین آپ نے فرمایا کہ وہ آگے ہین- مین نے عرض کیا کہ مجھے یہ آرزو ہے کہ اُنسے ملاقات کر کے دریافت کرون جیسے مین نے آپ سے دریافت کیا- حضرت رض نے فرمایا کہ تو وہ نور سفید دیکھتا ہی جو سرادق الغیب کے پیچھے ہے- مین نے کہا کہ جی ہان پھر مین آپ سے رخصت ہوکر وہان داخل ہوا اور سرادق الغیب کے پیچھے نور سفید مین جاکر مین نے پایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منبر نور پر تکیہ لگائے ہوے مغرب کی جانب متوجہ ہین اور آپ کے اوپر سونے کا حلہ اس قدر نورانی ہی کہ آنکھین چکاچوند کھاتی ہین اور ہر طرف سے آپکو نور محیط ہے اور آپ سر جھکائے ساکت ہین کچھ کلام یا جنبش نہین کرتے ہین- مین نے آپ کو دو مرتبہ آواز دی تاکہ آپ متوجہ ہون اور مجھے پہچانین پھر جب آپ نے سر مبارک اُٹھایا تو معلوم ہوا کہ وہ مجھے اسقدر پہچانتے ہین جس قدر مین خود اپنے آپ کو نہین پہچانتا ہون- مین نے عرض کیا کہ کیف الامر یعنے معاملہ کیونکر ہی آپ نے فرمایا کہ وہ یہ مجھے دیکھ رہا ہی- مین نے عرض کیا کہ حضرت علی رض نے مجھسے ایسا ایسا ارشاد فرمایا ہی آپ نے فرمایا کہ علی رض نے سچ کہا اور مین نے سچ کہا اور تو بھی سچا ہی مین نے عرض کیا کہ پھر مین کیا کرون آپ نے فرمایا کہ وہ کر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مین نے عرض کیا کہ وہ تو آپ کا مقام ہی آپ نے فرمایا بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے مین نے عرض کیا کہ حضرت سچ فرماتے ہین لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مقام آپکو ہبہ فرمایا ہے آپ نے فرمایا کہ پھر مین نے تجھے ہبہ کیا- مین نے عرض کیا کہ وہ تو حضور کے قبضہ مین ہی آپ نے فرمایا کہ اچھا لے وہ مین نے تجھے ہبہ کیا- پھر مین آپ سے

ہوجاوینگے اور قبل اسکے جب تک اللہ تعالے نے فیصلے کے لیے حجاب مرتفع نہین فرمایا اُس وقت تک آفتاب انکے سرون پر ہوگا اور اندھیرا نہوگا اور بعد ظہور جلال کے کافرون کو ان آنکھون سے کچھ نظر نہین آویگا اسی وجہ سے کفار اُس روز اپنے رب عزوجل سے محجوب ہونگے حالانکہ ایک ہی میدان مین سب مومنون کے ساتھ جمع ہونگے اور اسی مقام سے معلوم ہوا کہ جنت مین اگر ایک عالی مرتبہ کے ساتھ اُسکی اولاد وغیرہ ملا دیے گئے تو جنت کی نعمتین کھانے پہننے مین مشترک ہونگے ولیکن عین نعمت یعنے دیدار حضرت جل شانہ اسکو دن مین دو مرتبہ ہوگا اور اُسکے عیال کو بعض کو ایک مرتبہ اور بعض کو ہفتہ مین اور بعض کو مہینہ مین اور بعض کو سال مین ایک مرتبہ ہوگا کیونکہ دیدار قدس تو بحسب نور بصیرت ہی جیسے دنیا مین ایک ہی گھر مین یہ لوگ جمع تھے مگر ایک عالم تھا اور دوسرا عارف تھا وعلی ہذا القیاس بصیرت کی راہ سے اُن مین تفاوت ہوتا ہی فافہم واللہ تعالے اعلم **مولانا بحر العلوم** رحمہ اللہ نے لکھا کہ پھر واضح ہو کہ علمار کشف وشہود نے بعد موت کے علمی ترقی درباب ولایت سے بھی انکار نہ کیا مگر چند لوگون نے البتہ انکار کیا جیسے **علاء الدولہ سمنانی** وغیرہ اور ان لوگون نے انکار کسی کشف وشہود کی بنیاد پر نہین کیا بلکہ محض تخمینہ وگمان ہی کیونکہ اصحاب کشف وشہود کے سردار **شیخ اکبر محی الدین بن العربی** قدس سرہ جو خاتم الولایۃ صاحب مقامات رفیعہ وکاشف اسرار الوجود ہین اپنی کتاب فصوص الحکم مین حیات آخرت مین علمی ترقی حاصل ہونے کو صریح بیان فرماتے ہین چنانچہ فص شعیبی مین لکھتے ہین کہ جب پردہ کھلتا ہی تو حق سبحانہ تعالے ہر ایک کے لیے ظاہر ہو جاتا ہے مگر اُسی پیرایہ سے جو اُسکا اعتقاد ہی اور کبھی اُسکے اعتقاد کے برخلاف بھی حکم مین ظاہر ہوتا ہی اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ وبدا لہم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون یعنے ظاہر ہوا اُنکے واسطے جو وہ گمان نہین رکھتے تھے۔ ھ یعنے آخرت مین وہ ظاہر ہوا جو دنیا مین اُنکے خیال مین نہین تھا ۔ھ۔ اور یہ معاملہ اکثر تو حکم مین ہوتا ہی جیسے معتزلی کو یہ اعتقاد تھا کہ گنہگار کے حق مین جو سزا کا حکم ہی جب وہ بغیر توبہ کے مرے تو وہ سزا نافذ ضروری ہی پھر جب وہ مرا اور اللہ تعالے کی عنایت سابقہ مین وہ مرحوم ٹھہرا ہی کہ اُسکو عذاب نہین کریگا تو عاصی نے اللہ تعالے کو غفور رحیم پایا پس اللہ تعالے کی شان سے اُسکو وہ بات ظاہر ہوئی جو اُسکے گمان مین نہ تھی اور کبھی یہ بات (ہویت) مین ہوتی ہی یعنے ذات مجموعہ صفات باری تعالے مین خلاف اعتقاد ظہور ہوتا ہی مثلاً بعضے بندے اُسکی عبادت مین تصور قطعی کرتے ہین کہ وہ ایسا و ایسا ہی پھر جب پردہ کھلا تو اُسنے اپنے معتقد کی صورت دیکھی (معتقد بفتح قاف بصیغہ مفعول وہ چیز جو اُسنے اعتقاد مین جمائی تھی) اور وہ حق ہی تو اُسکا اعتقاد کیا اور عقدہ کھل گیا تو اعتقاد جاتا رہا اور علم بمشاہدہ نے عود کیا اور نظر جو بعد موت کے حاصل ہوئی اُسکے بعد کُند نہین ہوتی ہے پس بعض بندونکو تجلی صوری کے برخلاف دیدار مین ظاہر ہوتا ہی تو کشف غطا سے پہلے جو اعتقاد تھا اُسکے خلاف اُنکو ہویت مین عیان ہوا ۔ھ مترجم کہتا ہی کہ اگر مین اس سب کی شرح کرون تو دفتر دراز ہو جاوے لیکن اخیر جملہ یعنے ہویت مین ترقی کے متعلق استقلال بیان کرنا کافی ہی کہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید۔ یعنے ہم نے تیرا پردہ کھول دیا تو آج تیری نظر تیز ہے۔ ھ۔ اور خلاصہ بیان یہ کہ اس بندے نے اپنے اعتقاد مین حق عزوجل معبود کی ایک صورت جمائی اور بعد پردہ کھلنے کے اُسنے اپنے اعتقاد کی صورت دیکھی اور یہ صورت تحقیقی ہی اور ہر ایک کے واسطے ایسا واقع ہوگا چنانچہ حدیث مین

بندے کو اپنی نوع مین استعداد اعلیٰ عطا ہوئی تو اسپر (وجہ اعلیٰ) سے تجلی ہو اور یہ بجسب اسم اعلیٰ کے جمیع صفات کو شامل ہے اور (وجہ ربہ) خود (ربہ الاعلیٰ) ہی۔ ھ۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ نکتہ لطیف شریف ہی اور واضح ہو کہ یہ غایت منزلت اتقی ہی اور متواتر روایات سے معلوم ہوا کہ اس صفت مین اول حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہین اور یہ بات ظاہر ہی کہ جب آپ اس امت مین اعلیٰ درجہ کے صدیق ہین تو باقی امتون کے صدیقین سے آپ بدرجہ اولیٰ افضل و اعلیٰ ہین تو تمام اولین و آخرین مین سب صدیقین سے آپ کا مرتبہ اعلیٰ ہی اور آپ کے واسطے انتہائے منزلت یہ ہی یعنے (ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ) اور یہ مرتبہ حضرت سرور عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اللہ تعالےٰ کے نام پاک کی تسبیح مین ارشاد ہوا ہی بقولہ تعالےٰ (سبح اسم ربک الاعلیٰ) تو صدیقین کا انتہائے مرتبہ ختم ہوا اور اُسکے بعد نبوت کا مرتبہ شروع ہوتا ہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ نبوت مین سب سے اعلیٰ ہین تو آپکے لیے اس مرتبہ کو تسبیح کرنیکا مرتبہ قرار دیا سبحان اللہ تعالےٰ شانہ لا الٰہ الا ہو (قولہ) ولسوف یرضیٰ۔ اور عنقریب وہ بندہ اتقی ضرور راضی ہو گا۔ یعنے جب وہ مقام عین الجمع و شہود ذاتی مین مشاہدہ پاویگا اور مقام تفصیل مین فناء کے بعد بقاء کی حالت مین مشاہدہ ہو گا اور ہم نے حالت بقاء اسلیے کہا کہ رضاء مقتضی ہی کہ وجود مع وصف حاصل ہو واللہ سبحانہ تعالےٰ ہو العلیم الحکیم واضح ہو کہ شیخ ابن العربی رح نے عالم مشاہدہ مین روحانی عروج مین حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حضوری حاصل کی جسکا بیان خود لکھا ہی اور یہ بھی واضح ہو کہ عالم مین اللہ تعالےٰ نے جواہرات مین خاص استعداد فطری مخلوق فرمائی ہی اور عالم ارضی و سماوی مانند مقناطیس و قطب مین ارتباط ہی جو جہان مین مشہور ہی اور عجب کہ مقناطیس کے دو ٹکڑے باہم جذب ہو کر مل جاتے ہین اور سوئی وغیرہ لوہے کو جذب کر لیتا ہی پس استعداد فطری بالفت و محبت منوط و مربوط ہین اور ہم ان باتون کو شیخ ابن العربی رح کے کلام سے خلاصہ ترجمہ کرتے ہین تاکہ صاحب استعداد خود اس اشارہ سے بتوفیق الٰہی سبحانہ فائدہ پاوے واسال ربی الاعلیٰ رضاہ و رضوانہ و ہو مولائی حسبی و نعم الوکیل (مقام اول) مولانا بحر العلوم رح نے حواشی رسالہ زاہدیہ مین لکھا کہ (کیا بعد دنیاوی کے آخرت مین بھی ترقی علمی ہوتی ہی یا نہین ہوتی ہی۔ بعض نے انکار کیا اور بعض نے اثبات کیا (ولیکن) جو لوگ حیات آخرت مین علمی ترقی سے منکر ہین وہ فقط یہ کہتے ہین کہ جو علوم کہ معرفت الٰہی اور ولایت سے متعلق ہین وہ نہین بڑھتے ہین۔ رہا سوائے اسکے دیگر علوم جدیدہ کا وہان حاصل ہونا تو اس سے نہ کسی مسلمان نے انکار کیا اور نہ کسی حکیم فلسفی نے انکار کیا اور انکار کیونکر ہو سکتا ہی یہ بات صاف ظاہر ہی کہ کافرون نے جنت و رسالت و اپنا باطل ہونا بلکہ آخرت مین زندہ ہونا کچھ نہین جانا تھا حالانکہ موت کے بعد یہ سب باتین جان لینگے اور اہل جنت مقام نعمت مین ہونگے اور اہل جہنم مقام عذاب مین ورو مند ہونگے۔ یہ علم ظاہر ہے اور اہل اسلام مین سے کسی نے اسکا انکار نہین کیا اور نہ انکار کی مجال ہی کیونکہ یہ سب قطعی ضروریات مین سے ہے مترجم کہتا ہی کہ نکتہ یہ ہی کہ جو علوم متعلق بروحانیات ہین وہ کفار کے نہین بڑھ سکتے ہین کیونکہ بدن جو آلہ ترقی ہے وہ بدار رہے اور اگر تغیر ممکن ہوتا تو جب کافر نے بعد مرگ کے وہان کے حالات دیکھے تھے تو منکر و نکیر سے کہتا کہ مین مومن ہون ولیکن وہ بدستور (ہا ہا) کہہ کے نادانی ظاہر کریگا اور قیامت مین باوجودیکہ زمین اپنے رب کے نور سے نہایت روشن ہو گی پھر بھی کفار کے واسطے روز قیامت نہایت تاریک ہو گا اسلیے کہ اگر نظر آتا تو اس آنکھ سے آفتاب وغیرہ کی روشنی مین نظر آتا اور اس دن اول تو اس آنکھ کا نور مستور ہو گا کیونکہ روحانی ظہور ہو گا جیسے دنیا مین برعکس ہی اور دوم اس روز آفتاب وغیرہ بے نور

اقول اس نار عظیمہ کی لپٹ جمیع مراتب الوجود کو حاوی ہے اسی نار کبریٰ میں حجاب غلیظ و قہر و غضب و تعذیب آثار شامل ہیں اسکا بیان شیخ رح نے قولہ تعالےٰ یصلی النار الکبریٰ۔ میں لکھ دیا ہے (قولہ تعالےٰ) لا یصلاہا الا الاشقی الخ۔ الاشقی۔ اللہ تعالےٰ سے شرک کرنیوالا خبیث مشرک جسکی ذات خبیث ہے۔ الذی کذب و تولی۔ اُسنے اللہ تعالےٰ کی ذات پاک کو جھوٹ جانا کیونکہ وہ مشرک ہے اور وہ دین حق سے منھ پھیرتا ہے (قولہ تعالےٰ) وسیجنبہا الاتقی۔ الاتقی اس نار کبریٰ سے جمیع مراتب وجود میں دور رکھا جاتا ہے اتقی کی شان حقیقت میں یہ ہے کہ مقام عین الجمع میں سوائے اللہ تعالےٰ کے سب سے بچا ہوا متقی ہے اور فقط اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے ایمان و آثار میں مستغرق ہو مترجم کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں لوگ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کے معنے کم سمجھتے ہیں اسی وجہ سے اسلام و تقوی کے معنے نہیں سمجھ میں آتے ہیں اور خالی لفظ کے لغوی معنے جاننا کچھ مفید نہیں ہے بلکہ مطلب تو یہ ہے کہ کیفیت ایمانیہ دل میں پیدا ہو اور یہ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے ہوتا ہے۔ شیخ رح نے لکھا کہ متقی کے مراتب ہیں چنانچہ دوسرا مرتبہ یہ کہ صفات تک ہو تو یہ بندہ اگرچہ عالی درجہ میں ہے اور اُسکے گناہ مغفور ہیں ولیکن ابرار و مقربین سے نیچے ہے کیونکہ ذات قدس تک نہیں پہونچا ہے (قولہ) الذی یوتی مالہ یتزکی۔ یہ بندہ اتقی اپنے مال کو ایسی حالت میں نام الٰہی پر صدقہ کرتا ہے کہ جس حالت میں وہ پاکیزہ ظاہر و باطن سوائے حق تعالےٰ کے جملہ انداد و اغیار کی لوث سے پاک ہے حتی کہ اسکو لحظہ بلحظہ بھی کسی غیر سے التفات نہیں ہے اور خفی لوث سے بھی پاک ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ نہایت اعلیٰ مرتبہ ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ قلب صدیق کس اعلیٰ شان پر ہوتا ہے وللہ الحمد والمنہ اور جسنے نور ایمانی سے مرتبہ صدیق پہچانا تو وہ خوب جان جائیگا کہ مرتبہ نبوت اس قدر اجل مرتبہ عبودیت ہے کہ قیاس میں نہیں آسکتا ہے اور ہم لوگ اُس مرتبۂ عالی کے ادراک شان سے عاجز ہیں اور اپنے رب ارحم الراحمین کے فضل و رحمت سے امیدوار ہیں کہ آخرت میں ان بندگان مقربین ابرار کی زیارت سے سرفراز ہوں اور جو کچھ امید ہے اُسکو ہمارا رب رحیم خوب جانتا ہے ولیکن اپنی حقارت پر نظر کرکے ہم شرم سے اُسکو زبان سے ادا نہیں کرسکتے ہیں وحسبنا اللہ ونعم الوکیل (قولہ تعالےٰ) وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی۔ خلاصہ یہ کہ اتقی موصوف یہ مال کسی کے احسان وغیرہ کے مکافات و عوض میں نہیں دیتا بلکہ خالص از روئے وجہ ربہ الاعلیٰ ہے اور اسکے ساتھ میں کسی دوسری چیز کا لگاؤ نہیں ہے اگر کہا جاوے کہ (وجہ ربہ) کی صفت (الاعلیٰ) بیان فرمانے میں کیا نکتہ ہے حالانکہ اس کلام پاک سے بجائے اعلیٰ معارف قدس کے فلسفی منافق نے یہ کفر نکالا کہ رب اعلیٰ اللہ تعالےٰ ہے اور اُس سے نیچے رب ادنیٰ ہر نوع کے واسطے ایک رب ہوتا ہے اور یہ خیال محض باطل و شرک و الحاد ہے جسکو امام رازی نے مصرح بیان کرکے رد کر دیا ہے اور آیت میں رب عزوجل نے نام (ربہ) کی عظمت ظاہر فرمائی تو (الاعلیٰ) صفت بیان کی اور اس سے اصلی صفت کا اظہار مقصود ہوتا ہے یہ نہیں کہ یہ اعلیٰ ہے اور اسکے علاوہ کوئی اوسط و کوئی ادنیٰ بھی ہے بلکہ سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی رب نہیں ہے۔ جیسے رب العرش العظیم۔ میں عرش کی صفت (عظیم) ہے تو یہ مراد نہیں کہ کوئی عرش حقیر بھی ہے اور اسکی مثالیں بکثرت آتی ہیں تو یہ عام طور پر علماء کا جواب ہے اور شیخ عارف ابن العربی رح نے ایک نکتہ معرفت بیان کیا کہ یہاں (وجہ ربہ الاعلیٰ) اسلیئے فرمایا کہ یہ اتقی چونکہ اعلیٰ مرتبہ تقوی پر تھا تو (ربہ الاعلیٰ) اس صفت سے آیا یعنے ذات پاک مع جمیع صفات ہے۔ اور نکتہ یہ کہ اللہ تعالےٰ کے واسطے موافق ہر نام پاک کے وجہ ہے جسکے ساتھ تجلی فرماتا ہے اور یہ تجلی اُس بندے کے واسطے ہوتی ہے جو اسی استعداد سے یاد کرتا اور دعا و عبادت کرتا ہے تو اسماء صفات بحسب استعدادات ہیں اور جس

دونون جہان کا مالک وخالق ہی وہ جس طرح چاہے اپنی تصرف فرماتا ہی اور اُسکی شان مین بخل وغیرہ کسی قسم کا ذمیم گمان بھی باطل ہی تو دنیا وآخرت کے حاصل کرنے کی ہدایت اُسکی طرف سے حاصل ہونے مین کچھ روک نہین ہی۔ شیخ رح نے کہا کہ اسکا مفاد یہ کہ اللہ تعالے ہر بندے کو جو اُسکی طرف توجہ کرے جس لیاقت سے ہو اسکو وہی عطا فرماتا ہی مترجم کہتا ہی کہ ہر مقام سمجھنے کے واسطے اُس مقام کی لیاقت درکار ہی اور اس قاعدہ مین کسی عاقل کو ذرہ برابر شک نہین ہی مثال یہ کہ اگر کوئی شخص تحریر اقلیدس کی سینتالیسوین شکل سمجھنا چاہے تو کبھی نہین سمجھ سکتا ہی جب تک کہ وہ ابتدائی اصول موضوعہ وعلوم متعارفہ وجن اشکال متقدمہ کی ثبوت مین ضرورت ہی سب سے واقف نہو تب تک وہ نہین ثابت کرسکتا اور نہ سمجھ سکتا ہی اور اشکال متقدمہ ابتدا اُسے واقفیت چاہتے ہین۔ یہ تو ایک ریاضی فن کی ایک شاخ کا بیان ہی اور ریاضی کا علم جو اس طفلانہ کے مناسب ہی اسکی وجہ علوم حکمت مین مدلل بیان ہوئی ہی اور تجربہ سے دیکھو کہ حساب در یاضی وغیرہ بچون کو بہت جلد حاصل ہوتے ہین اور جب عمر جوانی پوری ہو جاوے اُسوقت بہت مشکل سے سمجھ مین آتے ہین تحقیر بچون کے پڑھانے والے علوم مین یہ حالت ہی اور اس سے بڑھکر علوم طبیعیہ ہین اور طبیعیہ سے بڑھکر علوم عقلیہ ہین اور علوم عقلیہ سے بڑھکر اسرار حکمت آلٰہیہ ہین تو یہان عالم مین جو اسرار حکمت آلٰہی جاری ہین اُنکے سمجھنے کے لیے پہلے ان تمام علوم مین لیاقت پیدا کرے تب جاکر علوم حکمت آلٰہی مین غور کرے اور ایسا عالم البتہ بدیہی یقین کرتا ہی اور اللہ تعالے کے اسرار حکمت کو حق مانتا ہی ولیکن آجکل بکثرت نادان بے سمجھے جانور کی طرح سر پھیر کر بدک جاتے ہین۔ اور اگر لیاقت ہوتی تو اللہ تعالیٰ کی شان اعلیٰ واجل کے سامنے خود فانی ہوتے اور یقین جانتے کہ ہدایت کا دار ومدار اللہ تعالے ہی پر ہی اور بے شک دنیا وآخرت اُسی کی بادشاہت ہی۔ شیخ رح نے لکھا کہ جو کوئی بندہ اپنے رب تبارک وتعالے کی طرف متوجہ ہوتا ہی اور اُسی کے واسطے اسلام لاتا یعنے ظاہر وباطن اُسی کے حضور مین گردن جھکائے رہتا ہے تو اللہ تعالے اُسکو محروم نہین فرماتا ہی اور جس بندے نے سب چھوڑ کر خالص اللہ تعالے ہی کو چاہا تو وہ دنیا وآخرت سے اوپر پہونچا اللہ تعالے اُسکو ثواب دنیا اور ثواب آخرت سے محروم نہین رکھتا ہی کیونکہ جسنے سب سے بالا منزل اعلیٰ کو اختیار کیا تو جو منزلین اس سے نیچے ہین سب اُسکے قدم کے نیچے ہین اسیواسطے اہل کتاب کے حق مین فرمایا لاکلوا من فوقهم ومن تحت ارجلهم۔ یعنے اگر اہل کتاب مستقیم ہوکر ایمان لاتے تو اپنے اوپر سے اور پاؤن کے نیچے سے کھاتے۔ ھ۔ یعنے منزلت اعلیٰ مین پہونچنے والے کو یہ خوف بیکار ہی کہ وہ کہان سے کھائیگا جیسے مدینے کے یہودی عالمون کو یہ دغدغہ وخوف تھا کہ اگر ہم ایمان لاکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہون تو یہودی عوام بھی مسلمان ہوکر ہمارے برابر ہو جائینگے جیسے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مین یہ طریقہ جاری ہے کہ جو غلام ایمان لائے ہین وہ اکابر صحابہ رض کے ساتھ بھائی بھائی کی طرح رہتے ہین تو یہ عوام یہودی بھی اسی طرح ہمارے برابر ہو جاوینگے اور اب ہم لوگون کو اپنا پیشوا بلکہ بادشاہ سمجھتے ہین اور نذرانہ لاتے ہین۔ یہ سب عزت وثروت جاتی رہیگی اسی قسم کے شیطانی خیالات نے اس مردود قوم کو گھیر لیا تھا اور اللہ تعالے عزوجل نے فرمایا کہ اگر یہ قوم استقامت سے بندگی مین داخل ہوتی تو ایسی بلندی پر پہونچتی کہ یہ دنیا اُس سے بہت نیچے ہی تو ضرور قدمون کے نیچے ہوتی۔ اور حدیث مین یہ بات ثبوت ہی کہ جسنے اللہ تعالے پر بھروسا کیا اللہ تعالے اُسکی دنیا کے امورات خود کفایت فرماتا ہی (قولہ) فانذرتكم نارًا تلظّى۔

یعنے دنیاوی زندگی مین ہم نے ہر ایک کی معیشت اسکو بانٹ دی ہی-ھ- اور آدمی کی معاش بدن اور روح دونون چیزون کے لیے ہی اور ہر ایک کے واسطے سعی جداگانہ ہی اور سعی کے واسطے مراتب کثیرہ ہین جیسے دنیا مین سلطان کے متعلقین وزیر و ندیم و جلیس و عامل و لشکری وغیرہ ہوتے ہین اسی قیاس سے حقیقت باقیہ کی سعی کرنے والے مرید اور مراد و عارف و محب و واصل و فانی وغیرہ ایسے مراتب تک ہین کہ وہان بیان و عبارت کام نہین کرتی ہی (قولہ) ولسوف یرضی شیخ جنید رح نے فرمایا کہ جب ہم راضی ہوتے ہین تو ہماری رضا کے انوار بندے کو پہونچتے ہین اور وہ مقام رضا مین متحقق ہوجاتا ہے کیونکہ مقام الرضا تک کوئی نہین پہونچ سکتا مگر وہی جس سے اللہ تعالے راضی ہو شیخ واسطی رح نے کہا کہ اس بندے کی تجارت کامل نفع ہی جسنے وجہ اللہ تعالے کو پایا ملخص العرائس ف شیخ ابن العربی رح نے لکھا کہ قولہ تعالے والیل اذا یغشی الخ شب تاریک نفس جب نور روح کو چھپاوے اور نہار روح جب روشن ہو اور انکین دونون کی اجتماع سے قلب پیدا ہوا کہ اسکا ایک رخ بجانب روح ہی اسکا نام فواد ہی جس سے معارف و حقائق حاصل کرتا ہی اور ایک رخ بجانب نفس ہی اسکو صدر کہتے ہین جس سے اسرار و معانی کو محفوظ رکھتا ہی- خالق حکیم نے تمام قدرت سے ذکر وانثیٰ کو پیدا کیا ہر شخص مین نر روح ہی اور مادہ نفس ہی اور دونون کے جوڑے سے قلب پیدا ہوا (قولہ) ان سعیکم لشتی- تمھاری سعی جدا جدا متفرق وجوہ مین ہی کیونکہ روح کی جانب جذب ہونے مین مراتب مختلفہ ہین اور نفس کی جانب مائل ہونے مین بھی مراتب بیشمار ہین پس نورانیت جس قدر غالب ہو اسی قدر روح کی جانب جذب زیادہ ہوگا اور تاریکی جس قدر غالب ہو اسی قدر نفس کی جانب میلان شدید ہوگا (قولہ) فامامن اعطی واتقی الخ تقوی یہ کہ جو چیزین حق سے مشغول کرنے والی ہین اُنسے جدائی اختیار کرے اور نفس کے میلان سے بچے اور حسنی کی تصدیق کرے یعنے ایمانی کمال کو علم سے جانے کیونکہ جب تک یہ تیقن نہو تب تک ترقی نہین کرسکتا ہی پس جس بندے نے ان باتون کو اختیار کیا تو اللہ تعالے اُسکو عروج کی توفیق دیتا ہی اور اُسکے یقین کو قوت دیتا ہی اور بیہودہ تعلقات قطع کرتا ہی (قولہ) وامامن بخل الخ جسنے مال دنیا کی محبت اختیار کی اور اُسکے جمع کرنے مین سعی کی اور محبت حق مین اُسکو دینے سے روکا اور معارج عالیہ کے حاصل کرنے سے بے پروا ہوا- اور سواے دنیا کے اُسنے آخرت و معالی درجات سے انکار کیا تو ایسے شخص کو توفیق نہین ملتی اور فطرت کے درجہ سے بھی قعر طبیعت مین اسفل السافلین مین گرجاتا ہی وہان کیڑے مکوڑون مین ملکر اپنی خواہشات سے محروم رہتا ہی (قولہ) وما یغنی عنہ مالہ الآیہ- اور جس مال کے حاصل کرنے مین اُسنے کوفت اُٹھایا اور ساری عمر جان کھپائی جب وہ غار جہنم مین گرا تو مال کچھ کام نہ آیا (قولہ) ان علینا للھدی- ہدایت ہمارے ذمہ ہی کسی دوسرے کو قدرت و قوت نہین ہی اسمین دو باتین جمع ہین ایک یہ کہ اللہ تعالی ہی ہدایت کو پیدا کرنے والا ہی جیسے آنکھ مین قوت باصرہ مثلاً وہی پیدا کرتا ہی اور دوسری بات یہ کہ جس شخص کو وہ چاہے وہی ہدایت لیتا ہی تو دونون باتین اسمین جمع فرمائین کہ ہدایت ہمارے ہی اوپر دائر ہی یعنے ہدایت کا تمام دار و مدار اُسی پر ہی شیخ رح نے لکھا کہ اللہ تعالے آگاہ فرماتا ہی کہ ہم ہی اسکو اپنی جانب ارشاد فرماتے ہین بنور عقل و حواس- اور ہم ہی دلائل عقلیہ و ہدایت نبوت مین جمع کرتے ہین اور ہم ہی سمجھنے کی ہدایت و قوت دیتے ہین (قولہ) وان لنا للآخرۃ والاولی- اور آخرت و دنیا ہمارے ہی واسطے ہی یہ صریح ہی کہ اللہ تعالیٰ ہی

حق مین نازل ہوئی ہے اور اس متواتر علم قطعی کے بعد جس فرقے نے انکار کیا وہ گمراہ فرقہ ہے جو فقط اپنے جی کا تابع ہے اور اللہ تعالیٰ و رسول کی راہ سے خارج ہے اور یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ جو گمراہ بے ایمان راہ حق سے منحرف ہو وہ کبھی اقرار نہین کرتا جبتک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسکو ہدایت نہو کیا نہین دیکھتے ہو کہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت آفتاب سے زیادہ روشن ہے ولیکن یہود وغیرہ کسی طرح اقرار نہین کرتے ہین رازی رح وغیرہ نے لکھا کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے واسطے ان آیات مین نہایت ہی بلند مرتبہ کے فضائل مذکور ہین اور سواے عارف کے کوئی ان فضائل کی بزرگیون کا اندازہ نہین کرسکتا ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واسطے (الصدیق) کا لقب بے مثل فضیلت ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہانتک ممتاز فرمایا کہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین کسی دوسرے کو یہ لقب نہین دیا گیا تو حجت تمام امت پر تمام ہے واللہ تعالیٰ ہو الہادی رازی رح نے لکھا کہ بلال رضی اللہ عنہ عبداللہ بن جدعان کے غلام تھے انھون نے مشرکون کے بتون سے بے ادبی کی تو مشرکون نے ابن جدعان سے شکایت کی۔ ابن جدعان نے بلال کو پکڑکر مشرکون کے حوالہ کیا اور سو اونٹ بھی دیے کہ اونٹون کو بتون کے نام قربانی کرو اور مشرکون نے بلال کو لیکر عذاب دینا شروع کیا حتی کہ سخت دھوپ مین جلتی ریگ پر لٹاتے اور گرم لوہے سے داغتے اور وہ یہی کہتا کہ احد احد۔ اس حالت مین اُس طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا آپ نے فرمایا کہ صبر کر کہ احد تجکو نجات دیگا اور آپ نے جاکر ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے یہ حال بیان کیا اور فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے عذاب کیا جاتا ہے۔ (مترجم کہتا ہے کہ شاید امیہ بن خلف لعین اپنے قبضہ مین کرکے عذاب کیا کرتا تھا) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک رطل سونا لیکر گئے اور مشرکون سے اُسکو خرید کر آزاد کردیا۔ مشرکون نے کہنا شروع کیا کہ یہ ابوبکر نے اس وجہ سے کیا اور اپنا مال برباد کیا کہ بلال کا کچھ احسان ابوبکر کی طرف تھا پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ مالاحد عندہ من نعمة تجزی الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلی ولسوف یرضی۔ رازی رح نے کہا کہ قولہ الا ابتغاء۔ استثناء ہے لیکن غیر جنس سے استثناء ہے جیسے اکثر بولتے ہین اور حاصل یہ کہ یہ کسی کی جزاے احسان نہین ہے مگر ابتغاء وجہ ربہ۔ ہے رازی رح نے لکھا کہ امام **ابوبکر الباقلانی** رح نے کتاب الابانہ مین ذکر کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق مین بھی ایک آیت وارد ہوئی ہے یعنے قولہ تعالیٰ انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم الآیہ۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جن محتاجون کو کھانا کھلادیا تھا وہ بھی خالص لوجہ اللہ تعالیٰ تھا جیسے حضرت ابوبکر رضہ کے حق مین ابتغاء وجہ اللہ تعالیٰ مصرح ہے لیکن دونون مین فرق یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آیت مین۔ انا نخاف من ربنا یوما عبوسا الآیہ مصرح ہے یعنے خوف عذاب قیامت سے نجات چاہی۔ اور ابوبکر رضہ نے خالص وجہ اللہ تعالیٰ کی خواہش کی بدون اسکے کہ ثواب کی طمع یا عذاب سے نجات کی نیت ہو پس ابوبکر رضہ کا مقام اعلیٰ واجل ہے (تفسیر کبیر) ف اشارات عرائس مین ہے کہ قولہ تعالیٰ واللیل اذا یغشی۔ قسم ہے شب قہر کی جب محرومون کو مشاہدہ حق سے پردہ کردے۔ والنہار اذا تجلی۔ اور قسم نہار مشاہدہ کی جب ارواح عارفین کے لیے تجلی کرے۔ **استاد** رح نے لیل اصحاب التحیر کو اور نہار عرفان کو لیا۔ **سہل** رح نے لیل تاریکی نفس لی اور نہار روح لی (قولہ تعالیٰ) ان سعیکم لشتی الخ **ابن عطاء** رح نے کہا کہ سعی ہر ایک کی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُسکے پیدا کرنے سے پہلے بانٹ دی ہے وقد قال تعالیٰ نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیاة الدنیا

حتی کہ جو لونڈیاں و غلام مسلمان ہوتے اُنکو خرید کر آزاد کیا کرتے تھے۔ صفت دوم (ما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ) یعنے اس اتقی کے ذمہ کسیکا حق نعمت نہین جسکی مکافات و جزا دینا لائق ہو۔ یہ صفت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق مین صادق نہین ہوسکتی ہے اسلیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش مین تھے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو ابو طالب سے لے لیا تھا اور کھلاتے پلاتے اور کپڑا پہناتے اور سب طرح پرورش و تربیت فرماتے تھے تو یہ ایسی نعمت تھی کہ اُسکی جزا واجب ہے یعنے اللہ تعالے اپنے رسول صلعم کو اسکی جزائے جمیل عطا فرما دیگا۔ یہان تو مقصود یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمہ ایسی نعمت موجود تھی جسکی جزا واجب ہے اور کسیکو یہ وہم نہ ہو کہ آپ کی ہدایت کا احسان سب پر ہے (جواب) وہ احسان قابل جزا نہین ہے لقولہ تعالے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الآیہ۔ یعنے اے محمد کہدے کہ مین تم سے اس ہدایت پر کچھ اجرت نہین مانگتا ہون۔ ف۔ اور بعض پیغمبرون سے ذکر فرمایا کہ اُسنے اپنی امت سے کہا کہ میری اُجرت کسی پر نہین سوائے اللہ تعالے کے۔ ف۔ خلاصہ یہ کہ پیغمبر کے ذمہ پر ہوتا ہے کہ امتی کو ہدایت فرماوے اور یہ نہین ہوتا کہ بادشاہی خزانہ سے انکو روزینہ پہونچاوے تو جب نان و نفقہ دیا تو یہ نعمت قابل جزا ہے پس یہ صفت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان مین صادق نہین آتی ہے اور ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ پر صادق آتی ہے بلکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنا مال و جان سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کیا کرتے تھے اور ہمیشہ اپنا مال حضور مین حاضر کیا کرتے تھے حتی کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مرض وفات مین خطبہ پڑھا گویا آخری خطبہ تھا تو اُس خطبہ مین فرمایا کہ اے لوگو آگاہ رہو کہ میرے ذمہ جس کسیکا کچھ حق سلوک (مالی نفع دینا) تھا مین نے اُسکا عوض دیدیا سوائے ابو بکر رض کے اور مجھے کسی کے مال سے فائدہ نہین پہونچا جیسا کہ ابو بکر رض کے مال سے مجھے آرام پہونچا اور ہم نے اسکی مکافات نہین کی بلکہ قیامت مین اللہ تعالے اُسکی جزائے جمیل عطا فرماویگا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ سنکر رونے لگے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابو بکر کا جان و مال سوائے آپ کے کسیکا نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ایک خطبہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ذکر و نصائح کے فرمایا کہ اللہ تعالے نے ایک بندے کو مختار کیا کہ وہ چاہے دنیا مین رہے اور چاہے آخرت مین آوے اُسنے اللہ تعالے کے پاس آخرت مین جو نعمت ہے وہ اختیار کی۔ ف۔ اس خطبہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت مزاج اچھی تھی۔ جو صحابی راوی ہین وہ کہتے ہین کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا حال بیان کیا تو ہم سب نے یہ جانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بندے کا حال بیان فرماتے ہین کسیکو کچھ علم نہین ہوا سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کہ وہ ایکبارگی رونے لگے اور رو رو کر آہستہ آہستہ یہ کہتے جاتے تھے کہ۔ بلکہ ہم آپ پر اپنے ماں باپ قربان کرین۔ ہم لوگون نے اُنکے رونے سے تعجب کیا کہ یہ کیا موقع رونے کا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بندے کا ذکر فرماتے ہین اور یہ بے فائدہ روتے ہین۔ پھر کھلا کہ وہ بندہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کا علم ہم سب سے زیادہ تھا۔ بالجملہ دونون آیتون کے ملانے سے صاف ظاہر ہوا کہ اتقی عند اللہ اکرم ہے اور آیت مین۔ الاتقی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہین اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس آیت کا مصداق اول نہین ہوسکتے ہین تو قطعاً ثبوت ہوا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ تمام امت سے افضل ہین مترجم کہتا ہے کہ کثرت روایات سے صاف معلوم ہے کہ صدر اول یعنے صحابہ رضی اللہ عنہم مین یہ بات معروف تھی کہ یہ آیت حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی

کہ جس قدر استرہ سے بال صاف ہوجاتے ہین پس فسخ کرنا ضرورت ہو نہین تو باہمی فساد مین کثرت ہوگی اور دین مین یہ امر خود
معلوم ہو کہ جو کوئی اتقی ہو وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک اکرم ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ آخر یہ بات سخت مضر پیدا ہوئی کہ لوگون کے
درمیان یہ عقیدہ ہوگیا کہ حسب و نسب عمدہ چیز ہے کہ شرع مین بھی اسکا اعتبار کیا گیا ہو اور رفتہ رفتہ عوام مین یہ خیالات سخت
ہوگئے اور اس سے ایسے عظیم فتن ہوئے کہ دنیا نے اپنا غلبہ پایا اور رعونت و جہالت چھا گئی اسی لیے اس زمانہ مین یورپ کے
عقلا نے اس قاعدہ کو بڑی کوشش سے گویا اپنے یہان مٹا یا لیکن چونکہ ان لوگون کی ساری کوشش فقط دنیا کے واسطے
ہو تو جس کسی نے دنیا حاصل کرنے کے علوم و فنون مین کمال حاصل کیا اُسکو وزیر اعظم تک مقرر کر لیتے ہین اگرچہ وہ اصل
مین موچی ہو۔ اور اہل الحق کے واسطے جو آخرت پر یقین رکھتے ہین چاہیے کہ دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی فضیلت مین کوشش کرین اور
وہ فقط تقویٰ ہو رازی رحمہ اللہ نے کہا کہ تقویٰ محسوس تھا تو اس محسوس چیز سے اسکو دلیل دیدی کہ جسمین تقویٰ بہتر دیکھو تو
جان لو کہ یہی بقدر اپنے تقویٰ کے اللہ تعالےٰ کے نزدیک اکرم ہو اور یہ دونون باتین باہم ملی ہوئی ہین جدا نہین ہوتی
ہین یعنے جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک اکرم ہے وہ ضرور اتقی ہو لیکن اگر اسطرح بیان ہو تو فائدہ حاصل ہو کیونکہ بدون وحی کے یہ
بات معلوم نہین ہوسکتی کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک اکرم کون بندہ ہو اور اس امر مین کوشش بھی غیر ممکن ہو ولیکن جب یہ فرمایا
کہ اکرم وہی ہو جو اتقی ہو تو ہر بندہ اتقی ہونے مین سعی کریگا۔ پس آیت مین گویا یہ سوال ہو کہ عرب مین بکثرت قبائل ہین اور ہر قبیلہ
اپنے اپنے مکارم اخلاق اور بہادری کے آثار فخر سے بیان کرتا ہو تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک کس کو زیادہ کرامت ہو پس جواب
دیا گیا کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے زیادہ اکرم وہ ہو جو اتقی ہو اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ (اکرمکم) یعنے اس امت
مین سے جو اتقی ہو وہ افضل ہو اور یہ نسبت اضافی ہو یعنے مثلاً تمام امت مین سے جو اتقی ہو وہ سب سے افضل ہو پھر
اسکے بعد جو باقی ہین ان مین جو اتقی ہو وہ افضل ہو پھر اُسکے بعد علیٰ ہذا القیاس اب آیت مین دیکھو کہ جب یہ آیت اُتری تو
اللہ تعالےٰ نے (الاتقی) کو سب امت مین سے مطلقاً لیا تو ضرور ہو کہ یہ سب سے افضل ہو اور امت نے اجماع کیا کہ وہ یا تو
ابوبکر رضی اللہ عنہ ہین یا علی رضی اللہ عنہ ہین لیکن آیت سے معلوم ہوا کہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہین تو دوسرا قول ٹھیک
ٹھیک نہین ہو۔ دلیل یہ ہو کہ اس آیت مین اتقی کے ساتھ جو اوصاف مذکور ہین وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ابتداءً وقت
نزول وحی کے صادق نہین آتے ہین اور ابوبکر رضی پر صادق آتے ہین تو ضرور ابوبکر رضی اللہ عنہ مراد ہین اگرچہ اُنکے بعد دیگر
صحابہ رضی بھی درجہ بدرجہ اتقی و افضل ہوتے جاوین۔ اب رہا یہ کہ آیت کے اوصاف حضرت علی رضی پر اس لیے
صادق نہین آتے ہین۔ الاتقی کے صفت اول یہ کہ (یوتی مالہ یتزکی) وہ تزکیہ کے واسطے اپنا مال دیتا ہو حضرت علی رضی اللہ
عنہ اس وقت مالدار نہین تھے کیونکہ ابوطالب نے جو میراث پائی تھی جب ابوطالب مرے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ میراث
سے محروم رہے اسلیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے لہذا ابوطالب کے دوسرے بیٹون عقیل وغیرہ نے سب میراث
لے لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ پرورش مین لے لیا اور اُسوقت حضرت
علی رضی کی عمر قریب دس برس کے تھی۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے مال سے اُن لوگون کے ساتھ بہت سلوک
کرتے تھے۔ جو اسلام لاتے تھے یعنے جب اُنکے اسلام لانے سے مشرکین اُنکے دشمن ہوجاتے تو حضرت صدیق رضی اپنے مال سے دستگیری کرتے

تھا۔ اس یقین کے ساتھ ہر دم یاد رہے اور خوف و رحمت کے سب صفات دل مین بے غفلت جمع ہون یہ تقویٰ ہی ہر چند کہ یہ دل
سے ہوتا ہی لیکن جب دل مین اسطرح تقوی ہوتا ہی تو ظاہر مین اُسی کے موافق اعمال نیک ظاہر ہوتے ہین اور ان اعمال سے کھل جاتا
ہی کہ یہ متقی ہی بشرطیکہ دلی نیت صالح ہو کیونکہ نیت ہم کو نہین معلوم ہوتی ہی تو اس تقوی کے ظاہر ہونے سے ہم یہ پہچان سکتے ہین
کہ یہ بندہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک اکرم ہی اسی لیے جب متقی نظر آتا ہی تو اُسکی تعظیم و تکریم کرتے ہین اور اسلام مین ابتداء مین
یہی بات دیکھا کرتے تھے اور حدیث مین ہی کہ اذا جاءکم من ترضون دینہ فزوجوہ الخ۔ یعنے جب تمھارے یہان کوئی شخص آجاوے
جسکے دین کو تم پسندیدہ سمجھو تو اُسکے ساتھ بیاہ کردو۔ اگر ایسا نہ کروگے تو زمین مین فتنہ و فساد عریض پیدا ہوگا (حدیث صحیح)
لیکن حدیث مین یہ بھی آپ نے خبر دی کہ میری امت کے لوگون مین کفر کی چند باتین نہین مٹینگی مال و دولت پر فخر کرنا اور نسب مین
طعنہ دینا اور میت پر نوحہ کرنا (صحیح) اور یہی واقع ہوا اور باعث یہ ہوا کہ بنو امیہ و بنو العباس بادشاہ ہوے اور دنیاوی دولت
کے فتنہ مین پڑے جیسے حدیث مین ہی کہ بنی اسرائیل مین پہلا فتنہ عورتون سے ہوا تھا اور میری امت کا فتنہ مال سے ہی۔ نوبت
یہانتک پہونچی کہ ایک رئیس خراسانی بہت مال حج مین لے گیا اور اعلان دیا کہ بنی ہاشم پھر قریش مین جو قرآن کا عالم ہو اُسکے
واسطے اس قدر مال ہی۔ اُس سال شاید سواے ایک کے کسی مین یہ لیاقت نہ تھی اُسنے کہا کہ دوسرے سال یعنے ایام حج مین
جب لوگ دور دور سے حج کرنے کے واسطے آیا کرتے ہین پھر آؤنگا دوسرے سال تک اُن لوگون نے بہت سخت محنت
کی اور بہت لوگ انعام سے سرفراز ہوے۔ یہ فتنہ مالی ہی بالجملہ ایک مرتبہ ہشام بن عبد الملک نے عرب و شام و عراق و فارس و
جبال و خراسان و ماوراء النہر و مصر و افریقہ و حبشہ حتی کہ اندلس تک سب ممالک کے شہرون مین تتبع کیا کہ ہر شہر مین اتقی
و اکرم عالم کس کو کہا جاتا ہی تو تمام شہرون مین اُسنے ایسے علما کو پایا جو پیشوا تھے کہ وہ نسب مین موالی تھے یعنے اُن کے ماں باپ
غلامی سے آزاد کیے گئے تھے سواے ایک شخص کے کہ وہ عرب مین سے ایسا تھا جو آزادی مین سے نہین تھا۔ اب لوگون نے
دیکھا کہ اہل اسلام سب کے سب انھین اتقیا علما کی جناب مین نظر اکرام و تعظیم سے دیکھتے ہین اور مالدار رئیس حتی کہ خلیفہ کو بھی بُری
نگاہ سے دیکھتے تھے اسلیے ان لوگون نے شرارت سے نسب کا فخر نکالا اور کہا کہ ہم لوگ حسب و نسب پر شادی بیاہ کرینگے
اور دین کی راہ سے نہین کرینگے۔ اس ایک فتنہ سے تمام عالم مین رفتہ رفتہ تکبر و حماقت اور دنیاوی مال کی عزت بڑھتی
گئی اور دین حق سے لوگ جاہل ہوتے گئے حتی کہ پانچ سو برس کے بعد چھٹی صدی ہجری مین اکثر لوگ دنیاوی فاسق ہوگئے
تھے اور حدیث مین بھی ایسکی خبر ہے اور فقہا نے آخر یہ مسئلہ نکالا کہ بیاہ مین حسب و نسب مین کفو نہو تو قاضی کے یہان نالش کرکے
قاضی نکاح فسخ کردے یہ حنفیہ کا قول ہی اور دیگر جمہور علما نے اسپر طعن کیا کہ یہ کسی آیت یا حدیث سے نہین نکلتا کہ سواے ایمان و
تقوی کے مال و دولت اور حسب و نسب مین کفو کا اعتبار ہی بلکہ یہ تو حدیث کے خلاف ہے اور فقہاء حنفیہ نے کچھ روایتین
وارد کی ہین لیکن محدثین کہتے ہین کہ یہ کوئی بھی ثابت نہین اور اگر ہوتی تو بھی حدیث صحیح کے معارضہ مین رد ہو جاتی بلکہ آیت
مین نص ہی کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ مترجم کے نزدیک تحقیق یہ معلوم ہوتی ہی کہ فقہاء حنفیہ نے نزاع دور کرنے کو یہ مسئلہ نکالا
کیونکہ قاضی کو نزاع دور کرنے کے لیے شرعًا اجازت ہی اور جب رئیسون اور خلیفہ نے حسب و نسب پر کافرون کی طرح فخر کیا تو لامحالہ
نزاع ہوگا اور باہمی نکاح کا فائدہ نہین ہوسکتا بلکہ حدیث مین ہی کہ باہمی خصومت سے نیکیان دین کی اس سے زیادہ مٹتی ہین۔

یہ ہوا کہ بعض فرقے کا مذہب یہ ہی کہ اپنے فرقے والے کے لیے جھوٹی گواہی دینا بالکل جائز ہی اور غیرون کو تکلیف دینا ثواب ہے چنانچہ اس قسم کے حالات مشہور معروف ہین اور کتب مین بکثرت مذکور ہین تو اسی بنیاد پر انھون نے بے شمار جھوٹی روایتین بنائی ہین اور سب لے جاکر کسی نہ کسی امام کی طرف منسوب کین رازی رح نے لکھا کہ ان لوگون نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ آیتین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صفت مین اُتری ہین جیسے قولہ تعالیٰ یؤتون الزکوۃ وہم راکعون۔ مین روایت ہی کہ رکوع کی حالت مین حضرت علی رضنے ایک فقیر کو اپنی انگوٹھی اُتار دی۔ اسکا اشارہ بیان ہی کہ یؤتی مالہ یتزکی۔ رازی رح نے کہا کہ میرے سامنے جب یہ ذکر کیا تو مین نے اس غلط بیانی کو صاف ظاہر کر دیا۔ اس دلیل سے کہ یہان۔ الاتقی۔ سے وہ مراد ہی جو متقی سب سے افضل ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ یعنے جو تم مین سے اتقی ہی وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے اکرم ہی تو وہ سب سے افضل ہوا۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو ہم کہتے ہین کہ اس اتقی سے ابو بکر رض مراد ہین۔ دلیل یہ ہے کہ تمام امت جس قدر فرقہ ہین سب دو باتون مین سے ایک بات کے قائل ہین اکثر یہ کہتے ہین کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس امت مین سب سے افضل حضرت ابو بکر الصدیق رض ہین اور باقی یہ کہتے ہین کہ سب سے افضل حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہین تو تمام امت نے اجماع کیا کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل یا تو حضرت ابو بکر رض ہین یا حضرت علی رض ہین جب یہ معلوم ہوا تو ہم کہتے ہین کہ اس آیت مین حضرت علی رضی اللہ عنہ ابتداءً مراد نہین ہو سکتے ہین تو ضرور ہوا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ مراد ہین۔ اب ہم کو یہ بیان کرنا چاہیے کہ یہان حضرت علی مراد نہین ہو سکتے ہین اس بیان سے پہلے ہم ایک وہم دور کرین وہ یہ کہ اگر کوئی کہے کہ قولہ تعالےٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ یعنے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالےٰ کے نزدیک اکرم ہو وہ اتقی ہی اب یہ کیونکر کہتے ہو کہ اسکا اُلٹا بھی ٹھیک ہے یعنے جو اتقی ہو وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک اکرم ہے (جواب) اس وہمی نے قولہ ان اکرمکم عند اللہ۔ اسم مبتدا لیا اور (اتقاکم) خبر قرار دی یعنے جو کوئی اللہ تعالےٰ کے نزدیک اکرم ہو وہ اتقی ہے اور غور کرو تو یہ ناسمجھی ہی اسلیے کہ اسکے یہ معنے ہوے کہ جو کوئی اللہ تعالےٰ کے نزدیک اکرم ہو تو وہ تم مین سے زیادہ متقی ہوگا۔ حالانکہ ہم لوگ یہ نہین جان سکتے کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک کس کا اکرام زیادہ ہے بلکہ مطلب یہ ہی کہ تم لوگ جان لو کہ جو کوئی تم مین سے اتقی ہو وہی اللہ تعالےٰ کے نزدیک اکرم ہی۔ اسکا فائدہ یہ ہے کہ تم لوگ حسب ونسب وغیرہ پر گھمنڈ چھوڑو اس سے اللہ تعالےٰ کے نزدیک بزرگی نہین ملتی ہی بلکہ فقط تقویٰ سے بزرگی ہے تو جس قدر تقوی زیادہ ہو اُسی قدر بزرگی زیادہ ہی رازی رح نے کہا کہ آیت مین یون نہین فرمایا ان الاتقی اکرمکم عند اللہ جو کوئی اتقی ہو وہی عند اللہ اکرم ہی۔ اسلیے کہ اتقی ہونا ہم کو آنکھون سے پہچان پڑتا ہی اسلیے کہ تقویٰ اگرچہ دل سے ہوتا ہے یعنے پہلے تو دل مین اللہ تعالےٰ ورسول کی محبت وتصدیق بالکل جمی ہو جیسے ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ مین ڈالنے لگے اور ملائکہ نے باجازت الٰہی ہر طرح کی مدد کے لیے اُن سے کہا حتی کہ جبرئیل ع‍ نے کہا کہ کافرون کو ہلاک کر دون اور کسی نے کہا کہ پانی برساؤن سب آگ سرد ہو جاوے اور کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ کہا لیکن ابراہیم ع‍ نے کہا تم بتلاؤ کہ میرا رب سب دیکھتا ہی کہ نہین۔ سبھون نے کہا کہ بے شک دیکھتا ہی تو کہا کہ پھر مجھے کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہین ہی مین کیا عرض کرون جو میرا حال ہی وہ میرے رب تبارک وتعالےٰ کو خود معلوم ہی وہ دیکھتا ہے یہ یقین ایمانی

فرمایا کہ اولات کی فلان چوسنے والے تو ہم کو کہتا ہی کہ ہم حضرت سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جاوینگے جا اپنی لات کی فلان چچوڑ۔ عروہ نے غور سے دیکھکر حضرت ابوبکر کو پہچانا کیونکہ آپ زرہ وخود وغیرہ سامان جنگ مین ہونگے اور پیچ وتاب کھاکر بولا کہ واللہ اگر تیرا ایک احسان مجھپر نہوتا جسکی مکافات ابتک مجھسے نہین ہوسکی ہی تو مین تجھے اسکا جواب دیتا۔ پھر عروہ ثقفی نے دوسرے طریقے سے گفتگو چھیڑی۔ بالجملہ جب حضرت ابوبکر رضہ کا احسان ان قبائل کے سردارون کیساتھ اسطرح عظیم تھا کہ باوجود ایسے سخت کلمہ کے عروہ کو جواب دینے کی جرأت نہوئی تو بھلا عوام الناس پر کس قدر احسانات ہونگے اقول اس سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی شجاعت واضح ہی اگرچہ بدنی قوت کم ہو اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو باعلان مسجد کوفہ مین خطبہ پڑھنے کی حالت مین سب سے زیادہ شجاع ثابت کیا اور وہ روایت مکرر اوپر گزر چکی ہی پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خالص اللہ ورسول کے واسطے اپنا مال کثیر خیرات کیا جس سے کسی کے احسان کا عوض دینا مقصود نہ تھا سوائے وجہ اللہ کے صحیحین مین ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے جوڑ کر اللہ تعالے کی راہ مین خیرات کیا تو جنت کے خزانچی اسکو پکارینگے کہ ای عبد اللہ یہ بہتر ہے۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ جنتی کے لیے اگرچہ اسکی حاجت نہین کہ وہ سب دروازون سے بلایا جاوے لیکن بھلا کوئی امتی ایسا ہوگا جو سب دروازون سے بلایا جاوے آپ نے فرمایا کہ ہان اور مجھے امید ہی کہ تو بھی انھین مین سے ہی (ابن کثیر رح) رازی رح نے لکھا کہ قولہ تعالے سیجنبھا الاتقی الذی الخ۔ مطلب یہ ہی کہ اس نار تلظی سے بندۂ اتقی دور رکھا جاویگا جس بندے کی شان یہ کہ نہایت صدق یقین سے شرک ومعاصی سے پرہیزگار ہی اور اپنا مال خالص لوجہ اللہ تعالے دیتا ہی تاکہ اسکو پاکیزگی حاصل ہو وقد افلح من زکاہا۔ اور کسی شخص کا اُسپر کچھ احسان نہین ہی جسکی مکافات مین مال دینا چاہیے بلکہ فقط وجہ اللہ تعالی ہی کی کامل خواہش مین بذل کرتا ہے تو اللہ تعالے اسکی مراد پوری کریگا مسئلہ مفسرین سلف رضی اللہ عنہم نے اجماع کیا کہ ان آیات کا نزول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدح مین ہے اور روافض نے تعصب سے ایسے متواترات سے انکار کیا مترجم کہتا ہی کہ شیعہ مین سے جو لوگ مقدم گزرے ہین انھون نے تابعین کے زمانہ مین اور اُنکی روایت متواترہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ مین اس امر کو متواتر پایا جتنے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کثرت سے روایات وارد ہوئی ہین جن مین صریح آپنے حضرت ابوبکر وعمر کی افضلیت اپنی ذات مبارک پر بیان کی جس سے انکار کرنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخالفت ہی اسلیے قدماے شیعہ سب اسی امر کے قائل ہین کہ شیخین مطلقاً افضل ہین اور باقیون سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل کہتے ہین۔ روافض نے اپنا مذہب صرف اپنی راے واعتقاد پر رکھا اور آیات واحادیث وروایات سب سے منھ موڑلیا اور متواترات سے انکار کیا بلکہ اپنی راے سے جو چاہے وہ معنے بنا لیے خلاصہ یہ کہ یہ فرقہ صرف اپنی خواہش کے تابع ہی اللہ تعالے واُسکے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے تابع نہین ہے اور زمانہ سلف مین کہین یہ لوگ ائمہ اہلبیت وفقہا وعلماء کی خدمت مین نہین پائے گئے ولیکن خفیہ طور سے دورجا کر لوگون کو تقیہ سکھلاتے اور مثلا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے تھے اور اس مکر سے لاکھون جھوٹی روایتین گڑھکر لوگون مین پھیلائین چنانچہ مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالے وغیرہ علماء متاخرین ومتقدمین نے بہت تصریح سے بیان کیا کہ اسلام مین جس قدر روافض نے جھوٹی روایتین بنائی ہین اتنی کسی فرقے نے نہین بنائی ہین اور باعث اسکا

فرمائی جائیگی واحدی رح نے لکھا کہ اتقی یہان ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ اور یہی جمیع مفسرین سلف رضی اللہ عنہم کا قول ہے
رف ک س) ابن کثیر رح نے لکھا کہ بہتیرے مفسرین نے ذکر کیا کہ یہ آیات حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی مدح و اشارات
مین نازل ہوئی ہین بعض علما نے کہا کہ بالاجماع سب مفسرین کا یہی قول ہے۔ بیشک نہین کہ جب ان آیات کے نازل ہونیکا
سبب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہین تو وہ اس صفت کے لیے سب سے اولی و مقدم ہین بدلیل اسکے کہ وہ صدیق ہین اور آیات بین
ظاہر عموم ہے یعنے امت مین سے جو کوئی اس صفت پر ہو اُسکے لیے یہ فضیلت و بشارت حاصل ہے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سب
امت سے افضل ہین تو اس فضیلت کے واسطے اولی واقدم واقوی ہین مترجم کہتا ہے کہ صدیق ہونا بعد نبوت کے سب سے
اعلیٰ درجہ ہے اور جیسے نبوت کے درجہ مین انبیاء ایک دوسرے سے افضل ہین اسیطرح صدیقیت کے درجہ مین بھی ایک دوسرے
سے افضل ہین اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ظاہر ہین اسلیے کہ اُس زمانے مین صدیق فقط ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لقب
اللہ تعالے و رسول علیہ السلام نے عطا کیا تاکہ آیندہ کسی قوم کو بدگوئی کی مجال نہو اور فرقہ رفض پر اللہ تعالے کی حجت ہو
اور بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس درجہ مین پہونچے ولیکن ابو بکر رض کو خاص افضلیت ہے اور باقیون
مین دلیل قائم نہین ہے جیسے انبیاء علیہم السلام مین اللہ تعم نے فرمایا۔ تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض۔ یعنے ان رسولون
مین ہم نے بعض کو بعض سے افضل پیدا کیا ہے۔ ھ۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض سے بعض افضل ہین لیکن ہم یہ نہین کہہ سکتے
ہین کہ موسیٰ ع افضل ہین یا عیسیٰ ع اسے یا برعکس ہے ولیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے دلائل قائم ہین کہ آپ سب سے
افضل ہین اسیطرح آپکی امت مین ابو بکر الصدیق افضل ہین تو جمیع امتون کے صدیقین سے بھی افضل ہین جب یہ معلوم ہوا
تو معنے سمجھ لینا چاہیے کہ ان آیات مین جن بندون کی فضیلت مراد ہے اُن مین سے سب سے افضل ابو بکر رضی اللہ عنہ ہین
قال الحافظ رح اور دوسرون کے واسطے بھی شمول و عموم ہے اسلیے کہ قولہ تعالے سیجنبھا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی الخ عام
ہے تو جو کوئی اس صفت سے متصف کیا گیا وہ اس بشارت سے سرفراز ہوا لیکن ان سب مین ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ
سابق و مقدم ہین بلکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ جمیع اوصاف حمیدہ مین مقدم ہین کیونکہ آپ صدیق اتقی کریم جواد شجاع عابد زاہد تھے
اپنے مال کو خاص لوجہ اللہ تعالے و نصرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کیا اور قولہ تعالے مالاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ۔ ابو بکر
رضی اللہ عنہ کے ذمہ کسی کی ایسی نعمت نہ تھی جسکی مکافات چاہیے ہو۔ بلکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایسی شان تھی کہ آپکا فضل و
احسان تمام قبائل قریش کے سردارون کے ساتھ بھی پہلے سے عام تھا چنانچہ اس بیان کی شہادت یہ ہے کہ جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے ساتوین سال بقصد عمرہ مع ایک ہزار چار سو صحابہ رضی اللہ عنہم کے مکہ تشریف لے گئے اور مکہ سے
باہر حدیبیہ مین اُترے اور قریش کے کافرون نے سرکشی سے روکا اور خانہ کعبہ کا عمرہ ادا کرنے سے مانع ہوے اور آخر قریش
وغیرہ نے بھی خوف کھا کر صلح کرنی چاہی اور اس مطلب سے بار بار قریش کی طرف سے اُسکے عمائد ایک ایک کرکے آئے
چنانچہ۔ ایک مرتبہ قریش نے عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا اور ثقیف کا سردار تھا اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صلح کی
ترغیب دی اور باتون باتون مین کہا کہ اے محمد آپ صلح پر راضی ہو جاوین اور اپنے ان ساتھیون پر اعتماد نہ کرین مین دیکھتا
ہون کہ یہ لوگ آپ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جاوینگے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب یہ کلمہ سنا تو اُس سے مخاطب ہو کر

مقابلہ ہو تو اُنکی صفات مین مبالغہ فرمایا پس کافر کو اشقیٰ کہا اور آگ مین داخل ہونے کے لیے مختص فرمایا گویا آگ اُسی کے لیے پیدا کی گئی ہو اور مومن کو اتقیٰ فرمایا اور جنت اُسکے لیے مختص فرمائی گویا اُسی کے لیے پیدا کی گئی ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ زمخشری کے شاعرانہ خیالات ہین۔ بعض نے کہا کہ اشقیٰ سے مراد ابوجہل یا امیہ بن خلف ہو اور اتقیٰ سے مراد ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہین شیخ جلال رح نے کہا کہ انحصار مین تاویل ہو یعنے دائمی داخلہ فقط کافر کے ساتھ مختص ہو۔ھ۔ شیخ کا مطلب یہ کہ فاسق مسلمان اگرچہ سزاے دوزخ کے لائق ہو یا تو عفو کیا جاویگا یا جہنم مین جاکر نکالا جائیگا تو ابتدا از ہمیشہ کے لیے وہی داخل کیا جاے گا جو کافر ہے مترجم کہتا ہو کہ یہ تاویل بالکل ظاہر ہے اسلیے کہ آگ مین وہی جھونکا جائیگا جو اشقیٰ ہو جسنے جھٹلایا اور پیٹھ پھیری۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ مسلمان فاسق اسمین نہین شامل ہو کیونکہ اُسنے نہ جھٹلایا اور نہ پیٹھ پھیری کیونکہ جو گناہ ہوگیا اُس سے وہ شرمندہ یا خوفناک ہو۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی نرم کلمہ جو آپ نے سُنا ہو وہ بیان فرمائیے۔ ابوامامہ رض نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مین نے سُنا کہ تم لوگ آگاہ ہو جاؤ کہ تم سب جنت مین جاؤگے سواے اُسکے جسنے اللہ تعالے سے اس طرح شرارت کے ساتھ سرکشی کی جیسے اونٹ اپنے آقا سے سرکشی کرتا ہو (رواہ احمد والحاکم والضیاء) ابوامامہ رض نے خود بیان کیا کہ اس امت مین سے کوئی باقی نہین رہیگا مگر آنکہ اللہ تعالے اُسکو جنت مین داخل کریگا سواے ایسے شخص کے جسنے اللہ تعالے سے ایسی سرکشی کی جیسے بدتر اونٹ اپنے پالنے والے سے سرکشی کرتا ہے۔ پھر جو کوئی میرے قول کی تصدیق نہ کرے وہ اللہ تعالے کا کلام پڑھے لا یصلٰها الا الاشقی الذی کذب وتولی۔ یعنے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہین اسکو جھٹلایا اور اُس سے پیٹھ پھیری (رواہ سعید بن منصور) **وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى**۔ اور آگ سے دور رکھا جائیگا بہت پرہیزگار ف جسکی صفت یہ کہ **الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ**۔ جو دیتا ہے اپنا مال کہ پاکیزگی حاصل کرتا ہو ف یعنے چند روز کے بعد دیکھ لیا جاویگا کہ اس ہولناک آگ سے اتقیٰ دور رکھا جائیگا حتے کہ آگ کے قریب سے بھی اسکا راستہ نہین ہوگا اور اتقیٰ کی صفت یہ ہو کہ وہ اپنا مال رضاے الٰہی مین خرچ کرتا ہو تاکہ اُسکو پاکیزگی حاصل ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مال زکوٰۃ نکالنے سے جسطرح مال پاک ہو جاتا ہو اسی طرح نفس بھی پاک ہوتا ہو۔ اسلیے کہ مال کی محبت خود قبیح ہو اور اس سے دنیا کی محبت لازم ہوتی ہے اور بخل وحرص وغیرہ کی مذمت سے پاک ہونا طہارت ہو۔ پھر اللہ تعالے نے اس اتقیٰ کی مزید توضیح بصفت بیان فرمائی بقولہ تعالی **وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ**۔ اور نہین ہو اُسکے ذمہ کسی کی کچھ نعمت جسکا عوض دینا ہو ف یعنے وہ جو کچھ مال خرچ کرتا ہو وہ خالص اسی لیے کہ اُسکو اللہ تعالے کی طرف سے پاکیزگی حاصل ہو اور یہ نہین ہے کہ کسی نے اُسکے واسطے کوئی تحفہ بھیجا کہ جسکے بدلے مین اُسنے مال دیا ہو یا کسی طرح کا احسان اُسکے ساتھ کیا جسکا بدلا لازم ہوا **اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلَىٰ**۔ سواے آرزو اپنے رب اعلیٰ کی وجہ کے ف یعنے مال دینا کسی وجہ سے نہین ہے سواے اس آرزو کے کہ اُسکو رب اعلیٰ کا وجہ ذوالجلال حاصل ہو ابن کثیر رح نے یعنے فقط اس جمع سے مال خیرات کرتا ہو کہ آخرت مین اُسکو باغات جنات مین دیدار رب اعلیٰ حاصل ہو۔ **وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ** اور بالضرور وہ راضی ہوگا ف یہ اللہ تعالے کی طرف سے بندۂ موصوف کو بشارت ہے کہ ضرور اُس کی مراد پوری

باندھی کہ جہنم مین سوا ے کافر کے کوئی نہین داخل ہوگا۔ یہ مرجیہ فرقے کی ہوس ہے اس حیلہ سے شیطان نے اس فرقے کو فسق وفجور پر بے خوف کردیا بلکہ مرجیہ احمقون نے کہا کہ زبان سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرلے پھر چاہے جو کچھ بُرے افعال فسق وفجور کرے کچھ ضرر نہ ہوگا اور اگر کچھ نیکیان عمل مین لایا تو قطعًا وہ مقبول ہین۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس فرقے کی مذمت کی اور کہا کہ گناہ سے بیخوف ہونا کفر کی علامت ہی کیونکہ نص صریح ہے کہ اللہ تعالے کے عذاب سے وہی بے خوف ہوتے ہین جو کافر ہین اور اسیطرح رحمت سے مایوس ہونے والے بھی شیطان وکفار ہین ولیکن گناہون سے خوف ہی اور مغفرت ارحم الراحمین کی امیدواری ہی۔ واضح ہو کہ جہنمیون کے درکات ہین جیسے جنتیون کے درجات ہین چنانچہ ظالم سرکش کفار ومنافقین کی جگہ درک اسفل ہی اور اللہ تعالے نے جس قسم کے کافرون کو کسی قسم کے عذاب سے ڈرسنایا ہے تو ایسے کفار اسی قسم کے عذاب کے مستحق ہین اور اللہ تعالے اپنی رحمت سے جسکو چاہے مغفرت فرمادے چنانچہ اس سے بھی امیدوار فرمایا بقولہ تعالے ان اللہ لایغفران یشرک بہ ویغفر ما دون ذٰلک لمن یشاء الآیہ۔ یعنے اللہ تعالے یہ نہین بخشیگا کہ اُسکے ساتھ شرک کیا جاوے اور اس سے نیچے جسکے لیئے چاہے مغفرت فرماتا ہی۔ ھ۔ پس شرک ایسی کمائی نہین ہی کہ وہ اللہ تعالے کی طرف سے مغفرت کے قابل ہو۔ یعنے بندے کو چاہیے کہ شرک سے توبہ کرے اور بالکل الگ ہوجاوے اور اگر اُسنے ایسا نہ کیا اور اپنے ساتھ لے گیا تو اللہ تعالے یہ قبیح عمل اُس سے الگ نہین فرماویگا تو ضرور وہ ہمیشہ جہنم مین پڑا رہیگا کیونکہ جب تک اس سے پاک نہو وہ پاکیزہ مقام جنت کے لائق ہرگز نہین ہے۔ جب اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک نہین بخشا جائیگا اور ماوراے شرک کے جسکے لیے چاہے اللہ تعالے اُسکے گناہون کو درخت کے ناکارہ پتون کی طرح دور فرماویگا۔ اب غور کرو کہ اگر سواے شرک کے باقی گناہون سے کچھ خوف نہوتا جیسے مرجیہ کہتے ہین تو اس کلام سے کیا فائدہ ہوتا کہ یغفر ما دون ذٰلک الخ یعنے ماوراے شرک کے باقی گناہون کو جسکے لیے چاہے مغفرت فرماویگا۔ تو معلوم ہوا کہ سواے شرک کے بھی جو گناہ ہین وہ مواخذہ مین ہین اگر توبہ کرکے مرا ہو تو قبول توبہ سے معاف ہونگے یا اللہ تعالے جسکو چاہے بخشیگا اور اگر نہ بخشے تو دو صورتین ہین ایک یہ کہ میدان حشر مین عذاب پاوے اور دوم یہ کہ جہنم مین ڈالا جاوے اور حدیث صحیح مین زکوۃ نہ دینے والے کے حق مین جانورون کی تفصیل کے ساتھ بیان ہی کہ مثلاً جسکے پاس چرائی کے اونٹ ہین اور اُنکی زکوۃ واجب ہی اُسنے زکوۃ ادا نہ کی تو قیامت مین وہ نہایت فربہ موٹے تازے آوینگے اور اُسکو اپنے پاؤن سے روندینگے اور منھ سے کاٹینگے اور ہر بار زخم بھرتے جاوینگے اسی طرح پچاس ہزار برس کے دن مین یہی عذاب ہوتا رہیگا یہانتک کہ بعد فیصلہ کے وہ دیکھے کہ اُسکی راہ جنت کی طرف ہے یا جہنم کی طرف ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس عذاب کے بعد بھی وہ شاید جہنم مین جاوے۔ ہان یہ ہوسکتا ہے کہ شاید حدیث مین مطلب یہ ہو کہ روز قیامت مین جس شخص نے اونٹون کی زکوۃ نہین دی ہی یعنے اونٹون کی محبت ولالچ سے اُسکو زکوۃ مین نہ نکالا تو وہی اونٹ اُسکو سخت زخمون سے کاٹلے گا خواہ یہ شخص اعتقاد مین مسلمان تھا خواہ یہ کافر تھا کیونکہ سب علما کے نزدیک کافرون سے جیسے کفر کا مواخذہ ہوگا کہ کیون ایمان نہین لائے تھے اسی طرح شریعت حق پر عمل نہ کرنیکا مواخذہ ہوگا پس شاید کافر کا یہ حال ہوتا رہے تو بعد فیصلہ کے بھی وہ جہنم کو جاویگا اور شاید مسلمان ہو کہ بعد فیصلہ کے دوسرے گناہون کی وجہ سے جہنم مین جاوے واللہ تعالے اعلم کشاف مین زمخشری نے کہا کہ آیت مین عظیم حالت مومنین ومشرکین کا

جو کچھ کہتا ہو اسکو مان لین کہ لایصلاہا فقط داخل ہونے کے معنے مین تو بھی ہم کہتے ہین کہ یہان گنہگار مومن نہین شامل ہے اسلیئے
کہ الاشقی کی صفت آگے مذکور ہو یعنے الذی کذب و تولی یعنے وہ اشقی جسنے جھٹلایا و پیٹھ پھیری ہو اسمین گنہگار مومن
داخل نہوا کیونکہ اُسنے نہین جھٹلایا بلکہ ایمان لایا ہو تو مطلب یہ ہوا کہ قولہ تعالے لایصلاہا الخ یعنے اس آگ مین ہمیشہ رہنے کو
نہین داخل ہوگا کوئی سوا ے ایسے اشقی کے جسنے جھٹلایا اور پیٹھ پھیری ہو اس آیت سے اہل حق کا قول ظاہر ہوا اور معتزلہ
وغیرہ کا قول باطل ہوا اسلیے کہ اللہ تعالے نے الاشقی اسکو کہا جسنے جھٹلایا اور پیٹھ پھیری ہے - تو معلوم ہوا کہ گنہگار مومن
کا نام اشقی نہین ہو اسلیے کہ اُسنے نہین جھٹلایا بلکہ ایمان لایا اور تصدیق کی ہو اور اللہ تعالے نے یہان انحصار فرمایا کہ
دوزخ مین فقط اشقی داخل ہوگا تو مراد یہ کہ لایصلاہا یعنے آگ مین پیٹھ جانے اور غوطہ مارنے کے طور پر ہمیشہ کے لیے کوئی نہین
داخل ہوگا سوا ے اشقی کے جسنے جھٹلایا و منہ موڑا ہو - امام احمد نے بطریق عبد اللہ بن لہیعہ روایت کی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نار (دوزخ) مین کوئی نہین داخل ہوگا سوا ے شقی کے کسی نے عرض کیا
کہ یا حضرت اس شقی کی کیا حالت ہو حضرت صلعم نے فرمایا کہ شقی وہ ہو جسنے بندگی کا کام نہین کیا اور اللہ تعالے کے
واسطے کوئی گناہ نہین چھوڑا - **مترجم** کہتا ہو کہ اس حدیث سے بھی صاف نکل آیا کہ شقی کافر ہے کیونکہ اگر وہ خیرات
وغیرہ کوئی بندگی کا کام کرتا ہو تو یہ کام بندگی نہین ہے کیونکہ اُسنے اللہ تعالے پر یقین ہی نہین کیا کیونکہ وہ تو شرک کا معتقد ہو
تو کس طرح اللہ تعالے کا معتقد ہوا اور جسنے اللہ تعالے پر ایمان لانا جان لیا ہو وہ بالکل صاف پہچانتا ہے کہ مومن کے سوا ے
کوئی بھی اللہ تعالے پر ایمان نہین لایا اور نہ اُس پاک عز وجل کو پہچانا - اور جب اُسنے اللہ تعالے ہی کو
نہ پہچانا تو کبھی اُسکی بندگی نہین کی - یہ صاف ظاہر ہے اور اسی طرح کبھی اُسکے خوف سے کسی گناہ کو بھی ترک نہین کیا
اس سے تنبیہ ہے کہ آدمی کو لازم ہے کہ اپنی نیت کو خالص کرے جیسے دنیا مین بیحیائی اور لعن طعن کے خوف سے گناہ
چھوڑتا ہو تو خالص اللہ تعالے کی ناخوشی کے خوف سے گناہ چھوڑے اور اگر کسی شخص نے شرم و حیا سے زنا چھوڑا تو گناہ
نہوا لیکن ثواب کم ہوا اور اگر وہ اس خوف سے چھوڑتا کہ اللہ تعالے کی رضامندی نہ پاویگا تو گناہ بھی نہوتا اور ثواب عظیم
پاتا اور حدیث مین ہو کہ سات قسم کے بندے ہین کہ اللہ تعالے ایسے دن انکو اپنے سایۂ عرش رحمت مین لیگا جس دن
اُسکے سایہ کے سوا ے کہین سایہ نہین ہو - انھین سات اقسام مین ایک وہ شمار فرمایا کہ جسکو ایک خوبصورت مال و جمال
والی عورت نے اپنے ساتھ بدکاری کرنے کو تنہائی مین کہا اور اس مرد نے انکار کیا اور کہا کہ مین اپنے رب عز وجل سے
ڈرتا ہون - امام احمدؒ نے یونس و سریج عن فلیح مسند کیا کہ ابو ہریرہ رضہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے
روز میری سب امت جنت مین داخل ہوگی سوا ے اُسکے جسنے انکار کیا - صحابہ رضہ نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ کون شخص ہے جسنے انکار
کیا آپ نے فرمایا کہ جسنے میری اطاعت کی وہ جنت مین داخل ہوا اور جسنے میری نافرمانی کی اُسنے انکار کیا - اس حدیث کو
بخاری نے محمد بن سنان العوفی عن فلیح روایت کیا - واضح ہو کہ آپ کی نافرمانی کرنے سے یہ مراد کہ اُسنے آپ کے
ارشاد کے موافق لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کیا کیونکہ ایمان کے بعد کوئی فعل ایسا نہین ہے جو مغفرت کے قابل نہو
دیگر تفاسیر مین ہے کہ زجاج رح نے کہا کہ یہ آیت قدسیہ ایسی ہے کہ اسی کی حجت سے مرجیہ فرقے نے یہ ہوس

لَلْآخِرَةَ وَالْاُولٰی - اور ہو آخرت اور دنیا ہماری ہی ملکیت ہو تو مال کو اُسکے نام کے سوا ے خرچ کرنا یا جمع کرنا محض رائگان ہو بالکل تلف ہو اور ایسے برباد کے لیے آخرت مین جہنم کی آگ ہو لہذا فرمایا - فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰی - پس مین نے تم کو ڈرسنایا ایسی آگ سے جو دہکتی ہے ف مجاہدؒ نے کہا یعنے وہ آگ لپٹین مارتی ہو (ع) یہ آگ دلون کو جھانک لیتی ہو - یہ آگ سے جو مومنین سے کہتی ہو کہ آپ جلدی چلے جائیے آپ کے نور رحمت سے میری نار غضب بجھی جاتی ہو وہ مجمع محشر مین ہولناک آواز سے کہیگی کہ مین دنیا مین اللہ تعالٰے کے ساتھ شرک کرنے والے متکبر جبارون پر مسلط ہون - امام احمد نے بطریق سماک بن حرب روایت کی کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے ہوے فرماتے تھے کہ مین نے تم کو آگ سے ڈرسنا دیا - اے لوگو مین نے تم کو آگ سے ڈرسنا دیا نعمان رضؓ نے کہا کہ آپ اس زور سے فرماتے تھے کہ اگر کوئی بازار مین ہوتا تو یہان سے وہان تک اُسکو آواز پہونچتی - برابر یہ ہیبتناک کلمہ آپ فرماتے رہے یہانتک کہ آپ کے شانہ مبارک سے بوٹہ وار کملی سرک کر قدم مبارک پر آگئی - امام احمد نے بطریق ابو اسحق رحؒ روایت کیا کہ نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطبہ مین سُنا آپ فرماتے تھے کہ قیامت کے روز دوزخیون مین سے جس شخص کو سب سے آسان عذاب ہوگا وہ شخص ہو جسکے تلوون کے خم مین جو جگہ ہو وہان دو چنگاریان رکھ دی جاوینگی جنکی شدت سے اُسکا دماغ اُبلیگا (رواہ البخاری) جیسے دیگ اُبلتی ہو وہ شخص سمجھیگا کہ اُس سے بڑھکر عذاب کسی پر نہین ہو حالانکہ حقیقت مین اُسپر سب سے کم عذاب ہو (صحیح مسلم) طوال سورتون کی تفسیر مین حضرت ابن مسعود وابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے گزر چکا کہ بعضے سرکش کفار متکبر جبار جو ساتوین طبقہ جہنم مین ہونگے انمین سے بعضے آتشی صندوقون مین کسکر بند کیے جاوینگے کہ کسی طرف سے راہ نہوگی اور ہم بندے اپنے رب عزوجل ارحم الراحمین سے عذاب النار سے پناہ مانگتے ہین - یہ عذاب النار بہت سخت وشدید ہو لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقٰی - نہین داخل ہوگا اُسمین گھر کے مگر وہی جو اشقی ہے ف صلی النار - آگ مین پیٹھ جانا یعنے یہ ہوے کہ اس آگ مین وہی اسطرح داخل ہوگا جو اشقی ہو کہ اُسکو یہ آگ سب طرف سے محیط ہو جاوے جیسے فرمایا کہ - ان جہنم لمحیطة بالکافرین - یعنے جہنم کافرون کو محیط ہو - اشقی یہی کافر ہے - اَلَّذِیْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰی - وہ کہ جسنے جھٹلایا اور پیٹھ پھیری ف یعنے اشقی وہ ہو جسنے دل وزبان سے اللہ تعؐ کی وحدانیت کو اور اُسکے رسول کی رسالت کو جھٹلایا اور اللہ تعالٰے کے احکام شریعت پر عمل کرنے سے پیٹھ پھیری اگر وہم ہو کہ جہنم مین بعضے گنہگار بھی جاوینگے تو وہ اشقی ہوے اور معتزلہ کے برعکس مرجیہ نے زعم کیا کہ سواے کافر کے کسی کو جہنم مین دخل نہوگا (جواب) معتزلہ وغیرہ گمراہ بدعتیون نے یہی عقیدہ نکالا ہو کہ مسلمان جو گناہ کر کے بغیر توبہ مرا وہ کافرون کے ساتھ ہمیشہ دوزخ مین رہیگا اور یہ باطل عقیدہ ہو بلکہ گنہگار مومن جو دوزخ مین جاویگا وہ وہان داخل ہوتے ہی مردہ ہو جاویگا اور آگ اُسکے چہرے کو اور وضو ونماز کے اعضا کو نہین جلاویگی تو معلوم ہوا کہ یہان گنہگار مومن شامل نہین ہے کیونکہ (یصلاہا) اُسکے حق مین نہین بنتا اسلیے کہ (یصلاہا) اسطرح داخل ہونا کہ بالکل آگ مین چارون طرف سے گھرا ہو - اور اگر معتزلی کہے کہ یہان (یصلاہا) فقط آگ مین داخل ہونے کے معنے ہین بدون اس اعتبار کے کہ چارون طرف سے گھرا ہو تو گنہگار مومن بھی آگ مین داخل ہوا (جواب) اگر ہم اس بات کو بھی مان لین اور معتزلی اپنی جہالت سے

الْاَعْلٰى وَلَسَوْفَ يَرْضٰى

جو سب سے اوپر اور آگے وہ راضی ہو گا

قتادہؒ نے کہا کہ قولہ تعالے۔ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى۔ بیشک ہدایت ہم پر ہی ف یعنے حلال وحرام کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہی۔ قتادہ رح کے سواے دیگر علمانے کہا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ جو کوئی ہدایت کی راہ چلا تو وہ اللہ تعالے تک پہونچ گیا جیسے قولہ تعالے علی اللہ قصد السبیل ومنہا جائر۔ یعنے راہ مستقیم کا وصول اللہ تعالے پر ہے اور بعضی راہین کج ہین۔ ھ۔ اسکو امام ابن جریر رح نے نقل کیا ہو (ابن کثیر رح) یہ کلام اپنے سابق کلام کی تقریر ہے یعنے اللہ تعالے نے جو حکمت کاملہ مقرر فرمائی اور خلق کو عبادت کے لیے پیدا کیا تو اسکے لیے بیان ہدایت ہم پر ہی جو قضاے مقدر ہے زجاجؒ نے کہا یعنے یہ ہماری شان ہو کہ راہ ہدایت اور راہ ضلالت مین فرق بیان کرین اور یہ ہم نے اپنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے ارسال سے پورا کر دیا (ملخص) وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى۔ اور ہمارے ہی واسطے ہو آخرت اور اولی ف یعنے آخرت اور دنیا کے ہمین مالک وخالق ہین اور ہمین اُسمین جسطرح چاہتے ہین تصرف کرتے ہین کسی کا نشان بھی نہین جو اپنے واسطے کچھ استحقاق ثابت کرے تو نتیجہ یہ نکلا کہ ابتدا سے اس دنیا مین ہمنے جس کسی کو کچھ دیا وہ بالکل اُسپر ہمارا احسان ہے اور سب سے اعلی واول احسان یہ کہ ہم نے اُسکو جان دی ہے اور اُسپر صحت وتندرستی ورزق وراحت دی کیونکہ دنیا مین جہنم کی طرح چارون طرف سے جلتی بلتی آگ نہین ہی پھر ہم نے سب سے افضل احسان یہ کیا کہ سب سے اشرف بندہ رسول بھیجا اور نیک و بد اور حلال وحرام بتلا دیا اور سب کو آگاہ کیا کہ اگر اس دنیا پر اعتماد کرو اور اپنی کوشش اسی مین منحصر کرو تو آئندہ آخرت مین تمھارے لیے ملک جہنم بستی ہو وہان ہمیشہ زندگی ہو کبھی موت نہین ہو اور لامحالہ دنیا مین یہ شخص بعد موت کے زندہ ہونے اور ملک آخرت سب سے منکر ہو گا اور اُسکو یہ سمجھ نہو گی کہ اللہ تعالے کی وحدانیت پہچانے کیونکہ اُسکے عقل وقلب پر دنیا کا غلاف ہو گا اور خلاصہ یہ کہ دنیا اختیار کرنے کے ساتھ یہ باتین لازم ہین جیسے اگر کوئی اللہ تعالے کی وحدانیت پر سچی سمجھ سے ایمان لاوے تو لازمی بات ہی کہ وہ دنیا پر اعتماد نہین کریگا اور آخرت پر یقین لاویگا بالجملہ یہ بڑا احسان ہو کہ رسول بھیجکر وہ راہ بھی بتلا دی جس سے اللہ تعالے تک رسائی اور جنت مین مسکن حاصل ہو اور یہ بھی بتلایا کہ اسکے سواے اگر کوئی راہ اختیار کرے گا تو اُسکی رسائی جہنم مین ہو گی جہان بالکل غضب الٰہی ہی۔ پھر دنیا مین نگاہ کر کے دیکھو تو کمتر ایسے بندے ہین جو دنیا پر اطمینان نہین کرتے اور اللہ تعالے کی رضامندی وجوار قدس چاہتے ہین اور باقی بکثرت ایسے ہین جو فقط دنیا چاہتے ہین تو لازم ہو کہ اللہ تعالے کی شان الوہیت نہ پہچانین پس وہ لوگ اُس سے یسری کی توفیق بھی نہین مانگتے ہین اور بدون توفیق الٰہی کے خوار ہین اور بات یہ کہ حق عزوجل نے سراسر سب پر احسان کیا پھر اگر توفیق مانگتے تو بھی ارحم الراحمین احسان کر کے یہ توفیق دیتا لیکن دنیا کے عاشق بنکر کچھ نہین مانگتے ہین اور جان ودل سے دنیا کی چیزین کمانے مین مصروف ہین اور ان چیزون کو جان کے ساتھ جمع کرتے ہین اور چونکہ اللہ تعالے واسکی رضامندی نہین چاہتے اسلیے اُسکی راہ نہین چلتے اور نہ اُسکی راہ مین مال خرچ کرتے ہین بلکہ راہ حق مین خرچ کرنے کی توفیق نہین پاتے ہین اگرچہ شیطانی ہوا وہوس مین ہزارون روپیہ خرچ کرین اللہ تعالے نے فرمایا۔ ان علینا للھدے ہدایت دینا ہمارے ہی اوپر ہے۔ پس بندہ کو لازم ہے کہ اپنے رب رحیم سے ہدایت مانگے اور اُسی پر بھروسا کرے وان لنا

حتی کہ عورتون و بوڑھیون کو آزاد کرتے جب کہ وہ مسلمان ہو جاتی تھین پس ابوبکر رضہ سے اُنکے باپ نے کہا کہ اے فرزند
مین دیکھتا ہون کہ تو ضعیف کمزورون کو آزاد کرتا ہی کاش تو زبردست غلامون کو خرید کر آزاد کرتا تو وہ تیرے کام آتے یہان
تیرے ساتھ رہتے اور تجھے دشمنون سے بچاتے تیرے آڑے آتے اور تجسے دشمنون کو دفع کرتے تو ابوبکر رضہ نے کہا کہ
اے پدر مکرم مین تو وہ چاہتا ہون جو اللہ تعالے کے یہان ہی۔ عامر رح نے کہا کہ مجھے میرے گھر والون مین سے بعض نے
آگاہ کیا کہ یہ آیت فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنیٰ فسنیسرہ للیسریٰ۔ ابوبکر رضہ کے حق مین نازل ہوئی ہی (ابن کثیر رح)
اور روایت ہی کہ امیہ بن خلف مشرک اپنے غلام بلال رضہ کو جو مسلمان ہوگئے تھے اسلام سے پھر جانے کا حکم دیتا تھا اور جب
بلال رضہ نے نہ مانا تو انکو باندھکر مکے کی گلیون مین مارتا پھرتا اور لڑکون کو اُبھارتا وہ بلال کو ڈھیلے جوتیان وغیرہ مارتے اور زخمی
کر دیتے جب دھوپ گرم ہوتی تو بلال رضہ کو جلتی ہوئی ریگ پر لٹا کر لوہے و پتھر کی چیزین نہایت گرم اُنپر رکھتا اور بلال رضہ
درد سے چلاتے اور جب وہ کافر کمبخت کہتا کہ دین اسلام سے پھر جا تو کہتے کہ احد احد۔ یعنے اللہ تعالے اکیلا وحدہ لا شریک ہی
ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حال دیکھا اور غمگین ہوے اور ابوبکر رضہ سے ذکر کیا اور ابوبکر رضہ نے جا کر امیہ
بن خلف کافر سے بلال کے خریدنے کی گفتگو کی اُس کافر نے بہت کثیر قیمت بیان کی یعنے اس بے تعداد قیمت پر کوئی خرید
نہین سکتا ہی۔ حضرت ابوبکر رضہ نے اسی قدر قیمت منظور کر کے لوگون کو گواہ کر لیا اور وہ کافر بھی اس قیمت کے لالچ مین
آگیا پس ابوبکر رضہ نے یک مشت سب قیمت دیکر بلال رضہ کو لے لیا اور خالص اللہ تعالے کے واسطے آزاد کیا اور یہ
شرط کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین رہین بلال نے کہا کہ آپ یہ شرط کرین یا نہ کرین مین خود ہی حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت سے جدائی نہین چاہتا ہون۔ پھر امیہ بن خلف کافر کے حق مین یہ آیات اُترین۔ واما من بخل واستغنی
وکذب بالحسنیٰ فسنیسرہ للعسریٰ۔ یعنے جسنے بخل کیا اور بے پروائی کی اور وعدۂ حسنیٰ ثواب آخرت وجنت کو جھٹلایا تو ہم
اسکو نہایت سختی میسر کرینگے۔ یہ آیت معجزہ تھی کہ امیہ بن خلف اسلام نہین لایا بلکہ بدر کی لڑائی کے دن مارا گیا۔
اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ۔ اور اُسکا مال اُسکے کچھ بھی آڑے نہ آویگا جب وہ گرا
ف مجاہد رح نے کہا یعنے جب وہ مرا۔ ابوصالح و زید بن اسلم نے کہا یعنے جب وہ جہنم مین گرا مترجم کہتا ہی کہ (تردی) مرنے اور گرنے دونون معنے مین
آتا ہی اور امیہ بن خلف ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تھا اور جو کفار بدر مین مارے گئے وہ وہان ایک گڑھے مین ڈالے گئے جہان جہنم کے عذاب مین
پڑے رہے ان کافرون کے حق مین یہ معنے بھی واقع ہوے چنانچہ عرب کے محاورہ مین آتا ہی۔ تردی فی البیر۔ وہ کنوئین مین گرا فافہم

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ۝ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ۝ فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ۝
ہمارا ذمہ ہے سوجھا دینا اور ہمارے ہاتھ ہے پچھلی اور پہلی سو مین نے سنا دی تمکو خبر ایک تپتی آگ کی
لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي
اُسمین وہی بیٹھے گا جو بڑا بدبخت ہے جسنے جھٹلایا اور منہ موڑا اور بچا دینگے اُس سے وہ بڑا ڈر والا جو
يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۝ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ
دیتا ہے اپنا مال دل پاک کرنیکو اور نہین کسی کا اُسپر احسان جسکا بدلا دے مگر چاہ کر منہ اپنے رب کا

وے تو البتہ دون ولیکن مین جانتا ہون کہ نہ کوئی دیگا اور نہ مین بیچونگا۔ شخص مذکور نے کہا کہ وہ تیری مراد اُسکے عوض مین کیا ہے مالک درخت نے کہا کہ جو کوئی مجھے اس درخت کے عوض مین چالیس درخت دے تو البتہ اُسکے ہاتھ بیچون۔ شخص مذکور نے کہا کہ یہ تو بڑی بات بولتا ہی کہ ایک درخت کے عوض مین چالیس درخت مانگتا ہی۔ پھر دونون خاموش رہے اور دوسری باتین کرنے لگے۔ پھر شخص مذکور نے مالک درخت سے کہا کہ اچھا مینے اُس درخت کے عوض مین تجھے اپنے باغات خرما سے چالیس درخت دیے۔ مالک درخت کہنے لگا کہ اچھا کہ اگر تو سچا ہے تو اس بیع پر گواہ کر دے۔ اُسنے وہان چند لوگون کو بلا کر اُنسے کہا کہ یارو تم گواہ رہو کہ مین نے اس شخص کے فلان درخت کے عوض مین جسکی شاخ فلان بن فلان کے گھر مین جھک گئی ہی اُسکے عوض مین اپنے درختان خرما سے چالیس درخت دیے۔ مالک درخت سے کہا کہ تو کیا کہتا ہی۔ اُسنے کہا کہ مین راضی ہوگیا پھر ذرا دیر کے بعد کہا کہ میرے تیرے درمیان بیع نہین ہی ہم تم ابھی جدا نہین ہوے ہین۔ اُس شخص نے کہا کہ خیر بھائی اقالہ کرلے اور مین بھی احمق نہین ہون کہ تیرے جھکے ہوے دوشاخہ درخت کے عوض مین چالیس درخت دون جو ایک پیڑی پر راست ہون۔ مالک درخت نے کہا کہ اچھا اگر تو ایسے چالیس درخت دے جو ایک پیڑی پر سیدھے ہون تو البتہ مین نے بیچا۔ شخص مذکور نے کہا کہ اچھا مین نے تجھے چالیس درخت خرما ایک ساق پر جمے ہوے دیے اور گواہ کرلیے اور اُنکے سامنے چالیس ایسی صفت کے درخت گن دیے پھر دونون جدا ہوگئے اور بیع پوری ہوگئی۔ پھر شخص خریدار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب وہ درخت جو فلان شخص کے گھر مین جھکا ہوا ہی میری ملک ہوگیا اور وہ مین نے حضور کے واسطے کر دیا یعنے آپ کی ملکیت مین کر دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مرد عیالدار کے پاس گئے جسکے گھر مین وہ درخت جھکا ہوا تھا اُس سے فرمایا کہ یہ درخت اب تیرے لیے اور تیری اولاد کے لیے ہے ابن عباس رضی نے کہا کہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے نازل فرمایا۔ والیل اذا یغشی۔ تا قولہ تعالےٰ واما من بخل واستغنی الآیہ یہ حدیث غریب ہے

مترجم کہتا ہی کہ اس حدیث سے یہ ثبوت نہین ہوتا کہ آیت کا یہی سبب نزول ہی اسلیے کہ سورہ ہذا مکیہ ہے اور یہ قصہ مدینے مین واقع ہوا تو مراد یہ کہ ہی کہ جب یہ قصہ واقع ہوا تو اللہ تعالےٰ نے ان آیات کو مکرر نازل فرمایا یعنے انھین آیات مین ان دونون آدمیون کا حکم ہی پس جسنے خرید کر دیا اُسکی صفت۔ اعطی واتقی وصدق بالحسنیٰ ہی۔ اور جو مالک درخت تھا اُس کی صفت۔ بخل واستغنی وکذب بالحسنیٰ۔ ہی اور اس صورت مین (للعسریٰ) سے مراد محرومی نعمت ہی کیونکہ (عسری) درحقیقت سختی ہی اور ہر ایک بدعمل کی سختی اُسکی بدی کے مطابق ہوتی ہی مثلاً کفر کیا تو ہمیشہ دوزخ ہی اور سود کھایا تو اُسکے مناسب ہے اور یہان جسنے وہ درخت نہین دیا تو بخل کیا اور درخت جنت سے بے پروائی کی اور جو وعدہ حسنیٰ اُسکو دیا گیا تھا اسکو اُسکے نفس نے سچ نہین مانا یعنے ظاہر مین اقرار کیا اور باطن مین نقد کے عوض ادھار خیال کیا اور یہ نفاق ہی یا غفلت ہی تو عُسری اسکے حق مین یہ کہ اُسکو توفیق نہوئی واللہ تعالےٰ اعلم **امام ابن جریرؒ** نے کہا کہ اس آیت کا نزول حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے حق مین ہوا ہی وحدثنا ہارون بن ادریس الاصم حدثنا عبدالرحمن بن محمد المحاربی حدثنا محمد بن اسحق عن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق عن عامر بن عبداللہ بن الزبیر قال الخ۔ یعنے عامر بن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہجرت سے پہلے مکے مین ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگون کو اسلام پر آزاد کیا کرتے تھے

ہشتم سے روایت پائی ہی اور شاید شیخ ابن حجرؒ کو اسکی کوئی روایت ملی ہو واللہ اعلم اور عبد الملک بن عمرو یعنے ابو عامر العقدی ثقہ ہین اور عباد بن راشد کے حق مین ابن حجرؒ نے یہ اختیار کیا کہ صدوق ہین اور کبھی وہم کرتے ہین ولیکن امام احمدرہ نے کہا کہ ثقہ ہین چنانچہ مسند کی جلد دوم مین صفحہ ۳۹۲ مطبوعۂ مصر مین عبد اللہ بن احمد نے اپنے باپ سے روایت کیا اور قتادہ معروف ثقہ ہین اور تدلیس نہین رہی جبکہ انھون نے خلید العصری سے روایت کی پس معلوم ہوا کہ اسناد کے راوی سب ثقات ہین اور واضح ہو کہ حدیث کے یہ معنے نہین ہین کہ جو کوئی اپنا مال جسطرح چاہے خرچ کر ڈالے اسکو یہ دعا پہونچیگی بلکہ اس دعا کے لائق وہ ہوگا جسنے مال کو راہ خیر مین موافق شرع کے خرچ کیا ہو واللہ تعالے اعلم بالصواب اور بخیل کے حق مین بد دعا یہ ہے کہ وہ اپنا مال کنجوسی کے ساتھ جمع کرتا ہی اور خود تکلیفین اٹھاکر مرجاتا ہی تو وہ سب مال اُسکے حق مین تلف ہوجاتا ہی فافہم واللہ اعلم **حدیث ہشتم** قال ابن ابی حاتم حدثنا ابو عبد اللہ الظہرانی حدثنا حفص بن عمر العدنی حدثنا الحکم بن ابان عن عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کہا کہ ایک شخص کا نخلستان تھا اُسمین سے ایک درخت خرما کی ایک شاخ دوسرے شخص کے گھر مین گئی تھی یہ شخص محتاج عیالدار تھا پھر جب درخت خرما کا مالک آتا اور اُسکے گھر مین سے چڑھکر اپنے درخت کے پھل توڑتا اور کوئی خرما گر پڑتا اسکو مرد عیالدار کے بچے اٹھالیتے تو وہ درخت سے اُتر کر بچون کے ہاتھ سے وہ چھوارا چھین لیتا تھا اور اگر اتفاق سے کسی بچہ نے بھوک کی وجہ سے خرما اپنے منھ مین ڈال لیا تو شخص مذکور اُسکے منھ مین اُنگلی ڈال کر وہ پھل نکال لیتا تھا۔ مرد عیالدار نے اس معاملہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا اور مالک درخت کے افعال کا شکوہ کیا یعنے کیسی بیرحمی کے ساتھ اسکے بچون سے برتاؤ کرتا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد عیالدار کو رخصت کیا اور خود جاکر درخت کے مالک سے ملاقات کی اور فرمایا کہ تو مجھے اپنا وہ درخت دیدے جسکی شاخ فلان مرد فقیر عیالدار کے گھر مین ہی اور اسکے عوض مین تیرے لیے جنت مین ایک درخت ہوگا اُس شخص نے کہا بہت اچھا مین نے وہ درخت آپکو دیا ولیکن اس درخت کے پھل مجھے بہت پسند ہین اور میرے پاس بہت درختان خرما ہین ان مین کوئی ایسا درخت نہین ہی جسکے خرما مجھے اسقدر پسند ہون جسقدر اس درخت مذکور کے پھل پسند ہین۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکے پاس سے رخصت ہوے اور وہان سے ایک شخص دیگر آپکے پیچھے ہولیا جسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا اُس درخت والے شخص سے اور اسکا جواب مذکور سب سنا تھا پس اُسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر یہ درخت جسکے عوض مین اُسکے مالک کو حضور نے جنت مین درخت دینے کا وعدہ فرمایا اگر یہ درخت میرا ہوجاوے اور مین یہ درخت حضور کو دیدون حضور عالی مجھے بھی وہی عطا کرینگے جو اسکو دینے کے واسطے ارشاد ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان تیرے واسطے بھی اُسکے عوض ایک درخت جنت مین ہوگا الخ۔ اُس شخص نے جاکر مالک درخت مذکور سے ملاقات کی اور اُسنے کہا کہ محمد صلعم نے آج مجھسے کہا کہ اگر تو اپنا وہ درخت جسکی فرع فلان شخص کے گھر مین جھکی ہی مجھے دیدے تو تیرے واسطے جنت مین ایک درخت اسکے عوض دون مین نے کہا کہ مین نے دینا منظور کیا ولیکن مجھے اس درخت کے پھل ایسے پسند ہین کہ میرے درختان خرما مین سے کسی درخت کے پھل ایسے پسند نہین ہین شخص مذکور نے یہ قصہ اُسکی زبان سے سنکر خاموشی اختیار کی پھر کچھ دیر کے بعد اُس سے کہا کہ کیا تو اُس درخت کو فروخت کرسکتا ہی اُسنے کہا کہ مین نہین بیچون گا ہان اگر کوئی شخص میری مراد کے موافق

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہم ایسے امر کے واسطے کام کرتے ہین جس سے فراغت ہوگئی یا ایسے امر کے لیے جواز سرنو ہوتا ہو آپ نے فرمایا کہ ایسے امر کے واسطے جس سے فراغت ہوگئی- تو سراقہ رضی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پھر عمل کس حال مین ہو- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر عامل کو اُسکا عمل میسر آتا ہو- رواہ مسلم عن ابی الطاہر عن ابن وہب بذلک **حدیث پنجم** ابن جریر عن یونس عن سفیان عن عمرو بن دینار عن طلق بن حبیب عن بشیر بن کعب العدوی رضی اللہ عنہ- دونون جوانون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم لوگ اپنے معاملہ مین عمل کرتے ہین کہ جسکو لکھکر قلم خشک ہوگئے اور تقدیر جاری ہوچکی ہو یا ایسی چیز مین جو نئے سر سے ہوتا جاتا ہو آپ نے فرمایا بلکہ جسمین قلم خشک ہوچکے اور مقدر جاری ہوچکا- اُن دونون نے کہا کہ پھر عمل کس چیز مین ہو فرمایا کہ عمل کیے جاؤ کہ ہر عامل کو وہی میسر ہوگا جسکے واسطے وہ پیدا ہوا ہو ان دونون نے کہا کہ پھر ہم کوشش کرینگے اور عمل کیے جا دینگے **حدیث ششم** امام احمد عن ہیثم بن خارجہ عن ابی الربیع سلیمان بن عتبۃ السلمی عن یونس بن میسرۃ بن حلبیس عن ابی ادریس عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ روایت کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ جو ہم لوگ عمل کرتے ہین کیا ایسے معاملہ مین ہو جس سے فراغت ہوچکی ہے (یعنے وہ جنتی یا دوزخی ہوچکا پھر عمل کرتا ہو) یا ایسے معاملہ مین جو نیا ہوجاتا ہو (یعنے جیسا کرے ویسا ہوجاوے) فرمایا بلکہ ایسے معاملہ مین جس سے فراغت ہوچکی ہو تو صحابہ رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پھر یہ عمل کس شمار مین ہو آپ نے فرمایا کہ ہر مرد کے واسطے وہی ویسا ہوجاتا ہو جسکے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہو (تفرد بہ احمد) **حدیث ہفتم** قال ابن جریر حدثنا الحسن بن سلمۃ بن ابی کبشہ حدثنا عبد الملک بن عمرو حدثنا عباد بن راشد عن قتادہ حدثنی خلید العصری عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین کوئی دن کہ جسمین اُسکا آفتاب غروب ہو مگر آنکہ اس روز کے دونون جانب مین دو فرشتے اسطرح پکارتے ہین کہ اُسکو سب مخلوق سنتی ہو سوائے جن وانسان کے کہ الٰہی خرچ کرنے والے کو اُسکی جگہ روزی دے اور بخیل کو تلف دے- اور اللہ تعالے نے اس بارہ مین قرآن نازل فرمایا- فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی الخ للعسری- اس حدیث کو ابن ابی حاتم نے اپنے باپ ابو حاتم سے اُسنے ابن ابی کبشہ سے روایت کیا **مترجم** کہتا ہے کہ امام ابن جریر الطبری صاحب تفسیر کی ولادت ۲۲۴ھ ہجری مین ہو ولیکن انھون نے بہت سے کبار مشائخ کو پایا ہے جن سے ائمہ صحاح الستہ نے روایت کی ہے اور یہ بات ابن ابی حاتم وطحاوی کو میسر نہین ہوئی حالانکہ یہ دونون چند سال چھوٹے ہین چنانچہ یہان بھی ابن جریر نے حسین بن سلمہ بن اسمٰعیل بن یزید بن ابی کبشۃ الازدی البصری سے روایت کی ابن حجر نے تقریب مین لکھا کہ یہ شیخ سچے ہین اور طبقہ نہم کے مشائخ مین سے ہین یعنے جس طبقہ مین اکثر امام احمد کے مشائخ ہین اور اس صورت مین یہ شیخ منجملہ ابن جریر کے بزرگ اساتذہ کے ہین جیسے بخاری کے شیخ ابو نعیم وغیرہ ہین لیکن مترجم کو اسمین تردد ہوا اسلیے کہ خلاصہ مین لکھا ہو کہ حسین بن سلمہ جنکا نام ابن ابی کبشہ مشہور تھا یعنے پردادا کی طرف منسوب تھے انھون نے عبد الرحمن بن مہدی اور مسلم بن قتیبہ سے روایت کی اور اُنسے ترمذی وابن ماجہ نے روایت کی ہو ۲۵۰ھ کے نزدیک انتقال فرمایا دارقطنی نے کہا کہ ثقہ ہین (خلاصہ) اور ابو حاتم نے کہا کہ صدوق (بہت سچے) اور ابن حبان نے انکو اپنی کتاب الثقات مین ذکر کیا ہو (تہذیب) اور اس سے یہ ثبوت نہین ہوتا کہ طبقہ نہم کے لوگون مین سے ہون جنھون نے طبقہ ہفتم یا کبار طبقہ

بھلائی کی توفیق نہین ملتی ہے اور وہ بے توفیق کے خوار ہوتا ہے اور یہ سب اللہ تعالےٰ کی تقدیر مقدر سے بھی موافق ہوتا ہے- اس بار مین احادیث بکثرت ہین **حدیث اول بروایت حضرت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ**- امام احمدؒ نے روایت کی کہ حضرت صدیق رضؓ نے کہا کہ مین نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا ہم لوگ ایسی بنیاد پر عمل کرتے ہین جس سے فراغت ہوچکی ہے یا ایسے امر پر جو نیا ہوتا جاتا ہے آپ نے فرمایا بلکہ ایسے امر پر جس سے فراغت ہوچکی ہے- ابو بکر رضؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ پھر عمل کس فائدہ مین ہے آپ نے فرمایا کہ ہر ایک کے واسطے وہی میسر ہوتا ہے جسکے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے **حدیث دوم** امام بخاریؒ نے ابو نعیم عن سفیان عن الاعمش عن سعد بن عبیدہ عن ابی عبد الرحمن السلمی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ روایت کی ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بقیع غرقد مین ایک جنازہ مین تھے تو آپ نے فرمایا کہ تم مین سے کوئی نہین مگر آنکہ اسکا ٹھکانا جنت سے یا اُسکا ٹھکانا جہنم سے لکھ دیا گیا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ پھر ہم لوگ اپنے نوشتہ پر بھروسا نہ کرین آپ نے فرمایا کہ عمل کرو کہ ہر ایک کو وہی میسر ہوگا جسکے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی- تاقولہ تعالےٰ للعسری- یہ اسناد صحیح ہے اور بخاریؒ نے اس حدیث کو بطریق وکیع وشعبہ عن الاعمش مسند کیا وقد رواہ عن ابی بکر بن ابی شیبہ عن جریر عن منصور عن سعد بن عبیدہ باسنادہ اور اس روایت مین اسطرح ہے کہ حضرت علی رضؓ نے کہا کہ ہم لوگ بقیع غرقد مین ایک جنازہ مین تھے اتنے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکر بیٹھ گئے اور ہم لوگ آپ کے گرد بیٹھ گئے اور آپ کے ہاتھ مین ایک چھڑی تھی پھر سر جھکا کر اُس سے زمین چونکتے تھے پھر فرمایا کہ تم مین سے کوئی نفس مخلوق نہین ہے مگر آنکہ اُسکی جگہ جنت سے یا دوزخ سے لکھ دی گئی ہے اور یہ لکھا گیا ہے کہ وہ شقی ہے یا سعید ہے پھر ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پھر ہم لوگ اپنے نوشتہ پر بھروسا کرلین اور عمل چھوڑ دین کیونکہ ہم مین جو کوئی اہل سعادت مین سے ہوگا تو وہ اہل سعادت مین چلا جاویگا اور جو ہم مین سے اہل شقاوت مین سے ہوگا وہ اہل شقاوت مین چلا جاوے گا تو آپ نے فرمایا کہ اسکا بیان یہ ہے کہ جو لوگ اہل سعادت مین سے ہین انکو اہل سعادت کے عمل میسر آتے ہین اور جو لوگ اہل شقاوت ہین انکو اہل شقاوت کے عمل میسر آتے ہین پھر پڑھا قولہ تعالےٰ فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی الخ- (وقد رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ وغیرہم) اگر کہو کہ اول روایت مین ہے کہ صحابہ رضؓ نے آپ سے پوچھا اور دوسری روایت مین ہے کہ ایک شخص نے پوچھا (جواب) صحابہ رضؓ سب یہ سوال پوچھنا چاہتے تھے ولیکن جرأت نہوتی تھی تو سب نے ایک کو اشارہ کیا کہ وہ پوچھے اور شاید یہ ابو بکر الصدیق رضؓ ہون جیسا کہ امام احمدؒ کی روایت مین بیان ہے **حدیث سوم** امام احمدؒ عن عبد الرحمن عن شعبہ عن عاصم بن عبید اللہ عن سالم عن ابن عمر رضؓ روایت کی کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ آگاہ فرماوین کہ ہم لوگ جو کچھ کرتے ہین آیا ایسے امر مین عمل کرتے ہین کہ اس سے فراغت ہوچکی یا ایسے امر مین جو ابتدا سے ایجاد ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ ایسے امر مین جس سے فراغت ہوچکی ہے اے ابن الخطاب عمل کر کیونکہ ہر ایک کو میسر کیا جاتا ہے پس جو کوئی اہل سعادت مین سے ہے اسکو سعادت کا عمل میسر ہوتا ہے اور جو اہل شقاوت مین سے ہے اسکو شقاوت کے واسطے عمل میسر ہوتا ہے- رواہ الترمذی عن بندار عن ابن مہدی یعنے عن محمد بن بشار عن عبد الرحمن بن مہدی بہ وقال حسن صحیح **حدیث چہارم** قال ابن جریر حدثنی یونس اخبرنا ابن وہب اخبرنی عمرو بن الحارث عن ابی الزبیر عن

کو دیا۔ قتادہؒ نے کہا یعنے اللہ تعالے نے جو اُسپر حق رکھا ہی اُسمین دیا۔ صدق بالحسنی جریج نے کہا یعنے لا آلہ الا اللہ کی تصدیق کی۔ ابن جریرؒ کے نزدیک پسندیدہ یہ ہی کہ صدق بالحسنی۔ یعنے یہ سچ مانا کہ ان کامون کا عوض نیک ملیگا۔ پھر کہا جاوے کہ فسنیسرہ للیسرے۔ یعنے اُسکو توفیق سے یہ میسر کرینگے کہ نیکی و خیرات کی راہون مین عمل کرے واحدیؒ نے لکھا کہ مفسرین نے کہا کہ یہ آیتین ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے حق مین نازل ہوئین حضرت صدیق رضؓ نے چھ مسلمانون کو خرید کر آزاد فرمایا یہ مسلمان اہل مکہ کے مشرکون کے غلام تھے اُنکے ہاتھون سے اللہ تعالے کے لیے سخت تکلیف اُٹھاتے تھے۔ ابن مسعود رضؓ نے کہا کہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف سے دس اوقیہ اور ایک چادر کے عوض مین خرید کر اللہ تعالے کے واسطے آزاد کر دیا تو اللہ تعالے نے یہ آیات نازل فرمائین الخ (رواہ ابن ابی حاتم و ابن عساکر) عامر بن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ مکہ مین لوگون کو اسلام پر آزاد کیا کرتے تھے یعنے جو کوئی اسلام لایا اُسکو مشرک سے خرید کر اللہ آزاد کرتے تھے حتی کہ بڑھیا عورتون کو خرید کر آزاد کرتے تھے (س ف ک) بالجملہ قولہ ان سعیکم لشتی۔ تمھارے اعمال مختلف متضاد ہین یعنے تم لوگ مختلف نیت و متضاد طریقہ پر عمل کرتے ہو اور ہر ایک کے واسطے انجام جداگانہ ہی پھر تفصیل بیان فرمائی فاما من اعطی الخ۔ یہ تو ایک قسم ہے جسکے واسطے دنیا مین نیکی کی توفیق و آخرت مین جنت ہی اور اس فریق کو اللہ تعالے کی وحدانیت اور وعدۂ آخرت و جنت کا یقین ہے۔ پھر اسکے مخالف قسم کو بیان فرمایا بقولہ تعالے۔ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى۔ اور رہا وہ شخص جسنے بخل کیا اور بے پروائی کی ف ابن عباس رضؓ نے کہا یعنے اپنے مال سے بخل کیا اور رب عزوجل سے بے پروائی کی۔ یہی عکرمہؒ نے ابن عباس رضؓ سے روایت کیا (ابن ابی حاتم) یعنے دوسرے فریق کی یہ حالت ہی کہ اللہ تعالے نے جس طرح مال فانی خرچ کرنیکا حکم دیا اُس سے بخل کرتا ہی اور اللہ تعالے کے ثواب و رضوان سے بے پروائی کرتا ہے تو جسنے ایسا کیا۔ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى۔ اور نہایت خوب چیز کو جھٹلایا ف جنت کو یا ثواب آخرت کو یا کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ کو فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى۔ تو ہم اسکو عسری میسر کرینگے ف عسری نہایت سختی کی چیز اور وہ جہنم ہے یا وہ بد راستہ و بد اعمال جس سے جہنم مین جاویگا چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ الخ یعنے جیسے وہ لوگ اول مرتبہ اللہ تعالے پر یا اُسکے رسول و کلام پر ایمان نہین لائے تو ہم اُنکے دل و آنکھین اُلٹ دیتے ہین اور انکو اُنکے طغیان مین اندھے آتے چھوڑتے ہین۔ ھ۔ (ابن کثیرؒ) اکثر مشرکین اپنے اموال کو شادی و غمی مین بکثرت اُٹھاتے ہین تو بخل کیونکر ہی (جواب) یہ سخاوت نہین بلکہ بربادی ہی اور یہ اُنکے کفر و سرکشی کی سزا ہی کہ جیسے انھون نے آخرت و جنت سے بے پروائی اور کار خیر مین مال کو اللہ تعالے کے ثواب کے لیے نہ دیا تو اللہ تعالے نے انکو اس بلا مین مبتلا کیا کہ بہت محنت و مشقت سے جان کھپا کر حرام و حلال و ظلم و فجور سب طرح مال کماتے ہین اور تاشے باجے اور فسق و فجور مین بے دھڑک اُٹھاتے ہین اور اخوان الشیاطین بن جاتے ہین تو اللہ تعالے انکو ایسی ہی خصلت میسر کرتا ہی جسکا انجام سختی ہی اسی سے بعض سلف نے عسری کی تفسیر مین کہا کہ وہ شر اور بدی ہی یعنے ہم اُسکو شرارت و بدی میسر کرتے ہین (س ف ک وغیرہ) ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس بارہ مین آیات بکثرت ہین جو صاف دلالت کرتی ہین کہ جسنے بھلائی و خوبی کا قصد کیا اسکو اللہ تعالے کی طرف سے یہ عوض ملتا ہے کہ اللہ تعالے اسکو نیکی کی توفیق عطا کرتا ہی اور جس شخص نے برائی اور بدی کا قصد کیا تو اللہ تعالے کی طرف سے اُسکو یہ بدلہ ملتا ہے کہ اُسکو

نر و مادہ مین تباین ہو اور اللہ تعالےٰ ان متباین چیزون کی قسم سے فرماتا ہو کہ - ان سعیکم لشتی - تمھارے اعمال مختلف ہین یعنے تمھارے اعمال مین بھی تباین ہو - خلاصہ یہ کہ قسم ہو نور اور ظلمت کی و ہر ایک نر و مادہ کی کہ جیسے نر و مادہ مین اختلاف و تباین ہوتا ہو اسیطرح تمھاری سعی بھی متخالف ہی - یعنے تم لوگون نے جو اعمال سعی کر کے کمائے ہین وہ متضاد و متخالف ہین کوئی تو نیکی کمانے مین سعی کرتا ہو اور کوئی بدی کمانے مین ساعی ہو (ابن کثیرؒ) بعضے جنت کے واسطے عمل کرتے ہین اور بعضے جہنم کے لیے عامل ہین مترجم کہتا ہے کہ اس سے مقصود یہ ہو کہ کفار کا خیال مہمل ہو کہ یہان جس سے جو تدبیر بن پڑی وہ ہو گئی اور مرا تو سب فنا ہو گیا بلکہ تمھارے اعمال کا اعتبار ہو اور اللہ تعالےٰ نے آگاہ کیا کہ تمھاری سعی مختلف ہو اور مدار اسکا اپنے خالق عزوجل کے کلمہ حسنیٰ کے اعتقاد و بداعتقادی پر ہو اگر کہو کہ مساعیکم لشتیٰ - کیون نہ ہوا کیونکہ جمع کے واسطے مساعی جمع ہو تا کہ ہر ایک کے لیے اُسکی سعی ہو (جواب) سعیکم مین سعی مصدر ہے اور مصدر سے جمع کے معنے بھی لیے جاتے ہین - دنیا مین اللہ تعالےٰ نے ہر ایک کو بتلا دیا کہ یہ تقویٰ ہو اور وہ فجور ہو تا کہ ہر ایک اپنے واسطے اختیار کرے اور جو کچھ اختیار کرے وہ اللہ تعالےٰ کی قدرت اُسکو حاصل کراوے کیونکہ آدمی اُسی قدرت کے قبضہ مین قایم ہے جسنے نطفہ سے اسکو بچہ بنایا پھر جنا یا پھر بڑھایا یہانتک کہ اس حالت پر آیا ہو تو اب ہر ایک بندہ کی سعی ایک ہی راہ پر متحد نہین بلکہ مختلف و متباین ہو جیسے رات و دن مین تباین ہو پھر اس اختلاف کا انجام بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی - پس جسنے عطا کیا اور تقویٰ کیا اور کلمہ حسنیٰ کی تصدیق کی تو ہم اسکو سہولت کے واسطے آسانی دینگے ف ابن کثیرؒ نے کہا کہ - اعطیٰ یعنے عطا کیا وہ مال جسکے نکالنے و دینے کا حکم دیا گیا ہو (جیسے زکوۃ و صدقہ فطر وغیرہ) واتقی یعنے اپنے معاملات مین اللہ تعالےٰ کا تقویٰ رکھا - وصدق بالحسنیٰ قتادہؒ نے کہا کہ تصدیق کی نیکی کی یعنے یقین کیا کہ ان کامون کا عوض نیک ضرور ہو (یعنے آخرت برحق ہو اور ان کامون کا نیک بدلا ملیگا) خصیفؒ نے کہا یعنے ثواب کا یقین کیا - ابن عباس و مجاہد و عکرمہ و ابو صالح و زید بن اسلم نے کہا یعنے ان کامونکے بجاے نیکی ملیگی - مترجم کہتا ہو کہ ان سب اقوال کا نتیجہ یہ ہو کہ جس شخص نے اللہ تعالےٰ کے واسطے نیک کام کیا اس یقین کیساتھ کہ آخرت برحق ہو اور ان کامون کا ثواب ملیگا - ابو عبدالرحمن السلمی و ضحاکؒ نے کہا کہ بالحسنیٰ ای بلا الہ الا اللہ - یعنے عطا کیا و تقویٰ کیا اور لا الہ الا اللہ کلمہ حسنیٰ کی تصدیق کی ایک روایت مین عکرمہ سے آیا کہ صدق بالحسنیٰ یعنے اس انعام کی تصدیق کی جو اللہ تعالےٰ نے اسپر فرمایا ہو - زید بن اسلم سے ایک روایت مین ہو یعنے نماز و زکوۃ و روزہ کی تصدیق کی اور ایک روایت مین کہا یعنے صدقۃ الفطر کی تصدیق کی ابن ابی حاتم نے ایسی اسناد سے جسمین مذکور راوی ثقہ ہین ولیکن ایک راوی کا نام مذکور نہین ہو حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صدق بالحسنیٰ دریافت کیا تو فرمایا کہ الحسنیٰ جنت ہو - یعنے جنت کو اُسنے سچ مانا - فسنیسرہ للیسریٰ - تو ہم اسکو خیر کے واسطے تیسیر دینگے - یعنے خیر میسر کرینگے - یہ ابن عباسؓ کا قول ہو - زید بن اسلمؒ نے کہا کہ یعنے جنت میسر کرینگے (تفسیر ابن کثیرؒ) اور دیگر تفاسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ قولہ تعالےٰ فاما من اعطیٰ - یعنے جسنے اپنا حلال کمایا ہوا مال شریعت آلٰہی کے موافق نیک راہون مین خرچ کیا - واتقی - اور جن باتون سے اللہ تعالےٰ کی شریعت مین ممانعت ہو اُنسے تقویٰ و پرہیز رکھا - وصدق بالحسنیٰ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیک عوض ملنے کو سچ جانا - فسنیسرہ للیسریٰ - تو ہم اُسکے لیے خصلت نیک میسر فرماوینگے - مفسرین نے کہا کہ من اعطیٰ یعنے جسنے مفلسون کو

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰىۤ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى - قسم رات کی جب ڈھانپ لے اور قسم دن کی جب روشنی سے چمک اُٹھے اور قسم نر و مادہ پیدا کرنے کی کہ تم لوگون کی سعی البتہ متفرق ہو ف یعنے اللہ تعالے نے رات و دن و نر و مادہ کی قسم سے فرمایا کہ تم لوگون کے عمل کئی طرح متفرق ہین احادیث و آیات سے ثبوت ہوتا ہو کہ دنیا مین مجموعہ دو طرح مین منحصر ہین ایک اہل جنت ہین اور دوم اہل جہنم ہین پھر اہل جنت مین بے شمار انواع ہین بعضے پیغمبر ہین و بعضے صدیق ہین اور بعضے شہید اور بعضے صالحین ہین پھر پیغمبرون مین بہت مراتب ہین اور انسے زیادہ صدیقین مین مراتب ہین اور انسے زیادہ شہدا ہین اور سب سے زیادہ صالحین ہین مراتب ہین اسیطرح اہل جہنم مین طرح طرح کی خواری و عذاب والے لوگ ہین اور جس قدر دنیا مین اہل جنت کی بہ نسبت کفار و مشرکین بہت زیادہ ہوتے ہین حتی کہ ہر زمانہ مین کفار کی کثرت ایسی ہو جیسے سیاہ بیل کے بدن پر بال ہین اور مومنین ایسے قلیل ہوتے ہین جیسے اس بیل کے بدن پر کوئی سفید داغ ہو یعنے وہان سفید بال ہون تو قیاس کرو کہ مومنین کے بے شمار اقسام کے بہ نسبت کافرون و مشرکون کے بیحد زائد اقسام ہوئے ہین اسلیئے کہ اسلام تو ایک راہ توحید ہی اُسمین کمائی کرنے والے اپنی اپنی کمائی مین اسقدر کثرت سے ہین تو سمجھ لینا چاہیئے کہ کفر و شرک جو مختلف راہین ہوتی ہین اُن مین کس قدر ہر ایک مین بے شمار کثرت ہوگی تو حاصل یہ ہوا کہ سعی یعنے عمل کی راہ سے تم لوگ متفرق و متعدد ہوا اگرچہ آخر انجام مین دو ہی مین منحصر ہو ایک اہل جنت تو اُسکے درجات مین ہونگے اور دوم اہل جہنم اُسکے بے شمار درکات مین ہونگے - قولہ تعالے واللیل اذا یغشی قسم رات کی جب وہ ڈھانپ لے ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یعنے اپنی تاریکی مین مخلوق کو ڈھانک لے والنہار اذا تجلی - اور قسم دن کی جب تجلی کرے یعنے اپنے نور و اشراق سے روشن کرے قولہ وما خلق الذکر والانثی - جیسے قولہ تعالے وخلقناکم ازواجا - ہم نے تم کو جوڑے پیدا کیا ہو اور جیسے قولہ ومن کل شیء خلقنا زوجین اور ہم نے ہر چیز سے جوڑے بنائے ہین - مع - (ابن کثیر) ابن عباس رضؓ وغیرہ نے کہا کہ اذا یغشی - جب اندھیرا کرلے - معنے یہ ہین کہ اللہ تعالے نے رات کی قسم کھائی جب ہر جاندار اپنے ٹھکانے آجاتا ہے اور خلق سکون مین ہو جاتی ہو اور اُسپر نیند چھا جاتی ہو - والنہار اذا تجلی - اور قسم دن کی جب ظاہر ہو یعنے تاریکی زائل ہو کیونکہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہو اور دن روشن ہوتا ہو تو دنیا کی ہر چیز ظاہر ہو جاتی ہے اور جاندار ہر ایک اپنے اپنے مطلوب حاصل کرنے مین سعی کرتا ہو - وما خلق الذکر والانثی - اور قسم اُس پاک کی جسنے پیدا کیا نر و مادہ کو (ما) موصولہ ہو اور (من) کے بجائے (ما) لانے مین صفت عظیم اور عظمت فخیم کا اشارہ ہو یعنے قسم اُس قادر عظیم کی جسنے نر و مادہ ہر چیز کا جوڑا بنا دیا - یہی حسن بصریؒ و کلبیؒ و ابو عبیدہؒ سے منقول ہو - مقاتلؒ نے (ما خلق) لیئے (خلق) یعنے مصدر لیا یعنے اور قسم ہے نر و مادہ پیدا کرنے کی - واضح ہو کہ ابن مسعود رضؓ و ابو الدرداء رضؓ نے والذکر والانثی - پڑھا یعنے قسم ہے نر و مادہ کی (کما رواہ البخاری وغیرہ) اگر کسی عورت کی علامت اور مرد کی علامت دونون جمع ہون اور یہ پہچان نہ پڑے کہ دونون مین سے کس نوع مین ہے اور اسی کو خنثی مشکل کہتے ہین پس اگر کسی نے قسم کھائی کہ آج نر و مادہ کسی سے کلام نہ کرونگا پھر اُسنے خنثی مشکل سے کلام کیا تو قسم مین جھوٹا ہو جائیگا یہی رازیؒ اور کرخیؒ و محلیؒ و خطیبؒ نے بیان کیا ہے اس دلیل سے کہ خنثی مشکل کو ہم نہین پہچانتے گروہ نر ہے یا مادہ ہے مگر اللہ تعالے کو معلوم ہو کہ وہ کس قسم مین ہو ابن کثیرؒ نے نکتہ بیان کیا کہ رات دن مین ضد ہو اور

بقولہ تعالے ان سعیکم لشتی۔ یعنے خطاب جمع ہو کبیر المترجم کہتا ہو کہ سلف مین یہ بات عام مشہور تھی کہ اسمین فضیلت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی منصوص ہو اور اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ جب حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو اس امت مین سب سے اعلیٰ فضیلت مرتبۂ صدیقیت مین حاصل ہو تو آئندہ جو لوگ قیامت تک اس فضیلت مین شامل ہون تو ابوبکر الصدیق رضوان سب کے سردار ہونگے اور یہ بات یقیناً ظاہر ہے۔ م۔ رازیؒ نے لکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ہم لوگ ایک جنازہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے پھر آپ بیٹھ گئے (یعنے قبر تیار ہونے مین کچھ دیر تھی) اور ہم لوگ بھی آپکے گرد بیٹھ گئے پس آپ نے فرمایا کہ کوئی نفس جو پیدا کی گئی ہو وہ نہین مگر آنکہ ضرور اللہ تعالے کو اسکا مقام جنت مین یا دوزخ مین معلوم ہے (موافق علم الٰہی کے وہ ضرور جنتی ہو یا دوزخی ہو یعنے یہ علم الٰہی مین مقدر ہو) تو ہم لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ بھروسہ نہ کرلین (یعنے عمل کرنے سے باز رہین اور بیٹھ رہین) تو فرمایا کہ عمل کیے جاؤ کہ ہر ایک کو وہی میسر آویگا جسکے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہو پھر پڑھا قولہ تعالے فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسرے واما من بخل الآیہ (صحیح) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واسطے اولیٰ فضیلت ہو اور اسمین دوسرے اہل صلاحیت شامل ہین اور اسی طرح امیہ بن خلف مذمت مین سب سے بدتر ہے اور اُسی کے ساتھ اسی قسم کے اور فجار شامل ہین فافہم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہو

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۙ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۙ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ۙ
قسم رات کی جب چھا جاوے اور دن کی جب روشن ہو اور جو اُسنے پیدا کیے نر اور مادہ

اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۗ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ
تمھاری کمائی بھانت بھانت ہو سو جسنے دیا اور ڈر رکھا اور سچ جانا بھلی بات کو تو اسکو ہم سہج سہج

لِلْيُسْرٰى ؕ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ
پہونچا وینگے آسانی مین اور جسنے نہ دیا اور بے پروا رہا اور جھوٹ جانا بھلی بات کو سو اسکو ہم سہج سہج پہونچا وینگے

لِلْعُسْرٰى ؕ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ؕ
سختی مین اور کام نہ آویگا اسکو مال اسکا جب گڑھے مین گریگا

اللہ تعالے نے قسم عظمت کے ساتھ بیان فرمایا کہ دنیا مین تم لوگون کے اعمال اور کوششین دو مختلف راہون پر ہین پھر ان دونون کی تفصیل بیان فرمائی کہ جس قسم کی سعی یعنے عمل اس نیک قسم کے ہین وہ راحت وجنت مین ہین اور جس فریق کے عمل (بد) قسم کے ہین وہ سختی ودوزخ مین ہین۔ خوب یاد رکھو کہ خوبی وجنت کی ہدایت دینا ہمارے ہی اختیار مین ہو اور یہ دنیا وآخرت ہمارے ہی بادشاہت مین ہو ہم نے تم کو یہان جلتی بلتی آتشی ملک جہنم سے آگاہ کر دیا اور جس بدکاری سے وہان جانے والے ہو جاؤ وہ سب بتلا یا اور ڈر سنا دیا پھر وہی وہان جائیگا جو منکر کافر بدکار ہے اور اسکے برخلاف جسنے اللہ تعالے کو مانا اور ڈرانے سے ڈرا اور پرہیز کیا تو وہ جہنم سے بچا اور وہ راضی ہو کر خوش عیش ہوگا۔ اب آیات قدسی مین غور کرو وقال تعم

یعنے قسم ہے کہ برباد و ہلاک ہونگے وہ لوگ جنھون نے طغیان و سرکشی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار و کفر کیا جیسے ثمود نے اپنے پیغمبر صالح علیہ السلام سے کفر کیا اور ناقہ کے ساتھ طغیان کیا تو دنیا سے برباد و ہلاک ہوے اسلیے کہ ایسے طاغی و فاجرون نے الہام تقوی قبول نکیا اور فجور کی حالت پر باقی رہے تو عقل پر گندہ حجاب ہا اور نفس کی تاریکیان چھائی رہین واللہ تعالے اعلم (ابن العربی رح)

سورۃ الیل مکیۃ وہی احدی وعشرون ایۃ

سورۃ واللیل مکیہ ہے یعنے ہجرت سے پہلے مکے مین نازل ہوئی ہے ابن عباس رض و ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مکے مین اسکا نزول ہوا ہے اور جمہور علماے سلف سے یہی قول مروی ہے اور بعض لوگون نے کہا کہ مدنیہ ہے شاید یہ بات ہو کہ کسی واقعہ خاص مین اس سورۂ مبارک کی بعض آیات مدنیہ مین مکرر نازل ہوئی ہون اس سورہ مین اکیس (۲۱) آیات ہین خطیب رح نے لکھا کہ اکہتر (۷۱) کلمات ہین اور تین سو دس (۳۱۰) حروف ہین (السراج) جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر و عصر مین واللیل اذا یغشی اور اسکے مانند پڑھا کرتے تھے (رواہ البیہقی) انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو ظہر کی نماز پڑھائی تو آواز بلند فرمائی پس سورۂ والشمس وضحاہا اور واللیل اذا یغشی پڑھا تو (بعد سلام کے) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا اس نماز مین آپ کو کچھ حکم دیا گیا ہے آپ نے فرمایا کہ نہین ولیکن مین نے یہ چاہا کہ تمھارے واسطے توقیت ظاہر کرون (الطبرانی فی الاوسط) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ پوچھا تھا کہ کیا اس نماز مین اخفا کے بجاے آواز سے پڑھنے کا حکم ہو گیا ہے تو آپ نے بتلایا کہ نہین بلکہ مین نے عمداً آواز سے اسلیے پڑھا کہ تم لوگون کو معلوم ہو جاوے کہ اس نماز مین اسقدر پڑھنا چاہیئے مے مترجم کہتا ہے کہ علما کے نزدیک ظہر و عصر مین آہستہ آواز سے بدون جہر کے پڑھنا واجب ہے حتی کا اگر کوئی شخص جہر سے پڑھے تو اُسپر سہو کا سجدہ واجب ہوگا اور تعمد مین گنہگار ہوگا ولیکن حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ آپ نے اصحاب رضی اللہ عنہم کو مقدار تعلیم کرنے کے واسطے جہر سے پڑھا ہے۔ تو یہان سوال یہ ہے کہ کیا اسیطرح تعلیم کی غرض سے جہر کے ساتھ جائز ہے یا نہین جائز ہے اور اگر یہ کہا جاوے کہ اب زبانی بیان کرنا کافی ہے تو جواب یہ کہ اُس زمانہ مین بھی یہ بات کافی ہوسکتی تھی ولیکن آپنے بیان کے ساتھ عملی تعلیم بھی فرمائی پس اسیطرح اب بھی عملی تعلیم جائز ہوگی جیسے علماء حنفیہ نے کہا کہ اول مین (آمین) جہر سے اسی تعلیم کے واسطے کہی جاتی تھی اور اب بھی جواز ہے پس یہی قول ہے واللہ تعالے اعلم - م اور حدیث صلوٰۃ معاذ رض مین گزرا کہ کیون تو نے سبح اسم ربک الاعلی اور والشمس وضحاہا اور واللیل اذا یغشی۔ نہین پڑھی - ابن عباس رض سے روایت ہے کہ مین کہتا ہون کہ یہ سورہ دربارۂ سخاوت اور بخل کے نازل ہوا ہے (ف) یعنے سخاوت جو شرعی طریقہ پر ہو اہل جنت کا عمل ہے اور بخل کرنا جہنمیون کا طریقہ ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص لاکھون روپیہ شادی یا غمی مین خرچ کرے اور وہ بطور شریعت نہو تو وہ فسق و فجور ہے اسیطرح جو روپیہ شہوات نفس مین ناچ و رنگ وغیرہ مین اُڑاتے ہین فاسق و فاجر ہین رازی رح نے لکھا کہ قفال رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اس سورہ کا نزول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صدیقیت اور اُنکے مسلمانون پر خیرات کرنے کے بارہ مین اور امیہ بن خلف کافر کی مذمت اور اُسکے بخل و کفر کے بارہ مین ہے یہ بات تو صحیح ہے ولیکن یہ نہین کہ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت مین اور امیہ بن خلف کی مذمت مین خصوصیت و انحصار ہے بلکہ حکم عام ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ اس سورہ مین اللہ تعالے نے عام خطاب فرمایا ہے

اور معنی مین فرق نہین ہی کیونکہ جن علمانے فرق بیان کیا اُنکے نزدیک نفس سے نفس حیوانیہ مراد ہی یعنے جو جسم کی روح ہی گویا جسم محسوس ایک غلاف ہی جو نفس حیوانیہ کا لباس ہی اور اس نفس کو ہمزاد کہا کرتے ہین اور اہل کفر وشرک مین سے جو کوئی مجاہدہ وریاضت اس قدر کرتا ہی کہ نفس یعنے جسم بالکل ہلکا ہوجاتا ہی اور رفتہ رفتہ فاقہ کرتے کرتے قلیل غذا کا عادی ہوتا ہی تو ان لوگون کو اس دنیا کے متعلق بہت سے امور کشف ہوتے ہین جیسے جوگیون وغیرہ مین تجربہ کیا جاتا ہی اور یہ امر کچھ ریاضت پر موقوف نہین ہی بلکہ اگر ایک شخص کسی اہم خیال مین غرق ہو کر دیوانہ ہوجاوے تو اکثر اوقات اُسکو بھی یہ حالت ظاہر ہوگی کیونکہ نفس جسم جب گھل گیا تو وہ اپنے جنس یعنے شیاطین سے متصل ہوگا اور جیسے مسمریزم کے تصور کی طرح ایک طرف ہوگا پس شیاطین سے اسکو وحی پہونچیگی وقد قال تعالےٰ ان الشیاطین لیوحون الی اولیاءہم - یعنے شیاطین اپنے اولیا کو وحی کرتے ہین - ۱ھ - اور یہ وحی اسی عالم دنیاوی تک منحصر ہوگی اور یہ نفس یعنے نفس حیوانی اسی زمین سے ہے لہذا اگر اہل ایمان مین سے کوئی مرتا ہی تو یہ نفس اسی زمین تک رہتا ہی اور نفس انسانیہ وروح جو قدرت آلہیہ مین سے ہی یعنے عام طور پر اُسکی معرفت نہین دی گئی وہ عالم امر مین سے ہی اور شیخ نے اسکے یہان اقسام بیان کیے ہین واللہ تعالےٰ اعلم اور آئیندہ کلام بھی اسپر دلالت کرتا ہے (قولہ) والسماء الخ - روح حیوانیہ جو اس وجود کا آسمان ہی اور اللہ تعالےٰ نے اُسکو اپنی قدرت سے بنایا ہی - والارض الخ اور بدن جسکو خالق تعالےٰ نے حکمت سے بچھایا ہے (قولہ تعالےٰ) ونفس وماسواہا - یعنے قوت حیوانیہ جو روح حیوانیہ مین ساری ہی جسکو اہل شرع اور اہل تصوف اپنی اصطلاح مین نفس ناطقہ یا نفس بولتے ہین اور حکیم عزوجل نے اسکو مستوی کیا یعنے جانب بالائی وجانب پستی دونون جانب مین برابر کردیا یعنے جس جانب وہ بڑھے اُسی جانب لیاقت رکھتی ہی کیونکہ نہ تو وہ جسم کیطرح غلیظ وکثیف ہی اور نہ روح کی طرح روشن ولطیف ہی کما قال تعالےٰ لاشرقیۃ ولاغربیۃ - اور یہ اُسکی ابتدائی وخلقی حالت کا بیان ہی یعنے اگر اُسنے حیوانیت کی جانب ترقی کی تو نہایت کثیف بدتر نجس خبیث ہوجاویگی اور جانورون مین سور وکتے سے بھی بدتر ہوجائیگی اور اگر اُسنے جانب بلندی مین ترقی کی تو ملائکہ روحانیات مین روشن بہتر از آفتاب ہوگی خالق عزوجل نے اُسمین یہ لیاقت رکھی ہی کہ اُسکے مزاج کو معتدل کیا اور اُسکی ترکیب کو آراستہ کیا اور یہ مرتبہ ثانیہ ہے اور مرتبہ ثالث مین اُسکو کمالات کے لائق بنایا - (قولہ تعالےٰ) فالہمہا فجورہا وتقواہا - حق تعالےٰ نے اس نفس کو اُسکی عقل ہیولانی سے یہ شعور دیا کہ تقوی اچھی خوبصورت چیز ہی اور فجور بدصورت قبیح ہی اور اسکو سمجھ دی کہ تقوی سے فرشتہ خصلت ہوگا جسکو وہ اختیار کرسکتا ہی اور فجور سے اُسمین شیطانیت آویگی مترجم کہتا ہی کہ فجور بمنزلہ آوارگی اطفال ہی یعنے طفل اگر خود رائے چھوڑ دیا جاوے کہ جو چاہے کرتا پھرے جسکو وہ زیادہ پسند کرتا ہی تو خراب وخوار ہوگا اور اگر بچہ پن مین اسپر جبر کیا جاوے اور جو اُسکی خواہش ہی اُس سے روکا جاوے اور صبر وتحمل رکھے تو کمالات سے آراستہ نکلیگا - لہذا فرمایا - قد افلح من زکہا - جسنے اُسکو پاکیزہ کیا تو وہ فطرت اول وکمال پر پہونچکر فلاح پاویگا (قولہ) وقد خاب من دسہا - اور خوار وہ ہوا جسنے نفس کو دس کیا یعنے خاک بدن مین چھپادیا اور نور حق ورحمت سے محروم رکھا سوال والشمس وضحاہا - سے ونفس وماسواہا - تک مع فالہمہا کے قسمین ہین تو یہ قسمین کس بات پر ہین (جواب) اکثر اہل تفسیر نے لکھا کہ قد افلح الخ جواب ہی بحذف لام یعنے (لقد افلح الخ) یعنے آفتاب وماہتاب وغیرہ کی قسم ہی کہ بیشک اُسنے فلاح پائی جسنے نفس کو پاکیزہ کیا - ۱ھ - اور شیخ ابن العربی رح نے کہا کہ جواب محذوف ہے

متوجہ ہے تو قلب مین ہنوز آفتاب معرفت طلوع نہین ہوا اگر اس حالت مین اُسنے قیاس دوڑایا اور ضرور ہے کہ قیاس دوڑاویگا تو یہ بھی نتیجہ ضرور ہے کہ مجسمہ وغیرہ بدعت مین مبتلا ہوجاویگا اور یہ محض ضلالت و گمراہی ہے اور تاویل مین کچھ حرج نہین کہ آدم علی صورتہ۔ بنظر معرفت بصورت مرجح قدس کے جیساکہ عارفین بیان کرتے ہین مطابق تاویل ہے کیونکہ آدم اپنی صورت پر بصورت قدس ضرور ہے تو تاویل سے معرفت کے لائق بندون کو معرفت ہے اور نادانون کو ضلالت سے بچاؤ ہے فافہم پس پاک ہے وہ خالق عزوجل جسکے شان قدس مین وہم وخیال وتصور وقیاس وگمان وعقل کو مجال نہین ہے بلکہ وہی اپنے عارف بندون مین اپنی معرفت کی آنکھین پیدا کردیتا ہے ولہ الحمد والمنۃ فی الاولی والآخرۃ وصلی اللہ علی حبیبہ ورسولہ محمد المصطفٰے وآلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین (قولہ) فالہمہا فجورہا وتقوٰیہا۔ اول اسکو راہ قہر سے آگاہ کیا جس سے اُسنے وہ باتین جان لین جنکی راہ چلنا بربادی وہلاکت ہے پھر اسکو راہ لطف ورحمت سے آگاہ فرمایا پس اُسنے پہچان لیا کہ کیونکر ہلاکت کے جنجال سے بچ سکتا ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ نفس کو قہر ولطف دونون راہ سے عین حق کی معرفت حاصل ہو تاکہ نفس کی معرفت کامل ہو **اقول** ملائکہ کو معرفت حق بطریق رحمت ہے اور ابلیس وغیرہ جاہل ہین کیونکہ قہر وغضب کے مظاہر ہین جنکو جہالت لازم ہے جیسے وہ انسان جو ابلیس کی پیروی کرنے والے ہین جہالت مین گمراہ ہوتے ہین اور واضح ہو کہ مظہر قہر ہونا ایک چیز ہے اور قہر کی معرفت یعنے بطریق قہر کے حق کی معرفت حاصل ہونا دوسری چیز ہے حتی کہ اگر ابلیس کو بطریق قہر کی معرفت حاصل ہوتی تو وہ عارف ہوتا اور ملعون کبھی حق تعالیٰ سے عارف نہین ہوتا ہے بلکہ قہر مین جو مخلوق ہے وہ قطعاً جاہل ہے اور جو حق تعالیٰ سے جاہل ہو وہی قہر مین مقہور ہے۔ **شیخ قاسم** رح نے کہا کہ قولہ فالہمہا الخ اہل سعادت کو تقوی الہام کیا اور جہنمی بدبختون کو فجور الہام کیا (ترجمہ عرائس) **شیخ ابن العربی** رح نے اشارات مین لکھا کہ قولہ تعالےٰ والشمس الخ آفتاب روح اور اُسکی ضحی جو بدن مین منتشر ہے اور اُسکی چمک نفس پر ہے یعنے نفس جو آفتاب روح طلوع ہے اور اسی پر اُسکی روشنی پڑتی ہے (یعنے جبکہ بندہ اہل سعادت مین سے ہو) قولہ والقمر الخ قمر قلب جبکہ قلب کو منور کرتا ہے تو یہ آفتاب روح کا تالی ہے یعنے آفتاب روح سے اسکا دوسرا مرتبہ ہے اس راہ سے کہ قلب کو اس سے نور ملتا ہے اور نفس کے متبع نہین ہے ورنہ تاریک ہوجاتا **اقول** اس وجہ سے کفار کے قلوب تاریک ہوجاتے ہین (قولہ تعالےٰ) والنہار۔ یعنے نور روح جسوقت مسلط ومستوی ہوکر روز روشن کی طرح منجلی ہو تو وہ ظہور روحانی بھی ظاہر کردیتا ہے جیسے دن چڑھے آفتاب خوب واضح ہوجاتا ہے (قولہ تعالےٰ) واللیل الخ نفس کی تاریک رات جب روح کو مستوی کرلے۔ بات یہ ہے کہ قلب جو محل معرفت وعرش الرحمن ہے اسکا وجود اس طرح ہوتا ہے کہ نور روح اور تاریکی نفس خلط ہون گویا وہ انھین دونون سے مرکب موجود ہے اور انھین سے پیدا ہوا ہے اور اگر نفس کی تاریکی نہ ہوتی تو قلب مین معانی کا ظہور نہوتا اور نہ انضباط ہوسکتا تھا جیسے روح کے تحت مین انضباط نہین ہوسکتا اسلیے کہ روح مین کمال صفائی ونورانیت ہے اور یہ بات واضح رہے کہ یہان جدا جدا تین چیزین نہین ہین بلکہ حقیقت مین ایک ہی چیز مشخص موجود ہے لیکن صفات ومراتب کے لحاظ سے کبھی اُسکو روح وکبھی قلب وکبھی نفس سے تعبیر کرتے ہین مترجم کہتا ہے کہ شیخ کے ظاہر کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روح اور نفس لوامہ ونفس امارہ وسب ایک ہی چیز ہے اور قلب کے لفظ سے یہان یہ گوشت کا مضغہ مراد نہین ہوسکتا بلکہ لطیفہ غیبیہ مراد ہے اور محققین علما کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ نفس وروح دو چیزین ہین۔ ان دونون قوتون مین بہت بڑا فرق نظر آتا ہے ولیکن درحقیقت یہ عبارت کا فرق ہے

طالع ہوتا ہے تو عیان و بیان روشن ہو جاتے ہین (قولہ) والقمر اذا تلاہا - قمر صفات جبکہ بعد طلوع آفتاب معرفت الذات کے قلوب و اسرار عارفین پر متوالی ہوتا ہے **ایضاً** قمر ایمان بعد آفتاب عرفان کے چمکتا ہے **اقول** شاید ایمان سے مراد یہان ایمان شہود ہے جو بعد عرفان کے چمکتا ہے (قولہ والنہار اذا جلاہا و اللیل الخ - صبح ازل کا روز روشن بعد طلوع آفتاب عرفان کے اس آفتاب کو تجلی دینے والا ہے (کیونکہ صبح ازل ہی مین جو سعادت قبولیت حاصل ہوئی ہے اُسی کا یہ اثر ہے کہ آفتاب عرفان طالع ہوتا ہے اور موحدین و صدیقین اہل نعمت اپنے مراتب کمالیت کو پہونچ جاتے ہین مترجم کی توضیح کی دلیل ہے بقولہ واللیل الخ یعنے شب تاریک قہر ازل اُس آفتاب فطرت کو مخفی کرتی ہے - یہ اشارہ مترجم کی کوتاہ نظر پر ابتدائی ہے کہ اس سے مومنین و کافرین مین امتیاز ہے ولیکن کملاء مانند شیخ رح وغیرہ نے کافرون سے چشم پوشی کر کے اشارات کو اہل ایمان ہی کے مراتب مین منحصر رکھا لہذا یہان قولہ واللیل سے ایسے قہریات لیے جو اہل ایمان کے مراتب بناتے ہین چنانچہ لکھا کہ شب تاریک قہریات عظمت و جلال جو آفاق امتحان مین اہل ایمان کے بصائر کے آفتاب کو ڈھانک لیتے ہین خواہ از قسم طالبین ہون یا از قسم مطلوبین ہون یعنے مرید ہون یا مراد ہون اسلیے کہ اس امتحان مین سب شامل ہین حتے کہ حضرت سرور عالم سید اولاد آدم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا - انہ لیغان علی قلبی الخ - یعنے میرے قلب مین غین ڈال دیا جاتا ہے **مترجم** کہتا ہے کہ یہ حدیث صحیح مسلم وغیرہ مین باب الاستغفار مین ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے قلب پر غین ڈالا جاتا ہے اور مین اپنے رب مین عزوجل سے روزانہ ستر مرتبہ استغفار کرتا ہون - ھ - علماء عارفین نے لکھا کہ اولیاء مومنین کے قلب پر غیم آتا ہے اور ابرار و مقربین کے دلون پر غین آتا ہے پس غین ایک قسم کا خفیف نورانی حجاب ہے اور غیم مین کبھی تاریک ہوتا ہے اور کبھی نورانی گہرے حجاب ہوتے ہین اور اسکا زیادہ بیان بیکار ہے چاہیے کہ ہم لوگ تقوی و طہارت اور ہر دم یاد الٰہی سبحانہ تعالے اختیار کرین تاکہ معرفت حاصل ہو (قولہ تعالے) والسماء و ما بناہا - قلوب عارفین کے آسمان مین بروج ہین یہ غیب کے مقامات و منازل ہین ان مین غیوب ملکوت و جبروت سیر کرتے ہین **نتیجہ** یہانتک قسم کے اقسام ہین اول قسم بفعل ہے پھر بصفت ہے پھر بذات ہے اور الواقع مین خبر فی الحقیقت بعین الجمع ہے اور بعین تفرقہ برسم حقیقت ہے (قولہ تعالے) والارض و ما طحاہا - ارض عقول عارفین جہان انوار مشاہدہ کی شعاعین پڑتی ہین وقد قال نعتم واشرقت الارض بنور ربہا - زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اُٹھی - ھ - اس زمین کو رب عزوجل نے اسلیے مبسوط فرمایا کہ مہد ربوبیت کے منازل ہون اور پاک عزوجل نے نور فعل سے مزین فرمایا اور نور صفت و ذات قدس سے منور کیا تاکہ اُسمین کشف و عرفان کی نہرین جاری ہون اور اس سے گل بوٹے و پھل و پھول از قسم محبت و حکمت و شوق و مودت پیدا ہون (قولہ تعالے) ونفس وما سواہا - نفس ناطقہ عارفہ ہے جسکو بصورت قدس مصور کیا اور مدارج غیوب مین اسکو نعت و صفت کا لباس پہنایا اور بطون قلوب مین ساکن کیا - سواہا یعنے نفس کو ٹھیک کیا - یعنے صفت سے آراستہ کیا **اقول** حدیث مین ہے کہ جب تم مین سے کوئی اپنے ماتحت غلام وغیرہ کو مارے تو چہرے پر نہ مارے اور چہرہ نہ بگاڑے کیونکہ اللہ تعالے نے آدم کو علی صورتہ پیدا فرمایا ہے - یہ حدیث مسند احمد و صحاح وغیرہ مین متعدد طرق سے مروی ہے اور علماء رح نے اس حدیث کی تاویل فرمائی یعنے آدم کو اُسکی صورت پر پیدا کیا اس تاویل سے یہ مقصود ہے کہ جو شخص اسلام لایا اور ہنوز وہ دنیا کی طرف دونون آنکھون سے

تفسیر کی **رازی** رح نے کہا کہ قولہ فسوٰہا - یعنے دمدمہ انپر برابر عام کردیا یہ معنے ظاہر ہین اسلیے کہ جبرئیل علیہ السلام کی سخت آواز سے یکبارگی سب مر گئے تھے اور اگر دمدمہ کے معنے دفن کے لیے جاوین جیسے محاورہ مین بولتے ہین کہ دمدمت علیہ یعنے مین نے اسکو دفن کردیا اُسپر خاک برابر کردی یعنے نشان مٹادیا۔ **وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا** - اور خوف نہین کرتا اُسکے انجام کا ف ابن عباس رض نے کہا کہ یعنے اللہ تعالے کسی سے اُسکے انجام کا خوف نہین کرتا ہی مجاہد رح وحسن رح وبکر بن عبداللہ المزنی وغیرہم نے بیان کیا ہی اور ضحاک وسدی نے کہا کہ قولہ لایخاف الخ یعنے جسنے ناقہ کی کونچین کاٹین اُسنے انجام کار کا خوف نہین کیا **ابن کثیر** رح نے کہا کہ قول اول بہتر ہے - ھ - **رازی** رح نے کہا کہ قولہ لایخاف عقبہا - اُسمین چند وجوہ ہین (اول) ضمیر بجانب رب تبارک وتعالے ہے اور یہی نام پاک نزدیک مذکور ہی - پھر بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہ کہ اللہ تعالے کسی چیز کے انجام کا خوف نہین کرتا یعنے اللہ تعالے جو کچھ کرتا ہی وہ حق ہی اور حکمت کے کام کا انجام اچھا ہے تو اُس سے کچھ خوف نہین ہی **مترجم** کہتا ہی کہ اس سے بہتر یہ ہے کہ اللہ تعالے جو کچھ کرتا ہی وہ کسی طرح کسی کے مطالبہ مین نہین ہوسکتا ہے بلکہ وہ قادر مختار ہی جو چاہے وہ کرے تو انجام کا خوف یہان غیر ممکن ہی انجام ہین مطالبہ یا خرابی کسی طرح کا خوف نہین ہے بعض نے کہا کہ اللہ تعالے نے اس کلام سے ان لوگون کی ہلاکت کی حقارت ظاہر فرمائی یعنے یہ معاملہ اللہ تعالے کے نزدیک بہت حقیر ہے - ان ذلک علی اللہ یسیر - یہ معاملہ اللہ تعالے کے نزدیک بہت آسان ہی - یعنے جیسے آدمی مثلاً کسی جانور کو ذبح کردیتا ہی اور کچھ پروا نہین کرتا تو آدمیون کو نصیحت فرمائی کہ اپنے نفس مین قیاس کرین کہ اسی طرح اللہ تعالے کو پروا نہین ہے اگر تمام جہان کو ہلاک کردے اور جب چاہے اسیطرح کے صد ہزار عالم ایک دم مین پیدا فرمادے - حدیث مین ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار روم پر جہاد کے واسطے جانب شام تشریف لیے جاتے تھے تو راہ مین بلاد حجر سے گزر ہوا جو ثمود کا شہر خاص تھا جہان ناقہ کو کفار نے قتل کیا اور بعد تین روز کے زلزلہ وصیحہ سے ہلاک کیے گئے تھے وہان بعضے صحابہ رض نے بنظر عبرت اُنکے کھنڈلون کو دیکھنے گئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ نے سب کو بلاکر فرمایا کہ تم لوگ اس قوم کے وہان نہ جاؤ جو عذاب سے ہلاک کیے گئے ہین اگر جاؤ تو روتے ہوئے جاؤ اللہ تعالے کچھ پروا نہین کرتا ہے ایسا نہ ہو کہ تمپر وہ عذاب آوے جو اُن لوگون کو پہونچا ہی - ھ - **روایت** ہے کہ جب قوم ثمود ہلاک کیے گئے تو صالح علیہ السلام نے اس قوم بدبخت کی طرف رخ کرکے روتے ہوئے فرمایا کہ مین ایسی قوم پر کیا رنج وغم کرون جسنے میری خیر خواہی ونصیحت کے عوض ہمیشہ مجسے انکار وکفر کیا **فائدہ** اہل اسلام خصوص علما پر لازم ہی کہ جہان تک ممکن ہو یہود ونصاریٰ وہنود وغیرہ کو نیک نصیحت کے ساتھ اُنکی خیر خواہی کرین جس سے فقط اُنکی غرض یہ ہو کہ یہ لوگ عذاب آلٰہی سے بچین کیونکہ جو کوئی کسی دوسرے کے حق مین یہ چاہے کہ یہ کافر مرے تو یہ خود کافر ہی ہم اللہ تعالے سے حفظ وعصمت اور عفو ومغفرت مانگتے ہین ف اشارات کو سننا چاہیے اور جہان تک سمجھ مین آوے اسکو سمجھو کیونکہ اشارات کا سمجھنا درجہ بدرجہ نورانی ترقی پر منحصر ہے **فی العرائس** قولہ تعالے والشمس وضحٰہا - (چونکہ انسان موجودہ ہیأت مین نمونہ عالم ہی تو یہ کیفیات خود اُسکے نفس مین بھی مشاہدہ ہوتے ہین جبکہ قلب مین نور معرفت ہو) شیخ رح نے اشارہ مین لکھا کہ شمس جلال قدم جب مشرق قلب عارفین سے مرتفع ہو تو اسرار منور ہوجاتے ہین - **ایضاً** آفتاب عرفان جب نور یقین وایمان کا مل سے

اللہ تعالےٰ کے ناقہ سے اور ناقہ کے شرب سے پرہیز رکھو کہ اسکو ذاتی ضرر پہونچاؤ یا اُسکے پانی مین خلل ڈالو۔ اور اگر باز نہ آؤگے اور کچھ ضرر پہونچاؤگے تو تم لوگ عذاب عظیم مین گرفتار ہوگے۔ قوم کے اکثر لوگ خاموش ہوے ولیکن نو شخص مفسد تھے ان سب مین قدار بن سالف سب سے بدتر تھا اور ثروت وقوت وکینہ کی کثرت مین زبردست مشہور تھا اُسنے رفتہ رفتہ سب کو متفق کیا اور خود ناقہ کے قتل کا ذمہ لیا پس سب قبیلہ ثمود راضی ہوگیا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا پس ثمود والون نے رسول اللہ کو جھٹلایا پس ناقہ کی کونچین کاٹ دین ف ہلاک کردیا ابن کثیر رحؒ نے کہا کہ ثمود نے رسول اللہ کو اُس معاملہ مین جو وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے لایا تھا جھوٹا بتلایا پس اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ قوم نے وہ ناقہ ہلاک کردیا جو اللہ تعالےٰ نے اُنکے واسطے معجزہ عظیم ایک پتھر سے پیدا کی تھی۔ ھ۔ رازی رحؒ وغیرہ نے لکھا کہ رسول اللہ صالح علیہ السلام نے جو کچھ اُنکو خوف دلایا تھا کہ ناقہ کے ہلاک کرنے سے اُنپر عذاب آویگا انھون نے اس بات مین بھی اُنکو جھوٹا جانا اور کافرون نے ناقہ ہلاک کیا۔ پھر یہ بات جائز ہی کہ ناقہ کے ہلاک کرنے کا کام فقط قدار منحوس نے کیا ہو لیکن سبھون کی طرف اس لیے اضافت کی کہ سب اسکے کام پر رضامند ہوگئے تھے مترجم کہتا ہی کہ یہی تاویل درست ہی اسلیے کہ فعقروہا۔ صیغہ جمع ہے اور یہ غیر ممکن ہے کہ سب قبیلہ نے تلوارین لیکر اسکو قتل کیا ہو تو ضرور ہے کہ یہی معنی ہین کہ سبھون نے اُسکے قتل کا انتظام کیا اور اُن مین سے قتل کا کام کرنے والا قدار بن سالف اشقی ضرور تھا اور شاید اسکے ساتھ کوئی دوسرا ہوا ہو۔ قتادہ رحؒ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ قدار اشقی نے قبیلہ ثمود کے ہر صغیر وکبیر مرد وعورت سے بیعت لے لی تب ناقہ کو قتل کیا۔ یہی اکثر مفسرین کا قول ہے ذکرہ الرازی رحؒ اور جب ناقہ کو مارا تو ایک ساعت ادھر اُدھر دیکھنے لگے کہ کوئی عذاب تو نہین آتا ہی بعد اسکے مطمئن ہوکر خوشی مین تالیان بجانے لگے اور قوم بدکار کے گروہ گروہ وہان مجتمع ہوے کہ اسکے گوشت کو قبیلہ مین تقسیم کرین اور یہ خبر حضرت صالح علیہ السلام کو پہونچی تو آپ غمگین ہوکر جلدی کے ساتھ اُس مقام پر پہونچے اور ناقہ کو مردہ دیکھکر روے اُسکے بعد قوم کی طرف خطاب کرکے فرمایا کہ تمتعوا فی دارکم ثلثۃ ایام الآخ یعنے تم لوگ اپنے گھرمین تین روز تمتع اٹھاؤ یہ وعدہ جھوٹا نہین ہے۔ ھ۔ روایت ہی کہ ان لوگون سے فرمایا کہ کل تمھارے منھ سرخ ہونگے اور پرسون زرد اور تیسرے روز سیاہ ہوکر ہلاک ہوگے اور اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول علیہ السلام کو سچا کیا۔ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوَّاهَا پس غضب کیا اُنپر انکے رب نے بسبب انکے گناہ کے پس اسکو برابر کردیا ف یعنے اللہ تعالےٰ نے ثمود پر بوجہ اُنکے کفر اور بدکاری کے غضب فرماکر اُنپر عذاب علی السواء نازل کیا۔ قتادہ رحؒ نے کہا کہ ہم کو خبر پہونچی کہ اُحیمر ثمود (یعنے قدار بن سالف) نے ناقہ کو ہلاک نہ کیا جب تک یہ نہ ہوا کہ اُسکے ساتھ صغیر وکبیر اور مرد وعورت نے بیعت کرلی پھر جب سب قبیلہ نے ناقہ کے قتل پر اتفاق کیا تو اللہ تعالےٰ نے انپر غضب کرکے سب پر یکسان عذاب اُتار دیا۔ (ابن کثیر رحؒ) شیخ رحؒ نے ودمدم علیہم کے معنے (غضب علیہم) لیے ابن الانباری رحؒ نے یہی معنے بیان کیے ہین زجاج رحؒ نے فرمایا کہ دمدم ای اطبق۔ یعنے اُنکے اوپر عذاب نے ڈھانک لیا اور دمدم مین مکرر زیادتی ہی پس مقصود یہ کہ عذاب نے اس قبیلہ کو ہر طرف سے گھیر لیا اور کسیکو باقی نہین چھوڑا ابن الاعرابی رحؒ وفراء رحؒ نے کہا کہ دمدم علیہم ای ارجف بہم الارض یعنے زمین نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے انکو زلزلہ مین گرفتار کرلیا ابو السعود رحؒ وخطیب رحؒ نے بھی قول زجاج رحؒ کے مانند

اُنکے لیے ان قیاسات کو خوب مستحکم بنایا اور قواعد منضبط کرنے شروع کیے حتی کہ اللہ تعالے عزوجل تک تمام عالم و اُسکی پیدایش کے قواعد بناڈالے اور عارف ربانی ان جاہلون کے قیاسات پر ہنس دیتا ہی ولیکن وہ ایک عارف ہی اور اُسپر قہقہہ لگانے والے ہرطرف بے شمار جاہل ہین۔ سبحان اللہ اسکی شان عالی متعالی مین کسی بندے کو دم مارنے کی جگہ نہین ہی۔ پس جب پہاڑ سے حیوان ناقہ پیدا کیا بلکہ ناقہ سے اسی وقت ایک بچہ ہوا اور اُسیوقت بڑا ہوکر مان کے برابر ہوگیا اسلیے کہ وہ آخرت سے تھا تو ان لوگون کو اس واقعہ سے معارف عظیمہ حاصل ہوتے اگر اللہ تعالے کو منظور ہوتا اور علاوہ ازین اُسکے دودھ سے ان لوگون کو غذا ملی بجاے اُس شرب کے جو ناقہ پی لیتی تھی اور علاوہ ازین اُسکا دودھ ہمیشہ باقی رہا کیونکہ وہ دنیاوی عوارض وضع حمل سے نہ تھا پس وہ معجزہ تھا یعنے لوگون کے قیاسات حواس کو عاجز کرنے والے طریقے سے اُسکو پیدا کیا تو جاہلون کے واسطے بھی خواہ مخواہ وہ اللہ تعالے کی قدرت کاملہ کے ظاہر ہونے کا ایک نمونہ تھا اسلیے اُسکو ناقۃ اللہ کہکر اپنے نام پاک کی طرف منسوب فرمایا جیسے عیسیٰؑ کی پیدایش بھی معمولی طریقے سے نہ تھی لہذا (روح اللہ) نام دیا اور جیسے ملائکہ نے روح جامع مظہر رحمت وغضب نہین دیکھی تھی تو آدم علیہ السلام کی ایجاد کے وقت خطاب فرمایا۔ نفخت فیہ من روحی۔ یعنے اس جسم مین جب مین اپنی روح پھونکون۔ م۔ یعنے وہ روح جسکو مین نے اپنی قدرت سے روح جامع عجیب پیدا فرمایا ہی **تنبیہ** اس سے معلوم ہوگیا کہ بعضے نصرانی جو مسلمانونکو شیطانی فریب دیتے ہین کہ مسیح ع کے حق مین تمھارے قرآن مین بھی (روح اللہ) آیا ہی اور کہتے ہین کہ اسکے معنے وہ ہین جو نصرانیون کا عقیدہ ہی کہ وہ خدا کی روح ہی نعوذ باللہ منہ یہ محض شیطانی ضلالت ہی اور آدم علیہ السلام کے حق مین بھی روح اللہ آیا اور ناقہ کے حق مین بھی ناقۃ اللہ آیا ہی اور دین اسلام خالص توحید اللہ سبحانہ تعالے ہی اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ ہذہ ناقۃ اللہ لکم آیۃً فذروہا تاکل فی ارض اللہ ولا تمسوہا بسوء فیاخذکم الآیہ۔ یعنے صالح ع نے قوم ثمود سے فرمایا کہ یہ اللہ تعالے کا ناقہ ہے تمھارے واسطے اُسکی قدرت کی عظیم نشانی ہے اسکو چھوڑ دو کہ اللہ تعالے کی زمین مین کھاے (پیے) اور تمھاری طرف سے کبھی اسکو کسی قسم کی بُرائی نہ چھو جاوے کہ تم کو عذاب سخت پکڑ لیگا۔ م۔ قولہ ناقۃ اللہ نصب ہے یعنے احذروا ناقۃ اللہ۔ پرہیز و بچاؤ رکھو ناقۂ آلٰہی سے۔ م۔ اس کلام کی بلاغت واضح ہی کہ ناقہ کو بُرائی پہونچانا درکنار ہی تم اسکے پاس نجاؤ بلکہ یہ کوشش کرو کہ خود اُس سے ڈر کر دور بچے رہو۔ رازی رح وغیرہ نے لکھا کہ قولہ تعالے فقال لہم رسول اللہ الخ جب ثمود نے (ناقہ کی پیدایش سے ایک مدت کے بعد) یہ قصد کیا کہ کسی طرح یہ ناقہ مار ڈالی جاوے تاکہ اُنکے جانورون کو خوب پانی ملے اور ہر جگہ چرنے کو ملے کیونکہ ناقہ کے مہیب ڈیل ڈول سے اُنکے جانور بھڑک کر چراگاہ سے بھاگ جاتے اور تالاب کا پانی ایک روز وہ ناقہ سب پی جاتی تھی اور دوسرے روز نہین پیتی تھی وہ اُنکے جانورون کا حصہ چھوڑ دیتی تھی اور یہ لوگ ناقہ کا دودھ صدہا گھڑے بھر لیتے تھے ولیکن کافرون نے ہرطرح طغیان و سرکشی کی اور چاہا کہ کسی طرح یہ قتل ہو اور باہم اشقیا نے مشورہ کرنا شروع کیا اور رسول اللہ صالح ع کو یہ خبر پہونچی تو آپ نے پھر خیرخواہی کے ساتھ سمجھایا کہ خبردار اسکو بُرائی نہ پہونچانا اور اس کے شرب و سقیا سے اُسکو نہ روکنا ورنہ عذاب مین گرفتار ہوجاؤگے **اقول** گویا حضرت صالح علیہ السلام جانتے تھے کہ اللہ تعالے نے محل امتحان یہی پانی رکھا ہے اور اسی راہ سے اس قوم بدکار کی ہلاکت ہی لہذا اکثر اوقات اُنکو یہی نصیحت کیا کرتے تھے لہذا اس مرتبہ صرف یہی اشارہ کیا کہ ناقۃ اللہ وسقیاہا

ابی حاتم ؒ رازی ؒ نے لکھا کہ قولہ اشقاہا ضمیر اس قبیلۂ ثمود کی طرف ہے اور اشقیٰ اگرچہ صیغۂ (افعل) واسطے واحد مذکر کے ہے ولیکن جب مضاف الیہ بکثرت ہو تو یہ ایک اور دو اور زیادہ بلکہ مذکر و مونث سب کے لیے ہو سکتا ہے مثلاً بولتے ہین کہ (افضل الناس) یہ افضل الناس ہے - اور ہذان افضل الناس - یہ دونون افضل الناس ہین (ہؤلاء افضل الناس) یہ سب افضل الناس ہین - اور یہان بھی اشقیٰ کا مضاف الیہ تمام قبیلۂ ثمود ہے تو محتمل ہے کہ یہ اشقیٰ ایک ہو یا زیادہ ہون پس دو قول ہین (اول) یہ کہ اشقاہا سے مراد ایک شخص خاص ہے اسکا نام قدار بن سالف تھا اور بدبختی و نحوست مین اسقدر بدنام ہے کہ عرب مین ضرب المثل ہے چنانچہ عرب مین مثل چلی آتی ہے کہ ہو اشأم من قدار - یہ شخص تو قدار سے زیادہ منحوس ہے مترجم کہتا ہے کہ صالح علیہ السلام کے ساتھ جو مومنین بچے تھے اُنسے یہ ضرب المثل چلی پھر جب پانچ سات پشتین گزرین اور لوگ شرک و فساد مین پڑے تو قدار کے منحوس ہونیکا واقعہ فراموش ہو گیا فقط ضرب المثل زبانون پر باقی رہگئی جیسے قریش و جرہم مین حضرت اسمٰعیل و ابراہیم علیہما السلام کی ہونے پر فخر کرتے تھے اور باقی عرب بھی انکی تکریم کرتے تھے ولیکن دین توحید و نبوت سے اس قدر جاہل ہو گئے تھے کہ نبوت کے معنے بھی نہین جانتے تھے بلکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے نبوت و پیغمبری کو محال جانتے اور حضرت ابراہیم ؑ و اسمٰعیل ؑ کی مورتین خانہ کعبہ مین اسطرح بنائی تھین کہ انکے ہاتھون مین ازلام تھے اسیطرح قدار بن سالف کی وجہ سے جو نحوست و بدبختی اُسکی قوم کو پہونچی تھی وہ فراموش ہو گئی اور اُسکے بدبخت نام سے ضرب المثل باقی رہگئی رازی ؒ نے لکھا کہ قدار بدبخت فقط اپنے قبیلہ ثمود ہی سے اشقیٰ نہ تھا بلکہ حضرت آدم ؑ سے لیکر قیامت تک سب سے زیادہ بدبخت ہوا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا مترجم کہتا ہے کہ اسی قدار اشقی الناس کا بھائی ابن ملجم اشقیٰ ہوا ہے جسنے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور اسکے متعلق عجیب قصہ ہم بطور تنبیہ بیان کرینگے (قول دوم) اشقاہا - چند آدمی تھے اگرچہ ان سب مین سے قدار سب سے بڑھکر اشقیٰ تھا اور اس قول کی تائید یہ کہ اللہ تعالےٰ نے آگے بیان فرمایا - فکذبوہ فعقروہا - انھون نے ناقہ کو عقر کیا - اس سے معلوم ہوا کہ چند آدمی تھے مترجم کہتا ہے کہ اسکا جواب آیندہ آویگا - بالجملہ قدار وغیرہ نے قصد کیا کہ ناقہ کو قتل کرین فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا - پس ان لوگون سے فرمایا رسول اللہ نے پرہیز رکھو اللہ تعالےٰ کے ناقہ سے اور اُسکے شرب سے ف اس آیت مین رسول اللہ سے مراد صالح علیہ السلام ہین جو ثمود کی طرف رسول اللہ تھے - ناقۃ اللہ - اللہ تعالےٰ کا ناقہ - یہ اضافت اُسکی بزرگی و شرافت ظاہر کرنے کے لیے ہے یعنے وہ ناقہ جسکو اللہ تعالےٰ نے اس دنیا مین اپنی قدرت کاملہ خلاف معمول ظاہر کرنے کے طور پر پیدا فرمایا تھا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے یہان آسمان و زمین کو انسان سے مقدم پیدا کیا پھر جو چیزین یہان پیدا فرماتا ہے وہ بظاہر اسباب مربوط ہین حتی کہ آدمیون مین جوڑے کے میل سے بچہ ہوتا ہے جیسے جانورون مین ہے اور اسیطرح نباتات کی پیداوار مین معمولی طریقے سے اور احمق لوگ ان اسباب کے ذریعہ سے ایسے عادی ہو گئے کہ اسمین کچھ قدرت حق کی صنعت نہین دیکھتے اور اہل عقل کے نزدیک یہ قابل تعجب ہے خیر اس بحث کو چھوڑ کر اس وقت بیان یہ ہے کہ عوام الناس نے جن چیزون سے پیداوار دیکھی ہے اپنی راے سے ان چیزون مین خود قوت تاثیر سمجھتے ہین اور ان قیاسات کے مخالف کوئی پیدایش ہو محال سمجھتے ہین مثلاً پہاڑ خشک سرد پتھر بیجان سے حیوان کی پیدایش محال جانتے ہین اور اسی امتحان مین مبتلا ہین اور یونانی فلاسفہ نے جہالت سے

کر اُسکے بدن پر دھار پہونچا کرے اور بدن پیشاب مین آلودہ رہے تو یہ نجس و گندہ ہو لیکن بگڑا جانور بوجہ بے عقلی کے جوش شہوت
مین یہی کرتا ہے اور خرگوش اپنے نفس کے جوش مین مادہ پر پیشاب چھڑکتا ہے اسیطرح اٰدمیون مین جس قوم نے عقل برابر کی وہ نجاست
کو پسند کرتا ہے اور وہ فجور ہے اور طہارت نہین پسند کرتا اور وہ پاکیزگی ہے بالجملہ قولہ تعالیٰ کذبت ثمود بطغوٰیہا۔ مین طغویٰ مصدر ہے
جیسے طغیان۔ اور (باو) سببیہ ہو واحدیؒ نے کہا کہ یہی مفسرین کا قول ہے (ف) یعنے اکثر مفسرین کا یہی قول ہے کیونکہ محمد بن کعب القرظی
سے اسکے خلاف معنی روایت کیے گئے بطغوٰیہا ای باجمعہا۔ یعنے ثمود نے سب نے جھٹلایا رازیؒ نے کہا کہ قول اول ہی
مشہور ہے اور لکھا کہ بعض کے نزدیک طغویٰ۔ اُس عذاب کا نام ہے جو قوم ثمود پر آیا تھا تو معنے یہ کہ ثمود نے اپنے
اوپر آنے والے عذاب کو جھٹلایا یعنے اُنکے رسول نے اُنسے کہا تھا کہ اگر اپنا فسق و فجور نہ چھوڑو گے تو تمپر عذاب آویگا۔ اُنھون نے
رسول کو جھٹلایا رازیؒ نے کہا کہ یہ معنے بھی ہوسکتے ہین اسلیے کہ طغویٰ و طغیان کے معنے لغت مین یہ ہین کہ اندازہ سے
باہر ہوا اور قوم ثمود پر عذاب الصیحۃ آیا تھا یعنے ایسی کرخت آواز تھی جس سے اُنکے دل پھٹ گئے تو یہ اندازہ سے باہر آواز تھی اور
اس تاویل کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کذبت ثمود وعاد بالقارعۃ۔ یعنے ثمود و عاد نے اُس عذاب کو جھٹلایا تھا جو ان پر
نازل ہوا۔ م۔ پھر فرمایا۔ فاما ثمود فاہلکوا بالطاغیۃ۔ پس ثمود تو وہ طاغیہ سے ہلاک کیے گئے۔ م۔ پس ثمود کے عذاب
کا نام طاغیہ ہوا اسیطرح یہان فرمایا۔ کذبت ثمود بطغوٰیہا۔ ثمود نے اپنے عذاب طغویٰ (طاغیہ) کو جھوٹ جانا۔ یعنے صالحؑ نے
جب انکو ڈرایا تو ثمود نے انکو جھٹلایا۔ اِذِ انۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا۔ جبکہ برانگیختہ کیا اپنے نہایت بدبخت کو ف اول کے
دونون معنے سے اسکا ارتباط سمجھ لینا چاہیے اگر طغویٰ بمعنے طغیان ہو تو مطلب یہ کہ ثمود نے بسبب اپنے طغیان کے اپنے
رسول کو جھٹلایا جبکہ ثمود نے اپنے درمیان مین سے ایک فاسق کو جو سب سے زیادہ شقی و بدبخت تھا برانگیختہ کیا اور اُبھارا یعنے
تاکہ وہ ناقہ کو قتل کرے اور قوم کو اس رائے پر متفق کر لے اور اگر طغویٰ اُنکے عذاب طاغیہ کا نام ہو تو معنے یہ ہین کہ رسول اللہ
صالحؑ نے ثمود سے کہا تھا کہ یہ ناقۃ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے اسکو اللہ تعالیٰ کی زمین مین چرنے پھرنے دو اور پانی مین ایک روز
اسکا اور ایک روز تمھارے جانورون کا ہے اور خبردار اسکو کچھ بُرائی نہ پہونچانا نہین تو تمپر ایسا عذاب آویگا کہ تمھارے اندازہ سے
باہر ہے ثمود نے اس طغویٰ کو جھٹلایا جبکہ اپنے درمیان سے اشقی کو برانگیختہ کیا کہ اونٹنی کو قتل کرے (کبیر) ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ شقی
بنام قدار بن سالف مشہور ہوا اسی نے ناقہ کی کونچین کاٹین اور یہ سرخی مائل بدشکل تھا اور ثمود کے درمیان اپنی قوم مین بڑا اکھڑ فاسق
تھا اور اپنے ساتھیون کی کثرت و قوت سے عزیز مطیع تھا یعنے زبردست تھا کوئی اُس سے نہین لڑسکتا تھا۔ چنانچہ عبد اللہ بن زمعہ
نے کہا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور ناقہ کا ذکر کیا اور فرمایا کہ پھر ثمود نے اپنے قبیلہ سے ایک شخص
کو برانگیختہ کیا جو سب سے زیادہ و بدبخت شقی تھا وہ بڑا شریر بدکار قوت والا تھا اور کوئی اُس سے نہین بول سکتا تھا کیونکہ اُسکا کنبہ
قوی تھا جیسے قریش مین ابو زمعہ تھا رواہ احمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن جریر وابن ابی حاتم عمار بن یاسر
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بھلا مین تجھسے بتلاؤن کہ لوگون
مین سب سے زیادہ شقی کون ہے۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھسے فرمایئے آپ نے فرمایا کہ دو شخص ہین ایک وہ ثمود کا احمیر سرخ
جسنے ناقہ کی کونچین کاٹین اور دوم وہ جو تیرے اس مقام پر (آگے سر پر) تلوار ماریگا جس سے یہ (داڑھی) سرخ ہوجائیگی (رواہ ابن

اور یہ فجور بہ نسبت فجور اول کے کم ہے پس خود کلام الٰہی عزوجل سے آیت کی تفسیر معلوم ہوگئی ولله الحمد والمنة قال تعالےٰ

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوٰىهَآ ۝ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ

جھٹلایا ثمود نے اپنی شرارت سے جب اُٹھ کھڑا ہوا ان مین بڑا بدبخت پھر کہا انکو اللہ کے رسول نے خبردار ہو اللہ کی اونٹنی

وَسُقْيٰهَا ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۝ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ

سے اور اُسکے پینے کی باری سے پھر انھون نے اسکو جھٹلایا پھر کاٹ ڈالی پھر اولٹ مارا اُبر انکے رب نے انکے گناہ سے

فَسَوّٰىهَا ۝ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝

پھر برابر کردیا اور وہ نہین ڈرتا کہ پیچھا کرینا

اللہ تعالےٰ نے قوم ثمود کی حالت اور انجام سے آگاہ فرمایا جنکو عرب خوب پہچانتے تھے اگرچہ یہ نہین جانتے تھے کہ کیونکر اس قوم کا نشان مٹ گیا ہے اور اس قوم کا پورا قصہ سورۂ اعراف مین اور اسکے سواے جابجا گزر چکا بلکہ سورۂ والفجر مین بھی مترجم نے فی الجملہ اعادہ کر دیا ہے اور خلاصہ یہ کہ بعد ہلاک کرنے قوم عاد کے اللہ تعالےٰ نے سو برس کے بعد صالح علیہ السلام کو عاد کے بچازاد بھائیون ثمود کے ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا اور اس قوم نے بھی اگلے کافرون کی پیروی کی یعنے صالح علیہ السلام کو جھٹلایا ایک مرتبہ ثمود کے لوگ بڑے میلے مین پہاڑ کے دامن مین مجتمع ہوے اور صالح علیہ السلام بھی اس مجمع عظیم کو ہدایت کرنے کے لیے وہان تشریف لے گئے اُن لوگون نے پہاڑ سے اونٹنی پیدا ہو جانے کا معجزہ طلب کیا۔ حضرت صالح ع نے فرمایا کہ عہد کرو کہ ضرور ایمان لاؤ گے قوم نے عہد و پیمان کیا۔ حضرت صالح ع نے جناب باری تعالےٰ مین دعا کی اُسی وقت پہاڑ کو جنبش ہوئی اور ایک اونٹنی بہت دراز پیدا ہوئی کہتے ہین کہ ایک سو چالیس ہاتھ لنبی تھی اور اُسی وقت خود اُس ناقہ سے ایک بچہ پیدا ہوا اور فورا بڑھکر اُسکے برابر ہوگیا یہ معجزہ دیکھکر قریب چار ہزار کے مسلمان ہوگئے اور باقیون کو توفیق نہوئی کیونکہ اُنھون نے اللہ تعالےٰ کے سواے بتون وغیرہ کی طرف توجہ کی تو اللہ تعالےٰ نے انکو ہدایت نہین دی لہذا اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا۔ ثمود نے جھٹلایا بسبب اپنے طغیان کے ف طغوی از طغیان ہے اور اسم مین (ی) ہے اسکو صفت مین (و) سے بدل دیا گیا تاکہ اسم اور صفت مین فرق پہچان لیا جاوے۔ یعنے قاعدہ یہ کہ (فعلی) وزن مین صفت اور اسم مین اسطرح فرق کرتے ہین کہ اسم مین (ی) کو (واو) کر لیتے ہین اور صفت مین نہین بدلتے جیسے (امرأة خزیا) اور (ہی صدیا) پس یہان جبکہ (طغوی) یعنے (ی) کو واو سے بدلا گیا ہے تو یہ اسم ہے بمعنے طغیان (السراج) پس معنے یہ ہوے کہ ثمود نے بسبب اپنے طغیان کے جھٹلایا جیسے کہتے ہین کہ ظلمنی بجرأته علی اللہ۔ یعنے اسنے مجپر ظلم کیا اس سبب سے کہ اُسنے اللہ تعالےٰ پر جرأت کی اسیطرح یہان ثمود نے مجور مین طغیان کرنے کی وجہ سے صالح علیہ السلام کو جھٹلایا مجاہد و قتادہ وغیرہ نے کہا کہ ثمود جس طغیان و سرکشی مین تھے اسی سبب سے انھون نے اپنے رسول کو جھٹلایا ابن کثیر رح نے کہا کہ اسکا حاصل یہ کہ ثمود نے فسق و فجور کو اپنا طریقہ بنایا تھا تو اللہ تعالےٰ نے اسکا نتیجہ انکو یہ دیا کہ خیر کی توفیق سے محروم کیا اور انکے دلون مین رسول اللہ صالح علیہ السلام کی تکذیب ڈال دی حالانکہ صالح علیہ السلام اُنکے پاس ہدایت و یقین لاتے تھے پس اُس سے ثمود کے دلون نے انکار کیا اور اپنے فاجر و فاسق طریقے کو پسند کیا کیونکہ انکے نفس کا جوش اُن پر غالب تھا۔ ۔ مترجم کہتا ہے کہ مثلاً سب جانتے ہین کہ آدمی اگر اس طرح پیشاب کرے

وہان اُترنے کی جگہ ملیگی اور برابر لوگ آتے اور مہمانی کھاتے تھے اور بخیل لوگ مخفی جگہون کو اختیار کرتے اور رات مین اندھیرا رکھتے اور دن مین دھوان نہین کرتے تھے کہ مسافر نہ آوے کیونکہ عرب مین یہ سخت عیب شمار ہوتا تھا کہ مسافر کی مہمانی نہ کرے لہذا اس حیلہ سے اپنے آپکو مخفی کرتے تاکہ مہمان ہی نہ آوے اسیطرح صالحین اپنے آپکو ظاہر کرتے ہین اور فاسقین فجور سے اپنے نفس کو مخفی کرتے ہین (دوم) یہ معنے کہ قد خاب من دساہا- یعنے خوار ہوا جسنے اپنے نفس کو دسیس کیا یعنے صالحین مین داخل کیا حالانکہ وہ صالحین مین سے نہین ہو (سوم) خوار ہوا جسنے نفس کو گناہون مین مخفی کیا- اسیطرح کی تاویلین بیان کرتے ہین اہل الحق فقط یہ تاویل بیان کرتے ہین کہ قولہ تعالے قد خاب من دساہا- وہ خوار ہوا جسکے نفس کو اللہ تعالے نے ضلالت دی یا فجور دیا یا خیر سے بیکار رکھا واحدی رح نے کہا کہ خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالے نے اپنی مخلوقات کی قسم سے بیان فرمایا کہ جسکے نفس کو ہدایت یا ضلالت دی اُس نے وہی پایا اس بیان سے یہ حاصل ہوا کہ مرجع اللہ تعالے ہی کی اُلوہیت و وحدانیت پر ہے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ خود پاکیزگی پیدا کر سکتا ہو یا خود خواری پیدا کر سکتا ہو کبیر المترجم کہتا ہو کہ یہ سب تکلفات ہین اگرچہ اہل الحق کی تاویل صحیح ہو اور کلام الٰہی صاف بلیغ معجز ہے اور معتزلی وغیرہ جو کوئی جہالت مین پڑا اُسکا باعث یہ ہو کہ اللہ تعالے کی معرفت مین ناقص ہو اور ذلکیہ یہ ہو کہ اللہ تعالے کی شان الوہیت بے انتہا ہو ہرگز وہم و قیاس و عقل کو رسائی نہین کیونکہ یہ سب چیزین اُسکی مخلوقات مین ایک ذرہ ہین پھر اقوام کثیرہ اس قدر اسفل سافلین مین گرے کہ اپنے لیے مخلوقات مین سے رب بنائے اور یہ خرک قبیح ہے صرف ایک قوم اسلام ہو جسنے لا الٰہ الا اللہ پر اعتقاد کیا لیکن سلف کا زمانہ گزرنے کے بعد ان مین بھی بعضے ایسے نادان پیدا ہونے شروع ہوے جنھون نے الوہیت کے بعض صفات مین اپنے نفس سے دھوکا کھایا اور نفس کی طرف نظر کرنے لگے تو ظاہر ہے کہ حق سے یہان غافل ہوے اور جسنے ایسا کیا وہ نفس کے نسیان مین محجوب گیا وقد قال تعالے لا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانساہم انفسہم الآیہ یعنے تم ایسے لوگون کی طرح نہ ہو جاؤ جنھون نے اللہ تعالے کو بھلایا تو اللہ تعالے نے اُنکو اُنکے نفس بھلا دیے اور یہی لوگ فاسقین ہین- ۱۵- اس سے فسق و فجور کیلیے معنے نکل آئے یعنے نفس کی فراموشی مین اُس کو اخفا کیا اور یہی (قد خاب من دساہا) کے معنے ہین یعنے نفس کو فراموش کیا- اور اسکا سبب بھی معلوم ہو گیا کہ انکے نفس کو اللہ تعالے نے اُن سے فراموش کر دیا ہو اور یہی معنے اہل الحق نے یہان بتوفیق الٰہی سبحانہ تعالے بیان کیے یعنے قد خاب من دساہا (خوار ہوا جسنے اپنے نفس کو مخفی کیا) اور مخفی کرنا اللہ تعالے کے بھلانے سے ہے تو نتیجہ یہ ہوا کہ خوار وہ ہوا جسکے نفس کو اللہ تعالے نے اُس سے بھلا دیا اور یہی فاجر ہوتے ہین اور قولہ تعالے فالہمہا فجورہا و تقواہا- سے یہ بیان فرمایا تھا کہ اللہ تعالے نے فجور و تقوی کا الہام فرمایا- اور اللہ تعالے اُسکو اُسکے نفس سے فراموش و گم و مخفی اُس وقت فرماتا ہے جب وہ اللہ تعالے کو بھولے تو تقوی یہ ہوا کہ اللہ تعالے کو یاد رکھے اور اُسکی اُلوہیت کے واسطے گردن جھکائے رہے اور اللہ تعالے نے فرمایا- بل اللہ یزکی من یشاء- بلکہ اللہ تعالے ہی جسکو چاہتا ہو پاکیزہ فرماتا ہے تو نتیجہ یہ ہوا کہ جس بندے نے اللہ تعالے ہی کی الوہیت دل سے مانی اور یاد رکھا تو اللہ تعالے اسکو پاکیزہ فرماتا ہو اور یہی صلاح و فلاح ہے اور جسنے اللہ تعالے کی الوہیت فراموش کی تو اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ شرک کیا تو وہ دائمی جہنمی مشرک کافر ہے اور دوم یہ کہ الوہیت کے صفات مین بعض وجوہ ہین نفس سے معارضہ رکھا جیسے معتزلہ و دیگر اہل ضلالت ہین بشرطیکہ شرک جلی نہو تو گمراہ ہے

یا اللہ تعالے کی تقدیر جاری ہوتی ہو تو اللہ تعالے نے چوتھی آیت مین فرمایا- فالهمها فجورها وتقواها- اسمین تنبیہ فرمائی کہ یہ بھی قضاوقدر ہی اور یہی حیوانیہ افعال ہین اور ہم نے بارہا بیان کیا کہ اگر افعال خوداختیاری ہون تو اختیارات حاصل ہونا ضرور ہے اور یہ اختیار اگر قادر مختار عزوجل سے حاصل ہوئے تو یہی مطلب ہو اور اگر بدون اسکے خودبخود حاصل ہوگئے تو یہ دھریہ کا اعتقاد ہی کیونکہ جیسے یہ خودبخود حاصل نہوئے اسیطرح وہ بھی خودبخود حاصل ہوگیا اور اگر ایک مخلوق سے دوسری مخلوق کو ملے تو اس مخلوق کو تیسری مخلوق سے اسیطرح تسلسل بے انتہا ہوگا اور یہ محال ہی پس قطعاً لازم آیا کہ اللہ تعالے کی طرف سے اختیار ملتا ہو اور یہی اہل الحق کا اعتقاد ہی پس فالهمها فجورها وتقواها کے یہ معنے ہین کہ اپنے فضل سے خیر کی توفیق دی یا مغرور کافر کو نہین توفیق دی- پھر قولہ تعالے قد افلح من زکٰها- یعنے اُسی نے فلاح پائی جسکو اللہ تعالے نے تقوی کی توفیق دیکر پاک کیا- معتزلہ نے کہا کہ زکاہا- تزکیہ ہو اور اسکے معنے حکم کے بھی ہین تو ہم یہان حکم کے معنے لیتے ہین یعنے اللہ تعالے نے حکم دیا کہ وہ پاک ہوا (جواب) یہ ہو کہ اصل تزکیہ پاکیزہ کر دینا تو اسکو چھوڑکر حکم کے معنے لینے کی کیا ضرورت ہو سوائے فاسد خیال کے علاوہ ازین اگر یہی مان لیا جاوے تو بھی نتیجہ حق نکلے گا کیونکہ اللہ تعالے نے جو حکم دیا وہ متغیر نہین ہوسکتا کیونکہ اگر حکم کے خلاف واقع ہو تو حکم دروغ نکلے اور یہ بھی لازم آوے کہ جو واقع ہونے والا تھا اسکے خلاف ہوا تو معلوم نہوا اور یہ جہل ہی معاذ اللہ تعالے تعالی اللہ علوا کبیرا- اور تقدیر کے معنے یہی ہین کہ اللہ تعم نے اپنے علم کے موافق ہر ایک مخلوق کے حق مین آغاز و انجام کا حکم دیا ہی وہی یہان واقع ہوتا ہی ولیکن ہم نہین جانتے کہ کیا حکم ہے لہذا ہمکو یہ لازم ہی کہ جسطرح حواس عطا فرماکر رہنمائی فرمائی ہو اُسی پر عمل کرین اور جو قوم یہ نہین کرتی ہو بلکہ کہتی ہے کہ ہم تقدیر کو دیکھتے ہین ہم کچھ نہین کرتے دیکھین آخر کیا حکم لگا یا ہو تو یہان نیک کمائی کچھ نہین ہی پس ظاہر یہ ہو کہ اس شخص کے یا اس قوم کے حق مین خرابی ہو اور یہ مقام ایسا باریک ہو کہ قدم پھسلتے ہین خصوص جبکہ جاہل مکار صوفی بنکر لوگون کو بہکاتے ہین اور نفوس امارہ جلدی سے اُنکے تابع ہوجاتے ہین بلکہ حق یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے پر عمل کرتے اور اپنی سمجھ کے خیالات مین نہ پڑتے کیونکہ جنھون نے ہم کو تقدیر کے معنے بتلائے وہ جسطرح عمل کرتے تھے اُسی طرح ہمکو عمل کرنا چاہیے (قولہ تعالے) وقد خاب من دسّٰها- دس کے معنے اخفاء کے ہین اور اصل مین دسّس یعنے تدسیس سے تھا پھر ایک سین کو (ی) سے بدل لیا گیا اور اسکے نظائر مین سے- تقضی البازی- تقضض- تھا اور لبّیت- در اصل لبّبت- تھا یعنے تلبیب کو تلبیہ کر دیا اور دسیس جاسوس ہو یعنے مثلاً ایک قوم کی طرف سے کچھ مکر وغیرہ کا شبہہ ہوا اور انکے حالات دریافت کرنے کے لیے کسی کو خفیہ انمین داخل کیا تاکہ اُنکے حالات دریافت کرلاوے تو یہ شخص دسیس ہے اور کسیکی متاع مین کوئی چیز ناگوار داخل کرتی ہوئے تو کہتے ہین کہ دسّ فی متاعہ- اور اسی قسم کے مواقع پر استعمال ہوتا ہے تو آیت کا ترجمہ یہ ہوا- خواری وخسارہ مین پڑا وہ کہ جسکے نفس کو مخفی کیا پھر معتزلہ کہتے ہین کہ اسمین فاعل وہ شخص خود ہی یعنے خسارہ مین پڑا وہ شخص جسکے نفس کو خود اُسنے مخفی کیا- اور اہل الحق جو سلف صالحین کے طریقے پر قدم جمائے ہین وہ کہتے ہین کہ فاعل اللہ تعالے ہے یعنے خسارہ مین پڑا وہ شخص کہ جسکے نفس کو مخفی کیا اللہ تعالے نے- معتزلہ اپنی رائے سے کئی طرح توجیہ بیان کرتے ہین (اول یہ) کہ عرب مین یہ دستور تھا کہ مالدار لوگ جو ناموری وسخاوت مین شہرت چاہتے تھے وہ اونچے مقامات پر سکونت اختیار کرتے تاکہ لوگون مین ظاہر ہون اور راتون کو آگ جلاتے تاکہ مسافرون کو آگ کے ذریعہ سے معلوم ہوجاوے کہ جہان روشنی نظر آتی ہے

ولیکن مرکبات بے شمار ہین تو ان مین اشرف قسم یعنے نفس کو بیان کیا۔ اس ترتیب سے مقصود یہ ہو کہ پہلے جو اس کو آفتاب کی عجیب بزرگی ظاہر ہو پھر اُس پاک خالق کو دیکھو جسنے آفتاب کو پیدا فرمایا ہو کیونکہ آفتاب تو ایک قسم کی رفتار کا محکوم ہو اور قطعی ظاہر ہے کہ وہ ایک جگہ مین قید ہو اور آفتاب سے بڑا یہ آسمان ہو جو آفتاب کو ذرہ کی طرح لیے ہوے چکراتا ہو اور اسیطرح زمین و مرکبات بیشمار ہین جو ترکیب سے مخلوق ہونے مین آسمان کے برابر ہین تو قطعاً ان سب کا خالق جل شانہ ایسی عظمت و کمال اور قدرت و جلال رکھتا ہے کہ عقل بیچاری فنا ہو جاتی ہو اور اُسکی عظمت سے ایک ذرہ ادراک نہین کر سکتی ہو۔ فسبحان اللہ ذی العظمۃ والکبریاء تعالے وتقدس **فائدہ** اگر کہا جاوے کہ والسماء وما بناہا۔ سے بعد ذکر آفتاب کے کیا فائدہ ہو (جواب) یہ کہ آفتاب کے چار اوصاف عظیمہ بیان کرنے کے بعد آسمان اور اُسکی ساخت کا ذکر اسلیے فرمایا کہ آفتاب کی عبادت کرنے والون کی آنکھ کا اندھاپن دور کیا جاوے کہ آفتاب کا محدود و مخلوق و مقید ہونا بدیہی معلوم ہو رازی رح نے اسپر عقلی دلیل ایسے طریقے سے بیان کی کہ جسمین وہم و قیاس کو دخل نہین رہا اور نہ انکار کی مجال باقی رہی **بیان** یہ ہو کہ آفتاب ایک دائرہ مین محدود ہو اور آسمان مین مقید ہو اور آسمان بھی خود محدود ہو۔ ہر ایک محدود چیز کی مقدار معین ہوتی ہو یہ دونون باتین محسوس معلوم ہین تو ثابت ہوا کہ آفتاب و آسمان کی مقدار معین ہو جس سے چھوٹا اور بڑا متصور ہو سکتا ہو تو خاص اس مقدار پر معین ہونے کے لیے کوئی معین کرنے والا ضرور ہو جیسے گھر بنانے والا اپنی رائے و تدبیر سے موافق مصلحت کے اُسکو محدود کرتا ہو پس معلوم ہوا کہ آسمان کو بھی اسکے بنانے والے نے محدود کیا اور جہان مین آفتاب بالضرور خالق کے بنانے سے معین محدود ہوا اور واضح ہو کہ خالق عز وجل کی معرفت کے لیے اعیان ظاہری سے استدلال ہو اور وہ اجسام ہین جنکی دو قسمین ہین ایک بسیط اور دوم مرکب پھر بسیط کی دو قسمین ہین ایک بالائی چنانچہ والسماء سے اسکا اشارہ ہو اور دوم پستی اور قولہ والارض الخ سے اس طرف اشارہ ہو اور مرکب کے اقسام کثیرہ ہین اُنمین سے اشرف نفس ہو اسکی طرف اشارہ فرمایا بقولہ تعالے ونفس وما سواہا۔ واضح ہو کہ جو کوئی انسانی افراد مین غور کرے تو عجب قدرت نظر آتی ہو کہ باوجود اس بے انتہا کثرت کے ہر نفس ممتاز ہو اور فن طب مین دلیل سے بیان کیا گیا کہ ہر شخص کے لیے اسکا مزاج لائق ہو باوجودیکہ بعض شخص محض سوداوی خراب مزاج ہوتا ہو لیکن اُسمین صفرا یا خون زائد ہو تو بیمار ہو جاوے اور نوع انسانی مین مطلقاً انبیاء علیہم السلام سب سے اشرف ہین اور مطلقاً نفس حیوانات کو بھی شامل ہین (قولہ تعالے) فالہمہا فجورہا۔ یہان دو قول ہین (ایک) یہ کہ فجور و تقوی ہر نفس کے عقل و سمجھ مین ڈال دیا پھر وہ نفس اپنے اختیار سے انمین سے جس امر کو اختیار کرتا ہو اُسی پر مدار ہوتا ہے اور **فرقہ معتزلہ** نے اسی قول کو اختیار کیا اور یہ سمجھے کہ اختیار کرنے مین خود مختار ہو اور مترجم نے بارہا بیان کیا کہ دنیا مین اللہ تعالے کی طرف سے اسطرح شان حق کا ظہور ہو کہ مشیت مانند روشنی کے ظہور ہے اور جس نفس نے توفیق رب تبارک وتعالے پائی وہ مشیت سے امر خیر پسند کرتا ہو اور قدرت اُسکی نیکی پوری کراتی ہے اور کافر اپنی خواہش کی بدی کی کمائی پوری پاتا ہو چونکہ معتزلہ نے آگے نہین جانا اسلیے وہ ناقص رہ گئے اور اہل الحق نے بتوفیق الٰہی جان لیا تو اپنے رب تبارک وتعالے کی الوہیت کو پہچان گئے اور رازی رح نے کلام الواحدی رح نقل کرنے کے بعد لکھا کہ اول کی تین آیات دلیل ہین کہ اللہ تعالے ہی سب مخلوقات آسمانی و زمینی کے واسطے کارساز ہے جیسے اُسی نے ہر چیز کو عالم مین پیدا کیا ہے لیکن ایک بات رہگئی تھی جو دل مین کھٹکتی تھی کہ ظاہر مین آدمی اپنے نفس مین قوت پاتا ہو کہ اُسنے یہ کر لیا اور وہ نہین کیا تو کیا یہ اسی لطفہ کا کام ہے

نہو اور ایسے علم سے جو نفع نہ دے اور ایسی دعا سے جو قبول نہ فرمائی جاوے۔ زید بن ارقمؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو یہ دعا سکھلاتے تھے اور ہم لوگ تمکو یہی دعا سکھلاتے ہین (رواہ مسلم) **فوائد** قولہ والشمس الخ قسم ہو اللہ تعالےٰ مالک خالق مختار ہو اپنے مخلوقات مین سے جس چیز کے ساتھ چاہے قسم کھاوے **رازی**ؒ نے کہا کہ متکلمین کے ایک جماعت نے اسکے خلاف زعم کیا کہ ایسی صورتون مین پروردگار کی قسم ہے یعنے ورب الشمس۔ قسم ہے آفتاب پیدا کرنے والے کی اور اسیطرح آیندہ بھی سب اقسام مین سمجھ لینا چاہیے **رازی**ؒ نے کہا کہ اس قول کے باطل کرنے کے واسطے یہ دلیل پیش کی کہ آیندہ انھین قسمون مین ہو قولہ تعالےٰ۔ والسماء وما بناہا۔ پس اگر قسم رب کی ہو تو یہ صورت ہوگی۔ ورب السماء ورب بانیہا۔ اور یہ معنے ٹھیک نہین ہوتے ہین **قاضی**ؒ نے اسکا یہ جواب دیا کہ۔ ما بناہا سے رب تبارک وتعالےٰ مراد نہین ہو سکتا ہو کیونکہ من بناہا۔ ہوتا تو البتہ ایسا ہوتا بلکہ (ما بناہا) سے مصدر یہ مراد ہے **زمخشری**ؒ نے مصدر یہ ہونے پر اعتراض کیا چنانچہ بیان آتا ہو۔ اور حق یہ ہو کہ اللہ تعالےٰ کو اختیار ہو کہ جس چیز کی چاہے قسم کھاوے **رازی**ؒ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے یہان سات چیزون کی قسم کھائی ہو اور قد افلح سے جواب قسم ہو یعنے اُن چیزون کی قسم ہے کہ بیشک فلاح پائی جسنے نفس کو پاکیزہ کیا الخ۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے والشمس اور اُسکے ضحیٰ کی قسم یاد فرمائی کیونکہ اس سے بہت خوبیان بندون کو حاصل ہوتی ہین چنانچہ رات مین اہل عالم بمنزلہ مردون کے ہوتے ہین پھر جب مشرق مین صبح کا اثر ظاہر ہوتا ہو تو یہ بمنزلہ نفخ صور ہو گویا اُسنے زندگی پھونک دی اور مردے جی اُٹھے اور یہ حالت برابر بڑھتی جاتی ہو یہانتک کہ دوپہر ہو۔ پس یہ حالت مشابہ احوال قیامت ہو اور دوپہر کا قیلولہ مشابہ ہو کہ اہل جنت اپنی جنت مین پہونچے۔ **پس** جو لوگ آخرت کے بدبخت ہونگے وہ وہان عذاب مین گرفتار ہونگے اسیطرح قمر یعنے چاند کو آفتاب سے مشابہت ہو اوّل تو آفتاب کے بعد چاند بڑا جرم ہے اور دوم نورانیت مین عجیب ہو اور سوم اس سے بھی مصالح متعلق ہین اور چہارم آفتاب وماہتاب مین باہم مناسبت ہو جو کسی جرم مین نہین ہو اسی وجہ سے ماہتاب کو آفتاب کا تالی فرمایا۔ اسکے بعد نہار ولیل کی قسم ہو **قفال**ؒ نے کہا کہ یہ چارون قسم فی الحقیقۃ آفتاب سے متعلق ہین ولیکن چار اوصاف کی راہ سے جدا جدا ہین (اول) قسم باعتبار روشنی کے جو آفتاب سے حاصل ہوتی ہے جب خوب دن چڑھتا ہو اور اُس وقت سب حیوان اور انسان منتشر ہو جاتے ہین (دوم) باعتبار اسکے کہ آفتاب سے چاند کو عجب صنعت وقدرت سے روشنی پہونچتی ہو کیونکہ آفتاب کی روشنی جو زمین پر پہونچتی ہو اُسپر نگاہ ڈالو تو حدت وحرارت محسوس ہوتی ہو برخلاف اسکے ماہتاب پر نگاہ ڈالنے سے ٹھنڈک حاصل ہوتی ہو اور آفتاب و اُسکے حالات جداگانہ مین نگاہ کرنے سے جبکہ عقل کے ساتھ ہو ضرور اللہ تعالےٰ کی عظمت وقدرت نظر آتی ہے قولہ والسماء وما بناہا **زمخشری**ؒ نے کہا کہ اگر یہان (ما) مصدر یہ ہو تو اسپر عطف قولہ فالہمہا فجورہا مشکل ہو **قاضی**ؒ نے اسکو مصدر یہ قرار دیا اور کہا کہ اگر یہان خالق کی قسم ہوتی یعنے۔ ورب السماء ومن بناہا۔ تو رب تبارک وتعالےٰ کی خالص قسم بہ نسبت تمام مخلوقات یعنے آفتاب وغیرہ کے مقدم ہوتی **رازی**ؒ نے کہا کہ یہ اعتراض جید قوی ہو اور میرے خیال مین اسکا جواب یہ ہو کہ سب محسوسات مین آسمان پر آفتاب سب سے بڑا ہو تو اللہ تعالےٰ نے اُسکے چار وصف بیان فرمائے جن سے اُسکی بزرگی ظاہر ہو اور پھر فوراً عقل نظر کریگی کہ جب اس مخلوق کی یہ بزرگی ہو تو صفت خالق عزوجل جو قدرت کاملہ ہو بے قیاس اعلیٰ واجل ہو تو ذات حق سبحانہ تعالےٰ کے سامنے عقل فانی ہو لہذا اسکے بعد اپنی ذات قدس کا ذکر فرمایا اور تین اوصاف بیان فرمائے تدبیر آسمان وتدبیر زمین وتدبیر مرکبات

ہے کہ مقدر کیا ہے یعنی تقدیر تو اللہ تعالے کا علم ہے اور کسی کو جائز نہین ہے کہ تقدیر سے لپٹے حالانکہ فی الواقع وہی عمل کریگا
جو مقدر ہے اور حدیث ابو داؤد مین یہ مضمون ہے کہ جب تم لوگ یعنی اس امت اسلامیہ کے لوگ بیع العینہ کروگے اور جہاد
چھوڑکر زراعت وغیرہ مین مشغول ہوگے تو اللہ تعالے دشمن کو تمپر غالب کریگا اور تم پر ذلت آویگی پھر تم ہرچند کوشش
کروگے کہ اُس ذلت سے نکلو کبھی نہ نکل سکوگے جب تک کہ اپنی اصل دین کی طرف رجوع نکرو۔ اس حدیث سے طریقہ معلوم ہوگیا
کہ ہمکو تقدیر کے ساتھ یہ مقابلہ نہین کرنا چاہیے کہ ہم کیون ایسا کرین کیونکہ اگر ہماری تقدیر مین ہوگا کہ ہم عزت سے دنیا مین غالب ہین تو برابر
غالب رہینگے بلکہ یہ کہنا بھی تقدیر سے ہے۔ خلیفہ عباسی جو معتزلی عقیدہ پر تھا ترکی غلامون کو جمع کرتا تھا اور اُنسے بغدادیون کو تکلیف
پہونچتی تھی بغدادیون نے جمع ہوکر خلیفہ سے کہا کہ یا تو انکو نکال دے یا نکل جا ورنہین تو ہم تجھسے لڑینگے۔ وہ ہنسکر کہنے لگا کہ کسوقت
پر مجھسے لڑوگے۔ انھون نے کہا کہ دو انگلیون کی قوت پر یعنے تہجد کے وقت جناب باری تعالے مین تجھپر بد دعا کرینگے۔ خلیفہ نے
خوف کیا اور نکل کر سرمن راے مین سکونت اختیار کی اس حکایت مین آیا ہے کہ خلیفہ نے اُنسے کہا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ یہ سب تقدیر سے
ہے پھر مین کیونکر تقدیر آلٰہی کا مقابلہ کرون۔ لوگون نے کہا کہ جس مالک نے تقدیر فرمائی ہے اُسی نے فرمایا ہے کہ۔ لولا دفع اللہ الناس الآیہ
یعنے اگر اللہ تعالے بعضے لوگون کو بعض دیگر سے دفع نہ کرتا تو زمین کا انتظام خراب ہوجاتا فافہم۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے۔ اللّٰہم ات نفسی تقوٰہا وزکہا انت خیر من زکاہا انت ولیہا ومولاہا ترجمہ
آلٰہی میرے نفس کو اسکا تقوی عطا کر اور اسکو پاکیزہ کردے تو ہی بہتر اُسکو پاکیزہ کرنیوالا ہے تو ہی اُسکا ولی و مولی ہے (رواہ ابن ابی شیبہ
واحمد والنسائی) اور امام مسلم نے بھی اسکو روایت کیا اور امام احمدؒ نے حدیث عائشہ رضہ سے روایت کیا اور ابن المنذر و طبرانی و ابن
مردویہ نے اسکو حدیث ابن عباس رضہ سے روایت کیا اور اسمین اسقدر زیادہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو
ونفس وما سواہا فالہمہا الآیہ کو نماز مین پڑھتے تو یہ دعا مانگتے تھے مترجم کہتا ہے کہ اگر آپ اسکو فریضہ نماز مین پڑھتے ہوتے
تو اکثر عشا مین یہ سورہ پڑھتے تھے پس اکثر صحابہ رضہ اسکو روایت کرتے پس قرینہ یہ کہ نماز تہجد مین پڑھا کرتے تھے اور اسی پر حنفیہ نے احتیاطاً
محمول کیا ہے اور اگر کسی نے فریضہ نماز مین اسطرح پڑھا تو نماز مین کچھ نقص نہوگا واللہ اعلم۔ بالجملہ آیت مین الہام کے معنے مین مفسرین کے
اقوال ہین اور مترجم کے نزدیک معنے اول زیادہ پسند ہین یعنے ہر نفس مین یہ قوت رکھی ہے کہ اسکو فجور و تقوی معلوم ہو اگرچہ وہ
بدبختی سے فجور کی باتون کو فجور نہ مانے اور تقوی کو امید موہوم کہے ولیکن اللہ تعالے نے اسکو دونون باتین الہام فرمائین اسیواسطے
آیندہ فرمایا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا۔ بے شک فلاح پائی اُسنے جسنے نفس کو پاکیزہ کیا
اور بیشک خوار و خراب ہوا وہ جسنے نفس کو گم کیا ف دس لغت مین بمعنی اخفا کے ہے یعنے ایک چیز کو دوسری چیز مین
مخفی کردینا۔ حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ۔ اللّٰہم انی اعوذ بک من العجز
والکسل والہرم والجبن والبخل وعذاب القبر اللّٰہم ات نفسی تقواہا وزکہا انت خیر من زکاہا انت ولیہا ومولاہا۔ اللّٰہم
انی اعوذ بک من قلب لا یخشع ومن نفس لا تشبع وعلم لا ینفع ودعوۃ لا یستجاب لہا۔ آلٰہی مین تجھسے پناہ لیتا ہون عاجزی و کسل
اور بہت بڑھاپے اور نامردی و بخل و عذاب القبر سے۔ آلٰہی میرے نفس کو اسکا تقوی عطا کر اور اسکو پاکیزہ کردے تو ہی بہتر اُسکو
پاکیزہ کرنے والا ہے تو ہی اسکا ولی و مولی ہے۔ آلٰہی مین تیری پناہ لیتا ہون ایسے قلب سے جو نرم نہو اور ایسے نفس سے جو آسودہ

وحدانیت پہچانی اور اُسیکا بندہ رہا تو اُسنے تقوی کیا اور عذاب سے بچ گیا اور اللہ تعالے کی لیے انتہا رحمت جہان ہے وہان بسایا جائیگا اور وہ ملک جنت ہی اگر کہا جاوے کہ قولہ فالہمہا کے معنے یہ کہ نفس کو الہام کیا۔ الہام اصل لغت مین یہ کہ دل مین کوئی بات ڈال دی جاوسے پھر خاصکر نیک بات کے واسطے الہام کا اطلاق کیا گیا تو یہان کیا معنے ہین (جواب) مجاہدؒ نے کہا کہ الہام کیا یعنے نفس کو فجور اور تقوی کا طریقہ پہچنوا دیا یہی فراءؒ نے اختیار کیا جیسے قولہ وہدیناہ النجدین ابن عباسؓ نے کہا یعنے اسکے واسطے نیک راہ و بدراہ بیان کردی ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہی مجاہد و قتادہ و ضحاک و ثوری کا قول ہے مترجم کہتا ہی کہ حدیث سے ثبوت ہو کہ ہر نفس کے دل مین اسکا ہادی موجود ہی۔ دوسری حدیث مین ہی کہ ہر نفس کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک ہمزاد ہوتا ہی اور فرشتہ اسکو نیک کام کے واسطے الہام کرتا ہی اور ہمزاد اُسکو بدی کا الہام کرتا ہے واضح ہو کہ ہر نفس مین اللہ تعالے نے یہ حواس دیے ہین کہ جو بات اُس سے کہی جاوے وہ سمجھ لے خواہ اُسکو مانے یا نہ مانے پس اگر مجاہدؒ کا اول قول لیا جاوے تو شاید یہ معنے ہون کہ ہر نفس مین یہ قوت دی کہ وہ ہر بات سمجھ لے اور قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بھی یہی معنے ہوسکتے ہین اور اگر الہام کے معنے بیان لیے جاوین تو یہ معنے ہین کہ پیغمبرون کے ذریعہ سے اُسکو نیک طریقہ اور بدطریقہ بتلا دیا۔ محمد بن کعبؒ تابعی نے یہ معنے بیان کیے کہ جب اللہ تعالے کسی بندے کے حق مین بہتری چاہتا ہے تو نیکی اُسکے دل مین ڈال دیتا ہی تو وہ اُسپر عمل کرتا ہی اور جب اُسکے حق مین بدی منظور ہوتی ہی تو بدی الہام کرتا ہی وہ بدی پر عمل کرتا ہی۔ ابن زیدؒ نے کہا کہ اللہ تعالے نے نفس مین دو باتین رکھی ہین (ایک) نیکی کی توفیق ہی (دوم) اس توفیق سے محرومی ہی پس جس بندے نے اُسکی طرف رجوع کیا اُسکو تقوی کی توفیق دی اور جسنے اللہ تعالے کو نہ پہچانا اور کفر و شرک کیا تو اسکو توفیق سے محروم چھوڑتا ہی پس وہ فجور کرتا ہی زجاجؒ نے اسی قول کو اختیار کیا یعنے الہام سے یہ مراد ہے کہ توفیق دی یا محروم چھوڑ دیا واحدی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تفسیر مین یہی وجہ بہتر ہے کیونکہ بیان کرنا اور پہچنوانا اور تعلیم دینا سب باتین الہام کے علاوہ ہین اور الہام یہ ہے کہ دل مین بات ڈال دی جاوے اور کہا کہ یہ آیت صریح ہے کہ اللہ تعالے نے مومن بندے مین اُسکا تقوی پیدا کیا اور کافر مین اسکا فجور پیدا کیا۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ مجھے آگاہ فرمادین کہ سب لوگ جو کچھ آج عمل کرتے ہین اور اُسمین کد و کوشش کرتے ہین کیا یہ امر سابق قدر مین مقدر ہوچکا ہی یا فی الحال جو کچھ اُنکے خیال مین آتا ہی اور پیغمبر کی تعلیم سے جانتے ہین اور جس سے اُنپر حجت لی گئی ہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین بلکہ یہ ایسی بات ہی جو سابق قدر مین مقدر ہوچکی ہے اُسنے کہا کہ پھر یہ لوگ کیون عمل کرتے ہین آپنے فرمایا کہ جس بندے کو اللہ تعالے نے جس منزل کے لیے پیدا کیا ہی اُسکے لیے اسکے سامان مہیا کردیتا ہی اور اُسکی تصدیق کتاب الٰہی مین موجود ہی ونفس وماسواہا فالہمہا فجورہا وتقواہا۔ (رواہ احمد و مسلم و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن مردویہ) مترجم کہتا ہے کہ یہان یہ بات یاد رکھو کہ ہر شخص بدیہی یہ بات دیکھتا ہی کہ اسکو مثلاً اسلام و اُسکی خوبیان و اُسکا انجام جنت بتلایا گیا اور اُسنے یہ گفتگو سمجھ لی ولیکن وہ اُسکو مانتا ہی اسیطرح اُسکو کفر و جہالت اور اُسکا قبیح انجام جہنم بتلایا گیا ولیکن وہ نہین مانتا ہے تو جس امر کو پسند کرتا ہی وہی اُسکی راہ ہے اور جب عمل کا زمانہ ختم ہوا تو اُس وقت معلوم ہوگیا کہ یہی اُسکے حق مین مقدر تھا اور اس سے پہلے کوئی نہین جانتا

وظلمت کو خوب جلی کر دے اس تاویل مین یہ تکلف ہے کہ ظلمت کا ذکر اوپر نہین ہے اور جواب یہ ہو سکتا ہے کہ جلا کرنے مین خود دلالت ہے
ابن کثیرؒ نے کہا کہ اگر یہ تاویل کرنے والا یہ کہتا کہ والنہار اذا جلاہا۔ اور قسم نہار کی جب سورج کو منبسط کر دے۔ تو یہ تاویل
اچھی ہوتی اور سیاق آیت بھی تاویل درست ہوتی یعنے قولہ تعالے۔ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا۔ اور قسم رات کی جب سورج کو ڈھانکتے
ف ابن عباسؓ نے کہا کہ اذا جلاہا۔ جب اسکو روشن کرے اور اسکے معنے یہ ہین کہ جب دن چڑھتا ہے تو اُسی وقت سے آنے
سے آفتاب خوب چمک اُٹھتا ہے اگرچہ اُسی کے چمک جانے سے روشنی ہے ولیکن اگر کہا جاوے کہ آفتاب خوب صاف اور روشن کس وقت
ہوتا ہے تو یہی جواب ہے کہ دن چڑھے ہوتا ہے تو حاصل یہ ہوا کہ دن نے آفتاب کو منجلی کر دیا اور ابن جریرؒ نے اسکو پسند کیا کہ (ہا) ضمیر
آفتاب کی طرف راجع ہے اور قولہ واللیل اذا یغشاہا۔ یعنے قسم رات کی جب آفتاب کو ڈھانپ لے۔ یعنے جب آفتاب غروب
ہوتا ہے تو رات تمام آفاق کو سیاہ کر دیتی ہے **اقول** اسیطرح جس قلب مین نور ایمان نہین ہوتا ہے تو تمام جسم تاریک ہوتا ہے اُس سے
اللہ تعالے کی قدرت کے آثار نہین نظر آتے ہین۔ ابن ابی حاتم نے یزید بن ذی حمایہ سے روایت کی کہ جب رات آتی ہے تو رب
جل جلالہ فرماتا ہے کہ میرے بندونکو ایک عظیم مخلوق نے گھیر لیا پس رات سے لوگ ڈرتے ہین حالانکہ اُس سے ڈرنا چاہیے جسنے
رات کو پیدا کیا ہے۔ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا۔ اس آیت مین اگر (ما) مصدریہ ہے تو معنی یہ ہین۔ اور قسم آسمان اور اُسکے
ساخت کی اور اگر (ما) بمعنے (من) ہے تو یہ معنے ہین۔ اور قسم آسمان کی اور جسنے اسکو بنایا ہے ان مین سے اول قول قتادہؒ ہے
اور دوم قول مجاہدؒ ہے اور دونون معنے مین تلازم ہے اسیطرح قولہ تعالے۔ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا
اور قسم ہے زمین اور اُسکے بچھونے کی (یا) اُسکی جسنے زمین کو بچھایا۔ اکثر مفسرین کے نزدیک۔ طحاہا۔ کے معنے بچھانے کے ہین
اور یہی سب سے مشہور قول ہے اور یہی اہل لغت کے نزدیک معروف ہے۔ عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ طحاہا۔
یعنے اُسمین خلقت پیدا کی **مترجم** کہتا ہے کہ شاید اس قول کی وجہ یہ ہے کہ آسمان کی ساخت کے بعد زمین کا ذکر ہے اور یہ معلوم
ہوا کہ پہلے زمین مین مادہ اور قوتین بنا کر پھر آسمان کو پیدا کر کے اُسکے بعد زمین کو بچھا کر اُسمین خلقت پیدا کی تو نتیجہ مین بعد
آسمان کے زمین کا مادہ و قوتین نہین ہین بلکہ خلقت و پیدایش ہے اور جمہور کے قول پر جواب یہ کہ بعد آسمان کے زمین کا مادہ
پھیلایا اور بچھایا گیا ہے تو یہان طحاہا کے لغوی معنے بھی یہی ہین **پس** یہی تفسیر اولی ہے اگرچہ بچھانے ہی کے ساتھ مین
خلقت بھی پیدا ہوئی ہے۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا۔ اور قسم نفس کی اور اُسکے ٹھیک بنانے کی **ف** یعنے اُسکو
فطرت قویم پر پیدا کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اُسکے ماں باپ اُسکو یہودی یا نصرانی
یا مجوسی کر ڈالتے ہین جیسے چار پایہ کا بچہ پورے کان و اعضا کا چار پایہ پیدا ہوتا ہے کیا تم اسمین کان کٹا ہوا پاتے ہو (صحیحین)
مین پھر مشرک لوگ اپنے رسوم مین اُسکو بگاڑتے ہین۔ حدیث عیاض رضی اللہ عنہ مین ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ مینے اپنے بندونکو
حنیف پیدا کیا (یعنے) لوح فطرت پر پیدا کیا) پھر شیاطین نے اُنکے پاس آکر اُنکو اُنکے دین سے پھیر دیا (صحیح مسلم) فَاَلْهَمَهَا
فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا۔ پھر الہام فرمائی نفس کو اُسکی بدکاری اور پرہیزگاری **ف** یعنے پھر ہر نفس کو یہ الہام کیا کہ اگر وہ
دنیا مین یہ اعتقاد اور یہ عمل کرے تو فاجر ہے اُسپر اللہ تعالے کا غضب پورا ہو جائیگا اور ایسے ملک مین رکھا جائیگا جہان اللہ
تعالے کا پورا غضب ظاہر ہے اور وہ ملک جہنم ہے اور اگر نفس نے اللہ تعالے کے بھیجے ہوئے رسولون سے اُسکی الوہیت

کھائی ہو اسلیے کہ آفتاب کی روشنی ظاہر یہ کہ دن ہی- حاصل یہ کہ قسم ہے آفتاب اور اُسکے روشن دن کی- **وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا**
اور قسم چاند کی جب اُسکے بعد ہی آوے **ف** مجاہدؒ نے کہا یعنے اُسکے پیچھے آوے اور یہی ابن عباس سے روایت ہے کہ دن کے بعد
چاند آتا ہے مترجم کہتا ہے کہ بعض کو یہ شبہہ ہوا کہ ہر روز یہ نہین ہوتا کہ دن چھپتے ہی چاند ظاہر ہو کیونکہ آخری مہینہ مین
قریب فجر کے ظاہر ہوتا ہی اسیواسطے قتادہ رح نے کہا یعنے چاندرات کے روز غروب آفتاب کے بعد ہی چاند آتا ہی- ابن زیدؒ نے کہا کہ
مہینہ کے نصف اول مین بعد غروب آفتاب کے چاند نظر آتا ہی پھر باقی آدھے مہینہ مین چاند کے پیچھے آفتاب آتا ہی- زید بن اسلمؒ
نے کہا کہ یہ شب قدر مین ہو (ابن کثیرؒ) **واحدی** وغیرہ نے کہا کہ مفسرین کہتے ہین کہ قولہ تعالے اذا تلاہا باعتبار آمد کے ہی یعنے آفتاب
و اُسکی روشنی روز کے بعد ماہتاب آتا ہی اور یہ مہینہ کے اول نصف مین ہوتا ہی **زجاج** رحؒ نے کہا کہ تلاہا- جب ماہتاب گول ہوجاوے
زجاجؒ نے تلاہا باعتبار صورت اور روشنی کے لیا جیسے ایک چیز سے مشابہ چیز کو عرب بولتے ہین کہ یہ بھی اُسکی تالی ہی پس جب
چاند گول ہوجاتا ہی تو وہ شمس کا تالی ہوجاتا ہی اور یہ صرف تیرھوین وچودھوین وپندرھوین تین راتون مین ہوتا ہی **فراءؒ** نے
کہا کہ مطلب یہ ہی کہ قمر اُسکی روشنی سے نور لیتا ہی **فتح البیان** مین کہا کہ اولی یہ ہی کہ اذا تلاہا- کی یہ تفسیر کی جاوے کہ ماہتاب کی
روشنی بعد آفتاب کے ہوتی ہی خواہ فوراً ہو یا دیر کے بعد ہو مترجم کہتا ہی کہ اگر کوئی کہے کہ تلاہا- تو جبھی ہی کہ اسکے پیچھے بدون فاصلہ
کے ہو (جواب) ہان اور یہان آفتاب کے بعد کسی چیز کی روشنی نہین ہوتی سواے چاند کے پس آفتاب کی روشنی کے تالی قمر ہوگا اگرچہ
بعضی تاریخون مین آفتاب کے بعد روشنی نہ رہے اور بہت دیر کے بعد قمر کی روشنی ہو- پھر یہ سب اس صورت مین تکلف ہوگا کہ علم
ہیأت کی باتین نہ لی جاوین کیونکہ علم ہیأت والے مدعی ہین کہ زمین گول ہی اور آفتاب کے بعد چاند ہمیشہ نکلتا ہی ولیکن ہمارے اس
رخ مین اول سے نصف مہینہ تک نظر آتا ہی اُسکے بعد دوسری طرف والون کو غروب ہوتے ہی نظر آتا ہی کیونکہ زمین کے دورہ مین
ان دونون کی گردش ہی فافہم- ولیکن علم ہیأت کی بات ہم نے اس وجہ سے نہین لی کہ شرع نے یہ بات نہین بتلائی ہی اگرچہ بعض علماءؒ
نے کہا کہ عرب کے لوگ زمانہ جاہلیت مین بے علم تھے پس اگر اُنسے یہ بات کہی جاتی تو ضرور تھا کہ پہلے اسی بات کو جھٹلاتے اور اسکو
بدیہی کے خلاف بتلاتے حالانکہ اسکو ماننے سے کچھ نتیجہ نہین ہی اور نہ ماننے سے کچھ نقصان نہین ہی اس بیان سے یہ بات معلوم
ہوئی کہ جو کچھ قرآن مجید مین آیا ہی وہ برحق ہی اور اکثر اوقات ہم کو اسکی وجہ سمجھ مین نہین آتی ہی تو جہان سمجھ مین نہ آوے وہان اپنی سمجھ کا
قصور جاننا چاہیے واللہ تعالے ہو الموفق- بالجملہ قولہ تعالے والقمر اذا تلاہا- اور قسم ہے چاند کی جب سورج کے پیچھے آوے- یہ بات
دو طرح ہوسکتی ہی (ایک) یہ کہ علم ہیأت والے کہتے ہین کہ زمین گول ہی اور سورج وچاند اسکے گرد متحرک ہین اور جب سورج
ہماری طرف ہوتا ہی تو چاند دوسری طرف ہوتا ہی اور وہان آبادی ہی اور خلاصہ یہ کہ جب ہم کو چاند کا طلوع مشرق سے نظر آتا ہی
تو مدور زمین کے دوسری جانب کے لوگون کو چاند کا طلوع نظر آتا ہی اسیطرح درجہ بدرجہ تفاوت ہی واللہ تعالے اعلم ولیکن ہم اس تاویل پر
اسلیے اعتماد نہین کرتے ہین کہ زمین کا مدور ہونا اور آفتاب وماہتاب کا اُسکے گرد دورہ کرنا بدیہی دلیل نہین ہی اور شرع شریف مین
ہمکو اس سے خبر نہین دی گئی (دوم) یہ کہ آفتاب کے بعد چاند آتا ہی اور درمیان مین کوئی روشنی نہین ہی- **وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا**
اور قسم نہار کی جب سورج کو جلا کرے **ف** یعنے روشن کرے کذا قال مجاہدؒ اور قتادہؒ نے کہا یعنے اُسکو ڈھانپ لے-
ابن جریرؒ نے کہا کہ بعضے عربی جاننے والے (جلاہا) کی ضمیر کو (ظلمہ) کی جانب پھیرتے ہین یعنے قسم نہار کی جب تاریکی

مستوی ہو (ٹھیک دوپہر ہو) تو نماز سے رُک رہے پھر جب مائل ہو تو نماز پڑھتا رہے کیونکہ نماز مشہودہ محضورہ ہی یہانتک کہ جب غروب ہونے لگے تو رک رہے یہانتک کہ غروب ہو جاوے آخر تک مترجم کہتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ممنوع وقت کے بعد فرمایا کہ پھر نماز پڑھ کیونکہ نماز مشہودہ محضورہ ہے - اس کلام پاک کی برکت حاصل کرنے کے واسطے بعضے علماء محققین نے آفتاب طلوع ہو کر نماز جائز ہونے کی حالت پر ہو جانے کے وقت دو رکعت پڑھ لی تاکہ اس ارشاد کی فضیلت حاصل ہو کیونکہ صیغۂ امر اسمین استحباب سے کم نہین ہے پس اس سے نکل آیا کہ اشراق کے وقت نماز مستحب ہے اور یہ وہم نہو کہ بعد دوپہر کے اور بعد غروب کے بھی یہی کہو کیونکہ ان دونون اوقات مین خود نماز موجود ہی اور یہ البتہ ثبوت ہوا کہ بعد زوال آفتاب کے جلدی کرے اور کم سے کم دو سنتین پڑھے اور بعد غروب کے فریضۂ مغرب موجود ہی فافہم والحمد للہ رب العالمین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالشَّمۡسِ وَضُحٰہَا ۝ وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰىہَا ۝ وَالنَّہَارِ اِذَا جَلّٰىہَا ۝ وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰىہَا ۝

قسم سورج اور اُسکی دھوپ چڑھنے کی اور چاند کی جب آوے اُسکے پیچھے اور دن کی جب اسکو روشن کرے اور رات کی جب اسکو ڈھانک لیوے

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىہَا ۝ وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰىہَا ۝ وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰىہَا ۝ فَاَلۡہَمَہَا

اور آسمان کی اور جیسا اُسکو بنایا اور زمین کی اور جیسا اُسکو پھیلایا اور جی کی اور جیسا اُسکو ٹھیک بنایا پھر سمجھ دی اُسکو

فُجُوۡرَہَا وَتَقۡوٰىہَا ۝ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىہَا ۝ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىہَا ۝

ڈھٹائی کی اور بچ چلنے کی مراد کو پہونچا جسنے اُسکو سنوارا اور نامراد ہوا جسنے اُسکو خاک مین ملا رکھا

اس سورۂ مبارک سے بندون کو طاعات کی ترغیب دی اور گناہون سے ڈرایا ہے اور واضح رہے کہ اللہ تعالے اپنے بندون کو متنبہ فرماتا ہی بایں طور کہ قسم مین اپنی مخلوقات کے ایسے اقسام ذکر فرماتا ہی جن مین عجائب حکمتین اور غرائب مصلحتین پیدا فرمائی ہین تاکہ بندہ اُن چیزون مین غور و تامل کرے اور اُنکے منافع پہچانکر شکر کرے یعنے نافرمانیون سے پرہیز کرے اور طاعات کا قصد کرے اس وجہ سے کہ اللہ تعالے جن چیزون کی قسم یاد فرماوے تو ضرور دل مین اُن چیزون کی جانب توجہ پیدا ہوگی رازی رح فی الکبیر اور مترجم کہتا ہو کہ قرآن مجید مین معارف جلیلہ بے شمار ہین لیکن تعلیم آہستہ آہستہ ہوتی ہی یہانتک کہ جسقدر قلب منور ہو جاتا ہو اُسی قدر معارف نظر آتے جاتے ہین حتی کہ قلب مثل آفتاب کے روشن ہوتا ہے اور اُس سے تمام کدورت نفس زائل ہو جاتی ہی اور بدون اسکے نفس کی تاریکی مین معاصی کا ارتکاب ہی حتی کہ جس شخص کے قلب مین نور ایمان بالکل نہین ہی اور باوجود بے ایمانی کے فجور کی سیاہی نے اُسکے حواس کو بھی سیاہ کر دیا ہی تو وہ اشقی ہوتا ہی - چنانچہ اس سورۂ مبارک مین تامل کرنا چاہیے قال ربنا تبارک وتعالے - وَالشَّمۡسِ وَضُحٰہَا - قسم ہے آفتاب اور اُسکی روشنی کی ف ضحاہا اے ضوءہا یعنے اُسکی روشنی - ابو السعود رح نے کہا کہ ضوء جبکہ تیز روشن ہو - بعض نے کہا کہ ضحوہ دن چڑھے کا وقت ہی اور ضحی اس سے اوپر ہی کہ اور ضحی وضحاء بالفتح جب دن چڑھ جاوے اور آدھے دن کے قریب پہونچے - ھ - قتادہ رح نے کہا کہ ضحی پورا دن ہی امام ابن جریر رح نے کہا کہ صواب یہ ہی کہ یون کہا جاوے کہ اللہ تعالے نے آفتاب کی اور اُسکے دن کی قسم

یقینی ہوا **قولہ** یہی طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین تھا۔م۔ اور سختیون پر صبر کرنا شجاعت مین سے افضل ہی اور ایمان کے بعد ہے اسلیے کہ بدون یقین کے شجاعت کی فضیلت نہین مل سکتی ہی اور باہمی مرحمت سب سے افضل عدل ہی پس اس آیت مین عقل سے غور کر کہ کیونکر فضائل کی چارون جنس کو شمار کر دیا جن سے نفس کا کمال حاصل ہوتا ہی (اول) عفت سے شروع کیا اور عفت کی اعلیٰ قسم یعنے سخاوت کو بیان کیا اور وہ اطعام بوقت حاجت ہی پھر (دوم) ایمان بیان کیا جو کہ اصل وجڑ ہی اور (ثم) سے اُسکے رتبہ کی فضیلت ظاہر فرمائی (سوم) صبر کو بیان کیا (چہارم) عدالت کو بیان کیا اور مرحمت صفت حضرۃ الرحمٰن ہے تو باقی اقسام کی ضرورت نہ رہی جیسے صبر جو افضل قسم ہے اسکے بیان کرنے کے بعد باقی اقسام شجاعت کی حاجت نہ رہی (قولہ) اولئک اصحاب المیمنۃ۔ یعنے جو بندے ایسے اوصاف سے موصوف ہون یہی اصحاب الیمین اور عالم قدس کے ساکنین ہین (قولہ تعالےٰ) والذین کفروا الخ اور جو لوگ کہ ان صفات سے محجوب رہے اور آیات الٰہیہ سے منکر ہوے حتی کہ ذات حق کی معرفت کا وسیلہ نہ رکھا تو یہ لوگ اصحاب المشئمۃ شوم نحس ہین اور ہمیشہ گندگی کے عالم مین رہینگے۔ علیہم نار موصدۃ۔ انپر اُنکی طبیعت کی آگ مستولی ہی اور سب طرف سے طبیعت کے دروازے انکے بند ہین سراسر وہ لوگ طبیعت مین محبوس ہین اور ہمیشہ کے لیے روح سے ممنوع ہین واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم۔

سورۃ الشمس مکیّۃ وہی خمس عشر اٰیۃ

سورہ والشمس وضحاہا مکیہ ہی یعنے ہجرت سے پہلے مکے مین نازل ہوئی۔ یہی ابن عباسؓ و ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہی **قرطبی** رحؒ نے کہا کہ یہی علماء کا قول ہی اسمین کسیکا اختلاف نہین ہی اس سورہ مین پندرہ آیات ہین اور چون (۵۴) کلمات ہین اور دوسو سینتالیس (۲۴۷) حروف ہین (السراج وغیرہ) بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشا مین والشمس وضحاہا اور اسکے مانند سورتین پڑھتے تھے (رواہ احمد والترمذی والنسائی) اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ مین گزرا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو قوم کی امامت مین فرمایا کہ کیون نہین تو نے پڑھی سبح اسم ربک الاعلیٰ اور والشمس وضحاہا والیل اذا یغشی (الصحیح) اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو نماز صبح مین والیل اذا یغشی اور والشمس وضحاہا پڑھنے کا حکم دیا (رواہ الطبرانی) اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگون کو حکم دیا ہی کہ نماز ضحی مین دو صورتین ضحی کی قراءت کرین ایک والشمس وضحاہا اور۔ دوسری والضحی والیل اذا سجی ہے۔ اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان مین روایت کیا ہی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز ضحی یعنے چاشت کی نماز ثبوت ہے اور اس بارہ مین دیگر احادیث بھی مثبت ہین ولیکن نماز اشراق جسکو بعضے لوگ سورج نکلے پڑھا کرتے ہین وہ سواے چاشت کے نہین ثابت ہوتی ہی واللہ تعالےٰ اعلم اور اس سے مراد یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص اس نام سے باخاصکر اس وقت سے خصوصیت کر کے کسی کو حکم نہین دیا اور نہ خود پڑھی بلکہ ایک حدیث مین البتہ اس طرح آیا ہے کہ ایک صحابی رضؓ نے اوقات نماز پوچھے تاکہ وہ اوقات معلوم ہون جن مین نماز مکروہ ہی تو حدیث مین ہے کہ بعد طلوع فجر کے بعد فرائض کے منع کیا ہی یہانتک کہ آفتاب طلوع ہو اور مراد یہ کہ نیزہ بھر بلند ہو کر صاف ہو جاوے پھر اجازت دی کہ جسکا جی چاہے اسکے بعد نماز پڑھے یعنے نوافل پڑھتا رہے کیونکہ نماز مشہودہ محضورہ ہی یہانتک کہ جب آفتاب

الم نجعل لہ عینین الخ - کیا ہم نے اسکو دو آنکھین اور لسان و ہونٹ نہین دیے تھے اور دونون راہین نیک و بد کی ہدایت نہین کردی تھی ابن عطا رح نے کہا کہ سر کی دونون آنکھون سے صنعت الٰہیہ سے آثار قدرت دیکھ سکتا ہی اور قلب کی دونون آنکھون سے غیب کے مواقع دیکھنے کی توفیق مانگے شیخ العرائس رح نے کہا کہ قلب کی آنکھ سے بڑھکر روح کی آنکھ سے بھید سر باطن کی آنکھ ہے ابن العربی رح نے لکھا کہ اس کلام سے اللہ تعالے نے انسان کو ملامت فرمائی کیا ہمنے اُسکو ایسے آلات و اوزار و اسباب نہین دیے تھے کہ جنکے ذریعہ سے وہ کمالات حاصل کر سکتا پس عبرت کی جگہ نظر کر کے حاصل کرتا اور جو بات نہین جانتا تھا اسکو علم سے دریافت کرتا یعنے عالم سے دریافت کرتا کہ علم حق مین یہ بات کیونکر ہی اور زبان سے اُسمین کلام کرتا **قول** مثلاً اُسنے ایک عالم سے ایک بات سنی اور دوسرے نے اسکے خلاف بتلائی اور معلوم ہوا کہ اس بات مین خوف ہی تو وہ علم کا پتہ پوچھتا کیونکہ عالم کو یہ اختیار نہین ہی کہ جو اُسکے نزدیک اچھا معلوم ہو وہ بتلاوے بلکہ جو شرع مین آیا ہی وہ بتلا دیگا تو علم دریافت کر سکتا ہے مترجم کہتا ہی کہ یہان ہونٹ کا ذکر آیا ہی اور حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم روحانی مین سیر کرائی گئی تو آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہین جنکے ہونٹھ قینچیون سے کترے جاتے ہین فرشتہ نے عرض کیا کہ یہ آپ کی اُمت کے واعظ ہین جو فتنہ مین کلام کرتے تھے مترجم کہتا ہی کہ اسمین غور کرو کہ یہ لوگ وعظ کے لائق تھے لیکن چونکہ اصلاح نہین کی تو اس بلا مین پڑے اور اس زمانہ مین جاہل لوگ ہین جو عالم کی صورت بنا کر بیٹھے اور مسلمانون کو گمراہ کیا تو اُنکے عذاب کا کیا حال ہوگا نعوذ باللہ من ذالک (قولہ تعا) فلا اقتحم العقبۃ الآیہ - عقبہ مقام مجاہدۂ نفس ہی اور نفس کے پاس اللہ تعالے کے قہر کا ہتھیار ہی تو اپنے پاس اعمال صالحہ و طاعات کا ہتھیار رکھے تا کہ نفس کو مقہور کرے اور قتل کر دے اور اس عقبہ کا اقتحام جبھی ہوتا ہی کہ رقبہ آزاد کرے اور اُسکی آزادی یہ ہی کہ اپنے نفس کی گرفتاری سے آزاد ہوا اور دوسرے پر احسان نہ رکھے اور اطعام الطعام یہ ہے کہ اپنے نفس کو بھوکا رکھے اور حاجتمند کو کھلاوے قاسم رح نے کہا کہ فک رقبۃ - یہ ہی کہ اپنے نفس کو خلق کی بندگی سے آزاد کرے اور اللہ تعالے کی بندگی مین لگاوے - بعض نے کہا کہ عقبہ یہ ہے کہ اپنی پسند کو چھوڑ دے اور جس طرح تقدیر جاری ہو اُسی پر راضی رہے واسطی رح نے کہا کہ فک رقبہ یہ ہے کہ اپنے نفس کی خواہش سے آزاد ہو اور اپنے افعال و عادات کا پابند نہو اور اللہ تعالے کا فضل اپنے اوپر دیکھے اور اُسکے قرب کا خواہشمند رہے (قولہ تعالے) یتیما ذا مقربۃ الخ - یتیم حقیقت مین وہ ہی جو مقام مواصلت سے منقطع ہو اور مسکین وہ عاشق ہی جو متحیر ہو اور مسجد کی خاک مین آلودہ رہے جعفر رح نے کہا کہ یتیمون کی خبر گیری مین اللہ تعالے کی رضامندی تلاش کرے (العرائس) اور شیخ ابن العربی رح نے لکھا کہ قولہ تعالے فلا اقتحم العقبۃ - ریاضت و مجاہدہ سے قلب کا پردہ ہٹا کر نفس کی خواہش کا عقبہ طے کرے اور اس سے بڑھکر کس عقبہ کے طے کرنے مین مشقت ہوگی (قولہ) فک رقبۃ - یعنے جس عقبہ پر اقتحام واجب ہی یہ ہے کہ قلب کو جی کی خواہش کی قید سے چھڑاوے اسطرح کہ طبیعت و جی کی خواہش سے بالکلیہ الگ ہو جاوے اور اگر کسی شخص سے بالکلیہ نفس کا مقہور کرنا ممکن ہو سب کے معنے ریاضت و مشقت سے نفس کے قوی کو بالکلیہ نہ توڑ سکے تو نفس کے واسطے فضائل کمانے کی کوشش کرے اور نیک راہ چلنے کا التزام کرے تا کہ آخر مین اس تکلف سے نفس مین خیر کی عادت جم جاوے (قولہ تعالے) او اطعام فی یوم ذی مسغبۃ الخ جسوقت اپنے نفس کو طعام کی حاجت ہی اسوقت یتیم و مسکین کو ایثار کرنا از باب فضیلت عالیہ ہی بلکہ اسکے انواع مین سے افضل ہی اور ایمان افضل حکمت ہی اور سب سے اشرف ہی اور اس سب مین بھی ایمان وہ افضل ہی جو علم کے طریقے سے

خلقنا الانسان فی کبد ۔ یعنے ہم نے انسان کو عقل و خوبصورتی مین مستوی پیدا کیا ابن عطاؒ نے کہا یعنے ظلمت و جہل مین پیدا کیا ہے
اقول یہ دونون قول بنابر دو مختلف تفسیرون کے ہین چنانچہ اوپر دونون تفسیرین بیان ہو چکی ہین **ابن العربیؒ**
نے لکھا کہ قولہ فی کبد ۔ یعنے انسان اپنے نفس و اُسکی خواہش کی کوفت و مشقت مین رہتا ہی یا یہ مطلب ہی کہ انسان کے باطن
مین مرض ہی اور قلب مین خرابی ہی اور حجاب سخت ہی کیونکہ لغت مین (کبد) کے معنے جگر کی گندگی ہی اور جگر ہی قوت طبیعہ کی
بہتری و خرابی کی جڑ ہی اور اسکی خرابی سے قلب مین خرابی پیدا ہوتی ہی تو اس سے استعارہ کے ساتھ قلب کی خرابی و جہالت مراد ہی
اقول اس بیان سے بہت بڑا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ علم الاشارہ اصل مین ظاہر تفسیر سے حاصل ہوتا ہی جسکا مدار زبان عربی
ہی اور ہمارے زمانہ کے جاہل لوگون نے صوفیہ کے مانند رنگے کپڑے پہنکر عام مسلمانون کو یہ دھوکا دیا کہ علم اشارہ ایک
علم ہی جو سینہ بسینہ چلا آتا ہی اور یہ اس وجہ سے کہ ان مکارون نے اپنی بے علمی کے چھپانے کا یہی طریقہ دیکھا اور چونکہ مشابہت
نفس سے باہم ارتباط ہوتا ہی تو ان جاہل مکارون کے ساتھ عوام جاہلون نے اتفاق کیا اور یہ بلاے عظیم عام ہوگئی اور ر
رفتہ رفتہ مسلمانون نے علم شریعت کو حقیر نظر سے دیکھا اور جہالت سے یہ خیال کیا کہ اپنی اولاد کو یہ تعلیم دینا
بے فائدہ ہے کیونکہ ولی ہونا تو علم سینہ سے حاصل ہوتا ہی اور آخری نتیجہ یہ ہوا کہ علم حق سے منحرف ہوکر اولاد کو انگریزی وغیرہ پڑھانے
لگے کیونکہ مکار صوفی نے جس علم سینہ کا دعوی کیا تھا وہ تو مثل عنقا کے فقط جھوٹا نام ہی نام تھا تو اُسکے حاصل کرنے کا طریقہ
نہین ہے سوا اسکے کہ اُنکی اولاد بھی اسی طرح صوفی لباس مین مکار ہوکر اسی قسم کا دعوی کرے اور جسکو عقل ہے وہ ذرا غور
سے سمجھ لیگا کہ اس مکر سے مسلمانون کی حالت خراب ہوگئی انا للہ وانا الیہ راجعون (قولہ تعالے) ایحسب ان لن یقدر الخ
انسان جاہل جسکا قلب بوجہ حجاب غلیظ کے خراب ہی وہ اپنے زعم مین یہ سمجھتا ہی کہ اسپر کسی کو قابو نہین ہی (قولہ تعم) یقول اہلکت
مالا لبدا ۔ چونکہ وہ اپنی جہالت مین محجوب ہی اور اُسکو علم نہین جس سے وہ طریقہ جانے جس راہ مین خرچ کرنا فضیلت ہے
تو لامحالہ جہالت سے بدراہ مین خرچ کرتا ہی جو حقیقت مین اخوان الشیاطین کی راہ ہی اور اپنی ناموری و فخر کے لیے مال کثیر برباد
کرتا ہی اور اسکو بیان کرکے لوگون پر اپنی بڑائی و سخاوت کا اظہار چاہتا ہی اور قولہ اہلکت مالا ۔ یہ عرب کے محاورہ پر ہے چنانچہ
کہتے ہین کہ خسرت علیہ یعنے مین نے اسپر مال کثیر خرچ کیا ۔ یہ بطور افتخار کے بولتے ہین ۔ (قولہ تعالے) ایحسب ان لم یرہ احد ۔
کیا وہ زعم رکھتا ہے کہ اللہ تعالے اُسکی باطنی نیت سے مطلع نہین ہی جبکہ اُسنے افتخار و ریاکاری مین مال کثیر ایسی چیز مین
خرچ کیا جو اللہ تعالے کی شریعت مرضیہ سے مخالف ہی ۔ یہ تو فضیلت سے بہت دور ہی کیونکہ بُری خصلت کے اوپر بُری خصلت
بڑھاتا گیا تو اسپر یہ زعم بالکل ہی بدتر ہے (ابن العربیؒ) مترجم کہتا ہے کہ ہمارے زمانے مین عموماً مسلمانون نے علم شریعت
و راہ نبوت سے منہ پھیر لیا بلکہ جاہل مکار صوفیون کے دام فریب مین اُسکو بُرا سمجھنے لگے پھر جاہل ہوکر اپنے جاہل پیشواؤن
کے اتباع کرنے مین خوش ہین اور اگر کسی عالم سے انھون نے سُنا کہ تم لوگ جس طریقے سے خرچ کرتے ہو یہ بُرا طریقہ
ہے تو کہتے ہین کہ ہم لوگ تو معذور ہین ہم نے ایک شخص سے دریافت کر لیا تھا ۔ یہ لوگ بہت اہتمام سے دنیا کے
واسطے انگریزی وغیرہ پڑھانے مین سخت مشقت اُٹھاتے ہین اور مدعی ہین کہ علم دین کے واسطے ہم کو فرصت نہین ہے
دنیا کے کامون مین ہر کام کے لیے بہت جانچ کے پرکھ لیتے ہین اور دین کے اعمال مین ایسے نادان ہین (قولہ تعالے)

کہا کہ اصحاب المیمنۃ یا تو اصحاب الیمین یعنے داہنی طرف والے ہیں یا یُمن بمقابلہ شوم کے ہے یعنے یہ لوگ اپنی جان کے حق میں
سعادت اور برکت والے ہیں۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ۔
اور جن لوگوں نے کفر کیا ہماری آیات سے یعنے جھٹلایا یہ لوگ بائیں طرف والے ہیں ف انھیں کو اصحاب الشمال
کہتے ہیں اور اپنے حق میں خود نحس ہیں۔ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ۔ انھیں پر آگ ڈھکی ہوئی ہے ف
موصدۃ ای مطبقۃ۔ ڈھکی ہوئی۔ یہی ابوہریرہ وابن عباس وسعید بن جبیر ومجاہد ومحمد بن کعب وعطیہ عوفی وحسن وقتادہ وسدی
نے بیان کیا۔ ابن عباس رضہ نے یہ بھی کہا کہ موصدۃ یعنے انپر جہنم کے دروازے بند ہیں مجاہدؒ نے کہا کہ یہ قریش کی زبان ہے ضحاکؒ
نے کہا کہ یعنے انپر آگ اسطرح محیط ہوگی کہ کہیں دروازہ نہوگا۔ قتادہؒ نے کہا کہ اسکا نتیجہ یہ کہ آگ سب طرف سے انپر محیط ہوگی
نہ وہاں روشنی ہو اور نہ کبھی اُس سے نکلنے کی راہ ہو۔ ابو عمران الجونیؒ نے کہا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعہ ہر ظالم جبار
کو اور ہر شیطان کو اور ہر ایسے شریر شخص کو جسکی شرارت سے دنیا میں لوگ ڈرتے تھے ان سب کو لوہے میں جکڑ کے جہنم میں ڈالے
جانے کا حکم فرماویگا پھر جہنم کو انپر موصد یعنے مطبق فرماویگا۔ ابو عمرانؒ نے کہا کہ پھر واللہ اسکے بعد کہیں اُنکے
پاؤں نہیں ٹھہرینگے اور نہ کبھی آسمان کو دیکھیں اور نہ واللہ کبھی نیند کے غوطہ میں اُنکی آنکھ بند ہو اور نہ واللہ کبھی پانی ٹھنڈا
گھونٹ پاوینگے (رواہ ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ الٰہی رب رحیم ہم بندوں کو اپنی رحمت کے ساتھ جہنم واُس کے
عذاب سے پناہ دے وانت ارحم الراحمین ولنّٰہ الحمد والمنۃ۔ اس سورۂ مبارک کے اشارات کا بیان باقی ہے فی العرائس
قولہ تعالے لا اقسم بہذا البلد الخ اللہ تعالے نے مکہ معظمہ کی قسم کھائی جسمیں بیت اللہ ہے اُسمیں آیات وانوار صفات ومشاہد
قدرت ہیں واسطیؒ نے بہذا البلد سے مدینہ بیان کیا اور یہ جمیع مفسرین کے خلاف ہے اور سورہ بھی مکیہ ہے اور نزول کے وقت
مدینہ کا علم نہیں تھا اقول واسطیؒ کا یہ قول بعض تفاسیر میں منقول ہے اور عرائس کے نسخہ میں جو عبارت ہے وہ کتابت کی
غلطی سے سمجھ کے قابل نہیں رہی اور شاید یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالے ایک بلد کی قسم کھاتا ہے جسمیں تو نزول فرمانے والا ہے کہ تیرے
شرف سے وہ پاکیزہ ہوگا اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کا نام طابہ وطیبہ رکھا ہے واللہ تعالے اعلم
ابن العربیؒ نے لکھا کہ اللہ تعالے نے بلد الحرام کی قسم کھائی اور مراد وہ شہر مقدس ہے جسمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے نزول فرمایا اور وہ رفیق اعلی اور وادی مقدس ہے۔ وانت حل بہذا البلد۔ یعنے تو اس بلد میں مطلق ہے یعنے جو چاہے وہ
کرے یعنے نفس کے صفات وعادات کے ساتھ پابند نہیں ہے۔ ھ۔ اقول شاید شیخؒ نے اشارہ میں اس بلد سے اصلی مسکن
لیا اور حل سے مراد حقیقی آزادی کے معنے لیے کیونکہ آزاد حقیقت میں وہ ہے جو نفس کے پنجہ میں گرفتار نہو واللہ تعالے اعلم
(قولہ تعالے) ووالد وما ولد۔ روح القدس جو نفوس کے واسطے حقیقی باپ ہے جیسے عیسی علیہ السلام نے حوارین سے فرمایا
کہ میں اپنے باپ اور تمہارے باپ آسمانی کے پاس جانے والا ہوں۔ اور عیسی علیہ السلام کا مقولہ یہ بھی مروی ہے کہ تم لوگ
اپنے آسمانی باپ سے تشبیہ پیدا کرو اقول جیسے حکما کہتے ہیں کہ وہ اخلاق سیکھو جیسے خالق عزوجل کے صفات قدس ہیں
یعنے اپنے آپکو پاکیزہ وصالح بناؤ تاکہ تم میں نور قدس سے یہ صفات منعکس ہوں مثلاً علم وحلم وکرم وسخاوت وشجاعت ورحم
وغیرہ اخلاق فاضلہ اپنے نفس میں کماؤ۔ وما ولد۔ یعنے روح القدس سے تیرا نفس متولد ہوا ہے (قولہ تعالے) لقد

بھی اسپر دلالت کرتا ہی کیونکہ (ثم کان) بمعنے (پھر تھا) یعنے اس سے مذکور عمل زمانۂ ماضی بعید مین تھا اور اگر (کان) ناقی استمراری لیا جاوے تو خوب واضح ہی یعنے پھر برابر مستمر تھا وہ مومنین سے۔ یعنے یہ اعمال فک رقبۃ وغیرہ بجالایا حالانکہ وہ برابر مومن چلا آتا ہی۔ واضح ہو کہ یہان مشرکین کے واسطے ہدایت مقصود ہی اور مشرک اپنے دنیاوی فخر کے لیے مال برباد کرتا یا بُرے اون سے رسم رکھتا تھا تو پہلے اسکو فک رقبۃ وغیرہ نیک اعمال بتلائے کیونکہ عرب بھی ان اعمال کی خوبیان سمجھتے تھے تو انکو بیان کرکے پھر ایمان کو بیان فرمایا کہ اس طریقے سے وہ ایمان کی خوبی سے بھی آگاہ ہوگا اور مان جائیگا (جواب دوم) یہ ہوسکتا ہی کہ اچھا یہان (ثم کان) بعد ان اعمال کے ایمان ہے تو معنے یہ ہین کہ اُسنے یہ نیک اعمال کیے پھر اُس نیک بندے کا انجام یہ ہوا کہ وہ ایمان والون مین سے ہوگیا یعنے ایمان پر اُسکی موت واقع ہوئی جس سے ان نیک کامون کا تعلق ایسے شخص سے ہوگیا جو مومن ہی کیونکہ نیک کامون سے نفع کی شرط یہ ہے کہ ایمان حاصل ہو مترجم کہتا ہی کہ اس طریقے سے بھی مشرکون مین اچھا اثر ہوگا اسلیے کہ عرب مین بہت ایسے لوگ تھے جو اپنے قرابتی یتیم و مسکین سے سلوک کیا کرتے تھے تو جب اُنکو معلوم ہوا کہ مابعد ایمان لانے سے بھی نفع ہوگا تو ایمان لانے پر پیش قدمی کریگا۔ اور حدیث مین ہی کہ ایک صحابی رضؓ نے اسلام سے پہلے غلامون کو آزاد کیا اور اس قسم کے نیک کام کیے تھے تو بعد اسلام کے انھون نے دریافت کیا کہ مجھے ان کامون کا کچھ ثواب ہی آپنے فرمایا کہ تو اپنی سابقہ نیکیون پر مسلمان ہوا (رواہ مسلم) وقولہ تعالے وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمۃ یعنے ایسے مومنین مین سے ہونا چاہیے تھا جو باہم صبر و مرحمت کی وصیت کرتے ہین یعنے کہتے ہین کہ لوگون کی ایذا پر صبر کرو اور یہ خاص اہتمام کی وصیت ہی اور دوسری خاص وصیت یہ کہ لوگون پر مرحمت رکھو۔ چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ رحم کرنے والون پر الرحمن رحم فرماتا ہی تم زمین والون پر رحم کرو آسمان والاتم پر رحم فرماویگا حدیث مین ہی کہ جو کوئی لوگون پر رحم نہین کرتا اُسپر اللہ تعالے رحم نہین کرتا ہی اور حدیث مین ہی کہ عبداللہ بن عمر رضؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جس شخص نے ہمارے چھوٹے بچون پر رحم نہ کیا اور ہمارے بڑے کا حق نہ پہچانا تو وہ ہم مین سے نہین ہی (رواہ ابوداؤد) رازیؒ نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ مومنین باہم ایک دوسرے کو ایمان پر صبر و ثبات کی وصیت کرتے تھے یا نفس کی خواہشون سے جی روکنے پر اور طاعات ادا کرنے پر اور تقدیری بلاؤن پر صبر کی وصیت کرتے تھے اور باہم مرحمت کی وصیت کرتے یعنے آمادہ کرتے کہ مظلوم و فقیر پر ترس کھاوین اسیطرح جس شخص کو دیکھین کہ بدکاری پر آمادہ ہی اُسکو روکین کیونکہ یہ آگ مین گھستا ہی تو رحم کے ساتھ اسکو ہر طرح دلی کوشش سے منا پھسلا کے باز رکھین۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہانتک ہوسکے آدمی دوسرے کو راہ راست کی نصیحت کرے اور جس طرح ہوسکے اُسکو باز رکھے۔ پھر قولہ ثم کان من الذین آمنوا۔ یعنے یہ شخص ایسے مومنون مین سے ہوگیا جنکی یہ صفت ہی۔ یہ مومنین اکابر صحابہ مانند عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے ہین **اقول** یعنے سابقین اولین مہاجرین و انصار ہین۔ م۔ کیونکہ یہ لوگ صبر و مرحمت مین کامل تھے۔ بالجملہ تواصوا بالصبر۔ مین اشارہ ہے کہ اللہ تعالے کے احکام کی تعظیم کرے۔ اور تواصوا بالمرحمہ۔ اشارہ ہی کہ اللہ تعالی کی مخلوق پر شفقت رکھے۔ اور انھین دونون باتون پر دین کا مدار ہے اسیواسطے بعضے محققین مشائخ نے فرمایا کہ تصوف کی اصل یہ ہی کہ حق تعالے کے ساتھ صدق ہو اور خلق کے ساتھ خلق ہو (نیک برتاؤ ۱۲) **اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ**۔ ایسے ہی لوگ دائین طرف والے ہین ف جنکا حال سورۂ واقعہ مین بیان فرمایا ہی بقولہ فی سدر مخضود وطلح منضود الآیہ یعنے جنت کی نعمتون مین ہین انھین کو اصحاب الیمین فرمایا ہی زمخشریؒ نے

یا مسکین کو طعام کی ضرورت ہو یعنے میسر نہیں آیا ہو یا کم میسر آیا ہو یا ایسے طعام کی خواہش ہو تو ایسے دن میں کھانا کھلاوے
یتیما ذا مقربۃ۔ ای ذا قرابۃ منہ۔ ایسے یتیم کو جو اس سے قرابت رکھتا ہو۔ یہ ابن عباس و عکرمہ و حسن و ضحاک و سدی نے بیان کیا
ہو مترجم کہتا ہو کہ قرابت کا ذکر اسلیئے کہ مشرک کو جو مال کثیر خرچ کرنیکا مدعی ہو اسکو شرم ہو کہ اُسنے کبھی یتیم کو نہ دیا بلکہ قرابتی
تھا اسکو نہ دیا اور اسمین اللہ تعالے کی طرف سے ثواب بھی مزید ہو ابن کثیرؒ نے مسند امام احمد سے حدیث سلمان بن عامر
رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہو اور قرابتی پر صدقہ کرنا دو
چیزین ہین ایک تو صدقہ ہو اور دوم قرابت کا سلوک ہو (قد رواہ الترمذی والنسائی واسنادہ صحیح) بالجملہ بھوک کے دن کھانا
کھلاوے یتیم قرابتی کو۔ او مسکینا ذا متربۃ۔ یا مسکین یعنے فقیر کو جو خاک آلودہ ہو رہا ہو۔ ذا متربۃ۔ تراب میں پڑا ہے ابن عباسؓ
نے کہا کہ وہ مسکین خاکسار جو راہ میں پڑا ہے نہ اُسکا گھر ہو اور نہ خاک آلودہ ہونے سے بچاؤ کی کوئی چیز ہے۔ عکرمہؒ
نے کہا کہ وہ فقیر قرضدار محتاج ہو۔ سعید بن جبیر نے کہا کہ کوئی اسکا دستگیر نہیں ہو یعنے ایسا کوئی نہیں ہو جو اُسکی خبرگیری کرے
ابن عباس و سعید و قتادہ و مقاتل بن حیان نے کہا کہ مسکین ذا متربۃ۔ وہ ہو جو محتاج عیالدار ہو۔ یہ سب معانی قریب قریب
ہین۔ بالجملہ جو کوئی ان اوصاف پر عامل ہو وہ عقبہ کا اقتحام کرنے والا اور پار ہو جانے والا ہو۔ ثم کان من الذین آمنوا پھر وہ تھا
اُن لوگون مین سے جو ایمان لائے یعنے باوجود ان اوصاف کے وہ اللہ تعالے کی وحدانیت پر دل سے یقین کرنے والا ہے اور
دل سے ان اعمال نیک کے ثواب کا اللہ تعالے سے امیدوار ہو (ابن کثیرؒ) شیخ نے یہان ایک سوال کے جواب کا اشارہ
کیا۔ سوال یہ ہو کہ (ثم کان) مین (ثم) بمعنے (پھر) ایسا کلمہ ہو جسکے معنے تاخیر کے ہین تو کیا فک رقبہ اور اطعام یتیم و مسکین کے
بعد وہ مومنین سے ہو حالانکہ بغیر ایمان کے کسی عمل کا ثواب نہیں ہو (جواب) ایک یہ ہو کہ جسکی طرف شیخؒ نے اشارہ کیا کہ یہان مومن
سے لغت کے معنے مراد ہین۔ یعنے دلی یقین رکھنے والا تو دلی یقین سے یہان اللہ تعالے کی وحدانیت کا یقین مراد نہیں ہے
کیونکہ یہ تو پہلے سے موجود ہو جب ہی تو اُسنے اللہ تعالے کے واسطے فک رقبہ و اطعام کیا ہو بلکہ یہان اس بات کا یقین
مقصود ہو کہ اللہ تعالے اپنے فضل سے ثواب عظیم عطا فرمانے والا ہو اور حاصل یہ کہ پھر یہ شخص اُن بندون مین سے ہو جو اللہ تعالیٰ کی
طرف سے ثواب کا یقین رکھتے ہین کما قال تعالے ومن اراد الآخرۃ وسعی لہا الآیہ۔ یعنے جس بندے نے آخرت کا قصد کیا اور اُسکے لیے
سعی کی جیسی کہ چاہیے ہو تو ایسے بندون کی سعی مشکور ہو۔ قال تعالے من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن الآیہ۔ جسنے نیک عمل کیا
خواہ مرد ہو یا عورت ہو حالانکہ وہ مومن ہو الخ۔ تو ایمان کی حالت مین نیک عمل ہوتا ہو (ابن کثیرؒ) مترجم کہتا ہو کہ شیخ کی یہ
تاویل زیادہ موجہ نہیں ہو اسلیئے کہ اگر یہان ایمان سے ثواب کا یقین بھی لیا جاوے تو بھی یہ سوال ہو کہ ثواب کا یقین کر کے عمل کی
نیت ہونی چاہیے نہ آنکہ عمل کے بعد یہ یقین کرے لہذا امام رازیؒ وغیرہ نے جواب لکھا کہ (اول) ہم کہتے ہین کہ (ثم) یہان بیان
کی تاخیر ہو نہ آنکہ واقع مین اسطرح ہو اور محاورہ مین بکثرت آتا ہو کہ جو چیز مقدم ہوتی ہو اسکو تاخیر بیان سے ذکر کرتے ہین جیسے
بادشاہ کی تعریف مین شاعر نے کہا کہ ہمارا سردار ہوا پھر اسکا باپ پھر اس سے پہلے دادا بادشاہ ہوا یعنے خاندانی بادشاہ ہو اس بیان
سے صاف ظاہر ہو کہ اُسنے (پھر) کہنے سے یہ قصد نہیں کیا کہ اس بادشاہ کے بعد اسکا باپ بادشاہ ہوا بلکہ مطلب یہ کہ مین اس بادشاہ
کی سرداری کا وصف بیان کرتا ہون پھر کہتا ہون کہ یہ خاندانی بادشاہ ہو تو (پھر) صرف اپنے کہنے کے حق مین لیا ہو مترجم کہتا ہو کہ (کان)

وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ جس مسلمان کے تین بچہ ہوے اور بالغ ہونے سے پہلے مر گئے تو اللہ تعالےٰ اُن پر فضل رحمت کے ساتھ ماں باپ کو بھی جنت مین داخل فرماویگا اور جو کوئی اسلام مین بڑھاپے کو پہونچا تو یہ قیامت مین اُسکے لیے نور ہوگا اور جسنے اللہ تعالےٰ کی راہ مین تیر پھینکا وہ دشمن تک پہونچا خواہ لگا یا خطا کر گیا تو اسکے واسطے رقبہ آزاد کرنے کے مثل ہے اور جسنے مومن رقبہ آزاد کیا تو اللہ تعالےٰ اُسکے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو جہنم کی آگ سے آزاد کریگا اور جس کسی نے اللہ تعالےٰ کی راہ مین ایک جوڑ خرچ کیا تو جنت کے آٹھ دروازون مین سے جس دروازہ سے چاہے اللہ تعالےٰ اُسکو داخل فرماویگا (رواہ احمد) ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان سب روایتون کی اسانید صحیح جید قوی ہین۔ حدیث الباب واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہا کہ ہم لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اپنے ایک ساتھی کے معاملہ مین حاضر ہوے اُس ساتھی نے ایک خون کر کے جہنم اپنے اوپر واجب کر لی تھی تو آپ نے ہمکو یہ بھی حکم دیا کہ اس قاتل کی طرف سے ایک رقبہ آزاد کرو اللہ تعالےٰ اُسکے ہر عضو کے بدلے اسکا ہر عضو آگ سے آزاد فرماویگا (رواہ ابو داؤد) اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ آیت مین جہان قاتل کے واسطے یہ تہدید ہے کہ وہ خلود تک جہنم مین ہے تو اسکے معنے یہ ہین کہ اُسنے اپنے خون مین جہنم اپنے اوپر واجب کر لی ہے یعنے ضرور جہنم مین سزا پاویگا جب تک کہ اُسکی میعاد ہو بشرطیکہ اُسکے پاس ایسی نیکی نہو جو کفارہ ہو جاوے اور سچی توبہ تو ہر چیز کا کفارہ ہے اور بدون توبہ کے بھی وہ کافر نہین ہے اگرچہ سخت مجرم ہے۔ حدیث الباب عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ صحابی سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے مسلمان رقبہ آزاد کیا تو وہ آگ سے اُسکا فدیہ ہے (رواہ احمد) اور حدیث الباب براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ایک اعرابی نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتلائیے کہ اللہ تعالےٰ اُس سے مجھے جنت مین داخل فرماوے آپ نے فرمایا کہ تو نے عبارت تو بہت مختصر کہی ولیکن بہت دراز بات پوچھی پھر فرمایا کہ نسمہ آزاد کر اور رقبہ چھڑا اُسنے عرض کیا کہ یا حضرت کیا یہ دونون ایک ہی بات نہین ہین فرمایا کہ نہین بلکہ نسمہ آزاد کرنا یہ کہ خود رقبہ آزاد کرے اور رقبہ چھڑانا یہ کہ اُسکی آزادی مین مدد کرے۔ منحہ یہ ہے کہ اپنے قرابتی پر جو ظالم ہے مہربانی سے رجوع کرے۔ پھر اگر تجھسے یہ بات نہو سکے تو بھوکے کو کھانا دے اور پیاسے کو پانی پلا اور بھلی باتون کی نصیحت کر اور بُری باتون سے منع کر۔ پھر اگر تجھسے نہو سکے تو اپنی زبان کو روکے رکھ سب سے سواے بھلائی کے (رواہ الامام احمد) اور قرابتی ظالم سے یہ مراد ہے کہ اُسنے حقوق قرابت کا لحاظ نہین کیا اور بدسلوکی سے پیش آیا تو اُسکے عوض مین اپنی طرف سے اُسکے ساتھ بھلائی کرے اور اگر اسکو بدکاری مین دیکھے تو اُسکو روکے (مسئلہ) رازیؒ نے لکھا کہ ابو حنیفہؒ کے نزدیک سب مخلوقات مین سے بردہ آزاد کرنا افضل ہے اور صاحبین یعنے ابو یوسف ومحمد کے نزدیک دیگر صدقہ مانند اطعام وغیرہ کے افضل ہے ولیکن آیت مین قول ابو حنیفہؒ کے واسطے بخوبی دلیل ہے اسلیے کہ آیت مین فک رقبہ کو اطعام پر مقدم فرمایا ہے خطیبؒ نے کہا کہ یہ زمخشری نے کشاف مین ذکر کیا ہے۔ قولہ او اطعام فی یوم ذی مسغبۃ ابن کثیرؒ کی تفسیر مین ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ ذی مسغبۃ ای ذی مجاعۃ۔ یعنے بھوک کے دن مین کھانا کھلانا۔ یہی عکرمہ ومجاہد و ضحاک وقتادہ وغیرہم نے بیان کیا۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالےٰ نے اسکے معنے یہ بیان کیے کہ ایسے دن مین کھلاوے جس مین طعام کمیاب ہے۔ قتادہؒ نے کہا کہ ایسے دن مین جس مین طعام کی خواہش ہے مترجم کہتا ہے کہ اسکا خلاصہ یہ ہے جس دن یتیم

اور یہی سب سے بزرگ آزادی ہے (کبیر) امام احمدؒ نے باسناد جید روایت کی کہ سعید بن مرجانہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے ایماندار گردن کو آزاد کیا تو اللہ تعالے اُسکے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے
ہر عضو کو آزاد کرتا ہے حتے کہ اُسکے ہاتھ کے بدلے ہاتھ کو اور پاؤن کے بدلے پاؤن کو اور شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ کو آزاد فرماتا ہے
سعید بن مرجانہ سے علی بن الحسین یعنے امام زین العابدین رضؓ نے یہ حدیث سنکر فرمایا کہ اے سعید تو نے خود ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ
حدیث سنی۔ سعیدؒ نے کہا کہ جی ہان مین نے خود سُنی پس علی بن الحسین رضؓ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ مطرف کو بلاؤ جب وہ آکر سامنے
کھڑا ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جا تو اللہ تعالے کے واسطے آزاد ہے (رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی) اور صحیح مسلم کی ایک
روایت مین ہے کہ یہ غلام جسکو امام زین العابدین رضؓ نے آزاد فرمایا اسکے عوض مین آپ کو دس ہزار درم ملتے تھے مترجم کہتا ہے کہ اس سے
راوی کی مراد یہ کہ امام رضؓ نے اپنے غلامون مین سے جو سب سے اچھا کماؤ اور لائق غلام تھا اُسی کو اللہ تعالے کے واسطے آزاد کیا
اور امام رحؒ کو یہ حدیث بذریعہ سعید بن مرجانہ کے معلوم ہوئی اور حدیث مین کمال لطافت یہ کہ ثواب عظیم کے واسطے اگر مرد کے پاس مسلمہ
لونڈی ہو یا عورت کے پاس مسلم غلام ہو تو آزاد کرے ولیکن اعضاء کی تفصیل حتی کہ شرمگاہ بعوض شرمگاہ بیان کر کے اشارہ فرمایا کہ
اگر عورت لونڈی کو اور مرد غلام کو آزاد کرے تو بہتر ہے اور یہ صریح بھی وارد ہوا ہے فقال قتادہ رحؒ عن سالم بن ابی الجعد عن معدان بن طلحہ عن
ابی نجیح قال الخ یعنے ابو نجیح عمرو بن علبسہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جس مرد
مسلمان نے مسلمان غلام کو آزاد کیا تو اللہ تعالے اُسکی ہر ہڈی کے عوض مین آزاد کرنے والے کی ہر ہڈی کو آزاد کریگا اور جس مسلمہ عورت نے مسلمہ لونڈی
کو آزاد کیا تو اللہ تعالے اُسکی ہر ہڈی کے عوض مین آزاد کرنے والی کی ہر ہڈی کو آگ سے آزاد فرمانے والا ہے رواہ
ابن جریر) اس اسناد مین قتادہ رحؒ درجہ چہارم کے تابعی ہین اور سالم بن ابی الجعد درجۂ سوم کے تابعی ہین انکو بھی انکے آقا نے تین سو
درم کو خرید کر کے آزاد کیا پھر انھون نے علم دین حاصل کیا اور زہد وتقوی اختیار کیا تو اللہ تعالے نے دنیا مین بھی انکا یہ مرتبہ کیا کہ بادشاہ
دامرا انکی مجلس مین حاضر ہوکر ادب سے بیٹھتے تھے اور علم سنتے وفتوی پوچھتے تھے اور معدان بن طلحہ جنکو معدان بن ابی طلحہ بھی کہتے
ہین درجۂ دوم کے تابعی ہین۔ انھون نے ابو نجیح عمرو بن علبسہ سے حدیث روایت کی اور کثیر بن مرۃ تابعی نے بھی عمرو بن علبسہ رضؓ سے
روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے اللہ تعالے کے واسطے مسجد بنائی تاکہ اُسمین اللہ تعالے کی یاد کیجاوے
تو اللہ تعالے اُسکے لیے جنت مین مکان بناتا ہے اور جسنے مسلمان کو آزاد کیا تو وہ آزاد کرنے والے کے لیے جہنم سے فدیہ ہوجاتا
ہے اور جو کوئی اسلام مین رہا یہانتک کہ اُسکا بڑھاپا آگیا تو یہ سپیدی اُسکے لیے قیامت مین نور ہوگی (رواہ الامام احمد)
شرجیل بن السمط رحؒ نے بھی عمرو بن علبسہ سے عرض کیا کہ آپ ہم سے حدیث روایت فرماوین جس مین کمی بیشی وبھول نہو عمرو
بن علبسہ نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جسنے رقبۂ مسلمہ آزاد کیا تو ہر عضو کے عوض مین
ہر عضو آگ سے فک (آزاد) ہوگا اور جو کوئی راہ الٰہی مین بڑھاپے کو پہونچا تو یہ اُسکے واسطے قیامت مین نور ہوگا اور جسنے
راہ الٰہی مین تیر مارا وہ پہونچا خواہ (کافر کے) لگا یا نہ لگا تو گویا اُسنے اولاد اسمعیل عم سے ایک مملوک آزاد کیا (رواہ احمد وبعضہ
ابوداؤد والنسائی) اولاد اسمعیل اشرف ہین اور سب آزاد ہین ولیکن ظالم نے اگر کسیکو گرفتار کر کے غلام بنایا ہو تو اُسکو
آزاد کرنا افضل ہے۔ مد۔ اس حدیث کو ابوامامہ نے بھی عمرو بن علبسہ رضؓ صحابی سے روایت کیا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

یہ حضرت ابن عمرؓ وعطاء وغیرہ جن سے یہ نقل کیا کہ عقبہ جہنم پر گھاٹی ہو انمین سے کسی کی مراد یہ نہیں ہو کہ آیت مین عقبہ سے یہ گھاٹی
مراد ہی بلکہ ان بزرگون کا مطلب یہ ہو کہ نفس اگر یہان ایسی طاعات ادا کرے جنکا بیان آیت مین ہی تو وہ جہنم کی اس گھاٹی سے پار
ہوگا جیسے شریعت مین عذاب قبر سے نجات دینے والے اعمال مذکور ہین اور جیسے پل صراط سے پار ہونے کے اعمال ہین۔ اسیطرح عقبہ
کے واسطے اقتحام مردانہ طریقہ سے چاہیے اور نفس کے وسوسہ وخطرہ کی پروانہ کرے واضح ہو کہ جس وقت مکہ معظمہ مین ہجرت سے
پہلے یہ آیات اور اسکے مثل نازل ہوئین تو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور ایمان آخرت اور نفس کی پاکیزگی تعلیم کی گئی پس اپنے نفس
کی خوشی کے واسطے کام نہو بلکہ اللہ تعالے کے واسطے ہونا چاہیے اور یہ حکم ہمیشہ باقی ہو اور ہر ایسا مدار اپنے کامون مین نظر
بصیرت سے دیکھ سکتا ہو کہ اس کام سے اسکی کیا غرض ہو اگر نفس کی خوشی بھی اسمین شامل ہو تو اسکو پاک کرے مثلاً ایک شخص نے
یہ قصد کرا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت مین ثواب الٰہی جل جلالہ کا تحفہ بھیجے تو ظاہر ہے کہ اسکو ثواب ملے تو
یہ ثواب حضرت کے واسطے تحفہ بھیجے پس اسکے نفس نے کہا کہ کھچڑا یا فیرنی یا عمدہ کھانے پکوا کر مساکین کو تقسیم کرے اور اندر سے
اسکا نفس مکار یہ نظر رکھتا ہو کہ لوگون مین یہ معلوم ہو کہ فلان شخص نے بھی ایسا کیا جیسے ہمارے بیان ہوتا ہو اس مکر کو پہچاننا بدون توفیق
الٰہی عزوجل کے غیر ممکن ہو اسکو چاہیے کہ خفیہ طور سے مساکین مین نقد تقسیم کر دے اور یہ کئی وجہ سے بہتر ہے از انجملہ یہ کہ فیرنی کے
پیالے سے مسکین کا بھلا نہوا اور ازانجملہ یہ کہ بعض مسکین کو آج آٹا میسر ہے ولیکن چار پیسہ کی سخت ضرورت ہی الغرض جب
خلوص نیت ہو تو نفس پر سخت ناگوار ہوگا۔ آیت کی تفسیر یہی ہو کہ جو ابن زیدؒ نے بیان فرمائی کہ قولہ تعالے فلا اقتحم العقبۃ۔ ایسی راہ
نہین چلا کہ جس سے نجات وخیر حاصل ہوتی پھر متنبہ فرمایا بقولہ تعالے وما ادراک ما العقبۃ اور تونے کیا جانا کہ عقبہ کیا ہی۔ فک
رقبۃ او اطعام فی یوم ذی مسغبۃ۔ گردن آزاد کرنا یا بھوک کے دن کھانا کھلانا۔ اگر کہا جاوے کہ کیا یہی عقبہ ہے (جواب) رازیؒ نے
کہا کہ یہان مضاف محذوف ہی یعنے۔ ما ادراک ما اقتحام العقبۃ فاقتحام العقبۃ۔ فک رقبۃ الخ یعنے تونے کیا جانا کہ عقبہ کا اقتحام کیا ہی۔ پھر بتلایا
کہ اقتحام یہ کہ گردن آزاد کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہ ٹھیک نہین ہو اور مضاف محذوف ماننے کی کچھ ضرورت نہین ہے
اسلیے کہ جو امر دشوار ہو وہ عقبہ ہو اور اقتحام یہ کہ اسی امر دشوار پر عمل کرے پس امر دشوار کی مثال یہ کہ گردن آزاد کرنا یا بھوک کے دن کھانا
کھلانا پس اس عقبہ پر اقتحام کرے۔ پس یہ دونون کام خود عقبہ ہین نہ اقتحام عقبہ بلکہ اقتحام یہ کہ ان دونون پر بغیر وسوسۂ نفس کے
عمل کرے اور اللہ تعالے کی رضامندی وثواب کا قصد کرے امام رازیؒ نے کہا کہ فک رقبہ یہ کہ مملوک کو آزاد کرے اور یہ بھی
صورت ہے کہ کسی نے اپنے غلام کو نوشتہ دیا کہ کمائی کر کے دس روپیہ ماہواری قسط کے حساب سے دو سو روپیہ مثلاً ادا کرے تو وہ
آزاد ہو اور ایسے مملوک کو مکاتب کہتے ہین پس اس مکاتب کو اپنے پاس سے روپیہ دے تاکہ وہ ادا کرے اور آزادی حاصل کرے
براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ آپ مجھے ایسا
کام بتلاوین جس سے مین جنت مین داخل ہون آپ نے فرمایا کہ نسمہ آزاد کر اور فک رقبہ کر اسنے عرض کیا کہ یا حضرت کیا یہ دونون ایک ہی
کام نہین ہین۔ آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ نسمہ آزاد کرنا یہ ہو کہ تو خود ایک مملوک کو آزاد کرے اور فک رقبہ یہ کہ مکاتب کی مدد کرے تاکہ
وہ اپنی گردن چھڑا دے۔ یہان ایک وجہ دیگر ہی یعنے آیت مین فک رقبہ کا حکم ہو اور سب سے اعلیٰ مقصد یہ ہو کہ اپنی گردن کو مواخذہ
وعذاب سے چھڑا دے یعنے ہمت کر کے ایسی عبادات عمل مین لاوے کہ اللہ تعالے اس سے رضامند ہو کر عذاب سے آزاد فرماوے

واسطے آتا ہے اور یہ ظاہر نہ ہوتا کہ ہر ایک بھی عقبہ ہو (دوم) یہ کہ مقصود کے خلاف غلط فہمی واقع ہوتی یعنے عقبہ کے معنے یہ سمجھے جاتے
کہ ان دونون کامون کو جسنے پورا کر دیا وہ عقبہ سے تجاوز کر گیا کیونکہ عقبہ فقط انھین دونون کا نام ہے حالانکہ (او) یعنے (یا) کہنے سے
مفہوم ہوا کہ اس سے عقبہ کی تعمیم مقصود ہو اور جو امور مکارم اخلاق اور معالی آداب کے ایسے ہین کہ اللہ تعالے کے نزدیک پسندیدہ
ہین اور نفس جو زمینی جبلت رکھتا ہو اُسپر شاق ہین اگر نفس سے انپر عمل کرنیکو کہا جاوے تو اُسکو اسقدر گران گزرتے ہین جیسے پہاڑ
کی دشوار گزار گھاٹی کو طے کرنا شاق ہوتا ہو حالانکہ نفس کو جنت عالیہ مین وطن اُسی وقت میسر ہو جب وہ اپنی پستی کی جبلت سے
خارج ہو اور روح پاکیزہ کے ساتھ ہونیکے لائق ہو اور اگر اُسنے روح کو بھی اپنے ساتھ کر لیا تو ذلیل وخوار ہو اور حدیث صحیح مین ہو کہ جہنم
ایسی چیزون سے گھری ہو جو نفس کے شہوات ہین (انکو جی چاہتا ہو) اور جنت ایسی چیزون سے گھری ہو جو نفس کو ناگوار ہین (الصحاح)
اگر کہا جاوے کہ عقبہ سے پار ہو کر جنت ہو تو کیا انھین دونون فک رقبہ واطعام کے بعد ہو حالانکہ نماز وغیرہ فرائض ہین (جواب) بیشک
نماز وروزہ وغیرہ جمیع فرائض لازم ہین اور یہان فک رقبہ واطعام کا ذکر تو فقط مالی زکوۃ کے ذیل مین ہو جبکہ انسان کا فرنے دنیاوی
فخر ونا موری کے لیے مال کثیر برباد کرنیکا دعوی کیا تھا اور عقبہ سے یہ مراد نہین ہو کہ اُسکے پار جنت ہو بلکہ عقبہ تو تشبیہ ہو کہ یہ کام نفس کو
ایسے ناگوار ودشوار ہین جیسے عقبہ کی راہ طے کرنا۔ ولیکن واضح رہے کہ دنیا مین نفس کے اندر ہر ایک چیز کا نمونہ موجود ہو جو عالم مین پیدا
کی گئی ہو اسیواسطے تم نے اوپر معلوم کیا کہ حضرت ابن عمرؓ وکعب احبار وحسن وقتادہ وغیرہم سے روایت ہو کہ عقبہ جہنم پر گھاٹی ہو۔
کعب احبار ایک عالم تھے جنکو توریت وانجیل وانبیاے سابقین کے شرائع کا علم تھا اگرچہ وہ اس سے لاچار تھے کہ اہل کتاب
نے جہان عام تحریف کر دی اور اُسکا پتہ نہین ملا کہ پہلے کیونکر تھا تو مجبور تھے اور انکے باپ بھی بڑے عالم تھے انھون نے مرتے
وقت انسے کہا کہ مین نے سب علم تمکو بتلایا سواے اسکے جو اس طاق مین مسدود ہو وہ تم میرے مرنے کے بعد کھود کر نکال لینا
اور خبردار بہت ہوشیاری سے رکھنا بعد رسوم تعزیت کے کعب احبار کہتے ہین کہ مین نے کھودا تو بہت حفاظت سے اوراق
ملے جن مین میرے باپ نے حضرت خاتم النبیین کا حال لکھا تھا اور سب اوصاف وفضائل جو انبیاے سابقین سے ملے تھے بیان
کیے اور اہل کتاب کی تحریفات سے بھی اطلاع دی اور آخر مین یہ تاکید کی کہ ایسا نہو تجھے بعضے جھوٹے مدعیون سے دھوکا ہو کیونکہ
یہود اور نصاری نے تعصب کو دین بنا کر یہ چاہا ہو کہ خاتم النبیین کو اپنے یہان سے باہر بتلانے دین۔ بالجملہ طول واقعات کے بعد
کعب احبار آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ یہان انکا قول اسلیے نقل کیا کہ اہل کتاب کے یہان بھی یہ روایت
موجود ہے کہ عقبہ جہنم پر گھاٹی ہو۔ واحدیؒ نے اسپر اعتراض کیا کہ یہان آیت کی یہ تفسیر اس سے نہین ہو سکتی ہو مترجم کہتا ہے کہ اگر
واحدی کی یہ مراد ہو کہ ان روایات سے آیت کی تفسیر مقصود ہو یعنے فلا اقتحم العقبہ۔ مین عقبہ کی تفسیر ان اقوال سے مختلف ہے
تو مین کہتا ہون کہ یہ نہین ہو اور بے شک آیت مین العقبہ کی یہ تفسیر نہین ہو اور اگر مراد یہ کہ کچھ تعلق نہین ہے تو مین کہتا ہون کہ
تعلق واقعی ہو اور وہ گھاٹی موجود ہو اور اس سے تجاوز کرنا نفس کو طاعات کے ساتھ حاصل ہوتا ہو اسیواسطے قتادہؒ نے اپنی
روایت مین فرمایا کہ اللہ تعالے کی بندگی وطاعات کے ساتھ اس مہلک گھاٹی سے تجاوز کرو اور اس بیان سے معلوم ہو گیا
کہ امام رازیؒ نے جو کچھ کہا تھا یعنے قولہ تعالے فلا اقتحم العقبہ مین کہا کہ مفسرین کے دو قول ہین۔ پھر ان دونون قولون کی تفصیل
مین اسطرح لکھنا شروع کیا کہ بعض نے کہا کہ عقبہ سے آخرت کا عقبہ مراد ہو پھر اقوال نقل کیے تو یہ ٹھیک نہین ہے

منقول ہین ولیکن متاخرین نے بزرگون کا نام نکالکر زمخشری وغیرہ متاخرین کا قول بنا دیا جیسے فقہ مین حضرت امام محمد بن الحسن شاگرد امام ابوحنیفہ رح کی کتابین مفقود ہوگئین اور متاخرین کی تصانیف شایع کی گئین۔ دیکھو امام رازی رح نے لکھا کہ قولہ تعالے فلا اقتحم العقبۃ الخ یہان ایک مشکل یہ ہی کہ نحویون کا قاعدہ بگڑا جاتا ہی جو کہتے ہین کہ ماضی پر جب (لا) داخل ہوتا ہی تو بدون مکرر کے کمتر مستعمل ہوا ہی اور مکرر آتا ہے جیسے قولہ تعالے فلا صدق ولا صلی (جواب) کئی وجہ سے دیا گیا ہی وجہ اول یہ کہ زجاج رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ یہان بھی (لا) بحسب المعنی مکرر ہی کیونکہ فلا اقتحم العقبۃ کے معنے یہ ہین کہ فلا-فک رقبۃ ولا اطعم مسکینا- کیا تم نہین دیکھتے ہو کہ اقتحام العقبۃ کی یہی تفسیر مذکور ہے۔ علاوہ برین قولہ تعالے ثم کان من الذین آمنوا- بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ معنے ہین کہ- فلا اقتحم العقبۃ ولا کان من الذین آمنوا (وجہ دوم) شیخ ابوعلی الفارسی نے کہا کہ قولہ تعالے فلا اقتحم العقبۃ کے معنے یہ ہین کہ فلم یقتحم العقبۃ یعنے ابتک اُسنے عقبہ پر اقتحام نہین کیا اور جب (لا) بمعنے (لم) ہوتا ہی تو مکرر دوسرا فعل نفی لانا لازم نہین ہی جیسے خود (لم) کے ساتھ مکرر لانا نہین لازم ہوتا اور اگر کسی جگہ مکرر آجاوے جیسے لاصدق ولاصلی- تو یہ ایسا ہے جیسے لم یسرفوا ولم یقتروا الآیہ- مین ہے (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہی کہ یہ بیان البتہ شافی ہی اور اسی اس چیستان کے معنے حل ہوگئے جو سراج مین مذکور ہی- اب ایک امر باقی رہا کہ شیخ ابوعلی نے- لا اقتحم مین (لا) بمعنے (لم) قرار دیا تو اسپر کیا دلیل ہے- سراج مین لکھا کہ مجاہد رح سے روایت ہی کہ فلا اقتحم العقبہ- دلالت کرتا ہے کہ (لا) بمعنے (لم) ہے- مین نہین سمجھا کہ اس عبارت سے کیا مطلب نکلا- شاید نسخہ مین کاتب سے کچھ عبارت رہگئی ہو اور میرے نزدیک دلیل یہ ہی کہ اس کلام پاک سے ارشاد مقصود ہی کہ اُسنے مال کثیر اپنی حماقت کے کام مین تباہ کیا اور اقتحام عقبہ نہ کیا اور نہ ابتک ایمان لایا تو اس مال سے کچھ ثواب نہ پاویگا بلکہ حساب لیا جاویگا اور وبال اُٹھاویگا تو اُسکو لازم ہے کہ اب ایمان لاوے اور اقتحام عقبہ سے جہنم کے پار ہو- اسیطرح قولہ فلا صدق ولا صلی- مین اُسوقت تک کافر کا حال مذکور ہے تاکہ تکذیب وغیرہ چھوڑ دے واللہ تعالے اعلم واضح ہو کہ اقتحام عقبہ سے یہ مراد کہ انسان مردانہ ہمت سے بزرگ کامون پر اقدام کرے اور اپنے نفس کمینہ کو مغلوب کر کے دنیاوی مال ومتاع سے اور کل ایسے کامون سے جنکا مرجع فقط دنیا تک ہو باہر نکل جاوے اور چونکہ دنیا پست وذلیل ہی تو پستی سے خارج ہونے کے لیے پہاڑ پر چڑھکر بلندی پر جانا ہوگا اسلیے عقبہ کا اقتحام فرمایا اور اُسکی تفسیر بلند ہمت کامون سے ہے- اگر کہا جاوے کہ آئندہ تفسیر مذکور ہی یعنے فک رقبۃ او اطعام فی یوم ذی مسغبۃ یعنے مملوک کی گردن ازاد کرنا یا بھوک کے دن مین کھانا کھلانا- تو کیا ان مین سے کوئی ایک کام عقبہ ہے اس لیے کہ حرف (یا) سے یہ وہ کوئی بات ہو- (جواب) مترجم نے موجودہ تفاسیر مین نہین دیکھا کہ کسی عالم نے اس سوال وجواب سے تعرض کیا ہو سوا اسکے کہ رازی رح نے واحدی رح سے صرف اسقدر نقل کیا کہ عقبہ کی یہ تفسیر ہے اور مین بتوفیق اللہ سبحانہ تعالے لکھتا ہون کہ یہ دونون کام عقبہ ہین کیونکہ نفس کو انکا عمل شاق ہی اور حرف (او) جسکا ترجمہ (یا) ہوتا ہی اس سے یہ مطلب نہین ہی کہ فک رقبہ یا اطعام ان دونون مین سے ایک ہی عقبہ ہے بلکہ یہ مطلب ہی کہ ان دونون کامون مین سے جو نسی بجالاوے اُس عقبہ سے پار ہونے مین کافی ہی اور دونون بھی عقبہ ہین لیکن (واو) جسکا ترجمہ- اور- ہوتا ہی یہان نہین فرمایا اسمین دو فائدے ظاہر ہین (اول) یہ کہ اگر فک رقبہ واطعام- بواو ہوتا تو ظاہر یہ ہوتا کہ یہ اور وہ دونون ملکر عقبہ ہین اسلیے کہ (واو) جمع کرنے کے

آزاد کرانے مین اور مساکین کو طعام کھلانے مین مشقت کیون نہ اُٹھائی جو اُسکے کام آتی اور یہ مال برباد نہ ہوتا - یہی معنے قتادہ نے بیان کیے ہین - بعض نے کہا کہ گناہون کے بوجھ کو گھاٹی سے تشبیہ دی ہی تو جب ایسے گنہگار نے فک رقبہ و اطعام کیا تو گناہون کا کفارہ ہوا گویا وہ دشوار گھاٹی سے پار اتر گیا (السراج) **امام رازی**رح نے لکھا کہ مفسرین نے یہان العقبہ کی تفسیر مین دو وجہین بیان فرمائی ہین (اول وجہ) یہ کہ عقبہ مذکور درحقیقت آخرت مین ہی عطاء رح نے کہا کہ اس سے مراد آخرت مین جہنم کا عقبہ ہی **کلبی** نے کہا کہ یہ جہنم و جنت کے درمیان ایک عقبہ ہے - ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ جہنم مین ایسی گھاٹی ہی کہ اُس پر پاؤن پھسلتے ہین - مجاہد و ضحاک رح نے کہا کہ عقبہ یہی پل صراط ہی جو جہنم پر ہی **رازی**رح نے کہا کہ کلبیؒ کے قول کے بھی یہی معنے ہین **واحدی**رح نے کہا کہ یہان اس تفسیر مین تامل ہی اسلیے کہ قولہ تعالے فلا اقتحم العقبۃ کے معنے یہ ہین کہ اس انسان نے عقبہ کا اقتحام نہین کیا - ۃۃ - پس اگر عقبہ سے یہ عقبہ جو آخرت مین ہی یہان مراد ہو تو یہان سے کیا فائدہ ہوگا کیونکہ یہ تو خوب معلوم ہی کہ اس انسان نے اس عقبہ سے تجاوز نہین کیا بلکہ اس انسان پر کیا موقوف ہی بالفعل کسی انسان نے بھی تجاوز نہین کیا ہی **مترجم** کہتا ہی کہ آیت سے تو کافرون کو ہدایت مقصود ہی اور کفار اس عقبہ کو بالکل نہین پہچانتے ہین تو پھر کیونکر انکو ملامت ہو گی - م - علاوہ اسکے آگے خود فرمایا - وما ادراک ما العقبۃ فک رقبۃ الخ یعنے عقبہ کو تو نے کیا جانا ہی وہ گردن آزاد کرنا اور طعام دینا الخ - پس عقبہ کی تفسیر خود مذکور ہی (کبیر) **امام ابن کثیر**رح نے لکھا کہ امام ابن جریر رح نے کہا کہ حدثنا عمر بن اسمعیل الخ - یعنے ابن جریر رح نے بطریق ابن عطیہ روایت کی کہ ابن عمر رض نے کہا کہ العقبہ جہنم مین ایک پہاڑ ہی جس پر پاؤن پھسلتے ہین - کعب احبار رح نے کہا کہ وہ جہنم مین ستر درجہ (زینے) ہین - حسن بصری رح نے کہا کہ جہنم مین ایک گھاٹی ہی - قتادہ رح نے کہا کہ یہ عقبہ مہلک ہے اللہ تعالیٰ کی بندگی کے وسیلہ سے اس سے پار اترو اور بندگی کا طریقہ اللہ تعالے نے بتلا دیا کہ فک رقبۃ اور اطعام ہی - ابن زید رح نے کہا کہ قولہ تعالے فلا اقتحم العقبۃ - یعنے ایسی راہ کیون نہین چلا جسمین اُسکی بھلائی اور نجات تھی پھر اللہ تعالے نے ہم کو متنبہ کر دیا کہ راہ فک رقبہ و اطعام ہے **ابن کثیر**رح نے کہا کہ فک رقبۃ - مین دو قراءتین ہین (فکُّ رقبۃٍ) یعنے اضافت کے ساتھ - فکَّ رقبۃً - یعنے فک فعل ماضی بضمیر فاعل ہی اور رقبۃً مفعول ہی (چھوڑا یا اُسنے گردن کو) اور دونون قراءتون کے معنے قریب قریب ہین **اقول** اسی طرح آگے - اطعام - کی جگہ - اَطعَمَ - فعل ماضی ہی اور اکثر ماضی پر (لا) مکرر آتا ہی جیسے فلا صدق ولا صلی - تو یہان بھی فلا فک ولا اطعم - مکرر ہو گیا - اور اکثر کی قراءت مین فک و اطعام مصدر ہی تو فلا اقتحم - ماضی کی تکرار بحرف (لا) نہین ملتی ولیکن قولہ تعالے ثم کان من الذین امنوا - بمنزلہ قولہ ثم (لا کان من الخ) ہے یعنے نہ تو اسنے عقبہ پر اقتحام کیا اور نہ وہ مومنین مین سے تھا **زمخشری** نے کہا کہ ماضی پر (لا) بحسب المعنی مکرر موجود ہی کیونکہ معنے یہ ہین فلا اقتحم العقبۃ فلا فک رقبۃ ولا اطعم مسکینا - کیا نہین دیکھتے ہو کہ فلا اقتحم العقبۃ - کی یہی تفسیر فرمائی کہ لا فک رقبۃ ولا اطعم مسکینا **ابو حیان اندلسی**رح نے کہا کہ یہ تقریر اُس وقت بن سکتی ہی کہ فک و اطعام مصدر ہون اور ماضی کی قراءت پر یہ تقریر نہین بن سکتی ہی کیونکہ یہ عقبہ کی تفسیر ہے یہان دوسرا طریقہ جواب یہ ہے کہ (فلا) بمعنے (فلم) ہے چنانچہ مجاہد رح سے روایت ہی کہ قولہ تعالے ثم کان من الذین آمنوا - ای ثم لم یکن من الخ - تو معلوم ہوا کہ (فلا) معنے مین (فلم) ہے یعنے نہ اُسنے اقتحام عقبہ کیا اور نہ ایمان لانے مین داخل ہوا اور (لم) کا مکرر لانا واجب نہین ہے اور اگر مکرر آوے تو بمانند قولہ تعالے لم یسرفوا ولم یقتروا ہوگا (السراج) **مترجم** کہتا ہی کہ یہ سوال و جواب علماء متقدمین سے

اٹھنا بھی دشوار ہو **بیان تفسیر و اقوال مفسرین** اللہ تعالے نے ایسے بے ایمان لوگون کی مذمت فرمائی جو اللہ تعالے اور
وار آخرت پر ایمان نہین رکھتے ہین بلکہ دنیا کے واسطے اپنی ہوا وہوس کے موافق کام کرتے ہین اور ساری عمر محنت ونفس ہی کی خوشی
کے مطابق خرچ کرتے ہین اس جنس کے انسان کا حال بیان فرمایا کہ وہ کہتا ہو کہ مین نے مال کثیر ہلاک کیا یعنے خرچ کیا اور حقیقت
مین یہ اُسنے برباد ہی کیا ہو کیونکہ اُسنے دنیاوی ناموری وفخر اور فحش حرکات مین اُٹھایا ہو اور اللہ تعالے نے اُسکو ہوش وحواس بھی
دیے تھے اور نیک راہ وبد راہ بتلادی تھی تو اس بدبخت کے واسطے کچھ عذر نہین ہو نہ وہ عقبہ سے (گھاٹی سے) پار ہوا اور نہ مومن
خوش خصلت تھا **خطیب** رح نے لکھا کہ عقبہ (گھاٹی) کا ذکر ایک مثل کے طور سے ہے کہ نفس وخواہش وشیطان کے ساتھ جد وجہد
کوشش کرنا ایسا ہی جیسے دشوار گزار گھاٹی سے پار ہونا **اقول** کیونکہ آدمی کا نفس اسی خاکی ترکیب سے بنا ہوا ہو تو اسکی ذات یہی
ہو کہ زمین سے الفت رکھے اور انسان کی خواہش انھین چیزون سے متعلق ہو اور شیطان بلے شبہہ انسان کا دشمن ہو تو نیک راہ
کے نیک اعمال کرنے مین یہ چیزین اُسکے مخالف ہوتی ہین اور ان مین سب سے زیادہ سخت اُسکا نفس ہو کیونکہ انسان کی ترکیب
مین جسم وروح دو جزء ہین اور روح یہان خلاف بدن مین مستور ہے اور جسم ظاہر ہے تو انسان جب تک ایمان سے بے نصیب
جاہل ہو تب تک وہ نفس سے مخالفت کرنے کو سمجھ نہین سکتا کیونکہ سمجھانے والا خود اسکا دماغ ہے تو گویا نفس اپنے آپ ہی
اپنا مخالف ہوا اسیواسطے کفار متحیر ہوتے ہین انکا نفس انکو اپنے تحت مین مغلوب رکھتا ہو ولیکن حدیث سے ثابت ہو کہ اللہ تعا
نے ہر شخص کے دل مین ہادی رکھا ہو پس اگر اس ہادی کے جانب توجہ کرتا تو اپنے نفس کی غلامی سے چھوٹ جاتا ولیکن یہ اللہ تعالے
کی مشیت پر موقوف ہو- اور جیسے فرشتہ قوت اُسکو ہدایت کرتی ہو ویسے ہی ہمزادی قوت شیطانیہ اسکو بہکاتی ہو اور جس بندے
نے اللہ تعالے کے کلام پاک سے اپنا آغاز وانجام سمجھ لیا کہ اللہ تعالے کی قدرت نے اُسکو نطفہ سے بنایا ہو یہانتک کہ اُسکو بڑا آدمی
کر دیا تو صاف ظاہر ہے کہ اب وہ خود مختار نہین ہو بلکہ قدرت کے قبضہ مین ہے اور ایک دم بھی اُس سے جدا نہین ہو سکتا تو بندہ جس
کمائی کو چاہتا ہو قدرت کاملہ اسکو پیدا کر دیتی ہو- یہ شان اس کارگاہ امتحان مین اسطرح ظاہر ہو حتی کہ بعد موت کے اسکو کچھ بھی اپنی
قدرت کا شبہہ باقی نہ رہیگا چنانچہ قولہ تعالے لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمن الآیہ سورۂ عم یتساءلون کی تفسیر مین مفصل بیان
ہو چکا ہو اسی سے مردہ جو فی الحقیقت آخرت مین زندہ ہو کچھ بھی کمائی نہین کر سکتا ہو اور پیغمبرون کی نماز وہان کمائی نہین ہو چنانچہ
بالاتفاق علماء نے اسکو واضح بیان کیا ہے بلکہ یہ لذت مشاہدہ ہو- تو جب کلام پاک سے اُسنے سمجھ لیا کہ مین یہان خود مختار نہین
ہون تو وہ التجا کرے جیسے حدیثون مین دعائین آئی ہین کہ الٰہی مین تجھسے نیکی کی توفیق مانگتا ہون جیسے تو نے اپنے صالحین بندونکو
عطا فرمائی ہو- اس التجا سے اُسکے واسطے وہ کمائی حاصل ہوگی جو اللہ تعالے کے نزدیک پسندیدہ ہے انشاء اللہ تعالے
اور یہی اسلام ہو کہ اللہ تعالے کے سوائے کسی مین الوہیت نہین ہے اور جس مشرک نے گزرے ہوے پیغمبرون وبندون وغیرہ
سے التجا کی اور مراد مانگی تو یہ اُسکی کمائی ہو جو اس طریقے سے اسکو عطا ہوئی ہو اور یہ نہین ہو کہ اُن بزرگون نے اسکو دیدی لیکن
مشرک اپنی غلطی مین پڑا ہوا ہے اور اللہ تعالے ہی ہدایت فرمانے والا ہو **خطیب** رح نے لکھا کہ جب قولہ تعالے فلا اقتحم العقبۃ
بطور مثل کے قرار دیا جاوے یعنے نیک کام کرنے والا بمقابلہ نفس وشیطان کے گویا دشوار گزار گھاٹی طے کرنے والا ہو کہ مشقت
کے ساتھ اسپر چڑھتا ہو- گویا اللہ تعالے نے دنیا کے واسطے نفس کے تابعدار کو ملامت کی کہ اُسنے غلامون کی گردنین

کی دشواری و سختی ہو۔ قولہ فک۔ چھڑانا جیسے فک رہن۔ یعنی مرہون چیز کو چھڑانا۔ رقبہ گردن۔ واضح ہو کہ فک رقبہ یعنی گردن چھڑانا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ جو مرد یا عورت کسیکی مملوک ہو اُسکی گردن چھڑانا اور اسمین لطیف اشارت ہے کہ انسان درحقیقت اصل مین آزاد ہے اور گرفتار و مملوک ہوجانا اُس سرکش کافر کی سزا ہے جسنے اللہ تعالے سے کفر کیا اور یہانتک سرکشی کی کہ جو لوگ اللہ تعالے کی توحید و عبادت کرنا چاہتے تھے اُنسے عداوت کی حتی کہ اُنکو مساجد مین نماز و ذکر سے منع کیا اور طرح طرح کی ایذا دینے کے درپے ہوئے حتی کہ بیرحمی کے ساتھ بچے تک قتل کر ڈالے پس اللہ تعالے نے اپنے مومنین بندون کو قتال کی اجازت دی اور اُنکی نصرت فرمائی پس بعد فتح کے سرکش کافرون کو اُنکی ملک مین لونڈی غلام بنا دیا ولیکن آیات قدسیہ مین یہ ارشاد ہے کہ جب اُنکے چال چلن اچھے نظر آدین تو اُنکو آزاد کرنے مین ثواب عظیم ہے اور عنقریب اسکا بیان آتا ہے قولہ اطعام کھانا کھلانا۔ فی یوم ذی مسغبۃ۔ بعض قرات مین ذا مسغبۃ۔ آیا ہے تو یہ مفعول اطعام ہے یعنی کھانا دینا مسغبۃ والے کو مسغبۃ بھوک مین مبتلا ہونا۔ یعنی بھوکے کو کھانا دینا۔ پھر ذا مسغبۃ۔ کا بدل ہے یتیما ذا مقربۃ۔ او مسکینا ذا متربۃ۔ یتیم کی ظاہر حالت یہی ہے کہ بھوکا ہو جبکہ اُسکا باپ نہین ہے یا ماں و باپ دونون نہین ہین۔ اور متواتر قراءت مین۔ فی یوم ذی مسغبۃ ہے (یوم) کی صفت (ذی مسغبۃ) ہے یعنی ایسا دن کہ وہ بھوکا ہے اور یہ مجازی محاورہ لطیف ہے اور مراد یہ کہ دن ایسا ہے کہ جس مین طعام کمیاب ہے تو ظاہر ہے کہ ایسے دن مین طعام کھلانا یتیم کو اور مسکین کو ثواب عظیم ہے کیونکہ اسکے نفس پر طعام دینا گران ہوگا اور جنکو دیگا یعنی یتیم و مسکین وہ خود محتاج و بھوکے ہین کیونکہ یہ دن محتاجی و بھوک کا دن ہے۔ اس قراءت کی بنیاد پر یہ سوال نہین ہوسکتا کہ یتیم کے واسطے بھوکا ہونا ضروری نہین ہے مثلاً ایک شخص مرا اور بال بچون کے لیے مال کثیر چھوڑ مرا ہے تو اول قراءت یعنی (ذا مسغبۃ) کی قراءت پر یہ سوال ہوتا تھا کیونکہ یوم ذی مسغبۃ مین یہ پہلے ہی معلوم ہوگیا کہ محتاجی کے دن مین یتیم و مسکین ضرور محتاج ہے۔ اگر کہو کہ کیا یہ شرط ہے کہ یتیما ذا مقربۃ ہو۔ یعنی یتیم صاحب قرابت ہو (جواب) یہ شرط نہین ہے بلکہ مشرک کو اُسکے بد طریقے پر ایسے حسن اسلوب سے عار دلانا منظور ہے کہ اسکو بخوبی اپنا برا چلن کھل جاوے کیونکہ وہ کہتا تھا کہ اہلکت مالاً لبدا۔ مین نے بکثرت مال خرچ کیا حالانکہ اُسکے خرچ کا طریقہ فخر و ناموری وغیرہ مین تھا جیسے اس زمانہ مین تم دیکھتے ہو کہ لوگ مال کماتے ہین اور حرام و حلال اور ظلم و جور اور رشوت وغیرہ سب طرح سے جمع کرتے ہین اور خوشی کے رسوم یعنی شادی و ختنہ اور چھٹی و دودھ بڑھائی و منت وغیرہ مین اور اسیطرح غمی کے رسوم یعنی تیجہ و دسوان و چہلم و برسی و مجلس وغیرہ مین بکثرت خرچ کرتے ہین اور ہر ایک رسم مین نیت ناموری پھر تماشا باجا اور ناچ رنگ لازم ہین اور تقسیم طعام عموماً تونگرون اور رئیسون کے یہان ہفت رنگ طعام بڑے تکلف سے جاتے ہین اور غربا و مساکین کے واسطے اول تو گھر گھر کی و جھڑکی ہے اور بکراہت اگر دیا گیا تو کبھی وہی دو ایک روکھی سوکھی روٹیان یا چھوٹی ترڑیا مین ہلدی کے پانی مین ایک قاش ترکاری ہے۔ الغرض یہ لوگ مال کثیر خرچ کرنے مین ناموری و فخر جاہلانہ کے طریقے سے دنیا کیلیے برباد کرتے ہین حالانکہ اسکے محلہ مین بیچارہ یتیم بھوک سے بے چین ہے یا اُسکی دیگ کی خوشبو سونگھ کے امیدوار رہتا آخر ترس کے رہگیا کیونکہ اسکے کھلانے مین یا اُسکے واسطے بخرہ حصہ بھیجنے مین کچھ نام نہ تھا اسلیے وہ بیچارہ محروم رکھا گیا اگرچہ یہ یتیم اُسکے قرابتی لوگون مین سے ہو۔ یعنی یہ زیادہ تر قبیح ہے اسیطرح مسکین بھی اسی وجہ سے محروم رکھا جاتا ہے اگرچہ وہ بیچارہ اس قدر بدحال ہو کہ زمین سے

یہان سے انسان مغرور پر حجت حق قائم کی کہ اللہ تعالے نے اُسکو تندرستی و حواس و نعمت بے قیاس عطا فرمائی اور دونون راہین اُس سے بیان کین اور اپنے حبیب خاص رسول اللہ خاتم النبیین رحمۃ للعالمین کی ہدایت سے سرفراز فرمایا تو پھر اُسکے لیے کیا عذر ہے کہ اُسنے مال کثیر برباد کیا۔ اگر وہ جاہل بھی تھا تو آخر اسکی کیا وجہ ہے کہ اُسنے اختیار کیا تو دونون راہون مین سے بدراہ کو اختیار کیا۔ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۔ ای فھلا اقتحم العقبۃ فجاز بہا۔ پھر کیون نہین اقتحام کیا اُسنے عقبہ کو ف تاکہ پار ہو جاتا۔ یعنے بدراہ کیون اختیار کی اور کیون نہین اُسنے اپنا مال کثیر ایسی راہ مین خرچ کیا جس سے وہ عقبہ سے پار ہوکر جنت مین پہونچ جاتا اور وہ اسطرح کہ مملوک انسان کی گردن چھڑانے مین دیتا اور قرابتی یتیم کو اور مطلقاً مسکین کو کھانا دیتا۔ یہ کیون نہ کیا اور اسکو چھوڑ کر نعمت دینے والے کی ناشکری کی اور نعمت برباد کی۔ خلاصہ یہ کہ ایسی راہ مین جو اللہ تعالے کے نزدیک بلکہ شائستہ بندون کے نزدیک پسندیدہ ہو مال خرچ کرنا البتہ نیک و عند اللہ محبوب ہے اور یہ نہین کہ مال کثیر کو فخر و ریا اور ہوا و ہوس مین خرچ کرے کیونکہ یہ برباد ہے (السراج) وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ اور تو نے کیا جانا کہ عقبہ کیا ہے ف اُسکی شان عند اللہ سبحانہ بزرگ ہے پھر اسکو بیان فرمایا بقولہ تعالے فَكُّ رَقَبَةٍ ۔ گردن کو چھڑانا ف یعنے عقبہ نیک امور ہین جو نفس پر گران ہین جب انکو عمل مین لایا تو عقبہ پورا کر لیا پس لامحالہ پار ہو گیا اور سبزہ زار جنت مین پہونچ گیا۔ پس عقبہ مین سے ایک یہ کہ فک رقبۃ کرے یعنے اپنے جنس انسان مین جو لوگ گرفتار رقیت ہین اُنکی گردن آزاد کرا دے اسطرح کہ وہ جسکی ملک مین ہے اُسکو قیمت دیکر آزاد کرا دے اور اگر اپنی ملکیت مین ہو تو آزاد کر دے أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ای مجاعۃ۔ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۔ یا کھانا کھلانا بھوک کے دن مین یتیم صاحب قرابت کو ف یعنے عقبہ۔ فک رقبہ ہے یا بھوک کے دن قرابتی یتیم کو طعام دینا۔ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۔ یا مسکین خاکسار کو طعام دینا ف ذو متربۃ۔ جسکے پاس کچھ نہین ہے یا غایت محتاجی سے وہ خاک سے مل گیا ہو ذو متربۃ خاک آلودہ۔ گویا سوائے خاک کے اُسکے لیے ٹھکانا نہین ہے۔ حدیث ابن عمرؓ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آیا کہ ذا متربۃ وہ جو گھورے مین پڑا رہتا ہو (ابن مردویہ) ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۔ پھر ہوا اُن لوگون مین سے جو ایمان لائے اور باہم ایک نے دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور باہم دوسرے کو مرحمت کی وصیت کی ف یہ عطف ہے فلا اقتحم۔ پر۔ یعنے کیون نہین گھس پڑا عقبہ پر پھر کیون نہوا مومنین مین سے مترجم کہتا ہے کہ مطلب آیات کا معلوم ہو گیا۔ اب مین مفردات کے معانی بیان کرون اور سلف رضی اللہ عنہم کی تاویلات ذکر کرون اُسکے بعد ان روایات سے مطالب نکالنا بیان کرون۔ قولہ فلا اقتحم العقبۃ اقتحام کے معنے مین رازیؒ نے لکھا کہ اقتحام کسی سخت کام مین داخل ہو جانا۔ قحم ایسے امور جنمین جان کا خطرہ ہو (کبیر) اقتحام بغیر سوچے کسی کام مین گھس پڑنا۔ عرب بولتے ہین کہ قحم فی الامر۔ بے سوچے اس کام مین گھس پڑا (الفتح) مین کہتا ہون کہ اس عبارت مین یہ بھی کہنا چاہیئے کہ وہ کام بھی عظیم ہو اور اگر خفیف کام ہو جیسے کھانا کھانا و سیر کرنا وغیرہ جسمین نفس پر کچھ گرانی و دشواری نہین ہے تو اقتحام کا استعمال نہین کرتے مثلاً اقتحم الاکل۔ کھانے مین گھس پڑا۔ یہ محاورہ نہین ہے رازیؒ نے صاف کہا کہ امور عظام ہون۔ قولہ تعالے العقبۃ۔ پہاڑ کا دشوار گزار راستہ یعنے جسکو طے کرنے مین اتار چڑھاؤ

آسان کردی - یعنی اول تو ماں کے پیٹ سے دنیا میں آنے کی راہ اُس بچہ پر آسان کی کہ خود بخود سر کے بل اوندھا ہو کر نکل آتا ہے
پھر دنیا میں اُسکی زندگی دودھ سے تھی اور بچہ کو دودھ پینے کا طریقہ سکھلانا غیر ممکن تھا اللہ تعالےٰ ہی اُس کو
ہدایت فرماتا ہے کہ وہ پیدا ہونے کے بعد خود بخود زبان و تالو کے دباؤ سے اوپر کو ایسے معتدل طریقے سے کھینچتا ہے کہ
دودھ نکل آتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے **ابن کثیر**رح نے لکھا کہ قال ابن ابی حاتمؒ حدثنا احمد بن عصام الانصاری حدثنا
ابواحمد الزبیری حدثنا علیسی بن عفان عن ابیہ عن ابن عباس فی قولہ وہدیناہ النجدین قال الثدیین - یعنی ابن عباسؓ نے النجدین کی
تفسیر دونوں پستان سے بیان کی - مترجم نے نہیں جانا کہ علیسی بن عفان کیسے راوی ہیں اور شاید نسخہ میں سہو ہو - ابن ابی حاتم
نے ربیع بن خیثم و قتادہ و ابو حازم سے بھی اسکے مانند روایت کی اور امام ابن جریرؒ نے بھی علیسی بن عفان کی روایت کو
ابو کریب الہمدانی سے اسناد کیا پھر کہا کہ النجدین کی صحیح تفسیر وہ ہے جو اول مذکور ہوئی یعنی النجدین سے طریق الخیر و طریق الشر مراد
ہے بالجملہ موافق تقریر مترجم کے حاصل یہ ہوا کہ کافر مدعی ہوا کہ میں نے مال کثیر برباد کیا بھلا کیا یہ گمان ہے کہ کسی کو اُسپر قدرت
نہیں ہے جو اُس سے مطالبہ کرے گا بھلا اسکو کیا یہ گمان ہے کہ کسی نے اُسکو دیکھا نہیں ہے یہ خیال اُس کا
عین جہالت ہے اللہ تعالےٰ نے سب دیکھا اور ضرور اُسکو پیدا کر کے مطالبہ کرے گا - حدیث میں ہے کہ
قیامت کے روز کسی بندے کے پانوں اپنی جگہ سے ہلنے نہ پاوینگے جب تک یہ نہو کہ اُس سے پوچھا جاوے
چار باتوں کا حال اُسکے جسم کا حال کہ کس کام میں اسکو محنت میں ڈالا تھا اور اُسکی عمر کا حال کہ کس خیال میں اسکو
فنا کیا اور اُسکے مال کا حال کہ کہاں سے کمایا اور کس جگہ خرچ کیا - ایک روایت میں زائد ہے کہ اُسکے علم کا
حال کہ اُس سے کیا عمل کیا ہے - اسیطرح مجھے یہ مضمون یاد ہے واللہ تعالےٰ غفور حلیم - پس کافر کبھی اس مطالبہ سے
نہیں بچ سکتا ہے - پھر اللہ تعالےٰ نے اُسکو جو اس دیے اور نیک راہ اور بدراہ دونوں اُسکو بتلا دیں پھر کیوں اُسنے
رسول اللہ سے انحراف کیا بلکہ اُسنے کیوں بد طریقہ اختیار کر لیا اور نیک راہ کیوں نہ اختیار کی لہذا فرمایا -

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ
سو نہ ہمک سکا گھاٹی پر اور تو کیا بوجھا کیا ہے وہ گھاٹی چھڑانا گردن کا یا کھلانا

فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ
بھوک کے دن بن باپ کے لڑکے کو جو ناتے دار ہے یا محتاج کو جو خاک میں رلتا ہے پھر

كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ اُولٰٓئِكَ
ہوا ایمان والوں میں جو تقید کرتے ہیں سہارنے کا اور تقید کرتے ہیں رحم کھانیکا وہ لوگ ہیں

اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝
بڑے نصیب والے اور جو منکر ہوے ہماری آیتوں سے وہ ہیں کم بختی والے

عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝
اُنھیں کو آگ میں موندا ہے

علم حاصل کیا تھا برخلاف انکے جو کوئی ایسے وقت حاضر ہوا جب صحابی اپنے شاگردون کو قرآن مجید بڑھاتا تھا اور اُس نے
کچھ سن لیا تو اُسکی روایت پر اعتماد نہین کرتے تھے اور سنان بن سعد کی روایت مین یہ مطلب ہی کہ النجدین دو راستے
ہین ایک راستہ نیک ہے یعنے اللہ تعالےٰ کی وحدانیت پر یقین کرکے سب کھانا پینا وغیرہ اُسکے نام پر ہو اور اُسی کی طرف
مرجع ہی اور دوسرا راستہ بد ہے یعنے جو راستہ کہ توحید کے سواے ہو وہ بد ہی اور انجام اسکا جہنم مین ہے پھر اللہ تعالےٰ نے
آیات مین انسان کو ملامت فرمائی کہ ہم نے اسکو ہوش وحواس دیے اور دونون راہین بتلائین پھر کیون اُسنے بدراہ
اختیار کی اور کیون نہین نیک راہ مین مال خرچ کیا۔م۔ قال ابن جریر حدثنی یعقوب حدثنا ابن علیہ عن ابی رجا قال سمعت
الحسن الخ یعنے حسن بصریؒ نے اللہ تعالےٰ کا کلام وہدیناہ النجدین پڑھکر کہا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے تھے کہ اے لوگو یہ دو نجد ہین (دو طریقے ہین) ایک طریق خیر ہے اور دوسرا طریق شر ہی پھر کس چیز نے طریقہ خیر چھوڑ کر طریقہ
شر اختیار کرنا تم کو پسند کرا دیا ہے۔ قال الحافظ اسی طرح ایک جماعت علماء حفاظ نے اس حدیث کو حسن بصری رح سے مرسل
روایت کیا ہی اور حسن بصریؒ کی طرح قتادہؒ نے بھی اسکو مرسل روایت کیا (ابن کثیر رح) **رازی** رح نے لکھا کہ قولہ تعالےٰ
الم نجعل لہ عینین الخ اللہ تعالےٰ نے اس سے اپنی کمال قدرت پر دلیل تبلائی اور ان اعضا کے عجائب امور کو علماء تشریح
نے خوب بیان کیا ہی مترجم کہتا ہے علماء تشریح سے غرض وہ اطبا ہین جو بدن انسان کے اعضا کی شرح کرنے والے
ہین اور مین کہتا ہون کہ ان لوگون نے اگرچہ بہت واضح بیان کیا لیکن ہر عامی جاہل شخص خود اپنی ذات مین اسکے
عظیم فوائد ایسے دیکھتا ہی کہ ذراسی غور مین اسکو اللہ تعالےٰ کی عظیم نعمت کی قدر کھل جاتی ہو رازیؒ نے کہا کہ علماء لغت
نے کہا کہ نجد اُونچائی مین راستہ ہی اور یہان دونون طریق کو نجد اسلیے فرمایا کہ جب ایک راستہ کو واضح طور سے بیان کردیا
تو گویا اونچائی کا راستہ کردیا کہ ہر ایک سمجھ وعقل اسکو صاف دیکھ سکتی ہو جیسے اونچائی کا راستہ آنکھون کو صاف
نظر آتا ہی۔ عامہ مفسرین رضی اللہ عنہم نے اسی تاویل کو لیا ہے کہ نجدین سے راہ خیر اور راہ شر مراد ہے ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو ہی راستہ ہین خیر کا راستہ اور شر کا راستہ
پس ایسا نہونا چاہیے کہ خیر کے راستے سے بڑھکر تم کو شر کا راستہ پسندیدہ ہو اس آیت کی نظیر قولہ تعالےٰ انا ہدیناہ
السبیل اما شاکرا واما کفورا۔ یعنے ہمنے انسان کو ایجاد کرکے اسکو شکر اور کفر ہر ایک کی راہ بتلا دی کہ چاہے وہ شاکر مومن ہو
اور چاہے ناشکرا کافر ہو یعنے جو راہ اختیار کریگا وہی پاوے گا۔ حسن بصریؒ نے کہا کہ قولہ تعالےٰ یقول اہلکت مالا لبدا
یعنے کافر کہتا ہی کہ مین نے بکثرت مال تباہ وبرباد کیا پھر مجھسے حساب لینے والا کون شخص ہی تو کہا گیا کہ وہی حساب لیگا
جسمین یہ قدرت ہی کہ اُسنے تجھے پیدا کردیا اور تیرے لیے یہ اعضا بنا دیے مترجم کہتا ہی کہ اس قول کے موافق مین نے
سابق مین توضیح بیان کی ہی۔ الحمد للہ رب العالمین۔م۔ بالجملہ یہ بیان اس تاویل کی بنا پر تھا کہ نجدین سے طریقہ ایمان
و طریقہ ضلالت مراد ہی۔ ابن عباس وسعید بن المسیب نے کہا کہ النجدین بچہ کے لیے اُسکی مان کی دونون چھاتیان ہین۔
گویا یہ ارادہ کیا کہ بچہ کی زندگی کی راہین اللہ تعالےٰ تبلاتا ہی کہ وہ دودھ پینے لگتا ہی مترجم کہتا ہی کہ گویا اس آیت کو نظیر قرار دیا
بقولہ تعالےٰ خلقہ فقدرہ ثم السبیل یسرہ الخ یعنے انسان کو اُسکی مان کے پیٹ مین بنایا پھر اسکو اندازہ پر ٹھیک کیا پھر راہ اسکے لیے

اور دلی امور کو ظاہر کر سکتا ہی شفتین۔ دونوں ہونٹوں سے بات کرنے مین اور کھانے مین مدد ملتی ہی ابن عساکرؒ نے مکحول رح تابعی سے
مرسل روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ ای فرزند آدم مین نے تجھپر بے شمار نعمتین نازل فرمائی ہین تو ہرگز اُنکا شکر
نہین ادا کر سکتا ہی اور منجملہ انعامات کے یہ ہی کہ مین نے تیرے لیے دو آنکھین دین جن سے تو دیکھتا ہی اور آنکھوں پر ڈھکنا پیدا
کر دیا پس تو اپنی آنکھوں سے ایسی چیز دیکھ جو مین نے تیرے لیے حلال کر دی ہی اور اگر تیری نظر ایسی چیز پر پڑے جو تجھپر حرام کی ہی
تو اُنکو ڈھکنے سے بند کر دے اور مین نے تیرے لیے زبان پیدا کر دی اور اُسکا غلاف بنا دیا پس زبان کو ایسی بات پر چلایا کر
جسکا مین نے تجھے حکم دیا ہی اور اگر ایسی بات پیش آوے جو تجھپر حرام ہے تو زبان پر اُسکا غلاف بند کر دے اور مین نے تیری شرمگاہ
بنائی اور اُسکا پردہ بنا دیا ہی پس اس شرمگاہ سے تو حلال حاصل کر اور اگر حرام عارض ہو تو اُسپر پردہ ڈال دے ای فرزند آدم
تجھے طاقت نہین ہی کہ میرا غضب برداشت کر سکے اور تجھین قوت نہین کہ میرا انتقام اُٹھا سکے۔ قولہ تعالیٰ وہدینٰہ النجدین
ہم نے اسکو دو طریق کی راہ بتلا دی۔ یعنے خیر و شر مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عموماً انسان کو بتلا دیا بذریعۂ انبیا علیہم السلام کے
کہ یہ نیک راہ ہی جو جنت مین پہونچی ہے اور وہ بد راہ ہے جو جہنم مین گئی ہے بالجملہ نجدین کی تفسیر خیر و شر کے دو
راستہ سے حضرت ابن مسعود و علی و ابن عباس رضی اللہ عنہم و مجاہد و عکرمہ و ابی وائل و ابو صالح و محمد بن کعب القرظی و ضحاک
و عطاء خراسانی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ سے مروی ہی۔ بعض نے اسکو حدیث مرفوع روایت کیا چنانچہ عبید اللہ بن وہب
عن ابن لہیعہ عن یزید بن ابی حبیب عن سنان بن سعد عن انس رضی اللہ عنہ الخ یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ یہ دو نجد ہین پھر تم انسانوں کو کس چیز نے نجد الخیر سے زیادہ نجد الشر کو پسندیدہ کر دیا محدث حافظ نے کہا کہ اس
حدیث کو فقط سنان بن سعد نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور بعضے لوگ اس راوی کا نام سعد بن سنان
کہتے ہین امام یحیی بن معین رح نے کہا کہ وہ ثقہ ہے اور امام احمد و نسائی و جوزجانی رح نے کہا کہ انکی روایتین بہت
بیان کرتا ہی امام احمد رح نے کہا کہ مین نے اُسکی حدیث کو بوجہ مضطرب ہونے کے ترک کر دیا اور اُسنے پندرہ حدیثین روایت
کین سب ایسی ہین کہ حسن بصری کی حدیثوں سے اور انس رضی اللہ عنہ کی حدیثوں سے مشابہ نہین ہین ابن کثیر رح
مترجم کہتا ہی کہ خلاصہ یہ ہے کہ ابن معین رح نے اس راوی کو دیندار بیان کیا کیونکہ اکثر امام موصوف راوی کی حالت دینی
بیان کر دیتے تھے ولیکن ہمکو بیان مقصود یہ ہے کہ حدیث کی روایت مین اُسکا کیا حال ہی اور واضح ہے کہ تابعین رحمہم اللہ
تعالیٰ کے طبقے مین اگر کسی نے خارجی ہونا اختیار کیا تو اُسنے بھی اپنے نزدیک اسی کو دین حق سمجھکر ایسا کیا اگرچہ وہ غلط
کر کے گمراہ ہوا برخلاف ہمارے زمانے کے کہ اسوقت لوگون مین آخرت اور خوف خدا برائے نام اور ہر فرقہ اپنے مذہب
کو ایک رسمی آبائی پیشہ سمجھکر تعصب کرتا ہی۔ بالجملہ تابعین مین جو کوئی خارجی یا معتزلی وغیرہ ہوا تو اُسکو ثقہ نہین کہتے تھے اور
جو کوئی خالص اُسی طریقے پر رہا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین صحابہ رض کا طریقہ تھا تو اُسکو ثقہ کہتے تھے
ولیکن بہت سے ثقات ایسے تھے کہ باوجود ثقہ ہونے کے اُنسے حدیث کی روایت نہین لیتے تھے کہتے تھے کہ یہ اہل علم
مین سے نہین ہے اور فرق یہ تھا کہ اُس زمانہ مین یہ طریقہ صاف نہ تھا کہ حدیث کو صرف آنحضرت صلعم کے ارشاد تک
الگ رکھین تاکہ اُس سے مضمون کے لیے دلیل حاصل ہو۔ یہ بات علماء سمجھتے تھے جنھوں نے صحابہ رض کی خدمت مین

چونکہ مکہ معظمہ ایک متبرک مقام ہے کہ وہان نیکیون کا ثواب عظیم ہو جیسے وہان برائیون کا عذاب بھی شدید ہو اور نیکی بدی کے معلوم
کرنے کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہان موجود تھے اور دنیا مین غور کرو تو اللہ تعالے اپنی قدرت سے ایک چیز سے دوسری
چیز پیدا فرماتا ہو جیسے کہ مثلاً کنجی سے قفل کھلتا ہو اور زمین سے نباتات پیدا کی جاتی ہو اور انسان مین بھی شالد کی نسبت ہے اور اسی طرح
فرزند کی تربیت مین خرچ کرنا۔ و ما ولد یعنے فرزند کی طرف سے بھی والد کی خدمتگزاری نیک نیتی ہو پھر ارشاد فرمایا کہ انسان کی خلقت
ہم نے شدت و مشقت کے ساتھ لازم رکھی ہو اور والد و ولد ہر ایک مال کمانے اور پرورش کرنے مین محنت و مشقت مین ہے پھر کافر کی
ایسی بدنیتی اور نفس کے فخر و رعونت مین مشقت سے حاصل کیا ہوا مال خرچ کرتا ہو کہ اسکا یہ کہنا کہ اہلکت مالا لبدا بالکل
ٹھیک ہو یعنے اسنے مال کثیر کو ہلاک و برباد کیا۔ حالانکہ یہ مال اس قدر کثیر تھا کہ اگر ہوش کے ساتھ خرچ کیا جاتا تو آل اولاد
کے واسطے مدت تک مثمر ہوتا اور اسکا ثواب عظیم دونون کے لیے پہونچتا رہتا۔ مثلاً والد نے اس مال کی تجارت یا حقوق
مقرر کرا دیے اور فرزند نے اسمین ان حقوق کے ساتھ روز بروز زیادتی کی تو ہر ایک کے لیے دن بدن ثواب عظیم بڑھتا گیا جب کہ
دونون کی خالص نیت یہ ہو کہ ان دنیاوی اموال سے دنیا کی چاٹ حاصل کرنا باطل ہو بلکہ مقصود آخرت کی منفعت ہو تو اپنے اہل
عیال کی فراغت مقدم کرے تاکہ معیشت کے کلفت سے فارغ ہو کر نماز و عبادات مین مشغول رہین اور انکے بعد حقوق دیگر درجہ بدرجہ
ہین لیکن کافر اس سب سے جاہل ہو وہ اپنی جہالت سے فخر کرتا ہو کہ مین نے مال کثیر ہلاک کیا۔ بیشک اسنے برباد کیا کیونکہ اسکا
کچھ نفع اسکو وطن اصلی مین نہین ملے گا۔ بلکہ کافر کی گردن پر دو طرح سے وبال ہو اول یہ کہ اسنے محنت و مشقت سے جو اموال
کمائے تھے یہ کیونکر کمائے (دوم) کہان خرچ کیے۔ ولیکن کافر کا اعتقاد یہ ہو کہ مین تو مر کے خاک ہو جاؤنگا مجھے کیونکر پوچھا
جاویگا تو اللہ تعالے نے اسکو جھڑکا بقولہ تعالے ایحسب ان لن یقدر علیہ احد۔ ای ایظن انہ لن یقدر علیہ احد ابدا کیا وہ جاہل یہ
گمان رکھتا ہو کہ کوئی کبھی اسپر قادر نہو گا یہ محض باطل ہو جسنے اسکو عدم سے پیدا کیا تھا وہی پاک پروردگار جب چاہے اُس کو
دوبارہ زندہ کریگا اور ملائکہ سخت شدید اسکی مشکین باندھ کر گرفتار کرینگے۔ لیکن کافر کا یہ اعتقاد ہو کہ جو کچھ اسنے کمایا
یا کیا تھا وہ سب فنا ہو گیا۔ اسپر بھی جھڑکی فرمائی بقولہ تعالے ایحسب ان لم یرہ احد یعنی ایظن انہ لم یرہ احد کیا اسکا گمان یہ ہے کہ اسکو
کسی نے نہ دیکھا۔ یہ غلط جہالت ہے بلکہ رب تبارک و تعالے سمیع و بصیر ہے کفار اپنے رب عزوجل کو نہین پہچانتے
ہین دفی قولہ تعالے قالوا لو کنا نسمع او نعقل ماکنا فی اصحاب السعیر۔ جہنمیون نے کہا کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو جلتی بلتی آگ کے
رہنے والون مین نہوتے۔ مد۔ جاہل کافر گویا اس سے اپنے آپ کو معذور رکھتا ہے کہ مین بقصور ہون مانند جانورون کے لاچار
تھا تو اللہ تعالے نے اسکو جھڑک دیا بقولہ تعالے الم نجعل لہ عینین۔ یعنے کیا ہم نے اسکو دو آنکھین نہین دی تھین جن سے اللہ تعالی
کی عظیم قدرت کے آثار دیکھتا اور اسکی الوہیت پہچانتا اور نیک و بد سے اور اپنے آغاز و انجام سے خبردار ہوتا۔ ولسانا و شفتین
اور کیا ہمنے اسکو زبان اور دو ہونٹھ نہین دیے تھے زبان سے سب مطالب ادا کرسکتا ہے اور ہونٹون کی درستی سے فصیح آواز
دوسرے کو پہونچتی ہے۔ پھر ان نعمتون سے تمام حواس پر قیاس کر لینا چاہیے اور نتیجہ یہ تھا کہ اپنی آخرت کے انجام پر غور کرتا اور اسکو
تلاش کرتا کیونکہ ہمنے اپنے فضل سے یہ کرم بھی اسپر کیا اور اپنا رسول حبیب مکرم بھیجدیا۔ وهدیناه النجدین۔ اور نیک و بد کے
دونون طریقے اسکو بتلادیے امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ عینین۔ یعنے دو آنکھین دین کہ انسے دیکھتا ہو۔ لساناً۔ زبان سے باتین کرتا ہے

خوف نہین ہی کہ اللہ تعالے نے اسکو دیکھا اور ضرور اُس سے اس کفر قبیح کا عوض لے گا اور اُسکو سزا دیگا۔ ابو السعود رح وغیرہ نے لکھا کہ اس کافر نے مفاخرت جاہلانہ کی تھی یعنے لوگون مین کہتا تھا کہ مین نے مکارم اخلاق و بمفاخرت کے اسباب مین بے تعداد مال خرچ کیا ہی۔ اللہ تعالے نے فرمایا کہ کیا اسکا گمان یہ ہی کہ اُسکو کسی نے نہین دیکھا۔ یعنے کیا اسکو یقین نہین کہ اللہ تعم سب دیکھتا ہے اور زمانہ جاہلیت مین فخر کے کام یہ سمجھے کہ حاجیون کو عام طور پر لنگر کے ساتھ کھانا کھلایا اور فلان شخص مافلان قوم چپٹی تاوان خون تھا اسکو ادا کردیا اور سال مین بکثرت مہمانون کے ضیافت مین بیشمار اونٹ ذبح کرڈالے اور فلان شخص مفلس ہوگیا تھا اسکو اتنا مال دیا و علی ہذا القیاس۔ تو اس مشرک نے مفاخرت مین بہت مال خرچ کرنیکا دعوی کیا۔ چونکہ یہ شخص کفر کی حالت مین سخت جاہل تھا اُسکو یہ شرم نہ آئی کہ اللہ تعالے دیکھتا ہی اور اس آیت سے یہی مطلب ہی کہ مشرکون کو یہ معرفت سکھلائی جاوے کیونکہ جب اُس مشرک کو آیت سُنائی گئی تو اُسنے دل مین ضرور قطعًا جان لیا کہ جب میرے ساتھیون کو خبر نہین ہی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیونکر خبر ہوسکتی تھی اور جب انھون نے میرا جھوٹ بتلادیا تو ضرور ہے کہ سواے انسانی ذریعہ کے کسی طرح اُنکو سچ معلوم ہوا لہذا یہ جاہل کفار جب رسول ہونے سے منکر تھے تو کہتے کہ جن نے اسکو بتلا دیا ہی اور کمال جہالت سے کہتے کہ اگر میدان مین زور سے بات کہو تو اللہ تعالے شاید سُن لے ورنہ آہستہ سے یا گھر مین چھپ کر کام کرو یا کہو سنو تو نہین جانتا نعوذ باللہ من ذلک۔ حاصل یہ کہ انسان اپنے حال مین مغرور ہوکر اللہ تعالے کی معرفت سے غافل ہے مقاتل رح نے کہا کہ حارث بن عامر بن نوفل نے ایک گناہ کیا تھا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فتوی پوچھا کہ کیا کرون آپ نے فرمایا کہ مالی کفارہ دے تو حارث نے اسکے بعد کہا کہ جب سے مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین مین داخل ہوا ہون میرا مال کثیر کفارات و اخراجات مین گیا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ اس روایت کو فقط مولف فتح البیان نے نقل کیا اور مترجم کے نزدیک اسمین کئی وجہ سے تامل ہے اول یہ کہ گناہ کا کفارہ (توبہ) ہی اور ہر حال مین توبہ ضروری ہی (دوم) مکہ معظمہ مین نماز و روزہ وغیرہ ابتدا مین مفروض نہ تھا (سوم) یہ شخص حارث بن عامر مدینے کے لوگون مین سے ہوگا جہان کفارات وغیرہ مفروض ہوے تو مکیہ سورہ کیونکر اسکا سبب نزول ہوگا پس اچھی تفسیر یہ ہی کہ کافر دنیا مین شدت و مشقت سے مال و متاع کماتا ہی اور ہوا و ہوس مین اموال اٹھاتا ہی اور خرچ کرتا ہی کہ مین نے بہت مال اُڑایا ہی۔ یہ درحقیقت برباد و ہلاک کرنے مین داخل ہی کیونکہ آخرت مین اُسکا کچھ نفع نہ رہا۔ پھر ملامت فرمائی کہ وہ اپنے رب عزوجل پر ایمان نہین رکھتا ہی۔ کیا اسکو یہ اعتقاد ہی کہ کوئی اُسپر قادر نہین اور کیا کوئی اُسکو دیکھتا نہین ہے بلکہ اللہ تعالے قادر اور دیکھتا ہے اُس سے مطالبہ فرماویگا کہ کس نیت سے یہ مشقت اُٹھا کر مال کمایا تھا پھر کس ہوا و ہوس اور فخر مین اڑایا کہ آج وطن اصلی مین محروم و خوار ہی۔ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ۔ کیا نہین بنادین ہم نے اُسکے واسطے دو آنکھین اور ایک زبان اور دو ہونٹ۔ اور اسکو نجدین کی ہدایت فرمائی ف یعنے ہم نے اُسکو حواس اور سمجھ دی اور نجدین یعنے دونون طریق اسکو بتلا دیے پھر اُسکو کیا ہوا کہ اُسنے دنیا مین اپنے کمائے اموال کو ہلاک یعنے برباد کیا اور اب آخرت مین خوار ہے اسی واسطے آیندہ آیات مین ارشاد فرمایا کہ بجاے اس بیہودہ بربادی کے کیون اُسنے کار ہاے خیر مین خرچ نہین کیا مترجم کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ شروع سورہ مبارک بہت مناسب عبادت کے ساتھ ہے لقولہ تعالے فلا اقسم بہذا البلد و انت حل بہذا البلد و والد و ما ولد۔

کہ بیان نہین ہوسکتا- تو اس دنیا مین راحت و لذت نہین ممکن ہو- اگر کہو کہ جن لوگون کے پاس مال و متاع موجود ہو وہ عیش مین ہین (جواب) یہ بات غلط ہو بلکہ عقل سے دیکھو تو فقط دُکھ سے چھٹکارا ہوتا ہو (یعنے کسی ایک وقت مین سب طرح کے دکھ سے بھی چھٹکارا نہین ہوتا) مثلاً ایک شخص کو کھانے کی چیزین میسر ہین تو وہ بھوک کے دکھ سے بچ گیا **اقول** ولیکن فکر بیماری سے نہین بچا یہ بھی اُسوقت کہ غذا اسکو ہضم ہوتی ہو- اسکے باوجود بھی اگرچہ پچاس قسم کے طعام موجود ہین اور نفس مشتاق ہو تو ہر ایک چیز مین سے بقدر خواہش نہین کھا سکتا ہو- اور اگر ان سب کے بعد اسکو کسی چیز کی خواہش ہوئی تو اُسوقت نہین ہو اسیطرح اگر کپڑا میسر ہے تو وہ گرمی و سردی بچانے کے لیے ہو وعلی ہذا القیاس پس معلوم ہوا کہ دنیا مین لذت و عیش نہین ممکن ہے (بیان دوم) اگر قوت کے معنے لیے گئے تو اُسکا بیان یہ ہو کہ بعضے مشرکون کو اپنی شدید قوت پر گھمنڈ تھا اور عموماً مشرکون مین اپنے نفس کی رعونت ہوتی ہو **کلبی**رح نے کہا کہ یہ آیت ایک شخص خاص کے حق مین نازل ہوئی جسکو ابو الاشدین کہتے تھے اور اُسکی قوت کا یہ حال تھا کہ عکاظی چمڑا اپنے پاؤن کے نیچے داب لیتا تھا اور لوگون سے کہتا کہ جو کوئی اسکو نکال لے اسکے واسطے اسقدر انعام ہے پس دس بارہ آدمی اسکو ہر طرف سے کھینچتے یہانتک کہ وہ چمڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اور اُسکا پاؤن اپنی جگہ سے نہین ٹلتا تھا- پس قولہ تعالے ایحسب ان لن یقدر علیہ احد- اُسکو ملامت ہو کہ کیا وہ یہ گمان رکھتا ہو کہ اُسپر کوئی قادر نہین ہوگا یعنے اللہ تعالے کو اُسپر سب قدرت ہو مترجم کہتا ہو کہ امام ابن کثیررح نے قولہ تعالے علیہا تسعۃ عشر الآیہ- کی تفسیر مین روایت کیا ہو کہ ابو الاشدین کلدہ جمحی اپنی قوت کے زعم مین کہتا کہ ای قریش مین اکیلا اس قدر کے واسطے کافی ہون- یہ احمق دشمن اسلام تھا- اور محمد بن اسحٰق وغیرہ نے روایت کیا کہ اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ مجھے کشتی مین پچھاڑ دین تو مین مسلمان ہو جاؤن آپ نے اُس سے عہد لیا پھر کشتی مین اسکو پچھاڑ دیا تو کہنے لگا کہ اس مرتبہ مین غلطی مین پڑ گیا دوبارہ مجھسے کشتی کیجیے آپ نے دوسری مرتبہ بھی اُسکو پچھاڑ دیا مگر وہ خبیث ایمان نہین لایا مترجم کہتا ہو کہ اس روایت کے موافق بھی اسکا زعم باطل توڑ دیا گیا کہ وہ جو گمان رکھتا تھا کہ کبھی کوئی اُسپر غالب نہین ہو سکتا ہو حق یہ ہے کہ تفسیر وہ ہے جو **امام ابن کثیر**رح نے سلف سے نقل کی اور حاصل یہ کہ انسان دنیا مین بوجہ کفر کے ہوا و ہوس کے مال و متاع کمانے مین مشقت اُٹھاتے اُٹھاتے آخر مر جاتا ہو اور دنیا کے مال و گھر بار وغیرہ کو اپنا تصور کرتا ہو اسی وجہ سے ملامت فرمائی کہ کیا اُسکا یہ اعتقاد ہو کہ کبھی کوئی اسپر قادر نہو گا- **یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا**- کہتا ہے کہ مین نے مال کثیر ہلاک کیا ف انسان مغرور کہتا ہے کہ مین نے مال کثیر خرچ کیا (مجاہد و حسن و قتادہ و سدی وغیرہم) **اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗۤ اَحَدٌ** کیا خیال کرتا ہو کہ اسکو کسی نے دیکھا نہین ف یعنے اللہ تعالے نے نہین دیکھا (مجاہد) **رازی**رح نے لکھا کہ اسکے معنے مین دو صورتین ہین (اول) قتادہرح نے کہا یعنے کیا اُسکا یہ خیال ہو کہ اللہ تعالے نے اسکو دیکھا نہین اور اُس سے حساب نہ لیگا کہ کہان سے کمایا اور کہان خرچ کیا ہو (دوم) یہ کہ اس کافر نے لوگون سے ظاہر مین یہ دروغ باندھا کہ اُس نے بکثرت مال خرچ کیا ہو تو کیا اسکو یہ خیال باطل ہو کہ اللہ تعالے نے اُسکے خرچ کو نہین دیکھا (س ک) لیثرح نے کہا کہ مالا لبدا اس قدر جسکے فنا ہو جانے کا خوف نہو یعنے اس قدر تودہ بر تودہ انبار ہو **کلبی و مقاتل**رح نے کہا یہ کافر لوگون سے کہتا کہ مین نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت مین بے انتہا مال خرچ کیا ہو تو اللہ تعالے نے اسکو ملامت و تہدید فرمائی کہ کیا اس کافر کو

امام باقرؒ نے اسکو لے لیا اور اُسپر انکار نہین کیا - ابن ابی حاتم نے حسن بصری رح سے اسناد کیا کہ انھون نے اس آیت کو پڑھکر کہا کہ انسان امر دنیا و امر آخرت مین تکلیف برداشت کرتا ہے - یعنے حسن بصری رحمہ اللہ تعالےٰ نے کبد کے معنے مشقت کے لیے اور یہ معنی بھی آتے ہین ابن جریرؒ نے یہ اختیار کیا کہ آیت مین مراد یہ کہ انسان دنیا مین کارہاے دنیا و آخرت مین مشقت اُٹھاتا ہو (ابن کثیر رح) **مترجم** کہتا ہو کہ بہر اولی یہ ہو کہ انسان کی پوری خلقت کو مشقت مین رکھا جاوے کیونکہ وہ حمل کی حالت مین تنگ و تاریک مقام مین ہوتا ہو اور پیدایش کے وقت دنیا کی ہوا اُسکے بدن پر مانند چھلے ہوے زخم کے اثر کرتی ہو پھر مرتے دم تک دنیاے ناپائدار کے آفات مین تکلیفین اُٹھاتا رہتا ہے اور اسکے ساتھ دنیا مین آخرت کے خوف سے غمناک رہتا ہو بشرطیکہ ایمان حق حاصل ہو اور اگر کافر ہو تو دنیا کی ہوس مین بے انتہا غمناک ہوتا ہو کیونکہ اُسکے حاصل نہ ہونے سے ہر وقت اُسکی جان پریشان رہتا ہو اور جسنے دنیاوی مال حاصل کیا تو بھی کوفت و مشقت سے حاصل کیا - **اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ** - کیا وہ خیال رکھتا ہے کہ اُسپر کبھی کوئی قادر نہین ہوگا **ف** یعنے کوئی اُس کا مال نہین لے سکتا ہو (حسن بصری رح) آدمی گمان کرتا ہو کہ اُسکو گرفتار کرکے یہ سوال نہ کیا جائیگا کہ تونے یہ مال کہان سے کمایا اور کیونکر خرچ کیا ہو (قتادہ رح) سدیؒ نے کہا یعنے کیا اللہ تعالےٰ کو اُسپر قدرت نہین ہے یہ تفسیر ابن کثیر رح مین ہے **رازی** رح نے کہا کہ اگر اوپر کی آیت مین (فی کبد) کی تفسیر سختی و مشقت کے ساتھ ہو تو معنے یہ کہ اگر دنیا مین آدمی کے مال و متاع بھی ہو تو کیا اُسکا یہ گمان ہو کہ اُسپر کسی کو قدرت نہین ہے - بعض نے کہا کہ یعنے جزا و سزا نہین دے سکتا - گویا یہ ایسے انسان سے کہا گیا جو آخرت کی زندگی سے منکر ہے - دوسرون نے کہا کہ مراد یہ کہ کیا اُسکا گمان ہو کہ کوئی اُسکی حالت کو بدل نہین سکتا ہو اس زعم پر کہ وہ ہر طرح اپنی مراد حاصل کر سکتا ہو - اگر کبد کے معنے قوت و شدت کے لیے جاوین تو معنے ظاہر ہین یعنے کیا آدمی اپنی قوت کی مغروری پر یہ گمان رکھتا ہو کہ کسی کو اُسپر قابو نہین ہو (رازی) **مترجم** کہتا ہے کہ دونون طرح سے معنے بنتے ہین (اول) معنے کا بیان یہ ہے کہ دنیا مین انسان جس دم سے مان کے پیٹ مین آیا اسوقت سے برابر شدت و مشقت برداشت کرتا ہو لیکن ایک مدت تک اسکو طفلانہ مزاجی مین ہوش نہ تھا اگرچہ لوگون کے ہاتھ مین بے بس محتاج تھا اور جب ہاتھ پانؤن والا بالغ ہوشیار ہوا تو اپنی حالت سمجھتا لیکن دنیا کے لبھاؤ مین ایسا غرق ہوا کہ ہوش سے کام نہ لیا حالانکہ بقول رازی رح کے یہ خود دلیل ہو کہ اُسکے لیے آخرت مین حساب کتاب اور عذاب و ثواب ضروری ہو اسلیے کہ حکیم عزوجل جسنے انسان کو پیدا کیا ہو اُسکا فائدہ یا تکلیف ہو یا راحت ہو یا کچھ نہین ہو اور ان باتون سے خالی ہونا غیر ممکن ہے پس اگر کچھ نہو تو عدم رہنے سے بھی یہ بات حاصل تھی یعنے انسان جب تک عدم مین تھا نہ ثواب تھا نہ عذاب تھا اور اگر کہو کہ یہ فائدہ تھا کہ تکلیف پاوے تو یہ تمھارا خیال باطل ہو اسلیے کہ خالق عزوجل ارحم الراحمین ہے اور ابھی انسان نے کچھ قصور نہین کیا تو کیون تکلیف دیا جاوے - اگر کہو کہ فائدہ یہ کہ انسان راحت پاوے تو ہم کہتے ہین کہ دنیا کی زندگی مین راحت غیر ممکن ہو کیونکہ جب سے نطفہ بن کے مان کے پیٹ مین رہا تب سے پیٹ مین ایک طور سے دوسرے طور مین بدلتا ہوا اسی قیدخانہ مین گرفتار رہا پھر پیدا ہونے کی سختی پھر دودھ کے زمانہ مین پھر دانت نکلنے مین پھر معاش حاصل کرنے مین اور سردی گرمی وغیرہ کی مشقتون مین پڑا رہا اور آخر سب سے موت ہو کہ رگ رگ سے جان کھینچتی ہے اور نہایت ہی درد اور الم ہے

والد وما ولد- سب حیوانات مین عموم ہے- یہ عطیہ عوفی رح کا قول ہی ابن کثیرؒ نے کہا کہ شاید یہی مراد ہو (ابن کثیرؒ) رازیؒ نے لکھا کہ والد وما ولد- آدم وانکی اولاد ہین- انکی قسم اسلیے فرمائی کہ ان سے اللہ تعالے کی قدرت کاملہ ظاہر ہی جبکہ روے زمین کے مخلوقات مین یہ خلقت سب سے زیادہ عجیب ہی اور ان مین اوصاف ہین مثلاً گویائی وبیان وتدبیر اور علوم وفنون کو نکالنا وغیرہ اور انھین مین انبیاء واولیا اور دین حق کے پیشوا گزرے اور جو کچھ زمین مین ہی انکے لیے مخلوق ہے اور اللہ تعالے نے ملائکہ کو آدم کے لیے سجدہ کا حکم دیا اور آدم عم کو اسماء تمام وکمال سکھلائے وقال تعالے ولقد کرمنا بنی آدم- یعنے ہم نے آدم کی اولاد کو مکرم کیا- ھ- بالجملہ جمیع اقسام انسان کفار ومومنین اسی لیے لائق قسم ہین کہ ان مین یہ عجائب قدرت نظر آتی ہی بعض نے کہا کہ قسم فقط آدم وانکی صالح اولاد کے ساتھ ہے اسلیے کہ کفار ومشرکین درحقیقت آدم کی اولاد نہین ہین بلکہ اُولئک کالانعام جانورون کے مثل ہین- ھ- (رازی رح) اگر کہو کہ پھر (ما ولد) کے بجاے (من ولد) ہوتا کیونکہ (من) اہل عقل کے لیے آتا ہے (جواب) یہی معنے مراد ہین جیسے قولہ تعالے واللہ اعلم بما وضعت- یعنے مریمؑ کے پیدا ہونے کو فرمایا اور فائدہ یہ کہ شان عجیب ظاہر ہو (س) مترجم کہتا ہی کہ عقل حقیقت مین مخصوص باولیاے مومنین ہی اور یہ لوگ کمتر ہین اور کفار ومشرکین جو بے عقل ہوتے ہین بکثرت ہین تو انھین کے اعتبار سے (ما) موصولہ فرمایا جیسے للہ ما فی السموات والارض- اور مسلمان عورتون مین بھی قصور عقل ہے اسلیے فانکحوا ما طاب لکم- آیا پھر واضح ہو کہ اولاد آدم کی قسم ہو یا جمیع حیوانات کے واسطے عام ہو اللہ تعالے کا بھید ہی کہ وہ اپنی مخلوقات مین سے جس چیز کی قسم کھاوے وہ مختار ہے اور متکلمین نے قسم کے واسطے تکلف کیا ہی یعنے یہان بھی مخلوق کے پروردگار کی عجیب صنعت پر قسم ہے اور مترجم کے نزدیک انسان مین زیادہ عجیب یہ ہے کہ اسمین اللہ تعالے کی رحمت اور غضب دونون کا ظہور ہے اور جامع آثار اس سے ظاہر ہین بالجملہ اللہ تعالے نے قسم سے فرمایا لقد خلقنا الانسان فی کبد- ہمنے انسان کو کبد مین پیدا کیا- کبد کا استعمال بقول صاحب کشاف رح مشقت وتعب مین ہوتا ہے (رازی رح) عطاءؒ نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ فی کبد- یعنے اُسکی پیدائش مین سختی رکھی ہے پھر انسان کا پیٹ مین ہونا اور ولادت کی سختی اور دانت نکلنے کی مشقت وغیرہ بیان کی- مجاہدؒ نے کہا کہ جیسے قولہ تعالے حملتہ امہ کرہا الخ یعنے آدمی کو جب اُسکی مان حمل سے ہوتی ہے تو گرانبار ہوتی ہی اور جب جنتی ہے تو تکلیف ہوتی ہے اسیطرح دودھ پلانے مین ہوتا ہی اور جب بڑا ہوا تو معاش کی طلب مین کوفت اُٹھاتا ہی- یہی معنی سعید بن جبیر وقتادہ رح نے بیان کیے (قول دوم) حضرت ابن مسعود وابن عباس وعکرمہ ومجاہد وابراہیم نخعی وخثیمہ وضحاک وغیرہم نے فرمایا کہ فی کبد یعنے منتصب (سیدھا) ایک روایت مین ابن عباس رضؓ نے کہا کہ مان کے پیٹ مین منتصب ہوتا ہی اور کبد کے معنے ٹھیک مستوی ہین ابن کثیرؒ نے کہا یعنے ہمنے انسان کو مستقیم مستوی پیدا کیا ہی نظیر اُسکا قولہ تعا الذی خلقک فسواک فعدلک الخ- یعنے انسان کے حق مین فرمایا کہ تو اپنے رب کریم سے کیون مغرور ہے جسنے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک کیا پھر معتدل کیا- ھ اور قولہ تعالے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم- ہم نے انسان کو اچھے قد وقامت کی صورت مین پیدا کر دیا- ابن ابی حاتمؒ نے احمد بن عصام عن ابی عاصم یعنے ضحاک بن مخلد عن عبد الحمید بن جعفر روایت کیا کہ محمد بن علی زین العابدین یعنے امام محمد باقر نے ایک شخص انصاری سے کہا کہ کیا معنے ہین قولہ تعالے لقد خلقنا الانسان فی کبد- اُسنے جواب دیا یعنے ہم نے انسان کو معتدل مستقیم پیدا کیا

حل بهذا البلد- فی الحال کا بیان ہی- اور فتح مکہ کا واقعہ جو تم نے اوپر بیان کیا وہ ہجرت کے آخری زمانہ مین واقع ہوا ہی یعنے ہجرت کے آٹھوین سال مکہ فتح ہوا اور نوین سال سورۂ براءۃ کا نزول ہوا اور دسوین سال آپنے حج کیا اور شروع گیارھوین سال انتقال فرمایا تو یہ تفسیر کیونکر صحیح ہوسکتی ہی (جواب) یہ ہے کہ لفظ کبھی حال کیواسطے ہوتا ہی اور مراد اُس سے مستقبل ہوتا ہی یہی یہان ہی اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک حال کیطرح استقبال بھی حاضر ہے- ف- **واحدی** رح نے لکھا کہ معنے یہ ہین کہ آیندہ تو اس بلد مین حل ہی- ف- **نسفی** رح نے کہا کہ حال کے معنی مین تفسیر محال ہی کیونکہ بالاتفاق یہ سورہ مکیہ ہی تو نزول ہجرت سے پہلے ہے پس قطعاً استقبال کے معنی ہین- ف- جیسے قولہ تعالےٰ انک میت وانہم میتون الآیہ تو میت ہی اور وہ لوگ بھی میت ہین- ف- اس سے مستقبل مراد ہی یعنے تو بھی دنیا سے مرنے والا ہی اور کفار بھی مرنے والے ہین- ف- (قول چہارم) انت حل بهذا البلد یعنے تو اس شہر مین ایسی بات کرنے والا نہین ہی جو حرام ہو بلکہ تو اس بلد الحرام کی تعظیم وحرمت نگاہ رکھکر ایسی بات کرے گا جو حل یعنے حلال ہو برخلاف مشرکون کے جو یہان بت پرستی کرتے اور اللہ تعالےٰ کے رسولون سے کفر کرتے ہین (ملخص التفاسیر) **امام ابن کثیر** رح نے لکھا کہ قولہ تعالےٰ لا اقسم بهذا البلد- یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ام القری مکہ معظمہ کی قسم ہی- وانت حل بهذا البلد- درحالیکہ تو اس بلد مین ساکن ہی- اسکا فائدہ یہ ہی کہ لوگ احرام کی حالت مین اسکی تعظیم کرین- خصیف رح نے مجاہد رح سے روایت کی کہ لا اقسم- مین (لا) مشرکون کا رد ہی یعنے تم لوگون کا گمان ٹھیک نہین ہی (اقسم بهذا البلد الخ) مین اس بلد الحرام کی قسم کھاتا ہون درحالیکہ تو اسمین مقیم ہی- عکرمہ رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ بهذا البلد سے مراد بلد الحرام مکہ ہی- وانت حل بهذا البلد یعنی تجھے اے محمد حلال ہی کہ تو اس بلد مین قتال کرے یہی قول سعید بن جبیر وابو صالح وعطیہ وضحاک وقتادہ وسدی وابن زید رحمہم اللہ تعالےٰ سے روایت ہے مجاہد رح سے روایت ہی کہ یعنے تو اس بلد مین جو کچھ قتال وغیرہ کرے تجکو حلال ہی- حسن بصری رح نے کہا کہ مکہ اللہ تعالےٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دن کی ایک ساعت مین حلال کیا تھا- یہ معنے صحیح حدیث مین وارد ہوے ہین کہ اس شہر کو اللہ تعالےٰ نے آسمانون وزمین کی پیدایش کے روز حرام کر دیا تو وہ اللہ تعالےٰ کے حرام کرنے سے قیامت تک حرام ہی نہ اسکا درخت قطع کیا جاوے اور نہ کانٹے کاٹے جاوین اور میرے لیے فقط دن کی ایک ساعت حلال کیا تھا پھر اُسکی حرمت ویسی ہی ہوگئی جیسے کل تھی سنو کہ جو شخص اس وقت حاضر ہے اُسکو لازم ہے کہ غائب کو خبر پہونچاوے- اور اگر کوئی شخص اس ذریعہ سے اپنے لیے یہان قتال جائز نکالے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسمین قتال کیا تھا تو اُس سے کہیو کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور تم کو یہ اجازت حاصل نہین ہی- قولہ ووالد وما ولد- عکرمہ رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ والد سے مراد وہ جسکے اولاد ہوتی ہی اور ما ولد وہ جو بانجھ ہی کہ اُسکے اولاد نہین ہوتی ہی اسکو ابن جریر وابن ابی حاتم نے روایت کیا مترجم کہتا ہے کہ اس روایت کی اسناد مین قاضی شریک رح مین حافظہ کمزور ہونیکا کلام ہی- عکرمہ رح نے کہا کہ والد جو بانجھ ہی اور ما ولد جسکی اولاد ہوتی ہے (ابن ابی حاتم) مجاہد وابو صالح وقتادہ وضحاک وسفیان الثوری وسعید بن جبیر وحسن بصری وخصیف وشرجبیل وغیرہم نے کہا کہ والد سے مراد آدم ع ہین اور ما ولد سے مراد اولاد آدم ہین یہ قول قوی جید ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے مکے کی قسم فرمائی اور وہ سب بستیون سے اشرف واقدم ہے اسکے بعد بستی والون کی قسم فرمائی اور وہ آدم وانکی اولاد ہین اور ابو عمران الجونی تابعی نے کہا کہ مراد ابراہیم وانکی ذریات ہین (ابن جریر وابن ابی حاتم) یہ سب ابن کثیر رح کی تفسیر مین ہی اور کہا کہ ابن جریر رحمہ اللہ کے نزدیک مختار یہ کہ

بات عمل مین لاوے جو حرام ہی آور خلاصہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز جو کچھ اس بلد کے لوگون کے حق مین کیا اللہ تعالےٰ نے وہ سب آپ کے لیے حلال کردیا۔ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت میرے بارہ مین نازل ہوئی۔ مین نکلا تو مین نے دیکھا کہ ابن خطل خانہ کعبہ کا پردہ پکڑے کھڑا ہے (یہ ایک مشرک تھا جو ظاہر مین مسلمان ہوکر مرتد ہوگیا اور مسلمان کو قتل کیا اور اپنی چھوکریون سے ہجو گانے کی مجلس بناتا تھا) پس مین نے رکن و مقام کے درمیان مین گردن ماردی (رواہ ابن مردویہ) ابو داؤدؒ نے بطریق مالکؒ مسند کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک سے خود اتارا تو کسی نے خبر دی کہ ابن خطل خانہ کعبہ کے پردے سے لپٹا ہے آپ نے فرمایا کہ اُسکو قتل کرو۔ ابو داؤدؒ نے کہا کہ اُسکو ابو برزہ اسلمی رضؓ نے قتل کیا تھا۔ ف۔ رازیؒ نے لکھا کہ یہ ایک ساعت کے واسطے حلت تھی چنانچہ رسول اللہ صلعم نے عام اعلان سے خطبہ پڑھکر مکہ کی حرمت بیان فرمائی مترجم کہتا ہے کہ یہ خطبہ طولانی ہے اور جہانتک مجھے اسوقت یاد آتا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جس دن آسمان و زمین کو پیدا کیا تھا مکہ کو حرام کردیا اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اصحاب الفیل کو مکے سے ممنوع رکھا اور رسول اللہ و مومنون کو اُسپر مسلط کیا اور مجھسے پہلے کسی کے لیے حلال نہین ہوا اور میرے بعد کسی کے لیے حلال نہین ہے اور میرے لیے بھی صرف ایک ساعت کے لیے دن مین حلال ہوا تھا اب اسکی حرمت نے اُسیطرح عود کیا جیسے کل تھی اب اُسکا درخت نہ کاٹا جاوے اور نہ کانٹے توڑے جاوین اور نہ اُسکا وحشی جانور بھڑکایا جاوے اور اُسمین گرا ہوا مال کسی کے واسطے اُٹھانا حلال نہین سوائے اُسکے جو اُسکو مالک کے پاس پہونچانے کے لیے پکارے۔ عباسؓ نے کہا کہ یارسول اللہ سوائے اذخر (گھاس کی قسم سے) کے وہ ہمارے گھرون و قبور کے لیے ہے اور لوہارون کو اسکی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ سوائے اذخر کے مترجم کہتا ہے کہ اس خطبہ مین معجزہ ہے کہ آپ نے مکے کی حرمت کا اعلام فرمایا حالانکہ یہ بات سوائے نبوت کے نہین معلوم ہوسکتی تھی کہ آیندہ مکے والے بغاوت نہ کرینگے خصوص جبکہ آپ باہر جاوین اور یہ ضروری تھا کہ آپ مدینے چلے گئے۔ م۔ واحدیؒ نے کہا کہ حل و حلال و محل سب ایک ہی معنے ہین یعنے حرم کی ضد۔ اور اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مکہ کو فتح مکے کے دن حلال کردیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھسے پہلے کسی کے لیے حلال نہین کیا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا اور میرے لیے بھی فقط دن مین ایک ساعت کے لیے حلال ہوا تھا۔ حاصل معنے یہ ہین کہ جب اللہ تعالےٰ نے مکے کی قسم ذکر فرمائی تو معلوم ہوگیا کہ اُسکی قدر بہت بڑی ہے اور اُسکی حرمت عظیم ہے پس زیادہ فرمایا قولہ تعالےٰ وانت حل بہذا البلد۔ یعنے وعدہ دیا کہ ہم تیرے واسطے اسکو حلال کرینگے حتے کہ تو اسمین داخل ہوکر اسکو فتح کریگا مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بوحی الٰہی یہ معلوم تھا کہ آیندہ حجاج وغیرہ آپ کی امت کے ظالم بدکار اس مقام پاک مین دلیری کرینگے لہذا خطبہ مین اللہ تعالےٰ نے آپ کی زبان مبارک پر جاری فرمایا کہ اگر کوئی شخص مکے مین قتال کے لیے یہ دلیل لاوے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسمین قتال کیا تھا تو اُس سے کہنا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کے لیے اجازت دیدی تھی اور تمھارے واسطے کوئی اجازت نہین ہی۔ پھر فرمایا کہ میرے لیے بھی دن کی ایک ساعت مین قتال جائز فرمایا تھا الخ رازیؒ نے لکھا کہ اگر اس قول پر کوئی اعتراض کرے کہ یہ سورہ مکے مین نازل ہوا ہے اور قولہ انت

علیہ وسلم سے پہلے اور زمانہ حضرت اسمعیل علیہ السلام کے پیچھے جب دین توحید مخفی ہوگیا اور بت پرستی شایع ہوگئی تو اُس زمانہ
مین بھی خانۂ کعبہ کی تعظیم عرب مین معروف تھی اور اللہ تعالے نے اپنی قدرت و حکمت سے یہ شان جاری رکھی کہ جسنے
وہان کچھ بھی بے ادبی کی فوراً وہ بلا مین گرفتار ہوا اور عرب مین یہ امر متواتر تھا اور اگر اُسکے خاص واقعات جمع کیے جاوین تو دفتر دراز
ہوجاوے اور متواتر بات کے لیے اسکے ذکر کی ضرورت نہین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس سال دنیا مین پیدا
ہوے اُسی سال ابرہہ حبشی سپہ سالار جو یمن کا بادشاہ تھا خانۂ کعبہ پر چڑھائی کرنے مین ہاتھیون سمیت چڑیون کی کنکریون سے ہلاک
ہوا چنانچہ ان شاء اللہ تعالے اصحاب الفیل کا ذکر مفصل آوے گا۔م۔ اللہ تعالے نے خانہ کعبہ کے محاذی
آسمان مین بیت المعمور بنایا ہے اور زمین اسی بیت اللہ کے نیچے بچھائی گئی ہے آلغرض بیت اللہ الحرام کے فضائل بیشمار
ہین اور یہ مکہ مین ہے تو وہ بلد الحرام ہے اسی لیے اللہ تعالے نے ہذا البلد کی قسم کھائی۔ قولہ وانت حل بہذا البلد اسکی
تفسیر مین اہل تفسیر کے اقوال ہین اور اصل کلام (حل) کے معنے مین ہے حل بمعنے نزول و حلول ہے یا بمعنے حلت ضد حرمت ہے
رازی ؒ نے کہا کہ (اول) حل یعنے مقیم گویا اللہ تعالے نے مکہ معظمہ کی قسم اس جہت سے یاد فرمائی کہ اُسکا رسول حبیب اس
بلد مین مقیم ہے (دوم) حل بمعنے حلال ہے اور اس صورت مین کئی معنے ہین۔ ایک یہ کہ مین اس بلد کی قسم کھاتا ہون درحالیکہ
تو اس بلد مین حلال ہے۔ یعنے مشرکین تجھے ایذا دینے کو حلال کرتے ہین حالانکہ مشرکین کے اعتقاد مین تھا کہ یہان
ایذا دینا حرام ہے باوجود اسکے تیرے حق مین اسکو حلال رکھتے ہین اور تجکو اللہ تعالے نے وصف رسالت و کمال سے دونون
جہان سے اشرف فرمایا ہے یہ مقام تعجب ہے۔ شرحبیل ؒ نے کہا کہ مشرکین اس بلد مین شکار کرنا اور درخت و کانٹے کا کاٹنا حرام
سمجھتے ہین اور تجھے ایذا دینا اور یہان سے نکال دینا بلکہ قابو پاوین تو تجھے قتل کرنا حلال رکھتے ہین۔ اس مین مشرکون
کی بدعہدی بے ایمانی سے اور رسول اللہ کے ساتھ عداوت سے تعجب دلایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دلجمعی دی اور آمادہ
کیا کہ چند روز ان جانورون کے آزار کو برداشت کرین (سوم) قتادہ ؒ نے کہا کہ وانت حل بہذا البلد۔ اور تو حلال ہے اس
بلد مین۔ یعنے تجپر حرمت و گناہ نہین ہے بلکہ تجھے خاصکر حلال ہے کہ تو مکہ مین قتال کرے اور جسکو چاہے قتل کرے۔ بات
یہ کہ اللہ تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ فتح کیا اور آپکے لیے حلال کردیا حالانکہ آپسے پہلے کبھی کسی کے واسطے
حلال و فتح نہین ہوا تھا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہان ایک ساعت قتال کیا اور ایک مشرک شدید دشمن کو
جسکا نام عبداللہ بن خطل تھا ایسی حالت مین اُسکے قتل کا حکم دیا کہ وہ خانۂ کعبہ کا پردہ پکڑے تھا اور مقیس بن ضبابہ وغیرہ
کو قتل کیا اور بعض جگہ کو مامون و محترم رکھا جیسے فرمایا کہ جو کوئی ابوسفیان کے گھر مین داخل ہو وہ امن مین ہے
اور جو کوئی اپنا دروازہ بند کرلے وہ امن مین ہے اور جو کوئی ہتھیار ڈالدے وہ امن مین ہے اور جو خانہ کعبہ مین
داخل ہو وہ امن مین ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قولہ وانت حل الخ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے
جسدن آپ مکے مین داخل ہوے یعنے بعد ہجرت کے مع لشکر مکہ پر چڑھائی کی اور اسمین فتح کرتے ہوے داخل ہوے تو اللہ تعالے
نے آپ کے لیے حلال کردیا کہ جسکو چاہین قتل کرین اور جسکو چاہین زندہ چھوڑین پس آپنے ابن خطل کو جو خانہ کعبہ کا
پردہ پکڑے تھا قتل کرنے کا حکم دیا۔ پھر سواے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسیکے لیے اجازت نہ دی کہ اسمین ایسی

اس سورہ مین بھی اللہ تعالے نے مشرکون کو اُنکی جہالت سے پھیر کر ایمان کی روایت فرمائی ہو چنانچہ بعد بسم اللہ کے فرمایا۔ **لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ**۔ مین قسم کھاتا ہون اس شہر کی ف یعنے بلد الحرام مکہ معظمہ کی۔ **وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ**۔ حال یہ کہ تو حل ہو اس بلد کے ساتھ مین۔ یہ جملہ درمیانی ہو اور مقصود بلد الحرام کی قسم ہو۔ **وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ**۔ اور جننے والے کی اور جسکو اُسنے جنا ف یعنے اور قسم ہے ہر جننے والے اور اُسکے جنے ہوے کی کہ **لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ**۔ البتہ ہم نے انسان کو سختی و تشنف مین پیدا کیا ف یعنے قسم ہے کہ ہم نے انسان کو جب دنیا مین پیدا کیا تو اُسکی پیدایش اُسکی ذات پر شدت و مشقت ہے ولیکن انسان نادان اس قدرت الٰہی کو بھول گیا اور اپنے آپکو قدرت والا سمجھکر اس خیال مین ہے کہ اسکو بعد موت کے کوئی پیدا نہین کرسکتا ہو **اقوال مفسرین**) رازی رح وغیرہ نے لکھا کہ لا اقسم۔ زائدہ ہے اور قولہ تعالے لا اقسم بیوم القیامۃ۔ مین بیان ہو چکا کہ قسم مین (لا) زائدہ بہت آتا ہو جیسے لا واللہ۔ لا افعل۔ اگر کہو کہ زائد ہونا نفی قسم مین ہوتا ہو جیسے تم نے مثال دی کہ نہین واللہ مین یہ نہین کرونگا۔ اور یہان جواب قسم مثبت ہو یعنے لقد خلقنا الانسان فی کبد۔ تو یہان (لا) کیونکر زائدہ ہے (جواب) مثبت مین بھی (لا) زائدہ آتا ہو چنانچہ شاعر عرب نے کہا ؎ تذکرت لیلی فاعترتنی صبابۃ + وکاد صمیم القلب لا یتصدع یعنے مین نے لیلی کو یاد کیا تو مجھپر جوش عشق چھا گیا۔ اور قریب ہوا کہ قلب کا جوف پھٹ جاوے اور بندش ٹوٹ جاوے یہان دیکھو (لا) کے معنے نہین بنتے ہین مترجم کہتا ہو کہ (لا) بمعنے (ان) ہوسکتا ہو اور اسی قسم سے قولہ تعالے ما منعک ان لا تسجد۔ مراد یہ کہ ای شیطان تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا۔ حہ۔ پس قولہ تعالے لا اقسم بہذا البلد۔ کے یہ معنے ہوے کہ مین قسم کھاتا ہون اس بلد کی واحدی رح نے کہا کہ مفسرین نے اجماع کیا کہ یہان ہذا البلد سے مراد مکہ معظمہ ہے یہی ابن عباس رض سے روایت ہو۔ بعض نے کہا کہ لا اقسم قسم کی نفی ہو یعنے مین اس بلد کی قسم نہین کھاتا جبکہ ای محمد تو اس شہر سے نکل جاوے۔ مجاہد رح سے روایت ہو کہ (لا) ان مشرکون کا رد ہو جو بعث قیامت سے منکر ہین (لا) یعنے اے مشرکو تمھارا انکار ٹھیک نہین ہو۔ اقسم بہذا البلد۔ بلکہ مین اس بلد کی قسم کھاتا ہون یعنے ضرور انسان کو برخلاف اُسکے اعتقاد کے زندہ کرکے سزا و جزا دونگا واسطی رح نے کہا کہ البلد سے مراد مدینہ ہے یہ قول اجماع مفسرین کے خلاف ہے علاوہ برین یہ سورہ مکیہ ہو واضح ہو کہ مکہ کی فضیلت معروف مشہور ہے اللہ تعالے نے اسکو حرم امن قرار دیا وقال من دخلہ کان آمنا اور کہا کہ جو اسمین داخل ہو بیخوف ہے اور اللہ تعالے نے اسکو مشرقی و مغربی سب کا قبلہ بنایا وقال وحیث ما کنتم فولوا وجوہکم شطرہ۔ اور کہا کہ تم جہان کہین ہو اپنے منہ اُسی کی جانب پھیر و اللہ تعالے نے مقام ابراہیم کو مصلے بنا دیا فیہ آیات بینات مقام ابراہیم۔ اسمین واضح نشانیان مقام ابراہیم ہو وقال تعالے وللہ علی الناس حج البیت الآیہ اللہ تعالے کے واسطے لوگون پر حج خانہ کعبہ فرض ہے جسکو استطاعت ہو مشہور ہے کہ خانہ کعبہ پر کوئی پرندا وپر ہوکر نہین اُڑتا ہو۔ ہزارہا کبوتر جو مسجد الحرام مین رہتے ہین جب اُڑتے ہین تو دائین بائین ہوکر اُڑتے ہین وقال تعالے اذ بوانا لابراہیم مکان البیت الآیہ۔ یعنے ہم نے جب ابراہیم کو بیت اللہ کا ٹھکانا معین کردیا کہ میرے ساتھ کچھ شرک نہ کیجیو۔ حہ۔ اور اللہ تعالے نے وہان شکار کی گرفتاری بھی حرام کردی مترجم کہتا ہو کہ جب زمانہ جاہلیت تھا یعنے آنحضرت محمد صلی اللہ

اثم نہوا اور یہ اُسکی کمائی پر موقوف ہی اور کمائی بعد موت کے غیر ممکن ہی کیونکہ بدن جو کمانے کا ذریعہ تھا وہ سٹ گیا ہے لیس خالی روح ہی اور نفس کافر کے پاس کمال فقط وہی کفر اعتقادی ہی واللہ تعالیٰ اعلم (قولہ تعالیٰ) یا ایتہا النفس المطمئنۃ الآیہ۔ نفس مطمئنہ وہ ہی جسپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکینت کا نزول ہوا اور وہ نور یقین سے منور ہوئی اور اضطراب دور ہوا۔ ارجعی الی ربک راضیۃ یعنے رضامندی کی حالت مین اپنے رب کی طرف رجوع کر۔ یعنے جب تیرے واسطے کمال صفات پورے ہو چکے تو اب بجانب ذات رجوع کر۔ رضا مقام کمال صفات ہی اور (قولہ مرضیۃ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضا نہین حاصل ہوتی جب تک کہ پہلے اُس سے راضی نہو۔ اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین فرمایا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ یعنے اللہ تعالیٰ اُنسے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوے۔ مد۔ یعنے پہلے اپنی رضامندی ذکر فرمائی **اقول** اسکے نظائر بہت ہین جیسے یاد الٰہی ہی کہ پہلے اللہ تعالیٰ یاد فرماتا ہی تب بندہ یاد کرتا ہی۔ اور جیسے توبہ ہی لہٰذا فرمایا۔ لقد تاب اللہ الآیہ۔ اور قولہ تعالیٰ فتاب علیہم لیتوبوا۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے اُن پر رجوع فرمایا کہ وہ رجوع لاوین (قولہ تعالیٰ) فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی چونکہ کمال صفات کے بعد بجانب ذات ہدایت ہے تو یہان بندون مین داخل ہونے سے یہ مراد کہ خاص بندون مین شامل ہو جو توحید ذاتی مین بلند مرتبہ ہین اور جنت عالیہ مین داخل ہو واللہ تعالیٰ اعلم ابن العربی رح

سورۃ البلد مکیۃ وہی عشرون آیۃ

اس سورۃ کو لا اقسم کے نام سے بھی بولتے ہین اور بارہا معلوم ہو چکا کہ کسی کو جائز نہین ہی کہ اپنی طرف سے کوئی نام بناوے یہ سورہ بلاخلاف مکیہ ہی اور یہی ابن عباس وابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہی۔ اس سورہ مین بیس (۲۰) آیات ہین اور بیاسی (۸۲) کلمات ہین اور تین سو بیس (۳۲۰) حروف ہین (ف س) اس سورہ کے بیس (۲۰) آیات کے شمار مین بھی کچھ اختلاف نہین ظاہر ہوا جیسے مکیہ ہونے مین اختلاف نہین ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝

قسم کھاتا ہون اس شہر کی اور تجکو قید نہ رہے گی اس شہر مین اور جننے کی اور جو جنا

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۝

ہمنے بنایا آدمی محنت مین کیا خیال رکھتا ہی کہ اُسپر بس نہ چلے گا کسی کا

يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ ۝ اَلَمْ

کہتا ہے مین نے کھپایا مال ڈھیرون مین کیا خیال رکھتا ہے کہ دیکھا نہین اسکو کسی نے کیا ہمنے

نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝

نہین دین اسکو دو آنکھین اور زبان اور دو ہونٹ اور سوجھا دین اُسکو دو گھاٹیان

مائل نہوئی وہ اللہ تعالے سے راضی ہی اور اللہ تعالےٰ نے اسکو برگزیدگی سے مرضیہ فرمایا ہی۔ شیخ حسینؒ نے کہا کہ نفس مطمئنہ نفس واحدہ ہی اور نفس شکر کنندہ کو نفس مرحومہ کہتے ہین اور نفس خاصہ کو نفس عارفہ کہتے ہین اور نفس عاقلہ کو راضیہ کہتے ہین اور نفس امارہ وہ ہی جو اپنے رب عزوجل کو نہین پہچانتی ہی۔ شیخ ابوعبد اللہ خفیف شیرازیؒ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے نفس مطمئنہ کو اوصاف ہدایت کا لباس دیا اور یہی نفس لوامہ ہی ابن عطاءؒ نے کہا کہ نفس مطمئنہ وہ ہی کہ اپنے رب عزوجل کو پہچانتی ہی اور ایکدم بدون اُسکی یاد کے نہین صبر کرتی ہی (عرائس) قولہ تعالےٰ فاما الانسان اذا ما ابتلاہ الآیہ۔ انسان کو واجب ہی کہ صبر وشکر کے مقام مین رہے کیونکہ ایمان اسی کو مقتضی ہی اسیواسطے روایت ہی کہ ایمان کے دو ٹکڑے ہین نصف شکر ہی اور نصف صبر ہی اسلیے کہ اللہ تعالےٰ بندے کو دو طرح مبتلا فرماویگا یا تو مال و دولت مین یا تنگی معیشت مین پس اگر اسکو مال و دولت دیکر امتحان کرے تو اُسپر شکر واجب ہی اور شکر یہ ہی کہ شرع کے موافق اسکو استعمال کرے مثلاً مال کے ذریعہ سے یتیم کا اکرام کرے اور مساکین کو طعام کھلاوے اور دیگر امور جن سے رضاے الٰہی حاصل ہوتی ہی خلوص کیساتھ عمل مین لاوے اور نعمت کی ناشکری نہ کرے یعنے معاصی و اسراف و لہو و لعب مین مال خرچ نہ کرے اور نہ اتراوے۔ یہ کہکر کہ مین اسی لائق ہون چونکہ مین اللہ تعالےٰ کے نزدیک کرامت و استحقاق رکھتا ہون اسلیے اُسنے مجھے یہ دولت عطا فرمائی ہی اور اسی قسم مین سے یہ ہی کہ کھانے پینے مین طرح طرح کے اسراف و تکلفات عمل مین لاوے اور مال کی محبت مین غافل ہوجاوے اور جو لوگ مستحق ہین انکو نہ دے۔ دوسری صورت مین جبکہ اسکو فقر وفاقہ کے ساتھ امتحان کرے تو صبر کرنا چاہیے اور جزع وفزع نہ کرے اور یہ نہ کہے کہ اللہ تعالےٰ نے میری اہانت فرمائی ہی کیونکہ بعض اوقات یہ صورت بندہ صالح کے واسطے اکرام ہوتی ہی اور اس حالت مین بندہ اسکی طرف زیادہ متوجہ ہوجاتا ہی کیونکہ اُسکے ذمہ ایسا جھگڑا نہین رہتا جسمین مشغول ہوکر غفلت کرے جیسے پہلی صورت بعض اوقات استدراج ہوتی ہی یعنے آدمی رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ غفلت مین دور کردیا جاتا ہی حالانکہ اُس غافل کو یہ شعور نہین ہوتا بلکہ یہ سمجھتا ہی کہ مین خدا کے نزدیک بہت پیارا ہون اسیواسطے صحیح ہوا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ غفلت مین اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہی اور اللہ تعالےٰ اُسکی مراد اسکو دیتا ہی تو جان لو کہ یہ استدراج مین خراب ہی (قولہ تعالےٰ) کلا اذا دکت الارض الآیہ۔ دنیا مین اسکا ظہور بطور نمونہ ہے یعنے موت سے جب خاکی بدن پارہ پارہ ہوا و جاء ربک والملک صفا صفا۔ جب نفس مذکور حجاب بدن سے جدا ہوا اُسوقت رب عزوجل بصفت قہر اُسپر ظاہر ہوا اور ملائکہ جو نفوس آسمانی مین اور زمینی ہین اُنکی تاثیر درجہ بدرجہ صف بصف اُسکے عذاب کرنے مین ظاہر ہوئین حالانکہ پہلے یہ شخص ان ملائکہ کو نہین پہچانتا تھا (اقول بلکہ انکار کرتا تھا) اور بدن سے نکلنے کے بعد ان ملائکہ نے اُسکو عذاب مین گرفتار کرنا شروع کیا۔ قولہ وجیٔ یومئذ بجہنم۔ اور آج وہ آگ ظاہر ہوئی جو طبیعت پر مستولی ہی۔ یومئذ یتذکر الانسان۔ آج انسان کو وہ ہوش عین الیقین سے مشاہدہ ہوگا جو اسکا اعتقاد نہین تھا اور اس حالت مین ایک ہیئات اُسکے نفس مین بمقتضاے جبلت ظاہر ہوگی اسلیے کہ قہر کی صفت سے اللہ تعالےٰ کا ظہور ہونا اور صف ملائکہ واسطے عذاب کے ظاہر ہونا ایسے نفس کافر کے لیے ہوگا جسکا یہ اعتقاد نہین تھا جیسے منکر ونکیر ہین لیکن اس ہیئات سے اسکو فائدہ نہوگا اسیواسطے فرمایا۔ وانّٰی لہ الذکری۔ یعنے اسکے لیے ذکر کہان یعنے ظہور کچھ نافع نہوگا مترجم کہتا ہی کہ اسمین بھید یہ ہی کہ کسی چیز کا ظہور کچھ مفید نہین ہوسکتا جب تک نفس مین

سولی چڑھایا اور ایک سپاہی کو مقرر کیا کہ وہان رہے اور سر کا منہ قبلہ سے پھیر دیا تھا۔ وہ شخص روایت کرتا ہے کہ اُسنے
ہر روز رات کو دیکھا کہ سر مبارک قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر آواز سے سورۂ یٰسین تلاوت کیا کرتا ہے ذہبی رح نے کہا کہ یہ بات متعدد اسانید
سے روایت کی گئی ہے۔ ابراہیم بن اسمٰعیل بن خلف نے کہا کہ جب میرے ماموں احمد بن نصر مارے گئے اور سولی دیے گئے
تو مجھے خبر دی گئی کہ رات مین انکا سر قرآن پڑھتا ہے مین ایک رات جا کر وہان رہا جب سب لوگ سو گئے تو مین نے سنا کہ
اُسنے پڑھا۔ الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وہم لایفتنون۔ یعنے کیا لوگون کو یہ خیال ہے کہ وہ چھوڑ دیے جاوین یہ کہنے کو
کہ ہم ایمان لائے ہین اور وہ فتنہ مین نہ ڈالے جاوین۔ ھ۔ ابراہیم کہتے ہین کہ میرے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے (ذہبی)
مترجم کہتا ہے کہ شاید ابراہیم رح کے خوف کی وجہ سے فقط اس آیت پر اکتفا ہوا۔ قبر سے جواب ملنا بکثرت واقع ہوا ہے چنانچہ
ایک وہ واقعہ ہے جو قولہ تعالےٰ ان الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان الآیہ۔ کی تفسیر مین روایت ہوا ہے۔ یہ واقعہ
حضرت عمر رض کے وقت مین ہوا تھا کہ ایک نوجوان عابد جسکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پسند کرتے تھے اور مسجد مین بہت عبادت کیا کرتا تھا
ایک عورت نے اُسکو لبھایا آخر ایک روز وہ جوان ساتھ ہوا اور اللہ تعالےٰ نے اسکو یہ آیت یاد دلائی تو وہ خوف الٰہی سے بیہوش
ہو گیا عورت نے باہر ڈالا وہ دوبارہ ہوش مین آنے کے بعد بیہوش ہو کر مر گیا۔ حضرت عمر رض اُسکے باپ کے ساتھ قبر پر گئے اور بعد
سلام کے آیت پڑھی مطلب یہ کہ اللہ تعالےٰ سے خوف کرنے والے کے لیے دو جنتین ہین اُسنے جواب دیا کہ اللہ تعالےٰ نے
مجھے دو بار عطا فرمائی ہین (ابن عساکر وغیرہ) سعید بن جبیر رح نے کہا کہ ابن عباس رض نے طائف مین وفات پائی اُنکے جنازے پر
ایک خوبصورت پرندہ سفید آسمان سے آیا اور نعش مین داخل ہوا۔ لوگون نے اسکو چھوا تو عکرمہ رح نے کہا کہ یہ تم کیا کرتے
ہو یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کی ہوئی خوشخبری ہے۔ سعید رح نے کہا کہ پھر ہم لوگون مین سے کسی نے اُسکو نکلتے نہین
دیکھا۔ میمون بن مہران نے اپنی روایت مین کہا کہ ہم نے ڈھونڈھا تو بھی نہ ملا جب وہ لحد مین رکھنے کے لیے بڑھائے گئے
تو قبر مین یہ آیت سُنی۔ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ اور ہم کو کوئی شخص
پڑھنے والا نظر نہین آتا تھا اس واقعہ کو ابن عساکر نے سعید بن جبیر و عکرمہ و میمون بن مہران و مجاہد و عبداللہ بن یامین و حجر بن
ابی عبید سے باسانید متعددہ روایت کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے خاندان مین یہ بات مشہور تھی اور ابن عساکر نے
اسکو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور پرندہ کی نسبت کہا کہ لوگون کا گمان تھا کہ یہ انکا عمل صالح ہے
(سیوطی رح) امام یافعی رح نے اولیاء اللہ کی ایک جماعت کثیر سے روایات لکھین جن مین میت نے بروقت نہلانے کے
دراسی کے قریب تبسم کیا یا باتین کین مثلاً ابن النجار رح نے تاریخ مین ابو محمد رح سے روایت کی یہ ابو محمد حضرت مروزی رح کے شاگردون
مین سے ہین اور خلال رح انکو اپنے اوپر فضیلت دیا کرتے تھے۔ یہ فرماتے ہین کہ مین ایک میت کو نہلاتا تھا کہ ناگاہ اُسنے
آنکھ کھول دی اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ ای ابو محمد ہوشیاری سے اس موقع کے لیے سامان تیار کرو غفر اللہ تعالےٰ
لہم ورحمہم برحمتہ واسعۃ **ف** بعض اشارات کا بیان باقی ہے عرائس مین ہے کہ قولہ تعالےٰ یا ایتہا النفس المطمئنۃ الآیہ النفس
المطمئنۃ وہ روح ہے کہ نور خطاب ازل سے صادر ہوئی کہ اُسکو نور قدم سے ایجاد فرمایا اور وہ خطاب حق کے ساتھ بامید
وصال مطمئن ہوئی اُسکو معدن اول کی جانب بلایا۔ یہ روح مطمئنہ اول سے آخر تک سوائے مشاہدہ حق کے کسی طرف

نامۂ اعمال بائین جانب جھکا تھا کہ اُسکا اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رونا آیا اور نامۂ اعمال کو دائین طرف لایا ایک کا پلۂ ترازو ہلکا ہوا تھا کہ اتنے مین اُسکے جو بچے مرے تھے اُنھون نے پلہ بھاری کر دیا۔ ایک امتی جہنم کے کنارے کھڑا رہ گیا ہی کہ ناگاہ اُسکا خوف الٰہی آیا اور وہان سے لے گیا۔ ایک آدمی جہنم مین گر پڑا تھا کہ اُس کا اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا آیا اور اُسکو نکال لیا ایک اُمتی کو دیکھا جو پل صراط پر بید کی طرح کھڑا کانپتا ہی چل نہین سکتا اتنے مین اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُسکا نیک گمان آیا اور اسکو سیدھا کر دیا وہ چلا گیا ایک امتی کو دیکھا کہ پل صراط پر کبھی گھسلتا چلتا ہی اور کبھی گھٹنون کے بل ہو جاتا ہی اتنے مین اُس کا درود پڑھنا آیا اور اُس کو سیدھا کر دیا وہ چل نکلا۔ ایک آدمی کو دیکھا کہ پل صراط سے پار ہو کر جنت مین داخل ہونے کو چلا ناگاہ سب دروازے بند ہو گئے کہ اتنے مین لا الٰہ الا اللہ کی گواہی نے آکر اسکو جنت مین داخل کیا مین نے ایک جماعت کو دیکھا کہ اُنکے ہونٹھ کترے جاتے ہین مجھ سے کہا گیا کہ یہ چغلخوری کرنے والے ہین اور مین نے ایک جماعت کو دیکھا جو اپنی زبانون کے ساتھ لٹک رہے ہین جبرئیلؑ نے مجھسے کہا کہ یہ ایسے لوگ ہین جو مومنون و مومنات کو بدون انکی بدکاری کے فحش تہمت لگاتے تھے (رواہ الطبرانی والحکیم والاصبہانی) قرطبیؒ نے کہا کہ یہ حدیث اچھی ہے ان اعمال کی حفاظت ہولناک مقامات آخرت سے بچاؤ کے لیے بہتر ہے تنبیہ حدیث طبرانی مین ہی کہ لا الٰہ الا اللہ والون پر قبر مین اور وقت بعث کے وحشت نہین ہی۔ حدیث ابو یعلی وغیرہ مین ہی کہ انبیا علیہم السلام زندہ ہین اپنے قبور مین نماز پڑھتے ہین۔ صحیح مسلم وغیرہ مین موسی علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کو جاتے ہوے اپنی قبر مین نماز پڑھتے دیکھا۔ ابو نعیمؒ نے روایت کیا کہ بنانی رحمہ اللہ تعالیٰ تابعی اپنی قبر مین نماز پڑھتے تھے۔ امام ابن جریر رح نے بعض علما سے روایت کیا کہ ہم نے سحر کے وقت ثابت بنانی رح کی قبر سے قرآن کی قرارت سنی (قد رواہ ابو نعیم) اور صحیح ہوا کہ بعض صحابہ رضؓ نے قبر سے سورۂ تبارک الذی کی قرارت سنی (رواہ الترمذی وغیرہ) عاصم سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہم نے بلخ مین ایک مردہ دفن کرنیکو قبر کھودی تو اُسکے متصل قبر مین سوراخ ہو گیا ہم نے دیکھا کہ سبزہ زار مین ایک پیر مرد قرآن کی تلاوت کرتا ہی اسی طرح ابو النصرؒ نے دیکھا کہ ایک جوان خوبصورت خوش لباس خوشبو چارزانو قرآن مجید سبز خوش خط گود مین لیے ہوے بیٹھا پڑھتا ہی اُسنے میری طرف نظر اُٹھا کر فرمایا کہ کیا قیامت قائم ہوئی مین نے کہا کہ نہین تو فرمایا کہ پھر اُسی طرح ڈھیلا رکھدے مین نے اسکے حکم کی تعمیل کی (رواہما ابن مندہ) امام ابن النجار نے اسی کے مانند تاریخ بغداد مین ایک روایت وارد کی ہی (سیوطیؒ) اہل صلاح کی برکت سے مقبرہ والون پر رحمت ہوتی ہی اور حضرت رواد عجلی تابعی کی قبر ریحان سے مفروش تھی اور امام احمد کے مزار کے متصل ایک میت کے سینہ پر گلدستۂ ریحان تھا اور خوشبوے مشک کی بکثرت روایات ہین امام بخاری کے مرقد پاک سے مدتون علانیہ ظہور رہا اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ صحابی کے مرقد پاک سے لوگ خوشبودار مٹی سمجھکر لائے اور گھر مین دیکھا تو وہ مشک تھی اور یہ روایات بیشمار حضرات ائمہ محدثین نے وارد کی ہین۔ منہال بن عمرو تابعی کہتے ہین کہ واللہ مین نے دیکھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک جب کہ دمشق سے اُٹھایا گیا اور سر کے آگے ایک شخص سورۂ کہف پڑھتا جاتا تھا جب وہ اس آیت پر پہونچا۔ ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا۔ تو سر مبارک نے بلند آواز سے کہا کہ میرا قتل اور سر اُٹھانا اصحاب الکہف سے بھی زیادہ عجیب ہی (رواہ ابن عساکر) حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ واثق خلیفہ عباسی نے امام احمد بن نصر الخزاعی محدث کو کہا کہ قرآن مخلوق ہونیکا اقرار کرین انھون نے انکار کیا اُس غنی نے اُن کو قتل کر کے

امام ترمذیؒ نے جامع مین روایت کی کہ اتفاق سے ایک سانپ خوفناک آیا۔ یہ لوگ خوف کھاکر ہٹ گئے اور وہ ان
سرون مین گھستا پھرا یہانتک کہ ابن زیاد کے سر مین دونون نتھنون سے گھسا اور منھ سے نکلا اور منھ سے گھسا اور نتھنون
سے نکلا کئی بار اسیطرح کرکے چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد پھر آیا اور اُسنے اسیطرح کیا پھر وہ چلا گیا اور کسی طرح معلوم نہوا کہ وہ
کہان سے آیا تھا اور کہان گیا (رواہ الترمذی واسنادہ صحیح) **مترجم** کہتا ہی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلون کے
لیے اللہ تعالےٰ نے دنیا مین بھی عذاب ظاہر کیا اور آخرت مین اُنکا عذاب سب مومنون کے اعتقاد مین سخت ہی اور اللہ تعالےٰ
علیم خبیر ہے **تنبیہ** ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بندے کے واسطے
اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ اسکو سو کوڑے مارین وہ اللہ تعالےٰ سے گریہ وزاری دعا کرتا رہا یہانتک کہ ایک کوڑے کا
حکم ہوا اس کوڑے کے مارنے سے تمام قبر آگ سے بھڑک اُٹھی۔ پھر جب یہ حالت رفع ہوئی اور وہ شخص بدستور ہو گیا
تو اسنے ملائکہ سے استفسار کیا کہ کیون مجھے مارنے کا حکم ہوا تھا اُنھون نے کہا کہ تو نے ایک دفعہ نماز بغیر وضو کے پڑھی اور
ایک مرتبہ ایک مظلوم تجھسے فریاد کرتا رہا تو نے اُسکی کچھ پروا نہین کی (رواہ الطحاوی وابوالشیخ) اور ابن ابی شیبہ وہناد و ابن
ابی الدنیا نے اسکے مانند عمرو بن شرحبیلؒ تابعی سے روایت کیا ہو واللہ تعالےٰ اعلم **تنبیہ** اب چند اعمال واسباب ایسے بیان
کرنا چاہیے جو عذاب قبر سے مانع ہین جہاد مین شہید ہونا (ترمذی وابن ماجہ) ہیضہ وغیرہ مین شکم کی بیماری سے مرنا (ترمذی وابن
حبان وبیہقی) طول سجود (ابونعیم) سورۂ تبارک الذی کی تلاوت کرنا (نسائی صحیح) سورۂ الٓمٓ تنزیل السجدہ (دارمی) امام یافعیؒ نے
روض الریاحین مین بعضے اولیاء مین سے نقل کیا کہ ہم نے ایک میت کو دفن کیا اور لوگ چلے گئے تو مین نے قبر مین زدوکوب
کی آواز سُنی کہ ناگاہ قبر مین سے ایک کالا کُتا نکلکر بھاگنے لگا (یعنے قبر مین کوئی سوراخ نہین ہوا بلکہ وہ نکل آیا) مین نے اُس سے
کہا کہ ای کمبخت تو کون ہی اسنے کہا کہ مین میت کا عمل ہون مین نے اُسکے پاس بیٹھنا چاہا اتنے مین مجھے معلوم ہوا کہ اُسکے پاس
سورۂ یٰسٓ وغیرہ ہین وہ میرے اور اُسکے درمیان حائل ہوگئین اور مین مار کر نکال دیا گیا (الروض) اور جمعہ یا شب جمعہ مین
انتقال کرنا (ابویعلی وبیہقی) رمضان مین مرنا (ابن رجب نے کہا کہ باسناد ضعیف ہی) حدیث عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ مین ہی کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ مین نے آج کی رات عجب دیکھا مین نے دیکھا کہ میری امت مین سے
ایک شخص پر عذاب قبر مبسوط کیا گیا تھا کہ اسکا وضو آیا اور عذاب سے اُسکو چھڑا لیا الخ **مترجم** کہتا ہی کہ اس حدیث کا
خلاصہ مابعد یہ ہی کہ ایک مسلم کو شیاطین نے گھیرا تھا اور ذکر الٰہی نے اسکو چھڑا لیا ایک کو ملائکہ عذاب سے نماز نے رہا کیا ایک
پیاس کی شدت سے زبان نکالے ہر حوض سے روکا جاتا تھا کہ اُسکا روزہ آیا اور اُسنے سیراب کیا۔ ایک مسلم کو دیکھا کہ انبیاء
علیہم السلام کے حلقہ سے ہر طرف سے روکا جاتا تھا اتنے مین اُسکا غسل جنابت آیا اسکا ہاتھ پکڑ کر میرے قریب بٹھا دیا اور مین نے ایک امتی کو دیکھا
کہ چارون طرف اسکو تاریکی نے گھیر لیا ہی اور وہ درمیان مین متحیر ہے کہ ناگاہ اُسکا حج وعمرہ آیا اور اُسکو تاریکی سے باہر نکال لیا
ایک مسلمان اُمتی سے مومنین بات نہ کرتے تھے کہ اُسکے صلہ رحم نے سفارش کی۔ ایک مسلم اپنے منھ سے آگ کی لپٹ کو ہاتھ
سے بچاتا اور پریشان تھا کہ اسکا صدقہ آکر آڑ ہو گیا ایک کو زبانیہ نے گھیرا تھا تو امر معروف ونہی منکر نے بچایا اور نکال کر ملائکہ رحمت
مین ملا دیا۔ ایک اُمتی حجاب مین یا نون توڑے بیٹھا ہی کہ اُسکے حسن خلق نے آکر حجاب رفع کیا۔ ایک امتی کے واسطے

کلڑا کر چلیگی تو ان مین سے شریر لوگ نیکون پر غالب ہو نگے۔ ف۔ واضح ہو کہ بعد شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جب
حضرت امام حسن رضؓ نے صلح کر لی اور مدینے چلے آئے تو کوفیون نے اہل بیت رضی اللہ عنہم کی محبت کا دعوی کیا اور بہت سے
مکارون نے یہ تدبیر نکالی کہ چونکہ امت کے مسلمان سب اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم کی عزت وحرمت کو جان ودل سے
مانتے ہین تو ایسی تدبیر نکالین جس سے ہمارا گروہ الگ ہو جاوے اور جیسے خوارج نے اہواز وفارس وغیرہ کے شہرون پر قبضہ کر لیا
ہی ہم بھی کہین حاکم بن جاوین تو در پردہ یہ عقیدہ نکالا کہ علی رضی اللہ عنہ بادل مین زندہ ہین اور وہ آنے والے ہین اور اسی طرح
باطل عقیدے نکالنے شروع کیے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو فیصلجات فرمائے تھے اور وہ لکھ لیے گئے تھے ان مین
بکثرت تحریفین کر دین ولیکن اس زمانہ مین تمام امت مین متواتر یہ بات مسلم تھی کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اس امت
کے سرتاج تھے تو انکی فضیلت کا اقرار کرتے رہے پھر ایک مدت دراز کے بعد ان خفیہ تقیہ والون نے ان مین بھی کلام کرنا
شروع کیا اور سب کلام یہان لکھنا غیر ممکن ہی کیونکہ بہت دراز ہی اور خلاصہ یہ کوفہ والون نے خفیہ اس قسم کے بدعقاید نکالنے
شروع کیے تاکہ جماعت علیحدہ قائم کر کے کسی ملک پر مسلط ہو جاوین ولیکن ان جبلی مکارون کو یہ میسر نہوا بر خلاف انکے
خارجی کمبختون کے ذہن ہی بین یہ عقیدہ جم گیا تھا کہ ثالثی فیصلہ کفر تھا اور یہ عقیدہ اگرچہ ضلالت تھا مگر ان لوگون مین مضبوط جما ہوا تھا
تو وہ لوگ اسکی بنیاد پر سخت قتال کرتے تھے بر خلاف روافض مکارون کے کیونکہ یہ لوگ تو اپنے جعل کو خود جانتے تھے اسلیے
کبھی مردانہ ہمت سے نہین لڑے۔ جب یہ حال معلوم ہو چکا تو اب رجوع کر و جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے
کوفہ کا قصد کیا تو حضرت ابن عباس وابن عمر وابن الزبیر وغیرہ رضی اللہ عنہم نے منع کیا اور آپ کے بھائی محمد بن علی جو محمد بن حنفیہ
مشہور ہین یہ رائے نہین دیتے تھے ولیکن آپکی رائے جم گئی کیونکہ مسلم بن عقیل کا خط آگیا تھا کہ اٹھارہ ہزار کوفیون نے
مجھسے آپکی بیعت کر لی ہی اصحاب مذکورین رضی اللہ عنہم نے کہا کہ کوفیون پر کچھ اعتماد نہ کیجیے اور بیت اللہ کے پاس حرم محترم
مین عزت سے بسر کیجیے یہان ہم سب جان نثاری کو موجود ہین آپ نے نہ مانا اور امر الٰہی یون ہی جاری ہوا تھا ابن عباس رضؓ
نے کہا کہ اگر آپ جانے پر اصرار کرتے ہین تو بال بچون کو یہان چھوڑ دیجیے آپ نے اسکو بھی منظور نہ کیا۔ اُدھر کوفیون کے خبث
نفس سے مسلم ابن عقیل شہید ہوے اور معاملہ درہم وبرہم ہو گیا اور وہی کمبخت کوفہ والے ابن زیاد خبیث کے شریک ہو گئے
اور آپ کے مقابلہ مین تلوار نکالکر لڑنے آئے آپ نے وہ سب خطوط نکالکر دکھلائے سبھون نے صاف انکار کیا آخر حضرت مع
اولاد واقارب واصحاب کے دسوین محرم کو شہید ہوے رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین وانا للہ وانا الیہ راجعون۔ ابن زیاد خبیث نے
آپ کا سر مبارک اپنے سامنے رکھوایا تھا۔ پھر اللہ تعالے نے مختار بن ابی عبید ثقفی کو مسلط کیا اُسنے کوفہ مین خفیہ طور سے لوگون کو
ملامت کی کہ تم نے کسطرح فرزند رسول اللہ کے ساتھ یہ معاملہ کیا جسکے بیان بلکہ تصور سے اہل ایمان کا جگر خون ہوا جاتا ہی
ان مین سے بہت لوگ نادم ہوے اور اس سے پہلے سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ ایک صغیر صحابی نے ایسا کیا تھا ولیکن
بہت کم لوگ انکے ساتھ گئے اور وہ شام کے راستہ مین مع اصحاب کے شہید ہو گئے پھر مختار کے ساتھ مالک اشتر رحمہ اللہ
تعالے کا بیٹا ابراہیم بن مالک متفق ہو گیا تھا اُس بہادر کے ذریعہ سے کام کو رونق ہوئی اور مختار کا تسلط کوفہ وجزیرہ وغیرہ
پر ہو گیا اُسنے شامیون کو شکست دی اور عبید اللہ بن زیاد کا سر کاٹ کر لایا گیا اور بہت سے اشرار فجار کے سر لاکر ڈالے گئے

اور کہا کہ شامی لوگ بھی کافر ہین کہ وہ بھی ثالثی حکم پر راضی ہوے اور دونون مین سے جسکا کوئی آدمی ملتا اسکو قتل کرتے
یہی خارجی فرقہ ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو انکے یہان بھیجا اور اُنکی غلطی پر ہوشیار کیا
اُنمین سے کچھ لوگ نادم ہوکر توبہ کے ساتھ حضرت علی رضہ کے لشکر مین آگئے اور باقی سخت دل لڑائی پر آمادہ ہوے حضرت علی
رضی اللہ عنہ نے اہل عراق کو وہ حدیثین سنائین جو خوارج کے بارہ مین آئی ہین اور اُنسے قتال کرنے پر ثواب عظیم سنایا۔ اسی موقع پر
ایک کوئی نے کہا کہ اس ساعت آپ سفر نہ کرین ورنہ آپ کے ساتھی بہت مارے جاوینگے کیونکہ قمر در عقرب ہے آپنے اُسکو
جھڑکا کہ اگر آئندہ تونے ایسا کیا تو عمر بھر قید مین رکھونگا اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کوئی منجم نہ تھا اور بعد
آپ کے ہم لوگون کے پاس کوئی منجم نہین تھا حالانکہ اللہ تعالےٰ نے ہم لوگون کے واسطے قیصر وکسریٰ کی سلطنتین فتح
کردین آپ نے اُسی وقت کوچ کیا۔ بات یہ تھی کہ خوارج مین عموماً وہ لوگ تھے جو لڑائی مین سخت بہادر مشہور تھے اور بڑے
سخت دل تھے اسی وجہ سے عراقی ڈرتے تھے بہرحال قدرت آلہیہ سے حضرت امیر المومنین نے خوارج سے قتال کیا اور
سب خوارج مارے گئے اور آپ کے لشکر سے کوئی نہین مارا گیا تھا اور ایک روایت مین چار آدمی شہید ہوے۔ پھر آپنے
شام کی جانب رخ کیا تو عراقیون نے کہا کہ ہماری تلوارین خراب ہوگئین آپ کوفہ مین قیام کیجیے تاکہ ہم سامان درست
کرلین آپ نے فرمایا کہ اچھا باہر لشکرگاہ مین رہو عراقیون نے منظور کیا ولیکن رفتہ رفتہ سب اپنے گھرون مین چلے گئے اور بہت کم
لوگ واپس آئے پھر آپ نے ہر چند خطبہ مین انکو تاکیدات بلیغ فرمائین اُنپر اثر نہوا یہانتک کہ مصر وحجاز وغیرہ مین شامیون نے
دخل کرلیا اور آخر ابن ملجم خبیث نے ایک خارجیہ عورت کے لالچ مین حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور
وہ سرور اولیاء اور سردار اتقیا رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ اس خاکدان بے ثبات سے جنت الفردوس مین سدھارے
بعد آپ کے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس خراسان وعراق سے ایک لشکر عظیم جمع ہوا اور آپنے شام کا قصد
فرمایا ولیکن بعضے خوارج نے آپ سے بھی عداوت کا بیڑا اُٹھایا اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپکو الفت انگیز صلح کا پیغام بھیجا آپنے
نہایت رحمدلی سے جو آپ کی ذات مبارک مین جبلی تھی یہ منظور کرلیا کہ معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرلین اور خلافت اُسی کو دیدین
اور بہت سے شرائط قلبی فرمائے معاویہ رضہ نے سب منظور کرلیے اور آپ عراق سے مدینۂ منورہ مین آگئے معاویہ رضہ کے
وقت تک امت کا انتظام عدل شریعت پر رہا اور معاویہ رضہ نے عراقیون کی اُس جماعت کو جنھنے حضرت عثمان رضہ
کے شہید کرنے مین سر اُٹھایا تھا چن چن کر مار ڈالا بعد حضرت معاویہ رضہ کے یزید چند مدت تو خاموش رہا پھر اُسنے اپنے خبث
باطن کا اظہار کیا اور علاوہ افعال قبیحہ کے یہ چاہا کہ کسی طرح حضرت امام حسن رضہ کو شہید کرے چنانچہ بذریعہ جعدہ بنت اشعث
کے زہر دیکر شہید کرنے مین کامیاب ہوا۔ حالانکہ اسی جعدہ کمبخت کا سگا بھائی محمد بن اشعث حضرت عثمان وعلی کی خدمتگزاری
مین مرتبہ سعادت کو پہونچا حتیٰ کہ حضرت علی رضہ کی طرف سے لڑکر شہید ہوچکا تھا اور شامیون نے اُسکو مارا تھا اور جعدہ کمبخت
اپنی دنیاوی مراد کو بھی نہ پہونچی۔ پھر یزید پلید نے چاہا کہ حضرت امام حسین رضہ اور عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیق
وعبد اللہ بن جعفر وعبد اللہ بن الزبیر وغیرہم رضی اللہ عنہم کو شہید کرے کیونکہ یزید پلید سے بدرجہا یہ لوگ خلافت کے لیے
بہتر تھے لیکن حدیث شریف کا معجزہ صادق آیا کہ جب میری امت کے خدمتگار بادشاہان کی اولاد ہوجاوینگے اور یہ امت

کوچ کرنیکا ارادہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم نے آپ سے ملاقات کرکے کہا کہ اے فرزند رسول اللہ آپ کیا قصد فرماتے ہین آپ خوب جان لین کہ شیعۂ کوفہ پر کچھ بھی اعتماد نہین ہی آپ کے والد ماجد کے ساتھ انھون نے کیسا برا برتاؤ کیا تھا مترجم کہتا ہے کہ شیعہ اُس زمانے مین پیروی کرنے والونکو کہتے تھے مثلاً یہ لوگ شیعۂ یزید ہین اور وہ لوگ شیعۂ بنی ہاشم ہین یعنے جو لوگ جس سے محبت و پیروی کا دم بھرتے تھے اُسکے شیعہ کہلاتے تھے چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شامیون سے قتال کے بعد جب محاکمہ قرار پایا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف سے بھیجا اور حضرت امیر المومنین خلیفۂ برحق حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابوموسی اشعری رضہ تھے آخر نتیجہ یہ ہوا کہ ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ جو بہت سیدھے سادے آدمی تھے عمرو بن العاص سے طول گفتگو کے بعد کہنے لگے کہ اچھا پھر یہ کرد کہ معاویہ رضہ کو تو خلافت مین ابھی بیعت کا حق نہین ہی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کا خلع کردو پھر حضرت عمر رضہ کے بیٹے عبداللہ بن عمر سے بیعت کرو۔ عبداللہ بن عمر بھی باپ کی طرح عابد زاہد ہین۔ یقین ہی کہ پھر وہی عدل و انتظام کا زمانہ آجائیگا جیسے پہلے تھا۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ میرے بیٹے عبداللہ مین بھی یہی صفت ہی اُسکو خلیفہ کردو کیونکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خلافت کو بالکل پسند نہین کرتے ہین وہ ہمہ تن آخرت کے لیے نماز و روزہ پر متوجہ ہین اور ہمیشہ تنہائی پسند کرتے ہین آخر یہ ٹھہرا کہ اچھا پھر امت کے لوگ جس کسی پر متفق ہون اسکو خلیفہ کرین اور یہ ٹھہرا کہ کل کے روز مجمع عام مین یہ فیصلہ سنادین رات مین عمرو بن العاص بہت متفکر رہے کہ ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ بات کیونکر تجویز کی کہ حضرت علی کو خلافت سے علیحدہ کرین حالانکہ حضرت علی رضہ سے بہتر کوئی اسوقت ممکن نہین ہی اور علاوہ اسکے یہ اختیار انکو کہان سے حاصل ہی خیر کچھ ہو مین بے توجہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو دعوی خون خلیفہ حضرت عثمان شہید سے کیون روکون بلکہ اگر اسی کو خلیفہ کرون تو یہ کام بہت آسانی سے میسر ہوگا لہذا دوسرے روز حضرت ابوموسی رضہ سے کہا کہ پہلے تم منبر پر جاکر اپنا فیصلہ سناؤ حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ نے کمال سادگی سے منبر پر جاکر حمد و ثنا کے بعد حال بیان کیا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت مین کیسے برکات امت کے واسطے نمایان تھے اور حضرت عثمان رضہ کی خلافت مین بھی یہی حال رہا۔ آخر مین عراقیون نے فتنہ برپا کیا اور اب حالت نہایت ابتر ہورہی ہے سب سے بہتر یہ ہے کہ خلافت کا جدید اتفاق ہو لہذا مین نے حضرت علی رضہ کو خلافت سے معزول کیا۔ عمرو بن العاص نے اسیوقت منبر پر جاکر کہدیا کہ پھر مین نے معاویہ رضہ کو خلیفہ کیا۔ ابوموسی رضی اللہ عنہ یہ سنکر بہت برہم ہوے کہ یہ ہمارے تمہارے اقرار کے خلاف ہی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمپر اعتماد کرکے بھیجا تھا اور یہ امید نہین تھی کہ تم اُلٹے اُنپر فیصلہ کردو اور جنپر جسنے اعتماد کیا تھا مین نے اُسپر ضرر عائد کرنا برا جانا اور جب تک دونون مین تخالف ہی تب ہی تک امت کی خرابی ہی اور اگر معاویہ تنہا خلیفہ ہو تو یہ خرابی نہوگی مسجد مین عجب غلغلہ برپا ہوا اور ہر طرف سے ابوموسی رضی اللہ عنہ پر لوگ ہنستے اور ملامت کرتے تھے پھر اسکے بعد حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ و عراق کو بلایا کہ شامیون کی بغاوت دور کرنے کے لیے لشکر کشی کرین ان مین سے ایک گروہ نے کہا کہ اللہ تعالے قرآن مین فرماتا ہی کہ ان الحکم الا للہ۔ یعنے سوائے اللہ تعالے کے کسی کا حکم نہین ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ثالثی حکم مانا تھا تو یہ کفر ہوگیا اس گروہ نے اس جہالت پر البصرہ و کوفہ سے نکلکر حروراء مین اور نہروان مین اپنی لشکرگاہ بنائی

بظاہر مشرک یا منافق تھا۔ ابن ابی الدنیا نے روایت کی کہ حویرث بن رباب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک مرتبہ سفر مین (اثاثہ) مین میرا گزر ہوا (یہ جحفہ مین ایک گانؤن ہی) ناگاہ ایک قبر سے ایک آدمی نکلا جسکا منھ اور سر سب آگ سے شعلہ مارتا تھا اور اُسکے کندھے آتشی لوہے کی زنجیر سے جکڑے تھے اور اُسنے مجھسے کہا کہ مجھے جلدی پانی پلادے اُسکے پیچھے دوسرا آدمی نکلا یہ کہتا ہوا کہ اس کافر کو پانی نہ دینا اور زنجیر پکڑ کر اسکو ٹیک دیا اور اُسکو کھینچتا ہوا قبر مین لے گیا۔ اور میری اونٹنی اس قدر بھڑکی اور متوحش ہوئی کہ میرا اُسپر کچھ قابو نہ رہا اور وہ بے تحاشا بھاگتی چلی جاتی تھی یہانتک کہ عرق الظبیہ کی موڑ آئی تو وہ وہان تھمی اور بیٹھ گئی مین بھی متوحش تھا۔ مین اُسپر سے اُترا اور مین نے اسکو سانڈھ کر عشا کی نماز پڑھی پھر سوار ہوکر روانہ ہوگیا حتیٰ کہ صبح کے وقت مدینہ پہونچا۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا مین نے حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو اس حال کی خبر دی۔ آپنے فرمایا کہ اے حویرث واللہ مین تجھے متہم نہین کرتا حالانکہ تونے مجھے سخت معاملہ کی خبر دی پھر آپ نے صفراء کے آس پاس رہنے والے بوڑھے لوگون کو طلب فرماکر حویرث رضہ سے فرمایا کہ انکے سامنے یہ قصہ بیان کر مین نے جو کچھ دیکھا تھا سب بیان کیا۔ انھون نے کہا کہ اے امیر المومنین ہم نے اس شخص کو پہچان لیا۔ یہ بنی غفار مین سے ایک مشرک تھا اور زمانۂ جاہلیت مین مرا ہی اسکے قبائح مین سے ایک یہ تھا کہ وہ مہمان کا کچھ حق نہین سمجھتا تھا۔ ھ۔ **امام ابن ابی الدنیا** نے ہشام بن عروہ سے روایت کی کہ میرے باپ عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مکہ سے مدینے کے راستہ مین ایک سوار جاتا تھا۔ اتفاق سے ایک قبرستان پر اُسکا گزر ہوا ناگاہ ایک قبر سے ایک آدمی نکلا جسکا سر و منھ و بدن آگ سے شعلہ مارتا تھا اور لوہے مین جکڑا ہوا تھا وہ چلایا کہ اے عبد اللہ پانی دے اُسکے پیچھے دوسرا شخص اُس قبر سے نکلا یہ کہتا ہوا کہ اے عبد اللہ اس کافر کو پانی نہ دینا یہ سوار اس ہیبتناک حالت کو دیکھکر بیہوش ہوگیا صبح کو اُسکے سر کے بال سفید ہوگئے تھے حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا جب آپکو اُسکی خبر دی گئی تو آپ نے ممانعت کرادی کہ کوئی شخص تنہا سفر نہ کرے مترجم کہتا ہی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ مین اس قسم کے واقعات بہت پیش آئے اور اللہ تعالےٰ نے مسلمانون کو مکرر تنبیہ فرمائی کہ دنیا کے مکر و فریب اور اُسکی آرایش کی توجہ نکرین اور آخرت کی جانب متوجہ رہین اور اسکا باعث یہ تھا کہ فتنے شروع ہونے والے تھے۔ اسی طریقے سے لوگون کو قیاس کرنا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ ایسے معاملات کو ہمیشہ ہر شخص کے واسطے ظاہر نہین فرماتا ہی بلکہ اظہار کے خاص موقع ہین جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے مین بعضے بنی اسرائیل کو خلجان تھا کہ مردے کیونکر زندہ ہونگے تو اللہ تعالےٰ نے واقعہ ظاہر فرمایا جسکا مفصل حال قولہ تعالےٰ اذ قتلتم نفسا فادرءتم فیہا الآیہ مین مذکور ہے۔ کذٰلک یحیی اللہ الموتی الخ یعنے اللہ تعالےٰ اسیطرح مردے زندہ فرماتا ہی اور تم کو آیات دکھلاتا ہی تاکہ تم کو سمجھ حاصل ہو تنبیہ واضح ہو کہ یزید بن معاویہ نے عبید اللہ بن زیاد کو لکھا کہ جسطرح ہوسکے امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے میرے واسطے بیعت لے۔ یزید ملک شام مین تھا اور ابن زیاد اُسکی طرف سے کوفہ پر عامل تھا اور اس سے پہلے کوفے کے شیعہ لوگون نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بکثرت خطوط لکھے کہ آپ یہان آدین تو ہم آپکی بیعت کرکے ظالمون کو نکال دین اور آپ کے جھنڈے کے نیچے ظالمون سے قتال کرین۔ حضرت نے پہلے مسلم بن عقیل اپنے چچا زاد بھائی کو بھیجا۔ مسلم رح کے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار شیعہ نے امام کے لیے بیعت کی مسلم رح نے آپکو یہ حال لکھ بھیجا آپ نے مکہ معظمہ سے جانب کوفہ

اپنے احاطہ کا راستہ بتلا دیا تھا تنبیہ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی سے تفسیر قولہ تعالے فنزل من حمیم۔ مین روایت کیا کہ جو کوئی کافر دنیا سے نکلتا ہی اسکو حمیم کا پیالہ پلا یا جاتا ہے اور ضحاک رح سے روایت کی کہ جسکی عادت شراب کی ہو مرتے وقت اُسکے منھ مین جہنم کی شراب ڈالی جاتی ہی تنبیہ ابن ابی الدنیا نے حارث غنوی رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی کہ ربیع بن حراش تابعی رحمہ اللہ تعالے نے اپنے اوپر عہد کر لیا تھا کہ نہ ہنسینگے جب تک اپنا ٹھکانا نجان لین کہ کہان ہی پھر وہ زندگی بھر نہین ہنسے مگر بعد موت کے اسیطرح اُنکے بھائی ربعی بن حراش رحمہ اللہ تعالے نے بھی یہ عہد کیا تھا اور بعد موت کے جب نہلائے جاتے ہین تو برابر تختہ پر مسکراتے رہے چنانچہ اُنکے نہلانے والے نے مجھے خبر دی تنبیہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت بنو النجار انصار کے باغ کی طرف سے اپنے خچر پر سوار جاتے تھے اور ہم لوگ آپ کے جلو مین ہمراہ تھے ناگاہ وہان پانچ چھ قبرین تھین کہ اُس مقام پر خچر اس وحشت کے ساتھ بدکا کہ ہم لوگ خائف ہوے کہ ایسا نہو آپکو گرا دے (ہم لوگون نے خچر کی حالت ناگوار سمجھی تو آپنے خچر کی بیقصوری کا اور قبرون کی طرف نظر کرنے کا اشارہ کیا) اور فرمایا کہ یہ قبرین ہین ان قبر والون کو کوئی پہچانتا ہی کہ یہ کون ہین اور کب مرے ہین ایک صحابی نے عرض کیا کہ حضور مین جانتا ہون کہ یہ زمانہ جاہلیت کی قبرین ہین اور یہ لوگ شرک پر مرے ہین۔ فرمایا کہ یہ امت اپنی قبرین مین مبتلاے امتحان کیجاتی ہی اگر یہ نہوتا کہ تم لوگ مارے خوف کے دفن نہ کروگے تو مین اللہ تعالے سے دعا کرتا کہ وہ تم کو عذاب قبر سنا دے (صحیح مسلم وغیرہ) اور صحیح مین ثابت ہی کہ بہائم و پرند وغیرہ سواے جن و انس کے عذاب القبر سنتے ہین تنبیہ ابن ابی الدنیا و خلال و ابن البراء نے اپنی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک دفعہ مین سفر کے لیے روانہ ہوا اتفاق سے میرا گذر زمانہ جاہلیت کے ایک گورستان کیطرف ہوا یکایک قبر سے ایک آدمی نکلا جسکی گردن مین آگ کی زنجیر تھی اور وہ آگ مین شعلہ مارتا تھا اُسنے مجسے کہا کہ اے عبد اللہ مجھے پانی پلادے میرے ساتھ پانی کی چھاگل تھی اتنے مین ایک دوسرا نکلا اور کہا کہ اے عبد اللہ اسکو پانی نہ دینا یہ تو کافر ہے پھر اُسنے کافر مذکور کی زنجیر پکڑ کر گھسیٹ کے قبر مین داخل کر دیا مین روانہ ہوا اور مجھے رات ہو گئی تو مین گانؤن مین ایک بڑھیا کے مکان مین اتر رہا جب رات گئی تو مین نے یکایک ایک آواز سنی۔ **بول وما بول وشن وما شن** یعنے پیشاب اور کیا برا معاملہ پیشاب کا ہی اور مشکیزہ اور کیا برا معاملہ مشکیزہ کا ہے غور سے دیکھا تو گھر کے کونہ مین ایک قبر ہے جسمین سے یہ آواز آتی ہی۔ مین نے اُس بڑھیا سے کہا کہ یہ کیسی آواز ہے اور کیا معاملہ ہی۔ بڑھیا نے کہا کہ اے فرزند یہ شخص میرا خاوند تھا اور زندگی مین پیشاب سے بچاؤ نہین کرتا تھا اور مین اُس سے کہا کرتی تھی کہ ارے جب اونٹ پیشاب کرنے لگتا ہے تو اپنے پانؤن پھیلا لیتا ہی حالانکہ وہ جانور ہی۔ یہ شخص میرا کہنا نہین مانتا تھا جب سے وہ مرا ہے تو اسیطرح بول وما بول چلایا کرتا ہی اور ایک روز اتفاق سے ایک مسافر جو شدت سے پیاسا تھا اُسکے پاس آیا اور پانی مانگا اُسنے بیرحمی سے اُسکو تعلل مین ڈالا اور آخر اس سے کہا کہ اس مشکیزہ کو لے لے۔ جب اُسنے مشکیزہ کو لیا تو جانا کہ یہ بالکل خالی ہی اتنے مین وہ مردہ ہو کر گر پڑا۔ جب سے یہ شخص مرا ہی تو شن وما شن بھی چلایا کرتا ہے ابن عمر رضی کہتے ہین کہ پھر جب واپس آیا تو مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال عرض کیا آپنے لوگون کو تنہا سفر کرنے سے منع کر دیا بعض علمار نے لکھا ہی کہ تنہا سفر کرنا کبیرہ گناہ ہی واللہ تعالے اعلم مترجم کہتا ہی کہ بڑھیا کا خاوند

کہا کہ ای شخص یہ کیا معاملہ ہی اور تو نے کیا دیکھا اور تو کس حال مین ہی اُسنے کہا کہ مین کوفے کے رفض کرنے والون کی صحبت مین بیٹھا تو انھون نے مجھے ابوبکر و عمر کی بدگوئی کرنے مین اور انسے بیزاری و تبرا کرنے مین اپنا ساتھی کرلیا۔ ہائے ویل و ثبور ہے ہم نے کہا کہ ای شخص یہ کلمہ چھوڑ دے اور اب اللہ تعالےٰ سے توبہ کرلے کہ پھر رفض و تبرا نہ کیجیو۔ اُسنے کہا کہ ہائے اب مجکو یہ توبہ کیا نفع دیگی۔ مجھے تو میری جگہ پر آگ مین لیگئے ولیکن مجھسے کہا گیا کہ تو جا کر اپنے لوگون کو اس سے آگاہ کرکے اسی جگہ لوٹ آویگا۔ واللہ ہم نے دیکھا کہ ادھر اُسکی یہ بات پوری ہوئی کہ وہ اُدھر پہلی حالت پر مردہ ہوگیا **تنبیہ** آخرت کی ایسی شان ہی کہ وہان اسوقت وہ لوگ نظر آتے ہین جو آیندہ ہونے والے ہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب مین جو وحی ہوتا ہی اپنی آخری امت والون کے فسق و فساد کو دیکھا مثلاً آپنے دیکھا کہ ایک مقام پر دو[2] طباق ہین ایک طباق مین پاکیزہ گوشت ہی اور دوسرے مین گندہ سڑا ہوا ہی اکثر لوگ اچھے گوشت کو چھوڑ کر گندہ مردار پر ہجوم کرتے ہین آپ نے پوچھا تو فرشتہ نے بتلایا کہ لوگ آپکی امت کے زناکار ہین جنکے پاس حلال بی بیان موجود ہین وہ اُنکو چھوڑ کر حرام عورتون پر ہجوم کرتے ہین کما فی الصحیح۔ اور اس خواب مین بکثرت اسی قسم کے آثار موجود ہین۔ اسیطرح مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سنہ ۶۴ ہجری مین وفات پائی۔ زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہین کہ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ ہوش سے غائب ہوے پھر کہا کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ آگاہ ہو کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ رفیق اعلیٰ مین ہین اور عبدالملک و حجاج آگ مین اپنی آنتین چکی کیطرح گھماتے پھرتے ہین (رواہ ابن ابی الدنیا و ابن عساکر) عبدالرحمن بن عوف ان دس صحابہ رضہ مین سے ہین جنکی جنتی ہونے کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلام فرمائی۔ اور عبدالملک بن مروان شام مین ظالم بادشاہ تھا اور اُسکی طرف سے حجاج ظالم ملک عراق پر حاکم تھا اور انکی حکومت سنہ ۶۴ ہجری کے بعد ہوئی ہی اور اس زمانے کے بعد بھی انکا واقعہ دیکھا گیا چنانچہ امام ابن عساکر رح نے ابومعشر رح سے روایت کی کہ مدینے مین ہمارے نزدیک ایک شخص مرگئے جب انکو نہلانے کے لیے لٹایا تو یکایک اُٹھ بیٹھے اور اپنی انگلیان آنکھون پر رکھکر فرمایا کہ واللہ میری آنکھون نے دیکھا۔ میری آنکھون نے دیکھا۔ میری آنکھون نے دیکھا عبدالملک اور حجاج کو کہ اپنی آنتین آگ مین چکی کی طرح گھماتے پھرتے ہین پھر وہ بدستور مردہ ہوکر لیٹ گئے **تنبیہ** امام ابن ابی الدنیا و بیہقی و ابونعیم نے مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ جب کوئی میت مرتا ہی تو اُسکے جلیس نظر آتے ہین اگر اہل الذکر سے ہی تو اہل الذکر اور اگر اہل لہو سے لہو و لعب والے نظر آتے ہین۔ مجاہد رح نے یزید بن شجرہ صحابی رضی اللہ عنہ سے اسکو روایت کیا (رواہ ابن ابی شیبہ) امام بیہقی نے ربیع بن برہ رحمہ اللہ تعالےٰ سے روایت کیا کہ شام مین ایک شخص موت مین ہوا اُس سے کہا گیا کہ لا الٰہ الا اللہ کہہ اُسنے جواب مین کہا کہ تو پی اور مجھے بھی پلا۔ یعنے شراب۔ اہواز مین ایک میت سے کہا گیا کہ لا الٰہ کہہ اُس نے کہا کہ دہ یازدہ[11] اور آخر دہ دوازدہ[12]۔ یعنے دس کی چیز گیارہ کے نفع پر لین دین کرتا ہون اور آخر دنش کے بارہ[12] ٹھہرائے اور یہ ربیع بن برہ رح عابد زاہد تھے یہ بصرہ مین مقیم ہوے تھے اور کہا کہ یہان بصرہ مین ایک شخص سے موت کے وقت لا الٰہ الا اللہ کہنے کو کہا گیا وہ کہنے لگا ؎ یارب قائلۃ یوماً وقد تعبت ✤ کیف الطریق الی حمام منجاب ✤ ایک روز ایک پوچھنے والی جو تھک گئی تھی پوچھنے لگی کہ حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے۔ موت کے وقت یہ شعر پڑھتا تھا **مجاسن المحسنین** مین اس شخص کا قصہ اسیطرح مذکور ہی کہ اس شخص سے ایک عورت نے حمام منجاب کی راہ پوچھی تھی اُس شخص نے اُسکو دھوکا دیکر

وبدگوئی بہ نسبت ماں باپ کے بہت بدتر ہی چنانچہ اگر تو یہ نہ کرے تو مغفرت سے محروم رہیگا۔ عبدالرحمن محاربی رحمہ اللہ
تعالے روایت کرتے ہین کہ ایک شخص روافض کی صحبت مین بیٹھتا تھا۔ جب اُسکی موت کا وقت آیا تو ہر چند اُس سے لا آلہ الا اللہ
کہنے کو کہا گیا اُسنے انکار کیا اور کہا کہ مجھے قدرت نہین ہی اور اسیطرح مرگیا (رواہ ابن عساکر) اگر کوئی کہے کہ بہت لوگ جو والدین
کی نافرمانی کرتے ہین اور اصحاب رضی اللہ عنہم کو بُرا کہتے ہین وہ اس حالت پر نہین مرتے ہین (جواب) **امام اوزاعی** رحمہ نے کہا
کہ اللہ تعالیٰ تم کو عبرت دلاتا ہی تاکہ ہوشیار ہو جاؤ یعنے یہ بات بطور عبرت کے کبھی دکھلادی جاتی ہی اور اگر ہر ایک کے ساتھ یہی ہوتا تو
کوئی امتحان مین نہ پڑتا جیسے ہر کافر کی قبر مین آگ نظر آتی تو کوئی کافر نہ رہتا۔ کیا نہین دیکھتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے زمانے مین ایک شخص نے سفر مین ایک مسلمان کو یہ سمجھکر کہ اسنے بچاؤ کے لیے تقیہ کیا ہی قتل کرڈالا اور یہ خبر آنحضرت صلعم کو
پہونچی تو قاتل نے حاضر ہو کر آپ سے مغفرت کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ نہین خدا تیری مغفرت نہ کرے وہ شخص روتا ہوا
اُٹھ گیا۔ اور اسی ہفتہ کے اندر مرگیا تو اُسکی قوم نے جب اسکو دفن کیا زمین نے نکال کر پھینک دیا آخر تیسرے مرتبہ کے بعد
اسکو پہاڑ مین ڈالکر چلے آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین تو اس شخص سے زیادہ بدتر کو قبول کر لیتی ہی ولیکن
اللہ تعالے نے چاہا کہ تم کو عبرت دلائے **امام اوزاعی** رح نے بھی اپنے زمانے مین ایک شخص کا قصہ اسیطرح نقل کیا ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان توحید پر تھا اُس سے یہ بات ظاہر فرمائی یعنے عبدالرحمن المحاربی رض نے جس شخص کا قصہ روایت
کیا وہ مسلمان تھا ولیکن روافض کی صحبت مین اسکو شک وخیال فاسد بجانب صحابہ رضی اللہ عنہم پیدا ہو گیا تھا تو اُسپر یہ
سختی ظاہر فرمائی اسیطرح حدیث مین جسنے قتل کیا وہ مسلمان تھا اور اپنی عدم مغفرت پر رو دیا تو اُمید ہے کہ اللہ تعالے نے یہی
ندامت اُسکے حق مین کفارہ فرمائی ہو اور دوسرون کے لیے عبرت ہو گئی۔ واللہ تعالے ہو الغفور الرحیم **تنبیہ** حضرت
خلف بن حوشب رحمہ اللہ تعالے فرماتے ہین کہ مدائن مین ایک مسلمان کا انتقال ہو گیا ہمارے لوگون نے اسپر کپڑا ڈھانک
دیا۔ ناگاہ اُسکے کپڑے کو جنبش ہوئی اور اُسنے کپڑا ہٹا دیا اور کہا کہ لوگو ہمارے محلہ کی مسجد مین ایک جماعت خضاب (سیاہ)
لگائے ہوئے بیٹھی ہی اور مسجد مین بیٹھکر حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو لعنت کر رہی ہی اور اُنسے تبرا کرتی ہی اور جو فرشتے
میری روح کے لینے کو آئے ہین وہ ملائکہ اس جماعت مذکور پر لعنت کرتے اور اُنسے تبرا کرتے ہین یہ کہکر وہ شخص بدستور مردہ
ہو گئے (رواہ الامام ابن ابی الدنیا) یعنے اسکو امام ابن ابی الدنیا نے روایت کیا اور یہ اولیاے مشہورین مین سے ثقہ محدث
ہین انسے امام ابن ماجہ وغیرہ نے حدیث روایت کی ہی اور امام ابن ابی الدنیا نے باسناد دیگر حضرت عبدالملک بن عبداللہ بن عمرو
سے اور ابو الخصیب بشیر رحمہما اللہ تعالے سے روایت کی کہ ہم لوگ مدائن مین ایک میت کے جنازہ مین شرکت کے لیے
گئے (مترجم کہتا ہے کہ اُس زمانے مین رفض کے عقیدے والے تقیہ کرکے ظاہر نہین ہوتے تھے اس لیے اہل اسلام
انکے تجہیز وتکفین مین شریک ہوا کرتے تھے) جب ہم لوگ میت کے پاس پہونچے تو ہم نے دیکھا کہ اُسکے لوگون نے
اسکے پیٹ پر ایک اینٹ رکھدی ہی (یعنے ہم نے اسکا سبب دریافت نہین کیا) اور ہم بھی وہان لوگون کے ساتھ بیٹھ
گئے ناگاہ وہ مردہ جست کرکے کودا اور اینٹ دور گری اور وہ ہر طرف ویل وثبور پکارنے لگا (ویل وثبور ہلاکت و
عذاب سے ہائے ہائے) اور یہ حالت دیکھکر سب لوگ خوف کھا کر بھاگ نکلے پھر ہم نے جی مضبوط کرکے اور اُس سے قریب ہو کر

اُسنے بچے اور خوب یاد رکھو کہ نفس وہی مطمئنہ ہوگا جسکا اول عقیدہ موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وآل اطہار واصحاب خیار
ہو اور جو کوئی عقیدے مین فاسد ہو وہ کسی نماز وروزہ وغیرہ کی کثرت ومشقت سے اس مرتبہ کو نہین پہونچ سکتا ہے
کیا نہین جانتے ہو کہ خارجیون کے حق مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ دین سے اس طرح
خارج ہونگے جیسے شکار سے تیر پار ہو جاتا ہے یعنے کہین نام کو اُسمین خون کا لگاؤ البتہ رہ جاتا ہی حالانکہ یہ فرمایا کہ
تم لوگ اپنی نماز کو اُنکی نماز کے مقابلے مین اور اپنے روزہ کو اُنکے روزہ کے مقابلے مین ہیچ سمجھوگے اسی طرح روافض کی
نسبت تشنیع بلیغ فرمائی ہی۔ اور کیا تم لوگ یہ نہین دیکھتے ہو کہ بعضے کفار کس طرح جوگی وراہب نصرانی ہو کر دنیا مین مشقت
اُٹھاتے ہین حالانکہ قطعاً اُنکو آخرت مین نجات نہین ہی نعوذ باللہ من الضلالۃ پھر جسطرح آدمی عقیدہ کی ضلالت سے
بچے اسیطرح شریعت مین نئی باتون کی بدعت نکالنے سے بھی بچے اور یہ نہ کہے کہ اس بات مین کیا حرج ہی یہ تو اچھی بات ہی
کیونکہ عقیدہ مین جو فرقے گمراہ ہوے انھون نے بھی اپنی ہی راے نکالی اور انکی راے صریح متواتر آیات واحادیث وسلف
اجماع سے مخالف تھی تو ان گمراہون نے اپنی راے کو عقل قرار دیکر آیات وغیرہ کے معانی پھیر لیے اور اپنی راے نہ چھوڑی
بلکہ ایمان کی راہ یہ ہی کہ جو کچھ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہم کو بذریعۂ صحابہ رضی اللہ عنہم پھر تابعین پھر
اتباع کے سلسلہ وار پہونچی ہی ہم اُسی پر گردن جھکاوین اور اپنی راے کو ہرگز دخل نہ دین اور اللہ تعالے ہی اپنے فضل سے
ہم کو توفیق دینے والا ہی۔ واضح ہو کہ جب ملک وقوم کے لوگ راہ راست سے منحرف ہونے لگتے ہین تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ
اللہ تعالے انکو اس قسم کے آثار دکھلاتا ہی اور اس سے دو فائدے ہین ایک یہ کہ اگر اللہ تعالے کو اُس قوم کے ساتھ
اُسوقت بہتری منظور ہی تو یہ لوگ ہوشیار ہو جاتے ہین اور دوم یہ کہ اس قوم پر اللہ تعالے کی حجت جو پوری ہو چکی ہے
آنکھون دکھلا کر پوری ہو جاتی ہی اور آئندہ اس قوم کا عذاب قبر سے شروع ہوتا ہی نعوذ باللہ من عذاب القبر وما بعدہ
تنبیہ اللہ تعالے نے اپنی توحید الوہیت ورسالت وآخرت پر ایمان لانے کے بعد والدین کی اطاعت کی وصیت کی ہی
امام بیہقی وطبرانی نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے انصار سے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا حضرت عجیب سانحہ ہی کہ یہان ایک شخص کو موت کا وقت ہی
اور ہر چند اس سے کہتے ہین کہ لآ الٰہ الا اللہ کہہ وہ نہین کہتا ہی آپ نے فرمایا کہ کیا وہ زندگی مین دین اسلام کا قائل نہ تھا اُسنے کہا کہ
زندگی مین کہتا تھا اور مسلمان تھا پھر آپ مع حاضرین اصحاب کے اُسکے پاس گئے اور اُس سے کلمۂ توحید کہنے کو فرمایا اُسنے
عرض کیا کہ یا حضرت مین اپنی والدہ کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے اسوقت اس سے روکا ہوا ہون آپنے اُسکی والدہ کو بلایا اور ڈرایا کہ اگر
آگ بھڑکا کر اُسمین ڈال دینے کو آمادگی کیجاوے جبکہ تو معاف نہ کرے تو کیا تو راضی ہوگی اُسنے عرض کیا کہ یا حضرت ایسی حالت مین ضرور
معاف کرونگی آپ نے فرمایا کہ پھر ہم کو گواہ کرکہ تونے اپنے بیٹے کو معاف کیا۔ اُسنے اسیطرح معاف کیا پس آپنے فرمایا کہ اے
جوان اب لآ الٰہ الا اللہ۔ کہہ اُسنے کلمۂ توحید پڑھا اور انتقال کیا آپ نے فرمایا کہ الحمد للہ جسنے میرے سبب سے اُسکو آگ سے نجات
دی تنبیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق مان باپ سے بہت بڑھکر ہی کیونکہ آپ جان وایمان کی پرورش کرنے والے تھے
اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم آپکے اصحاب ہین اور امت کے پرورش کرنے والے ہین لہذا انکے حق مین بدگمانی

دو برس گزرنے پر واقع ہوا-یہی دو راتین ہین اور اسکے بعد مین ہمیشہ باقی چار راتون کو شمار کرتا رہا کہ دیکھئے امین کیا واقع ہوتا ہے چنانچہ ان مین اہل عراق نے بہتان باندھا اور بدکردارون نے سر اُٹھایا (رواہ ابن ابی الدنیا وابو نعیم) **امام بیہقیؒ** نے کہا کہ یہ اسانید صحیح ہین-اس معاملہ کو حبیب بن سالم نے بھی نعمان بن بشیر سے روایت کیا اور اسمین بیراریس کا بھی ذکر ہے جیسے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے مین زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا اور یہ بنی حارث بن خزرج مین سے انصاری تھے لوگون نے اپر کپڑا ڈھانک دیا پھر اُنکے سینہ سے یہ آواز سننے مین آئی کہ احمد احمد یہ کتاب اول مین ہین سچ کہا سچ کہا آبوبکر الصدیق اپنے جسم مین کمزور اور اللہ تعہ کے معاملہ مین قوی تھے سچ کہا سچ کہا عمر بن الخطاب قوی امین کتاب اول مین ہین سچ کہا سچ کہا عثمان بن عفان انھین کی راہ پر ہین دو گزرین اور چار باقی ہین-فتنے آگئے اور زبردست نے کمزور کو کھالیا اور قیامت قائم ہوئی اور تمھارے لشکر سے بیراریس کی خبر آنیوالی ہے بیراریس کیا ہے سعید بن المسیبؒ جو کبار تابعین مین سے ہین کہتے ہین کہ پھر اس واقعہ کے بعد بنی خطمہ سے ایک مرگیا اسکے اوپر بھی کپڑا ڈھانک دیا گیا اسکے سینے سے بھی یہ سنا گیا کہ بنی الحارث مین خزرج والے بھائی نے سچ کہا سچ کہا (رواہ البیہقی) **بیہقی** نے کہا کہ بیراریس ایک کنوان ہے اُسمین عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی انگوٹھی گر پڑی اور نہ ملی-اُس وقت انکی خلافت سے چھ برس گزر چکے تھے اُسی وقت سے حضرت عثمان کے عمال بگڑے اور فتنے کے آثار پیدا ہوئے **بیہقیؒ** نے کہا کہ صحیح اسانید سے ثبوت ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے ایک جماعت نے بعد موت کے کلام کیا-طبرانی وغیرہ نے بھی عمیر بن ہانیؒ سے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی (دوم) عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ چند لوگ ملک روم مین جہاد کرنے جاتے تھے اتفاق سے قید ہوگئے روم کے بادشاہ نے نہر کے کنارے ٹیلہ پر تخت رکھا اور اُنپر یہ امر پیش کیا کہ دین سے مرتد ہوجاوین انھون نے انکار کیا اور ایک کی گردن ماری اسکی گردن پانی مین گری اور یکایک وہ سر انکے روبرو کھڑا ہوکر گفتگو کرنے لگا اور یہ آیت پڑھی-یاایتھا النفس المطمئنۃ الآیہ-اسکو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے-سعید عمی رحمہ اللہ تعالے کہتے ہین کہ ایک قوم نے دریا مین سوار ہوکر جہاد کا قصد کیا-ایک شخص نحیف آیا انھون نے اُسکی کمزوری سے انکار کیا پھر اپنے ساتھ سوار کرلیا-جب دشمن سے جہازی لڑائی ہوئی تو اُس نحیف نے خوب کام دیا پھر مارا گیا اور اسکا سر سمندر مین کھڑا ہوکر ان لوگون کی طرف منہ کرکے کھڑا ہوا اور یہ آیت پڑھتا تھا-تلک الدار الآخرۃ نجعلھا للذین لایریدون علوا فی الارض ولا فسادًا والعاقبۃ للمتقین-پھر غوطہ مار کے چلا گیا (رواہ ابن ابی الدنیا) مترجم کہتا ہے کہ یہ بات ثبوت ہو چکی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صالحین امت اللہ تعہ کے نزدیک صدیقین وشہدا کے مرتبہ مین ہین لہذا آپ کے صالحین امت سے بے شمار کثرت کے ساتھ ثبوت ہوا کہ بعد شہید ہونے یا مرجانے کے ایسے حالات ظاہر ہوے اور یہ روایتین اس زمانہ اخیر کے لوگونکی بے سند باتونکی طرح نہین ہین بلکہ صحیح سلسلہ اسناد کے ساتھ ثبوت ہین اور سنہ دو سو سے چار سو ہجری تک کے محدثین اولیاء متقین نے انکو اپنے اوپر کے اولیاء کاملین سے روایت کیا ہے اگر مین سب کو جمع کرون تو بہت ضخیم کتاب ہوجاوے ولیکن چند روایات ذکر کرنا بہتر جانتا ہون جیسے اہل ایمان کے دل تازے ہون اور آخرت کے لیے مستعد ہوجاوین اور اس نمونہ سے انکو معلوم ہو کہ بے شمار متواتر روایات بے شک قطعی یقینی ہین اور واضح ہو کہ مترجم ایسے روایات کا نمونہ نقل کرنا چاہتا ہے جیسے نیکبخت آدمی اپنے نفس مین نفس مطمئنہ کی صلاحیت اللہ تعالے سے درخواست کرے اور جن باتون سے وہ نفس فاجرہ ہے

رداحہ بنت امام ابو عمرو الاوزاعی کے حالات بیان کرنے مین لکھا کہ رواحہ رح نے کہا کہ مجھسے میرے باپ امام اوزاعی رح روایت کرتے
تھے کہ مجھسے سلیمان بن حبیب المحاربی رح نے کہا کہ مجھسے ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
شخص سے فرمایا کہ یہ دعا کر۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْاَلُکَ نَفْسًا بِکَ مُطْمَئِنَّۃً تُؤْمِنُ بِلِقَآئِکَ وَتَرْضٰی بِقَضَآئِکَ
وَتَقْنَعُ بِعَطَآئِکَ۔ یعنے الٰہی مین تجھسے درخواست کرتا ہون کہ مجھے ایسا نفس عطا ہو جو تیرے ساتھ مطمئن ہو اور تیرے
ملنے پر اسکو یقین ہو اور جو کچھ تو دنیا مین جاری فرمانے والا ہے اُس سے راضی رہا کرے اور جو کچھ اسکو عطا کرے اُسی پر قناعت کرے
(تفسیر ابن کثیر) مترجم کہتا ہے کہ حافظ ابن المنذر الہروی نے جو روایت کی کہ شہید کے سر مبارک نے آیت تلاوت کی اور اسکو کتاب العجائب
مین لکھا تو اس سے یہ گمان نہو کہ یہ واقعہ کچھ شاذ نادر تھا اسلیے کہ ایسے واقعات بکثرت واقع ہوے ہین اور ائمۂ محدثین نے
ثقات اولیاء کی مسند سے روایت کیا حتی کہ اگر مین سب کو جمع کرون تو ایک دراز کتاب ہوجاوے ولیکن چند واقعات ذکر کرتا ہون
اول صحابہ رضی اللہ عنہم بیہقی رح نے دلائل النبوۃ مین باسناد صحیح روایت کی کہ اسمٰعیل بن ابی خالد نے کہا کہ ہم لوگ قاسم
ابی عبد الرحمن کے حلقے مین بیٹھے تھے کہ اتنے مین یزید بن نعمان بن بشیر اپنے باپ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا خط لیے ہوے آئے ترجمہ خط
یہ ہے خط ہذا نعمان بن بشیر کی طرف سے بنام ام عبد اللہ دختر ابی ہاشم۔ سلام علیک مین اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہون جسکے سواے کوئی
اللہ نہین ہے تجھپر واضح ہو کہ تو نے مجھے لکھا تھا کہ مین تجکو زید بن خارجہ کے واقعہ سے آگاہ کرون۔ اسکا معاملہ یہ گزرا کہ اُسکو حلق کی بیماری
ہوئی اور آخر اُسنے ظہر و عصر کے درمیان انتقال کیا ہم نے اُسکی لاش کو لٹا کر کپڑا اُڑھا دیا۔ پھر مین عصر کے بعد تسبیح مین تھا کہ ناگاہ
مجھے خود رفتگی ہوئی اور مجھسے کسی نے کہا کہ زید بن خارجہ باتین کرتا ہے یعنے جلد جا کر سن لے مین فورًا اُٹھکر دوڑا آیا دیکھا کہ اُسکے گرد
چند انصاری جمع ہین اور وہ کہہ رہا ہے کہ اس قوم مین جو درمیانی تھا سب سے زیادہ دلیر تھا اللہ تعالیٰ کے معاملہ مین کسی ملامت کرنے
والے کی ملامت سے کچھ پروا نہین کرتا تھا لوگون کو اجازت نہ دیتا کہ قوی آدمی ضعیف کو کھالے وہ عبد اللہ (عمر) امیر المومنین
تھا سچ کہا سچ کہا یہ بات کتاب اول مین مسطور ہے۔ پھر کہا کہ یہ عثمان امیر المومنین ہے یہ بہت گناہون سے لوگون کو معاف کرتا ہے
دو راتین گزر چکین اور چار باقی ہین پھر لوگون مین پھوٹ پڑی اور بعض نے بعض کو کھا لیا انتظام نہین رہا اور چراگاہین مباح
کر لی گئین پھر مومنون کو خوف نے لیا اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور تقدیر ہے اے لوگو اپنے سردار کی طرف متوجہ
ہو اور سنو اور اطاعت کرو اور جسنے پیٹھ پھیری تو عہد نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ مقدر جاری ہے اللہ اکبر یہ جنت ہے اور یہ دوزخ
ہے اور یہ انبیا اور صدیقین ہین۔ سلام علیک اے عبد اللہ بن رواحہ۔ بھلا تجھے کچھ خبر خارجہ و سعد کی معلوم ہے جو اُحد کے روز شہید
ہوے تھے۔ کلّا انھا لظی نزاعۃ للشوی تدعو امن ادبر و تولی وجمع فاوعی۔ ھ۔ اس قدر کہکر آواز بند ہوگئی پھر مین نے اُس
جماعت سے پوچھا کہ میرے آنے سے پہلے کیا کلام کیا تھا انھون نے کہا کہ ہم لوگ بیٹھے تھے کہ یکایک یہ آواز شروع ہوئی
کہ خاموش ہو کر سنو سنو۔ ہم نے آپسمین ایک دوسرے کو دیکھا کہ ناگاہ آواز ہم کو کپڑے کے نیچے سے معلوم ہوئی ہم نے اُسکے
چہرے سے کپڑا ہٹا دیا اُسنے کہا کہ یہ رسول اللہ ہین سلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر کہا کہ ابو بکر الصدیق خلیفہ
رسول اللہ اپنے جسم مین کمزور تھے اور اللہ تعالیٰ کے کام مین قوی تھے سچ کہا سچ کہا۔ یہ کتاب اول مین لکھا تھا اس حدیث
کو بیہقی نے دوسرے اسناد کے ساتھ روایت کیا اور اُسمین اسقدر زائد ہے کہ یہ معاملہ حضرت عثمان کی خلافت سے

پھر وہاں سے نکلتے کسی نے اسکو نہ دیکھا پھر جب ابن عباس رضی اللہ عنہما دفن کیے گئے تو قبر کے کنارے پر کسی نے یہ آیت پڑھی یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الآیہ۔ اور اس آیت کا تلاوت کرنے والا کوئی شخص نظر نہیں آتا تھا۔ اس حدیث کو طبرانی رحمہ اللہ نے عبداللہ بن احمد عن ابیہ الامام احمد عن مروان بن شجاع الجزری الخ روایت کیا۔ **اقول** یہ اسانید صحیح جید ہیں اسی کے مثل عکرمہ رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے **قال الحافظ محمد بن المنذر الهروی المعروف بشكر فی كتاب العجائب** بسندہ عن فتات بن رزین ابی ہاشم قال اسرت فی بلاد الروم الخ یعنے حافظ محمد بن المنذر الہروی نے کتاب عجائب میں اپنی اسناد کے ساتھ ابو ہاشم فتات بن رزین سے روایت کیا کہ میں روم کے ملک میں (جہاں جہاد کرنے کو ایک گروہ متقین مجاہدین گیا تھا) گرفتار ہو گیا اور میرے ساتھ چار آدمی دیگر گرفتار ہوئے (اور یہ زمانہ ابو جعفر منصور عباسی کا تھا) پھر روم کے بادشاہ نصرانی نے دریا کے کنارے اپنا خیمہ نصب کیا اور ہم لوگ قیدی اسکے روبرو پیش کیے گئے آسنے ہم سے کہا کہ جو کوئی تم میں سے ہمارے دین مسیح میں داخل ہو اُسکے لیے عزت و ثروت ہے اور جو کوئی انکار کرے اسکی گردن مارو۔ پس تین آدمی مرتد ہو کر نصرانی ہونے پر آمادہ ہوئے (یعنے بادشاہ نے انکو سونے کی کرسیوں پر بٹھایا) جب چوتھا شخص آیا اور اُس سے کہا گیا کہ اگر دین اسلام سے پھر جاوے تو یہ عزت پاوے گا نہیں تو تیری گردن کاٹی جائیگی اُسنے توحید کا کلمہ پڑھا اور نصرانی نے دریا کے کنارے گردن ماری کہ اُسکی گردن کٹ کر دریا میں گری اور سر پانی میں ڈوب گیا پھر تھوڑی دیر کے بعد ایکبارگی وہ سر پانی پر آیا اور جس طرح غوطہ مارنے والا اپنا سر نکالتا ہے اسطرح اُسنے قائم ہو کر اپنے ساتھی تینوں آدمیوں کی طرف نظر کی اور کہا ای فلان اور ای فلان اور ای فلان۔ ہر ایک کو اُسکے نام و نسب سے پکارا اور بلند آواز سے ہر ایک کو آواز دیکر متوجہ کیا جب یہ لوگ گھبرا کر اُسکی طرف دیکھنے لگے تو اُسنے فصیح زبان سے فرمایا کہ اللہ تعالے اپنی کتاب مجید میں فرماتا ہے یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ یہ کلام پاک تلاوت کر کے اُسنے پانی میں غوطہ مار لیا یہ حال دیکھکر تمام قوم پر ہیبت و دہشت چھا گئی اور قریب تھا کہ سب نصرانی مسلمان ہو جاویں اور بادشاہ خبیث اُسی وقت وہاں سے اُٹھکر سب کو ساتھ لیکر چلا گیا اور وہ تینوں آدمی جو مرتد ہوے تھے فوراً مسلمان ہو گئے اور چند روز یہ غلغلہ رومیوں میں پھیلا رہا اور اس عرصہ میں خلیفہ ابو جعفر منصور نے ہم لوگوں کا فدیہ بھیجدیا تو ہم لوگ رہا ہو کر چلے آئے مترجم کہتا ہے کہ شاید نصرانی بادشاہ نے یہ آرزو کی ہو گی کہ کسی طرح یہ لوگ چلے جاویں نہیں تو انکے دینی تقوی و طہارت سے نصرانی بہت مسلمان ہو جاوینگے واللہ تعالیٰ اعلم اور حق بات یہ ہے کہ اگر مسلمانوں میں سے عالم لوگ پرہیزگار ہوں اور نصرانی لوگ اُنکی باتوں کو غور کے ساتھ سنیں اور انصافاً اپنے مذہب کی باتوں پر نظر کریں اور انصاف سے اسلام کے عقائد پر نظر کریں یعنے تعصب و عداوت سے اور پادریوں کے جھوٹے بہتان سے پرہیز رکھیں تو جسکو اللہ تعالے نے کچھ بھی عقل دی ہے ممکن نہیں کہ وہ صریح اقرار نہ کرے کہ اسلام حق ہے اگرچہ ہدایت و قبولیت تو اللہ تعالے ہی کے قبضہ میں ہے۔ پھر تم یہ جانتے ہو کہ بھلا نصرانیوں نے باوجود اس معائنہ کے کیوں اپنے کفر پر اصرار کیا (جواب) نصرانیوں نے کہا کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یکایک جو شخص مارا جاوے اور اُسکے دماغ میں کسی کلمہ کا جوش ہو تو بعد مرگ کے بھی وہ باقی رہتا ہے اس مکر شیطانی کی وجہ سے شک میں پڑ گئے اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ فہم فی ریبہم یترددون۔ یعنے کفار اپنے شک میں متردد رہتے ہیں۔ھ۔ اور جس قلب میں اصلی نجاست ہی تو نجس بات بہت جلد اسمیں سماتی ہے اور حق بات قبول کرنے میں محض واہی بے بنیاد شبہہ اُس کو روکنے کے لیے کافی ہوتا ہے حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں

عبادی- پس تو میرے بندون مین شامل ہوجا- وادخلی جنتی- اور میری جنت مین داخل ہو- یہ بشارت عظیمہ اس نفس مطمئنہ کو ایک دفعہ مرنے کے وقت سنائی جائیگی اور دوسری مرتبہ قبر سے اُٹھنے کے وقت اور تیسری مرتبہ آخرت مین بشارت دی جائیگی مفسرین رحمہم اللہ تعالے سے مختلف اقوال آئے ہین کہ یہ آیت کس بندے کے حق مین نازل ہوئی اقول یعنے بالاجماع یہ آیت ہر نفس مطمئنہ کے واسطے ہے ولیکن جس وقت آیت کا نزول ہوا ہی تو کیا خاص کسی بندۂ صالح کے حق مین نزول ہوا تاکہ ہم کو یہ معلوم ہوجاوے کہ یہ شخص بے شک نفس مطمئنہ تھا اور اگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی معرفت سے کسی شخص کی نسبت یہ بشارت بیان کی تو ہم جان لینگے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حال بیان فرمایا تھا- اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ جو اقوال صحیح ہوے ہین سب بجاے خود ٹھیک ہین لیکن اختلاف فقط اس قدر ہوگا کہ آیت قدسی نازل ہونیکے وقت کس شخص کے حق مین نزول ہوا ہی قال الامام ابن کثیر رح ضحاک رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حق مین نازل ہوئی ہی- بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے حق مین نازل ہوئی ہی- عوفی رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ ارواح مطمئنہ سے قیامت کے روز کہا جائیگا کہ اے (گروہ) نفس مطمئنہ رجوع کر اپنے رب یعنے ساتھی کی طرف اور وہ بدن ہی جس مین دنیا مین رہتی تھی- راضیۃً مرضیۃ- یعنے تاکہ تجھے ایسا ثواب مل جاوے جس سے تو راضی ہو اور اللہ تعالے کے پسندیدہ بندون مین شامل ہو- روایت کیا جاتا ہی کہ ابن عباس اسطرح پڑھتے تھے (فادخلی فی عبدی) یعنے (عبد) وہ جسم جسمین پہلے رہتی تھی- یہی عکرمہ رح نے بیان کیا اور یہی کلبی رح کا قول ہے اور اسی کو امام ابن جریر رح نے اختیار کیا لیکن یہ قول غریب ہے اور ظاہر تفسیر وہ ہے جو اول بیان کی گئی کہ رب سے مراد رب تبارک تعالے ہے لقولہ تعالیٰ ثم ردوہ الی اللہ مولاہم الحق- یعنے پھر یہ لوگ لوٹائے گئے اللہ تعالے کی طرف جو اُنکا مولاے حق ہے- عہ- وقال تعالے وان مردنا الی اللہ- ہمارا مرجع اللہ تعالے کی طرف ہے- عہ- یعنے اُسی کے حکم پر دارومدار ہی اور اُسی کے حضور مین ادب سے کھڑے ہونا ضرور ہے- ابن ابی حاتم نے بسند جید روایت کی کہ سعید بن جبیر نے کہا کہ ابن عباس بیان فرماتے تھے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ یا ایتہا النفس المطمئنۃ الخ- تو ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے انھون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ کیا اچھی بشارت ہی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر وہ وقت قریب آتا ہے کہ تجھے بھی یہی کہا جائیگا- قال ابن ابی حاتم حدثنا ابو سعید الاشج حدثنا ابن یمان عن اشعث عن سعید بن جبیر قال الخ یعنے سعید بن جبیر رح نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ آیت یا ایتہا النفس المطمئنۃ آخر پڑھی گئی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ بہت خوب ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر عنقریب تیری موت کے وقت فرشتہ تجھسے بھی یہی کہے گا- ورواہ ابن جریر عن ابی کریب عن ابن یمان بذلک- یہ مرسل روایت اچھی اسناد کے ساتھ ہے مترجم کہتا ہی کہ اول روایت سے معلوم ہوا کہ سعید بن جبیر رح نے اس حدیث کو ابن عباس رض سے سنا ہی اور اُسکی اسناد یہ کہ ابن ابی حاتم نے اسکو علی بن الحسین عن احمد بن عبد الرحمن بن عبد اللہ الدشتکی عن ابیہ عن جدہ عن اشعث- روایت کیا اور یہ سب راوی ثقات ہین قال ابن ابی حاتم حدثنا الحسن بن عرفہ حدثنا مروان بن شجاع الجزری عن سالم الافطس عن سعید بن جبیر قال الخ سعید بن جبیر رح نے کہا کہ طائف مین ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا تو ایک خوبصورت چڑیا آکر اُنکی نعش مین داخل ہوئی

او رجاتا ہی- اس اطمینان کی کیفیت کئی طرح ہی (اول) یہ کہ حق پر اُسکو خوب یقین ہی تو بالکل مطمئن ٹھہرا ہوا ثابت وقائم ہی کسی طرح کا
شک نہیں جو مضطرب و متشوش ہو (وجہ دوم) یہ کہ مطمئنہ ہے یعنے اُسمین گھبراہٹ و خوف اور اندوہ نہین ہی بلکہ امن و سکون مین ہی
اور یہ خاصیت بوقت موت حاصل ہوتی ہی جب ملائکہ بشارت دیتے ہین لقولہ تعالے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا الآیۃ
یعنے جن بندون نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہی پھر اسپر ٹھیک جمے رہے تو اُن پر ملائکہ نازل ہوتے ہین یہ کہتے ہوے کہ خوف نہ کرو
اور دنیا چھوڑنے سے غمگین ہو اور جنت کی خوشخبری لو جسکا تم سے وعدہ کیا گیا تھا-۔ھ- (وجہ سوم) یہ کہ نفس مطمئنہ وہ ہے
جو اللہ تعالے کی یاد مین ہو قال اللہ تعالے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب- خبردار ہو جاؤ کہ اللہ تعالے کی یاد سے دل مطمئن ہو جاتے
ہین-۔ھ- (کبیر) اسی وجہ سے خوف و اندوہ کے وقت نماز و یاد الٰہی کی طرف جلدی کرنا طریقہ مسنون ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم
جہاد مین لوگون کو سکوت کا حکم فرماتے اور ارشاد کرتے کہ چاہو قرآن پڑھو اور اللہ تعالے کی یاد کرو (م) ابو السعودؒ نے کہا
کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کلام اللہ تعالے کی طرف سے مومنین کو اسوقت ملیگا جب حساب قیامت سے فارغ ہونگے یعنے
اے نفس مطمئنہ جنت مین جا کر میرے بندگان انبیاء و صدیقین کے ساتھ مل جاؤ- اور بعض نے کہا کہ جب قیامت کے دن
قبرون سے اُٹھائے جاوینگے اسوقت یہ بشارت دی جائیگی اور بعض نے کہا کہ مومن سے موت کے وقت کہا جاتا ہے
(تفسیر ابو السعود) عنقریب اسکا حال معلوم ہو جائیگا کہ ان اقوال مین کچھ اختلاف نہین ہی-م- حسن بصری رحہ نے کہا کہ نفس مطمئنہ
وہ ہی جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و دار آخرت پر موافق ہدایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یقین پر جا ہو- مجاہدؒ نے کہا کہ راضیہ یعنے دنیا
مین جو کچھ اللہ تعالے جاری فرماوے اسپر راضی ہو- ابن عباس رضؓ نے کہا کہ وہ اللہ تعالے کی طرف سے ثواب جمیل پاکر راضی ہے
ابن زیدؒ نے کہا کہ جسکو موت کے وقت جنت کی بشارت دی گئی اور جب قیامت کے روز زندہ کر کے اُٹھائی گئی تو یہ بشارت
دی جائیگی اور موت کے وقت بھی کہا جائیگا کہ ارجعی الی ربک- اگر کوئی کہے کہ رب عزوجل کے لیے کوئی جگہ نہین ہی جسکی طرف
جاوے (جواب) یہ کہ رب کے حکم و ارادہ کی طرف لوٹ چلنا مراد ہی- حسن بصریؒ نے کہا کہ رب کے ثواب کی طرف جاوے (السراج المنیر)
مترجم کہتا ہے کہ تاویل کرنے والے عجیب بات کہتے ہین کیونکہ جس رب عزوجل نے انکو پیدا کیا اور کسی جگہ کی طرف
جانا پیدا کیا تو وہ رب عزوجل قادر ہے کہ اپنی طرف جس شان سے لائق ہو بلاوے ہان یہ بات قطعًا معلوم ہے کہ جیسی مخلوق
اجسام ایک دوسرے کی طرف جاتے ہین یہ بات اللہ تعالے کی جناب مین نہین ہی[ف]-م- **ابن جریرؒ** نے کہا کہ مراد یہ کہ اپنے جسم کی
طرف لوٹ جاوے- ابن عباس رضؓ سے بھی روایت ہی کہ قیامت کے روز ارواح اپنے اجسام مین واپس کی جاوینگی اور جو ثواب جمیل
ہوگا اُس سے راضی و خوش ہونگے اور اپنی طہارت و عبودیت سے اللہ تعالے کے نزدیک مرضیہ پسندیدہ ہین (ف) شاید ابن عباس رضؓ
کی مراد یہ ہی کہ نفس مطمئنہ کو بعث قیامت کے وقت یہ بشارت دی جاویگی کہ اپنے جسم مین جا کر ثواب جمیل حاصل کر **قال الامام
ابن کثیر** رحہ- اللہ تعالے نے مجرمین کا حال بیان کر کے نفس مطمئنہ کا ذکر فرمایا اور نفس مطمئنہ وہ ہی جو نجاست شرک سے پاکیزہ ہو
اور اطمینان کے ساتھ حق عزوجل کی الوہیت پر جمی ہو تو اُس سے کہا جائیگا کہ یایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک اے نفس
مطمئنہ لوٹ چل اپنے رب کی جانب یعنے اُسکے جوار قدس مین ثواب و نعمت بے مثل جنت مین چل- راضیۃ مرضیۃ- تو اپنے
رب تبارک سے راضی ہی اور اللہ تعالے تیری بندگی سے راضی ہی پس تو اسکے نزدیک مرضیہ پسندیدہ ہی- فادخلی فی

ف کیونکہ وہ کسی مخلوق سے مشابہت نہین رکھتا ہے پس تاویل کی کچھ حاجت نہین ہے ۱۲ منہ

کہ اُسنے میرے حق مین بیٹا وجورو بنایا حالانکہ مین اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ہون (صحیح البخاری وغیرہ) اس سے صاف
معلوم ہوا کہ مشرکین جو اپنے اعتقاد کے موافق مالا جپتے ہین تو جس قدر زیادہ پڑھین اُسی قدر زیادہ بدگوئی ہی ولیکن اگر وہ مان
باپ کی خدمت کرین اور دنیا مین آدمیون کو راحت پہونچائین اور تکلیف نہ دین اور خیرات کے کام کرین تو یہ کام اچھے ہین
ور جب موقع سے ہون تو دنیا مین انکا فائدہ کفار کو ضرور پہونچتا ہے اور اسیطرح نیک اخلاق ایسے ہین کہ وہ ضائع نہین
ہوتے ہین حتی کہ اگر نیک اخلاق کا برتاؤ کرنے والا مسلمان نہو تو بھی وہ اس حقیر دنیا کو پاوے گا اور اگر مسلمان ہے تو دنیا و آخرت
دونون کے واسطے پورا پھل ہو بشرطیکہ نیت خالص ہو ورنہ دنیا کے لیے ہو جائیگا کیونکہ جو کام خالص اللہ تعالے کے نام پاک سے
نہو وہ مردہ ہی تو اس مردار دنیا کے لائق ہی اور آخرت جاندار کے قابل نہین ہوتا ہے۔ پھر اگر ایک ملک کے اکثر مسلمان اچھے
اخلاق والے ہون تو دنیا مین وہان یہی لوگ بادشاہ ہونگے اور اگر چند آدمی یعنے آدھے سے کم ہون تو اپنے واسطے اچھے
رہینگے اگرچہ بادشاہت اُنکی نہو واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ اس سے یہ بات بخوبی سمجھ مین آگئی کہ کفار اپنے خیالی دین کے
پابند زیادہ ہون تو دنیا مین ذلیل ہونگے اور اگر دین سے منحرف ہو کر نیچرل اخلاق کے پابند ہون جیسے اس زمانے مین مغربی ممالک
ہین وہ دنیا مین زیادہ ثروت اُٹھاوینگے اور دونون مین فرق یہ ظاہر ہوتا ہی کہ آخرت مین اگر پابند مذہب یہان موذی و مفسد
تھے تو جہنم مین بہ نسبت نیچری خیالات کے مفسدون کے اونچے طبقے مین ہونگے اگرچہ جہنم دونون کا وطن ہے واللہ تعالے
اعلم اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کافرون کے افعال کسی حالت مین جنت عالیہ کے لائق نہین ہین بلکہ دنیا سے بھی پستی مین جاکر جہنم مین
پڑینگے نعوذ باللہ من ذلک **بیان قسم دوم** رازی رح وخطیب رح نے لکھا کہ جب اللہ تعالے نے اول قسم کا
حال بیان کر دیا۔ جنھون نے دنیا اور اُسکی زندگی پر اطمینان کیا اور اسی پر کرامت و اہانت کا مدار رکھا تو اُسکے بعد
ایسے فریق کا حال بیان کیا جنھون نے دنیا کو امتحان کی جگہ جان لیا اور سارا دار و مدار اللہ تعالے کی معرفت و عبودیت پر
رکھا تو اللہ تعالے نے فرمایا۔ یَا أَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً
اے نفس مطمئن لوٹ چل اپنے رب کی طرف اس حال سے کہ تو راضی ہوگی اور پسندگی ہوئی ف رازی رح نے لکھا کہ یہ کلام
یا خود اللہ تعالے اُس سے فرماویگا جیسے زندگی مین موسی علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا یعنے فرق یہ ہوا کہ موسی علیہ السلام کو اسقدر
اعلی سرفرازی دی تھی کہ موسی علیہ السلام اپنے رب تبارک و تعالے کا کلام زندگی مین سُن لینے کے لائق تھے اور اس بندۂ
مؤمن سے بوقت موت فرمایا ہے۔ یا یہ کلام فرشتہ اپنے رب عزوجل کی طرف سے بندۂ صالح کو پہونچاوے گا۔ ارجعی صیغہ امر
ہے قفال رح نے کہا کہ ظاہر مین یہ لوٹ چلنے کا حکم ہے اور مطلب یہ کہ اسکو خبر سنائی کہ تم بھی نفس مطمئنہ ہو اور اللہ تعالی کے
بندون مین سے جو نفوس مطمئنہ ہین وہ مرضیہ یعنے اللہ تعالے کے پسندیدہ بندے ہوتے ہین انکو اللہ تعالے ایسی بے مثال سلطنت
بخشتا ہی اور اسمین ایسی نعمتین ہوتی ہین کہ یہ نفس دل و جان سے راضی ہو جاتے ہین تو تم بھی اپنے رب کی طرف لوٹ چلو اور یہی سلطنت
تمھارے لیے ہی۔ اللہ تعالے نے فرمایا۔ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي۔ اب تو میرے بندون مین
داخل ہو اور میری جنت مین داخل ہو ف اس کلام مین دلالت ہے کہ اللہ تعالے اپنی مخلوقات مین نفوس عاصیہ کافرہ
کو اور نفوس مطمئنہ کو متمیز رکھتا ہے۔ اگر کہو کہ نفس مطمئنہ کیون نام ہوا (جواب) مطمئنہ مشتق ہی اطمینان سے اسکے معنے ٹھہراؤ

ابن العربی رح کے اللہ تعالےٰ نے کفار کی جبلت جہنمی رکھی ہو وہ اسی عذاب کے واسطے آمادہ ہین اور دنیا مین انھون نے یہی لیاقت
کمائی ہو اگرچہ دنیا مین اسکو پہچانتے نہین ہین جیسے مجنون جب سانپ کے بل مین ہاتھ ڈالتا ہو تو انجام نہین جانتا ہو بس اگر کفار
کو یہ تمیز ہوتی کہ اللہ تعالےٰ کی شان کمال کیسی عظمت وجلال کے ساتھ بے انتہا ہے تو اُس بیہودہ شیطانی وسوسہ مین نہ پڑتے
اور صاف جان لیتے کہ کمال غضب سے پناہ مانگنا فرض ہو اور کسی مخلوق مین یہ مجال نہین ہے کہ اللہ تعالےٰ کے غضب کا اندازہ
کرسکے بس ضرور معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ اُس روز جیسا عذاب کافر پر نازل کریگا وہ کسی کے قیاس وامکان مین نہین ہے اور
سابق مین گذرا کہ کفار کے منھ سے زنجیر جاکر سوراخ مقعد سے نکلیگی اور ہاتھ پانوٗن زنجیرون سے جکڑے ہونگے اور بڑی زنجیر
مین کفار ومشرکین وشیاطین جکڑے ہونگے اور بعض کے واسطے آتشی صندوق ہونگے جسمین کافر روئی کیطرح بھر کے بالکل
کس دیا جائیگا اور کسی طرف سے کشادہ نہوگا نعوذ باللہ من عذاب جہنم - اگر کفار کہین کہ یہ تو ہم کو بہت بعید معلوم ہوتا
ہو (جواب) تم کو قیامت وآخرت بھی محال معلوم ہوتی ہو اور تم اللہ تعالےٰ کی قدرت نہین پہچانتے ہو بلکہ مخلوق کو اپنا
خدا بناتے ہو اور آخر اسی حماقت وجہالت سے جہنم کے لائق ہو واضح ہو کہ **خطیب** رح نے لکھا کہ کسائی رح کی قراءت مین (لا یعذب)
بفتح ذال معجمہ ہے یعنے صیغہ مضارع بروزن مجہول ہے اور معنے (نہین عذاب کیا جائیگا) اسیطرح (لا یوثق) بھی بروزن مجہول ہو
(نہین جکڑا جائیگا) تو معنے یہ ہین کہ انسان کافر جو فقط دنیاوی زندگی پر مدار رکھتا تھا اور اللہ تعالےٰ وقیامت پر حق طور سے
ایمان نہین لاتا تھا تو وہ اُس روز ایسا عذاب کامل کیا جائیگا جیسا کوئی دوسرا عذاب نہین کیا جائیگا الخ **رازی** رح نے
کہا کہ ابو عبیدہ رح نے اسی قراءت کو اختیار کیا اور روایت ہو کہ قاری ابو عمرو رح نے بھی آخر مین اسی قراءت کو پڑھنا
شروع کیا تھا **رازی** رح نے کہا کہ اس قراءت کے موافق دو تفسیرین ہین (ایک یہ کہ کافر خاص مثل فرعون وغیرہ وابو جہل وغیرہ کے
کفر وقساوت مین حد سے باہر ہوگیا تو اُسپر جو عذاب کیا جائیگا اور جسطرح وہ آگ مین جکڑا جائیگا ایسا عذاب وگرفتاری دوسرے
کافر پر نہین ہو (دوم) یہ کہ مطلقا کافر کے مانند کسی پر عذاب نہوگا (تفسیر کبیر) اس صورت مین مقصود یہ ہے کہ اگر گنہگار
مسلمان جو پیغمبرون کی امتون مین بغیر توبہ کے مرے اور جہنم مین سزا پانے والے ہوے تو اُنپر وہ عذاب نہین کیا جائے گا
جو کافر پر ہوگا کیونکہ یہ گنہگار لوگ اصل مین جہنمی نہین ہین اس لیے کہ انھون نے اپنے رب عزوجل کی وحدانیت اور
الوہیت کا اقرار دل سے کیا تھا تو حقیقت کی راہ سے وہ مسلمان ہین ولیکن جسم کی خواہش مین پڑگئے اور ایسے اعمال کمائے جو
کفر کے کام ہین بس انکی مثل یہ ہو کہ جڑ سے درخت پاکیزہ ہے مانند انگور وانار وخرما کے ولیکن اُسپر نجاست کی چھینٹین شاخون
وغیرہ پر بہت پڑی ہین جو صاف کرنے کے لائق ضروری ہین برخلاف کافر کے کہ وہ اگر دنیا مین خیرات کے کام کرتا ہے تو بھی اسکی
مثال یہ ہے کہ نجس تھوہڑ کا زہردار درخت ہو لیکن اوپر اُسکے کانٹون مین کچھ گلاب وغیرہ کے پھول چونک دیے گئے
ہین تو ظاہر ہے کہ یہ پھول چندروزہ دنیا مین کام آوین ولیکن اصل مین وہ زہردار ہو اور اگر کافر نے کفر مین بدکاریان کین تو وہ تھوہڑ کا
درخت ہے بلکہ اُسپر کریل کے سخت کانٹے ہین - واضح ہو کہ کافر نے اگر اپنے شرک وکفر کے مطابق جینا شروع کیا تو یہ اُسکے لیے
نیک کام مین شمار نہین ہے کیونکہ شرک کا کلمہ بلند کرنا قبیح ہے حدیث مین ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ آدمی (کافر) نے میری
بدگوئی کی اور اُسکو یہ لازم نہ تھا یعنے جبکہ مین نے اُسکو پیدا کیا اور تندرستی ورزق دیا ہو اور اسکا بدگوئی کرنا میرے حق مین یہ ہے

نہین ہوگا فافہم واللہ تعالے ہوالموفق مسئلہ دوم معتزلہ وروافض وغیرہ نے کہا کہ آیت مین آیا۔ یالیتنی قدمت لحیاتی۔ یعنے
کاش مین نے اپنی زندگی کے لیے آگے بھیج رکھا ہوتا۔ ۱ھ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ اختیار ان لوگون کے ہاتھ مین تھا اگر ارادہ کرتے
توہوجاتا (جواب) ہم پوچھتے ہین کہ اگر فرض کرین کہ تمھارے کہنے کے موافق ان کافرون کا کام انکے ارادہ سے متعلق تھا تو آگے
بتلاؤ کہ انکا ارادہ کیون نہوا اور اگر ہوتا تو کیا دوسرے ارادہ سے یہ ارادہ ہوتا یا اللہ تعالے کے ارادہ سے ہوتا اگر کہو کہ دوسرے ارادہ سے
یہ ارادہ حاصل ہوجاتا تو ہم کہینگے کہ یہ دوسرا ارادہ کیونکر حاصل ہوتا۔ کیا تیسرے ارادہ سے ہوتا یا اللہ تعالے کے ارادہ سے ہوتا
اگر کہو کہ تیسرے ارادہ سے ہوتا تو ہم اس ارادہ مین یہی کلام کرینگے اور یہ سلسلہ بے انتہا تک پہونچیگا اور بے انتہا نہین تو یہ ارادہ
بھی نہین تو یہ کام بھی نہین ہونا چاہیے تھا حالانکہ انکا کام تو موجود ہی پس معلوم ہوا کہ انکے ارادہ سے متعلق نہین ہی بلکہ بارادۂ الٰہی
ہی تو اس گمراہی کے عقیدے کی بنیاد سٹ گئی **اقول** اور یہی صریح قول تعالے ماتشاؤن الا ان یشاء اللہ۔ تم نہین چاہو گے مگر جبھی کہ اللہ
تعالے چاہے۔ ۱ھ۔ پس یہی حق ہی اور اسکے سواے سب گمراہی ہی۔ حاصل معنے آیات یہ ہین کہ اُس روز انسان خصوصًا کافر و مشرک نادم
ہوکر ہوش کریگا کہ اے کاش مین نے اپنی حیات کے وقت دنیا مین (یا اپنی حیات کے لیے آخرت مین) ایسے اعمال صالحہ
بھیجے ہوتے کہ آج اس سے نجات ہوتی ولیکن اب کہان اسکی ندامت مفید ہوگی۔ بلکہ یہ وقت ہی کہ ہر ایک کو اُسکا عوض دیا جاوے
اور نتیجہ مین فقط دو ہی قسمین (ایک) یہ کہ دنیا کے اوپر مدار رکھنے والے کافر و مشرک ہین (دوم) نفوس مطمئنہ ہین جو آخرت
پر مطمئن ہین اور دونون فریق اپنے اپنے اعمال کا عوض پاوینگے **قسم اول کا بیان** اللہ تعالے نے فرمایا **فیومئذ
لایعذب عذابہ احد ولا یوثق وثاقہ احد**۔ پس اُس روز نہین عذاب کریگا اُسکے
عذاب کے مثل کوئی اور نہین جکڑے گا اسکے مانند جکڑنا کوئی ف یعنے اُس روز اللہ تعالے اپنے نافرمانی کرنے والون کو ایسا
عذاب کریگا کہ جیسا عذاب کوئی نہین کرسکتا ہی (ابن کثیر رح) اور حاصل یہ کہ جو عذاب وبندش کہ اللہ تعالے کی قدرت ہی وہ کسی کے
امکان مین نہین ہی۔ ابوعبیدہ رح نے کہا کہ جن علماء رح نے یہ تفسیر بیان کی ہی انھون نے یہ خیال نہین کیا کہ اس صورت مین کلام پاک
صرف واضح ذکر ہوگا اور جدید فائدہ نہین معلوم ہوگا اسلیے کہ یہ بات تو معلوم ہی کہ قیامت کے روز سواے اللہ تعالے کے کوئی
دوسرا عذاب کرنے والا موجود ہی نہین ہی (جواب) یہ کہ ابوعبیدہ رح نے یہ کہان سے نکالا کہ قیامت ہی مین سب سے بڑھکر اللہ تعالی
کا عذاب ہی بلکہ اسمین کئی صورتین ہین (اول) یہ کہ اے کفار تم جان رکھو کہ اگر کفر و شرک پر مروگے تو قیامت کے روز اللہ تعالے
جو کچھ عذاب وبندش فرماویگا وہ دنیا مین کبھی تم نے نہین دیکھا اور نہ تمھارے قیاس مین ہی اور نہ یہان ممکن ہی (دوم) یہ کہ اُس روز
کسی کا حکم واختیار نہوگا سواے اللہ تعالے کے اور اُسکی شان مین ہر صفت کامل ہی تو عذاب نہایت سخت وشدید ہوگا (تفسیر کبیر)
مترجم کہتا ہی کہ اس زمانہ مین کفار یہ بھی دھوکا دیا کرتے ہین کہ مسلمان جو عذاب بیان کرتے ہین یہ غیر ممکن ہی (جواب) دنیا مین
مخلوق کے ذریعہ سے ایسے عذاب کا نمونہ نہین رکھا گیا کیونکہ یہان اگر غضب کا ظہور کامل ہو تو دنیا دوزخ ہوجاوے اور
آخرت مین یہ ظہور کامل ہوگا اور اللہ تعالے نے دنیا مین موت رکھی ہی اور آگ یہان جمادات کی صورت مین ہی خالص نہین ہے
اگرچہ وہ کسی طرح ہوائی بنائی جاوے جس سے فولاد وغیرہ گل جاتا ہی اور اس لکڑی کی آگ سے کئی سو گونہ تیز ہوتی ہی پھر بھی وہ
مادی جوہر مین ہی اور وہان آگ خالص ہی اور جہنم جاندار ہوش کی چیز ہی اور وہان اللہ تعالے نے موت نہین رکھی ہی تو ظاہر ہی کہ بقول شیخ

جاوینگے اگر کسی کو وہم ہو کہ جب وہان ہر ایک مشرک کے لیے اسکا معبود ممثل کر دیا جائیگا یعنے اُنکے معبود کی صورت نظر آوے گی جسکے پیچھے جاوینگے تو بعض فرقون نے صالحین کو معبود بنایا ہی مثلاً یہود نے حضرت عزیز علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور اسیطرح بہت سے گمراہ فرقے ہین جنھون نے صالحین کی شان مین الوہیت کی صفتین اعتقاد کین اور جب وہ لوگ انکے پیشوا ہونگے تو یہ ہلاک کیون ہونگے بلکہ اس صورت مین نجات کی امید ہی (جواب) اس وہم کو ضرور سمجھکر دفع کر لینا واجب ہی اور اہل ایمان اسیطرح علماء کی خدمت مین جاکر اپنے رب تبارک وتعالے کی وحدانیت پہچانتے ہین جو عین ایمان ہی اور جواب یہ ہی کہ تم نے یہ خیال کیا کہ کفار ومشرکین جن صالحین مین الوہیت کا اعتقاد کرتے ہین اور نام لیتے ہین خود یہ لوگ انکے پیشوا کر دیے جاوینگے یہ تم نے غلط وہم کیا اسلیے کہ مثلاً نصرانی حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا نام لیتا ہے اور یہ بات معلوم ہی کہ حضرت عیسیٰ رسول ع ہین لیکن خیال شرک مین عیسیٰ مسیح وہ ہی جو خدا کا بیٹا ہی- علی ہذا القیاس وہ اللہ تعالے پر بھی ایمان نہین رکھتا بلکہ ایسے خدا پر ایمان رکھتا ہی جسکا بیٹا مسیح ہی تو تم نے صاف سمجھ لیا کہ نصرانی جسکو معبود بناتا ہی وہ فقط اُسکے خیال مین ایک تصویر ہے اور عالم مین اُسکا کہین وجود نہین ہی اسلیے کہ ایسا خدا کہین نہین جسکا بیٹا مسیح ہو اور نہ ایسا مسیح ہی جو خدا کا بیٹا ہو اور اسمین الوہیت کی صفت ہو تو قیامت کے روز اس فرقے کے واسطے اُسکی خیالی تصویر سامنے کر دی جائیگی اور جس قدر مشرک فرقے ہین سب کا یہی حال ہی اسیلیے حدیث مین یہ فرمایا کہ جو فرقہ جسکو پوجتا تھا وہ اُسکے سامنے ممثل کر دیا جاے گا یعنے اُسکی تصویر اُسکے روبرو ظاہر کر دی جائیگی جس بندۂ صالح کو یہ شریک بناتے ہین اُسکو انکے شرک سے خبر نہین چنانچہ قرآن مجید مین آیات صریح سے یہ بات ثبوت ہے مانند قولہ تعالے یوم القیامۃ یکفرون بشرککم الآیہ- یعنے وہ لوگ قیامت کے روز تمھارے شرک سے انکار کرینگے -ھ- اور منصوص ہی کہ وہ لوگ اُلٹے مدعی ہونگے- اور یہ بھی قرآن مین منصوص ہے کہ اللہ تعالے پر ایمان یہود ونصاریٰ کو نہین ہے لقولہ تعالے قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر الآیہ- یعنے اہل کتاب جو ایمان نہین لاتے اللہ تعالے پر اور نہ روز قیامت پر الخ- یہ بات بالکل بدیہی ظاہر ہے کہ جو کوئی یہ اعتقاد کرے کہ میرا خدا وہ ہے جسکا بیٹا عزیر یا مسیح ہے تو وہ ہرگز اللہ تعالے پر ایمان نہین لایا بلکہ اللہ تعالے پر وہ ایمان والا ہوگا جو کہے کہ میرا رب اللہ احد اللہ الصمد لم یلد و لم یولد ولم یکن لہ کفوا احد ہے اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ ایمان کی معرفت ہر مسلمان پر لازم ہی اور اس زمانے مین جو لوگ عالم بنکر عوام کی پیشوائی کرتے ہین یہ خود جاہل ہین لہذا انکو بھی گمراہ کرتے ہین اور بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے نام سے انکو شرک مین پھنساتے ہین اور حق واجب یہ تھا کہ اللہ تعالے کی شان الوہیت کے جو صفات ہین ان مین سے کسی صفت مین شرک نہو اور جب ایسے مسلمان بندے ہو جاوین تو اللہ تعالے انکے لیے دنیا کی عزت اور آخرت کی کرامت جمع فرما دے واللہ سبحانہ تعالے علیم حکیم- اور حق تعالے نے سچ فرمایا بقولہ تعالے وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون- یعنے انمین اکثر ایسے ہین کہ ایمان نہین لاتے اللہ تعالے پر مگر اس حالت سے کہ وہ لوگ مشرک ہین -ھ- اس آیت مین اللہ تعالے نے سابق کی امتون کا حال بیان فرمایا ہی لیکن یہی نمونہ اس امت کے آخر مین ہونے والا ہی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتاکید فرمایا کہ یہ امت بھی یہود ونصاریٰ کے قدم بقدم چلیگی- پس قوم کے پیشوائی کرنیوالون پر فرض ہی کہ اللہ تعالے کی الوہیت مین گستاخی نہ کرین اور اولیاء اللہ تعالے بزرگان صالحین کیونکر ایسے شخص سے خوش ہون جو ایمان حق سے خارج ہو جاوے اور وزیر کو جو کوئی بادشاہ بنا دے تو بادشاہ کا باغی ہی اور وزیر اپنے قتل کے خوف سے اس سے خوش

دارومدار ہی جیسے اصلی حیات آخرت مین جہنم سے نجات ہو تو اسکے لیے ایسا عمل ایمان ہی کیونکہ شریعت مین ایمان بھی عمل ہے اور خالی جاننا
کافی نہین ہوتا جیسے یہودی عالم اور رومی بادشاہ ہرقل وغیرہ خوب جانتے ولیقینی جانتے تھے کہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہین
صلے اللہ علیہ وسلم لیکن دل مین قبول نہین کرتے تھے پس ایمان تو اللہ تعالے کی طرف سے عطیہ ہے اور بندۂ مومن کا دل
اسکو اپنے اندر بھر لیتا ہے اور یہ اللہ تعالے کی رحمت وکرم سے توفیق ہی۔ بالجملہ کافرون کو آج کے روز ایمان واسلام و اعمال
صالحات کی تمنا ہوگی **قول سوم** بعض محققین نے کہا کہ فی الحقیقت دنیا پر دارمدار جاننا بیشک کافر کا اعتقاد ہی ولیکن کبھی
نادان مسلمان بھی غفلت نفس مین پڑکر یہ دیکھنے لگتا ہی کہ فلان تونگر عزت وحرمت مین ہی اور فلان فقیر ذلت مین پڑا ہی
پھر جب ہوش کرتا ہی تو چونک اٹھتا ہی اور جانتا ہے کہ یہ سب محنت وامتحان ہے لہذا قیامت کے روز سب ہی حسرت سے
تمنا کرینگے **شیخ ابن کثیر**رح نے لکھا کہ اُس روز انسان کو ندامت ہوگی کہ آج کے لیے کیون ذخیرہ نہ بھیجا پس اگر کافر عاصی ہے
تو اُسکو کفر پر اور انکار اسلام پر حسرت وندامت ہوگی اور اگر مسلمان عاصی ہی تو اُسکو گناہ نہ چھوڑنے اور طاعت نہ کرنے پر ندامت ہوگی
اور اگر مسلمان پرہیزگار ہی تو اُسکو یہ حسرت ہوگی کہ طاعات زیادہ کیون نہ بجالایا۔ امام احمدرح نے مسند کیا کہ محمد بن عمرہ رضی اللہ عنہ
نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مین سے ہین کہتے تھے کہ اگر فرض کرو کہ ایک بندہ جس دن سے پیدا ہوا
اُس دن سے مرنے کے وقت تک اللہ تعالے کی طاعت مین سربسجدہ رہا تو بھی وہ قیامت کے روز اپنے اعمال کو
حقیر جانیگا اور آرزو کریگا کہ کاش اگر وہ دنیا مین پھیر دیا جاوے تو طاعات بڑھاوے امام رحمہ اللہ تعالے نے اسکو عتبہ
بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ سے حدیث رسول صلعم روایت کیا ہے (ابن کثیررح) یہان **رازی**رح نے دو مسئلہ بیان کیے
مسئلۂ اول سب کے نزدیک ندامت توبہ ہوتی ہے اور معتزلہ فرقے نے کہا کہ توبہ قبول کرنا اللہ تعالے پر واجب ہی
یہ اس فرقے کی گستاخی اور جہالت ہی اور اہل حق کے نزدیک اللہ تعالے پر کچھ واجب نہین ہو سکتا کہ وہ خواہ مخواہ مثلاً
توبہ قبول کرنے پر مجبور ہے یہ ایسے احمق آدمی کا خیال ہی جو رب تبارک وتعالے کی عظمت کبریائی کی معرفت سے محروم رہگیا ہو
اور اس آیت مین غور کرو کہ انسان نے آخرت مین جان لیا کہ وہ جو کچھ دنیا مین کرتا تھا وہ اُسکے حق مین بہتر نہین تھا بلکہ
جو اسنے چھوڑ دیا تھا وہ بہتر تھا یعنے ایمان لانا چھوڑا تھا اور کفر واسکے موافق اپنے قیاس سے اعمال کیا کرتا تھا تو قیامت مین
نادم ہوگا اور یہ ندامت ہی توبہ ہی حالانکہ اللہ تعالے نے صاف فرمایا کہ یہ امر اسکو نفع نہین دیگا تو معلوم ہوا کہ توبہ قبول کرنا اللہ
تعالے پر واجب نہین ہی اگرچہ وہ اپنی رحمت وکرم سے اپنے بندے کی سچی توبہ قبول فرماتا ہی اگر معتزلی اعتراض کرے کہ یہان
اسی وجہ سے توبہ قبول نہ ہوئی کہ کافر نے سچی توبہ نہین کی یعنے اپنے شرک وغیرہ کو قبیح سمجھکر ندامت نہین اُٹھائی اسیلیے قبول
نہوئی (جواب) نہین بلکہ یہ جانا کہ ہمارا کام بوجہ قبیح ہونے کے قبول نہوا تو ندامت لازم ہی واضح ہو کہ حدیث مین آیا ہے کہ ابتدا
مین حکم ہوگا کہ جو کوئی جس امام کے ساتھ تھا اُسکے ساتھ ہو اور جسکی بندگی اور پوجا کرتا تھا اُسکے پیچھے چلے اور وہان ہر ایک
کے واسطے اسکا معبود ظاہر کر دیا جاویگا جیسا اسکے اعتقاد مین ہے تو ہر فرقہ اپنے معبود کے پیچھے جاوے گا سواے
مومنون کے کہ یہ لوگ کھڑے رہجاوینگے اور کہینگے کہ ہم لوگ دنیا مین فقط اللہ تعالے وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے تھے
ہم اپنے رب تبارک وتعالے کے منتظر ہین اس سے معلوم ہوا کہ کفار اُس وقت تک اپنے معبودون کی پیروی مین فلاح

دوسری آیت مین- برزت الجحیم لمن یری الآیہ- مین مذکور ہی کیونکہ اصولیون نے کہا کہ ہم کو معلوم ہی کہ جہنم اپنی جگہ سے جدا نہین کی جائیگی تو مراد یہ کہ وہ ظاہر کردی جائیگی اور کافر کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ اس جہنم مین جانے والا ہی تفسیر کبیر (مترجم کہتا ہی کہ علماء کلامیہ نے یہ کہان سے زعم کیا کہ آخرت مین جہنم بھی دنیاوی غار کی طرح ایک عظیم غار ہی- جو اپنی جگہ سے ٹل نہین سکتا کیا جنت کی نہرون کی صفت معلوم نہین ہوئی وقد قال تعالے وان الدار الآخرۃ لہی الحیوان الآیہ یعنے دار آخرت ہی زندہ ہی کاش یہ لوگ جانتے ہوتے-سعد- پس جو لوگ جانتے نہین وہ مردۂ دنیا پر قیاس کرتے ہین پس تاویل کی کوئی وجہ نہین رہی ولیکن یہ سوال ہی کہ کل جہنم لائی جاویگی یا اُسکا ٹکڑا (جواب) حدیث مین آیا ہی کہ عنق من النار) ظاہر ہوگی یعنے جہنم سے ایک ٹکڑا نکلیگا- تو اس حدیث کو ملانے سے شاید مراد یہ ہو کہ جہنم سے ایک جزء لایا جائیگا اُس جزء کی یہ کیفیت ہوگی کہ ستر ہزار باگین ہونگی اور ہر ایک باگ کو ستر ہزار فرشتے کھینچتے ہونگے اور وہ جوش ماریگی اور کہیگی کہ مین ہر مشرک و کافر و متکبر جبار پر مسلط ہون میرے لوگ مجھے دیدو نہایت غیظ کے ساتھ تڑپے گی اُسوقت غضب الٰہی کے خوف سے مقربین گھٹنون کے بل خضوع کرینگے جیسا کہ حدیثون مین بیان ہے **شیخ ابو السعودرح** نے بھی متکلمین کے قیاس کو چھوڑ کر اسی طرف میلان کیا جو قیاس معرفت کے ساتھ آیات و حدیث سے موافق ہی واللہ سبحانہ ہو الموفق- اور حاصل یہ کہ عظیم قدرت حق عزوجل مین یہ بات نہایت آسان ہی کہ اس روز جہنم لائی جائیگی اور اُسکی حالت جو مظہر غضب الٰہی ہی دیکھکر مجمع قیامت کے نیک و بد نفسی نفسی پکارینگے بلکہ کفار خاصکر شدت غم مین گرفتار ہونگے کیونکہ انکو نجات سے مایوسی ہوگی اور جان لینگے کہ بالضرور یہی جہنم انکا ٹھکانا ہی اس روز کافر اپنے قبیح افعال یاد کرکے نادم و پشیمان ہوگا اور کہیگا کہ کاش مین نے اس حیات کے لیے کچھ ایسا کام کیا ہوتا کہ آج اس سے نجات ہوتی لیکن یہ ندامت بے سود ہی (سوال) یہ حسرت و ندامت جس انسان کو ہوگی کیا اس سے خاص شخص مراد ہی یا خاص قسم ہی یا عام ہی (جواب) یہان تین قول ہین **ایک قول** جس عالم نے قولہ تعالے فاما الانسان اذا ما ابتلاہ ربہ الخ مین کہا کہ انسان امیہ بن خلف کافر ہی یا دوسرے کافر کا نام لیا تو اسکے قول پر یہان بھی وہی کافر ہی کیونکہ خلاصہ یہ نکلا کہ یہ انسان کافر تمام دار مدار دنیا پر جانتا ہے کہ اگر رب عزوجل نے اسکو دنیا دیدی تو کہتا ہی کہ خدا نے اسکی عزت کی اور اگر دنیا نہ دی تو کہتا ہے کہ خدا نے اُسکی اہانت کی حالانکہ دنیا مین دونون باتین فقط امتحان ہین تاکہ وہ دونون حالتون مین اپنی حیات آخرت کے لیے عمل کرے لیکن وہ آخرت کی حیات سے منکر ہے تو جب زمین برابر چٹ میدان کرکے ابتدا سے انتہا تک خلائق جمع کیجائیگی اور جہنم لائی جاویگی اور رب عزوجل فیصلہ فرمانے آویگا تو اُسوقت یہ انسان غم و حسرت سے کہیگا کہ کاش مین نے اس حیات کے لیے نیک کام مقدم کیا ہوتا اس قول پر اعتراض کیا گیا کہ آیت نازل ہونے کے وقت سبب نزول اگر خاص کافر تھا تو یہ لازم نہین آتا کہ آیت مین فقط وہی کافر مقصود ہو بلکہ یہ کافر ضرور اس آیت کے وعید مین گرفتار ہی اور جو کوئی اس کافر کے مثل ہو وہ بھی گرفتار ہی **دوسرا قول** خاص قسم انسان کی مراد ہے اور انسان دو قسم ہین ایک قسم مومن ہین اور دوسری قسم سوائے مومن کے جو کوئی ہو یعنے مشرک و منافق و دہریہ وغیرہ جمیع کفار مراد ہین کیونکہ یہی لوگ دنیا پر دار مدار جانتے ہین اور نتیجہ یہ کہ جو کوئی فقط اس دنیا پر دار مدار سمجھتے یعنے یہ سمجھتے کہ دنیا جسکو ملی وہ نیکبخت و عزت والا ہی اور دنیا جسکو نہ ملی وہ کمبخت و ذلیل ہے تو ایسے اعتقاد والے کفار مراد ہین یہ قسم انسان کی جس روز جہنم کو دیکھے گی تو تمنا کریگی کہ کاش دنیا پر مدار سمجھنے کی اُس سے بڑی غلطی نہوتی اور وہ سمجھتا کہ ایسے اعمال صالحہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک ایسا متغیر ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم غمناک ہوگئے اور ہنوز آپنے یہ وحی تلاوت نہین فرمائی تھی پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے چاہا کہ اسوقت کوئی صحابی بزرگ مل جاوے تو اسکو لاوین حضرت علی رضی اللہ عنہ مل گئے تو اُنسے یہ حال ذکر کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپکی پشت مبارک پر بوسہ دیا اور ادب سے عرض کیا کہ یا حضرت آج مزاج مبارک کیون غضبناک ہی کیا بات پیدا ہوئی جو مزاج مبارک کو ناگوار ہی اور آپ کے اصحاب آپکے حکم کے منتظر ہین یعنے اگر کسی منافق وغیرہ کی طرف سے کوئی بات ہو تو ارشاد ہو کہ اصحاب رضی اللہ عنہم اُس منافق کو قتل کرین۔ اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہون کیون آپ غمگین وغضبناک ہین آپ نے یہ وحی تلاوت فرمائی یعنے صحابہ رضہ کو تسکین ہوگئی کہ یہ معاملہ آخرت ہے تو حضرت علی رضہ نے عرض کیا کہ یا حضرت وہان جہنم کو کس صورت سے لاوینگے آپ نے فرمایا کہ ستر ہزار فرشتے اُسکی باگین کھینچتے ہونگے اور وہ زور کریگی اگر چھوڑ دی جاوے تو مجمع کو جلادے پھر جہنم مجھسے کہیگی کہ ای محمدؐ آپ سے اور مجھسے کیا تعلق ہی آپکا گوشت پوست اللہ تعالے نے مجپر حرام کر دیا ہی۔ ابن مسعود رضہ نے کہا کہ جہنم لاکر عرش کے بائین جانب قائم کیجائیگی۔ اس روز ہر شخص نفسی نفسی کہیگا سواے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ اُمتی اُمتی فرماوینگے۔ جب جہنم لائی جاویگی تو اُسوقت کافر آدمی ہوش کرے گا کہ ہاے اُسنے کسقدر سرکشی مین اپنے آپکو خوار کیا ہی اور کیسے قبیح گناہ کمائے ہین تو سخت نادم وشرمسار ہوگا ولیکن اب اس شرمساری وندامت سے اسکو کہان نفع ہوسکتا ہی (تفسیر السراج) مترجم کہتا ہی کہ خطیب رح نے جو روایت نقل کی اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ آیت کا نزول مدینہ مین ہوا ہی حالانکہ یہ جمہور کے خلاف قول ہی اور روایت کے ثبوت مین تامل ہی **امام ابن کثیر** رح نے لکھا کہ امام مسلم رح نے عمر بن حفص عن ابیہ عن العلاء باسنادہ روایت کی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس روز جہنم لائی جائیگی اُسکی ستر ہزار باگین ہونگی ہر باگ کو ستر ہزار فرشتے کھینچتے ہونگے (رواہ الترمذی عن الدارمی عن بن حفص وعن عبد بن حمید عن ابی عامر عن سفیان عن العلاء بذالک ولم یرفعہ وکذا ابن جریر عن الحسن بن عرفہ عن مروان بن معاویہ عن العلاء ولم یرفعہ۔ اس روز انسان اپنے عمل سابقہ یاد کر کے نادم ہوگا ولیکن اب وہ وقت کہان ہی کہ ندامت فائدہ کرے **يَقُولُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ**۔ آدمی کہیگا کہ اے کاش مین نے اپنی حیات کے لیے پہلے سے بھیج رکھا ہوتا جو آج میرے کام آتا اور اس جہنم کے عذاب سے بچنے کا وسیلہ ہوجاتا (قولہ لحیاتی) **بعض** نے کہا کہ وقت حیات دنیاوی ہی یعنے ف دنیاوی زندگی مین نیک اعمال کر کے بھیجے ہوتے۔ بعض نے کہا کہ نہین بلکہ آخرت مین اب زندہ ہوا ہی اور یہ ایسی شان سے زندگی ہی کہ کبھی اسکے بعد موت نہین ہی تو نہایت ندامت سے افسوس کریگا کہ کاش اس اصلی زندگی کے لیے اُسنے کچھ اعمال صالح بھیج رکھے ہوتے (ابن کثیر رح) **واحدی** رح نے فرمایا کہ جماعت مفسرین سلف رضی اللہ عنہم نے آیات کی تفسیر مین کہا کہ قولہ تعالے جیٓئ یومئذ بجہنم۔ قیامت کے روز جہنم کو لاوینگے اُسکی ستر ہزار باگین ہونگی ہر ایک باگ ستر ہزار فرشتے کھینچتے ہونگے اسکو لاکر عرش کے بائین جانب نصب کرینگے اور اُسکے ایکبارگی ہیبتناک شور سے کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی پیغمبر نہین باقی رہیگا مگر انکہ گھٹنون کے بل اللہ تعالے کے خوف سے جھک جائیگا اور کہیگا کہ ای رب نفسی نفسی واضح ہو کہ جہنم کو لانیکی حدیث کو ابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ نے بھی مسند کیا ہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آیت سے جو معنے ظاہر ہین یہی مراد ہین یعنے جہنم اس کیفیت کے ساتھ لائی جاویگی (ف) **رازی** رح نے کہا کہ لائے جانے سے یہ مراد ہے کہ جہنم ظاہر ہوگی جیسے

سوائے کچھ نہین پہچانتے ہین۔ دنیا مین جسکو اللہ تعالےٰ نے مال ومتاع وغیرہ دیا تو اگر عقلمند بندہ مومن ہو تو وہ اللہ تعالےٰ کا شکر کرکے یہ دعا کریگا کہ الٰہی تو نے اپنے کرم سے یہ سب مجھے عطا کیا تو یہ توفیق بھی مجھے عطا کرکہ یہ سب میرے حق مین نعمت ہو جاوے یعنے یہ سب فانی چیزین ہین مجھے ان چیزون سے تعلق نہو بلکہ مین انکو اللہ تعالےٰ کے نام پر قربان کرون تاکہ اُسکی رضامندی و ثواب کا ذخیرہ میرے گھر مین یعنے آخرت مین جمع ہو کہ وہ البتہ نعمت ہے بس وہ فراغت سے عبادت کرتا ہو اور وہ لوگ اس سے خوش ہو جاتے ہین پس یہ بندہ اس ابتلاء وامتحان مین خوب کامیاب ہوا اور اگر یہ دولتمند کوئی کافر ومشرک ہو جسکو آخرت مین بندہ ہونے اور وہان وطن حقیقی ہونیکا سچا یقین نہین ہو تو وہ فی الحقیقۃ جاہل احمق ہو وہ یہ خیال کرتا ہو کہ خداوند نے مجھے پیار کیا اور مین نے اپنے آپ پر بھروسا کیا اور جو کوئی اپنے آپ پر بھروسا کرتا ہی خدا اُسکی مدد کرتا ہی تو مین نے اپنی لیاقت سے خوب کمایا اور مین اشرف ونیکبخت ہون اور اُسکے دل مین اس غرور کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے مسلمان بندون کی طرف یہ خیال جما ہوا ہو کہ یہ نیم وحشی قوم ہی مکان آراستہ کرنا اور آرائش کے قاعدے اور ناچ رنگ اور تفریح کے طریقے کچھ نہین جانتے ہین اور بدبخت ہین جنت کے خیال موہوم مین پڑے ہین خدا نے انکو ذلیل کیا ہی مترجم کہتا ہی کہ اس زمانے مین جو کوئی مسلمان ہو مگر فقط نام کا مسلمان نہین بلکہ اللہ تعالےٰ واُسکے رسول صلعم کی شریعت پر ظاہر وباطن مین مستعد ہی اور آخرت کا یقین سامنے رکھتا ہی تو وہ یہ باتین سامنے دیکھتا ہو اور کچھ شک نہین کہ یہ وقت بہت سخت ہو اسلیے کہ مسلمانون نے صرف نام ہی نام پر اکتفا کیا اور شریعت حقہ کے مکارم اخلاق چھوڑ دیے اور کافرون کی پیروی صرف بدکاریون مین اختیار کی تو انکے بیچ مین یہ مسلمان بندہ بہت پریشان رہتا ہی اسلیے کہ ہر طرف سے اُسکے مخالف نظر آتے ہین ولیکن اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سے اپنے سچے بندے کو مستقیم وثابت قدم رکھتا ہی اور وہ خوب جانتا ہو کہ یہ لوگ جو اُسکے مخالف ہین وہ حقیقت مین اللہ تعالےٰ واُسکے رسول پاک صلعم سے مخالف ہین ان لوگون نے دنیا کی دولت ومال ومتاع پر مدار رکھا ہی کہ جسکے پاس دنیا ہو وہ خدائے تعالےٰ کے نزدیک عزت والا اور اسکا پیارہ بندہ ہو اور جسکے پاس دنیا نہو وہ خدائے تعالےٰ کے نزدیک ذلیل ہی۔ یہ ان لوگون کی پوری حماقت وجہالت ہی بلکہ اللہ تعالےٰ نے قطعی فرمادیا کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم الآیہ۔ یعنے تم مین سے اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ زیادہ بزرگ ہو جو تقویٰ مین بہتر ہے۔ ھ۔ تو اللہ تعالےٰ کے یہان بزرگی کا مدار تقویٰ وطہارت پر ہی اور دنیا اپنی راہ سے ملعون ہی تو ان لوگون نے سخت گمراہی اختیار کی اور یہ حالت انکو اسوقت معلوم ہوگی جب زمین کوفتہ کرکے مستوی کردی جائیگی اور رب تبارک وتعالےٰ اپنی مخلوقات مین فیصلے کے واسطے آوے گا۔ **وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى**۔ اور اس روز جہنم لائی جاویگی اس روز انسان ہوش پکڑیگا اور اب کہان ہو اُسکے واسطے ہوش پکڑنا **ف** یعنے جب قیامت قائم ہوگی اور رب عزوجل فیصلۂ قضا کے واسطے حجاب اُٹھا دیگا تو اس روز جہنم کو لا دینگے اُس روز انسان یاد کریگا کہ وہ کس خواب مین اور کس غرور کے خیال مین پڑا تھا ولیکن اسوقت اسکا یاد کرنا کیا فائدہ دیگا۔ اگر کہا جاوے کہ جہنم کو لانے والا حکم الٰہی ہی تو (جیٓء) صیغہ مجہول کیون آیا ہی (جواب) یہان یہ صیغہ افادہ فرماتا ہی کہ جہنم کا لایا جانا بہت آسان بات ہی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اس روز ایسی عظمت وجلال سے ظاہر ہوگی کہ جو باتین تبلائی جاتی ہین نہایت آسان ہین حتیٰ کہ جہنم کو لانے کے لیے سامان بیان کرنا کچھ ضرور نہین ہی وقد قال تعالےٰ وبرزت الجحیم لمن یریٰ۔ کھلے میدان ظاہر کی جاویگی جہنم ہر ایسے شخص کے لیے جو دیکھتا ہی۔ ھ۔ **روایت** ہی کہ جب یہ آیت اتری تو

جس سے ہیبت کا اثر ہوتا ہی یعنے بادشاہ کے آنے کے وقت اُسکی سیاست کا خوف چھاجاتا ہی اور بعض نے کہا کہ معنے یہ کہ وجاءامر ربک یعنے تیرے رب کا امر آیا کہ مخلوقات مین فیصلہ ہو۔ مد۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ اخیر تاویل بہتر ہے اور اسکو خطیب رح نے معالم سے حسن بصری رح کا قول نقل کیا اور دلیل یہ ہی کہ (امراللہ) کا آنا قیامت کے معنے مین قرآن مجید مین آیا ہی اور حدیث مین بھی ہی کہ برابر میری امت کا ایک گروہ غالب رہیگا انکو کچھ مضر نہوگا اگرچہ کوئی انکی مدد نہ کرے وہ برابر غالب ہونگے حتی کہ (امراللہ) آویگا تو اسوقت بھی وہ غالب ہونگے (صحیح) اور امام ابن کثیر رح نے بدون تاویل کے فقط نص ظاہر کو لیا اور لکھا کہ قولہ تعالے وجاء ربک۔ اور جب آویگا رب تبارک وتعالے۔ مد۔ یعنے رب عزوجل اپنی مخلوقات مین فیصلے کے واسطے آویگا۔ مد۔ یعنے اسوقت انسان کو حسرت و افسوس ہوگا کہ اُسنے دنیا کی دولت وغرورت مین عمر برباد کی اور اسکو غلطی سے عزت کا مدار سمجھا اور آخرت کو برباد چھوڑا امام رح نے کہا کہ قیامت مین پہلے تو سب لوگ قبرون سے اُٹھکر میدان مستوی مین کندھے سے کندھا ملائے ہوے مدتون کھڑے رہینگے کہین سایہ نہوگا اور آفتاب اُنکے سرون کو دیگ کی طرح پکا دیگا سواے ان بندون کے جنکو رب عزوجل اپنے سائیہ رحمت مین جگہ دے اور لوگ پسینے مین بقدر اپنے اپنے اعمال کے غرق ہونگے آخر اس ہولناک منظر مین رب تبارک وتعالے کی بارگاہ کبریائی مین شفیع تلاش کرینگے اور سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت مین رجوع کرینگے۔ حضرت آدم علیہ السلام عذر کرینگے کہ آج رب عزوجل نے غضب ظاہر فرمایا ہی ایسا غضب کبھی نہ تھا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا اور فقط اپنی جان کی خیر مانگینگے اور کہینگے کہ تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ الغرض یہ لوگ حضرت نوح کی خدمت سے بھی مایوس ہونگے ولیکن وہ مابعد کے پیغمبر کی طرف راہ بتلائینگے وہان بھی یہی نتیجہ ہوگا اور اسی طرح جسقدر انبیاء اولوالعزم گزرے ہین سب کی خدمت سے محروم رہینگے وہ نفسی نفسی کہینگے اور ہر ایک اپنی کچھ نہ کچھ لغزش بیان کریگا یہانتک کہ آخر مین عیسی علیہ السلام ان لوگون سے فرماوینگے کہ تم کہان غافل پھرتے ہو تم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین جانا چاہیے یعنے انکو اللہ تعالے نے رحمۃ للعالمین خاتم النبیین کیا اور کمال رحمت سے انکو تاج کرامت بے مثل عطا کیا ہی یعنے کسی قسم کا مواخذہ نہین رکھا اور فرمایا لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وماتاخر۔ یہ بے مثل تاج ہے کہ آج سب پیغمبرون کو نفسی نفسی سے خوف ہی اور محمد صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کو کچھ خوف نہین رہا۔ پس عیسی علیہ السلام سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بھیجینگے۔ لوگ سب آپکی حضوری مین حاضر ہوکر التجا کرینگے اور اپنی حالت عرض کرینگے آپ فرماوینگے کہ ہان مین تمھارے واسطے شفاعت کرونگا۔ پس آپ جاکر جناب باری تعالے مین شفیع ہونگے کہ رب تبارک وتعالی فیصل قضا کے واسطے تشریف لاوے۔ اللہ تعالے اپنے حبیب بندہ رسول کی شفاعت قبول فرماکر آویگا۔ یہی مقام محمود ہے تمام خلائق اولین وآخرین بھی آپکی مدح سرائی کرینگے اور اسکا مفصل بیان سورہ معراج یعنے سبحان الذی اسری۔ کی تفسیر مین گذرچکا ہی پس اللہ تعالے جس طرح چاہیگا فیصلہ قضا کے لیے آویگا اور ملائکہ اسکی حضوری مین صف بصف حاضر ہونگے (تفسیر ابن کثیر رح) اور یہ جو کہ اللہ تعالے جس طرح چاہیگا آویگا۔ اسکے یہ معنے ہین کہ اللہ تعالے کی صفت اُسکی ذات عالی متعالی کے لائق ہی اُسکی کیفیت جاننا کسی بندے کی مجال نہین ہی یہ نہایت نفیس معرفت ہی جس بندے کو اللہ تعالے نے اُسکے قلب مین نور ایمان عطا فرمایا ہے وہ فوراً اسکو سمجھ لیتا ہی اور حضرت رب العزۃ جل جلالہ کی عظمت کبریائی پہچانتا اور پھر کسی وسوسہ شیطانی کو اسکے دل مین دخل نہین ملتا ہی۔ اب آیات کی تفسیر مین ابتدا سے غور کرو کہ اول اللہ تعالے نے اہل کفر جاہلون کے خیالات بیان فرمائے کہ یہ لوگ دنیا کے

کہ اول جملہ کہ (آنا) ایک جنبش ہو **اقول** اگر یہ جنبش جو ہم لوگ باہم چلنے پھرنے مین پہچانتے ہین یہی مراد لیتے ہو تو یون کہو کہ ہماری نوع مخلوق مین آنا جنبش ہو- پھر یہ تمھارا قول کہ ہر چیز جنبش والی ضرور جسم ہو **اقول** یہ تمنے اپنے نظائر مخلوقات کو تصور کیا اور ہر مخلوقات مین وہ جنبش جو ہمارے درمیان ہو ضرور جسم ہو تو یہ کہو کہ ہم نے جانا کہ مخلوقات مین یہ جنبش جو مخلوق کی شان ہو ضرور جسم کے لیے ہے تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ (آنا) جو خالق عزوجل کی شان ہو اُسکے لیے جسم لازم ہو جیسے بالاجماع اللہ تعالے سمیع بصیر ہے یعنے سننے دیکھنے والا ہو اور اسپر سب صالحین امم انبیا علیہم السلام حضرت آدم سے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین تک متفق ہین- پھر کیا کوئی گمراہ یہ دلیل لاویگا کہ ہم جانتے ہین کہ سننا بذریعہ کان کے اور دیکھنا بذریعۂ آنکھ کے ہوتا ہو اور یہ دونون چیزین جسم کے اجزا ہین تو دیکھنا وسننا جسم کے لیے ہے تو اللہ تعالے سے یہ بات محال ہو یہ دلیل باطل ہو اور اس غلطی کا سبب یہ ہو کہ مخلوق کے لیے جو صفات ہین انھین پر خالق عزوجل کے قدس صفات کو قیاس کیا گیا اور یہ قیاس باطل ہو اور جب یہ قیاس باطل ٹھہرا تو قیاسی دلیل باطل ہو پس رب عزوجل کے واسطے قرآن وحدیث مین جو صفات آئے ہین وہ اُسی کی شان کے لائق ہین اور ہمارے صفات پر اُنکا قیاس نہین ہوسکتا ہو اور یہی علم معرفت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے اصحاب و اُنکے تابعین وا تباع رضی اللہ عنہم اجمعین نے سکھلائی اور کسی نے اسمین کچھ بھی تردد نہین کیا- پھر جب کج باطن لوگون نے شیطان کی نوکری اختیار کی تو عام مسلمانون مین اس قسم کے وسوسے ڈالے جو کسی طرح عقل کے دائرہ مین نہین ہین لیکن ظاہر مین آدمی سنکر دھوکا کھاتا ہو تو انکے دھوکے مین آکر بہت سے فرقے ہوگئے اور سب سے مقدم معتزلہ وروافض ہین جو محض اپنے خیالات وقیاسات کے تابع ہین اور انھین قیاسات کے تابع ہوکر آیات جنسے اللہ تعالے کی معرفت حاصل ہوتی انکو تاویل بلکہ تحریف کرکے اپنے قیاس پکڑلیا ولیکن اللہ تعالے نے قرآن مجید کو محفوظ فرمایا ہے ورنہ بہت سے معتزلہ وروافض نے چاہا تھا کہ قرآن مجید مین وہ آیتین بدل دین جو اُنکے قیاس کے مخالف ہین یا جن سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ثنا وصفت ثابت ہوتی ہو پھر ان گمراہون نے دیکھا کہ ہزارون بلکہ لاکھون اہل حق وبندگان الٰہی موجود ہین جو قرآن مجید حفظ رکھتے ہین تو تبدیل سے ان گمراہون کی مراد نہین حاصل ہوگی بالجملہ اہل السنۃ والجماعت سلف وخلف رضی اللہ عنہم بالاجماع ایسی آیات مین اپنا قیاس نہین لگاتے ہین- جماعت محققین نے فرمایا کہ واضح ہو کہ بقول حق یہ آیت منجملہ ان آیات کے ہو جن مین اللہ تعالے کی صفت بیان کی گئی ہو اور اللہ تعالے کی صفت قدس اعلی و اجل ہو کسی مخلوق مین یہ مجال نہین ہو کہ اسکو تصور مین لاوے کیونکہ بندے کے دماغ مین اس صورت کا مخلوق ہونا محال ہے اسوجہ سے سلف صالحین وائمہ مجتہدین نے اسکے بیان مین کچھ کلام نہین کیا کیونکہ ذہن مین انکا تصور لانے کے لیے بیان کیا جاتا ہو اور یہ یہان محال ہو- ہان یہ ضرور یاد رکھو کہ مثلاً (جاء ربک) مین (آنا) ہرگز یہ آنا نہین ہو جو مخلوق کی صفت ہو کیونکہ خالق ومخلوق مین مباینت یعنے بالکل جدائی ہو تو مشابہت نہین ہو اور مخلوق کی کیفیت وہان نہین ہو اور عقل جانتی ہو کہ جن چیزون مین مباینت ہو اُنکے صفات لازمہ مین بھی مباینت ہوتی ہے پس ہم ان صفات الٰہیہ پر ایمان لاتے ہین اور یہ جانتے ہین کہ خالق جل شانہ کی جیسی صفت ہو اُسطرح آنا ہوگا **شیخ ابو السعود** رح نے فقط تاویلات پر اکتفا کیا اور بیضاوی ورازی رح کی اتباع کی چنانچہ لکھا کہ قولہ تعالے وجاء ربک- یعنے تیرے رب کے آیات قدرت اور آثار قہر ظاہر ہوے- یہ تمثیل ایسی چیز سے بیان فرمائی

روز قیامت کے صفات مین سے چند امور بیان فرمائے (اول) یہ کہ دکت الارض دکا دکا خلیل رح نے کہا کہ دکّہ دیوار و ٹیلہ و پہاڑی
وغیرہ کو توڑنا پس معنے یہ کہ روے زمین پر جو چیز از قسم درخت و پہاڑ وغیرہ ہو وہ زمین کے زلزلہ کے وقت شکستہ و کوفتہ کردیے
جاوینگے مبرد رح نے کہا کہ دک کے معنے بلند کو گرا کر پھیلا دینا تو مطلب یہ ہوا کہ زمین کے مکانات و عمارات سب منہدم کرکے بچھا دیے
جاوینگے اسی معنی مین ابن عباس رض نے کہا کہ زمین قیامت کے روز پھیلادی جائیگی یعنے فرش مستوی ہوجائیگی - واضح ہو کہ یہ دک
بعد زلزلہ زمین کے ہوگا پس زلزلہ پر زلزلہ آویگا تو پہاڑ و ٹیکرے منہدم ہوکر غار بکھر جاوینگے اور دنیا ختم ہوجائیگی وقد قال
تعالے وحملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ - زمین و پہاڑ اُٹھا کر ایکبار کوفتہ کردیے جاوینگے (صفت دوم) قولہ تعالے
وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا - اور آئیگا تیرا رب و صف بصف ملائکہ ف لرازی رح نے کہا کہ دلائل عقلیہ سے
یہ بات ثبوت ہوئی کہ جسم کی طرح جنبش کرنا آمد و رفت کے معنے مین محال ہو دلیل یہ کہ جو چیز حرکت آمد و رفت کے لائق ہو وہ جسم ہوتا ہے
اور جسم ہونا اللہ تعالے کی شان مین محال ہو تو یہ جنبش بھی محال ہو پس آیت مین رب عزوجل کا آنا جو مذکور ہے تو اُس مین تاویل
کرنا ضرور ہو اور تاویل کی چند صورتین ہین (۱) یہ کہ رب آیا یعنے اُسکی طرف سے سزا و جزا آئی (۲) یہ کہ رب کا قہر آیا - اور یہ محاورہ
عرب کی زبان مین آیا ہو چنانچہ جس شخص کی طرف سے خوف ہو اور اُسکی قوت معروف ہو تو کہتے ہین کہ وہ آگیا (۳) یہ کہ اللہ تعالے
کی بزرگ آیات آگئین (۴) یہ کہ رب تعالے کا ظہور ہوگیا کیونکہ اس روز اللہ تعالے کی معرفت خود بخود آجاویگی م مترجم
کہتا ہو کہ اسکے یہ معنے نہین ہین کہ کفار کو معرفت حاصل ہو گی کیونکہ یہ باطل ہو اور مترجم نے اسکو سابق مین بارہا مدلل بیان کیا ہے
ولیکن یہ معنے ہین کہ اُس روز کفار کو یہ بدیہی معلوم ہوجاویگا کہ خدا ے تعالے کے سواے کسی مین کچھ قدرت نہین ہے بلکہ یہ بھی
ان لوگون کو ایک مدت کے بعد معلوم ہوگا تو اولی یہ کہ اُس روز ضرور معلوم ہوجائے گا کہ انبیا علیہم السلام نے جو کچھ
بیان فرمایا تھا وہ واقع ہوا بلکہ یہ بات موت ہی کے وقت معلوم ہوجاتی ہو (۵) یہ کہ جاء ربک - رب عزوجل کا آنا بطور تمثیل ہو
یعنے رب عزوجل کی آیات وحدانیت اور آثار قہر اور حقیقی سلطنت کے ایسے ظاہر ہونگے جیسے دنیا مین دنیاوی بادشاہ کی آمد ہوئی ہو
کہ اس سے ایسی ہیبت و عظمت چھاجاتی ہو کہ سب لشکرون کے آنے سے نہین ہوتی ہو (۶) ششم یہ کہ رب کے معنے لغت مین
مربی ہین تو شاید جاء ربک - تیرا رب یعنے مربی آیا - اس سے کوئی عظیم فرشتہ مراد ہو یعنے وہ عظیم فرشتہ جو تیرا مربی ہے
وہ آوے گا اور باقی سب آسمانون کے ملائکہ صف بصف آوینگے اور جن و انس کو گھیر لینگے (تفسیر کبیر) م مترجم کہتا ہو
کہ یہ تاویلات عجیب اقوال ہین اور اہل ایمان ایسے عقول سے سخت پراگندہ ہوتے ہین اسیواسطے ہمارے ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہ
و مالک و شافعی و احمد وغیرہم جم غفیر رحمہم اللہ تعالے نے علم کلام کی مذمت فرمائی ہو اور انتہا درجہ تاویل یہان اس لیے پسند
کی گئی تاکہ عام لوگ قولہ تعالے جاء ربک مین آنا جو مخلوق کے مانند ہے تصور نہ کرین کیونکہ عام لوگ خواہ مخواہ یہان آمد کا
تصور لاتے ہین لہذا متاخرین علماء نے عوام کو اس سے بچانے کے لیے تاویل پسند کی اور یہ یہان اسی قدر کافی ہے کہ جاء ربک
یعنے تیرے رب عزوجل کا حکم قضا آگیا - اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ تاویل کرنے کی حقیقت مین کوئی ضرورت
لاحق نہین ہے جیسا کہ امام رازی رح نے زعم کیا ہو - اگر کہو کہ امام رازی رح نے تو دلیل بیان کی کہ آنا ایک طرح کی جنبش ہو اور ہر چیز
جسکی شان سے جنبش ہو وہ جسم ہے اور اللہ تعالے جسم نہین ہو تو آنا اُسکی شان نہین ہے (جواب) اس دلیل کا حال یہ ہے

جمع کیا ہی تو یہ وبال اُسکی گردن پر ہی اور وارث کے لیے مال حلال ہی اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین جو میراث کو حلال وحرام سب طریق سے کھاتے تھے اس سے یہ مراد ہے کہ جو چیزین میت کے ترکہ مین خاص کسی غیر کی امانت معلومہ یا غصب تھین وہ بھی کھا جاتے اور کہتے کہ تم نے جس شخص کو وہ چیز دی تھی اُس سے لو۔ میت کی لڑکیان و زوجہ محروم اور لڑکا ہوتا تو میراث کھا جاتے لہذا اللہ تعالے نے مشرکون کو ملامت کی کہ تم لوگ میراث کو ہر طرح سمیٹ کر کھاتے ہو۔ وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۔ اور محبت کرتے ہو مال سے محبت کثیر ف جم یعنے کثیر ہے۔ بعض نے کہا کہ بہت حد سے بڑھی ہوئی (ابن کثیر) یعنے تم لوگون کی حالت یہ ہی کہ فقط دنیا پر دار ومدار رکھتے ہو تو ناچار دنیاوی مال سے تم کو حد سے بڑھی ہوئی بکثرت محبت ہی (الکبیر) چنانچہ جمیع اقسام کفار کا جو مقولہ ہی اُس کو مشرکین عرب ظاہر کرتے تھے کما قال تعالے ان ہی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیی وما نحن بمبعوثین۔ یہ تو فقط یہی ہماری دنیاوی زندگی ہی کہ مرتے اور جیتے ہین اور ہم ہرگز بعد موت کے نہین اُٹھائے جاوینگے۔ ھ۔ اللہ تعالے نے اُنکے اس باطل خیال کو رد کر دیا بقولہ تعالے

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝

کوئی نہین جب پست کرین زمین کو کوٹ کوٹ کر اور آوے تیرا رب اور فرشتے قطار قطار

وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝

اور لائے اُس دن دوزخ کو اُس دن سوچے آدمی اور کہان ہے اس کو سوچنا

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۝ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۝ وَّلَا

کہے کسی طرح مین کچھ آگے بھیجتا اپنے پھر اُس دن مار نہ دے اُسکی سی کوئی اور

يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ۝ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً

باندھ نہ رکھے اسکا سا کوئی اے جی چین پکڑے پھر چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی

مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝

وہ تجھسے راضی پھر مل میرے بندون مین اور بیٹھ میری بہشت مین

رازی رح نے لکھا کہ قولہ تعالے۔ کَلَّآ۔ مشرکون کو جھڑکی ہی اور انکے افعال سے انکار ہی یعنے یہ معاملہ اسطرح نہین ہونا چاہیے کہ فقط دنیا کی زندگی ومال پر ہمت کوتاہ ہو اور جس طرح ہو سکے دنیاوی متاع جمع کیجاوے اور اسی پر بھروسا کیا جاوے اور اس سے کسی یتیم ومسکین کو نہ دے بلکہ حرام وحلال سے جسطرح بن پڑے سمیٹ لے اور یہ اعتقاد کرے کہ نہ حساب ہی نہ کتاب ہے اور نہ آخرت مین عذاب ہی نہ ثواب ہی۔ اس سے جھڑک دیا کہ یہ خیال باطل ہی۔ ایسے باطل خیال والے کو اُسوقت ندامت ہوگی جب کچھ نفع نہوگا (کبیر) ابن کثیر رح نے کہا کہ اللہ تعالے ان آیات مین روز قیامت کے ہولناک واقعات سے آگاہ فرماتا ہے کہ (کلا) ای حقا۔ یعنے آیندہ جو ہولناک امور قیامت مذکور ہین وہ برحق ہین **اقول** اکثر اہل تفسیر نے رازی رح کا اتباع کیا ہے یعنے ای مشرکو تمھارا زعم باطل ہی۔ تم آخرت مین پشیمان وخوار ہوگے۔ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا۔ جب زمین کوفتہ کی جائیگی کوٹنے پر کوٹنا ف یعنے پست وہموار کرکے پہاڑ وغیرہ یکسان کر دیے جائینگے اور لوگ اپنی قبرون سے اُٹھکر اللہ تعالے کے لیے قیام کرینگے (ابن کثیر) اور قولہ دکا دکا۔ دو مرتبہ مفید ہی کہ بار بار کوفتہ کی جائیگی (السراج) اللہ تعالے نے

کرنے والا جنت مین اسطرح ہونگے یعنے اپنے کلمہ کی اُنگلی اور بیچ کی اُنگلی دونون ملائین (اسنادہ صحیح) کذا فی تفسیر ابن کثیر رح **رازی** رح نے
لکھا کہ مقاتل رح نے فرمایا کہ جب آیت اُتری تو امیہ بن خلف رئیس قریش کے یہان قدامہ بن مظعون یتیم تھا وہ اپنی طرف سے اکرام کرنے
سے گیا بلکہ جو کچھ اسکا حق تھا وہ بھی نہین دیتا تھا اور خوار رکھتا تھا واضح ہو کہ یتیم کا اکرام نہ کرنا کئی طرح سے ہے (ایک) یہ کہ اسکی پرداخت
اچھی طرح نہین کرتا جیسے اپنی اولاد کیساتھ سلوک کرتا ہے باشارۂ قولہ تعالے لاتحاضون علی طعام المسکین (دوم) یتیم کا جو حق میراث
مین ثابت ہے وہ نہین دیتا مثلاً زید نے انتقال کیا اور بکر و خالد دو بیٹے چھوڑے پھر بکر مرگیا اور شعیب اپنا لڑکا چھوڑا تو خالد نے اُسکے حق مین
مکاری سے چاہا کہ یا تو تکلیف اُٹھاکر مرے یا کسی ترکیب سے یہ مال اُسکو نہ ملے باشارۂ قولہ تعالے وتاکلون التراث الآیہ (سوم) یہ کہ یتیم
کو چاپلوسی کے ساتھ لاکر اپنے گھر مین رکھا اور اس حیلہ سے چاہا کہ اُسکا مال لے لے اور اسی طرف اشارہ ہے بقولہ تعالے وتحبون المال حبا جما
الخ- قولہ تعالے ولاتحاضون علی طعام المسکین یعنے باہم ایک دوسرے کو آمادہ نہین کرتے کہ فقرا و مساکین کے ساتھ احسان کرین
(ابن کثیر) جیسے قولہ تعالے انہ کان لایومن باللہ العظیم ولایحض علی طعام المساکین- یعنے آخرت مین کافر کے لیے عذاب جہنم کے
وقت کہا جائیگا کہ وہ دنیا مین اللہ عزوجل کے ساتھ ایمان نہین رکھتا تھا اور مسکین کے ساتھ سلوک کرنے پر آمادہ نہین کرتا تھا- ھ-
وعلی ہذا (تحاضون) اصل مین (تتحاضون) تھا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت مین لاتحاضون بالضم آیا ہے (تفسیر کبیر) بالجملہ اللہ تعالے نے
کافرون کے قول کی بدی کے ساتھ فعل کی بدی بھی چار باتون سے بیان کی دو یہی ہین کہ یتیم کا اکرام نہین کرتے اور مساکین کے
ساتھ احسان کرنے پر ایک دوسرے کو تاکید نہین کرتے اور باقی دو باتون کا بیان آگے ہے بقولہ تعالے- **وَتَأْكُلُونَ**
التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا- اور تم کھا لیتے ہو میراث کو کھانا سب سمیٹ کر **ف** تراث اصل مین (وراث) تھا (و) کو (ت)
سے بدل لیتے ہین جیسے تجاہ وجاہ وغیرہ ہین اور (لما) ای (جمعا) اور لیث رح نے کہا کہ (لم) خوب جمع کرنا اور محاورہ مین کہتے ہین کہ لم الثرید
یعنے فلان کھانے والے نے حرص کے مارے ثرید کو ایک ہی لقمہ بناکر نگل لیا زجاج رح نے کہا کہ مشرکین اپنے بھائی بندون کی
میراث کو فضول خرچی کے طور پر خوب کھاتے تھے اور مردے کے بال بچون کی رعایت نہین کرتے تھے گویا سب سمیٹ کر خود ہی کھا جاتے
تھے حسن بصری رح نے کہا کہ اپنا حصہ اور دوسرے کا حصہ سب ملا لیتے اور کھا جاتے تھے اور قولہ اکلا لما- مین تین قول ہین (اول)
واحدی رح نے کہا کہ مفسرین رحمہم اللہ تعالے کہتے ہین کہ اکلا لما یعنے کھانا شدید یہ (لما) کی تفسیر نہین ہے بلکہ حاصل مطلب ہے
اور اکل کی صفت (لم) ہے اور اس سے فاعل مراد ہے ای اکلا لاما- جامعا- گویا وہ لوگ سب میراث سمیٹ کر کھا جاتے تھے (دوم)
یہ کہ جو مال میت کی میراث رہتا تھا اُسمین کچھ حلال ہوتا اور کچھ مشتبہ اور کچھ حرام ہوتا تو مشرک وارث سب کو سمیٹ کر کھا جاتا (سوم)
زمخشری نے کشاف مین کہا کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مذمت وارث کے حق مین ہو کہ اُسنے مال بے محنت پایا اور مال مفت کیطرح
خوب اُڑایا (تفسیر کبیر) **ابن کثیر** رح نے فقط قول دوم پر اکتفا کیا یعنے مال میراث سب سمیٹ کر کھاتے ہو خواہ حرام یا حلال
جس طرح حاصل ہوا (ھ) **مترجم** کہتا ہے کہ یہ اچھی تفسیر ہے اور اسمین سب صورتین داخل ہین **تنبیہ** جاننا چاہیے کہ آدمی
نے اپنی زندگی مین جو مال جمع کیا ہے جب وہ مرا تو وارث کو دیکھنا چاہیے کہ اگر میراث مین کسی شخص کی خاص چیز معین معلوم ہو مثلاً
صندوق ہے جو مورث نے غصب کرلی یا امانت تھی تو وارث کو چاہیے کہ جسکی چیز ہے اسکو واپس کردے اور اگر میت کے پاس کسی کا
روپیہ امانت تھا لیکن میت نے کچھ ظاہر نہ کیا تو یہ وبال اُسکی گردن پر رہا اور اگر میت نے رشوت وغیرہ سے مال

کمی فرماتاہی اور یہ دونون صورتین امتحان ہین ولیکن یہ امتحان اہل رحمت کے ساتھ ہی تاکہ تونگر بندہ اپنے قرابتیون کے ساتھ اور یتیم و مسکین کے ساتھ سلوک کرکے فضل الٰہی سے ثواب پاوے اور فقیر تنگدست اس مقدار پر صبر کرکے طاعات بجا لاوے اور ثواب عظیم کماوے اور اس زمانۂ اخیر مین جب قیامت کے فتنے بکثرت پھیلتے جاتے ہین اور لوگ اسلام سے نکلکر کفر و شرک مین داخل ہوتے جاتے ہین تو بہت سی صورت کے مسلمان ایسے ہین کہ جسکے پاس دنیا کی کثرت دیکھتے ہین اُسی کو نیک و بزرگ جانتے ہین اور فقیر عالم کو خوار و حقیر سمجھتے ہین اور خود اس محتاجی مین دن رات رائگان ہین آخرت کو موہوم خیال سمجھکر آخرت مین بھی خسارہ ہی اور دنیا مین بھی خسارہ ہی۔ رہے کفار تو اُن مین یہ دونون قسمین بطریق امتحان غضبی ہین۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اور خلاصہ یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ دنیا مین مال کی کثرت یا تنگی فقط اسی وجہ سے دیتا ہی کہ امتحان مین ڈالے کیا نہین دیکھتے ہو کہ مال بلکہ بادشاہت ایسے لوگون کو دیتا ہی جو اُسکے دشمن ہین اور حدیث مین ارشاد ہی کہ دنیا تمام و کمال اس قابل نہین ہی کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک مچھر کے پر برابر قدر ہو اور اگر تمام دنیا و مافیہا کی قدر اللہ تعالےٰ کے نزدیک مچھر کے پر برابر ہوتی تو اسمین سے کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا۔ حدیث مین ہی کہ خبردار ہو جاؤ کہ دنیا لعنت کی گئی ہی اور جو کچھ دنیا مین ہی ملعون ہی سوائے ذکر الٰہی و عالم و متعلم کے۔ **كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ**۔ کچھ نہین بلکہ تم لوگ یتیم کی خبرگذاشت نہین کرتے ہو اور نہ مسکین کے کھانے پر اُبھارتے ہو ف (کلا) انسان کو جھڑکی ہی کہ اُسنے دنیاوی مال سے جو کرامت یا اہانت اعتقاد کی ہی یہ کچھ نہین ہے اُسکا قول اعتقاد باطل ہی۔ ابن عباس رضؓ نے کہا یعنے مین نے جسکو مالداری مین مبتلا کیا تو اُسکی کرامت کی وجہ سے نہین ہے اور جسکو محتاجی مین پھنسایا تو یہ اُسکی خواری کی وجہ سے نہین ہے۔ ھ۔ یعنے کافر نے جس دنیا کو کرامت یا خواری کا مدار سمجھا ہی یہ اُسکے قلب کے کفر کی وجہ ہی کیونکہ دنیا کی قدر کچھ بھی اللہ تعالےٰ کے نزدیک نہین ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالےٰ ایسے دشمنون کو مال و دولت دیتا ہی جو مشرک ہین اُسکی الوہیت سے منکر ہین اور بہت سے محبوب بندون کو مال نہین دیتا ہی۔ چونکہ انسان جاہل کافر ہے وہ دنیا کو نہین پہچانتا اور آخرت سے منکر ہے تو اس حماقت سے وہ دنیا کے اوپر مدار سمجھتا ہی اور یہ ہرگز نہین ہی بلکہ مدار انسان کی عزت آخرت پر ہی جسکا نمونہ دنیا مین اسطرح ہی کہ جو بندہ تقوی ایمانی پر ہو وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک مکرم ہی اور جو لغو بیہودہ ہو وہ خسارہ مین ہے (م۔ ابن کثیر۔ ف۔ ک) تو انسان کافر کا یہ قول کہ اللہ تعالےٰ نے جسکو دنیا دی اسکا اکرام کیا اور جسکو نہ دی اسکی اہانت کی ہی یہ قول انکا بدتر ہی اور اس قول سے بدتر انکا فعل ہی کہ جب اللہ تعالےٰ نے انکو مال دیا تو اُسکے امتحان مین پورے نہین اترتے کہ یتیم کا اکرام نہین کرتے اور مسکین کو طعام دینے پر ایک دوسرے کو آمادہ نہین کرتے ہین امام ابو عمروؒ نے (یکرمون) بیاء تحتیہ پڑھا یعنے یہ جنس انسان جنکا ذکر ہوا ہی یتیم کا اکرام نہین کرتے ہین الخ۔ اور باقی ائمہ نے بتاء فوقیہ پڑھا تو معنے یہ کہ ای محمد ان لوگون سے کہدے کہ تم لوگ یتیم کا اکرام نہین کرتے ہو الخ۔ آیت مین یتیم کا اکرام کرنے کی تاکید ہی اور عبداللہ بن المبارکؒ نے بالاسناد حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانون مین وہ گھر سب سے اچھا ہی جسمین کوئی یتیم ہو جسکے ساتھ اکرام اور احسان کیا جاتا ہو اور مسلمانون مین وہ گھر بدتر ہی جسمین یتیم کے ساتھ برائی کیجاتی ہو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک انگلی سے اشارہ کرکے فرمایا کہ مین اور یتیم کی پرواخت کرنے والا جنت مین اسطرح ہونگے۔ ھ۔ یعنے میرے درجہ سے متصل اسکا درجہ ہوگا ابوداؤدؒ نے حدیث سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اور یتیم کی کفالت

واسطے دلیل کافی ہی وجہ چہارم انسان کا نفس اسی خاک سے پیدا ہوا ہی اور زمین کی چیزین بالطبع اسکو مرغوب ہین تو جب انسان کو
یہ چیزین حاصل ہوتی ہین تو ضرور اُسکا جی ان چیزون مین لگا رہتا ہی حالانکہ حق لازم یہ تھا کہ اس دار ناپائدار سے دل کو منقطع
کرے اور یہان کی زندگی کو وبال سمجھے سوائے نیکیان کمانے کے یہ بات اس مال ومتاع کے حاصل ہونے کی صورت مین اسکے جی پر بہت
دشوار ہوتی ہی تو مالدار اس بلا مین ہر دم گرفتار ہی اور جس مسلمان کے پاس دنیاوی متاع نہین ہی تو یہ اُسکے جی کو ناگوار ہے لیکن عقل سے
دیکھیے تو اللہ تعالے نے اُسکے واسطے بلا سے نجات دی اور معالی درجات کی ترقی آسان کردی کیونکہ اسکا جی اس دنیا مین نہین پھنسا
جبکہ دنیاوی متاع اُسکے پاس نہین ہی تو لا محالہ وہ اللہ تعالے کی جناب مین فارغ البال متوجہ ہوگا اور اس سامان سے وہ
اصلی وطن بے مثال کے درجات عالیات حاصل کریگا اور حدیث مین ہی کہ جنت مین سے ایک کوڑی کے برابر جگہ تمام دنیا و مافیہا سے
بہت بہتر ہے۔ ع۔ پس معلوم ہوا کہ جسکو دنیا کی دولت ومتاع حاصل ہوئی اُسکو معارف قدس اور معالی درجات سے محرومی ہوتی
ہی اگر ہر دم اپنے نفس کو مارتا اور اُکھاڑتا نہ رہے اور جب اُسنے متاع دنیا سے دل اُٹھا لیا تو اُسکو کچھ خیال بھی نہ رہے گا اور بدون اسکے
محروم ہوگا تو بھلا انسان کیونکر دنیاوی مال ودولت کو موجب سعادت وکرامت سمجھتا ہے جس سے اسقدر محرومی ہو اور بھلا کیونکر
بے مال کے اہانت سمجھتا ہی حالانکہ وہ آخرت کے درجات حاصل کرنے کے لیے فارغ البال ہی مترجم کہتا ہی کہ اس بیان سے یہ فائدہ بھی
سمجھ لینا چاہیے کہ اگر کسی مسلمان کے پاس دنیاوی مال ودولت نہو پھر وہ دنیا کے لالچ مین مالدارون کی طرف حسرت سے نگاہ کیا کرے اور
رات ودن اغنیا کی تعظیم وتکریم کا خیال کرکے دنیاوی فکر مین رہے تو حدیث مین ہے کہ جسنے دنیاوی مالدار کی تعظیم اسکی دنیا کی وجہ سے کی
تو اُسکا دو تہائی دین برباد ہوگیا۔ ع۔ پس اس مفلس کے پاس نہ دنیا ہی اور نہ دین ہی تو ایسی محتاجی ومفلسی سے اللہ تعالے پناہ دے کہ یہ
دنیا وآخرت کی خواری ہی ورنہ فقیری تو معالی درجات آخرت حاصل ہونیکا عمدہ وسیلہ تھی اور واضح ہو کہ جسنے انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کو
دینی عقل سے پہچان لیا ہی وہ جانتا ہی کہ اصل یہ ہی کہ اس دنیا سے جہانتک ہوسکے کم لے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے عموماً اسکی روایات
بکثرت ہین وقد قال تعالے اذہبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا الآیہ۔ یعنے اللہ تعالے نے جہنمی کافرون کے واسطے فرمایا کہ اُنسے کہا جائے گا
کہ تم لوگ اپنی دنیاوی زندگی مین اپنی لذت کی چیزین لے چکے ہو۔ ع۔ اکثر صحابہ رض اس سے خوف کھاتے اور دنیا کی لذیذ چیزین نہین لیتے
تھے اور جس قدر اس ناکارہ متاع سے کم لے اُسی قدر اسکے لیے آخرت کی متاع بے مثال زیادہ ہی اور اللہ تعالے اکثر اپنے مومنین
بندونکو انکی قوت یقین کے ساتھ مین متاع دنیاوی کم دیتا ہی اور حدیث مین یہ مضمون ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ایک جماعت
کو اموال تقسیم فرماتے تھے آپ نے سب کو دیا اور ایک شخص کو نہ دیا تو سعد رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا
رسول اللہ آپ نے فلان شخص کی طرف توجہ نہین فرمائی حالانکہ مین اُسکو مومن جانتا ہون اس طویل حدیث مین ہی کہ سعد رض نے تیسری
مرتبہ بھی اُٹھکر یہ کلمہ حضرت صلعم سے عرض کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے سعد رض مین ایسے شخصون کو دیتا ہون کہ جنکے حق مین یہ خوف ہی
کہ اُلٹے پھر جاوین اور اوندھے جہنم مین گرین برخلاف انکے جو ایمان مین صادق ہی اُسکو ایمان پر چھوڑتا ہون۔ اور حدیث مین ہی کہ مبارکباد ہی
اُسکو کہ جسنے کمتر کفاف رزق پر خوشی سے صبر کیا۔ حدیث مین یہ مضمون ہی کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ مین اپنے بعضے بندون کو رزق مین وسعت
دیتا ہون اگر اُسکے رزق مین تنگی کردون تو یہ اُسکے دین مین فتنہ ہو جاوے اور مین بعضے بندون کو رزق مین تنگی دیتا ہون اگر فراخ کردون
تو اُسکے دین مین فتنہ ہو جاوے (الخ) بالجملہ اللہ تعالے اپنے مسلمان بندون کو کبھی رزق مین وسعت دیتا ہے اور کبھی رزق مین

مبتلا ہو اگر وہ آخرت مین جنتی و نیکبخت ہی تو دنیاوی حالت نہ اہانت ہی نہ شقاوت ہی پس ثابت ہوا کہ دنیا مین جو شخص مالدار ہی وہ
اپنے آپکو ہرگز یہ نہین سمجھ سکتا ہی کہ وہ نیکبخت ہی اور جو شخص دنیا مین محتاج ہی وہ یہ نہین سمجھ سکتا کہ وہ بدبخت و خوار ہی **وجہ دوم** یہ کہ
دنیا مین مال و متاع حاصل ہونا یا محتاجی و دکھ حاصل ہونا ہرگز اس امر کی دلیل نہین ہوسکتا ہی کہ اس شخص مین سعادت کی لیاقت ہی
اور وہ اسی قابل ہی کیونکہ ہم بدیہی دیکھتے ہین کہ دنیا مین جو شخص بدکار ظالم اور فاسق فاجر ہی اُسکو بادشاہت و دولت ملتی ہی **اقول**
اسمین اللہ تعالے کی وہ عظیم حکمت ہی کہ مخلوق اسکو نہین سمجھ سکتی ہی کیونکہ کسی چیز کی حکمت اُس وقت سمجھ مین آوے جب
اُسکے سب تعلقات معلوم ہون مثلاً گھڑی کے سب پرزے ایک گنوار کے سامنے رکھدیے جاوین تو بھی وہ اسکی حکمت نہین سمجھ
سکتا ہی بلکہ اکثر اعتراض کریگا کہ کاریگر نے یہ پرزہ ٹیڑھا کیون بنایا ہی اور یہ پہیہ آدھا کیون ہی اور اسیطرح ہزارون معاملات ہین
جو آدمیون کے جزئی حواس کے ساختہ ہین اور نادان نہین سمجھ سکتا ہی پھر معاملات عالیہ و حکمت الٰہیہ کیونکر سمجھ مین آسکتی ہی پس کبھی
کافر گنہگار کو دنیاوی مال و دولت اسلیے ملتی ہی کہ وہ درجہ بدرجہ کفر و طغیان مین بڑھتا جاوے اور چونکہ وہ جہنم مین بالکل نیچے طبقے کے
سخت عذاب والون مین ہی تو اُسی کے لائق اپنی کمائی پوری کرتا ہی اور چونکہ سخت احمق ہی اس لیے دنیاوی دولت کو اپنی خوبی
سمجھتا ہی اور اسی وجہ سے اہل کفر جو مالداری مین زیادہ ہین اپنی کفر و طغیان سے بیدار نہین ہوتے ہین بلکہ بڑی کوشش سے یہ
چاہتے ہین کہ تمام ملک کے لوگ اُنھین کے طریقے پر ہوجاوین اور یہان دولت دنیا کی وجہ سے نفس کا مغالطہ سخت ہی کیا نہین دیکھتے
ہو کہ بہت سے عوام مسلمان دل مین کہتے ہین کہ اگر یہ لوگ خدا کے نزدیک اچھے نہ ہوتے تو کیون اس عروج پر ہوتے اور اسکا باعث
فقط یہ ہے کہ دنیا کی وقعت دلون مین سمائی ہوئی ہی اسی لیے جب ایسے جاہل مسلمانون کے پاس دولت و قوت ہوتی ہی تو فخر و رعونت
و تکبر کے ساتھ اترا کر بہت فساد کرتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ کفار و مشرکین کو کبھی اس مصلحت سے دولت دی جاتی ہی کہ اگر وہ دوسرونکے
پاس ہو تو زمین مین فساد مچادین بالجملہ یہ خوب معلوم ہی کہ حضرت خالق عزوجل کی حکمت ہی اور اُسکی صورتین بہت بندون کی سمجھ مین
بھی آتی ہین **وجہ سوم** یہ کہ دنیا مین جسکو دولت و عزت دی گئی ہی اُسکو انجام کار سے غافل نہونا چاہیے کیونکہ خاتمہ کا اعتبار
ہوتا ہی اور محتاج کو اللہ تعالے نے نعمت کثیرہ عطا فرمائی ہین مثلاً دین حق ہی اور صحت و سلامتی وغیرہ اسقدر بے شمار ہین کہ احاطہ
نہین ہوسکتا ہی تو وہ کیونکر اپنے نفس پر یہ حکم لگاویگا کہ اللہ تعالے نے اُسکی اہانت فرمائی ہی **مترجم** کہتا ہی کہ جو شخص ایماندار ہے تو
اُسکی شناخت یہ ہی کہ آخرت کی خوبی کے سامنے وہ دنیا کی ہستی نہین سمجھتا ہی لیکن دنیا مین فقر و فاقہ کی تکلیف چونکہ نفس پر شاق
ہی اسلیے ڈرتا ہی کہ ایسا نہو نفس زیادہ مشقت کے وقت اصلی دولت و نعمت عظمیٰ یعنے ایمان کھو بیٹھے تو وہ دولت کی وجہ سے کسی پر
فخر نہین کریگا بلکہ جو مسلمان فقر و فاقہ مین عبادت و طاعت بجالاتا ہی اسکو دیکھکر تعظیم کرتا ہی اور اسکو بہت اچھا جانتا ہے
اسلیے کہ اسکا حساب بہت کم ہی اور ثواب بہت زیادہ ہی تو وہ اس مالدار سے بہتر ہے ولیکن جو شخص کافر و فاجر ہے اُسکو آخرت
کی قدر نہین ہی اور جہنم سے خوف نہین ہی تو وہ فقط دنیا جانتا ہی پس یہ وجہ جو امام رازیؒ نے بیان کی اس بنیاد پر ہی کہ آیت مین الانسان
عام ہے کافر و مسلمان سب کو شامل ہی کیونکہ نادان مسلمان بھی دنیا نہونے سے اپنے آپ کو خوار سمجھتا ہی اسلیے کہ دنیا کے مالدار اور دنیا کے
لالچی اسکو بے قدری کی نظر سے دیکھتے ہین تو اُسکے نفس پر اسکا اثر ہوتا ہی اور وہ اپنے دل مین خجل رہتا ہی اور یہ خیالات اللہ تعالیٰ کی
طرف سے بھی اُسکے تصور مین آتی ہے تو یہ گمان ہوجاتا ہی کہ اللہ تعالے نے اُسکی اہانت فرمائی ہی۔ اسیطرح چوتھی وجہ بھی مسلمانون کے

یہ اسلیے نہین ہی کہ رزق کی کمی سے اہانت نہین ہوتی ہی کیونکہ رزق کی فراخی صرف فضل مزید ہی یعنے اپنے فضل سے زیادہ دیدیا اسمین مخلوق کا کچھ استحقاق نہین ہی اور جہان ایسا ہو تو اہانت لازم نہین ہی مثلاً زید نے مجھے تحفہ بھیجا تو یہ عنایت ہی اور اگر نہ بھیجا تو اہانت نہین ہی اگر سوال کیا جاوے کہ آیت مین (اکرمہ ونعمہ) فرمایا اور آخر مین النسان کا قول (ربی اکرمن) اسپر اسکی مذمت فرمائی جیسے (ربی اہانن) پر مذمت کی (جواب) دو طریقے سے سمجھو **اول طریقہ** یہ کہ اللہ تعالےٰ نے (اکرمہ) فرمایا تو اسکے معنے یہ تھے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف سے اسکو عطا کیا اور انسان نے جو کہا کہ (ربی اکرمن) تو اُسکی یہ مراد ہی کہ ربنے میرے لائق میرا اکرام کیا یعنے مین اسی لائق ہون اسی وجہ سے وہ اپنے آپکو معزز سمجھتا اور دوسرون پر فخر کرتا ہی جیسے قارون نے کہا تھا (انما اوتیتہ علی علم عندی) یعنے مجھے جو یہ سب گنج بیشمار حاصل ہوا ہی تو اپنے علم ومعرفت سے حاصل ہوا ہی۔ مد۔ تو انسان کو یہ چاہیے تھا کہ اس نعمت کے وقت الحمد للہ علی احسانہ۔ کہتا یعنے اللہ تعالےٰ عزوجل کا شکر واحسان ہی کہ اُسنے اپنے فضل سے مجھے عطا کیا اور اب مین توفیق مانگتا ہون کہ اللہ تعالےٰ اپنے کرم سے یہ دولت وثروت مجپر وبال نہ کرے بلکہ یہ توفیق دے کہ مین قرابتیون کا صلہ رحم بجالاؤن اور محتاج بھائیون کی خدمت کرون تاکہ اللہ تعالےٰ مجھے ثواب عطا کرے **طریقہ دوم** یہ ہی کہ (ربی اکرمن) کو مذموم نہین رکھا بلکہ (ربی اہانن) مین مذمت ہی کہ جب اللہ تعالےٰ نے فضل نہین کیا تو اُسنے اسکا نام اہانت رکھا اور یہ شرارت ہی اسلیے کہ اُسنے دنیا پر مدار رکھا **تنبیہ** نافع رح نے (اکرمن) کو (اکرمنی) اور (اہانن) کو (اہانني) پڑھا جبکہ وصل کیا جاوے اور وقف مین بدون یا کے پڑھا اور بزی رح نے وقف اور وصل دونون صورتون مین (ی) کے ساتھ پڑھا اور جمہور قاریون نے دونون حالتون مین (ی) کو حذف کیا اور ابو عمرو رح سے بھی (ی) کے ساتھ موصول پڑھنے مین روایت ہے۔ ابن عامر رح نے (فقدر) بتشدید دال پڑھا اور باقیون نے بدون تشدید پڑھا اور دونون کے معنے ایک ہین (تفسیر السراج) **امام رازی** رح نے ان آیات کی تفسیر مین صاف بیان سے اسطرح لکھا کہ قولہ تعالےٰ فاما الانسان اذا ما الخ۔ (ف) کے ساتھ (فاما) اسلیے کہ اوپر کی آیت سے مربوط ہی یعنے رب عزوجل تو مرصاد مین مراصد ومراقب اعمال ہی بندون کے اقوال وافعال دیکھتا ہی تو ہر قول وفعل پر آخرت مین عوض فرماویگا۔ پھر انسان کا یہ حال ہے کہ وہ آخرت کو چھوڑ کر دنیا کے اہتمام مین مصروف ہی اور قول وفعل دونون مین مخالفت کرتا ہی **اول** قول مین مخالفت کا بیان کیا **دوم** قولہ کلا بل لاتکرمون الیتیم الآیہ مین فعل سے مخالفت ہے کہ تیم کا اکرام نہین کرتے ہو۔ مد۔ یہ فعل مخالف ہی قول مین مخالفت کا بیان یہ ہی کہ انسان فقط اپنی دنیا کی لذت وشہوت کے اہتمام مین منہمک ہی اگر اُسنے عیش وراحت کے سامان پائے تو یہ قول کہتا ہی کہ (ربی اکرمنی) میرے ربنے میرا اکرام کیا اور اگر یہ عیش نہ پایا تو کہتا ہی کہ میرے رب نے میری اہانت کی جیسے دوسری آیت مین کفار کے حق مین فرمایا یعلمون ظاہرا من الحیوۃ الدنیا وہم عن الآخرۃ ہم غافلون۔ یعنے کفار ظاہر کو جو دنیاوی زندگی ہی اسکو پہچانتے ہین اور یہ لوگ آخرت سے سخت غافل ہین۔ مد۔ قال تعالےٰ ومن الناس من یعبد اللہ علی حرف الآیہ یعنے لوگون مین سے بعض وہ ہی جو اللہ تعالےٰ کو ایک حرف پر معبود بناتا ہی یعنے رسول اللہ کے پاس آکر اسلام قبول کر کے ایک بات کا منتظر ہوتا ہی کہ) پھر اگر اُسنے مال ومتاع پایا تو اُس دین پر مطمئن ہوا اور اگر اسکو فتنہ پہونچا تو اُلٹے اپنے رخ پر پھر جاتا ہے۔ مد۔ **رازی** رح نے کہا کہ اسمین چند وجوہ سے کافرون کی غلطی ہی وجہ اول یہ کہ دنیا کی نیک بختی اور بد بختی بمقابلہ آخرت کے ایسی ہی جیسے سمندر کے مقابلے مین قطرہ ہوتا ہی پس جو شخص دنیا مین نعمت وثروت بے شمار رکھتا ہی اگر وہ آخرت مین بدبخت ہی تو دنیاوی دولت محض ہیچ ہے اور جو شخص دنیا مین محتاجی والم مین

کسی کا کلمہ سبب نزول ہوا ہو ولیکن مراد عموم ہے ابو السعودؒ نے لکھا کہ اوپر اللہ تعالیٰ کا کلام پاک منصوص ہے کہ اللہ تعالیٰ بندونکے اقوال وافعال کا مرصد ہے ضرور ہر ایک قول وفعل پر جزا وسزا دیگا - فاما الانسان الخ - رہا انسان تو وہ اس اہتمام مین نہین ہے بلکہ اُسکی نظر مین فقط دنیا کا اہتمام ہے چنانچہ اگر اللہ تعالیٰ اسکو مال و دولت و فرزند وغیرہ دیتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ مین اسی لائق تھا خطیبؒ نے لکھا کہ یعنے اس بیہودہ خیال پر اپنے نفس مین مغرور ہوتا ہے اور دوسرون کی تحقیر کرتا ہے اور اسکو یہ خیال بھی نہین آتا کہ یہ سب اُسکے حق مین امتحان ہے کہ کیونکر اس نعمت کی شکرگزاری کرتا ہے - اگر کہا جاوے کہ (ابتلاء) خود آیت مین مقدم ہے یعنے پہلے بیان کیا کہ اسکو امتحان مین ڈالا پھر بیان کیا یعنے اسطرح کہ اسکو نعمت دی (جواب) ابو السعودؒ وغیرہ نے کہا کہ امتحان کا ذکر اسلیے مقدم فرمایا کہ اکرام ونعمت کو دنیاوی مال کی فضیلت نہ سمجھین بلکہ دنیا مین جو کچھ حالت ہو سب امتحان ہے پس معلوم ہوگیا کہ انسان نے جو مال واکرام پاکر کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری لیاقت کے موافق مجھے دیا ہے یہ غلط ثابت ہوجاوے - وَاَمَّآ اِذَا مَا (ما زائدہ بمعنے کبھی کبھی) اِبْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ - اہانني - اور جب اسکو امتحان مین ڈالا پس اُسپر اسکا رزق تنگ کردیا تو کہتا ہے میرے رب نے میری اہانت کی ف اور اسی غم مین دلتنگ وبدحواس دین ودنیا فراموش رہتا ہے یہ کافر کا حال ہے جسکو بعث آخرت کا یقین نہین ہے تو اسکے نزدیک دنیا کے سوا کچھ نہین ہے اسی لیے یہود ونصاریٰ وہنود ایسے شخص کو جو دنیا مین فقیر ہو جنڈال بے نصیب وکمبخت وغیرہ الفاظ سے یاد کیا کرتے ہین کیونکہ دنیا کے عیش ومال وثروت سے اُسے بہت کم ہے اور یہ انکو یقین ہے کہ دنیا کے سوائے آخرت مین کچھ نہین ہے اور بعضے جو کچھ مانتے بھی ہین تو صرف اسی قدر کہ روح وہان حسرت کی آنکھون سے دنیا کی طرف دیکھا کرتی ہے لہٰذا جب کسی کافر کو دنیاوی دولت وثروت زیادہ ملی تو اُسکو معزز ومکرم دیکھتے ہین اور جب کسی مخلوق کو رزق کی تنگی ملی تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری اہانت کی رہا بندۂ مومن تو اسکے نزدیک کرامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو طاعت ونیک اعمال کی توفیق عطا فرمادے اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے مال ودولت کو اور رزق کی تنگی کو دونون باتون کو ابتلا فرمایا اسکی کیا وجہ ہے (جواب) یہ کہ ہان دونون باتین ابتلا وامتحان ہین چنانچہ جب اُسکے واسطے رزق فراخ کردیا تو وہ امتحان مین پڑا اُسکو لازم ہے کہ فرصت وفراغت مین یادِ الٰہی کی کثرت کرے اور شکر کرے اور اپنے محتاج قرابتیون کیساتھ اور یتیمون کے ساتھ ومساکین کیساتھ سلوک کرے اور بہتر یہ تھا کہ انکو اپنے برابر بٹھلا کر اُنکے ساتھ کھاوے چنانچہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سوار جاتے تھے ایک مقام پر آپ نے دیکھا کہ چند مساکین جمع ہین اور اپنی بغل سے خشک ٹکڑے نکالکر پانی کے ساتھ کھانے بیٹھے ہین ان لوگون کو سلام کیا کیونکہ سنت طریقہ یہ ہے کہ جو سوار ہو وہ بیٹھے ہوے لوگون کو سلام کرے اُن لوگون نے سلام کا جواب دیا اور عرض کیا کہ اے فرزند رسول اللہ آئیے ہمارے ساتھ شرکت فرمائیے آپ فوراً اُتر پڑے اور اُنکے ساتھ بیٹھکر کچھ تناول فرمایا پھر رخصت ہونے کے وقت اُن لوگون سے التجا کی کہ میرے مکان پر آوین اُن لوگون نے منظور کیا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور اُنکے ساتھ کھانا کھایا اور جب اللہ تعالیٰ رزق کی کمی کرتا ہے تو یہ امتحان ظاہر ہے کہ وہ صبر کرے اور گھبراہٹ وجزع فزع نہ کرے اور نہ بیجا شکوہ کرے بمانند قولہ تعالیٰ ونبلوکم بالشر والخیر فتنۃ الآیہ - یعنے تمکو شر وخیر کے فتنہ مین امتحان کرتے ہین الخ - اگر کہا جاوے کہ اول صورت مین (فاکرمہ ونعمہ) فرمایا تو دوسری صورت مین (فاہانہ وقدر علیہ رزقہ) نہین ہے (جواب)

ان چیزون کی قسم کھائی تو کیا وجہ تعظیم و حکمت ہو کیونکہ جو لوگ دنیا کی زندگی مین محجوب ہین اُنکو یہ باتین مفہوم نہین ہوتی ہین اور جواب قسم یہ کہ ہم ان کفار محجوب کو ضرور عذاب کرینگے اور استفہام تقریری کی صورت مین یہ معنے ہین کہ ان قسمون کی معرفت انھین بندون کو حاصل ہوتی ہو جو آخرت کے لوگ ہین کیونکہ اوہام سے اُنکی عقلین پاک صاف ہین تو قسم ہو کہ ہم ضرور ان بندون کو ثواب جمیل و عطا فرما دینگے اور انکے دشمنون مخالفون کو عاد و ثمود و فرعون کی طرح ہلاک کرینگے (ترجمہ اشارات الشیخ ابن العربی رح) پھر واضح ہو کہ عاد و ثمود و فرعون کے غرور و فسادات خوب معلوم ہوچکے اور ظاہر ہے کہ انھون نے مومنون کو فلاکت و غیرہ تکلیفات سے ایذائین دین اگرچہ اللہ تعالے نے مقدر فرمائین اور انکے ہاتھون جاری کین تو ان مومنون نے اپنی تکلیف و محتاجی سے اپنی بُرائی سمجھی اور کافرون کے غلبہ و غرور سے انکی خوبی نہین سمجھی بلکہ حق پر صبر کیا اور ثابت قدم رہے اگرچہ انسان کی جبلت اسکے خلاف ہو لہٰذا ارشاد فرمایا

فَاَمَّا الۡاِنۡسَانُ اِذَا مَا ابۡتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكۡرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَكۡرَمَنِ ○ وَاَمَّاۤ

سو آدمی جو ہے جب جانچے اسکو رب اسکا پھر اسکو عزت دے اور اسکو نعمت دے تو کہے میرے رب نے مجھے عزت دی اور وہ جسوقت

اِذَا مَا ابۡتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيۡهِ رِزۡقَهٗ ۙ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَهَانَنِ ○ كَلَّا بَلۡ لَّا تُكۡرِمُوۡنَ

اسکو جانچے پھر کھینچ کرے اسپر روزی کی تو کہے میرے رب نے مجھے ذلیل کیا کوئی نہین پر تم عزت نہین کرتے

الۡيَتِيۡمَ ○ وَلَا تَحٰٓضُّوۡنَ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِ ○ وَتَاۡكُلُوۡنَ التُّرَاثَ اَكۡلًا

یتیم کو اور تاکید نہین رکھتے محتاج کے کھانے کی اور کھاتے ہو مردے کا مال سمیٹ کر

لَّمًّا ○ وَّتُحِبُّوۡنَ الۡمَالَ حُبًّا جَمًّا ○

سارا اور پیار کرتے ہو مال کو جی بھر کر

رازی و خطیب رح نے لکھا کہ قولہ ان ربک لبالمرصاد سے متعلق یہ آیات ہین گویا فرمایا کہ اللہ تعالے پسند فرماتا ہو کہ بندہ دنیا سے دل ہٹا کر تمام کوشش و اہتمام اپنی آخرت کے لیے رکھے اور انسان کی یہ کیفیت ہو کہ وہ تمام دلی کوشش و اہتمام فقط دنیا کیجانب منحصر رکھتا ہو بقولہ تعالے۔ فَاَمَّا الۡاِنۡسَانُ اِذَا مَا۔ (پس اما بعد ہو) اب انسان کو دیکھو کہ جب۔ ابۡتَلٰىهُ رَبُّهٗ اُسکے رب نے اُسکو مبتلا کیا ف انعام کی نعمت مین ڈالا اور رزق کی وسعت سے امتحان کیا۔ فَاَكۡرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ پس اسکا اکرام کیا اور اُسکو نعمت دی ف دنیا مین اولاد اور ناموری سے مکرم ہوا اور مال و دولت بہت پائی۔ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَكۡرَمَنِ۔ ای اکرمنی۔ تو کہتا ہو کہ میرے رب نے میرا اکرام کیا ف یعنے مین جس لائق تھا مجھے اُسکے لائق عطا کرکے میرا اکرام کیا کہ مجھے مال کثیر اور اولاد جمیل عطا فرمائی اور یہ کلمہ اُسکی طرف سے بطور شکرانہ نہین ہو بلکہ اپنے نفس کو اچھا دیکھکر اس نعمت کا مستحق قرار دیا جیسے کفار مکہ مین سے سرکش مغرور مالدار کہا کرتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی مسلمانون فقیرون سے ہم لوگ اللہ تعالے کے نزدیک بزرگ و محبوب ہین کیونکہ اگر ہم ایسے نہوتے تو وہ ہم کو کیون یہ مال و دولت کی کثرت عطا کرتا لہٰذا اگر محمد (صلعم) کے کہنے کے موافق آخرت و جنت کچھ ہوگی تو وہان بھی ہم ہی ان سب سے افضل ہونگے کیونکہ یہ تو معلوم ہوچکا کہ اللہ تعالے کے نزدیک ہم لوگ معزز و مکرم ہین۔ کلبی رح سے روایت ہو کہ (الانسان) یہان ابیّ بن خلف ہے اور مقاتل رح نے کہا اُمیہ بن خلف ہو اور ابن عباس رض نے کہا کہ عتبہ بن ربیعہ وغیرہ ہے اور حق یہ ہے کہ شاید نزول آیت کے وقت ان کفار مین سے

پوری کی گئی جیسے قولہ تعالے واتممنا ہا بعشر- الشفع فرائض ہین اور الوتر سنن ہین اور بعض نے فرمایا کہ الشفع خلق ہے اور والوتر حق
سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ الفجر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور العشر اصحاب عشرہ مبشرہ بالجنۃ رضی اللہ عنہم ہین- الشفع فرض
اور الوتر اللہ تعالے کے واسطے اخلاص ہے- واللیل اذا یسر اہل توحید سواد اعظم ہین شیخ استاذ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اسمین دیگر
اشارات ہین مثلاً الفجر قلوب عارفین ہین جب ظاہری دلیل و برہان سے نکلکر فجر معرفت کی روشنی مین پہونچ جاتے ہین
(ترجمہ عرائس) شیخ ابن العربی رحمہ اللہ تعالے نے ظاہر تفسیر کے مناسب اشارات بیان فرمائے ہین اور یہی
انکا معروف طریقہ ہے چنانچہ اشارات مین لکھا کہ یہ قسمین دو طرح ہین (ایک) یہ کہ بنظر مبدء و منتہی کے ہین (دوم) یہ کہ
بنظر قیامت کبری کے ہین- بیان یہ کہ ابتداءً جب بدن سے روح متعلق ہوئی تو اُس فجر کی قسم ہے- ولیال عشر- محل حواس عشرہ
ہین پانچ ظاہر ہین اور پانچ باطن ہین جو روح کے متعلق ہوجانے کے بعد ظاہر ہوتے ہین کیونکہ یہی حواس اس روح کے کمالاتی
اسباب ہین اور انھین کے ذریعہ سے عروج بعلوم روحانیہ ہے والشفع روح و بدن کا مجموعہ جس سے عروج بمرتبہ تمکین ہے والوتر روح
مجرد جب بدن سے جدا ہو- واللیل اذا یسر جب بدن کی رونق و تازگی رفت گذشت ہوجاوے جب روح مجرد ہوتی ہے- یہ تو اول صورت کا بیان ہے
(بیان دوم) والفجر- اس فجر کی قسم جو مبدء طلوع نور حق عزوجل ہے جس سے بدن نفس مین تاثیر ہوتی ہے- ولیال عشر- حواس مکدر جو تاریکی
مین معطل ہوجاوینگے جبکہ نور الٰہی کی تجلی ہوگی مترجم کہتا ہے کہ سابق مین مین نے لکھا تھا کہ جب زمین و پہاڑ و آسمان سب ظہور
نور حق کی تاب نہ لاوینگے اور پارہ پارہ ہوجاوینگے تو اسوقت حواس معطل ہونگے اور شیخ نے جو یہان اشارہ کیا اسکے موافق قولہ تعالے
اذا العشار عطلت- مین عشار کے اشارہ سے حواس عشرہ منتفعہ لیے جاوین جو انسان کو بہت عزیز ہین اور اس بیان سے بہت سے
آیات و احادیث کے معنے سمجھ مین آجاتے ہین مثلاً حدیث سے ثبوت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روز
قیامت کے اندھیرے سے پناہ مانگا کرتے تھے اور فرمایا کہ ظلم روز قیامت کا اندھیرا ہے- یہ بات خود ظاہر ہے کیونکہ آفتاب و
ماہتاب سب دور ہوجاوینگے حتی کہ ستارے بھی نہین رہینگے تو اندھیری رات سے بھی زیادہ وہان اندھیرا ہوگا جب تک
کہ جدید پیدایش ہو- اور آیت مین ہے کہ (اشرقت الارض بنور ربہا) زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اُٹھیگی- ھ- اس صورت
مین سوال یہ ہے کہ اندھیرا کیونکر ہوسکتا ہے (جواب) نور حق سے مومنین دیکھین گے اور کفار اُس روز اپنے رب سے محجوب
ہونگے جیسا کہ آیات مین منطوق و مفہوم ہے تو کفار کی آنکھون کے سامنے بالکل اندھیرا رہیگا اسیواسطے وہ لوگ جہنم کی طرف
ہانک دیے جاوینگے واللہ سبحانہ تعالے اعلم- والشفع شاہد و مشہود ہے جبکہ مقام صفات مین مشاہدہ ہو کیونکہ ابھی تک بالکلیہ
فنا نہین ہے- الوتر- جبکہ مشاہدہ ذات ہین بعد فنا کے کامل ہو کہ اُس وقت بقاء فقط ذات احدیت جل شانہ کو حاصل ہے- واللیل
اذا یسر- یعنے خودی کی تاریکی جب چلی جاوے اور یہ اُس وقت کہ بقیہ بھی فنا ہوجاوے- یہان تیسری تاویل بقیامت صغری
یعنے موت بھی ہے تو والفجر ابتداے ظہور آفتاب از مغرب ہے ولیال عشر- حواس ہین کہ موت کے وقت منتشر و ساقط ہوجاتے
ہین- والشفع- روح و بدن ہین- والوتر روح مجرد جب بدن سے جدا ہو- واللیل اذا یسر- بدن جب اسکی تاریکی روح سے
دور چلی جاوے اور موت سے بدن کو زوال ہو (قولہ تعالے) ہل فی ذلک قسم لذی حجر- استفہام انکاری ہے یا تقریری ہے
استفہام انکاری کی صورت مین اہل کفر کی مذمت ہے یعنے بھلا کوئی عاقل ہے کہ اسکو سمجھ آوے کہ رب تبارک و تعالے نے

یاد نہین رہتا ہو واللہ تعالے اعلم- اور سیوطی وغیرہ مین اسکے مؤید قول ابن مسعود ہی کہ صراط کے اُدھر پل ہین ایک پل پر امانت ہے اور
ایک پل پر رحم (قرابت) اور ایک پل پر رب عزوجل بالمرصاد ہی اور اثر مذکور سے تنبیہ ہی کہ مرصاد وہ مقام جہان ترصد ہو تو یہ قناطر
جہان روکے جاوینگے سب مراصد ہین فافہم واللہ تعالے اعلم خطیب رح نے لکھا کہ سوط عذاب مین تشبیہ ہی کہ جسطرح سوط (کوڑا)
بار بار ضرب مین پڑتا ہی حتی کہ مجرم ہلاک ہوجاتا ہی اسیطرح سوط عذاب ہی ان ربک لبالمرصاد- بندون کے اعمال کو دیکھتا ہی اُس سے
کچھ چھپ نہین سکتا اور نہ رائگان ہوسکتا ہی اور مرصاد وہ مقام ہی جہان نگہبانی وحفاظت ہو اور آیت سے یہ مراد نہین کہ اللہ تعا
کے لیے کوئی مقام قیام ہی یہ بدیہی باطل ہی کیونکہ مقام وغیرہ سب اُسکی مخلوقات ہین بلکہ مطلب اس سے مثل ہی کہ اللہ تعالے
کفار ومشرکین کے افعال سب نگاہ مین رکھتا ہی جیسے مخلوق مین طریقہ جاری ہی پس دنیا مین جو کافر وبدکار ہے وہ چھوٹ نہین
سکتے ہین- بعض عرب سے کہا گیا کہ تیرا رب کہان ہی اُسنے فوراً جواب دیا کہ بالمرصاد- ہی عمرو بن عبید نے خلیفہ منصور کے پاس یہ
سورہ پڑھا جب اس آیت پر پہونچے تو منصور کی طرف خطاب کرکے کہا کہ اے ابو جعفر ان ربک لبالمرصاد- یعنے جن سرکش جبارون
کو اللہ تعالے نے اس آیت مین وعید وتہدید فرمائی ہی تو بھی اُنھین مین سے ہی مترجم کہتا ہی کہ عمرو بن عبید معتزلی ہوگیا تھا اور ان
لوگون نے یہ فتنہ شروع کیا تھا کہ یہ مسلمان جو گناہ کرتے ہین کافر کے حکم مین ہوجاتے ہین ہمیشہ جہنم مین رہینگے اور تلوار سے انکو قتل
کرنا چاہیے یعنے جہالت سے یہ چاہتے تھے کہ لوگون کو بزور شمشیر متقی بناوین حالانکہ یہ ہوش نہ تھا کہ دنیا مین گناہ سرزد ہونا بندون کی شان
ہی اور اُس زمانہ مین صحابہ رضی اللہ عنہم کا طبقہ بہت نزدیک گزرا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین کوئی بھی
گنہگارون کو کافر کے حکم مین نہین جانتا تھا بلکہ ہر گناہ کو اگرچہ خفیف ہو بہت بڑا پہاڑ سمجھتے تھے اور معتزلی نے نادانی سے مجرمین
کفار کے حق مین جو حکم ہی وہ گنہگارون کے حق مین ملا دیا نعوذ باللہ من الغباوۃ اور اپنے گمراہ خیال سے کافرون کو چھوڑ کر مسلمانون پر
تلوار نکالی پس ان گمراہ فرقون نے جہاد چھوڑ کر خانہ جنگی کی بنیاد ڈالی ولیکن زمخشری نے بہت خوش ہوکر عمرو بن عبید کی تعریف
کی کہ کیون نہو بڑا دلیر شیر مرد تھا کہ ظالمون کو اور ہوا وہوس کے پابندون کو اپنے انکار سے سرنگون کیا مترجم کہتا ہی کہ عمرو
بن عبید سے یہ روایت صحیح ہو کہ منصور خلیفہ کو اسطرح تنبیہ کی تو بیشک اُسنے مردانہ کام کیا اسلیے کہ منصور عباسی متجبر بادشاہون مین
سے تھا اور جمیع علماے صالحین جو اسوقت موجود تھے ان لوگون کو ظالم کہتے تھے اور حدیث مین ثابت ہے کہ ظالم بادشاہ وحاکم
کے پاس حق کلمہ کہنا یہی سب سے افضل جہاد ہے ف ۲ فی العرائس قولہ تعالے والفجر ولیال عشر الخ بیان قسم باسرار عجیب وغریبہ
والفجر ظہور صفت ہی- ولیال عشر- دس راتون مین سے چھ راتین وہ ہین جنکے دنون مین آسمانون وزمین کو پیدا فرمایا کما قال تعالے
خلق السموات والارض فی ستۃ ایام- اور ایک وہ رات ہی جسکے دن مین آدم ع پیدا کیے گئے اور ایک وہ رات ہی جسکی صبح قیامت
ہی اور ایک رات وہ ہی جسمین موسی علیہ السلام سے کلام کیا اور ایک وہ رات جسمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج عطا ہوئی مترجم
کہتا ہی کہ اس تفسیر پر کوئی دلیل ظاہر نہین ہی واللہ سبحانہ تعالے اعلم- والشفع قلب وعقل ہی والوتر روح ہی- والیل اذا یسر قبض ارواح
کی رات جب نور یقین پھیلایا جاوے مترجم کہتا ہی کہ شاید یہ مراد ہی کہ جب روح قبض کی جاتی ہے تو روح اس تاریکی سے باہر ہوکر
امور یقین ملاحظہ کرتی ہی واللہ تعالے اعلم- ابن عطاء رح نے کہا کہ والفجر محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہین کیونکہ آپکی ذات قدسی صفات
سے انوار ایمان منفجر ہوے اور کفر کی تاریکیان غائب ہوگئین ولیال عشر وہ دس راتین ہین جن سے موسی علیہ السلام کی میعاد کلام

طریقۂ سنت شریعت سے بیزار ہوکر دنیاوی شہوات مین گرفتار ہونگے اُس وقت دشمن (کف) اپر غالب ہونگے اور ذلت انکو گھیر لیگی (صالحین دعا مانگین گے اور جو بوجہ اختلاف کے قبول نہ ہوگی) اور اُسوقت یہ لوگ نادانی سے وہ چال چلنا چاہینگے جو مشرکین کا طریقہ ہی تاکہ شاید عزت حاصل کرین اور واللہ ہرگز عزت نہ پاوینگے جب تک اپنے اُس طریقے مین نہ جاوین جس سے خارج ہوگئے ہین (رواہ بعض اہل السنن) مترجم کہتا ہی کہ یہ حدیث معجزۂ عظیم ہے اور اسوقت اس دیار کے لوگون کے سامنے موجود ہی اللھم احفظنا وارشدنا ہادیا لما تحب وترضی ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قولہ تعالے فاکثروا فیہا الفساد۔ یعنے ان کافرون نے تمرد اور تکبر کیا اور لوگون کو اذیت دیتے پھرے۔ قولہ فصب علیہم ربک سوط عذاب (سوط۔ نوع) یعنے اللہ تعالیٰ نے اُنپر آسمان سے ایک طرح کا عذاب جو دنیا کے مناسب ہی نازل کیا اور غضب الٰہی کا نمونہ انپر ظاہر ہوگیا۔ ان ربک لبالمرصاد۔ تیرا رب مرصاد پر ہی ابن عباس رضؓ نے کہا کہ وہ سنتا و دیکھتا ہی اور خلق کے افعال کا نگہبان ہی تو ہر ایک کو اُسکے اعمال کی جزا و سزا دنیا و آخرت مین دیتا ہے اور سب خلائق عنقریب اُسکے حضور مین پیش ہونگے تو انمین حکم فرمادیگا اور جسنے جو کچھ کیا ہی وہی اُسکو عدل سے دیدے گا اور جسنے خیر و طاعت پر عمل کیا اُسکو فضل عطا فرما دے گا۔ ابن ابی حاتم نے یہان ایک حدیث روایت کی جسکی اسناد اور صحت مین تردد ہے اور ایک راوی کی غریب روایت ہی فقال حدثنا ابی حدثنا احمد بن ابی الحواری حدثنا یونس الحذاء عن ابی حمزۃ البیسانی عن معاذ بن جبل قال الخ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے مرفوع روایت کی کہ ای معاذ مومن حق بات کا قیدی ہی ای معاذ مومن کا دل نہین ٹھہرتا اور اضطراب نہین جاتا جب تک وہ جہنم کے پل سے پار نہو جاوے اے معاذ مومن کے واسطے بہتیری جی چاہنے کی باتون سے قرآن نے بیڑی ڈالدی ہی اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُسکو شہوات مین ہلاک ہونے سے بچایا ہی پس مومن کے لیے قرآن رہبر ہے اور خوف اُسکی شاہراہ ہی اور شوق اُسکی سواری ہی اور نماز اسکا کہف ہی اور روزہ ڈھال ہی اور صدقہ اسکو پنجہ دشمن سے چھڑانے کا قلعہ ہی اور سچ بولنا اُسکا امیر ہے اور حیا اُسکا وزیر ہی اور اس سب کے بعد اُسکا رب بالمرصاد ہی ابن ابی حاتم رحؒ نے کہا کہ یونس الحذاء اور ابو حمزہ بیسانی دونون مجہول ہین یعنے یہ نہین معلوم ہوا کہ ثقہ تھے یا کیا حالت ہی اور اسکے علاوہ ابو حمزہؒ نے معاذ بن جبل رضؓ سے خود نہین سُنا اور اگر یہ روایت فقط ابو حمزہ کا قول ہوتا تو خوب تھا۔ قال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا صفوان بن صالح حدثنا الولید بن مسلم عن صفوان بن عمرو عن ایفع عن ابن عبد الکلاعی انہ سمعہ ہو یعظ الناس یقول الخ یعنے ابن عبد الکلاعی سے سُنا کہ وہ لوگون کو وعظ سنانے مین یہ کہتے تھے کہ جہنم پر سات پل ہین اور انکے بیچ پر صراط ہی پس لوگ اول قنطرہ پر روکے جاوینگے اور حکم ہوگا کہ ان سے نماز کا حساب لیا جاوے پس جو کوئی اسمین ہلاک ہونے والا ہی وہ ہلاک ہوگا اور جو نجات پانے والا ہی وہ یہان سے چھوٹکر روانہ ہوگا جب دوسرے پل پر پہونچیگا تو وہان امانت کا سوال ہوگا کہ اُسکو کیونکر ادا کیا ہی یا خیانت کی ہی پس جو برباد ہونیوالا ہی وہ برباد ہوگا اور جو نجات پانے والا ہی وہ یہان سے آگے روانہ ہوگا جب وہ تیسرے پل پر پہونچین گے تو قرابت کا سوال ہوگا کہ کسطرح ناتا ملایا اور کیونکر قطع کیا ہے اور رحم اس روز لٹکتا ہوگا اور دعا کرتا ہوگا کہ الٰہی جسنے مجھے ملایا تھا اسکو ملا لے اور جسنے مجھے قطع کیا تھا اسکو قطع کردے پس جو برباد کرنیوالا ہی برباد ہوگا اور جو نجات پانے والا ہی وہ آگے جاوے گا اور کہا کہ یہی اللہ تعالے فرماتا ہی ان ربک لبالمرصاد ابن کثیرؒ نے کہا کہ ابن ابی حاتمؒ نے اسیطرح ناقص ذکر کیا اور پوری روایت ذکر نہین فرمائی مترجم کہتا ہی کہ اسناد مین بھی ایفع عن ابن عبد الکلاعی نسخہ موجودہ مین لکھا ہے اور شاید ایفع بن عبد ہو اور اس وقت مجھے

ساتھ ناگوار خاطر ہون- اسی حالت مین فرعون کی آمد ہوئی اور وہ ملکہ کے پاس آکر بیٹھ گیا- ملکہ نے کہا کہ ای فرعون تو خدا کی مخلوق مین سے
بدتر خبیث ہی تونے بیگناہ مشاطہ و اُسکی اولاد کو قتل کیا فرعون نے غصہ ہو کر کہا کہ کیا مشاطہ کے مانند تجھے بھی جنون ہے- آسیہ
نے کہا مجھے نہ خبط ہی نہ جنون ہی بلکہ میرا و تیرا و آسمانون و زمین کا رب اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہے فرعون نے اُسکو ہرا
اور حکم دیا کہ اسکے ماں باپ کو بلاؤ- وہ دونون بلائے گئے- فرعون نے کہا کہ مشاطہ کو جس قسم کا جنون تھا وہ تمھاری بیٹی کو
پیدا ہوا ہی- آسیہ کے باپ نے کہا کہ ای بیٹی تو عمالیق مین سب سے بہتر ہے اور تیرا شوہر عمالیق کا خداوند ہی- آسیہ نے کہا
کہ اعوذ باللہ وہ بندہ ہے خدا نہین ہوسکتا ہی اور اگر تم کہتے ہو تو اُس سے کہو کہ میرے تاج مین چاند و سورج و ستارے پیدا
کردے- فرعون نے حکم دیا کہ اسکو ذلت و خواری سے صحن مین چومیخہ باندھو اور اُسپر عذاب شروع کیا اور اُسکا منھ سورج کے
سامنے دھوپ مین جلایا- اس وقت آسیہ نے دعا مانگی کہ ای رب میرے لیے اپنے قرب جنت مین منزل دے اور مجھے فرعون
و اسکی بدکاری سے نجات دے فرعون زیادہ غصہ ہوا اور اسپر جلتی ہوئی پتھر کی سل رکھدی اور اللہ تعالے نے آسیہ کی نگاہ کا پردہ
اُٹھا دیا آسیہ نے جنت مین اپنا مکان معائنہ کیا تو عذاب آسان ہوگیا اور جوار جنت مین انتقال کیا رحمہا اللہ تعالے۔ مد۔ مترجم
کہتا ہے کہ سورۂ اسریٰ کی حدیث معراج مین گذرا کہ فرعون نے ماشطہ و اُسکی اولاد کو کھولتے ہوئے تیل کے کڑھاؤ مین جلایا-
اور یہی روایت قوی ہی اور اس روایت مین جو بیان مذکور ہی شاید فقط لڑکیون کا ذکر اس وجہ سے ہو کہ فرعون فقط لڑکیون کو
باقی رکھتا تھا اور حق یہ ہی کہ لڑکون کا قتل فقط بنی اسرائیل کے ساتھ خاص تھا اور مشاطہ مذکورہ قوم قبط سے تھی (سوال)
فاکثروا فیہا الفساد- مین فساد مفرد ہے تو وہ کیا فساد تھا جسکی وجہ سے ہلاک کیے گئے کیونکہ اگر کفر ہو تو بہت سے
کافر ہمیشہ باقی رہے ہین (جواب) قفال رح نے کہا کہ صلاح کا اُلٹا فساد ہی تو جس طرح صلاح مین سب قسم کی بہتری شامل ہی
اُسیطرح فساد مین سب قسم کی بُرائی داخل ہی تو ان قومون نے کفر و شرک کے ساتھ بندگان الٰہی کو دنیاوی زندگی مین بے خوف بسر کرنے
سے پریشان کیا پس جو شخص خلاف حکم الٰہی کے اعتقادی قانون بنادے وہ کافر ہے اور سب سے بدتر ظالم ہے اور اُسکے ساتھ
اگر ظلم کا حکم لگادے تو مفسد ہے مترجم کہتا ہی کہ ظلم دوطرح ہی ایک وہ کہ حق کے بجائے ناحق ہوا اور دوم یہ کہ روے زمین پر ایسے خراب
افعال کرے جس سے ملک مین ویرانی ہو پس پہلی قسم کے ظلم کے ساتھ دنیا مین سلطنت بھی باقی رہ سکتی ہی جیسے نوشیروان وغیرہ
ایران و توران و چین و یورپ مین بادشاہ گذرے ہین اور دوسری قسم کے ظلم کیساتھ سلطنت نہین رہتی ہی اور اسمین نکتہ وہ ہے جو مکرر
تفسیر آیات مین گذر چکا ہے کہ اللہ تعالے نے اس دنیا مین مخلوق کو پیدا کردیا اور انکو تن پروری کی پیدائشی ہدایت دیدی جس سے
کمانے کھاتے ہین اور زندگی کے اسباب پیدا کردیے اور لوگون کو آگاہ فرمایا کہ تم لوگ یہان عمل کرو اور آخر مین ایک روز تمھارے لیے
موعود ہے اُس روز تمھارے اعمال کے موافق تم کو دوسرے ملک جہنم یا جنت مین جگہ ملیگی اور اللہ تعالے حرث و نسل کو قطع کرکے فساد کرنا
پسند نہین کرتا ہی اور دنیا مین سب قومون کو اُسنے مطلق چھوڑدیا ہی کہ جو کچھ چاہو کماؤ پس جب دنیا مین اُنسے بندگان حق تعالے سے
دشمنی کی تو یہ فساد عظیم ہے اور جب مسلمانون نے رسول اللہ سے خلاف کیا تو نصرت خداوندی سے محروم ہوجاتے ہین جیسے کہ محروم
ہوتے ہین اور اسی لیے حدیث شریف مین غیبی اخبار ہی کہ آخر زمانہ مین امت اسلامیہ دنیا کی راغب ہوکر جہاد سے بیٹھ رہیگی اور
کھیتی باڑی مین پڑجائیگی اور (ہوس دنیا کے لیے باہم جدال و قتال کرینگے اہل کفر سے مصالحہ کرکے اہل اسلام پر تلوار ماریگے

اور ابو رافع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ فرعون کا ذی الاوتاد نام اس وجہ سے مشہور ہوا کہ اُسنے اپنی بی بی (حضرت آسیہ رضؓ کو چار دن ہاتھ پاؤن سے چومیخہ کر کے دھوپ مین ڈالا اور اسکے پیٹھ پر بھاری چکی رکھوا کر لپوائی حتی کہ وہ عفیفہ جان بحق تسلیم ہوئی (تفسیر ابن کثیر مترجم) خطیب و رازی وغیرہ نے لکھا کہ فرعون کو ذی الاوتاد کہنے مین دو وجہین بیان ہوئی ہین (ایک) یہ کہ اُسکے لشکر کی کثرت اسقدر تھی کہ جہان پڑاؤ ہوتا تھا میخون کے آثار بیشمار ظاہر ہوتے تھے (دوم) یہ کہ ابو ہریرہ رضؓ نے کہا کہ لوگون کو چومیخہ باندھکر عذاب کرتا تھا اور عطاء رحؒ نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ فرعون کے خزانچی کا نام حزقیل تھا وہ سو برس تک اپنے ایمان کو پوشیدہ کرتا رہا اور اُسکی زوجہ فرعون کی دختر کی مشاطہ تھی ایک روز اتفاقًا کنگھی اُسکے ہاتھ سے گر گئی تو اُسنے جلدی کنگھی اُٹھانے کے وقت اللہ تعالے کا نام لیا اور کہا کہ جو اُس سے کافر ہو وہ برباد ہو فرعون کی دختر نے کہا کہ یہ تو نے میرے باپ کے واسطے کہا ہے اُسنے جواب دیا کہ اے صاحبزادی نہین بلکہ ایسے رب کے واسطے جسنے مجھے اور تجھے اور تیرے باپ کو پیدا کیا ہے وہی اکیلا آسمانون و زمین کا مالک ہے فرعون کی دختر بد اختر جب اپنے باپ کی خدمت مین آئی تو اس سے کہا کہ تیرے خزانچی کی زوجہ کہتی تھی کہ اُسکا خدا اکیلا سارا آسمانون و زمین کا پیدا کرنے والا اور میرا و تیرا مالک ہے۔ فرعون نے اسیوقت خزانچی کی زوجہ کو بلا کر اُس سے حال دریافت کیا۔ اُسنے اقرار کیا فرعون نے اُسکو ڈانٹا اور کہا کہ اس کلمہ سے انحراف کرے اُسنے کہا کہ مین اپنے رب عز و جل سے انحراف نہ کرونگی جو کچھ تیرا جی چاہے وہ کر فرعون نے اُسکو چومیخہ باندھکر بچھوا اُسپر چھوڑے (یعنے اسکو اپنی بنائی ہوئی جہنم ایسے طبقے مین ڈالا جہان بچھو تھے) پھر کہا کہ اب بھی اپنے رب سے منکر ہو اور میری خدائی کا اقرار کر ورنہ دو ماہ تک اسیطرح عذاب کرونگا اُسنے کہا کہ اللہ تعالے کو جو کچھ منظور ہو اُس سے انکار کی کوئی راہ نہین ہے اگرچہ ستر برس گزرین۔ فرعون نے اُسکے بچے منگوائے اور ایک لڑکی اُسکے سامنے ذبح کر دی اُسنے پھر بھی کفر سے انکار کیا کہ اُسکی دودھ پیتی لڑکی اُسکے منھ کے پاس لٹا کر ذبح کا قصد کیا اُسکے رونے سے اور امان امان پکارنے سے عورت کا دل بھر آیا تو اللہ تعالے نے اُس لڑکی کو زبان دی اُسنے کہا کہ اے امان صبر کر کہ اللہ تعالے نے تیرے صبر کے عوض جنت مین تیرا گھر بنایا پھر عورت نے صبر کیا اور تھوڑی دیر کے بعد خود بھی مر گئی اور اللہ تعالے نے اسکو جنت مین اتار دیا اور فرعون نے اُس کے شوہر کی گرفتاری کے لیے آدمی بھیجے اسکا پتہ نہین ملا کچھ دن بعد خبر ملی کہ وہ فلان پہاڑ کے خفیہ مقام پر مخفی ہے فرعون نے دو شخص اُسکی گرفتاری کو بھیجے انھون نے دیکھا کہ وہ نماز پڑھتا ہے اور اسکے پیچھے درندون کی صف نماز مین ہے یہ لوگ خوف کے مارے چلے آئے اور حزقیل نے سلام کے بعد دعا مانگی کہ الٰہی مین نے سو برس تیری عبادت کی اور ایمان مخفی رکھا اب جو شخص ان دونون مین سے مجھے مخفی کرے اُسکو آخرت مین نعمت دے اور جو اظہار کرے اسکی عقوبت دنیا مین ظاہر کر دے اور آخرت مین اسکو جہنم مین ڈال دے وہ دونون جب پھرے تو ایک نے عبرت پائی اور خفیہ مسلمان ہو گیا اور دوسرے نے مجلس فرعون مین سب کے سامنے یہ حال جو دیکھا تھا بیان کیا۔ فرعون نے کہا کہ تیرے ساتھ دوسرا شخص بھی تھا اُسنے کہا کہ ہان اُسنے بھی دیکھا فرعون نے اُسکو بلا کر دریافت کیا تو اُسنے انکار کیا۔ فرعون نے اُسکو خلعت و انعام دیا اور اول شخص کو عذاب سے قتل کیا اور فرعون نے بنی اسرائیل مین سے آسیہ بنت مزاحم سے نکاح کیا تھا کیونکہ آسیہ اُس زمانہ کی عورتون سے حسن مین ممتاز مشہور تھین اور وہ ابتدا سے اسلام لائی تھین انھون نے یہ معاملہ دیکھا جو فرعون نے مشاطہ کے ساتھ کیا تھا تو دل مین کہا کہ مین کب تک اس کافر کے

اور کیا معاملہ کیا (۲) ثمود کے ساتھ جنھون نے اپنی قوت اور دانائی اور صنعت وحرفت سے وادی القری مین پہاڑونکو تراش کے کندہ کر کے مکانات بنائے تھے جب اُنھنے صالح عم سے کفر کیا تو زلزلہ وصیحہ سے ہلاک کی گئی اور کیا معاملہ کیا (۳) فرعون کے ساتھ جو میخون والا تھا۔ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ۔ ایسے لوگ جنھون نے بلاد مین ظلم وسرکشی کے ساتھ حد سے تجاوز کیا پس بلاد مین انھون نے فساد کی کثرت کی تو انپر تیرے رب نے ایک طرح کا عذاب ریختہ کر دیا بیشک تیرا رب مرصاد مین ہو ف یعنی مخلوق کے افعال واقوال کی نگہداشت رکھتا ہو اگر کہا جاوے کہ (الذین طغوا الخ) کن لوگون کا حال ہو (جواب) دو قول ہین (ایک یہ کہ فرعون ذی الاوتاد۔ کا بیان ہو اس صورت مین (الذین) محل جر مین ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہو کہ محل نصب بطور مذمت ہو یا (مع الذین) مرفوع ہو لیکن اس صورت مین فرعون سے مراد وہ مع اپنے عمائد کے ہو تاکہ اس جماعت کی صفت الذین جمع ہو (قول دوم) یہ کہ عاد و ثمود و فرعون سب کی مذمت ہو کہ ان لوگون نے بلاد مین یعنے اپنے اپنے بلد وملک مین طغیان کیا اپنی حد سے باہر ہوکر تکبر وغرور کیا اور کہنے لگے کہ ہم اپنے نفس پر بھروسا کرتے ہین اور ہر فرقے نے اپنے اپنے رسول کی فرمانبرداری سے غرور کیا کہ اسکو ہمپر کیون فضیلت ہوگی اور کفار ہمیشہ سے پیغمبرون کے مخالف ہوتے چلے آتے ہین اسلیے کہ کافرون کا طریقہ اس دنیا کی آرایش ہے اور انبیاء علیہم السلام نے انکو آگاہ کیا کہ دنیا کو خراب کر کے آخرت کی آرایش کرو اسلیے کفار ہمیشہ مومنون کو وحشی وبے تہذیب کہتے ہین اور اگر حقیقت حال دیکھتے کہ اپنی روح نفیس کو گندہ وجاہل بناتے ہین اور سڑکر بدبودار ہونے والے جسم کو رچاتے ہین تو انکو یہ نظر آتا کہ خود اُس بچہ سے زیادہ احمق ہین جو سر راہ گھروندا بناتا ہو اور تن بدن سے خاک آلودہ ہوکر بے فائدہ مشقت اُٹھاتا ہو بلکہ انکا حال اس سے بدرجہا بدتر ہو بلکہ انکا فساد بکثرت ہو لہذا اللہ تعالے نے فرمایا کہ ان لوگون نے بلاد مین بکثرت فساد کیا (سوال) فرعون کو ذی الاوتاد کیون کہتے ہین (جواب) اوتاد جمع وتد بمعنے میخ ہے اور اسکے معنے حقیقی ومجازی دونون آتے ہین۔ مجازی معنے استحکام ومضبوطی کے ہین جیسے تصویر کے پرزے بذریعۂ کل میخون کے مستحکم ومضبوط کرتے ہین۔ عوفی رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اوتاد فرعون کے لشکر تھے جنکی قوت وکثرت وشوکت سے اُسکی سلطنت مضبوط تھی۔ بعض نے حقیقی معنے بھی فرعون کی مذموم عادت مین پائے کیونکہ فرعون اپنی عملداری مین مجرمون کے واسطے چار میخین آہنی گاڑتا اور زنجیرون سے انکے ہاتھ پانون میخون سے کھینچکر باندھتا تھا جسکو چومیخہ باندھنا بولتے ہین پھر اگر قتل کے قابل ہوتا تھا تو اسکو قتل کرتا تھا مجاہد رح نے کہا کہ فرعون ذی الاوتاد اسلیے کہلایا کہ لوگون کو میخون سے باندھتا تھا۔ یہی سعید بن جبیر وحسن بصری وسدی نے بیان کیا مترجم کہتا ہے کہ اسلام مین یہ حکم ہو کہ جس شخص پر قتل واجب ہو تو خوبی کے ساتھ تیز تلوار سے ایکبار سر کاٹ دو۔ لیکن کفار بیرحمی وتکبر مین مغرور ہوکر کبھی نادان بچے وعورتین قتل کرتے ہین اور کبھی مجرمون کو چومیخہ کر کے ان کے ناخنون مین کیلین ٹھونکتے ہین اور کبھی اس سے بڑھکر انکے دلون پر میخین ٹھونکتے ہین اور کبھی بھیڑ وبکری کو پھاڑ کر مجرم کے بدن پر مضبوط کس کے دھوپ مین ڈال دیتے ہین تاکہ پیاس سے تڑپے اور مردار کے کیڑے اُسکے بدن کو کھاوین تاکہ اس عذاب سے مرے نعوذ باللہ من ذالک۔ فرعون کو ذی الاوتاد کہنے کی تیسری وجہ وہ ہی جو قتادہ رح سے روایت ہو کہ مجھے خبر پہونچی کہ میخون کے ذریعہ سے اُسکو کرتب کرنے والے تماشا دکھلایا کرتے تھے مترجم کہتا ہو کہ یہ ایسی وجہ قوی نہین ہوسکتی کہ جس سے وہ ذی الاوتاد کہلاوے واللہ تعالے اعلم

عذاب کی گئین بے شک اللہ تعالے نے عدل فرمایا ولیکن انکے حال پر آنسو بہانے کا مقام ہو کہ انھون نے ہمارے دشمن شیطان کی پیروی مین یہ عذاب پایا جو کبھی منقطع نہوگا اور جناب باری تعالے مین عاجزی سے مغفرت مانگے کہ اُسکی بارگاہ کبریائی کے لائق ہم سے عبادت ادا نہین ہوسکتی ہو اور جو کفار اسوقت ضلالت مین مرتے چلے جاتے ہین انکی حالت پر افسوس کرنا چاہیے اور جو حسن تدبیر سے سعی کر کے انکی نجات چاہے اُسکے لیے ثواب عظیم ہے۔ پھر حدیث مین اشارہ ہو کہ آخر زمانے مین ایسے لوگ ہونگے کہ اہل عذاب کے بیان جانے سے اور ایسی باتون سے احتراز نہ کرینگے واللہ تعالے اعلم اور امام احمد رح نے باسناد جید روایت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام حجر (منازل ثمود) کی طرف سے گزرے تو ارشاد فرمایا کہ تم لوگ معجزات کے طالب نہونا کہ صالح علیہ السلام کی قوم نے معجزہ مانگا (یعنے ہٹ کر کے کہا کہ یہ معجزہ جو ہم کہتے ہین دکھلاؤ) پس وہ ناقہ اس نالہ سے تالاب پر جاتا تھا (یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو وہ نالہ دکھلایا) اور اُس دوسرے نالہ سے باہر نکل آتا تھا (یعنے مدت تک یہ معجزہ انکے روبرو رہا) پس قوم نے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور اُسکی کونچین کاٹ ڈالین اور ناقہ ایک روز انکا پانی پیتی تھی اور وہ لوگ ایک روز اسکا دودھ پیتے تھے پس قوم بدکار نے اسکو ہلاک کر دیا تو انکو آواز سخت نے گرفتار عذاب کر لیا پس اس قوم مین سے جو کوئی جہان کہین زیر آسمان تھا اُسکی آگ بجھ گئی سوائے ایک شخص کے کہ وہ عذاب کے وقت اللہ تعالے کے حرم محترم مین تھا صحابہ رض نے عرض کیا کہ اُسکا کیا نام تھا آپ نے فرمایا کہ وہ ابورغال تھا جب وہ حرم سے نکلا تو اسکو بھی وہی مصیبت پہونچی جو اُسکی قوم کو پہونچی تھی رواہ احمد عن عبد الرزاق عن معمر عن عبد اللہ بن عثمان بن خثیم عن ابی الزبیر عن جابر بہذا الحدیث ابن کثیر رح نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد بشرط صحیح امام مسلم رح ہے اور صحاح ستہ مین موجود نہین ہے (ابن کثیر رح) اگر کہا جاوے کہ (بالواد) اصل مین (بالوادی) تھا تو (ی) کیون حذف ہوئی (جواب) مصحف امام مین بدون (ی) کے مرسوم ہو لہذا جمہور نے اسیطرح پڑھا خواہ وقف ہو یا وصل ہو اور ابن کثیر رح سے دونون صورتون مین (بالوادی) بالیاء کی روایت ہو ولیکن وقف کی روایت مین اختلاف ہو (الکبیر والسراج وغیرہ) خلاصہ یہ کہ تجھے خوب معلوم ہے کہ تیرے رب نے ثمود کو ہلاک کیا جو اللہ تعالے اور اُسکے رسول سے کفر کرتے تھے اور اترا کر دنیا کی آرائش مین پہاڑون کو تراش کر مکانات بناتے تھے وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ - اور اوتاد والے فرعون کے ساتھ فـ یعنے اور تو نے جان لیا جو کچھ تیرے رب نے میخون والے فرعون کے ساتھ کیا یعنے فرعون کو مع لشکرون کے دریاے قلزم مین غرق کر دیا تنبیہ سورۂ والفجر سے خلاصہ بیان یہ ہو کہ اللہ تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین دی اور آپکے اصحاب مومنین بھی آپکے ساتھ ہین اور کافرونکو وعید و تہدید کی اور قیامت تک کفار شامل ہین **اسکا بیان** یہ ہے کہ اللہ تعالے نے فجر اور دس راتون اور شفع و وتر اور سریان شب کی قسم سے فرمایا کہ اُسکی شان یہ ہو کہ آخر اپنے پیغمبر و بندگان مومنین کی نصرت فرماتا ہو اور کفار و متکبرونکو ہلاک و مقہور کرتا ہو اسپر واقعات سے دلیل بیان فرمائی بقولہ تعالے۔ الم تر کیف فعل ربک۔ تا قولہ۔ ذی الاوتاد۔ یعنے اے رسول خیر الخلق کیا تجھے یہ معلوم نہین ہو کہ تیرے رب نے **کیا معاملہ کیا (۱)** قبیلۂ عاد کے ساتھ جو بنام ارم معروف متواتر ہو اور ذات العماد تھا یعنے قد و قامت اور قوت و شوکت والی قوم تھی کہ طول طویل خیمہاے محکم ستون مین رہتی تھی اس قوم کے مثل بلاد مین پیدا نہین کی گئی جب اُسنے ہود ع سے کفر کیا تو کیونکر اللہ تعالے نے ضعیف ہوا سے اُس کو نیست و نابود کر دیا

یاد حق تعالے مین مشغول تھے انکو اس ہولناک زلزلہ وسخت آواز سے خبر بھی نہ ہوئی امام ابن کثیرؒ وغیرہ نے لکھا کہ عاد کے سو برس بعد ثمود ہوے اور یہ اولاد ثمود بن عابر بن ارم ہین اور ثمود کا بھائی جدلیس بن عابر تھا اسیطرح طسم بھی عربی قبیلہ تھا اور یہ سب خاص عرب کے قبائل تھے جنکا زمانہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام سے پہلے تھا مترجم کہتا ہے کہ ان کا ذکر اسلام کے زمانے سے پہلے کے اشعار مین موجود ہی جیسے ؎ جمعنا لکم من حی عوف ومالك × كتائب یردی المقرفین نکالها ای دشمنون ہم نے تمھارے لیے عوف کے کینہ سے اور مالک کے کینہ سے لشکر جمع کرلیے ہین کہ جنکی گرفت عذاب مین تم ایسے دوغلے ہلاک ہوجاتے ہین ؎ لهم عجز بالرمل فالحزن فاللوی × وقد جاوزت حیی جدلیس وغالها ان لشکرون کا پچھلا حصہ تو رمل بلکہ حزن بلکہ لوی تک پہونچا ہی + اور اگلا دستہ سوارون کا میرے کینہ جدلیس سے آگے بڑھ گیا ہی + واضح ہو کہ طسم وجدلیس کے دیار پاس پاس تھے اور دولون کنبہ مٹ گئے واللہ تعالے اعلم اور ثمود کے مساکن حجر مین وادی القری کے گردوپیش حجاز وشام کے درمیان تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک کو رومیون پر جہاد کرنے جاتے تھے تو مقام حجر مین ثمود کی بستی مین لشکر کا پڑاؤ ہوا امام احمد رح نے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لشکر کے لوگون نے اسی کنوین پر قیام کیا جو پہلے سامنے آیا اور اسی کنوئین سے پانی بھر کر آٹا گوندھا اور اونٹون کو پلایا (المسند) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک دستور یہ تھا کہ لشکر کے پیچھے پیچھے خاص اصحاب رض کے ساتھ چلتے تھے تاکہ جو کوئی درماندہ ہوا ہو خود اسکی خبرگیری فرماوین اسلیے آگے کا لشکر اس کنوین پر اترا اور لوگون نے ہانڈیان چڑھائین اور کچھ لوگ ثمود کے کھنڈلون کو بنظر عبرت ملاحظہ کرنے گئے کیونکہ اب انکو ان کھنڈلون کے رہنے والون کا حال معلوم ہوا تھا (مترجم) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حکم دیا کہ ہانڈیان اوندھا دو اور آٹا اونٹون کو کھلادو اور حدیث ابو کبشہ الانماری رضی اللہ عنہ مین ہی کہ آنحضرت صلعم کو جب خبر ملی کہ کچھ لوگ ثمود کے کھنڈلون مین ے ہین تو منادی کو ندا کا حکم دیا جب لوگ جلدی سے واپس آئے تو مین بھی آیا مین نے دیکھا کہ آپ فرماتے ہین کہ ای لوگو تم یسی قوم مین کیون جاتے ہو جن پر اللہ تعالے نے غضب فرما کر ہلاک کردیا ہی۔ ایک شخص نے آواز سے عرض کیا کہ ای رسول اللہ ہم انسے برت حاصل کرنے گئے تھے آپ نے فرمایا کہ پھر مین تم کو اس سے زیادہ عجیب بات بتلاؤن کہ تم مین ایک شخص ہی جو تم کو آگاہ کرتا ہے ہ تم سے پہلے کیا واقع ہو چکا اور تمھارے بعد کیا واقع ہوگا پس تم استقامت وسداد اختیار کرو کہ اللہ تعالے کو تمھارے مذاب کرنے مین کسی چیز کی پروا نہین ہی (رواہ احمد) اور حدیث ابن عمر رض مین ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ بچاؤ اس قوم کے یہان جن پر اللہ تعالے نے غضب فرما کر عذاب کیا ہی کیونکہ مین ڈرتا ہون ایسا نہو کہ تم کو بھی وہ عذاب پہونچے جو اس قوم کو پہونچا مگر اس صورت سے جاؤ کہ تم روتے ہو اور اگر تم روتے نہو تو انکے یہان مت جاؤ (رواہ احمد) اور اصل حدیث صحیحین مین موجود ہی اور حدیث ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ تمھارے بعد ایسے لوگ آوینگے کہ وہ اپنی جان سے کچھ دفع نہ کرینگے (احمد) مترجم کہتا ہی کہ اس مقام سے عظمت وجلال الٰہی عزوجل پر قیاس کرنا چاہیے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب صالحین پر یہ خوف فرماتے تھے اور نکتۂ معرفت سے آگاہ کیا کہ اللہ تعالے کی بندگی کسی سے ادا نہین ہوسکتی ہی اور یہ اسکی رحمت ہی کہ ہم بندون کو عفو فرمایا ہی اور اس حدیث مین کمال ترحم کی صفت یہ ہی کہ جو قومین اسطرح

سنگی حوض کا سب پانی پی جاتی تھی چونکہ اسکا قد بہت دراز تھا تو گھوم کر اسی نالہ سے نہین نکل سکتی تھی بلکہ کنارہ کنارہ جاکر دوسرے ناکہ سے باہر نکل جاتی پھر دوسرے روز انکے جانورون کے لیے پانی چھوڑتی تھی خود نہین پیتی تھی اور کفار اُس روز اونٹنی کے دودھ سے گھڑے بھر لیے جاتے تھے اور عیش سے کھاتے تھے یہ اونٹنی نہایت سیدھی سادی تھی کسی آدمی و جانور کو نہین ستاتی تھی ولیکن اُنکے جانور اسکے مہیب ڈیل وڈول سے خود بھاگتے تھے اسلیے انکے جانور چراگاہ سے آوارہ ہوکر ادھر اُدھر کے وادی سے اپنا پیٹ بھرتے تھے کفار تھوڑے دلون کے بعد حسد و عداوت پر آمادہ ہوے اور چاہا کہ یہ اونٹنی کسی طرح فنا ہو حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ خبردار اسکو کسی طرح کی بُرائی نہ پہونچانا ورنہ تمپر عذاب آجاوے گا۔ اکثر قوم کفار نے احتراز کیا ولیکن ایک فاجرہ عورت جو سردار کے خاندان سے مالدار تھی اُسنے قوم کے مفسدون کو ملاکر اُنسے چاہا کہ کسی طرح اسکو ہلاک کرنا چاہیے اور قوم مین نو گروہ مفسد تھے وہ اس شرط پر راضی ہوئی کہ اُسکی دامادی سے سرفراز ہون وہ مکارہ اس شرط پر راضی ہوگئی مفسدون نے قوم کفار کے سردارون سے ملکر اپنے ارادہ سے آگاہ کیا قوم بدبخت نے خاموشی اختیار کی اور مفسدون مین جو سب سے زیادہ شقی خبیث تھا اُسنے اونٹنی کو نالہ سے نکلتے وقت اندر سے تیر مارا تاکہ وہ حملہ نہ کرسکے اور تلوار سے کونچین کاٹ دین۔ چونکہ اللہ تعالے نے مقدر فرمایا تھا وہ اونٹنی اسی زخم خفیف سے گر پڑی اور مفسدون نے کچھ دیر یہ خوف کیا کہ شاید عذاب آوے پھر مطمئن ہوکر اُس اونٹنی کا گوشت کاٹا اور خوشی مین باہم حصہ بخرا بانٹا اسلیے کہ جو کفار ابتدا مین اونٹنی کو ضرر پہونچانے سے خوفناک تھے وہ بھی اسوقت دلیر ہوگئے اور سمجھے کہ عذاب کی فقط دھمکی تھی۔ جب یہ خبر حضرت صالح علیہ السلام کو پہونچی تو اونٹنی کے مقتل پر حاضر ہوکر روے اور قوم کفار خوب ہنسی آپ نے فرمایا کہ اے کمبخت قوم اب تم عذاب سے نہین بچوگے کل تمھارے مُنھ زرد ہونگے اور پرسون سرخ ہونگے اور تیسرے روز سیاہ ہوجاوینگے اور چوتھے روز عذاب آوے گا تمھاری تقدیر کا لکھا پورا ہوگیا۔ جب کافرون نے دوسرے روز اپنے منھ ہلدی کی طرح زرد دیکھے تو خوفناک ہوے کہ بیشک یہی ہونے والا ہے اُس وقت صالح علیہ السلام سے التجا کی کہ یہ عذاب کسی طرح ٹال دیجیے تو ہم آپ پر ایمان لاوین روایت ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم اسکا بچہ تلاش کرکے لاؤ اور خدمت کرو شاید عذاب ٹل جاوے یہ لوگ ہر طرف دوڑے اور بعض نے پتہ دیا کہ جس وقت تم نے اونٹنی کو قتل کیا اُسوقت بچہ بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور تین مرتبہ اُسنے مان کے غم مین دردناک آواز دی پھر ہم نے اسکو نہین دیکھا۔ لوگ اسی پتہ سے پہاڑ پر چارون طرف پھرے کہین پتہ نہ پایا دوسرے روز سب کے چہرے خون کی طرح سرخ ہوگئے تیسرے روز سیاہ ہوگئے چوتھے روز مرگ کے لیے رات سے کفنی پہنی ایک دوسرے سے ملکر روتے رہے تڑکے فجر کو عذاب کا وقت موعود تھا یہ لوگ صبح کے منتظر تھے جب فجر طلوع ہوئی تو یکایک گریہ وزاری کا جوش ہوا اور خوف سے آنکھین بند تھین دیر تک اسی حالت مین رہے آنکھ کھولی تو روشنی پھیل گئی تھی اب قوم بدبخت کے دلون مین پھر کفر کے غرور نے خطور کیا اور سمجھے کہ بس اسی قدر تھا اور یہ شاید اونٹنی کے گوشت کا اثر ہوگا اور باہم خوشی کے آثار چہرون پر ظاہر ہوے اور ایک دوسرے کو مبارکبادی نگاہون سے دیکھنے لگے کہ ناگاہ زمین کو سخت زلزلہ ہوا کہ سب کے سب لڑکھڑا کر گھٹنون کے بل سنبھلتے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام نے وہ سخت آواز دی کہ انکے دل وجگر پھٹ گئے اور سب مرے ہوے رہگئے یہ سب قہری آفت فقط متکبر کفار پر طاری ہوئی اور دوسری جانب حضرت صالح علیہ السلام کے اصحاب مومنین رحمہم اللہ تعالیٰ

اترانے ہوے پہاڑون کو کاٹ کر انین کندہ کرکے گھر بناتے ہو۔ ھ۔ اسیطرح (تنحتون) کے بجاے یہان (جابوا الصخر) فرمایا تو دونون کے ایک معنے ہین ابن اسحٰق رح نے کتاب السیر مین لکھا کہ یہ لوگ عرب تھے اور انکے منازل وادی القری مین تھے۔ ھ۔ ہم نے عاد و ثمود کا قصہ سورۂ اعراف مین پورا لکھدیا ہی یہان دوہرانے کی ضرورت نہین ہی (تفسیر ابن کثیر رح) ثمود قوم حضرت صالح علیہ السلام ہی اور انکا نام انکے دادا کے نام سے معروف ہوا جو کہ ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام ہی مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ سب سے پہلے جس قوم نے پہاڑون کو کاٹ کے کندہ کیا وہ ثمود ہین تو انھون نے ایک ہزار سات سو شہر فقط پتھرون کے عمارات سے بنائے تھے اور بعض نے کہا کہ سات ہزار شہر پتھر کے بنائے تھے (تفسیر کبیر و سراج و فتح البیان وغیرہ) یہ روایت صحیح شتا ہی کہ زمانہ قدیم مین آلات و اوزار ایسے نفیس تھے اور فنون عجیب حاصل تھے کہ جنکے ذریعہ سے پہاڑون مین عجیب صنعت کے مکانات تراشکے بناتے تھے اور یہ عرب تھے انکی دار السلطنت مدینہ سے شمال کی جانب نزدیک ہے اور اُسکے بعد ملک شام ہی ولیکن انکی سلطنت شام وغیرہ دور دور تک محیط تھی جب انبیاء علیہم السلام کی نافرمانی سے عاد اور بعد انکے ثمود ہلاک کیے گئے تو ملک بوجہ قہر الٰہی کے ریگستانی بیابان ہوگیا اور مدت دراز تک اجاڑ رہا اور وہ صنعت و حرفت اور فنون خاک مین مل گئے اور عرب مین عادی خود اور تلوارین وغیرہ مشہور معروف ہین عادی تلوار جس لوہے پر پڑتی تھی اسکو ککڑی کیطرح کاٹ ڈالتی تھی اور عادی خود پر غیر قومون کی تلوار کام نہین کرتی تھی پھر جو لوگ عرب مین آباد ہوے وہ ریگستانی ملک مین ایسے تو کسی حرفت و صنعت کی ترقی ممکن نہ تھی اور اس بیان سے ظاہر ہوا کہ اس زمانے مین بہت سے جاہل لوگ ایسے ہین کہ موجودہ صنعت و حرفت دیکھکر خیال کرتے ہین کہ زمانہ قدیم کے لوگ اس سے بے نصیب اور وحشی تھے یہ سب انکی جہالت ہی اور حق یہ ہی کہ زمانہ قدیم کی تواریخ نہین ملتی ہی ولیکن متواترات اور کہنہ آثار سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ ان مین فنون دنیاوی کی ترقیات بہت بڑھی ہوئی تھین جیسے مصر کے اہرام اس وقت کے لوگون کو حیرت مین ڈالتے ہین اور قوم عاد و ثمود نے فولاد بنایا اور پہاڑون کو تراش کے مکانات نفیس بنائے تھے اور ابتداے اسلام تک اُنکے نشانات باوجود اس مدت دراز کے موجود تھے پھر اس زمانہ کے احمق کیون مغرور ہین اور اگر درحقیقت انھون نے حیات کے لیے سب فنون جدید ہی پائے ہوتے تو بھی ہلاکت و بربادی کے سواے انکا کچھ انجام نہین ہے جیسے عاد و ثمود ہلاک کیے گئے حضرت صالح علیہ السلام نے انکو سمجھایا کہ ای قوم تم کو اللہ تعالیٰ نے عاد کے بعد ان ممالک کی سلطنت عطا کی اور ہر طرح کی نعمت و ثروت بخشی تم کو چاہیے کہ اپنے رب کریم کا شکر کرو اور اسکی وحدانیت مین شرک نہ کرو تاکہ نعمت مزید ہو ورنہ ہلاک کیے جاؤ گے۔ ان لوگون نے بہت سے معجزات دیکھنے کے بعد بھی انکار کیا حتی کہ پہاڑ سے ناقہ پیدا ہونے کا معجزہ طلب کیا وہ بھی دیا گیا لیکن سواے چند آدمیون کے ایمان نہ لائے اور حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم کے حق مین بہت خوفناک ہوے کیونکہ جس قوم نے اپنی ہٹ کرکے کوئی معجزہ مانگا اور دیا گیا پھر وہ قوم ایمان نہ لائی تو اللہ تعالیٰ ضرور اُس کو عذاب سے ہلاک کرتا ہی اس وجہ سے حضرت صالح ع بہت افسوس مین تھے ولیکن بالفعل اس قوم پر عذاب نہین آیا کیونکہ معجزہ دیکھکر ایک جماعت فورًا ایمان لائی تھی تو انکی برکت سے اللہ تعالیٰ نے باقیون کو مہلت دی ولیکن یہ حکم دیا کہ ای پیغمبر صالح اپنی قوم کافر سے کہدے کہ خبردار اس اونٹنی سے اور اسکے بچہ سے تعرض نہ کرنا اور جھرنے کا پانی جو پتھر کے حوض مین جمع ہوتا ہی وہ تمہارے اور اونٹنی کے درمیان مقسوم ہی قوم کافر نے اس بات پر عہد کیا اونٹنی مع بچہ ایک روز نالہ سے جا

تھا وہ اپنے اونٹون کی تلاش مین نکلا تھا اتفاق سے اُس شہر مین پہونچ گیا الخ آجتک ایسے شہر کی خبر کسی قطعۂ زمین پر نہین سنی گئی اور جہان
یہ لوگ اسکا وجود بیان کرتے ہین یعنے صحراے عدن تو وہ درمیان یمن مین واقع ہو اور یمن کی آبادی ہمیشہ سے چلی آئی اور اولاد اپنے باپ
دادون سے وہان کے عجائبات اور مہم معاملات نقل کرتے چلے آئے حالانکہ اس شہر کے بابت کوئی خبر یا اثر نہین نقل کیا اور نہ کسی
مورخ نے اسکا حال لکھا اور نہ کسی قوم نے ذکر کیا۔ پھر اگر یہ لوگ جو اس شہر کا قصہ نقل کرتے ہین یہ کہتے کہ وہ کسی زمانہ مین تھا اور جسطرح
دنیا کے آثار کثیرہ مٹ گئے انھین مین وہ بھی مٹ گیا تو بھی بات کچھ بن جاتی ولیکن وہ لوگ بظاہر یہ کہتے ہین کہ اب بھی موجود ہو
اور بعضے کہتے ہین کہ وہ دمشق ہے کیونکہ قوم عاد کی مملکت مین دمشق بھی داخل ہوگیا تھا اور بعضے یہان تک ہذیان بکتے
ہین کہ وہ شہر آنکھون سے چھپا دیا گیا ہو اور اب اُسکے ظاہر ہونے کا کوئی طریقہ نہین ہو سواے اسکے کہ جو لوگ شب و روز ریاضات
کرتے ہین تو کشف سے ظاہر ہوتا ہے یا جو لوگ ساحر ہین تو انکو نظر آتا ہو یہ سب خیالات از قسم خرافات ہین اور اسکا باعث یہ ہوا کہ ارم
ذات العماد مین ارم کی صفت ذات العماد ہو اور عماد ستون ہین تو ارم ضرور عمارت ہوئی اور بعض قراات مین عاد ارم ذات - باضافت
واقع ہوا پھر وہ ان حکایات پر واقف ہوے جو جھوٹے قصون کے لغویات مین شامل ہین بلکہ اہل عقل کے نزدیک مضحکات ہین اور
آیات کی صحیح تفسیر تو یہ ہو کہ عاد خیمون کے عمود ہین تو انکے خیمے و مکانات کی بلندی و استحکام پر دلیل ہو کیونکہ انکی قوت اور درازی قامت
مشہور ہو تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ کوئی خاص شہر انوکھی وضع پر تھا اور عاد ارم کی اضافت اپنے باپ دادا کی طرف ہو جیسے قریش
کنانہ اور الیاس مضر وغیرہ بولتے ہین پس آیات کی تفسیر صاف ہو اور کوئی ضرورت نہین کہ ایسے خرافات حکایات واہیہ سے تفسیر کیجاوے
جنکا ثبوت نہین ہو اور کتاب الٰہی کو ایسی جھوٹی باتون سے پاک رکھنا واجب ہو (انتہی مترجما) افسوس کہ اسلام مین ایسے فسادات
بکثرت واقع ہوے ہین (فتح البیان) یہ جو امام ابن جریرؒ نے کہا کہ ارم ذات العماد خواہ قبیلہ ہے یا وہ ایسے شہر کا نام ہے
جہان عاد رہتے تھے اسی وجہ سے ارم غیر منصرف ہی مین کہتا ہون کہ یہ قول ٹھیک نہین ہو اسلیے کہ آیات سے مقصود یہ کہ
اس قبیلہ معینہ کے کفر و سرکشی پر اُسکی ہلاکت بیان فرمائی جاوے یعنے شہر کے حالات سے کچھ غرض متعلق نہین ہے اسی لیے انکے
بعد ثمود کا حال بیان کیا گیا (ابن کثیرؒ) مترجم کہتا ہو کہ صحیح تفسیر یہ ہو کہ قولہ تعالےٰ الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد کیا تو نے
نہین جانا کہ کیا کیا تیرے رب نے عاد ارم کے ساتھ جو عماد والی قوم تھی ف یعنے عرب مین یہ حال متواتر معلوم ہے کہ عاد ارم
بہت قوی و قدآور قوم تھی جسنے اللہ تعالےٰ کے آیات و اسکے رسولون کی اتباع سے تکبر و انکار کیا عاد کے دادا کا نام ارم تھا
اور بوجہ بلندی قد و قامت کے بڑے بڑے عمود کے خیمون مین رہتے تھے۔ لم یخلق مثلها فی البلاد - ایسا قبیلہ بلاد عرب مین
پیدا نہین کیا گیا جب اس قبیلہ نے اپنی قوت پر غرور کیا اور اللہ تعالےٰ کے رسول ہود علیہ السلام سے انکار کیا تو اللہ تعالےٰ
نے ضعیف ہوا کو اُنپر مسلط کیا جسنے انکو بری طرح ہلاک کیا پھر اسی قبیلہ پر معطوف کر کے دوسرے قبیلہ ثمود کا حال بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ
وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ - اور ثمود کے ساتھ جنھون نے بڑے پتھر کاٹے وادی مین ف یعنے
کیا تو نے نہین جانا کہ تیرے رب نے کیا کیا ثمود کے ساتھ جنکی یہ حالت تھی کہ وادی القری مین پہاڑون کے پتھر تراش کے
گھر بنائے تھے (جابوا) یعنے پھاڑے اور کندہ کیے۔ ابن عباس و مجاہد و قتادہ و ضحاک و ابن زید کا قول ہے وقد قال
تعالےٰ وتنحتون من الجبال بیوتا فارهين الآیہ یعنے حضرت صالح علیہ السلام نے انکو سمجھایا کہ تم لوگ دنیا کی زندگی پر

کچھ نشان نہ دیکھا (ابن کثیرؒ) اور یہ زمانہ حضرت معاویہؓ کی خلافت کا تھا جب انکو یہ خبر پہونچی تو عبداللہ بن قلابہ کو بلاکر اُس سے حال دریافت کیا اُسنے سب حال بیان کیا تو معاویہ رضؓ نے آدمی بھیجکر کعب احبار رحؒ کو بلایا (کعب احبار کتب بنی اسرائیل سے خوب واقف تھے) اور کعب احبار رحؒ سے یہ حال بیان کیا تو کعب رحؒ نے کہا کہ یہ ارم ذات العماد ہے اور کتب سابقہ مین آیا ہے کہ آپ کے زمانہ مین ایک مسلمان اُسمین داخل ہوگا اور لکھا ہے کہ یہ شخص سرخ رخسارہ کوتاہ قد بدوی ہوگا اور اُسکی بھون پر ایک مسّہ ہوگا اور اُسکی ایڑی پر تل ہوگا اور وہ بدوی اپنے کھوئے ہوے اونٹ تلاش کرنے جائیگا معاویہ رضؓ نے عبداللہ بن قلابہ کو سامنے بلایا جیسے ہی کعب رحؒ نے ابن قلابہ کو دیکھا تو کہا کہ ای امیر المومنین واللہ وہ شخص یہی ہے جو ارم ذات العماد مین داخل ہوگا۔ھ۔ (السراج) ابن ابی حاتمؒ نے ارم ذات العماد کا قصہ یہان طول طویل نقل کیا ہے اس حکایت کی اسناد عبداللہ بن قلابہ تک صحیح نہین ہے اور یہ بھی نہین معلوم کہ عبداللہ بن قلابہ کون شخص ہے اور اُسکی کیا حالت ہے حتی کہ اگر ہم مان لین کہ اسناد کے راوی اچھے ہین تو عبداللہ بن قلابہ پر کیونکر اعتماد ہوگا شاید اُسنے یہ قصہ بنا لیا ہو یعنے تاکہ اس حیلے سے خلیفہ وامرا کے یہان رسائی حاصل ہو کر دنیاوی ثروت سے مستفید ہو۔ یا اونٹون کے غم وسفر کی کوفت مین اُسکے دماغ کو خبط ہوگیا ہو اور مالیخولیا کی طرح اُس کے وہم مین یہ تصویر اس قدر مستحکم ہوئی کہ اُسنے خیال کیا کہ سامنے موجود ہے جیسے مالیخولیا کے مریض کو نظر آتا ہے کہ چھت پھٹی اور شیر اُترتا ہے حالانکہ خارج مین اسکا کچھ وجود نہ تھا مترجم کہتا ہے کہ پھر وہ شخص وہان سے جواہرات ومشک وغیرہ کیونکر اٹھا لایا جیساکہ سراج وغیرہ مین مذکور ہے پس شاید یہ سب موضوع حکایت ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔م۔ بالجملہ یہ قطعی بات ہے کہ حکایت مذکورہ صحیح نہین ہے اور اسکے قریب وہ حکایات ہین جو اکثر مکار لوگ اور بہتیرے وہ لوگ جنکے دماغ مین ہوس مستحکم ہوگئی ہے عوام سے بیان کیا کرتے ہین کہ زمین کے نیچے بکثرت خزانے ہین جہان سونا وچاندی ولعل ویاقوت اور اقسام جواہرات کے انبار ہین اور کہتے ہین کہ ایک ترکیب خاص سے سرمۂ سلیمانی کی ایک سلائی لگائی جاوے تو یہ سب نظر آنے لگتے ہین۔ عوام جہال انکے دام فریب مین آکر مفت حرص وہوس کے ہاتھون بک جاتے ہین اور درخواست کرتے ہین کہ کسی طرح یہ سرمہ ضرور حاصل کرنا چاہیے پھر یہ مکار خود ہی اسکے بنانے والے بن جاتے ہین اور خود لیے پھرتے ہین اسیطرح بعضے لوگ اکسیر اعظم کی حکایتین یا سنگ پارس کی نقلین بیان کرتے ہین۔ شیخ رحؒ نے کہا کہ خلاصہ یہ ہے کہ ایسے حیلون سے غبی جاہلون کے مال خوب کھاتے ہین حالانکہ اس معاملہ مین یقینی بات صرف اسقدر ہے کہ زمین مین سونے وچاندی وغیرہ کی کانین موجود ہین اور وہان سے جو کچھ برآمد ہوتا ہے وہ خاک مین مخلوط ہوتا ہے اُسکو صاف کر لیتے ہین اور یہ صاف کیا ہوا سونا وچاندی جسکے پاس بہت ہوتا ہے وہ اُسکو حرص وہوس کے مارے زمین مین دفن کرتا ہے اور یہ طریقہ زمانہ دراز سے چلا آتا ہے اور جس کسی کو اس قسم کے خزائن مین سے کچھ حاصل ہو تو اتفاقی ہے اور جس صفت سے مکار لوگ زمین کے اندر خزانے بیان کرتے ہین وہ محض جھوٹ وفریب ہے اور سرمۂ مذکور افترا وباطل ہے (تفسیر ابن کثیرؒ) شیخ الاسلام نجم الدین محمد الغیطی نے کہا کہ قاضی القضاۃ عبدالرحمن بن خلدون نے کتاب العبر مین مورخین کی غلطیان بیان کرنے کے بعد لکھا کہ ان غلطیون سے بھی بڑھکر وہ قصہ ہے جو سورۂ والفجر کی تفسیر مین اہل تفسیر ایک دوسرے سے نقل کرتے چلے جاتے ہین کہ قولہ تعالےٰ ارم ذات العماد۔ مین ارم کو ایک شہر بتاتے ہین اور (ذات العماد) اسکا وصف بتلاتے ہین یعنے اُسکے ستون جواہرات وغیرہ کے بے نظیر تھے کہ اُسکے مثل بلاد مین پیدا نہین کیا گیا اس قصہ کو طبری وثعلبی وزمخشری وغیرہ نقل کرتے چلے جاتے ہین اور اسکے ساتھ یہ بھی نقل کرتے ہین کہ ایک شخص عبداللہ بن قلابہ

شداد کے واسطے خالص رہگئی وہ اللہ تعالےٰ کے پیغمبرون سے منکر ہوا لیکن اُسنے جنت کا ذکر سنا تو مدعی ہوا کہ مین اُسکے مثل بناؤنگا تو اُسنے ارم بنایا - اور اسکی تعمیر مین تین سو برس صرف ہوے اور شداد کی کل عمر نوسو برس ہوئی یعنے جب اُسکی عمر چھ سو برس تک پہونچی تو اُسنے تمرد و تکبر سے جنت کی مثال بنانی شروع کی (حالانکہ یہ بالکل محال ہی لیکن وہ جنت کو اسی سونے چاندی کی دنیاوی عمارت سمجھا تھا جیسے کفار بے عقل سمجھتے ہین) اور دنیا کے مشارق و مغارب سے بادشاہون نے بحسب مقدور سونے چاندی و مشک وغیرہ کے ذخائر و انبار بھیجنے شروع کیے اور اُسنے بنانے کے لیے صحراے عدن مین ایک خوشگوار مقام تجویز کیا جسکی آب و ہوا بہت لطیف تھی اور سبزہ و ریاحین بکثرت پیدا ہوتے تھے وہان اُسنے بہت بڑا شہر خوش وضع بنوانا شروع کیا اور ہمیشہ بہار کے لیے وہ خط استوار سے قریب تھا تا کہ اکثر اوقات سدا بہار رہے اور بالکل خزان نہ ہوجاوے اور اس شہر مین خوبصورت پھلون و پھولون کے باغات تھے اور باغات مین نہرین جاری تھین اور مکانات سونے چاندی کے زبرجد و یاقوت کے ستونون پر قائم تھے جب یہ عمارت پوری ہوگئی تو شداد اپنے اہل مملکت کے ساتھ اُسمین داخل ہونے کو روانہ ہوا جب ایک شب و روز کا فاصلہ رہگیا تو اللہ تعالےٰ نے اسپر عذاب العقیم بھیجا کہ سبکے سب ہلاک ہوگئے (ملخص التفاسیر) مترجم کہتا ہی کہ یہ قصہ بنانے والون نے کہا کہ آیات مین یہی مراد ہی - ارم ذات العماد یہی باغ ارم تھا جسمین جواہرات کے جڑاؤ ستون تھے - لم یخلق مثلها فی البلاد - اسکے مثل بلاد مین نہین پیدا کیا گیا ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس آیت کے ذیل مین اس جماعت نے لکھا کہ ارم ایک شہر تھا جو سونے چاندی کی اینٹون سے بنایا گیا تھا اور اُسکے اندر وہی محل و مکانات و باغات سب کی عمارت سونے چاندی کی تھی اور بجاے کنکریون کے اُسمین موتی و جواہر پڑے تھے اور اُسکی خاک پر مشک کی گولیان ڈالی گئی تھین اور اُسمین کثرت سے نہرین جاری تھین اور درختون پر پھل پھٹے پڑتے تھے اور اس شہر ارم کی نظیر بلاد مین نہین ہی پھر یہ شہر ویران ہوا اسمین کوئی رہنے والا نہین ہی اور کہتے ہین کہ یہ شہر کہین ایک جگہ نہین رکھا جاتا بلکہ کبھی عدن مین اور کبھی شام مین اور کبھی یمن مین اور کبھی عراق مین اور کبھی کہین اور کبھی کہین بدلتا رہتا ہی ابن کثیرؒ نے کہا کہ اہل تفاسیر کے لکھنے پر مغرور نہونا چاہیے یہ قصہ بے اصل ہے اسکو بنی اسرائیل کے زندیق بیباک لوگون نے گڑھ لیا تاکہ بنی اسرائیل کے دین کی توہین کرین جب احمق لوگ ان سب باتون کی تصدیق کرکے آپسمین یہ خیالی باتین پھیلاوین مترجم کہتا ہی کہ نصاریٰ و یہود کے عوام مین یہ خیال ہی کہ جنت مقام عدن مین تھی اور انگریزی ترجمہ زائڈن (لاتے ہین شاید یہ خیال اسی بنائی ہوئی روایت پر ہو اور شاید ان مین سے زندیقون نے یہ مکر نکالا ہو کہ یہ عدن کی ارم کو شداد نے بنایا ہی جیسے اسلام مین نیچریون نے جنت و دوزخ کا بیان فرعون کی ساخت سے نکالا ہی اور حق یہ کہ عبرانی مین (جنت عدن) کا ذکر ہی جیسے قرآن مین (جنات عدن یدخلونها الآیہ) مذکور ہی اور عدن بمعنے خلود و قیام عیش دوام ہے معنے یہ کہ باغات قیام عیش دوام ہین - جن مین داخل ہونگے - عد - عبرانی اور عربی مین بہت التباس ہی پس بنی اسرائیل نے عدن کے معنے عدن شہر کے لیے یعنے عدن کے باغ ارم مین داخل ہونگے اور جہالت ان مین بعید نہین ہی کیونکہ بکثرت تحریفات اسی قسم کے ان مین معروف ہین واللہ تعالےٰ اعلم - امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ثعلبیؒ وغیرہ نے ذکر کیا کہ عرب کے بدوی اعراب مین سے ایک شخص کے اونٹ کھوگئے اس شخص کا نام عبد اللہ بن قلابہ تھا - یہ شخص اپنے اونٹون کی تلاش مین جنگلون مین پھرتا تھا کہ ناگاہ اُس کے سامنے ایک شہر سونے چاندی سے چمکتا ہوا نظر آیا جسکے صفات اُسیطرح بیان کیے جیسے ہم نے اوپر بیان کردیے ہین وہ اسمین داخل ہوا (اور وہان کے اشیا جواہرات وغیرہ سے جسقدر ممکن ہوا نکال لایا - (السراج) اور واپس ہوکر اُسنے اپنی قوم کو خبر دی اور انکو ساتھ لے گیا تو وہان لوگون نے کچھ

کی یہ مراد نہین ہی کہ ذات العماد جو قرآن مجید مین مذکور ہی اسکی تفسیر دمشق یا اسکندریہ ہی بلکہ قرآن مجید مین یہ مراد ہی کہ قبیلہ عاد ارم کے
لوگ دنیا کی زندگی پر مطمئن ہو کر عمارات بلند بنا گئے تھے اور اسکی نظیر زمانہ مابعد مین دمشق و اسکندریہ کے عمارات ہین یعنے ان شہرون کے
لوگون نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا جو عاد ارم مین مذموم کیا گیا اور یہ معنے لطیف نفیس ہین فافہم واللہ تعالے اعلم **قال ابن کثیرؒ** پھر
واضح ہو کہ عاد ارم کے جو حالات بیان کیے گئے اس سے کسی شہر و قوم کے تاریخی اخبار بیان کرنا منظور نہین ہی بلکہ یہ مراد ہی کہ وہ قبیلہ عاد پہچان
لیا جاوے جنپر اللہ تعالے کی طرف سے عذاب نازل ہوا تھا (ع) **خطیب و بغوی و بیضاوی** وغیرہ مین ہی کہ بعض کے نزدیک
ارم اس دیار کا نام ہی جسمین عاد رہتے تھے اور مترجم کہتا ہی کہ مشہور قول یہ ہی کہ احقاف مین رہتے تھے جبکہ دار السلطنت کا پتہ بیان کرین
ورنہ عدن سے بصرہ تک یہی قبیلہ بھرا ہوا تھا پھر شیخ ابن کثیرؒ کا مطلب یہ ہی کہ (عاد ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلها فی البلاد) اس قوم
کی شناخت کے لیے اوصاف ہین اور عرب کے لوگ عاد و ثمود کو اور انکی ہلاکت کو خوب جانتے تھے بلکہ ثمود کے کھنڈل بھی صحابہ رضی اللہ عنہم
نے دیکھے تھے چنانچہ آگے انشاء اللہ تعالے مختصر بیان آوے گا اور آیت قدسی مین ایسے اوصاف کا ذکر فرمایا جن مین اشارہ ہے
کہ کفر مین انکی کیا حالت تھی چنانچہ قولہ تعالے ذات العماد - مین اشارہ ہی کہ دنیاوی زندگی پر مطمئن ہو کر عمارات عالیہ بناتے تھے اور یہ
کفر و فساد کی علامت ہی چنانچہ دوسری آیت مین ہی اما عاد فاستکبروا فی الارض الخ یعنے عاد نے زمین مین غرور کیا - ھ - اور علامات قیامت
کی حدیث مین آیا - رعاء الشاۃ یتطاولون فی البنیان - یعنے ریوڑ چرانے والے عمارات بلند مستحکم بنا دینگے - ھ - **معجزہ** آخر زمانہ مین برابر صادق
آیا اور سلف و خلف صالحین کے زمانہ کے بعد خود عرب نے یہ طریقہ شروع کیا کیونکہ جب تک دنیا کو مسافر خانہ سمجھتے تھے تو
اس مثل پر عمل تھا کہ مرد مسافر کو سایۂ دیوار کافی ہے - پھر آخر زمانہ مین دنیاوی آرائش پر سلاطین و امرا کی عام توجہ مبذول ہوئی اور
جس طرح حدیث مین تنبیہ ہی سب معاملات الٹ گئے انا للہ و انا الیہ راجعون - پھر دوسری صفت یعنے قولہ تعالے التی لم یخلق الخ (اس
قبیلہ کے غرور و فساد کا باعث ہوا حالانکہ یہ اللہ تعالے کی نعمت تھی کہ انکو بہت قوی پیدا فرمایا تھا اور حضرت ہود علیہ السلام نے انکو
ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالے کا شکر کر کے قوت و ثروت کو اُسکی بندگی مین صرف کرو ان لوگون نے نہ مانا اور کفر کے ساتھ کفران نعمت جمع
کر دیا آخر اللہ تعالے نے انکو ہلاک کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالے نے آیات مین وہ امور بیان فرمائے ہین جن سے سمجھ لیا جاوے کہ عاد
کی ہلاکت کے وجوہ کیا تھے اور عرب اگرچہ قوم عاد و ثمود اور انکی ہلاکت و بربادی کو اپنے باپ دادون کے بیانات سے متواتر
جانتے تھے لیکن جسطرح قریش اپنے جد اعلی حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علی نبینا و علیہم الصلوۃ والسلام کی رسالت سے جاہل ہو گئے تھے
بلکہ رسالت کے معنے بھی نہین جانتے تھے اسیطرح قوم عاد و ثمود کی ہلاکت کا باعث نہین جانتے تھے بالجملہ **امام ابن کثیرؒ** نے سچ
فرمایا کہ آیات سے یہ مقصود نہین ہی کہ اس قبیلہ کے تاریخی حالات و انکے ملک کے بلند عمارات کا ذکر کیا جاوے شیخؒ نے فرمایا کہ مین نے
اس بات کو اسلیے بیان کر دیا کہ چند مفسرین نے یہان عجیب قصہ بیان کیے اور انکو آیت کی تفسیر سے متعلق کیا حالانکہ وہ بنائی ہوئی
جھوٹی باتین ہین - ع - **مترجم** کہتا ہی کہ مین اس قصہ کو مختصر ترجمہ کر دون اُسکے بعد امام ابن کثیرؒ وغیرہ کی عبارات لاؤنگا معالم
بغوی و تفسیر رازی و خطیب وغیرہ مین ہی کہ **روایت** ہی کہ **عاد** کے دو بیٹے تھے ایک کا نام **شدید** تھا اور دوسرے کا
نام **شداد** تھا دونون اپنے باپ کے بعد قوم عاد کے بادشاہ ہوے اور نہایت قوت و شوکت سے انھون نے بادشاہان
روے زمین کو مقہور کیا اور مشرق و مغرب مین انکی سلطنت مبسوط ہوئی ایک مدت کے بعد شدید مر گیا تو تمام سلطنت مذکور

ہلاک و برباد کر کے جہنم مین ڈالین گے یعنی اے رسول اللہ تو ظاہری اسباب پر نظر نہ کر بلکہ فقط اللہ تعالےٰ کی عظیم قدرت پر نظر رکھ کہ وہ جو
چاہے وہی ہو جاتا ہے۔ الم تر کیف فعل ربک بعاد۔ کیا تجھے ایسا قطعی علم نہین ہو گیا جو دیکھنے کے مثل ہو کہ تیرے رب نے کیونکر کیا عاد کے ساتھ۔ یہ
عاد ارم کا ذکر ہے جو ذات العماد تھے انکے خیمے کے ستون بہت بلند مستحکم ہوتے تھے گویا مکانات انکے واسطے گنجائش نہین رکھتے تھے کیونکہ یہ لوگ
بہت دراز قد و قوی تھے۔ التی لم یخلق مثلہا فی البلاد جس قوم و قبیلہ کے مثل بلاد مین پیدا نہین کی گئی **اقول** سابق مین گزرا کہ ابن ابی حاتم
و ابن مردویہ نے حدیث مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عادی ایک بڑا پتھر اُٹھا کر ایک بستی کے لوگون پر ڈال دیتا کہ وہ ہلاک ہو جاتے
تھے لیکن اس روایت کی اسناد مین یہ کلام ہے کہ معاویہ بن صالح نے کہا کہ مین نے ایسے شخص سے سُنا جسنے مقدام رضہ سے روایت کی ہے
۔ھ۔ یہ درمیانی شخص معلوم نہین ہوتا بلکہ یہ بھی نہین معلوم کہ اُسنے مقدام رضہ سے خود سنا تھا یا اُس سے بھی کسی نے مقدام رضہ کی
حدیث بیان کی واللہ تعالےٰ اعلم ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قال ابن ابی حاتم حدثنا علی بن الحسین حدثنا ابو الطاہر حدثنا انس بن عیاض عن
ثور بن زید الدیلی قال قرأت کتابا قد سمی حیث قرأہ الخ یعنے ثور بن زیدؒ تابعی نے فرمایا کہ مین نے ایک نوشتہ پڑھا جسمین لکھا تھا کہ۔ مین ہی
شداد بن عاد ہون اور مین نے ہی عماد کو بلند کیا اور مین نے ہی اپنے مضبوط ہاتھون سے ممالک کو لے لیا اور مین نے ہی سات گز طول مین خزانہ
جمع کیا ہے وہ کسی کو نہین ملیگا سوائے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ ھ۔ مترجم کہتا ہے کہ اسناد کے راوی سب ثقہ ہین جو صحیحین امام بخاری
و مسلم مین موجود ہین سوائے علی بن الحسین کے جو امام ابن ابی حاتم کے شیخ ہین اور یہ علی بن الحسین بن جنید رحمہ اللہ تعالےٰ اچھے محدث ہین
و لیکن روایت کے مضمون مین غور کرنا چاہیے پس ثور بن زید رح نے جس نوشتہ کو پڑھا وہ نہین معلوم کس نے لکھا تھا اور کب لکھا گیا تھا اور
شداد بن عاد کے حق مین یہ معلوم نہین ہوا کہ وہ اسلام لایا تھا اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسنے کیونکر جانا و لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ کاہن
کے ذریعہ سے اسکو معلوم ہوا ہو اگرچہ اُسنے یہ جانا ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر خاتم النبیین ہونگے اور اُسکی صورت یہ ہو کہ جب اُسنے
یہ خزانہ جمع کیا اُس زمانہ مین ملائکہ نے باتین کین ہون کہ اس خزانہ کا یہ انجام ہوگا اور شیاطین نے سنکر کاہن کو بتلایا اور اُسنے شداد سے
کہا ہو۔ پھر مترجم کو یاد نہین کہ سلف رضی اللہ عنہم کے زمانے مین یہ خزانہ ہاتھ آیا و لیکن حدیث مین آثار قیامت مین ہے کہ فرات ایک
سونے کا پہاڑ اُگل دیگا۔ ھ۔ شاید یہی خزانہ ہو یا زمانہ امام مہدی رضی اللہ عنہ مین ظاہر ہو یہ سب اُسوقت ہے کہ جو نوشتہ ثور رح نے پڑھا
وہ معتبر ہو و لیکن اُسکے معتبر ہونے کی کوئی دلیل نہین ہے اسیواسطے شیخ ابن کثیرؒ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس سے کچھ
بحث نہین کی بلکہ (ذات العماد) کی تفسیر مین اسطرح کلام شروع کیا **مین کہتا ہون** کہ بہرحال یہ لوگ عاد اول ہین خواہ ذات العماد
سے یہ مراد ہو کہ انکے مکانات بہت بلند عمودون پر بنائے جاتے تھے یعنے اس دراز قد قوم کے عمارتی مکانات کے ستون بہت بلند ہوتے تھے
یا یہ مراد ہو کہ بلند عمودون کے خیمون مین رہتے تھے یا یہ مراد ہو کہ انکے جنگی ہتھیار لمبے چوڑے ہوتے تھے یا یہ مراد ہو کہ ان لوگون کے قد و قامت
طول طویل تھے بہرصورت جنکی یہ صفت ہے اس سے مقصود وہ قبیلہ ہے جنکے غرور و کفر و فجور کا ذکر بارہا قرآن مجید مین آیا اور اُنکے بعد ثمود کا
ذکر ہے واللہ تعالےٰ اعلم اور بعض علماءؒ نے زعم کیا کہ ذات العماد سے مراد شہر دمشق ہے اور یہ قول سلف تابعین سے سعید بن المسیب
و عکرمہؒ سے روایت کیا جاتا ہے **اقول** سیوطیؒ نے اسکو سعید المقبری و مالک رح سے نقل کیا واللہ اعلم اور بعض نے زعم کیا کہ مراد اسکندریہ
ہے اور یہ محمد بن کعب القرظیؒ سے روایت کیا جاتا ہے تو ان اقوال مین تردد ہے کیونکہ اس صورت مین کلام منتظم نہین ہوتا ہے جبکہ بجائے
ذات العماد کے دمشق یا اسکندریہ کا نام لیا جاوے (ابن کثیرؒ) مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک ان علماء رحمہم اللہ تعالےٰ

کسی پر یہ جبر نہین کیا کہ اسلام کمارے وقد قال تعالے ولو شاء ربک لآمن من فی الارض کلہم جمیعًا۔ اور اگر تیرا رب چاہتا تو ہر کوئی جو زمین مین ہو سب کے سب ایمان لاتے۔ ف۔ یعنے اللہ تعالے نے کسی پر یہ جبر نہین کیا ہی تو دیکھو کہ کافر نے اپنے واسطے غیر کو معبود بنایا اور یہ اعتقاد جمایا کہ وہ دیوتا میرا کارساز ہی یا مسیح یا صلیب میری کارساز ہین یہ دل کی کمائی ہی اللہ تعالے نے اُس مین پیدا کر دی۔ پھر مشرک نے جا کر اپنے معبود سے اپنی مراد مانگی مثلًا رزق مانگا یا بیٹا یا کوئی دوسری چیز مانگی تو غور کرو کہ اللہ تعالے نے دنیا کی زندگی تک اسکو مہلت دی تھی کہ اسکو رزق وغیرہ عطا فرماویگا اور اللہ تعالے نادان و جاہل نہین ہی۔ تعالی اللہ علوًا کبیرا۔ تو اُس نے مشرک کو اسکی مراد عطا کی فقط طریقے مین فرق ہے یعنے اس مشرک کے حق مین اس رزق کا عطا کیا جانا اسطرح مقدر تھا کہ وہ فلان بت کے سامنے سجدہ کرے یا صلیب کو پوجے یا مسیح سے فریاد کرے بس اُسی طریقے سے اُسکو عطا ہوا اسیواسطے حدیث مین ثبوت ہی کہ قریب قیامت ایسے لوگ ہونگے کہ حرام و فحش طریقے سے اُنکو رزق ملیگا اور اگر حلال طریقے سے چاہین گے تو نہین ملیگا مترجم کہتا ہے کہ ایسے لوگ اس زمانے مین بکثرت موجود ہین اللہم انی اعوذ بک من ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور اس بیان سے اہل ایمان کے لیے نصیحت و عبرت ہی کہ اگر کسی شخص کو دیکھین کہ خلاف شرع کے کامون سے اسکو فراخی و ثروت ملتی ہی تو اُسپر افسوس کرین اور دیانت فہم مین زیادہ و مشکل ایک صورت یہ ہی کہ لوگون نے دین کے نام سے بہت سی بدعتین نکالی ہین جیسے تعزیہ رکھنا وغیرہ اور جب اس ذریعہ سے دنیاوی متاع مین ثروت پاتے ہین تو بہت سے عوام بوجہ محبت دنیا کے بھٹک جاتے ہین اور علماء کی نصیحت چھوڑ کر اپنے واسطے جاہل پیشوا بناتے ہین جو جبہ و عبا و قبا مین عالم سے زیادہ آراستہ ہین اور عالم بنتے ہین بڑا دعوی کرتے ہین اسلیے کہ انکو خوب معلوم ہی کہ جاہل نہین پہچان سکتا اور ایسے بنے ہوئے عالمون کا رزق اسی ذریعہ حرام سے رکھا گیا ہی کہ عوام کو بدعات مین بہکاوین اور انکے ہاتھون سے رزق پاوین اللہم انی اعوذ بک من ذلک وانت الغفور الرحیم اور شک نہین ہی کہ دنیا مین جو لوگ گمراہی پھیلاتے ہین اور دنیا کے لیے اپنا دین برباد کرتے ہین وہ ضرور سزا پاوینگے اور اللہ تعالے نے صریح نص قرآنی مین آگاہ فرمایا ہی کہ جو لوگ کہ رسول اللہ صلعم سے انحراف و مخالفت کرتے ہین وہ ذلت پاوینگے۔ ف۔ یہ حکم دو طرح سے جاری ہوا قسم اول یہ کہ مسلمانون نے آپ کی شریعت سے مخالفت کی تو جب تک نصف سے کم ایسے رہے تو اللہ تعالے نے زیادہ مطیع بندون کی برکت سے مخالفون کو بھی ذلت سے محفوظ رکھا اور جب نصف سے زیادہ خراب و مخالف و مفسد ہوئے تو حکم آلہی آگیا اور یہ بات ہر ایسے شخص پر صاف واضح ہی جو علم تاریخ سے آگاہ ہی اور اس ملک مین تو یہ بات آنکھون کے سامنے موجود ہی اور روز بروز جہالت و مخالفت بڑھتی جاتی ہی حتی کہ بکثرت عوام الناس ہین جو محفل میلاد شریف مین راگ وغیرہ کے طریقے سے شاعرانہ خیالات کے اشعار پڑھنے والے لاتے ہین اور ایسے شخص کو منبر پر بٹھلاتے ہین حالانکہ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق سنت و راہ شریعت سے مخالف ہوتا ہی حتے کہ بکثرت ان مین سے نماز کے بھی پابند نہین ہوتے ہین لیکن اشعار خوش آوازی سے بطور راگ پڑھنے مین اُستاد ہین تو اُنھین کو اپنا پیشوا بناتے ہین اور یہ صریح مخالفت ہی تو کیا اُمید ہی کہ انکی حالت کی اصلاح ہو اور ذلت دور ہو قسم دوم وہ لوگ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ماننے ہی سے منکر ہوئے یعنے کافر ہوئے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت خیر خواہی سے انکی بہتری چاہی اور نہایت عمدہ طریقے سے انکو نصیحت کی تاکہ جہنم کے عذاب الیم سے بچین لیکن یہ لوگ بجائے شکر گزاری کے کافر ہوئے اور بجائے دوستداری کے دشمن ہوئے تو اللہ تعالے نے والفجر ولیال عشر الخ مین قسم کے ساتھ اعلان فرمایا کہ ہم ضرور ایسے کافرون کو

کہ عاد نے عدن سے بصرہ تک کثرت اموال واولاد سے بھر لیا تھا اور احقاف انکا دار السلطنت تھا آخر عذاب ہلاکت کے بعد وہ بیابان ریگستان رہگیا نہ وہان خوش نما سبزہ زار ہین اور نہ کھیتیان ہین نہ باغات میوہ دار ہین بلکہ باد سموم کے جلانے والے جھونکے اور ریگ روان کے انبار ہین مترجم کہتا ہی کہ عدن سے بصرہ تک بلکہ ملک شام تک تمام قبیلہ عاد کے بلاد تھے انکو عادارم کہتے تھے اسکے بعد دوسرا کنبہ ہوا جسکو ثمود کہتے تھے اور عادارم زبردست کنبہ تھا اور وہی عاد کے بادشاہ تھے اول انھین کی طرف اللہ تعالے نے رسالت بھیجی اور وہ بوجہ کفر وعناد کے ہلاک کیے گئے پھر دوسرے کنبہ یعنے ثمود کی طرف رسول بھیجا اور آخر وہ بھی ہلاک کیے گئے لهذا (عاد) کا پتہ بتلایا بقولہ تعالے ارم ذات العماد۔ یعنے عاد سے مراد وہ کنبہ ہی جسکو ارم کہتے تھے جس قوم کے نام کے ساتھ۔ ذات العماد کی صفت تھی۔ التی لم یخلق مثلها فی البلاد۔ جسکے مثل بلاد مین پیدا نہین کی گئی (سوال) الم ترکیف الخ اگرچہ ظاہر مین یہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ولیکن مقصود عام ہی۔ ہر شخص کو اس سے عبرت دلائی جو آگاہ ہو کیونکہ ان اقوام کا حال بیان کرنے سے عبرت دلانی مقصود ہی تاکہ دنیا مین کفار ایسے اعمال سے باز آوین جیسے عاد و ثمود و فرعون کے افعال تھے کیونکہ انکا نتیجہ وہی ہوگا جو اقوام مذکورہ کو حاصل ہوا اور اس مین مومنون کو تثبیت ہی یعنے صحابہ رضی اللہ عنہم جو مکہ مین ایمان لائے تھے اور ہر طرف سے کفار اُن پر لعن وطعن کرتے تھے تو یہ مومنین عبرت حاصل کرکے ثابت قدم رہین مترجم کہتا ہے بلکہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی وتسکین دی گئی کہ ضرور ہم ان کافرون کو ہلاک کرینگے جو تیرے دشمن ہین اور یہی نکتہ ہی کہ کافرون کو خطاب سے یہ نہین کہا گیا کہ ای کفار تم نہین جانتے کہ کیونکر پروردگار نے ان قومون کو ہلاک کیا بلکہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔ بیان یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دل وجان سے کوشش کی کہ قبیلۂ قریش دین اسلام قبول کرین جو صریحی بدیہی حق ہی حالانکہ کفار قریش صاف اقرار کرتے تھے کہ یہ شخص تم کو مکارم اخلاق ونیک افعال واعمال کیجانب ہدایت فرماتا ہی ولیکن سب دیوتاؤن کو ایک ہی بنائے دیتا ہے یہ کیونکر کافی ہوگا قال تعالے اجعل الآلهة الها واحدا الخ یعنے کیا اس شخص نے سب دیوتاؤن کو ایک بنادیا تو یہ تو بہت ہی اچنبھے کی بات ہی۔ ھ۔ اور ابوسفیان نے کفر کی حالت مین ہرقل شاہ روم سے بھی یہی بیان کیا تھا کہ وہ ہم کو صدق وعفاف ومکارم اخلاق کی ہدایت فرماتا ہی ولیکن سب آلہہ کو ایک بناتا ہی کما فی الصحیح۔ باوجود اسکے کفار اصل بات یعنے اللہ تعالے کی الوہیت سے انکار کرتے تھے اور جس شخص نے اس سے انکار کیا یا شک کیا تو اُسکے اعمال چاہے کیسے ہی اچھی نظر آوین بالکل برباد ہین دنیا مین انکا نفع شاید ملے جیسے اس زمانے مین مغربی قومون کا حال ہی ولیکن آخرت کے لائق ہرگز کسی طرح نہین ہین قطعًا وہ باطل ہین کیونکہ الوہیت تو اللہ تعالے ہی کے لیے ہی۔ اگر منکر ہو تو کچھ ضرر نہین ہی اور اگر اسکا اقرار کرے تو اُسنے خود نیک راہ پائی اور اگر کسی نے دوسرے کو اپنا کارساز یا دیوتا یا خدا کا بیٹا وغیرہ بنایا تو اُسکے بنانے سے کچھ نہین ہوا بلکہ وہ مخلوق ہے اگر وہم ہو کہ پھر ان لوگون کی مراد کیون مل جاتی ہی (جواب) یہ دھوکا ہی بات یہ ہی کہ کافر نے یہ جانا کہ اُسنے جس سے مراد مانگی ہی اُسنے دیدی اور اسکو اپنے نزدیک مراد سمجھا کیونکہ وہ اسکی آرزو مین تھا۔ دونون باتون مین وہ غلط گمراہ ہی اور حق یہ ہی کہ اللہ تعالے نے اسکی مراد پوری کی اور یہ مراد تو فانی ہی اور یہ اُسکا عمل اُسکے ساتھ باقی رہیگا اور بھید یہ ہے کہ اللہ تعالے نے دنیا مین مخلوق کو اُسکی زندگی تک کمانے کی مہلت دی ہی اسطرح کہ جو کوئی جس طرح اپنی قسمت کی کمائی جمع کرنا چاہیگا اللہ تعالے اُسکو وہ حاصل کردے گا یعنے اُسکے ساتھ مین اسکو پیدا کردیگا۔ ہر شخص کے اعمال اُسکے ساتھ ہین ابھی اسکو نظر نہین آتے ہین اسلیے غلط مین گمراہ ہی اور یہان اللہ تعالے

جواسکو زمخشری کی تقلید مین لکھا ہی کہ یہ حدیث ہی تو یہ موضوع ہی اب اس زمانہ مین عوام جو دینداری و آخرت کا چاہنے والا نیکبخت ہے
اسکے لیے فقط سلامتی کا طریقہ یہ ہی کہ سچی باتون کو جو صحیح اسناد سے ثابت ہون قبول کرے اور نئی باتین اور شاذ و نادر طریقے بدون اسناد
کے نلے اور اللہ تعالیٰ ہی اپنے نیک بندون کو توفیق دینے والا ہی۔ جب یہ تمہید سمجھ مین آگئی تو معلوم کرو کہ اخیر زمانے کے
لوگون نے عوج بن عوق کے قصہ کو نقل کیا اور امام ابن کثیرؒ وغیرہ نے لکھا کہ یہ محض دروغ و کذب صریح اور بہتان قبیح ہے
اب غور کرو کہ عاد ارم کے قد دراز و قوی تھے کہ انکے مثل اللہ تعالےٰ نے نہین پیدا کیے تو یہ صحیح ہی لیکن عوج بن عوق وغیرہ کی حکایتین
جھوٹ باتین ہین انکو منافق ملحدون اور بدکردار فاجرون نے بنا کر عوام مین اسلیے پھیلایا کہ نصاریٰ و یہود اور مجوس وغیرہ کو بھی یہ
موقع ملے کہ مسلمانون کے یہان بھی ایسے غلط خیالات موجود ہین حالانکہ اصل مین یہود کے قصص ہین۔ اگر غور کیا جاوے تو اسکو
دینی معاملات سے کچھ تعلق نہ تھا لیکن عوام کو اس قدر تمیز نہین ہوتی ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ اس زمانہ مین جب عموماً مسلمانون کے
افعال بدتر و خراب ہو رہے ہین اور زناکاری و چوری و دغابازی و چنڈو بازی و جھوٹ و فریب و بزدلی اور دنیا کی خواہش و اسکی
زندگی چاہنا اور سود و بیاج دیے نمازی وغیرہ بکثرت پھیلے ہوے ہین اور خلاصہ یہ کہ دین اسلام کے افعال و اعمال سے منحرف ہو کر
کفر و شرک کے افعال و اعمال کرتے ہین اور دنیا کے معاملات مین کافرون سے بھی بدتر اطوار ہین تو یہ باتین دیکھکر ہندو اور عیسائی وغیرہ
دین اسلام پر طعنہ دیتے ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ انکو اللہ تعالےٰ و اُسکے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کو معلوم کرنا چاہیے تھا اور
جب دین اسلام کی تعلیم سے واقف ہوتے کہ کس قدر عمدہ فضائل اخلاق اور احسن اعمال اور عمدہ معاملات کے واسطے ارشاد ہی
اور الحق کہ اللہ تعالےٰ کی معرفت اور نفس کے کمالات سواے اسلام کے کسی طرح حاصل نہین ہو سکتے ہین اور پاکیزگی ظاہر و باطن
بدون اسکے غیر ممکن ہی و لیکن تعصب کی آنکھ سے کچھ نہین سوجھتا ہی جب اسطرح واقف ہو کر دوسرے ادیان مانند یہودیت و نصرانیت
وغیرہ سے مقابلہ کرتے تو انکو معلوم ہوتا کہ دین حقیقت مین اسلام ہی اور باقی سب باطل ہین اور یہ بالکل بدیہی صاف بات ہی اور ذرا سی
بات یہ ہی کہ سواے اسلام کے کسی فرقے کے اعتقاد مین ابتدا و شروع جو اصل اصول ہی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و الوہیت ہی معتقد
نہین ہی اور جب یہی نہین ہی تو سب باطل ہی اور اسلام مین جب یہ ٹھیک معرفت ہی تو سب درست ہی۔ اب تفسیر کی طرف رجوع
کرو کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد۔ کیا تو نے نہین جانا کہ تیرے رب عزوجل نے کیا کیا سرکش کافر قوم
عاد کے ساتھ۔ یہ عاد ارم تھی صاحب عماد۔ مد۔ یعنے جنکی بسر اوقات بلند رفیع عمود کے خیمہ جات مین تھی (یا مکانات بلند ہوتے تھے یا بلند
قد تھے) ہر صورت نتیجہ یہی ہی کہ انکے قد و قامت بہت ہی بلند پیدا کیے گئے تھے اسیوجہ سے سکونت کے لیے خیمے مرتفع بلند عمودون پر
تان لیتے تھے یا بقول بعض کے مکانات نہایت بلند ستونون پر بنالے تھے اگرچہ شاید وہ بہت کم ٹھہرتے ہون اور یہ قوم قد و قامت
مین بے نظیر تھی اسی لیے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ التی لم یخلق مثلہا فی البلاد۔ ایسی قوم تھی کہ اسکے مثل بلاد مین پیدا نہین کی گئی امام
رازیؒ نے کبیر مین لکھا کہ قولہ تعالےٰ والفجر و لیال عشر الخ یعنے اللہ تعالےٰ نے فجر وغیرہ کی قسم کے ساتھ آگاہ فرمایا کہ جو قوم اللہ تعالےٰ
و اُسکے رسول سے منکر و مخالف ہو اُسکے لیے ضرور اللہ تعالےٰ کا عذاب ہی۔ الم تر کیف فعل ربک بعاد۔ کیا تجھے معلوم نہین
ہوا کہ تیرے رب ذوالجلال نے کیا معاملہ کیا عاد کے ساتھ ف آگے اشارہ ہے بقولہ تعالےٰ۔ فصب علیہم ربک سوط
عذاب۔ یعنے ان قومون پر تیرے رب قوی العزیز نے سوط عذاب بہا دیا۔ مد۔ اور عرب کے لوگ متواتر اخبار سے جانتے تھے

کرنی روایت اب کہان سے نکل آئی اور امام ابو حنیفہ کے شاگردون مین سے کسی نے نہین کہا کہ امامؒ نے تمام عمر مین کبھی یہ روایت کی تو اس زمانہ مین یہ اسناد بیان کرنے والا ضرور غلط کہتا ہو کہ ابو حنیفہؒ نے یہ بیان کیا اسیطرح قیاس کرلینا چاہیے الغرض بعضے محدثین نے یہ غلط روایتین بھی جن شخصون سے سنی تھین انکا نام ونشان بیان کرکے لکھدیا یعنے ہم تم سب جانتے ہین کہ یہ شخص جھوٹ کہنے والا بے اعتبار ہی مثلاً ہمارے شہر مین فلان شخص جھوٹا لبارڈیا مشہور ہی ہم نے جو بات اُس سے سنی تھی بیان کی کہ ہم اُس شخص نے کہا کہ مین فلان بزرگ مولوی فضل الرحمن سے سنا وہ فرماتے تھے کہ فلان جنگل مین ایک زاہد گوشہ نشین کو دیکھا جو وہان رہتے تھے اور انکے پاس بزرگون کی روحین ہر روز عشا کے وقت تشریف لایا کرتی تھین اور سب کے سب قوالی سنا کرتے تھے۔ھ۔اس روایت کو اس زمانہ مین جو شخص سنیگا وہ جان لیگا کہ محض جھوٹ ہی علاوہ برین فلان جنگل مین بھی کوئی زاہد نہ تھا اور مولانا فضل الرحمن رحمہ اللہ تعالے کے ہزارون مرید ہین کوئی بھی اسکو بیان نہین کرتا اور خود مولانا رحمہ اللہ تعالے قوالی سے منع فرمایا کرتے تھے الغرض اس محدث نے تو اسلیے لکھدی تھی کہ لوگ اس روایت سے ہوشیار ہوجاوین آخر فتنہ ہوا جیسے مثال مذکور ہی یعنے پھر سو برس بعد کچھ لوگ پیدا ہوے اور علم اٹھتا جاتا ہی انھون نے کہا کہ روایت سچ ہی اگر کسی عالم نے روکا کہ یہ معتبر نہین ہی تو اُسکے دشمن ہوکر طعنہ دینے لگے کہ یہ شخص روکھا ظاہری علم والا ہی اور علم باطن سے بیخبر ہی اور صوفیون مین ایک علم باطن چلا آتا ہی اور ہم نے تو یہ روایت فلان محدث کی کتاب مین دیکھی ہی اور اُسکے برابر علم اب کہان ہی پھر اس روایت کو اپنی کتاب مین بھی مع اسناد کے نقل کیا حالانکہ عالم نے جھوٹے راوی کا حال بیان کیا پھر سو برس دوسرے گزرے اور اسی قوم کے خیال والے لوگون نے اسناد نکال ڈالی خالی روایت لکھدی جیسے تم اکثر تاریخون وکتابون مین حتی کہ علم تفسیر مین بکثرت دیکھتے ہو کہ یہ لوگ فقط اس قدر لکھتے ہین کہ ابن عباسؓ سے روایت ہی اور مجاہدؒ نے یہ کہا اور حسن بصریؒ نے کہا حالانکہ یہ نہین معلوم ہوتا کہ اسکے راوی کیسے ہین البتہ امام ابن کثیرؒ وغیرہ بعض علما محدثین نے جو تفاسیر لکھی ہین ان مین یہ التزام کیا کہ اسناد نقل کردین اُس کو تم پرکھ لو اور اگر بے اسناد نقل کیا تو خود پرکھ لیا ہی لیکن امام ابن کثیرؒ کے مثل تفاسیر بہت کم ہین اور ایسی کتابین جنکے مصنف ہر خشک و تر کو لینے والے ہین وہ بہت ہین اور انھین کی وجہ سے بہت بڑا فتنہ عوام مین پھیل گیا خصوصاً جبکہ چھ سو برس سے انکے علماء ایسے لوگ ہوتے چلے آتے ہین جو منطق اور فلسفہ مین عمر برباد کرتے ہین اور علم دین یعنے فقہ وحدیث وتفسیر مین جاہل ہین لیکن عوام کے نزدیک بڑے عالم ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ کشاف مین زمخشری نے ہر سورۂ قرآن مجید کے واسطے آخر مین لکھا کہ حدیث مین ہی کہ جو کوئی یہ سورہ پڑھے اُسکے لیے یہ ثواب ہی مثلاً سورۂ سبح اسم ربک الاعلی کے حق مین لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی سورۂ اعلی پڑھے اللہ تعالے اُسکو ہر حرف کے عوض مین دس نیکیان اُن حروف کے شمار سے عطا کریگا جو اُسنے ابراہیم وموسی ومحمد علیہم السلام پر نازل کیے ہین۔ھ۔زمخشریؒ کا اعتقاد معتزلہ کا عقیدہ تھا وہ حدیث کے علم سے منکر تھا اسلیے احادیث کو نہین جانتا تھا حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے بارہ مین صحیح حدیثین بکثرت بلکہ متواتر ہین وہ ان سب سے منکر تھا کیونکہ وہ شفاعت ہی سے منکر تھا جیسے معتزلہ گمراہ منکر ہین پھر زمخشری سے تعجب نہین ہی بلکہ امام بیضاوی سے تعجب ہے کہ اُسکے اعتماد پر تفسیر بیضاوی مین بھی اس حدیث کو نقل کردیا اور امام خطیبؒ نے سراج مین فرمایا کہ یہ موضوع ہی یعنے ہرگز آنحضرت صلعم نے یہ نہین فرمایا بلکہ بنائی ہوئی بات ہی اسیطرح ایسی سب روایتون کو لکھا کہ بیضاویؒ نے

مخلوق نہین فرمایا (دوم) یہ کہ اُس زمانہ مین عرب کے بلاد مین جو لوگ نسل انسان سے آباد تھے وہ معمولی قد و قامت رکھتے تھے اگرچہ
سابق زمانہ مین ہمارے زمانہ کی بہ نسبت لوگون کے اجسام قوی ہیکل ہونا صحیح ثابت ہی ولیکن غایت فرق یہ کہ اگر اس زمانہ مین دو گز کا
قد ہے تو انکا قد تین گز کے قریب ہو برخلاف اسکے قوم عاد ارم کو اللہ تعالے نے بہت زیادہ قوی ہیکل پیدا کیا تھا لیکن واضح رہے
کہ عوام الناس مین عوج بن عوق کی روایت مشہور ہی کہ جب موسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے ساتھ مصر سے نکلکر
ملک شام کا قصد کیا اور اللہ تعالے نے وعدہ دیا تھا کہ وہ زمین مقدس تمھارا مسکن بنایا گیا ہی وہان قوم عمالقہ رہتے تھے ان
مین ایک شخص عوج تھا جسکو اُسکی مان عوق حرام سے جنی تھی اور کہتے ہین کہ حضرت آدمؑ کی بیٹی تھی اور طوفان نوحؑ مین عوج
نہین ڈوبا کیونکہ وہ (۳۳۳۳) گز کا تھا طوفان اُسکے ٹخنہ تک نہین پہونچا ابن کثیرؒ نے کہا کہ نوحؑ کا بیٹا نہ بچا مگر یہ حرامزادہ کیسے
بچ گیا۔ یہ بنی اسرائیل کا جھوٹ ہی الغرض اُنسے بنو اسرائیل نہایت خائف ہوے حتی کہ اسرائیلی بارہ[۱۲] نقیب جو حالات دریافت
کرنے کو بطور جاسوس گئے تھے انکو عوج نے پکڑ کر اپنی آستین مین ڈال لیا اور عمالقہ کے بادشاہ نے عوج سے لیکر رہا کر دیا
کہ جاکر اپنی قوم کو خبر کرین۔ یہ حال سب نے کہا سواے دو نقیبون کے جو آخر نبوت سے سرفراز ہوے ہین اور انھین دونون نے
اُسوقت قوم سے کہا کہ بد دل مت ہو اور حملہ کرکے داخل ہو جاؤ تمھین انشاء اللہ تعالے غالب رہوگے قوم نے انکار کیا اور آخر
جب موسیؑ نے صالحین مجاہدین کو لیکر حملہ کیا تو عوج مذکور آپ کے مقابل ہوا اور موسی علیہ السلام کا قد مبارک دس ذراع تھا
اور عصاے موسی دس ذراع اور آپ دس ذراع اُچھلے تو اُسکے زانو پر عصا مار کر گرا دیا۔ الخ۔ (رواہ ابن جریر باسناد ضعیف)
یہ روایت ایک ایسی جماعت نے اپنی کتابون مین لکھی جنکی یہ عادت ہی کہ ہر قسم کی روایتین جھوٹ سچ جو کچھ پاتے ہین اپنی کتاب
مین نقل کر لیتے ہین اور جس سند سے روایت پہونچی اُسکو نکال ڈالتے ہین بشرطیکہ علماء سابقین مین سے کسی نے روایت کی ہو
ورنہ موضوعات کا دروازہ اخیر زمانہ مین بہت کشادہ ہوگیا۔ بات یہ ہی کہ اگلی امتون مین اسناد کا دستور نہین تھا یعنے مثلاً اگر ہم کو
یہ دریافت کرنا منظور ہوا کہ حضرت ابو بکر الصدیق خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مہاجرین و انصار نے کیونکر بیعت کی
اور آپ نے کیونکر اس قلیل جماعت مجاہدین کو بھیجا کہ انھون نے بے شمار اعراب و قبائل عرب پر اللہ تعالے کی نصرت سے فتح پا کر دوبارہ
انکو اسلام مین داخل لیا۔ الخ۔ تو اس مضمون کو دریافت کرنے کے لیے اتباع مانند امام مالک و شافعی و سفیان وغیرہ نے فلان
فلان تابعین صالحین رحمہم اللہ تعالے سے سنا اور تابعین نے کہا کہ ہمنے فلان فلان صحابہ رضی اللہ عنہم سے سنا کہ وہ اسطرح بیان
فرماتے تھے اسکو اسناد کہتے ہین اور جب اس سند کے سب لوگ ثقہ ہوتے ہین تو انکی بات پر اعتبار ہی لیکن اتباع رحمہم اللہ تعالے کے بعد
ایسے لوگ ہونے لگے جو دنیا کے واسطے کچھ جھوٹ بولنے لگے پھر سنہ چار سو ہجری کے بعد زیادہ کثرت ہوگئی حتی کہ سنہ پانچ سو
ہجری کے بعد خیالات بہت خلط ملط ہوے اور ملحدون نے مسلمانون کی صورت مین بہت حدیثین جھوٹ بناکر لوگون مین بیان کین
بلکہ بہت سے سادہ لوح صوفیون نے بنائین۔ ولیکن اللہ تعالے نے اس امت مین حفاظ محدثین پیدا کیے جنھون نے فوراً ان لوگون
کی موضوعات پہچانکر نکال ڈالین ولیکن بہت سے حدیث پڑھنے والے ایسے گزرے جنھون نے اس بات کو ناموری خیال کیا کہ
اس محدث نے بہت سفر کیا اور بہت مشائخ سے حدیثین جمع کین اور اگلے محدثین سے زیادہ بہت سی نئی باتین اسکی کتاب مین ہین جو
کسی سابق محدث کی کتاب مین نہین ہین۔ عوام الناس ان نئی باتون کو خوب سنتے تھے اور جو لوگ عالم ہین وہ خوب جانتے ہین

انکو یہ نعمت خاصکر یاد دلائی تاکہ اسکو اللہ تعالے کی بندگی مین صرف کرین - کما قال تعالے واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح وزادکم فی الخلق بسطۃ فاذکروا آلاء اللہ ولا تعثوا فی الارض مفسدین - یعنے یاد کرو جبکہ تم کو قوم نوح کے بعد زمین پر قائم مقام کیا اور تمھاری خلقت مین وسعت دی تو اللہ تعالے کی نعمت یاد کرو اور زمین مین فساد کرتے نہ پھرو - الخ - اور اللہ تعالے نے فرمایا - فاما عاد فاستکبروا فی الارض بغیر الحق وقالوا من اشد منا قوۃ الآیہ - یعنے عاد کا یہ حال تھا کہ انھون نے زمین مین ناحق تکبر کیا اور کہنے لگے کہ ہم سے بڑھکر قوت کسکی ہے - کیا انکو یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالے جسنے انکو پیدا کیا ہے وہ اُنسے قوت مین بہت زبردست ہے - الخ اسیطرح یہان بیان فرمایا التی لم یخلق مثلہا فی البلاد - یعنے ایسا قبیلہ جسکے مثل کوئی کسی بلاد عرب مین نہین پیدا کیا گیا کیونکہ ان مین قوت وشدت تھی اور انکے اجسام لنبے چوڑے تھے - مجاہدؒ نے کہا کہ ارم ایک پرانی امت ہے یعنے عاد اول - قتادہؒ بن دعامہ وسدی نے کہا کہ ارم خاندان بادشاہت تھا قبیلۂ عاد کے واسطے یعنے قبیلۂ عاد کے بادشاہ اسی خاندان ارم سے ہوتے تھے یہ قول عمدہ جید قوی ہے قولہ ذات العماد - مجاہد وقتادہ وکلبی نے کہا کہ یہ لوگ عمود والے تھے یعنے عمودون پر اپنے خیمے کھڑے کر لیا کرتے تھے کہین ایک جگہ عمارت بناکر نہین پڑے رہتے تھے اور عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ذات العماد یعنے انکے قد وقامت دراز تھے - امام ابن جریرؒ نے قول اول اختیار کیا یعنے عمود کے خیمون مین رہنے والے تھے اور ابن جریرؒ نے دوسرے قول کو جو عوفیؒ نے روایت کیا ہے رد کر دیا ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ ٹھیک کام کیا یعنے قول اول ہی صحیح ہے اور دوسرا قول غلط ہے - اگر کوئی کہے کہ غلط کیونکر کہا حالانکہ وہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے - جواب یہ کہ ابن عباسؓ کا قول کیونکر معلوم ہوا سوائے اسکے کہ عوفیؒ نے روایت کیا اور عوفی کی روایت معتبر نہین ہوتی ہے - قولہ تعالے لم یخلق مثلہا فی البلاد - ابن زیدؒ نے کہا کہ ضمیر (عماد) کی طرف راجع ہے یعنے ایسے عماد کسی بلاد مین پیدا نہین کیے گئے یعنے یہ خیمے بہت موٹے اور لنبے ومضبوط ہوتے تھے اور عاد نے ملک احقاف مین ایسے بلند مستحکم عمود بنائے تھے کہ اُنکی مثل کسی ملک مین نہین پیدا کیے گئے قتادہ وابن جریرؒ نے کہا کہ ضمیر اس قبیلہ کی طرف راجع ہے یعنے اس قبیلہ کے مثل کسی ملک مین پیدا نہین کیا گیا یعنے اُس زمانہ مین بلاد عرب مین سے کسی ملک مین ایسا قبیلہ نہین پیدا کیا گیا ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی قول صحیح ہے اور ابن زیدؒ واُنکے ساتھیون کا قول ضعیف ہے کیونکہ اگر عماد کی طرف ضمیر ہوتی تو اسطرح کہا جاتا کہ ایسے عماد کسی ملک مین نہین بنائے گئے مترجم کہتا ہے کہ اسکا جواب تو یہ ہو سکتا ہے کہ مخلوق جو کچھ بناتے ہین وہ حقیقت مین اللہ تعالی ہی پیدا فرماتا ہے اگرچہ ظاہر مین مخلوق کے ہاتھون سے اُسکا وجود نظر آتا ہے اور یہی بالاجماع اہل الحق کا مذہب حق ہے ولیکن قول قتادہؒ صحیح ہونے کے واسطے دوسرے دلائل بھی ہین چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن ابی حاتم نے عن ابیہ عن ابی صالح عن معاویہ بن صالح عن جدتہ عن المقدام عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ ذکر ارم ذات العماد الخ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارم ذات العماد کا ذکر فرمایا تو کہا کہ انمین سے ایک آدمی جاکر ایک بڑا بھاری پتھر (یعنے پہاڑ کا ٹکڑا) اُٹھا کر اپنے کندھے پر لاد لاتا اور جس حی (قوم) پر چاہتا تھا ڈالدیتا تو وہ قوم اسکے صدمہ سے ہلاک ہو جاتی تھی (رواہ ابن مردویہ ایضا) مترجم کہتا ہے کہ اس روایت سے دو باتین ظاہر ہوتی ہین ایک یہ کہ اللہ تعالے نے قوم عاد ارم کے اجسام خاصۃً بے مثل قوی اور سخت اور لنبے چوڑے پیدا کیے تھے کہ ان مین سے ایک آدمی کو یہ قوت تھی کہ اتنا بڑا لنبا چوڑا پتھر پہاڑون سے اُکھاڑ لاتا جسکے نیچے ایک حی کے لوگ دب جاتے تھے حی بڑا خانوادہ مثلاً جسمین سو دو سو گھر ہون جو ایک دادا کی اولاد ہین تو اللہ تعالے نے اس قبیلہ عاد ارم کے مثل کسی شہر وصوبہ مین کسیکو

یہ لوگ عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح کی اولاد ہین (ابن کثیرؒ) مترجم کہتا ہو کہ اسیطرح نسخۂ مطبوعہ مصر مین عاد بن ارم بن عوص الخ مذکور ہو یعنے عاد کا باپ ارم اور دادا عوص ہو اور اسی طرح ابن کثیرؒ نے سورۂ اعراف مین نقل کیا ہو اور امام بغویؒ نے لکھا کہ مقاتلؒ نے فرمایا کہ یہ عاد مین سے ایک قبیلہ تھا اور انھین مین بادشاہت تھی یعنے قبیلۂ عادیہ جو بادشاہ ہوتا وہ اسی خاندان عاد ارم سے ہوتا تھا اور یہ لوگ مُہرہ مین رہتے تھے اور عاد انکا باپ تھا تو اُسیکی طرف منسوب ہوے اور یہ ارم بن عاد بن سیم بن سام بن نوحؑ تھا مترجم کہتا ہو کہ اس قول سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ عاد کی اولاد مین ایک ارم تھا اور اُسکی نسل جنمین بادشاہت تھی عاد ارم کہلاتے تھے اور عاد کے دوسرے بیٹون کی نسلین دوسرے نام سے تھین اور حاصل یہ کہ اس کُنبہ کا باپ ارم تھا اور دادا عاد تھا تو عاد کے بیٹون کی نسلین مختلف نامون سے مشہور تھین اور سب قبیلہ ملاکر عاد کہلاتا تھا اور یہ سب اپنے بادشاہ کے تابع تھے جو عاد ارم کہلاتے تھے اور چونکہ یہی کنبہ کافر ہوا تو سب کا گناہ اسی کی طرف منسوب ہوا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل شاہ روم کو لکھا تھا کہ اگر تونے کفر کیا تو تجھپر اریسیین کا بھی گناہ ہو اور اس روایت مین سام کے بیٹے کا نام سیم لکھا ہو پھر امام بغویؒ نے کہا کہ محمد بن اسحٰقؒ نے کہا کہ اس قبیلہ کی نسبت اپنے دادا عاد کی طرف ہو اور وہ عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوحؑ ہو (معالم) اسیطرح تفسیر کبیر رازیؒ (بیضاوی) مین عاد بن عوص بن ارم الخ مذکور ہو اور کہا یہی ہود علیہ السلام کی قوم ہو جو اپنے جداعلےٰ کے نام سے معروف ہو جیسے بنی ہاشم اپنے جداعلیٰ کے نام سے ہاشم کہلاتے ہین۔ ھ۔ اور اسکی پیروی خطیب و ابوالسعود وغیرہ عامہ کتب تفاسیر مین موجود ہے اس سے معلوم ہوا کہ ابن کثیرؒ کی روایت مین اور بغوی و دیگر تفاسیر مین فرق ہو ابوالسعودؒ نے کہا کہ عاد مذکور ارم کا پوتا تھا اور کہا کہ شیخ حافظ ابن کثیرؒ نے افادہ فرمایا کہ قرآن مجید مین سوا سورۂ احقاف کے جہان عاد کا ذکر ہے وہ یہی عاد اول ہے۔ ھ۔ امام بغویؒ نے لکھا کہ کلبیؒ نے کہا کہ ارم اس قبیلہ کا وہ دادا ہو جہان پہونچکر عاد اور ثمود اور اہل سواد اور اہل جزیرہ سب کے سب مل جاتے ہین چنانچہ کہتے تھے کہ یہ عاد ارم ہو اور وہ ثمود ارم ہو پھر اللہ تعالےٰ نے عاد کو پہلے ہلاک کیا پھر ثمود کو ہلاک کیا اور اہل جزیرہ و اہل سواد باقی رہے اور عاد مذکور کے پاس عمود اور خیمہ اور مویشی تھے جب فصل بہار آتی تھی تو اپنے منازل مین چلے آتے تھے یہان انکے باغات و کھیتیان وغیرہ تھین اور انکی بستیان وادی القریٰ مین تھین (معالم) مترجم کہتا ہو کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہو کہ کلبیؒ و بغویؒ نے اس مقام کی آیت مین عاد مذکور سے عاد دوم یعنے قوم ثمود مراد لی جنکی ہدایت کے لیے حضرت صالح علیہ السلام بھیجے گئے تھے اور جمہور اہل تفسیر کے نزدیک مختار یہ ہو کہ مراد یہان عاد اول ہو ابن کثیرؒ نے کہا کہ عاد مذکور وہ قوم ہین جنکی طرف اللہ تعالےٰ نے ہود علیہ السلام کو رسول بناکر بھیجا اور قوم مذکور نے مخالفت و کفر کیا سوائے گنتی کے چند آدمیون کے جو غریب و ضعیف تھے پس اللہ تعالےٰ نے ہود علیہ السلام کو مع اُنکے مومنین اصحاب کے اپنی رحمت سے نجات دی اور قوم کفار کو عذاب باد سموم سے ہلاک کیا اور عاد مذکور کی زیادہ پہچان کے لیے بیان فرمایا۔ ارم ذات العماد پس ارم عطف بیان ہو یعنے عاد مذکور عاد ارم ہین ذات العماد صاحب عمود یہ لفظ مؤنث اسلیے ہو کہ قبیلہ کی صفت ہو تو لفظ کی رعایت سے مؤنث ہو اور اس قبیلہ کو ذات العماد اسلیے فرمایا کہ یہ لوگ بالون کے خیمہ بناکر انمین رہتے تھے اور ان خیمون کو بہت دراز اور بہت موٹے ستونون سے مستحکم کرتے اور ستون کو عمود کہتے ہین اسلیے ذات العماد کہلائے یعنے یہ عمود ایسے دراز و مستحکم ہوتے تھے کہ انکے بعد کسی قوم مین اسکی نظیر نہین پیدا کی گئی کیونکہ قوم عاد ارم اپنے زمانہ مین قدو قامت اور شدت و قوت مین بے نظیر تھے اللہ تعالےٰ نے انکے قد بہت بلند پیدا کیے اور سخت زور و قوت دی اسیواسطے حضرت ہود

گیاکہ وہ بُرائی اور بیہودگی سے منع کرتی ہو اور جس شخص مین عقل ہوتی ہو تو اُسکو مضبوطی سے محفوظ کرلیتی ہو تاکہ اُسپر نفس کے اوہام کا تسلط نہو اور وہ اپنے نفس کو قابو مین کرلیتا ہو اور جب اچھی قوت ہوجاتی ہو تو (نہی) کہتے ہین کیونکہ نہیہ والا عارف ہوتا ہو اسیواسطے حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کو کھڑے ہوتے تو چاہتے کہ کبار مہاجرین وانصار اولی النہی آپ کے پاس کھڑے ہون کما فی الصحیح ورواہ الطحاوی عن ابی بکرہ وغیرہ عن عبد اللہ بن بکر عن حمید عن انس رضی اللہ عنہ بذلک (اسنادہ جید) پس قولہ لذی حجر یعنے صاحب عقل کے لیے۔ حاصل یہ کہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ ہر عاقل پہچانتا ہو کہ اللہ تعالے نے الفجر وغیرہ جن چیزون کی قسم فرمائی ہو یہ لائق قسم ہین اور یہ قسمین عظیم ہین ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ قسمین ایسی ہین کہ اللہ تعالے کی عبادت کے اوقات ہین یا خود عبادات ہین جنمین نماز و حج و ذکر الٰہی وغیرہ اقسام عبادات داخل ہین جنکو ادا کرنے مین متقی بندے خشوع و خضوع کے ساتھ اُسکی جناب مین رضوان و تقرب چاہتے ہین (سوال) یہ معلوم ہوا کہ یہ قسمین بزرگ ہین اور اللہ تعالی کی عظمت والوہیت پر دلیل ہین لیکن یہ نہین معلوم ہوا کس آیات پر قسم فرمائی ہو (جواب) ہان آیندہ آیات سے یہ بات خود ظاہر ہو اسلیے ذکر نہین فرمائی رازی وبیضاوی وخطیب وغیرہ نے لکھا کہ جواب قسم یہ ہو۔ لتعذبن یا کفار مکہ اور حاصل یہ کہ قسم ہو فجر کی اور دس راتون کی اور شفع و وتر کی اور رات کی جب چلی جاوے (یا جسمین رفتار واقع ہو) کہ اے کفار مکہ (اور اے کفار اس امت کے قیامت تک جسقدر ہون تم خوب جان لو کہ اگر کفر و عناد پر اصرار کروگے تو ضرور عذاب کیے جاؤگے اور جس پاک پروردگار نے فجر وغیرہ کائنات کو اپنی قدرت کاملہ سے ان عجائبات کے ساتھ پیدا فرمایا ہو وہ قاہر و غالب اور سب قدرت والا ہو۔ **اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ**۔ کیا تو نے دیکھا نہین کیونکر معاملہ کیا تیرے رب نے عاد کے ساتھ **ف** عاد قبیلہ عرب مین مشہور معروف ہو اور عاد دو قبیلے تھے ایک عاد اول جنکی جانب ہود علیہ السلام بھیجے گئے تھے اور قبیلہ اول کو عاد ارم کہتے ہین ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہ لوگ متمرد سرکش مغرور اور اللہ تعالے کی وحدانیت کے دشمن تھے اور اُسکی بندگی سے خارج ہوکر اُسکے رسولون سے انکار و عداوت کرتے اور اللہ تعالے کے احکام کو جھٹلاتے تھے یعنے تو نے دیکھا کہ اللہ تعالے نے کیونکر انکو ہلاک کیا (ابن کثیر) یہ خطاب ظاہر مین فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو کیونکہ آپ ہی خطاب عظمت کے لائق تھے ولیکن مراد اس سے عموماً ہر شخص ہو جسکو کچھ عقل ہو اگر کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معاملہ دیکھا نہین تھا (جواب) یہ دیکھنا بطریق علم ہوا کرتا ہو جیسے کہتے ہین کہ مین دیکھتا ہون کہ کفار عنقریب مقہور و مستاصل ہونگے ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یعنے کیونکر اللہ تعالے نے انکو ہلاک کرکے افسانہ بنا دیا (ع) رازیؒ نے لکھا کہ یہان دیکھنا بطور علم ہو یعنے کیا تجھے معلوم نہین ہوا کہ کیونکر اللہ تعالے نے عاد کو ہلاک کیا۔ یعنے تو قطعاً جانتا ہے۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ عاد و ثمود و فرعون کے حالات متواتر منقول تھے چنانچہ عاد و ثمود تو عرب ہی مین تھے اور فرعون کے حالات بھی بنی اسرائیل مین عموماً اور عرب وغیرہ مین متواتر معروف تھے اور جو بات متواتر نقل ہو وہ قطعی یقینی ہوتی ہو گویا وہ آنکھون دیکھی ہوئی ہو اسی وجہ سے الم تعلم نہین فرمایا۔ بلکہ الم تر۔ فرمایا۔ یعنے یہ علم ایسا قطعی ہو گویا تو نے خود آنکھون دیکھا ہو (کبیر) اگر کہا جاوے کہ اس عاد سے کیا مراد ہے (جواب) اللہ تعالے نے توضیح کے واسطے ارشاد فرمایا **اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ**۔ ارم عماد والی جسکے مثل ملکون مین پیدا نہین کی گئی **ف** یہان چند باتین سمجھنا چاہیے ایک یہ کہ عاد ارم سے کیا مطلب ہے دوم یہ کہ ذات العماد (یعنے عماد والی) اس سے کیا مراد ہو (سوم) اسکی صفت سے کیا مقصود ہو ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن اسحٰقؒ کا قول یہ ہو کہ عاد ارم ذات العماد

ابن جریر وابن ابی حاتم) اور کثیر بن عبداللہ بن عمرو رح نے کہا کہ مین نے محمد بن کعب القرظی سے سنا وہ کہتے تھے کہ قولہ تعالےٰ واللیل
اذا یسر الخ۔ کہا کہ ای چلنے والے چل اور رات کو کہین نہ رہنا سوائے جمع یعنے مزدلفہ کے (رواہ ابن ابی حاتم) یہ سب تفسیر شیخ ابن کثیر کا
خلاصہ ہی رازی رح نے لکھا کہ اکثر مفسرین رحمہم اللہ تعالےٰ کے نزدیک واللیل اذا یسر سے خاص کوئی مراد نہین ہی بلکہ عموماً ہر رات
مراد ہی اسپر دو دلیلین ہین (اول) آنکہ یہ قسم دوسری آیات مین بھی وارد ہی جیسے قولہ تعالےٰ واللیل اذا اسفر۔ اور قسم رات کی جب
روشن ہوجاوے۔ ھ۔ یعنے گزر کر صبح ہوجاوے (سری اللیل) بمعنے رات چلی گئی اور گزر گئی اور قولہ تعالےٰ واللیل اذا عسعس یعنے
ان دونون آیتون مین بھی ہر رات کی قسم ہی کوئی خاص رات مراد نہین ہی (دوم) آنکہ رات اور دن کی آمد ورفت بار بار سے اور انکی
زیادتی وکمی سے مخلوق پر نعمت عظیم ہے اسی سے اللہ تعالےٰ نے اسکو قسم سے مشرف فرمایا یہ تو اکثر مفسرین کا قول ہی اور مقاتل رح
سے روایت ہی واللیل الف لام کے ساتھ معہود یعنے مزدلفہ کی رات مراد ہی اور اس صورت مین قولہ اذا یسر۔ جب رات چلے والمراد
اذا یسار فیہ۔ یعنے جب رات مین چلنے کا کام کیا جاوے کیونکہ رات خود نہین چلتی ہی بلکہ اُسمین جاندار چلتے ہین عرب مین
یہ محاورہ معروف ہے جیسے نہار صائم۔ دن روزہ دار۔ لیل نائم۔ رات سونے والی اس رات کو ساری اسلیے
فرمایا کہ اس رات کے شروع مین چلنا واقع ہوتا ہی جب عرفات سے چلکر مزدلفہ مین آتے ہین اور اس رات کے آخر مین بھی
چلنا واقع ہوتا ہی چنانچہ روایت ہی کہ مزدلفہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ضعفاے اہل کو پہلے روانہ کر دیتے تھے
یعنے مانند عورتون وبچون کے جنکے حق مین ہجوم انبوہ کے ساتھ چلنے مین خطرہ ہی اور امام شافعی رح کے نزدیک آدھی رات کے بعد
ضعفاء کو روانہ کر دینا جائز ہی مترجم کہتا ہی کہ حدیث مذکور صحیح ہے اور امام شافعی رح سے جو قول نقل کیا اُسکے معنے یہ ہین کہ اس رات
مین مزدلفہ مین قیام کرنا اور صبح کی نماز کے بعد مشعر الحرام کے پاس کھڑے ہوکر حمد وثنا اور دعا کرنا چاہیے ولیکن کمزور عورتون وبچون کیواسطے
آدھی رات تک قیام کافی ہی اور راہ مین انکا قیام ہوگیا اور امام ابو حنیفہ رح سے مجھے اس مسئلہ مین روایت یاد نہین آتی ولیکن نصف
سے زائد اگر قیام کر کے روانہ ہو تو جواز مین تردد نہ ہوگا کیونکہ نصف سے زیادہ ہونے مین رات کا اکثر حصہ آگیا تو گویا کل رات قیام
ہوگیا۔ بالجملہ مقاتل رح نے واللیل اذا یسرا کے معنے یہ لیے کہ قسم اُس رات کی جس مین رفتار واقع ہوتی ہے پھر ضرور ہے
کہ یہ رفتار بطریق نیک کام کے مثمر فضیلت وثواب ہو حتی کہ اگر کسی رات مین مسافر چلین تو دو حال سے خالی نہین یا تو دنیا کے
لیے ہے یا کسی نیک کام کے لیے ہی اور بہر صورت یہ اتفاقی ہوگا اور کوئی مقرری بات نہین ہی جس سے وہ رات پہچانی جاوے اور
اللہ تعالےٰ نے رات کو وقت سکون بیان فرمایا ہی تو رات کی اصلی خاصیت یہ نہین ہی کہ اُسمین رفتار کی حرکت ہو پس معین معلوم رات فقط
مزدلفہ کی رات ہی کہ اول مین عرفات سے چل کر مزدلفہ آتے ہین اور آخر مین ضعفا یہان سے (منا) کیطرف روانہ ہوجاتے ہین یہ سب اس بنیاد پر ہوگا
کہ السیری بمعنے رفتار ہو اور اگر بمعنے گزر جانے اور چلے جانے کے ہو تو یہ تاویل نہوگی بلکہ جمہور کا قول ہی کہ قسم ہر ایک رات کی جب وہ چلی جاوے
اور صبح ظاہر ہو جیسے دوسری آیات مین آیا ہی پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ هَلْ فِي ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ۔ بھلا آیا ان
مین اور مین اُسکی عقل مین والفجر ولیال الخ مین قسم معتبر ہی۔ یعنے گھوکہ یان
قسم ہی ذی عقل کے واسطے ف یعنے جو شخص کچھ عقل رکھتا ہی بھلا اُسکی عقل مین والفجر ولیال الخ مین قسم معتبر ہی۔ یعنے کھو کہ ہان
بلکہ یہ قسمین بہت عظیم ہین جیسے قولہ تعالےٰ انہ لقسم لو تعلمون عظیم۔ یعنے بیشک اگر تم جانتے ہو تو یہ قسم عظیم ہی۔ ھ۔ حجر کے معنے منع کے
ہین اور محجر وہ جگہ جسکو حجارہ (پتھرون) سے گھیر دیا ہو تا کہ اُسمین کوئی تصرف نہ کرنے پاوے پھر عقل کو اسواسطے حجر کہا

یہان تین قرأتین ہین کیونکہ قرأت یا تو (لیسری) پر وقف ہی یا نہین ہی بلکہ آیندہ سے وصل ہی پس حضرت نافعؒ اور ابو عمروؒ نے وقف کیا تو (لیسر) بدون (ی) کے پڑھا اور اگر وصل کیا تو (لیسری) پڑھا اور امام ابن کثیرؒ نے وقف اور وصل دونون حالتون مین (لیسری) پڑھا اور باقی جمہور ائمۂ قرأت رحمہم اللہ تعالے نے دونون حالتون مین (لیسری) بدون یا پڑھا اسلیے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو مصحف مجید لکھواکر ہم لوگون کو دیے ان مین (ی) نہین ہے تو خط کی اتباع کرکے پڑھنے مین بھی نہین پڑھی گئی خطیب وغیرہؒ نے لکھا کہ اصل یہ ہی کہ (ی) کو ثابت رکھنا چاہیے کیونکہ مضارع مرفوع کا لام کلمہ ہی اور جسنے وقف اور وصل مین فرق کیا تو اسلیے کہ وقف استراحت کا موقع ہوتا ہی اور اخفشؒ سے پوچھا گیا کہ (ی) کیون ساقط ہوئی ہی تو کہا کہ اس مین باریک نکتہ ہی اور وہ یہ ہی کہ (والیل اذا یسر) کے معنے یہ کہ قسم رات کی جب چلی جاوے۔ ھ۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ رات خود چلنے والی نہین ہوتی بلکہ رات مین لوگ چلتے ہین تو گویا اصل مین (یسری فیہ) ہی تو اس سے پھیر کر رات کی طرف نسبت کی گئی اور اس امر کو ظاہر کرنے کے واسطے اشارہ اسطرح کیا گیا کہ اعراب ساقط کیا اور اُسکی نظیر قولہ تعالے۔ ما کانت امک بغیا اور ام کی صفت باغیہ ہی اس سے پھیر کر (بغیا) کردیا (تفسیر) والیل اذا یسر۔ اور قسم رات کی جب چلی جاوے اس سے عموماً ہر رات مراد ہے اور پہلے (لیال عشر) سے خاصکر دس راتون کی قسم تھی (کبیر و سراج وغیرہ) خلیلؒ نے فرمایا کہ (لیسری) مین سے (ی) بغرض آیات کی موافقت کے ساقط ہے زجاجؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک بدون (ی) کے پڑھنا زیادہ پسند ہے اسلیے کہ یہ ختم آیت پر واقع ہی اور خاتمہ سے (ی) حذف ہوا کرتی ہی فرا نے کہا کہ عرب (ی) کو حذف کرکے ماقبل کسرہ چھوڑ دیتے ہین مترجم کہتا ہی کہ یہ کسرہ دلیل ہو جاتا ہی کہ (ی) حذف ہوئی ہی اسلیے کہ یہان اگر اصل کلمہ (یسر) ہوتا یعنے آخر مین (ر) ہوتی تو اُسکو پیش ہوتا اسلیے کہ محل رفع ہے اور جب کسرہ دیا گیا تو ضرور اعراب کا حرف حذف ہوا جو (و) یا (ی) یعنے حرف علت ہوا کرتا ہی اور کسرہ سے (ی) متعین ہو گئی مورجؒ نے بیان کیا کہ مین نے امام نحوی اخفشؒ سے دریافت کیا کہ (لیسری) سے (ی) کیون حذف ہوتی ہی اخفشؒ نے کہا کہ مین تجھے جواب نہ دونگا جب تک تو ایک سال تک میرے دروازے پر قیام نہ کرے مین نے ایک سال تک اُنکے دروازے پر قیام کیا تب اخفشؒ نے مجھ سے وہ نکتہ بیان کیا جو اوپر تفسیر کبیر وغیرہ سے نقل ہوا ہی مترجم کہتا ہی کہ اس روایت سے اندازہ کرنا چاہیے کہ اُس زمانے کے صالحین کو کتاب الٰہی کے حاصل کرنے مین کس قدر شوق تھا اور اسمین کس قدر فضیلت و ثواب جانتے تھے۔ م۔ لیکن اخفش کے نکتہ پر اعتراض کیا گیا کہ اگر کسی لفظ کو اُسکے معنے سے پھیرا جاوے تو اعراب نہ دینے کی کچھ وجہ نہین ہے ورنہ جن الفاظ سے مجازی معنے مراد لیے جاوین اُنکے اعراب مین تغیر لازم آوے (الفتح) مترجم کہتا ہی کہ یہ اعتراض مہمل ہے اسلیے کہ اخفشؒ نے یہ نہین کہا کہ مصروف کرنے مین یہ قاعدہ لازمی ہے اور فرق ظاہر ہے فافہم ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ والیل اذا یسر۔ اور قسم ہے رات کی جب ساری ہو عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی یعنے جب چلی جاوے مجاہد و ابوالعالیہ و قتادہ و زید بن اسلم و ابن زید رحمہم اللہ تعالے نے کہا کہ (سار) اسکے معنے دو طرح ہو سکتے ہین (ایک) یہ کہ (سار) چلی جاوے (دوم) یہ کہ (سار) ای اقبل جب سامنے آوے کہتے ہین کہ یہی تفسیر بہت مناسب ہے کیونکہ قولہ تعالے والفجر۔ سے رات کے جانے کی قسم ظاہر ہے کیونکہ فجر سے رات جاتی اور دن آتا ہی اور جب والیل اذا یسر۔ سے رات آنے کے معنے ہون تو ان دونون سے دن کے آنے اور رات کے آنے کی قسم ہو گئی اور عکرمہؓ نے والیل سے خاص مزدلفہ کی رات بیان کی یعنے لیلۃ الجمع شب مزدلفہ ہے (رواہ

ہین ایسی کوئی بات نہین ہی جس سے معلوم ہو کہ فلان وجہ خاص مراد ہی۔ ہان اگر ان مین سے کسی قول کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث ثابت ہو جاوے یا علماء سلف وخلف یعنے صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ تعالے نے اُس قول پر اجماع کیا ہو تو البتہ یہ حکم لگا یا جائیگا کہ آیت سے یہی تاویل مراد ہی اور اگر حدیث یا اجماع مفسرین ثبوت نہو تو ہر قول کیواسطے بطور اجتہاد کے یہ کہنا جائز ہی کہ یہ معنے ہین ولیکن یقینی وقطعی طور پر نہین کہہ سکتے ہین۔ یہان کہنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہی کہ مین کلام پاک سے یہ سب صورتین لے سکتا ہون اسلیے کہ والشفع والوتر مین الف لام کے ساتھ عام استغراق ہو (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہی کہ الحمد للہ سبحانہ تعالیٰ کہ مین نے رب عز وجل کی توفیق سے اسی بنیاد پر سب اقوال کو جمع کر دیا ہی اور یہی طریقہ میرے نزدیک کلام الٰہی سے ظاہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ م۔ اس مقام پر دیگر تفاسیر بھی وارد ہوئی ہین جنکا خلاصہ یہ کہ الشفع صفا ومروہ ہی اور الوتر خانہ کعبہ ہے سفیان بن عیینہؒ سے روایت ہی کہ الوتر اللہ تعالے ہی اور الشفع بھی اللہ تعالی ہی لقولہ تعالے ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ہو رابعہم الآیہ یعنے جہان تین آدمی خفیہ مشورہ کرنے والے ہین تو ضرور اللہ تعالے انکا چوتھا ہی۔ ھ۔ یعنے اللہ تعالے کے علم سے کچھ اخفا نہین ہو سکتا ہی مترجم کہتا ہی کہ اس قول مین یہ معنے نہین ہو سکتے ہین کہ اللہ تعالے کو ان تین کے ساتھ مین چوتھا شمار کیا جاوے بلکہ علم الٰہی محیط ہو واللہ تعالے اعلم۔ بعض نے کہا کہ الشفع مسجد مکہ ومسجد مدینہ ہین الوتر مسجد بیت المقدس ہی۔ بعض نے کہا کہ الشفع حج قران ہے اور الوتر حج مفرد ہی مترجم کہتا ہی کہ اگر حج وعمرہ کا ایک ہی احرام باندھکر اُسی احرام سے دونون کو ادا کیا تو یہ حج قران (کظہر قاف) کہلاتا ہی اور اگر فقط حج کا احرام باندھا تو یہ مفرد حج ہی۔ م۔ بعض نے کہا کہ الشفع جاندار ہی جو نر وماده ہوتا ہی اور الوتر جمادات یعنے لوہا وسونا وچاندی وغیرہ ہین فتح البیان مین نقل کیا کہ یہ سب اقوال بیان کیے گئے ہین اور شک نہین کہ انمین سے اکثر اقوال فقط اپنی رائے سے بیان کیے گئے ہین اور اعتماد کے قابل یہان فقط یہ طریقہ ہے کہ زبان عرب مین جو معنے الشفع والوتر کے ہین وہ لیے جاوین خواہ جفت وطاق عدد کے معنے ہون یا جو چیزین جفت وطاق ہوتی ہین اور جب کوئی دلیل قائم ہو کہ الشفع والوتر سے یہ معنے مراد ہین تو دیکھا جاوے کہ اگر دلیل سے یہ ثابت ہو کہ فقط یہی معنے مراد ہین یعنے کسی دلیل شرعی آیت یا حدیث سے انحصار معلوم ہو تو اسی پر اکتفا ہو گا اور اگر انحصار نہو تو ان معنے کے ساتھ مین دیگر معانی بھی مراد ہو سکتے ہین شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام ابن جریرؒ نے احادیث واقوال روایت کرنے کے بعد کسی قول پر جزم نہین کیا کہ یہ مراد ہی۔ دفی الفتح عن ابن عباس رضؓ ہر چیز جو شفع ہی وہ جوڑ ہے اور الوتر اکیلی ہے۔ ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ دو دن اور ایک رات ہی دو دن یوم عرفہ ویوم النحر ہین اور رات مزدلفہ کی رات ہی۔ رواہ الطبرانی وابن مردویہ اور سیوطیؒ نے فرمایا کہ اس روایت کی اسناد ضعیف ہی مترجم کہتا ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ قولہ تعالے والفجر۔ معتمد قول یہ کہ ہر روز کی فجر کی قسم ہی اسمین متبرک راتون کی فجرین شامل ہین۔ ولیال عشر۔ معتمد قول یہ کہ عشرۂ ذی الحجہ اول مراد ہے اور دیگر متبرکات مانند عشرۂ اخیرۂ رمضان وغیرہ شامل ہین۔ والشفع والوتر۔ معتمد قول یہ کہ ہر شفع ووتر مراد ہی اور محسوسات مین اسکی مثالین خود ظاہر ہین اور آخرت کے متعلق جن امور سے فضیلت حاصل ہوتی ہی انکی مثالین سلف کی روایات مین مذکور ہین بیان جز کرا خیر یعنے قولہ تعالے واللیل اذا یسر رازی وخطیبؒ وغیرہ نے لکھا کہ (یسر) در اصل (یسری) بصیغہ مضارع ہے اے سار ودہب یعنے اور قسم رات کی جب چلی جاوے۔ جیسے قولہ تعالے واللیل اذ ادبر۔ اور رات کی قسم جب وہ پیٹھ پھیر جاوے

یہ ہوا کہ مخلوقات میں سب صفتیں جفت ہیں مثلاً علم و جہل ہے اور قدرت و عاجزی ہے اور یہ حیات و موت ہے اور جناب باری تعالےٰ جل شانہ میں صفات قدس کمال ہیں تو وہ وتر ہیں مثلاً علم ہے اور جہل ندارد ہے اور قدرت ہے عاجزی ندارد ہے **قول نہم** یہ کہ طاق و جفت سے عدد مراد ہے اور جیسے اللہ تعالےٰ نے لکھنا اور گویائی دیکر خلق پر احسان رکھا اسیطرح اس حساب سے بھی احسان ظاہر فرمایا اور حساب سے عبادات کے اوقات معلوم ہوتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ طاق و جفت کی صفت سے مجھے ظاہر نہوا کہ عبادات کے اوقات و ایام میں کیا دخل ہے مثلاً نماز فریضہ ظہر چار رکعات ہیں اور مغرب تین رکعات ہیں اور یہ جفت و طاق واقع ہوئی ہیں ولیکن جفت و طاق کے حساب سے انکا تعلق نہیں ہے مثلاً یہ نہیں کہا گیا کہ ظہر کی نماز جفت رکعتوں سے پڑھو اور مغرب کی نماز طاق پڑھو اور اگر اس سے یہ غرض ہے کہ حساب کے ذریعہ سے چاند نکلنے کا وقت معلوم کرو جیسے جنتری کے حساب سے معلوم کرتے ہیں تو ایک جماعت محققین نے کہا کہ اس حساب کا کچھ اعتبار نہیں ہے حتیٰ کہ اگر ابر سے عید کا چاند معلوم نہو اور ایک شخص کو حساب آتا ہے اُسنے نکالا کہ آج انتیسوین[29] کو طلوع ہونا چاہیے ہے تو اسپر اعتبار نہیں ہے بلکہ دوسرے دن روزہ رکھنا فرض ہے اور حدیث میں بھی آیا کہ ہم لوگ بے لکھے پڑھے اُمی اُمت ہیں ۔ھ ۔ تو خالی عدد طاق و جفت کی خصوصیت کرنا ضعیف ہے واللہ تعالےٰ اعلم ۔م ۔

قول دہم مقاتلؒ نے کہا کہ جفت تو دنیا کی رات و دن ہیں اور طاق وہ دن ہے جسکے بعد رات نہیں ہے اور وہ قیامت کا دن ہے **قول یازدہم** بعض نے کہا کہ شفع ہر پیغمبر جسکے دو نام ہیں جیسے محمد و احمد و عیسیٰ و مسیح اور یونس و ذوالنون اور الوتر جس پیغمبر کا ایک ہی نام ہے جیسے آدم و نوح و ابراہیم و لوط علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام مترجم کہتا ہے کہ ظاہر میں یہ قول بہت بعید معلوم ہوگا کہ آیت کو اس سے کیا تعلق ہے اور بنظر دقیق اسمیں نکات ہیں اور جبکہ نام عموماً آسمان سے اُترتے ہیں تو انبیا علیہم السلام کے نام بدرجہ اولےٰ ازجانب حق تعالےٰ ہیں اور لئے ظہور آثار ہیں اور یہ باریک علم ہے واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب **قول دوازدہم** جفت آدم و حوا ہیں اور الوتر مریم رضہ ہیں **قول سیزدہم** جفت وہ بارہ چشمہ ہیں جو اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے قوم کے لیے منفجر فرمائے تھے اور طاق وہ نو معجزات ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کو دیے گئے تھے مترجم کہتا ہے کہ یہ سب اقوال بطور مثال کے شفع و وتر میں داخل ہیں اور یہ مراد نہیں ہوسکتی کہ آیت میں فقط یہی مثال مراد ہے ولیکن یہ مثال ایک خاص قدرت کی تنبیہ کے لیے بیان فرمائی گئی **قول چہاردہم** شفع و وتر قولہ تعالےٰ سبع لیال و ثمانیۃ ایام الآیہ ۔ ہیں جو قوم عاد پر عذاب کے ایام ہیں پس جفت آٹھ روز ہیں اور طاق سات راتیں ہیں **قول پانزدہم** جفت بارہ بروج ہیں لقولہ جعل فی السماء بروجا ۔ اور طاق سات ستارے ہیں **قول شانزدہم** جفت وہ مہینہ جو پورے تیس دن کا ہو اور طاق وہ پورا مہینہ جو انتیس[29] دن کا ہو **قول ہفدہم** جفت اعضائے جسم انسانی ہیں اور طاق قلب ہے لہذا فرمایا ما جعل اللہ من قلبین فی جوفہ الآیہ یعنے اللہ تعالےٰ نے کسی مرد کے اندر دو دل نہیں بنائے ہیں **قول ہیزدہم** جفت دونوں ہونٹ ہیں اور طاق فقط ایک زبان ہے قال اللہ تعالےٰ ولسانا و شفتین یعنے آدمی کو ایک زبان اور دو ہونٹ دیے **قول نوزدہم** جفت دو سجدہ ہیں اور طاق ایک رکوع ہے یعنے پوری رکعت میں جو بمنزلہ نماز کے ہے **قول بستم** جفت جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور طاق جہنم کے سات دروازے ہیں تو واضح ہو کہ ظاہر کلام الٰہی والشفع والوتر دلالت فرماتا ہے کہ جفت و طاق یہاں تمام بزرگ ہیں جنکی قسم اللہ تعالےٰ نے بیان فرمائی ہے پھر یہ بیس وجہیں جو ہم نے ذکر کیں ان میں سے ہر ایک محتمل ہے ولیکن ظاہر کلام

کہتا ہی کہ صحاح مین دو جگہ اس قسم کی روایت ہی ازانجملہ ایک یہ کہ ایک شخص نے اسی قسم سے خطبہ پڑھا تو فرمایا کہ تو بڑا خطبہ پڑھنے والا ہی
رازیؒ نے لکھا اگر کوئی اعتراض کرے کہ حدیث مین وارد ہوا ہی کہ اللہ تعالے وتر ہی اور وہ وتر کو محبوب رکھتا ہی (جواب) یہ حدیث احاد
مین سے ہی تو قطعی متواتر یا مشہور نہین مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعالے کی شان مین الوتر کے معنے اُسکی شان کے لائق ہین اور مخلوق مین الوتر
کے معنے مخلوق کے لائق ہین جیسے (البصیر دیکھنے والا) بیشک اللہ تعالے کی صفات مین سے ہی اور بیشک ظاہر ہے پھر کیا یہ وہم ہے کہ
مخلوق کی طرح اللہ تعالے بصیر ہے بلکہ مخلوق مین بصیر کے معنے معروف ہین اور اللہ تعالے کی شان مین عاقل ایماندار غور کرنے سے متحیر ہوتا ہی
کہ ہزار پردے کے اندر جو چیز ہے اندھیری رات ہی اور کوہ کا غار ہی وہ اللہ تعالے کے نزدیک اسیطرح ظاہر ہے جیسے آفتاب ہے
بلکہ آفتاب بھی ایک حقیر ذرہ ہی اور ہر چیز کا ظاہر و باطن ہر ایک ذرہ خوب دیکھتا ہی اور دیکھنے کی کیفیت بھی یکسان ہے اسیطرح
الوتر کے معنے مخلوق مین یہ ہین کہ وہ چیز جسکو شمار مین طاق ہونا عارض ہو۔ تو یہ معنی اللہ تعالے کی شان کے لائق نہین ہین بلکہ
اُسکی شان قدس مین الوتر کے معنے لاالٰہ الا اللہ۔ ہین یعنے اُسکے سوا کوئی الوہیت والا نہین ہی وہی فقط الوہیت مین متوحد
ہی اور حدیث (اللہ تعالے وتر ہی وہ وتر کو محبوب رکھتا ہی یہ حدیث صحیح ہے اگرچہ قطعی متواتر نہین ہی **قول ششم** یہ کہ الشفع والوتر
سب مخلوقات کو شامل ہی اسلیے کہ جو مخلوق ہی وہ جفت یا طاق ہونے سے خارج نہین ہی تو گویا اللہ تعالے نے جمیع مخلوق کی قسم
فرمائی اور معنے یہ کہ جمیع مخلوق کے رب کی قسم ہی اسکی نظیر قولہ تعالے فلا اقسم بما تبصرون ومالا تبصرون۔ مین قسم کھاتا ہون ایسی چیز کی
ساتھ جسکو تم دیکھتے ہو اور جسکو نہین دیکھتے ہو **قول ہفتم** جفت جنت کے درجات ہین کیونکہ آٹھ درجہ ہین اور طاق جہنم کے درکات
ہین اور وہ سات ہین **قول ہشتم** الشفع مخلوق کے صفات ہین مترجم کہتا ہی کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ مخلوق مین کمال محال ہے
تو ہر مخلوق مین دونون ضد موجود ہونا ضروری ہی جیسے علم وجہل ہی یعنے مخلوق مین جو شخص عالم ہے وہ ضرور جہل بھی رکھتا ہے
مثلاً وہ اپنی روح کی حقیقت سے جاہل ہی شیخ **ابن الجوزیؒ** نے ذکر کیا کہ مالک بن سلیمانؒ نے بیان کیا کہ ابراہیم بن طہمانؒ
کو بیت المال سے عطیہ ملا کرتا تھا ایک روز خلیفہ کے دربار مین کسی نے اُنسے مسئلہ پوچھا ابراہیمؒ نے فرمایا کہ مین نہین جانتا ہون
لوگون نے کہا کہ آپ ہر مہینہ اس قدر عطیہ لیتے ہین اور ایک مسئلہ کا جواب نہین جانتے ہین ابراہیمؒ نے جواب دیا کہ مین جو کچھ
لیتا ہون وہ تو اُسی قدر کا عوض ہی جو مین جانتا ہون اور اگر مین اپنے نہ جاننے کے حساب سے لینا شروع کرون تو تمام بیت المال
خرچ ہوجاوے اور جن کو مین نہین جانتا ہون وہ ابھی بہت باقی ہین یعنے بیشمار مسائل جنکو مین نہین جانتا ہون ایسے باقی
ہین جنکے لیے بیت المال مین کچھ باقی نہین ہی مترجم کہتا ہی کہ واللہ بہت سچ فرمایا۔ خلیفہؒ نے یہ جواب پسند کیا اور ابراہیمؒ کے
واسطے انعام وافر بھیجا اور انکی ماہواری رزق مین بڑھا دیا ابراہیم بن طہمان ثقات محدثین مین سے ہین اور خلیفہ پر اللہ تعالے
رحم فرمادے کہ اُسنے اس قدر انعام واحسان سے یہ چاہا کہ علما اسیطرح سچے ہون بالجملہ مخلوق مین جس قدر علم ہی وہ اللہ تعالی
نے ایک ذرہ عنایت فرمایا ہی چنانچہ صحیح البخاری وغیرہ مین ہی کہ موسیٰ وخضر علیہما السلام جب کشتی مین تھے اور ایک چڑیا آئی اور
کشتی کے کنارے بیٹھکر چونچ سے پانی پی کر اوپر جا بیٹھی خضرؑ نے موسیٰؑ سے فرمایا کہ میرے علم نے اور تیرے علم نے اللہ تعالے کے علم
مین سے اس قدر کم نہ کیا جس قدر سمندر سے اس چڑیا کی چونچ مین پانی آیا ہی اس بیان مین علما کے واسطے عبرت ہی کہ اپنے نفس کو
جاہل سمجھتے رہین اور عوام کو چاہیے کہ اپنے علما کی تعظیم کرین اور اللہ تعالے جل جلالہ کی عظمت پہچانین خلاصہ اس قول کے

اور یہ طریقہ اس کثرت سے پھیلا کہ پانچوین صدی مین بکثرت اسکا چرچا ہوا بلکہ متکلمین کے نام سے یہ لوگ مشہور ہوے اور انھون نے
اسلام کے ہر عقیدہ کو عقلی و قیاسی دلیلون سے ثابت کرکے گمراہ فرقون کو جواب دینا شروع کیا لیکن رفتہ رفتہ پچھلے لوگون مین یہ
خبط ہوگیا کہ انھین دلیلون کے ثبوت پر اپنا اعتقاد جمانے لگے اور یہ پہلی غلطی تھی کیونکہ متقدمین اپنا اعتقاد تو فقط اللہ تعالے واسکے
رسول علیہ السلام کے آیات وحدانیت پر رکھتے تھے ولیکن گمراہ فرقون کو اُنھین کے قواعد سے قائل کرتے تھے اور یہ عمدہ طریقہ ہی
مثلاً دیکھو اس زمانہ مین نیچر فرقہ نکلا اور اُسنے ابتدا مین یہ قاعدہ اپنی عقل سے نکالا کہ آسمان کا وجود نہین ہے اور فرشتہ و
جن کا وجود نہین کیونکہ ہم کو کچھ بھی ان مین سے کبھی نظر نہین آتا ہے اور زمین آفتاب کے گرد چکر لگایا کرتی ہی جب یہ باتین اس
فرقے نے دل مین یقین مان لین تو غور کیا کہ قرآن مین یہ سب مذکور ہین تو اسکے معنے بگاڑے اور کہا آسمان سے مراد اوپر
کی جانب ہی اور فرشتہ سے مراد نیک خصلت ہی اور جن و شیطان سے مراد بد خصلت ہی اور آخر جب شیطان نے اُسکے قلب مین قابو
پایا تو ایکبارگی اسکو منحرف کردیا کہ یہ سب کچھ نہین ہی اور دین فقط جاہلون کے بہکانے کا ڈھکوسلا ہی اور آدمی اسیکا نام ہی کہ دنیا حاصل
کرنے مین کوشش کرے اور تدبیر سے روپیہ پیدا کرکے خوب کھائے پہنے پھر مر جاوے تو خاک ہی اور قوم کی بہبودی چھوڑ جاوے نعوذ باللہ
من الجہالۃ یہ ان جاہلون کا انجام ہی اگر اس فرقے کے سمجھانے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا جاوے جو ہمارے سابق علما نے اختیار کیا کہ ایک
فتوی لکھا کہ ایک شخص آسمان کے وجود سے منکر ہی تو اُسکا کیا حکم ہے (جواب) مین مفتیون نے ثابت کرنے کے لیے قرآن کی آیات
لکھین اور حدیثین نقل کین اور کہا کہ نیچر بروزن کیچڑ ایک ناپاک فرقہ ہی اگر وہ ان آیات سے منکر ہے تو کافر ہی مترجم کہتا ہی کہ میرے
نزدیک اس سے فائدہ نہ ہوا کیونکہ اس فرقے نے پہلے ہی سے قرآن مجید کو کلام الٰہی نہین مانا تھا بوجہ ان خیالات کے جو اُسکے
یقین مین جم گئے تھے بلکہ طریقہ یہ ہی کہ اس فرقے کے خیالات فن ریاضی سے بنائے ہوے قواعد ہین تو یہ چاہیے کہ انھین قواعد سے
اُسکی غلطی ثابت کرو جب وہ چونک کر غفلت سے بیدار ہو تو اُسکے بعد البتہ ادھر متوجہ ہوگا لہذا مین نے مقدمۃ التفسیر مین انھین
قواعد سے اس فرقہ مخبوط کے خیالات کو رد کیا ہی اور اگر یہ فرقہ اپنی ضلالت سے نہ مانیگا تو بھی اللہ تعالے کے نیک بندے اُسکی شرارت سے محفوظ رہینگے
اور ہدایت تو اللہ تعالے پاکیزہ بندون کو عنایت فرماتا ہی جو بخبس دنیا سے اپنی آخرت کو زیادہ پسند کرتے ہین جب یہ حال معلوم ہوچکا تو جاننا
چاہیے کہ اہل ایمان مین متکلمین فرقہ کچھ اچھا نہین ہی حتی کہ امام شافعی و امام ابو یوسف و امام احمد وغیرہ صلحا مجتہدین نے ان لوگون کی مذمت
فرمائی ہی پھر جب پچھلے متکلمین مین یہ خبط ہوا کہ اپنا عقیدہ بھی انھین دلیلون سے مضبوط کرین تو یہ گمراہی کی حد مین داخل ہوے اور
انکی یہ مثل ہوئی کہ طبیب بنا تھا خود بیمار ہوا اور جیسے ایک شخص دوسرے کو سمجھاتا تھا کہ ای عزیز اپنے نفس پر مغرور ہوکر دوسرے کو برا کہنا بری
بات ہی اُس شخص نے اپنی مغروری مین اسکو بھی برا کہا تو غصہ مین آکر جواب مین اس جاہل کو گالیان دینے لگے کیا خوب خود بھی اُسی مرض
مین گرفتار ہوگئے نعوذ باللہ من ذلک ازی نے لکھا کہ قول نجم الشفع نام مخلوق اور الوتر اللہ تعالے ہی اس قول پر بعضے متکلمین نے کہا کہ یہ کہنا صحیح نہین ہے
کہ الوتر اللہ تعالے ہی اسکی دو وجہ ہین ایک یہ کہ ہم نے بیان کیا کہ الشفع والوتر کے معنے شفع اور وتر کا پروردگار ہی تو الوتر سے ضرور مخلوق
مراد ہے (دوم) یہ کہ اللہ تعالے کو اسطرح ملا کر ذکر نہین کرتے ہین کیونکہ حاصل معنے یہ ہوے والشفع والوتر یعنے قسم ہے مخلوق اور پروردگار
کی یہ برابری کے طور پر ہی بلکہ واجب یہ ہی کہ اللہ تعالے کا نام تعظیم سے علیحدہ کرکے ذکر کیا جاوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک شخص کو سنا جو کہتا تھا کہ (اللہ و اسکا رسول) تو اس سے منع فرمایا اور کہا کہ یون کہا کر کہ اللہ تعالے پھر اُس کا رسول مترجم

وخلقناکم ازواجا۔ یعنے ہمنے تم کو جوڑے بنادیا۔ م۔ تو الشفع ہر مخلوق ہی اور الوتر اللہ تعالے ہے تنبیہ حبیب اللہ تعالے نے صحابہ
رضی اللہ عنہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی کہ اللہ تعالے تم کو زمین کا خلیفہ
بناویگا یعنے عدل کرنے والے نائب الہی اُسکے دین حق پر چلنے والے ہوگے اس وعدہ کو اللہ تعالے نے پورا کیا حالانکہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مین یہ وعدہ اُس زمانہ مین اُترا تھا جب آپ مکہ معظمہ مین تھے اور آپکے اصحاب رض کو جو اسلام لاتا تھا
وہان کے کافر طرح طرح کی تکلیفین دیتے تھے بعض اصحاب نے نالان ہوکر آپ سے عرض کیا کہ یا حضرت آپ بھی دعا فرمائیے کہ
خدا ان کافرون کو ہلاک کرے کیونکہ یہ موذی ہین۔ فرمایا تم بہت شدت وقوت پر پہونچوگے ولیکن تم جلدی کرتے ہو اللہ تعالے نے قرآن
مین یہ وعدہ نازل فرمایا بقولہ تعالیٰ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات الآیہ۔ یعنے جو لوگ تم مین سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے انکو اللہ تعالیٰ
نے وعدہ دیا کہ ضرور انکو زمین مین خلیفہ بناویگا۔ آخر تک دراز آیت ہی اس آیت مین مومنین صالحین کو اللہ تعالے نے خلافت کا
وعدہ دیا ہی یعنے مومنین صالحین کو خلیفہ کریگا اور خوب معلوم ہی کہ حضرت ابوبکر وعمر رض وعثمان رض وعلی رض وحسن رض بن علی رض خلیفہ ہوئے تو قطعاً یہ لوگ
مومنین صالحین تھے اور بالاتفاق خلافت آپ کے بعد تیس ۳۰ برس ارشاد فرمائی ہی تو ضرور یہ لوگ خلافت حقہ پر تھے اور اس آیت کے
بعد جسنے خارجی یا رافضی طریقہ اختیار کیا اُسکا دل ٹیڑھا اور وہ کمبختی مین گمراہ ہے اعوذ باللہ من ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ قیصر اور کسریٰ کے خزانے اللہ تعالیٰ کی راہ مین خرچ کروگے۔ مد۔ بکثرت حدیثون مین بشارت بیان
فرمائی ہی ولیکن یہ بھی فرمایا کہ جب میری امت مٹکا کر چلیگی اور بادشاہون کی اولاد اُنکی خدمت کرینگے تو اللہ تعالے اسوقت مین
نیکون پر بدون کو غالب کریگا۔ مد۔ یہ معاملہ بھی اسطرح واقع ہوا ہے کہ مثلاً حجاج ظالم اور اُسکے ساتھی فوج غالب ہوئی اور صالحین
تابعین جنمین علماء وصلحا بلکہ چھوٹے درجے کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے وہ سب مغلوب ہوے اور مارے گئے اور حدیث مین خبر
فرمائی کہ لوگ راہ مستقیم سے ٹیڑھے ہوجاوینگے اور میری امت کے تہتر فرقے ہوجائینگے اور تم لوگ بڑے گروہ کے ساتھ شامل
رہنا اور جو کوئی اس سے نکلا وہ بھٹک کر جہنم مین گیا۔ واضح ہو کہ سواد اعظم یعنے سب سے بڑا گروہ طریقۂ اسلام پر رہا اور خوارج و
روافض ومعتزلہ وجہمیہ وغیرہ نے اپنی عقل کے موافق کچھ قاعدے بنائے اور جو باتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے صحابہ
رضی اللہ عنہم نے برابر روایت کین اور امت کو بتلائین ان مین اعتراض کرنے لگے مثلاً قبر مین عذاب کیسے ہوسکتا ہی اور ہم صریح
آنکھون سے دیکھتے ہین کہ وہان کچھ عذاب ثواب نظر نہین آتا تو ہم اندھے کیون ہوجاوین اور ہم ہرگز اسکو نہین مانتے ہین
اسوقت علماء صالحین واولیاے کاملین نے نکل کر انکو سمجھایا کہ تم ان گمراہ بدنصیب لوگون کے کہنے مین نہ آؤ اور خوب سمجھ لو کہ
تم اللہ تعالے واُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہو اور ان گمراہون کی عقل پر ایمان نہین لائے ہو تو تم انکی باتین نہ
سنو اور اُسی راہ پر جمے رہو جو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ تھا پس امت کے لوگ اسی طریقے پر رہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے
حدیثین لیتے رہے اور گمراہ فرقون مین سے ہر ایک نے جاکر یونانیون ورومیون سے قاعدے سیکھے اور مسلمانون کے مقابلے مین
وہ قاعدے لانے لگے لیکن سواے تھوڑے بدبختون کے کوئی انکے ساتھ نہین گیا اور ہر زمانہ مین ان لوگون کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیان
رہین ولیکن تیسری صدی کے بعد اہل ایمان یعنے سواد اعظم مین ایسے لوگ بہت ہونے لگے جنھون نے یہ قصد کیا کہ ان گمراہ
فرقون کو رد کرنے کے لیے ہم بھی یہ قاعدے سیکھ لین چنانچہ یہی قاعدے سیکھ کر انھین قاعدون سے اُن لوگون کو رد کیا

ارکان حج ادا ہو چکے ہین تو لیالی عشر سے دس دن ذی الحجہ کے یعنے اول عشرہ مراد لینے مین اور الشفع والوتر سے تین دن مابعد کے
یعنے گیارھوین و بارھوین اور تیرھوین یعنے ایام تشریق مراد لینے مین جمیع اعمال کے ساتھ قسم ہو جائیگی اور اگر الشفع والوتر سے عرفہ و
نحر کا دن لیا جاوے تو لیالی عشر مین داخل ہوا تو جو اعمال حج کے دسوین تک ہو چکے وہی قسم مین آئے مترجم کہتا ہے کہ اعمال حج کا
خلاصہ بیان یہ ہے کہ اگر بن پڑے تو احرام باندھکر اول تاریخ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ مین پہونچکر خانہ کعبہ کا طواف کرے اور صفا و
مروہ کے درمیان سعی کرے تو عمرہ پورا ہوا پھر اگر عمرہ کا احرام تھا تو بال کترا کر احرام سے حلال ہو جاوے یعنے احرام سے باہر
ہو گیا اور جو کام احرام سے پہلے کرتا تھا وہ کرے حتی کہ اپنی زوجہ کے پاس جاوے پھر آٹھوین تاریخ حج کا احرام باندھے اور اگر
پہلے سے عمرہ و حج دونون کا احرام تھا تو عمرہ ادا کرکے احرام مین رہے اور خوشبو لگانا اور عورت کے پاس جانا وغیرہ سب باتون سے
جو احرام مین منع ہین باز رہے پھر آٹھوین تاریخ سب حاجیون کی جماعت کیساتھ مکہ سے روانہ ہو کر مقام (منا) مین اُترے
اور وہین یاد الٰہی مین مشغول رہے صبح کو نوین تاریخ سب حاجیون کے ساتھ مقام عرفات کو جاوے وہان یاد مین رہے یہ
مقام اس روز بے انتہا متبرک ہے گویا رحمت الٰہی مین غرق ہو گیا اللہم مولاے ارزقنی ذلک وہان امام الحج کے ساتھ وقوف
کرے اور خطبہ سُنے اور نماز ظہر و عصر اسکے ساتھ ملا کر پڑھے پھر غروب کے بعد روانہ ہونگے اور مقام مزدلفہ مین اُترینگے
وہان مغرب و عشا کی نمازین ملا کر پڑھے اور یاد حق مین رہے یہانتک کہ ضروری خواب کے بعد اول طلوع فجر کے وقت
امام کے ساتھ صبح کی نماز پڑھکر مشعر الحرام مین وقوف کرے پھر امام کے ساتھ وہان سے روانہ ہو کر راہ مین سے کنکریان
لیتا آوے اور جمرۃ العقبہ پر پہونچکر اللہ تعالے کے نام کی تکبیر کے ساتھ کنکریان مارے اسکو رمی الجمار کہتے ہین اور
(منا) مین پہونچکر وہان قربانی اور بال کترانا وغیرہ عمل مین لاوے پھر روانہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف فرض ادا کرے
اور پھر واپس جاکر (منا) مین رہے پھر گیارھوین تاریخ بعد زوال کے جمرہ اولی سے رمی الجمار شروع کرے پھر
جمرۃ الوسطی پر رمی الجمار کرے پھر جمرۃ العقبہ پر رمی الجمار کرے اسی طرح دوسرے روز بارھوین تاریخ سب جمرات پر
رمی الجمار کرے پھر تیرھوین کی رمی الجمرات کرکے روانہ ہو اور مکہ معظمہ پہونچکر خانہ کعبہ کا رخصتی طواف
ادا کرکے وطن کی جانب روانہ ہو۔ اس مختصر بیان سے معلوم ہوا کہ عشرہ اول اور مابعد تین روز مین سب اعمال پورے ہو جاتے ہین
تو خلاصہ دلیل مذکورہ کا یہ ہوا کہ (لیال عشر) سے جب دس روز اول کے مراد لیے تو (الشفع والوتر) سے یوم عرفہ و یوم النحر نہین بلکہ
مابعد کے تین روز مراد لینا بہتر ہے تاکہ قسم مین سب اعمال حج پورے داخل ہو جاوین قول سوم الوتر حضرت آدم علیہ السلام
تھے کیونکہ پہلے تنہا پیدا کیے گئے تھے پھر حوا اُنسے الشفع یعنے جفت کر دیے گئے بعض علماء سلف نے کہا کہ الشفع آدم و حوا
ہین اور الوتر اللہ تعالے ہے قول چہارم الوتر وہ نمازین جنکی رکعتین طاق ہین جیسے مغرب کہ اُسکی تین رکعات ہین اور الشفع
وہ نمازین جنکی رکعتین جفت ہین یعنے باقی فریضہ نمازین یا جو نوافل ہون سواے رات کی وتر کے عمران بن حصین رض نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ الشفع والوتر نمازین ہین بعض جفت ہین اور بعض طاق ہین رازی نے لکھا کہ اللہ تعالے
نے نمازون کی قسم ذکر فرمائی کیونکہ نمازون کی عظمت ظاہر ہے اسلیے کہ ایمان کے بعد نمازون کا رتبہ ہے قول پنجم
الشفع تمام مخلوق ہے لقولہ تعالے ومن کل شیء خلقنا زوجین الآیہ یعنے ہم نے ہر چیز سے جوڑے پیدا کیے ہین و بقولہ تعالے

توخود معلوم ہین جیسے انس وجن اور آسمان وزمین وغیرہ اوراسی مین دیگر محسوسات شامل ہین اور آخرت وروحانی آثار مین جنت کے
آٹھ درجات جفت ہین اور جہنم کے سات درکات طاق ہین اور عشرہ ذی الحجہ وتین ایام تشریق ہین پس ظاہر یہ کہ غیر محسوس کی مثالون سے
ہر ایک مفسر نے ایک دو مثالین بیان فرمائین حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جابر رضی اللہ عنہ نے دو قول روایت کیے ایک یہ کہ
الوتر یوم عرفہ ہی اور الشفع یوم النحر ہے رواہ الامام احمد والنسائی وابن جریر وابن ابی حاتم ؒ دوم یہ کہ الشفع دو دن از ایام تشریق کے بقیام
منا ہین اور الوتر تیسرا دن ہی (رواہ ابن جریرؒ) اور یہ توجیہ جو مترجم نے سمجھی انشاء اللہ تعالے متوجہ ومتعین ہی واللہ سبحانہ تعالے اعلم
رازیؒ نے کہا کہ کثرت اقوال مین سے جو میرے نزدیک اقرب ہین انکو بیان کرتا ہون مترجم کہتا ہی کہ رازیؒ نے چونکہ اقوال کو مضطرب
خیال کیا اس وجہ سے اپنے قیاس سے جنکو اقرب سمجھا اُنکو بیان فرمایا اور شاید جو اقوال ترک فرمائے ہین بنظر افادہ وہ زیادہ
مفید ہون اگر اُنکو بیان فرماتے تو فائدہ سے خالی نہ تھا جبکہ ان مین روحانی احکام کی مثالین ہون اسی وجہ سے علم تفسیر کے اصول
مین یہ بات متقرر ہی کہ اقوال بیان کردینا چاہیے کیونکہ کتاب لکھنے والا جن اقوال کو نہین سمجھتا ہی شاید اللہ تعالے کا بندہ پیدا ہو جو انکو
سمجھے فافہم امام رازیؒ نے کہا قول اول الشفع یوم النحر ہے اور الوتر یوم عرفہ ہے اللہ تعالے نے اسکے شرف کی وجہ سے انکی
قسم ذکر فرمائی (یعنے) اللہ تعالے نے ان دونون دنون کو شرف دیا اور انکی قسم کھانے سے انکا شرف زیادہ ہوگیا م - عرفہ کا شرف
یہ کہ قیام عرفات جو عرفہ کے روز ہی اسی پر حج کا مدار ہی چنانچہ حدیث مین ہی کہ الحج عرفہ یعنی حج عرفہ ہی مترجم کہتا ہی اسلیے کہ حج مین احرام کے بعد
جو ارکان افعال ادا کیے جاتے ہین وہ ایسے ہین کہ انکا وقت وسیع ہی اور تاخیر سے ایک قربانی دیکر جرم عفو ہو جاتا ہے سوائے قیام
عرفات کے کہ اُسکا وقت نوین تاریخ سے دسوین کی فجر تک ہی اگر اُس عرصہ مین وقوف نہوا (گزر نہوا) تو حج جاتا رہا کیونکہ
آیندہ یہ رکن ادا نہین ہوسکتا ہی - م - یوم النحر کے روز قربانی اور طواف فرض اور رمی الجمار وغیرہ امور حج واقع ہوتے ہین اور حدیث
مین ہے کہ حج اکبر کا دن یہی دسوین تاریخ یعنے یوم النحر ہے - چونکہ ان دونون دنون مین یہ فضائل ہین تو اللہ تعالے نے قسم سے ان کا
شرف ظاہر فرمایا مترجم کہتا ہی کہ یوم عرفہ کو سب سے بڑی فضیلت یہ ہی کہ اللہ تعالے اُس روز نزول فرماتا ہی اور اُس روز بیشمار
بندے آزاد فرماتا ہے کما فی الحدیث اور یہ بات اُسی مقام عرفات کے واسطے مخصوص ہی اسی لیے فقہا نے فرمایا کہ عرفات مین اسوقت
کے اندر جسنے وقوف کرکے دعا مانگی تو فضیلت عظیم ہے اور جو کوئی احرام حج کے ساتھ وہان سے گزرا اگرچہ سوتا ہوا ہو اُسنے یہ رکن
پایا یعنے اس عظیم رحمت مین شامل ہوگیا بشرطیکہ حج کے احرام مین ہو فافہم واللہ تعالے اعلم مترجم کہتا ہی کہ یہ مثال دینی احکام مین
ہی اور بیان مذکور سے اس مثال کا اہتمام ظاہر ہوگیا فافہم قول دوم ایام تشریق جنمین حج کے بقیہ اعمال ادا کیے جاتے ہین
یعنے اللہ تعالے کی یاد اور رمی الجمار تو یہ ایام شریف ہین قال تعالے اذکروا اللہ فی ایام معدودات فمن تعجل فی یومین فلا اثم
علیہ ومن تاخر فلا اثم علیہ لمن اتقی - یعنے یاد کرو اللہ تعالے کو گنتی کے دنون (تین دن) پس جس نے دو دن مین جلدی کی
تو اُسپر گناہ نہین ہی اور جس نے تاخیر کی (تیسرے دن تک) تو اُسپر گناہ نہین جسنے تقوی اختیار کیا - ھ - پس الشفع دو دن ہین
اور الوتر تیسرا دن ہی مترجم کہتا ہی کہ ان ایام مین ذکر الٰہی عزوجل کی فضیلت اس آیت کی بلاغت سے واضح ہے - م - جن علما نے
یہ قول اختیار کیا انھون نے کہا کہ اول قول سے یہ قول زیادہ اچھا ہی ایک تو اسلیے کہ عرفہ وعید کا دن دونون لیالی عشر مین
آگئے تو ضرور ہے کہ الشفع والوتر سے انکے علاوہ مراد ہون - دوم یہ کہ ان تین دن مین بقیہ اعمال حج ادا ہوتے ہین اور لیالی عشر مین

وضو سے نماز فجر ادا فرمائی۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے کہ اگر سعید عہد جناب سرور عالم میں ہوتے اور حضرت انکو ملاحظہ فرماتے تو بہت مسرور ہوتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے جب کوئی شخص مسئلہ دریافت کرنے جاتا تھا تو فرماتے تھے کہ پہلے سعید بن المسیب کے پاس جاؤ۔ زہری و مکحول سے کسی نے سوال کیا کہ آپ نے اپنی زندگی میں جن جن علماء سے ملاقات کی ان میں سب سے زیادہ مرتبہ فقہ میں کسکا ہے جواب دیا کہ سعید بن المسیّب سب سے زیادہ فقیہ ہیں حضرت خلیفہ ثانی کی خلافت کو دو سال کا زمانہ گذرا تھا کہ ولادت ہوئی اور مدینہ طیبہ میں ۹۵ھ ہجری میں وفات پائی (فقیہ پنجم) سلیمان بن یسار مولی میمونہ زوجۂ رسول اللہ ہیں کنیت ابو ایوب ہے بعض نے ابو عبدالرحمن اور ابو عبداللہ بھی لکھی ہے۔ فقہاء سبعہ سے ہیں مدنی ہیں۔ عطاء بن یسار کے بھائی ہیں بہت بڑے عالم اور ثقہ تھے لقب حجت سے پکارے جاتے تھے حسن بن محمد کا قول تھا کہ میں اپنے نزدیک سلیمان بن یسار فقیہ کو سعید بن المسیّب فقیہ سے زیادہ سمجھدار جانتا ہوں۔ ابن عباس رضؓ اور ابو ہریرہؓ اور حضرت ام المومنین ام سلمہؓ سے خود روایت کرتے ہیں اور ابن شہاب زہری اور اکثر اکابر ان سے روایت کرتے ہیں۔ فقیہ سعید بن المسیب کے پاس جب کوئی فتوی پوچھنے آتا تھا تو فرماتے تھے کہ سلیمان بن یسار کے پاس جاؤ کہ آج موجودہ علماء میں وہ سب سے زیادہ اعلم ہیں قتادہ کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ طیبہ میں پہونچا تو میں نے وہاں کے ارباب بصیرت سے پوچھا کہ اس زمانہ میں علی الاطلاق اعلم کون ہے سب نے یہی جواب دیا کہ سلیمان بن یسار اسوقت اعلم زمانہ ہیں۔ تہتر ۷۳ سال کی عمر شریف تھی جب آپ نے سنہ ۱۰۷ ہجری میں وفات پائی (فقیہ ششم) ابو بکر بن عبدالرحمن بن الحارث بن الہشام القرشی المخزومی ہیں۔ مدینہ طیبہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔ نام نامی اور کنیت ایک ہی یعنے جو نام ہے وہی کنیت ہے سید التابعین ہیں کثرت زہد سے راہب قریش کے نام سے موسوم تھے آپ کے والد حارث۔ ابوجہل ابن ہشام کے بھائی تھے خلیفۂ ثانی رضؓ کے عہد خلافت میں ولادت ہوئی اور ۹۴ھ ہجری میں وفات پائی اس سنہ کو سنہ فقہا کہتے ہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اس سنہ میں اکثر فقہا نے انتقال کیا (فقیہ ہفتم) خارجہ بن زید بن ثابت الانصاری ہیں۔ فقہاء سبعہ میں داخل ہیں مدنی ہیں کنیت ابو زید ہے تابعی جلیل الشان ہیں خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذی النورینؓ کا عہد آپنے پایا تھا انکے والد زید بن ثابت انصاری اکابر صحابہ سے ہیں انھیں زید کی شان میں جناب رسول محترم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد فرمائی ہے افرضکم زید یعنے تم لوگوں میں زید علم فرائض سب سے بہتر جانتے ہیں۔ ابن شہاب زہری انسے روایت کرتے ہیں۔ وفات آپ کی ۹۹ھ ہجری میں واقع ہوئی مولف کہتا ہے کہ یہ فقہاء سبعہ سب مدنی ہیں انھیں سے دنیا میں علم اور فتوی منتشر ہوا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد مسند فتوی کے مالک یہی حضرات تھے اسیوجہ سے فقہاء کے نام سے مشہور ہوے انکے عہد میں بزمرۂ تابعین اگرچہ اور اہل علم و فضل بھی تھے جیسے سالم بن عبداللہ بن عمر رضؓ مگر فتوی مخصوص تھا انھیں فقہا کی مبارک ذوات سے کسی دوسرے کو حق فتوی دینے کا حاصل نہیں تھا انکے بعد جو لوگ گذرے وہ سب انھیں کے فیوضات علمیہ سے مستفیض ہوے اور کتب فقہ مدون ہوئیں صاحب بصیرت کے لیے مخلوقات و موجودات عالم امکان کا اعداد شفع اور وتر سے خالی نہونا ان فقہاء سبعہ کی تعداد سے بھی ظاہر ہے کہ سات کا عدد جو وتر ہے انکو بھی شامل ہے۔ بلکہ خداوند تبارک و تعالے نے اپنے مخلوقات کو انھیں اعداد کے شمار سے خلق فرمایا ہے خواہ وہ ظاہر اور محسوس ہوں یعنے مشاہدہ اور معائنہ میں آسکے ہوں یا روحانی ہوں اور عالم آخرت سے متعلق ہوں ہمارے حواس ظاہری انھیں ادراک نہ کرسکتے ہوں پس ان دونوں قسموں میں ظاہر تو

نام کا اظہار نہین کیا۔ مورخ ابن خلکان لکھتے ہین کہ ایک روز خلیفہ ولید کی خدمت مین قبیلہ عبس کا ایک نابینا شخص آیا خلیفہ نے
پوچھا کہ تمھاری بصارت کیا ہوئی اور کیونکر زائل ہوئی کہا ای خلیفہ میرا قصہ عجیب ہے ایک مرتبہ مجھے سفر کرنے کی ضرورت ہوئی مین
اپنے بیوی بچون کو لیکر روانہ ہوا جب وادی کے وسط مین پہونچا اور قیام کیا تو اتفاقاً ایک سیل آیا اور میرے کل ہمراہیون کو بہا لیگیا
صرف ایک مین اور ایک میرا نومولود بچہ اور ایک میرا اونٹ بچ گیا۔ اونٹ چونکہ نہایت سخت اور بدذات تھا بھاگا مین نے
بچہ کو زمین پر لٹا دیا اور اونٹ پکڑنے کو دوڑا ابھی کچھ دور نہ گیا تھا کہ بچہ کے رونیکی آواز میرے کان مین آئی مین بچہ کیجانب پھرا تو
دیکھا کہ بچہ کو بھیڑیا کھا رہا ہے اب مین اونٹ کیطرف دوڑا کہ پکڑلون جو مین اسکے پاس پہونچا اونٹ نے ایک ایسی لات میرے منھ
پر ماری کہ میری دونون آنکھین پھوٹ گئین ای خلیفہ میرے قبیلہ مین کوئی شخص مجھ سے زیادہ مطمئن اور مالدار نہ تھا مگر اس واقعہ کے
بعد اب میرا یہ حال ہے کہ نہ مال ہے نہ اہل وعیال ہین نہ بصارت چشم ہے۔ یہ سنکر ولید بہت متاثر ہوا اور حکم دیا کہ اس غریب
کو فقیہ عروہ بن الزبیر کے پاس لیجاؤ کہ اسکی مصیبت سنکر انکے دل کو کچھ تسکین ہو اور غم غلط ہو۔ رفاہ عام اور فائدہ بندگان خدا کیلیے
مدینہ مین آپ نے ایک کنوان جدید کندہ کرا دیا تھا کہ جس سے لوگون کو بیحد فائدہ پہونچا تھا کیونکہ پانی اس کنوین کا تمام کنوؤن سے
زیادہ شیرین اور باحلاوت۔ اور خوشگوار تھا ولادت ہجرت نبوی کے بعد ۲۲ھ ہجری مین ہوئی اور مدینہ کے قریب قصبہ فرع مین ۹۳ھ ہجری مین
وفات پائی اور وہین دفن ہوئے رحمۃ اللہ تعالے (فقیہ سوم) قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق ہین خلیفہ اول کی وجہ سے نسب مشہور ومعروف
ہے کیونکہ یہ پوتے ہین انکے اور سادات تابعین سے ہین۔ فقہاء سبعہ مین محسوب ہین مدینہ کے رہنے والے ہین اپنے عہد مین سب سے افضل
اور بہتر تھے کنیت ابو محمد ہے بکثرت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود روایت کرتے ہین اور بزرگان تابعین کی ایک کثیر جماعت
آپ سے روایت کرتی ہے۔ یحیی بن سعید فرماتے تھے کہ مین نے کسیکو ایسا نہین پایا اپنے زمانہ مین کہ جسکو مین قاسم بن محمد پر فضیلت دون
میرے نزدیک سب سے ہی افضل تھے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ قاسم فقہاء امت محمدی سے ہین۔ محمد بن اسحق ناقل ہین
کہ ایک مرتبہ ایک شخص انکی خدمت مین آیا اور سوال کیا کہ آپ زیادہ عالم ہین یا سالم بن عبد اللہ بن عمر رض آپنے فرمایا کہ سالم مبارک
ہین ابن اسحق کہتے ہین یہ اسوجہ سے فرمایا کہ اگر یہ کہتے کہ سالم مجھ سے زیادہ عالم ہین تو جھوٹ ہوجاتا اور اگر یہ کہتے کہ مین سالم سے
زیادہ عالم ہون تو یہ خودستائی ہوجاتی حالانکہ قاسم بن محمد عالم زمانہ تھے امام زین العابدین رض کے خالہ زاد بھائی تھے دختر بادشاہ
فارس یزدجرد کے بطن سے منزل قدید مین سنہ ۱۰۱ھ ہجری مین وفات پائی قریب وفات وصیت کی کہ مرنے کے بعد مجھے میرے قمیص اور
ازار اور چادر کا کفن دیا جائے کیونکہ مین اسی لباس مین نماز پڑھا کرتا ہون صاحبزادے نے عرض کیا کہ کچھ لباس جدید بھی اضافہ کردیا جائے
فرمایا کہ جناب خلیفہ اول کو تین ہی کپڑون مین کفن دیا گیا تھا نئے کپڑے کی حاجت نہین کیونکہ مردون سے زیادہ زندون کے لیے لباس
جدید کی ضرورت ہے بعد وفات مطابق وصیت عمل کیا گیا وقت وفات آپکی عمر ستر یا بہتر سال کی تھی (فقیہ چہارم) سعید بن المسیب
بن حزن بن ابی وہب القرشی ہین۔ مدینہ کے فقہاء سبعہ مین سے ہین۔ سید التابعین ہین اپنے عہد مین حدیث وفقہ وزہد وعبادت
وورع کے جامع ہین صحابہ کرام کی ایک جماعت کثیر سے روایت کرتے ہین اور اکثر امہات المومنین کی خدمت مین حاضر ہوتے تھے
اور ان معظمات سے سماعاً روایت کرتے تھے مسند حنبلی روایتین آپکی وارد ہوئی ہین ان مین سے اکثر حضرت ابوہریرہ رض سے
مروی ہین کیونکہ ابوہریرہ رض خسر تھے اور یہ انکے داماد تھے ہمیشہ صف اول مین نماز پڑھتے تھے پچاس سال تک عشا کے

ترتیب شعر ماسبق مین ذکر کیگئی ہو (فقیہ اول) عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ الہذلی ہین۔ مدینہ مین سکونت رکھتے تھے۔ کینت ابو عبد اللہ ہو۔ عبد اللہ ابن مسعود صحابی رض کے بھائی ہین اعلام تابعین سے ہین بکثرت صحابہ رضی اللہ عنہم کی خدمت مین حاضر ہوے اور انسے فیضیاب ہوے۔ عروہ جناب حضرت ابن عباس رض اور ابوہریرہ رض اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رض سے روایت کرتے ہین۔ اور ابوالزناد اور زہری اور ایک خلق کثیر انسے روایت کرتے ہین۔ امام زہری کا قول ہو کہ مین اپنی زندگی مین چار زخار دریاؤن سے ملا۔ ان مین سے ایک بحر زخار علم و کمال عبد اللہ مذکور بھی ہین۔ یہ بھی امام زہری کا ارشاد ہو کہ مین نے علماء کی ایک کثیر تعداد سے اسقدر علوم حاصل کیے کہ مین اُن علوم کو اپنے واسطے بقدر کفایت سمجھنے لگا اور مجھے یہ یقین ہو گیا کہ اب مجھے اس سے زیادہ کی ضرورت نہین ہے۔ مگر جب مین حضرت عبید اللہ فقیہ کی خدمت مین مشرف ہوا اور انکے علوم و کمالات سے فیضیاب ہوا تو مجھے معلوم ہوا کہ مین ابتک ایک جاہل شخص تھا علم کچھ حاصل ہی نہین کیا تھا۔ اور خلفاے بنی امیہ سے عمر بن عبد العزیز رض فرماتے تھے کہ میرے نزدیک حضرت عبید اللہ فقیہ کی خدمت مین حاضر رہنا کل دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ اور اگر ایک شب انکی خدمت بابرکت مین حضوری کا فیض مجکو نصیب ملجائے تو مین انسے بیت المال کے ایک ہزار دینار دے کر خرید کر لون۔ لوگون نے عرض کی کہ اے خلیفہ آپ تو خود جامع علوم و کمالات ہین۔ اور بہترین حافظہ رکھتے ہین باوجود اسکے ایسا فرماتے ہین خلیفہ نے فرمایا کہ تم لوگ یہ کیا کہتے ہو اور کیا خیال کرتے ہو قسم خداوند تبارک تعالے کی اگر انکی نصیحتین اور ہدایتین اور علوم مجھے دستیاب ہوتے اور میرے پاس اس بیت المال موجود سے ہزار ہزار مرتبہ زیادہ مال موجود ہوتا تو مین کل دیدیتا وہ جناب ایسے بزرگوار ہین کہ انسے باتین کرنے مین اور ہمکلام ہونے مین عقل کو روشنی اور دل کی راحت اور رنج و غم کا زوال اور علم و ادب کی تعلیم ہو وفات ۱۰۲ھ ہجری مین واقع ہوئی مدینہ ہی مین انتقال کیا آپ کے بعض اشعار حماسہ مین موجود ہین (فقیہ دوم) عروۃ بن الزبیر بن العوام بن خویلد اسدی ہین فقیہ مدنی ہین۔ کینت ابو عبد اللہ ہو والد ماجد حضرت زبیر بن العوام عشرہ مبشرہ مین داخل ہین یعنے ان دس صحابہ مین سے ایک ہین جنکے بارے مین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہو۔ حضرت عروہ کی والدہ ماجدہ اسماء دختر حضرت خلیفہ اول ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہین جنکا لقب ذات النطاقین ہے اور جنت کی بوڑھی عورتون مین داخل ہین عروہ خلیفہ عبد اللہ بن زبیر کے حقیقی بھائی ہین ایک ماں باپ سے۔ حروف قرآن مجید کے متعلق آپ سے بعض روایتین وارد ہوئی ہین اپنی خالہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رض سے روایت کرتے ہین اور امام ابن شہاب زہری انسے روایت کرتے ہین۔ ابن قتیبہ کتاب المعارف مین ناقل ہین کہ آپ کے پیر مین مرض آکلہ تھا اور ملک شام مین خلیفہ ولید بن عبد الملک کے پاس بیٹھے ہوے تھے خلیفہ آپ سے باتین کرنے مین مشغول تھے اور بہت توجہ سے ہمکلام تھے اسی مجلس مین اور اثناء گفتگو مین آپکا پیر کاٹ ڈالا گیا مگر اُف کرنا کیسا آپنے حرکت بھی نہین کی اور خلیفہ ولید کو یہ بھی معلوم نہوا کہ کب آپ کا پیر قطع ہو گیا ہان جب پیر قطع کرنے کے بعد داغا گیا اور اسکی بدبو دماغ مین پہونچی تو خلیفہ ولید کو پاؤن کے قطع ہو جانے کا علم ہوا۔ اور باوجود اس صدمہ عظیم کے گذر جانے کے اور شدت اذیت کے جن اوراد و وظائف کو ہر شب مین پڑھا کرتے تھے اس شب مین بھی ان کو ترک نہین کیا پاؤن کے قطع ہونے کے بعد آٹھ برس زندہ رہے ایک مرتبہ سفر در پیش ہوا اور آپ کے صاحبزادے محمد بھی ہمراہ گئے اتفاقاً اثناء سفر مین صاحبزادے نے انتقال کیا جب آپ سفر سے مدینہ مین واپس آئے اور آپ سے دریافت کیا گیا صاحبزادے کے متعلق تو آپ نے کمال صبر سے اس آیت کی تلاوت کی لقد لقینا من سفرنا ھذا نصبا یعنے ہمنے اپنے اس سفر مین سختی اٹھائی اور سواے شکر کسی رنج

توسب خود جانتے ہین اور ہر صاحب عقل وفہم سمجھ سکتا ہے کہ منجملہ اعداد کوئی عدد ایسا نہین ہی جسکو یہ دونون قسمین شفع اور وتر (جفت وطاق) محیط نہون اور دنیا کے تمام معدودات اور موجودات کا بغیر ان دونون قسمون کے حساب وشمار ممکن ہی نہین ہی جسطرح شب وروز مین اپنے کاروبار کے انجام دینے کے واسطے وقت کا انتظار ہمارے لیے فطری اور جبلی ہی۔ اسیطرح معاملات مین خواہ دنیوی ہون یا دینی ہون زوج وفرد کے عددون کا ضروری ہونا ہمارے واسطے فطری اور خلقی ہی۔ مثلاً عورت جب حاملہ ہوتی ہے تو اُسے اپنے وضع حمل کے لیے نو مہینے کا انتظار کرنا پڑتا ہے جو طاق عدد ہی اور ولادت کے بعد بچہ کے دودھ بڑھانے کے واسطے دو برس کے تمام ہونے کا انتظار ضروری ہوتا ہی جو جفت عدد ہے۔ اسیطرح کم عمر بچہ کے لیے زمانہ تعلیم تک پہونچنے کے واسطے چار سال کامل انتظار کیا جاتا ہی اور نماز سکھانے اور اسکا عادی کرنے کے واسطے سات سال تک توقف کرتے ہین اور جب اس سے بھی زیادہ سن ہوجاتا ہی اور علامات بلوغ سے کوئی علامت طفل مین ظاہر نہین ہوتی ہی تو جب پندرہ برس کامل ہوجاتے ہین اسوقت بلوغ شرعی کا حکم کیا جاتا ہی اور طفل بالغ مکلف قرار پاتا ہے اور ان سب صورتون مین جفت اور طاق کا عدد شامل ہی۔ اسیطرح مہینہ کی تاریخون مین انتظام ضروریات کے لیے دونون قسمون کے اعداد ملحوظ ہوتے ہین اور انکی مراعات ضروری ہوتی ہی جیسے آفتاب کا دورہ جب بارہ برجون مین تمام ہوجاتا ہے تو ایک سال شمسی کامل ہوتا ہی اور جب چاند کے بارہ مہینے گذر جاتے ہین تو ایک سال شرعی پورا ہوتا ہی اسیطرح انتیس ۲۹ یا تیس ۳۰ تاریخین جب گذرتی ہین تو ایک مہینہ قمری تمام ہوتا ہی اور ان تاریخون کے گذر جانے کا انتظار کرنا ضروری ہوتا ہی دن کے لیے بارہ گھنٹے اور شب کے لیے بارہ گھنٹے اور ہفتہ پورا ہونے کے لیے سات دنون کا تمام ہونا لازمی ہی۔ نماز شروع کرنے کے بعد سلام پھیرنے تک ہر نماز پڑھنے والے کو دو یا تین یا چار رکعتون کا لحاظ ضروری ہوتا ہی بلکہ کل شرعی و عرفی امور مین زوج وفرد عدد کا شامل ہونا معمول بہ اور مروج ہی (روایت) ابو سعید خدری صحابی نے جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت کی ہی کہ مراد شفع سے عید قربان کا دن ہے جو دسوین ذی الحجہ کی ہی اور مراد وتر سے روز عرفہ ہے اور یہ نوین تاریخ ماہ ذی الحجہ کی ہی (مولف) کہتا ہی کہ تحقیق اسکی بیان اعمال حج مین مفصل گذر چکی وہان دیکھنا چاہیے اور اگر زیادہ مفصل اطلاع مطلوب ہو تو علماے دین مبین سے دریافت کرنا چاہیے یا فقہاے کرام رح کے فتاوی کیطرف رجوع کرنا چاہیے (ف) مذہب اہلسنت وجماعت مین علی الاطلاق جو حضرات فقیہ سمجھے جاتے ہین اور جنکے فقیہ ہونے پر سلف صالحین مین سب کا اتفاق ہی وہ سات اشخاص ہین جنکو فقہاے سبعہ کہتے ہین اور وہ اسی لقب سے مشہور ومعروف ہین کسی لائق وقابل شاعر نے سبکے اسماے گرامی ان دونون شعرون مین خوب جمع کردیے ہین۔ الا کلّ من لا یقتدی بائمّۃ + فقسمتہ ضیزی عن الحق خارجۃ + فخذھم عبید اللہ عروۃ قاسم + سعید سلیمان ابوبکر خارجۃ + یعنے آگاہ ہو کہ جو شخص کسی امام کی ائمہ (فقہا) مین سے اقتدا نہین کرتا ہی قسمت اسکی خراب ہی اور حق سے علحدہ ہی۔ ان لوگون کو تو اختیار کر۔ عبید اللہ[۱] عروہ[۲] قاسم[۳] سعید[۴] سلیمان[۵] ابوبکر[۶] خارجہ[۷] (مولف) یہی سات شخص مرتبہ اطلاق مین فقیہ ہین انکی شان اور مرتبہ کا پورے طور پر بیان کرنا تو ایک امر دشوار ہی اور بہت تفصیل کا مقتضی ہی البتہ اجمالی طریقہ سے کچھ بیان کیا جاتا ہی تاکہ لوگون کی بصیرت مین کچھ اضافہ ہو اور ناظرین مذہب اہلسنت وجماعت کے فقیہون پر اطلاع حاصل ہو اور انکا بیان بھی اُسی ترتیب سے کیا جائیگا کہ جو

عن ہمام عن قتادہ عن عمران بن عصام روایت کی کہ ایک شخص نے اہل بصرہ سے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے والشفع والوتر پوچھا گیا تو فرمایا کہ نماز ہی بعض شفع ہے اور بعض وتر ہے اس اسناد کے راوی ثقات ہین سوائے اُسکے کہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ عمران بن عصام نے ایک بصری شیخ سے اُسنے عمران بن حصین سے روایت کیا۔ ہکذا رواہ ابن جریر والترمذی ایضًا۔ اور ترمذیؒ نے کہا کہ حدیث قتادہؒ سے غریب ہی اور بعض نے عمران بن عصام عن عمران بن حصین روایت کیا یعنے درمیان مین کوئی بصری شیخ مجہول نہین ہی واللہ اعلم مترجم کہتا ہی کہ عمران بن عصام ضبعی کو شیخ ابن حجرؒ نے فتح الباری مین اُس گروہ مین شمار کیا جنکو قبیلہ عبد القیس نے اپنی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بھیجا تھا اور حدیث کو بخاری نے کتاب الایمان وغیرہ مین ابو جمرۃ عن ابن عباسؓ روایت کیا ہی پس ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ قتادہؒ نے عمران بن عصام سے روایت کی اور بیان کیا کہ یہ بصرہ مین ایک شیخ تھے اور اسی پر دلالت کرتی ہی روایت ابن ابی حاتم وغیرہ قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن سنان الواسطی حدثنا یزید بن ہارون اخبرنا ہمام (بن ابی یحیی) عن قتادہ عن عمران بن عصام الضبعی شیخ من اہل البصرۃ الخ یعنے قتادہ نے روایت کی عمران بن عصام سے جو اہل بصرہ مین سے ایک شیخ تھے انھون نے عمران بن حصین عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسیطرح مین نے ابن ابی حاتم کی تفسیر مین لکھا دیکھا اسیطرح اسکو ابن جریرؒ نے بھی نصر بن علی عن ابیہ عن خالد بن قیس عن قتادہ عن عمران بن عصام عن عمران بن حصین عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا مترجم کہتا ہی کہ یہ دونون اسانید ثقات ہین اور احمد بن سنان الواسطی ثقہ حافظ ہین انسے نسائیؒ نے روایت کی اور نصر بن علی الجہضمی ثقہ حافظ سے امام مسلم وغیرہ نے روایت کی امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے فقط عمران بن عصام ضبعی نے یہ روایت کی یہ بصری ہین انکی کنیت ابو عمارہ ہی اور اپنی قوم کے امام تھے اور یہ ابو جمرہؓ کے باپ ہین انسے انکے بیٹے ابو جمرہ نصر بن عمران نے اور قتادہ ومثنی بن سعید ابو التیاح نے روایت کی اور امام ابن حبان محدث نے اپنی کتاب الثقات مین انکو ذکر کیا اور خلیفہ بن خیاط نے انکو بصرہ کے تابعین مین شمار کیا اور حجاج ثقفی پہلے انکی تعظیم کرتا تھا پھر جب انھون نے ابن الاشعث کا ساتھ دیا تو لڑائی فتح ہونے کے بعد یوم الزاویہ کو حجاج نے انکو شہید کیا۔

میرے نزدیک ٹھیک یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ تفسیر حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا قول ہی اقول یون ہی ابن جریر و عبد الرزاق وعبد بن حمید نے روایت کیا کما فی الفتح مترجم کہتا ہی کہ خلیفہ بن خیاط نے عمران بن عصام کو تابعین مین شمار کیا اور ابن حجرؒ نے نقل کیا کہ وفد عبد القیس مین آئے تھے واللہ تعالے اعلم تفسیر خطیب وغیرہ مین ہی کہ ضحاکؒ نے کہا کہ الشفع دس ذی الحجہ ہین اور الوتر ایام منی ہین امام رازیؒ نے تفسیر کبیر مین لکھا کہ شفع اور وتر کو عرب (خسا) اور (زکا) کہتے ہین اور عوام اسکو (زوج) و (فرد) یعنے جفت وطاق کہتے ہین یونسؒ نے کہا کہ اہل العالیہ شمار مین الوتر بالفتح کہتے ہین اور دخل مین وتر بالکسر بولتے ہین۔ اور بنی تمیم دونون صورتون مین بالکسر کہتے ہین۔ ایتار طاق کرنا جیسے حدیث مین ہی من استجمر فلیوتر۔ یعنے جو شخص استنجا کرے (پخانہ کا) تو طاق ڈھیلون سے پاک کرے پھر واضح ہو کہ آیت مین الوتر بالکسر قراءت حسن واعمش وابن عباسؓ ہی اور بالفتح الوتر اہل مدینہ کی قراءت اور حجاز کی زبان ہی (حجاز مکہ ومدینہ کا صوبہ) واضح ہو کہ ان دونون کی تفسیر مین مفسرین کے اقوال مضطرب ہین مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک کچھ اضطراب نہین ہی صرف ایک قول یہ ہی کہ جفت وطاق دو چیزین ہین اللہ تعالے نے پیدا کین اور انھین کی شمار سے مخلوقات پیدا کین اور وہ دو قسم ہین ایک وہ جو ظاہر ومحسوس ہین اور دوم وہ جو روحانی آثار وآخرت سے متعلق ہین پس ظاہری

کہ الشفع قول اللہ تعالے فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ - اور الوتر قول اللہ تعالے ومن تاخر فلا اثم علیہ (رواہ ابن ابی حاتم) یعنے ایام منا
کے تین روز ہین جو کوئی دو دن مین جلدی کرے تو اسپر گناہ نہین ہی اور یہ شفع ہین اور جو تاخیر کرے اُسپر گناہ نہین ہے یہ وتر ہے
صحیحین مین حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے ننانوے نام
ایک کم سو ہین جو انکو احصا کرے وہ جنت مین داخل ہوگا اور اللہ تعالے وتر ہی وہ وتر کو محبوب رکھتا ہی (صحیحین وغیرہ) (۴) حسن بصری
وزید بن اسلم رح نے کہا کہ خلق سب الشفع یعنے جفت ہین اور وتر ہی پس اس سے اللہ تعالے نے اپنی مخلوقات کی قسم کھائی ہے
اور یہ مجاہدؒ سے بھی روایت ہی اور مشہور روایت مجاہد رح سے قول اول ہی (۵) عوفی رح نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ الوتر اللہ تع
کی شان ہی اور الشفع تم لوگ ہو (ابن کثیر رح) مترجم کہتا ہی کہ اس روایت کے یہ معنے نہین ہو سکتے ہین کہ اللہ تعالے شمار مین آتا ہی
تو وہ طاق ہی - یہ معنے باطل ہین اسلیے کہ شمار مین آنا اور طاق و جفت ہونا سب عوارض ہین اور جس معروض کو عارض ہون وہ انسے
موصوف ہوتا ہی اور اللہ تعالے پاک ہی کہ وہ شمار مین آوے اسیواسطے ابوحنیفہ رح کی فقہ اکبر مین تصریح ہی کہ اللہ تعالے واحد ہی ولیکن
عدد اور شمار کی راہ سے نہین ہی بلکہ اس معنی مین کہ وہی ہی اُسکے سوا کوئی نہین ہی اور امام رازی کا اعتراض آیندہ انشاء اللہ تعالے آتا ہی
(۶) کہا جاتا ہی کہ الشفع نماز فجر ہے اور الوتر نماز مغرب ہی - ابن ابی حاتم رح نے باسناد جید روایت کی کہ مجاہد رح نے کہا کہ الشفع جفت ہی
اور الوتر اللہ عزوجل ہی اور دوسری روایت مین مجاہدؒ نے کہا کہ اللہ تعالے وتر ہے اور اُسکی مخلوق جفت یعنے نر و مادہ ہین - ابن ابی نجیح رح
نے مجاہدؒ سے روایت کی کہ جو چیز اللہ تعالے نے پیدا کی وہ جفت ہی آسمان و زمین ہی خشکی و تری ہی اور جن و انس ہے اور سورج و چاند ہے
و علی ہذا القیاس مجاہدؒ نے یہان وہ تفسیر بیان کی جو قولہ تعالے من کل شئی خلقنا زوجین - مین بیان کی گئی ہی - (۷) قتادہ رح نے حسن بصری رح سے
روایت کی کہ جفت و طاق یہ عدد ہین بعضے جفت ہوتے ہین اور بعضے طاق ہوتے ہین (رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر) مترجم کہتا ہے
کہ اگر آیت مین عدد مراد ہو تو اللہ تعالے نے ان دونون مخلوق کی قسم کھائی پس اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالے نے انکو پیدا کیا ہی
اگرچہ عوام انکی حقیقت نہین سمجھتے تھے اور انکے سمجھنے سے اللہ تعالے کی وحدانیت کے معنے بھی سمجھ مین آگئے کہ اللہ تعالے واحد
یعنے طاق شمار مین نہین ہی بلکہ اُسکی وحدانیت کے یہ معنے ہین کہ وہی اکیلا ہی اُسکے سوا کوئی الوہیت والا نہین ہی یعنے لا الٰہ الا اللہ
یہی وحدانیت ہی فافہم - م - ابن جریر رح نے کہا کہ عبداللہ بن الزبیر رضؓ سے جو قول روایت کیا گیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
بھی روایت کیا جاتا ہی بسند عبداللہ بن ابی زیاد القطوانی عن زید بن الحباب عن عیاش بن عقبہ عن خیر بن نعیم عن ابی الزبیر عن جابر رضؓ
روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الشفع دو دن ہین اور الوتر تیسرا دن ہی ابن کثیر رح نے کہا کہ اس روایت مین ایام
منا کے تین روز کے بیان مین یہ خبر وارد ہوئی کہ شفع و وتر ہین حالانکہ جابر رضؓ سے وتر و شفع کی تفسیر یوم عرفہ و یوم اضحی ہے بروایت امام احمد
و نسائی و ابن ابی حاتم و ابن جریر گزری ہی - ابوالعالیہ و ربیع بن انس وغیرہ نے کہا کہ الشفع والوتر نماز ہی بعض نماز شفع ہے جیسے
چار رکعت والی اور دو رکعت والی - اور بعضی نماز وتر ہے جیسے مغرب کہ وہ تین رکعت ہی اور وہ وتر النہار کہلاتی ہے
اور وتر اللیل جو تہجد کے آخر مین ہی وہ بھی طاق ہی اور قتادہ رح نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہ نماز فریضہ
ہین بعض شفع ہین اور بعض وتر ہین ابن کثیر رح نے کہا کہ قتادہ رح نے عمران رضؓ کو نہین پایا اور یہ عمران رضؓ کا قول ہی اور اسمین بظاہر
نماز فریضہ کی خصوصیت ہی اور یہ معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیے گئے ہین چنانچہ امام احمد عن ابی داؤد الطیالسی

کہ اُسوقت اللہ تعالےٰ کی عظمت اُسکے بندے انسانی اور ملکی نماز مین جمع ہوکر ظاہر کرتے ہین واللہ تعالےٰ اعلم- پھر یہ معلوم ہو چکا
کہ عمدہ تفسیر یہ کہ فجر سے ہر روز کی فجر مراد ہو جو ظہور عظمت الٰہی کا وقت ہو **بیان دوم** ولیال عشر- اور قسم ہے دسون راتون کی اسنے
ذی الحجہ کی دسون راتین مراد ہین یہ قول ابن عباس وابن الزبیر رضی اللہ عنہما اور مجاہد وغیرہ جماعت سلف وخلف رضی اللہ عنہم سے
مروی ہو- اور صحیح بخاری مین ابن عباس رضہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث روایت ہو کہ کوئی ایام ایسے نہین ہین کہ ان مین اعمال
صالحہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک ان دس ایام سے بڑھکر محبوب ہون- صحابہ رضہ نے عرض کیا کہ راہ الٰہی مین جہاد کرنا بھی نہین بڑھکر ہے
فرمایا کہ جہاد کرنا بھی نہین مگر جبکہ کوئی اپنی جان ومال سے راہ جہاد مین نکلا پھر اسمین سے کچھ پھیر کر نہین لایا- مترجم- یعنے شہید ہوگیا
اور امام ابوجعفر ابن جریر رح نے کہا کہ بعض کے نزدیک دسون راتون سے ماہ محرم کا عشرہ اول مراد ہو آور ایک روایت مین ابن عباس رضہ سے
آیا کہ لیال عشر رمضان کا عشرۂ اول ہو ولیکن صحیح قول اول ہو- امام احمد نے مسند کیا کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ العشر ماہ ذی الحجہ کی دس راتین ہین اور الوتر یوم عرفہ ہو اور الشفع یوم النحر ہو- ورواہ النسائی وابن جریر وابن ابی حاتم اس
روایت کے راویون مین کچھ مضائقہ نہین ہو ولیکن یہ حدیث فی الجملہ منکر ہو (یعنے کسی دوسرے نے اسکو روایت نہین کیا ہو واللہ
اعلم) (ابن کثیر رح) رازی رح وغیرہ کی تفاسیر مین ہو کہ قولہ ولیال عشر بلفظ نکرہ ہو اگرچہ الفجر وغیرہ باقی معرفہ ہین اسلیے کہ لیال عشر سے مراد
خاص دس راتین ہین جن مین ایسے برکات وفضائل ہین جو دوسری راتون مین نہین ہین اور نکرہ سے فضیلت عظیمہ پر دلالت
ہو **اقول** یعنے تنوین واسطے تعظیم کے ہو- اب مدعا یہ کہ لیالی عشرہ کیا ہین تو اسمین وجوہ ہین (۱) یہ کہ ذی الحجہ کی دس راتین ہین کیونکہ
اداے حج کا تعلق انھین مین ہو اور انکی فضیلت مین حدیث ابن عباس رضہ اوپر گذری (۲) مراد اول عشرہ محرم ہو اور اس قسم سے انکی
فضیلت ظاہر ہوتی ہو اور انھین مین یوم عاشورا ہو جسکے روزہ کی فضیلت مین احادیث وارد ہین اور ایک جماعت علماء کے نزدیک
وہ ابتدا مین فرض روزہ تھا (۳) ماہ رمضان کا اخیر عشرہ ہو مترجم کہتا ہو کہ معالم وسراج وغیرہ مین بقول ابن عباس رضہ مذکور ہو کہ اخیر
عشرہ رمضان ہو اور تفسیر ابن کثیر رح کے نسخہ مین اول عشرہ رمضان مذکور ہو اور معالم مین یہ قول ضحاک رح سے نقل کیا ہو اور ظاہر یہ کہ ابن کثیر
کے نسخہ تفسیر مین کاتب نے غلط کیا ہو واللہ تعالےٰ اعلم رازی رح نے کہا کہ عشرۂ اخیر رمضان مین یہ فضیلت ظاہر ہو کہ اُسمین لیلۃ القدر ہو
اور حدیث مین حکم ہو کہ لیلۃ القدر کو اخیر عشرۂ رمضان مین تلاش کرو اور حدیث مین ہو کہ جب رمضان کا اخیر عشرہ آتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ازار کس لیتے (یعنے ازواج کے پاس جانے سے روک لیتے) اور اپنے اہل خانہ کو جگاتے (یعنے انکو تہجد کا حکم فرماتے تھے) مترجم کہتا ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارک سب مسجد سے ملحق تھے تو آپ اعتکاف سے بھی اُنکو آواز دیکر جگاتے تھے اور جس شخص کا
مکان مسجد سے دور ہو اور وہ مسجد مین معتکف ہو تو بلا ضرورت کے وہان سے فقط جگانے نہ آوے واللہ تعالےٰ اعلم **بیان امر سوم**
وچہارم یعنے قولہ تعالےٰ والشفع والوتر- اور قسم جفت وطاق کی اسمین اقوال کثیرہ ہین (۱) **ابن کثیر** رح نے کہا کہ امام احمد ونسائی
کی روایت حدیث جابر رضہ مین گزر چکا کہ الوتر یوم عرفہ ہو اور الشفع یوم الضحیٰ ہو- یوم عرفہ کو وتر اسلیے فرمایا کہ وہ نوین ذی الحجہ ہو اور یوم الاضحیٰ
کو شفع اسلیے فرمایا کہ وہ دسوین ذی الحجہ عید قربان کا دن ہو واللہ اعلم اور یہ قول ابن عباس وعکرمہ وضحاک سے بھی منقول ہے (۲)
عطاء رح سے اسکے برعکس روایت ہو کہ الشفع یوم عرفہ ہو اور الوتر رات الضحیٰ ہو (رواہ ابن ابی حاتم) (۳) ابوسعید بن عوف رحمہ اللہ تعالےٰ
نے روایت مین بیان کیا کہ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ اپنے ایام خلافت مین خطبہ پڑھتے تھے کہ ایک شخص نے شفع ووتر کو پوچھا تو فرمایا

لکھا کہ فجر بھی معروف ہی جسکو صبح کہتے ہین یہ قول حضرت علی و ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ و مجاہد و سدی سے روایت کیا گیا
(ع) اسوقت کو اسلیے فجر کہتے ہین کہ تاریکی سے منفجر ہوکر روشنی ظاہر ہوتی ہی (ف) اور فجر کی قسم مکرر آئی ہے جیسے قولہ تعالے
والصبح اذا اسفر- اور قسم صبح کی جب سپیدی پھیل جاوے -ھ- قولہ تعالے والصبح اذا تنفس- اور قسم صبح کی جب سانس لے
(سراج) ان چیزون کی قسم کھانے مین اللہ تعالے کے اسرار ہین اور دنیاوی یا دینی دونون فوائد ضروری ہین- دینی فائدہ یہ کہ یہ
چیزین اللہ تعالے کی وحدانیت پر دلیل ہین اور دنیاوی فائدہ یہ کہ ان اوقات مین اور ان چیزون کی جہت سے شکر بر آمد کی
ہوتی ہی (کبیر) مترجم کہتا ہی کہ ہر ایک تغیر جو آسمان و زمین مین پیدا ہوتا ہی اسوقت اللہ تعالے کے لازوال اور قدس کمال کی یاد دیتا ہے
اور سب سے زیادہ واضح تغیر جو بوقت فجر ہی کہ اندھیری رات یکایک پھٹ جاتی ہی اور اُس سے روشنی نکلتی ہی اسیطرح ظہر کے وقت
آفتاب ڈھلنے پر اور عصر کے وقت اور غروب کے وقت اور عشا کے وقت تغیرات ظاہرہ ہین کہ حضرت خالق عزوجل کے احکام
سے یہ سب عظیم اجسام اطاعت مین چلتے ہین اور اُسکی وحدانیت و فرمانبرداری ظاہر کرتے ہین وقال تعالے یتفیؤ ظلالہ عن الیمین والشمائل
سجدًا للہ وہم داخرون- یعنے اُنکے سایے داہین سے اور باہین سے جھکتے ہین اللہ تعالے کے واسطے سجدہ کرتے ہوے درحالیکہ وہ سب پست
پڑے ہین -ھ- اور جسکو اللہ تعالے نے کچھ عقل دی ہے وہ خوب سمجھتا ہے کہ ہر چیز جس مین تغیر آوے وہ محتاج و ممکن ہی تو یہ سب عظیم
اجسام اپنا مخلوق و حادث ہونا ظاہر کرتے ہین اور کچھ بھی سرکشی نہین کرسکتے ہین بلکہ انکے سایے سجدہ کرتے ہین سایہ کا ذکر اسلیے فرمایا
کہ انسان کو اسی قدر ظاہر ہی ورنہ ان چیزون کا تسبیح کرنا اور خود سجدہ کرنا بیان نبوت سے معلوم ہی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب
وغیرہ کا سجدہ کرنا بیان فرمایا اور سب کی تسبیح کرنا کتاب مجید مین منصوص ہی پس اسرار بکثرت ہین ولیکن عوام کی نظر مین جسقدر آوے اُسی قدر
بیان کرنا مناسب ہی رازی رح نے کہا کہ ان چیزون مین سے اول فجر ہی اس وقت مین قیامت کا نمونہ ظاہر ہوتا ہی کہ پردۂ تاریک
زائل ہوکر روشنی پھیل جاتی ہی اور انسان و دیگر حیوانات چرند و پرند و پالو و وحشی اپنی اپنی قسمت و رزق کی تلاش مین منتشر ہو جاتے
ہین جیسے قبور سے نکلکر مردے چھٹک جاوینگے (کبیر) مسروق و محمد بن کعب تابعین سے روایت ہی کہ الفجر سے دسوین ذی الحجہ
کی فجر مراد ہی اور وہ لیالی عشر کا خاتمہ ہی (ع) اسلیے کہ وہ عید قربانی کا دن ہی اور یہ ملت ابراہیمؑ کی خصوصیت سے ہے اور عرب اسکی حج
سے حج نہین چھوڑتے تھے اور یہ بہت بزرگ دن ہی اُس روز حج کرنے والا جناب باری تعالے مین قربانی لاتا ہی گویا حاجی کا ارادہ یہ
تھا کہ اپنی جان کو اللہ تعالے کے واسطے قربان کرے ولیکن جب یہ نہین بن پڑا تو اُسنے اپنی ذات کا فدیہ دیا فقال تعالے وفدیناہ بذبح
عظیم- ہم نے ذبیحہ عظیم سے اُسکا فدیہ دیا-ھ- اور بعض نے کہا کہ ماہ ذی الحجہ شروع ہونے کی فجر مراد ہی کیونکہ اسکے ساتھ (لیالی عشر)
کو ملایا ہی اور اسلیے کہ ماہ مبارک کی اول رات ہی اور بعض نے کہا کہ ماہ محرم کی فجر مراد ہی کیونکہ وہ شروع سال کی اول رات ہی اور
اسوقت سے امور کثیرہ جو سال مین ہوتے ہین دور کرینگے جیسے حج و روزہ و زکوۃ وغیرہ اور حدیث مین بھی ہی کہ سب مہینون
مین معظم عند اللہ ماہ محرم ہی اور اسکی تائید مین ابن عباس رض سے روایت ہی بعض نے کہا کہ فجر سے چشمۂ منفجرہ مراد ہی یعنے پانی کا چشمہ جس سے
خلق کی زندگی ہی (کبیر) مترجم کہتا ہی کہ یہ اقوال ضعیف ہین-م- بعض علما نے کہا کہ فجر سے وہ نماز مراد ہی جو فجر کے وقت پڑھی جاتی ہی
یعنے نماز فجر کی قسم کھائی- یہ عکرمہ رح سے روایت ہی- بعض نے کہا کہ فجر سے دن مراد ہی یعنے دن کی قسم کھائی جیسے آیندہ راتون کی
قسم ہے اور یہ ابن عباس رض سے ایک روایت ہی (ابن کثیر رح) مترجم کہتا ہے کہ شاید عکرمہ نے فجر کی قسم مین وجہ تعظیم بیان کی

آیات ہیں اور تفسیر بیضاوی وابو السعود میں فقط انتیس ۲۹ مذکور ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ قول خطیبؒ بظاہر راجح ہے اور لکھا کہ ایک سو انتالیس ۱۳۹ کلمات ہیں اور پانچ سو ستانوے ۵۹۷ حروف ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالۡفَجۡرِ ۙ﴿۱﴾ وَلَیَالٍ عَشۡرٍ ۙ﴿۲﴾ وَّالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِ ۙ﴿۳﴾ وَالَّیۡلِ اِذَا یَسۡرِ ۚ﴿۴﴾ هَلۡ فِیۡ

قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی اور اُس رات کی جب رات کو چلے ہے

ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِیۡ حِجۡرٍ ؕ﴿۵﴾ اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ ۪ۙ﴿۶﴾ اِرَمَ ذَاتِ

ان چیزوں کی قسم پورے عقلمندوں کے واسطے تونے نہ دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے عاد سے وہ جو ارم تھے بڑے

الۡعِمَادِ ۪ۙ﴿۷﴾ الَّتِیۡ لَمۡ یُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِی الۡبِلَادِ ۪ۙ﴿۸﴾ وَثَمُوۡدَ الَّذِیۡنَ جَابُوا الصَّخۡرَ

ستونوں والے جو بنے نہیں ویسے سارے شہروں میں اور ثمود سے جنہوں نے تراشے پتھر

بِالۡوَادِ ۪ۙ﴿۹﴾ وَفِرۡعَوۡنَ ذِی الۡاَوۡتَادِ ۪ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِیۡنَ طَغَوۡا فِی الۡبِلَادِ ۪ۙ﴿۱۱﴾ فَاَکۡثَرُوۡا

وادی میں اور فرعون سے وہ میخوں والا یہ سب جنہوں نے سر اُٹھایا ملکوں میں پھر بہت ڈالی

فِیۡهَا الۡفَسَادَ ۪ۙ﴿۱۲﴾ فَصَبَّ عَلَیۡهِمۡ رَبُّکَ سَوۡطَ عَذَابٍ ۚ﴿۱۳﴾ اِنَّ رَبَّکَ لَبِالۡمِرۡصَادِ ﴿ؕ۱۴﴾

اُن میں خرابی پھر پھینکا اُن پر تیرے رب نے کوڑا عذاب کا تیرا رب لگا ہے گھات میں

ان آیات کی تفسیر میں اقوال کثیر ہیں اور ایک جماعت اہل تفسیر نے قصص عجیبہ نقل کیے حتی کہ ابو السعودؒ کی تفسیر میں باوجود اختصار کے موجود ہیں ولیکن امام ابن کثیرؒ وغیرہ محققین نے انکی تنقیح کی اور عوام کے خیالات کو ایسی لغویات سے بچایا بلکہ اسلام کی خوبی کو ایسے مفتریوں سے محفوظ کیا اللہ تعالیٰ انکو جزائے خیر عطا فرماوے اور ہیں انشاء اللہ تعالیٰ سب ذکر کروں گا ومن اللہ تعالیٰ توفیق الخیر والسداد۔ واضح ہو کہ معتمد تفسیر امام ابن کثیر حافظ محدث رحمہ اللہ تعالیٰ ہی لہذا اسکو مقدم رکھنا معمول رہا اور یہاں اسی طریقے پر عمل ہوگا اور دیگر تفاسیر کے زوائد بڑھائے جاوینگے بِسۡمِ اللّٰہِ۔ شروع ہے اللہ تعالیٰ کے نام سے ف جو ظاہر و باطن بادشاہ معبود ہے اسکے سوائے کوئی الوہیت والا نہیں ہے اُسی کے قبضہ میں سب چیز مقہور اور اُسی کی مخلوق ہے اُسکی حکمت بالغہ کامل ہے الرَّحۡمٰنِ۔ بہت مہربان ہے ف تمام مخلوق پر اُسکا کرم وجود و احسان ہے۔ الرَّحِیۡمِ نہایت رحمت والا ف جس نے اپنے بندوں کو راہ سلامت سے دار السلام جنت میں سرفراز فرمایا۔ (سراج م) وَالۡفَجۡرِ وَلَیَالٍ عَشۡرٍ وَّالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِ وَالَّیۡلِ اِذَا یَسۡرِ۔ قسم ہے فجر کی اور راتوں دس کی اور جفت و طاق کی اور رات کی جب وہ چلی جاوے ف اسمیں پانچ چیزوں کی قسم ہے ایک فجر کی دوم لیالی عشرہ یعنے دس راتوں کی اور سوم شفع یعنے جفت کی جو طاق نہو جیسے دو۔ چار۔ چھ۔ آٹھ۔ وغیرہ کہ یہ جفت ہیں چہارم وتر یعنے طاق کی جیسے ایک و تین و پانچ و سات وغیرہ۔ پنجم رات کی جب کہ وہ (یسری) یعنے جانے والی ہو (بیان اول) قولہ والفجر اسکے معنے معروف ہیں لیکن فجر پر الف لام کیا جنس ہے یا کوئی خاص فجر مراد ہے اسمیں دونوں قول ہیں شیخ ابن کثیرؒ نے

شیخ عارف محقق ابن العربیؒ نے لکھا کہ قولہ تعالے افلا ینظرون الی الابل الآیہ - ارشاد ہو کہ نظر عبرت سے ظاہری
آثار کو دیکھین اور انسے تجلیات افعال کی جانب عبور کرین اور افعال سے تجلی صفات کی جانب ترقی کرین (قولہ تعالے) فذکر انما
انت مذکر الخ اسکا نفع یہہے کہ جو کوئی ان مین ایسا ہو کہ جسمین استعداد اور قابلیت رکھی گئی ہو وہ راہ حق اختیار کریگا ولیکن اعراض
کرنے والا ان محسوسات مین محجوب ہو تو اللہ تعالے اسکو عذاب اکبر مین معذب کریگا اور نار کبری کی تفسیر اوپر گزر چکی جو جمیع مراتب الوجود
مین آگ ہو (قولہ لست علیھم بمصیطر) یعنے تیری شان سے یہی نصیحت ہو نہ قہر و غلبہ جیسے فرمایا - انک لاتھدی من احببت الخ اور
یہ قہر و غلبہ ہم کو حاصل ہو ہم ہی اُنسے حساب لینگے (ترجمہ)

سورۃ الفجر مکیۃ وھی ثلثون آیۃ

اس سورۃ کا نام سورۃ الفجر ہے اور علی بن ابی طلحہ سے روایت ہو کہ یہ سورہ مدنیہ ہو ولیکن جمہور علماء کے نزدیک یہ سورہ مکیہ ہے
اور یہی معتمد ہو اور یہی ابن عباس و ابن الزبیر و ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہم سے صریح روایت ہے - نسائی رحمہ اللہ تعالے
وغیرہ نے بطریق محارب بن دثار و ابو صالح روایت کی کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی (یعنے
آنحضرت صلعم نے دیر کر کے عشاء پڑھی اور معاذ رضؓ آپ کے پیچھے پڑھ کے گئے اور اپنی قوم کو نماز عشاء پڑھانی شروع کی) اور قوم مین سے
ایک شخص آکر نماز مین شامل ہوا اور معاذ رضؓ نے قرات مین زیادتی کی پس اُس شخص نے مسجد کے گوشہ مین اپنی نماز پڑھ لی اور چلا
گیا یہ خبر معاذ رضؓ کو دی گئی تو کہا کہ وہ منافق ہو (یہ بات اُس شخص سے بیان کی گئی اُسنے کہا کہ منافق تو نہین ہون ولیکن مین کل صبح
اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرونگا پس اُس شخص نے صبح جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا) کہ یا
رسول اللہ ہم لوگ اپنے جانورون سے سینچنے والے اور انکو دانہ چارہ دینے والے ہین چنانچہ مین دن بھر کام سے تھکا ہوا آیا تھا اور
معاذ رضؓ یہان آپ کے پیچھے نماز پڑھکر گیا اور اذان دی مین نماز مین شامل ہوا اور معاذ رضؓ نے سورۃ البقرہ سے قرات طول دی
مین نے علیحدہ گوشہ مسجد مین نماز پڑھ لی پھر سینچنے والے جانور کو چارہ دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ کیا تو
فتنہ مین ڈالنے والا ہو تیرا خیال کہان تھا تو نے سبح اسم ربک الاعلی والشمس وضحٰھا والفجر اور واللیل اذا یغشی کے مانند کیون
نہین پڑھی مترجم نے یہ روایات کا خلاصہ ذکر کیا ہو اور بعض روایات مین ہو کہ اے معاذ یا تو میرے ساتھ پڑھا کر یا اپنی قوم سے
تخفیف کیا کر - طحاویؒ نے اکثر روایات کو مسند کیا ہو بالجملہ ایک روایت مین سورۂ والفجر کا نام بھی مذکور ہے - حدیث مین ہو
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی امامت کرے تو اُسکو چاہیے کہ ہلکی قرات پڑھے اور نماز مین تخفیف
کرے کیونکہ اُسکے پیچھے بوڑھا اور ضعیف اور ضرورت والا ہو اور جب تنہا اپنے واسطے پڑھے تو جسقدر چاہے طول دے
فقہاء نے کہا کہ امام کو مقتدیون مین سے سب سے کمزور کی رعایت واجب ہو یعنے اگر مثلاً سب مقتدی قوی اور فارغ البال ہون
اور ایک ایسا شخص ہو جسکو کام کاج کی ضرورت ہو تو اسی کی رعایت سے ہلکی نماز پڑھے اور حدیث مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم پورے ارکان کے ساتھ سب سے زیادہ ہلکی نماز پڑھاتے تھے - بعض نے لکھا کہ اس سورہ مین تیس آیات ہین اور ایک
قول مین اُنتیس ۲۹ ہین اور خطیبؒ نے لکھا کہ اُنتیس ۲۹ آیات ہین اور کہا گیا کہ تیس ۳۰ ہین معالم و تفسیر کبیر مین فقط تیس ۳۰

وغیرہ بھی دیتا ہو لیکن اُسکے دل مین شک ہو یا وہ چھپا ہوا منافق ہو اور دوسرا شخص ظاہر مین بعض امور کے ادا کرنے مین قصور کرتا ہو لیکن اُسکے دل مین یقین ایمان ٹھیک ہو اور وہ اپنے گناہون پر دل ہی دل مین نادم ہو تو یہ مومن ہو پس ظاہری اقرار والون کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے اور قیامت مین ہر ایک کو اللہ تعالےٰ حق فیصلہ کے ساتھ جزاء و سزا دیگا پس دنیا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہی واجب تھا کہ نصیحت فرماوین اور آپ اُنپر مسلط نہ تھے اللہ تعالےٰ فرماتا ہو۔ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ لیکن جسنے پیٹھ دکھائی اور انکار کیا تو اللہ تعالےٰ اُسکو بڑا عذاب کریگا ف جب آیت سابقہ مین یہ بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقط نصیحت فرمانے والے ہین یعنے کفار پر مسلط نہین ہین وہ چاہین یا نہ مانین آپ اُنکو کلام الٰہی سُناوین اس سے کسی کافر کو یہ شبہہ ہوتا کہ مان لینا کچھ ضروری نہین ہو تو اُسکو دفع فرمایا بقولہ تعالےٰ الا من تولی الخ یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بیشک مسلط نہین ہین لیکن یہ بات ضرور رہی کہ جو کوئی آپ کی نصیحت سنکر نہ مانے گا بلکہ پیٹھ پھیر لیگا ابن کثیرؒ نے کہا یعنے نصیحت پر عمل نہین کریگا۔ وکفر۔ یعنے دل سے اعتقاد نہ لاویگا بلکہ منکر ہوگا خواہ ظاہر مین مقر ہو یا منکر ہو تو اللہ تعالیٰ اُسپر عذاب اکبر مسلط کریگا جس عذاب کو اللہ تعالےٰ نے (اکبر) یعنے بہت بڑا فرمایا اُسکا اندازہ کرنا کسکی مجال ہو وہ عذاب جہنم بے انتہا شدید وسخت ہو نعوذ باللہ من عذابہ وقال الامام احمد حدثنا حسن قتیبۃ عن اللیث عن سعید بن ابی ہلال عن علی بن خالد الخ علی بن خالدؒ نے کہا کہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا گزر خالد بن یزید بن معاویہ کی طرف ہوا تو خالد بن یزید نے اُنسے عرض کیا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت نرم کلمہ کیا سنا ہو تو فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ آگاہ رہو کہ تم سب جنت مین داخل ہوگے سوائے ایسے شخص کے جسنے اللہ تعالیٰ سے اسطرح سرکشی کے ساتھ گریز کیا جیسے اونٹ اپنے پالنے والون سے بدک کر سرکشی دگریز کرتا ہو یہ حدیث فقط امام احمدؒ نے روایت کی ہو۔ خلاصہ یہ کہ جسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہونچانے سے سرکشی وتکبر کیا اور پیٹھ پھیری نہ تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور پیٹھ پھیر کر چل دیا تو اُسکو اللہ تعالےٰ ایسے سخت عذاب جہنم مین داخل کرے گا جس سے بڑھکر عذاب کسی بشر کے امکان مین نہین ہو بلکہ کسی بشر کے امکان مین اسکا تصور نہین ہو اور اللہ تعالےٰ جل جلالہ مین سب قدرت ہو جس قدر اُسکی شان عظمت بے انتہا ہے اور اُسکی رحمت بے انتہا ہے اُسی قدر اسکا عذاب شدید بے قیاس ہے اور کسی کافر کو نجات نہین ہے۔ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ۔ بےشک ہماری ہی طرف ہو انکا لوٹنا پھر ہماری ہی اوپر ان کا حساب ہو ف یعنے اللہ تعالےٰ نے کرم فرما کر دنیاوی زندگی مین سب کو وعدہ دیا ہو کہ جو چاہو اختیار کرو پس یہ لوگ اللہ تعالےٰ سے منحرف ہوے اور غیرون کی عبادت کی تو آخر یہ کیونکر عذاب الٰہی سے نجات پاوینگے کیونکہ دنیا سے جانا ضرور ہو اور کہین ٹھکانا نہین سوائے اللہ تعالےٰ کے وہی سب عالم کا پیدا کرنے والا مالک ہو اور جیسے یہان دنیا مین انکو مطلق چھوڑنے مین اُس نے اپنے کرم سے وعدہ دیا ہے اسیطرح اُسنے یہ بھی ضرور وعدہ فرمایا کہ ہم ذرہ ذرہ حساب لینگے یعنے ہر ایک کو بدلا دینگے تو کفار فجار اپنے شرک وکفر کی سزا جہنم مین ضرور اُٹھاوینگے خطیب وغیرہ نے لکھا کہ اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے تسکین ہو کیونکہ قریش کا جھٹلانا آپ کو شاق تھا اور (الینا) اور (علینا) کو مقدم کرنے مین کفار کے لیے خوفناک وعید ہے اور یہ واپسی ایسے مالک جبار قہار کی طرف ہو جو ہر طرح انتقام کی قدرت رکھتا ہو اور ذرہ ذرہ حساب لینے والا ہو۔ اللّٰھم انی اعوذ بک من ان اشرک بک فیما اعلم وفیما لا اعلم فاغفر لنا وارحمنا وانت مولانا ارحم الراحمین والحمد للہ رب العالمین ف ٢

ناکہ انکو قتل کر ڈالے یا زبردستی ایمان توحید کے واسطے مجبور کرے کما قال تعالے وما انت علیھم بجبار ۔ یعنے تو اے اشرف الخلق ان لوگون پر جبر کرنے والا نہین ہی ۔ یہ تفسیر ابن عباس ومجاہد وغیرہ نے بیان فرمائی ہی ۔ اور مطلب یہ کہ تیری یہ شان نہین ہی کہ انکے دلون مین ایمان پیدا کر دے ۔ ابن زیدؒ نے کہا کہ تو انکو ایمان کے واسطے مجبور نہین کر سکتا ہی ۔ مصیطر اور مسیطر ۔ دونون کے معنے واحد ہین خطیبؒ نے زعم کیا کہ یہ آیت منسوخ ہی اور ابن عباس رضہ سے روایت کیا جاتا ہی کہ جب یہ حکم آیا کہ اقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم مشرکون کو جہان پاؤ قتل کر ڈالو ۔ھ ۔ تو یہان جو حکم ہی وہ منسوخ ہوگیا ۔ مترجم کہتا ہی کہ حضرت ابن عباس کا قول ہماری اصطلاح کے موافق نسخ نہین ہے بلکہ شاید انکی مراد یہ ہی کہ یہان صرف نصیحت کرنیکا حکم تھا پھر جہاد کا حکم آیا تو بدل گیا اور حق یہ ہے کہ منسوخ کے یہان معنے نہین ہین کیونکہ یہان یہ معنے ہین کہ تو انکو قرآن مجید سنادے جو عین نصیحت ہی اور یہی تیرا کام ہے خواہ وہ اس صریح حق کو مان لین یا نہ مانین کیونکہ تو انپر مصیطر نہین ہے یعنے یہ تسلط تجھے نہین دیا گیا ہے کہ اُنکے دلون مین ایمان پیدا کر دے یہ حکم ہمیشہ کے واسطے باقی ہے اور جہاد سے تو صرف یہ غرض ہے کہ سرکش کافرون کو مغلوب کرو تاکہ غریب مسلمان انکے فتنہ سے محفوظ رہین اور یہ غرض نہین ہی کہ زبردستی اُنکو مسلمان کرو اور یہ بالاجماع سلف سے ابتک سب علماء کا قول ہے اور اسی پر عمل رہا حتی کہ جو ملک فتح کیا گیا اگر وہان کے کفار اپنے کفر پر رہے تو اسی حالت پر چھوڑے گئے اور نصیحت اس حالت مین بھی موجود ہے ولیکن فقط عرب کے لیے یہ حکم خاص تھا کہ ان مین کسی سے سوائے اسلام کے کچھ قبول نہوگا جیسے آخر زمانہ مین جب امام مہدی رضی اللہ عنہ ہونگے اور عیسی علیہ السلام حاکم بناکر اُتارے جاوینگے تو اُسوقت مین بھی کسی سے جزیہ قبول نہوگا پس معلوم ہوا کہ جو حکم یہان ہی وہ محکم ہے یعنے انکو نصیحت کر یہی تیرا کام ہی اور تو اُن پر مصیطر جبار نہین ہے کہ انکے دلون مین ایمان پیدا کر دے یہ تو اللہ تعالے کے اختیار مین ہے اسیواسطے ابن کثیر رح نے یہان جہاد کی حدیث نقل کی بروایت امام احمد عن وکیع عن الثوری عن ابی الزبیر عن جابر رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگون سے قتال کرون (جہاد کرون) یہانتک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہین ۔ جب انھون نے یہ کلمہ کہا تو اپنی جانون ومالون کو مجھسے محفوظ کر لیا مگر اپنے حق کے ساتھ اور انکا حساب اللہ تعالے پر ہی پھر یہ آیت پڑھی فذکر انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر ۔ یہ حدیث بدون ذکر آیت کے صحیحین وغیرہ مین موجود ہی اور مع ذکر آیت کے صحیح مسلم وسنن ترمذی ونسائی مین ہی مترجم کہتا ہے کہ بالاجماع یہ حدیث عرب کے واسطے ہی اور سوائے عرب کے عجم اور اہل کتاب کے لیے یہ حکم ہے کہ حکم قتال اسوقت تک ہی کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہین یا جزیہ دینا منظور کرین ۔ پھر جب انھون نے زبان سے یہ کلمہ کہا تو قبول کر لیا جاوے گا اور اس کلمہ سے مطلب یہ ہی کہ گواہی دین کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور نماز وزکوۃ وصوم وحج برحق ہی اور آخرت برحق ہی یعنے دین مین جو امور ضروری ہین کسی سے انکار نہ کرین ۔ پس یہ ظاہری اقرار اُن سے قبول ہوگا اور مسلمانون کے حقوق سے اُنکے حقوق برابر رکھے جاوینگے ہان اگر بعد اسلے کسی کو ناحق قتل کیا تو قصاص مین قتل کیا جاویگا اور اگر دھوکے مین مارا گیا تو مال سے اُسکی دیت برادری پر ہے اور اگر کسیکا مال تلف کیا تو اُسکے مال سے لیا جائیگا اور انکا حساب اللہ تعالے پر ہے یعنے یہ دنیاوی برتاؤ ہوا اور دینی نفع اس اقرار سے اُسوقت ہوگا جب اُسکے دل مین یہ اعتقاد ہو لیکن ہم بندون کو دنیا مین اسکے حساب لینے کی راہ نہین دی گئی کیونکہ دل کا اعتقاد سوائے اللہ تعالے کے کسی کو نہین معلوم ہی حتے کہ ظاہر مین ایک شخص مسجد مین نماز وں مین آتا ہی اور زکوۃ

کہتا تھا۔ اُسنے کہا کہ پھر آپکو اُسی کی قسم ہے جسنے آپکو رسول بھیجا ہی کہ کیا آپکو اللہ تعالے نے اسکا حکم دیا ہی آپ نے فرمایا کہ ہان اُسنے کہا کہ اور آپکا ایلچی کہتا تھا کہ ہمپر ہمارے مالون مین سے زکوۃ ہے آپ نے فرمایا کہ اُسنے سچ کہا۔ اُسنے کہا کہ پھر آپ کو اُسی کی قسم ہے جسنے آپکو رسول بھیجا ہے کہ کیا اللہ تعالے نے آپکو یہ حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہان۔ اُسنے کہا کہ اور آپکا ایلچی کہتا تھا کہ ہم لوگون پر حج البیت ہی جو کوئی اُسکی راہ پاوے۔ آپ نے فرمایا کہ اُسنے سچ کہا پھر اُسنے پیٹھ پھیری اور کہا کہ قسم اُس پاک عزوجل کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہی کہ مین ان چیزون پر کچھ زیادہ نہین کرونگا اور نہ ان چیزون مین سے کچھ کم کرونگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر سچا ہا تو ضرور جنت مین داخل ہو جائیگا۔ ورواہ مسلم والترمذی والنسائی۔ اور دوسرے اسناد سے اسکو امام احمد و بخاری وابوداؤد و نسائی وابن ماجہ نے روایت کیا اور آخر مین ہی کہ اُسنے کہا کہ مین بنی سعد بن بکر مین سے انکا بھائی ضمام بن ثعلبہ ہون۔ قال الحافظ ابویعلی حدثنا اسحق حدثنا عبداللہ بن جعفر حدثنا عبداللہ بن دینار عن ابن عمر قال الخ ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات ہم لوگون سے بیان فرماتے کہ زمانہ جاہلیت مین ایک عورت ایک پہاڑ پر تھی اُسکے ساتھ مین اُسکا ایک صغیر بچہ تھا کہ بکریان چرانی تھی اُسکے بیٹے نے اُس سے کہا کہ ای امان تجھے کس نے پیدا کیا ہی وہ بولی کہ اللہ تعالے نے پیدا کیا ہی بولا کہ پھر میرے باپ کو کس نے پیدا کیا ہی بولی کہ اللہ تعالے نے۔ بولا کہ پھر مجھے کسنے پیدا کیا بولی کہ اللہ تعالے نے بولا کہ پھر آسمان کو کس نے پیدا کیا ہی۔ بولی کہ اللہ تعالے نے۔ بولا کہ پھر زمین کو کس نے پیدا کیا ہی بولی کہ اللہ تعالے نے۔ بولا کہ پھر پہاڑ کس نے پیدا کیے۔ بولی کہ اللہ تعالے نے۔ بولا کہ پھر یہ بکریان کس نے پیدا کین۔ بولی کہ اللہ تعالے نے۔ وہ لڑکا بولا کہ مین اللہ تعالے کی عجیب شان سنتا ہون اور اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا دیا تو ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ہم سے یہ حدیث بیان فرمایا کرتے تھے اور عبداللہ بن دینار نے کہا کہ ابن عمرؓ ہم سے اکثر یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے۔ ھ۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس روایت کی اسناد مین ضعف ہی کیونکہ اسکا ایک راوی عبداللہ بن جعفر المدینی ضعیف ہی اور اس راوی کا بیٹا علی بن عبداللہ ثقہ حافظ محدث ہی امام بخاری کا استاذ اجل ہے اُسنے خود اپنے باپ کا ضعف ہونا بیان کیا یعنے یہ بیان کرنا حق واجب تھا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مین رخنہ نہ ہو۔ اور یہ خیرخواہی ہر شخص پر فرض ہی پھر شیخ ابن کثیرؒ نے اس بچہ کی نسبت کچھ معنے بیان نہین کیے اور اگر روایت ٹھیک ہو تو شاید اس بچہ نے اپنے رب عزوجل کی جناب مین شوق کے ساتھ جلدی ملنا چاہا اور چونکہ وہ بچہ تھا شاید اسپر جان ہلاک کرنے کا گناہ نہو خصوص جبکہ زمانہ فترت و جاہلیت تھا واللہ تعالے اعلم بالصواب فائدہ الی الارض کیف سطحت۔ اس سے شیخ جلالؒ نے استدلال کیا کہ زمین گول نہین ہی بلکہ سطح ہموار ہی رازیؒ نے کہا کہ اس سے یہ استدلال لانا ٹھیک نہین ہی کیونکہ جب کرہ بہت بڑا ہو جیسے زمین کا کرہ ہی تو اُسکا ہر ٹکڑا بمنزلہ سطح کے نظر آویگا (س ک) اور اسکو مولانا رفیع الدین نے تکمیل مین اختیار کیا ہے۔ ف۔ جب اللہ تعالے نے الوہیت و وحدانیت کے اور بعث آخرت کے دلائل سے آگاہ کر دیا تو اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا۔ لقولہ تعالے۔ فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ۔ بس نصیحت کر تیری شان تو یہی ہے کہ تو نصیحت فرمانے والا ہے۔ ف یعنے ای محمد جو کلام اعجاز تجپر نازل ہوا ہے اُس سے لوگون کو نصیحت کر کیونکہ تیری یہی شان ہے کہ تو اللہ تعالے کی رسالت انکو صاف پہونچا دے۔ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ۔ تو ان پر مسلط نہین ہے ف

عجائب آیات قدرت ہین (السراج) تارے اُسمین جڑے ہین اور آفتاب ایک شگاف مین چکراتا ہی اور آسمان کے حرکات سے آثار ظاہر ہوتے ہین وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ - اور پہاڑون کو کہ کیونکر قائم کیے گئے ہین ف اور زمین پر بلند کھڑے ہین کہ زمین کو جنبش نہین ہوتی ہی - وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ - اور زمین کو کہ کیونکر سطح کی گئی ہے ف یعنے کھنچی ہوئی کشادہ ہے ان چیزون پر نظر عبرت سے نگاہ کرنا چاہیے - عرب کے بدوی لوگون کو آثار قدرت اُن چیزون مین دکھلائے جنکو وہ دیکھتا ہی چنانچہ اونٹ پر سوار ہے اور اُسکے اوپر آسمان ہے اور نیچے زمین ہے اور سامنے پہاڑ ہی اور اللہ تعالے کی قدرت اسکو ہر طرف سے محیط ہی وہی اللہ ہی لا الٰہ الا اللہ (ابن کثیر) رازی رح نے اسکی توضیح بیان کی کہ عرب اکثر اوقات اونٹون پر سوار ہو کر جنگل اور وادی مین پھرتے تھے اور لوگون سے تنہا ہوتے تھے اور آدمی جب جنگل مین تنہا ہوتا ہی تو اُسکے حواس جمع ہوتے ہین اور کوئی بیہودہ گفتگو سے حواس پراگندہ کرنے والا نہین ہوتا تو وہ موجودہ چیزون سے باتین کرنے لگتا ہے یعنے ان مین غوص وفکر کرتا ہی پس سب سے اول اُسکی نظر اپنے اونٹ پر ہوگی جسپر سوار ہے اور اُسکی خلقت و خوبیون پر نظر کریگا اور اوپر نظر اُٹھاوے تو آسمان نظر آوے اور داہین بائین پہاڑ ہین اور اگر نظر جھکاوے تو تختۂ زمین بچھا ہوا ہی یہی مناسبت ہی کہ اونٹ اور آسمان و پہاڑ و زمین مین غوص وفکر کرنے کی ہدایت فرمائی اور دوسری وجہ یہ بھی ہی کہ تمام مخلوقات اللہ تعالے کی وحدانیت و قدرت پر بیشک دلیل ہین ولیکن وہ دو قسم ہین (ایک) وہ قسم جسمین نفس کی خواہش کو دخل ہی جیسے خوبصورتی اور باغ و سونا و چاندی وغیرہ کہ یہ چیزین حضرت خالق عزوجل کی قدرت پر دلیل ہین جبکہ نظر عبرت سے انکو دیکھے ولیکن کمتر ایسا ہوتا ہی کہ ان مین عبرت کی نظر ہو بلکہ نظر انھین چیزون پر جم جاتی ہی اور انکو چھوڑ کر انکے پیدا کرنے والے پر نہین جاتی ہی (قسم دوم) ایسی چیزین ہین جنمین خواہش نفس کو دخل نہین ہی جیسے اونٹ و آسمان و زمین و پہاڑ وغیرہ ہین کہ ان مین نفس بنظر خوبصورتی نہین دیکھتا بلکہ بنظر صنعت الٰہی و عجائب قدرت کے دیکھتا ہے عطاء رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے ان چیزون مین نظر کرنیکا حکم دیا کہ دیکھو کسی مین یہ طاقت ہی کہ اونٹ کے مانند یا آسمان یا پہاڑ یا زمین کے مانند پیدا کرے (السراج) عمدہ توجیہ یہی ہی کہ عرب ان چیزون مین نظر عبرت سے دیکھتے تھے ولیکن یہ عمدہ نکتہ ہے کہ خوبصورت چیزون کو اسلیے ذکر نہین فرمایا کہ یہان نفس اُنکی خواہش مین پڑ جاتا ہی شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے جو دیہاتی تھے جب اسلام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوے تو انھین چیزونکی قسم دلائی چنانچہ امام احمد رح نے ہاشم بن القاسم عن سلیمان عن ثابت عن انس رض روایت کی کہ ہم لوگون کو منع کر دیا گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال نہ کرین تو ہم کو یہ آرزو رہتی تھی کہ دیہاتی کوئی عاقل آدمی آکر آپ سے سوال کرے اور ہم لوگ سنتے ہون پس ایک دیہاتی آیا اور اُسنے کہا کہ ای محمد آپ کا بھیجا ہوا ایلچی ہمارے یہان آیا تھا وہ کہتا تھا کہ آپ کہتے ہین کہ آپکو اللہ تعالے نے رسول بنا کر بھیجا ہی آپ نے فرمایا کہ وہ سچ کہتا تھا - اُسنے کہا کہ آسمان کسنے پیدا کیا ہی آپنے فرمایا کہ اللہ تعالے نے اُسنے کہا کہ زمین کس نے پیدا فرمائی ہی آپ نے کہا کہ اللہ تعالے نے - اُسنے کہا کہ پھر اُسمین یہ پہاڑ کس نے قائم کیے اور اُن مین منافع موجود کسنے پیدا کیے آپنے فرمایا کہ اللہ تعالے نے اُسنے کہا کہ پھر مین آپکو اُسی کی قسم دیتا ہون کہ جسنے آسمان و زمین پیدا کیے اور پہاڑ قائم کیے کہ کیا اللہ تعالے نے آپکو رسول بنا کر بھیجا ہی آپنے کہا کہ ہان اُسنے کہا کہ آپکا ایلچی کہتا تھا کہ رات و دن مین ہمپر پانچ نمازین فرض ہین آپ نے فرمایا کہ وہ سچ

اللہ تعالے کی حسن تدبیر دکھلائی ہی چنانچہ اونٹ بٹھلا کر لادا جاتا ہی اور بھاری بوجھ لادے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوتا ہی اور دور دراز ملکون کو لیجاتا ہی پس اللہ تعالے نے اُسکا جثہ اونچا بنایا تو اُسمین یہ صفت رکھی کہ لادنے کے وقت بیٹھ جاتا ہی اور برخلاف دیگر چوپاؤن کے لدا ہوا اُٹھ بیٹھتا ہے اور اُسکو باوجود اس قوت کے ہر صغیر وکبیر کے واسطے مطیع بنادیا چنانچہ ایک لڑکا اُسکی مہار تھام کر جہان چاہے لے جاتا ہی اور اُسکی لمبی گردن سے بوجھ کے گٹھر رُکے رہتے ہین اور اللہ تعالے نے اُسکو خشکی کی کشتیان بنادیا اور پیاس سے اُسکو صبر دیدیا حتی کہ دس روز یا زیادہ تک بغیر پانی کے صبر کرتا ہی اور اسی لطف سے عرب کے ریگستانی بیابان جہان چار و پانی نہین ہی طے ہوتے ہین اور وہ جنگل کے کانٹے وغیرہ ہر چیز کو کھاتا ہی اور دوسرے چوپائے نہین کھاتے ہین۔ ابل اسم جمع ہی ولیکن واحد اسکا بعیر و ناقہ وجمل آتا ہی مبردؒ نے کہا کہ (الابل) بادل کے بھاری ٹکڑے ہین لیکن ثعلبیؒ نے کہا کہ مین نے اس قول کی کچھ اصلیت نہین پائی اور ائمہ علماء کی کتابون مین لغت یا تفسیر مین یہ معنے نہین آئے ماوردیؒ نے (الابل) مین دو وجہ لکھی ہین دونون وجہون مین سے زیادہ ظاہر یہ کہ اونٹ مراد ہین وجہ دوم یہ کہ بادل مراد ہین۔ اس صورت مین بادل کے عجائبات مقصود ہین کیونکہ اُسمین آیات قدرت ہین اور تمام خلق کے واسطے منفعت ہی اگر اونٹ مراد ہین تو سب جانورون سے زیادہ اسمین منافع ہین اسلیے کہ منافع چار قسم ہین: دودھ اور سواری اور گوشت پاک اور لادنا۔ یہ سب منافع اونٹ مین جمع ہین تو اس سے نعمت پوری اور ظہور قدرت تمام ہی (السراج) اصمعیؒ سے روایت ہی کہ جسنے (خلقت) بتشدید لام پڑھا تو اُسنے (الابل) سے بادل مراد لیا اور جسنے بدون تشدید پڑھا اُسنے اونٹ کے معنے لیے۔ ابو السعودؒ نے اونٹ کے منافع مین سے ایک یہ بات بیان کی کہ اچھی آواز سے اونٹ کو اثر ہوتا ہے باوجودیکہ اسکا جگر سخت ہی اور کسی حیوان مین یہ سب چیزین موجود نہین ہین (ف) اونٹ مین یہ مشہور خصلت ہی کہ اچھی آواز سے اسکو خوشی ہوتی ہی اور عرب کے اونٹ چلانے والے حُدی خوان (خوش آوازی سے گانے والے) ہوتے تھے اور حدیث مین بھی اسکی اصلیت ہی کیونکہ انجشہ رضی اللہ عنہ اُس اونٹ کی مہار تھامے تھا جسپر عورتین سوار تھین اور وہ خوش آوازی سے حُدی پڑھتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رویدک سوقا بالقواریر۔ یعنے شیشے کے نازک برتن جو شخص لادے ہو جسطرح وہ لے چلتا ہی اُس طرح آہستہ لے چل۔ ھ۔ (م) حسن بصریؒ سے کہا گیا کہ ہاتھی بہ نسبت اونٹ کے زیادہ عجیب ہے۔ حسنؒ نے فرمایا کہ عرب نے ہاتھی نہین دیکھا پھر نہ ہاتھی کا گوشت کھایا جاوے اور نہ اُسپر سواری ہو اور نہ دودھ دوہا جاوے (السراج) مین کہتا ہون کہ ہاتھی کی سواری تو مشہور ہی لیکن حیب خطیب رہنے آخر زمانہ مین اسکو نہ پہچانا کیونکہ وہ ہندوستان کا جانور ہی اور یہان سے متغلب بادشاہ اُسکو ممالک مغرب مین بہت لے گئے تو بھلا اول زمانے مین عرب کیونکر پہچانتے اور حق یہ ہے کہ ہاتھی مین وہ بات نہین ہی جو اونٹ مین موجود ہی۔ ہاتھی مین سوائے سونڈ کے کوئی بات عجیب نہین ہی اور فقہاء متاخرین مین سے ایک جماعت نے اسکو نجس العین خیال کیا واللہ تعالے اعلم (دوسری خلقت) قولہ تعالے وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ۔ اور آسمان کی طرف کہ وہ کیونکر بلند کیا گیا ہی ف یعنے کیونکر اللہ تعالے نے اس چھت کو زمین سے بے انتہا بلند فرمایا ہے وقد قال تعالے افلم ینظروا الی السماء فوقہم کیف بنینا ہا وزینا ہا ومالہا من فروج یعنے کیا اُنھون نے نظر اُٹھا کر اپنے اوپر آسمان کو نہین دیکھا کہ ہم نے اُسکو کس طرح بنایا ہی اور اُسکو زینت دی اور اسمین کیسے شگاف ہین۔ ھ (ابن کثیرؒ) وہ بغیر ستون کے قائم ہے اور اسقدر وسیع ہی اور سخت مضبوط ومحکم ہے اور اُس مین

لکھاکہ نہر ہاے علوم معرفت وغیرہ ہین (قولہ تعالے) فیہا سرر مرفوعۃ- اشارت ہی کہ اسمار الٰہیہ کے صفات سے متصف ہوکر مراتب عالیات مین پہونچے- واکواب موضوعۃ- یعنے اکواب ثابتہ ہین یہ اوصاف ذات مجردہ سے اپنے محل مین ثابت ہین (قولہ تعالی) ونمارق مصفوفۃ- یہ مقامات مراتب الصفات سے ہین کیونکہ ہر صفت کی تجلی مین ابتدا سے لیکر ملکہ راسخہ ہونے تک استقامت کے ساتھ جمے رہنے کا مقام ہے حتے کہ جب بندۂ عارف نے اپنی استعداد کے لائق اسکو پیدا کیا اور ملکہ راسخ ہوگیا تو تخت ثبات پر صف بستہ تکیے ہین- وزرابی مبثوثۃ- مقامات تجلیات افعال ہین جو صفات کے تحت مین ہین مثلاً رضا کے تحت مین توکل ہی (الشیخ ابن العربیؒ)

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ ۝ وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ ۝

بھلا کیا نہین نگاہ کرتے اونٹو نپر کیسے بنائے ہین اور آسمان پر کیسا بلند کیا ہے

وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ ۝ وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ ۝ فَذَکِّرْ اِنَّمَآ

اور پہاڑون پر کیسے کھڑے کیے ہین اور زمین پر کیسی صاف بچھائی ہے سو تو سمجھا تیرا کام

اَنْتَ مُذَکِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ ۝ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰی وَکَفَرَ ۝ فَیُعَذِّبُهُ

یہی ہے سمجھانا تو نہین انپر داروغہ مگر جسنے منھ موڑا اور منکر ہوا تو عذاب کریگا اسکو

اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَکْبَرَ ۝ اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَهُمْ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَهُمْ ۝

اللہ وہ بڑا عذاب بیشک ہم پاس ہے انکو پھر آنا پھر بیشک ہمارا ذمہ ہی اُنسے حساب لینا

خطیبؒ نے لکھاکہ جب اللہ تعالے نے جہنم وجنت کے حالات بیان فرمائے تو کافرون نے اس سے تعجب کیا اور انکار سے جھٹلایا تو اللہ تعالے نے انکو مخلوقات مین اپنی عظیم قدرت دیکھنے کی طرف توجہ دلائی بقولہ تعالے- اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ- کیا وہ نہین نگاہ کرتے ہین اونٹ کی طرف کہ وہ کیونکر پیدا کیا گیا ہی ف تقدیر کلام یہ بیان کی گئی کہ ہمزۂ استفہام واسطے ملامت کے ہے (فلا) مین فاء عطف ہی اور جملہ مقدر ہے ای اینکرون امر البعث والجزاء فی جہنم والجنۃ فما ذا یستبعدونہ افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت- یعنے کیا کافر لوگ بعث قیامت سے اور سزاے جہنم یا ثواب جنت پانے سے انکار کرتے ہین تو کیا چیز بعید جانتے ہین بھلا اونٹ کی طرف نظر نہین کرتے کہ کیونکر پیدا کیا گیا ہی- مراد یہ کہ ہوش کے ساتھ قدرت الٰہی دیکھنے کے لیے اونٹ کی خلقت پر نظر نہین ڈالتے ہین ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالے نظر عبرت کے لیے ارشاد فرماتا ہی تاکہ عظیم قدرت نظر آوے پس فرمایا- افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت اونٹ کی خلقت عجیب ہے اور اُسکے اعضا کی ترکیب غریب ہے کیونکہ اونٹ اپنی قوت مین سخت ہے باوجود اسکے ایک بچہ سے مطیع منقاد ہوجاتا ہی کہ وہ اُسپر بھاری بوجھ لادتا ہی اور اونٹ کا گوشت کھایا جاتا ہی اور اُسکے بالون کے کمبل بناتے ہین اور اُسکا دودھ پیتے ہین اور عرب مین اکثر کے پاس یہی اونٹ تھے اور وہ لوگ اسکے عجیب خوبیون سے زیادہ واقف تھے اور شریح رحمہ اللہ تعالے قاضی عادل وتابعی کبیر کہا کرتے کہ آؤ چلین اور اللہ تعالے کی قدرت اونٹ مین مطالعہ کرین (ابن کثیرؒ) خطیبؒ نے لکھاکہ قولہ تعالے افلا ینظرون الی تا الابل- کیون عبرت کی نظر سے اونٹ کو نہین دیکھتے ہین- تنبیہ فرمائی کہ اُسکی خلقت عجیب ہے اور بہت سی قدرتی باتین اسمین ایسی موجود ہین جو یہ چاہتے ہین بکر را ستفہام سے سوال کرو کیف خلقت وہ کیونکر پیدا کیا گیا یعنے عجیب خلقت کے ساتھ پیدا کیا گیا جو اللہ تعالے کی کمال قدرت کی دلیل ہی اور مخلوق ہین

ظاہری محسوسات سے بلند ہے تو اس ضرورت سے ان لوگون نے فقہ کو فقط محسوسات وافعال جوارح کے ساتھ خاص کیا اور اس مغالطہ وخلافیات سے صرف یہ غرض کہ مخالفین کو چپ کرے اور یہ خصائل مذمومہ پانچوین صدی کے قریب نکلے اور راہ اسلام مین فسادات کی جڑ قائم ہوئی اور حنفی وشافعی وغیرہ مین تعصب پیدا ہوا اور اتحاد واتفاق کی بنیاد منہدم ہوئی اور صرف زبانی لن ترانی کا نام دین اسلام رہگیا اسی وجہ سے علماء ربانیہ نے اسکی مذمت فرمائی ہو چنانچہ عین العلوم واشارات احیاء سے اسکی تفصیل کامل ہوسکتی ہو اور نیکبخت کے واسطے اس قدر کافی ہو واللہ تعالیٰ ہو الموفق (قولہ تعالیٰ) وجوہ یومئذ ناعمۃ لسعیہا راضیۃ الخ یہ اہل سعادت ہین انکے چہرون پر لطافت ونورانیت سے نضرۃ النعیم ظاہر ہوگی اور اپنی سعی سے راضی ہونگے یعنے جو سعی انھون نے راہ الٰہی مین نیکیان وفضائل حاصل کرنے مین اُٹھائی تھی (مثال) اگر فرض کرو کہ فلان ملک مین باغ پر بہار ونعمت بیشمار ہو اور مالک نے اُسکو مباح فرمایا کہ جو چاہے داخل ہو لوگون نے حرص کی کہ ضرور یہ سفر دراز طے کر کے اُسمین داخل ہون اور سب لوگ مجتمع ہوے جب اُس گھاٹی پر پہونچے جہان سے اُس ملک مین پہونچ جانے کی راہ اختیار کرین تو وہان بے شمار راہین نظر آئین اور ہر ایک راہ مین نظر کرنے سے معلوم ہوتا تھا کہ جو اس راہ چلے وہ ہر جگہ ہر منزل پر ناچ رنگ وبہار ومزہ پاوے گا اور ہر راہ مین جدا جدا مزہ ہین اور ایک راہ ان سب کے وسط مین ہو جسمین نگاہ کرو تو اُجاڑ اور دشوار گزار ہے اسکو سب نے دیکھا اور وحشت کھا کر کسی نے اسکو پسند نہ کیا اتنے مین ایک مرد صالح ہوا سے اترا جسکے نورانی چہرے سے آثار صلاحیت ظاہر تھے اور اُسنے کہا کہ مین اُس باغ مین ہو آیا ہون اور اُسنے بے شمار فضائل بیان فرمائے اور کہا کہ اُسمین پہونچنے کے واسطے یہی سیدھی راہ چلے جاؤ جو وسط مین ہو- اور وحشت نہ کھاؤ راہ یہی ہو لوگون نے کہا نہین بلکہ مالک نے ضرور وہانتک پہونچنے کے لیے یہی راہین رکھی ہونگی جن مین ہر چیز موجود ہے اور ہم اس شخص کے بہکانے مین نہ آوینگے ہر چند اُسنے سمجھایا کہ یہ راہین فتنہ انگیز نجاست آلود ہین انہین وہ لوگ ہین جو مالک باغ کے دشمن ہین کسی نے نہ مانا سوا چند لوگون کے کہ انھون نے مرد صالح کی اتباع کی- اُسنے فرمایا کہ دیکھو تم لوگ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ اور ہوشیار رہو کہ اس راہ سے دائین بائین گھاٹیان گئی ہین اور اُن راہون کے محاذی گزری ہین جن پر وہ لوگ گئے ہین اور انکی راہین جا کے ایک بیابان ہولناک مین ختم ہوئی ہین جسمین غار ہو اور سانپ بچھو وغیرہ ریگ تفتہ اور ہر درخت زہر دار ہے تم سیدھے چلو اور منحرف ہونا اگرچہ کچھ ہی ہو پس یہ لوگ سیدھے پہونچے اور باغ مین عیش کرنے لگے اور جو لوگ ٹیڑھی راہون مین چلے ہر چند زیادہ تیز چلے تو زیادہ گمراہ ہوے- یہی مثال ہو کہ دنیا مین ہزارون گمراہ ہین اور گمراہون مین جد وجہد سے کوشش کرنے والے ہین حالانکہ جسقدر زیادہ کوشش کرتے ہین اُسیقدر زیادہ لعنت وملامت مین گرفتار ہوتے ہین اور فلاح فقط اُس گروہ کو ہو جو پیغمبر الٰہی کی اتباع مین سیدھے چلے گئے اور اگر خوارج وروافض وغیرہ کی طرح ادھر اُدھر منحرف ہوے تو ٹیڑھے ہو گئے (قولہ تعالیٰ) لاتسمع فیہا لاغیۃ- لغو کا وہان نشان نہین ہو کیونکہ اہل جنت کا کلام فقہ حکمت و معرفت وتسبیح وحمد وثنا ہو مترجم کہتا ہے کہ وہان روحانی ظہور ہو اور جسم تابع ہے تو جسم کے واسطے جو سانس آتی ہو یہ نہین ہوگی اسیواسطے حدیث مین فرمایا کہ جنتیون کو تسبیح الہام ہوگی جیسے تم لوگ سانس خودبخود لیتے ہو (قولہ تعالیٰ) فیہا عین جاریۃ نفسانی لذات کے لیے نہرین پانی ودودھ وشراب وشہد وغیرہ کی ہین اور دودھ کی اصل علم کی نہر واسطے روح کے ہے شیخ رحمہ نے

متفرق بکثرت موجود ہین اور یہ سب پیدائشی ہین اور انکی خوبی قیاس سے باہر ہے بلکہ ایسے ہین کہ حضرت خالق عزوجل نے انکو پیدا فرمایا اور اپنے بندگان خاص کے لیے پسند کیا پس مخلوق کی کیا مجال ہے کہ انکو قیاس ہین لادے امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہان ہم حدیث اسامہ رضی اللہ عنہ ذکر کرین جو امام ابو داؤد کے بیٹے نے روایت فرمائی ہے قال ابوبکر بن ابی داؤد حدثنا عمرو بن عثمان حدثنا ابی عن محمد بن مہاجر عن الضحاک المعافری عن سلیمان بن موسی حدثنی کریب انہ سمع اسامہ بن زید قال الخ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار ہو کر سنو کہ کہے کوئی شخص جو جنت کے واسطے لنگ چڑھا کر آمادہ ہو۔ جنت کے واسطے حصر نہین ہے۔ قسم ہے رب کعبہ کی کہ جنت ایک نور ہے جگمگاتا اور ریحان ہی لہلہاتی ہوئی اور قصر محکم و نہر لبریز اور ثمر پختہ و زوجہ حسینہ جمیلہ اور لباس کثیرہ اور مقام دائمی دار السلام مین اور فواکہ و سبزہ و حبور و نعمت محل عالیہ رفیعہ خوبصورت خوش وضع صحابہ رضنے کہا کہ ہان یا رسول اللہ ہم لوگ اسکے لیے لنگ چڑھانے والے ہین آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ کہو لوگون نے انشاء اللہ تعالے کہا۔ رواہ ابن ماجہ عن العباس عن عثمان الدمشقی عن الولید بن مسلم عن محمد بن مہاجر ف شیخ ابن العربیؒ نے لکھا کہ قولہ تعالے ہل اتاک حدیث الغاشیہ۔ غاشیہ وہ آفت جو اپنی سختی مین سب کو گھیر لے اور وہ قیامت کبریٰ ہے کہ تجلی ذاتی کے نور سے ذات خلقت کو فنا کریگی اور اُس سے دو قسم کے لوگ نکل آوینگے نیکبخت اور بدبخت اور اسیطرح قیامت صغریٰ (موت) اپنی شدت سکرات سے حواس وعقل کو محیط ہوگی اور اس وقت مین بھی نیکبخت یا بدبخت دو ہی قسمین ظاہر ہونگی (قولہ تعالے) وجوہ یومئذ خاشعۃ عاملۃ ناصبۃ۔ بہت سے چہرے یعنے لوگ اُس روز ذلیل خوف زدہ ہونگے جو برابر اعمال شاقہ مین تکان اُٹھانے والے ہونگے جیسے جہنم کے پہاڑون پر چڑھنا اور گرایا جانا تصلی نارا حامیۃ۔ آثار طبیعت سے جلنے والی آگ مین داخل ہونگے جسکی تکلیف بموازنہ اُن اعمال کے ہوگی جو دنیا مین توحید الٰہی سے منحرف ہو کر اپنی خواہش کے مطابق عمل مین لائے تھے (قولہ تعالے) تسقی من عین آنیۃ۔ چشمۂ گرم سے پلائے جاوینگے اسمین (آنیۃ) سے انانیت کا جہل مرکب ہی۔ پس اعتقاد فاسد اور جہل مرکب کی سزا یہ جلتی آگ و گرم پانی ہی (قولہ تعالے) لیس لہم طعام الا من ضریع۔ دنیا مین یہ ایسے علوم ہین جن سے نفع نہین ہی جیسے علوم مغالطہ اور علم خلافیات اور سفسطہ اور جو اسکے قائم مقام ہو۔ اللہ تعالے نے فرمایا۔ لایسمن ولا یغنی من جوع۔ یعنے نہ اُس سے نفس کو قوت اور نہ خواہش کو سکون ہو۔ یہ ہوسکتا ہی کہ بعضے کفار ایسی صورت پر حشر ہون کہ انکی غذا شبرق ہو جیسے بعض کو زقوم ملیگا اور بعض کو غسلین ملیگا (الشیخ) واضح ہو کہ علم منطق تو چند قواعد کا نام ہے اور اسمین محققین کے نزدیک کچھ مضائقہ نہین ہے لیکن یہ علم نہین ہے اور ما سوا اسکے قواعد منطقیہ مین علوم فلسفیہ داخل کرنا جیسے علم باری تعالے کا مسئلہ اور موجہات کی بحث مین بطور اصل مسلم کے عقل اول کو واجب بالغیر قرار دینا وغیر ذلک تو یہ قبیح ہے پس خالص فلسفی اصول کو سیکھنا نہایت حرام قبیح ہی اور حق یہ ہی کہ قواعد منطقیہ سے بھی کمتر نفع ہوتا ہی اور بکثرت اوہام باطلہ جو محسوسات مین تشویش پیدا کرتے ہین گویا انسان کے واسطے مثالی فرضی اجناس و فصول بالکل مسلم ہین اور جو اس مین تشویش بالکل منقصر ہے اور دقائق لطائف و خلافیات کو متاخرین اصولیون نے نکالا تاکہ انکے ذریعہ سے ہر جمعرات کو وزراء سلاطین کے دربار مین حاضر ہو کر حنفی و شافعی مین مباحثہ قائم ہو اور امراء کے واسطے مشغلہ ہو اور چونکہ نیات صالحہ اور اسرار فقہیہ اور علوم قلبیہ دقائق و لطائف تھے اور وہ بحر بے پایان علوم فقہ سے ہے اور وہ

NMAT LIBRARY IAP

دنیا کو ملعونہ کیا ہے اور اسمین تم نے یہ صنائع دیکھیے تو عظمت الٰہی عزوجل کے ساتھ غور کرو کہ دار السلام جسکو اللہ تعالیٰ نے محل رضوان بنایا ہے اُسمین قدرت کے کیا صنائع ہونگے صفت ہفتم قولہ تعالےٰ۔ **وَاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ** اور اکواب موضوعہ ہین ف یعنے شراب پینے کے برتن موضوعہ یعنے مہیا رکھے ہوے ہین تاکہ جب جی چاہے تو ان ظروف مین لائی جاوے (ابن کثیرؒ) اکواب جمع کوب وہ آبخورہ جسمین ٹونٹی نہو یعنے جیسے گلاس بناتے ہین (موضوعہ) کے معنے مین وجوہ ہین (۱) موضوعہ رکھے ہوے یعنے یہ اکواب نہایت نفاست سے مہیا ہین۔ اگرچہ جنتی جس طرح کا ظرف اور جب چاہے اسی وقت اللہ تعالےٰ پیدا کر دیگا لیکن خوب معلوم ہے کہ یہ ظروف جنکو اللہ تعالےٰ نے مہیا فرمایا ہے بھلا ان سے بہتر کس مخلوق کی مجال ہو کہ تصور مین لاوے (۲) موضوعہ کے یہ معنے کہ نہرہاے خوشگوار کے کنارے رکھے ہوے ہین۔ جب جی چاہے تو فورًا ظرف خود تیار ہو جاوے مترجم کہتا ہو کہ نہر کی خوبیون مین آیا ہے کہ کنارے جواہرات کے اور مٹی مشک کی۔ پس اُسکے کنارے یہ اکواب نہایت خوشنما مثل ستارون کے چمکتے ہونگے اور جب کلیہ اصول بتلا دیا گیا تو لبِ انہار خوبصورتی ضرور ہے (۳) موضوعہ یعنے انکے حضور مین رکھے ہین (۴) موضوعہ یعنے مقدر ہین جسقدر جسکی خواہش ہے اُسی قدر خود بخود قدرت سے موجود ہو گئے تاکہ لبالب خوشگوار ظاہر و باطن ہموار ہو مانند قولہ تعالےٰ **قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا**۔ چنانچہ سورۃ الدہر مین گزر چکا صفت ہشتم قولہ تعالےٰ۔ **وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ**۔ اور نمارق مصفوفہ ہین ف۔ نمارق جمع نمرقہ یعنے وسادہ یعنے تکیہ۔ ابن عباس رضؓ نے کہا کہ نمارق وسائد (تکیے) ہین یہی عکرمہ و قتادہ و ضحاک و سدی و ثوری وغیرہم نے بیان کیا (ابن کثیرؒ) **واحدیؒ** نے کہا کہ یہی سب مفسرین کا قول ہی۔ ف۔ نمارق کا واحد نمرقہ ہے اسکو بضم النون والراء پڑھتے ہین اور بالکسر بھی پڑھتے ہین یہ لغت عرب مین چھوٹے تکیہ کا نام ہے (مصفوفہ) یعنے صف بصف یعنے ایک کے پہلو مین دوسرا ہے (السراج) یہ دہان کی خوبصورت زینت ہے۔ م۔ صفت نہم قولہ تعالےٰ۔ **وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ**۔ اور زرابی مبثوثہ ہین ف زرابی جمع زربیہ۔ نہایت نفیس بستر و فرش جسپر فخر کیا جاوے اور ابن عباس رضؓ نے کہا کہ وہ نہالی جسکے کنارے ہون (مبثوثہ) کی تفسیر مین قتادہؒ نے کہا یعنے کھنچی ہوئی بچھی ہین۔ عکرمہؒ نے کہا یعنے بعض کے اوپر بعض ہین اقول گویا یہ مراد لی کہ نرم و گدگدے فروش ہین **فراءؒ** نے کہا کہ (مبثوثہ) چھٹکے ہوے یعنے بکثرت ہین **قتیبیؒ** نے کہا یعنے مجالس مین متفرق ہین) یعنے ہر جگہ جہان مجلس کا قصد و مقام ہو وہان وہان یہ فروش کثیرہ متفرق ہین **قرطبیؒ** نے کہا کہ یہی تفسیر اصح ہے اور خلاصہ یہ کہ ہر جنتی کے واسطے دو ہزار برس کی راہ تک مملکت ہے اور سب بالکل خوشگوار معمور آباد ہی اور اسمین جنتی کے لیے ہزارون جگہ مجلس کے واسطے ہین تو فروش اس کثرت سے ہین کہ ہر مجلس کے واسطے یہ سامان موجود ہے (م و سراج) ابن عباس رضؓ نے کہا کہ زرابی۔ بساط ہین یعنے بچھونے و نہالی و قالین و فروش۔ یہ تو دنیا مین زرابی کا اطلاق ہی اور جنت مین اللہ تعالےٰ کے علم مین ہی کہ زرابی کیسے کیسے نفائس ہین ولیکن عربی زبان کی تفسیر سے یہ معلوم ہو گیا کہ مراد اس سے بچھانے کی چیزین ہین اور رہی نفاست اور وضع و خوبی وغیرہ تو وہ قیاس سے باہر ہے اور اکثر کے قول مین زرابی سے فروش مراد ہین۔ مبثوثہ کے یہ معنے کہ یہان اور وہان یعنے جہان جہان بیٹھنا منظور ہو ہر مجلس مین مبثوث

نیچے سے نکلتی ہین مترجم کہتا ہے کہ ان جنتی پہاڑون کو دنیاوی پتھرون پر قیاس کرنا بے عقلی ہے۔ یہ پتھر تو جہنم مین ڈالے
جاوینگے جن پر کفار عیش و فرحت مین چڑھتے اترتے ہین اور جہنم مین آتشی پہاڑ ہین ولیکن جنت کے پہاڑ مثل جنت کے
نہایت نفیس ہین اور جب یہ نہرین انسے نکلتی ہین تو انکی خوشبو و لطافت بے مثل ہے ولیکن جہنمی اسپر یقین نہین لاتا ہے
اسی وجہ سے محروم رہیگا **صفت ششم** فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ۔ جنت مین تخت ہاے بلند ہین ف یہان بھی
بلندی دونون طرح ہے چنانچہ **شیخ ابن کثیرؒ** نے اشارہ کیا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ جنت مین جنتی ولی اللہ کے واسطے شاہانہ
تخت ہین جو اپنی خوبی و نفاست مین بلند قدر ہین کیونکہ حواس انکی خوبی تک نہین پہونچ سکتے ہین اور وضع خلقت مین بھی
بلند ہین اُن پر حور العین یعنے اُسکی زوجات بیٹھی ہین۔ علماء نے کہا کہ جب اللہ تعالے کا بندہ اُسپر بیٹھنا چاہیگا تو وہ اُسکے
واسطے بسر و چشم تواضع کرکے جھک جاوینگے (ابن کثیرؒ) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ان تختونکے تختے سونے کے زبرجد
و موتی و یاقوت سے جڑاؤ ہین اور آسمان کی جانب بلند ہین جب تک اُن پر بیٹھنے والا نہین آتا پھر جب جنتی ان پر بیٹھنا
چاہیگا تو اسکے لیے تواضع کرکے جھک جاوینگے اور جب وہ بیٹھ جاوے گا تو بدستور بلند ہوجاوینگے مترجم کہتا ہے کہ انکی
خوبی اسلیے حواس سے باہر ہے کہ دنیا مین اُنکی نظیر ممکن نہین ہے کیونکہ یہان جو تخت ہو وہ کاریگری سے ساخت ہوگا
اور جنتی تخت اللہ تعالے نے قدرت کاملہ سے پیدا فرمائے ہین یہان سونا و موتی وغیرہ سب اسی تودۂ خاک یعنے زمین
کی پیداوار ہے اور وہان ایک موتی اس کرۂ زمین کے برابر ہے پھر بھلا حواس کیا کام کرین۔ اور واضح ہو کہ اللہ تعالے نے اپنی
رحمت سے جس بندے کو جنت عطا فرمائی وہ وہان حقیقی بادشاہ ہے اُسکے ارادہ پر وہان سب چیزین چلتی ہین اگر وہ چاہے
کہ یہ تخت پست ہوجاوے تو اسیطرح بن جاوے ولیکن اسنے اپنی خوشی سے اسیطرح رکھا اور حاصل یہ کہ دنیا مین اگر بادشاہ
ان چھوٹی چیزون سے تخت بناتا ہے تو اُسمین اور تخت مین کچھ بھی شاہی کا لحاظ نہین ہے بلکہ اوٹلے دار سیڑھی کے ذریعہ سے
چڑھتا ہے اور اگر گرے تو ہلاک ہوجاوے برخلاف اہل جنت کے کہ اُنکے لیے بادشاہت ہے حتی کہ جب وہ اپنے تخت پر
بیٹھنے کا قصد کرین تو تخت فوراً سرنگون ہوکر اُنکے قدم لیگا اور بیٹھنے کے بعد بدستور بلند ہوجائیگا اور جب اترنے کا
قصد کرین فوراً ادب سے پست ہوجاوے اور جس طرف چاہین گھوم جاوے چنانچہ روایت ہے کہ جب جنتی
اپنے دوستون کی ملاقات کا قصد فرماویگا تو تخت روان ہوگا اور راہ مین جنت کے درختون کی شاخین سلام کرنے کو فوراً
دائین بائین ہٹتی جاوینگی حتی کہ وہ دوست کے پاس پہونچے اور دونون اپنے تخت پر محاذی بیٹھکر باتین کرینگے اور
اگر بہت سے دوست جمع ہون تو سب اسیطرح روبرو ہونگے اور جب رخصت ہون تو تخت اُلٹے قدم چلیگا یعنے کسی
کی پیٹھ دوسرے کے منھ کی جانب نہونے پاوے اور اس شاہانہ تخت کی آرائش مین جو صنائع قدرت ہین وہ سب قدرت
کاملہ نے ایجاد فرمائے ہین ساختہ نہین ہین۔ الحق کہ درحقیقت جنت ہی وہ مقام ہے جسکو خالق عزّ وجل نے مظہر رحمت
فرمایا اور دنیا اُسکے آگے اس قدر ذلیل ہے کہ مچھر کے پر برابر اسکی قدر نہین ہے۔ اب تم ہوش مین آؤ اور حق سبحانہ تعالے کی قدرت
کاملہ کا نمونہ اس دنیا کی چیزون مین دیکھو اور اس آسمان و زمین کے عجائب مین غور کرو تاکہ تم کو معلوم ہو کہ اس ذلیل بے قدر دنیا
مین جب خسرو پرویز کا تخت طاؤسی عجیب غریب قصہ ہے اور تمام دنیا کی حقیقت مچھر کے پر برابر نہین ہے اور اللہ تعالے نے

ہو لیکن ادراک سے عاجز ہے اور ہم بندے اپنے رب ارحم الراحمین سے امیدوار ہین کہ ہم پر رحم فرما کر اپنے دار کرامت جنت عالیہ مین وطن مین پہونچاوے آمین یا ارحم الراحمین اور جنت کی **صفت چہارم** یہ کہ - لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً - یہ وجوہ اُسمین لاغیہ نہین سنینگے **ف** قتادہؒ سے روایت ہو کہ لاغیہ - لغو بیہودہ سے مراد یہ کہ کذب و بہتان و کفر کا کلمہ وہان سننے مین نہ آویگا مجاہدؒ سے روایت ہو کہ بدگوئی نہین سنینگے فراء و کلبیؒ سے روایت ہو کہ جھوٹی و لغو قسم نہین سنینگے فراءؒ سے دوسری روایت یہ کہ اہل جنت کے کلام مین کوئی ایسا کلمہ سننے مین نہ آویگا جو لغو ہو یعنے بیکار و بے فائدہ ہو کیونکہ انکا کلام عین حکمت ہوگا اور اللہ تعالے کا شکر و حمد و ثنا کرینگے کہ اُسنے انکو اپنی رحمت سے اس منزلت عالیہ مین وطن دیا ابن کثیرؒ نے کہا قولہ تعالے لایسمعون فیہا لغوا الا سلاما - یعنے جنت مین لغو نہین سنینگے ولیکن سلام سنینگے وقولہ تعالے لا لغو فیہا ولا تاثیم - اسمین لغو نہین اور نہ گنہگار کرنیوالی بات ہو - ھ - (ع) اور ابن عباسؓ نے کہا یعنے جنت مین نہ دکھ دینے والی بات ہو اور نہ بیہودہ کلمہ ہو واضح ہو کہ کلام ابن عباسؓ کی توضیح کلام فراءؒ ہو اسکو ابن کثیرؒ نے لیا ہو اور یہی سب اقوال مین سے عمدہ ہو اور یہی نظم کلام سے ظاہر ہے اسلیے کہ نکرہ کی نفی عام ہے تو کوئی کلمہ کسی قسم کا جو لغو ہو نہین سنا جاویگا اسمین جھوٹی قسم وغیرہ کی تخصیص نہین ہو اور شاید حضرت قتادہ و مجاہد وغیرہ سے جو کچھ روایت کیا گیا وہ بطور مثال کے ہوگا **صفت پنجم** قولہ تعالے - فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ - اُسمین چشمہ جاری ہو **ف** یعنے جنت عالیہ جسمین لغو کا وجود نہین ہو اسمین پینے کے واسطے چشمہ جاری ہو قفالؒ نے کہا کہ چشمہ شراب زمین پر بدون کھدے ہوے نہر کے اس صفت کے ساتھ ہے کہ جدھر اور جہان انکو منظور ہو جاری ہو جاوے یعنے ایک قطرہ اُسمین سے کسی طرف نہین بہیگا کلبیؒ نے کہا کہ مجھے یہ نہین معلوم کہ چشمہ شراب ہے یا پانی ہے - مین کہتا ہون کہ سورۃ الدہر مین معلوم ہوا کہ تعداد مین فقط ایک نہ ہوگا بلکہ متعدد ہین لہذا زمخشری نے کہا کہ مراد بکثرت بے شمار چشمہ ہین جیسے قولہ تعالے علمت نفس ما احضرت - جان لیا نفس نے جو کچھ اُسنے حاضر کیا - ھ - یہان کل نفوس مراد ہین کیونکہ ہر نفس کو خود معلوم ہوجائیگا کہ اُسنے کیا اعمال حاضر کیے ہین تو (نفس) بلفظ واحد یہان جنس بے شمار ہے اسی طرح یہان بھی (عین) بے شمار کثرت کے ساتھ مراد ہین - اگر کہو کہ چشمہ و نہر تو جاری ہوا کرتا ہے پھر (جاریہ) بیان کرنے کی کیا حاجت تھی (جواب) یہ جاری ہونا عجیب خوبی کے ساتھ ہے کہ کبھی اُسمین یہ صفت ناقص نہو گی جیسے دنیاوی نہرین و دریا کبھی خشک ہوجاتے ہین علاوہ اسکے جاری ہونا اہل جنت کے اختیار مین ہوگا جہان چاہین جاری ہو اور اگر کسی نہر کو چاہین کہ یہان سے ہٹ کر وہان جاری ہو تو فوراً یہی ہوگا اور جاری ہونے کی عجیب خوبی یہ کہ بدون غار کے روان ہوگا اور نہایت مستوی و ہموار کہ کہین ایک قطرہ ادھر اُدھر نہین ہو سکتا اور ہمیشہ لبالب رہیگا چاہے جسقدر اسمین سے لے لیا جاوے اور لطافت اس کی پیدایشی خلقت کی تو وہ عقل سے باہر ہے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قولہ تعالے فیہا عین جاریہ (عینٌ) نکرہ ہو جو بکلام اثبات آیا ہو ولیکن اس سے ایک نہر مراد نہین ہو بلکہ جنس ہے یعنے یہ جنس وہان جاری ہو - قال ابن ابی حاتم قری علی الربیع بن سلیمان حدثنا اسد بن موسی حدثنا ثوبانؓ عطا ابن قرہ عن عبید اللہ بن ضمرہ عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہار الجنۃ تفجر من تحت تلال او من تحت جبال المسک - یعنے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی نہرین تودہ ہاے مشک کے نیچے سے نکلتی ہین یا فرمایا کہ مشک کے پہاڑون کے

واسطے راضی ہونگے ف یعنے دنیا مین جو اعمال کیے تھے اُس سے راضی ہونگے یہ سفیان الثوری رح نے بیان کیا (ع) اسوجہ سے کہ ان لوگون نے اپنے اعمال کے واسطے وہ ثواب عظیم پایا جو اُنکے قیاس مین بھی نہ تھا۔ اسی جہت سے ان اعمال سے راضی ہونا ارشاد فرمایا یعنے یہ نہین فرمایا کہ اپنے اعمال کے واسطے جو ثواب دیلے گئے اُس سے راضی ہونگے اسلیے کہ یہ ثواب تو ایسا عظیم الشان ہی کہ کسیکو شبہہ نہین کہ کس قدر فرحت وخوشی ہوگی کہ پھولے نہین سماتے ہونگے لیکن دیکھینگے کہ یہ ثواب عظیم اُن اعمال حقیرہ کی قبولیت پر ہی جو دنیا مین کیے تھے تو اُن اعمال کو پسندیدہ نظر سے دیکھین گے اور ایک جماعت محققین نے کہا کہ اعمال ہی نعمت جنت ہین ولیکن بعض اعمال خود نہین بلکہ جزاء مثل مزید ہین جیسے کسی عورت نے حیض کا مسئلہ سیکھا تاکہ حکم الٰہی مین قصور نہو تو اسکا ثواب ملیگا اور اسی طرح سکھلانے والے کو بھی ثواب ملیگا۔ اور بعض اعمال کا ثواب بڑھتا جاتا ہی اسیواسطے (لسعیہا) فرمایا کہ اُسکی سعی مین سب اعمال داخل ہوگئے۔ پھر یہ سب نعمت و رضامندی و فرحت وسرور انکو کہان حاصل ہوگا۔ اسکے لیے **صفت** سوم ارشاد فرمائی۔ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ۔ جنت عالیہ مین ف یعنے جہنمیون کے برخلاف ان بندون کو جنت مین مسکن دیا گیا اور جنت کے اوصاف بیان فرمائے (اول) عالیہ۔ یہ جنت بلند ہی۔ بلندی دو طرح ہے ایک تو مکان مرتفع بالا ہی اور اسکے برعکس جہنم نہایت پست وذلیل واقع ہوئی ہی اور دنیا مین کافرون کی کثرت سے اُسمین بہت کشمکش ہوگی اور برخلاف اُسکے جنت محل وسیع مرتفع فراخ ہی دوم عالیہ بمعنی قدر بلند ہے کیونکہ اُسکی خوبی ومنزلت دنیاوی حواس کے قیاس سے بلند ہی حتی کہ کفار ومشرکین ونیچر اُسکی صفت کے سمجھنے سے عاری ہین اور حق یہ ہی کہ بدون عقل نورانی کے آخرت کی کچھ بھی خوبی سمجھ مین نہین آسکتی ہی سوائے اسکے کہ جب اسمین بے انتہا خوبی ہی اور اُسکے ساتھ یہ صفت موجود ہی کہ جو کچھ جی چاہے وہ فوراً موجود ہو جائے تو ابتدائی حالت پر بندے نے رغبت سے جو کچھ قیاس دوڑایا وہ غلط نہین ہی یعنے جہانتک اُسکے قیاس مین زیادہ آوے وہ جنت مین بہت حقیر ہی اگر وہ اسکو چاہے تو موجود ہے ولیکن بعد اسلام کے جب اُسنے خوبی سے راہ حق مین عمل کیا اور عقل نورانی حاصل ہوگئی تو وہ اپنے قیاس کو چھوڑکر بلند ہوگا لیکن حق یہ کہ جہانتک چاہے بلند ہو اس عقل نورانی سے جو اسکو حاصل ہوئی ہی جنت بہت عالی ہی ہان فرق یہ ہوا کہ پہلے وہ قیاس مین خبط تھا اور اب عقل سے کچھ خوبی سمجھنے لگا ہی۔ وجہ یہ ہے کہ جنت ظہور رحمت حضرت ذوالجلال عزوجل ہے اور کسی عقل مین یہ مجال نہین ہے کہ اس صفت پاک تک رسائی ہو۔ حدیث صحیح مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسے شخص کا حال جو سب سے آخر مین جہنم سے نکالا جاویگا۔ یہ حدیث لطائف اسرار کے ساتھ طویل ہی اور آخر مین ہی کہ حضرت ارحم الراحمین اُس سے فرماویگا کہ ای فرزند آدم ع تو بڑا غدار ہی اچھا جا کر جنت مین داخل ہو۔ یہ شخص خوشی کے ساتھ جنت کے دروازے پہونچیگا تو وہان اسکو ایسا معلوم ہوگا کہ جنت بالکل بھری ہی اُسمین کہین اُس شخص کے واسطے گنجائش نہین ہی وہ پھر حضور مین عرض کریگا ارشاد ہوگا کہ اپنی تمنا بیان کر کیا چاہتا ہے آخر وہ اپنی تمام آرزو یہ بیان کریگا کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی تھی اور جب تک ختم ہوئی جو کچھ اُسمین اول سے آخر تک تھا وہ سب مجھے ملے ارشاد ہوگا کہ ارے پست ہمت جا یہ سب تیرے واسطے ہی اور اس سے دس گونہ ہی۔ دیکھو اس بندۂ خدا کے قیاس نے اُس وقت رسائی نہ کی ولیکن جو کچھ اُسکے مقدر مین تھا وہ ہوا پس واللہ قیاس وحواس کی مجال نہین ہی کہ جنت عالیہ کو تصور کر سکین۔ البتہ عقل نورانی کچھ عجیب خوبی سمجھتی

یہ دیکھتا ہے کہ بادشاہ نے فلان کو ہزار روپیہ دیا تو دل مین قطعاً سمجھتا ہو کہ اللہ تعالے نے چاہا تو اس بادشاہ کے دل کو اس دینے پر مصروف کیا اور فائدہ یہ ہو کہ اگر بادشاہ نے خالص عدل شرع کے موافق یہ مال دیا ہو تو اُسکے واسطے ثواب لکھا گیا اور زید نے اگر حق طور سے لیا ہو تو اُسکو حلال ہو اور اسپر اللہ تعالے کا حقیقی شکر واجب ہو اور بادشاہ کا ظاہری شکریہ ادا کرے اور اسمین بہت دراز تفصیل ہو اسی طرح اللہ تعالے کے پاک نامون کو یاد کرے اور انھین سے اللہ تعالے کی الوہیت پہچانے کہ وہی دینے والا ہو اور وہی منع کرنے والا ہو وہی رازق ہو وہی منعم ہو اسی طرح سب اسماء پاک پر یقین لاوے اور مخلوقات کو اللہ تعالے کے قبضۂ قدرت مین جانے جیسا کہ حدیث صحاح مین ہو کہ قلوب اللہ تعالے کی دو انگلیون کے بیچ مین ہین جدھر چاہتا ہو پھیرتا ہو اور دوسری حدیث مین ہے کہ قلوب اللہ تعالے کی قدرت مین اسطرح ہین جیسے جنگل مین ایک پر پڑا ہوتا ہو اُسکو ہوا ہر طرف اڑاتی پھرتی ہو الغرض جب اُسنے اللہ تعالے کی الوہیت پر یقین کیا اور جہالت کے اوہام و خیالات چھوڑے اور ایمان و وحدانیت پر ٹھیک ہوا تو اُسنے اللہ تعالے ہی کے واسطے گردن جھکائی اور اب خالص اللہ تعالے کی رضامندی کی نیت سے کام کرے تاکہ قبول ہو اگرچہ وہ عمل قلیل ہو اب ان جاہلون سے پوچھا جاتا ہو کہ تمھاری کیا مراد ہو اگر یہ مطلب ہو کہ جو کوئی اسطرح اللہ تعالے پر ایمان لایا اور کلمۂ توحید حق کہا اور عمل کیا تو اللہ تعالے کا بندہ محبوب ہے۔ یہ صحیح ہے اور اگر تمھاری یہ مراد ہو کہ خدا اسکو مانتے ہو جسکی طرف سے ان بتونکی پوجا ہو یا مسیح اُسکا بیٹا ہو تو یہ شرک قبیح ہو اور اس کلمۂ قبیح کو جس قدر زیادہ کہے اُسی قدر عذاب عظیم اور وبال ہو اور اگر جوگی کو ہمزادی قوت سے کچھ دنیاوی حالات مانند مسمریزم کے معلوم ہوے تو یہ خوبی و کمال نہین بلکہ استدراج و وبال ہو اور آخرت مین یہ وجوہ عاملہ ناصبہ جہنم مین داخل کیے جاوینگے نعوذ باللہ من ذلک یہ سب ایسے وجوہ اہل کفر و شرک کا حال تھا جو اللہ تعالے کی وحدانیت سے گمراہ تھے پھر اہل توحید کا حال فرمایا بقولہ تعالے

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۙ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً

کتنے منھ اُس دن آسودہ ہین اپنی کمائی سے راضی اونچے باغ مین نہین سنتے اُسمین بکنا

فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۘ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۙ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۙ وَّنَمَارِقُ

اُسمین ایک چشمہ ہے بہتا اُسمین تخت ہین اونچے بچھے اور آبخورے دھرے اور غالیچے

مَصْفُوْفَةٌ ۙ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۭ

قطار پڑے اور مخمل کے نہالچے کھنڈے

شیخ ابن کثیر رح وغیرہ نے لکھا کہ اشقیاء اہل جہنم کا حال بیان کرنے کے بعد اہل سعادت کا حال بیان فرمایا اور اُن کے واسطے متعدد اوصاف حمیدہ ذکر فرمائے بقولہ تعالے۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ۔ کچھ چہرے یعنے مومنین بندے اُس روز یعنے قیامت کے روز جب غاشیہ قائم ہوگی تو اہل سعادت و کرامت ہونگے اُن پر اللہ تعالے نے رحمت کاملہ فرمائی ہو حتے کہ رب عزوجل نے اُنکے اوصاف بیان فرمائے صفت اول۔ نَاعِمَةٌ۔ نعمت اُنپر ظاہر ہوگی (ابن کثیر رح) تازگی و حسن انپر ظاہر ہوگا لقولہ تعالے تعرف فی وجوہہم نضرۃ النعیم۔ یعنے تو ان بندون کے چہرون پر نعیم عیش کی تازگی و حسن دیکھیگا۔ مد۔ یا۔ ناعمۃ اے متنعمۃ یعنے خوش ہونگے صفت دوم لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ۔ اپنی سعی کے

قرآن مین ثابت ہی کہ وہ جہنم کی جڑ سے اُگا ہی اور روایت مین آیا کہ اُسکی شاخین تمام درکات جہنم مین ہین - گویا یہ برخلاف طوبی کے ہی کیونکہ طوبی کی خوشگوار شاخین تمام جنت مین ہین تو جہنمیون نے اُسکے عوض مین زقوم پایا ہے اور اس صورت مین یہ تاویل عمدہ ہی کہ جہنمیون کو بعض اوقات مین زقوم اور بعض اوقات غسلین یا ضریع دیا جائیگا جو کسی طرح مانع نہین ہے اسیواسطے فرمایا لایسمن ولایغنی من جوع - مفسرین نے کہا کہ جب یہ آیت اُتری لیس لہم طعام الا من ضریع - تو کافرون نے کہا کہ ضریع سے ہمارے اونٹ موٹے ہوتے ہین یعنے اس سے انکار کیا - تو نازل ہوا کہ لایسمن ولایغنی من جوع (کذا فی الفتح) ظاہر یہ ہی کہ روایت ضعیف ہی اور شاید مشرکون نے مکر سے جھوٹ کہا ہو کہ ضریع سے اونٹ موٹے ہوتے ہین کیونکہ اونٹ اس درخت کے پاس بھی نہین جاتا کیونکہ اگر دھوکے مین اسکو کھا گیا تو اُسکا بدن خراب ہو جاتا ہی اور روز بروز دبلا ہو کر آخر مر جاتا ہی شیخ ابو السعود رح نے کہا کہ تحقیق یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جہنمیون کی بھوک پیاس ایسی نہین ہی جیسے دنیا مین معہود ہی کہ طبیعت ایک حالت مین کھانے پانی کی خواہش کرتی ہی اور کھانے پانی سے لذت پاتا ہی اور جب پیٹ بھر جاتا ہے تو بے پروا ہو جاتا ہی اور ہضم سے قوت و طاقت آتی ہی تو یہ وجہ جہنمیون کی بھوک پیاس مین نہین ہوگی بلکہ اُنکے پیٹ مین آگ لگے گی اور آنتین جلینگی تو خواہش کرینگے کہ کوئی بھاری چیز اُسمین پڑے اسیطرح اُنکی پیاس بھی اُسوقت ہوگی کہ جب ضریع سے پیٹ بھرے تو وہ خود آگ و زہر ہے تو اُسکی جلن سے پیاس کی خواہش کرینگے تاکہ وہ کسی طرح بجھ جاوے اور حدیث مین آیا ہے کہ اللہ تعالے جہنمیون پر بھوک و پیاس مسلط کریگا - تو اسکے بھی یہی معنے ہین رہ - مترجم کہتا ہی کہ شیخ رح کی تحقیق مین مجھے تامل ہی ولیکن ظاہر حدیث پر اعتماد ہی چونکہ دنیا مین کفر کے ساتھ اللہ تعالے کی نعمتین کھاتے تھے اور فقیر محتاج کو نہین پوچھتے تھے بلکہ طعنے سے کہتے کہ انطعم من لویشاء اللہ اطعمہ الآیہ - کیون ہم ایسے شخص کو کھلاوین کہ اگر خدائے تعالے کو منظور ہوتا تو اُسکو کھلاتا - ھ - ولایحض علی طعام المسکین - مسکین کے کھانے پر نہین اُبھارتا - ھ - پس اسکا عوض یہ ہے کہ وہان بھوک کی شدت سے کلفت اُٹھاوین اور زقوم و ضریع وغیرہ نگلین جیسے یہان دنیا مین اونٹ ذبح کرتے اور سب ملکر کباب لگاتے اور شراب پیتے اور مسکینون کے حق مین یہ کہتے کہ اونٹ کا خون جو گرا ہی وہ بالون سے لپیٹ کر کھاوین - اور واضح ہو کہ شیخ رح نے ان لوگون کی بھوک و پیاس سے گویا انکار کیا حالانکہ جہنمی قیامت مین اسی جسم کے ساتھ جاوینگے اور جو کھاوینگے وہ انکی مقعد سے نکل جاوے گا پس کوئی وجہ انکار کی نہین ہی اور وہان لذت و تکلیف ہر ایک چیز خلقی ہی اور دنیا کی بہ نسبت بہت قوی ہی (تنبیہ) اس زمانہ مین بہت جاہل ایسے ہین کہ جب کسی فرقے مین کسی شخص کو دیکھتے ہین کہ وہ جوگ کے بھیس مین ہی تو اُسکے معتقد ہو جاتے ہین اور کہتے ہین کہ جو خدا کو مانے وہ اسکو پاوے چاہے ہندو ہو یا نصرانی ہو یا مسلمان ہو ہمارا تو یہی اعتقاد ہے - یہ لوگ جاہل ہین اور بات یہ ہے کہ جو کوئی خدا کو مانے وہ ضرور حق پر ہے اور وہ بیشک اللہ تعالے کے نزدیک مقبول بندہ ہے لیکن یہ دیکھو کہ وہ خدا کو مانتا ہی یا نہین مانتا ہی خدائے تعالے کو ماننے والا وہ بندہ ہے جو اُسکے واسطے الوہیت مانے اور اُسی کی خدائی جانے اور یہ جبھی ممکن ہی کہ محمد رسول اللہ کو مانے اور بدون اسکے محال ہی اور جس نادان نے یہ خیال کیا کہ سوائے نبوت کے دوسری طرح اللہ تعالے کو پہچان سکتا ہے تو اُسنے غلط کیا اور جسنے کسی غیر کو نفع و ضرر پہونچانے والا مان لیا اسطرح کہ اگر وہ چاہے تو ہم کو یہ چیز دیدے یا ضرر دور کردے تو یہ شخص اللہ تعالے کی الوہیت پر ایمان نہین لایا ہی اور جو ایمان لایا وہ اگر دنیا مین

جاتا ہی تو پیکر ہیولانی یعنے ہمزاد ظاہر ہوتا ہے اور اپنی نظر سے دور دور کی چیزین دیکھتا ہے اسکو یہ کفار اپنے نزدیک کمال جانتے ہین حالانکہ استدراج ہے اور حضرت شیخ قدس سرہ نے مطالب رشیدی مین اسکو واضح بیان فرمایا ہے۔ پھر جب قیامت مین جاوینگے تو اُنکے اعمال قبیح انپر وبال ہونگے بلکہ مرتے ہی انکے اعمال قبیحہ انکے پاس آوینگے اور خطیب رح نے لکھا کہ اسی قسم مین خوارج بھی ہین جنکے حق مین آنحضرت صلعم نے بیان کیا کہ مسلمانون مین پھوٹ پڑنے کے وقت یہ لوگ نکلینگے تم لوگ انکی نماز کے آگے اپنی نماز کو حقیر سمجھوگے اور انکے روزے کے آگے اپنے روزہ کو حقیر سمجھوگے وہ دین سے اس طرح نکل جاوینگے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہی۔ ھ۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ روافض بھی بدرجہ اولی اسمین داخل ہین اور صواعق وغیرہ مین روایت ہے کہ ایک فرقہ پیدا ہو گا کہ انکو رافضہ کہینگے تم انکو قتل کرو کہ وہ مشرک ہین۔ تصلی ابوعمرو اور شعبہ کی قرارت مین بضم ہے اور باقیون کی قرارت مین بالفتح ہے اور مطلب واحد ہی۔ یعنے یہ وجوہ داخل کیے جاوینگے نار سخت حرارت مین خطیب رح نے کہا کہ حدیث مین ہی کہ جہنم کی آگ ہزار برس پھونکی گئی تو سرخ ہوئی پھر ہزار برس پھونکی گئی تو سپید ہوئی پھر ہزار برس پھونکی گئی تو سیاہ ہو گئی پس اب وہ سیاہ تاریک ہی۔ یہ تو انکے رہنے کا مقام ہی۔ تسقی من عین انیۃ انکے پینے کا بیان ہی یعنے سخت گرم چشمہ سے پلائے جاوینگے اسکا نام حمیم ہے روایت ہے کہ اگر اُسمین سے ایک قطرہ دنیا کے پہاڑ پر گرے تو وہ گل جاوے۔ پھر اللہ تعالے نے انکا کھانا بیان فرمایا بقولہ تعالے۔ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ۔ نہین ہے انکے لیے کچھ طعام سوائے ضریع سے نہ موٹائی دے اور نہ بھوک سے کفایت کرے ف یعنے اسکے کھانے سے بدن کی صحت نہوگی تو وہ دُبلاپن روگ آنے سے کچھ روک نہین ہی اور نہ بھوک بجھیگی اگر کہو کہ دیگر آیات مین زقوم جہنمیونکی غذا ہی اور یہان ضریع فرمایا (جواب) زقوم یہی ضریع ہی لیکن زقوم اوسکا وہان نام ہی اور عرب کے کفار انکے پہچاننے سے انکار کرتے تھے۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ ضریع جہنم مین ایک درخت ہی۔ سعید بن جبیر رح نے کہا کہ اسکا نام زقوم ہی اور ایک روایت مین کہا کہ وہ پتھر ہی ابن عباس و مجاہد و عکرمہ ابوالجوزا و قتادہ نے کہا کہ ضریع شبرق ہی قتادہ رح نے کہا کہ عرب کے لوگ موسم بہار مین اُسکو شبرق کہتے ہین اور خزان مین ضریع کہتے ہین۔ عکرمہ رح نے کہا کہ وہ ایک قسم کا درخت ہوتا ہے جو زمین کی طرف جھکا ہوا اور پھیلا ہوتا ہے اور اُسمین کانٹے بہت کثرت سے ہوتے ہین۔ بخاری رح نے صحیح مین لکھا کہ مجاہد رح نے کہا کہ ضریع ایک قسم کی نبات ہے اُسکو شبرق کہتے ہین اور حجاز کے لوگ اسکو ضریع کہتے ہین جب وہ خشک ہو جاوے اور وہ زہر ہے یہی معنے قتادہ رح نے بیان کیے ہین۔ قتادہ رح نے کہا کہ یہ طعام بہت بدتر اور بدمزہ اور نہایت خبیث ہے (سراج) اس درخت کو کوئی جانور نہین کھاتا ہی ابن کیسان نے کہا کہ جب جہنمی بھوک سے چلاوینگے تو انکو اس طعام کی جانب راہ بتلائی جائیگی جب کھاوینگے تو اللہ تعالے سے تضرع کرینگے کہ اس سے نجات ہو لہذا ضریع نام ہوا۔ اگر کہا جاوے کہ زقوم کی نسبت آیا۔ ان شجرة الزقوم طعام الاثیم۔ اور سورہ الحاقہ مین آیا ولا طعام الا من غسلین۔ اور یہان ضریع مذکور ہے (جواب) جہنم مین درکات جدا جدا ہین اور انکے عذاب بھی جدا جدا ہین بعض کے یہان زقوم کھانا ہے اور بعض کے یہان غسلین ہے اور بعض کے یہان ضریع ہی مترجم کہتا ہی کہ زقوم کی نسبت اس قدر

جو راہب ہین-عکرمہ وسدی سے روایت ہی کہ عاملۃٌ یعنے دنیا مین عمل کرنے والے یعنے معصیت کے عمل کرنے والے تھے ناصبۃٌ تکلیف اُٹھانے والے یعنے آخرت مین عذاب سے تکلیف اُٹھانے والے کہ اُنکے گلے مین آگ کے طوق ہونگے تصلیٰ ناراحامیۃ داخل ہونگے سخت جلتی آگ مین-یہ ابن عباس وحسن وقتادہ نے بیان کیا ہے- لتُسقیٰ من عینٍ اٰنیۃٍ پلائے جاوینگے چشمۂ آنیہ سے ف یعنے سخت گرم چشمہ سے جسکی گرمی وحرارت انتہا کو پہونچی ہے- یہ ابن عباس و مجاہد وحسن وسدی کا قول ہے (ابن کثیر) اگر کہا جاوے کہ قولہ وجوہ یومئذ خاشعۃ-کیا فقط چہرے ذلیل ہونگے اور انھین پر یہ عذاب ہوگا (جواب) نہین یہ محاورہ ہے اور مراد چہرے والے لوگ ہین اور چہرہ سب سے اشرف عضو ہے جب وہی ذلیل ہی تو سب ذلیل ہونگے اور ذلت وغم وغیرہ حالت کا ظہور سب سے پہلے چہرے پر ہوتا ہی-مقاتل رح نے کہا کہ وجوہٌ سے مراد کفار ہین کیونکہ انھون نے دنیا مین اللہ تعالےٰ کی عبادت سے تکبر کیا تھا تو اُس دن ذلیل ہوے قتادہ وابن زید نے کہا کہ ذلت یہ کہ جہنم مین اوندھے ڈالے جاوینگے بعض نے کہا کہ ان ذلیل چہرون سے فقط یہود و نصاریٰ مراد ہین اور تفسیر البحر مین ہے کہ آیت کا نزول یہود و نصاریٰ و بت پرست وغیرہ سب کے حق مین ہی جو کفر کے طریقے پر عبادت مین کوشش کرے کیونکہ وہ (عاملۃٌ) یعنے کثرت سے شاق عمل کرنے والا ہی اور کبھی فتور نہین کرتا کیونکہ لغت مین عامل جب ہی کہتے ہین کہ مداومت کرے-بعض نے کہا کہ جب آگ مین ڈالے جانے سے ذلیل ہوے تو یہ عمل بھی آگ مین ہی کہ زنجیرین وطوق آگ کے کھینچتے پھیرینگے اور آگ کے اندر گھسینگے اور آگ کے پہاڑ پر چڑھائے جاوینگے اور وہان سے گرائے جاوینگے (ناصبۃ) کوفت ومشقت اٹھانے والے خطیب رح نے بعض سلف سے نقل کیا کہ دنیا مین ان لوگون نے اللہ تعالےٰ کی عبادت سے تکبر کیا تھا تو اللہ تعالےٰ نے آگ مین انکو ذلیل کیا اور عمل سخت شدید لیا کہ بھاری طوق وزنجیرین کھینچتے پھیرینگے اور پچاس ہزار برس کے دن مین ننگے بھوکے پیاسے آفتاب سے جلین گے انکی کھوپریان اُبلینگی ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ آگ مین اس طرح داخل کیے جاوینگے جیسے کیچڑ مین اونٹ پھنستا ہی حسن رح نے کہا کہ دنیا مین انھون نے عمل نہ کیا اور کوفت نہین اُٹھایا تو اللہ تعالےٰ نے جہنم مین اُنسے کام لیا-ابن عباس رض نے کہا کہ عاملۃ ناصبۃ-وہ لوگ ہین جنھون نے دنیا مین اپنی جان کو اللہ تعالےٰ کی معصیت پر تکلیف مین ڈالا جیسے بت پرست وراہب وغیرہ ہین کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک کرتے اور اسی راہ پر تکلیف اُٹھاتے ہین حالانکہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہ شرک قبیح ہے تو وہ اسی عمل کو قبول کرتا ہی جو اُسکی توحید پر ہو اور وہ بھی خالص اللہ تعالےٰ کے لیے عمل کیا گیا ہو مترجم کہتا ہی کہ بت پرستی و یہودیت و نصرانیت سب اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک قبیح کی راہین ہین پس ان راہبون مین جو لوگ عیش کرتے ہین اور کسی پر ظلم نہین کرتے اور نہ ایذا دیتے ہین تو وہ دنیا مین ایسے لوگون سے اچھے ہین جو انھین گمراہون مین سے اعمال شاقہ کی تکلیف اُٹھاتے ہین مثلاً ایک ہندو دنیا مین کھانے پینے وغیرہ لذات مین ہی اور بتون کی پوجا کرنے بہت کم جاتا ہے تو یہ شخص دن مین کلمۂ کفر کم بکتا ہی اور جو کوئی ان مین جوگ کے لباس مین ہر دم کفر کا کلمہ بکتا ہے وہ زیادہ قبیح کمائی حاصل کرتا ہے اور یہی حال یہود و نصاریٰ مین ہی لیکن یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ نے عجب شان رکھی ہی کہ ہر ایک عمل کرنے والے کے لیے اُسکی نیت کا نتیجہ دیا ہے پس دنیا مین اکثر جوگی اور بعضے راہب جو کثرت سے فاقہ کرتے ہین اور جسم ظاہری پگھل

ضَرِيعٍ ﴿٦﴾ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ ﴿٧﴾

جھاڑ کانٹے نہ موٹا کرے نہ کام آوے بھوک مین

خطیبؒ نے لکھا کہ بِسۡمِ اللّٰهِ۔ شروع ہے اللہ تعالے کے نام سے جو علام الغیوب ہی۔ الرَّحۡمٰنِ بہت مہربان ہی جو بندون سے کروب دور کرتا ہے الرَّحِيۡمِ۔ بہت رحمت والا جو اپنے خاص بندون سے ذنوب مغفرت فرماتا ہے هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ۔ بھلا آگئی تیرے پاس غاشیہ کی حدیث ف جس سے تونے غاشیہ کا حال جان لیا ابن کثیرؒ نے لکھا کہ الغاشیہ قیامت کے نامون مین سے ایک نام ہو اسکو ابن عباس و قتادہ و ابن زیدؒ نے بیان کیا ہو اور یہ نام اسلیے کہ وہ ڈھانپ لے گی اور سب مخلوق پر عام ہو گی۔ ابن ابی حاتمؒ نے بالاسناد عمرو بن میمون سے مرسل روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک عورت کی جانب ہوا وہ قرآن پڑھتی تھی اُسنے پڑھا ہل اتاک حدیث الغاشیہ۔ آپ کھڑے سنتے تھے آپ نے کہا کہ ہان میرے پاس حدیث الغاشیہ آگئی۔ ع۔ (ہل) استفہام ہی تو کیا یہان پوچھنا مقصود ہی (جواب) نہین بلکہ اللہ تعالے عالم الغیب ہی بلکہ یہان دو قول ہین ایک یہ کہ استفہام سے شوق دلانا مراد ہی یعنے الغاشیہ کی حدیث اگر تجکو نہ پہونچی تھی تو اب آگئی۔ یہی کلبیؒ کے قول سے معلوم ہوتا ہی اور (دوم) یہ کہ یہان (ہل) بمعنے (قد) ہے یعنے بالتحقیق تیرے پاس حدیث الغاشیہ آگئی۔ یہی ایک جماعت مفسرین نے کہا اور یہی قطرب کا قول ہی اور اسی قول کو ترجیح دی گئی ہی اکثر مفسرینؒ نے کہا کہ الغاشیہ قیامت ہی۔ اصل مین الغاشیہ زبان عرب مین ایسی آفت کو کہتے ہین جو سب قوم و قبیلہ کو ڈھانپ لے۔ بعض نے کہا کہ آگ مراد ہی بدلیل قولہ تعالے تغشی وجوہہم النار انکے چہرون کو آگ ڈھانپ لیگی۔ بعض نے کہا کہ مراد دوسرا نفخہ صور ہی جس سے مردے اُٹھائے جاوینگے کیونکہ وہ سب خلق کو محیط ہو گا (س ک ف) مین کہتا ہون کہ وہی قیامت ہے۔ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ۔ کچھ چہرے اُسوقت خاشعہ ہونگے۔ ف قتادہؒ نے کہا یعنے ذلیل ہونگے۔ ابن عباس رضؓ نے کہا کہ آج اُنکے عمل بالکل بیکار ہونگے تو اُنپر خواری چھاجائیگی خطیبؒ نے کہا کہ ایسے چہرے بکثرت ہونگے کیونکہ دنیا مین کفار کی بہت کثرت ہے عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ۔ عمل کرنے والے کوفت اُٹھانے والے ف یعنے ان چہرون نے بہت عمل کیے اور عمل کرنے مین بہت کوفت اُٹھایا اور انکا انجام یہ ہے جو اللہ تعالے نے بیان فرمایا بقولہ تعالے۔ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً۔ داخل ہونگے آگ سخت گرم مین ف الحافظ ابو بکر البرقانیؒ نے روایت کیا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا گزر ایک راہب نصرانی کے دیر کی طرف سے ہوا آپ نے راہب کو آواز دی وہ صومعہ سے جھانکنے لگا اور اوپر آیا حضرت عمر رضؓ اسکی صورت دیکھکر رونے لگے۔ اصحاب نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ کیون روئے آپ نے فرمایا کہ مجھے اسکی صورت دیکھکر یاد آگیا قول اللہ عز و جل جو اُسنے اپنی کتاب مین فرمایا۔ عاملۃ ناصبۃ تصلی نارا حامیۃ۔ اسی وجہ سے مین رونے لگا اسنادہ جید یعنے یہ نصرانی شرک کے عقیدے پر اس قدر کوفت اُٹھاتا ہو کہ اس دیر مین پڑا ہوا ہی رات دن شرک کے کلمات پڑھتا ہے اور تمام دنیا کی متاع سے لذت نہین پاتا ہی باوجود اسکے اسکا انجام نار حامیہ ہی تو اسکی بربادی پر افسوس کیا اور رونے لگے۔ بخاریؒ نے اس آیت کی تفسیر مین ابن عباس رضؓ سے نقل کیا کہ عاملۃ ناصبۃ۔ مراد نصاری ہین یعنے نصاری مین سے

سے محجوب ہو اور قلب اُسکا خراب ہے وہ نہیں قبول کریگا کیونکہ اشقی ہو اور یہ ایسے شخص سے بھی زیادہ بدتر ہے جسکی استعداد زائل ہو اور نفس کی تاریکی اُسپر چھا گئی ہے (قولہ تعالیٰ) الذی یصلی النار الکبری۔ یہ آگ سب سے بڑھکر ہی (اول) تو آگ ہو جو بوجہ شرک کے حجاب ہو کہ غیر کے ساتھ رہا (دوم نار قہر ہے جو مقام صفات مین ہو اور (سوم) نار غضب مقام افعال مین ہو (چہارم) نار جہنم چار مواقف مین ہو موقف ملک وملکوت وجبروت ولاہوت۔ اور یہ سب آگین اُسپر دائمی ہین اور یہ بہت بڑی آگ ہو اور رہا وہ کہ جسکی استعداد بوجہ ظلمت نفس کے خراب ہوئی تو وہ آثار چارگانہ کی آگ یعنے جہنم مین ہو (قولہ تعالیٰ) ثم لایموت فیہا ولایحیی۔ پھر وہ اس آگ مین نہ مریگا اور نہ جلیگا۔ مرنا اس وجہ سے نہیں ہو کہ قیامت کے روز جو پیدایش ہو اُسکے بعد فنا نہیں ہو اور زندگی اس وجہ سے نہیں ہو کہ اُسمین استعداد نہیں ہے اور بڑی آگ سے عذاب شدید مین ہو (قولہ تعالیٰ) ان ہذا لفی الصحف الاولی صحف ابراہیم وموسی۔ یعنے اہل استعداد جنھون نے تزکیہ وتصفیہ حاصل کیا اُنکے واسطے فلاح حاصل ہونا اور جنھون نے حیات دنیاویہ کو اختیار کیا اُنکی ہلاکت ہونا یہ صحف قدسیہ مین موجود ہے جہان تبدیل وتغیر نہیں ہو سکتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نوری الواح مجردہ مین موجود ہین جنپر اطلاع حضرت ابراہیم وموسی کو حاصل ہوئی اور مظاہر کے موافق انپر ظہور نازل ہوا والسلام واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب ابن العربی رح

سُورَةُ الغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتٌّ وَعِشْرُونَ اٰيَةً

اس سورۃ کا نام سورۃ الغاشیہ ہو خطیب رح نے کہا کہ بالاجماع یہ سورہ مکیہ ہو۔ مین کہتا ہون کہ اسکے معنے یہ ہین کہ کسی سے اسکے خلاف روایت نہیں پائی گئی کیونکہ مکیہ یا مدنیہ ہونا کوئی شرعی حکم نہیں ہو جس پر علماء نے اجماع کیا ہو پس معنے یہ کہ بلاخلاف یہ مکیہ ہے اور اس سورہ مین چھبیس [۲۶] آیات ہین اور بانوے [۹۲] کلمات اور تین سو اکاسی [۳۸۱] حروف ہین (سراج وغیرہ) النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے او پر گزرا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید اور نماز جمعہ مین سبح اسم ربک الاعلی اور الغاشیہ پڑھتے تھے۔ امام مالک رح نے ضمرہ بن سعید عن عبید اللہ بن عبد اللہ روایت کی کہ ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ نے نعمان بن بشیر رض سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ مین سورۃ الجمعہ کے ساتھ کیا پڑھتے تھے نعمان رض نے کہا کہ ہل اتاک حدیث الغاشیہ پڑھتے تھے ورواہ ابوداؤد عن القعنبی عن مالک عن ضمرہ ورواہ النسائی عن قتیبہ عن مالک عنہ وقد رواہ مسلم وابن ماجہ من طریق سفیان بن عیینہ عن ضمرہ ابن کثیر رح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہی

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ

کچھ پہونچی تجکو بات اُس چھپا لینے والی کی کتے منھ اُس دن نوے ہین محنت کرتے تھکتے پیٹھین گے دہکتی آگ مین پانی ملیگا ایک چشمے کھولتے کا کھانا نہیں اُن پاس مگر

ہی یعنے پاکیزہ کر اپنی ذات کو ماسوائے حق سے اور اپنی نظر کو غیر سے منقطع کر تاکہ اُسپر کمالات حقانیہ بالتمام ظاہر ہون مترجم
کہتا ہی کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اللہ تعالے نے تو نام رب اعلی کی تسبیح و پاکیزہ کرنے کا حکم دیا اور شیخ رح نے کہا کہ تو اپنی
ذات کو پاکیزہ کر ۔ یہ کیا بات ہی (جواب) یہ تحقیق لطیف ہی اسکا بیان یہ ہے کہ تسبیح ۔ پاک کرنا ۔ اور اللہ تعالے کے
نام کو پاک کرنا کسکے اختیار مین ہی اور غیر ممکن ہی کیونکہ اللہ تعالے کا نام پاک ہی جسکے کہ کسی کی مجال نہین ہی کہ اُسکی پاکیزگی سمجھ
سکے تو تسبیح کے بیان یہ معنے ہین کہ اُسکی پاکی بیان کرنا لیکن اسکا نتیجہ ہے تو شیخ نے کہا کہ اپنی ذات کو جمیع ماسوائے
حق سے پاک کرے تاکہ قدس کے انوار ظاہر ہون اور یہ تسبیح حق کا اثر ہی لہذا کہا کہ یہ تسبیح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے واسطے خاص ہی جو مقام فنا ہی کیونکہ اللہ تعالے کے تقدس کے سامنے ہر چیز فنا ہی اور نور قدس سے بقا ہی اور خصوصیت
کی دلیل یہ ہی کہ کامل استعداد جو جمیع صفات آلٰہیہ کے قابل ہو کسی مخلوق مین نہین ہی سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پس ذات جب کمال کو پہونچے تو یہی اسم اعلی ہی اور (ذات باری تعالے مباین ہی) اور ہر چیز کے واسطے ایک تسبیح خاص ہی
کہ اللہ تعالے کے پاک نامون مین سے ایک خاص نام کی تسبیح کرتی ہے یعنے اسی نام کی اُسمین استعداد ہی (قولہ تعالے)
الذی خلق فسوی ۔ یعنے تجھے ظاہر کیا اور تیرے جسم پاکیزہ کو ایسا معتدل مستوی بنایا جسمین روح کاملہ کی استعداد ہے جو
جمیع استعداد کے قابل ہے ۔ والذی قدر فھدی ۔ جسنے تجھ مین انسانی کمال مقدر کیا اور ہدایت دی کہ اُسکو قوت سے فعل
مین ظاہر کرے بطریق پاکیزگی و تصفیہ کے مترجم کہتا ہی کہ شیخ رح نے یہان خاص خطاب بشان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مخصوص کیا تاکہ یہ مثال ہو اور اسی پر باقی لوگون کو قیاس کیا جاوے (قولہ تعالے) والذی اخرج المرعی ۔ جس پاک عزوجل نے چراگاہ
نکالی ۔ یعنے حیات دنیا کی زینت اور منافع خور و نوش پیدا کر دی کیونکہ نفس حیوانیہ و اُسکے قوی کا یہی چراگاہ ہے (قولہ تعالے)
فجعلہ غثاء احوی ۔ یعنے اسکو جلد فنا ہونے والا کر دیا ہے جیسے خشک گھاس سیاہ ہو جاتی ہے پس اس متاع دنیا
کی طرف التفات نہ کرنا چاہیے ورنہ تیری تسبیح خاص سے تجھے مانع ہو گی جو حقیقی کمال بے زوال ہے (قولہ تعالے) سنقرئک
فلا تنسی ۔ یعنے تجھے عقل قرآنی سے ہم قاری بناوینگے پھر کبھی نہین بھولے گا الا ماشاء اللہ مگر جتنا بھلا دینا اللہ تعالے کو منظور
ہو تو وہ مقام محمود مین ذخیرہ ہو گا (قولہ تعالے) انہ یعلم الجھر وما یخفی ۔ ظاہری حالت اور باطنی قوت سب اللہ تعالے کو معلوم
ہے (قولہ تعالے) ونیسرک للیسرے ہم تجھے آسان طریقے کی توفیق دینگے وہ شریعت سہل ہے اور وصول بحق ہونے
کے طریقے جو نبوت سے گزرے ہین سب سے زیادہ آسان یہی طریقہ ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے
مقرر فرمایا ہے اور حاصل یہ کہ ہم تجھے کمال علمی اور کمال عملی دونون سے کامل بلکہ اکمل بلکہ اس سے بھی بلند فرما دینگے
(قولہ تعالے) فذکر ان نفعت الذکری ۔ اب خلق کو اپنی دعوت سے کامل کر دے اگر ان مین قبول نصیحت کی لیاقت ہو
اور نصیحت کرنا اگرچہ عام حکم ہے لیکن سب خلق کو نفع نہین کرتا ہے بلکہ نفع کے واسطے یہ شرط ہے کہ اس مخلوق
مین لیاقت بھی ہو پس جسمین لیاقت سابقہ ہے اُسکو نفع ہو گا اور جسمین نہین ہے اُسکو نفع نہو گا چنانچہ اس مجمل کی
تفصیل فرمائی بقولہ تعالے ۔ سیذکر من یخشی ۔ یعنے جو نرم دل سلیم فطرت قابل صلاحیت ہو وہ صفائی و نورانیت سے
نیک نصیحت کے ساتھ متاثر ہو گا (قولہ تعالے) ویتجنبھا الاشقی ۔ اور جسمین لیاقت نہین اور رب عزوجل

صفات کی ہدایت کی اور موحدین کو توحید کی ہدایت دی کہ انھون نے ترک و تجرید سے ماسوائے حق کو چھوڑ دیا (قولہ تعالیٰ سنقرئک فلا تنسیٰ۔ اسمین اشارت ہی کہ اللہ تعالیٰ کو نہ بھولے مترجم کہتا ہی کہ توجیہ اشارہ یہ ہی کہ جب یہ حکم دیا کہ ہم قرات عطا کرینگے پس تو اُسکو نہ بھولیگا۔ حالانکہ اس سے مقصود یہ کہ قرب و رضائے حق حاصل ہو تو ضرور ہی کہ قرارت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو فراموش نہ کرے اسلیے عین العلم و احیا وغیرہ مین لکھا کہ تلاوت قرآن کے مراتب ہین ابتدا یہ کہ قرارت اپنی ٹھیک کرے پھر گویا اُسکا شیخ صالح پڑھتا ہو پھر صحابہ رضہ سے سنتا ہی پھر گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا ہی پھر حضرت حق تعالیٰ سے سنتا ہو حضرت شیخ نے مطالب رشیدی مین ذکر فرمایا کہ قرآن مجید کے بطون ہین کہ اگر ابتدا مین ظاہر ہون تو بندہ فنا ہو جا دے واضح ہو کہ صوفیہ نے بعض کیفیات کو بیان کیا جو فی الواقع صحیح ہین ولیکن کثرت سے غلط واقع ہوتا ہی تو عوام غلطی سے افراط و تفریط کرتے ہین مثلاً انھون نے کہا علم بڑا حجاب ہو اس سے یہ مراد ہی کہ عامی جاہل کا دل ٹوٹا ہوا ہوتا ہی وہ اپنے آپ کو ذلیل سمجھتا ہے اور عالم کو وارث علم پیغمبری سمجھکر بہت تعظیم کرتا ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہی پھر عالم نے اگر ان لوگون کی تعظیم دیکھکر اپنے نفس پر نظر کی تو خراب ہوا اور غرور و تکبر مین پڑ گیا اور حدیث صحیح مین ہے کہ جنت مین داخل نہوگا جسکے دل مین رائی برابر تکبر ہو بلکہ عالم کو لازم ہی کہ اپنے نفس کو وہی نفس جانے اور اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم سمجھکر اُسکی طرف نظر رکھے اور عوام کی تعظیم سے اپنے نفس مین کچھ بڑائی نہ دیکھے اس صورت مین یہ عالم تخت نبوت پر ہی اور اکسیر اعظم ہے اُسکی خدمت عبادت سے بڑھکر ہے اور اگر وہ اپنی تعظیم اور روپیہ چاہے تو اپنے نفس کی خرابی مین ہی۔ یہ مضمون صحیح ہے لیکن جاہل صوفیہ نے اس مقولہ کو لیکر عوام کو اپنی جہالت کا عذر یہ بتلایا کہ ہم جاہل رہے اسلیے کہ علم کو حجاب ہی اور یہ بدبخت اتنا بھی نہین سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبر عالم بھیجے اور انکے اصحاب اُنسے عالم ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی جاہل کو ولی نہین بنایا ہے اعوذ باللہ من الضلالۃ والغباوۃ۔ شیخ رح نے لکھا کہ شیخ جنید رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت مین اکثر علماء آیا کرتے تھے

اقول شیخ جنید رح خود عالم تھے اور منجملہ علماء کے ابن کیسان النحوی آیا کرتے تھے ایک روز ابن کیسان رح نے کہا کہ اے ابو القاسم (جنید) آپ کیا کہتے ہین فی قولہ تعالیٰ سنقرئک فلا تنسیٰ۔ شیخ نے فوراً جواب دیا یعنے فلا تنسی العمل۔ یعنے ہم تجھے پڑھاوینگے پس تو اُسکے موافق عمل کرنا نہین بھولیگا۔ ابن کیسان رح نے اسکو بہت پسند کیا۔ (قولہ تعالیٰ) انہ یعلم الجہر وما یخفی۔ اللہ تعالیٰ علانیہ و پوشیدہ سب یکسان جانتا ہے یعنے علانیہ و پوشیدہ یہ بندون کے نزدیک ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم سب ذرہ ذرہ کو محیط ہی (قولہ تعالیٰ) قد افلح من تزکی۔ حریری رح نے کہا کہ جو شخص اپنے نفس کی شہوات سے اور طبیعت کی رعونت سے پاک ہوا اُسنے فلاح پائی (قولہ تعالیٰ) بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا۔ خسیس لوگون نے خسیس دنیا پر توجہ کی اور شریف لوگون نے شریف آخرت پر توجہ کی اور اعلیٰ وہ ہے جسنے اللہ تعالیٰ کی جناب مین توجہ کی اور باقی سب چھوڑ دیا اور یہی وصیت اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء ع کو فرمائی ہی بحکم قولہ تعالیٰ ان ہذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراہیم و موسیٰ۔ حضرت ابراہیم ع نے تجرید کی صفت پائی بقولہ تعالیٰ۔ انی بری مما تشرکون الآیہ اور موسیٰ علیہ السلام کے حق مین بھی اسی کے قریب ہی بقولہ تعالیٰ انی تبت الیک وانا اول المؤمنین (ترجمہ عرائس)

شیخ محقق ابن العربی رح نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ سبح اسم ربک الاعلیٰ۔ اللہ تعالیٰ کا نام اعلیٰ (ذات مع جمیع صفات)

عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے شداد بن اوس تم اٹھکر ان لوگون کو نصیحت کرو۔ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ خوش تقریر فاضل صاحب حکمت وبیان تھے پس شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے اُٹھکر اللہ تعالےٰ کی حمد وثنا کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا پھر فرمایا کہ اے لوگو تم کو چاہیے کہ کتاب اللہ کی طرف رجوع لاؤ اگرچہ بہت لوگون نے اُسکو چھوڑا ہے اور جان لو کہ تم خیر سے فقط اُسکے اسباب دیکھو گے اور شر مین سے بھی فقط اُسکے اسباب دیکھو گے اور اللہ تعالےٰ نے سب خیر وخوبی کو تمام وکمال جمع کر کے جنت مین رکھدیا اور سب بدی وبرائی جمع کر کے دوزخ مین کر دی ہے۔ آگاہ ہو کہ جنت کی راہ دشوار گزار ہے اور جان رکھو کہ جہنم کی راہ نرم وآسان ہے اور جنت ایسی چیزون سے گھری ہے جو نفس پر ناگوار ہین اور صبر درکار ہے اور جہنم ایسی چیزون سے گھری ہے جو نفس کی خوشی وخواہش ہین تو خبردار ہو کہ جسنے ناگوار وصبر کا پردہ کھول لیا وہ جنت کے دروازے پہونچ گیا اور جو اُسکے دروازے پر پہونچا وہ جنتی ہے اور جسنے جی کی خوشی وخواہش کا پردہ کھول لیا تو جہنم کے دروازے پر پہونچ گیا اور وہ جہنمیون سے ہوگا پس تم لوگ حق پر عمل کرو تو اہل حق کی منزل مین اترو گے جس دن سوائے حق کے فیصلہ نہوگا (اسناد صحیح **قال** وحدثنی اسمعیل بن ابی خالد عن قیس بن ابی حازم قال الخ یعنے اسمعیل بن ابی خالد مشہور ثقہ نے مجھسے فرمایا کہ قیس بن ابی حازم عظیم الشان تابعی نے بیان فرمایا کہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اہل دمشق کے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ سنایا پس اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا پھر فرمایا کہ اے اہل دمشق (مسلمان) اپنے خیرخواہ نصیحت کرنے والے بھائی کی گفتگو سنو۔ یہ تمھارا کیا حال ہے کہ وہ مال جمع کرتے ہو جو نہین کھاؤ گے اور وہ مکان بناتے ہو جسمین نہین رہو گے اور ایسی چیز کی امید کرتے ہو جسکو نہین پاؤ گے۔ دیکھو تم سے پہلے بہت لوگ تھے جنھون نے بکثرت جمع کیا اور بہت مضبوط عمارتین بنائین اور بہت دور کی امیدین اپنے دلون مین جمائین اور جلدی سے مر گئے تو یہ نتیجہ نکلا کہ ہلاکت وبربادی اُنکے اعمال ہوئے اور قبرین انکے گھر ہوئے اور وہ آرزوئین سب دھوکا نکلین۔ اے لوگو خبردار ہو کر سنو کہ یہ عاد وثمود تھے کہ بصرہ سے عدن تک تمام ملک عرب انھون نے اقسام اقسام کے مالون سے اور کثرت اولاد سے اور اپنی خوشی کے موافق طرح بطرح نعمتون سے بھر دیا تھا اب کوئی ہے کہ انکا ترکہ مجھسے دو۲ درہم کو خریدے (اسنادہ صحیح جید قوی) **ف۲** فی اشارات العرائس قولہ تعالےٰ سبح اسم ربک الاعلی اپنے رب عزوجل کے نام کو پاک بیان کر کہ اُسکا ہمنام عالم مین عرش سے تحت الثری تک اور کہین کوئی نہین ہے اور اس نام پاک کی برکت سے صفات نظر آوین تو صفات سے قدس ذات تک رسائی ہو یہ طریقہ کمال ہے کہ پہلے اسماء حسنےٰ سے شروع کرے کہ یہ نرم وآسان ہے کیونکہ ابتدا مین تجلی صفات سے مضمحل ہو جاتا ہے حریری رحمہ اللہ نے کہا کہ اپنے رب عزوجل کی یہ شان بیان کر کہ وہان کسی وہم کو دخل نہین ہے اور عرش حجاب ہے (قولہ تعالےٰ) الذی خلق فسوی۔ جسنے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور اُسمین روح پھونکی پس صفات اور ذات کے درمیان تجلی سے اُسکو مستوی کیا اور یہی روح ہے جس سے انسان مستوی ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید ذات کے ساتھ صفات رحمت کی تجلی سے ارواح صالحین اہل جنت مخلوق ہین اور صفات غضب کی تجلی سے ارواح کفار اہل جہنم ہین واللہ تعالےٰ اعلم (قولہ تعالےٰ) والذی قدر فھدی۔ ارواح وقلوب کو مشاہدہ کیواسطے مہتد کیا پھر اہل قرب کو مشاہدہ کے لیے اور کہا گیا کہ ہدایت سے بعض کو ممتاز کیا واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ سعادت وشقاوت ان کے حق مین مقدر فرمائی پھر دونون فریق مین سے ہر ایک کے لیے وہ راہ آسان کر دی جو اُسپر مقدر ہے شیخ استاذ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عارفین کو قدس

موسیٰ وابراہیم الذی وفی - آخر آیات تک - یہ سب بھی صحیفہ ابراہیم وموسیٰ مین مذکور ہین اسیطرح سبح اسم ربک الاعلی - آخر تک بھی ان صحف مین ہی - ع - خطیب رح نے کہا کہ یہ مطلب نہین کہ بعینہ اسی نظم عربی کے ساتھ وہان مذکور ہی بلکہ یہ معارف واحکام وہان ہین (سراج) عکرمہ رح نے بھی یہی کہا کہ آیات سبح اسم ربک الاعلی ان صحف مین ہین (رواہ ابن جریر) اور امام ابن جریر رح نے روایات سلف نقل کرکے یہ اختیار کیا کہ قد افلح من تزکی - سے آخر تک جو مضمون ہی وہ ان صحیفون مین ہی ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ قول اچھا قوی ہی اور اسی کے مانند قتادہ رح وابن زید رح سے مروی ہی واللہ تعالے اعلم - ع - مترجم کہتا ہی کہ دونون قول کا مطلب واحد ہی جیسا کہ مین نے اوپر بیان کیا ہی اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کتنی کتابین اللہ تعالے نے نازل فرمائین آپ نے فرمایا کہ ایک سو اور چار کتابین الحدیث (رواہ عبد بن حمید وابن مردویہ وابن عساکر) شاید ایک سو صحیفہ ہین اور چار یہی کتابین توریت وزبور وانجیل وقرآن ہین واللہ تعالے اعلم رازی رح نے لکھا کہ حضرت آدم ع پر دس صحیفہ تھے اور شیث ع پر پچاس صحیفہ اور ادریس ع پر تیس صحیفہ اور ابراہیم ع پر دس صحیفہ اور چار کتابین توریت وزبور وانجیل وفرقان ہین اور کہتے ہین کہ ابراہیم ع کے صحف مین یہ بھی مذکور تھا کہ عاقل کو چاہیے کہ اپنی زبان کی حفاظت کرے اور اپنے وقت کی قدر کرے اور اپنی حالت درست کرنے پر متوجہ رہے (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہی کہ رازی رح کے بیان سے ظاہر ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام پر فقط توریت اُتری تھی اور توریت سے پہلے انھین صحیفون پر عمل کرتے تھے جو حضرت ابراہیم ع سے اسباط کو پہونچے تھے (مسئلہ) نسفی رح نے مدارک مین کہا کہ قولہ ان ہذا لفی الصحف الاولی - سے معلوم ہوا کہ صحف اولی مین مختلف زبانون مین یہ قرآن تھا اور نماز مین قرآن کی قرات واجب ہی تو اس سے دلیل نکلی کہ نماز مین فارسی زبان مین قرآن کی قراءت جائز ہی جیسا کہ ابوحنیفہ رح سے روایت ہی - مد - خطیب رح نے کہا کہ اللہ تعالے کی مراد یہ نہین ہی کہ صحف اولی مین یہی نظم عربی بعینہ موجود تھی بلکہ اسکا مضمون موجود تھا - س - یہ امام ابن جریر رح نے فرمایا ہی - حق یہ ہی کہ نسفی رح کو اس مسئلہ کے بیان کرنے کی ضرورت نہین تھی اسلیے کہ ابوحنیفہ رح نے اس مسئلہ سے رجوع کرلیا اور جمہور علماء کے ساتھ اتفاق کیا کہ جب نظم عربی مین قرارت کرسکے تو کسی زبان مین نہین جائز ہے اور اہل فقہ واصول سب کے نزدیک صحیح یہ کہ نظم عربی رکن لازم ہے اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ عالمگیری ودر مختار وغیرہ مین مصرح ہی اب کسی کو نہین جائز ہی کہ امام رح نے جس قول سے رجوع کرلیا اُسپر فتوی دے فائدہ

قال ابو اسمعیل الازدی فی الفتوح حدثنا ابو جہضم الانصاری عن عبد الرحمن بن السلیک الفزاری قال الخ

یعنے مجھسے ابوجہضم ثقہ نے بیان کیا کہ عبدالرحمن الفزاری کہتے تھے کہ جب عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ (حضرت عمر رض کی طرف سے حمص پر عامل مقرر ہوے اور) اہل حمص مین آئے (وہان بہت سے مسلمانون نے اقامت اختیار کی تھی) تو لوگون مین کھڑے ہوکر خطبہ سنایا - بعد حمد وثنا کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا پھر کہا کہ ای لوگو ہوشیار ہوکہ یہ دنیا متاع حاضر ہے اس سے مسلمان وکافر سب کھاتے اور نفع اُٹھاتے ہین اور ہوشیار رہو کہ آخرت وعدۂ صادق ہی اُسمین بادشاہ قادر حکم فرماوے گا - ہوشیار رہو کہ تم لوگ اپنے اعمال پر پیش کیے جاؤگے - فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ الآیہ جسنے ذرہ برابر نیکی کی اُسکو دیکھیگا اور جسنے ذرہ برابر بدی کی اسکو دیکھیگا - ہوشیار ہوکہ دنیا کے فرزند ہین اور آخرت کے بھی فرزند ہین پس تم لوگ آخرت کے فرزند بنو اور دنیا کے فرزند مت بنو اور جان رکھو کہ قیامت کے روز ہر ماں کے پیچھے اُسکے بیٹے ہونگے - مد - اس قدر خطبہ پڑھکر

لیتے ہین جیسے انکو میسر آئی ہین۔ پھر کہتے ہین کہ توریت عہد عتیق ہو اور انجیل عہد جدید ہے اور تعجب یہ کہ منسوخ کے معنے نہین سمجھتے ہین حالانکہ توریت مین اعلان کے ساتھ جہاد کا حکم ہو اور انجیل مین جہاد منسوخ ہے اسیطرح توریت مین اونٹ و چربی و شراب حرام ہو اور انجیل مین یہ سب حلال کردیا گیا پھر بھی منسوخ کے معنے نہین سمجھتے حالانکہ کتنا سمجھائے گئے اسلیے امت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین علیہم السلام سب امتون سے بڑھکر عاقل و عالم و شایستہ آخرت ہین ولیکن دنیا کے نجس لوگ عداوت سے جھوٹے الفاظ کہتے ہین اسلیے کہ دنیا کی محبت مین انکے ساتھی نہین ہین جیسے منافق نیچر کہتے ہین کہ اسلام مین خوف و بزدلی کی تعلیم ہے اور یہ بدیہی جھوٹ ہو اسلیے کہ سچا مسلمان دنیاوی زندگی کو نہین پسند کرتا اور اللہ تعالے سے خوف کرتا ہو تو تمام جہان سے نہین ڈرتا ہو پس اُسکے مثل مردانہ دلیر کوئی نہین ہو ولیکن وہ دنیا چھین لینے کے لیے نہین لڑتا اور نہ مکر کرتا ہے۔ ہان یہ سچ ہو کہ اس زمانہ مین مسلمان کوئی دیکھا نہو گا کیونکہ احادیث متواترہ مین اس امت کے خراب ہوجانیکا حال مفصل مذکور ہے حالانکہ وہ کتابین سنہ دوسو ہجری کے قریب جمع کی گئی تھین جب اسلام کے زور شور کے سامنے نصرانیت کا چراغ گویا گل تھا بلکہ ان مین یہ حدیث بھی ہو کہ آخر زمانہ مین نصرانی غالب ہوجاوینگے اور روے زمین پر انھین کا غلبہ و زور ہوگا ولیکن میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ غالب ظاہر ہوگا چاہے کوئی انکی مدد نہ کرے اور جو کچھ حالات موجود ہین یہ سب مذکور ہین اور انسے زیادہ بھی مذکور ہین جنکا انتظار ہے ولیکن ان معجزات باہرات سے کچھ اثر نہوا کیونکہ آیت مین حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان سے سُنایا کہ یہ جو مذکور ہوا ہو صحف ابراہیم و موسیٰؑ مین قدیم سے چلا آتا ہو۔ پھر اگر عرب کے بے پڑھے لوگ برباد کر چکے تھے تو یہ یہودیون کو معلوم تھا وہ جان لیتے کہ یہ بے شک وحی ہو اسلیے کہ محمد صلعم رسول امی ہین یعنے بالکل اُسی صفت پر ہین جو قدیم صحیفہ و کتب مین آپ کے بشارات و فضائل مین بیان ہوا ہو پھر جو عبرانی جانتا ہوتا وہ بھی نہ جانتا کہ عبرانی کتاب مین کیا مذکور ہے جیسے ہنود کی کتاب کے معنے عرب والے پڑھے لکھے بھی نہین سمجھ سکتے تھے پس یہ قطعی معجزہ ہے کہ آپ نے وحی سے بتلایا کہ یہی صحف ابراہیم و موسیٰؑ مین ہو اگر پوچھا جاوے کہ ہٰذا (یہ مذکور) سے کیا مراد ہو پورا سورۂ سبح اسم ربک الاعلی۔ یا فقط قد افلح من تزکی سے آخر تک مراد ہو مترجم کہتا ہے کہ قد افلح سے آخر تک نتیجہ ہو اور اوپر سے اسکی تمہید ہے تو دونون باتون کا انجام ایک ہی ہے اسلیئے سلف کے بعض مفسرین نے پورا سورہ کہا اور بعض نے فقط قد افلح سے یعنے نتیجہ کہا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حافظ ابو بکر البزار رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ حدثنا نصر بن علی حدثنا المعتمر بن سلیمان عن ابیہ عن عطاء بن السائب عن عکرمہ عن ابن عباس رض قال الخ ابن عباس رض نے کہا کہ جب یہ آیت اُتری ان ہٰذا لفی الصحف الاولی صحف ابراہیم و موسی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سب سورہ صحف ابراہیم و موسیٰ مین تھا (رواہ ابن المنذر والحاکم وصححہ وابن مردویہ) فی الفتح اور ابن عباس رض نے خود بھی یہی بیان کیا کہ یہ سورہ صحف براہیم و موسی مین تھا ابن کثیرؒ نے کہا کہ امام نسائیؒ نے کہا کہ حدثنا زکریا بن یحیی اخبرنا نصر بن علی حدثنا المعتمر بن سلیمان الخ مانند اسناد امام بزارؒ کہ ابن عباس نے کہا کہ جب سبح اسم ربک الاعلی نازل ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پورا سورہ صحف ابراہیم و موسی مین ہو اور جب نازل ہوا۔ وابراہیم الذی وفی۔ تو فرمایا کہ۔ الا تزر وازرۃ وزر اخری۔ ﴿﴾۔ اسکا مطلب یہ ہو کہ اسکی نظیر دوسری آیت ہو یعنے سورہ النجم مین قولہ تعالے ام لم ینبأ بما فی صحف

موسی

ایک شخص کو تمام دنیا مع اُسکے متاع وجواہرات کے جو خشکی وسمندر مین ہین سب مل گئے اور یہ سب تو وُہ خاک اُسکی مٹھی مین آگیا اور لوگ سب اُسیکی بادشاہت کی رعیت کہلائے تو آخر چندروز کے بعد فنا ہی اور ساری کوشش اور اترانا خاک ہے تو یہ ہیچ ہی اور آخرت جسکی ایک بالشت قیمت تمام دنیا ومافیہا ہرگز نہین ہوسکتی ہی وہ بےمثل وبےمثال ہمیشہ کے لیے لازوال ہی تو دنیا سے آخرت بے انتہا بہتر ہے مترجم کہتا ہی کہ مین نے (بے انتہا) اسلیے کہا کہ ظاہر مین ناقص وہم یہ ہوتا ہی کہ اللہ تعالےٰ نے دنیا سے آخرت کو بہتر فرمایا جیسے چاندی سے سونا بہتر ہے تو دونون مین یہ نسبت ہوئی۔ یہ وہم بالکل غلط ہی چونکہ کفار اس دنیا پر بہت فریفتہ ہین تو اسکو بالکل خاک وخوار کہنا حکمت کے خلاف ہی کیا تم نے نہین جانا کہ حدیث سے روایت کرتے ہین کہ جس چیز سے آدمی کو محبت ہوتی ہی اُسکی برائی سے اندھا بہرا ہوجاتا ہی۔ اسلیے اس حکمت سے فرمایا یعنے جسکو تم لوگ اچھی سمجھتے ہو یعنے دنیا تو آخرت اس سے بھی بہتر ہے اور ابقی ہے۔ جب اُسنے کچھ کان کھولکر سُنا کہ وہ بہتر ہے تو ذراسی توجہ کریگا پھر اگر کچھ بھی عقل ہے تو اُسنے (ابقی) کے معنے مین غور کیا کہ دنیا سے وہ زیادہ باقی ہی تو کس قدر زیادہ ہی۔ معلوم ہوا کہ وہ ہمیشہ ہے ہمیشہ کے معنے یہ کہ اُسکی کبھی انتہا نہین ہی۔ اب اُسنے سمجھ لیا کہ اگر دنیا کی انتہا سو برس ہوئی اور آخرت کروڑ پدم یا کروڑ سنکھ ہوتی تو بھی کچھ نسبت لگائی جاتی اگرچہ مکھی کی ایک آنکھ برابر بھی نہوئی اور یہ تو بے انتہا ہی جس سے کسی عاقل کے نزدیک نسبت نہین ہوسکتی ہی تو اب سمجھا کہ یہ دنیا ہرگز آخرت سے کچھ نسبت نہین رکھتی ہے اور اگر اللہ تعالےٰ ذات پاک قدیم لم یزل لایزال ہی تو جنت آخرت بھی لازوال ہی اور اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ بے انتہا ہی تو جنت مین ہر روز نعمتون کی ترقی بے انتہا ہوتی جاویگی اسی وجہ سے جنتی کبھی وہان نہ اُکتائیگا اور نہ کبھی وہان سے دوسری جگہ جانے پر راضی ہوگا **اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی**۔ بیشک یہ امر موصوف جو مذکور ہوا ہی اگلے صحیفون مین تھا ف سابقین انبیا علیہم السلام پر جو صحیفے اور کتابین اُترین انمین بھی یہ امر مذکور موجود تھا۔ صحیفون سے کیا مراد ہی تو فرمایا۔ **صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَ مُوْسٰی**۔ ابراہیم وموسی کے صحیفون مین ف بعض علماء نے کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسٰی علیہ السلام پر پہلے صحیفہ اُترا تھا پھر توریت عطا کی گئی مترجم کہتا ہی کہ صحیفہ کتاب کو بھی شامل ہی۔ مطلب یہ کہ جب یہ بات صحیفہ ابراہیم علیہ السلام مین اللہ تعالےٰ نے نازل فرمائی تھی تو ابراہیم ؑ نے اپنی امت کو سنائی تھی پھر اُنکے چھوٹے بیٹے اسحٰق نے شام مین اور بڑے بیٹے اسمٰعیل علیہما السلام نے عرب مین یہی نصیحت سنائی اور اسحٰق ؑ کے بعد یعقوب ؑ واولاد واسباط مین یہی سلسلہ چلا آیا حتی کہ جب موسٰی علیہ السلام پر کتاب نازل ہوئی تو یہ بات اسمین بھی مذکور تھی پس مابعد انبیاے بنی اسرائیل نے حضرت عیسٰی علیہ السلام تک سب نے اپنی اپنی امت کو سنائی اگر کہو کہ کیا حضرت عیسٰی علیہ السلام کی انجیل مین یہ بات نہ تھی (جواب) یہ بات تو ایمان کی دعوت مین لازمی چیز ہے تو ہر پیغمبر نے اپنی امت کو سُنائی ولیکن عیسٰی ؑ کا ذکر اسلیے نہین ہے کہ عیسٰی علیہ السلام کو وہ توریت دی گئی جو موسٰی علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور ان کو حفظ ہوگئی لیکن بنی اسرائیل پر توریت مین بعضے احکام سخت کردیے گئے تھے بوجہ اُنکے ظلم کے تو اللہ تعالےٰ نے وہ احکام منسوخ فرمائے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی تو اُسمین فقط وہی احکام تھے جو توریت مین سے منسوخ کیے گئے تھے اور باقی توریت کے احکام بدستور رہے اسلیے تم دیکھتے ہو کہ اس زمانہ مین جو لوگ نصرانی نام کے ہین وہ توریت وانجیل دونون کو

بلکہ دنیاوی زندگی کو آخرت پر اختیار کرتے ہو مترجم کہتا ہے کہ یہان سے معلوم ہوگیا کہ آخرت والون کی پہچان یہ ہے کہ یاد الٰہی ونماز سے پاکیزہ ہون اور دنیا کے خیالات سے دل پاک رکھین۔ اگرچہ اپنی ضرورت کے لائق دنیا سے کمائی کرین کیونکہ نفقہ فرض ہے برخلاف انکے جنکی آخرت خراب ہے انکی پہچان یہ ہے کہ دنیاوی زندگی کے لیے سعی کرنے مین خوش ہون اور اسی پر دل رکھین پھر اگر آخرت کو جھوٹ جانین تو کافر ہین اور اگر آخرت کے ساتھ پورا یقین ہو لیکن غفلت ولذت مین پڑے ہون تو مسلمان ہین لیکن گناہون مین پھنسے ہین خلاصہ یہ کہ تم دنیا کی لذتون کو جو بالفعل حاصل ہین اگرچہ چندہی روز مین فنا ہونے والی ہین آخرت پر جو نعمت بے نشان ولازوال ہے ترجیح دیتے ہو تو پھر ایسے طریقے کو نہین اختیار کروگے جو آخرت کی فلاح و مراد ہے اور یہ خطاب (تم لوگ) سب دنیا کے لوگون سے ہے اسمین مسلمان وکافر داخل ہین اگرچہ خاص بندے ایسے نہین ہین لیکن اکثر کی یہ حالت ہے کہ دنیا اور اسکے منافع حاصل کرنے مین ایسی محنت اور اہتمام کرتے ہین جو آخرت کے کامون کے لیے نہین کرتے ہین بعض علما نے کہا کہ خطاب مطلق لوگون سے ہے (ف) مترجم کہتا ہے کہ مطلق سے مراد یہ کہ لوگون کو خطاب کیا گیا اسطرح کہ اگر ان مین سے کچھ لوگ بھی ایسے ہون تو خطاب ہوگیا اور ظاہر ہے کہ کفار ومنافقین اسی قسم کے ہین کہ دنیا کو اختیار کرتے ہین اور آخرت کا اعتقاد نہین رکھتے تو اس سے بالکلیہ منھ موڑتے ہین مترجم کہتا ہے کہ بہرحال یہ خطاب فقط مسلمانون کو کسی حالت مین نہین ہے کیونکہ جسوقت آیت کا نزول ہوا ہے اُس وقت مین صحابہ رضی اللہ عنہم مسلمان تھے اور وہ لوگ دنیاوی زندگی سے موت وشہادت کو دل سے چاہتے تھے ہان اگر یہ تکلف کرو کہ یہ مسلمان کو قیامت کے لیے مطلق خطاب ہے تو ہوسکتا ہے اگرچہ آیت نازل ہونے کے وقت اس قسم کا کوئی مسلمان نہو یا مدینے مین جہان منافق پیدا ہوے تو منافق ظاہر مین مسلمانون مین شامل تھے وہ اس قسم کے لوگ تھے۔ ابن مسعود رض سے ایک روایت مین اس عبارت سے آیا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ ہم نے دنیا کو آخرت پر کیون اختیار کیا اسلیے کہ دنیا حاضر کی گئی اور اسکے کھانے وپانی وعورتین ولذتین اور آرائش کی چیزین بالفعل دی گئین اور آخرت ہماری نظر سے پوشیدہ رکھی گئی تو ہم نے بالفعل سامنے موجود چیزون کو لینا شروع کیا اور جسکے ملنے کی مدت ہے اسکو چھوڑ دیا۔ والآخرۃ خیر وابقی۔ حالانکہ آخرت بالکلیہ بہتر وپائدار ہے۔ ف۔ غزالی رح نے لکھا کہ سب سے کم درجہ ایمان کا یہ ہے کہ ہمیشہ جانتا رہے کہ چاہے دنیاوی دولت بے انتہا اُسکے پاس ہو اس سے آخرت بہتر ہے اور وہان مجھے جانا ضرور ہے۔ مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اگر فرض کیا جاوے کہ دنیا سب سونے کی ہے لیکن آدمی سے پچاس ساٹھ برس بعد یعنے موت کے وقت زائل ہوجائیگی اور فرض کیا جاوے کہ آخرت سب خاک مٹی کی ہے لیکن وہ جس آدمی کو ملے اُسکے لیے ہمیشہ رہیگی تو واجب تھا کہ جب اختیار دیا جاتا کہ دونون مین سے پسند کرلے تو عاقل اسی مٹی کی پائدار دائمی آخرت کو اختیار کرتا۔ پھر بھلا غور کرو کہ یہان تو معاملہ برعکس ہے کہ دنیا سب خاک مٹی کی ہے اور بہت جلد چند روز کے بعد آدمی سے چھوٹنے وفنا ہونے والی ہے اور آخرت بے مثل سونے کی اور دائمی ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام بہت صاف اور آسان اور سچی واقعی نصیحت ہے رازی رح نے لکھا کہ آخرت بہتر ہونے کی چند دلیلین ہین (۱) آخرت مین جسم کے واسطے کامل عیش ہے اور روح کیلیے بھی عیش ہے تو سب طرح کامل عیش ہے اور دنیا مین یہ بات دونون طرح سے ندارد ہے (۲) دنیا مین جو لذت ہے ضرور اسمین کلفت ملی ہوئی ہے یعنے مثلاً نہایت عمدہ غذا اور بہت نفیس پانی حاصل ہوا تو آخر پائخانہ جانا ضروری ہے اور آخرت مین کسی کلفت ومشقت کا نام ونشان نہین ہے (۳) دنیا مین اگر فرض کرو کہ

لے

ایسے شخص کا گھر ہے جسکا گھر نہین ہو اور ایسے شخص کا مال ہو جسکا مال نہین ہو اور دنیا کے واسطے وہ جمع کرتا ہو جسکو عقل نہین ہے۔ ع
ابن جریر رح نے عرفجہ ثقفی رح سے روایت کی کہ مین نے ابن مسعود رض سے سورۂ سبح اسم ربک الاعلی کی قراءت چاہی تو جب آپ اس
آیت پر پہونچے۔ بل تؤثرون الحیوۃ الخ تو قراءت چھوڑ کر اپنے شاگردون کی طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ ہم نے دنیا کو آخرت پر
اختیار کیا شاگرد چپ ہو رہے (شاید شاگردون نے ادب سے دل مین خوف کیا کہ اللہ تعالے پناہ دے) آپ نے فرمایا کہ ہم نے دنیا کو پہلے
اختیار کیا کہ ہم نے دنیا کی زینت دیکھی اور اُسکی عورتین وکھانا و پینا دیکھا اور آخرت ہم سے مخفی رکھی گئی تو ہم نے اُس سے بے توجہی
کر کے اس موجود کو اختیار کر لیا ابن کثیر رح نے کہا کہ حضرت ابن مسعود رض نے یہ کلمہ بطور تواضع کے بیان فرمایا ہو یا آپ نے نوع انسان مراد لی
(ابن کثیر رح یعنے یہ جو کہا کہ ہم لوگون نے دنیا اختیار کی تو مراد یہ کہ ہم انسانون نے دنیا اس وجہ سے اختیار کی کہ ایک تو دنیا رچائی ہوئی
ہو دوسرے یہان کی زندگی مین جسم کا حکم اوپر ہو رہا ہو اور جسم کی طبیعت یعنے نفس کو (جی کو) اسی زمین کی پیداوار سے ذاتی الفت ہے
اسلیے کہ جسم اسی خاک سے پیدا ہوا ہے تو اسمین خاک کے سب اجزا لوہا و سونا و چاندی وغیرہ موجود ہین اور جس جسم مین جس قسم کا
مادہ قوی ہو اُسی چیز کا شوق زیادہ ہوگا مثلاً کسی مین لوہے کا جز زیادہ ہو تو اُسکو لوہے کی چیزون سے خاص شوق ہوگا یہ اسوقت
ہو کہ طبیعت کی خواہش پر چھوڑا جاوے اور اگر دنیا کی خواہش جم گئی تو پھر دنیا کی خاک بھی پسند کرنے لگتا ہے حتی کہ بارہا دیکھا گیا
کہ ایک دیوار کی مٹی کے پیچھے دو لوگ ایسے لڑے کہ ایک مارا گیا نعوذ باللہ من ذلک اور امام احمد رح نے حدیث ابو موسی الاشعری رضی اللہ
عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنی دنیا پسند کی تو اُس نے اپنی آخرت کو ضرر پہونچایا
اور جس نے اپنی آخرت پسند کی تو اُسنے اپنی دنیا کو ضرر پہونچایا تو تم لوگ فنا ہونے والی چیز پر باقی رہنے والی چیز کو اختیار کرو
(رواہ احمد متفرداً) اور امام احمد رح نے اسکو دوسری وجہ سے بھی روایت کیا ہو (تفسیر ابن کثیر رح) اگر کہا جاوے کہ قولہ تعالے۔ بل
تؤثرون۔ یہ خطاب کن لوگون کو ہے (جواب) رازی رح وغیرہ نے لکھا کہ امام ابو عمرو رح کی قراءت مین بیاے تحتیہ (یؤثرون) آیا ہے
یعنے وہ لوگ دنیاوی زندگی کو اختیار کرتے ہین تو مراد اس سے اشقی یعنے کفار لوگ ہین اور اللہ تعالے نے کفر کی یہی حالت
بیان فرمائی ہو بدلیل قولہ تعالے۔ استحبوا الحیوۃ الدنیا واطمانوا بہا۔ یعنے کافرون نے دنیا کی زندگی سے محبت کی اور اسی پر مطمئن ہوے
۔ع۔ یعنے دنیا کی زندگی کو زندگی جانتے ہین اور یہان سے مرنا موت ہے۔ م۔ آدمی کو نظر کرنا چاہیے کہ اگر اُسکی یہ کیفیت ہو کہ
دنیا کی زندگی اسکو دل سے اسطرح پیاری ہو کہ اسی پر دل ٹھہر جاوے اور یہان سے جانے کی فکر نہ ہو تو وہ کافر ہے۔ باقی ائمہ
قرا رح کی قراءت مین بتاے فوقیہ (تؤثرون) ہو یعنے تزکیہ و یاد الٰہی و نماز سے فلاح ملنے کو کیا سمجھو گے بلکہ تم لوگ تو دنیا کی
زندگی کو اختیار کرتے ہو اس صورت مین خطیب رح نے تجویز کیا کہ مسلمانون سے خطاب ہو مترجم کو یہ قول پسند نہین ہو
اسلیے کہ حسن بصری رح وغیرہ سلف کے قول مین ہو کہ منافق کی پہچان یہ ہو کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہو اور جب مثلاً ایک
وقت مین ایک کام دنیا کا اور دوسرا کام آخرت کا پیش آتا ہو تو وہ پہلے دنیا کے کام کو مقدم کرتا ہو اس قول مین اگرچہ یہ تاویل
ہو کہ سلف صالحین کی یہ مراد تھی کہ ایسے شخص مین اگر اسلام کا اعتقاد ہو تو شک نہین کہ اسکے کام نفاق کے ہین فتح البیان
مین نقل کیا کہ قولہ بل تؤثرون الآیہ۔ یہ پہلے کلام کے بعد جملہ مقدرہ سے اضراب ہو یعنے پہلے کلام کا حاصل یہ تھا کہ پاکیزگی و یاد الٰہی و
نماز سے فلاح ہے ایسی مراد ملیگی جو قیاس سے اعلیٰ ہو اسکے بعد گویا یون کہا کہ تم لوگ اسکی قدر نہین کرتے ہو۔ بل تؤثرون الخ

نکالا ہے (جواب) مین کہتا ہون کہ شاید رازی رح کا مطلب یہ ہو کہ آیت مین یہ احتمال موجود ہو واضح ہو کہ قولہ تعالے وذکراسم ربہ فصلی مین ذکر واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس ذکر کو اللہ تعالے نے فلاح کا ذریعہ بیان فرمایا کیونکہ قد افلح کے ذیل مین یہ بھی ہے پھر شک نہین کہ نام رب تبارک وتعالے ذکر کرنا منصوص ہے اور رازی رح نے فقط ذکر رب عزوجل بیان کیا اور یہ بھی اُس تاویل سے ہوسکتا ہے جو مین نے ابن عباس رض کے قول کی تاویل مین بیان کیا ہے اور نتیجہ اُسکا یہی ہو کہ رب عزوجل کا نام پاک یاد کیا ولیکن نام ذکر کرکے نماز پڑھنا جن وجہون سے ہوسکتا ہو سب سے اکمل فرد یہ ہے کہ اللہ اکبر کہکے فریضہ نماز پڑھے تو یہ اول مراد ہے پھر وہ استدلال آگیا جس سے رازی رح نے گریز کیا تھا فافہم کیا نہین دیکھتے ہو کہ اسی آیت سے زکوۃ الفطر دینا اور راہ مین تکبیر کہنا اور نماز عید پڑھنا نکالا گیا اور بدلیل فلاح یہ واجب ہو جس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو بلکہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اس معاملہ مین بحکم حدیث ہین تو غایت درجہ یہ کہ استدلال مین یہ شبہہ رہ جاوے کہ شاید یہ بطور تاکید ہو اور واجب اُسی کو کہتے ہین جسمین کچھ شبہہ باقی رہے اور مترجم اسکی تفسیر مین اقوال سلف کو اعادہ کرتا ہو اللہ تعالے نے فرمایا۔ قد افلح من تزکّٰی۔ بیشک اپنی مراد پائی اور جنت مین داخل ہوا جسنے تزکّٰی حاصل کی۔ یعنے شرک سے پاکیزہ ہوا اور اللہ تعالے وحدہ لاشریک پر ایمان لایا یعنے اُسکے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر عمل کیا اور حکم قبول کیا قتادہ رح نے کہا کہ نیک عمل سے پاکیزہ ہوا۔ عطاء وقتادہ وابوالعالیہ نے کہا کہ اس آیت کا نزول دربارۂ صدقۃ الفطر ہو عکرمہ رح نے کہا کہ صحابہ رض مین سے مین آدمی سے سنتا کہ مین اپنی نماز سے پہلے زکوۃ دونگا۔ عوف رض نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرماتے تھے کہ نماز عید پڑھی جانے سے پہلے زکوۃ الفطر نکالی جاوے اور یہی آیت تلاوت فرماتے (رواہ البزار وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقی) لیکن اسکی اسناد مین کثیر بن عبداللہ راوی ہین بہت ضعیف ہو لیکن اسکے واسطے شاہد موجود ہو وہ حدیث ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے۔ قد افلح من تزکّٰی وذکراسم ربہ فصلی۔ پھر صدقۃ الفطر تقسیم فرماتے بعد اسکے نماز عید الفطر کے لیے میدان کو جاتے تھے (رواہ ابن مردویہ) ابوسعید خدری رض خود بھی اس آیت مین یہی معنی بیان کیا کرتے تھے کہ عید مین جانے سے پہلے اُسنے صدقۃ الفطر دیدیا پھر عیدگاہ جاکر نماز پڑھی۔ ابن عمر رض نے کہا کہ یہ آیت اس بارہ مین نازل ہوئی کہ نماز عید سے پہلے صدقۃ الفطر نکالے۔ عطاء رح نے کہا کہ مین نے ابن عباس رض سے پوچھا کہ قد افلح من تزکّٰی صدقۃ الفطر کے لیے ہے فرمایا کہ سب زکوۃ کے بارہ مین ہے مین نے دوبارہ پوچھا تو فرمایا کہ سب صدقات کے بارہ مین ہو قولہ تعالے۔ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى۔ بلکہ تم اختیار کرتے ہو زندگانی دنیا کو اور آخرت بہتر اور بڑھکر باقی ہو ف پہلے یہ بیان فرمایا کہ فلاح پانے والا وہ بندہ ہو جسنے پاکیزگی اختیار کی اور نام الٰہی یاد کرکے نماز پڑھی تو اُسنے پوری مراد پائی اور وہ آخرت کی جنت مین ہے پھر فرمایا بلکہ تمام حیات دنیا کو اختیار کرتے ہو یعنے آخرت کے معاملہ پر دنیاوی کام مقدم کرتے ہو اور جس کام مین تمھارا دنیاوی نفع ومصلحت ہو اُسکو پہلے عمل مین لاتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہتر وپائدار ہو یعنے دار آخرت مین ثواب الٰہی بہ نسبت دنیا کے بہتر ہو اور آخرت زیادہ باقی ہو یعنے آخرت ہمیشہ باقی ہو برخلاف اسکے دنیاے فانیہ جلد مٹ جانے والی ہو یعنے ہر شخص کی موت سے دنیا مٹ جاتی ہو پس لائق نہین کہ جسکو سمجھ ہو وہ اس مکدر فانی برباد جانے آفات کو اختیار کرے اور عین پاکیزہ نعمت دائمی بے مثال دولت کو چھوڑے۔ امام احمد رح نے حدیث ام المومنین عائشہ رض سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا

دکھلانے کے لیے نماز پڑھتے ہین اور اللہ تعالے کو یاد نہین کرتے مگر قلیل - یعنے کچھ یاد نہین کرتے ہین مسئلہ فقہاء رحمہم اللہ تعالے نے اس آیت سے دلیل پائی کہ نماز کے شروع کرنے کے واسطے جو تکبیر کہی جاتی ہے وہ واجب ہے - امام ابوحنیفہؒ نے بھی کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ وہ نماز مین داخل نہین ہے اسلیے کہ نماز اسپر عطف ہو کیونکہ فرمایا وذکر اسم ربہ - اور اسپر عطف کیا بقولہ تعالے - فصلی - اور ذکر اسم - سے مراد اول کی تکبیر ہے اور معطوف علیہ و معطوف مین جدائی ہوتی ہو - ابو حنیفہؒ نے یہ بھی کہا کہ اس آیت مین مطلق ذکر اسم مذکور ہو یعنے فقط نام پاک (اللہ) کی خصوصیت نہین فرمائی گئی تو جیسے (اللہ اکبر) کہکر نماز شروع کرنا جائز ہو اسی طرح رب عزوجل کا کوئی نام پاک ذکر کرے جائز ہے جیسے الرحمن اکبر - الرحیم اکبر - یعنے اگرچہ (اللہ اکبر) جامع نام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وآپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اسی نام پاک سے شروع کرتے تھے تو اس وجہ سے اسی نام سے شروع کرنا افضل ہو ولیکن کلام یہ ہے کہ اگر رب عزوجل کے پاک نامون مین سے کوئی دوسرا نام لیکر شروع کرے تو کیا حکم ہو پس آیت مین مطلق ذکر اسم آیا تو جائز نکلا - واضح ہو کہ شافعیہ کے نزدیک شروع کی تکبیر واجبہ بھی نماز مین داخل ہو تو ابوحنیفہؒ کی دلیل کا کیا جواب ہو کیونکہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ قولہ تعالے ذکر اسم ربہ - معطوف علیہ ہو اور - فصلی - معطوف ہو اور جب معطوف علیہ سے تکبیر تحریمہ مراد ہو تو نماز سے جدا ہوئی کیونکہ معطوف علیہ اور معطوف جدا جدا ہوتے ہین کیونکہ اگر دونون ایک ہی ہون تو عطف بے معنی ہو جیسے کوئی کہے کہ زید و زید آیا تو بیفائدہ ہو بلکہ یہ مطلب ہے کہ زید آیا - لہذا سب کے نزدیک معطوف علیہ و معطوف مین جدائی ہوتی ہو پھر یہان تکبیر جدا ہوئی اور نماز جدا ہوئی - رازیؒ نے کہا کہ شافعیہ نے یہ جواب دیا کہ یہان آیت مین مطلب اس طرح ہے - فصلی فذکر اسم ربہ یعنے نماز پڑھی پس اپنے رب کا نام ذکر کیا اس صورت مین نماز مین نام پاک کا ذکر بھی داخل ہوگیا - اگر کہو کہ تمنے عطف کو لوٹ دیا (جواب) ہان اسلیے کہ دونون طرح کچھ فرق نہین ہو جیسے کہو کہ آپنے مجھے بزرگی دی پس مجھے دیکھنے آئے یا یون کہو کہ آپ مجھے دیکھنے آئے پس مجھے بزرگی دی دونون طرح ایک مطلب ہو - رازیؒ نے کہا کہ اس جواب مین ابوحنیفہؒ کی طرف سے یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ فصلی - مین (ف) واسطے تعقیب کے ہے یعنے اول امر کے پیچھے یہ کام کیا تو معنے یہ تھے کہ پہلے نام پاک ذکر کیا اُسکے پیچھے نماز پڑھی - تم نے جب اُلٹ دیا تو یہ معنے نہین رہے مترجم کہتا ہو کہ جو مثال بیان کی تھی اُسمین بھی اُلٹ دینے سے فرق آتا ہے کیونکہ آپ نے مجھے بزرگی دی پس مجھے دیکھنے آئے اس سے دو معنے نکلتے ہین اول جو حقیقی معنے ہین وہ یہ ہین کہ پہلے مجھے بزرگی بخشی پھر مجھے دیکھنے بھی آئے تو یہ دوسری بزرگی دی اور دوم یہ کہ آپ نے مجھے اسطرح بزرگی دی کہ مجھے دیکھنے آئے - لیکن اس صورت مین (پس) بمعنے بیان وسبب ہے اور (تعقیب) کے معنے نہین ہین اور یہی اُلٹ دینے کی صورت مین معنے ہین پس معلوم ہوا کہ آیت مین الٹ دینا اور ایک ہی معنی بیان کرنا بدون کسی دلیل کے اعتماد کے قابل نہین ہے رازیؒ نے کہا کہ پھر دوسرا جواب تجویز کیا جاوے اور وہ یہ ہے کہ آیت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اُس بندے کی مدح ہے جو اللہ تعالے کا نام ذکر کرکے اُسکے پیچھے نماز پڑھے تو اُس سے یہ نہین نکلتا کہ نام سے شروع نماز کی تکبیر مراد ہے بلکہ شاید یہ مراد ہو کہ جسنے دل مین اللہ تعالے کی عظمت اور ثواب وعذاب کو یاد کیا پس عاجزی سے نماز پڑھنے لگا اس طریقے سے وہ استدلال ہی جاتا رہا (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہو کہ اگر کوئی کہے کہ جواب دینے کی ضرورت یہانتک داعی ہوئی کہ اصلی استدلال ہی مٹا دیا حالانکہ پہلے خود لکھا تھا کہ اسی آیت سے فقہاء رحمہم اللہ تعالے نے تکبیر تحریمہ کو واجب

روح کو نکالکر حریر جنت مین رکھکر آسمان کو لے جاتے ہین تو جس گروہ ملائکہ کی طرف گزر ہوتا ہی وہ کہتے ہین کہ یہ کیسی عمدہ خوشبو ہی اور کافر کی روح جب ٹاٹ مین لے جاتے ہین تو اُس سے بدتر سے بدتر بدبو نکلتی ہی جس سے گروہ ملائکہ نفرت کرتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ اعتقاد توحید سے روح پاکیزہ خوشبودار ہوجاتی ہی باقی رہا جسم تو اُسکو پاک کرنیکا طریقہ یہ نہین ہی کہ صابون سے ملا جاوے تاکہ کھال سے مٹی میل چھوٹ جاوے بلکہ اعمال صالحہ سے پاک ہوتا ہی جیسے وضو کی فضیلت مین حدیث مین ہی کہ اگر تم مین سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ پانچ وقت اُسمین نہاوے تو اُسکی کھال پر میل کچیل نہین رہیگا اسیطرح پانچ وقت وضو، و نماز ہی یعنے بدن بالکل پاکیزہ ہوجاتا ہی اور اسیطرح دیگر اعمال صالحات ہین اور اگر اُسنے بدکاری کی تو میل کچیل چڑھتا ہی اور بدن پاکیزہ نہین رہتا ہی کہ اگر اسی حالت پر بغیر توبہ و استغفار کے مرگیا تو یہ بدن جنت مین جانے کے لائق نہین ہی جب تک اس میل سے پاک نہو اور پاک ہونا دو طرح ہوگا ایک یہ کہ اللہ تعالے اپنی رحمت سے پاک کردے جبکہ اس شخص مین کوئی ایسی بات ہو جس سے اس ترحم کے لائق ہوا یا اُسنے شفاعت پائی یعنے کسی بندہ صالح نے اُسکی شفاعت کی اور اللہ تعالے نے اُسکو پاک کردیا (دوم) یہ کہ جہنم کی آگ سے پاک کیا گیا اور یہ سخت ہی اللہ تعالے ہم بندون پر رحم فرماکر دوزخ سے ہم کو پناہ عطا فرماوے اور ہمارا رب ارحم الراحمین ہی **فائدہ جلیلہ** بعد موت کے ارواح کا ٹھکانا اوپر بیان ہوچکا ہی اور وہان صریح ذکر اس امر کا نہین ہوا کہ اگر ایک شخص ایمان مین یقین سے صادق ہی ولیکن گناہون کا مرتکب ہوا ہی اور اُسنے توبہ کی توفیق نہین پائی یا توبہ قبول نہونے پائی تھی کہ وہ مرگیا تو بیان مذکورۂ بالا سے واضح ہوا کہ اگر مومنین کی روح جنت مین رہتی ہے تو بالفعل اُسکی روح لائق جنت ہی کیونکہ صدق ایمان سے وہ پاک ہی بشرطیکہ اعمال و افعال گناہ سے کوئی اثر ایسا نہین ہوا جس سے روح مین کدورت لاحق ہو کیونکہ کبیرہ گناہون سے احتمال ضرور ہے اور رہا بدن جو کہ اُسکے گناہون سے آلودہ ہے وہ ضرور اُسوقت قابل جنت نہین ہی ولیکن ابھی جنت کا داخلہ بدون بدن کے ہوگا کیونکہ مع بدن کے داخل ہونا جو کمال ہے وہ بعد بعث قیامت کے ہوگا تو اس وقت روح کے لیے مانع نہین ہوسکتا ولیکن اگر بدن پر بوجہ گناہ کے قبر مین عذاب ہو تو روح جنت مین نہوگی اسلیے کہ جنت مین کسی قسم کا درد اور دکھ نہین ہوسکتا ہے اور یہ مقام خوفناک ہی الٰہی رحم فرماکر ہم بندون کو بخش دے اور ہمارے گناہ بخش دے انت المولی ارحم الراحمین - واضح ہو کہ اللہ تعالے نے اس امت مرحومہ کے واسطے بہت آسان فرمایا کہ دلی ندامت سے توبہ کرے تو گناہ معاف فرمایا جاتا ہی اور جب کبیرہ گناہون سے بچے تو اللہ تعالے صغیرہ گناہون کو اپنی رحمت سے کفارہ فرماتا ہے وللہ الحمد والمنہ (تفسیر پنجم) قولہ تعالے وذکر اسم ربہ فصلی - اور یاد کیا اپنے رب تعالے کا نام پس نماز پڑھی - ف - اسمین نام الٰہی یاد کرنے سے کیا مراد ہی اور نماز سے کس قسم کی نماز مراد ہی ابن عباس رض سے روایت ہی کہ نام الٰہی ذکر کرنے سے مراد تکبیر ہے جیسے اللہ اکبر اللہ اکبر لا آلہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد اور نماز سے مراد عید کی نماز ہے اور خلاصہ یہ کہ نماز عید کے واسطے جاتے وقت راہ مین تکبیر کہتا جاوے لیکن عید الفطر مین آہستہ کہے اور عید الاضحی مین آواز سے کہے پس ذکر اسم رب تبارک و تعالے سے یہ تکبیر مراد ہی اور نماز سے عید کی نماز مراد ہے (تفسیر ششم) یہ کہ نماز فریضہ و نفل سب مراد ہین اور نام الٰہی یاد کرنے سے یہ مطلب ہے کہ نماز مین اللہ تعالے کو یاد کیا یعنے اُسکی نماز مانند منافقون کی نماز کے نہین ہی اور منافقون کی حالت کو اللہ تعالے نے بیان فرمایا بقولہ تعالے یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا - یعنے لوگون کو

اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے (مرتبہ سوم) یعنے خدمت تو یہ قولہ تعالیٰ فصلی۔ سے مراد ہے کیونکہ نماز اصل مین خضوع وخشوع ہے پس جس بندے کا قلب اللہ تعالیٰ کی معرفت قدس جلال وعظمت وکبریا وکمال سے روشن ہوا وہ سر سے پاؤن تک اُسکی حضوری مین بندہ عاجز ہو جائیگا اور خضوع وخشوع اسکے اعضا پر ظاہر ہوگا (تفسیر دوم) قد افلح من تزکیٰ سے عید الفطر کی زکوۃ ہے یعنے فلاح پائی جسنے عید مین جانے سے پہلے صدقۃ الفطر دیدیا پھر عیدگاہ گیا۔ وذکر اسم ربہ فصلی۔ پھر نام الٰہی کے ذکر کے ساتھ نماز عید ادا کی۔ یہ قول عکرمہؒ وابو العالیہ وابن سیرین وابن عمرؓ سے مروی ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ تفسیر روایت کی گئی ہے اس تفسیر مین دو وجہ سے مشکل پیش آتی ہے (وجہ اول) یہ کہ قرآن مجید مین طریقہ معہود یہ ہے کہ پہلے نماز پھر زکوۃ ارشاد ہے حالانکہ تفسیر مذکور کے موافق یہان پہلے زکوۃ پھر نماز ہے (وجہ دوم) یہ کہ **امام ثعلبیؒ** نے اپنی تفسیر مین کہا کہ یہ سورہ بالاجماع مکیہ ہے اور مکے مین نہ عید تھی نہ زکوۃ فطر تھی واحدیؒ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ عنقریب نماز عید وزکوۃ فطر ہو جائیگی تو ایسے بندے کے واسطے فلاح بیان فرمائی جو اسپر عمل کرے گا مترجم کہتا ہے کہ الحمد للہ کہ مترجم کو جو اشکال پیش آیا تھا وہ امام رازیؒ نے امام ثعلبیؒ سے نقل کیا ولیکن امام واحدیؒ کا جواب مجھے پسند نہین ہے کیونکہ مکۂ معظمہ مین یہ سورہ اسلیے نازل ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے عام نصیحت فرمادین چنانچہ اوپر کی آیات مین بیان ہو چکا پس وہ لوگ کیونکر سمجھ سکتے تھے ایسی بات جو ہنوز وجود مین نہین ہے بلکہ جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ پاکیزگی دو طرح ہوتی ہے ایک عقائد توحید سے جو اس زمانہ نزول مین مقصود تھی اور دوم اعمال سے تاکہ جسم پاکیزہ ہو جیسے عقائد سے روح جنتی ہو گئی اور عقائد سے پاکیزگی کے شرائع معروف تھے اور طریقۂ سنت سے لوگون کو یہ بھی معلوم تھا کہ بعد ختم صیام کے عید الفطر کا صدقہ نکالین اور جماعت سے عیدگاہ مین نماز پڑھین ولیکن آیت سے یہ حکم نہین معلوم ہوتا تھا حالانکہ یہ طریقہ منجملہ شعائر اسلام کے ہے جس سے اسلام کے آثار عظمت ظاہر ہون تو ان علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی دقیق معرفت سے اس طریقۂ سنت کے واسطے قرآن مجید سے دلیل بتلائی کیونکہ احادیث سب قرآن کی تفسیر ہین ولیکن سمجھنا مشکل ہے اور جسنے تابعین کے آثار مین تتبع کیا وہ جانتا ہے کہ اکثر انہین سے حدیث شریف پاتے تو اپنے مشائخ صحابہ یا کبار تابعین سے دریافت کرتے کہ قرآن مین اسکا بیان کہان ہے بالجملہ میرے نزدیک ان علماء نے آیت قدسی سے ایک مثال بیان فرمائی ہے واللہ تعالیٰ اعلم (تفسیر سوم) مقاتلؒ نے کہا کہ قولہ تعالیٰ قد افلح من تزکیٰ۔ یعنے اپنے مال سے زکوۃ یعنے صدقہ دیا و ذکر اسم ربہ فصلی۔ اور اپنے رب عزوجل کا نام بوحدانیت یاد کر کے نماز پڑھی اس تفسیر مین اور سابق تفسیر مین فرق یہ ہے کہ اسمین نماز وزکوۃ فرض بھی شامل ہے بخلاف اول کے کہ اسمین فرض نماز وزکوۃ داخل نہین ہے (تفسیر چہارم) قد افلح من تزکیٰ۔ کہا گیا کہ اس سے مال کی زکوۃ مراد نہین ہے بلکہ اعمال کی زکوۃ مراد ہے یعنے اعمال کو ریاکاری وکوتاہی وغیرہ سے پاک رکھے بلکہ بدون ریاء کے خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ٹھیک اہتمام سے ادا کرے اور مال کی زکوۃ اسلیے نہین ہو سکتی کہ مالی زکوۃ دینے کو (زکی) کہتے ہین اور (تزکی) نہین بولتے ہین تو ہمنے جانا کہ یہان (تطہر) یعنے ستھرا اور پاکیزہ ہونا مراد ہے اور وہ اسطرح کہ اعمال کو خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ادا کرے اُسمین کسیکو دکھلانا سنانا مقصود نہو تاکہ نور حاصل ہو کر نجاست وکدورت نفس زائل ہو جاوے وقال تعالیٰ من تزکی فانما یتزکی لنفسہ۔ یعنے جو بندہ پاکیزہ ہوتا ہے تو وہ اپنی ہی ذات کے بھلے کو ستھرائی کماتا ہے ہے۔ اسیطرح یہان بھی یہی ستھرائی مراد ہے مترجم کہتا ہے جسنے غور کیا وہ جانتا ہے کہ جنتی ہونیکے لیے آدمی کو پاکیزہ ہو جانیکا طریقہ سکھلایا گیا ہے اور یہ طریقہ دنیا مین بغیر پیغمبر کے ہرگز نہین معلوم ہو سکتا ہے اور جو کوئی احمق اپنے آپکو پاکیزہ سمجھے تو اسکی جہالت ظاہر ہے بلکہ اللہ تعالیٰ پاکیزہ کر دیتا ہے پس دیکھو کہ یہ پاکیزگی صرف دو باتون پر ہے ایک تو روح کی پاکیزگی اور وہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت ووحدانیت پر اعتقاد ہے جو دل مین بیٹھ جاوے اس سے روح معطر خوشبودار ہو جاتی ہے چنانچہ حدیث مین ثبوت ہے کہ فرشتے جب مومن کی

ممنوعات سے بچے تو فلاح پاوے اور اگر اسکے ساتھ مین نوافل و مستحبات ملاوے تو درجات عالیات پاوے- پھر واضح ہو کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ظاہر یہ کہ نماز کا حکم تھا اگرچہ فقط دو رکعت صبح و شام ہو چنانچہ آگے فرمایا- واذکر اسم ربہ فصلی- اپنے رب عزوجل کا نام ذکر کیا پس نماز پڑھی رازی رح نے لکھا کہ مفسرین نے کئی وجہ سے اسکی تفسیر بیان فرمائی ہے (اول) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ اپنے رب عزوجل کی شان یاد کی کہ آخرت مین زندہ فرماویگا اور مجھ بندے کو اُسکی حضوری مین کھڑا ہونا ضرور ہے پس اُسنے رب عزوجل کے واسطے نماز پڑھی یعنی عاجزی و محتاجی و مسکینی ظاہر کی- مترجم کہتا ہے کہ اگر کہو کہ آیت مین تو (اسم ربہ) یعنے (رب کا نام یاد کیا) مذکور ہے اور تفسیر مین رب عزوجل کی حضوری مین آخرت مین قیام بیان کیا (جواب) اُسمین عجیب نکتہ لطیف ہے اور اسکا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالے کی شان اعلیٰ و اجل ہے کہ کوئی اسکو تعقل کرے کیونکر تصور بلکہ بندے کا دماغ سب اُسی نے پیدا کیا ہے تو یہ تصور اللہ تعالے نے پیدا کر دیا لہذا مشائخ عارفین مانند شیخ یحییٰ منیری قدس سرہ وغیرہ نے صریح بتلا دیا ہے کہ جو کچھ تیرے خیال و قیاس مین آوے وہ اللہ تعالیٰ نہین ہے بلکہ اللہ تعالے اس سے اعلیٰ و اجل ہے پس ایمان بندیکے دل مین جس شان سے موجود ہوتا ہے کہ بندہ خود جانتا ہے اب شان معرفت والوہیت اسطرح ہوتی ہے کہ اللہ تعالے کے واسطے نام پاک ہین از انجملہ یہ ہے (المعید) دوبارہ آخرت مین پیدا کرنیوالا پس جب بندہ نے یہ نام یاد کیا تو اُسکو ہوش ہوا کہ میرا رب تبارک و تعالے مجھے آخرت مین پیدا کرنیوالا ہے اور اسیطرح اُسکے حضور مین حاضری ضرور ہے وہ مالک یوم الدین ہے پس اُسکی عظمت و جلال و رحمت و قہر سب یاد کرکے عاجزی کے ساتھ اُسکی پناہ مین جاتا ہے اور اُسکے سامنے سر بسجدہ ہو کر مناجات کرتا ہے سورہ الحمد سب مناجات ہے یعنے اللہ تعالے کی حمد و ثنا ہے اور اپنی عاجزی ظاہر کرکے اُس سے دعا ہے اسیواسطے جماعت نماز مین جو لوگ جمع ہوے سب اسلیے جمع ہوے ہین کہ اس وقت اپنے رب کریم کی جناب مین التجا کرین پس ادب سے انھون ایک مرد صالح کو اپنے واسطے امام کرکے حضوری مین پیش کیا کہ ہم سب بندون کی طرف سے بارگاہ کبریا مین التجا پیش کر- لہذا جو کوئی اپنے امام کے پیچھے بازار و گھربار وغیرہ کے خیالات مین ہے وہ بے ادبی مین پڑا ہوا گستاخی کرتا ہے اور جو مقتدی کہ امام کے ساتھ مین وہی عرض کرتا ہے جو امام عرض کرتا ہے تو وہ ادب سے ہوش مین ہے اور بعض علماء نے کہا کہ وہ بھی زبان سے پڑھے اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ امام کی عرض جیسے اپنی طرف سے ہے ویسے ہی اسکی طرف سے بھی ہے اور مترجم نے بعض محققین کا قول پسند کیا کہ دل سے پڑھتا جاوے یعنے دعا مانگتا جاوے یعنے الٰہی مین دل سے اس عرضداشت مین شریک ہون کہ اہدنا الصراط المستقیم اور ظاہر احادیث سے قول اول بھی نکلتا ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب- بالجملہ اللہ تعالی کی الوہیت جو کسی طرح نہین پہچانی جا سکتی ہے سوائے اسکے کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو سکھلائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالے نے ہمارے لیے وہ نعمت عظیم و رحمت جسیم ارسال فرمایا کہ جس سے بڑھکر کوئی نعمت نہین ہے اور آپ کی ذات قدس ہمپر کمال رحمت ہے الٰہی ہمارا خاتمہ اپکی امتی ہونے پر ہو اور آپ کے کامل اتباع پر ہمارا خاتمہ بخیر فرمائیو انت ربنا ارحم الراحمین و حسبنا اللہ و نعم الوکیل- تو جب بندے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے اللہ تعالے کی الوہیت قدس کو پہچانا تو یہ خود داعی ہے کہ وہ نماز مین سر بسجدہ ہو اسی نکتہ سے فرمایا فصلی یعنے بفاء تعقیب یعنے جب اوسنے الوہیت کو پہچانا تو یہ مقتضی ہے کہ نماز مین قائم ہو (دوم) رازی رح نے کہا کہ ابن عباس رض نے جو تفسیر بیان فرمائی کہ اُسنے آخرت و قیام حضوری کو یاد کیا پس اُسکے لیے نماز پڑھی- یہی تفسیر متعین ہے اس دلیل سے کہ اعمال کے تین مرتبہ ہین (۱) باطل و خراب عقائد کو دل سے مٹاوے (۲) یہ کہ اللہ تعالے کی الوہیت بذات و صفات و اسماء پاک کے ساتھ دل مین یقین لاوے (۳) خدمت و بندگی مین قائم ہو پس (مرتبہ اول) تو قولہ تعالے قد افلح من تزکی سے مراد یہی ہے یعنے شرک و باطل عقائد سے پاک ہو (مرتبہ دوم) ذکر اسم ربہ سے مراد ہے کیونکہ دلی ذکر سے یہی عقیدہ مراد ہوتا ہے یعنے

سب نیک کام کرے اور وہ اعتقاد مین اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کو نہ مانے تو وہ مشرک کافر نجس ہے اور جب کوئی کافر اپنے دل کو کفر و شرک سے دھو ڈالے تو وہ پاک مومن ہے اگرچہ روزہ و نماز وغیرہ ابھی تک ادا نہ کیا ہو مثلاً سورج نکلنے کے بعد ہی ایمان لایا تو وہ پاکیزہ ہے نجس نہین ہے پھر جب ظہر کا وقت آویگا تب نماز پڑھیگا اس سے معلوم ہوا کہ پاکیزہ ہونے کا سب کامل فرد یہ کہ کفر و شرک سے پاک ہو تو ہم نے جان لیا کہ آیت مین جو ارشاد مطلق ہے کہ جسنے پاکیزگی حاصل کی اُسنے فلاح پائی تو مراد یہ کہ کفر و شرک سے پاکیزہ ہوا اسیواسطے ابن عباس رض سے روایت ہے کہ (من تزکی) یعنے لا الٰہ الا اللہ کہا (تفسیر کبیر مع توضیح) بلکہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ مین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول پاک اسکی تفسیر مین آیا ہے کہ پاکیزہ ہونا یہ کہ اُسنے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تصدیق دل سے ادا کی مترجم کہتا ہے کہ اس قول کی تائید مین تیسری دلیل وہ ہے جو مترجم نے اشکال مین بیان کی یعنے یہان شرک و کفر سے پاک ہونا مراد ہے اسلیے کہ پاکیزگی مال کی زکوۃ سے اس وقت تک فرض نہین ہوئی تھی اور حدیث ام المومنین عائشہ رض سے ظاہر ہوا کہ ابتدا مین اللہ تعالےٰ نے اعتقاد توحید کے بیان مین چھوٹی سورتین نازل فرمائین جب یہ اعتقاد حاصل ہوا تو خفیف نماز فرض کی یعنے اسیطرح رفتہ رفتہ نزول سے آہستہ آہستہ احکام فرض فرمائے اور خوب معلوم ہے کہ مکہ معظمہ مین ہجرت سے پہلے احکام شرائع نہین تھے اور اگر اسوقت ایمان لاکر آدمی انتقال کرتا تو وہ جنتی تھا اور ظاہر ہے کہ جسنے دل سے اللہ تعالےٰ کو وحدہ لاشریک مان لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ جان لیا تو اگر اُسنے بعضے گناہون سے نفس کو پاک نہین کیا تو بھی دائمی دوزخی نہین ہے بلکہ گنہگار ہے اور حدیث متواتر کے موافق وہ دوزخ سے نکالا جاویگا اور دوزخ مین وہ اس حالت سے نہین رہیگا کہ نہ مردہ ہے نہ زندہ ہے بلکہ موت دیدی جائیگی اور آگ کے ذریعہ سے وہ اس نجاست گناہ سے پاک کیا جائیگا پھر جنت مین زندہ و خوبصورت کرکے داخل کیا جائیگا حتی کہ جب کوئی گنہگار موحد جہنم مین باقی نہ رہیگا اُسوقت موت ذبح کیجائیگی اور پکارا جائیگا ہر فریق اپنے مقام پر ہمیشہ ہے کبھی موت نہین آویگی پس معلوم ہوا کہ آیت نازل ہونے کے وقت آیت کے یہ معنے تھے کہ اُس بندے کے واسطے فلاح ہے جسنے اپنے آپکو اسطرح پاک کیا کہ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت اور اُسی کی الوہیت پر ایمان لایا اور دل سے یہ مانا کہ جو کچھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احکام رسالت سے مجھے حکم فرماوینگے مین بسر و چشم قبول کرونگا) کیونکہ اُسکے واسطے اس وقت فقط یہی سر جھکانا حاصل ہے اور اسلام کے معنے گردن جھکانا - رہا یہ کہ مین ایسا کرونگا تو یہ دعوی بے معنے ہے حتی کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ کسی چیز کے واسطے یہ نہ کہنا کہ مین کل کرونگا بلکہ یون کہو کہ ان شاء اللہ تعالیٰ کل کرونگا - اسیطرح بندۂ مومن بھی قبول کرنے سے یہی مراد لیتا ہے کہ جو حکم دیا ہے بسر و چشم قبول ہے مین انشاء اللہ تعالےٰ حکم کی تعمیل کرونگا رہا یہ کہ پورا کرنا تو اللہ تعالےٰ کی توفیق پر منحصر ہے - حدیث مین ہے کہ ایماندار بندہ جو مفتتن تواب ہو اللہ تعالےٰ کو پسند آتا ہے یعنے مومن فتنہ مین ڈالا جاتا ہے اور نفس و شیطان کے جھگڑے مین وہ گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے پھر وہ جلدی سے نادم ہو کر اللہ تعالےٰ کی جناب مین توبہ کرتا ہے اور ڈرتا ہے تو وہ بہت کثرت سے نادم اور توبہ کرنے والا ہوتا ہے - خوب جان رکھو کہ جس کسی نے یہ دعوی کیا کہ مین آیندہ ایسا کرلونگا تو ابھی تک اسنے اچھی طرح اللہ تعالےٰ کی الوہیت کو نہین پہچانا اور اسیطرح جو لوگ گناہون کو بے دھڑک کیا کرتے ہین اور یہ دعوی کرتے ہین کہ ہم بڑھاپے مین توبہ کرلینگے تو یہ شرک خفی ہے اور جہالت ہے اسلیے کہ وہ نہین جانتا کہ آیندہ کیا ہوگا اور شاید اُسکو توبہ کی توفیق نہو لہذا اللہ تعالےٰ ارحم الراحمین سے نیک توفیق ہمیشہ مانگے بالجملہ جب یہ معلوم ہوا کہ اُسوقت مین پاکیزہ ہونا ایمان بکلمہ توحید تھا تو اسوقت جو لوگ ایمان لائے تھے وہ پاکیزہ ہوگئے - پھر یہ معلوم ہے کہ آخر مین شرائع نازل ہوئے ہین تو اب پاکیزہ ہونے کے کیا معنے ہین (جواب) اب حکم یہ ہے کہ سورۂ قد افلح المومنون کے اول مین جو تفصیل مذکور ہے ان خصائل پر پاک ہو اور خلاصہ یہ کہ فرائض و واجبات ادا کرے اور

نماز سے پہلے دیا جاتا ہو تو صحیح ہے اور اگر ہندوستان کے موافق بعد نماز کے دیا جاتا ہو تو نہین جائز ہے اسیطرح اس دیار کے عوام مین یہ رسم ہے
کہ صدقۃ الفطر کے گیہون رکھ لیتے ہین اور شام تک رمضان کی رات مین آنے والے فقیرون کو دیا کرتے ہین تو یہ نہین جائز ہے اور مترجم نے
تفصیل کے ساتھ اسکو عین الہدایہ شرح ہدایہ مین ذکر کیا ہے (م) اور خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ وہ بھی لوگونکو
صدقۃ الفطر نکالنے کا حکم دیا کرتے تھے اور یہی آیت قد افلح من تزکی الآیہ پڑھا کرتے تھے ابو الاحوص کہا کرتے تھے کہ جب تم مین سے کسی کے
یہان سائل آوے اور وہ نماز کا قصد رکھتا ہو تو نماز سے پہلے زکوۃ (یعنے صدقۂ فطر) دیدے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قد افلح من تزکی وذکر اسم
ربہ فصلی- قتادہ نے کہا کہ قولہ تعالیٰ قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی- یعنے اپنے مال کی زکوۃ دی اور اپنے خالق عزوجل کو راضی کیا (تفسیر
ابن کثیر) مترجم کہتا ہے کہ تزکیہ کے دو معنے ہو سکتے ہین نفس کو پاک کرنا یا- مال کی زکوۃ دینا- پھر مال کی زکوۃ دینے مین دو صورتین ہین ایک
یہ کہ زکوۃ مفروضہ ادا کرے یا صدقۂ فطر ادا کرے اور شیخ ابن کثیر نے سلف صالحین سے جو اقوال نقل کیے ہین اکثر ان مین سے صدقہ
فطر کی تصریح کرتے ہین ولیکن آخری قول قتادہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مال کی مفروضہ زکوۃ مراد ہے- پھر مترجم کہتا ہے کہ ان دونون قول مین
مجھے تردد ہے اسلیے کہ یہ سورۂ مبارک ہجرت سے پہلے مکے مین نازل ہوا ہے اور یہی جمہور کا قول اور مختار ہے پھر مکے مین زکوۃ مفروض نہین
ہوئی تھی جیسا کہ ایک جماعت علما کا قول ہے ولیکن بعض محققین کے نزدیک مکے مین نماز و زکوۃ مفروض ہو چکی تھی ولیکن زکوۃ مین تخفیف
نہ تھی کہ دو سو درم فاضل ہون تب پانچ درم دیے جاوین یہ تخفیف مدت کے بعد مدینے مین ہوئی ہے اور زکوۃ فطر بلا شبہہ مدینے مین روزہ فرض ہونے کے بعد واجب ہوئی ہے
تو اس آیت مین زکوۃ الفطر سے تفسیر کیونکر ہوگی- اور جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اب اس آیت کا حکم اسطرح نکالا گیا ہے- یہ بحث اس صورت مین ہے کہ مالی زکوۃ مراد ہو- اور اگر
نفس کی زکوۃ مراد لی جاوے یا دونون کا مجموعہ لیا جاوے جیسا کہ شیخ ابن کثیر نے دونون کو جمع کیا ہے تو یہ اشکال نہین لازم آتا ہے امام رازی نے لکھا
کہ اسمین دو وجہین ہین (وجہ اول) یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جب کافرون کا عذاب بیان کر دیا جو اللہ تعالیٰ کے دلائل قدرت مین نظر کرنے سے منہ موڑتے
ہین تو اسکے بعد ایسے بندون کی فضیلت بیان کی جنھون نے شرک کی نجاست سے اپنے آپ کو پاک کیا (وجہ دوم) زجاج نے کہا کہ (تزکی) کے معنے
یہ کہ تقویٰ مین کثرت کی- اسکی تائید حاصل ہوتی ہے بقولہ تعالیٰ قد افلح المومنون الذین ہم فی صلوتہم الخ کیونکہ ان آیات مین فلاح حاصل ہونیکے لیے
بہت سی عمدہ خصلتین بیان فرمائین تو یہی خصلتین یہان بھی مراد ہین جیسا کہ قد افلح من تزکی مین فلاح حاصل ہونا تزکی پر رکھا تو معلوم ہوا کہ قد
افلح المومنون مین جن چیزون سے فلاح حاصل ہوئی ہے وہی یہان بھی تزکی سے مراد ہین مترجم کہتا ہے کہ اسی سے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ
رذیل خصلتون سے اپنے آپکو پاک کیا یعنے عمدہ خصلتین حاصل کین رازی نے کہا کہ نجاست شرک سے پاک ہونے کی وجہ اول بھی دو دلیلون سے
قوی ہے (اول) یہ کہ آیت مین اللہ تعالیٰ نے وہ چیزین نہین بیان فرمائین جن سے پاکیزہ ہونے پر فلاح حاصل ہوگی تو ہمنے جان لیا کہ ایسی چیز سے نفس
کو پاک کرنا مقصود ہے جسکا ذکر اس آیت سے پہلے ہوا ہے اور وہ کفر و شرک ہے پس حاصل یہ نکلا کہ قد افلح من تزکی- بیشک اُس بندے نے پوری مراد پائی جسنے
پاکیزگی حاصل کی اس نجاست کفر سے جس سے اشقی جہنمی نے پاکیزگی نہین پائی تھی (دلیل دوم) یہ کہ یہان اللہ تعالیٰ نے فلاح پانے کے واسطے مطلق پاکیزگی
بیان فرمائی ہے اور مطلق سے وہ فرد ضرور مراد ہوتا ہے جو سب سے کامل ہے یعنے جب مطلق کے تحت مین افراد ہون جیسے یہان (پاکیزہ ہونا) بہت چیزون سے ہوتا ہے اور آیت
مین کسی چیز کا خاص بیان نہین ہے بلکہ مطلق ہے تو پاکیزہ ہونے کی جس قدر چیزین ہین اُن مین سے جو سب سے بڑھکر کامل ہے وہ ضرور مراد ہے اور سب سے
بڑھکر کامل پاکیزگی یہ کہ قلب کو کفر و شرک کی نجاست سے پاک کرے یہ فرد اسلیے اکمل ہے کہ اگر ایک شخص مثلاً ہاتھ منھ و پاؤن وغیرہ دھوئے
اور مسح کرے جیسے وضو مین دھوتے ہین اور دل مین نیت نہو تو حکم الٰہی کا وضو نہوگا تو دلی فعل زیادہ قوی ہے پھر اگر ایک شخص

ہولناک عذاب کے سامنے ہیچ ہو اللہ تعالےٰ ہم بندون پر رحم فرماکر اس عذاب سے بچاوے اور حدیث مین اس مقام کے بیان مین تفصیل ہو کہ مدت دراز تک جہنمی روئینگے آخر انسو منقطع ہونگے پھر چلائینگے دخون روئینگے اور آخر مین جو جہنم کے خازن مین انکو یہ جواب دینگے قال تعالےٰ ولا یقضی علیہم فیموتوا آلخ یعنے جہنمیون پر قضاے اجل نہ آویگی کہ مرجاوین اور نہ اُنپر سے عذاب مین تخفیف کی جاویگی اسیطرح دیگر آیات مین نعوذ باللہ من الکفر

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ

بیشک بھلا ہوا اسکا جو سنورا اور پڑھا نام اپنے رب کا پھر نماز کی کوئی نہین تم آگے رکھتے ہو دنیا کا جینا اور پچھلا گھر

خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝ ع

بہتر ہے اور رہنے والا یہ کچھ لکھا ہے پہلے ورقون مین ورق ابراہیم کے اور موسیٰ کے

اور اللہ تعالےٰ نے کافرون پر عذاب کی وعید بیان کرنے کے بعد اُس بندۂ صالح کا حال بیان فرمایا جسنے قرآن کی نصیحت کو سُنا اور قبول کیا بقولہ تعالےٰ۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى۔ بیشک اُسنے فلاح پائی جسنے اپنے آپ کو پاکیزہ کیا ف یعنے رذیل خصلتون سے اپنے آپکو پاک کیا اور جو کچھ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول علیہ السلام پر نازل فرمایا ہو اُسکی پیروی کی۔ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى۔ اور یاد کیا اپنے رب کا نام پس نماز پڑھی ف یعنے نماز کو اُسکے اوقات مین ٹھیک طریقے سے ادا کیا اس امید پر کہ اللہ تعالےٰ کی رضامندی حاصل ہو اور حافظ ابو بکر البزار رح نے کہا کہ حدثنا عباد بن احمد العزرمی حدثنا عمی محمد بن عبد الرحمن عن ابیہ عن عطاء بن السائب عن عبد الرحمن بن سابط عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد افلح من تزکی قال من شہد ان لا الہ الا اللہ و خلع الانداد وشہد انی رسول اللہ وذکر اسم ربہ فصلی قال ہی الصلوات الخمس والمحافظۃ علیہا والاہتمام بہا۔ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت قد افلح من تزکی۔ مین فرمایا کہ جسنے گواہی دی کہ لا الہ الا اللہ یعنے اللہ تعالےٰ کے سواے کوئی الوہیت والا نہین اور اُسنے شرک کے ساجھی چھوڑدیے اور یہ گواہی دی کہ مین رسول اللہ ہون۔ وذکر اسم ربہ فصلی۔ (اور یاد کیا اپنے رب کا نام پھر نماز پڑھی) فرمایا کہ یہ پانچون نمازین ہین اور انکی محافظت رکھنا اور انکا اہتمام کرنا امام بزار رح نے کہا کہ حضرت جابر رض سے اسی اسناد سے یہ حدیث روایت کی جاتی ہو ابن عباس رض نے کہا کہ فصلی۔ سے پانچون نمازین مراد ہین۔ اسی قول کو امام ابن جریر رح نے اختیار کیا و قال حدثنی عمرو بن عبد الحمید الاملی حدثنا مروان بن معاویہ عن ابی خلدہ قال الخ ابو خلدہ نے کہا کہ مین ابو العالیہ کے پاس حاضر ہوا تو مجھسے فرمایا کہ کل جب تو عیدگاہ کو جانے لگے تو میرے پاس ہوتا جائیو پس مین دوسرے روز انکی طرف گیا تو مجھسے فرمایا کہ تونے کچھ کھایا ہی مین نے کہا کہ ہان۔ فرمایا کہ اپنے اوپر پانی ڈالا ہی مین نے کہا کہ ہان پھر کہا کہ مجھے آگاہ کر کہ تیری زکوٰۃ کیا ہوئی (یعنے صدقۃ الفطر) مین نے کہا کہ مین اسکو ادا کرچکا۔ تو فرمایا کہ مین نے فقط اسیواسطے تجھے بلایا تھا پھر یہ آیت پڑھی۔ قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی اور کہا کہ اہل مدینہ اس صدقے سے اور پانی پلانے سے بڑھکر کوئی صدقہ نہین سمجھتے ہین (ابن کثیر) مترجم کہتا ہی کہ ابو العالیہ تابعی عالم مشہور ہین اور شاید اسلیے بلایا تھا کہ اگر اسنے صدقہ فطر ادا نہ کیا ہو تو اسکو اسکا حکم دین یعنے نماز سے پہلے ادا کرے کیونکہ ایک حدیث مین مذکور ہی کہ یہ صدقہ جسنے نماز سے پہلے ادا کیا تو یہ صدقۂ فطر ہے اور جسنے بعد نماز کے دیا تو وہ معمولی صدقات مین سے ہے۔ اس حدیث کو شیخ ابن الہمام رح نے شرح ہدایہ مین ذکر کیا اور کہا کہ اس سے لازم ہی کہ نماز عید سے پہلے یہ صدقہ ادا کیا جاوے مترجم کہتا ہی کہ یہی صحیح ہی لہذا در المختار مین جو قول لکھا کہ صدقہ فطر مین سے اپنے عزیز و اقارب فقرا کو دینا جائز ہی۔ الخ۔ اگر یہ اسم ہو کہ

جہنمی کا مقام اچھا ہی اور جنتی کا مقام بہت اچھا ہی بلکہ جہنمی دنیا مین اپنے واسطے بہتری سمجھتے ہین تو اُنکے قیاس سے بہتر بیان کیا رازیؒ نے کہا کہ تین۳ فرقے ہین عارف و متوقف و معاند پس عارف سعید ہی اور جو متوقف ہی وہ شقی ہی اور جسکو عناد ہی وہ اشقی ہی اور کہا گیا کہ آیت کا نزول دربارۂ ولید بن المغیرہ و عقبہ بن ربیعہ کے ہوا جو عداوت مین گرم تھے اسیطرح نار کبری مین اقوال ہین کیونکہ کبری بھی اسم تفضیل ہی حسنؒ سے روایت ہی کہ صغری دنیا کی آگ ہی اور کبری جہنم کی آگ ہی۔ بعض نے کہا کہ جہنم کی آگ مین بھی درکات ہین تو کافر اشقی کو سب سے شدید تر آگ مین ڈالا جائیگا۔ بعض نے کہا کہ سب سے نیچے کے طبقے مین ڈالا جائیگا۔ ثم لا یموت فیہا ولا یحیی۔ یہ آگ مین ڈالے جانے سے بھی سخت ہی کیونکہ دنیا مین اگر کوئی شخص آگ مین جلایا گیا تو مر جاتا ہی بلکہ جس قدر آگ تیز ہو اُسی قدر وہ جلد تر موت کے پنجے مین پڑ جاتا ہی اور تکلیف سخت ایک دم مین ختم ہو جاتی ہی اور شقی کے واسطے بزرگ آگ مین جا کر کبھی موت نہین ہی بلکہ ہمیشہ جیتا رہیگا اور جلے گا تو وہ زندگی اُسکی موت سے بدتر ہی اسیواسطے فرمایا کہ لا یحیی۔ نہ جئیگا۔ واضح ہو کہ زمخشری نے اپنی بداعتقادی کے موافق بیان فاسق کو شقی اور جہنمی قرار دیا۔ اگر فاسق سے کافر مراد ہی تو صحیح ہے اور اگر گنہگار مسلمان کو کہتا ہی تو یہ اُسکی غلطی ہی جو سلف صالحین صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے برخلاف اُسنے گمراہی کا عقیدہ اختیار کیا ہی اور گنہگار مسلمان ہمیشہ جہنم مین نہین رہیگا اسیواسطے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام احمدؒ نے ابن ابی عدی عن سلیمان عن ابی نضرۃ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ جہنم مین جانے والے جو جہنم کے لوگ ہین یعنے انکا وطن ہی جہنم ہی تو انھین کا یہ حال ہوگا کہ نہ مرینگے اور نہ جئینگے اور انکے سوائے کچھ لوگ ہونگے کہ اللہ تعالے کو انکے ساتھ رحمت منظور ہی تو انکو جہنم مین موت دیدیگا پھر اُنپر شفاعت کرنے والے داخل ہونگے پس آدمی ایک گروہ نکال لاویگا تو وہ لوگ (نہر الحیوۃ) مین ڈالے جاوینگے یا فرمایا کہ نہر الحیاء مین یا کہا کہ نہر الحیوان مین یا کہا کہ نہر الجنۃ مین ڈالے جاوینگے تو اسطرح اُگینگے جیسے سیل کی کیچڑ مین دانہ اُگتا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم نے دیکھا نہین کہ وہ سبز ہوتا ہی پھر زرد ہوتا ہی پھر سبز ہو جاتا ہی ابو سعید رضؓ نے کہا کہ بعض صحابہ رضؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اسطرح ٹھیک حالت بیان کرتے ہین گویا آپ دیہات مین رہتے ہین۔ امام احمدؒ نے دوسرے طریق سے اس حدیث کو اسناد کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ جہنمی جو جہنم ہی کے رہنے والے لوگ ہین تو وہ جہنم مین نہ مرینگے نہ جئینگے ولیکن کچھ لوگ بوجہ اپنے گناہون و خطاؤن کے آگ مین ڈالے جاوینگے تو اللہ تعالے اُنکو موت دیدیگا یہانتک کہ جب کوئلہ ہو جاوینگے تو اُنکے لیے شفاعت کی اجازت ہوگی پس وہ لوگ گروہ گروہ لائے جاوینگے اور جنت کی نہرون پر چھٹکائے جاوینگے اور اہل جنت سے کہا جائیگا کہ اُنپر پانی بہاؤ پس اسطرح اُگینگے جیسے سیل کی کیچڑ مین دانہ اُگتا ہی (ورواہ الامام مسلم) اور امام احمد نے دوسرے طریق سے حدیث ابو سعید رضؓ کو روایت کیا اور اسمین اسطرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم کے لوگ جو جہنمی ہین انکو اللہ تعالے کبھی وہان سے نکالنے والا نہین ہی تو وہ وہان نہ مرینگے اور نہ جئینگے اور سوائے اُنکے کچھ لوگ جہنم مین جاوینگے جنکو اللہ تعالے نے چاہا ہی کہ وہان سے نکالے گا تو اللہ تعالے اُنکو وہان موت دیدیگا حتی کہ کوئلہ ہو جاوینگے پھر گروہ گروہ نکالے جاوینگے۔ ھ۔ پس معلوم ہوا کہ گناہون کی وجہ سے کوئی دائمی جہنمی نہین ہوگا بشرطیکہ گناہون مین اُسنے ایمان باقی رکھا ہو کیونکہ شامت گناہون سے کبھی دل سیاہ ہو جاتا ہی اور وہ ایمان سے محروم ہو جاتا ہی نعوذ باللہ من ذلک۔ اور کافر کے لیے دوزخ مین ہمیشگی ہی وہ کبھی وہان سے نہین نکالا جائیگا پس اُسکے واسطے موت نہین ہی لقولہ تعالے۔ ونادوا یا مالک لیقض علینا ربک الآیہ اور پکارینگے کہ اے مالک کسی طرح تیرا رب ہمپر قضائے موت ہی جاری کردے مالک جواب دیگا کہ تم اسمین رہنے والے ہو۔ ھ۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ نہایت ہولناک مقام ہی اور تمام دنیا مع ہفت اقلیم کی سلطنت کے کفر کے ساتھ اسکی

افسوس مین غمناک ہوتے تھے تو اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا کہ ای رسول اللہ انکو نصیحت کر اگر نافع ہو۔ یعنے اول مرتبہ تو نے پیغام حق انکو سنادیا (السراج) اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے خوب جانتا ہے کہ نصیحت کا کیا اثر ہوگا تو شرطیہ بیان کیون فرمایا کیونکہ شرط وہ لگاتا ہے جو انجام کار نہ جانتا ہو (جواب) یہ کہ اللہ تعالے کو معلوم ہو ولیکن نصیحت اور اللہ تعالے کی طرف بلانا سب کافرون پر حجت ہی۔ اور کتابون مین مذکور ہی کہ اللہ تعالے نے موسی علیہ السلام سے فرمایا کہ جاؤ فرعون کو دعوت کرو اور اُس سے نرم گفتگو کیجیو اور مین تم کو گواہ کیے دیتا ہون کہ وہ نصیحت قبول نہین کریگا۔ھ۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبرون کے واسطے دعوت کا حکم جدا ہی اور اللہ تعالے کا علم جدا ہی (تفسیر کبیر) کتابون مین سے جو روایت نقل کی یہ ہو یا نہو لیکن یہ صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے عام دعوت کا حکم تھا خواہ وہ ایمان لاوے یا نہ لاوے اور اللہ تعالے نے فرمایا ان الذین کفروا سواء علیہم الخ۔ یعنے جو لوگ ازلی کافر ہوے ہین انکو تو ڈراوے یا نہ ڈراوے وہ ایمان نہ لاوینگے ۔ھ۔ اور فرمایا۔ ولو شاء ربک لآمن الخ یعنے اگر تیرا رب چاہتا تو ایمان لاتا ہر کوئی جو زمین مین ہی پس کیا تو لوگون پر جبر کریگا یہانتک کہ مومن ہوجاوین۔ھ۔ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قریش وغیرہ کے کفر سے غمگین ہوے تو اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ تعالے کی مشیت نہین ہی کہ کل روے زمین والے اس وقت ایمان لاوین پھر تو غمگین نہو۔ غور کرو کہ باوجود ان آیات کے آپ کی رسالت عام تھی اور دعوت عام تھی اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ واللہ یدعوا الی دار السلام الخ اور اللہ تعہ دار السلام کی طرف بلاتا ہی اور ہدایت راہ مستقیم کی اُس بندے کو عطا فرماتا ہی جسکو چاہے۔ھ۔ اور عام دعوت کا فائدہ یہ ہی کہ رسول اللہ پر جو امر فرض ہی وہ ادا کرے اور ازلی کافرون کو دعوت کرنے مین لامحالہ وہ تکلیف اٹھاویگا اور یہ اُسکے واسطے معالی درجات ہین اور کافرون پر اللہ تعالے کی حجت پوری ہوئی۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کو فرمایا۔ اوحی الی نوح انہ لن یومن من قومک الخ یعنے نوح کو وحی کی گئی کہ اب تیری قوم مین سے ہرگز کوئی ایمان نہ لاوے گا سواے اُسکے جو ایمان لاچکا الخ پس خلاصہ حکم یہ ہی کہ ای رسول اللہ جب تجھے علم ہوچکا کہ خالق جل جلالہ نے مخلوق کے مقادیر کو مقدر فرمایا ہے تو اب تو اُس پاک کلام معجز نظام سے جو تجھے وحی فرمایا ہی ان لوگون کو نصیحت کر اگر نصیحت نفع کرنے والی ہو۔ پھر آگاہ فرمایا کہ کلام پاک سے تیری نصیحت کس بندے مین اثر کریگی اور کس بندے مین اثر نہ ہوگا بقولہ تعالے سیذکر من یخشی۔ ای سیتذکر من یخشی اللہ تعالے۔ یعنے وہ بندہ نصیحت قبول کریگا جو اللہ تعالے سے ڈرتا ہی اسیواسطے دوسری آیت مین فرمایا فذکر بالقرآن الخ نصیحت کر قرآن کے ساتھ ایسے بندے کو جو اللہ تعہ سے ڈرتا ہی۔ھ۔ اسکو پہچانتا ہی بقولہ تعہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اللہ تعالے کے بندون مین سے وہی اللہ تعالے سے ڈرتے ہین جو عالم ہین۔ھ۔ یعنے اُسکی شان الوہیت کو پہچانتے ہین اسی لیے جسقدر معرفت الٰہی زیادہ ہو اُسی قدر اللہ تعالے سے خوف و رغبت زیادہ ہوتی ہی پس جس بندے کے قلب مین مقدار صلاحیت مقدر ہی وہ ایمان لاویگا قشیری ؒ نے کہا یعنے ای رسول اللہ تعہ علمًا نصیحت کر اگرچہ یہ نصیحت اُسی بندے مین مفید ہوگی جو اللہ تعالے سے خوف رکھتا ہی ولیکن تجھے اپنی دعوت رسالت کا ثواب عظیم حاصل ہوجاویگا۔ قولہ تعالے ویتجنبہا الاشقی الذی یصلی النار الکبری اور وہ بندہ اس نصیحت سے تجنب یعنے پہلوتہی کریگا یعنے اپنا رخ پھیرلیگا جو بدتر شقی ہی کہ نار کبری مین داخل ہوگا۔ دنیا مین مفلس کو بدبخت کہنے والے دنیا کے حریص ہین حالانکہ دنیا پر مطمئن ہونے والے کافر خود بدتر شقی ہین کہ وہ لوگ اس دنیاوی آگ کے غار مین نہین بلکہ اس سے بدرجہا بڑھکر بڑی آگ مین داخل ہونگے اور وہ جہنم کی آگ ہی۔ اشقی اسم تفضیل ہی اور یہ بڑھکر ہوتا ہی جیسے شقی سے بڑھکر بدتر اشقی ہے لیکن شقی بھی کافر ہے تو یہان اشقی سے یا تو مطلق بدتر مراد ہی اور یہ بھی اسم تفضیل کے واسطے استعمال معروف ہی جیسے قولہ تعالے احسن مقیلا۔ یعنے جہنمیون کے مقام کی بہ نسبت جنتیون کا مقام احسن ہی اُس سے یہ مراد نہین کہ

اپنی معیشت و زندگانی کی ہدایت تو جسم ظاہر کے لیے اپنی طبیعت سے پاتے ہین اور ایمانی روحانی ہدایت تجکو نصیحت قرآنی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے آیت مین بظاہر حرف شرط ہے یعنے نصیحت کر اگر نصیحت نفع کرے (سوال) یہ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عام خلق کو نصیحت کرنا فرض تھا خواہ مانین یا نہ مانین علاوہ برین آپکو یہ کیونکر معلوم ہوتا کہ اس شخص کو نصیحت نفع کریگی اور اُس شخص کو نہین نفع کریگی کیونکہ یہ علم تو فقط اللہ تعالے کو ہے پھر یہان شرط کے کیا معنی ہین (جواب) مین اقوال ہین (اول) جو ابن کثیرؒ نے کہا کہ (ان) حرف شرط جسکے معنے (اگر) آتے ہین وہ کبھی دوسرے حرف شرط کے معنے مین آتا ہے اور یہان بھی (حیث) کے معنے ہین یعنے جس حیثیت سے کہ نافع نصیحت ہو جیسے قولہ تعالے ادعہم الے سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ انکو اپنے رب کی راہ کی جانب بطریق حکمت اور نیک نصیحت کے دعوت کر۔ ف۔ اور ایسے معانی کے ساتھ ہو جسکو اُنکی عقلین سمجھ سکتی ہین (دوم) واحدیؒ نے کہا کہ شرط اصل مین یہ ہے اگر نصیحت نفع کرے یا نفع نہ کرے) پھر اسمین سے جزر اول بیان کر دیا کیونکہ دوسرا جزر خود ظاہر ہے حاصل یہ کہ اب اے محمدؐ تو ان لوگون کو اس قرآن سے نصیحت کر جو ہم نے وحی کر کے تیرے حفظ مین دیدیا ہے کہ تو اُسکو نہین بھول سکتا حسنؒ نے کہا کہ قرآن مومن کے لیے نصیحت ہے اور کافرون پر حجت ہے واحدیؒ نے کہا کہ اُسکی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلیے بھیجے گئے تھے تاکہ لوگون کو عذاب الٰہی سے ڈراوین اور راہ حق بتلاوین تو آپ پر نصیحت کرنا ہر حالت مین واجب تھا خواہ نفع کرے یا نہ کرے۔ یہی جرجانیؒ کا قول ہے اور اسنے پہلے فراءؒ و نحاسؒ و زہراویؒ نے یہی بیان کیا رازیؒ نے کہا کہ نفع کی شرط اسلیے بیان فرمائی تاکہ سننے والون کو ہوش ہو کہ نصیحت سننے سے اصلی مقصود یہی ہے کہ نفع اُٹھاوے کیونکہ نصیحت اسیواسطے رکھی گئی ہے (اگر وہم ہو کہ) پھر شرط سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر نفع نہ ہو تو نصیحت نہ کرین (جواب) نہین کیونکہ (اگر) کے ساتھ جو بات ہو وہ نہونے کے وقت یہ نہین چاہتی کہ وہ بات نہو یعنے جبکہ شرط پائی جاوے تو مشروط ضرور ہوگا ولیکن اگر شرط نہ پائی جاوے تو مشروط نہ پایا جانا ضرور نہین ہے شاید مشروط کسی دوسرے سبب سے پایا جاوے جیسے کہتے ہین کہ اگر کل بارش ہوئی تو یہ درخت سیراب ہوجاوینگے پھر اگر بارش نہوئی اور سقانے سینچ دیا تو بھی سیراب ہوگئے۔ اور کبھی حرف شرط سے دوسرے معانی مراد ہوتے ہین اور اسکی دلیل مین آیات ہین (از انجملہ) قولہ تعالے اشکروا للہ ان کنتم ایاہ تعبدون۔ یعنے اللہ تعالے کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ مراد یہ کہ دلون مین جوش ہو (از انجملہ) قولہ تعالے لاجناح علیکم ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم۔ یعنے تمپر گناہ نہین کہ نماز قصر کرو اگر تم کو یہ خوف ہو کہ کفار تم کو فتنہ مین ڈالینگے۔ ف۔ بالاجماع نماز کا قصر کرنا سفر مین ہمیشہ جائز ہے خواہ کفار سے خوف ہو یا نہو۔ (از انجملہ) قولہ تعالے۔ فلاجناح علیہما ان یتراجعا ان ظنا الخ یعنے رجعی طلاق کے بعد مرد و عورت پر رجوع کر لینے مین گناہ نہین اگر دونون کو یہ گمان ہو کہ ہم اللہ تعالے کے حدود پر ٹھیک قائم رہینگے۔ ف۔ بالاجماع مرد کو رجوع کرنے کا اختیار ہے اگرچہ یہ گمان نہو پس شرط سے مقصود یہ ہے کہ اصلی رجعت اُسکو معلوم ہو کہ ایسے وقت چاہیے جبکہ حدود پر قائم رہے اسیطرح قولہ تعالے فذکر ان نفعت الذکری نصیحت کر اگر نصیحت نفع کرے اس شرط سے یہ بھی فائدہ ہے کہ نصیحت سے نفع اُٹھانے پر خوش ہو جیسے کہتے ہین کہ مین نے تجھ سے واضح بیان کر دیا اگر تجکو سمجھ ہو۔ اور اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوشیار کیا کہ نصیحت ان کافرون مین نفع نہ کریگی (ف ک) خطیبؒ نے لکھا کہ قولہ تعالے فذکر ان نفعت الذکریٰ۔ اب نصیحت کر اگر نصیحت نفع کرے۔ ف۔ اس شرط مین اظہار فرمایا کہ یہ قوم قریش عجیب نادان ہین کہ صریح معجزات و آیات انمین اثر نہین کرتی ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک یہ تھی کہ اس قوم کو نصیحت کرنے مین بیحد کوشش کرتے تھے اور قوم بجاے صلاحیت کے زیادہ سرکشی و غرور بڑھاتی تھی اس حالت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسرت و

یعنے ہم تیرے واسطے نیک افعال واقوال پر عمل کرنا آسان فرمادینگے اور تیری امت کے لیے شریعت نرم ہموار معتدل مقرر فرما دینگے جسمین کچھ کبھی نہین ہے اور نہ کچھ حرج وسختی ہے (ابن کثیرؒ) رازیؒ نے کہاکہ قولہ نیسرک عطف ہے قولہ سنقرئک پر۔ حاصل یہ کہ ہم تجھے پڑھاوینگے کہ تو نہین بھولیگا اور نیسرک الخ اور ہم تجھے توفیق دینگے ایسے طریقے پر عمل کرنیکی جو نہایت سہل وآسان ہے۔ یعنے قرآن حفظ کرنے مین یہ طریقہ میسر کرینگے۔ الیسریٰ وہ اعمال خیر جو آسانی کے جانب پہونچین۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ الیسریٰ۔ جنت ہے۔ تو معنے یہ کہ ہم ایسے اعمال صالحہ کی توفیق دینگے جسکا نتیجہ حصول جنت ہے۔ کہا گیا یعنے تجھے شریعت سہل نرم کی توفیق دینگے۔ قول اول زیادہ قریب ہے مترجم کہتا ہے کہ قول ابن کثیر سب کو جامع ہے تنبیہ اگر کوئی کہے کہ لوگ تو اسطرح بولتے ہین کہ یہ کام فلان شخص کے لیے میسر کیا گیا اور قرآن مجید مین یہ مذکور ہے کہ ہم تجھے کار خیر کے لیے میسر کرینگے (جواب) رازیؒ نے کہا کہ جیسے قرآن مین ہے اسیطرح حدیث مین ہے کہ کل میسر لما خلق له ہر شخص آسانی دیا گیا جسکے واسطے وہ مخلوق ہے۔ الحدیث۔ اور اسمین ایک علمی نکتہ لطیف ہے اُسکا بیان یہ کہ فعل ایک ممکن چیز ہے اور ممکن وہ چیز کہلاتی ہے جو موجود ہو یا معدوم ہو دونوں طرف سے برابر ہے یعنے اسکا موجود ہونا واجب نہین ہوتا ہے اور نہ معدوم ہونا واجب ہوتا ہے بلکہ دونون باتون مین سے جو ہو وہ جائز ہے پھر عمل کرنے والا جب تک اُس فعل کے موجود کرنے کی قوت نہ پاوے تب تک وہ فعل بدستور رہیگا پھر جب اللہ تعالے نے اسکو توفیق دی تو اب اس فعل کا موجود ہونا قوی ہوا تو ضرور پیدا ہو جائیگا تو تحقیق یہ معلوم ہوا کہ عمل کرنے والا حقیقت مین آسانی دیا جاتا ہے واسطے اس فعل کے جیسا کہ قرآن وحدیث مین آیا ہے اور یہ نہین ہوتا کہ فعل کو آسانی دی جاوے واسطے فاعل کے جیسا کہ عوام بولتے ہین پس غور کرو کہ کلام حق عزوجل کے ہر کلمہ مین کیسی کیسی نفیس حکمت ہے سبحان اللہ وبحمدہ (التفسیر الکبیر) قولہ تعالیٰ فَذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَىٰ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَخْشَىٰ وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ۔ پس نصیحت کر اگر نفع کرے نصیحت اب نصیحت مان لیگا وہ بندہ جو ڈرتا ہے اور پہلوتہی کریگا بد تر شقی جو بڑی آگ مین جائیگا پھر اسمین نہ مریگا اور نہ جیگا ف یعنے اے محمد اب نصیحت کر جس حیثیت سے نصیحت نفع کرے اسی مقام سے علم پھیلانے مین یہ طریقہ ادب اختیار کرنا چاہیے کہ جو کوئی جس لائق ہو اُسکو وہی علم دیا جاوے پس اگر بعض علم کے لائق ایک شخص نہو تو اُس سے بیان نہ کرے (جیسے اکثر عوام اس زمانے مین اسی حالت مین ہین) چنانچہ امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو جس قوم سے ایسی بات بیان کرے جہانتک اُنکی عقلین نہین پہونچتی ہین تو یہی ہوگا کہ ان مین سے بعض کے حق مین یہ گفتگو فتنہ ہو جائیگی اور فرمایا پس تم لوگ ایسی باتین بیان کیا کرو جنکو وہ سمجھ لین کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالے واسکے رسول کو جھٹلایا جاوے لہذا حکم دیا کہ نصیحت کر جبکہ نصیحت نفع کرے (یعنے یہان (اگر) بمعنے (جب) ہے) اور آگے فرمایا سیذکر الخ یعنے تیری نصیحت سے اُسکو نفع ہوگا جو اللہ تعالے سے ڈرتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالے سے ملنے والا ہے۔ ویتجنبہا الاشقی الخ اور تیری نصیحت سے وہ بے پروائی کرکے منھ موڑیگا جس کی قسمت مین یہی مقدر ہے کہ نار عظیم کبیر مین جاوے وہان نہ مرے گا کہ عذاب سے چھٹکارا پا جاوے اور نہ جیگا کہ جیسے زندگی راحت سے ہوتی ہے بلکہ ہمیشہ عذاب ہی اُٹھاتا رہیگا (ابن کثیرؒ) واضح ہو کہ جب اللہ تعالے نے اوپر کی آیات مین آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالے نے خلق کو پیدا کرکے ٹھیک بنایا اور ہر ایک کے لیے اندازہ اپنے علم وحکمت سے مقدر کیا اور ہدایت دی اور انکے دنیاوی زندگی کے واسطے نباتات پیدا کر دیے اور بعد سبزی کے اسکو خشک کر دیا جس سے انکو تنبیہ ہو کہ اللہ تعالے پیدا کرتا اور بعد فنا کے پھر جب چاہے پیدا کرتا ہے یعنے آدمیون کے واسطے بھی آخرین بعثت حشر اور جزا وثواب مقرر فرمایا ہے اور آنحضرت صلعم کو ہدایت ایمانی کے لیے قرآن پاک محفوظ کر دیا۔ اب حکم دیا کہ اے محمد یہ مخلوقات

کہ اللہ تعالےٰ نے ایسا نہین کیا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دین حق پورا کامل کیا اور جیسے قولہ تعالےٰ لئن اشرکت لیحبطن عملک الخ یعنے ہر پیغمبر کو اسی طرح وحی کی گئی کہ اگر تو شرک کرے تو تیرے اعمال میٹ دیے جاوین۔ عہ۔ اور یہ قطعاً معلوم ہو کہ آپ نے کبھی شرک نہین کیا۔ پس فائدہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلعم کو معلوم ہو کہ نہ بھولنا اللہ تعالےٰ کا فضل تھا (۳) کبھی اس سے کچھ استثناء کرنا مقصود نہین ہوتا اور عرب مین یہ محاورہ معروف ہی یہ سب صورتین بربنائے قول اول ہین کہ استثناء واقع نہین ہوا یعنے بعد اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کچھ نہین بھولے (**قول دوم**) یہ کہ الا ماشاء اللہ استثناء ہی اور اس صورت مین چند وجوہ ہین مترجم کہتا ہی کہ وجوہ بیان کرنے کی ضرورت یہ ہی کہ نادان آدمی وہم کرے کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے وحی فرمائی تھی اُسمین سے شاید کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے ہون ولیکن مترجم کے نزدیک یہ اعتراض ہی ساقط ہی اسلیے کہ اگر آپ بھولے تو وہی بھولے جو اللہ تعالےٰ نے چاہا کہ یاد نہ رہے اور اسمین اللہ تعالےٰ کی حکمت ہی تو نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے جسقدر چاہا وہ یاد رہا گویا اصل مین اسی قدر وحی فرمایا تھا ولیکن رازی رح نے ان وجوہ کو لکھا ہی (وجہ اول) یہ کہ زجاج رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ الا ماشاء اللہ۔ سے یہ مطلب کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ کو منظور ہو کہ آپ بھول جاوین تو آپ اسکو کسی وقت بھولینگے ولیکن پھر اللہ تعالےٰ اسکو یاد دلادیگا تو بالکلیہ بھول نہ ہوئی **روایت** ہی کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی قرارت مین ایک آیت چھوڑ دی تو اُبی بن کعب نے بعد نماز کے عرض کیا کہ کیا یہ آیت منسوخ ہو گئی آپنے فرمایا کہ نہین بلکہ بھلایا گیا مترجم کہتا ہی کہ اس امر مین کچھ حرج نہین کہ بعض آیات کو اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ کے واسطے بھلا دیا ہو کیونکہ وہی حکیم علیم ہے چنانچہ وجہ دوم مین مذکور ہی (وجہ دوم) مقاتل رح نے کہا کہ بھلا دینے سے یہان منسوخ کرنا مراد ہی چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا الخ یعنے جو آیت ہم نے نسخ کی (اسکا حکم منسوخ کیا اور تلاوت باقی رکھی) یا ہم نے اسکو بھلا دیا (بالکل یاد نہ رہی) تو ہم اس سے بہتر یا اُسکے مثل لاتے ہین کیا تو نہین جانتا کہ اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہی۔ عہ۔ مترجم کہتا ہے کہ ابن عباس رض سے گیارھوین پارہ کی تفسیر مین گزر چکا کہ منافقین کے نام مفصل نازل ہوے تھے پھر اللہ تعالےٰ نے کرم فرمایا اور نام منسوخ کر کے بھلا دیے تا کہ انکی اولاد جو صالح مسلمان ہوے اُنکو عار نہ دلایا جاوے اور سورۂ الہاکم التکاثر کی تفسیر مین بیان آویگا پس یہی قول اقوی واصح ہی واللہ تعالےٰ اعلم (رازی رح نے لکھا کہ شاید ماشاء اللہ بطور نادر رہا ہو اور یہ بھی کوئی مستحب ونفل بات مین ہو اور واجبات مین نہین جائز ہی کیونکہ اگر یہ یاد نہ رہے تو شرع مین خلل پیدا ہو مترجم کہتا ہی کہ خلل کیون پیدا ہوگا جبکہ بھلانا اللہ تعالےٰ کی مشیت وارادہ سے ہوا اور اللہ تعالےٰ پر نسیان وبھول محال ہی تو اللہ تعالےٰ نے ضرور اسکو اپنے اختیار سے بھلا دیا اور اُسکا نتیجہ یہی نکلا کہ اس واجب کو نسخ کرنا منظور تھا۔ انہ یعلم الجہر وما یخفی۔ اللہ تعالےٰ ظاہر وباطن سب جانتا ہی رازی رح نے کہا کہ مطلب یہ کہ تو کچھ نہین بھولیگا الا ماشاء اللہ یعنے وہ بھلا دیا جائیگا جسکو نسخ کر دینا اللہ تعالےٰ کو منظور ہی کیونکہ اللہ تعالےٰ ظاہر وخفی سب جانتا ہی تو حکمت ومصلحت مین جہان منسوخ کرنا مناسب ہے اسکو منسوخ فرماویگا مترجم کہتا ہی کہ (جہر) وہ تھا جو اُسوقت مخلوق کے سامنے ظاہر تھا اور مخفی وہ تھا کہ جو آیندہ آنے والا تھا کیونکہ مخلوق سے وہ پوشیدہ تھا اگرچہ اللہ تعالےٰ کے علم مین حاضر تھا پس بہت سے امور اللہ تعالےٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعلیم مین فرض فرمائے جیسے رات کی نماز اور تمام مال موجودہ کو صدقہ کرنا اور مانند اسکے پھر ان احکام کو منسوخ کر دیا بنظر اسکے کہ آیندہ جو زمانہ آنے والا ہی وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت وبرکت سے محروم ہونگے تو اُنکے قلوب مین یہ وسعت نہین ہے پس یہ صورت بھی اسی مین شامل ہی قولہ تعالےٰ۔ **وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى**۔ اور ہم تجھے آسانی دینگے سہل کے واسطے ف

اسسال وفات ہی - اور حدیث مین امت کو تاکید ہی کہ قرآن مجید کا دور کیا کرین کیونکہ اونٹ جسطرح سندان سے نکل جاتا ہی اس سے بڑھکر
قرآن سینۂ مردان سے نکل جاتا ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات ایک صحابی کی قرات سنی اور صبح کو
فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اُسپر رحم کرے کہ اُسنے مجھے فلان فلان آیت یاد دلادی جو مجھسے فلان سورہ سے رہگئی تھین - اور واضح ہو کہ حدیث مین آیا ہی
کہ تم مین سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ مین نے سورہ قرآن فراموش کیا بلکہ یون کہے کہ مجھے بھلا دیا گیا (وجہ دوم) یہ کہ قولہ سنقرئک الخ ہم تیرے
دل کو کشادہ فرماوینگے اور ایسی قوت دینگے کہ ایکبار جبرئیل ؑ کی تلاوت سے تو اسطرح حفظ فرماویگا کہ نہین بھولیگا (وجہ سوم) یہ کہ ابتداے
سورہ مین تسبیح کا حکم دیا تو گویا فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی تسبیح کرنے پر مداومت کر اور ہم عنقریب تجھے قرآن پڑھاوینگے جو علوم اولین و آخرین کا
جامع ہی اور اسمین تیرے واسطے شرف ہی اور تیری قوم کے لیے بزرگی ہی اور ہم اسکو تیرے قلب مین جمع کرینگے اور اسپر عمل کرنے کے واسطے تجھے
آسانی عطا فرماوینگے **مسئلہ دوم** اس آیت مین معجزہ نبوت ہی اور اعجاز دو وجہ سے ہے (وجہ اول) یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشرف
خاندان عرب مین سے تھے اور عرب اگرچہ لکھنا پڑھنا نہین جانتے ہین تاہم ان مین پڑھے لکھے لوگ بہت تھے برخلاف آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے کہ آپ پر اللہ تعالےٰ نے کسی استاد کا حق نہین رکھا چنانچہ حدیث مین ہی کہ رب عزوجل نے مجھے ادب سکھلایا پس میرا ادب سب سے
بہتر ہے اور قوم کے واسطے یہ معجزہ کفایت ہی کہ ایک مرد امی نے جو رسمی لکھنا پڑھنا نہین جانتا ہی اس کتاب طولانی کو بغیر درس اور کتابت کے
اور بغیر دور کے یاد کرلیا (وجہ دوم) یہ کہ سورۂ ہذا ابتدا مین مکے مین نازل ہوا تھا اور اس سورہ مین ایک امر عجیب غریب کی خبر ہے کہ تجپر قرآن
نازل فرماوینگے اور اسطرح پڑھاوینگے کہ تو اسکو نہین بھولیگا پھر جسطرح خبر دی گئی اُسی طرح واقع ہوا تو یہ لطیف معجزہ ہی مترجم کہتا ہی کہ اس سے بہت
بڑھکر معجزہ یہ ہے کہ باوجود لے پڑھے ہونے کے ان آیات مین ایسے معارف بلند و حقائق ارجمند ہین کہ کبھی ختم نہین ہوتے اور عارف عالم
ان شرائع مین متحیر ہوتے ہین فافہم - م - رازی ؒ نے لکھا کہ پھر قولہ فلا تنسیٰ - کو بعض نے نہی کے معنے مین لیا یعنے ہم تجھے وحی سے قرآن
پڑھاوینگے اُسکو مت بھولنا - مشہور قول یہ ہی کہ بمعنے خبر ہے یعنے خبر دی کہ تو نہین بھولیگا اسلیے کہ اول قول کے موافق تکلف ہی اور کئی وجہ
سے ضعیف ہی (ایک وجہ) یہ ہی کہ بھولنے سے ممانعت درحقیقت نہین ہوسکتی کیونکہ بھول جانا اللہ تعالےٰ کی قدرت ہی ہان مجازاً یہ معنے لیے
جاوین کہ ہمیشہ اسکو پڑھتے اور دور کرتے رہنا کہ فراموشی نہو (دوم) یہ کہ نہی کی صورت (فلا تنسیٰ) ہی تو یہ تکلف کرو کہ الف واسطے رعایت
فاصلہ کے زائد ہی اور یہ خلاف اصل ہی (سوم) یہ کہ اگر نہی قرار دی جاوے تو اس سے بہتر تعظیم یہ کہ بشارت کی خبر ہو رہا یہ بیان کہ قولہ (الا ماشاء اللہ)
سے استثناء کے کیا معنے ہین یعنے تو کچھ نہین بھولیگا سواے اُس قدر کے جو اللہ تعالےٰ چاہے - رازی ؒ نے کہا کہ یہان دو باتین ہوسکتی ہین اول
یہ کہ اللہ تعالےٰ نے اسکو صرف اظہار عظمت کے معنے مین بیان فرمایا اور اس استثنا کا حصول نہین ہوا یعنے آیت نازل ہونے کے بعد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہین بھولے اور یہی کلبی ؒ کا قول مروی ہی اگر کہا جاوے کہ جب کچھ مستثنیٰ نہین ہوا تو پھر اس کلام پاک زائد کرنے سے کیا
غرض ہی (جواب) مین چند امور ہین (۱) یہ کہ تبرک مراد ہی جیسے قولہ تعالےٰ لا تقولن لشیٔ الخ یعنے اے محمد کسی چیز کی نسبت یہ نہ کہنا کہ مین اس کام کو
کل کرونگا مگر آنکہ کہو اگر اللہ تعالےٰ چاہے - گویا اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ مین سب جانتا ہون ولیکن تم کو اُسی طرح آگاہ کیا جاتا ہی (۲) فراء ؒ نے کہا کہ اللہ
تعالےٰ نے چاہا نہین کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کچھ فراموش کرین ولیکن اسکو ذکر فرمایا کہ جس سے اللہ تعالےٰ کی عظمت معلوم ہو کہ اگر اللہ تعالےٰ کو منظور
ہو تو نسیان واقع ہوگا اور اللہ تعالےٰ کو سب قدرت ہی **اقول** اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کسی بات پر مجبور نہین ہی وہ قادر مختار ہی جو چاہی وہ کرے
قولہ تعالےٰ ولئن شئنا لنذہبن بالذی اوحینا الیک الآیہ یعنے اگر ہم چاہین تو جو کچھ ہم نے تجکو وحی فرمایا ہی اسکو لیجاوین - الخ - ہم خوب جانتے ہین

مرعی درحالیکہ وہ احوی تھا یعنے شدت سبزی سے سیاہ ہو رہا تھا۔ پھر اسکو غثاء کر دیا (السراج) شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ قولہ تعالے
والذی اخرج المرعی۔ اور جس رب عزوجل نے مرعی کو نکالا۔ یعنے سب قسم کے نباتات وبیل وکھیتیاں نکالین۔ فجعلہ غثاء احوی۔ پھر اسکو
غثاء احوی کر دیا۔ یعنے خشک سنہیر کر دیا یا یہ معنی کہ سوکھی گرد آلود کر دی) یہ ابن عباس رض نے بیان فرمایا ہو اور اسی کے مانند مجاہد وقتادہ وابن زید
نے بیان کیا ہو امام ابن جریر رح نے کہا کہ بعضے اہل العلم جو زبان عربی سے ماہر ہین یہان یہ سمجھتے ہین کہ کلام مین مقدم وموخر ہو اور معنے یہ ہین
کہ والذی اخرج المرعی احوی فجعلہ غثاء۔ یعنے جسنے مرعی کو خوب سبز سیاہی مائل نکالا پھر اسکے بعد اسکو غثاء (خشک) کر دیا۔ ابن جریر نے کہا
کہ یہ بات اگرچہ بن سکتی ہو ولیکن ٹھیک نہین ہو اسلیے کہ علماء سلف کی تاویل سے بالکل خلاف ہو (ابن کثیر رح) ابن زید نے فرمایا کہ اللہ
تعالے نے کافرون کے لیے یہ مثل بیان فرمائی کہ دنیا جو سبز لہلہاتی نظر آتی تھی وہ آخر جاتی رہی مترجم کہتا ہو کہ اسمین یہ بھی تنبیہ ہوسکتی ہو
کہ اللہ تعالے مین سب قدرت ہو وہ مخلوق کو پیدا کرتا پھر موت دیتا پھر دوبارہ پیدا کرتا ہو۔ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰىٓ اِلَّا
مَا شَآءَ اللّٰهُ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى۔ ہم تجھے پڑھا دینگے پس تو نہین بھولیگا سوائے اُسکے جو اللہ تعالے
چاہے وہ جانتا ہو علانیہ کو اور جو چھپا ہو ف اللہ تعالے کی طرف سے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشارت دی گئی کہ ہم تجھے
اسطرح پڑھا دینگے کہ تو اسکو نہین بھولیگا سوائے اُسکے جو اللہ تعالے چاہے۔ اس تفسیر کو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہو۔ قتادہ رح نے کہا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بھولتے نہین تھے سوائے اسکے جو اللہ تعالے چاہے بعض علماء نے کہا کہ فلا تنسی سے اصل مین نہی مقصود
ہو یعنے تو اُسکو بھول نہ جائیو سوائے اس قدر کے جو اللہ تعالے کو منظور ہو یعنے اُسکی تلاوت سے منسوخ فرما دے تو اُسکے بھول جانے مین
کچھ مضائقہ نہین ہو انہ یعلم الجہر الخ اللہ تعالے کو خوب معلوم ہو جو اُسکے بندے قول وفعل ظاہر کرتے ہین اور جو مخفی کرتے ہین (ابن کثیر رح)
اور رازی رح نے لکھا کہ یہ بات جاننا چاہیے کہ جب اللہ تعالے نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ (سبح اسم
ربک الاعلی) یعنے اپنے رب اجل کی تسبیح کر۔ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ جانتے تھے کہ اللہ تعالے کی تسبیح اُسی کلام سے پوری
ہوسکتی ہو جو اُسنے بذریعہ وحی کے نازل فرمایا ہو تو لامحالہ آپ جہد فرماتے کہ وحی الٰہی مین کچھ بھول نجادین پس اللہ تعالے نے یہ خوف دور فرمایا
بقولہ تعالے سنقرئک فلا تنسی یعنے ہم تجھے اسطرح پڑھا دینگے کہ تو نہین بھولیگا اور یہان چند مسائل ہین (اول) واحدی رحمہ اللہ تعالے
نے کہا کہ قولہ سنقرئک۔ یعنے ہم تجھے قاری بنا دینگے اسطرح کہ قراءت تجھے الہام فرما دینگے پس جو کچھ تو وحی الٰہی پڑھیگا اُسکو نہین بھولیگا
مجاہد رح ومقاتل رح وکلبی رح نے کہا کہ جسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی قرآن نازل ہوتی تھی تو آپ اپنے لب مبارک کو وحی کی قراءت
کے لیے جنبش دیتے تھے تاکہ ایسا نہو اُسکو بھول جائین حالانکہ جبرئیل علیہ السلام ابھی آخر تک وحی سے فارغ نہین ہوئے پس اللہ
تعالے نے اس آیت سے بشارت دی کہ یہ خوف نہ کرین ہم اسی طرح یہ قرآن تجکو پڑھا دینگے کہ تو نہین بھولیگا اور اسکو حفظ رکھیگا
اس آیت کی نظیر ہے قولہ تعالے لاتعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ۔ یعنے وحی پوری ادا ہونے سے پہلے تو قرآن کی قراءت
کے ساتھ جلدی نہ کر۔ ۔ اور قولہ تعالے لاتحرک بہ لسانک الآیہ یعنے جلدی کی غرض سے قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دے۔ ۔
اب رہا یہ بیان کہ قرآن حفظ کرا دینے کی کیا صورتین ہین تو علماء رح نے اسکی وجہین بیان کین (ایک) یہ کہ جبرئیل بار بار آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ دور کرینگے پس اسطرح حفظ ہو جائیگا کہ فراموش نہین ہوسکتا ہو مترجم کہتا ہو صحاح کی حدیث ابن عباس رض مین ثابت
ہے کہ ہر رمضان مین قرأت کو جبرئیل ع آپ کے ساتھ دور کیا کرتے تھے۔ ۔ حتی کہ سال وفات مین دوبار دور کیا اسی سے آپ نے جانا کہ

اسال

کہ قدرت نے اجزاء جسمانیہ کو مرکب کرکے خاص ترکیب سے علیحدہ علیحدہ ان قوتون کی لیاقت عطا فرمائی اور (فہدی) سے معلوم ہوا کہ ان اعضاء مین یہ قوتین مقدر کین اور مصلحت ہر شخص ونوع کی پوری ہوئی اور مفسرین نے یہان متعدد اقوال بیان فرمائے ہین مثلاً مرد وعورت اور نر و مادہ مین ارتباط انکی پیدائش مین رکھا اور مثلاً ہر ایک کو اُسکی معیشت کی ہدایت کی اور مثلاً انسان کو راہ نیک وبد کی ہدایت کی کہ قدرت اُسکے واسطے ان دونون مین سے ہر چیز حاصل کر دیگی پھر بعض نے شکر کی راہ لی اور بعض نے کفر کی راہ لی۔ بعض نے کہا کہ ہدایت سے مراد یہ کہ بعد پیدا کرکے ٹھیک کرنے کے انکو ایمان کی طرف ہدایت کی یعنے بلایا۔ بعض نے کہا کہ یعنے انکو دلیل دیدی کہ قدرت کے افعال دیکھکر صفات حق کی راہ پا دین اور عظمت وجلال وکبریا وصمدیت ووحدانیت یعنے صفات الوہیت پہچانین کیونکہ عاقل اسی عالم مین عجیب صنائع قدرت دیکھتا ہی جس سے نور فطرت صاف پہچان لیتا ہی کہ اس عالم کا خالق حق عز وجل کامل صفات ہی قتادہ نے کہا کہ قولہ تعالےٰ (فہدی) اللہ تعالےٰ نے کسی بندے کو زبردستی مقہور نہین کیا کہ وہ ضلالت وبدکاری پر رہے نہ اسکو یہ حکم دیا اور نہ پسند کیا بلکہ تمھارے واسطے بندگی پسند کی اور اسی کا حکم دیا اور معصیت سے منع کیا۔ رازی نے کہا کہ ان اقوال سلف مین غور کرو تو دو باتون مین منحصر ہین بعض نے اس ہدایت کو دنیاوی زندگی کی مصلحتون پر رکھا یعنے اللہ تعالےٰ نے مخلوقات کو مع مقادیر اوصاف وغیرہ ٹھیک کرکے اُسکی فطرت مین ایسی قوت رکھی کہ اپنی زندگی مین سب چیزون سے اپنے لائق مصلحت حاصل کرے اور برائیون سے بچے۔ یہ تفسیر اسلیے کہ (الذی خلق فسوی والذی قدر) سب دنیاوی امور سے متعلق ہین تو (فہدی) بھی انھین دنیاوی امور کی ہدایت ہی۔ بعض نے اس ہدایت سے دین کی ہدایت مراد لی اور یہی قول زیادہ قوی ہی کیونکہ پیدا کرنا اور ٹھیک کرنا اور مقدر کرنا بے شک دنیاوی حالات ہین لیکن سب ضرورتین پوری ہوگئین اور اسمین عقل کا کمال اور فہم ادراک بھی آگیا پھر اُسکے بعد (فہدی) فرمایا تو یہ اُسکو دین کی رہنمائی ہی۔ جیسے قولہ تعالےٰ فہدیناہ النجدین۔ ہم نے اُسکو دونون جہان کی رہنمائی فرمائی۔ مترجم کہتا ہی کہ مین نے اوپر بیان کر دیا کہ ہدایت مین دونون قسم کی ہدایت مراد لینا بہتر ہے پس اول قسم کی ہدایت یعنے جو دنیاوی زندگی مین ہر عضو کو کام مین لانے اور ہر چیز سے نفع اُٹھانے کے متعلق ہی اسکے واسطے جبلی قوت رکھی ہی کسیکے سکھلانے کی ضرورت نہین ہی اور قسم دوم یعنے جو ہدایت کہ دین سے متعلق ہی وہ پیغمبرون کے ذریعہ سے سکھلائی واللہ تعالےٰ اعلم۔

وَالَّذِيٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى فَجَعَلَهٗ غُثَاۗءً اَحْوٰى ۔ اور جسنے نکالا چراگاہ کو پس اسکو بنا دیا غثاء سیاہ ف یعنے رب تبارک وتعالےٰ وہ ہی جسنے چراگاہ کی نباتات اُگائین پس اسکو غثاء احوی بنایا رازی نے کہا کہ لوگون کے متعلق امور کو بیان کرنے کے بعد اُن چیزون کو ذکر کیا جو جانورون کے متعلق ہین اور مراد یہ ہی کہ رب عز وجل ہی قادر ہی کہ نباتات اُگاوے اور سوائے اُسکے کسی بت وغیرہ مین یہ قدرت نہین ہی۔ المرعی ہر وہ چیز ہے جو زمین پر اُگے جیسے گھاس وکھیتی اور درختان پھلدار۔ ابن عباس رض نے کہا کہ المرعی سبز گھاس ہی۔ غثاء۔ وہ نباتات جو خشک ہوجاوے اور ہوا وسیل مین اڑتی پھرے قطرب رح نے کہا کہ غثاء کا واحد غثارہ ہی احوی بمعنے اسود یعنے سیاہ ہی یا بقول بعض کے جو سیاہی مائل ہو جبکہ رطوبت پہونچے اگر کہا جاوے کہ (اَحْوٰی) سے کیا مراد ہی۔ (جواب) یہان دو قول ہین (ایک) یہ کہ غثاء کی صفت ہی یعنے اللہ تعالےٰ نے اُس نباتات کو خشک سیاہ کر دیا خواہ یہ سیاہی بوجہ خشکی کے ہو یا سیل یا غبار سے ہو (دوم) یہ کہ (احوی) مقدم ہی یعنے مرعی احوی پیدا کیا یعنے شدت سبزی سے سیاہی مائل ہی پھر اُسکو غثاء خشک کر دیا۔ اسی قول کو فراء رح وابو عبید رح نے اختیار کیا ہی (تفسیر کبیر) زمخشری رح نے کہا کہ (احوی) حال ہو سکتا ہی یعنے پیدا کیا

کے معنے یہ ہین کہ اللہ تعالے نے ہر چیز کو بمقدار معلوم مقدر کیا۔ کسائی کی قراءت پر قفال رحؒ نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ والذی قدر فہدی
اور جو مالک ہوا پس ہدایت دی۔ بیان یہ کہ (الذی خلق فسوی والذی قدر فہدی) رب اعلیٰ جل شانہ وہ ہے جسنے مخلوق کو پیدا کر کے
ٹھیک کیا اور جو پیدا کی ہوئی مخلوق کا مالک ہوا پھر جسطرح چاہا اُسمین تصرف کیا اور یہی بادشاہت کے معنے ہین پھر ہدایت دی یعنے مخلوق
مملوک کو اُسکے نفع و ضرر کی راہ بتلائی یعنے یہ ہدایت اُسکی جبلت مین پیدا کردی **اقول** پھر جو کفار اپنے نفع سے جاہل ہین اور اپنی عمر
جمع کرتے ہین یعنے کفر کر کے دنیا جمع کرتے ہین تو ان مین اندازہ شرارت و بدبختی سے خیر دینکی منہدم ہوا اسلیے کہ مثلاً اللہ تعالیٰ کی وحدانیت
بدیہی ظاہر ہو اور دنیا کا فنا ہونا بدیہی ظاہر بلکہ موت سے بالکل مجرب ہو پھر بھی کفار اسی کو اختیار کرتے ہین اور نتیجہ تصرف حق ہے۔ بعض علما
نے کہا کہ (قدر) بدون تشدید کے اور (قدّر) تشدید کیساتھ دونون کے معنے واحد ہین جیسے قولہ تعالیٰ فقدرنا فنعم القادرون۔ مین (قدرنا) دونون طرح پڑھا
گیا اور مطلب یہی کہ ہم نے اندازہ کیا یعنے ہر چیز کا انداز ٹھیک معین کیا جسطرح منظور تھا مترجم کہتا ہے کہ اندازہ کے معنے بیان تخمینہ
و اٹکل کے نہین ہین بلکہ مثلاً مرکب مین ہر جزء اپنے اندازہ سے مقدر معین معلوم ہے چنانچہ امام رازی رحؒ نے لکھا کہ (قدر) تمام مخلوقات
کی ذات و صفات سب کو شامل ہے یعنے ہر ایک مخلوق کی ذات کو بقدر معلوم پیدا کیا اور اُسکے مناسب صفات بھی مقدر فرمائے پس اللہ تعالیٰ
نے آسمانون کو مقدر کیا اور ستارون و عناصر (خاک و ہوا و پانی و آگ) اور جمادات (لوہا و چاندی و سونا وغیرہ) اور نباتات و حیوانات و انسان
کو سب کو اُنکے جسمانی اندازہ مین مقدر کیا اور ہر ایک کو اپنے اندازہ سے بڑا و چھوٹا بنایا اور ہر ایک کے باقی رہنے کی ایک مدت معلوم
مقدر کی اور اسی طرح صفات و رنگ و مزہ و بو اور جگہ و وضع و قطع اور خوبی و برائی اور نیک بختی و بدبختی اور ہدایت و گمراہی مقدر
فرمائی اور ہر ایک کے واسطے ہر چیز اپنے ارادہ و قدرت و علم و حکمت سے بقدر معلوم معین کی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت غیر متناہی ہے یہ تو
جس قدر اپنی قدرت سے پیدا کیا اُسمین یہ تصرف ہوا اور اگر ان امور کو ہم تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہین تو بڑی بڑی کتابین بھی کفایت
نہ کرین مترجم کہتا ہو کہ اگر آپ اسکی تفصیل مین بڑی بڑی کتابین لکھین تو بھی اُسیقدر لکھینگے جس قدر آپکے علم مین اللہ تعالیٰ نے مقدر
فرمایا ہو حالانکہ وہ ایک ذرہ بھی نہین ہو اسلیے کہ یہ سب نظام عالم بقول امام رازی رحؒ کے اعلیٰ سے اسفل تک خود اسکی شرح و تفصیل ہے
پھر مین کہتا ہون کہ ہم کو اول تو سب محسوسات نظر نہین آتے ہین بلکہ جہان تک نگاہ کام کرتی ہو ہم دیکھتے ہین اور بارہا اسمین غلط بھی
کرتے ہین اسلیے کہ سورۂ معراج کی تفسیر مین ایک حدیث گزر چکی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع جبرئیل عؑ کے عالم بالا سے اُترے
آپ نے اس جوف مین قریب زمین کے رنگ برنگ ہجوم دیکھکر جبرئیل عؑ سے پوچھا تو اُنھون نے بیان کیا کہ اے رسول اللہ یہ شیاطین
ہین اور اگر یہ نہو تو لوگون کو عجائب نظر آوین اس سے معلوم ہوا کہ لوگ جب آسمان کی جانب نظر کرتے ہین تو درمیان مین شیاطین اپنے
کرشمے لاتے ہین تاکہ آیات قدرت انکو نظر نہ آوین اور ظاہر ہو کہ جس شخص پر شیطان جسقدر زیادہ مسلط ہوگا اُسی قدر زیادہ خلط کریگا
مترجم کہتا ہو کہ اس زمانہ مین ایک فرقہ عظیم ہو جو آسمان کے وجود سے اسی بنیاد پر انکار کرتے ہین کہ جب دوربین سے نظر کرتے ہین
تو انکو جھاڑ نظر آتے ہین کچھ شک نہین کہ شیاطین کا تسلط انپر بشدت ہو اس سے اہل ایمان کو عبرت حاصل کرنی چاہیے بالجملہ بے شمار
ہمکو محسوس نہین اور ایک قطرہ معلوم ہو ولیکن قدرت الٰہیہ کا معلوم ہونا بعد احاطہ ہو جو قطعاً محال ہو پھر اسکی شرح کرنا غیر ممکن ہے
رازی رحؒ نے کہا کہ قولہ تعالیٰ (فہدی) تو یہ ہدایت پیدائشی ہو اور بیان یہ کہ ہر ایک ترکیب سے جو مزاج حاصل ہوتا ہو اُس سے ایک
خاص قوت کی لیاقت پیدا ہوتی ہو اور ہر قوت سے ایک معین کام کی لیاقت ہوتی ہو پس قولہ (فسوی) اور قولہ (قدر) سے بیان ہو

تعداد زیادہ ہی اور مترجم سے ایک مرد معتمد نے نواب محمد علیخان مرحوم مقیم بنارس کے ایک ملازم کا واقعہ اسکے مشابہ نقل کیا واللہ تعالیٰ اعلم (پرند مکار) امام ابن الاعرابی رح نے ہشام بن سالم سے روایت کیا کہ سانپ نے اس پرند کے انڈے کھا لیے اس پرند نے غمناک ہوکر مچھلی کا کانٹا جو گھر مین کھائی گئی تھی چونچ مین لیا اور سانپ کے اوپر اڑنا شروع کیا گویا اُسکو چونچ مارتا ہی اور جب وہ قریب ہوتا تو سانپ منھ پھیلاتا تاکہ اُسکو پکڑ لے ایک مرتبہ جب اُسنے پورا منھ پھاڑا تو پرندگور نے کانٹا اُسکے منھ مین چھوڑ دیا جو سانپ کے حلق مین زور سے پھنس گیا اور آخر اُس موذی نے سر پٹک کر جان دی چوہا اگر چوہا دیکھو ایک شیشے کے برتن مین بند کرین تو چوہا ترکیب سے بچھو کا ڈونگ کاٹ دیتا ہی تاکہ اُسکے حملہ سے بچے پھر اُسکو مار ڈالتا ہی مترجم کہتا ہی کہ بیّا معروف پرند ہی جسنے اُسکا گھونسلا دیکھا وہ اگر مجنون نہو تو ضرور یقین کریگا کہ اُسنے ایسی دانائی سے بنایا کہ انسان بغیر اوزار کے اس سے عاجز ہی یہ تو حیوانات کا ذکر تھا اور اسمین تنبیہ ہی کہ خالق عزوجل نے ہر جاندار کو اُسکی ضرورت کے سامان دیے اور انکو کام مین لانے کے لیے اُسکی جبلت مین الہام و ہدایت فرمائی اور نباتات بھی بے شعور نہین ہین چنانچہ جب چھجے کے نیچے درخت لگا یا جاوے اور وہ بڑھے تو چھجے تک پہونچکر خمیدہ ہوکر اُس سے پار ہوتا ہی اور حق یہ ہی کہ جمادات مین بھی شعور ہی ولیکن انکے حاجات و خلقت ہم سے اسقدر بعید واقع ہوئی ہی کہ ہم بھید سمجھنے سے عاری ہین اور اس بیان سے نتیجہ معرفت یہ ہی کہ جسم کی حیثیت سے مادیات یعنے جمادات و نباتات و حیوانات سب اپنی اپنی خلقت کے مناسب حواس مین مشترک ہین اور ہر ایک اپنی اپنی معاش کو قدرتی ہدایت سے اپنی جبلت سے حاصل کرتے ہین اور یہی حالت انسان مین ہی پس جس انسان نے دنیا مین انھین حواس پر اکتفا کیا اور دنیا کے متاع حاصل کرنے مین تمام سعی کی حتی کہ اس قوم کے ہر ایک آدمی نے کروڑہا روپیہ حاصل کیا اور سب کروڑپتی ہوے تو ظاہر ہے کہ حیوانات سے اُسنے کوئی امتیاز حاصل نہ کیا بلکہ جس چیز کے حاصل کرنے مین تمام عمر برباد کی وہ اُسکی ضرورت سے زائد اور محض رائگان ہی پس انسان کا امتیاز بعقل نورانی ہی جو اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق مین نہین رکھی سواے انسان کے بلکہ جانورون وغیرہ مین معرفت رب عزوجل کی ہدایت عطا فرمائی ہی اور وہ صحیح احادیث سے اس کثرت سے معلوم ہی کہ اسکا منکر گمراہ جاہل ہی تو اگر انسان اس معرفت سے خالی ہو تو وہ جانور سے بدتر ہی ولیکن اس قریب قیامت کے زمانہ مین جب سب ہی لوگ دنیاوی لالچ کے فتنہ مین گرفتار ہین تو کفار کی تیزی حواس مدیا ہمی معاشرت و اتفاق کے برکات سے متحیر ہوکر اپنی حماقت سے یہ تصور کرتے ہین کہ یہ کامل عقل والے ہین۔ چونکہ یہ لوگ انھین حواس کی خوبی کو عقل کہتے ہین تو یہ اصطلاح درست ہی ولیکن معلوم ہوچکا کہ اس سے کچھ امتیاز نہو گا اور عقل معرفت سے سب محروم ہین تو اُسکی حقیقت ہی نہین جانتے اور وہ اسوقت حاصل ہوتی ہی جب اپنے خالق عزوجل کی الوہیت وحدانیت پر یقین لاوے جو حق واجب ہی اور اس بیان سے معلوم ہوا کہ پاک ہی وہ رب جلیل جسنے اپنی قدرت کاملہ سے عجیب حکمت کا سامان پیدا کیا ہی کہ ہر مخلوق کو ہدایت دی ولیکن ہدایت خلقت تو جبلی ہی وہ ہر چیز کو اُسکی طبیعت سے حاصل ہی اور ہدایت روحانی بذریعۂ نبوت ہی اور اسکے واسطے بھی مقدر الٰہی جاری ہوگا پس جسکے واسطے مقدر ہی وہی پاوے گا اور اُسی مین صلاحیت ہی ورنہ نہین پاویگا۔ مترجم نے قولہ تعالیٰ (فہدی) مین دونون قسم کی ہدایت شامل کرلی اسلیے کہ ہدایت روحانی کے لیے لیاقت درکار ہی مثلاً ایک شخص کے قلب مین بصیرت کی آنکھ پر مُہر ہے تو اُسمین معرفت کی لیاقت ہی نہین ہی اسیواسطے تم دیکھتے ہو کہ جسقدر ایسے لوگ ہین کہ آخرت سے ازلی کافر ہین وہ معارف توحید کے سمجھنے سے قطعاً عاجز ہوتے ہین بوجہ اسکے کہ اُنکے غرور نفس نے انکے قلب پر غلاف کے مانند احاطہ کرلیا ہی اور امام رازی رح نے اس مقام پر دلچسپ تقریر لکھی ہی اسکا ترجمہ مناسب ہی چنانچہ لکھا کہ قولہ تعالیٰ والذی قدر فہدی۔ کسائی کی قراءت مین (قدر) بدون تشدید ہی اور باقیون کی قراءت مین تشدید ہی اور تشدید

اکثر اوقات مین بسبب کثرت ابر کے جو اکثر جاڑون مین آسمان پر محیط ہوتا ہی بار ہا تجربہ ہوا کہ خرگوش مادہ ٹھیک اُسیوقت دودھ پلانے گئی جس وقت روز جاتی تھی حالانکہ بدون گھڑی کے اُس روز اوقات کا امتیاز ہرگز نہوا مگر تخمیناً اسیطرح جفت کبوتر مین نرنے ٹھیک اُسی وقت بدلی کی جس وقت روز انڈے سینے کے لیے مادہ سے بدلی کرتا تھا (بتی) ایام تحصیل علم مین بالکل سیاہ بلّا کھانے کے وقت نظر آیا اور اُسکو عجیب خیال کرکے ہر چند چاہا کہ ہل جاوے وہ دور رہا آخر اُس سے دست کشی کی کہ ناگاہ وہ ایک سفید بلّا آیا اور برابر دستر خوان پر ادب سے بیٹھ گیا اور جو کچھ دیا گیا اُسنے کھا لیا اور ہر چند دریافت کیا گیا وہ محلہ مین کسیکا پالو نہ تھا تو اُسکے لیے معمولی غذا مقرر کی۔ جب گرمیان آئین تو مکرر تجربہ ہوا کہ چھوٹی رات مین آخری نسیم سحر سے ایسی غفلت ہوئی کہ قریب تھا کہ نماز سے محروم ہو کہ اُسی بلّی نے پائون گدگدائے ولیکن کچھ ہوش اچھی طرح نہوا بلکہ پائون کھینچ لیا گیا تو اُسنے سرہانے کی طرف سے آکر سر کھجلایا اور جب سر اٹھایا تو فوراً ہٹ کر بھاگ گیا اور معلوم ہوا کہ وقت بہت کم باقی ہی یہ معاملہ کئی بار واقع ہوا اور اسی قسم سے چرند و پرند مین عجائب نظر آئے جو قطعی ولیل تھے کہ ان جانورون مین حواس موجود ہین ولیکن مترجم نے پسند کیا کہ امام محدث شیخ ابن الجوزی رح کی کتاب سے بعض عجائب جو شیخ رح کو بسند صحیح حاصل ہوے ہین نقل کرون شیخ نے بکثرت لکھے ہین اور مین اُسمین سے بعض لکھتا ہون کتّا ابو عثمان المدائنی رح نے فرمایا کہ ہمارے جوار مین بغداد مین ایک شخص کتّے پالتا تھا ایک روز اپنا محبوب کتّا خاص لیکر چلا کچھ دور جانے کے بعد کتّے نے اُسکو روکنا شروع کیا وہ نہ مانا اتفاقاً ایسی جگہ پہونچا جہان اُسکے جانی دشمن جمع تھے انھون نے پکڑ کر اسکو قتل کرکے دفن کیا اور کتّا زخمی ہو کر گھر آیا اور رونے لگا اُس شخص کی مان نے آخر جانا کہ وہ مارا گیا اور ماتم مین پڑ گئی اور کتون کو ہانک دیا لیکن وہ کتّا نہ گیا وہ بازار کے کنارے بیٹھا رہتا تھا دوسرے تیسرے روز قاتل بازار آیا اور کتّے نے اُسکو پہچانکر فوراً حملہ کرکے ٹانگ لی اور ہر چند زد و کوب ہوئی نہ چھوڑی آخر رائے ٹھہری کہ یہ کیا معاملہ ہی اور جسنے کتّے کو پہچانا وہ گھر لایا اور بڑھیا نے نکلکر کہا کہ ہان اس شخص سے میرے بیٹے سے دشمنی تھی مگر قتل کا ثبوت نہوا اور لوگون نے اسکو رہا کیا تو بھی کتّے نے پیچھا کیا آخر لوگون نے ساتھ دیا اور کتّا اُس مقام پر پہونچا جہان اُسکا آقا مدفون تھا اور اپنے پنجون سے کھودنے لگا لوگون نے مدد کی اور مقتول کی لاش برآمد ہوئی اور حاکم سے قاتل نے انکار کیا تو حاکم نے شبہہ پر اُسکو قید کیا۔ کتّے نے قیدخانہ کا دروازہ گھیرا آخر قاتل نے اقرار کیا اور اپنے ساتھیون کو بھی بتلایا وہ بھی مقر ہوے اور سب کو سولی دی گئی۔ شیخ رح نے کتون کی حکایات لکھی ہین اور وہ عام طور پر بھی غرائب مین مشہور ہین چوہا ہم سے ابو بکر بن الخاضنہ نے روایت کیا کہ مجھسے میرے استاد ابو طالب نے جو عرف مین ابن الدلو کہلاتے تھے اور مرد صالح ثقہ پرہیزگار تھے اور ہمیشہ طہارت پر رہتے تھے یون بیان فرمایا کہ مین ایک رات بیٹھا ہوا لکھتا تھا اور اُس زمانہ مین میرا ہاتھ تنگ تھا ناگاہ ایک بڑا چوہا نکلا اور ادھر اُدھر دوڑنے لگا پھر دوسرا چوہا نکلا اور دونون کھیلنے لگے اور کھیلتے کھیلتے میرے قریب آجاتے میرے پاس چھوٹا طاس رکھا تھا مین نے اوندھایا تو ایک چوہا اُسکے نیچے بند ہو گیا اور مین بدستور لکھنے لگا اور دوسرا چوہا آیا طاس کے گرد گھومنے لگا اور مین خاموشی مین لکھتا تھا وہ دوڑ کر بل مین گیا اور وہان سے ایک پورا دینار نکال لایا اور میرے سامنے ڈال دیا۔ مین نے دیکھ لیا ولیکن بدستور لکھتا رہا اور چوہا کچھ دیر گویا منتظر رہا پھر جاکر دوسرا دینار لایا اور منتظر رہا مجھے تعجب ہوا ولیکن مین خاموش ہو گیا اسیطرح وہ چار پانچ دینار لایا آخر مین وہ بہت دیر تک منتظر رہا پھر جاکر چمڑے کی تھیلی لایا اور دینارون پر ڈال دی۔ مین نے خیال کیا کہ اب کچھ باقی نہین ہی مین نے طاس کھول دیا اور دونون ملکر خوشی خوشی بل مین بھاگ گئے مترجم کہتا ہی کہ علماء سلطنت عثمانیہ کی تاریخ مین اسی کے مانند ایک عالم کا قصہ مذکور ہے لیکن دینارونکی

اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو اپنی ضروریات مین استعمال کے واسطے طبعی ہدایت دی یعنے مثلاً انسان اپنے ہاتھ کو گرفت کے کام مین خود لاتا ہی اور عقلی ہدایت بذریعۂ انبیاء علیہم السلام کے بتلائی کہ ہاتھ سے حلال چیز کو لینا چاہیے اور آنکھ سے نامحرم عورت کو نہ دیکھنا چاہیے اور خیال مین شیطانی وسوسہ قبول نہ کرنا چاہیے یہ جنت وسعادت کی راہ ہی اور شرع سے مخالفت کرنا بدبختی و جہنم کی راہ ہی سدیؒ نے کہا کہ عورت کے پیٹ مین بچہ کی مدت مقدر کی پھر جب پوری ہوئی تو بچہ کو وہان سے نکلنے کی طبعی ہدایت دی اور اسی قسم سے انسان کو اپنی غذا و اُسکے ترکیبات کی ہدایت دی اور دوا وغیرہ کی ہدایت دی اور جانورون کو خواہ چرندہون یا پرندہون اپنی اپنی ضروریات کی ہدایت عطا فرمائی مترجم کہتا ہی کہ جس شخص نے حیوانات وانکے افعال مین غور کیا وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے معانی عجیب دیکھتا ہی اور قطعاً یقین کرتا ہی کہ ہر ایک نوع جاندار مین اُسکی ضرورت کے لائق حواس ہین **خطیب** وابوالسعودؒ نے لکھا کہ یہ جانور اپنی حاجات مین ان حواس کو کام مین لاتے ہین اور اُنکے واسطے تعلیم وتلقین کی ضرورت نہین بلکہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی کمال قدرت سے انمین طبعی ہدایت موجود ہے اور اگر کوئی عاقل سلیم طبیعت کے ساتھ ان حیوانات ونباتات کے حالات مین غور سے نظر کرے تو ایسی باتین پاوے جس سے عقل متحیر ہو جاتی ہی اور خالق جل جلالہ کی عجیب قدرت نظر آتی ہی کہتے ہین کہ (افعی) زہریلا اژدہا جسمین شدت سے زہر ہوتا ہی جب اُسپر زمانہ محدود گزر جاتا ہی تو شدت زہر سے اُسکی آنکھین اندھی ہو جاتی ہین اور اللہ تعالیٰ نے اُسکو ہدایت دی ہی کہ اپنی آنکھین تازہ رازیانہ پر ملے تو روشنی عود کرے پس وہ اکثر اوقات ایسے کوہی بیابان مین ہوتا ہی کہ وہان سے کھیتی کے مقام تک دراز فاصلہ ہی لیکن وہ جسطرح ہو سکتا ہی اس مسافت کو طے کر کے کسی باغ مین داخل ہوتا ہی اور جس طریقہ سے ہو خاص رازیانہ تک پہونچکر اس سے آنکھین ملتا ہی اور بینا ہو کر بھاگ جاتا ہی مترجم کہتا ہی کہ **شیخ ابوالسعودؒ وخطیبؒ** کو ایسی غریب حکایت نقل کرنیکی ضرورت نہ تھی جبکہ بدیہی مشہور اور صدہا مرتبہ مجرب امور موجود ہین اور مترجم عفا اللہ عنہ کے خود تجربہ مین سے ہے کہ خرگوش مادہ جسکا نر معین جوڑا نہین ہوتا ہی سوائے ایام بارش کے ہر مہینے مین بچہ دیتی ہی یعنے اُسکی مدت حمل ایک مہینہ ہی اور اکثر پانچ چھ بچے لاتی ہی اور آٹھ تک حد ہی پھر جب ایک ہفتہ باقی رہتا ہی تو زمین مین دو ہاتھ گہری سرنگ بتمام مشقت کھودتی ہی اور ہاتھون سے مٹی نکالکر باہر ڈالتی ہی اور خاتمہ پر مدور وسیع کر دیتی ہی اور اُسکی چھت مین کوئی نوکدار کنکر باقی نہین رکھتی اور تمام راہ کو اپنے ہاتھون سے اسطرح صاف کرتی ہی اور جہان کنکر نکالنے سے گڑھا ہو جاتا ہی تو باہر کی نکالی مٹی لیجاکر اُسکو ہموار کرتی ہی اور ہاتھون سے تھپ تھپا کر مضبوط کر دیتی ہی۔ پھر اگر اسکو اول ہی مرتبہ یہ سرنگ بنانی پڑی اور مشقت لاحق ہوئی تو اُس روز باہر کی مٹی سے مُنھ اسطرح بند کرتی ہی کہ بالکل نشان محسوس نہو اور دوسرے روز کھولکر پہلے گھر کی قسم سے بکثرت لے جاتی ہی اور گوڈر وغیرہ جو میسر ہوا وہ لیجاتی ہی حتی کہ ایک مرتبہ بعض کتاب کے اوراق لیگئی جسکی وجہ سے سرنگ کھود کر یہ سب معاملہ دیکھا گیا۔ پھر جب تین روز باقی رہتے ہین تو دوبارہ کھود کر نرم روئی وغیرہ سے جو کچھ میسر ہوا لے گئی اور بدستور بند کیا جس روز وضع حمل کرتی ہی تو کھولکر اپنے سینہ کے روئین نوچکر لیجاتی ہی تاکہ بچون کے دودھ کے لیے سینہ صاف ہو جاوے اور بچون کو گرم ونرم بستر میسر آوے اتفاقاً ایک مرتبہ شروع گرمی مین ہواے تند چلتی تھی کہ اُسکے منھ سے روئین اڑ گئے تو جہان برتن دھوئے جانے سے پانی کیچڑ تھا وہان جاکر پیٹ کے بل لیٹ گئی اور اُٹھکر اُسنے بھیگے روئین نوچکر منھ بھر لیا اور بخوبی لے گئی۔ پھر جسوقت اُسنے بچے دیے تو قریب تین گھنٹہ کے سرنگ مین غائب رہی یعنے بچون کو دودھ پلا دیا پھر نکلکر دہانہ سرنگ بالکل اُسکی نکالی ہوئی مٹی سے اسطرح بند کر دیا کہ کہین اُسمین ہوا کی گنجائش نہین معلوم ہوتی تھی اور اسقدر مضبوط کہ اگر وہان پاؤن پڑے تو مٹی کے اندر نہین گھستا ہی۔ پھر ہر روز ایک معمولی وقت پر کھولتی ہی اور جاکر دودھ پلاکر اُسی طرح بند کرتی ہے

الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی۔ جسنے پیدا کیا پس ٹھیک کیا اور جسنے مقدر کیا پس ہدایت کی ف یعنے رب عالی متعالی جسکی تسبیح واجب ہو وہ پاک ہو جسنے خلق کو پیدا کیا پس ہر مخلوق کو عمدہ صورت و ہیئت مین کمال حکمت سے ٹھیک کیا اور جسنے مقدر کیا پس ہدایت کی مجاہدؒ نے کہا کہ انسان کو بدبختی اور نیک بختی کی راہ بتلادی اور جانوروں کو اپنی اپنی چراگاہ کی ہدایت دی اور حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مین ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے مقادیر خلائق کو آسمانون و زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے پیدا کر دیا تھا اور اُس وقت مین اُسکا عرش پانی پر تھا (رواہ مسلم) کذا فی تفسیر الحافظ۔ رازیؒ نے یہان تفسیر مین لکھا کہ واضح ہو کہ جب اللہ تعالے نے رب جلیل کی تسبیح کے لیے حکم دیا تو گویا پوچھنے والے نے کہا کہ رب جلیل کی تسبیح اسوقت ہوتی ہو کہ معرفت حاصل ہو پس اسکے واسطے دلیل چاہیے تو اللہ تعالے نے فرمایا کہ الذی خلق فسوی والذی قدر فہدی۔ واضح ہو کہ انبیاء علیہم السلام کے نزدیک اللہ تعالے کی معرفت بیان کرنے مین خلق و ہدایت کے ذریعہ سے معتمد طریقہ ہو چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا الذی خلقنی فہو یہدین۔ میرا رب وہ ہو جسنے مجھے پیدا کیا پس وہ مجھے ہدایت دیتا ہو۔ ھ۔ اور جب موسی عم و ہارون عم نے فرعون سے رب عزوجل پر ایمان لانے کو کہا تو اللہ تعالے نے دونون کا سوال جواب ذکر فرمایا بقولہ تعالے قال فمن ربکما یا موسیٰ قال ربنا الذی اعطی کل شئ خلقہ ثم ہدی۔ فرعون۔ نے کہا کہ اے موسی پھر تم دونون کا رب کون ہو موسیٰؑ نے کہا کہ ہمارا رب وہ ہو جسنے ہر چیز کو اُسکی خلقت دی پھر ہدایت کی۔ ھ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شروع مین سورۂ اقراء نازل فرمایا بقولہ تعالے۔ اقرأ باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق الخ۔ اسمین رب عزوجل کی معرفت بھی خلقت و ہدایت سے مفہوم ہو۔ پس یہی معتمد طریقہ ہو کہ اللہ تعالے پیدا کرنے والا اور ہدایت دینے والا ہو۔ یہ طریقہ اسلیے بہتر ہے کہ انسان اپنی ذات مین خلقت و ہدایت کے عجائب بکثرت مشاہدہ کرتا ہو۔ تفسیر خطیبؒ نے لکھا کہ قولہ خلق فسوی یعنے جو چاہا وہ ایجاد کیا پس ایجاد کرنا اسکی صفت ہو کوئی چیز اُسپر مشکل نہین ہو اور باوجود پیدا کرنے کے اپنی قدرت و اختیار کے ساتھ اُسکو ٹھیک کیا رازیؒ نے کہا کہ اگر یہان فقط انسانی خلقت مراد ہو تو اُسکے ٹھیک کرنے مین کئی وجہین ہین (۱) یہ کہ انسان کا قد معتدل ہو اور صورت مستقیم ہے قال تعالے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم یعنے ہم نے انسان کو بہت بہتر اندازہ پر پیدا کیا قال تعالے فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ یعنے اللہ تعالے تبارک و تعالے بہت اچھا پیدا کرنے والا ہو (۲) دیگر حیوانات ایک قسم کے اعمال کی لیاقت رکھتے ہین اور انسان مین کمالات ہر طرح کے افعال کے بذریعہ حواس ظاہرہ و باطنہ کے حاصل ہین (۳) یہ کہ اللہ تعالے نے انسان کو ادائے عبادت کے لیے مکلف کیا ہو یہ بیان اس صورت مین تھا کہ مخلوق سے فقط انسان مراد ہو۔ بعض نے کہا کہ نہین بلکہ سب قسم کے حیوانات کو شامل ہو تو معنے یہ کہ اللہ تعالے نے ہر قسم کے حیوانات کو پیدا کیا اور ہر حیوان کو اُس کی ضرورت کے لائق اعضاء و حواس عطا کیے ہین۔ بعض نے کہا کہ نہین بلکہ سب قسم کی مخلوقات مراد ہو خواہ جاندار ہو یا بے جان ہو اور (ٹھیک کرنے) سے یہ مراد ہو کہ اللہ تعالے کل ممکنات پر قادر ہو اور جمیع مخلوقات سے عالم ہو ہر چیز کو اُسنے حکمت کاملہ کے ساتھ پیدا کیا ہے (تفسیر کبیر و سراج) خطیبؒ نے لکھا کہ قولہ تعالے قدر فہدی۔ کسائی کی قراءت مین (قدر) بدون تشدید دال ہو اور باقیون کی قراءت مین تشدید دال ہو صاحب معالمؒ نے کہا کہ ان دونون کے ایک ہی معنے ہین اور (قدر) کے معنے یہ کہ اللہ تعالے نے ہر چیز کو مقدر کیا یعنے اُسکی جنس و نوع و شخص و مقدار و صفت و فعل و اجل و رزق و عمل کو اندازہ کر دیا اور اسیطرح ہر چیز کے حالات کو بھی ٹھیک کیا پس گرفت کے لیے ہاتھ رکھے اور چلنے کو پاؤن دیے اور سننے کے لیے کان اور دیکھنے کو آنکھ عنایت کی اور اسیطرح دماغی حواس بھی ہین پھر

کر جب ساتھ کھلانا چاہے تو بلاوے اور منافقانہ طور سے نہ بلاوے دوم جسکو بلایا اگر اسکو منظور ہو ساتھ بیٹھ جاوے نہین تو صاف جواب دے کہ مجھے رغبت نہین ہی (۲) جب گواہ سے کہا جاے کہ گواہی دے اور اُسنے کہا کہ مین اللہ تعالےٰ کو حاضر ناظر جان کے یہ کہتا ہون۔ لازم ہے کہ بالکل سچ کہے اور اگر اُسنے جھوٹ کہا تو جب اُسنے کہا کہ اللہ تعالےٰ شاہد ہے کہ یون واقع ہوا تھا حالانکہ یہ جھوٹ ہی تو وہ کافر ہوگیا جیسا کہ فتاوے مین مذکور ہی (۳) اللہ تعالےٰ کے نام کی قسم کھائی تو اُسکی تعظیم کرے اور جہانتک ممکن ہو حفاظت کرے اور اگر کسی نیک کام نہ کرنے کی قسم ہو تو اللہ تعالےٰ سے توبہ کرے اور قسم کا کفارہ دے **احتمال چہارم** یہ کہ نام کی تسبیح سے یہ مراد ہی کہ اللہ تعالےٰ کی تسبیح اُن نامون سے بیان کرے جو اُسنے نازل فرمائے ہین مترجم کہتا ہی کہ اس صورت مین مثلاً کسی نے رب عزوجل کو کاریگر کہا تو یہ گناہ ہی اسلیے کہ عرف مین کاریگر ایک ذلیل نام ہی اگرچہ اللہ تعالےٰ جل شانہ سے تمام صنعت ہی اسیواسطے کہا گیا کہ اللہ تعالےٰ کے نام توقیفی ہین یعنے شرع نے ان نامون سے واقف کر دیا ہی پس انھین نامون سے دعا کرنا چاہیے **بیان قول دوم** یعنے اسم یہان جملہ ہی اور مراد رب کی تسبیح ہے اور اسی کو محققین علماء نے اختیار کیا ہی کیونکہ نام ۔ فی الحقیقت حروف سے مرکب ہوتا ہی تو اللہ تعالےٰ کی تسبیح کے مانند اسکی پاکی بیان کرنا مقصود نہین ہی لیکن جب صاحب نام بے انتہا عظمت رکھتا ہے تو اُسکی شان مین تسبیح کا یہی طریقہ ہی کہ جیسے لوگ کہتے ہین کہ مجلس عالی پر سلام ہی حالانکہ مقصود یہ ہوتا ہی کہ بادشاہ کو سلام ہی اور اس صورت مین بھی بہت وجوہ ہین (وجہ اول) یہ کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی معرفت نہین رکھتے ہین اُنکے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا جاوے جس سے وہ عداوت سے اللہ تعالےٰ کی جناب مین گستاخی کرین اسی لیے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ لاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم۔ یعنے جو لوگ اللہ تعالےٰ کے سوائے دوسری چیزون کی عبادت کرتے ہین اُنکی بدگوئی نہ کرو کہ وہ عداوت مین جہالت سے اللہ تعالےٰ کو برا کہین۔ ۱ھ۔ (وجہ دوم) یہ کہ اللہ تعالےٰ کی تسبیح کرے ہر ایسی چیز سے جو لائق نہین ہی خواہ ذات مین لائق نہو یا صفات مین یا افعال مین یا اسماء مین۔ یا احکام مین ہر طرح سے اُسکی پاکی بیان کرے **ذات مین تسبیح کا بیان** یہ اعتقاد کرے کہ اللہ تعالےٰ جوہر نہین ہی اور نہ عرض ہی یعنے مخلوقات کی مشابہت سے پاک ہی (تسبیح صفات) یہ اعتقاد کرے کہ اللہ تعالےٰ کی صفات قدیم کامل ہین وہ حادث نہین ہین اور نہ محدود ہین اور نہ ان مین کسی طرح نقص وعیب ہے **بیان تسبیح افعال** یہ اعتقاد کرے کہ اللہ تعالےٰ مالک مطلق ہی وہ جو کچھ کرے اُسپر کچھ اعتراض نہین ہی اور معتزلہ نے کہا کہ وہ بُری چیز نہین کر سکتا اور نہ اُس سے راضی ہی مترجم کہتا ہی کہ اگر اس قول سے یہ مراد ہی کہ اللہ تعالےٰ نے جو کچھ کیا وہ ٹھیک ہی ولیکن بعض افعال ایسے ہین کہ جس کسی نے انکو کمایا وہ قبیح ہی تو ٹھیک ہی مثلاً اللہ تعالےٰ نے مکھی پیدا کی تو کچھ برائی نہین بلکہ خوب ہی ولیکن جو کوئی مکھی کھاوے وہ قبیح ہے اور اگر معتزلی کی یہ مراد ہی کہ اللہ تعالےٰ کے پیدا کرنے مین قباحت ہوتی ہی تو یہ جہالت ہے اور اللہ تعالےٰ جو کچھ چاہے وہ پیدا کرے **بیان تسبیح اسماء** تو یہ اللہ تعالےٰ کے واسطے وہی نام بیان کرے جسمین کچھ نقصان وعیب نہین ہی اور وہی نام ہو جو شرع مین وارد ہوا ہی **بیان تسبیح احکام** تو یہ جان لے کہ اللہ تعالےٰ نے ہم کو عبادات وغیرہ جن احکام سے مامور فرمایا ہی تو وہ اپنے کسی نفع کے لیے نہین ہی بلکہ مالک ہونے کی راہ سے ہی یعنے اُسکے واسطے کوئی غرض نہین ہی (تفسیر کبیر) اکثر مفسرین کا قول یہ ہی کہ قولہ تعالےٰ سبح اسم ربک الاعلی۔ کے یہ معنی ہین کہ اپنے رب کی تسبیح کر جو اعلیٰ ہی (السراج) رازیؒ نے کہا کہ اعلیٰ یہان دوسرے کی نسبت نہین ہی بلکہ یہ معنے ہین کہ کوئی تعریف کرنے والا چاہے جسقدر عظیم تعریف لاوے ہمارا رب اُس سے برتر ہے اور اُسکے حقوق ہماری بندگی وطاعات سے برتر ہین۔ اور اسمین تنبیہ ہی کہ اللہ تعالےٰ کی شان پاک لائق تسبیح ہی کیونکہ وہ اعلیٰ ہے

نے بطریق سعید بن جبیر روایت کی کہ جب ابن عباس رضہ سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتے تو کہتے کہ سبحان ربی الاعلیٰ اور ایک روایت میں ہو کہ ابن عباس رضہ نے مجھسے فرمایا کہ جب تو سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھے تو کہا کر سبحان ربی الاعلیٰ (رواہ عبد بن حمید) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز مین سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا تو سبحان ربی الاعلیٰ کہا پس بعد نماز کے آپ سے عرض کیا گیا کہ کیا یہان قرآن مین زیادہ ہو آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ ہم کو حکم دیا گیا تھا تو مین نے بھی کہہ لیا۔ ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز پڑھائی اور سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا تو کہا کہ سبحان ربی الاعلیٰ۔ ابن الزبیر رضہ سے بھی روایت ہو کہ نماز مین سبح اسم ربک الاعلیٰ کے ساتھ سبحان ربی الاعلیٰ کہا۔ سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ ابن عمر رضہ نے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا تو کہا سبحان ربی الاعلیٰ اور یون ہی حضرت عمر رضہ سے اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ ابن جریرؒ نے بطریق حکام بن سلمؒ روایت کی کہ ابو اسحق ہمدانیؒ نے کہا کہ ابن عباس رضہ جب سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتے تو تو سبحان ربی الاعلیٰ کہتے تھے اور جب لا اقسم بیوم القیامۃ پڑھتے اور اُسکے آخر مین الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتی پر پہونچتے تو کہتے سبحانک وبلی۔ یعنے تو پاک ہو اور تو لیون نہین قادر ہو کہ مردے کو زندہ کرے مترجم کہتا ہو کہ ابن کثیرؒ نے کچھ کلام نہین کیا اور میرا گمان یہ ہو کہ ابو اسحقؒ سے یہ روایت منقطع ہو واللہ اعلم۔ اور قتادہؒ نے کہا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتے تو سبحان ربی الاعلیٰ کہتے تھے (ابن کثیر-ف) بالجملہ معنے یہ ہین کہ تسبیح پڑھ اپنے ربکے نام کی جو سب سے برتر ہو۔ واضح ہو کہ اس حکم کی تعمیل اسطرح کی گئی کہ سبحان ربی الاعلیٰ کہا گیا تو رب عزوجل کی تسبیح پڑھی اور ربکے نام کی ہی تسبیح ہو بغویؒ نے کہا کہ اسی سے بعض نے کہا کہ نام اور صاحب نام ایک ہی ہو اور کوئی (سبحان اسم ربی) نہین کہتا (السراج) رازیؒ نے کہا کہ سبح اسم ربک مین دو قول ہین (ایک) یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی پاکی بیان کرنے کا حکم ہو یعنے ہمارے رب تعالے کا نام پاک ہو (دوم) یہ کہ (اسم) زائد ہے بطور صلہ ہو اور مراد یہ کہ رب عزوجل کی تسبیح کی جاوے یعنے مثلاً سبحان ربی الاعلیٰ۔ کہا جاوے **بیان اول** اگر نام کی پاکی مراد ہو تو یہان چند احتمال ہین **احتمال اول** یہ کہ مراد یہ کہ اپنے رب کا نام پاک ظاہر کر اس سے کہ کسی دوسرے کا یہ نام ہو یعنے میرے رب کا نام پاک ہو یہ نام ہم کسی دوسرے کو نہین دے سکتے ہین پس مقصود یہ کہ ممانعت کی گئی کہ اللہ تعالے کے کسی نام کے ساتھ کسی دوسرے کو مت پکارو جیسے مشرکین پکارا کرتے تھے چنانچہ (اللہ) اسم لیکر اسکا مونث (اللات) بناتے اور ایک عورت بت کا نام رکھا تھا اسیطرح (الاعز) کا مونث (العزی) بناکر (ربی عزی) نام رکھا تھا اور ان دونون کو پوجا کرتے تھے اور یمامہ والون نے رحمان الیمامہ نام مسیلمہ کذاب کو دیا تھا **احتمال دوم** یہ کہ نام کی پاکی سے یہ مقصود ہو کہ اللہ تعالے کے نامون کی تفسیر نہ کہی جاوے مگر اُسی قدر کہ جسقدر الوہیت پاک کی شان ہو اور جو نہین لائق ہو اُس سے تفسیر نہ کرین مثلاً (الاعلیٰ) کی تفسیر بلند تر مکان سے نہین جائز ہو یعنے وہ سب سے بلند مکان مین ہو یہ تفسیر غلط ہو اور اللہ تعالے کا نام اس سے پاک ہو یا۔ عرش پر استوار کی تفسیر مین یہ کہنا کہ وہ عرش پر استقرار رکھتا ہو باطل ہو کیونکہ یہ شان الوہیت کے لائق نہین پس (الاعلیٰ) کی یہ تفسیر ہے کہ وہ قاہر و قادر ہو اور استوار کی یہ تفسیر کہ وہ مستولی ہو مترجم کہتا ہو کہ استواء کی یہ تفسیر خلاف سلف ہو اور غایت یہ کہ یون کہا جاوے کہ عرش سے انتظام عالم ٹھیک کیا حتی کہ احکام الٰہی جو انتظام عالم سے متعلق ہین وہ عرش سے جاری ہوتے ہین یہ نہین ہو کہ تحت الثری سے حاصل ہون حالانکہ اللہ تعالے پاک ہو کہ اُسکے واسطے کوئی جگہ ہو واللہ اعلم **احتمال سوم** یہ کہ نام الٰہی پاک رکھا جاوے کہ کبھی بے تعظیمی سے ذکر نہ کیا جاوے بلکہ تعظیم ملحوظ رہے مترجم کہتا ہو کہ اسمین چند مسائل ہین (۱) یہ کہ کسی نے کہا کہ آؤ ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ تو یون نہین کہنا چاہیے کہ بسم اللہ۔ یہ جواب نہوگا بلکہ بلانے والے کو چاہیے

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ یَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ وَ مَا یَخۡفٰی ؕ وَ نُیَسِّرُكَ لِلۡیُسۡرٰی ۚۖ فَذَكِّرۡ

مگر جو چاہے اللہ وہ جانتا ہے پکارا اور جو چھپا اور سہج سہج پہونچاوینگے ہم تجکو آسانی تک سو تو

اِنۡ نَّفَعَتِ الذِّكۡرٰی ؕ سَیَذَّكَّرُ مَنۡ یَّخۡشٰی ۙ وَ یَتَجَنَّبُهَا الۡاَشۡقَی ۙ الَّذِیۡ

اگر کام کرے سمجھانا سمجھ جاوے گا جسکو ڈر ہوگا اور سرک رہے گا اُس سے بڑا بدبخت وہ جو

یَصۡلَی النَّارَ الۡكُبۡرٰی ۚ ثُمَّ لَا یَمُوۡتُ فِیۡهَا وَ لَا یَحۡیٰی ؕ

پیٹھے گا بڑی آگ مین پھر نہ مرے گا اُسمین نہ جیوے گا

بِسۡمِ اللّٰهِ۔ شروع ہو اللہ تعالے کے نام سے ف جو عالم الغیب ہو اُسپر ایک ذرہ پوشیدہ نہین ہو (السراج) جہان اُسکی تسبیح کرتا ہو سواے بدبخت جن والنس کے جو آثار قدرت سے جاہل ہین الرَّحۡمٰنِ۔ نہایت مہربان ہو ف کہ اپنے عام کرم وجود سے ہر جن والنس کو وجود عطا کیا اور دنیاوی پیداوار سے تمتع دیا۔ الرَّحِیۡمِ۔ نہایت رحم والا ہو ف جسنے اپنے خاص بندون کو دنیا مین نعمت معرفت سے سرفراز کیا اور آخرت مین انکو منزلت قرب جنت مین اتارا (السراج) سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَی اپنے رب اعلی کے نام کی تسبیح پڑھ ف مثلاً سبحان ربی الاعلی اور (الاعلی) اکثر کے نزدیک (ربک) کی صفت ہو ولیکن اس صورت مین اس صفت سے مقصود بیان واقع ہو یعنے سبح اسم ربک۔ اپنے رب کے نام کی تسبیح پڑھ اور تیرا رب اعلی ہو یعنے اعلی اُسی کی صفت ہو خواہ بیان کر دیا نہ کرو ابوالسعودؒ نے کہا کہ یہی زیادہ ظاہر ہے پس یہ لازم نہین آتا کہ کوئی رب ادنی بھی ہو نعوذ باللہ من ذلک اور اگر (الاعلی) اسم کی صفت ہو تو بھی ممکن ہو یعنے اپنے رب کے اسم اعلی کی تسبیح پڑھ۔ میرے رب کا نام پاک ہو ابوالسعودؒ نے کہا کہ ایک قراءت مین سبحان ربی الاعلی۔ پڑھا گیا ہو مترجم کہتا ہو کہ اگر یہ قراءت ہو تو شاذ لے اعتبار ہو ولیکن سلف صالحین جب اس سورہ کو شروع کرتے تو اسکے حکم کی تعمیل مین تسبیح پڑھ لیتے تھے چنانچہ آیندہ معلوم ہوگا ابن کثیرؒ وغیرہ نے امام احمد کی اسناد سے نقل کیا کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب نازل ہوا قولہ تعالے فسبح باسم ربک العظیم تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ اسکو اپنے رکوع مین رکھو یعنے رکوع مین اس حکم کی تعمیل کرو کہ سبحان ربی العظیم کہا کرو) اور جب نازل ہوا قولہ تعالی سبح اسم ربک الاعلی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اسکو اپنے سجود مین رکھو (یعنے سجدہ مین سبحان ربی الاعلی۔ کہا کرو) (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ وابن المنذر وابن مردویہ) اس روایت کی اسناد مین کچھ جاے گفتگو نہین ہو ابوالسعودؒ نے لکھا کہ اس سے پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے رکوع مین یہ کہتے اللھم لک رکعت۔ الٰہی مین نے تیرے واسطے رکوع کیا۔ اور سجدے مین یہ کہتے اللھم لک سجدت۔ الٰہی مین نے تیرے واسطے سجدہ کیا عوف رضی بن مالک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بقدر قراءت سورۂ بقرہ یہ کہتے پایا۔ سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریا والعظمۃ رواہ النسائی مترجم کہتا ہو کہ تہجد کی نماز مین بعض روایات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باسناد اسکے آیا کہ رکوع مین کہتے اَللّٰھُمَّ لَکَ رَکَعۡتُ وَبِکَ اٰمَنۡتُ وَاِلَیۡکَ اَنَبۡتُ فَاغۡفِرۡلِیۡ مَا قَدَّمۡتُ وَمَا اَخَّرۡتُ۔ اور سجود مین آیا ہو سَجَدَ وَجۡهِیَ لِلَّذِیۡ صَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمۡعَهٗ وَبَصَرَهٗ۔ اور دعائین بکثرت آئی ہین تفسیر ابن کثیرؒ وغیرہ مین ہو کہ سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ ابن عباس رضی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سبح اسم ربک الاعلی پڑھتے تو کہتے سبحان ربی الاعلی (رواہ احمد وابوداؤد والطبرانی وابن مردویہ والبیہقی) ابوداؤدؒ نے کہا کہ اسکی اسناد مین اختلاف واقع ہوا ہو یعنے بعض ائمہ نے اسکو ابن عباس رضی کا فعل روایت کیا ہو چنانچہ ابن جریر وعبد بن حمید وعبدالرزاق وابن ابی شیبہ

آئے تھے انھون نے ہم لوگون کو قرآن پڑھانا شروع کیا پھر عمار و بلال وسعد رضی اللہ عنہم آئے پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیس ۲۰ صحابہ کو لیے ہوئے آئے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (یعنے مع ابو بکر رضؓ کے) آئے تو اہل مدینہ اسقدر خوش ہوئے کہ مین نے ان مین ایسی خوشی کبھی نہین دیکھی تھی حتی کہ مین نے عورتون و بچون کو دیکھا کہ یہی کہتے تھے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگئے اور مین اس وقت تک سبح اسم ربک الاعلی اور اسکے مثل سورتین پڑھ چکا تھا (رواہ البخاری) قصہ ہجرت کا بیان انشاء اللہ تعالے آویگا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سورۂ سبح اسم ربک الاعلی کو محبوب رکھتے تھے (رواہ احمد والبزار وابن مردویہ) نووی نے کہا کہ اس جہت سے محبوب رکھتے تھے کہ اسمین بکثرت علوم وخوبیان ہین مترجم کہتا ہی کہ کلام آلہی ہونے مین سب سورتین برابر ہین ولیکن معانی کی راہ سے فضیلت ہوتی ہی مثلاً تبت یدا ابی لہب مین ابولہب و اُسکی عورت پر غضب آلہی مذکور ہی اور قل ہو اللہ احد مین اللہ تعالے کی الوہیت وحدانیت مذکور ہی تو یہ افضل ہی۔ صحیحین مین ہی کہ جب معاذ رضؓ نے اپنی قوم کو عشا مین سورۂ بقرہ کے مانند طول قرارت سے نماز پڑھائی اور ایک شخص نے نماز توڑ کر آنحضرت صلعم سے شکایت کی تو آپ نے معاذ رضؓ سے فرمایا کہ تو نے سبح اسم ربک الاعلی اور والشمس وضحاہا اور واللیل اذا یغشی کیون نہین پڑھی (صحیح) اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید فطر اور عید قربانی مین اور جمعہ مین سبح اسم ربک الاعلی اور ہل اتاک حدیث الغاشیہ پڑھا کرتے تھے اور بعض اوقات دونون جمع ہوئین تو دونون مین انھین کی قرارت فرمائی (رواہ احمد ومسلم واہل السنن) یعنے بعض اوقات جمعہ کے روز عید واقع ہوئی تو آپ نے نماز عید مین یہ دونون سورتین پڑھین پھر جمعہ کی نماز مین بھی یہی دونون سورتین پڑھین فافہم۔ جابر بن سمرہ رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر مین سبح اسم ربک الاعلی پڑھتے تھے (رواہ مسلم وغیرہ) اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر مین سبح اسم ربک الاعلی اور قل یا ایہا الکفرون اور قل ہو اللہ احد پڑھا کرتے تھے (رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ والدارقطنی والحاکم والبیہقی) اگر کہا جاوے کہ شاید وتر کی ایک ہی رکعت مین یہ سب سورتین جمع کر لیتے ہون اسلیے کہ آپ سے یہ بات صحیح ہوئی کہ سورتون کو ملا لیتے تھے (جواب) لیکن یہان ملانا مقصود نہین ہی بدلیل حدیث ام المومنین عائشہ رضؓ کے کہ رسول اللہ صلعم وتر مین پہلی رکعت مین سبح اسم ربک الاعلی پڑھتے اور دوسری رکعت مین قل یا ایہا الکفرون پڑھتے اور تیسری رکعت مین قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس پڑھتے تھے (رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ والحاکم والبیہقی) اور یہ حدیث مجمل ومفصل ایک جماعت صحابہ رضؓ سے روایت ہی از انجملہ عبد اللہ بن عباس وعبد الرحمن بن ابزی وجابر وابوامامہ وعبد اللہ بن مسعود وعمران بن حصین وعلی بن ابیطالب رضی اللہ عنہم ہین (ابن کثیر وغیرہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہی

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّكَ الۡاَعۡلَى ۙ الَّذِىۡ خَلَقَ فَسَوّٰى ۙ وَالَّذِىۡ قَدَّرَ فَهَدٰى ۙ

پاکی بول اپنے رب کے نام کی جو سب سے اوپر ہی جسنے بنایا پھر ٹھیک کیا اور جسنے ٹھرایا پھر راہ دی

وَالَّذِىۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰى ۙ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحۡوٰى ؕ سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰٓى ۙ

اور جسنے نکالا چارا پھر کر ڈالا اُسکو کوڑا۔ کالا ہم پڑھا دینگے تجکو پھر تو نہ بھولے گا

والسماء ذات الرجع الآیہ - اشارت ہی کہ سموا علی قدس قدم سے امطار و مواہب رحمت الرحمن از قسم تجلیات ارض قلوب العارفین پر نازل ہوتے ہین جن سے قلوب مغلقہ شق ہوکر نباتات محبت وریاحین مودت وحکمت جو غذاے روحانیہ ہین پیدا ہوتے ہین (قولہ تعالے) اکید کیدا - لوگون کو کید تبلایا اور اُسکی حقیقت سے سب جاہل ہین اور انکو معلوم نہین کہ حادث مخلوق کا مکر بمقابلہ کید قدیم کے کیا چیز ہی - مکر قدیم پاک ہی خلل سے کیونکہ قدیم عزوجل مین کچھ عاجزی نہین ہی اسکا مکر قدیم یہ کہ بدبختون کے لیے شقاوت ازلی سابق ہوچکی پس ان بدبختون کو وہی چیزین دل سے پسند ہین اور وہی کماتے ہین اور وہی خدا سے مانگتے ہین جس سے بدبخت جہنمی ہون - یہ تو مکر قدیم ان لوگون کے حق مین ہی جو الوہیت پاک کے دشمن ہین اور جان رکھو کہ مکر قدیم بحق اولیاء بھی ہوتا ہی اسطرح کہ افعال مین صفات کا ظہور مخفی ہوا حتی کہ بندۂ عارف نے محل ارادت مین صفاے اوقات پر غرور کرلیا اور نجات یہ کہ اُنکو جذب کرکے دیدار وحدت خالص مین لیا اور ظاہری اسباب سے اُنکی نظر پاک فرمائی اور انکے قلوب پر یہ ظاہر کردیا کہ وحدت حق کا ظہور ہی مترجم کہتا ہی کہ اہل ولایت کے لیے جو مکر ہی اسکا انجام آخر سعادت ہی اور اگر مکر ہی برخاتمہ ہو تو ورجات سے محرومی ہی برخلاف اُس مکر کے جو اعداء یعنے کفار کے لیے ہی کہ وہ کید متین ہے لقولہ تعالے سنستدرجہم من حیث لایعلمون واملی لہم ان کیدی متین - یعنے ہم انکو درجہ بدرجہ ایسی راہ سے لیجاوینگے کہ وہ جانتے نہین ہین اور انکو ڈھیل دونگا میرا مکر بہت باریک مضبوط ہی - ۱ھ - اسیواسطے شیخ ابن عطاؒ نے کہا کہ وہ کید استدراج ہی کہ راہ ضلالت مین جہالت سے لایا جاوے مترجم کہتا ہی کہ اس کلام مین عجب لطافت ہی کہ اہل کفر کے سب طریقون کو شامل ہی اور اسمین سب پھندے داخل ہین مثلاً ایک شخص نے تردد کیا کہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی رہے پھر جب اُسنے اسلام کا قصد کیا تو آفات مین پڑگیا اور جب بیزار ہوکر اُسنے عیسائی رہنے کا قصد کیا تو خواب مین بھی ایک عورت کو دیکھا کہ جسنے کہا کہ مین کنواری ہون تو کیون میرا دین چھوڑتا ہی اور اب مضبوط ہوتا کہ مسیح تجھے اس بلا سے نجات دے اور وہ سب بلاؤن سے چھوٹ گیا - بھید یہ تھا کہ اس شخص نے دنیا کے لالچ سے یہ مذہب تلاش کیا تھا اور اللہ تعالے پر نظر نہ تھی پس مکر مین پڑگیا اور اس زمانہ مین بکثرت ایسے مسلمان ہین جو فقط الخفین خیالات مین سرگردان ہین اور بکثرت گمراہی کی پیروی مین شیفتہ ہین اور ہم بندے اللہ تعالے سے پناہ مانگتے ہین کہ مکر ضلالت مین گرفتار کیے جاوین ربنا ارحم الراحمین ف شیخ ابن العربیؒ نے لکھا کہ قولہ تعالے والسماء الخ روح جو کہ پیدائش آخرت مین لائی جاویگی اور زمین بدن شق ہوکر روح بلند ہوگی یا وقت بعث حشر کے جب روح اُس سے متصل ہوا قولہ تعالے انہ لقول فصل الخ یعنے یہ قرآن حق ہے اور ہزل بے اصل نہین ہے واللہ سبحانہ تعالے اعلم

سورۃ الاعلیٰ مکیۃ وہی تسع عشرۃ آیۃ

اس سورہ کو سورہ سبح بھی کہتے ہین اور جمہور کا قول یہ ہی کہ یہ سورہ بھی ہجرت سے پہلے مکے مین نازل ہوا ہی اور یہی حضرت عائشہ وابن عباس وابن الزبیر سے روایت ہے اور ضحاکؒ نے کہا کہ یہ سورہ مدنیہ ہی نوویؒ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سورۂ مبارک کو بہت محبوب رکھتے تھے کیونکہ اسمین کثرت کے ساتھ علوم ومعارف ہین اس سورہ مین اُنیس[۱۹] آیات ہین اور بہتر[۷۲] کلمات ہین اور دوسو چوراسی[۲۸۴] حرف ہین (السراج وغیرہ) اور اس سورہ مبارک کے فضائل کثیرہ مین سے چند روایات مذکور ہوتی ہین - براء ابن عازبؓ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے یہان مدینہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مین سے سب سے پہلے مصعبؓ بن عمیر اور ابن ام مکتومؓ

کہ ضمیر اُس مذکور کی جانب راجع ہوتی ہو جو پہلے گذرا خطیب رح نے لکھا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک قول دوم ہی پر اعتماد ہو تاکہ قرآن مجید
کی عظمت دلون مین ہو اور پڑھنے والا اور سننے والا ادب سے حاضر رہے اور یہ جانے کہ مالک آسمان و زمین جو اُسکے ظاہر و باطن
سے آگاہ ہو اُسکو قرآن پاک مین بہت سے نیک امور کا حکم فرماتا ہو اور بُرے کامون سے منع کرتا ہو اور اگر دل مین خوف بمرتبۂ تیغ
نہ آیا تو اس سے کم نہین کہ یہ کلام ہزل نہین بلکہ فصل ہی یہی واقع ہونے والا ہو اور واضح ہو کہ اللہ تعالے نے مشرکون کی حالت اسکے
برخلاف بیان فرمائی بقولہ تعالے تضحکون الخ یعنے اے بدبختو تم قرآن سنکر ہنستے ہو اور روتے نہین اور سرکشی کرتے ہو- اِنَّهُمْ
يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا- یہ لوگ مکر کرتے ہین مکر کرنا ف یعنے کفار و مشرکین اس حق و فصل کے دفع کرنے مین کمزور مکر لاتے ہین
اسلیے کہ شیطان کا مکر ضعیف ہو مثلاً یہ کہتے ہین کہ ہم آخرت کا نشان نہین دیکھتے اور نہ کوئی کبھی مرکر زندہ ہوا اور نہ سڑی ہڈیون کا
زندہ ہونا ممکن ہو اور اگر ہم مان لین تو بھی ہمین کو وہان بھی عزت ہوگی کیونکہ خدا نے ہم کو یہان عزت و دولت دی ہو تو ہم پیارے ہین
اور مسلمان دنیا مین بے عقل و مفلوک ہین وہان بھی اسی حالت مین ہونگے اور مانند اسکے حماقت کے مکر لاتے ہین وَّاَكِيْدُ
كَيْدًا- اور مین بھی داؤن مین لاتا ہون داؤن کرنا ف یعنے اللہ تعالے نے ان کافرون کو دنیا مین عقل سے محروم کر دیا اُس سے
نفع نہین پاتے اور حواس محض مادیات کے سوا ے تجاوز نہین کرتے ہین اور اللہ تعم کا داؤن پورا ہو تو کفار اس نجس دنیاوی حرص
مین متاع دنیا پر ایسے فریفتہ ہین کہ سب آغاز و انجام بھول گئے اگر کہو کہ مکر تو وہ کرتا ہو جو دشمن سے عوض نہ لے سکے (جواب) مکر کے یہ
معنے ہین کہ کسیکے ساتھ ایسا معاملہ کرنا کہ وہ ظاہر مین خوش و بے خطر ہو اور انجام مین ایسے غار مین گرے جہان سے نجات ہو نہ پس
یہ معاملہ ان کافرون کے ساتھ جاری ہو کیونکہ دنیا مین اللہ تعالے نے سب جن و انس کو چھوڑ دیا کہ عمل کرین اور جہنم و جنت دونون مین
سے جسکو چاہین اختیار کرین کافرون نے حواس سے دنیا و جہنم اختیار کی اور اپنے آپ کو مغروری کے ساتھ معزز و ممتاز دیکھا اور
آخر جب موت آئی تو اچانک حال کھل گیا کہ جس راہ کو ضلالت کہتے تھے وہ حق ہو اور خود جس راہ پر تھے وہ عین ضلالت ہو کہ جہنم مین
داصل ہو بعض علماء نے اسکا حاصل یہ بیان کیا کہ کفار مکر کرتے ہین اور مین اُنکے مکر کی سزا انکو دیتا ہون یعنے راہ حق سے محروم ہین چونکہ بدی
اور سزا دونون مساوی اور ہمجنس ہوتے ہین اسیواسطے فرمایا- جزاء سيئة سيئةٌ مثلها- یعنے برائی کی سزا اُسکے مثل بُرائی ہو- اور جیسے کہتے
ہین کہ جو تم پر ظلم کرے تم بھی اُسپر ظلم کرو- حالانکہ سب جانتے ہین کہ جب کسی پر ظلم کیا گیا تو اُسکا بدلا لینا انصاف ہو ظلم نہین ہو فَمَهِّلِ
الْكٰفِرِيْنَ- پس تو مہلت دے کافرون کو ف یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب تو نے معرفت حقہ سے یہ پہچان لیا کہ کفار
خود اپنے مکر مین گرفتار ہین اور خوشی خوشی جہنم کی راہ چلے جاتے ہین تو تجھے لازم ہو کہ فی الفور اُنسے انتقام کی خواہش نہ کر اور نہ انپر بددعا کر
اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا- انکو چھوڑ دے چھوڑنا ف یعنے چندروزہ انکو ڈھیل دے اور چھوڑ دے- یہ دنیاوی زندگی جسکو انھون
نے اختیار کیا ہو بہت قلیل ہو ولیکن یہ لوگ اہل اسلام کو ادا ے عبادات سے روکتے ہین اسکے عوض مین ہلاک ہونگے اور جوان مین ہلاک
ہوا وہ عذاب دائمی سے مل گیا لہذا جو لوگ ایمان مین سچے ہین وہ جب کافرون کو دولت دنیاوی کی کثرت مین دیکھتے ہین تو کچھ کبیدہ
نہین ہوتے بلکہ خوش ہوتے ہین کیونکہ جب ان ازلی بدبختون نے دنیا کے پیچھے جہنم اختیار کی اور عذاب جہنم ایسی ہولناک چیز ہے کہ اللہ
تعالے اُس سے پناہ عطا فرماوے تو بندۂ مومن اسقدر ترس کھاتا ہو کہ پھر یہ کمبخت چندروز یہان جیتے رہین کیونکہ آخر انکے واسطے وہی علاج
ہو اور یہ بندہ اپنی نعمت ایمان کی قدر کرتا ہو جسکی کرامت سے وہ جنت مین جانے والا ہو وللہ الحمد والمنہ ف فی العرائس (قولہ تعالے

کہ ابن زیدؒ کے قول مین رجع کے معنی مینھ نہین ہی بلکہ تارے وسورج وچاند کے حق مین فرمایا کہ ایک جانب سے طلوع ہوتے ہین اور رجوع
کرکے دوسری جانب غروب ہوتے ہین اور بعض مفسرین نے کہا کہ ذات الرجع ملائکہ ہین جو آسمان مین رہتے ہین اور انکو رجع اسلیے فرمایا
کہ وہ بندون کے اعمال لیکر لوٹ جاتے ہین بعض نے کہا کہ ذات الرجع یعنے صاحب نفع ہے واضح ہو کہ مینھ کو رجع اسلیے کہتے ہین کہ رجع
عود ہی یعنے دوبارہ رجوع کرنا اور آنا چونکہ مینھ مین یہی کیفیت ہی کہ آتا ہی اور برسنے کے بعد چلا جاتا ہی پھر دوبارہ آتا ہی اور دوسری فصل مین
آتا ہی یہ قفالؒ نے بیان کیا ہی اور بعض نے کہا کہ اسلیے اسکو رجع کہتے ہین کہ عرب کا گمان یہ تھا کہ بادل سمندر سے پانی پی کر اوپر جاتے ہین
پھر پانی کو زمین کی طرف اعادہ کر دیتے ہین تو وہ رجع ہوا مترجم کہتا ہے کہ رجع کے اصلی معنی عود و رجوع کے ہین اور جب ذات الرجع لفظ
صفت آیا تو یہ اُسکی صفت باربار کے عود و رجوع کے ساتھ ہوئی پس ظاہر یہ ہی کہ مفسرین نے اسی معنی کو اعتبار کرکے تفسیر کی چنانچہ مینھ کا
تعلق آسمان سے ہے اور باربار دورہ کرتا ہی اسلیے اس سے آسمان کی صفت ذات الرجع ہوئی اور اسی دورہ سے قتادہؒ نے سالیانہ رزق
لیا اور ابن زید نے نجوم وغیرہ کا دورہ لیا اور رازیؒ نے کہا کہ قول وہی اول ہی یعنے مینھ کو عرب رجع کہتے ہین تو معنے یہ ہوئے کہ قسم ہی آسمان کی
جو مینھ والا ہی یعنے دورہ کے ساتھ اُس سے مینھ حاصل ہوا کرتا ہی ابو السعودؒ نے بھی اسی قول پر اقتصار کیا خطیبؒ وغیرہ نے ذات الرجع بمعنے
دوران لیا یعنے جہان سے حرکت کرتا ہی اُسی جگہ لوٹ آتا ہی پس رات و دن اور سورج و چاند و ستارے اور جاڑے گرمی و برسات کی
فصلین سب دور کرتی ہین مترجم کہتا ہی کہ یہ قول سب امور کو جامع ہی ولیکن اس بنیاد پر ہی کہ آسمان گردش کرتا ہی اور اُسکی گردش
اپنے مرکز پر ہی والارض ذات الصدع - اور قسم زمین کی جو صاحب صدع ہی - صدع شق ہونا یعنے پھٹ جانا - جیسے قولہ تعالے
شققنا الارض شقا - یعنے ہم نے زمین کو شق کیا شق کرنا - اور مراد یہ کہ نبات نکالی ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ زمین کی
صفت ذات الصدع ہی یعنے نباتات سے پھٹ جاتی ہی - یہی قول سعید بن جبیر و عکرمہ و ابو مالک و ضحاک و حسن و قتادہ وغیرہم
بیان کیا (ت ع) ابن عباسؓ نے کہا کہ یعنے زمین شق ہو کر نباتات و درخت نکلتے ہین - لیثؒ نے کہا کہ صدع زمین کی نباتات کو کہتے ہین کیونکہ
وہ زمین کو پھاڑتی ہی تو زمین پھٹ جاتی ہی (تفسیر کبیر) اس قول کے موافق آیت کا بیان یہ ہوا کہ آسمان مینھ برساتا ہی اور زمین نباتات اُگاتی
ہی اس قول کے موافق نظم کلام مربوط ہی اور خطیبؒ وغیرہ نے ذات الرجع کے معنے دورہ کے لیے یعنے قسم ہے آسمان گردش کرنے والے کی
والارض ذات الصدع - اور قسم ہی زمین کی جو شق والی ہی یعنے اُس سے نباتات و درخت نکلتے ہین اور پھٹکر نہرین و چشمے جاری ہوتے ہین
مجاہدؒ نے صدع مین پہاڑی راستے لیے اور خطیبؒ نے لکھا کہ مجاہدؒ نے کہا کہ ذات الصدع یعنے زمین مین راستے ہین جو چلنے والون کے پاؤن سے
بن گئے ہین بعض نے کہا کہ اسمین وہ شق بھی داخل ہی جو قیامت کے روز ہوگا جب زمین پھٹکر مردے نکلینگے رازیؒ نے کہا کہ جیسے اول
قسم مین اللہ تعالے نے جاندارون کی پیدائش کو آخرت کا نمونہ بنایا اسیطرح اس دوسری قسم مین نباتات کی پیدائش کو آخرت کی پیدائش
کا نمونہ کیا چنانچہ قولہ تعالے والسماء ذات الرجع - بمنزلہ پدر (باپ) ہی اور قولہ تعالے والارض ذات الصدع مان کے مانند ہی اور یہ دونون بہت
بڑی نعمتین ہین اسلیے کہ دنیا کی نعمتین اسی بنیاد پر ہین جو آسمان سے مکرر نزول ہوتا ہی یعنے بارش اور اسی طرح کہ زمین سے نباتات اُگے پھر اس قسم کے ساتھ بیان فرمایا
کہ انہ لقول فصل وما ہو بالہزل - یہان دو قول ہین (اول) یہ کہ (انہ) کی ضمیر بجانب مذکورۂ بالا ہی یعنے قسم آسمان و زمین کی کہ یہ جو ہم نے ابھی
قدرت کاملہ سے بیان کیا کہ بعث کے روز ہم سب کو زندہ اُٹھاوینگے یہ قول فصل یعنے حق ہی اسمین کچھ ہزل نہین ہے (دوم) یہ کہ ضمیر بجانب
قرآن ہی یعنے قسم یہ قرآن فصل ہی نہ ہزل یعنے قرآن نے حق و باطل مین فصل کر دیا بالکل جدا کر دیا رازیؒ نے کہا کہ قول اول بہتر ہے اسلیے

نے عرائس میں والسماء والطارق کے اشارہ میں کہا کہ قسم بآسمان قلوب الصدیقین وطارقات نجوم تجلی ذات وصفات ہے
سہل رح نے کہا کہ طارق بقلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم بتمام عرفان ہے (عرائس) شیخ ابن العربی رح نے السماء سے روح کو اور الطارق
سے عقل کو لیا جو تاریکی نفس میں ستارہ ہے جس سے ہدایت ملتی ہے بقولہ تعالے بالنجم ہم یہتدون - یعنے ستارہ سے وہ لوگ راہ لیتے ہیں
اقول حدیث میں ہے کہ میرے اصحاب نجوم کے مانند ہیں اور صحیح کی حدیث میں تشبیہ ہے کہ آسمان کے لیے جسطرح ستارے ہیں کہ جب وہ
زائل ہونگے تو آسمان پر امر موعود یعنے قیامت کا انشقاق واقع ہوگا اسیطرح میرے اصحاب اس امت کے واسطے ہیں جب یہ لوگ چلے
جاوینگے تو امت پر وہ پیش آویگا جو موعود ہے (قولہ تعالے) ان کل نفس الآیہ حافظ اللہ تعالے ہے اگر نفس سے جملہ مراد ہو یا روح ہے
اگر نفس سے اصطلاحی نفس یعنے قوت حیوانیہ مراد ہو کیونکہ اُسکی حافظ روح انسانی ہے اقول حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمی نکلتا
ہے تو شیاطین منھ پھاڑ کر اُسکی طرف آتے ہیں اگر وہ دیکھتا تو خوف سے مرجاتا ولیکن اللہ تعالے نے اُسکے ساتھ ملائکہ محافظ رکھے
ہیں جو اُس سے شیاطین کو دور کرتے ہیں پھر جب کوئی مقدر مکروہ اسکو پہونچنے والی ہوتی ہے تو محافظ اس قدر سے پرہیز کرتے ہیں مترجم
کہتا ہے مثلاً کسی کو ہیضہ پہونچنے والا ہے تو روایت ہے کہ وہ شیطان کی چونک ہے پس مقدر کے موافق پردہ حائل مرتفع ہوتا ہے اور ظاہر یہ کہ
شیطانی چونک اُسکے آتشی جزو یعنے پتہ میں پہونچتی ہے اسیواسطے ہیضہ والے کے حق میں پتہ کی خرابی دیکھی گئی ہے واللہ تعالی اعلم (قولہ تعالے)
انہ علی رجعہ الخ اللہ تعالے قادر ہے کہ انسان کو دوسری بار پیدا کرے جیسے اُسنے اپنی قدرت سے اسکو اول مرتبہ پیدا فرمایا ہے (قولہ تعالے) یوم تبلی
السرائر الخ دل میں جو امور مخفی تھے اُنکو ظاہر فرماویگا جبکہ بدن سے جدائی ہوگی اور جو باطن ہے وہ ظاہر کر دیا جائیگا (قولہ تعالے) فما لہ من قوۃ الخ
اُسکو ذاتی قوت نہوگی اور نہ کوئی اُسکا ناصر ہوگا جو عذاب سے مانع ہو (الشیخ ابن العربی رحمہ اللہ تعالے)

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝

قسم ہے آسمان چکر مارنے والے کی اور زمین دراڑ کھانے والی کی یہ بات دو ٹوک ہے اور نہیں یہ بات ہنسی کی

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝

البتہ وہ لگے ہیں ایک داؤ کرنے میں اور میں لگا ہوں ایک داؤ کرنے میں سو ڈھیل دے منکروں کو ڈھیل دے انکو صبر کر

اول قسم سے اللہ تعالے نے اپنی وحدانیت الوہیت اور حشر آخرت بیان کرکے ان آیات میں دوسری قسم سے امر حق بیان فرمایا
بقولہ تعالے - وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ - قسم ہے آسمان کی جو رجع والا ہے - وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ اور قسم ہے زمین کی
جو صدع والی ہے - اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ - یہ قول فصل ہے ف فصل جدا یعنے یہ قول بالکل صاف ہے اسمیں کچھ شک وشبہ کا لگاؤ
نہیں ہے بالکل حق ہے - وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ - اور نہیں ہے یہ قول ہزل ف ہزل ایسی چیز جو لعب وکھیل کی قسم سے ہو
ابن عباس رضہ نے کہا کہ ذات الرجع - ذات المطر - یعنے بارش والا - دوسری روایت میں کہا یعنے بادل والا جسمیں مینھ ہوتا ہے - تیسری
روایت میں کہا کہ آسمان ذات الرجع ہے یعنے برستا ہے پھر برستا ہے - قتادہ رح نے کہا کہ آسمان کی صفت ذات الرجع بدین معنے کہ آسمان
ہر سال بندوں کا رزق لاتا ہے اگر یہ نہوتا تو لوگ اور انکے چارپایے ہلاک ہوجاتے - ابن زید رح نے کہا کہ ذات الرجع یعنے اُسکے تارے
وسورج وچاند رجوع کرتے ہیں یہاں سے آتے ہیں (ابن کثیر) زجاج رح نے کہا کہ رجع مینھ ہے کیونکہ بار بار رجوع کرتا ہے خلیل رح
نے کہا کہ رجع مینھ ہے اور رجع ربیع کی پیداوار ہے واحدی رح نے کہا کہ سب مفسرین سلف کے قول میں رجع مینھ ہے - اعتراض ہوا

جناب مین مرجع ہی- اب یہ رہا کہ کیونکر امتحان ہوگا تو اُسکی کیفیت مین اقوال ہین **قول اول** قفالؒ نے ذکر کیا کہ امتحان کے معنے یہان یہ ہین کہ قیامت کے روز انسان کے اعمال اسکے روبرو پیش کیے جاوینگے اور وہ اُس صحیفہ مین بھی دیکھیگا جس کو ملائکہ نے لکھا ہی اور اُسمین تفصیلی اعمال مذکور ہین تاکہ یہ معلوم ہوجاوے کہ جو لکھا گیا وہ مطابق ہی خلاصہ یہ کہ امتحان خود انسان کے حق مین ہی اسطرح کہ ملائکہ نے اُسکے اعمال اُسپر لکھے ہین اور وہ نامۂ اعمال اسکو دیا جائیگا پھر اُسکے اعمال خود اُسکے سامنے لائے جاوینگے تو وہ امتحان کرلیگا کہ جسطرح لکھا ہی اُسی طرح اُسکا کیا ہوا ہر عمل اُسکے روبرو موجود ہی تو اُس صورت کو امتحان کہا گیا اگرچہ اللہ تعالے کو ہر مخلوق کے اعمال مفصل معلوم ہین **قول دوم** امتحان کے یہ معنے ہین کہ افعال کی خوبی و برائی امتحان کی جاوے اور اُسکا بیان یہ کہ افعال پر عذاب یا ثواب اُسکی وجہ پر ہی چنانچہ بعض فعل دیکھنے مین اچھا معلوم ہوتا ہی مثلاً نماز پڑھی ولیکن باطن مین قبیح ہی کیونکہ پڑھنے والے نے بادشاہ کو دکھلانے کے لیے یہ نماز پڑھی تھی تاکہ عابد معلوم ہو اور بعض کام بظاہر خراب معلوم ہوتا ہی لیکن باطن مین اچھا ہوتا ہی پس ان وجوہ مین امتحان ہوگا تاکہ وجہ ثواب کی یا عذاب کی ظاہر ہو **قول سوم** یہ کہ (بتلی) کبھی امتحان کرکے نتیجہ معلوم کرنے پر آتا ہے اور کبھی اظہار کے معنی مین آتا ہی جیسے قولہ تعالے لنبلوا اخبارکم اور قولہ لنبلونکم- اور مفسرین نے کہا کہ جو امور کہ اللہ تعالے و اُسکے بندے کے درمیان مخفی تھے تو وہ قیامت کے روز پرکھے جاوینگے تاکہ نیک و بد کھل جاوین اسی معنی مین حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ قیامت کے روز اللہ تعالے ہر چیز پوشیدہ کو ظاہر فرماویگا پس بعضے چہرون پر زینت حاصل ہوگی اور بعضے چہرون پر عیب ظاہر ہوگا- مطلب یہ کہ جسنے اچھی طرح کام کیا ہی اُسکے چہرے پر زینت ہوگی اور جسنے خراب کیا ہی اُسکے چہرے پر بدنما غبار ہوگا **فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ**- پس نہین ہی اُسکے لیے کچھ قوت اور نہ کوئی ناصر **ف** یعنے جب سرائر ظاہر ہونگے تو انسان کے قبیح سرائر مستحق عذاب ہین پس اُسوقت اس شخص مین کچھ قوت نہوگی کہ عذاب سے اپنی جان بچاوے اور نہ کوئی اُسکا ناصر ومددگار ہوگا جو مدد کرکے عذاب کو روکے (السراج) عکرمہؒ نے کہا کہ یہ بادشاہ ہین کہ قیامت کے روز جب انپر عذاب متوجہ ہو تو انکو دفع کرنے کی قوت نہ ہوگی اور نہ وہان انکا کوئی مددگار ہی (ف) رازیؒ نے کہا کہ معتزلہ وغیرہ جو شفاعت سے منکر ہین انکا مکر یہ ہے کہ اس آیت مین ہر طرح کی قوت سے اور ہر طرح کے ناصر سے مایوس کیا گیا تو کسی کو شفاعت کی امید کرنا فضول ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ مغالطہ ہے کیونکہ شفاعت کرنے والا کچھ ناصر ہوکر نہین آویگا بلکہ جناب باری تعالے مین اپنی درخواست پیش کریگا کہ ای رب تیرا فلان بندہ ہی اپنے کرم سے اُسکو بخش دے پس اللہ تعالے اپنی رحمت سے قبول فرماویگا- ناصر وہان غیر ممکن ہی پس کافر ومسلمان کسیکے واسطے وہان ناصر نہوگا کیونکہ ناصر وہ ہی جو مغلوب کی مدد کو آمادہ ہوکر مکروہ دفع کرے جیسے دنیا مین کافر بدکار کبھی تو اپنی قوت پر مغرور ہوکر خیال کرتا ہے کہ مین نے دشمن کو مغلوب کیا اور کبھی اپنے ناصر کی مدد پر مغرور ہوتا ہی اور اللہ تعالے کی وحدانیت سے جاہل ہی اور ابوجہل وغیرہ قریشی احمقون سے نقل کیا گیا کہ جب چند مغرور ایک جگہ جمع ہوتے تو کہتے کہ تم لوگ جماعت بقوت وشوکت ہو اپنے باپ دادون کے دین پر مضبوط رہو اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کہنا درست ہو اور آخرت مین دوبارہ زندگی ہو تو بھی جہنم کے چند وکیلون کو مار کر ہٹا دینا اور پار ہوکر جنت مین داخل ہوجانا اسی قسم کے احمق خیالات باندھا کرتے تھے اور اپنے نفس کے واسطے وقعت عظیم سمجھتے تھے اور یہ عقل نہ تھی کہ نطفہ حقیر سے انکو قدرت نے اپنے تصرف سے اس قابل کیا اور ابھی تک قدرت کے قبضے مین ہین اور ہمیشہ رہینگے پس لازم تھا کہ اللہ تعالے ہی کے واسطے الوہیت مانتے اور اپنے آپ کو اُسی کے قبضہ مین جانتے واللہ تعالے ہو الموفق **ف۲ شیخ الشیرازیؒ** نے کہا

شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ (رجعه) کی ضمیر سے دو احتمال ہین اسی وجہ سے اسکی تفسیر مین سلف کے دو قول ہین (ایک) یہ کہ رجعه - اے
رجع الماء الدافق - یعنے خالق عزوجل اس پانی کو لوٹا دینے پر ہمیشہ قادر ہی یعنے خالق عزوجل اگر چاہے کہ اس پانی کو جس سے بچہ بنایا
ہی پھر اُسکی جگہ لوٹا دے تو اُسکو قدرت ہی یہ قول عکرمہ و مجاہد وغیرہ رحمہم اللہ تعالے سے منقول ہی (دوم) یہ کہ رجعه اے رجع الانسان - یعنے خالق
عزوجل کو قدرت کامل ہی کہ اس بنائے ہوے انسان کو دوبارہ لوٹا وے یعنے نطفہ سے جو انسان پیدا کر دیا تھا اور موت سے اُسکو مٹا تا
ہی تو اُسکو کامل قدرت ہی کہ جب چاہے اس انسان کو پھر لوٹا دے یعنے دوبارہ پیدا کر دے کیونکہ جسنے ابتدا مین ٹھیک بنا دیا اُسپر دوبارہ
بنانا بہت آسان ہی یہ ضحاکؒ کا قول ہی اور اسی کو شیخ ابن جریرؒ نے پسند کیا ہی (ابن کثیرؒ) رازیؒ نے لکھا کہ یہی زیادہ موزون ہی کہ رجعه
کی ضمیر انسان کی طرف ہی اور معنی یہ کہ جس خالق عزوجل مین یہ قدرت ہی کہ اُسنے انسان کو ابتدا مین جب نشان نہ تھا پیدا کیا تو قطعًا اُسکو
قدرت ہی کہ بعد موت کے اُسکو زندہ کر کے اُٹھا دے کیونکہ دوبارہ تو بدیہی سمجھ مین آسان ہوتا ہی جن علما نے انسان کی طرف ضمیر نہین پھیری
تو اُن مین اقوال ہین - مجاہدؒ نے کہا کہ یہ معنی ہین کہ خالق عزوجل کو قدرت ہی کہ جو پانی صلب و ترائب سے نکالا تھا اُسکو پھر لوٹا وے عکرمہ وغیرہؒ
نے کہا کہ یعنے دوبارہ پیٹھ مین پھیر دے - ایک روایت مین ضحاکؒ نے کہا کہ اسکا مطلب یہ ہی کہ جس پاک عزوجل نے قطرہ پانی سے آدمی بنایا وہ
قدرت رکھتا ہی کہ پھر آدمی کو اُسکی اصلیت کی طرف پھیر دے یعنے اُسکو پانی کر دے جیسے ابتدا مین تھا - مقاتلؒ نے کہا کہ وہ چاہے بوڑھے
آدمی سے جوان کر دے اور جوان سے بچہ کر دے اور بچہ سے حمل کر دے اور حمل سے پانی کر دے جو پہلے تھا رازیؒ نے کہا کہ اول قول اصح ہے
مترجم کہتا ہی کہ رازیؒ نے ضحاکؒ سے دوسرا قول نقل کیا اور ابن کثیر نے اول قول نقل کیا تو شاید یہ معنے ہون کہ اللہ تعالے کو قدرت حاصل
ہی کہ جب چاہے آدمی کو مٹا کر نطفہ کر دے تو ضرور قدرت ہی کہ جس طرح چاہے لوٹا وے یعنے موت کے بعد اسکو قیامت کے روز زندہ کر کے
اُٹھا وے خلاصہ یہ کہ انسان کو خواب غفلت سے بیدار کیا کہ اُسکی حقیقت فقط مردہ نطفہ ہی اُسمین کچھ دعوی و رعونت نہین ہی جس خالق نے
اُسکو ابتدا مین نطفہ سے آدمی بنا دیا اور عظیم قدرت ظاہر فرمائی تو اُسکی قدرت ہی کہ جب چاہے اسکو آدمی سے نطفہ کر دے یا بیجان مردہ
کر دے پھر جب چاہے زندہ کرے تو آدمی کو اس موجودہ حالت مین اُسکے نام سے زندگی حاصل کرنی چاہیے ورنہ پھر نطفہ مردہ کے مثل
ہو جائیگا بلکہ اس مرتبہ بد اعمال کے عوض جہنم مین جلیگا اللہ تعالے اسکو ضرور اپنی قدرت سے اعادہ فرمائیگا - يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ
جس روز پرکھ مین لائے جاوینگے سرائر جو اُسنے دل مین چھپائے ہین - جن علماؒ نے کہا کہ (رجعه) کے یہ معنے ہین کہ خالق عزوجل
انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر خوب قادر ہی - تو اُنکے قول مین (یوم) ظرف منصوب ہی یعنے یہ دوبارہ پیدا کرنا اُس دن ہوگا جس دن
سرائر کا امتحان کیا جائیگا یہ روز قیامت ہی اگر کہو کہ امتحان لینے والا اللہ تعالے ہی جو عالم الغیب ہی تو امتحان لینے کے کیا معنے ہین (جواب)
یہ پرکھنا سب مخلوق کے لیے ہے تا کہ کسی کافر کو جہنم مین ڈالے جانے سے عذر نہو بس پرکھنے کا نتیجہ یہ کہ سرائر اُس روز ظاہر کیے جاوینگے اور صحیحین
مین حدیث ابن عمرؓ ثبوت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک غدر کرنے والے کے سُرین پاس جھنڈا بلند کیا جائیگا کہ
یہ فلان بن فلان کا غدرہ ہی (ابن کثیرؒ س - ک) مترجم کہتا ہی کہ غدر کے معنے عہد توڑنے کے مشہور ہین اور سب سے بڑھکر غدار وہ ہی جسنے
اللہ تعالے کا عہد توڑا اور دنیا مین جسم کے اندر ظاہر ہو کر شرک و کفر کیا اور اللہ تعالے کی وحدانیت الوہیت سے منکر ہوا رازیؒ نے کہا کہ
سرائر دو عقائد ہین جو آدمی کے دل مین ہوتے ہین اور دلی افعال یعنے نیات ہین اور اسی مین وہ اعمال بھی داخل ہین جو اُسنے لوگون سے
چھپا کے عمل کیے ہین اسیواسطے عقلا نے کہا کہ اعمال کا چھپانا لوگون سے ممکن ہی لیکن اللہ تعالے سے کچھ نہین چھپ سکتا اور آخر اُسکی

دیکھتا ہے اور اُسکو یہ سمجھ نہین ہے کہ اللہ تعالے نے کل مادہ منی کو جو آدمی کے شباب سے بڑھاپے تک اُسکے بدن مین پیدا ہوا ہی نطفہ نہین کردیا حتی کہ بعضے مرد اور عورت کے اختلاط کو پانچ برس گذر جاتے ہین اور نطفہ نہین ٹھہرتا بلکہ بہتیرے عمر بھر اپنا مادہ ضائع کرتے ہین تو بدن مین یہ مادہ نطفہ نہین ہوتا بلکہ جس قدر نطفہ ہی وہ علم آلہی مین معلوم ہی اور زید مثلاً جس شخص کے نطفہ سے پیدا ہونیوالا ہے وہ نطفہ بھی معین ہی وہ کبھی احتلام سے ضائع نہین ہوتا اور مرد کی پشت مین اور عورت کے ترائب مین محفوظ رہتا ہی اور یہ وضع فطرت کے مطابق خارج ہونے کے واسطے آسان و موزون ہی اسیواسطے خارج ہونے کے واسطے یہ بیان فرمایا کہ وہ صلب و ترائب سے نکلتا ہی یعنے وہان سے اتر کر عورت کے خصیہ اور مرد کے خصیہ سے جسطرح معمول ہو مستقر رحم مین آجاتا ہی اور ماسوائے اسکے جو کچھ منی کا مادہ ہی وہ بدن کی اصلاح ہی اور اکثر اوقات وہ احتلام وغیرہ سے ضائع کردیا جاتا ہی اور اس مقام سے صنع باری تعالے ظاہر ہی کہ وہی قادر مختار ہی رازی رح نے لکھا کہ ہم نے بارہا بیان کیا کہ نطفہ سے انسانی پیدائش عجب صنعت ہی جو بہت وجوہ سے اللہ تعالے کے قادر اور مختار ہونے کی دلیل ہی (وجہ اول) یہ کہ منی بلاشک اپنے سب اجزا مین یکسان ہی اور اسی سے انسانی بدن بنایا جاتا ہی اور انسانی بدن مین مختلف قسم کی ترکیبین موجود ہین تو ایک ہی مادہ سے سب ترکیبون کا مختلف شکل و مزاج کے ساتھ پیدا کرنا اسطرح ہے کہ حضرت خالق عزوجل خود مختار ہی کسی جزء سے سر بنایا اور کسی سے پاؤن بنائے اور جو کچھ چاہا وہ حکم دیا اُسیطرح پیدا ہوگیا مترجم کہتا ہی کہ اگر یہ ملحدین اقرار کرین کہ منی مین ہر قسم کی قوت موجود ہی تو ظاہر ہے کہ وہ نظر سے محسوس نہین ہی اور نہ ہر قوت کا جزء اس نطفہ مین علیحدہ علیحدہ کیا ہوا ہی بلکہ سب خلط ہی تو رحم مین جسنے اُسکو جدا جدا کیا وہ قوت علیحدہ ہی اور آخر اُس مادہ مین علیحدہ خط بڑجاتے ہین جیسا کہ پیٹ گرنے مین دیکھ لیا گیا تو یہ قوت کچھ ہی ہو ضرور ہے پس نیچری خیال باطل ہوا - اور عنقریب ہم فائدہ مین ظاہر کرینگے کہ کیسی عجائب صنعتین ہین یہان تو خالق عزوجل کی کمال قدرت و اختیار پر دلالت بیان ہوتی ہی پس اول تو یہی کہ منی ایک قسم کی چیز ہے اُسکے اجزا سے مختلف طبیعت کے اعضا پیدا فرمائے (وجہ دوم) یہ کہ عالم سب علامت ہی جس سے رب تبارک و تعالے کی الوہیت معلوم ہوتی ہی تو سب عالم مین سے انسان کو اپنے نفس پر اطلاع زیادہ ہی بہ نسبت دوسری چیزون کے تو اپنے نفس مین عظیم قدرت الوہیت اُسکو کامل معلوم ہوگی (وجہ سوم) یہ کہ پیدائش نطفہ کے حالات کو انسان اپنی اولاد مین اور دیگر حیوانات مین ہمیشہ بار بار دیکھا کرتا ہی اور طرح طرح سے عجائبات مشاہدہ کرتا ہی تو اس سے معرفت الوہیت کی دلیل اُسکو پوری حاصل ہوگی (وجہ چہارم) یہ کہ ان علامات سے دلیل مین دو فائدہ ہین ایک یہ کہ اللہ تعالے کے قادر مختار معبود ہونے کی دلیل حاصل ہوئی اور دوم یہ کہ آخرت کے بعث و حشر کی دلیل بھی مل گئی اسلیئے کہ آدمی کا جسم جو بنکر پیدا ہوا ہی اسکے اجزاء اُسکے مان و باپ کے اجسام مین متفرق تھے بلکہ نہین معلوم کہان کہان متفرق تھے یعنے غذائین جو اُسکے مان باپ نے کھائین اور اُس سے خون بنکر رحم مین گیا جس سے بچہ کا جسم تیار ہوا اجزاء متفرق اور پراگندہ جمع کیے گئے اور جسم تیار ہوا پس جب حضرت خالق عزوجل نے اپنی قدرت سے ان اجزاء کو جمع کرکے ابتدا مین پیدا کیا تو اُسی مین قدرت ہی کہ بعد موت کے بھی اُسکے اجزائے متفرقہ کو جمع کرکے دوبارہ حشر فرمائے اسی لیے ان آیات کے بعد اللہ تعالے نے بعث حشر کی دلیل بیان فرمائی بقولہ تعالے اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌؕ وہ اسکے لوٹانے پر بیشک قادر ہے ف یعنے جس خالق نے اُسکو نطفہ سے پیدا کیا وہ دوبارہ اُسکو پیدا کرکے حشر کرنے پر قادر ہی - اگر کہو کہ (انہ) کی ضمیر خالق عزوجل کی طرف راجع ہے حالانکہ اوپر ذکر نہین ہی (جواب) اول تو مخلوق کو پیدا کرنے والا خالق ہی دوم سب جانتے ہین کہ یہ سب امور جو مذکور ہوے اللہ تعالے ہی کی قدرت سے ہین (کبیر)

تو یہ بات نہین ہے اسلیے کہ خون پر اسکی طرح رقیق سفیدی صاف ظاہر ہوتی ہے اور اس سے منی بنتی ہے پس نطفہ کا جدا ہونا سب اجزاے بدن سے ہونا چاہیے تاکہ منی کے ہر جزو سے جو عضو بنایا جاوے اُسمین اُس عضو کی طبیعت وخاصیت موجود ہو اور نطفہ مین جمیع اعضاے بدن بننے کی قابلیت موجود ہو تو معلوم ہوا کہ منی سب اعضاے بدن کے خون کی اوس ہوتی ہے جسکے موجود ہونے سے بدن تر وتازہ رونق کے ساتھ ہوتا ہے اور جب یہ اُوس نہین ہوتی تو بدن روکھا اور بے رونق ہوجاتا ہے چنانچہ جسنے کثرت کے ساتھ جماع کیا ہو اُسکے بدن پر یہ کیفیت ظاہر ہوجاتی ہے اور جیسے بوڑھے کے بدن مین پیدائیش کمتر ہوتی ہے اُسپر بھی خشکی و بیرونقی چھا جاتی ہے علاوہ اسکے جسنے جماع مین کثرت کی تو فقط اسکی پیٹھ ہی کمزور نہین ہوتی بلکہ تمام بدن لاغر وکمزور ہوجاتا ہے تو معلوم ہوا کہ جماع سے جو منی نکل گئی وہ سب بدن سے نکل گئی پھر خالی صلب و (پیٹھ) اور (ترائب) کی خصوصیت کیون ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ نطفہ کا بہت بڑا حصہ صلب وترائب مین پیدا ہوتا ہے تو یہ بھی ہماری سمجھ مین نہین آتا بلکہ بڑا حصہ تو دماغ مین پیدا ہوتا ہے اس قیاس سے کہ ہم دیکھتے ہین کہ منی کا قوام مشابہ دماغ کے ہوتا ہے اور اس قیاس سے کہ جسنے بہت جماع کیا تو پہلے اسکی آنکھون مین ضعف آتا ہے تو اس سے نکلا کہ نطفہ کا بڑا حصہ دماغ مین پیدا ہوتا ہے نہ صلب وترائب مین۔ اور اگر مراد یہ ہے کہ منی سب جگہ پیدا ہوکر صلب وترائب مین جمع ہوتی ہے تو یہ بھی ہماری سمجھ مین نہین ہے بلکہ منی کے واسطے خزانہ وہ رگین ہین جو خصیون مین لپٹی ہوئی ہین تو پھر صلب وترائب کیون مذکور ہین (جواب) مین رازی رح نے کہا کہ منی پیدا ہونے کا سبب قوی عضو دماغ ہے اور دماغ سے نخاع مین رہتی ہے (نخاع وہ موٹی رگ پیٹھ مین ہے جسکو حرام مغز کہتے ہین) اور اس سے بہت شاخین اوپر کے بدن مین ہین جسکو ترائب کہتے ہین اس وجہ سے صلب وترائب کو خاصکر بیان کیا گیا۔ علاوہ برین ہم کہتے ہین کہ اس ملحد نے جو طریقہ بدن مین منی پیدا ہونے کا بیان کیا ہے وہ اسکی اٹکل وقیاس ہے بلکہ وہم ہی وہم ہے تو ہم کیونکر اسکے وہم کو مان لین بلکہ حضرت خلاق عزوجل جو پیدا فرمانے والا ہے جو کچھ اُسکے کلام پاک سے معلوم ہو وہی حق ہے اُسکا ماننا فرض ہے (م۔ تفسیر کبیر) اور مترجم کہتا ہے کہ خطیب وابوالسعود وغیرہ نے اسی جواب سے جو امام رازی رح نے اول لکھا ہے یہ خلاصہ بیان کیا تھا کہ نطفہ اول دماغ مین پیدا ہوکر پیٹھ اور ترائب مین آجاتا ہے مترجم کہتا ہے کہ امام رازی رح کا جواب بہتر ہے کیونکہ امام نے یہ قبول نہین کیا کہ منی دماغ مین پیدا ہوتی ہے بلکہ یہ کہا کہ اچھا ہم نے مان لیا کہ جن اعضا کی ترکیب سے منی پیدا ہوتی ہے ان مین دماغ جزو اعظم ہے تو بھی وہ نخاع مین رکھی جاتی ہے اور نخاع کا سلسلہ پیٹھ سے لیکر ترائب تک ہے اور اس سے بہتر دوسرا جواب ہے کہ ہم ان لوگون کی اٹکل کو قبول نہین کرتے مترجم کہتا ہے کہ یہ لوگ جو وہم واٹکل سے منی پیدا ہونے کا طریقہ بیان کرتے ہین خود باہم مختلف ہین چنانچہ بعضے یہی کہتے ہین کہ خون کے سواے کوئی چیز نہین ہے اور تم نے جس چیز کو خون کے اوپر اوس کے مانند بیان کیا جس سے رونق وتازگی کہتے ہو ہم نے بدن چیر پھاڑ کر دیکھا کہین اُسکا نشان نہین ہے بلکہ خون جب بدن مین سرخ وصاف ہوتا ہے تو بدن تر وتازہ رونق کیساتھ ہوتا ہے ورنہ بے رونق ہوتا ہے حتی کہ اگر خون بکثرت ہو لیکن صاف نہو تو بھی خرابی رہتی ہے اور تمھاری اُوس کچھ کام نہین دیتی ہے اور جسنے کثرت سے جماع کیا تو خون اس جوش مین بہت زیادہ تحلیل ہوجاتا ہے اور نازک آنکھون پر پہلے اسکا اثر ظاہر ہوتا ہے کیونکہ خون کے لطیف الجزے نہین ہتے تو کم سوجھتا ہے مترجم کہتا ہے کہ دیکھو اس فرقے نے اپنے بھائیون کا قول رد کر دیا اور اپنی اٹکل کو لے لیا اور کچھ نہین کہ دوسرا فرقہ بھی سواے اٹکل کے کچھ دلیل نہین رکھتا ہے اور ان گمراہون مین سے ہر ایک فرقہ فقط انھین مادیات کو دیکھکر انھین سے ایجاد کا تصور رکھتا ہے جو معرفت حقہ سے بہت دور ہے کسی مین عقل کی آنکھ نہین ہے جس سے یہان اُسکو صنعت باری تعالے نظر آوے بلکہ حواس رکھتے ہین جنسے سواے مادی چیزون کے کچھ نظر نہین آتا ہے تو ناچار وبیچارہ آنکھین پھاڑ کر اور وہم وخیال وقیاس سے اٹکل لگا کر انھین چیزون کو

کے لیے دوبارہ اُٹھایا جاویگا تو اسکو اللہ تعالے کی عظیم قدرت پر اور اپنی حقارت پر نظر کرکے فوراً اقرار کرنا لازم ہے کہ جسنے اول مین اسکو پیدا کیا وہ جب چاہے پیدا کرے چونکہ نفس خود احمق مغرور ہوتا ہی تو اُسکے فتنہ سے بچنے کی یہی راہ ہی کہ وہ اپنی اصلیت کو دیکھے کہ کس چیز سے پیدا کیا گیا تھا اللہ تعالے نے خود بتلا دیا بقولہ تعالے خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ - وہ پیدا کیا گیا کودنے والے پانی سے ف جسکو نطفہ کہتے ہین دافق اصل مین دفع کرنے والا- دفع کرنا ڈھکیلنا- ابن عطیہ رح نے کہا کہ پانی خود دافق ہو سکتا ہی کیونکہ جب کود کر نکلا تو اُسکے اجزا باہم ایک دوسرے کو ڈھکیلنے والے ہین- بعض نے کہا کہ دافق بمعنے مدفوق ہی یعنے انسان مین جو قوت رکھی گئی اُسنے پانی کو دفق کیا اور بعض نے کہا کہ دافق یعنے جسکے ساتھ دفق ہی خطیب رح نے لکھا کہ دفق ریختہ کرنا اور بہانا- یہان نطفہ کا پانی مادہ کے رحم مین بہایا گیا ہی- خلاصہ یہ کہ انسان کو نظر کرنا چاہیے کہ اُسکی پیدایش کی کیا حقیقت ہی ایک قطرہ پانی ہی جو ایک جگہ سے دوسری جگہ بہا دیا گیا ہی یعنے اسکو اپنی جگہ سے دوسرے مقام پر کودانا بھی صنعت ایجاد کا اثر ہے- اگر کہا جاوے کہ انسان کا پیدا ہونا دو پانیون سے ہوتا ہی ایک مرد کا پانی جو گاڑھا وسفید ہوتا ہی دوم عورت کا پانی جو زردی مائل رقیق ہوتا ہی جیسا کہ صحیح روایت مین آیا ہی پھر یہان صرف ایک پانی بیان کرنے مین کیا حکمت ہی (جواب) یہان پانی کی صفت (دافق) مذکور ہی اور مرد وعورت کے اختلاط سے جب دفق کے ساتھ پانی ٹھہرنے کی جگہ آگیا تو اُسوقت دونون پانی خلط ہو کر ایک مین مرکب ہو جاتے ہین تو ایک پانی فرمایا چنانچہ یہ ترکیبی صفت آئندہ ارشاد ہی بقولہ تعالے يَخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ - وہ نکلتا ہے صلب سے اور ترائب کے درمیان سے ف یعنے یہ پانی دافق جس سے انسانی خلقت ہی یہ صلب وترائب کے درمیان سے نکلتا ہی صلب صلب سے نکلنے والا مرد کا پانی ہی اور ترائب سے نکلنے والا عورت کا پانی ہی اور یہ مرکب مجموعہ صلب وترائب سے نکلکر آیا ہی ابن کثیر رح نے لکھا کہ مرد اور عورت سے دفق کے ساتھ نکلکر مجموعہ مرکب حاصل ہوتا ہی پھر اللہ تعالے کی اجازت سے اس مجموعہ سے بچہ پیدا ہوتا ہی امرد کے صلب سے نکلتا ہی اور عورت کے ترائب سے نکلتا ہی عکرمہ رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ مرد کی پیٹھ سے نکلتا ہی اور عورت کے ترائب سے زرد ورقیق نکلتا ہی تو انھین دونون سے ملکر بچہ پیدا ہوتا ہی یہی قول سعید بن جبیر وعکرمہ وقتادہ وسدی وغیرہم نے بیان کیا ہی- ابن ابی حاتم نے روایت کیا کہ ابن عباس رض نے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ ترائب ہی ضحاک وعطیہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جہان عورت کے گلے مین ہار ہوتا ہی وہ مقام ترائب ہی- یہی قول عکرمہ وسعید بن جبیر ہے- علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ عورت کی دونون چھاتیون کے بیچ مین ترائب ہی- مجاہد رح نے کہا کہ دونون مونڈھون اور سینہ کے درمیان ترائب ہین- دوسری روایت مین مجاہد رح نے کہا کہ ہنسلی سے نیچے ترائب ہین- سفیان الثوری رح نے کہا کہ عورت کی پستان سے اوپر ترائب ہین- ضحاک رح سے روایت ہے کہ عورت کی دونون چھاتیون اور ٹانگون وآنکھون کے بیچ مین ترائب ہین (ابن کثیر رح) ابن- دل رح نے کہا کہ حدیث مین آیا ہی کہ بچہ پیدا ہوتا ہی مرد وعورت کے پانی سے مرد کا پانی اُسکی پیٹھ سے آتا ہی اُس سے ہڈی وپٹھے بنتے ہین اور عورت کا پانی اُسکے ترائب سے آتا ہی جس سے خون وگوشت بنتا ہی قرطبی رح نے نقل کیا کہ مرد کا پانی اُسکے دماغ سے آتا ہے اور دونون خصیہ مین جمع ہوتا ہی خطیب رح نے کہا کہ اُسکی صورت یہ ہے کہ دماغ سے پیٹھ مین آتا ہی اور پیٹھ سے خصیہ مین آتا ہی تنبیہ دونون پانیون مین سے جو اوپر ہو جاتا ہی بچہ اُسکے مشابہ ہوتا ہی کما فی الحدیث رازی رح نے کہا کہ بعضے ملحدون نے بیان اپنے اوہام وقیاس ملا کر اہل اسلام کو دھوکا دینا شروع کیا اور کہا کہ قولہ تعالے يخرج من بين الصلب والترائب - سے اگر یہ مراد ہی کہ منی کا جدا ہونا صلب سے اور ترائب سے ہوتا ہے

دو قول ہین بعض کے نزدیک جنس مراد ہی لینے کو اکب جیسے ان الانسان لفی خسر۔ مین جنس انسان مراد ہی دوسرون کے نزدیک وہ معین ستارہ ہے پھر انمین اختلاف ہی۔ ابن زیدؒ نے کہا کہ وہ ثریا ہی فراءؒ نے کہا کہ وہ زحل ہی جو ساتوین آسمان پر ہی اسلیے کہ اسکی روشنی ساتون آسمان کے پار ہو جاتی ہی تو وہ پورا النجم الثاقب ہوا۔ بعض نے کہا کہ نجم ثاقب سے مراد شہاب ثاقب ہین جن سے شیاطین مارے جاتے ہین (کبیر) روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ابو طالب دودھ روٹی لائے آپ کھاتے تھے کہ ناگاہ ایک ستارہ ٹوٹا جسکی روشنی سے تمام گھر مین اجالا ہو گیا اور ابو طالب گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ یہ کیا سانحہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ستارہ ہی جس سے شیطان مارا گیا ہی اور یہ اللہ تعالے کی قدرت مین سے ایک نشانی ہی (سراج وکبیر وغیرہ) اللہ تعالے نے آسمان وطارق نجم ثاقب کے ساتھ قسم کھاکر بیان فرمایا کہ۔ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ۔ یہان (لما) مین دو قرائتین ہین۔ امام ابن عامر کی قراوت مین (لَمَّا) بتشدید میم ہی اور باقیون کی قرات مین (لَمَا) بدون تشدید ہی۔ پس اول قرارت کے موافق (ان) حرف نفی ہی اور (لَمَّا) بمعنے (الا) ہی اور معنے یہ کہ نہین ہی ہر نفس مگر انکہ اُسپر نگہبان ہی یعنے اللہ تعالے نے قسم کے ساتھ آگاہ فرمایا کہ کوئی جان خالی نہین ہی کل جانون پر یہی حال ہی کہ اُسپر محافظ ہی قرات دوم کے موافق (ان) مخففہ ہی اصل مین (انہ) بتشدید نون تھا اور لما مین لام کے ساتھ (ما) زائدہ ہی اور لام اسلیے کہ نافیہ ومخففہ مین فرق ظاہر ہو اور معنے یہ کہ بیشک ہر نفس پر ضرور حافظ ہی۔ حافظ نگہبان رقیب ہی اور مراد بیان وہ نوع فرشتہ ہی جو ہر بشر پر محافظ ہی یا اللہ تعالے عز وجل ہی کیونکہ اللہ تعالے کی صفت پاک مین (رقیب) اور معیت آیا ہی زمخشریؒ نے حدیث ذکر کی کہ ہر مومن پر ایک سو ساٹھ ملائکہ حافظ ہین اُس سے شیاطین کو دور کرتے ہین جیسے آدمی اپنے پیالۂ شہد سے مکھیان دور کرتا ہی اور اگر آدمی ایک دم بھی اپنے نفس کے بھروسے پر ہو تو اُسکو شیاطین اُچک لین اور وہ فرشتہ بھی مراد ہو سکتا ہے جو بندے کے نیک وبد اعمال کا محافظ ہی (السراج) ابن کثیرؒ نے فقط یہ معنے لکھے کہ ہر نفس پر اللہ تعالے کی طرف سے نگہبان مقرر ہے جو اُسکو آفات سے محفوظ رکھتا ہے کما قال تعالے لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ۔ یعنے بشر کے ساتھ اُسکے آگے اور پیچھے حفاظت کرنے والے ہین جو یکے بعد دیگرے آتے ہین اُسکو اللہ تعالے کے حکم سے حفاظت کرتے ہین۔ عہ۔ (رع) مترجم کہتا ہے کہ یہی تاویل بہتر ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالے نے مغرور کفار کو ہوشیار کیا کہ کس تکبر مین پڑے ہین وہ لوگ ہر دم اللہ تعالے کے قبضہ قدرت مین ہین اور اُسکی حفاظت سے جیتے ہین اگر ایک دم وہ حفاظت نہ فرماوے تو ہلاک ہو جاوین اور قسم سے بیان فرمایا یعنے اسپر یقین کرنا فرض عین ہی اسیواسطے آیندہ انسان کو ہوشیار کیا کہ اللہ تعالے نے اسکو کس طرح پیدا فرمایا ہی بقولہ تعالے فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ۔ آدمی کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہی ف مِمَّ در اصل (من ما) تھا یعنے (من ای شئ) خطیبؒ نے لکھا یعنے انسان عموماً ذاتی سے اپنی خودی پر نظر کرتا اور اپنے آپکو مختار سمجھکر اکڑتا پھرتا ہی اور اپنی وقعت اسقدر بڑھاتا ہی کہ جب وہ مرا تو کیونکر زندہ ہو سکتا ہی اسکو چاہیے کہ غور سے نظر کرکے دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہی (نطفہ حقیر ضعیف سے قدرت نے اسکو بنایا ہی اگر اُسمین کچھ سمجھ ہے تو جان جائیگا کہ جسنے اُسکو پیدا کیا وہ جب چاہے اسکو دوبارہ ایجاد کر سکتا ہی تو آج وہ عمل کرے جو دوبارہ پیدایش آخرت مین اُسکے کام آوے اور اپنے حافظ فرشتے کو ایسے عمل لکھواوے جس سے روبرو نہ شرماوے (السراج) اللہ تعالے نے انسان کو اُسکی اصل خلقت پر نظر کرنیکا حکم دیا تاکہ ہوشیار ہو جاوے کہ وہ ہیچ وضعیف ہی اُسکو ذاتی وقعت کچھ نہین ہی بلکہ قدرت نے اپنی صنعت سے اُسکو آدمی بنایا ہی تو جب اللہ تعالے کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسکو حکم الٰہی سے آگاہ کیا کہ وہ اپنے اعمال کی جزا وسزا

ہیں اس موقع پر شیطان عظیم کہلاتا ہے اور اس خبیث چیلے کی زبان سے کفر وشرک کی باتیں کہلاتا ہے اور معتقدین انھیں باتوں پر دل سے یقین لاتے ہیں۔ اب جاننا چاہیے کہ یہ طریقہ ہمیشہ سے جاری ہے لیکن جب حضرت خاتم النبیین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی قرآنی نازل ہوئی تو اس زمانہ میں جس دروازے سے نزول قرآن تھا وہاں شیاطین بالکل ممنوع ہوگئے اور برابر یہی حال رہا کیونکہ وحی حق میں کسی طرح التباس منظور نہ تھا پس جن جو آسمان تک جاتے تھے جب انھوں نے اپنے اپنے ٹھکانے کا قصد کیا تو دیکھا کہ برابر وہاں بکثرت ملائکہ کا پہرہ ہے اور سخت تکرار ہے اور دور سے ان جنیوں پر شہاب ثاقب کی بوچھار شروع ہوئی پس یہ جن فوراً سمجھ گئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عظیم الشان پیغمبر ہیں اور فوراً آپ پر ایمان لائے کیونکہ انھوں نے خود ذاتی تجربہ وعلم سے یہ بات معلوم کی برخلاف عوام جن کے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں ساحروں نے معجزہ فوراً پہچان لیا بخلاف قبطیوں کے جو معجزہ کو جادو کہتے تھے اسلیے کہ انکو جادو پہچاننے کی لیاقت بذات خود نہیں تھی تو وہ جادو اور معجزہ میں فرق نہیں کر سکتے تھے بالجملہ یہ تمام کلام اس مقام پر صرف فائدہ کی غرض سے لکھا گیا اور اصل مقصود یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے کہ شیطان کسی حکم خاص کو سننے نہ پاوے تو ملائکہ فوراً اس شیطان کو شہاب ثاقب مارتے ہیں اور جہاں شہاب پڑتا ہے وہاں ثقب یعنے سوراخ کر دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ وہ شیطان اس زخم سے مرجاتا ہے یا مخبوط ہوجاتا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ سدیؒ نے نجم ثاقب کے وہ معنے بیان کیے جو شہاب ثاقب کے بیان ہوے ہیں اور نجم کے معنے ستارہ ہے ولیکن شہاب کی ماہیت معلوم نہیں ہوئی بعض نے کہا کہ وہ بھی ستارہ ہے لیکن اسپر یہ سوال ہوا کہ کیا ستارہ پھینک مارتے ہیں اور آخر وہ ستارہ کہاں گرتا ہے۔ بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ آگ ہے اور بعض نے دیگر وجوہ بیان کیے اور یہ سب قیاسی باتیں ہیں اور کسی آیت یا حدیث میں اسکا ذکر نہیں آیا کہ وہ کیا چیز ہے اور بدون اسکے اعتماد نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات بکثرت نظر آتے ہیں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اس کثرت سے آسمان میں تارے ہیں جو اندھیری رات میں عجب وضع سے ظاہر ہوتے ہیں اور جو اس کچھ کام نہیں کرتے اور جن لوگوں نے تاروں کی نسبت کچھ بیان کیا وہ فقط اٹکل ہے جسکا کچھ اعتبار نہیں ہوسکتا بقول حافظؒ ؎ زین معما ہیچ دانا درجہان آگاہ نیست ۔ یعنے دنیا میں کوئی عقل کا مدعی اس معما کو نہیں جانتا کہ اس آسمانی چھت میں کیا صورت ہے کہ چھت مساوی ہے اور رات کو دیکھو تو ہزاروں نقش ہیں۔ پھر سدیؒ کے قول کے واسطے یہ تائید بھی نکلتی ہے کہ نجم ثاقب چونکہ اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ہے اسلیے فرمایا کہ ما ادراک ما الطارق۔ اور سدیؒ کے مانند عکرمہؒ کے قول سے بھی نکلتا ہے کہ وہ شہاب ثاقب ہے چنانچہ کہا کہ النجم الثاقب چمکدار روشنی دینے والا اور شیاطین کو جلانے والا ہے (ع) **خطیب**ؒ نے لکھا کہ نجم ثاقب روشنی دینے والا ہے اور اندھیرے کو چھید کر سوراخ کرنے والا ہے جیسے نجم دری۔ اسلیے کہ وہ تاریکی دور کرتا ہے (سراج) **رازی**ؒ نے کہا کہ نجم کی صفت ثاقب بچند وجوہ ہے (وجہ اول) یہ کہ وہ تاریکی میں ثقب (سوراخ) کرتا ہے کیونکہ روشنی اسمین پار ہوجاتی ہے (وجہ دوم) وہ مشرق سے طلوع ہوکر نفوذ کرتا ہے جیسے سوراخ کرنے والی چیز پیوست ہوتی ہے (سوم) یہ کہ اسی سے شیاطین مارے جاتے ہیں تو یہ شیاطین میں نفوذ کرکے سوراخ دار کرتا اور جلا دیتا ہے (وجہ چہارم) یہ کہ ثاقب بمعنے بلندی ہے چنانچہ عرب بلند پرواز پرند کو کہتے ہیں کہ وہ آسمان میں ثاقب ہوگیا اسکو فراءؒ نے بیان کیا ہے (**سوال**) یہاں نجم ثاقب سے کیا عام مراد ہے یا خاص ستارہ ہے (جواب) **ابن کثیر**ؒ نے مفسرین سلف سے کوئی روایت نہیں لکھی اور **واحدی**ؒ نے کہا کہ مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے طارق کی قسم کھائی یعنے ستارے جو رات میں نکل آتے ہیں اور دن میں چھپ جاتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ اسلیے ظاہر ہوتا ہے کہ الطارق النجم الثاقب۔ میں الف لام جنس کے واسطے ہے اور معرفہ کے لیے نہیں ہے۔ صحاح لغت میں مذکور ہے کہ الطارق وہ ستارہ ہے جسکو صبح کا ستارہ کہتے ہیں رازیؒ نے لکھا کہ

نہ تھا اور کسی غیر کو دکھلانے کے لیے زینت کرنا حرام قبیح ہی لیس اچانک شوہر آیا تو شاید اُسکو دیکھکر دل مین کراہت کرنے تو باہمی الفت مین خرابی پیدا ہو (م) رازی رح نے کہا کہ جب اللہ تعالے نے فرمایا- والسماء والطارق- قسم ہے آسمان اور طارق کی الخ- تو ممکن تھا کہ سننے والا طارق کے ظاہری معنے سمجھ لے لہذا فرمایا وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ اور تونے کیا جانا کہ طارق کیا چیز ہے ف سفیان بن عیینہ نے کہا کہ جہان قرآن مجید مین- ما ادراک- واقع ہے اُس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہی عطا فرمائی گئی ہی اور جہان (ما یدریک) واقع ہی اُس سے آپ کو آگاہی نہین دی گئی جیسے قولہ تعالے ما یدریک لعل الساعۃ قریب- (کبیر وس وغیرہ) خلاصہ یہ کہ ابتدا مین جب آیت کا نزول ہوا تو اُسوقت آپکو طارق کی معرفت حاصل نہ تھی پھر اللہ تعالے نے آپ کو اُسکی معرفت عطا فرمائی مترجم کہتا ہی کہ معرفت سے لفظی معنے کی معرفت مراد نہین ہوسکتی ہی اسلیے کہ آیت مین خود مذکور ہی- اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ- ستارہ ثاقب ہی ف یعنے یہ طارق جسکی قسم یاد فرمائی گئی یہ ستارہ ثاقب ہے- اسقدر معرفت تو سب کو حاصل ہی جسنے قرآن مجید سنا ولیکن مراد معرفت سے اُسکی حقیقت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی- حاصل یہ کہ اللہ تعالے نے قسم سے فرمایا کہ والسماء والطارق وما ادراک ما الطارق النجم الثاقب قسم ہے آسمان اور طارق کی اور تونے کیا جانا کہ طارق کیا ہی وہ نجم ثاقب ہی رازی رح نے کہا یعنے یہ طارق جسکی قسم یاد فرمائی ہی یہ طارق عظیم الشان بلند قدر ہے یہ نجم ثاقب ہی جسکے ذریعے سے خشکی وسمندر مین اندھیری رات مین راہ ملتی ہی اور وقت کا پتہ چلتا ہی (تفسیر کبیر) اب معلوم ہوا کہ طارق سے یہان مراد نجم (ستارہ) ہے چونکہ طارق ہر ایسی چیز کو کہتے تھے جو رات کو آوے اسلیے پہلے (الطارق) کو مبہم فرمایا پھر اُسکی قدر ومنزلت بیان فرمائی- نجم کو اس وجہ سے طارق کہتے ہین کہ وہ رات کو طلوع ہوتا ہی- پھر اس نجم کی صفت (ثاقب) بیان فرمائی- لیس یہان اول وہ اقوال بیان کیے جاوین جو سلف صالحین کی تفسیر سے منقول ہین اُسکے بعد متاخرین اہل تفسیر کے بیانات لکھے جاوین شیخ ابن کثیر رح کی تفسیر مین ہی کہ قتادہ رح وغیرہ نے کہا کہ نجم کا نام طارق اسلیے ہوا کہ وہ رات مین نمودار ہوتا ہی اور دن مین چھپ جاتا ہی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ الثاقب یعنے چمکدار روشنی دینے والا **اقول** ثقب بمعنی سوراخ کرنا- سدی رح نے کہا کہ ثاقب اسلیے کہ وہ شیاطین کو ثقب کرتا ہی یعنے شیطان کے جسم مین سوراخ کردیتا ہی مترجم کہتا ہی کہ شہاب ثاقب سے شیاطین مارے جاتے ہین اور بات یہ ہی کہ جو کچھ اللہ تعالے حکم فرماتا ہے تو اُسکی عظمت کلام سے ملائکہ سجدے مین گرجاتے ہین اور بزرگ ملائکہ باوجود اسکے اسقدر وسعت رکھتے ہین کہ وحی الٰہی کو بجنسہ محفوظ رکھتے ہین اور اصل مین انھین کو وحی ہوتی ہی پھر اُنکے تابعین ملائکہ سجدے سے سر اُٹھا کر اُنسے دریافت کرتے ہین کہ ہمارے رب عزوجل نے کیا فرمایا ہے اور بزرگ ملائکہ اُنسے بیان کرتے ہین اسیطرح اس آسمان دنیا تک اسی طریقے سے حکم پہونچتا ہی اس شان سے جو اللہ تعالے نے اسکو جاری فرمایا ہے تو بعض اسرار حکمت ہین اور اعلی اسرار حکمت کو جاننا جو ملأ اعلی سے متعلق ہے جو دنیا کے بشری مکدر طبایع بہت کم سمجھ سکتے ہین لیکن اُنکے واسطے اسی قدر کافی ہی کہ اس سے جاہل شیطانی فریب سے شرک مین پڑتا ہی چنانچہ حدیث ہی کہ شیاطین ہر رات مین زمین سے آسمان تک تلے اوپر مانند زنجیر کے سلسلہ باندھتے ہین اور جو سب سے اوپر ہوتا ہی وہ کسی تاریک مقام پر چور کی طرح چھپکے بیٹھتا ہے تاکہ جب ملائکہ دریافت کرین اور انکو مثلاً بتلایا جاوے کہ یہ حکم جاری ہونے کی وحی فرمائی ہی تو شیطانی چور اُسکو سنکر اپنے پاس والے سے کہتا ہے وہ دوسرے سے وہ تیسرے سے اسطرح ایک دم مین زمین پر خبر آجاتی ہی اور زمین کا شیطان اس بات کو انسانی کاہن ورمال وغیرہ کے کانون مین پھونک دیتا ہے وہ خبیث اپنی غیب دانی کے اظہار مین اپنے معتقد مشرکون سے بتلاتا ہی اور جب یہ سچی بات واقع ہو جاتی ہی تو اس قسم کے جہال مشرکین اُس شیطانی چیلے کو بزرگ سدا غیب دان صاحب کرامت سمجھنے لگتے ہین اور جو کچھ وہ فرماوے اسکو عین حق اور محض صدق وصواب جانتے

النَّجْمُ الثَّاقِبُ ○ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ○ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ○
وہ تارا چمکتا کوئی جی نہین جسپر نہین ایک نگہبان اب دیکھ لے آدمی کاہے سے بنا
خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ○ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ○ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ
بنا ایک اچھلتے پانی سے جو نکلتا ہے پیٹھ اور چھاتی کے بیچ سے بیشک وہ اُسکو پھیر
لَقَادِرٌ ○ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ○ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ○
لا سکتا ہے جس دن جانچے جاوین بھید تو کچھ نہوگا اُسکو زور نہ کوئی مدد کرنے والا

خطیبؒ نے لکھا کہ قولہ تعالے بِسْمِ اللّٰهِ- شروع ہو اللہ تعالے کے نام سے ف جو تمام خلق کا موجد ومالک ہو اَلرَّحْمٰنِ- نہایت مہربان ف مہربان جسکی عام بخشش مین اُسکی الوہیت بوحدانیت ماننے والے مومنین بندے داخل ہین اور اُسکی الوہیت سے انکار کرنے والے متکبر کفار بھی شامل ہین اَلرَّحِيْمِ- نہایت رحم والا ہو ف جسنے رحمت خاصہ سے فقط اپنے مومنین بندون کو سرفراز کیا اقول دنیا مین یہ سرفرازی اس صورت کے ساتھ ہے کہ انکو عقل معرفت کی عطا کی جس سے وہ لوگ یہان سے اسکے نام پر جان فدا کر کے جانا اپنے اوپر اللہ تعالے کا کرم جانتے ہین اور مردانہ ہمت سے اُسکی راہ مین آرہ سے چیرا جانا اور آگ مین جلایا جانا آسان سمجھتے ہین تاکہ جلد اس دار محنت سے دار السلام جنت مین جوار قدس مین داخل ہون جہان عین راحت دلبے مثال نعمت اُن پر خاصہ رحمت ہو وللہ الحمد والمنہ- وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ- قسم ہے آسمان وطارق کی ف واضح ہو کہ اللہ تعالے نے کتاب مجید مین اکثر آسمان وچاند وسورج وستارون کا ذکر فرمایا اسلیے کہ ان چیزون کی شکلین ورفتار وطلوع وغروب کے اوضاع وحالات وعجیبہ مین (کبیر وسراج دف) ماوردیؒ نے کہا کہ طارق مشتق طرد ق سے ہو اور اصل مین طروق کے معنے کوفتہ کرنا لہذا جو کوئی رات مین آوے اُسکو طارق کہنے لگے کیونکہ غالبًا جب وہ دروازہ بجاوے تب گھر مین آنے پاوے گا- پھر اس لفظ طارق کو وسعت دیکر رات کے ظاہر ہونے والے کو طارق کہنے لگے چاہے وہ کوئی چیز ہو پھر زیادہ وسعت دیکر اُن خیالی چیزون کو بھی طارق کہنے لگے جو رات مین آدمی کے تصور مین آتی ہین یعنے شاعر اپنے اشعار مین باندھتا ہو کہ رات مین کسی کی تصویر میرے خیال مین طارق ہوئی تو اُسکے عشق مین میری نیند اڑ گئی- شاعر نے اس خیالی تصور کو جو خیال مین آگیا ہو طارق کہا اور اکثر ایسے تصور رات مین آتے ہین جب آدمی بے فکر ہو کر لیٹتا ہو اور کبھی دن مین بھی ایسا ہوتا ہو لہذا ایک قوم نے کہا کہ طارق دن مین بھی ہوتا ہو- صحیح ہے اسیواسطے حدیث مین ہو کہ- اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلَّا طَارِقًا يَّطْرُقُ بِخَيْرٍ يَّا رَحْمٰنُ- یعنے الٰہی مین تیری جناب مین پناہ لیتا ہون ہر طارق کی بدی سے جو رات مین آوے یا دن مین آوے سوائے ایسے طارق کے جو بھلائی کے ساتھ آوے اے رحمن سہ-(ف) اور رازیؒ نے زعم کیا کہ دن مین آنے والے کو طارق نہین کہتے ہین اس دلیل سے کہ مسلمان اپنی دعا مین کہتے ہین کہ رات کے طوارق سے ہم لوگ اللہ تعالے سے پناہ مانگتے ہین مترجم کہتا ہو کہ اس دلیل سے فقط یہ معلوم ہوا کہ رات مین طوارق ہوتے ہین اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ دن مین طارق نہین کہلاتا ہو ابن کثیرؒ نے کہا کہ صحیح بخاری کی حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہو کہ مرد اپنے گھر مین طروق کرے- سہ- یعنے اچانک رات مین اپنے گھر مین داخل ہونے سے منع کیا (ع) خلاصہ یہ کہ آدمی جب سفر مین گیا ہو اور وہان سے آوے تو اُسکو چاہیے کہ رات مین اچانک گھر مین داخل نہو اور اس حکم مین بہت فوائد ہین جیسے مثلًا یہ کہ عورت اس حالت مین میلی کچیلی بدشکل بنی ہوئی رہتی تھی کیونکہ شوہر حاضر

ابھی بت پرستی کی خباثت ونجاست نہین جمی تھی تو فورًا نور توحید واعجاز قرآنی انکے دلون پر اثر کرتا تھا اسیواسطے تم دیکھتے ہوکہ قریش مین سے جوان لوگ بکثرت مسلمان ہوے مانند ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈھائی برس چھوٹے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ وطلحہ وزبیر وسعد ابی وقاص وابو عبیدہ ومانند انکے اور انسے چھوٹے لوگ رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین اور اسیطرح حضرت موسی علیہ السلام کی قوم مین جو پرانے لوگ تھے وہ سرکشی کرتے چنانچہ بعد ہلاکت فرعون کے جب حکم ہوا کہ شام مین عمالقہ پر جہاد کرین تو وہ منکر ہوگئے اور سخت جواب دیا کہ اے موسی اسمین زبردست جبار قوم رہتی ہین ہم وہان نہین جاسکتے ہین تم اپنے معجزہ سے انکو وہان سے نکال دو توہم جاکر آباد ہونگے ورنہ ہم نہین جاسکتے ہین اور ہم کو انسے لڑنے کی طاقت نہین ہی حضرت موسی علیہ السلام نے انکو ہرچند سمجھایا کہ اللہ تعالے نے تم کو وعدہ دیا ہی کہ تم اسمین آباد ہوا ور اسکا وعدہ خلاف نہین اور اسنے تم پر کیسی نعمتین فرمائین کہ تمھارے دشمنون کو ہلاک کیا الغرض سب نعمتین یاد دلائین اور کہا کہ تم فتح پاؤگے لیکن قوم نے اس سے بھی زیادہ سخت یہ جواب دیا کہ تم اور تمھارا رب جاکر انسے لڑو اور ہم یہان بیٹھے ہین آخر اللہ تعالے نے ان پر سخت عذاب کر دیا کہ چالیس برس اس جنگل مین پڑے رہین اور بیان سے نکلنے نہ پاوین پھر اس مدت دراز مین اولاد نوجوان ہوے اور انکو لیکر یوشع علیہ السلام نے خوب خوب جہاد کیے اور عمالقہ کو مقہور کر لیا اسی نکتہ سے شریعت مین حکم ہے کہ بچون کو صالحین کے آداب سکھلاؤ یعنے یہ آداب ان مین جم جاتے ہین اور انکے قلوب کو نجاست سے پاک رکھتے ہین فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب **شیخ ابن کثیر** رح نے لکھا کہ امام نسائی رح نے حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے نماز مغرب پڑھی تو سورۂ بقرہ یا سورۂ نسا شروع کی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ کیا تو فتنہ برپا کرنے والا ہی کیا تجھے کافی نہین کہ تو والسماء والطارق اور والشمس وضحاہا اور اسکے مانند پڑھے مترجم کہتا ہی کہ حدیث معاذ رض کا بیان یہ ہے کہ معاذ بن جبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھکر اپنی قوم مین جاکر انکو عشا کی نماز پڑھاتے اور ذوق شوق مین سورۂ بقر یا سورۂ نسا قراءت کرتے ایک روز جاکر حسب معمول اذان دیکر سورۂ بقرہ شروع کی تو ایک انصاری نے علیحدہ ہوکر تنہا نماز پڑھ لی اور صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال عرض کیا اور کہا کہ ہم لوگ دن بھر کھیت و باغ مین چرس بھرنے وغیرہ کی مشقت مین تھکے ماندے ہوتے ہین اور معاذ رض اس قدر طولانی قراءت پڑھتے ہین تب آپ نے معاذ رض سے یہ ارشاد فرمایا جو حدیث جابر رض مین مذکور ہی اس بیان سے ظاہر ہوا کہ نسائی کی حدیث جابر رض مین مغرب سے مراد عشاء کی نماز ہی اور مغرب کو نماز عشاء کہنا تو معروف ہے اور عشاء کو مغرب کہنا اس حدیث سے معلوم ہوا اگر کہو کہ شاید راوی کو خود مغرب کا شبہہ ہو (جواب) یہ شبہہ کا موقع نہین ہی اسلیے مغرب کے وقت مین اسقدر گنجائش نہین ہی کہ سورۂ بقرہ یا سورۂ نساء کی قراءت کی جاوے اور ان مین سے دو چار آیتین پڑھنا مقصود نہین ہی ورنہ والسماء والطارق سے بھی چھوٹی قراءت ہوجاتی ہی اور انصاری رضی اللہ عنہ علیحدہ نہوتے پھر واضح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس قدر قراءت کا ارشاد کیا اسکا اندازہ والسماء والطارق کے ساتھ اسی حدیث جابر رض مین امام نسائی رح کی روایت ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ پھر واضح ہو کہ اس سورۂ مبارک کی آیات سترہ ہین اور کلمات بہتر ہین اور حروف دوسو اکہتر ہین السراج وغیرہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہی	قسم ہے آسمان کی اور اندھیرا پڑے آنے والے کی اور تو کیا سمجھا کون ہی اندھیرا پڑے آنے والا

سے عداوت چلی آئی۔ پھر دو سو برس سے اہل یورپ نے دین چھوڑا اور دنیا کے واسطے متفق ہوے تب سے ان مین فی الجملہ موافقت قائم ہوئی اور اس توافق ان لوگون نے دنیا کے واسطے بڑے بڑے کام کیے برخلاف مسلمانون کے کہ ان مین ہر روز علم دین کے برخلاف دین فلاسفہ مین توغل بڑھا اور علم معرفت مٹ گیا اور برکات ربانی سے محروم ہوے اور بعد توغل فلسفہ کے جزئیات مسائل فقہ مین توجہ کرکے باہم اختلافات و تعصب کے فتوے جاری کیے گئے اور اتحاد ظاہری و باطنی ضعیف ہو گیا تو ظاہر ہے کہ کس حالت تک نوبت پہونچی اسلیے کہ اسلام مین بکثرت فرقے تھے اور ان فرقون سے کچھ ضرر نہ تھا اسلیے کہ کثرت کا اعتبار ہوتا ہی اور کثرت کے واسطے اہل السنۃ کا سواد اعظم برحق تھا تو اللہ تعالے کی رحمت شامل حال تھی اور اہل معرفت بھی بکثرت موجود تھے پھر فلسفی فنون کے توغل سے سواد اعظم مین بھی اختلاف ہوا اور ظاہری اتحاد بھی جاتا رہا حتی کہ حنفی اور شافعی مین تعصب سخت ہو گیا اور علوم معرفت پہلے ہی مٹ چکے تھے تو زوال شدید ہو گیا اور حدیث مین ہی کہ لوگ چاہینگے کہ کافرون کی تقلید کرکے عزت و ثروت حاصل کرین اور ہرگز نہین پاوینگے جب تک کہ اپنے دین حق کی طرف رجوع نہ لاوین جس سے خارج ہو گئے ہین مترجم کہتا ہی کہ یہ حدیث سنن ابن ماجہ وغیرہ مین موجود ہی اسکی اسناد ضعیف ہی لیکن جو کچھ حدیث مین آیا ہی وہ اسوقت آنکھون کے سامنے موجود ہی جیسے بکثرت احادیث کے معجزات اس وقت سامنے ہین اور اللہ تعالے توفیق عطا فرماوے تاکہ دین حق کو عروج ہو وللہ العظمۃ والکبریاء

سورۃ الطارق مکیۃ وہی سبع عشرۃ آیۃ

سورۃ الطارق اس سورہ کا نام ہی اور سب علماء کے نزدیک بدون اختلاف کے یہ سورہ مکیہ ہی خالد بن ابی جبل العدوانی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین ثقیف کے بازار مین آیا (یہ زمانہ جاہلیت کا میلہ تھا) ثقیف قبیلہ مشہور ہے جو طائف کے نواح مین رہتے ہین وہان مین نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ کمان یا لاٹھی پر تکیہ دیے ہوے کھڑے تھے اور یہ سورہ والسماء والطارق ان لوگون کو تلاوت کرکے سناتے تھے یہانتک کہ پورا سورہ ختم فرمایا اور مین نے آپ سے سنکر یاد کر لیا حالانکہ مین اسوقت مین جہالت پر تھا پھر مین نے اسکو اسلام مین پڑھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثقیف مین اسلیے گئے تھے کہ شاید وہ لوگ دین حق کے مددگار انصار ہوون۔ پھر ثقیف نے مجھے بلاکر پوچھا کہ تو نے اس شخص سے کیا سنا ہی۔ مین نے انکو والسماء والطارق سنائی تو وہ لوگ حیرت مین ہوکر مالک ہوے تو وہان جو لوگ قریش کے موجود تھے وہ ثقیف سے کہنے لگے کہ یہ شخص ہماری قوم مین سے ہے اور ہم اسکا حال تم سے زیادہ جانتے ہین اگر ہم جانتے کہ جو کچھ یہ شخص کہتا ہی یہ حق ہی تو پہلے ہم ہی اسکی پیروی کرتے۔ اس حدیث کو بخاری نے تاریخ مین اور امام احمد و طبرانی و ابن مردویہ نے روایت کیا ہی مترجم کہتا ہی کہ امام احمد رح کی اسناد اچھی ہی اور اس روایت مین دلالت ہی کہ عرب کے فصیح و بلیغ لوگ اس قرآن پاک کے نظم اعجاز سے کس قدر متحیر ہوتے تھے اور کس ذوق شوق سے اسکو سنتے و یاد کرتے تھے حتی کہ قریش کے کافرون نے جو ازلی جہنمی تھے سب لوگون کو اس سے روکا اور یہ مکر پھیلایا کہ یہ جادو ہے جو کوئی اسکو سنتا ہی وہ ضرور اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر صابی ہو جاتا ہی باوجود اسکے اکثر لوگ راتون کو چھپ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ سے جو اسوقت اسلام لائے تھے اور سورۃ المزمل کے حکم کے موافق راتون کو نماز مین قیام کرتے تھے اور قرآن تلاوت کرتے تھے اُنسے قرآن سننے جایا کرتے تھے اور عورتین و نوجوان لوگ کثرت سے اسلام کے معتقد تھے اسمین نکتہ یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت مین عورتون کے واسطے بت پرستی مین کچھ اعتقاد نہ تھا سواے آزادگی کے اور نوجوانون کے دلون

عمرو بن علی الفلاس رح حدیث انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ لوح محفوظ جو قرآن مین مذکور ہی بجبہۂ اسرافیل ہی مترجم کہتا ہی کہ اسکے
معنے یہ ہین کہ اسرافیل کے روبرو ہی چنانچہ ابن ابی حاتم نے عبدالرحمن بن سلیمان تابعی سے روایت کی کہ جو کچھ اللہ تعالے نے اول و
آخر مقدر فرمایا ہی وہ لوح محفوظ مین ہی اور لوح محفوظ اسرافیلؑ کی دونون آنکھون کے روبرو ہی لیکن اسرافیلؑ کو اسمین نظر کرنے
کی اجازت نہین ہی حسن بصری رح نے کہا کہ یہ قرآن اللہ تعالے کے یہان لوح محفوظ مین ہی اُسمین سے جو کچھ اللہ تعالے چاہتا ہے
جس بندے پر چاہتا ہی نازل فرماتا ہی مترجم کہتا ہی کہ یہی قرآن انبیاے سابقین پر صحف وکتب مین نازل ہوا ولیکن ہر ایک پیغمبر پر
تھوڑا تھوڑا نازل ہوا تھا اور آخر مین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل نازل ہوا اسیواسطے حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ صحف
وکتب وتوریت وزبور وانجیل کا علم قرآن مجید مین ہی اور قرآن مجید کا علم سورۂ فاتحہ مین ہی بغوی رح نے معالم مین حدیث ابن عباس رض سے
روایت کیا کہ لوح محفوظ کی پیشانی پر یہ لکھا ہی لا آلہ الا اللہ وحدہ اُسکا دین اسلام ہی۔ اور محمد اُسکا بندہ ورسول ہی جو شخص اللہ تعالے
پر یقین لایا اور اسکے وعدہ کو سچا مانا اور اُسکے رسولون کی اتباع کی تو اللہ تعالے اسکو جنت مین داخل فرمادیگا۔ ابن عباس رض نے کہا کہ
لوح محفوظ سفید موتی ہی اُسکا طول آسمان سے زمین تک اور چوڑائی مشرق سے مغرب تک ہی اُسکے کنارے موتی ویاقوت ہین اور دفتیان
سرخ یاقوت ہین اور اُسکا قلم نور ہی اور اسکا کلام معقود بعرش ہی اور اُسکی اصل ایک فرشتہ کی گود مین ہی۔ مقاتل رح نے کہا کہ لوح محفوظ عرش کے
داہنے ہی طبرانی رح نے حدیث ابن عباس رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے لوح محفوظ کو سفید موتی
سے پیدا کیا اُسکے صفحات یاقوت سرخ ہین اُسکا قلم نور ہی اور لکھاوٹ نور ہی اللہ تعالے ہر روز اُسمین تین سو ساٹھ بار نظر فرماتا ہی پیدا کرتا اور
رزق دیتا اور موت وزندگی دیتا اور عزت وذلت دیتا اور جو کچھ چاہتا ہی وہ کرتا ہی (ابن کثیر رح) ابن عباس رض سے روایت ہی کہ مجھے خبر دی گئی کہ
لوح الذکر ایک لوح ہی جسمین ذکر ہی اور یہ لوح نور ہی اور اُسکی مسافت تین سو برس کی راہ ہی (ابن المنذر) ابن عباس رض نے کہا کہ اللہ تعالے
نے لوح محفوظ کو بقدر سو برس کی راہ کے پیدا کیا پس قلم سے فرمایا کہ میرا علم میری مخلوق مین لکھ اور یہ مخلوقات پیدا کرنے سے پہلے تھا پس
قلم جاری ہوا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہی لکھدیا۔ اس روایت کو ابو الشیخ نے کتاب العظمۃ مین مسند کیا اور سیوطی رح نے کہا کہ اسکی
اسناد جید ہی مترجم کہتا ہی کہ بعض نقاد محدثین نے کہا کہ لوح محفوظ کے بارہ مین جو حدیثین روایت کی جاتی ہین وہ موضوع ہین مترجم
کہتا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث فقط طبرانی رح کے روایت کی جو اوپر گزری ہی اور اُسکی اسناد مین غرابت ظاہر ہی اور باقی
سب ابن عباس رض کے آثار ہین اور محتمل ہی کہ ابن عباس رض نے ان روایات کو کعب الاحبار رحمہ اللہ تعالے وغیرہ اُن علماء سے لیا ہو جو پہلے
اہل کتاب تھے پھر اسلام لائے اور یہ علماء اگرچہ بذات خود سچے تھے لیکن جو کچھ بیان کرتے تھے وہ یہود کی کتابون سے یا نصاری کی کتابون
سے نقل کرتے تھے حالانکہ یہود ونصاری نے ان کتابون مین تحریفات اور جھوٹی روایات لکھی تھین اگرچہ انمین سچی روایتین بھی شامل
تھین لیکن امتیاز غیر ممکن تھا اور جس قوم نے اللہ تعالے کی کتاب مین تحریف کی تو ایسی قوم بیباک سے کچھ امید نہین کہ باقی روایات مین
جو کچھ چاہے تحریف کرے اسیوجہ سے حضرت عیسی ع اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو زمانہ ہی وہ زمانہ فترت کہلاتا ہی
جسمین دین حق کا پتہ نہین چلتا تھا کیونکہ یہود نے حضرت عیسی علیہ السلام کی عداوت مین تحریف کی پھر عیسائیون نے جیسا زور کیا وہ بیان
ہوچکا کہ متفق ہوکر دین شرک نکالا اور دین توحید کے عیسائیون کو جلایا اور قتل کیا اور کتاب الٰہی مین اپنے عقیدے کے موافق تحریفات
کین اور باوجود ان سب باتون کے اللہ تعالے نے انمین عداوت وبغض ڈالدی کہ بکثرت فرقے ہوگئے چنانچہ ان فرقون مین ہمیشہ

فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ لشکر فرعون و ثمود یعنے جنود جمع جند بمعنے لشکر ہی جنود سے متعلق ہی جو جنود کی بات ف یعنے اے محمد وہ ذکر و قصہ تجھے پہونچ گیا
ثمود کی بات ف یعنے جنود فرعون اور ثمود کا قصہ معنے یہ کہ ای محمد بھلا تو نے جان لیا کہ اللہ تعالے نے فرعون و ثمود کے ساتھ کیا کیا جب
انھون نے اپنے پیغمبر کو جھٹلایا اور اللہ تعالے سے کفر کیا یعنے کیونکر اللہ تعالے نے قوم فرعون کو بعد مہلت و ختم حجت کے انتقام سے ہلاک
کیا اور ثمود قوم کو بھی اسیطرح ہلاک کیا ثمود وہ قوم ہے جو حجاز و شام کے درمیان عرب مین بستے تھے اور اللہ تعالے نے صالح علیہ السلام کو
انکی ہدایت کے لیے بھیجا اور آخر انکے کفر و سرکشی پر انکو ہلاک کیا اور جب اللہ تعالی کی سخت گیر نشانی انکو پہونچی تو کوئی چیز انکے کام نہ آئی حالانکہ گرفتار عذاب
ہوجانے سے پہلے اللہ تعالے نے انھین کافرون کے ہاتھون سے بہت سے مومنین کو ایذا ظاہری پہونچائی تاکہ انکا صدق ایمان ظاہر ہو اور دنیا ے
فانیہ کی محنت سے نجات پاکر جنت مین عیش کرین اور یہ مشیت الٓہیہ ہی اس بیان سے مقصود یہ کہ اگر قریش و عرب والے اور دیگر ممالک
عجم کے جن و انس حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لادین گے تو اللہ تعالے انکو بھی عذاب مین گرفتار کریگا بَلِ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ بلکہ جو لوگ کافر ہوے وہ جھٹلانے مین پڑے ہین اور اللہ
تعالے انکو محیط ہی ف یعنے یہ لوگ جنھون نے تجھسے کفر کیا یہ تیری رسالت کو جھٹلاتے ہین اور کچھ خوف نہین کرتے حالانکہ یہ سب اللہ
تعالے کے قبضۂ قدرت مین محصور ہین اگر اللہ تعالے انکو عذاب کرنا چاہے تو کہین بھاگ نہین سکتے ہین اور اللہ تعالے جب چاہے ان کو
عذاب کرسکتا ہی اگر کہو کہ (بل) بیان اضراب ہی تو کیا مطلب ہی (جواب) یہ کہ اس سے یہ مراد ہی کہ ان کفار کا حال بہ نسبت ثمود وغیرہ
کے بھی عجیب ہی کیونکہ ان لوگون نے فرعون و ثمود کا حال سن لیا اور انکی ہلاکت کے آثار جان لیے پھر بھی جھٹلاتے ہین ثمود خود ملک عرب
کی ایک قوم تھی اور مقام حجر مین شام کو جاتے ہوے اس قوم کے کھنڈل اب تک نظر آتے تھے اور انکا قصہ عرب مین مشہور تھا اگرچہ اس
قوم کی ہلاکت کو زمانہ دراز گزرا تھا اور قصہ فرعون یہود و نصاری مین متواتر معروف تھا اور یہ اخیر زمانہ مین گذرا ہی اگر کہا جاوے کہ
اللہ تعالے کے محیط ہونے کے کیا معنے ہین کیونکہ یہ کفار تو اجسام ہین اور اللہ تعالے جسم ہونے سے پاک ہی اور احاطہ ہم لوگ یہی سمجھتے
ہین کہ ایک جسم دوسرے جسم کو محیط ہو (جواب) مترجم کہتا ہی کہ جس ایماندار نے یہ بات پہچان لی کہ اللہ تعالے نے اجسام کو پیدا کیا
تو اُسکی قدرت مین احاطہ ہر طرح حاصل ہی تو ایسے ایماندار کو کچھ پوچھنے کی ضرورت ہی نہین ہی ولیکن عوام نہین سمجھتے ہین
تو علماؒ نے تین طرح سے سمجھا دیا (اول) یہ کہ محیط ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالے کو اُن سب پر قدرت حاصل ہی اور قدرت الٓہی مین یہ
کفار محصور ہین تو جب انتقام لینا و عذاب کرنا چاہے کہین بچاؤ نہین ہی اور مراد یہ کہ ای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجکو ان
کافرون کے جھٹلانے سے کچھ پریشان نہونا چاہیے (دوم) احاطہ کرنے و گھیرنے سے مطلب یہ کہ ان کفار سرکش کی ہلاکت کا زمانہ بھی
قریب آگیا (سوم) مراد یہ کہ اللہ تعالے کا علم انکے کفر و جھٹلانے کو محیط ہی پس اللہ تعالے ان کو سزا دیگا اور کفار نے جو قرآن مجید کو
جھٹلایا یہ انکی بدبختی ہی۔ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ۔ بلکہ یہ قرآن مجید لوح محفوظ مین ہی ف یعنے یہ وحی
رسالت جسکو جھوٹ بتلاتے ہین اور دیوانہ کی طرح سے کبھی شعر اور کبھی رمالی و کبھی جادو کہتے ہین یہ قرآن بزرگ ہی جسکی بزرگی بدرجۂ
کمال پہونچی ہی اور مرکز اسکا لوح محفوظ ہی ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قولہ تعالے بل الذین کفروا الخ بلکہ جن لوگون نے کفر کیا وہ جھٹلانے مین
پڑے ہین یعنے شک و شبہہ و انکار و عداوت و ناحق دشمنی مین پڑے ہین اور اللہ تعالے انکے گرد محیط ہے یعنے اُنپر قادر و قاہر
ہی بلکہ یہ قرآن عظیم کریم لوح محفوظ مین ہی یعنے ملأ اعلی مین کمی بیشی سے اور تحریف و تبدیل سے محفوظ ہے ابن جریرؒ نے باسناد

یعنے مومنین بندون کی مغفرت فرماتاہی خواہ بندے نے توبہ کی ہو یا نہ کی ہو۔ معتزلہ نے کہا کہ مغفرت فقط اُس بندے کے واسطے ہے جسنے توبہ کی اہل السنتہ نے اس قول کو رد کردیا کہ توبہ کی شرط لگانا اللہ تعالی کی جناب مین معتزلی کی گستاخی ہی کیونکہ اللہ تعالے قادر مختار ہے جو چاہے وہ کرے اور معتزلی کو عاجز کرنیکی دلیل یہ ہی کہ اللہ تعالے نے یہان ذات پاک کی مدح فرمائی ہی کہ وہ غفور ودود ہی اور غفور دو طرح ہوسکتا ہی ایک یہ کہ وہ بندے کی توبہ کرنے پر مغفرت کرے اور دوم یہ کہ خود اختیاری بھی مغفرت کرے جسکے لیے چاہے اور شک نہین کہ خود اختیاری اور توبہ دونون طرح سے مغفرت کرنا اکمل ہی تو مدح اسی مین ہی علاوہ ازین الغفور صیغہ مبالغہ ہی تو واجب ہی کہ یہی معنے لیے جاوین کہ توبہ کرنے پر بخشے اور بغیر توبہ کے بھی جسکے لیے چاہے بخشے (س ف ک) مترجم کہتا ہی کہ معتزلی کا قول باطل ہی جبکہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ ویعفوعن کثیر۔ یعنے بہتیرے گناہون کو اللہ تعالے عفو کرتا ہی۔ ھ۔ اس سے معلوم ہوا کہ بہتیرے گناہون کو بے توبہ بخش دیتا ہی اور اگر کہو کہ شاید یہان بھی توبہ کے ساتھ بخشنا مراد ہو تو جواب یہ کہ اللہ تعالے نے صغیرہ گناہون کی مغفرت کرنا بدون توبہ کے منصوص فرمایا ہی جبکہ کبیرہ گناہون سے اجتناب کیا جاوے تو معلوم ہوگیا کہ مغفرت کے لیے توبہ شرط نہین ہی تو لازم آیا کہ ہر قسم کے گناہون مین اللہ تعالے کی مغفرت کے لیے یہ شرط نہو کہ توبہ کرے فافہم واللہ تعالے ہو الموفق اور اللہ تعالے کا کلام یہان بھی اسی صفت اطلاق پر دلیل ہی کہ اسکو اختیار ہی کہ توبہ اور بے توبہ جس طرح چاہے مغفرت کرے **ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ** صاحب عرش بزرگ ہی جو چاہتا ہی کرتا ہی **ف** فعّال صیغۂ مبالغہ ہی یعنے خوب کمال کے ساتھ جو چاہتا ہی کرتا ہی۔ عطاؒ نے کہا کہ کوئی چیز اسکو عاجز نہین کرسکتی اور جو وہ چاہے وہی ہوجاوے کسی چیز مین انکار کی مجال نہین ہی کرخیؒ نے کہا کہ (فعّال) کی تنوین تعظیمی ہی کسیطرح وہم وعقل کو مجال نہین ہی کہ اُسکی شان قدرت کا ادراک کرسکے (لما یرید) یعنے جو کچھ چاہے اسکو بروجہ کمال پیدا کرنے والا ہی یعنے اُسکے افعال خود اختیاری ہین کسی شخص کا اُسپر کچھ استحقاق نہین ہی اور قولہ المجید مین دو قرأتین ہین۔ حمزہؒ وکسائیؒ کی قرأت مین (المجید) کسرۂ دال کے ساتھ ہے اور یہ عرش کی صفت ہی اور عرش مجید بمعنے عرش عظیم ہے۔ باقیون کی قرأت مین (المجید) مرفوع ہی اور یہ (ذو العرش) کی صفت ہے اسی قراءت کو ابو عبید وحاتم نے پسند کیا کیونکہ المجید بہایت کرم وفضل ہی اور یہ اللہ تعالے ہی کی صفت ہی **شیخ ابن کثیرؒ** نے کہا کہ دونون قرأتین صحیح ہین۔ الحاصل اللہ تعالے نے اپنی صفت پاک مین فرمایا کہ وہ صاحب عرش مجید ہی وہ جو چاہتا ہی کرتا ہی **قفالؒ** نے کہا یعنے جو کچھ وہ چاہتا ہے اپنی خوشی واختیار کے موافق کرتا ہی اُسپر کوئی اعتراض نہین کرسکتا اور نہ کسی چیز سے اسکو عاجزی ہی لہذا اپنے دوستون کو جنت مین داخل فرماتا ہی اور کوئی روک نہین سکتا اور اپنے دشمنون کو جہنم مین جلاتا ہی اور کوئی اُنکو بچا نہین سکتا اور گنہگارون کو اپنی مشیت کے موافق مہلت دیتا ہی یہانتک کہ جب چاہتا ہی گرفتار کرتا ہی اور بعض کو بالفعل گرفتار کرتا ہے **ابن کثیر** وغیرہ نے لکھا کہ ابو السیرؒ نے کہا کہ جب خلیفۂ رسول اللہ ابو بکر رضی اللہ عنہ بیمار ہوے اور آخر اسی بیماری مین انتقال فرمایا تو بیماری کی حالت مین جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم انکے پاس گئے اور کہا کہ ہم آپکے واسطے طبیب لاوین حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے طبیب نے دیکھ لیا صحابہ رضؓ نے کہا کہ پھر طبیب نے آپسے کیا کہا حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ اُسنے مجھسے فرمایا کہ مین جو چاہتا ہون کرتا ہون ھ۔ مترجم کہتا ہی کہ اخیر جملہ سے صحابہ رضؓ سمجھ گئے ہونگے کہ صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا طبیب کسکو قرار دیا ہی اور شاید یہ بھی سمجھ گئے ہون کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کسی علم کے ذریعہ سے اشارہ کیا ہی کہ وفات قریب ہے واللہ تعالے اعلم پھر اللہ تعالے نے ان سب امور کی تصدیق مین بعض واقعات کا اشارہ فرمایا لقولہ تعالے۔ **هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ** ۔ بھلا آگئی تیرے پاس

ولی بندہ کو ایذا دی اُسنے مجھسے جنگ کا اعلان کیا -ھ- اور اللہ تعالے نے اپنے بندون پر جسقدر عظیم انعام فرمایا ہو اسکے برخلاف اپنے دشمنون پر عذاب عظیم رکھا ہو اور کوئی اُسکے قبضہ سے باہر نہین ہو- اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ- البتہ تیرے رب کی گرفت بہت سخت ہو ف چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا وکذلک اخذ ربک اذا اخذ الخ یعنی ظالمون کو گرفتار کرنا تیرے رب عزوجل کا اسی شان قہر سے ہے بیشک اُسکی گرفتاری سخت دکھ دینے والی ہو -ھ- بطش خود سخت گرفت ہو اور جب (شدید) اسکا وصف فرمایا تو بے نہایت شدت ہو گئی اور یہ اللہ تعالے کی کمال قدرت مین بہت آسان ہو لہذا فرمایا- اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ- اللہ تعالے ہی کی شان ہو کہ وہ ابدا اور اعادہ کرتا ہو ف ابتدا مین ایجاد فرماتا ہو اور آخرت مین اعادہ کریگا- عکرمہؒ نے کہا کہ کافرون کو آگاہ کیا کہ اللہ تعالے جب چاہے دوبارہ زندہ کرے جیسے اُسنے ابتدا مین ایجاد فرمایا- ابن عباسؓ نے کہا کہ دنیا مین کافرون پر عذاب الحریق شروع کرتا ہو اور آخرت مین اُنپر عذاب جہنم اعادہ فرماویگا اسی معنی کو شیخ ابن جریرؒ نے پسند فرمایا ہو- بعض نے کہا کہ یہ بطش سے متعلق ہو یعنے دنیا مین کافرون کو بطش مین گرفتار کیا اور آخرت مین دوبارہ بطش مین گرفتار کریگا- اس بیان سے آگاہ کیا کہ جس پاک عزوجل کو ابتدا مین ایجاد کرنے اور آخرت مین اعادہ کرنے کی کامل قدرت ہو اُسکی بطش بہت سخت ہو اور اس سے کافرون کو عذاب شدید کی دھمکی دی کہ جیسے ایجاد کیا اُسیطرح دوہرا کے سخت عذاب مین گرفتار کریگا کیونکہ کافرون نے نعمت ایجاد کا شکر نہین کیا اور اللہ تعالے کی قدرت سے انکار کیا کہ وہ اعادہ نہین کرسکتا پس لامحالہ عذاب شدید مین گرفتار کریگا یہ تو کافرون پر عذاب تھا- پھر مومنون پر کرم کا اظہار فرمایا بقولہ تعالے وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ- اور اللہ تعالی ہی غفور ودود ہو ف غفور بے انتہا بخشنے والا- اور (ودود) ابن عباسؓ وغیرہ نے کہا کہ ودود بمعنے حبیب ہو (ابن کثیر) اور خطیبؒ نے لکھا کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ (ودود) وہ ہو جو اپنے بندون کو بخشنا بہت محبوب رکھے (سراج) مترجم کہتا ہے کہ قول اول بہتر ہے اور حاصل یہ کہ مومنین بندون سے اگر کچھ گناہ ہو جاتے ہین یعنے قبیح اعمال اُنکے ساتھ ہو جاتے ہین تو اللہ تعالے اُنکے واسطے غفور ہو یعنے مٹانے والا ہو کیونکہ کسی مخلوق مین یہ طاقت نہین ہو کہ گناہون کو مٹا سکے بلکہ یہ فقط اللہ ہی کی قدرت ہو کہ وہ اپنے مومنین بندون کو فضیحت نہین کرتا اور کرم سے غفور ہے اور اپنے بندون کا حبیب ہو اور بعض نے کہا کہ اپنے نیک بندون کو بہت دوست رکھنے والا ہو- یہی مجاہدؒ سے منقول ہو- ابن زیدؒ نے کہا کہ ودود بمعنے رحیم ہے یعنے جیسے قولہ وہو الغفور الرحیم- اللہ تعالے اپنے بندون کی کامل مغفرت کرنے والا اور اُن پر کامل رحمت فرمانے والا ہو مبردؒ نے اسمٰعیل القاضیؒ سے جو ثقات محدثین سے ہین نقل کیا کہ (ودود) وہ ہو جسکے فرزند نہو- اور مبردؒ نے یہ شعر پڑھا ؎ وارکب فی الروع عریانة ✽ ذلول الجماع لقاحا ودودا ✽ یعنے جس مادہ کے بچہ نہ تھا کہ جسکی جانب رجوع کرتی- بعض نے کہا کہ ودود بمعنے محبوب ہو یعنے جسکو اسکے نیک بندے محبوب رکھین کما قال الازہریؒ- بعض نے کہا کہ وہ اپنے نیک بندون کو محبوب رکھنے والا ہو ازہریؒ نے کہا کہ ودود کی تفسیر مین اگر یہ کہا جاوے کہ وہ اپنے صالحین سے کمال محبت کرنے والا ہو یا یہ کہ وہ صالحین بندون کا محبوب ہو تو یہ دونون تفسیرین صحیح ہین اور اللہ تعالے کی شان مین یہ دونون صفتین وارد ہوئی ہین اگر حضرت رب تبارک وتعالے نے اپنے بندگان صالحین کو محبوب رکھا بحکم قولہ تعالے (یحبہم) اللہ تعالے اپنے رسول کے اصحاب کو محبوب رکھتا ہے -ھ- تو یہ اللہ تعالے کا اُن پر فضل ہو اور اگر صالحین نے اپنے رب کریم کو محبوب رکھا تو یہ اُن پر حق ہے بحکم قولہ تعالے (یحبونہ) یعنے رسولؐ کے اصحاب اپنے رب کو محبوب رکھتے ہین -ھ- اور اللہ تعالے نے اپنے بندون کی یہ صفت بتلائی والذین اٰمنوا اشد حبا للہ -ھ- یعنے ایمان والے بندے اللہ تعالے سے بہت سخت محبت رکھتے ہین واضح ہو کہ آیت مین دلیل ہو کہ اللہ تعالے غفور ہو

پہونچی سوائے اسکے کہ انھون نے اول ہی سے نفس کو مار ڈالا تھا اور اللہ تعالے کی راہ مین جان دینے پر مستعد ہوگئے پھر یہ دم بھر جلد گزر گیا اور آیندہ جنت مین راحت عظیم ہی اور جن کافرون نے اُنکے ساتھ عداوت کی اور اپنا جنتی گھر انکے ہاتھ بیچا اور انکا جہنمی گھر بھی خرید لیا تو اُسکا یہی طریقہ ہوا کہ انکو ایذا دینے اور آگ مین جلانے کی قدرت پائی اور یہ عذاب کی صورت کمائی اور جہنم مین حریق دائمی ہی (دوم) یہ طریقہ جواب ہے جو بعض تفاسیر مین آیا کہ یہان اللہ تعالے نے اُن احذود بنانے والون کا ذکر کیا ہی کہ جنھون نے مومنون و مومنات کو احذود مین جلایا اور خود اس بیرحمی کا تماشا دیکھتے تھے تو اللہ تعالے نے اُنپر غضب کیا اور آگ نے نکلکر کافرون کا احاطہ کرکے جلا دیا پس اللہ تعالے نے اس آیت مین آگاہ فرمایا کہ جن ظالمون نے مومنین و مومنات کو جلایا پھر اس سے نادم نہین ہوے اور توبہ نہ کی تو انکے لیے آخرت مین عذاب جہنم ہے اور دنیا مین انکے لیے عذاب الحریق ہی تنبیہ جسنے مومن کو عمداً قتل کیا اُسکی توبہ قبول ہی جیسا کہ اس آیت مین مذکور ہی والسراج)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ ذَٰلِكَ

جو لوگ یقین لائے اور کین بھلائیان اُنکو باغ ہین جنکے نیچے بہتی نہرین یہ

الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۝ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ۝

بڑی مراد ملنی بیشک تیرے رب کی پکڑ سخت ہی بیشک وہی کرے پہلے اور دوسرے

وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝ هَلْ أَتَاكَ

اور وہی ہے بخشتا محبت کرتا مالک تخت کا بڑی شان والا کر ڈالتا جو چاہے کچھ پہونچی تجکو

حَدِيثُ الْجُنُودِ ۝ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ۝ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ۝

بات ان لشکرون کی فرعون اور ثمود کی کوئی نہین بلکہ منکر جھٹلاتے ہین

وَاللَّهُ مِن وَرَائِهِم مُّحِيطٌ ۝ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۝ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ۝

اور اللہ نے اُنکے گرد سے گھیرا ہی کوئی نہین یہ قرآن ہی بڑی شان کا لکھا تختی مین جسکی نگہبانی ہے

ان آیات مین اللہ تعالے نے مومنین کے ثواب جمیل کو اُنکے قاتلون کے عذاب شدید کے بعد بیان فرمایا بقولہ تعالے إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے ف اللہ تعالے کی وحدانیت کا اقرار کیا اور دل سے توحید کو مانا۔ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ۔ اور نیک اعمال بجا لائے ف جن سے انکا یقین لانا ثبوت ہوا۔ لَهُمْ جَنَّاتٌ تو ان مومنون کے لیے جنات ہین ف باغات ہین۔ یہ اللہ تعالے سے فضل و احسان ہی کیونکہ ایمان لانا اُنپر ذاتی فرض تھا اور اللہ تعالی ہی کی بیشمار نعمتون سے صالح اعمال کیے ہنوز ان نعمتون کا شکر باقی ہی تو بھی فضل و کرم سے انکو آخرت مین جنات عطا کین۔ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ جنکے نیچے نہرین جاری ہین ف یعنے ان جنات مین نفیس مکانات عالیہ و قصر ہین انکے نیچے نہرین نفیس جاری ہین ان سب چیزون کی خوبی قیاس سے بلند ہی پس دنیا مین مومنین نے جو چند روزہ عارضی تکلیف اُٹھائی تھی وہ اس نعمت غیر متناہی سے زائل ہوگئی اور کسی قسم کی مضرت باقی نہین رہی ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ۔ یہ بہت بڑی مراد کا حصول ہی ف یعنے یہ درجات عظیم البرکت تمام مرادات کا حصول ہی جو کچھ انکا جی چاہے وہ وہان موجود ہی اور سب سے بڑھکر اللہ تعالے کا رضوان ہی پس جن لوگون نے مومنین و مومنات سے عداوت کی وہ اللہ تعالے کے دشمن ہوے بحکم حدیث قدسی کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ جسنے میرے

نے اس عورت کو مع بچہ کے جنت مین اُتار دیا (السراج) اللہ تعالےٰ نے اخدود بنانے والے ظالمون کے حق مین مع جمیع کفار ظالمین کے فرمایا۔
إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ
الْحَرِيقِ۔ بیشک جن لوگون نے آگ مین ڈالا مومنون و مومنات کو پھر توبہ نہین کی تو اُنکے لیے جہنم کا عذاب ہی اور اُنکے لیے جلانے
والا عذاب ہی ف فتنہ مین ڈالنے سے مراد یہ کہ مومنین و مومنات کو جلایا۔ یہ ابن عباس رض و مجاہد و قتادہ و ضحاک و ابن ابزیٰ رح کا قول ہی۔ توبہ
کرنا یہ ہی کہ اس حرکت پر نادم ہو کر اللہ تعالےٰ سے مغفرت مانگین حسن بصری رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کا کرم دیکھو کہ کافرون نے اللہ تعالےٰ کے بندون
اور اُس سے محبت کرنے والون کو جلایا اور قتل کیا اور اللہ تعالےٰ اُنکو توبہ کیطرف بلاتا ہی تاکہ اُنکی مغفرت کرے مترجم کہتا ہے کہ کافرون نے
جن مؤمنین و مومنات کو جلایا و عذاب کیا تو وہ مرنے کے بعد ایسے مقام راحت و عزت مین پہونچے کہ وہان انکو یہ تمنا ہے کہ پھر دنیا مین جاکر
دوبارہ اسی طرح اللہ تعالےٰ کی راہ مین قینچیون سے انکی بوٹیان کاٹی جاوین پس یہ نکتہ ہی کہ جن کافرون نے انکو جلایا تھا ان جاہلون کو ایمان
معرفت کی جانب بلایا اور حدیث مین ہی کہ تمھارا رب تبارک و تعالےٰ دو آدمیون پر ہنسا کہ ایک نے حالت کفر مین ایماندار کو شہید کیا اور
اسکے بعد اسکو ہدایت ہوئی اور ایمان لاکر وہ بھی اللہ تعالےٰ کی راہ مین مارا گیا تو دونون ہاتھ پکڑے ہوے جنت مین داخل ہوے واضح
ہو کہ ابن کثیر نے جو تفسیر ابن عباس رض وغیرہ تابعین سے نقل کی کہ انھون نے (فتنوا) کے معنے (حرقوا) بیان کیے تو خلاصہ یہ معنے ہوے
کہ جن کافرون جبارون نے جلایا تھا مومنین و مومنات کو پھر اس ظلم قبیح سے توبہ نہین کی تو اُنکے واسطے جہنم کا عذاب ہی اور جلانے والا
عذاب ہی ابن کثیر رح نے کہا کہ جیسا کام ہو اُسی قسم کا عوض ملتا ہی تو جب کافرون نے ان کو جلایا تو کافرون کو بھی جلانے والا عذاب دیا گیا
عذاب حریق مین سخت مبالغہ ہی جسکو عربی زبان جاننے والے پہچانتے ہین خطیب رح نے لکھا کہ (فتنوا) کے معنے آگ مین جلانے کے آتے
ہین اور اسکی نظیر دوسری آیت ہی لقولہ تعالےٰ یوم ہم علی النار یفتنون۔ جس دن کفار آگ پر جلائے جاوینگے ۔۔ عرب بولتے ہین کہ
(فتن دینارہ و درہمہ) اُسنے اپنے دینار اور درہم کو فتن کیا یعنے آگ مین ڈالکر تپایا تاکہ کھرا کھوٹا معلوم ہو امام رازی رح نے کبیر مین کہا
کہ اصحاب اخدود کا قصہ بیان کر کے عام حکم بیان کیا کہ دنیا مین اللہ تعالےٰ کے مومنین بندے و مومنات بندیان جو خالص اللہ تعالےٰ
وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے والے ہین انکو جس قوم بدکار نے جلایا اور تکلیف دی تو اللہ تعالےٰ ایسے بدکارون کو جہنم مین جلاویگا
رازی رح نے کہا کہ اور جن اصحاب اخدود کا ذکر ہے اُنھین کا خاص نام یہان نہین ہی بلکہ کلام بطور عام ہی کہ جن لوگون نے ایسا کیا ہو
تو حکم بھی عام ہی اور یہ حکم فقط اُنھین اخدود والون کے واسطے خاص کرنا بے دلیل ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ حکم عام رکھنا سیاق کے بھی
مناسب ہی کیونکہ سیاق یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم اپنے وطن مکے کے کافرون کی ایذا پر صبر کرین اور دیکھین
کہ اُنکے ملک عرب کے شہر نجران مین کیونکر مومنون نے صبر کیا تھا حتی کہ بعضے تو ظالم کافر کے آرے سے چیرے گئے اور بہت لوگ آگ
کی خندق مین جلائے گئے باوجود اسکے وہ لوگ دین سے نہین پھرے اور یہ قصہ ملک عرب مین مشہور تھا اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے
اصحاب الاخدود کے نام سے اس قصہ کو بیان فرمایا اور اللہ تعالےٰ نے ازل قدم مین یہ کلام کیا تھا اُسکے مطابق واقع ہوا پس اہل ایمان
کے واسطے صبر کی تاکید ہی اور اسکے بعد ظالم کفار کو تہدید فرمائی کہ جس قوم ناہنجار نے مومنین و مومنات کو جلایا تو انکے لیے عذاب جہنم ہے اور
عذاب سوزان ہی اگر کہا جاوے کہ عذاب جہنم تو خود آگ ہی پھر اُسکے بعد قولہ تعالےٰ (لہم عذاب الحریق) کیون فرمایا (جواب) مین دو طریق ہین
(اول) یہ کہ اسمین تنبیہ ہی کہ دنیا مین اگر مومنین کو آگ مین جلایا تو مومنین پر ایک دم کی تکلیف تھی بلکہ وہ بھی اللہ تعالےٰ کی رحمت سے نہین

نے نازل فرمایا قولہ تعالے قتل اصحاب الاخدود الآیۃ (رواہ ابن جریر ایضًا) مترجم کہتا ہو کہ ربیعؒ نے آیت کی تاویل یہ اختیار کی کہ قولہ تعالے قتل اصحاب الاخدود الخ جملہ خبریہ ہو اور اصحاب الاخدود سے ظالم کفار مراد ہین جنھون نے اخدود بنائی تھی اور جملہ بطور بد دعا نہین ہو جیسے جمہور مفسرین نے بیان کیا کیونکہ جمہور مفسرین کی تاویل یہ ہو کہ اللہ تعالے نے اخدود بنانے والے ظالمون پر لعنت بھیجی کہ اخدود والون پر لعنت ہو (یعنے ہوگئی) جنھون نے بڑے انبار مین دہکتی آگ جلائی تھی یہ لعنت اُس وقت اُنپر ہوئی جب وہ لوگ آگ پر بیٹھے تھے اور مومنون کے ساتھ جس بیرحمی کا معاملہ کرتے تھے وہان خود حاضر اور آنکھون دیکھتے تھے اور مومنون کے ساتھ انکو اس بیرحمی کا معاملہ کرنے مین کوئی باعث عداوت نہ تھا سواے اس بات کے کہ مومنین انکے برخلاف اللہ تعالیٰ کے بندے موحد ہو گئے تھے یہ جمہور کی تاویل ہو اور ربیع بن انس رحمہ اللہ تعالے نے یہ تاویل کی کہ قولہ تعالے قتل اصحاب الاخدود الخ یعنے اللہ تعالے آگاہ فرماتا ہو کہ ایک وقت تم سے پہلے ظالم کفار نے اخدود بناکر مومنون کو اُسمین جلانے کا قصد کیا تو اللہ تعالے نے اخدود والون کو قتل کیا یعنے جلاکر ہلاک کردیا جلتی آگ سے جب یہ کفار آگ کے کنارے بیٹھے ہوے اپنے روبرو مومنین پر سخت بیرحمی کرتے تھے اور اگر پوچھو کہ کافرون کو مومنین سے کس بات پر عداوت ہوئی تو جان رکھو کہ کوئی جرم ان مومنین کا نہ تھا جس سے کفار کو عداوت ہوتی سواے اس بات کے کہ مومنین اپنے اللہ تعالے عزیز حمید پر یقین لائے تھے جسکے واسطے آسمان وزمین کی بادشاہت ہو یعنے یہ بات کچھ بھی عداوت کے قابل نہین ہو- ربیعؒ نے اسکے واسطے اخدود کا یہ قصہ بیان کیا جسمین اخدود بنانے والے ہلاک ہوے تھے واضح ہو کہ خطیبؒ نے مقاتلؒ سے تین اخدود یعنی نجران یمن وشام وفارس کی روایت ذکر کرکے آخر مین اسقدر زیادہ کیا کہ قرآن مین نجران کے اخدود کا ذکر آیا ہو اور معاملہ یہ ہوا تھا کہ ایک شخص نے دین عیسیٰ علیہ السلام ایک راہب سے جو اصلی دین عیسیٰ علیہ السلام پر تھا سیکھا اور اُسنے اہل نجران مین سے ایک شخص کے یہان مزدوری کی اور کام کرنے کی حالت مین انجیل پڑھتا جاتا تھا۔ مستاجر کی بیٹی نے دیکھا کہ اُس شخص کے منھ سے نور ظاہر ہے اُسنے باپ سے یہ حال بیان کیا اسکے باپ نے بھی غور کیا تو اُسکو سچ معلوم ہوا اُسنے اجیر سے یہ حال دریافت کیا کہ تو کیا پڑھا کرتا ہو اُسنے کچھ اظہار نہین کیا رفتہ رفتہ مستاجر کو شوق زیادہ ہوا اُسنے مزدور سے اصرار کیا۔ مزدور نے شوق دیکھکر اُس سے بیان کیا وہ بھی ایمان لایا اور ایمان کا ذوق شوق اکثر نیکبختون کے دل مین پیدا ہوا اور قریب اُسّی یا اَسّی آدمیون کے ایمان لائے اسمین مرد اور عورتین سب شامل تھین اور یہ زمانہ وہ ہو جب عیسیٰ علیہ السلام اٹھا لیے گئے تھے (یعنے دین عیسیٰ عم کو روم کے نصرانیون نے بگاڑ دیا تھا اور جن لوگون نے شام کے رومیون سے موافقت نہ کی وہ زمین پاک سے نکل گئے اُنھین مین سے ایک عالم صوبہ نجران مین پہاڑ کے دامن مین فقیرانہ بسر کرنے لگا تھا جس سے نجرانی مزدور نے دین حق سیکھا تھا) یہ حال یوسف ذونواس نے سنا (یہ حمیر کے قبیلہ سے یمن کا بادشاہ تھا اور یہودی مذہب رکھتا تھا اور عیسائیون کا دشمن تھا ذونواس نے فوج سے انپر چڑھائی کی اور اُنکے واسطے خندقین آگ سے بھرین اور کفر اُنکے سامنے پیش کیا (دین یہودی پیش کیا تھا جو اُسوقت کفر تھا) ذونواس نے کہا جو انکار کرے وہ آگ مین جاوے اور جو کوئی دین عیسیٰ ؑ سے پھرے اسکو عزت دو- ان لوگون نے انکار کیا اور آگ مین جلنا منظور کیا حتی کہ ایک عورت اپنی گود مین دودھ پیتا بچہ لیے ہوے آئی جب خندق کے کنارے کھڑی ہوئی تو بچہ کی طرف دیکھکر پریشان ہوئی اور اُسنے قدم پیچھے ہٹایا پھر ظالمون نے اسکو خندق مین جانے کے واسطے مارا جب خندق کے کنارے پہونچی تو بچہ کو دیکھکر پیچھے ہٹی اسیطرح تین مرتبہ ہوا اور چوتھی مرتبہ قریب تھا کہ دین حق سے منحرف ہونا منظور کرے کہ ناگاہ اُسکے بچہ نے جو کلام کرنے کے لائق نہ تھا بلند آواز سے کہا کہ اے ماں مین تیرے منحرف ہونے کے سامنے ایسی آگ دیکھتا ہون جو کبھی بجھنے والی نہین ہو (یعنے اگر تو دین حق سے مرتد ہوگئی تو تیرے سامنے جہنم کی آگ ہو جو کبھی نہین بجھیگی) جب عورت نے یہ بات سنی تو قدم بڑھا کر آگ مین چلی گئی اور اللہ تعالے

۴۰

کہ نصاریٰ کے پاس انجیل کہان ہے حالانکہ یہود نے بہت بے ادبیان کی تھین مولوی ابو المنصورؒ دہلوی نے کتب نصاریٰ سے نقل کیا کہ قسطنطین کے عہد مین جب کنائس (گرجے) سوزائے جاتے تھے تو ایک پادری صاحب ایسے گرجا کی نیو مین سے انجیل نکال کر لائے اور کہا کہ یہ مسیح نے ہماری ہدایت کے واسطے اس نیو مین سے عطا فرمائی ہے اور اسکو سب نے قبول کر لیا۔ مر۔ اسباط عن السدیؒ نے قولہ تعالیٰ قتل اصحاب الاخدود الآیہ۔ سدیؒ نے کہا کہ اخدود تین جگہ تھین ایک عراق مین دوم شام مین اور سوم یمن مین (رواہ ابن ابی حاتم) مقاتلؒ سے روایت ہے کہ اخدود تین تھین ایک یمن کے نجران مین اور دیگر شام مین اور دیگر فارس مین پس جسنے شام مین اخدود سے مارا وہ انطیانوس رومی تھا اور جسنے فارس مین اخدود سے مارا وہ بخت نصر تھا اور جسنے عرب نجران مین اخدود بنائی وہ یوسف ذو نواس تھا اور اسی کے حق مین اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا اور شام و فارس والی اخدود کے حق مین قرآن نازل نہین ہوا (رع) مترجم کہتا ہے بخت نصر کو لوگ کہتے ہین کہ یہی بہمن بن اسفندیار ہے اور مجوسی لکھتے کہ اسنے اپنی بیٹی کو جسکا نام ہما تھا اپنے تحت مین لیا تھا پھر جب وہ مرا ہے تو ہما کو حمل تھا جب لڑکا ہوا تو اُسنے دریا مین بہادیا اور ایک دھوبی نے اُسکو پرورش کیا واللہ اعلم اور مورخ کہتا ہے کہ شاید آتش پرستی کی رسم یہ تھی کہ بیٹی کو جورو بناتے تھے مترجم کہتا ہے کہ شاید یہی اول واقعہ ہو جب اہل فارس نے دین مین فتنہ ڈالا ہے جیسا کہ حضرت علیؓ کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے اور بیان یہ کہ اصل دین انکا اللہ تعالیٰ کی توحید تھا پھر اس بادشاہ جبار ظالم نے نشہ کی مستی مین اپنی دختر ہما کے ساتھ خراب حرکت کی اور رفتہ رفتہ یہ بات ظاہر ہوئی تو اُسنے قوم پر جبر کیا کہ دین مین یہ جائز ہے کہ جس قسم کی عورت سے چاہو نکاح کرو اور خدا نے آگ پوجنے کا حکم دیا ہے اور آگ کو اُسنے اسلیے لیا کہ زمانہ سابق مین بھی ایرانی آگ پوجنے کے عادی تھے اور اس پیغمبر نما مذہب کے پیغمبر نے بھی یہ معجزہ دکھلایا تھا کہ بادشاہ سے کہا کہ آگ حکم الٰہی کی تابعدار ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام لیکر آگ کو ہاتھ پر رکھ لیا وہ آگ کا گلدستہ خوبصورت بنکر اُسکے ہاتھ پر بہت دیر تک جلتا رہا پھر اُسنے بادشاہ سے کہا کہ بس آپکی تسلی ہوگئی اب خدا کی قدرت دیکھو یہ کہکر اُسنے آگ کو زمین پر رکھدیا وہ فورًا بڑھتے بڑھتے نہایت خوشنما ہرا بھرا درخت ہوگیا اور اسمین پھل آگئے یہ دیکھکر بادشاہ ایمان لایا اور مدت تک اسی حالت پر رہے یہانتک کہ بخت نصر نے اسکو بگاڑا اور آگ پوجنے اور سب قسم کی عورتون سے نکاح کرنے پر جبر کیا اور مجوسی ملت پیدا ہوگئی واللہ تعالیٰ اعلم اور ابن ابی حاتم نے باسناد صحیح روایت کی کہ ربیع بن انس تابعی نے اس آیت قتل اصحاب الاخدود الخ مین کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جس زمانہ مین دین حق ایسا خلط ہوگیا تھا کہ اُسکا پتہ نہین چل سکتا تھا تو ایک قوم نے جب شروع فساد کے وقت دیکھا کہ لوگون نے دین حق کو بگاڑ کے شرک و فساد اختیار کر لیا تو اس قوم نے سب سے علیحدہ ہوکر ایک گاؤن مین سکونت اختیار کی وہان اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کیا کرتے تھے یہانتک کہ انکا حال ایک بادشاہ جبار سرکش کو معلوم ہوا اُسنے فوج کے ساتھ انپر چڑھائی کی اور حکم دیا کہ جسطرح ہم ان بتون کی پوجا کرتے ہین اسیطرح تم بھی پوجا کرو اُنھون نے انکار کیا اور کہا کہ ہم تو فقط اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کرینگے اُسنے کہا کہ پھر مین تم کو قتل کرونگا اور اُسنے اخدود کھدواکر ان مین آگ جلائی اور انکو اخدود کے کنارے کھڑا کرکے کہا کہ یا تو ہمارے دین مین ہمارے ساتھ عیش کرو یا اس آگ مین جانا منظور کرو انھون نے کہا کہ شرک کرنے سے ہم کو آگ مین جل جانا بہتر ہے ان مین عورتین و بچے بھی تھے وہ گھبرانے لگے تو انکے باپ انکو سمجھانے لگے کہ اے عزیزو صبر کرو کہ آج کے بعد آگ نہین ہے اور اخدود مین ڈالے گئے تو آگ کی حرارت تک پہونچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے انکی ارواح قبض کر لین اور وہ آگ اپنے مقام سے نکلکر ظالمون کے گرد محیط ہوگئی اور سب کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جلادیا اسی معاملہ مین اللہ تعالیٰ

اُسمین ڈالا تو اللہ تعالے نے وہ آگ اُن پر ٹھنڈک وسلامتی کردی اور اُنکو وہان سے صحیح وسالم نکال لیا پھر اُس خندق مین سرکش کافرون کو مقہور کیا اور یہ لوگ نو گروہ تھے پس آگ نے ان سب کو کھا لیا مترجم کہتا ہی کہ تبع حمیری دو لون اسکا قصہ اوپر مذکور ہوا اور قسطنطین کا قصہ شیخ ابن کثیرؒ نے سورۂ آل عمران کی تفسیر مین بیان کیا ہی جسکا ترجمہ اُسی مقام پر گذر چکا ہی ولیکن وہان اسی قدر مذکور ہی کہ جن لوگون نے حضرت مسیح کو رسول اللہ مانا اور دین توحید مین نہ چھوڑا ان مین سے ایک جماعت کثیر قتل کی اور قصہ یہ ہوا کہ قسطنطین جسکو وہان کے لوگ (کانسٹنٹاین) کہتے ہین اصل مین یونان وتھسلی وغیرہ کا بادشاہ تھا اُسکی مان نے دین مسیح علیہ السلام اختیار کیا اور نصاری اُس زمانہ مین بعد مسیح عم کے پراگندہ وپریشان ہوگئے تھے کیونکہ یہودی اُنکے دشمن تھے اور بعضے یہودیون نے مکر سے دین مسیح اختیار کیا اور زہد وعبادت ظاہر کی اور آخر مین مدعی ہوا کہ مسیح مجھپر آتے ہین اور انھون نے یہ حکم دیا اور وہ عقیدہ بتلایا ہی۔ نصاری اُسکے فریب مین آگئے اور مسیح عم کے حق مین خدائی وابن اللہ کے عقائد اختیار کیے ولیکن ایک گروہ نے جو فی الجملہ عالم تھے اس سے انکار کیا اور نصیحت کی عوام نے دشمن ہو کر اُن علماء کو مار ڈالا اور لوگون مین یہ مشہور ہوا کہ نصاری کا پیشوا خدا کا بیٹا ہی وہ مردے جلاتا اور مادرزاد اندھون کو اچھا کردیتا اور روح مقدس تھا اور جب دنیا کے لوگون نے اُسکی بزرگی نہ جانی بلکہ مار ڈالنے کے درپے ہوے تو خدا نے اپنے بیٹے کو ہماری آنکھون کے سامنے اپنے پاس بلا لیا اور وعدہ دیا کہ وہ دشمنون کو بُری طرح سے مقہور کریگا۔ عوام الناس تو ایسی ہوس کی باتون پر فریفتہ ہوجاتے ہین بلکہ شیطان بھی انکو اُبھارتا ہی جب اُنھون نے یہ سنا کہ جو کوئی خدا کے بیٹے کو مانے وہ کسی گناہ مین گرفتار نہوگا جو چاہے کرے تو اکثر عوام اس ملت شرک مین داخل ہونے لگے اور یہودی اول تو حضرت عیسی عم سے کفر کرکے کافر ہوچکے تھے اُسپر قتل کے درپے ہوے اور مدت دراز سے دنیا کے فسق وفجور مین منہمک تھے اور قبرون وٹیلون ودرختون وغیرہ کو پوجتے پھرا کرتے تھے تو دین سے بے نصیب ہورہے تھے اس حالت مین قسطنطین نے اپنی افواج سے شام پر حملہ کیا اور ملک فتح کرلیا اور وہان کی تعلیم سے اُسنے بھی دین نصرانی اختیار کیا اور بعضے مورخین کہتے ہین کہ وہ شخص فلاسفہ کے مذہب پر تھا لیکن اس وسیع سلطنت کے استحکام کے واسطے اُسنے یہ قصد کیا کہ فرقہ نصاری کو ملاوے جن سے یہودیون سے عداوت ہے اور اس ترکیب سے اُسنے یہودیون کا زور بالکل توڑ دیا اور نصاری نے اپنے دشمنون سے خوب عوض لیا حتی کہ بیت المقدس کے صخرہ مین جو یہود نے اپنا قبلہ بنایا تھا کوڑا کرکٹ ڈالا اور یہود کی عداوت مین خانہ مقدس کے ساتھ اس قدر بیحرمتی کی چنانچہ اللہ تعالے نے انکی مذمت فرمائی ہی بقولہ تعالے ما کان لہم ان یدخلوہا الا خائفین الآیہ۔ پھر قسطنطین نے دیکھا کہ نصرانی خود بہت فرقے ہین کوئی مسیح کو خدا کہتا ہی اور کوئی بیٹا کہتا ہی اور اسیطرح مسائل مین اختلافات ہین اور اکثر انکے علما مختلف ہین اور باہم ان فرقون مین بغض وعداوت ہی تو اُسنے یہ ترکیب تجویز کی کہ سب نصاری کو جمع کرکے ایک بات پر متفق کیا جاوے القصہ اُسنے دور دور سے سب کو جمع کرکے عرصۂ دراز تک اُنمین بحث ومباحثہ جاری رکھا ہر ایک فرقہ اپنے دعوے پر حجت لاتا تھا۔ وہ لاچار ہوگیا اور اُسنے حکم دیا کہ تم سب ہمارے حکم سے ایک عقیدہ پر مہر کردو اور اُنکو دنیاوی مال ودولت وعزت وثروت کے لالچ دیے خصوص اس مدت مین بھی نصاری نے عمدہ کھانے کھائے اور مخمل کے بستر پر سوے تو پہلے جو فقیری کا مزہ تھا وہ دل سے جاتا رہا اور آخر ان مین سے اکثر نے کہا کہ خدا کا بیٹا کہین۔ اس سے اکثر علماء کی جماعت نے اختلاف کیا اور کہا کہ یہ تو شرک وکفر ہی اس پر بادشاہ نے غضبناک ہو کر حکم دیا کہ خندقین آگ سے بھری جاوین اور جو انکار کرے اُسکو جلا دو چنانچہ مختلف اقوام کے علماء قریب آٹھ سو کے جلائے گئے اور بہتون کے اقارب نے ذمہ داری کرکے بچا لیا اور بہتیرے جنگل وبیابانون مین آوارہ ہوگئے پس جو لوگ جنگلون مین آوارہ ہوے تھے وہی دین حق پر تھے اور باقی سب (ابن اللہ) کے شرک مین پڑگئے۔ پھر قسطنطین نے دیکھا

اُسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے تابع کرے اور رب عزوجل سے دعا مانگے کہ الٰہی میرے دل کو حق پر مستقیم فرماوے
اور جو بات کہ خلاف حکم الٰہی ظاہر ہوا اُسپر اعتماد نہ کرے مثلاً اصبہان والون کو یہ نظر آتا تھا کہ یہان دیوار بنانے سے نہین ٹھہرتی ہی اسکو انھون نے
بارہا تجربہ کیا تو انکو ہرگز یہ اعتقاد نہ کرنا چاہیے تھا کہ کوئی ولی بزرگ کا یہان تصرف ہی اس خیال کے واسطے انکے پاس شرع نے کوئی دلیل نہین دی
بلکہ محض اپنے تجربہ و قیاس سے یہ خیال نکالا پھر اُسکے واسطے توریت و انجیل کی آیتون سے حجت نکالنے لگے اور تاویلین کر کے شریعت کے
نصوص سے یہی معنے نکالتے لگے اور بزرگون کے کلام سے اپنی سمجھ کے معنی بکثرت نکال لیے اور کچھ شک نہین رکھا بلکہ سب کے نزدیک یہ مسلم ہو گیا
کہ اس مقام پر ولی کا تصرف ہی اگر اُس سے کوئی منکر ہوتا تو اسکو اولیاء کی کرامات سے منکر اور گمراہ ہونیکا فتوی دیتے تھے۔ جب حضرت ابو موسی
رضی اللہ عنہ نے اُس دیوار کی نیو کھدوائی تو اصبہانی مشرکون کے زعم مین یہ امر عظیم تھا وہ لوگ کبھی یہ جرأت نہ کرتے بلکہ اگر کوئی قصد کرتا تو اُسکے
کافر ہوجانے کا فتوے دیکر نکال دیتے حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ کی برکت سے حال کھل گیا کہ وہان ایک لاش کھڑی ہی اسمین دو احتمال ہین ایک یہ
جسم پورا موجود ہو جیسے زمانہ سابق مین کسی ترکیب و مصالحہ سے ایسا کیا کرتے تھے حتی کہ اس زمانہ تک بہت زمانہ دراز کی لاشین برآمد ہوئین چنانچہ
فرانس مین پیرس کے عجائب خانہ مین اس قسم کا نشان بیان کیا جاتا ہی واللہ تعالے اعلم اور احتمال دوم یہ کہ اُس لاش کی ہڈیان کھڑی ہون
اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہی اور اُسکے پاس جو نوشتہ حاصل ہوا اُس سے یہ معلوم ہوا کہ اس شخص نے اخدود مین لوگون کو جلایا تھا اور اُسکے شعر سے
یہ بات نکلتی ہی کہ قبیلۂ جرہم نے اپنی چال چلن مین ایسی غلطی کی جس سے تباہ ہوگئے اور ان دونون باتون کو ملاکر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ جب حارث
بن مضاض مرا ہی تو جرہم نے اسکو دفن کیا اور اُسکے ساتھ یہ نوشتہ لکھدیا تاکہ لوگون کو عبرت ہو کہ اُسنے یہ غلطی کی کہ سرکشی مین ایک قوم کو اخدود مین
جلایا اور اس قسم کے حرکات سے اُسکے دشمن بہت پیدا ہوگئے حتے کہ مخالفین کی جماعت نے قبیلۂ خزاعہ سے اتفاق کیا اور سب نے ملکر جرہم سے
لڑائی کی آخر کو جرہم مغلوب ہوے اور مکہ سے نکل جانے پر راضی ہوے واللہ تعالے اعلم۔ بہرحال حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ کی برکت سے یہ
حال کھلا کہ جو شخص دیوار کی نیو مین مدفون چلا آتا تھا وہ ولی صالح نہین تھا بلکہ صالحین کا دشمن تھا جسکو مدت دراز سے یہودی ایک بزرگ
سمجھکر اُس سے منتین مانگتے رہے اب اگر یہ سوال ہو کہ پھر اُسپر دیوار کیون نہین ٹھہرتی تھی (جواب) اللہ تعالے کے اسرار جو اس عالم مین جاری ہین
بے انتہا ہین کسی بشر کو مجال نہین کہ انکا ادراک کر سکے کہ بعد موت کے عالم برزخ بے انتہا وسیع ہے اور اُسکے معاملات عجیب ہین حدیث مین معروف
ہے کہ قبر یا تو جنت کے باغون سے ایک باغ ہی یا دوزخ کے گڑھون مین سے ایک گڑھا ہے۔ پھر اس معرفت حقیقی کے سمجھنے کی لیاقت کسی
آنکھ مین نہین ہی سوائے انبیا و صدیقین کے تو ہم کو دیوار گرجانے مین کیون حیرت ہوگی اور کیون ہم اسکے درپے ہون لیکن یہ خیال کہ یہ تصرف
اس لاش کا تھا تو یہ قطعاً باطل ہی اُس سے کچھ نفع و ضرر حاصل ہونا ممکن نہ تھا اسلیے کہ جب حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ نے اسکو کھدوا کر
پھنکوا دیا تو کچھ بھی اُس سے نہ ہوسکا پس معلوم ہوگیا کہ خیال تصرف محض باطل ہی وللہ الحمد والمنۃ وہو العلی الکبیر پھر یہان مقصود یہ کہ
حارث بن مضاض نے بھی اخدود کے مظلومون سے عداوت کی تھی اس سے معلوم ہوا کہ یہ اخدود دیگر ہی اس سے ابن کثیرؒ نے کہا کہ شاید
دنیا مین اصحاب الاخدود کا قصہ بارہا واقع ہوا ہی چنانچہ ابن ابی حاتم نے قوی اسناد کے ساتھ عبد الرحمن بن جبیر رحمہ اللہ تابعی سے روایت کی
کہ اخدود یمن مین تبع کے زمانہ مین تھی اور قسطنطنیہ مین قسطنطین کے زمانہ مین تھی جب نصاری نے اپنے قبلہ کو حضرت مسیح کے قبلہ توحید و دین
سے پھیرا ہے اور عراق کی زمین بابل مین بخت نصر کے زمانہ مین تھی جب اُسنے بت بناکر لوگون کو اُسکے سجدہ کا حکم دیا تو دانیال علیہ السلام و اُنکے ساتھی
عزریا و میشائیل نے اس سے انکار کیا پس اُسنے ایک خندق آگ سے دہکتی ہوئی بنائی اور اُسمین جہت لکڑیان ڈالین پھر دونون صاحبین کو

انیسٌ ولم یسمر بمکۃ سامر ۔ بلی نحن کنا اہلہا فابادنا ۔ صروف اللیالی والجدود العواثر ۔ (سامر سے مراد یہ کہ کے والے چاندنی راتون مین جو دہان خنک خوشگوار ہوتی ہی حجون سے صفا تک جابجا مجمع کر کے قصہ گوئی وگپ شپ کیا کرتے تھے) خلاصہ یہ کہ جب جرہم کو خزاعہ نے غلبہ پا کے بعد وہان سے خارج کیا تو حارث مذکور افسوس کرتا ہی کہ گویا حجون سے صفا تک کوئی انیس کبھی نہ تھا اور نہ مکہ مین سامر کا نشان تھا پھر کہتا ہی کہ تھا کیون نہین ہم ہی لوگ اُس مقام کے عیش کرنے والے تھے پھر ہمکو زمانہ کی گردش نے اور غدار زفتار نے برباد کر دیا ابن ہشامؒ نے کہا کہ عرب کے اشعار مین یہ پہلا شعر ہی ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ روایت دلالت کرتی ہی کہ اخدود کا قصہ بعد زمانہ آسمٰعیلؑ کے قریب پانچ سو برس کے بعد واقع ہوا اور جو کچھ ابن اسحٰق نے روایت کیا ہی وہ دلالت کرتا ہی کہ اصحاب اخدود کا قصہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور حضرت عیسیٰ کے بعد درمیانی زمانہ فترت مین واقع ہوا اور یہی قیاس مین جمتی ہوئی بات نظر آتی ہی واللہ تعالےٰ اعلم اور احتمال یہ ہی کہ شاید اصحاب اخدود کا واقعہ دنیا مین بارہا واقع ہوا ہوا **قول** یعنے حارث بن مضاض جرہمی کے وقت مین واقع ہوا ہو اور بعد اُسکے زمانہ فترت مین بھی واقع ہوا ہو مترجم کہتا ہی کہ عقل بھی اسکی تائید کرتی ہی اسلیے کہ اصحاب اخدود کوئی خاص قسم کی پیدائش نہین ہی بلکہ اُسکے یہ معنے ہین کہ سرکش ظالم بے رحم قوم نے جب اپنے ماتحت کسی قوم کو جبراً قہراً اپنی راے پر لانا چاہا اور مغلوب قوم نے اس سے انکار وعذر کیا کہ ہمارے تمھارے درمیان مین بادشاہ ورعیت کا معاملہ دنیا مین جاری ہی ہم تمھاری تابعداری کرتے ہین ولیکن دین کے اعتقاد مین ہماری راے دوسری ہی اس سے تم کو کچھ بحث نہ کرنا چاہیے اور ظالم نے اسکو منظور نہ کیا سواے اسکے کہ اُسی کی تقلید کرین اور بیرحمی سے خندقین کھود کر اُسمین جلایا تو عقل شاہد ہی کہ دنیا مین بارہا ایسا واقع ہوا ہو اور اسکے واسطے روایت بھی موجود ہی لیکن اسکو نقل کرنے سے پہلے مین چاہتا ہون کہ ابن ابی الدنیا نے جو قصہ اصبہان وحارث بن مضاض روایت کیا ہی اُسکی توضیح لکھدون تاکہ عوام کو اسمین غلطی نہو واضح ہو کہ اصبہان ایک شہر عراق مین ہی اور ایک مقام دیار بکر مین ہی روایت مین مذکور ہو کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ اس دیوار کے نیچے ایک مرد بزرگ کا مقام ہی۔ تم جانتے ہو کہ یہ کون شخص تھا۔ یہ حارث بن مضاض جرہمی تھا۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے اس دیار کے کافرون نے اپنی راے کے موافق یہ کہا تھا کہ یہان ایک مرد بزرگ کا مقام ہی اس سے معلوم ہوا کہ اُس دیار کے نصرانیون ویہودیون مین بھی یہ بلا پھیل گئی تھی کہ اس قسم کے اعتقادات باطل رکھتے تھے اور شہر مذکور مین یہودی ونصرانی دونون قومین رہا کرتی تھین اور جب ان مین فساد پھیلا تو توحید مین باطل اعتقاد پیدا ہو گئے جیسے ہی ملک مین۔ بعضون مین یہ خیال ہی کہ فلان پیڑ پر شہید رہتے ہین اور فلان ٹیلے پر ولی کا تصرف ہی حتے کہ ایک مکان مین بعضی کو ٹھری چھوڑ دیتے ہین اور اُسمین ہمیشہ ہار پھول لٹکاتے اور ہر جمعرات کو لوبان سلگاتے ہین اور وقتاً فوقتاً منتین مانتے ہین کہ یا شہید میان اگر میرا یہ کام ہو جایا کرو تو تمھارے نام کی چادر اس درخت پر چڑھاؤن اگر اتفاق سے وہ کام ہو گیا تو ہار پھول وچادر خوان مین لگائے ہوے باجا بجاتے ہوے لاتے ہین اور اُس درخت کی جڑ مین چڑھاتے ہین۔ اسی قسم کے خیالات اُس زمانہ مین یہود ونصاریٰ کے درمیان شائع تھے اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہود کو اس سے منع کیا تو اُنسے سخت منحرف ہوے اور بادشاہ کو برافروختہ کیا کہ یہان ایک شخص ہی جو بزرگون سے منکر اور دین موسیٰ علیہ السلام کو بگاڑنے والا ہی بادشاہ جاہل نے فوراً گرفتاری وسزا کا حکم جاری کر دیا اور یہودی عالمون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مباحثہ کیے اور اپنے آپ کو غالب سمجھے اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ جسنے ہدایت کو چھوڑا جسپر پہلے تھے تو انکو جدال دیا جاتا ہی (صحیح) بدفصلت زبانی تقریرون کو طول دیتے ہین اور جس حیلہ وتعصب سے ممکن ہی حق سے منحرف ہوتے ہین چنانچہ اسلام مین جو گمراہ فرقے پیدا ہوے سب نے قرآن وحدیث مین بیجا تاویلین کر کے جو اپنا اعتقاد ہی اُسکو قائم رکھا حالانکہ ایمان یہ ہی کہ نفس کو درمیان سے خارج کرے بلکہ

نے حکم کے موافق عمل کیا یہ عبداللہ بن التامر رضی اللہ عنہ تھا مترجم کہتا ہو کہ امام ابن کثیرؒ کا خیال یہ ہو کہ امام ترمذیؒ نے جس طرح طفل وساحر وراہب وبادشاہ کا قصہ روایت کیا ہو وہ باسناد قوی ہو اور اُس روایت کے سیاق سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ غالبًا یہ قصہ خود حضرت صہیب روایت کیا کرتے تھے اور راویون نے اول قصہ حذف کرکے فقط دوسرا قصہ روایت کیا اور اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردیا حالانکہ آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے فقط پیغمبر و اُسکی امت کا قصہ ثبوت ہو اور دوسرا قصہ طفل وراہب وبادشاہ واصحاب الاخدود کا تو اسمین احتمال ہو اگرچہ مسند امام احمدؒ وصحیح مسلم وسنن نسائی مین مرفوع ہو لیکن ترمذیؒ کی روایت سے ظاہر ہوتا ہو کہ وہ بقول صہیبؓ ہو اور شاید اصل قصہ اسی طرح ہو جس طرح محمد بن اسحاق نے روایت کیا ہو یہ معنی شیخ ابن کثیرؒ کی عبارات مین غور لظر سے ظاہر ہوتے ہین لیکن مترجم کہتا ہو کہ روایت امام احمدؒ وغیرہ باسانید جید ہو اور صرف احتمال کی وجہ سے اسکو قول صہیبؓ قرار دینا پسندیدہ نہین ہو صرف اتنی بات بیشک موجود ہو کہ روایت امام احمدؒ مین بنیاد معرفت اعلیٰ ہو اور روایت ابن اسحق مین عام فہم ہو لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو قصہ اخدود کا روایت امام احمدؒ مین مذکور ہو کہ وہ نجران سے متعلق نہین ہو بلکہ غالبًا وہ مجوسی وغیرہ کفرستان کا واقعہ ہو اور ابن اسحق نے جو قصہ روایت کیا یہ شاید نجران کا واقعہ ہو علاوہ ازین قصہ مرفوع شاید قوم موسیٰؑ سے بھی پہلے ہوا اور نجرانی قصہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد واقع ہوا ہو اگر کہو کہ ترمذی کی روایت مین آخر مین آیات کا حوالہ مذکور ہو (جواب) آیت کا حوالہ اسطرح نہین دیا گیا کہ صہیبؓ نے کہا ہو کہ اسی قصہ کے واسطے یہ آیات نازل ہوئین بلکہ صہیبؓ نے یا نیچے کے راوی نے اللہ تعالیٰ کا کلام ذکر کیا یعنے ایسے بے رحم کافر گذرے ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم اصحاب اخدود کا ذکر نازل فرمایا۔ اور تحقیق بات یہ معلوم ہوتی ہو کہ راوی نے بعض واقعات کو بعض دیگر مین ملا دیا ہو کیونکہ اخدود کے واقعات دنیا مین جابجا بارہا واقع ہوے ہین حتی کہ بعض مورخین نے فرعون کے حالات مین بھی لکھا ہو کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد زمانہ گذرا اور مصر پر یہ فرعون بادشاہ ہوا جبپر موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے تھے تو اُسنے ابتداے سلطنت مین قبطیون کو متفق کرکے دین توحید واحکام شریعت سے گردن آزاد کرنیکا انتظام کیا اور دنیادی شہوت پرست خصوصًا تونگر و دولتمند لوگ دل سے اسکے خواہشمند ہوا کرتے ہین تو اُسنے اعلان کیا کہ دین توحید سے منحرف ہون اور اس فتنہ مین اُسنے اخدود مین بہت لوگون کو جلایا اور بہت سے بنو اسرائیل مارے گئے آخر قبطیون نے بنی اسرائیل کو لونڈی غلام بنانے کے لیے رکھ لیا اور سب قبطی منحرف ہوکر فرعون کی خدائی کا کلمہ پڑھنے لگے اور اسیطرح اخدود کے واقعات بابل وغیرہ مین پیش آئے ہین ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قال عبداللہ بن محمد بن ابی الدنیا حدثنا عن ابی بلال الاشعری عن ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب عن بعض اہل العلم الخ یعنے بعض علماءؒ نے بیان کیا کہ جب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے صوبہ اصبہان فتح کیا تو شہر پناہ کی ایک دیوار گری پائی ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اسکو بنوایا وہ پھر گر پڑی پھر دوبارہ بنوائی پھر گر پڑی تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ اس دیوار کے نیچے ایک بزرگ صالح کی جگہ ہو وہ کسی دیوار کو قائم نہین رہنے دیتا ہو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے دیوار کی نیو کھدوائی تو دیکھا کہ ایک مرد کھڑا ہو اور اُسکے پاس ایک تلوار ہو اُسمین لکھا ہو کہ مین حارث بن مضاض ہون مین نے اصحاب الاخدود سے عداوت کی ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اُسکو نکال ڈالا اور دیوار بنوائی تو وہ باقی رہی ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ حارث بن مضاض بن عمرو بن مضاض بن عمرو الجرہمی ہو یہ جرہم مین سے آخری بادشاہ مکے مین تھا جب انکو خزاعہ نے وہان سے نکالا ہو اور جرہم وہ لوگ ہین جن مین حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام نے شادی کی یعنے حضرت اسمٰعیلؑ کی بی بی اسی قوم مین سے تھین اور ثابت بن اسمٰعیلؑ کے بعد انھین لوگون نے خانہ کعبہ کا متولی ہونا لے لیا۔ اسی نے یہ شعر کہے تھے ؎ کان لم یکن بین الحجون الی الصفا

دادا ہو اور مجھے اُس گوہر پاک کا نام مع علامات معلوم ہی عبد المطلب نے سر بسجدہ ہو کر شکر حضرت باری تعالےٰ ادا کیا۔ سیف ذی یزن نے فرمایا کہ ای سردار قریش سجدہ سے سر اُٹھا کر میرے مقصود سے مجھے مطلع کر و اور اگر وہ پیدا ہوے ہین تو مجھسے حالات بیان کرو۔ عبد المطلب نے فرمایا کہ مین کچھ عرض نہین کر سکتا سواے اسکے کہ میرا فرزند عبد اللہ مجھے بہت محبوب تھا اُسنے انتقال کیا اور ایک فرزند یتیم حمیدہ خصال بنام محمد جو اسم باسمی ہی یادگار چھوڑا ہی اور بعض واقعات نادرہ جو وقت ولادت باسعادت ظہور مین آئے تھے بیان فرمائے اور کہا کہ مین جس فرزند کا جد (دادا) ہون وہ تو میرا نور دیدہ یہی یتیم ہی آیندہ رب کعبہ کو معلوم ہی کہ کیا ظہور ہو سیف نے یکایک چونک کر کہا کہ ای عبد المطلب واللہ وہ یہی دریتیم ہے اور اسی کی پشت مبارک پر مہر نبوت ختم ہو گی اور جسقدر عبد المطلب نے اس معاملہ مین عجز و مسکنت کے علامات بیان کیے سیف نے انکو مطابق پاکر عبد المطلب کو بشارت دی کہ عنقریب کلمۂ محمدی سے تمام عالم منور ہو گا اور اکثر علامات خود بیان کیے جو حضرت محمد صلعم مین موجود تھے۔ چونکہ قریش مین زمانۂ دراز گزرنے سے نبوت آلہیہ کے معنے بھی مٹ گئے تھے عبد المطلب حیرت کے ساتھ سنتے رہے سیف نے وصیت کی کہ اس گوہر دریاے عظمت و کمال کو یہود خبیث سے محفوظ رکھے جو اسکے دشمن ہین بلکہ اس زمانہ مین راہ حق مسدود ہی اور سب گروہ ضلالت اُسکے ساتھ شیطانی عداوت مین متفق ہین اور کہا کہ کلمۂ محمدی مقام ہجرت یعنے یثرب سے بلند ہو گا اور مجھے یقین ہی کہ میری برادری والے اُسکے انصار ہونگے اور مجھے امید نہین کہ مین اُس گوہر نایاب بحر رحمت کا زمانۂ دعوت پاؤن ورنہ لشکرون کو مرتب کر کے یثرب (مدینہ) مین مترصد قدوم اشرف اعلیٰ رہتا۔ پھر صنادید قریش کو طلب کر کے ہر ایک کو دس غلام و دس لونڈیان اور پانچ رطل سونا اور دس رطل چاندی اور ایک ظرف عنبر اور سَو اونٹ انعام دیے اور اسکے بعد جسقدر سب کو دیا تھا اُس مجموعہ کو عبد المطلب کے واسطے انعام فرمایا اور تاج سرداری زیب سر کر کے التماس کیا کہ سال آیندہ مین بھی موسم سرما مین جانب صنعاء قدم رنجہ فرماوین اور جو علامات مین سے استفسار کیے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین غور نظر سے دیکھکر مجھے مطلع فرماوین کہ دل مطمئن ہو اور ہر سال اسی طریقہ کو مستمر رکھین تاکہ شاید آرزوے خاطر حاصل ہو۔ عبد المطلب مع رفقاے قریش کے جانب وطن راہی ہوے اور بادشاہ کی نوازش سے خوش و خرم تھے قریش نے قبل اسکے ابرہہ و اصحاب الفیل کے معاملہ مین عبد المطلب کی لیاقت دیکھی اور اب بادشاہ سیف کے دربار مین عزت و احترام ملاحظہ کیا تو انکی سرداری اپنے اوپر باعث شرف و عزت دیکھی ولیکن عبد المطلب نے گفتگوے راز سربستہ سے جو بادشاہ نے اخفا کے ساتھ بیان کیا تھا کسی سے کچھ نہین کہا اور یہان وطن پہونچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین مانند مہر نبوت وغیرہ کے جو نشانات بادشاہ نے دریافت کیے اور خود بیان کیے تھے سب مطابق پائے اور ہنوز دوسرا سال نہ آنے پایا تھا کہ یکایک جانب صنعا سے خبر آئی کہ بادشاہ خجستہ شیم سیف ذی یزن نے اس دار محنت سے اصلی وطن کی جانب کوچ کیا لہٰذا یہ معاملہ اسی حد تک طی ہو گیا بلکہ اُسی کے چند روز بعد عبد المطلب نے بھی سفر آخرت اختیار فرمایا۔ **بقیہ عبارت محمد بن اسحٰق و قصہ اصحاب الاخدود** ابن اسحٰقؒ نے لکھا کہ مجھسے عبد اللہ بن ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے حدیث بیان کی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت مین نجرانیون مین سے ایک شخص نے اپنا کھنڈل اپنے مطلب کے واسطے کھودا (مثلاً مکانات بنانے وغیرہ کے لیے) اتفاق سے ایک مقام پر ایک قبر کھل گئی اور نظر آیا کہ ایک شخص بیٹھا ہی اور اپنا ہاتھ اپنے سر کے زخم خفیف پر رکھے ہوے ہی جب وہان سے اُسکا ہاتھ اُٹھایا جاتا ہی تو خون اُبلنے لگتا ہی اور جب اسکا ہاتھ چھوڑ دیا جاتا ہی تو ہاتھ خود اُسی مقام زخم پر چلا جاتا ہی اور خون بند ہوتا ہی اور اُسکے ہاتھ مین لوہے کی ایک انگوٹھی ہی جسمین یہ لکھا ہی (ربی اللہ) میرا رب اللہ تعالےٰ ہے وہان کے عامل نے یہ حال حضرت خلیفہ برحق عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا آپ نے جواب لکھا کہ اُسکو بدستور اُسی حالت پر چھوڑ دو اور جسطرح بند تھا اُسی طرح بند کر دو اُن لوگون

کی تقلید کی تو اللہ تعالےٰ نے فوج حمیر کو باوجود قلت کے غلبہ دیا۔ ارباب تواریخ لکھتے ہین کہ سیف ذی یزن نے دین نصرانیت اختیار کرنے
کے بعد جو واقعات وحالات آئندہ کے حضرت خاتم الانبیا علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمان نبوت ورسالت سے معلوم کیے تھے وہ
اصلی طور پر محفوظ رکھے اور دیگر نصاریٰ اپنی نادانی سے انمین تحریف کرکے یہ چاہتے تھے کہ انھون نے جو عقیدہ نکالا ہی کہ مسیح ابن اللہ ہے
اور اب کوئی پیغمبر نہوگا اسکیے موافق بناوین اور اسی بنیاد پر بادشاہ ابرہہ نے چاہا تھا کہ خانہ کعبہ کو منہدم کرکے مناوے اور یمن مین جو اسنے
گرجا گھر بنایا تھا اسکو مسیح کے نام کا کعبہ بناوے اور اس حیلہ سے تمام واقعات کو بنام مسیح مطابق کرے یہ سراسر حماقت تھی کہ جو امر مقدر
تقدیر سے منکشف ہوچکا اور ضرور ہونے والا ہی اسکو اپنی ہوسات سے مٹانا کس کی مجال ہی سیف ذی یزن نے اصلی حالت کو علوم سابقہ
و بشارات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محفوظ رکھا تھا چنانچہ جب تخت سلطنت پر متمکن ہوا تو دور دور سے قبائل وعشائر نے بہیم تہنیت بارگاہ
بادشاہ کا قصد کیا اور اہل مدینہ بھی بادشاہ کے جدی قرابتی تھے کیونکہ یہ سب اہل یمن تھے جو سیل العرم کے زمانہ مین یمن چھوڑ کر یہان چلے آئے تھے
چنانچہ سورۃ السبا کی تفسیر مین مفصل گزر چکا ہی اور بادشاہ کی مان اور حضرت عبدالمطلب کی مان دونون بہنین تھین اور قریش کی روزی
بھی یامہ و یمن سے اور تجارت شام سے حاصل ہوتی تھی ان وجوہ سے قریش وعبدالمطلب نے بھی بادشاہ کی مبارکباد کا قصد کیا۔ عمائد قریش مین
سے عبدالمطلب بن ہاشم اور وہب بن عبد مناف وامیہ بن عبدالشمس وطلحہ بن خویلد وعبداللہ بن جدعان وغیرہ تھے یہ سب منازل طے کرکے
شہر صنعا مین پہونچے اور گرد راہ سے صاف ہوکر قصر غمدان کا قصد کیا۔ حاجب نے انکو بادشاہ کی خدمت مین حاضر کیا۔ عبدالمطلب نے
اجازت چاہی کر کلام کرین۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر آداب شاہی کے موافق کلام کرنیکی لیاقت ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہی۔ عبدالمطلب نے
بہت خوش تقریر سے بادشاہ کو تخت آباواجداد پر جلوس کی مبارکباد دی اور اپنے ساتھیون کے فضائل ایسی بلاغت سے بیان کیے کہ بادشاہ
کی مجلس والے متحیر رہگئے بادشاہ نے انکی دانائی سے متعجب ہوکر نسب دریافت کیا۔ عبدالمطلب نے سب اپنا نسب عرض کیا تو بادشاہ نے خوش
ہوکر بہت مہربانی کے ساتھ کہا کہ آپ ہمارے خالہ زاد بھائی ہین کہتے ہین کہ اسکے یہ معنے تھے کہ بنو النجار جو انصار کے قبیلہ مین سے اشرف خانوادہ
ہی اسی خاندان مین سے بادشاہ کی مان بھی تھی اور بادشاہ نے ایک مہینے تک ان لوگون کو انواع مرحمت کے ساتھ مہمان رکھا اور درمیان
مین ملاقات کی اجازت بھی نہ دی تاکہ رخصت نہون جب اسقدر مدت گزر گئی تو ایک روز فقط عبدالمطلب کو مجلس خاص بلکہ خلوت مین طلب
کرکے فرمایا کہ مجھے علوم سابقہ سے یہ علم حاصل ہوا کہ اشرف خاندان عرب سے جو نسل ابراہیم علیہ السلام سے ہے ایک پاکیزہ گوہر معدن رسالت
ظہور کریگا اور میرا خیال بدرجہ یقین پہونچتا ہی کہ وہ تم ہی ہو جسکے چہرے سے اُس نور کا ظہور ہی ہرگز تم اس راز سے کسی کو آگاہ نہ کیجیو کہ دشمن در پے
ہین اور مین نے اسکو بالکل مخفی رکھا لیکن تم معدن گوہر ہو تم سے اسکے اظہار مین مضائقہ نتھا۔ عبدالمطلب اس تمام عبارات سے متحیر ہوکر کسی قدر
تفصیل وتوضیح کے خواستگار نظر آئے تو بادشاہ نے کہا کہ عنقریب حرم محترم مکہ مین ایک مہمان بزرگ عظیم الشان ظاہر ہوگا اُسکے ہر دو شانہ کے
درمیان مہر خاتم نبوت مانند بیضہ کبوتر کے ہمرنگ جسم مبارک ہوگی اور جن وانس اُسکی پیروی پر سعادت دارین حاصل کرینگے اور مجھے یقین ہی کہ تکو
اُس سے فخر ومباہات حاصل ہوگی۔ عبدالمطلب نے کہا کہ الحمدللہ کہ مین بالفعل خلعت شاہانہ سے ممتاز ہوکر جاتا ہون یہ فخر میرے واسطے
کیا کم ہے اور اگر مجلس شاہی کا ادب واجب نہوتا تو مین اس راز سربستہ کے واسطے زیادہ توضیح کا طالب ہوتا بادشاہ نے کہا کہ مین نے
کتب ماضیہ مین بشارات عیسیٰ علیہ السلام و دیگر انبیاء اولوالعزم سے پایا ہی کہ عنقریب مکہ معظمہ مین ایک پیغمبر عظیم القدر پیدا ہونگے جن پر دور
نبوت ختم ہے اور شاید وہ متولد ہوگئے ہون اور قسم ہے کہ مجھے اُس علم کے موافق یقین واثق ہی کہ تم ہی اُس گوہر نایاب کے جد امجد یعنے

یہ ہے کہ ہمارے اور تیرے بادشاہون مین جدال وقتال پھیل جاوے اگر تو ہوشیاری رکھتا ہی تو تیرے واسطے یہی بہتر ہے کہ اس خام خیالی کو چھوڑ دے اور اس صورت مین ہماری طرف سے تجکو اور تیرے ساتھیون کو کچھ اذیت لاحق نہو گی بلکہ مین زادراہ اور ساز وسامان سفر سے تیری مدد کرونگا اور اپنی طرف سے انعام بھی حسب لیاقت ارسال کرونگا اور اگر تیرا جی چاہے کہ یہان میرے سایۂ عاطفت مین بسر کرے تو فارس سے زیادہ حرمت وعزت کے ساتھ اپنے یہان جگہ دونگا۔ جب قاصد نے مسروق کا پیام ہرمز سالار کو پہونچایا تو ہرمز بحر حیرت مین متفکر ہوگیا اور بعد غور کے اُسنے بادشاہ مسروق کا شکریہ ادا کیا اور کہلا بھیجا کہ ایک مہینہ کی مہلت عطا ہو تا کہ جو کچھ ارشاد ہوا ہی اسمین سے مناسب حال طریقہ اختیار کرون۔ مسروق نے اسکو منظور کیا اور اپنی خودی مین مغرور ہوگیا اس ایک ماہ کے عرصہ مین بہت سے بہادران قوم حمیر کے سیف کے ساتھ مل گئے اور مسروق نے ایک ماہ کی مدت پر سختی کی اور تکبر وغرور سے دھمکی دی اور آخر لڑائی ٹھن گئی۔ مسروق بن ابرہہ نے دس ہزار فوج سے اپنے بیٹے کو مخالفون سے لڑنے بھیجا ادھر سے ہرمز نے بھی اپنے بیٹے کو دس ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے نکالا۔ حبش نے غرور ومستی مین حملہ کیا اور عجم نے تیرون کی بوچھار سے بکثرت سوار خاک خواری پر گرا دیے اور حبشہ نے شدت کارزار سے گھبرا کر فرار اختیار کیا اور اس ادبار مین مسروق کا بیٹا بھی مارا گیا اور اتفاق سے ہرمز کے بیٹے نے بھاگے ہوے لوگون کا تعاقب کیا وہ بھی مارا گیا۔ شاہ مسروق نے جب سنا کہ شاہزادہ مارا گیا تو آہ دردناک کھینچی اور غیظ وغضب مین آکر سَو ہزار سوار لیکر مخالفون پر حملہ آور ہوا۔ ادھر ہرمز نے بھی مردانہ ہمت کے ساتھ اپنی فوج کی دلدہی کی اور اُسنے کہا کہ عزت کے ساتھ مرنا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ ذلت کے ساتھ بھاگ کر قیدخانہ مین جاؤ اور پہلوان ہرمز نے کشتیون مین آگ لگا دی تا کہ بھاگنے کی جانب فوج کا خیال نہ رہے اور بقیہ پانچ ہزار حمیری اور چھ سو عجمی لیکر مسروق کے مقابل صف آرا ہوا اور ہرمز کی آنکھ مین ضعف تھا اسلیے اپنے ساتھیون سے پوچھا کہ مسروق کہان ہی انھون نے دور سے دکھلایا کہ وہ ہاتھی پر سوار ہی اور تاج سر پر ہی اور تاج مین خوشرنگ یاقوت چمکتا ہی۔ ہرمز نے دور سے یاقوت کی چمک دیکھی اور فرمایا کہ ہاتھی بزرگ سواری ہی ابھی تامل کرنا چاہیے اور فوج کو ہمت دلائی کہ مردانہ ہوکر دشمنون کو دفع کرتے رہو۔ تھوڑی دیر کے بعد مسروق نے ہاتھی چھوڑ کر گھوڑا اختیار کیا ہرمز نے کہا کہ گھوڑا بھی عزت کی سواری ہی کچھ دیر تامل کرو۔ کچھ دیر کے بعد مسروق نے گھوڑا چھوڑ کر اونٹ اختیار کیا اور ہرمز نے کہا کہ اب تیر وکمان مجھے دو کہ یہ وقت ہی اور اپنے ساتھیون سے کہا کہ تیر کو یاقوت کے مقابلے مین ٹھیک کرو اور دوسرا تیر مہیا رکھو جب مین تیر مارون تو غور کرنا کہ اگر حبشہ ایکبارگی بادشاہ مسروق کے گرد ہو جاوین تو سمجھنا کہ تیر کارگر ہوا اور اگر ایسا نہو تو فوراً دوسرا تیر مجھے دینا یہ کہکر پر زور کمان سے تیر مارا اور لشکر حبشہ مین ایکبارگی ہل چل مچی اور مسروق کے دماغ مین تیر بیٹھ گیا اور غرور سر سے باہر نکل آیا سیف وہرمز نے یہ حال معلوم کرکے فوج کو یکبارگی تلوار کھینچکر حملہ کا حکم دیا اور سب نے بلاے ناگہانی کی طرح حبشہ پر ہجوم کیا حبشہ اپنے بادشاہ کے اسطرح کشتہ ہونے سے مدہوش تھے کہ حمیرون نے اُن پر تلوارون کے وار کرنا شروع کئے۔ آخر حبشہ جی چھوڑ کر بھاگے اور قوم یمن نے دل توڑ کر بافراط حبشی قتل کر ڈالے اور سیف ذی یزن نے مظفر ومنصور ہوکر شہر صنعا کا قصد کیا جو یمن کا دار السلطنت تھا اور فوج فوج قبائل وعشائر نے ساتھ دیا اور بادشاہ نے قصر غمدان مین تخت آبا واجداد پر جلوس کیا قصر غمدان اُس زمانہ مین دنیا کے منتخب عمارات مین شمار کیا جاتا تھا۔ تنبیہ جب تک قوم یمن وغیرہ نے کفر اختیار کیا تھا اور حضرت عیسیٰؑ کی امتیون کو جو اسوقت دین حق پر تھے بے رحمی سے قتل کیا حتی کہ ایک روایت مین بیس ہزار نجرانی خندقون مین جلائے اور ایک روایت مین ستر ہزار قتل کیے اُسوقت اللہ تعالے نے فوج حبشہ کو اُن پر غالب کیا اور جب ان حبشہ نے دین نصرانی مین شرک وفساد ملایا اور نصارائے شام

اور دریافت کیا تو سیف نے کہا کہ مین عرب کا مظلوم شخص ہون۔ کسریٰ غصہ ہوا کہ ابھی تو نے نہین کہا تھا کہ مین یمن کا بادشاہ ہون سیف نے کہا کہ حضور سچ ہی مین جب تک باہر تھا تو بادشاہ تھا اور اب بادشاہ کے سامنے مین ایک خدمتی ہون۔ کسریٰ نے یہ جواب بہت پسند کیا اور مدد دی **ابن کثیرؒ** نے لکھا کہ سات سو کے قریب قیدی رہا کر کے ساتھ کر دیے سیفؒ نے انھین کی مدد سے یمن فتح کر لیا اور سورۂ اصحاب الفیل کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ کچھ بیان آویگا (ع) **مترجم** کہتا ہی کہ مین یہان خلاصہ بیان کرتا ہون لیکن دوسری تواریخ سے تاکہ وہان جو کچھ شیخؒ لکھینگے اُس سے مطابقت کر لی جائیگی۔ واضح ہو کہ جب نصارائے حبش نے یمن پر تسلط پایا تو اہل یمن انکی حکومت مین نصرانی ہوگئے اور سیف ذی یزن نے یہی دین اختیار کیا اور اہل یمن سیف ذی یزن کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا کرتے کیونکہ وہ حمیر کے شاہی خاندان سے تھا جو نصارائے حبش کے تسلط سے پہلے انکے بادشاہ تھے سیف کی بی بی اُس زمانہ مین اپنی خوبصورتی مین ضرب المثل تھی ابرہہ نے جو حبش کی طرف سے حاکم یمن تھا یہ طمع کی کہ کسی طرح سیف سے اس عورت کو لینا چاہیے اور اس حبشی سیاہ نے اس ماہتاب کو اپنے کسوف مین لانا چاہا اس خیال سے سیف کو قتل سے ڈرایا آخر لاچار بغیر قوت بازو کے سیف نے اُس عورت سے کنارہ کیا اور غم و غصہ مین جا کر قیصر روم کے دربار شام مین فریاد کی نصرانیون مین اُس وقت ایسے حرکات معمولی باتین تھین قیصر نے کچھ خیال نہ کیا اور سیف نے مایوس ہو کر بادشاہ فارس کی درگاہ مین فریاد کی کسریٰ نے بھی دو وجہ سے توجہ نہ کی اول تو کسریٰ آتش پرستی کی ملت رکھتا تھا اور سیف نے ملت نصاریٰ اختیار کی تھی دوم یہ کہ فارس سے یمن تک فاصلہ دراز اور درمیان مین بیابان ریگ حائل تو فوجی جدال و قتال مین جان و مال تلف کرنے کے سوائے ریگستان یمن سے کیا حاصل تھا لیکن اسی چند روز مین کسریٰ نے انتقال کیا اور نوشیروان جو عادل مشہور ہی بادشاہ ہوا تو سیف نے اُسکی ملازمت اختیار کی اور اپنے حال پر ملال سے اسکو آگاہ کیا پہلے تو نوشیروان نے بھی بعض وجوہ کا خیال کر کے طرح دی اور آخر ترحم کر کے یہ رائے قرار دی کہ جو لوگ مختلف جرائم مین قید مین انکو رہا کر کے سیف کے ساتھ کیا جاوے تاکہ وہ لوگ اپنی قسمت کا فیصلہ کرین اور قید خانہ مین جان دینے کے بہ نسبت میدان مین جا کر لڑین تاکہ اگر فتح پاوین تو سیف کے قبضہ مین بعزت و حرمت زندگانی کرین یہ لوگ چھ سو کے قریب نکلے اور بادشاہ نے اپنے سپہ سالارون مین سے ایک بوڑھے شخص کو جو بیکاری کی حد مین داخل تھا اس دستہ فوج کا سپہ سالار کر کے سیف کے ساتھ روانہ کیا سپہ سالار کا نام ہرمز تھا اور فن تیر اندازی مین بے نظیر وقت تھا بادشاہ نے یہ سوچ لیا کہ اگر حبشہ کی فوج سے ان قیدیون نے شکست کھائی تو بھی شاہی شان مین کچھ سبکی نہوگی اور حکم دیا کہ خشکی و بیابان دراز کا راستہ چھوڑ کر تری کے راستہ سے متوجہ ہون اور ہر حال مین سیف ذی یزن کے مطیع رہین اور چھ کشتیان عنایت فرمائین ہر کشتی مین سو آدمی تھے۔ چند روز کے بعد یہ کشتیان ساحل یمن پر صحیح سلامت اترین اور ہرمز و سیف نے ساحل کے قریب مقام مناسب اختیار کر کے لشکرگاہ بنائی تاکہ خستگی سفر سے آرام و قوت حاصل ہو اُس نواح کے قبائل و عشائر نے جب حال معلوم کیا تو جماعت کثیر اُن بہادرون کی سیف کی مدد کے لیے آمادہ ہو کر شامل فوج ہوگئی اُس زمانہ مین ابرہہ لعین خانہ کعبہ کی چڑھائی سے مردود ہو کر واصل جہنم ہو چکا تھا نعوذ باللہ من سوء الخاتمہ۔ ابرہہ کا بیٹا مسروق بن ابرہہ یمن پر حاکم تھا رفتہ رفتہ اُسکو اس حالت سے کچھ آگاہی ہوئی اور اُسنے پیچ و تاب کھا کر ہرمز سپہ سالار کو پیام بھیجا کہ اس شخص سیف نے تجھے اور تیرے بادشاہ کو فریب دیا ہی اور مٹھی بھر آدمی میرے مقابلے کے لیے لایا ہی اگر تجھے میری فوج کی قوت و کثرت معلوم ہو تو ہیبت سے تیرے ہاتھ کُند ہو جاوین اور کمان پھینک کر تو میری رکاب کو بوسہ دے اور مجھے شرم آتی ہی کہ تیرے مقابلے مین فوج لاؤن اور شاید اس شخص مفسد کا مطلب

مین داخل ہوتا تو جو کوئی بیمار اُسکے سامنے آتا تھا اُس سے کہتا کہ اے بندۂ خدا اگر تو اللہ تعالے کو وحدہ لاشریک مانے اور میرے ساتھ دین توحید مین داخل ہو تو مین اللہ تعالے سے دعا کرون وہ تجھے اس بیماری سے نجات و شفا عطا فرماوے وہ قبول کرتا اور یہ دعا کرتا تو اللہ تعالے اُسکو شفا عنایت فرماتا تھا حتی کہ نجران مین کوئی اندھا کوڑھی بیمار باقی نہ رہا جو اسکے پاس نہ آیا اور جب وہ دین توحید مین داخل ہوا تو اسکی دعا سے اللہ تعالے نے اسکو شفا عنایت فرمائی اور حقیقت مین یہ سب سامان تھے تاکہ وہ معاملہ ظہور ہو جو اللہ تعالے نے آخر ظاہر فرمایا ہے اور یہانتک نوبت پہونچی کہ اسکا شہرہ بادشاہ نجران نے سُنا اُسنے اس لڑکے کو بلا کر کہا کہ تو نے میرے شہر والون کو خراب کیا اور میرے باپ دادا کے دین سے منحرف ہوگیا مین تجھے قتل کرونگا عبد اللہ بن التامر نے کہا کہ تجھے یہ قدرت نہین ہی پس بادشاہ مذکور اسکو بھیجتا کہ بلند پہاڑ پر سے گرادین اور لوگ اسکو گراتے تو وہ اچھا خاصہ تندرست چلا آتا اسکو کچھ ضرر لاحق نہ ہوتا پھر وہ اسکو نجران کی بحیرون مین غرق کراتا جہان ہر چیز غرق سے نہین بچتی تھی لیکن یہ لڑکا صحیح سالم نکل آتا تھا آخر بادشاہ مذکور عاجز ہوگیا بلکہ ڈر گیا تو عبد اللہ بن التامر نے کہا کہ واللہ تو مجھے نہین قتل کر سکتا ہی جب تک تو بھی اُس رب پر ایمان نہ لاوے جسپر مین ایمان لایا ہون پھر اگر تو اللہ تعالے کی توحید کرے تو البتہ میرے قتل پر مسلط ہوگا پس بادشاہ مذکور نے عبد اللہ بن التامر کی طرح اللہ تعالے کی وحدانیت پر گواہی دی اور اپنی ہاتھ کی لکڑی سے عبد اللہ بن تامر کو مارا وہ زخم کچھ کاری نہ تھا ولیکن عبد اللہ بن التامر نے انتقال کیا اور بادشاہ مذکور بھی اُسی وقت مرگیا اور نجران کے سب لوگ عبد اللہ بن التامر کے دین پر متفق ہوگئے اور یہ دین عیسی علیہ السلام تھا ولیکن آیندہ زمانہ مین نجرانی بھی اُسی شرک مین پڑگئے جیسے دیگر نصرانی بگڑے۔ پس اس باعث سے اصل دین عیسی ع صوبہ نجران مین آیا تھا ابن اسحق نے کہا کہ یہ محمد بن کعب القرظی کا بیان ہی اور یہی بعض نجرانیون کا بیان ہی اور اللہ تعالے خوب جانتا ہی کہ اصل واقعہ کیونکر ہوا تھا ابن اسحق نے کہا کہ جب ذو نواس یہودی نے سنا تو وہ اپنا لشکر لیکر نجران پر چڑھ آیا اور نجرانیون کو یہودیت اختیار کرنے پر مجبور کیا انھون نے نہ مانا تو اُسنے خندقین کھود کر آگ سے بھرین اور بہت لوگون کو آگ مین جلایا اور بہتون کو تلوار سے بُری طرح قتل کرایا حتی کہ اُسنے قریب بیس ہزار کے نجرانی قتل کیے اور اسی ذو نواس وغیرہ کے حق مین اللہ تعالے نے نازل فرمایا قتل اصحاب الاخدود الی قولہ تعالے واللہ علی کل شئی شہید۔ محمد بن اسحق رح نے کتاب السیر مین اسی طرح ذکر کیا ہی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ جسنے اصحاب الاخدود کو قتل کیا وہ ذو نواس حمیری تھا اور اسکا نام زرعہ تھا جب بادشاہ ہوا تو اسکا نام یوسف رکھا گیا اُسکے باپ کا نام تبّان اسعد بن کرب ہی اور یہی وہ تبع ہی جسنے مدینے پر فوج کشی کی اور دو یہودیون عالمون کے کہنے سے وہان کے لوگون کے ساتھ احسان کیا اور دونون کو اپنے ساتھ لایا اور خانہ کعبہ کو لباس پہنایا اور انھین دونون یہود کے ہاتھ پر جو لوگ یمن کے یہودی ہین وہ یہودی ہوے تھے چنانچہ اسکو محمد بن اسحق نے تشریح کے ساتھ بیان کیا ہی پس ذو نواس تبع حمیری نے ایک روز بیس ہزار قتل کیے ان مین سے کوئی بھی نہین بچا سوا ایک شخص کے جسکا نام دَوس ذو ثعلبان تھا کہ وہ گھوڑے پر سوار ہوکر بھاگا اور حمیریون نے اُسکے پیچھے تعاقب کیا لیکن وہ ہاتھ نہین آیا بلکہ بچ کر شام مین قیصر کے پاس پہونچا اور اُس سے یہ حال بیان کیا تو قیصر نے بادشاہ حبشہ کو لکھا اُسنے دَوس مذکور کے ساتھ نصارائے حبش کا ایک لشکر بھیجا جنکا سردار ارباط و ابرہہ تھا انھون نے یمن کو یہود کے ہاتھ سے چھین لیا اور ذو نواس بھاگتا ہوا دریا مین غرق ہوگیا اور اُسوقت سے ستر برس تک یمن پر نصارائے حبش کی عملداری رہی پھر سیف بن ذی یزن نے جا کر کسری بادشاہ فارس کے دربار مین فریاد کی مترجم کہتا ہی کہ مورخین نے لکھا ہی کہ کسری سے ملاقات نہین حاصل ہوتی تھی تو سیف نے دربان سے کہا کہ بادشاہ سے اطلاع کردے کہ عرب یمن کا بادشاہ آیا ہی۔ کسری نے اندر بلالیا

حسن غریب ہی مترجم کہتا ہی یعنے عبدالرزاق عن معمر کے طریق سے غریب ہی ورنہ عفان عن حماد بن سلمہ کے طریق سے اکثر روایت کیا ابن کثیرؒ نے
کہا کہ روایت سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو خود بیان فرمایا ہے اور ہمارے شیخ استاذ حافظ ابوالحجاج مزیؒ
نے کہا کہ شاید یہ صہیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہو کیونکہ صہیب رضی اللہ عنہ کو نصرانیون کے اخبارات کا علم تھا مترجم کہتا ہے کہ روایت
مین اسطرح واقع ہوا کہ (راوی) نے کہا کہ جب یہ بات بیان کرتے تو ساتھ ہی دوسری بات بھی بیان کرتے) اسمین دو احتمال ہین ایک
یہ کہ راوی سے مراد صہیب رضی اللہ عنہ لیے جاوین تو یہ معنے ہونگے کہ صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب آنحضرت صلعم ایک پیغمبرؑ کی امت
کا قصہ بیان کرتے تو ساتھ ہی اس طفل و اصحاب اخدود کا قصہ بیان کرتے اس صورت مین یہ قصہ بھی بزبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ہوگا لیکن آخر مین نہین بنتا ہی جہان یہ کہا کہ (پھر بیان کیا جاتا ہی کہ وہ حضرت عمرؓ کے زمانہ مین نکالا گیا تھا) کیونکہ صہیب رضی اللہ
عنہ خود صحابی ہین وہ اسطرح بیان کرتے کہ پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ مین وہ نکالا گیا تھا۔ پس یہ کلام عبدالرحمن بن ابی لیلی کا معلوم ہوتا ہی تو اوپر
بھی دوسرا احتمال یہ ہوا کہ راوی سے مراد وہی ہین اور مطلب یہ کہ عبدالرحمن بن ابی لیلی نے کہا کہ جب صہیبؓ یہ قصہ بیان کرتے تو دوسرا قصہ
بھی اسکے ساتھ بیان کیا کرتے تھے اور اس صورت مین آیت کے نزول کا بیان خود صہیبؓ کی تاویل ہوگی کیونکہ عفان عن حماد بن سلمہ کے
طریق سے یہی قصہ مذکور ہوا اسمین آیات کا ذکر نہین ہی اور واضح ہو کہ صہیب رضی اللہ عنہ اصل مین عرب ہین اور قبیلۂ نمر بن قاسط مین سے
ہین لیکن رومیون نے بچپن مین انکو گرفتار کر لیا تھا تو انھین کی زبان سیکھ گئے اور عربی زبان مین مثل عرب کے لب و لہجہ نہ تھا فافہم
ابن کثیرؒ نے لکھا کہ محمد بن اسحق تابعی نے کتاب السیرۃ مین اس قصہ کو دوسرے سیاق کے ساتھ وارد کیا ہی فقال حدثنی یزید بن زیاد
عن محمد بن کعب القرظی و قال حدثنی بعض اہل نجران عن اہل نجران ایضا۔ دونون طریق سے بیان یہ کہ نجران کے لوگ پہلے بت پرست
تھے اور نجران بڑا قریہ تھا اور اسکے نواح مین دیہات آباد تھے تو قریب کے ایک گانون مین ایک ساحر رہا کرتا تھا وہ نجران
والون کے لڑکون کو جادو سکھلایا کرتا تھا اور نجران والے اپنے لڑکون کو سحر سیکھنے اسکے پاس بھیجا کرتے تھے پھر جس گانون مین ساحر
رہتا تھا اسکے اور نجران کے بیچ مین ایک راہب اترا اور جنگل مین غار کے قریب اپنا خیمہ گاڑا اور وہب بن منبہؒ نے مجھسے بیان کیا
کہ اسکا نام فیمون تھا پھر تامر نے اپنے فرزند عبداللہ بن تامر کو نجرانی لڑکون کے ساتھ مین ساحر کے پاس سحر سیکھنے روانہ کیا یہ لڑکا جب راہب کے
خیمہ کے پاس گذرتا تو اسکی عبادت و نماز دیکھکر تعجب کرتا اور اسکو پسند آئی آخر عبداللہ بن تامر نے اسکے پاس بیٹھنا شروع کیا اور
اس سے باتین سنا کرتا تھا یہانتک کہ مسلمان ہوگیا اور اللہ تعالے کی وحدانیت پر عبادت کرنے لگا اور اس سے دین اسلام کے شرائع
دریافت کرتا تھا یہانتک کہ دین مین سمجھدار ہوگیا پھر اسنے راہب سے اللہ تعالے کا اسم اعظم دریافت کرنا شروع کیا اور راہب اسکو
جانتا تھا ولیکن راہب نے چھپایا اور کہا کہ ای فرزند تو اسکو برداشت نہین کر سکیگا تو کمزور ہے اور عبداللہ کا باپ تامر یہی جانتا تھا کہ میرا بیٹا
سحر سیکھنے جایا کرتا ہی جب عبداللہ نے دیکھا کہ راہب نے اسکو اسم اعظم نہین بتلایا تو اسنے بہت سے پیالے جمع کیے اور جہانتک اسکو اللہ تعالے
کے نام معلوم تھے اسنے ہر نام پاک کو ایک ایک پیالہ پر لکھا اور آگ روشن کرکے ہر پیالہ آگ مین ڈالا یہانتک کہ ایک پیالہ کی نوبت آئی
تو پیالہ نکل آیا اور اسکو آگ سے کچھ ضرر نہ پہونچا اسنے وہ پیالہ لے لیا اور راہب کے پاس حاضر ہوکر اس سے کہا کہ مین نے اسم اعظم جان لیا
اسنے پوچھا تو پیالے والا اسم پاک بیان کیا اسنے تعجب کیا اور کہا کہ تونے کیسے جانا اسنے پیالے کا قصہ بیان کیا راہب نے کہا کہ ای فرزند
بیشک تجھے معلوم ہوگیا ہے لیکن اپنے نفس کو روکے رہنا اور میرا گمان یہ ہی کہ تو نہین روک سکیگا۔ پھر عبداللہ بن التامر جب نجران

الٰہی جسطرح چاہے انکو مجھسے کفایت فرما۔ پس ایکبارگی پہاڑنے ہلاکر اُن لوگون کو زمین پر پٹک دیا اور وہ نوجوان لڑکا اُسی طرح تندرست چلا آیا اور بادشاہ کے پاس حاضر ہوا (مترجم کہتا ہو کہ سیاق قصہ دلالت کرتا ہو کہ یہ لڑکا بادشاہ کا بیٹا یا اُسکے خاندان سے تھا) بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ تیرے ساتھی کیا ہوئے اُسنے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے انکی بدی سے مجھے کفایت فرمائی۔ بادشاہ نے اسکو چند آدمیون کے ساتھ ایک کشتی مین بٹھلایا اور لوگون کو حکم دیا کہ جب تم لوگ سمندر کے بیچ مین پہونچو تو اگر یہ لڑکا اپنے دین سے پھر جاوے تو خیر نہین تو اسکو سمندر مین غرق کر دیجیو (مترجم کہتا ہو کہ شاید یہ وسیع بحیرہ تھا چارون طرف زمین تھی اور درمیان مین پانی عمیق تھا) وہ لوگ روانہ ہوے جب درمیان مین پہونچے تو لڑکے نے کہا کہ الٰہی جسطرح تو چاہے انکو مجھسے کفایت فرما۔ پس وہ لوگ سب غرق ہوے اور نوجوان لڑکا واپس آیا اور بادشاہ کے پاس داخل ہوا بادشاہ نے کہا کہ تیرے ساتھیون کا کیا انجام ہوا اُسنے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے انکی بدی سے کفایت فرمائی پھر اُسنے بادشاہ سے کہا کہ تو مجھے قتل نہین کر سکتا ہو جب تک تو اسطرح نہ کرے جسطرح مین تجھے بتلاؤن اگر تو نے میرے کہنے کے موافق کیا تو جان لے کہ تو نے مجھے قتل کیا ورنہ تو مجھے قتل کرنے پر قدرت نہین پاویگا بادشاہ نے کہا کہ وہ کیا تدبیر ہو نوجوان لڑکے نے کہا کہ تو ایک میدان مین لوگون کو جمع کر پھر مجھے سولی پر چڑھا کر میرے ترکش مین سے ایک تیر لے اور کمان مین رکھکر کہہ بسم اللہ رب الغلام (اللہ کے نام سے مارتا ہون جو اس لڑکے کا رب ہے) اگر تو نے ایسا کیا تو البتہ تو نے مجھے مار لیا بادشاہ مذکور نے (لاچار ہوکر) یہی کیا اور تیر لیکر کمان مین رکھکر کہا کہ بسم اللہ رب الغلام۔ یہ تیر اس لڑکے کی کنپٹی پر بیٹھا اور لڑکے نے وہان اپنا ہاتھ رکھ لیا اور مرگیا۔ لوگون نے کہنا شروع کیا کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ بادشاہ کو خبر پہونچائی گئی کہ تجھے کچھ معلوم ہوا کہ تو جس بات سے ڈرتا تھا وہی تجھپر نازل ہوئی قسم ہے کہ سب لوگ ایمان لائے بادشاہ نے حکم دیا کہ ہر کوچہ کے دہانہ پر خندقین کھودی گئین اور آگ سے بھری گئین اور بادشاہ مذکور نے حکم دیا کہ جو کوئی اپنے دین سے پھر جاوے تو اُسکو چھوڑ دو اور اگر نہ پھرے تو اُسکو آگ مین ڈال دو پس اہل ایمان تیزی سے آگ مین گرتے اور ایک دوسرے کو ہٹاتے تھے پھر ایک عورت اپنا لڑکا دودھ پیتا لیے ہوے آئی اور وہ آگ مین گرنے سے ٹھٹکی تو لڑکے نے کہا کہ اے مان صبر کر تو حق پر ہو۔ ھ۔ اسیطرح اس حدیث کو امام مسلم نے آخر صحیح مین ہدبۃ بن خالد عن حماد بن سلمہ روایت کیا اور نسائی نے احمد بن سلیمان عن عفان عن حماد روایت کیا اور امام ترمذیؒ نے اسکو محمود بن غیلان وعبد بن حمید عن عبد الرزاق عن معمر عن ثابت البنانی رح روایت کیا اور اسمین اسطرح ہو کہ صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز عصر سے فارغ ہوتے تو آہستہ لب مبارک ہلاتے آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ پیغمبرون مین سے ایک پیغمبر کو اپنی امت اچھی معلوم ہوتی تھی اُسنے (جی مین) کہا کہ ان لوگون کے مقابلہ مین کون کھڑا ہوگا پس اللہ تعالےٰ نے اسکو وحی فرمائی کہ ان لوگون کو آگاہ کر دے کہ یہ دو باتون مین سے ایک بات اختیار کرین یا تو مین انسے انتقام لون یا ان پر ان کے دشمن کو مسلط کرون تو انھون نے بلاے نقمت اختیار کی پس اللہ تعالےٰ نے ان پر موت مسلط کی تو ان مین سے ایک دن مین ستر ہزار مرگئے راوی نے کہا کہ جب وہ یہ بات بیان فرماتے تو ساتھ ہی دوسری بات بھی بیان کرتے کہ ایک بادشاہ تھا اور بادشاہ کا ایک کاہن تھا جو اُسکو غیب کی خبرین بتلایا کرتا تھا پس کاہن نے کہا کہ غور سے تلاش کرکے ایک لڑکا سمجھدار ہوشیار سیکھنے والا لاؤ تاکہ مین اُسکو اپنا یہ علم سکھلادون پھر آخر تک قصہ مذکور ذکر کیا اور آخر مین ہو کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے قتل اصحاب الاخدود تا قولہ العزیز الحمید۔ اور کہا کہ وہ لڑکا دفن کر دیا گیا پھر بیان کیا جاتا ہو کہ وہ حضرت عمر رضؓ کے زمانہ مین نکالا گیا تھا اور اُسکی اُنگلی اسیطرح اُسکی کنپٹی پر رکھی تھی جسطرح اُسنے قتل ہونے کے وقت رکھ لی تھی۔ ھ۔ ترمذی رح نے بعد روایت کے کہا کہ یہ حدیث

مین اُسکو سحر سکھلا دون بادشاہ نے اُسکو ایک لڑکا دیا اُسکو ساحر مذکور ہر روز جادو سکھلایا کرتا تھا جب بادشاہ کے یہان سے
ساحر کے یہان جاتا تو راہ مین ایک نصرانی راہب رہتا تھا یعنے ایک فقیر جو حضرت عیسی علیہ السلام کے سچے دین توحید پر قائم
ایک روز یہ لڑکا اس راہب کے پاس گیا اور اُسکی باتین سنکر خوش ہوا اور یہ باتین اُسکو بہت پسند آئین یعنے ہر روز جاتے اور
آتے وہ راہب کی خدمت مین بیٹھتا تھا اور جب وہ ساحر کے پاس دیر کو پہونچتا تو ساحر اسکو سزا دیتا کہ تو کہان بیٹھ رہا تھا اور
جب گھر مین دیر کو آتا تو گھر والے مارتے تھے کہ کہان بیٹھ رہتا ہی - طفل مذکور نے راہب سے یہ شکوہ کیا کہ مین اس مصیبت مین
ہون راہب نے کہا کہ جب ساحر تجھ پر خفا ہو کر مارنا چاہے تو اُس سے کہنا کہ میرے لوگون نے مجھے روک لیا تھا اور جب گھر والے
مارنا چاہین تو کہیو کہ ساحر نے مجھے روک لیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ ایک روز اتفاق سے اُسنے راستہ مین
دیکھا کہ عظیم ہولناک درندہ نے راہ روکی ہی لوگ راستہ چلنے سے معذور ہین طفل مذکور نے دل مین کہا کہ آج مجھے یہ بات کھل جائیگی
کہ اللہ تعالے کے نزدیک ساحر کا معاملہ پسند ہی یا راہب کا معاملہ پسند ہی پس اُسنے ایک پتھر لیکر کہا کہ الٰہی اگر تیرے نزدیک راہب کا
معاملہ اس جادوگر کے معاملہ سے بہتر اور پسندیدہ ہو تو اس درندہ کو قتل کر دے تا کہ لوگ گزر سکین اور یہ کہکر پتھر پھینک مارا اور یہ عظیم مہیب
درندہ اس ڈھیلے سے مر گیا اور لوگ راستہ چلنے لگے - پھر اُسنے راہب کو اس معاملہ سے آگاہ کیا راہب نے کہا کہ اے فرزند آج تو مجھسے
افضل ہی ولیکن عنقریب تو امتحان مین ڈالا جاویگا پس اگر تو امتحان مین پڑے تو میرا پتہ نہ بتلائیو پھر یہ لڑکا اندھے کوڑھی وغیرہ بیمارونکو
اچھا کیا کرتا اللہ تعالے اسکی کرامت ظاہر کرنے کے لیے انکو شفا دیتا تھا - بادشاہ کا ایک ندیم بھی اندھا تھا جب ندیم نے سنا تو اس
لڑکے کے پاس آیا اور بہت زر و جواہر ہدیہ لایا اور درخواست کی کہ مجھے بھی اچھا کر دے اور یہ سب جو کچھ حاضر ہے تیری نذر ہے لڑکے
نے کہا کہ مین کسیکو اچھا نہین کر سکتا ہون بلکہ اللہ عز وجل اچھا کرتا ہی پس اگر تو ایمان لاوے تو مین اللہ تعالے سے دعا کرون وہ تجھے شفا دیدے
وہ ندیم ایمان لایا اور لڑکے کی دعا پر اللہ تعالے نے اُسکی آنکھین روشن کر دین پھر ندیم مذکور اپنے دستور کے موافق بادشاہ کی مجلس مین اپنے
قرینے پر بیٹھا - بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ اے فلان یہ تیری آنکھین کیونکر دوبارہ بینا ہو گئین اُسنے کہا کہ میرے رب نے روشن کر دین
بادشاہ بولا کہ تیری یہ مراد ہی کہ مین نے اچھی کر دین اُسنے کہا کہ نہین بلکہ میرا اور تیرا رب اللہ تعالے ہے بادشاہ بولا کہ تیرا کوئی رب میرے
سوائے ہے اُسنے کہا کہ ہان وہی میرا اور تیرا رب ہی وہ اللہ تعالے ہی بادشاہ نے جلکر اسکو عذاب کرنا شروع کیا اور یہانتک اُسکو
عذاب کیا کہ آخر اُسنے نوجوان مذکور کا پتہ بتلا دیا اور بادشاہ نے نوجوان لڑکے کو بلایا اور پیار سے کہا کہ اے فرزند تیرا جادو یہانتک کامل
ہو گیا کہ مادرزاد اندھے و کوڑھی کو اچھا کر لیتا ہی اور ایسی سخت بیماریون کو چنگا کر دیتا ہی نوجوان لڑکے نے کہا کہ مین تو کسی کو اچھا نہین
کر سکتا ہون فقط اللہ تعالے ہی شفا دینے والا ہی بادشاہ نے کہا کہ وہ مین ہون اُسنے کہا کہ نہین - بادشاہ نے کہا کہ پھر کیا میرے سوائے
کوئی تیرا رب ہی اُسنے کہا کہ میرا اور تیرا رب اللہ تعالے ہے - بادشاہ نے اُسکو بھی گرفتار کر کے عذاب کرنا شروع کیا آخر اُسنے راہب کا پتہ
بتلا دیا بادشاہ نے راہب کو گرفتار کر کے بلایا اور اُس سے کہا کہ اپنے دین سے پھر جا - راہب نے انکار کیا تو بادشاہ نے آرہ سے چیر کر
اُسکے دو ٹکڑے کر دیے اور اندھے سے کہا کہ اپنے دین سے پھر جا اُسنے بھی انکار کیا اور بادشاہ نے اسکے بیچ سر پر آرہ رکھوا کر چیر کر دو ٹکڑے
کر دیے پھر نوجوان مذکور سے کہا کہ اس دین سے پھر جا - اُسنے انکار کیا تو بادشاہ نے اُسکو چند آدمیون کے ساتھ بلند پہاڑ پر بھیجا کہ جب تم چوٹی
پر پہونچو تو اگر یہ اپنے دین سے پھر جاوے تو خیر نہین تو اسکو پہاڑ سے گرا دینا - جب یہ لوگ پہاڑ پر چڑھے تو اُس نوجوان نے دعا کی کہ

آخرت میں جاکر ہر ایک اپنے مقام میں ہوگا چنانچہ یہ مومنین اعلیٰ درجات جنت میں ہونگے اور یہ کفار سرکش جہنم کی آگ میں جلتے بلتے ذلیل خوار ہونگے اور اللہ تعالےٰ کے حضور میں ہر چیز حاضر ہے ایک ذرہ اُسپر پوشیدہ نہیں ہے امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ یہ لوگ اہل فارس ہیں اُنکے بادشاہ نے چاہا کہ جو عورتیں حرام ہیں اُنکے ساتھ نکاح حلال کرے تو علماءؒ نے انکار کیا پس اُسنے خندقیں کھدواکر آگ بھروائی اور حکم دیا کہ جو کوئی اُنہیں سے منحرف ہوا اُسکو جلادو اور اُس زمانہ سے ابتک اُنہیں حرام عورتوں (مانند بہن وبیٹی وغیرہ) سے ابتک نکاح چلا آتا ہے (ابن کثیرؒ) خطیب رحمہ اللہ تعالےٰ نے اس روایت کو اسطرح لکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فارس والے آسمانی کتاب رکھتے تھے اور اسی پر عمل کرتے تھے اور شراب اُنکے واسطے حلال رکھی گئی تھی پس اُنکے بادشاہ نے شراب پی اور بدمستی میں اپنی بہن سے وطی کرلی جب اُسکو ہوش ہوا تو سخت نادم ہوا اور اُس عورت نے کہا کہ اسکا علاج یہ ہے کہ تو لوگوں کو جمع کرکے سنادے کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے لیے بہن سے نکاح کرنا حلال کیا ہے پھر ایک مدت کے بعد اُسنے کہنا کہ اللہ تعالےٰ نے بہن سے نکاح حرام کردیا پس اُسنے یہی کیا تو لوگوں نے بادشاہ کا قول قبول نہ کیا عورت نے کہا کہ کوڑے سے کام لے اُسنے انکار کرنے والوں کو مارا مگر کچھ فائدہ نہوا اُس عورت نے رائے دی تو خندقیں کھود کر آگ سے بھری گئیں اور جسنے انکار کیا وہ آگ میں ڈالا گیا (السراج) مترجم کہتا ہے کہ اہل فارس کی تاریخ صحیح طور سے ہرگز نہیں مل سکتی ہے کیونکہ اُن میں تواریخ کا دستور نہ تھا جیسے ہندوستان میں نہ تھا بلکہ کسی قوم میں تواریخ کا دستور نہ تھا اور جب اسلام پھیلا اُسوقت سے سب قوموں نے مسلمانوں سے تاریخ کا طریقہ سیکھا حتیٰ کہ جب فارس کے آخری بادشاہ یزدگرد نے دیکھا کہ فارس کی آگ بجھی اور بدکار مجوسی برباد ہونگے تو اُسنے بیہودہ حکایات کا ذخیرہ جمع کردیا اور دیو سے لڑائی باندھی تو محض جہل ہے اور فردوسی نے شاعری کے لحاظ سے اشعار نظم کیے ہیں اور تاریخی حالات کو معتبر نہیں جانتا ہے چنانچہ اُسنے اپنے قصۂ یوسف زلیخا میں لکھا کہ ؎ دوصد زان نیرزد بیک مشت خاک ہے یعنی اُسمیں سے دو سو واقعات ایک مٹھی خاک کے برابر نہیں ہیں پس خلاصہ یہ کہ ابتدائے حال میں پیغمبری دین ہوگا پھر جب وہ لوگ بگڑے تو انھوں نے آگ کی پرستش اختیار کی اور دو قسم کے خدا مانے ایک کا نام ایزد رکھا اور دوسرے کا نام اہرمن رکھا اور جب سے آگ کی پوجا نکالی اُس سے پہلے شاید یہ قصہ ہوا ہو کہ بادشاہ نے مستی میں اپنی بہن کے ساتھ وطی کی جس پر عاشق تھا اور شاید وہ حاملہ ہوگئی پس اُسنے یہ حیلہ نکالا حتیٰ کہ بہن وبیٹی وغیرہ سے نکاح جائز کیا اور آگ کی پوجا نکالی اور دین بگاڑ دیا واللہ تعالےٰ اعلم۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت علی رضؓ سے دوسری روایت یہ ہے کہ اصحاب الاخدود ایک قوم یمن میں تھی اُنہیں ایک فریق مسلمان ہوگیا اور مومنوں ومنکروں میں لڑائی ہوئی اور مومنوں نے غلبہ پایا پھر دوسری دفعہ باہم لڑائی ہوئی اور کافروں نے غلبہ پایا اور مومنوں کے واسطے خندقیں کھود کر آگ سے بھریں اور مومنوں کو ان میں جلادیا۔ حضرت علی رضؓ سے تیسری روایت یہ کہ اصحاب الاخدود حبشہ میں تھے۔ عوفیؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ اصحاب الاخدود کچھ لوگ بنی اسرائیل میں سے تھے انھوں نے خندقیں کھود کر انمیں آگ جلائی اور کچھ مرد وعورتوں کو آگ پر پیش کیا اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ دانیال علیہ السلام وانکے اصحاب تھے۔ یہی ضحاک بن مزاحم تابعی نے بیان کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ روایت بہت مبہم ومجمل ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔ قال الامام احمد حدثنا عن عفان عن حماد بن سلمہ عن ثابت عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن صہیبؓ الخ یعنے صہیب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ تم لوگوں سے پہلے جو امت گذری اُسمیں ایک بادشاہ تھا اور اُسکا ایک جادوگر تھا جب جادوگر بوڑھا ہوگیا تو اُسنے بادشاہ سے کہا کہ اب میرا سن زیادہ ہوگیا میں بوڑھا ہوگیا اور موت کا زمانہ قریب آگیا مجھے کوئی ہوشیار لڑکا دیدے کہ

اُن کافرون نے بکثرت لکڑیان بھر کر جلائین اسیواسطے (ذات الوقود) سے اُسکی صفت بیان کی جس سے معلوم ہو کہ یہ آگ بہت تیز تھی۔
اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ۔ جبکہ اخدود والے آگ پر بیٹھے تھے ف اگر مشہور قصہ کے موافق یہان اخدود والے قاتل تھے تو یہ (اذ)
انکے ملعون ہونیکا وقت ہے یعنے اصحاب الاخدود ملعون ہوے جب وہ لوگ اخدود کے کنارے کرسیون پر تکبر کے ساتھ بیٹھے تھے۔ وَّ
هُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ۔ اور وہ لوگ جو کچھ مومنون کے ساتھ کرتے تھے اسپر حاضر تھے ف آنکھون کے
روبرو مومنون کے ساتھ جلانے کا عذاب کرتے تھے اور کچھ بھی ترس نہین کھاتے تھے۔ بعض نے کہا کہ ظالم بادشاہ تاکید کرتا تھا اور اسکے
سپاہی برابر گواہی دیتے کہ حکم شاہی کے موافق برابر عمل کیا گیا اور جس نے اللہ تعالے پر ایمان نچھوڑا اُسکو اخدود مین ڈال کر جلا دیا گیا۔ ایک
روایت کے موافق جسمین اخدود والے جلائے گئے ہین یہ معنے ہوے کہ جب اخدود والے آگ کے کنارے بیٹھے تھے اور مومنون کے
ساتھ سخت بے رحمی کرتے تھے کہ جو اللہ تعالے پر ایمان لانے سے نہ پھرے اُسکو آگ مین جلاوینگے اور مومنین بیچارے صبر کی باہم وصیت
کرتے تھے اُس وقت مین اصحاب الاخدود قتل کیے گئے اسطرح کہ انھون نے مومنون کو آگ مین ڈالا اور آگ نے اُلٹ کے اخدود والون
کو جلا دیا اور فتح البیان مین مذکور ہے کہ زجاج نے کہا کہ اللہ تعالے نے ایک قوم کے حال سے آگاہ کیا کہ اُنکے ایمان کا نور اس حد تک
ہو پہونچا تھا کہ ایمان حق کے پیچھے اُنھون نے اللہ تعالے کے واسطے آگ مین جل جانا منظور کیا اور اسمین مومنون کو ہمت دلائی کہ کافرون
کی ایذا پر صبر کرین روایت ہے کہ اللہ تعالے نے ان مومنون کو جو آگ مین ڈالے گئے تھے اسطرح نجات دی کہ آگ مین جلنے سے پہلے
اُنکی ارواح قبض فرمائین اور آگ نے نکلکر اُن لوگون پر احاطہ کر لیا جو اخدود کے کنارے بیٹھے تھے اور انکو جلا کر خاک کر دیا اور جسم کی
آگ سے ملا دیا اور کہتے ہین کہ دس یا گیارہ آدمی خوف سے ایمان سے پھر گئے تھے۔ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا
بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۔ اور نہین دشمنی رکھی کافرون نے مومنون سے مگر یہی بات کہ وہ ایمان لائے اللہ تعالے پر جو عزیز حمید ہے
ف یعنے کافرون نے جو مومنون کو اخدود کی آگ مین دشمنی کے ساتھ جلایا تو مومنون نے انکا کچھ گناہ نہین کیا تھا جس سے دشمنی ہو سوائے
اس بات کے کہ مومنین اپنے اللہ تعالے پر ایمان لائے جو عزیز ہے اُسکی بارگاہ عزت مین پناہ لے جانے والا پناہ مین ہے اور وہ حمید ہے
یعنے ہر قول و فعل و تقدیر و شرع مین تعریف کیا گیا ہے۔ العزیز الحمید سے آگاہ کیا کہ ہرگز یہ خیال نہو کہ اُسکے یہ بندے جنکو کافرون
نے جلایا تھا اُسکی پناہ مین نہ تھے یا کیون جلائے گئے بلکہ یہ اُسکی شان حمید ہے کہ اُسنے اپنے قبضۂ قدرت مین ان بندون کے دل
ایسے مستحکم رکھے کہ انھون نے دنیا سے کوچ کیا اور آخرت کے تخت عزت پر سرفرازی کے ساتھ بیٹھے اور اگر وہ لوگ پناہ مانگتے
تو اللہ تعالے انکو پناہ دیتا و لیکن اسمین ایسے اسرار عظیمہ ہین کہ مخلوق ناچیز کی مجال نہین کہ وہان تک پہونچے اَلَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۔ وہی اللہ تعالے ہے جسکے واسطے آسمانون و زمین
کی بادشاہت ہے اور اللہ تعالے ہر چیز پر حاضر ہے ف پس معلوم ہے کہ دنیا مین جو جسم کہ آنکھون سے نظر آتا ہے کہ کافرون نے
مثلاً مومنون پر تسلط پاکر اُن کو جلایا تو یہ محل امتحان ہے اور درحقیقت کافرون کی بدبختی تھی کہ انکو یہ کمائی نصیب ہوئی کہ جو لوگ اللہ تعالے
وحدہ لاشریک پر ایمان لائے تھے انکو فقط اس ایمان کی وجہ سے آگ مین جلایا اور ان مومنون کے واسطے یہ کرامت نصیب ہوئی
کہ اللہ تعالے کے واسطے اپنی جان اسطرح قربان کی اور موت لامحالہ مقدر ہے تو آخر یہان سے جانا ضرور ہے اور دار آخرت ہی گھر ہے پس
سب نے اپنی اپنی کمائی کا ذخیرہ یہان سے لیا اور بادشاہت اللہ تعالے ہی کے واسطے ہے ہر ایک کو اُسکی کمائی دیتا ہے اور یہان سے

(والشمس وضحٰها) کا جواب (قد افلح من زکٰها) واقع ہوا ہی (کبیر) اور یہی فراءؒ کا قول ہی یہ اس وقت ہو سکتا ہی کہ قولہ قتل اصحاب الاخدود جملہ
خبریہ ہو لیکن واحدیؒ نے کہا کہ جمیع مفسرین کے نزدیک یہ جملہ دعائیہ ہی یعنے اخدود والون پر بددعا ہی اور ایسا جملہ قسم کا جواب نہین
ہو سکتا ورنہ معنے یہ ہون کہ قسم ہی آسمان ذات بروج اور یوم الموعود و شاہد و مشہود کی کہ مارے جاوین اخدود والے یہ ٹھیک نہین ہو سکتا
(س ف) وجہ دوم یہ کہ۔ ان بطش ربک الخ جواب ہی یہ زجاجؒ نے ذکر کیا اور یہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور قتادہؒ سے مروی ہے
(وجہ سوم) یہ کہ ان الذین فتنوا المؤمنین الخ) جواب قسم ہی اور درمیان مین جملہ معترضہ ہین (کبیر) اعتراض کیا گیا کہ واللہ قام زید نہین بولتے ہین
(وجہ چہارم) وہ ہی جو جماعت متقدمین نے کہا کہ قسم کا جواب محذوف ہی اور اسی کو زمخشریؒ نے کشاف مین اختیار کیا ہی ولیکن فرق یہ ہے کہ
متقدمینؒ نے فرمایا کہ محذوف یہ ہی (ان الامر حق فی الجزاء) یعنے قسم ہے کہ اعمال کا بدلا ملنا برحق ہی زمخشریؒ نے کہا کہ بلکہ (ان کفار قریش
ملعونون) یعنے قسم کہ کفار قریش ملعون ہین جیسے اخدود والے ملعون ہوے یہ اسلیے کہ اس سورہ مین مومنون کو مضبوطی دلائی گئی کہ اسطرح
ایمان پر مضبوط رہین جیسے سابق زمانہ مین مومنین نے صبر کیا تھا اور کفار قریش اسی لائق ہین کہ اُنکے حق مین لعنت کہی جاوے جیسے
اخدود والے ملعون کیے گئے (کبیر) مترجم کہتا ہی کہ اصحاب الاخدود کے قصہ مین کئی طرح سے روایت ہی ازانجملہ ایک یہ ہی کہ وہ لوگ مومنون کو
ایمان سے پھیرتے تھے اور اسکے واسطے انھون نے ہر محلہ مین اخدود کھدوائی تھین اخدود بلفظ واحد ہی اسکی جمع اخادید ہی لیکن یہان جمع
کے معنے مراد ہین اور کہتے ہین اخدود چالیس گز لنبی اور بارہ ہاتھ چوڑی تھی پھر اسمین آگ جلائی اور مومنون و مومنات سے کہا کہ دین سے
پھر جاوٗ ورنہ آگ مین جلا دینگے پھر اللہ تعالےٰ نے مومنین و مومنات کو نجات دی اور کفار ہی اُن اخدود مین جلائے گئے تو اس
صورت مین یہ ہو سکتا ہی کہ (قتل اصحاب الاخدود) جواب ہو کیونکہ یہ خبر ہے اور یہ ان کافرون کو اپنے قبیح اعمال کا عوض ملا۔ بعض زمخشریؒ
نے جو یہ نکالا کہ کفار مکہ ملعون ہوے اس سے وہ کفار مراد ہو سکتے ہین جو کبھی ایمان نہین لائے اسلیے کہ جو آیندہ دس برس یا زیادہ کے اندر
مسلمان ہو گئے وہ ملعون نہین ہوے اور لعنت الٰہی سخت چیز ہے کہ رحمت سے بالکل محرومی ہی۔ اگرچہ زمخشری کے نزدیک انسان جیسا کرے
ویسا ہو جاوے اور یہ باطل خیال ہی بلکہ علم الٰہی مین ہر ایک کا حال معلوم و مقدر ہی فافہم۔ اور رازیؒ نے لکھا کہ اصحاب الاخدود شاید قتل
کرنے والے ہون اور شاید مراد مقتول ہون اور مشہور روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ مقتولین مومنین تھے اور اصحاب الاخدود قاتل تھے
اور یہ بھی روایت آئی ہی کہ ظالم کفار مقتول ہوے ہین کیونکہ جب انھون نے مومنون کو آگ مین ڈالا تو آگ الٹ کر کافرون پر آگئی اور
اُسنے کافرون کو جلا دیا اور مومنین صحیح سالم بچ گئے اور یہی ربیع بن انس اور واقدی کا قول ہی بدلیل اسکے کہ اللہ تعالےٰ نے انکے حق مین فرمایا
فلہم عذاب جہنم ولہم عذاب الحریق۔ انکے واسطے عذاب جہنم ہے اور انکے واسطے جل مرنے کا عذاب ہی۔ ھ۔ یعنے کفار جنھون نے مومنین و
مومنات کو دین کے فتنہ مین ڈالا تو آخرت مین انکے لیے عذاب جہنم ہی اور دنیا مین اخدود کی آگ مین جل مرے۔ بالجملہ اگر اصحاب الاخدود
یہان قاتل ہین تو دو طرح سے تفسیر کی گئی (اول) قتل اصحاب الاخدود۔ اخدود والے قاتلون پر بددعا ہی یعنے اصحاب اخدود پر لعنت ہو جیسے
قولہ تعالیٰ قتل الانسان ما اکفرہ۔ مین بیان ہوا (دوم) یہ کہ جملہ خبریہ ہو یعنے اصحاب الاخدود مارے گئے۔ یعنے آگ نے انھین کو جلا دیا۔ اور
اگر اصحاب الاخدود سے وہ لوگ مراد ہین جو اخدود سے مارے گئے یعنے وہ مومنین جو اپنے دین کی حفاظت مین اخدود مین مارے
گئے تو یہ جملہ خبریہ ہے یعنے بہت اچھے یقین والے تھے وہ مومنین و مومنات جو اخدود مین جلا کر مار ڈالے گئے اور دین حق سے منحرف
نہین ہوے (تفسیر کبیر) النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ۔ آگ بہت جلتی بلتی ف النار بدل اشتمال ہی اخدود سے کیونکہ اخدود مین

ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک عظیم الشان گواہ لادینگے - ھ - پس ہر ایک پیغمبر اپنی امت کے اسلام لانے والون پر گواہی دیگا جب تک وہ زندہ تھا اور جن لوگون نے پیغمبر سے کفر کیا اُن پر بھی کفر کرنے کی گواہی دیگا - پھر کافرون کے انکار پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب گواہی دینگے **تاویل چہارم** یہ کہ تمام مخلوقات گواہ ہے اور مشہود اللہ تعالے کی وحدانیت ہے رازی رح نے کہا کہ یہ تاویل مین نے متکلمین کے قول سے نکالی ہے اور یہ شاہد سے غائب پر استدلال ہے اور اس صورت مین قسم تمام مخلوقات پر اور خالق عزوجل کی ایجاد پر واقع ہوئی مترجم کہتا ہے کہ رازی رح کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالے کی وحدانیت پر اُسکی مخلوقات شاہد ہے کیونکہ یہ سب اُسکی خدائی کی قدرت عظیم کی دلیلین ہین **تاویل پنجم** یہ کہ شاہد فرشتہ ہے اور مشہود وہ مخلوق جسپر گواہ ہے لقولہ تعالے وجاءت کل نفس معہا سائق وشہید - یعنے قیامت کے روز ہر نفس اسطرح لایا جائیگا کہ اُسکے ساتھ ہانک لانے والا اور گواہ ہوگا - ھ - پس فرشتہ اُسپر گواہی دیگا کہ یہ شخص مثلاً منکر تھا اور اسطرح کے بد اعمال کیا کرتا تھا **تاویل ششم** عطاء خراسانی سے روایت ہے کہ شاہد ہر شخص کے اعضا ہین جو اُسپر اُسکے اعمال کی گواہی دینگے - پھر واضح ہو کہ رازی رح نے روایات کی بنیاد پر اقوال بیان کیے اور کہا کہ یہ اقوال بطریق استدلال نہین بلکہ بر بناے روایات ہین (۱) شاہد روز جمعہ اور مشہود یوم عرفہ ہے اور کہا کہ یہ ابوموسی اشعری رض نے روایت کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ ابو مالک الاشعری کہنا چاہیے اور کہا کہ یہ قول بہت سے علماء سلف سے منقول ہے (۲) شاہد یوم عرفہ ہے اور مشہود یوم النحر ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالی نے ان دونون ایام کی تعظیم ظاہر فرمائی اور انکو ایام حج کے ارکان مین سے قرار دیا ہے پس جو کوئی ان دونون دن مین حاضر ہوا اُسکے لیے یہ گواہی دینگے کہ یہ بندۂ مومن ہے اور اللہ تعا کی رحمت کے لائق ہے اور روایت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے ذبح فرمائے اور ایک مینڈھے کی قربانی کے وقت فرمایا کہ یہ مینڈھا اُس امتی کی طرف سے ہے جسنے ایمان کے ساتھ میرے واسطے گواہی دی کہ مین نے پیغام حق تعالے تجھ تک پہونچا دیا (۳) شاہد عیسی ہین (۴) شاہد اللہ تعالے ہے مشہود روز قیامت ہے لقولہ تعالے ثم لنقصن علیہم الآیہ یعنے کافرون نے جو کچھ انکاری جواب دیا اور جسطرح منھ موڑا ہے ہم سب کہہ سنا دینگے اپنے علم کے ساتھ اور ہم کہین غائب نہین تھے - ھ (۵) شاہد انسان ہے اور مشہود توحید ہے کیونکہ ازل مین سب نے گواہی دی تھی کہ تو ہمارا پروردگار ہے (۶) شاہد انسان ہے کیونکہ یہ توحید کے گواہ ہوے تھے اور مشہود روز قیامت ہے کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا ان تقولوا یوم القیامۃ انا کنا عن ہذا الخ - یعنے ایسا نہو کہ تم لوگ قیامت کے روز کہو کہ ہم تو اس سے غافل تھے (ملخص تفسیر کبیر) اس بیان سے معلوم ہوا کہ شاہد و مشہود ہونے کے وجوہ ہین اور ازل سے لیکر آخر تک اسکی صورتین نکلتی ہین لیکن مختار بمقام تفسیر وہ قول ہے جو اکثر سلف صالحین سے مروی ہے یعنے شاہد روز جمعہ ہے اور مشہود روز عرفہ ہے - **قُتِلَ أَصْحٰبُ الْأُخْدُودِ** - مارے جاوین خندقون والے **ف** یعنے ملعون ہون یہ جملہ بد دعا ہے اور اللہ تعالے نے اسکو عرب کے محاورہ پر بیان فرمایا اور انسان کی حالت پر نہین بیان کیا تاکہ یہ سوال ہو کہ بد دعا تو مظلوم کی طرف سے ہوتی ہے جو بدلا نہین لے سکتا ہے (جواب) اللہ تعالے نے احذود والون کا انجام بیان فرمایا اور خلاصہ یہ ہے کہ بارہا بیان کیا گیا کہ اللہ تعالے نے دنیا مین کسی کو مقہور نہ کیا بلکہ ہر ایک کو اُسکی کمائی پر چھوڑ دیا چنانچہ احذود والون نے مومنون پر غلبہ کر کے انکو آگ مین جلایا اور ان مومنون نے آخرت کا یقین کر کے دنیاوی ایذاء پر صبر کیا پس اللہ تعالے آگاہ فرماتا ہے کہ احذود والے ملعون ہوے کیونکہ یہ سخت بد دعا ہے اور اللہ تعالے کی طرف سے جس مردود کے حق مین یہ بد دعا ہو وہ سخت لعنت مین گرفتار ہوا رازی رح نے لکھا کہ یہان یہ بات جاننا ضرور ہے کہ اوپر قسم مذکور ہے اُسکے بعد یہ آیت ہے تو جواب قسم کیونکر ہے علماء رح نے اسمین وجوہ بیان کئے ہین (اول) اخفش رح وغیرہ نے کہا کہ یہی جواب ہے اور (لقد) محذوف ہے جیسے

ہوکر ذکر خطبہ سنتے ہین یہ خاصیت کسی روز نہین سوائے یوم جمعہ کے تو وہ یوم مشہود ہی **تاویل سوم** مشہود یوم عرفہ ہی اور شاہد
وہ حاجی جو وہان مجمع عظیم مین حاضر ہوتے ہین **اقول** یہ نمونہ حشر ہے تو قسم سے اُسکی تعظیم ظاہر ہے روایت ہی کہ عرفہ کے روز اللہ تعالی
اپنے حاجی بندون سے ملائکہ پر فخر فرماتا ہی اور ملائکہ سے کہتا ہی کہ دیکھو یہ میرے بندے پراگندہ بال گردآلو وہ دور دور سے حاضر ہوے
ہین میری مغفرت مانگتے ہین تم گواہ رہو کہ مین نے انکو بخش دیا اُس روز ابلیس اپنے سر پر خاک ڈالتا ہی اور واے ویلا کر کے چلاتا ہی۔ یوم عرفہ
مشہود ہونا ظاہر ہے بحکم قولہ تعالے لیشہدوا منافع لہم۔ تاکہ یہ لوگ اپنے منافع مین حاضر ہون یعنے یہ لوگ شاہد ہوے اور دن مشہود
ہوا **تاویل چہارم** مشہود یوم النحر ہے یعنے ذی الحجہ کی دسوین تاریخ جب حاجی لوگ نفس کی قربانیون کا فدیہ دیتے ہین اور دنیا
مین یہ مشہد بھی اعظم ہے کیونکہ اس روز مشرق و مغرب کے لوگ منیٰ و مزدلفہ مین حاضر ہوتے ہین اور دولت لازوال و کرامت حضرت
ذوالجلال سے مالامال ہوتے ہین تو یہ عید کا دن ہی اور قسم سے امر حج کی بزرگی ظاہر ہی **تاویل پنجم** آیت مین روز جمعہ و یوم عرفہ و
یوم النحر سب مراد ہین کیونکہ یہ ایام عظام جہت بزرگ ہین اسیواسطے (شاہد و مشہود) نکرہ لائے گئے ہین تو ہر ایسی صورت کو شامل ہین
جسمین یہ صفت موجود ہو جیسے اللہ تعالے نے بقولہ تعالے والفجر ولیال عشر والشفع والوتر مین سب کی قسم شامل ہی اور شاید کہ آیت
مین ہر ایک بڑا دن شامل ہی اور قیامت کا دن بھی داخل ہی **اقول** بڑا دن اہل دنیا کے نزدیک وہ ہی جسمین انھون نے باطل طریقے سے
لہو و لعب و فسق و فجور مقرر کیا ہی اور اہل عقل و ارباب معرفت کے نزدیک حقیقت مین وہ بڑا دن ہی جس دن انکو اپنے رب عزوجل کی
طرف سے رحمت و مغفرت و رضوان زیادہ حاصل ہو جیسے روز جمعہ یا عرفہ ہی اور سب سے زیادہ رحمت کا ظہور اُن کے لیے قیامت کے روز ہوگا
یہ سب تاویلات اس معنی مین تھین کہ شاہد بمعنے حاضر ہو۔ رہا بیان معنی دیگر جبکہ شاہد کے معنے گواہ ہون اس صورت مین بھی وجوہ روایت
کیے گئے ہین **تاویل اول** شاہد اللہ تعالے ہے یعنے اللہ تعالے خود اپنی وحدانیت کی گواہی دیتا ہی بقولہ تعالے شہد اللہ انہ لا الہ
الا ہو الآیہ۔ یعنے اللہ تعالے نے گواہی دی کہ اُسکے سوا کوئی الوہیت والا نہین ہی اور ملائکہ و اہل علم نے گواہی دی۔ ھ۔ اور سوا
اسکے دیگر آیات ہین اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ قل ای شیٔ اکبر شہادۃ الآیہ۔ یعنے ای محمد کہدے کہ گواہی مین سب سے بڑھکر بزرگ کیا چیز ہے
تو کہدے کہ وہ اللہ تعالے ہے۔ ھ۔ مشہود یعنے جس چیز کی گواہی دی وہ اللہ تعالے کی وحدانیت الوہیت ہی اور اسی مین نبوت بھی
داخل ہی بقولہ تعالے قل کفی باللہ شہیدا بینی و بینکم الآیہ۔ یعنے میرے اور تمھارے درمیان گواہی کو اللہ تعالے کافی ہی۔ ھ۔ **تاویل دوم**
شاہد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور مشہود دیگر انبیاء علیہم السلام ہین **مترجم** کہتا ہے کہ اولی یہ تھا کہ مشہود یہ امر قرار دیا جاتا کہ جمیع انبیا
نے پیغام الٰہی اپنی اپنی امت کو پہونچا دیا اسلیے کہ اس صورت مین (مشہود) یہ امر ہوا اور اگر انبیاء علیہم السلام کے واسطے گواہی ہو تو
(مشہود لہم) ہوے یعنے (لہم) محذوف ماننا لازم ہی اور روایت مین بھی آیا ہی کہ کفار قیامت مین دعوی کرینگے کہ اے رب کسی نے ہمکو تیرا پیغام
نہین پہونچایا تھا اور پیغمبرون کو اللہ تعالے حجت الہام فرماویگا کہ وہ عرض کرینگے کہ ای رب ہمارے ہم نے حکم کے موافق خیرخواہی سے
پیغام پہونچا دیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت عادل ہماری گواہ ہی پس صحابہ رضی اللہ عنہم گواہی دینگے کہ ای رب ہم نے تیرے کلام
پاک سے جانا کہ انبیاء علیہم السلام نے خالص خیرخواہی سے پیغام حق پہونچا دیا۔ پھر کفار مدعی ہونگے کہ ہم ان گواہون سے واقف نہین
ہین تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم انکے عادل ہونے کی گواہی دینگے چنانچہ اللہ تعالے نے شروع سیقول السفہاء مین اس امر کو مصرح فرمایا
ہی **تاویل سوم** شاہد ہر پیغمبر اپنی امت پر گواہ ہے بقولہ تعالے فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید الآیہ یعنے ان کافرون کا کیا حال

کہ سلف رضی اللہ عنہم مین سے جسنے کسی آیت یا حدیث مین شاہد یا مشہود کا لفظ پایا اسی سے استدلال آیا- یہ مولف کی زبان درازی ہی بلکہ وہ لوگ اہل معرفت تھے انھون نے اسرار معرفت مین وہ نصوص لیے ہین جو مناسب ہین اسیواسطے جمیع احادیث وآیات جن مین یہ لفظ ہو وہ نہین لیے تو مؤلف مذکور کا اعتراض نادانی ٹھہرا کہ دیگر آیات واحادیث کیون نہ لی جاوین- جواب یہ کہ اللہ تعالے نے الیوم الموعود معرفہ بیان کیا ہی تو اس سے قیامت کا روز مراد ہی اور شاہد ومشہود کے ساتھ (یوم) کا لفظ نہین ہی بلکہ مطلق شاہد ومشہود بلفظ نکرہ ہی تو نظم آیت مین یہ نام جس قسم کے شاہد ومشہود پر صادق ہو وہ سب اسمین داخل ہین اسی لیے خطیب رح نے کہا کہ یہ سب اقوال صحیح ہین مین کہتا ہون کہ امام رازی رح نے سب اقوال کی تلخیص نقل کی لہذا ہم تفسیر کبیر سے خلاصہ ترجمہ کرتے ہین **قولہ ذات البروج**- بروج کی تفسیر مین تین قول ہین (ایک) یہ کہ بارہ بروج ہین اور شک نہین کہ انھین مین آفتاب کی تحویل سے نظام عالم کی یہ حکمت عجیب ظاہر ہوتی ہی جو حق تعالے کی عظیم قدرت پر دلیل ہی (دوم) یہ کہ بروج منازل قمر ہین اور قمر کی رفتار وظہور مین عجیب قدرت مشاہدہ ہوتی ہے (سوم) بروج کواکب ہین جو اپنے ظہور مین دلیل قدرت ہین **قولہ والیوم الموعود وشاہد ومشہود**- یوم موعود روز قیامت ہے **قفال** رح نے کہا کہ شاید مراد یہ ہو کہ وہ دن جو وعدہ دیا گیا ہی کہ اُس روز آسمان شق کر کے بروج وغیرہ مٹا دیے جاوینگے- رہا بیان شاہد ومشہود تو قفال رح نے یہان اچھا کلام کیا اور کہا کہ (شاہد) دو معنے پر بولا جاتا ہی (ایک یہ کہ وہ شاہد جس سے دعوی وحقوق ثابت ہوتے ہین (دوم) وہ شاہد جو بمعنی حاضر ہے اور آیت کو اسی معنے مین لینا بہتر ہے کیونکہ اول معنی مین شاہد اگر بمعنے گواہ ہو تو (مشہود) کی جگہ (مشہود علیہ) ہوتا یا (مشہود لہ) ہوتا ولیکن احتمال ہی کہ حرف صلہ حذف ہو نا زبان عرب مین معروف ہی جیسے قولہ تعالے ان العہد کان مسئولا- یعنے عہد پوچھا گیا ہی اصل مین (مسئولا عنہ) تھا- جب یہ معلوم ہوا تو ہم کہتے ہین کہ اگر شاہد بمعنے حاضر لیا جاوے تو آیت مین تاویل کی وجوہ ہین **تاویل اول** مشہود یوم القیامہ ہی اور شاہد جمیع مخلوقات جو وہان حاضر ہونگی اور اس تاویل کے صحیح ہونے پر دلائل ہین اور ابن عباس رض وضحاک سے مروی ہی **دلیل-۱**- کوئی مجمع اس سے بڑھکر مقصود نہین ہی اور جب یہ معنے اکمل ہین تو انھین معنے کی طرف پھیرنا اولی ہی **دلیل-۲**- یہ کہ اول اللہ تعالے نے یوم موعود یعنے قیامت ذکر کیا تو اسکے بعد شاہد ومشہود اُسکے مناسب معنے مین ہی بس شاہد وہ مجمع عظیم ہے اور مشہود وہ عجیب ہولناک واقعات جو ظاہر ہونگے **دلیل-۳**- یہ کہ اللہ تعالے نے روز قیامت کو مشہود کہا ہی لقولہ تعالے فویل للذین کفروا من مشہد یوم عظیم یعنے کافرون کے لیے حاضری یوم عظیم سے ویل ہی ولقولہ تعالے ذلک یوم مشہود یہ یوم مشہود ہی اگر کہو کہ پھر ان دونون کو نکرہ کیون فرمایا حالانکہ وہ معرفہ ہی (جواب) یہ کہ تنکیر کی تنوین ہولناک تعظیم کے لیے ہے یعنے وہان ایسے شاہد ومشہود کی کیفیت ہو گی جسکے وصف کا تصور مین لانا محال ہی **اقول** مثلاً کئی ہزار برس تک آفتاب مین انکی کھوپریان پکتی رہینگی اور یوم القیامہ کی قسم سے عظمت قدرت کا ظہور ہے کیونکہ وہ فیصلہ وجزا وسزا کا دن ہی اور اُسی روز اس شان سے ظہور ہوگا کہ کسی مین کچھ قدرت نہو گی اسوجہ کو مجاہد وعکرمہ وحسن بن علی وابن المسیب وضحاک ونخعی وثوری نے اختیار کیا اور یہی ابن عباس رض نے بیان کیا ہی **تاویل دوم** مشہود یوم جمعہ ہی یہ ابن عمر وابن الزبیر کا قول ہی اور وجہ تاویل یہ کہ اُس روز مسلمان لوگ نماز کے لیے جمع ہو کر حاضر ہوتے ہین اور روز جمعہ کے مشہود ہونے پر دو حدیثین دلالت کرتی ہین **حدیث اول** ابو الدرداء رض نے مرفوع روایت کی کہ یوم جمعہ کو بکثیر درود زیادہ بھیجو کہ وہ یوم مشہود ہی اسمین ملائکہ حاضر ہوتے ہین **حدیث دوم** ابو ہریرہ رض نے مرفوع روایت کی کہ جب جمعہ کا روز ہوتا ہی تو مساجد کے دروازون پر ملائکہ حاضر ہوتے ہین اور لوگون کو اول باول لکھتے جاتے ہین پھر جب امام باہر آیا تو نوشتہ لپیٹ دیے جاتے ہین اور ملائکہ حاضر

یوم جمعہ ہی یہ ساتوان قول ہی ولیکن ابن جریرؒ نے اسکو اسطرح روایت کیا کہ شاہد روز عرفہ ہی اور مشہود روز قیامت ہی ابن جریرؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے روایت کی کہ شاہد روز قربانی ہی اور مشہود یوم عرفہ ہی ابن جریرؒ نے کہا کہ دیگر علماءؒ کے نزدیک مشہود یوم جمعہ ہی پھر احمد بن عبدالرحمن بن وہب کی اسناد سے حدیث ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے روز مجھ پر درود بھیجنے مین کثرت کرو کیونکہ وہ یوم مشہود ہی اُسمین ملائکہ حاضر ہوتے ہین (رواہ ابن ماجہ والطبرانی ایضا) بغویؒ نے سعید بن جبیرؒ کا قول نقل کیا کہ شاہد اللہ تعالیٰ ہی لقولہ تعالےٰ قل کفی باللہ شہیدا۔ اور مشہود ہم لوگ ہین اکثر علماء کا قول یہ ہی کہ شاہد یوم جمعہ ہی اور مشہود یوم عرفہ ہے (ابن کثیر مع زیادۃ) اور فتح البیان مین ہی کہ ایک جماعت صحابہ وتابعین نے کہا کہ شاہد یوم جمعہ ہی وہ ہر عامل پر گواہ ہوگا کہ اسنے جمعہ کے روز یہ اعمال کیے ہین اور مشہود یوم عرفہ ہے کیونکہ اس روز حاجی لوگ حاضر ہوتے ہین اور ملائکہ حاضر ہوتے ہین **مترجم** کہتا ہی کہ اس روز اللہ تعالےٰ کا قرب مزید ہوتا ہی اور بکثرت بندون کو اللہ تعالےٰ آزاد فرماتا ہی **واحدیؒ** نے کہا کہ شاہد ومشہود کی یہ تفسیر اکثر سلف رضی اللہ عنہم کا قول ہی ابن عباسؓ نے کہا کہ شاہد یوم جمعہ ہی اور مشہود یوم عرفہ ہے وہ حج اکبر کا روز ہی اور یوم جمعہ کو اللہ تعالےٰ نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے عید بنادیا ہی اور اس سے تمام خلق پر آپکی امت کو فضیلت بخشی ہی اور وہ اللہ تعالےٰ کے یہان سب ایام کا سردار ہی اور اُس روز جو کچھ عمل کیا جاوے وہ اللہ تعالےٰ کو زیادہ محبوب ہوتا ہی اور اسمین ایک ساعت ہے کہ جو بندہ مسلمان اسکو پاجاوے درحالیکہ نماز پڑھتا ہی تو جو کچھ اللہ تعالےٰ سے مانگے اللہ تعالےٰ اسکو عطا کرتا ہی (رواہ ابن مردویہ عنہ) سعید بن المسیبؒ سے روایت ہی کہ شاہد حج کی آٹھوین تاریخ ہی اور مشہود نوین تاریخ عرفہ ہی نخعیؒ نے کہا کہ شاہد یوم عرفہ ہے اور مشہود یوم قربانی دسوین تاریخ ہی بعض نے کہا کہ شاہد عیسیٰؑ ہین کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کنت علیہم شہیداً مادمت فیہم۔ یعنے اے رب ان لوگون پر مین اس وقت تک گواہ تھا جب تک مین ان مین حاضر تھا۔ ھ۔ یعنے نصرانیون نے جو بہتان میرے حق مین باندھا اُسکو تو خوب جانتا ہے اور مین اس وقت مین انکے درمیان مین شاہد وحاضر نہ تھا۔ مقاتلؒ نے کہا کہ شاہد خود انسان کے اعضا ہین کیونکہ یہ سب آدمی پر گواہی دینگے **حسین بن الفضلؒ** نے کہا کہ شاہد یہ امت ہوگی اور مشہود باقی امتین ہین اور بعض نے کہا کہ شاہد مخلوق ہی جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی شہادت دیتی ہی اور مشہود حق تعالےٰ ہے اور ابوہریرہ رضؓ سے مرفوع روایت ہی کہ شاہد یوم عرفہ و یوم جمعہ ہی اور مشہود وہ یوم موعود یعنے قیامت ہی (رواہ الحاکم والبیہقی وابن مردویہ) حضرت علی رضؓ سے روایت ہی کہ الیوم الموعود روز قیامت ہی اور مشہود یوم قربانی ہی اور شاہد روز جمعہ ہی۔ حدیث جبیر بن مطعم رضؓ سے مرفوعاً روایت ہی کہ شاہد یوم جمعہ ہی اور مشہود یوم عرفہ ہی (رواہ ابن عساکر وابن مردویہ) **مؤلفؒ** نے کہا کہ تفسیرین صحابہ وتابعین سے مختلف آئی ہین اور جسنے جس آیت یا حدیث مین شاہد یا مشہود کا لفظ پایا اُسی سے اپنے قول کے واسطے تائید نکالی۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ الیوم الموعود کی تفسیر مین کچھ اختلاف نہین کہ مراد روز قیامت ہی اختلافی اقوال تو شاہد ومشہود مین ہین پس اول حدیث ابوہریرہ رضؓ مین ہی کہ شاہد روز جمعہ ہے اور دوسری حدیث ابوہریرہ رضؓ مین شاہد روز جمعہ وعرفہ ہی حدیث ابومالک الاشعری مین فقط یوم جمعہ ہی اور یہی حدیث جبیر بن مطعم مین مذکور ہی اور یہی سعید بن المسیب کی مرسل روایت مین ہی پس اکثر روایات مین شاہد یوم جمعہ ہی اور ابوہریرہؓ کی دوسری روایت مین روز عرفہ کے ملانے سے کچھ ضرر نہوگا۔ رہا۔ (مشہود) کا بیان تو اول حدیث ابوہریرہ مین وہ یوم عرفہ ہی اور دوسری حدیث ابوہریرہ رضؓ مین وہ روز قیامت ہی اور حدیث ابومالک مین وہ یوم عرفہ ہی اور یہی باقی روایات مذکورہ مین ہی تو یہی قول راجح ہی پس معلوم ہوا کہ جمہور کا قول معتمد ہی کہ یوم موعود قیامت ہی اور شاہد جمعہ ہی اور مشہود عرفہ ہے۔ ھ۔ مترجم کہتا ہی کہ مولف مذکور نے زعم کیا

تعالے نے کہا قال ابن جریر حدثنا محمد بن عوف حدثنا محمد بن اسمعیل بن عیاش حدثنی ابی حدثنا ضمضم بن زرعہ عن شریح بن عبید عن ابی مالک
الاشعری رفعہ الخ یعنے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ الیوم الموعود روز قیامت ہے و شاہد یوم جمعہ ہے اور مشہود یوم عرفہ ہے اور اللہ تعالے نے روز جمعہ
کو ہمارے واسطے ذخیرہ رکھا تھا مترجم کہتا ہے کہ اسناد کے راوی اچھے ہیں سوائے اسکے کہ یہ کہا گیا ہے کہ محمد بن اسمعیل نے اپنے باپ سے سُنا
نہیں اور کہا کہ مجھسے میرے باپ نے حدیث بیان کی کما فی التقریب۔ مین کہتا ہوں کہ یہ عیب فقط اُن لوگون کے نزدیک ہوگا جو اجازت
مین اس لفظ کو روا نہیں رکھتے ہین اور صحیح یہ کہ جائز ہے تو اس سے موسیٰ بن عبید کا ضعف بھی جاتا رہا اور حدیث قوی ہوگئی واللہ تعالے اعلم
ابن جریرؒ نے باسناد قوی روایت کی کہ سعید بن المسیبؒ نے جو کبار تابعین سے ہین کہتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوم الجمعہ
سب ایام کا سردار ہے اور یہی شاہد ہے اور یوم عرفہ مشہود ہے و رواہ سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن مردویہ **قول دوم** ابن عباس رضؓ نے
کہا کہ شاہد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور مشہود یوم القیامہ ہے لقولہ تعالے ذٰلک یوم مجموع لہ الناس وذٰلک یوم مشہود۔ یعنے یہ دن
ہے کہ جس وقت لوگ سب جمع کیے جاوینگے اور یہ یوم مشہود ہے (رواہ ابن جریر باسناد حسن) مین کہتا ہون کہ شاہد و مشہود کے معنے
معلوم کرلینا چاہیے تاکہ اقوال کی وجہ سمجھ مین آوے اور خطیبؒ نے بعد ذکر اقوال کے بیان کیا کہ یہ سب اقوال صحیح ہین۔ قفالؒ نے کہا کہ شاہد
کے دو معنے ہین ایک وہ کہ جسکی شہادت پر فیصلہ و ثبوت ہوا اور مشہود وہ چیز جو شاہد بیان کرے اور دوم شاہد بمعنے حاضر ہے جیسے
قیامت مین سب خلائق شاہد یعنے حاضر ہونگے اور مشہود وہ چیزین جو اس روز مشاہدہ ہون پس قول اول کا ماخذ یہ ہے کہ یوم
جمعہ شاہد ہے یعنے ہر عامل پر گواہی دیگا کہ اسنے آج کے روز یہ اعمال کیے تھے اور عرفہ کے روز عرفات مین سب حاجی حاضر ہوتے ہین
اور قول دوم کا ماخذ یہ ہے کہ قیامت یوم مشہود ہے جیسا کہ آیت سے ثابت کیا اور اُس روز محمد صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہونگے لقولہ تعالے
وجئنا بک علی ہؤلاء شہیدا۔ یعنے اللہ تعالے اُس روز تمام انبیاء کی امتون پر اس امت یعنی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ لاویگا لقولہ تعالے
وکذٰلک جعلناکم امۃ وسطا الآیہ۔ یعنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے حق مین فرمایا کہ ہم نے تم کو امت وسط یعنے امت عادل بنا دیا ہے
تاکہ تم سب لوگون پر گواہ مقبول عادل ہو اور انکی عدالت کے واسطے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُنپر گواہ ہونگے۔ ابن جریرؒ نے امام حسن بن علی رضی اللہ
عنہما سے روایت کی کہ ایک شخص نے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے شاہد و مشہود کو دریافت کیا تو فرمایا کہ تونے مجھسے پہلے کسی دوسرے سے
بھی اسکو دریافت کیا ہے اُسنے کہا کہ ہان مین نے ابن عمر و ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تھا تو ان دونون نے کہا کہ وہ یوم قربانی اور یوم
جمعہ ہے (اقول شاید کہ انھون نے یوم جمعہ و یوم عرفہ کہا ہوگا) پس حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ نہین ولیکن شاہد تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین
اور یہ آیت پڑھی فکیف اذا جئنا من کل امۃ الآیہ۔ یعنے پھر ان منکرون کا کیا حال ہوگا کہ جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لاوینگے اور تجکو
ان لوگون پر گواہ لاوینگے۔ ۵۔ یعنے ہر امت مین سے اُسکا پیغمبر اُسپر گواہ لایا جائیگا اور پیغمبرون پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دینگے کہ انھون نے
رب عزوجل کی رسالت پہونچادی یا آنحضرت صلعم اپنے اصحاب پر عدل کی گواہی دینگے اور اصحابؓ ان پیغمبرون کیلیے گواہی دینگے اور فرمایا کہ مشہود یوم القیامہ ہے اور یہ
آیت پڑھی ذٰلک یوم مجموع لہ الناس وذٰلک یوم مشہود۔ ایسا ہی حسن بصریؒ نے بیان کیا ہے ثوریؒ نے ابن حرملہ عن سعید بن المسیب روایت کی
کہ مشہود روز قیامت ہے۔ یہ قول سوم ہے **قول چہارم** مجاہد و عکرمہ و ضحاک نے کہا کہ شاہد اولاد آدمؑ ہے اور مشہود روز قیامت ہے۔ **قول پنجم**
عکرمہؒ نے کہا کہ شاہد محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مشہود یوم جمعہ ہے **قول ششم** علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ شاہد اللہ
تعالے ہے اور مشہود یوم القیامہ ہے۔ ابن ابی حاتمؒ نے باسناد جید روایت کی کہ ابن عباس رضؓ نے کہا کہ شاہد انسان ہے اور مشہود

ایسے لوگون کا یہ حال ہو کہ دنیا پر مرتے ہین اسی کو اپنا گھر سمجھتے ہین اور اسی زندگی کو زندگی جانتے ہین اور اسکے واسطے جمع کرتے
اور اپنی اوقات عمر کو اسی مین صرف کرتے ہین اور دوربین سے راتون کو اور گہن کے اوقات مین اور مراصد کے پہاڑی مقامات مین
آسمان کے سیارات دیکھتے ہین پھر ان مین اپنی اٹکل دوڑاتے ہین اور تم جانتے ہو کہ اٹکل کی ہستی کتنی ہوتی ہو لیکن حق تعالے کی
طرف سے اُنپر شامت کی مار ہو جب انھون نے حق لیقین کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالے نے انکے قلوب پر مہر کر دی وہ علم ویقین کے مزے سے
واقف نہین ہین بلکہ اسی ظن وتخمینہ واٹکل کے مزے کو جانتے ہین اسیواسطے اللہ تعالے نے کافرون کی حالت سے ہمکو آگاہ کیا کہ یہ لوگ
اٹکل ہی کے تابع ہوا کرتے ہین مترجم کہتا ہو کہ اسپر عقلی دلیل بہت واضح ہو یعنے قلوب اوندھے وکج ہین تو کبھی وہ حق راست سے
موافق نہونگے حتی کہ جو لوگ بالکل کافر اوندھے ہین وہ تو حق دیکھنے کی لیاقت نہین رکھتے ہین اور جو اسلام مین بدعتی فرقے ہین مانند
خوارج وروافض وغیرہ کے وہ گوشۂ چشم سے ترچھی نظر کر کے حق کا کچھ نور دیکھتے ہین ولیکن دائین بائین جو کج راہ ہو وہ صاف دیکھتے
ہین اسی وجہ سے کج کو لے لیتے ہین اور حق ماننے مین اُنکے قلب کو تکلیف ہوتی ہو اور یہی باعث ہو کہ جو باتین اہل حق کی نظر بصیرت مین
بالکل واضح بدیہی ہین وہ ان لوگون کی نگاہ مین باریک سے باریک ہین فرقہ دوم اہل اسلام ہین اور میری مراد ان سے وہ لوگ
ہین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم ہین انکو یہ یقین ہو کہ دنیا مین سرمایۂ سعادت جہانتک ہو سکے جمع کرین اور چند روزہ
ضیق کے بعد فضاے قدرت مین عین رحمت کی پرورش مین عیش کرین اور وہان عجائب آیات قدرت مشاہدہ کر کے قدس کی
مملکت بے پایان مین سیر کرین پس ضرور ہے کہ انکے لیے بالفعل اللہ تعالے نے اسی قدر ظاہر فرمایا کہ آسمان بروج والے کی قسم ہے پس ہم ایمان
لائے کہ آسمان ذات البروج ہو اور یہ آیت ہماری روح کے علم مین ہو انشاءاللہ تعالے بعد موت کے اسکے اسرار مشاہدہ ہونگے اور بالفعل اسیقدر
کافی ہو کہ آسمان مین بروج ہین کواکب روشن ہین اور ان مین شان قدرت کا ظہور لطیف ہو اسیواسطے اللہ تعالے نے انکی قسم کھائی۔ والسماء
ذات البروج۔ اور قسم مین ملایا۔ والیوم الموعود۔ اور قسم ہے یوم موعود کی یعنے وہ دن جسکا وعدہ دیا گیا ہو واحدی رح نے کہا کہ یہ سب مفسرین
نے کہا کہ یوم موعود قیامت کا دن ہو۔ وشاہد ومشہود۔ اور قسم ہے شاہد ومشہود کی۔ واضح ہو کہ الیوم الموعود۔ کو معرفہ بالف ولام بیان فرمایا
وشاہد ومشہود دونون یہ دن اسکے نکرہ ہین ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہان مفسرین کے اقوال ہین قال ابن ابی حاتم حدثنا محمد بن عبداللہ بن
عمر والغزی حدثنا عبیداللہ یعنے ابن موسیٰ عن موسیٰ بن عبیدۃ باسنادہ الخ ابوہریرہ رض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
والیوم الموعود۔ روز قیامت ہو وشاہد یوم جمعہ ہو یوم جمعہ سے بہتر کسی روز پر آفتاب طلوع نہوا اور نہ غروب ہوا اور یوم جمعہ مین ایک
ساعت ایسی ہوتی ہو کہ اگر بندہ مسلمان اتفاق سے اُس ساعت مین اللہ تعالے سے کچھ مانگے تو ضرور عطا فرماوے اور اگر کسی
بدی سے پناہ مانگے تو پناہ دے اور مشہود یوم عرفہ ہو اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رح نے بھی روایت کیا لیکن سب اسانید مین موسیٰ
بن عبیدہ راوی ہو اور وہ ضعیف ہو اور بعض نے اسکو ابوہریرہ رض کا قول روایت کیا اور یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہو (ابن کثیر رح) اس
حدیث کو امام ترمذی رح نے اپنے جامع السنن مین روایت کیا ہو (السراج) اس حدیث کو امام عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن
مردویہ وبیہقی نے بھی روایت کیا اور اسکے مثل حدیث ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہو۔ رواہ ابن جریر الطبرانی وابن مردویہ
(فتح البیان) اور امام احمد رح نے حدیث ابوہریرہ سے مرفوعاً وموقوفاً روایت کیا کہ شاہد روز جمعہ ہو اور مشہود یوم القیامۃ ہو اور امام احمد رح
نے قول ابوہریرہ رض سے روایت کیا کہ شاہد یوم جمعہ ہو اور مشہود یوم عرفہ ہو اور الموعود یوم القیامہ ہو۔ یہی حسن رح وقتادہ وابن زید رحمہم اللہ

دیے گئے کی۔ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ۔ اور قسم ہے شاہد و مشہود کی ف شاہد حاضر و گواہ مشہود جہان حاضر ہوا اور گواہی دیا گیا ابن کثیرؒ نے کہا کہ بروج بڑے بڑے ستارے ہین چنانچہ قولہ تعالےٰ تبارک الذی جعل فی السماء بروجا الآیہ۔ مین اسکا بیان گذرا ہو ابن عباس و مجاہد و ضحاک و حسن و قتادہ و سدی نے کہا کہ بروج ستارے ہین۔ مجاہدؒ نے یہ بھی کہا کہ بروج وہ ہین جنمین محافظ ملائکہ رہتے ہین۔ یحیی بن رافع نے کہا کہ بروج آسمان مین قصر ہین۔ منہال بن عمرؒ نے کہا کہ والسماء ذات البروج یعنے قسم ہے آسمان کی جو خوبصورت خلقت والا ہی۔ ابن خیثمہ کے نزدیک مختار یہ کہ بروج چاند و سورج کے منازل ہین اور بارہ برج ہین آفتاب ہر ایک برج مین ایک مہینہ رہتا ہی اور چاند ہر ایک مین دو روز اور ایک تہائی روز چلتا ہی پس چاند کے واسطے اٹھائیس ۲۸ منزلین ہین اور دو روز چھپ جاتا ہی (ابن کثیر) مجاہدؒ نے کہا کہ یہ بارہ بروج ہین برج کو قصر سے تشبیہ دی جیسے قصر مین آدمی اترتے ہین۔ اسی طرح برج مین سیارے سیر کرتے ہوے اُترتے ہین۔ عکرمہؒ نے کہا کہ آسمان مین قصر ہین بعض نے کہا کہ بروج آسمان کے دروازے ہین (السراج وفی الفتح وغیرہ مجاہد و حسن قتادہ و ضحاکؒ نے کہا کہ بروج ستارے ہین اور آسمان کی یہ صفت ہی کہ اسمین ستارے ہین مجاہد و عکرمہ نے کہا کہ بروج آسمان مین قصر ہین اور یہی ابن عباسؓ سے روایت ہی ابو عبیدہ و یحیی بن سلام وغیرہ نے کہا کہ بروج کواکب کی منزلین ہین یہ بارہ برج ہین اور بارہ کوکب ہین حمل و ثور و جوزا و سرطان و اسد و سنبلہ و میزان و عقرب و قوس و جدی و دلو و حوت مترجم کہتا ہی کہ نجومیون وغیرہ نے جو نام ہین انھین کے موافق انکی شکلین بیان کی ہین چنانچہ حمل برہ۔ ثور بیل۔ جوزا جوڑیا۔ سرطان کیکڑا۔ اسد شیر۔ سنبلہ بالی۔ میزان ترازو۔ عقرب بچھو۔ قوس کمان۔ جدی بزغالہ۔ دلو ڈول۔ حوت مچھلی۔ کہا گیا کہ سات ستارے ان منازل مین سیر کرتے ہین مریخ کے واسطے حمل و عقرب ہی زہرہ کے لیے ثور و میزان ہی عطارد کے لیے جوزا و سنبلہ ہی مشتری کے واسطے قوس و حوت ہی زحل کے واسطے جدی و دلو ہی قمر کے واسطے سرطان ہی آفتاب کے واسطے اسد ہی بعض نے کہا کہ بروج سے مراد چاند کی منزلین ہین اور وہ اٹھائیس ہین اور برج اصل لغت مین ظہور کے معنے ہین ان منزلون کو برج باعتبار انکے ظہور کے کہا گیا۔ ابن مردویہ نے حدیث جابرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ والسماء ذات البروج فرمایا کہ کواکب۔ پوچھا گیا کہ جعل فی السماء بروجا۔ فرمایا کہ کواکب بنائے پوچھا گیا کہ بروج مشیدہ۔ فرمایا کہ قصر ہائے مشید مستحکم۔ مترجم کہتا ہی کہ روایت بہت غریب ہے اور مرفوع حدیث کہنے مین تردد ہی اور شاید قول جابرؓ ہو واللہ تعالےٰ اعلم واضح ہو کہ ان اقوال مین سے زیادہ ظاہر قول یہ کہ بروج باعتبار ظہور کے ہے اور وہ کواکب کے ساتھ ہی تو ہر شخص جسکو دنیاوی زندگی مین آسمان کی طرف دیکھکر اللہ تعالےٰ کی وحدانیت و قدرت نظر آوے وہ اسی قدر ظہور کے ساتھ ہے کیونکہ اس سے زیادہ جو کچھ بروج کی صورتین بشکل بیل و مچھلی و کمان وغیرہ کے بیان کرتے ہین اُسنے عام لوگون کو فائدہ نہین ہی اور احادیث مین منع کیا گیا کہ ستارون سے زیادہ بحث نہ کرین سوائے قدر ضرورت کے جس سے بیابان و سمندر مین راہ کا پتہ مل جاوے اور وقت معلوم ہو اور اس سے فہم و عبرت حاصل ہوتی ہی اور دنیا کی چندروزہ زندگی مین اللہ تعالےٰ کی وحدانیت مین غور و فکر کے ساتھ اُسکی تسبیح پڑھنے سے عظیم سعادت کا نورانی ذخیرہ حاصل ہوتا ہی اور بعد یہان سے موت کے جب آدمی جہنمی سجین سے بچ گیا اور اُسکو آسمان پر عروج نصیب ہوا تو البتہ وہان عظائم آیات قدرت کو سچی تحقیق سے دیکھ لیگا اور بالفعل اسمین اپنی اوقات ضائع کرکے جو کچھ جھلکی دیکھی اُس سے اول تو کچھ فائدہ نہین ہی دوم وہ اعتماد کے لائق نہین ہی اور خوب جان لینا چاہیے کہ دنیا مین دو ہی قسم کے لوگ ہین ایک وہ جو اسلام سے منکر ہین اور جو کچھ اللہ تعالےٰ و اُسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو آغاز و انجام بتلایا اُس سے منھ پھیرتے ہین تو

سورة البروج مكية وهى اثنتان وعشرون آية

سورۃ البروج اسکا نام ہے ابن عباس رضی نے کہا کہ مکے میں اسکا نزول ہوا قرطبی وغیرہ نے کہا کہ اسمین کچھ اختلاف نہین ہی اور شمار آیات بھی سب تفاسیر مین بائیس ۲۲ ہی خطیب رح نے لکھا کہ ایک سو نو کلمات ہین اور چار سو اٹھاون حروف ہین امام ابن کثیر وغیرہ نے لکھا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشا مین والسماء ذات البروج اور والسماء والطارق پڑھا کرتے تھے (رواہ الامام احمد) اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر وعصر مین والسماء والطارق اور والسماء ذات البروج پڑھا کرتے تھے (رواہ الامام احمد والدارمی وابو داؤد والنسائی والترمذی وقال حدیث حسن) اور ان دونون سورتون کے مانند سورتین پڑھا کرتے تھے (رواہ الطحاوی) اور امام احمد رح کی ایک روایت مین حدیث ابو ہریرہ رض سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عشا مین السموات پڑھی جاوین سو یہ محتمل ہے کہ یہ معنے ہون کہ آپکو حکم دیا گیا کہ سموات کو عشا مین پڑھین لیکن اول صورت مین آپنے معاذ بن جبل رض کے واسطے امامت مین اس مقدار کا حکم دیا تھا اور دوسری صورت مین شاید یہ تاویل ہو کہ آنحضرت صلعم جو کچھ کرتے تھے بطرق تشریع تھا واللہ اعلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہی

وَالسَّمَاۗءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۙ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۙ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۭ قُتِلَ

قسم ہے آسمان کی جسمین برج ہین اور اُس دن کی جسکا وعدہ ہی اور حاضر ہونیوالے کی اور جس پاس حاضر ہووین مارے جائیو

اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۙ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۙ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۙ وَّهُمْ

کھائیان کھودنے والے آگ بھری ایندھن سے جب وہ اُس پر بیٹھے اور

عَلٰي مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۭ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ

جو کچھ کرتے مسلمانون سے سامنے دیکھتے اور اُنسے بدلا نہ لیتے تھے مگر اسی کا کہ یقین لائے اللہ زبر

الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ

جو زبردست ہی خوبیون سراہا جسکا راج ہے آسمانون میں اور زمین میں اور اللہ کے سامنے ہے ہر چیز

شَهِيْدٌ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ

جو دین سے بچلانے لگے ایمان والے مردون کو اور عورتون کو پھر توبہ نہ کی تو انکو

عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۭ

عذاب ہے دوزخ کا اور انکو عذاب ہی آگ لگی کا

ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالے قسم کے ساتھ فرماتا ہی۔ وَالسَّمَاۗءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ۔ قسم ہے آسمان برجوں والے کی ف یعنے قسم ہے جنس آسمان کی جسمین بروج ہین عرب کی زبان مین بروج مکانات قصر ہین جیسے قولہ تعالے فی بروج مشیدہ۔ یعنے اگرچہ تم بروج محکمہ مضبوط مین ہو تو بھی تم کو موت پاویگی۔ ۔ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ اور قسم ہے روز وعدہ

مین نے دیکھا کہ اُسکے اندر ایک درے سے بنے ہین اور ہر ایک درے کے طاق مین ایک صندوق موتی کا رکھا ہی اور اُسپر قفل پڑا ہے اور کنجی سامنے رکھی ہی مین نے بعض صندوق کھولا تو اندر سے پاکیزہ خوشبو اُڑی اور حریر کے لباس تھے انکو کھولا تو اُسکے اندر مردے تھے مین نے جنبش دی تو معلوم ہوا کہ زندہ صورت پر مرے ہوئے مردے ہین ان حریر کے کپڑون مین کفنائے ہوے ہین مین نے صندوق بند کیا اور کنجی بدستور رکھی اور نکلکر قصر کا دروازہ بدستور بند کر دیا اور اپنی راہ چل دیا کچھ دور جاکر مجھے دو سوار ملے بجلیان گھوڑون پر سوار تھے اُنکے مثل خوبصورت سوار مین نے نہین دیکھے انھون نے مجھسے میرا حال دریافت کیا۔ مین نے سب قصہ اُنسے بیان کیا انھون نے فرمایا کہ اچھا آگے بڑھتا چلا جا وہان باغ ہے اُسمین درخت کے نیچے ایک بزرگ خوبصورت نماز مین مشغول ہی وہ تجھے راہ پر لگا دیگا مین خوش خوش آگے بڑھا اور آخر مین شیخ مذکور کے پاس پہونچکر سلام کیا شیخ نے مجھے جواب دیا اور حال پوچھا تو مین نے سب قصہ بیان کیا یہانتک کہ قصر مذکور کا ذکر کیا۔ قصر مذکور کا حال سُنکر اُنکو کچھ گھبراہٹ ہوئی پھر فرمایا کہ تو نے کیا کیا مین نے کہا کہ اُسیطرح صندوق بند کرکے دروازہ بند کر دیا یہ سُنکر انکو سکون ہوا اور مجھسے فرمایا کہ بیٹھ۔ پھر انکی طرف سے ایک بادل کا ٹکڑا گزرا اور اُسنے کہا کہ السلام علیک یا ولی اللہ۔ شیخ نے پوچھا کہ تیرا قصد کہان ہی اُسنے اپنا قصد بیان کیا پھر دوسرا ٹکڑا گزرا اُسنے بھی سلام کیا اور شیخ نے اُسکا مقام قصد دریافت کیا اسیطرح بادل گذرتے جاتے تھے یہانتک کہ ایک بادل نے کہا کہ میرا قصد بصرہ ہی۔ شیخ رح نے کہا کہ اتر کر اسکو سوار کرلے اور اسکے گھر صحیح وسالم پہونچا دے وہ اُترا اُسنے مجھے سوار کرلیا مین نے شیخ رح سے التجا کی آپ اس قصر سے اور دونون سوارون سے اور اپنے حال سے مجھے آگاہ فرماوین۔ شیخ رض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سمندر کے شہیدون کا اکرام فرماتا ہے کہ ملائکہ اُنکو نکالکر حریر کے کفن مین اسطرح مقفل کرتے ہین اور دونون مرد سوار دو فرشتے ہین کہ ہر صبح و شام انکے پاس آتے ہین اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام پہونچاتے ہین اور مین خضر ہون مین نے اپنے رب عزوجل سے درخواست کی تھی کہ مجھے تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ حشر فرماوے جب مین سحاب پر سوار ہوکر اونچا ہوا تو مجھے ایک ہول سا آگیا اور میری یہ حالت ہوگئی جو آپ دیکھتے ہین یہ قصہ اسی طرح شیخ ابن حجر رح نے الاصابہ فی اسماء الصحابہ مین خضر کے حال مین وارد کیا ہی مترجم کہتا ہی کہ شیخ الاسلام ابن حجر رح نے اصابہ مین قریب تین جزء کے خضر رض کے حال مین لکھے ہین لیکن غالب روایات کے اسانید مین کلام کیا ہی اور آخر اس طرف میل کیا کہ خضر زندہ نہین ہین جیسے دنیاوی زندگی ہوتی ہی اور مترجم کو اسوقت خاصکر اس قصہ کی بات یاد نہین ہی کہ کیا کلام کیا ہی لیکن شیخ سیوطی رح نے سکوت کیا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ واضح ہو کہ امام ہمام ابن القیم رح نے کتاب الروح مین مستقر ارواح کے بارہ مین پندرہ قول بیان کیے اور ان مین سے یہ قول کہ ارواح کفار کی برہوت مین ہین اور مومنین کی روحین جابیہ مین ہین اسکو ضعیف کیا اور اس سے زیادہ ضعیف یہ کہ مومنین کی روحین چاہ زمزم مین ہین اور کہا کہ یہ صحیح نہین اور بلا دلیل ہے اور سب اقوال سے زیادہ باطل ہے اور شیخ امام کے نزدیک ارجح قول یہ ہی کہ ارواح کا قرارگاہ برزخ ہے لیکن ان مین بہت بڑا تفاوت ہی جیسے یہان انکے علم وعمل و اخلاق مین بڑا تفاوت ہوتا ہی اور اسکو بہت تفصیل سے بیان کیا ہی واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ اور سابق مین مترجم نے ہوشیار کر دیا ہی کہ یہ مسئلہ قطعی نہین ہی ولیکن اس سے دو فائدہ عظیم ہین **اول** یہ کہ اہل ایمان کی تسکین ہوتی ہے کہ دنیاوی زندگی محض ہیچ ہے ولیکن درجات حاصل کرنے کے واسطے اصل ہی اور اصلی طلب وتلاش کے قابل وہ مقام ہی جہان یہان سے ہمکو جانا چاہیے ہی پس جو لوگ اس دنیا مین مراتب حاصل کرنے مین تعب اُٹھاتے ہین واللہ الذی لا الٰہ الا ہو کہ وہ لوگ بڑے سخت نادان ہین دوم یہ کہ آگے درجات عالیات ہین انکے لیے اس حیات مین علم وعمل کے ذریعہ سے کوشش کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمانے والا ہی وللہ الحمد فی الدنیا والآخرہ

معمولی بات تھی وہ لوگ اسکو عجیب غریب بات نہین سمجھتے تھے اسی کتاب مین حضرت مالک بن علی القلانسیؒ کے حال مین لکھا ہے
کہ جب یہ حضرت مرے اور نماز کے لیے تابوت رکھا گیا تو لوگون نے دیکھا کہ تمام جنگل و پہاڑ اور جہانتک نظر جاتی ہی سفید پوش لوگ نظر آتے
ہین اُنکے کپڑے نہایت سفید کافوری ہین انھون نے لوگون کے ساتھ مین انکے جنازے پر نماز پڑھی ابو خالدؒ سے روایت کی کہ جب
عمرو بن قیسؒ نے انتقال کیا تو انکی نماز مین نہایت سفید لباس مین بشیار لوگ نظر آتے تھے کہ اُسنے صحرا و پہاڑ بھرا ہوا تھا جب نماز پڑھکے
دفن کیے گئے تو بعد اسکے لوگون نے ان سفید پوش مردون مین سے ایک کو بھی نہ پایا ابن الجوزیؒ نے اسناد کیا کہ امام عبداللہ بن المبارک
نے فرمایا کہ مین ایک رات جبان مین تھا کہ مین نے ایک غمگین آواز سنی جو اپنے مولی عزوجل سے مناجات کرتا تھا کہ ای میرے مالک
میرے مولا میرے میان تیرا بندہ تیرا قاصد ہے اُسکی روح تیرے پاس ہی وہ تیرے قبضہ مین ہی وہ تیرا مشتاق ہی رات کو اسکو بیخوابی
ہی دن کو قلق ہی سینہ سوزان ہی تیرے شوق دیدار مین آنسو بہاتا ہی اور تیرے شوق مین آہ کرتا ہی اگر اسکو آرزو ہی تو تیری ہے اور امید
ہے تو تو ہی اور راحت ہی تو تیری یاد سے ہے پھر یہ شخص بیتاب ہوکر رویا اور یکایک نعرہ مارکر بیہوش ہو گیا مین نے دوڑکر اسکو دیکھا
بھالا تو وہ انتقال فرما چکا تھا مین اسی غور و فکر مین تھا کہ ناگاہ کچھ لوگ ظاہر ہوے اور اُنھون نے اسکو لیکر غسل و کفن دیا اور اُسپر نماز پڑھکر
دفن کیا اور ایکبار آسمان کی طرف اُٹھے اور غائب ہو گئے ابن الجوزیؒ نے بالاسناد حسن بصری سے روایت کیا کہ مین ایک مرتبہ جنگل مین چلا گیا
اتفاقًا میرا گذر ایک غار کی طرف ہوا مین نے دیکھا کہ اُسمین ایک نوجوان کھڑا نماز پڑھتا ہی اور غار کے دہانہ پر ایک شیر لیٹا ہی- مین نے
پکار کر کہا کہ ای جوان کیا تو نے اس شیر کو ابھی تک نہین دیکھا اُسنے کہا کہ اگر تو اُس مالک سے ڈرتا جسنے اس شیر کو پیدا کیا ہی تو تیرے
حق مین بہتر ہوتا پھر شیر کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ تو اللہ تعالے کے کتون مین سے ایک کتا ہے اگر تجھے کچھ اجازت دی گئی ہی تو مین تیرے
رزق سے تجھے منع نہین کر سکتا ہون اور اگر یہ نہو تو یہان سے چلا جا بس شیر یہ سنتے ہی بھاگ گیا پھر اُس جوان نے جناب باری تعالے مین
ہاتھ اُٹھائے کہ الٰہی میرے مالک اگر میرے لیے تیرے نزدیک کچھ بہتری ہو تو مجھے اپنے پاس اٹھالے اُسنے ہنوز یہ کلمہ تمام نہین کیا تھا کہ دنیا سے
جدا ہو گیا مین اسکو دیکھکر فورًا پھرا اور اپنے عابد و زاہد دوستون کو جس قدر مجھے میسر آئے مع سامان کے لیکر گیا تا کہ جوان مذکور کی تجہیز و
تکفین کرون جب غار پر پہونچا تو وہان کچھ نہین تھا ہم اسی فکر مین تھے کہ ناگاہ ہاتف نے آواز دی کہ ای ابو سعید وہ جوان اُٹھ گیا تو اپنے
ساتھیون کو پھیر دے **فائدہ**- شرف المصطفی مین عبید بن سعید عن ابیہ روایت ہی کہ ایک روز حسن بصریؒ مع اصحاب کے بیٹھے تھے
کہ ناگاہ ایک شخص آیا جسکی آنکھین سبز تھین حسن بصریؒ نے اُس سے فرمایا کہ ای شخص کیا یہ حالت تیری پیدایشی ہی یا درمیان مین عارض
ہو گئی ہے اُسنے کہا کہ کیا آپ نے مجھے نہین پہچانا آپ نے پوچھا اور اُسنے نام و نسب بیان کیا تو مجلس مین کوئی ایسا نہ تھا جو اُسکو نہ پہچانتا
ہو حسنؒ نے فرمایا کہ آخر یہ تیرا حال کیا ہو گیا ہی اُسنے کہا کہ میرا عجیب قصہ یہ ہی کہ مین نے ادھر اُدھر سے اپنا مال جمع کر کے تجارت بحری کا قصد کیا
اور اس قصد سے ایک جہاز پر بار کیا تا کہ یہان سے مین جاؤن کشتی روانہ ہوئی ناگاہ راہ مین ایک روز طوفانی ہوا چلی اور جہاز شدت موج
مین ٹکڑے ہو گیا اور مین ایک تختہ پر بہتا ہوا ایک ساحل سے لگ گیا بمشکل جسطرح ہو سکا خشکی پر اُترا اور جنگل کے نباتات اور چشمہ کے
پانی سے فی الجملہ تسکین پائی اور اُس نواح مین چار مہینہ تک ادھر اُدھر پھرتا رہا اور یہی میری غذا تھی اور مین نے ساحل پر کچھ نشان نہ پایا
آخر مایوس ہوکر یہ قصد کیا کہ ایک طرف مُنھ اُٹھائے چلا جاؤن یا تو نجات ہے یا ہلاک ہوکر اس سے چھٹکارا ہو بس مین روانہ ہوا اتفاق
سے ایک روز میرے واسطے ایک قصر سفید ظاہر کر دیا گیا گویا اُسکی عمارت چاندی کی بنی ہی مین نے اُسکے دروازے پر دھکا دیا تو کواڑ کھل گئے

جہانتک ہماری نگاہ جاتی تھی قبر مین نور جگمگاتا تھا پس ہم نے خاک ڈالدی اور قبر برابر کردی اور وہان سے کوچ کیا مترجم کہتا ہی کہ اس
روایت مین یہ مذکور ہی کہ یہ زمین ایسی ہی جو مردے اُگل دیتی ہی اس سے مراد یہ نہین ہی کہ زمین مین یہ خاصیت ہی بلکہ عرب کا یہ محاورہ تھا
کہ جو زمین بہت نمی ہوتی جسمین سے بجو مردہ نکال کر باہر ڈالدیتا تھا اُسکو اس عبارت سے تعبیر کرتے تھے اور خلاصہ یہ کہ اُس شخص نے یہ بیان کیا کہ جہان
تم نے اپنے صاحب کو دفن کیا ہی یہ ریگ ہے اور درندہ جانور اسمین مردہ نکال لیتا ہی اسیواسطے ابو نعیمؒ نے اس واقعہ کو حدیث ابو ہریرہؓ سے
روایت کیا اور اسمین اصلاح دار دہی کہ پھر ہم نے علاء رضؓ کو اُسی زمین ریگ مین دفن کر دیا پھر ہم لوگون نے گفتگو کی اور کہا کہ ایسا نہو درندہ آدے
اور نکال کر کھاوے بس ہم نے قبر کھودی یعنے تاکہ نکال کر دوسری جگہ دفن کرین تو ہم نے قبر مین اُنکو نہ پایا۔ ابو الحسن بن بشرانؒ نے اپنے فوائد
کے جزء اول مین مسند کیا کہ عبد العزیز بن ابی روادؒ نے فرمایا کہ مکے مین ایک عورت تھی جو ہر روز بارہ ہزار تسبیح پڑھا کرتی تھی وہ مرگئی تو جب
لوگ اُسکو قبر تک لے گئے تو وہ مردانہ ہاتھون سے لے لیگئی ابن ابی الدنیاؒ نے مسکین بن بکیر سے روایت کی کہ جب وراد العجلی رحمہ اللہ
تعالے مرے اور لوگ لیگئے کہ دفن کرین جب قبر مین اتارنے کیلیے لوگ گھسے تو کیا دیکھتے ہین کہ قبر کے اندر جنبلی کا فرش ہی بعض نے اُسمین سے
کچھ پھول لے لیے وہ ستر روز تک اُسی طرح تر و تازہ خوشبو دار تھے لوگ ہر روز دور دور سے اُسکے دیکھنے کو آتے تھے اور اس معاملہ مین لوگون
کا ہجوم عظیم ہو گیا تو حاکم کو خوف ہوا اور اُسنے یہ پھول لیکر اپنے گھر مین چھپا دیے پھر حاکم کے گھر سے گم ہو گئے ہر چند کوشش کی گئی کہ کون شخص
لے گیا کچھ پتہ نہین لگا مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعالے نے یہ معاملہ مخفی رکھا ہی ولیکن جب عرصہ گزرنے سے قوم کے دل سخت ہوتے ہین تو
اللہ تعالے اس قسم کے ثواب یا عذاب مین سے بعض نمونہ دکھلاتا ہی اور شیخؒ نے کتب ائمہ محدثینؒ سے بہت روایات لکھی ہین اُنکا ترجمہ
انشاء اللہ تعالے علیحدہ رسالے مین لکھونگا شیخؒ نے لکھا کہ لاشہ غائب ہوجانے کی قسم مین سے یہ روایت ہی کہ ابن عساکرؒ نے عطاء خراسانی سے
اسناد کیا کہ اُویس قرنی رضی اللہ عنہ کو سفر مین اسہال لاحق ہوا اور انتقال کیا لوگون نے انکے تھیلے مین دو کپڑے پائے جو دنیا کے بنے ہوے
کپڑون کی قسم سے نہین تھے ایک روایت مین ہی کہ دو کپڑے ایسے پائے گئے جو آدمیون کے ساختہ نہین تھے۔ پھر دو آدمی انکے لیے قبر
کھودنے گئے تو واپس آکر کہنے لگے کہ ہم نے پتھر مین ایک قبر کھودی ہوئی پائی گویا ابھی تازی کھود کر چھوڑی گئی لوگون نے حضرت اویس رضؓ
کو کفن دیکر دفن کیا پھر جو دیکھتے ہین تو وہان کچھ نشان نہین تھا۔ امام احمدؒ نے اس قصہ کو عبد اللہ بن سلمہؒ سے روایت کیا اور اُسکے آخر
مین اصلاح ہی کہ پھر ہم مین سے بعض نے بعض سے کہا کہ آؤ لوٹ چلین تاکہ اُویس رضؓ کی قبر پر علامت بنا دین پس لوٹے تو وہان قبر وغیرہ کا کچھ نشان نہین تھا
مترجم کہتا ہی کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ اویس رضؓ جنگ صفین مین شہید نہین ہوے حالانکہ خلاصہ مین جزم کیا کہ وہ صفین مین حضرت
علی رضؓ کے ساتھ حاضر ہوے اور اسی معرکہ مین شہید ہوے اور شاید دونون مختلف روایتون مین موافقت اصطلاح ہو کہ صفین مین ان کو
اسہال لاحق ہوا اور انتقال کیا ہو واللہ تعالے اعلم ابن عساکرؒ نے ابو بکر بن ریان سے اسناد کیا کہ مین مصر کے حمام پر کھڑا تھا اور لوگ
حضرت ذو النون المصری کی لاش لائے تھے مین نے سبز پرند دیکھے کہ اُنکے لاشہ پر اُڑتے ہین یہانتک کہ اُنکو قبر تک پہونچایا اور دفن
کیا تو پھر مین نے وہ پرند نہین دیکھے طاہر بن محمد الصدفی نے حضرت سلامۃ الکنانی رحمہ اللہ تعالے کے حال مین روایت
کیا اور یہ سلامہ ایک اولیاے صالحین مین سے تھے اُنھون نے آگاہ کیا تھا کہ مین فلان سال کے فلان وقت پر مرونگا چنانچہ
اُسی وقت مرے اور جو پرند سفید کہ صالحین کے جنازون پر دیکھے جاتے ہین وہ اُنکے جنازے پر بھی دیکھے جاتے تھے یہانتک کہ اپنی
قبر مین اُتارے گئے شیخؒ نے کہا کہ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اُس زمانہ مین صالحین کے جنازے پر ایسے پرندون کا ہجوم کرنا ایک

غلام آزاد کیے ہوئے حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ غزوۂ بیر معونہ مین کافرون کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور انکے ساتھی شہید ہوئے اور عمرو بن امیۃ الضمری گرفتار ہوگئے تو عامر بن الطفیل نے انکو ساتھ لیا اور شہدا رمقتولین کے درمیان مین لایا اور پوچھنے لگا کہ تو اپنے یارون کو پہچانتا ہے اُنھون نے کہا کہ ہان اُسنے سب کو پوچھا پھر کہا کہ تیرے نزدیک اُنمین کوئی غائب ہے اُنھون نے کہا کہ ہان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کیے ہوئے عامر بن فہیرہ ہمارے ساتھ تھے انکو بھی تیری قوم نے مار ڈالا تھا مین اُنکی لاش یہان نہین پاتا ہون ابن الطفیل نے کہا کہ وہ تمھارے درمیان کیسا آدمی تھا ابن امیہ رضنے کہا کہ وہ ہم مین افضل تھا ابن الطفیل نے کہا کہ بھلا مین تجھے اُسکے حال سے آگاہ کرون اسکو اس شخص نے نیزہ مارکر قتل کیا ادھر اپنا نیزہ نکالا اُدھر اسکو آسمان پر لیگئے یعنی کہ واللہ ہماری نظرون سے غائب ہوگیا عامر بن فہیرہ کا قتل کرنے والا ایک شخص جبار بن سلمی کلابی تھا وہ اُسی وقت بھاگا ہوا گیا اور ضحاک بن سفیان کلابی سے کہا کہ مجھے مسلمان کر دو اور اُسی وقت مسلمان ہوگیا اور بیان کیا کہ مین نے یہ معاملہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کا دیکھا اسی سے مجھے ایمان کی ہدایت ہوئی پھر ضحاک بن سفیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے آپکو آگاہ کیا اور یہ بھی لکھا کہ جبار بن سلمی قاتل بھی توبہ کرکے مسلمان ہوگیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملائکہ نے اُسکا جثہ دفن کیا اور اسکو علیین مین لے گئے اصل حدیث کو بخاری رح نے صحیح مین روایت کیا ہے۔ موسی بن عقبہ نے مغازی مین روایت کی کہ عروہ بن الزبیر رض نے کہا کہ لوگون نے عامر بن فہیرہ رض کی لاش کو نہین دیکھا لوگون کا اعتقاد یہ ہے کہ ملائکہ نے اسکو دفن کیا ہے شیخ رح نے لکھا کہ یہی حضرت عائشہ رض سے ابن سعد و حاکم نے روایت کیا ہے اور واضح ہو کہ ملائکہ کے دفن کرنے سے یہ غرض ہے کہ آسمان مین اسکو مخفی کرلیا ہے واضح ہو کہ خبیب رضی اللہ عنہ کو کافرون نے پھانسی پر لٹکا دیا تھا اور انکا جسم عرصہ تک دھوپ مین سولی پر خوشبودار تازہ رہا۔ امام احمد و ابونعیم و بیہقی نے عمرو بن امیۃ الضمری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تنہا بھیجا تھا۔ مین خفیہ مکہ آیا اور اُس سولی کے پاس گیا جس پر خبیب رض کا جثہ تھا اور کفار اُسکے گرد سوتے تھے۔ مین لکڑی پر چڑھا اور مین ڈرتا تھا کہ مجھے دیکھ نہ لین مین نے خبیب رض کا جثہ کھولا تو وہ زمین پر گر پڑا پھر مین بھی اُسپر سے جلدی سے کود پڑا اور نزدیک ہی کود امگر مین نے جو دیکھا تو خبیب رضی اللہ عنہ کا نشان نظر نہ آیا اسکو زمین نگل گئی اب تک کہین اُسکا نشان نہین ملا۔ شیخ رح نے کہا کہ دیکھو خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو بھی ملائکہ نے مخفی کردیا۔ ابونعیم رح نے یقین کیا ہے کہ ملائکہ اسکو آسمان پر لے گئے چنانچہ ابونعیم رح نے اپنی کتاب مین جہان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو موازنہ کیا ہے اسطرح کہتے ہین کہ اگر کوئی کہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام آسمان کو اُٹھائے گئے ہین تو ہم جواب دینگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مین سے بہت لوگ اسطرح اُٹھائے گئے جیسے عیسی علیہ السلام مع جسم کے آسمان کو اُٹھائے گئے اور یہ زیادہ عجیب ہے پھر امام ابونعیم نے عامر بن فہیرہ و خبیب بن عدی و علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہم کے حالات بیان کیے۔ ابن الحضرمی رضی اللہ عنہ کا قصہ یہ ہے کہ بیہقی رح نے دلائل النبوۃ مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر آراستہ کیا اور اُسپر علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو سردار کرکے روانہ کیا اور مین اُنکے لشکر مین شریک تھا جب ہم لوگ فارغ ہوکر واپس آنے لگے تو راہ مین علاء رض نے انتقال کیا پس ہم نے انکو وہان دفن کردیا جب فراغت کرکے ہم لوگ چلے تو ایک شخص نے آکر ہم سے کہا کہ یہ کون شخص تھا جسکو تم نے دفن کیا ہے ہم نے کہا کہ بہتر لوگون مین سے تھا یہ علاء بن الحضرمی تھا اُس شخص نے کہا کہ یہ زمین ہی تو مردے اُگل دیتی ہے تو بہتر یہ تھا کہ تم اسکو ایک میل یا دو میل ہٹا کر دفن کرتے ایسی زمین مین جو مردے قبول کرتی ہے پس ہم لوگون نے جاکر اُنکی قبر کھودی تاکہ نکال کریں مگر جب ہم لحد تک پہونچے تو وہان کچھ بھی نہ تھا لیکن

اور وہ پوری طرح سے ادا کر دیا کرتا تھا اتفاق سے اسکو ایک شخص نے دس ہزار دینار امانت دیے اور کہین چلا گیا یہان خراسانی بیمار ہوا
تو اسکو اپنی اولاد مین سے کسی پر اعتماد نہوا پس اُسنے کسی کوٹھری مین یہ امانت دفن کر دی پھر خراسانی مر گیا اور وہ لا آیا اُسنے خراسانی
کی اولاد سے اپنی امانت کا حال پوچھا اُنھون نے لاعلمی ظاہر کی اور ان لوگون نے علماءؒ سے اسکو دریافت کیا اُس زمانہ مین مکے مین
بہت علماء تھے انھون نے کہا کہ ہمارے نزدیک خراسانی جنتی آدمی تھا اور ہم کو خبر پہونچی ہے کہ جنتیون کی روحین زمزم مین رہتی ہین
پس جب تہائی رات یا آدھی رات جاوے تو تجھے چاہیے کہ زمزم کے کنارے کھڑا ہو کر آواز دے جب وہ تجھے جواب دے تو اُس سے
اپنے مال کا حال دریافت کر لیجیو اُسنے اُنکے کہنے کے موافق عمل کیا اور اول رات پھر دوسری رات پھر تیسری رات برابر اُسنے تین راتین
اُسکو پکارا اور کچھ جواب نہ پایا تو اُنھون نے کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون ہم گمان کرتے ہین کہ وہ شخص جہنمی نکلا اب تو یمن کو جا اور وہان
ایک وادی برہوت کہلاتا ہے اُسمین ایک کنوان ہے اُسکو بھی برہوت کہتے ہین اُسمین دوزخیون کی ارواح رہتی ہین تو اُسکے کنارے
کھڑے ہو کر اسی وقت جسوقت یہان زمزم مین پکارا تھا اسکو پکار یو چنانچہ وہ گیا اور پکارا کہ مین فلان شخص ہون تو اُسنے اول ہی مرتبہ اسکا
جواب دیا باقی حکایت کتاب مین سے ساقط ہے (مترجم کہتا ہے کہ مین نے بعضی کتابون مین باقی حصہ اسطرح دیکھا کہ اُسنے اپنی امانت کا پتہ دریافت
کرنے کے بعد اُس سے کہا کہ اے شخص تیرے یہان آنے کا کیا باعث ہوا اُسنے کہا کہ مین لوگون کے واسطے زہد و عبادت ظاہر کرتا تھا اور لوگونکو
خوف دلاتا تھا اور خود اس بات کا یقین نہ رکھتا تھا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت ہے کہ انھون نے
کہا کہ روحین اپنے رب عزوجل کے یہان ہین (فائدہ) شیخ ابن القیمؒ نے کہا کہ نفس کے لیے چار گھر ہین ایک سے ایک بڑا ہے اول
گھر اُسکی مان کا پیٹ ہے یہ مقام ضیق و غم و تاریکی ہے دوم جب پیٹ سے نکلکر اس دنیا مین آتا ہے اور اسمین بھلائی یا برائی کماتا ہے پھر
جیسے اول گھر کی بہ نسبت یہ گھر اُسکے لیے بہت وسیع ہے اسیطرح یہان سے نکلکر سوم برزخ ہے جسکے سامنے دنیا بمنزلہ مان کے پیٹ کے
ہے اور اس سے بھی بڑھکر چہارم وہ گھر ہے جہان سے انتقال نہوگا اور وہ دار القرار ہے خواہ جنت ہو یا جہنم ہو اور ان گھرون مین سے
ہر گھر کی شان جدا ہے مین کہتا ہون کہ ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ تعالے نے سلیم بن عامر الخبائریؒ سے روایت کی کہ دنیا مین مسلمان کی مثال
ایسی ہے جیسے بچہ اپنی مان کے پیٹ مین ہوتا ہے کہ جب وہان سے نکلتا ہے تو پیٹ چھوڑتے ہوئے روتا ہے پھر جب روشنی پاتا ہے اور دودھ
پینے کو ملتا ہے تو خوش ہو کر یہ نہین چاہتا کہ دوبارہ مان کے پیٹ مین جاوے اسی طرح مومن اپنی موت سے گھبراتا ہے پھر جب اپنے رب
تبارک وتعالے کے یہان جاتا ہے تو ہرگز نہین چاہتا کہ پھر دنیا مین واپس جاوے جیسے بچہ اپنی مان کے پیٹ مین لوٹ جانا نہین چاہتا
ہے ابن ابی الدنیا نے مرسل عمرو بن دینارؒ سے اسی معنی مین حدیث روایت کی اور حکیم ترمذیؒ نے بھی معنی حضرت انسؓ سے مرفوع
روایت کیے (فائدہ) امام یافعیؒ نے عمر بن فارضؒ سے نقل کیا کہ مین اولیاے اہل محبت حق سے ایک جنازے مین حاضر ہوا بعد نماز کے دیکھا
کہ تمام آسمان سبز پرندون سے بھرا ہوا ہے پھر ایک پرند اُترا اور اُسکو نگل گیا مین سخت متعجب ہوا پھر مین نے دیکھا کہ ہوا سے ایک آدمی اُتر آیا
اور وہ پہلے نماز پڑھنے کو بھی اُترا تھا اُسنے مجھے کہا کہ تلوار سے جو راہ الٰہی مین مقتول ہوتے ہین وہ سبز پرندون کے پوٹے مین ہین تو اس سے
کیا تعجب ہوا کہ یہ شخص شمشیر محبت سے مقتول تھا اُنکے اجسام تو ارواح ہین شیخؒ نے لکھا کہ ابن ابی الدنیا نے زید بن اسلم تابعی سے ایک
قصہ روایت کیا کہ بنی اسرائیل مین ایک عابد زاہد پہاڑ کے غار مین منقطع تھا جب مرا تو ناگاہ آسمان سے ایک تخت اترا اور اُسکو لیکر
بلند ہو گیا یہانتک کہ غائب ہو گیا امام بیہقی رحمہ اللہ نے عروہؒ سے روایت کی کہ جب حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے

کہ یہ قطعاً مومنین ہین۔ خلاصہ یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے تو شہادت الٰہی عزوجل ہو کہ یہ لوگ مومنین ہین تو انکے حق مین گواہی ہو سکتی ہو اسیواسطے مترجم نے کہا کہ انکا اجماع قطعی مومنون کا اجماع ہو اور بعد صحابہ رضہ کے کسیکے واسطے کوئی شخص یہ دعویٰ نہین کر سکتا ہو کہ یہ قطعی مومن ہو اگرچہ صاحب کرامت ولی ہو کیونکہ یہ علم فقط اللہ تعالےٰ کو حاصل ہو بندہ اس غیب کو نہین جان سکتا ہو تو پھر جب کسی کا بچہ مرا تو اُس بچہ کی نسبت ہم نہین کہہ سکتے کہ یہ قطعاً جنت مین ہو ولیکن یہ کہہ سکتے کہ اگر اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہ مومن کا بچہ ہے تو جنت مین ہو لیکن امام احمدؒ نے کہا کہ ان بچون کی وجہ سے یہ امیدواری ہو کہ اپنے ماں باپ کو جنت مین لے جاوین تو ضرور ہو کہ خود بچہ کی نسبت جنتی ہونے مین شک نہ کیا جاوے اور امام احمدؒ نے صریح کہا کہ مومنین کی روحین جنت مین ہین اور کافر کی روحین جہنم مین ہین اور ایک جماعت صحابہ رضہ کی احادیث سے استدلال کیا چنانچہ حدیث کعب بن مالک وام ہانی وابوہریرہ وام بشر وعبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اور برگزیدگین مترجم کہتا ہو کہ ذہبی وغیرہ جماعت نے لکھا کہ بشر بن الحارث یعنے بشر حافی رحمہ اللہ تعالےٰ جو اولیاے کبار مشہورین مین سے ہین انکو خواب مین دیکھا کہ انکی آستین مین کوئی چیز ہو راوی نے پوچھا کہ یا حضرت یہ کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ ہمارے یہان امام احمد ویحیی بن معین کی روحین آئین تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اُنپر لعل ویاقوت نثار کیے گئے انمین سے اسقدر مین نے بھی پائے ہین پھر مین انکو چھوڑ آیا ہون وہ دعوت کے دسترخوان پر بیٹھے ہین راوی نے کہا کہ آپ کیون نہین شریک ہوے تو فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کو معلوم ہو کہ میرے نزدیک غذا کی کچھ قدر نہین ہو اسلیے کرم سے میرے واسطے اپنی طرف نظر کرنا مباح فرمایا ہو شیخؒ نے لکھا کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ام المومنین خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کا حال دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ مین نے خدیجہ رضہ کو جنت کی نہرون مین سے ایک نہر پر ایک مکان قصب مین دیکھا جسمین نہ لغو ہو نہ نصب ہے (رواہ الامام ابوبکر البزار والطبرانی) اور طبرانیؒ نے بسند منقطع روایت کی کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا تھا کہ ہماری ماں خدیجہ کہان ہین آپ نے فرمایا کہ مریم وآسیہ کے درمیان مین ایک مکان قصب کے بلغو بغیر نصب مین ہین حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ کیا قصب یہی نرکل ہو فرمایا کہ نہین بلکہ قصب منظوم بجواہر ویاقوت ہے۔ امام احمد وترمذی وابن ماجہ وابوداؤدؒ نے حدیث ابوہریرہ رضہ سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ماعز اسلمی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو رجم کیا (زنا کی سزا مین پتھرون سے مار کر قتل کیا) تو فرمایا کہ قسم اُس پاک عزوجل کی جسکے قبضہ مین میری جان ہو کہ اب وہ جنت کی نہرون مین سیراب ہو رہا ہو امام احمد وترمذی وابن ماجہ نے حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس روح نے جسم سے اس حالت مین جدائی پائی کہ وہ تین باتون سے پاک تھی تو جنت مین داخل ہوئی تکبر سے اور مال غنیمت مین خیانت کرنے سے اور قرضہ سے۔ ﴿۔﴾ شیخؒ نے کہا کہ ایک گروہ کا یہ مذہب ہے کہ زمین مین روحین رہا کرتی ہین پھر ان لوگون مین اختلاف ہو کہ زمین پر کہان ہین بعض نے کہا کہ قبرون کے صحن مین ہین ابن حزمؒ نے کہا کہ یہی عامۂ اصحاب الحدیث کا قول ہو اور ابن عبدالبرؒ نے کہا کہ شہیدون کی روحین جنت مین ہین اور غیرون کی روحین صحن قبور مین ہین جہان جاہتی ہین جاتی ہین بعض نے کہا کہ ارواح ایک جگہ جمع ہوتی ہین پس مومنین کی روحین جابیہ مین جمع ہوتی ہین اور ایک قول یہ کہ چاہ زمزم مین جمع ہوتی ہین اور کافرون کی روحین برہوت کے کنوئین مین جمع ہوتی ہین اور قاضی ابویعلی حنبلی نے اسکو ترجیح دی حالانکہ امام احمد بن حنبلؒ نے صریح اسکے خلاف فرمایا ہو کہ کافرون کی روحین فی النار ہین اور شاید برہوت کا کنوان جہنم سے متصل ہو اور احمد بن محمد نیشاپوری نے اپنی حکایات مین لکھا کہ ہم سے ابوبکر بن محمد بن عیسیٰ الطرسوسی نے کہا کہ ہم سے حامد بن یحیی بن سلیم نے بیان کیا کہ ہمارے یہان مکے مین ایک شخص خراسان کا رہنے والا تھا لوگ اُسکو امانتین دیجاتے

نے کہا کہ ان لوگون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روز پہلے ایک جہادی لشکر مین بھیجا تھا اس عورت نے کہا کہ یہ لوگ آئے تو ابر
میلے کپڑے تھے اور انکی گردنون کی رگون سے خون جاری تھا تو حکم ہوا کہ ان لوگون کو نہر بیدخ مین نہلاؤ پس یہ لوگ گئے اور جب غوطہ
مار کر نکلے تو اُنکے چہرے چودھوین رات کے چاند کی طرح چمکنے لگے اور سونے کی کرسیان لاکر بچھائی گئین اُنپر بٹھلائے گئے اور سونے کی رکابیون مین
گدر خرمے سبز لاکر رکھے گئے اُنھون نے انمین سے جسقدر چاہا کھایا پھر جس طرف سے لوٹتے تھے تو جس میوہ سے چاہتے تھے وہ حاصل ہوتا تھا
اور مین نے بھی اُنکے ساتھ کھایا۔ انس رضہ نے کہا کہ پھر اُس لشکر کی خبر پہونچانے کو خوشخبری دینے والا آیا اور اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ معاملہ
ہوا اور سارے گئے فلان و فلان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو روک دیا) فرمایا کہ اُس عورت کو میرے پاس لاؤ جب وہ آئی تو
آپ نے فرمایا کہ اپنا خواب اسکے سامنے بیان کر پس عورت نے فلان و فلان نام بنام بارہ آدمیون کے ساتھ خواب بیان کیا اُس شخص
نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ سچ کہتی ہے بے شک فلان و فلان بارہ آدمی مارے گئے تھے (یعنے پھر فتح حاصل ہوئی) خلاصہ یہ کہ اس حدیث سے
بھی معلوم ہوا کہ وہ لوگ جنت مین داخل کیے گئے مترجم کہتا ہے کہ جنتین بیشمار ہین اور قدرت الٰہی عزوجل بے انتہا ہے اور جو کچھ قرآن و حدیث
مین آیا ہے بے شک سچ ہے مجاہدؒ سے ایک قول آیا کہ شہید زندہ ہوتا ہے اور رزق جنت اور خوشبو پاتا ہے اور جنت کے اندر نہین ہوتا اس قول
کی تائید مین حدیث ابن عباسؓ ہے کہ بارق نہر بر باب الجنۃ مین ہین مترجم کہتا ہے کہ شاید مجاہدؒ نے اس وجہ سے یہ تاویل کی کہ حدیث صحیح مین قیامت
کے روز پل صراط سے پار ہونے کے بعد مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنت کا دروازہ کھلوائینگے تو رضوان خازن جنت کہینگے کہ جی ان
مجھے یہ حکم تھا کہ آپ سے پہلے کسیکے واسطے نہ کھولون (جواب) یہ ہو سکتا ہے کہ اول معراج مین آپ داخل ہو چکے پھر مدینے کی طرف ہجرت کرنے کے
بعد جہاد شروع ہوا اور شہدا مارے گئے تو آپ کے بعد داخل ہوے اور اگر جنت آخرت بالفعل ہے اور جنت بعد قیامت کے دوسری ہے تو کچھ اشکال
نہین رہا اور امام ابن القیمؒ نے نفیس جواب دیا کہ بالفعل داخلہ بدون جسم ہے اور بعد قیامت کے مع جسم بر وجہ اعلیٰ و اکمل ہوگا شیخ
سیوطیؒ نے کہا کہ شاید مجاہدؒ کا قول جو موافق بحدیث ابن عباسؓ ہے یہ عالم شہدا کے واسطے ہے اور جو قنادیل عرش مین ہین وہ خاص شہدا ہون
اور شاید جنت سے باہر وہ شہید ہون جو سواے راہ الٰہی یعنے جہاد کے مارے گئے جیسے ہیضہ و طاعون و غرق وغیرہ سے شہید ہوتے ہین
جنکے بارہ مین شہید ہونے کی فضیلت وارد ہوئی ہے یا شہید سے مراد مومنین ہین چنانچہ جسنے دل سے ایمان کی تصدیق کی وہ بھی شہید کہلاتا
ہے ابو ہریرہ رضہ نے کہا کہ ہر مومن صدیق و شہید ہوتا ہے لوگون نے عرض کیا کہ آپ یہ کیا فرماتے ہین ابو ہریرہؓ نے کہا کہ تمھارا جی چاہے پڑھو قولہ
تعالے والذین امنوا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم یعنے جو لوگ یقین لائے اللہ و اسکے رسولون پر تو ایسے بندے
ہی اللہ تعالے کے یہان صدیق و شہدا ہین۔ انتہے۔ اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری
امت کے مومنین اللہ تعالے کے یہان شہدا ہین پھر یہی آیت پڑھی۔ شیخؒ نے کہا کہ سوا ے شہدا کے باقی مومنین خواہ عاقل بالغ ہون یا بچہ
ہون یعنے مومنون کی اولاد ہون تو جمہور علماءؒ کے نزدیک جنت مین ہین اور امام احمدؓ نے اسپر اجماع نقل کیا ہے اور شافعیؒ نے بھی تصریح لکھا
ہے مترجم کہتا ہے کہ پھر اس اجماع صالحین کے بعد ضرور ہے کہ اول گروہ یعنے شہدا و ابرار بھی ضرور جنت عالیہ مین ہین اور تاویل وہی صحیح ہے
جو ابن القیمؒ نے بیان فرمائی کہ بالفعل یہ لوگ جنت عالیہ مین داخل ہوتے ہین اور بعد قیامت کے سرفرازی بروجہ الکمال ہوگی اور یہی مترجم کے
نزدیک صحیح ہے واللہ تعالے اعلم بعض علماء سلف نے صریح کہا کہ انکی ارواح جنت مین ہین اور ایک گروہ نے کہا کہ مومنون کے اطفال ضرور
جنت مین ہین ولیکن کسی خاص طفل کے حق مین ہم یہ گواہی نہین دے سکتے ہین کیونکہ ہم اُسکے مان باپ کے حق مین یہ گواہی نہین دے سکتے

اُسنے بیان کیا کہ مین بھی ایک غار مین گر پڑا تھا (شاید جب یرموک سے کفار بھاگے ہین تو انکا پیچھا کرنے مین یہ اتفاق واقع ہوا ہو) وہ
کہتا ہی کہ مین اُسمین برابر چلا گیا تو آخر مین ایک باغ مین نکلا کہ اسمین ہر قسم کی چیز موجود تھی جو کچھ اُسمین تھا کبھی کہین میری آنکھون نے اُسکے
مثل نہین دیکھا اور مجھے گمان نہ تھا کہ اللہ تعالےٰ نے اسکے مثل کہین پیدا کیا ہی پس مین اتنے دنون اُسی نعمت وعیش مین رہا جسکے
مثل نعمت نہین ہی اور نہ ایسے پہاڑ کہین ہین اور نہ ایسی خوشبوے خوشگوار کہین ہوگی پھر مین اسی حالت مین تھا کہ ناگاہ ایک آنے والا
آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر وہان سے نکال کر تمھاری طرف پہونچا دیا اور یہ دونون پتے مین نے اُس درخت مین سے لے لیے تھے جسکے نیچے بیٹھا تھا تو یہ
دونون پتے میرے ہاتھ مین باقی رہگئے لوگون نے ہجوم کرکے اُن پتون کو لیکر سونگھنا شروع کیا تو اُسمین ایسی خوشبو پاتے تھے کہ اُسکے مثل
کبھی کسی چیز مین خوشبوے خوشگوار نہین پائی اہل الشام یہ گمان کرتے ہین کہ وہ شخص جنت مین داخل کیا گیا تھا اور یہ دونون پتے
درخت جنت کے پتے ہین اور خلفانے یہ پتے لیکر خزانے مین داخل کر لیے تھے۔ھ۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ تو اللہ تعالےٰ کی قدرت مین ہی اور شک
نہین کہ یہ مخفی اسرار مین سے ہے جیسے قبر کے ثواب یا عذاب کا معاملہ ہے ولیکن میرے نزدیک یہ جنت وہ
نہین ہی جو آخرت مین ہوگی لقولہ تعالےٰ جنۃ عرضہا السموات والارض۔ اُس جنت کی چوڑائی آسمان وزمین ہی پس شاید یہ نفوس ارضیہ
کی جنت بالفعل ہی اور اس بیان کے واسطے ابتداے سورہ بقرہ کی تفسیر مین رجوع کرنا چاہیے اور اس بیان سے یہ جواب ہوسکتا ہے
کہ بالفعل جس جنت مین داخل کیے جاتے ہین وہ دیگر ہے اور آخرت مین جس جنت مین داخل ہونگے وہ بے مثل وبے مثال ہی ولیکن مترجم
کچھ جرأت نہین کرسکتا ہی واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم آیندہ مین شیخ جلال رح کی کتاب سے اختصار کرتا ہون نسفی رح نے بحر الکلام مین لکھا
کہ ارواح چار وجہ پر ہین ارواح انبیا علیہم السلام کہ جب بدن سے نکلتی ہین تو بدن کے مثل کافوری یا مشک کے بدن مین رکھکر
جنت مین جاتی ہین وہان عیش ونعمت مین ہین اور رات کو عرش کے متعلق قنادیل مین آتی ہین۔ ارواح مومنین جو مطیع صالح تھے وہ
ربض الجنۃ مین ہین کھاتی پیتی نہین ہین ولیکن جنت کی طرف دیکھتی ہین ارواح مومنین گنہگار جو آسمان وزمین کے درمیان ہوا مین
رہتی ہین۔ ارواح کفار جو سیاہ چڑیون کے جوف مین ساتوین زمین کے نیچے سجین وقید مین رہتی ہین اور انکو اپنے اجسام سے تعلق ہے
تو بدن پر عذاب ہوتا ہی جس سے روح پر صدمہ ہے مترجم کہتا ہی کہ شیخ امام ابن القیم رح کے کلام سے معلوم ہوا تھا کہ ارواح انبیا
علیہم السلام جہان قدس منزلت مین ہین وہ بیان سے باہر ہے اور قنادیل عرش والی ارواح شہدا ہین اور اسکے لیے نصوص صریح بھی
موجود ہین واللہ تعالےٰ اعلم قال رح اور حافظ ابن رجب رح نے احوال القبور کے باب نہم مین لکھا کہ ارواح انبیا علیہم السلام بیشک
اللہ تعالےٰ کے یہان اعلی علیین مین ہین اور بیشک صحیح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری کلمہ زبان مبارک سے فرمایا وہ یہ تھا
اللہم الرفیق الاعلی یعنے الٰہی رفیق اعلی مین مجھے لے لے۔ اور ایک شخص نے عبد اللہ بن مسعود رض سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبض
فرمائے گئے تو آپ کہان ہین۔ ابن مسعود رض نے کہا کہ جنت مین ہین۔ رہے شہدا تو اکثر علماء رح کے نزدیک وہ بھی جنت مین ہین اور اسی پر احادیث
کثیرہ وارد ہین پھر شیخ نے احادیث سابقہ کا حوالہ دیا اور لکھا کہ امام احمد وابن ابی الدنیا وابو یعلی نے حدیث انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا
کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھا خواب پسند آتا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ تم مین سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہی کہا کہ پھر ایک عورت نے
حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے خواب دیکھا کہ گویا مین لے جاکر جنت مین داخل کی گئی ہون اتفاقاً مین نے ایک شور سنا جس سے
جنت گونج اٹھی اور یکایک مین نے دیکھا کہ آپ کے مسلمانون مین سے فلان وفلان وفلان بارہ آدمیون کے نام لیے آئے ہین۔ انس رض

پینے تھے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت مین اُسکی مرضعہ (دودھ پلائی) ہی بیہقی رح نے کہا کہ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت مین آپکی (دودھ پلائی ہی پس آپکا ارشاد قطعًا برحق ہی اور اگر ظاہری جسم کو دیکھو تو ابراہیم رض مقبرۃ البقیع مین دفن کیے گئے تھے مترجم کہتا ہی کہ مین نے اول ہی یہ بات بتلادی تھی کہ ایسے مسائل مین حکم یہ ہی کہ آدمی یہ کہے کہ مین ایمان لایا کہ جو کچھ اللہ تعالے واُسکے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد ہی اور جس طرح واقع مین ہوتا ہی مین اسپر ایمان لایا اور یہ جو علماء رح نے اقوال بیان کیے ہین یہ اُنھون نے آثار کو ملاکر اپنی سمجھ کے لائق معنے نکالے ہین لیکن یہ احتمال ہی کہ شاید انکے سمجھنے مین سہو ہوا ہو کیونکہ آخرت کا معاملہ ایسا ہی کہ اللہ تعالے نے اسکو مخفی رکھا ہی تو حواس وہان کام نہین کرتے ہین پس ہمکو ہمارے علماء رح نے بے کھٹکے راہ بتلادی کہ ایسے اجتہادی مسائل مین کہو کہ ہم یقین لائے کہ جو کچھ اللہ تعالے و رسول کی مراد ہی وہ حق ہی (سوال) اگر شہداء و اکابر صالحین بالفعل جنت مین داخل ہوجاتے ہین تو پھر اسکے کیا معنے ہین کہ بعد قیامت کے جنت مین داخل ہونگے (جواب) **شیخ ابن القیم** رح نے کہا کہ پورا داخلہ بعد حشر کے ہوگا جب آدمی مع روح وجسم اُٹھایا جائیگا تو اُسوقت خالی روح سے داخل ہونا اس سے کم ہی مترجم کہتا ہی کہ اس بھید کا اشارہ مین نے سابق مین بیان کیا ہی اُسکو غور سے سمجھ لینا چاہیے۔ اور واضح رہے کہ ابتداے سورۂ بقرہ کی تفسیر مین جہان آدم علیہ السلام کو باغ جنت مین بسایا تھا مترجم نے تفسیر امام ابن کثیر وغیرہ سے یہ بحث ذکر کی ہے کہ سابق اہتین یہود اور نصاری مین یہ بات مشہور تھی کہ جس جنت مین آدم ع بسائے گئے تھے وہ ایک باغ تھا جو اسی زمین سے متعلق تھا حتی کہ نصاری مین تو یہ خیال ہی کہ وہ باغ عدن مین تھا جو عرب کے کنارے ایک معروف شہر ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ خیال تو غلط معلوم ہوتا ہی اور **اخوان الصفا** کے مصنفین کے خیالات مین وہ جنت قریب مطلع الشمس ہی اور اس زمانہ کے کسی آدمی کو یا جانور کو یہ طاقت نہین ہی کہ خود کسی حیلہ سے یا اُڑکر وہان پہونچ سکے اور وہ کوہ یاقوت پر واقع ہی اور ہمیشہ پر بہار ہی اور اقسام میوہ جات کا وہان شمار نہین ہی مترجم کہتا ہی کہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جنت قرون الشمس مین طے کی ہوئی ہی اور ہر سال دو بار نشر کی جاتی ہی اور مومنین کی روحین زرد پرندے مانند اُسکے پھل کھاتی ہین (رواہ الطبرانی والبیہقی) اور اسکو جلال رح نے بھی روایت کیا اور ابن منده رح نے اسکو حدیث روایت کیا ہی اس سے بھی قول مذکور کا پتہ ملتا ہی بلکہ حدیث ابو ہریرہ رض مین ہی کہ مومنین کی صغیر اولاد ایک پہاڑ پر جنت مین ہین ابراہیم و سارہ رح ا نکی کفالت کرتے ہین (رواہ احمد والحاکم وابو داؤد والبیہقی) اس حدیث سے بھی قول مذکور کے واسطے پتہ ملتا ہی کیونکہ یہ پہاڑ اسی جنت سے مناسب ہین اور وہ جنت جہان بعد بعث کے داخل ہونگے اُسکی عجیب صفت جو احادیث سے ظاہر ہے بے مثل ہی اور مترجم نے بار ہا اُسکے بیان مین ایسی توضیح کی جس سے فی الجملہ اُس نعمت کا نمونہ اپنی سمجھ کے اندازہ پر خیال مین آوے اور وہ ایسی نعمت ہی کہ کفار اُسکے سمجھنے سے بھی قاصر ہین امام **ابو اسمعیل الازدی** جو قدما مین سے ہین اپنی کتاب فتوح الشام مین باسناد جید روایت کرتے ہین کہ ایک شخص تھا بنی نمیر مین سے اُسکو خمیس بن حابس بن معویہ کہتے تھے اور وہ شجاع وبہادر تھا یکایک اُسکے لوگون نے اسکو گم پایا اور ہرچند تلاش کیا اور سب طرف دریافت کیا کچھ پتہ نہ لگا جب اُسکے کنبہ وقبیلہ والے مایوس ہوے تو یہ سمجھ کے بیٹھ رہے کہ یا تو حملہ مین مارا گیا یا کہین دھوکے سے قتل ہوا ایک روز وہ سب بیٹھے تھے کہ ناگاہ وہ دور سے آتا ہوا نظر پڑا اُسکو دیکھکر قوم کے لوگ بہت خوش ہوے اور دوڑ کے اسکو لیا تو کیا دیکھتے ہین کہ اُسکے ہاتھ مین دو پتے نہایت لنبے چوڑے اور بہت ہی خوشنما سبز ہین کبھی کسی نے باغات شام مین باوجود اس خوبی کے اسکے مثل پتے نہین دیکھے تھے نہ کہین یہ خوبصورتی اور نہ کہین کسی مین یہ خوشبوے لطیف تھی۔ ساتھیون نے پوچھا کہ تم اتنی مدت کہان تھے

مبعوث ہوے تو اُسوقت سے بنی اسرائیل پر آپ کی نبوت کا زمانہ رہا لیکن یہود نے نہ مانا تو کافر اسی تھے اور جنھون نے مانا وہ مؤمن امت تھے
یہانتک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوے تو حضرت عیسیٰؑ کا زمانہ ختم ہوا اور زمانہ حضرت خاتم النبیین صلعم شروع ہوا اب قیامت
تک آپکا زمانہ ہی جو قوم نہ مانے وہ کافر امت ہی اور جو مانے وہ مومن ہی لیکن ماننا ایمان توحید کے ساتھ ہوتا ہی اور اگر کسی نے اسطرح مانا کہ آپ خدا
ہین نعوذ باللہ من ذالک تو یہ کفر و انکار ہی کیونکہ اُسنے نہین مانا بلکہ آپ سے مخالفت کی اسطرح جس قوم نے حضرت عیسیٰ کو خدا یا تیسرا حصہ یا
بیٹا کہا تو اُسنے بھی حضرت عیسیٰؑ پر بہتان لگایا اور مخالفت کی اور آپ کی دعوت توحید کو رد کرکے اُسکے مخالف عداوت کی اب دیکھو کہ آخرت
مین پیغمبر کے ساتھ وہ امت سرفرازی پاویگی جسنے اسکو مانا ہی تو واضح ہوا کہ حضرت موسی علیہ السلام پر بنی اسرائیل سب اسباط ایمان لائے اور قائم
رہے اور بعد موسیٰؑ کے یوشعؑ وغیرہ انبیاے بنی اسرائیل پر بھی اسباط با یمان توحید مدت دراز تک قائم رہے اور ہر صدی مین لاکھون موجود
تھے اور شام مین غیر قومین بھی اس دین مین داخل ہوئین۔ پھر بنی اسرائیل مین فسق و فساد وغیرہ کی کثرت ہوئی اور نبوت کی تعلیم سے بیزار ہوے
اور بزرگون کے مزارات پر مسجدین بنائین اور اُنسے مرادین مانگنے لگے اور دنیا کی طلب رہگئی اور دنیاوی زندگی مین تنافس پھیل گیا اور بہتر فرقے
ہوگئے اور ہر ایک نے توریت مین اپنے موافق معنے بنائے اور رفتہ رفتہ رد و قدح مین ہر فرقہ علٰحدہ ہوگیا اور عالمون اور درویشون نے اپنا اپنا
جال پھیلایا اور اللہ تعالے نے ہر قریہ وسیع مین ایک ایک پیغمبر بھیجا ولیکن یہ لوگ یہانتک بے باک ہوگئے کہ پیغمبرون کو قتل کر ڈالتے تھے اور
دعوے کرتے کہ ہم فلان پیغمبر کے مزار سے دعا مانگتے ہین یہ شخص اس سے منکر ہے **الغرض** اس مکر شیطانی مین گمراہی کے مسالک پر چلے یہانتک
کہ ہر فرقے نے اللہ تعالے کی کتاب کو نقل کرکے اُسمین اپنے مطلب کے موافق جا بجا لفظ گھٹا بڑھا دیے واضح ہو کہ قرآن پاک مین انکے قبائح
بہت سے بتلا دیے گئے ہین اور بہت حالات کو تاریخ بنی اسرائیل قدیم سے دیکھ لو۔ اور یاد رکھو کہ حدیث مین آیا ہی کہ یہ امت اسلامیہ بھی یہود و
نصاری کے قدم بقدم چلیگی۔ حد۔ اس حدیث کا معجزہ آج کل بلکہ مدت دراز سے بالکل ظاہر ہوگیا ہی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بالجملہ امت
موسی علیہ السلام مین بہت مدت تک دین توحید باقی رہا بلکہ پیچھے جب بنی اسرائیل بگڑے، تو بھی صریح شرک کا اقرار نہین کیا ولیکن جہالت سے
قبرون وغیرہ کی پوجا پاٹ مین خراب ہوے اور حضرت عیسی علیہ السلام کی امت کا یہ حال ہوا کہ ادھر آپ اس دنیا سے آسمان کو
اُٹھائے گئے اور ادھر فتنہ شروع ہوگیا اور یہود نے انجیل کے ساتھ بے ادبی کی اور کثر یہ کہ انجیل متواتر ہاتھون مین باقی نہین رہی پھر اللہ تعالے
نے شاہ یونان کو یہودیون پر مسلط کیا اور یہود اپنی بدکاریون کے عذاب مین پڑے اور شاہ یونان کی مان نے دین عیسی اختیار کیا تھا اُسنے
اپنے بیٹے کو بھی سمجھایا جب اُسنے حضرت عیسی علیہ السلام کی پیروی کرنے والون کو جمع کیا تو آخری نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ حضرت عیسی علیہ السلام
کو رسول اللہ کہتے اور لا الٰہ الا اللہ کے دین توحید پر تھے وہ ہزارون قتل ہوے اور دین شرک (ابن اللہ) کا عقیدہ رکھنے کی تاکید ہوئی اور یہ
نصرانی دین ٹھہرا تو صاف معلوم ہوگیا کہ آپ کے دین کے لوگ بہت کم ہین اور واضح ہو کہ حدیث مین آیا ہی کہ جو قوم پہلے ہدایت پر تھی پھر اس
قوم کے آخری لوگ ضلالت پر بدل گئے تو وہ جھگڑالو بحث کرنے والے ہوجاتے ہین۔ حد۔ اہل اسلام کو لازم ہی کہ یہود و نصاری کے جو حالات
بیان کیے گئے ہین اور خود قرآن مجید مین اُنکے بہت سے خیالات و دعوے مذکور ہین اُنکے چال چلن سے احتراز کرین اور اپنے قدیم بزرگون
صحابہ و تابعین کی سیرت پر عمل کرین اور گناہون و بد اخلاقیون سے ڈرین اور جناب باری تعالے مین توبہ کرین اور اللہ تعالے
توفیق دینے والا ہی اور ایمانی طریقہ سلامت قلب کے ساتھ آخرت کی فکر کرین کہ آگے معاملہ درپیش ہی بیہقی نے حدیث صحیح البخاری
ذکر کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا اسوقت سترہ اٹھارہ مہینہ کی عمر تھی ہنوز دودھ

ظاہر ہوتے ہین جو پہلے نہین سمجھا تھا حتی کہ جس قدر تقوی وطہارت سے نور بڑھتا ہی برابر معانی ظاہر ہوتے جاتے ہین حتی کہ مرتے دم تک یہ ظہور ختم نہوگا حتی کہ تمام اولین وآخرین سب کے واسطے کبھی اختتام نہین ہی اسیواسطے حدیث علی رضی اللہ عنہ مین ہی کہ اُسکے عجائبات کبھی ختم نہونگے کیونکہ وہ کلام الٰہی ہی اور کلام صفت حق ہی اور صفت حق کے واسطے حد ونہایت محال ہی یہ بھی جان رکھو کہ ہر آیت قدسی ایک عطاے قدس ہی مثلاً جب یہ آیت اُتری جو حدیث مذکور مین تلاوت کی گئی ہی تو اسکے ظاہر معنی یہ تھے کہ یہود نے دعوی کیا تھا کہ ابراہیم ع ہمارے دین پر یہودی تھے اور نصاری نے دعوی کیا تھا کہ نہین بلکہ وہ نصرانی تھے تو اللہ تعالے نے ان دونون گمراہون کو ملامت کی کہ تم نے تعصب اپنا شیوہ بنالیا اور اپنی زبان سے دعوی کرنیکو کچھ مفید سمجھتے ہو اور تعصب کو دین جانتے ہو اور عرب کو بے علم سمجھکر بہکانا چاہتے ہو حالانکہ اللہ تعالے نے عرب کے لیے وہ عظیم الشان پیغمبر بھیجا ہی جو انکو علم اولین وآخرین تعلیم فرمانے والا ہی چنانچہ ایک آیت سے دونون فریق کا جھوٹ کھول دیا کہ حضرت ابراہیمؑ سے بہت مدت کے بعد موسی علیہ السلام ہوے انکے بعد یہودیت نکلی تو یہودی کذاب کیونکر حضرت ابراہیم ع کو یہودی کہتا ہی اور اسیطرح نصرانی جھوٹا ہی جو یہود کے بعد نکلا ہی پس ان دونون فریق مین سے کسی کو حضرت ابراہیم ع سے قرب نہین ہوسکتا۔ پھر اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا۔ ان اول الناس بابراہیم الآیہ۔ یعنے ابراہیم سے اولی واقرب وہ ہین جو اُسکے تابع ہوے اور یہ نبی محمد واسکے ساتھی مومنین الخ۔ یہ معنے ظاہر ہین اب اس آیت کا بیان آخرت کے واقع ہونے مین حدیث سے نکلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت ابراہیم علیہ السلام کا قرب بحسب منزلت ہی اور آیت مین (ہذا النبی) کی خصوصیت بھی ظاہر ہوگئی حالانکہ دیگر انبیا علیہم السلام بھی مخالف طریقۂ ابراہیم علیہ السلام نہین تھے کیونکہ مخالف تو یہود ونصاری ہین اور حضرت موسی وعیسی علیہما السلام موافق ہین ولیکن نکتہ یہی ہی جو بیان ہوا اسلیے (ہذا النبی) یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت فرمائی اور یہ قرآن پاک کے لطائف برکات مین سے ایک خفیف نمونہ ہی اور اسی مقام پر ایسے لطائف ہین کہ اگر بیان کیے جاوین تو باوجود بہت توضیح سے بیان کرنے کے بھی سمجھنے مین قصور ہوگا اسلیے ہم دعا مانگتے ہین کہ الٰہی ہم تیرے بندے ہین ہمپر مغفرت کے ساتھ رحمت فرما کر قرآن ہمارے دلون کی ربیع فرماوے کہ خوب یقین سے ہمارے دل بالکل کشادہ ہون ہم جان لین اور دلی یقین پاوین کہ ہم کو جو تونے قرآن پاک عطا کیا ہی تو اس سے بہتر کسی کو کوئی نعمت نہین دی ہی اور اسی پر ہمارا خاتمہ بخیر فرماوے یا ارحم الراحمین والحمد للہ رب العالمین آنہ الجملہ حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بہت زیادہ منزلت اعلی مین پہونچے اور یہ آپ کے کمال اعلی کا طفیل ہی اور یہ بات دیگر احادیث سے صریح ثابت ہی اگر وہم ہو کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی امت بہ نسبت حضرت موسیٰؑ کے زیادہ ہی کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت بنی اسرائیل مین منحصر تھی اور ماسوائے انکے دیگر اقوام مین بہت کم ہوے اور حضرت عیسے علیہ السلام کے ماننے والے ابتک ہزارون اقوام مختلفہ ہین (جواب) یہ وہم بالکل غلط ہی اور محض شیطانی دھوکا ہی پہلے یہ سمجھ لو کہ جو پیغمبر اللہ تعالے نے بھیجا وہ فقط ایک قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا پھر چاہے دوسری قوم کے لوگ بھی اُسپر ایمان لاکر جنت مین جاوین۔ یہی سب پیغمبرون کا حال تھا سوائے ایک پیغمبر کے وہ ہمارے نبی مصطفی سرور انقیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین کہ آپ کو آپکے رب تبارک وتعالے نے اس شان مین خاص ممتاز فرمایا اور یہ بہت عظیم اختصاص ہی اور اسکی یہ صورت ہوئی کہ اللہ تعالے نے ہر ملک وہر قوم مین ایک پیغمبر اپنا بھیجدیا اور ہر قوم کو آگاہ کردیا جب دنیا کی سب قومین آگاہ ہوگئین تو آخر مین اپنے حبیب رسول کو بھیجا اور تمام جہان کو آگاہ کیا کہ ہمارے حبیب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم پر ہماری معرفت حاصل کرین اور تمام صحیفے وکتابین سب کو قرآن مین جمع کردیا اس سے خارج کوئی علم نہین ہی اب دیکھو کہ ہر پیغمبر جسوقت بھیجا گیا اُسوقت سے قوم پر اسکی نبوت کا زمانہ ہی خواہ یہ لوگ مانین یا نہ مانین سب اُسی کی امت ہین مثلاً حضرت عیسیٰؑ جب بنی اسرائیل پر

یحیی وعیسی مجھے ملے اور اُنکے ساتھ مین انکی قوم کے چند نفر تھے (یعنی گنتی کے چند اصحاب ہر ایک کے ساتھ تھے) پھر مین تیسرے آسمان کو گیا تو مجھے یوسف عم سے ملاقات ہوئی اور انکے ساتھ بھی چند نفر اُنکی قوم کے تھے پھر مین چوتھے آسمان پر گیا تو مجھے ادریس عم سے ملاقات ہوئی جنکے ساتھ چند نفر انکی قوم سے تھے پھر مین پانچوین آسمان کو گیا تو مجھے ہارون عم سے ملاقات ہوئی جنکے ساتھ مین انکی قوم کے چند نفر تھے پھر مین چھٹے آسمان پر چڑھا تو مجھے موسیٰ عم سے ملاقات ہوئی اُنکے ساتھ مین انکی قوم کے چند نفر تھے پھر مین ساتوین آسمان پر گیا تو مجھے ابراہیم عم سے ملاقات ہوئی اُنکے ساتھ مین اُنکی قوم کے چند نفر تھے پھر مجھسے کہا گیا کہ یہ تیری جگہ اور تیری امت کی جگہ ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ ان اولی الناس بابراہیم للذین اتبعوہ وہذا النبی الآیہ یعنے ابراہیم عم کے ساتھ سب لوگون سے زیادہ نزدیک وہ ہین جنھون نے ابراہیم عم کا اتباع کیا تھا اور یہ نبی (محمد) اور جو لوگ اسکے ساتھ ایمان لائے ہین اور اللہ تعالے مومنین کا ولی ہے۔ ھ۔ ناگاہ مین نے وہان اپنی امت کو دیکھا اُنکے دو گروہ تھے ایک گروہ پر ایسے براق سفید لباس تھے گویا سفید کاغذ ہین اور ایک گروہ دیگر پر لباس میلے تھے۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ ارواح کے مراتب ہین اور ہر آسمان مین آپ نے ایک قوم کو دیکھا۔ ھ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث پاک مین علوم قدسیہ بکثرت ہین ازانجملہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مطہر تمام اولین وآخرین سب مین ممتاز تھا کہ وہ ارواح کے حکم مین تھا کیا نہین دیکھتے ہو کہ حضرت انس رض کی والدہ وغیرہ آپ کا پسینا لیکر اپنے عطرون مین ملاتی تھین کیونکہ تمام جہان کے عطر اسکا مقابلہ نہین کرسکتے تھے حالانکہ عرب مین عطر گلاب نہایت عمدہ آتا ہے جو (اسّی روپیہ) تولہ ملتا ہے اور مترجم کیونکر اشارہ کرے۔ سنو ایک صحابی رض نے مٹی کے لوٹے مین نظر کی تو پانی دیکھکر پی لیا جب خوشبو آئی تو اُنکو شرم آئی کہ شاید یہ گلاب ہے کہا تھا آخر معلوم ہوا کہ نہین بلکہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سردی کی وجہ سے رات مین اسی برتن مین فراغت فرما لیتے ہین اور وہ صبحکو بہا دیا جاتا ہے اتفاق سے رکھا رہا اب دیکھو کہ ان صحابی کے بدن سے تمام عمر وہ خوشبو ہمیشہ پسینے مین آتی رہی یہ فضلہ کی کیفیت تھی اور قیاس کرو کہ آپ کی اولاد پاک کا کیا مرتبہ ہے اور آپکی ازواج مطہرات کی شرافت کہانتک شرف منزلت مین عالی ہے ولیکن خارجی ورافضی عجب احمق فرقے ہین نعوذ باللہ من شرہما اور واضح ہو کہ ایک مرتبہ آپنے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ الٰہی اس سے سردی گرمی دور کردے اس کلمۂ قدسی کا ایک اثر تھا کہ حضرت علی رض ہمیشہ گرمی مین جاڑے کے کپڑے اور جاڑون مین گرمی کے کپڑے پہنے رہا کرتے اور اسیطرح گرمیون مین سفر کیا کرتے تھے اور جب کوئی اصرار کرتا تو یہ حدیث روایت فرماتے تھے انا نجملہ حضرت عیسیٰ عم اور ہر پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ مین اُسکی قوم کے چند نفر پائے۔ قوم سے مراد وہ قوم ہے جسکی جانب وہ پیغمبر بھیجا گیا تھا اُسمین جو لوگ ایمان لائے وہ خاص ہوے پھر یہ نفر جو ساتھ تھے ہر پیغمبر کے خاص اصحاب تھے جنکو یہ شرف حاصل ہوا کہ اس پیغمبر کے ساتھ ہون اور اس سے معلوم ہوا کہ ان پیغمبرون مین حتی کہ حضرت ابراہیم علیہم السلام تک انکے اصحاب اس منزلت کے فقط گنتی کے چند لوگ تھے۔ اگر کہا جاوے کہ شاید انکی امتین مراد ہون (جواب) نہین کیونکہ اول تو ہر ایک کی پوری امت اُسکے ساتھ رہنے کی منزلت نہین پاسکتی ہے اور دوم یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کا ذکر دوسری حدیث مین صریح ہے کہ وہ بہت بڑا گروہ ہے اسقدر بڑا گروہ کہ پہلے کسی پیغمبر کا اتنا بڑا گروہ نہ تھا تو یہ چند نفر نہین ہین پس یہان خاص اصحاب مراد ہین جنکو یہ شرف ہے کہ پیغمبر کے ساتھ رہین اور اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جو وہان آپکا اور آپکی امت کا مقام ہے اسی معنے مین کہ آپ کا اور آپ کے خاص اصحاب رضی اللہ عنہم کا مقام ہے اور صاف معلوم ہوا کہ آپ کے اصحاب بہت زیادہ ہین جو آپ کے ساتھ ہین رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین ازانجملہ آیات قرآنیہ جو عطا ہوئی ہین انکے ایک معنی تو صاف ایسے ہین کہ ہر مسلمان سمجھ لے اور جب اسپر عمل کرنے اور تلاوت کرنے سے نور بصیرت حاصل ہو تو ترقی مین معانی

بعد تھوڑی دیر کے وہان دیکھا گیا تو کچھ نہ تھا فافہم ابن منده الحافظؒ نے بطریق عبدالرحمن بن زیاد بن انعم عن حبان بن ابی جبلہ روایت کی
کہ مجھے خبر پہونچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب شہید ہوتا ہی تو اللہ تعالے اُسکے لیے ایک جسم بہت خوبصورت نازل
فرماتا ہی پھر اُسکی روح سے کہا جاتا ہی کہ اسمین داخل ہو جاؤ تو وہ اپنے جسم اول کی طرف دیکھتا ہی کہ اسکے ساتھ کیا کیا گیا ہی (یعنے مقطوع زخمی
جدا جدا ہی) پھر وہ گفتگو کرتا ہی وہ یہی سمجھتا ہی کہ یہ لوگ میری گفتگو سنتے ہین پھر جب جواب نہین دیتے تو ہم انکی طرف نگاہ کرتا ہی وہ یہی سمجھتا ہی
کہ جیسے مین دیکھتا ہون یہ مجھے دیکھتے ہین پھر اُسکی جنتی ازواج یعنے حور العین آجاتی ہین اور اپنی طرف متوجہ کر کے اُسکو لیکر چلی جاتی ہین مترجم
کہتا ہی کہ شیخؒ نے اشارہ کیا کہ عبدالرحمن بن زیاد بن انعم افریقیؒ راوی ضعیف ہین اور اسی طرف امام ترمذیؒ نے میلان کیا ہی لیکن امام بخاریؒ سے
نقل کیا کہ وہ تقویت کرتے اور کہتے کہ مقارب الحدیث ہی۔ مین کہتا ہون کہ بالاتفاق سب کے نزدیک عبدالرحمنؒ مرد صالح متقی تھے موافق حکم الٰہی
کے نیک کامون کا حکم کرتے اور بُرے کامون سے منع کرتے تھے اور جسنے مانند امام یحیی القطان وغیرہ کے انمین کلام کیا تو فقط حافظہ خراب ہونے کا
دعوی کیا ہی اور مشہور ہی کہ امام یحیی القطانؒ بہت خفیف خرابی سے بھی راوی کو ترک کر دیتے تھے اور یہان امام بخاری کی توثیق موجود ہی تو ضرور اعتبار
ہوا کہ عبدالرحمنؒ اچھے راوی ہین اور انھون نے حبان بن ابی جبلہؒ سے روایت کی جو طبقۂ سوم کے تابعین ہین سے ہین یعنے متوسط درجہ کے تابعی
ہین اور ثقہ ہین تو انکی مرسل روایت قبول ہی۔ روایت ہی کہ کفار نصاریٰ نے چار آدمی قید کر لیے اور اپنے بادشاہ کے سامنے پیش کیے اُسنے نہر کے کنارے
خیمہ آراستہ کیا اور خوبصورت لڑکیان آراستہ کر کے جمع کین اور ان لوگون سے کہا کہ اگر تم دین مسیح مین آجاؤ تو بڑا درجہ پاؤ اور مین تمھین یہ لڑکیان
بیاہ دون اور مملکت مین سردار بناؤن یہ لوگ وسوسۂ نفس و شیطان مین آگئے اور قبول کیا سواے ایک کے کہ اُسنے ساتھیون کو ملامت
کی۔ نصرانی نے خوف کر کے کہ شاید یہ ان باقیون کو بھی اپنے ساتھ لے لے اُسنے فوراً حکم دیا کہ اسکی گردن مار کر نہر مین پھینک دو چنانچہ فوراً
اُسکی گردن ماری گئی جب اُسکا سر دریا مین پھینکا تو سر ڈوب گیا اور دم بھر کے بعد اوپر آیا اور لوگون کی طرف متوجہ ہو کر اپنے یارون کو
نصیحت کی اور بہت صاف آواز مین انکو اللہ تعالے کی آیات سنائین اور تمام مجلس کے کفار ہیبت سے تھرا گئے اور آخر اُسنے اپنے ساتھیون
کو سلام کیا اور غائب ہو گیا اُسکے ساتھی فوراً توبہ کر کے دین حق پر مضبوط ہو گئے اور بعد چند روز کے وہ بھی شہید کیے گئے اور اس قسم کے روایات
اسانید صحیحہ کے ساتھ بے شمار ہین اگر مترجم انکو لکھنا چاہے تو بہت دراز ہو جاوے لیکن نیکبخت کے واسطے ایک اشارہ کافی ہوتا ہی اور آج کل کے
زمانہ مین ہر طرف فتنہ و فساد بکثرت ہی اور ایماندار کو چاہیے کہ کفار کے سواے اپنی قوم کے مسلمانون کی طرف بھی نظر نہ کرے کیونکہ سب دنیا
چاہتے ہین الا ماشاء اللہ تعالے ملکہ اپنے دین پر اور اپنے بزرگان صالحین پر ہر دم نظر رکھے اور ہمارا اللہ تعالے حافظ و نگہبان ہی شیخؒ نے لکھا کہ
صاحب الایضاح رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ جو بندے صاحب الغام ہین وہ علیین کے درجات ہین طرح طرح سے ہین بعضے درختان
جنت مین بلند پرواز ہین اور بعضے سبز چڑیون مین ہین اور بعضے زیر عرش کے قنادیل مین رہتے ہین اور بعضے سفید پرندون مین ہین اور
بعضے زرزور پرندمین ہین اور بعضے کسی جنتی صورت مین ہین اور بعض کے لیے انکے اعمال سے صورت مرغوب پیدا کی جاتی ہی لا قول البعض
اپنے جثہ مین ہین جیسے حضرت جعفر بن ابی طالب بشرطیکہ آنحضرت صلعم نے جعفر طیار رضؓ کو دنیاوی شکل مین دیکھا ہو فافہم اور بعضے اپنے
جثہ کو دیکھنے آیا کرتے ہین اور بعضے وہ ہین کہ جو مرنے لگتے ہین اُنسے ملنے آتے ہین اور بعضے میکائیلؑ کی کفالت مین اور بعضے آدمؑ کی اور بعضے
ابراہیمؑ کی کفالت مین ہوتے ہین۔ ھ۔ قرطبیؒ نے کہا کہ یہ اچھا قول ہی اور اس سے سب اخبار جمع ہو جاتے ہین۔ مین کہتا ہون کہ معراج کی
حدیث مین جسکو بیہقی و ابن مردویہ نے حدیث ابو سعید الخدری رضؓ سے روایت کیا ہی یہ ذکر ہی کہ جبرئیل مین دوسرے آسمان پر گیا تو مین نے دیکھا

روح انسانی مراد ہو جسکی حقیقت ہم لوگون کی سمجھ سے باہر ہے یا اس سے روح جسمانی و نفس مطمئنہ و جان وجی مراد ہو اور یہی اظہر ہو کیونکہ اسکے
واسطے جنت کے باغات و انہار و لباس و میوہ جات وغیرہ سے لذائذ و عیش و تنعم ہو اور اگر مترجم کا زعم ٹھیک ہو تو جمیع آثار سابقہ کا بیان یہ ہوگا
کہ ارواح مومنہ اعلیٰ علیین میں ہین اور ارواح فاجرہ سجین میں ہین اور ارواح جسمانیہ جو نفوس ارضیہ ہین انکے واسطے مستقر جدا جدا ہین
اور ہر ایک کے اشباہ ہین حتیٰ کہ بعضے فجار برہوت میں جاتے ہین اور بعضے دوسری جگہ جاتے ہین اور مومنین بعضے جابیہ ہین اور بعضے دوسری
جگہ جاتے ہین اور اس صورت میں کچھ تردد نہین رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے برادران انبیا علیہم السلام سے ملاء اعلیٰ ہین
ملاقات کی اور حضرت موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور حدیث صحیح میں ہو کہ مین نے اس ثنیہ سے موسیٰ علیہ السلام کو اترتے دیکھا تلبیہ کہتے
ہوے الحدیث اور دوسری حدیث مین طواف کعبہ میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھنا مروی ہو بلکہ مسیح دجال کو بھی دیکھنا مروی ہے
اور یہ اسرار عجیبہ ہین جہان اوہام و خیالات عاجز ہین اور شک نہین کہ اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان کے دل کھول دیے ہین اور کفار و منافقین
کے دل بھیچ جاتے ہین اور اہل سعادت اس دنیاے فانیہ کی حیات سے دل برداشتہ ہوکر آخرت کے شائق ہوتے ہین اور عذاب سے پناہ
مانگتے ہین الٰہی ہم بندون پر رحم فرما کر ہمارا خاتمہ بخیر فرمائیو اور ہم کو فجار و اشرار کے ساتھ سے پناہ دیجیو آمین یا ارحم الراحمین۔ شیخؒ نے کہا کہ ہناد
بن السریؒ نے کتاب الزہد مین بطریق محمد بن اسحاق عن اسحق بن عبد اللہ بن ابی فروہ روایت کی کہ میں نے بعض اہل العلم سے سُنا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہداء تین درجہ کے ہین پس ان مین سے جو سب سے کم درجہ والا ہو وہ ہو جو اپنی جان و مال سے نکلا وہ مقتول
ہونا نہین چاہتا تھا ولیکن مارا گیا اسطرح کہ اتفاق سے باد ہوائی تیر آیا جسکا مارنے والا معلوم نہین ہوتا وہ اس شخص کے لگا پس اسکے
خون سے جو پہلا قطرہ ٹپکا اُسکے سب گناہ معاف کر دیے گیے پھر آسمان سے اللہ تعالےٰ ایک جسم اُتارتا ہو جسمین اُسکی روح رکھکر اللہ
تعالےٰ کی طرف لے جاتے ہین تو جب کسی آسمان پر ہوکر گذرتے ہین تو وہان کے ملائکہ اُسکی مشایعت مین ساتھ ہو جاتے ہین یہانتک کہ حضور باری تعالےٰ
تک پہونچتا ہو تو وہان اپنے رب تبارک و تعالےٰ کے لیے سجدے مین گر پڑتا ہو پھر حکم ہوتا ہو تو ملائکہ اُسکو استبرق کے ستر لباس پہناتے ہین پھر
حکم ہوتا ہو کہ اسکو اسکے بھائیون شہیدون کی ملاقات کو لیجاؤ اور انھین کے ساتھ رکھو پس اسکو شہداء کے پاس لے جاتے ہین وہ لوگ جنت
کے دروازے پر سبز قبہ کے اندر ہین جنت سے انکی غذائین آتی ہین جب یہ اُنکے پاس پہونچتا ہو تو اس سے وہ لوگ حالات پوچھتے ہین جیسے سفر
سے واپس آنے والے مسافر سے پوچھا کرتے ہین کہتے ہین کہ فلان شخص نے کیا کیا وہ کہتا ہو کہ فلان مذکور مفلس ہوگیا تو کہتے ہین کہ اُسنے اپنا مال کس
چیز مین برباد کیا وہ تو بڑا ہوشیار کماؤ تاجر تھا اور ہم لوگ مفلس اُسکو نہین کہتے جسکو تم کہتے ہو مفلس حقیقت مین وہی ہو جسکے پاس نیک اعمال
نہون اچھا اور بتلاؤ کہ فلان نے اپنی زوجہ فلانہ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا وہ کہتا ہو کہ اُسنے تو اُس عورت کو طلاق دیدی کہتے ہین کہ کیون وہ تو اس عورت کو
بہت چاہتا تھا پھر پوچھتے ہین کہ وہ فلان بن فلان کیا حال رکھتا ہو یہ کہتا ہو کہ وہ تو مجھسے بہت مدت پہلے مر گیا تھا کہتے ہین کہ واللہ وہ برباد
ہوا ہم نے اُسکا ذکر نہین سُنا اللہ تعالےٰ نے دو راستے مقرر کیے ہین ایک راستہ ہماری طرف ہوکر جاتا ہو اور دوسرا راستہ ہم سے مخالف جاتا ہے
جب اللہ تعالےٰ کو کسی بندے کے ساتھ بہتری منظور ہوتی ہو تو اُسکا گذر ہماری طرف ضرور ہوتا ہو تو ہم اُسکا مرنا پہچان جاتے ہین اور جب کسی
بندے کے حق مین اللہ تعالےٰ کی طرف سے بُرائی مقدر ہوتی ہو تو ہم سے برخلاف راستے سے لے جایا جاتا ہو تو ہم اُسکا کچھ ذکر نہین سنتے ہین
مترجم کہتا ہو کہ سابق مین شیخ الحافظ ابن القیم رحمہ اللہ تعالےٰ نے اشارہ کیا تھا کہ شہداء بعضے جنت کے باہر رکھے جاتے ہین یعنے
منزلت مین کمی ہو مترجم کہتا ہو کہ اجساد شہداء اپنے نفوس کیساتھ ہین اور بہت سے وقائع سے معلوم ہوا کہ میت جہان دفن کی گئی تھی

توانکار کرجاوین لہذا آپ انکو آگاہ کردین ایسا نہو کہ مین کبھی اسکو بیان کرون اور وہ مجھے جھوٹا بنا دین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر جاکر بعد حمد و ثنا کے لوگون کو اس سے آگاہ فرمایا مترجم کہتا ہی کہ بعد اسکے اسمار رض سے حضرت ابوبکر رض نے نکاح کر لیا اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو فرزند کی طرح پرورش کیا اسی لیے جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا تو عبداللہ بن جعفر رض نے آبدیدہ ہوکر حضرت عمر رض سے اجازت مانگی کہ مجھے جہاد شام کا شوق ہی آپ مجھے اجازت دین پھر اپنے چچا حضرت علی رض سے اجازت لی اور حضرت علی رض نے انکی والدہ اسمار رض سے بعد ابوبکر رض کے نکاح کر لیا تھا۔ عبداللہ بن جعفر رض نے شام مین خوب خوب جہاد کیا پھر مکے مین سکونت اختیار کی اور بعد زمانہ یزید کے بلکہ ۸۰ھ ہجری مین انتقال کیا اور انھون نے بچپن مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شرف پایا ہی (سوال) ارواح شہداء وغیرہ کی نسبت جو لفظ آیا ہی کہ سبز چڑیون کے پوٹون مین ہین تو کیا مطلب ہی (جواب) قرطبی رح نے کہا کہ ایک روایت مین یہ لفظ ہی (کہ سبز چڑیون کے پوٹون مین) اور اسکے دو معنے ہوسکتے ہین ایک یہ کہ چڑیان سبز رنگ ہین انکے پوٹون مین ارواح رکھی جاتی ہین لیکن یہ معنے سمجھ مین ٹھیک نہین ہین بلکہ اصح دوسرے معنے یہ ہین کہ ارواح کا مستقر سبز چڑیان ہین یعنے وہ ارواح خود سبز چڑیون کی صورت مین ہوتی ہین چنانچہ حدیث کعب رضی اللہ عنہ مین ہی (نسمۃ المومن طائر) مومن کی روح پرند ہی اسیطرح سنن ابن ماجہ مین حدیث ابن مسعود رض سے ہے (کطیر خضر) مانند سبز پرند کے۔ اور حدیث ابن عمر رض مین (بصورت سفید پرند) اور حدیث کعب مین ہی (شہداء کی روحین سبز پرند ہین) قرطبی رح نے کہا کہ اس سے ظاہر ہوا کہ وہ سبز پرند کے پوٹے کے اندر نہین بلکہ خود بصورت سبز پرند ہوتی ہین مترجم کہتا ہی کہ حدیث ابن مسعود رض سے ظاہر ہوتا ہی کہ سبز پرند سے تشبیہ مقصود ہی اور مترجم کہتا ہی کہ ظاہر یہ کہ صورت مذکورہ کچھ روح کے واسطے نہین ہی بلکہ نفس جسمانی یعنے نفس مطمئنہ سے تاکہ لطیف میوہ جات وغذا ہاے جنت سے لذت اٹھاوے چنانچہ (جنت مین سے کھاتے پھرتے ہین) یہ بھی اسی معنے کو مفید ہی اور شہداء کے واسطے یہ خصوصیت منصوص ہی کہ اپنے رب عز و جل کے یہان زندہ ہین انکو رزق دیا جاتا ہی چنانچہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام رح نے بھی افادہ فرمایا کہ اگر کوئی کہے کہ سب لوگ آخرت مین زندہ ہوتے ہین پھر شہداء کی کیا خصوصیت ہی کہ انکے حق مین منصوص فرمایا۔ (جواب) یہ کہ خصوصیت یہ ہی کہ دوسرون کی زندگی آخرت مین بدن سے جدا کرکے ہوتی ہی برخلاف شہیدون کے کہ وہ بدن پاتے ہین اور دنیاوی لذات سے بے انتہا بڑھکر لذت پاتے ہین۔ شیخ سیوطی رح نے کہا کہ ابن عبدالسلام رح کے نزدیک مختار یہ ہی کہ شہداء کی روحون کو سبز پرندون کے اندر رکھتے ہین مترجم کہتا ہی کہ مین اس قدر جرأت نہین کرسکتا ہون کہ ان اکابر علماء رحمہم اللہ تعالے کے درمیان کلام کرسکون ولیکن میرے علم مین اللہ تعالے نے یہ الہام فرمایا ہی کہ ارواح خالصہ کے لیے جو کچھ اللہ تعم کے نزدیک ہی وہ بے مثل و بے مثال ہی اور اسکا اعلیٰ مرتبہ بعد معارف عقلیہ کے حاصل ہوتا ہی اور کلمات قدسیہ نبوت مین ادنی درجہ سے تعلیم اہم ہے اور وہ از قسم خورد و نوش و لباس وغیرہ ہی جسکی سمجھ دنیاوی چیزون سے حاصل ہوتی ہی اور یہ لذت اُس روح جسمانی کے لئے ہے اور عام طور پر جان و روح و نفس ایک ہی چیز سمجھی جاتی ہین اور جنت کی اس قسم کی نعمتون سے اس روح کو لذت ہی جو جسمانی روح ہی کیونکہ روح انسانی کو اس سے رغبت نہین ہی اور شہید نے دنیاوی لذت چھوڑی ہرچند کہ دنیاوی خورد و نوش کی لذت کچھ نہین ہی ولیکن جان اُسکو بہت چاہتی ہی جیسے انسان اپنی جان کو چاہتا ہی اور شہید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی تصدیق کرکے جی و جان کو اس لذت سے منقطع کرکے شہادت لی تو اللہ تعالے نے بالفعل اسکو علاوہ اس جسم خاکی کے جنتی پاکیزگی کا جسم دیدیا پس اُسکی روح انسانی جس نعمت مین ہی اُسکو بیان نہ فرمایا کیونکہ اسکا سمجھنا دشوار ہی بلکہ اُسکے جسم کو جو لذت حاصل ہی وہ بیان فرمائی۔ خلاصہ یہ کہ حدیث کعب مین (نسمۃ المومن) سے اور بعض مین (نفس مومن) سے یا تو

یہ لوگ جب وہان پہونچے تو کفار کو نہ پایا ولیکن سُنا کہ کفار فلان مقام پر جمع ہوے ہین۔ انھون نے قصد کیا اور شب و روز طے کر کے جب قریب پہونچے تو معلوم ہوا کہ قریب ایک لاکھ کے کفار ہین۔ بعض نے کہا کہ لوٹ چلو اور بعض نے کہا کہ ہم تو شہادت لینے نکلے ہین آخر شہادت کے شوق مین کفار کے قریب اُترے اور سخت لڑائی ہوئی۔ مدینے مین کچھ خبر نہ تھی کہ یکایک ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین آب دیدہ ہوے آپ کے چہرۂ مبارک سے حُزن ظاہر تھا اور آگاہ فرمایا کہ جعفر شہید ہوا اور فلان شہید ہوا اور فلان شہید ہوا۔ یعنے جن جن کو آپ نے سردار مقرر کیا تھا سب شہید ہوے پھر علم کو اللہ تعالے کی ایک تلوار نے اُٹھا لیا اُسکو اللہ تعالے نے فتح دی یہ معجزہ تھا اور یہی معاملہ گذرا تھا کافرون نے سب کو اپنی بے انتہا کثرت مین گھیر لیا اور حضرت جعفر رضہ کا ہاتھ کاٹا تو آپنے دوسرے ہاتھ مین علم لیا پھر وہ بھی کاٹا تو سینہ سے لگایا آخر شہید ہو کر گرے تو دوسرے سردار نے اٹھا لیا وہ بھی شہید ہوے پھر تیسرے سردار نے لیا وہ بھی شہید ہوے اور مسلمانون نے اس قتال کی شدت سے گھبرا کر جگہ چھوڑ دی۔ یہ دیکھکر خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے علم بدون حکم کے خالص اللہ تعالے کے واسطے اٹھا لیا اور مسلمانون کو آواز دی کہ کہان جاتے ہو دیکھو اللہ تعالے تم کو دیکھتا ہے اور یہ علم مین نے لیا ہے پھرو اور اللہ تعالے کے واسطے جان فدا کرو صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب خالد رضہ کی آواز سُنی تو اللہ تعالے سے شرم کر کے لوٹ پڑے اور خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ کافرون پر نہایت سخت حملہ کیا جس سے انکو رضوان الٰہی اور اپنی شہادت منظور تھی اور خالد رضہ نے سخت قتال کیا اُنکے ہاتھ سے نو تلوارین ٹوٹ گئین امام ابو اسمٰعیل نے فتوح الشام مین اسمٰعیل بن ابی خالد عن قیس بن ابی حازم روایت کی کہ مین نے خالد رضی اللہ عنہ سے سُنا کہ جب حیرۂ عراق فتح کر چکے تو فرماتے تھے کہ جنگ موتہ مین نو تلوارین میرے ہاتھ سے ٹوٹ گئین اور ایک صفیحہ یمانیہ میرے ہاتھ مین سالم رہی ہے۔ نصاریٰ بکثرت قتل ہوے اور جب نصرانیون نے اہل ایمان کی ایکبارگی تکبیر سنی اور خالد وصحابہ رضی اللہ عنہم نے سخت حملہ کیا تو اللہ تعالے نے اُن پر سخت رعب ڈال دیا اور وہ جی چھوڑ کر بھاگے اور صحابہ رضہ نے انکو بکثرت قتل کیا اور انکا تعاقب کرنا چاہا خالد رضی اللہ عنہ نے آواز دی کہ مین قسم دیتا ہون کہ کوئی تعاقب نہ کرے صحابہ رضہ واپس آئے خالد رضہ نے فرمایا کہ ایک رات دن سے زیادہ تم لوگ لڑتے لڑتے تھک گئے ہو آرام لو۔ تمھاری طرف سے اللہ تعالے تمھارا رب ان کافرون کو ہلاک کرنے والا ہے پھر سبھون نے آرام کیا اور کچھ لوگ شہید ہوے تھے انکو دفن کیا اور بکثرت اموال غنیمت کے ساتھ وہان سے کوچ کیا صحابہ رضی اللہ عنہم بہت خوش ہوے اور اُدھر نصاراے روم مین خوف وہراس چھا گیا۔ جعفر رضی اللہ عنہ کے دونون ہاتھ کے عوض مین اللہ تعالے نے دو باز وعطا فرمائے کہ ملائکہ کے ساتھ جہان چاہتے ہین اُڑتے پھرتے ہین ابن عدی رح نے حدیث علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے جعفر رضہ کو دیکھا کہ ایک جماعت ملائکہ کی رفاقت مین اہل بیشہ کو بارش کی خوشخبری دینے جاتا تھا حاکم رح نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے اور وہان اسماء بنت عمیس (جعفر کی بی بی) حاضر تھین کہ ناگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (وعلیکم السلام) فرمایا یعنے سلام کرنے والے کا جواب دیا۔ پھر خود فرمایا کہ اے اسماء۔ یہ جعفر رضہ ہمراہ جبرئیل ع ومیکائیل ع ہے یہ میری طرف سے گذرے اور مجھے سلام کیا اور جعفر رضہ نے مجھ سے اپنا حال بیان کیا کہ مین فلان روز مشرکون سے مقابل ہوا تھا تو مجھے سامنے کے جسم مین تہتر زخم نیزہ و تلوار پہونچے پھر مین نے علم دائین ہاتھ مین لیا وہ کاٹ ڈالا گیا پھر مین نے بائین ہاتھ مین لیا وہ بھی کاٹا گیا پس اللہ تعالے نے مجھے دونون ہاتھون کے عوض مین دو باز وعطا فرمائے ہین کہ اُن سے مین جبرئیل ومیکائیل کے ساتھ اُڑتا پھرتا ہون اور جنت مین جا کر اُسکے میوے کھاتا ہون اسماء رضہ نے کہا کہ جعفر رضہ کو مبارک ہو یہ تمام نعمت بے شمار جو اللہ تعالے نے اسکو عطا فرمائی ہے۔ اسماء رضہ نے کہا کہ یارسول اللہ مجھے یہ خوف ہے کہ شاید لوگ میری زبان سے اُسکو نہین

حالات بیان کرتا ہی اور یہ ظاہر ہے کہ کافر کی حیات مین وہی کافر پر مسلط تھا اور اُسکی خواہشون کے موافق کافر کھاتا پیتا و زنا و فجور وغیرہ کا مرتکب ہوتا تھا اور وہ بہت فرحت مین رہتا تھا اس بیان سے مترجم کا مطلب یہ ہی کہ جو کچھ قرآن و حدیث مین آیا ہی بیشک برحق ہی اور کبھی کسی کرشمہ کے دیکھنے سے اپنے عقاید کو خراب نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ اسرار حکمت آلٰہیہ ہین اور دنیا مین بہت سے مصنوعی کرشمے ایسے نظر آتے ہین جنکا حل کر لینا بدون اسکے ممکن نہین کہ آدمی اُس شیطانی غول مین داخل ہو تو بھلا اے شخص کیونکر تو مغرور ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ کے عظیم اسرار حکمت کو دریافت کر لونگا یہ بالکل جہالت و حماقت ہی اور جب تو عین حق پر مضبوط رہے تو اللہ تعالےٰ تجھے ایسے امتحانی فتنے سے محفوظ فرماویگا اور شیاطین کو بھی خواہش نہوگی کہ تیرے واسطے کرشمہ پھیلاوین کیونکہ تیرے نور ایمان کے سامنے انکو قرار نہین ہو سکتا ہی دیکھو ایک مرتبہ ایک گروہ کفرنے ایک مالدار کے سامنے اپنا تماشا دکھلانا چاہا جس سے روپیہ نظر آوین یعنے نظر بندی کے کرشمے دکھلانے پر مستعد ہوے وہان ایک شخص صاحب یقین موجود تھا اُسنے خیال کیا کہ اگر کلام آلٰہی کا نور اس وقت چمکے تو یہ سب شیطانی کرشمہ مضمحل ہو جاوے اور اُسنے قلب کی جانب توجہ کی تو یکایک ان مین سے ایک نے بڑی آواز سے کہا کہ یہ سب جنمیون کے کرشمے ہین انکو ہونے دیجئے اسی بہانہ سے انکا رزق ہی آپکو انکے بگاڑنے سے کچھ فائدہ نہین ملیگا- وہ شخص یہ سنکر سمجھا کہ بیشک بات یہی ہی تو نے ان لوگون کو اسطرح مال ضایع کرنے سے ایک مرتبہ منع کر دیا تھا اب بے فائدہ ہی- بعد فراغت اس تماشے کے دریافت کیا گیا کہ باواز بلند جسنے کہا تھا کہ یہ سب جنمیون کے کرشمے ہین الخ ان مین سے کسکی آواز تھی اور تم کیا سمجھے تھے تماشائیون مین سے کسی نے اقرار نہ کیا کہ اُنھون نے آمین سے ایک حرف بھی سُنا ہو- یہ امر عجائبات مین سے ہے- ھ- شیخ حافظ جلال سیوطی رح نے اسکے بعد دیگر علماء کے اقوال مانند شیخ حافظ ابن حجر رح کے نقل کیے اور قریب قریب اسی تحقیق پر سبنے رجوع کیا ہی جو شیخ امام ابن القیم رح نے بیان فرمائی ہی اور آئندہ مترجم ان مین سے فوائد کے کلمات نقل کریگا ابن حجر رح نے بھی روح کو بدن سے کامل تعلق ہونا ذکر کیا اور کہا کہ اگر میت ایک قبر سے دوسری قبر مین لائی جاوے تو بھی تعلق بدستور ہی حتی کہ اگر اُس لاش کے ذرہ ذرہ متفرق ہو جاوین تو بھی وہی حال ہی- ھ- مترجم کہتا ہی کہ یہ بہت آسان بات ہے ولیکن جن کافرون کی نظر مین یہ دنیا وسیع ہے وہ یہان متحیر ہوتے ہین اور اگر ذرا غور سے دیکھتے کہ روح بدن سے نکلکر اس فضاے وسیع مین بلکہ آسمانون مین فراخ ہی تو اُنکو صاف معلوم ہوتا کہ پھر روح کی نگاہ مین اُسوقت یہ تمام زمین ایسی نظر آتی ہوگی جیسے مٹر کا دانہ پڑا ہوتا ہے اور اس دانہ کے ذرے اس مٹر مین جا ہو جس طرف رکھو ہم بخوبی دیکھتے و پہچانتے ہین پھر اللہ تعالےٰ جل جلالہ کی شان اعز و اجل ہی شیخ جلال رح نے فرمایا کہ علیین مین مستقر ہونے کی دلیل سے یہ ہی کہ حدیث ابوموسی رض مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبیرہ گناہون کے بعد اللہ تعالےٰ کے نزدیک بڑا گناہ یہ ہی کہ بندہ اپنے رب تبارک و تعالےٰ سے اس حال مین ملے کہ اُسنے مرنے کے بعد اپنے اوپر قرضہ چھوڑا اور اُسکے ادا کیے جانیکا سامان نہین چھوڑا ہی (رواہ ابوداؤد) ابن عباس رض نے کہا کہ جب جعفر بن ابی طالب شہید ہو چکے ہین تو اُسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا کہ آج رات جعفر میری طرف ہو کر گذرا چند ملائکہ کے ساتھ تھا اُسکے دو بازو تھے جن کے قوادم خون سے رنگین تھے یہ لوگ بیشہ کو جاتے تھے یہ یمن مین ایک شہر ہے (ابن عساکر) مترجم کہتا ہی کہ حضرت جعفر رض غزوۂ روم مین شہید ہوے اور مختصر قصہ لکھ دون تاکہ حدیث کے معنے اچھی طرح سمجھ مین آوین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ ہرقل شاہ روم کی شرارت سے ایک لشکر جانب سرحد عرب آیا ہی آپ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم مین سے ایک قلیل فوج روانہ کی اور اُنپر حضرت جعفر و زید بن حارثہ و ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کو باری باری سے سردار کیا یعنے اگر فلان سردار شہید ہو تو سردار فلان دیگر ہی اور وہ شہید ہو تو فلان دیگر ہے

نہین رہ سکتا ہی ابن ابی الدنیاؒ نے عمرو بن سلیمان سے روایت کی کہ ایک یہودی مرگیا اور اُسکے پاس ایک مسلمان کی امانت
تھی اور اس یہودی کا بیٹا مسلمان تھا اُسکو کسی طرح ودیعت کا پتہ نہ لگا اُسنے شعیب جبائیؒ سے یہ حال بیان کیا شعیب جبائیؒ
نے اُس سے کہا کہ تو برہوت مین جا وہان ایک چشمہ ہے جو سنیچر کو ظاہر ہوتا ہی جب تو سنیچر کو پہونچے تو وادی برہوت طی کیجیو آخر تو ایک چشمہ پر پہونچیگا
وہان اپنے باپ کو پکاریو وہ تجھے جواب دیگا اُسوقت اُس سے اپنا مطلب دریافت کرلیجیو اُسنے یہی کیا اور سنیچر کے روز اُس چشمہ پر
پہونچا اور باپ کو دو تین بار پکارا اُسنے جواب دیا اسنے کہا کہ فلان شخص کی امانت کہان ہی اُسنے کہا کہ چوکھٹ کے نیچے گڑی ہی وہان سے نکالکر
مالک کو دیدے اور تو جس دین توحید پر ہی اسکو مضبوطی سے پکڑے رہیو ابن القیمؒ نے کہا کہ ان اقوال مین سے خاص کسی قول کے صحیح ہونے
اور باقیون کے غلط ہونیکا حکم نہین لگایا جاسکتا ہی بلکہ صحیح بات یہ ہی کہ ارواح جب برزخ مین جاتی ہین تو اُنکے واسطے مختلف ٹھکانے ہین
اور ان مین باہمی اپنی منزلت کے موافق بہت بڑا فرق ہی اور سب دلائل اپنے اپنے موقع پر ہین اور ہر ایک دلیل مین ایک خاص قوم کا
بیان ہی چنانچہ ایک گروہ ارواح کا مستقر اعلی علیین ہی اور وہ انبیا علیہم السلام ہین اور وہ بھی اپنے اپنے درجات کے موافق ایک سے
ایک اعلی ہی جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو معراج مین دیکھا تھا دوسرے گروہ کا مستقر سبز چڑیون کے پوٹے ہین وہ جنت مین جہان
چاہتے ہین خوش بشاش کھاتے پھرتے ہین اور یہ بعضے خاص شہید ہین سب شہیدون کا یہ مقام نہین ہی کیونکہ بعضے شہید بوجہ قرض وغیرہ کے
رکے جاتے ہین چنانچہ محمد بن عبداللہ بن جحش نے کہا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر پوچھا کہ یا رسول اللہ
اگر مین راہ الٰہی مین مارا جاؤن تو میرے واسطے کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جنت ہی وہ پیٹھ کر چلا تو یکایک آپ نے اُسکو پکار کر فرمایا کہ سوا ے
قرضہ کے یہ بات ابھی جبرئیلؑ نے مجھسے بیان کردی (رواہ الامام احمد) اور بعضے جنت کے دروازے پر قبہ مین رہتے ہین جیسا کہ حدیث
ابن عباسؓ مین بیان ہوا ہی۔ بعض شہید اپنی قبر ہی مین گرفتار رہتا ہی چنانچہ صحیح مین ایک شخص کا حال آیا کہ جب وہ منزل پر کجاوے
کھولتا تھا کہ ناگاہ کسی طرف سے ایک تیر آیا اور وہ شہید ہوگیا تو صحابہؓ نے کہنا شروع کیا کہ اسکو شہادت مبارک ہو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہرگز نہین بلکہ اُسنے مال غنیمت مین سے ایک کمل چرایا تھا مین دیکھتا ہون کہ اُسکی قبر مین وہ کمل اُسکے سر پر آگ ہورہا ہی اور حضرت
عمرؓ سے فرمایا کہ پکار دے کہ جنت مین وہی نفس داخل ہوگا جو مسلمان ہی۔ بعض روحین زمین مین گرفتار رہتی ہین وہ ملاء اعلی مین نہین پہونچنے
پاتی ہین کیونکہ یہ روحین زمینی پست تھین کیونکہ زمینی روحین آسمانی روحون کے ساتھ جمع نہین ہوتی ہین جیسے دنیا مین جمع نہین ہوتی تھین
پس روح بدن سے جدا ہوکر اپنے ہم شکل والون اور اپنے مانند عمل والون کے ساتھ مل جاتی ہی کیونکہ آدمی اُسکے ساتھ ہوتا ہے جس سے
محبت کرتا تھا بعض روحین زناکارون کے تنور مین ہوتی ہین اور بعضی روحین خون کی نہر مین جاتی ہین یعنے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے خواب مین دیکھا تھا اور مترجم نے سابق مین بعض مقام پر سب کا ترجمہ نقل کیا ہی بالجملہ جیسے اہل اسلام کی روحون کے واسطے
ایک ہی مستقر نہین ہی اسی طرح اہل کفر کے لیے بھی ایک ہی مستقر نہین ہی مترجم کہتا ہی کہ یہان ایک باریک نکتہ بھی لائق تحقیق ہی کہ آیا نفس و
روح دونون متحد ہین یا روح الگ ہی اور نفوس بہرحال ارضیہ (زمینی) ہوتے ہین۔ اور واضح ہو کہ روایت مین آیا ہی کہ جب آدمی پیدا
ہوتا ہی تو اُسکے ساتھ مین ایک ہمزاد اور ایک فرشتہ بھی پیدا ہوتا ہی اور ثبوت ہوا کہ جب فاجر کافر مرتا ہی تو اُسکا ہمزاد یوم الصور تک رہا کردیا
جاتا ہی اور مومن کا ہمزاد اُسکی قبر مین گرفتار رہتا ہی۔ اسی وجہ سے تم دیکھتے ہو کہ بہت لوگون کے عقائد بگڑ گئے جو اسی ہمزاد کو دیکھکر یقین
کرتے ہین کہ فلان شخص بدستور دنیا مین موجود ہی اور وہ کبھی کبھی اُنپر مسلط ہوتا ہی کہ جھوٹی باتون سے بہکا دے اور وہ اپنے مردے کے

عطا ہو تو علم ربانی سے پہلے خوض نہ چاہیے تھا اور یہ بیشک لطائف اسرار ہین اور اللہ تعالے نے جس بندے کے دل مین نور ایمان عطا فرمایا
اُسکی راہ یہ ہوتی ہے کہ ایسے عجائب اسرار کو سنکر اُسکا دل فرحت مین خوش ہو جاتا ہے اور نفاق کیطرح بیچ نہین جاتا بلکہ قدرت و عظمت کی آیات
مین اُسکی روح مشتاق ہوتی ہے اور دل سے بالکل یقین جانتا ہے کہ یہ سب برحق ہے۔ شیخؒ نے لکھا کہ دیکھو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ
وسلم نے معراج کو جاتے ہوے موسی علیہ السلام کو اپنی قبر مین کھڑا ہوا نماز پڑھتے دیکھا اور عروج مین چھٹے آسمان پر موسیٰؑ سے ملاقات
ہوئی پس روح وہان مثل بدن مین تھی اور اُسکا اتصال بدن سے تھا جس سے جسم سے قبر مین نماز پڑھتے تھے اسی طرح آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم رفیق اعلی مین ہین اور مزار مبارک پر جو کوئی سلام کرتا ہے اُسکو جواب دیتے ہین پس روح کی شان دوسری اور جسم
کی شان دوسری ہے اور جسنے بیان قیاس کیا اُسنے غلط کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کو معراج مین آسمانون
پر دیکھا حالانکہ حدیث ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبرون مین زندہ و نماز پڑھتے ہین اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جسنے میری قبر کے پاس مجھپر درود پڑھا تو مین اُسکو سُن لونگا اور جسنے دور سے پڑھا تو وہ مجھے پہونچا دیا جائیگا (رواہ البیہقی عن ابی ہریرہؓ)
اور حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے میری قبر کے پاس ایک فرشتہ
مؤکل کیا اس فرشتہ کو (مشرق و مغرب تک) تمام جہان کے کلام درود سننے کی قدرت دی پس قیامت تک جو کوئی مجھپر درود پڑھیگا
(کہین سے ہو) وہ فرشتہ ضرور مجھے اسکا درود مع اُسکے نام اور اُسکے باپ کے نام کے پہونچا دیگا (رواہ الطبرانی وابوبکر البزار) یہ تمکو معلوم
ہوا اور قطعی یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کی روح مبارک رفیق اعلی مین اعلی منزلت قرب مین ہے۔ اب ظاہر ہوگیا کہ روح مقام جنت یا آسمان
ہفتم یا علیین کے کسی مقام پر ہو اور کچھ بھی تردد نہین کہ قبر مین اُسکے جسم کو قوت نماز حاصل ہو اور سلام کا جواب دے اور زیارت کرنے
والے کو پہچانے۔ دنیاوی چیزون مین جو شخص اسکی نظیر تلاش کرے وہ جاہل ہے بلکہ مقام برزخ جسکے سامنے دنیا رائی کا دانہ بھی نہین ہے
اور برزخ سے آگے آخرت وہ مقامات ہین جہان دنیاے حقیر کچھ چیز نہین ہے تو دنیاے فانیہ سے اُسکو قیاس کرنا بڑی غلطی ہے امام ابن القیمؒ
نے دوسرے مقام پر فرمایا کہ روح کو بدن کے ساتھ پانچ طرح کے تعلقات ہوتے ہین اول مان کے پیٹ مین دوم بعد پیدا ہونے کے
سوم حالت خواب مین کہ ایک وجہ سے مفارقت ہوتی ہے چہارم برزخ مین یعنے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے پنجم بروز بعث قیامت
یہ پانچوین قسم کا تعلق اسقدر قوی ہوگا کہ پہلے تعلقات مین سے کسی تعلق کو اس سے کچھ نسبت نہین ہے یہ سب سے اکمل تعلق ہوگا
حتے کہ بعد اسکے کبھی مفارقت نہین اور نہ موت ہے نہ خواب ہے نہ کبھی بدن خراب ہو اور نہ تکان ہو نہ ناگواری ہو اور نہ کسی قسم کی بے آرامی و
بیقراری ہو شیخ ابن القیمؒ نے دوسرے مقام پر لکھا کہ روح کے واسطے رفتار اسقدر سریع ہے کہ پلک مارنے مین آسمان کو جاوے تو یہ
خود مفید ہے کہ قبر تک آسمان سے آنا جانا آناً فاناً واقع ہو سکتا ہے اور جس شخص کی روح ابھی بدن کے قید مین ہے وہ جب سویا (یعنے مومن
باوضو سویا) تو ثابت ہوا ہے کہ اُسکی روح ساتون آسمان طے کرکے عرش کے سامنے اللہ تعالے کو سجدہ کرتی ہے اور بہت جلد واپس آتی ہے
شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ امام ابن القیمؒ نے اسکے بعد بقیہ اقوال نقل کیے کہ روح مومنین جابیہ یا چاہ زمزم مین رہتی ہے
اور روح کفار برہوت مین رہتی ہے ابن مندہؒ نے ابان بن تغلب سے روایت کی کہ مجھے ایک رات وادی برہوت مین رہنے کا اتفاق
ہوا تو یکایک ہر طرف سے آوازین آنے لگین اور وہ کہتے تھے کہ اے دومہ اے دومہ اور ہم سے ایک کتابی بیان کرتا تھا کہ دومہ اس فرشتہ کا نام ہے
جو کفار کی روحون پر موکل ہے سفیانؒ نے کہا کہ ہم نے حضرمی لوگون سے حال پوچھا تو انھون نے بیان کیا کہ اس وادی مین رات کے وقت کوئی

مطلب ہی اگر یہ کہو کہ ان دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ روحین ہر وقت قبر کی فنا مین مقیم رہتی ہین وہان سے کہین نہین جاتی ہین اسلیے غلط ہے خود قرآن وحدیث سے یہ بات باطل ہوجاتی ہی اور دائمی مقام کا صبح وشام پیش کیا جانا اسپر دلالت نہین کرتا کہ روح ہر دم قبر مین ہی یا فنائے قبر مین بیٹھی رہتی ہی بلکہ فقط یہ ثابت ہوتا ہی کہ روح کو جسم مقبور کے ساتھ ایک طرح کا تعلق ہی جس سے گھر اُسکے سامنے پیش ہونا صحیح ہی کیونکہ روح کی شان ہی دوسری ہی وہ رفیق اعلیٰ مین ہو اور جسم سے ایسا تعلق رکھے کہ سلام کرنے والے کا جواب دے۔ یہ جبرئیل علیہ السلام ہین انکو دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو افق اعلیٰ پر دیکھا اُنکے چھسو بازو تھے جنھین سے دو بازو نے تمام افق کو مشرق سے مغرب تک بھر لیا تھا پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے یہانتک قریب ہوتے کہ دونا نو بیٹھ کر زانو سے زانو مل جاتے اور جو لوگ عقل ایمانی مین خالص ہین انہین اس ایمان کی گنجائش ہی کہ جبرئیل ؑ اپنے مقام سموات مین رہین اور اس قدر قرب ہو اور حدیث مین ہی کہ مین نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو جبرئیل آسمان وزمین کے درمیان مین یہ کہتے ہین کہ اے محمد آپ رسول اللہ ہین اور مین جبرئیل ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہین کہ پھر مین جس طرف اپنی نگاہ پھیرتا تھا جبرئیل کو اُسی حال پر دیکھتا تھا مترجم کہتا ہی کہ مجھے مولانا **شاہ عبدالرزاق صاحب** قدس سرہ کی ایک کرامت یاد آئی کہ آپ بعد نماز فجر کے حجرہ سے برآمد ہو کر ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے کہ ایک جوگی آیا جو اپنے جوگ مین کرشمہ دکھلایا کرتا تھا اُسنے پاس حاضر ہو کر کہا کہ کرشن جی کے ماننا مین ہم کو غلطی کیون ہو جبکہ وہ ایک ہی وقت مین دس جگہ نظر آتے تھے حضرت مولانا قدس سرہ نے فرمایا کہ ارے تو اتنی ہی بات پر اُسمین خدائی مانکر غلط کر گیا اور اُس پاک عزوجل کو نہ پہچانا اوپر دیکھ اُسنے درخت پر نگاہ کی تو ہر ایک پتے پر مولانا قدس سرہ تشریف رکھتے ہین ہر چند وہ آنکھین پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا تھا کچھ غلط نہ تھا۔ یہ دیکھکر وہ آپکے قدمون پر گر پڑا۔ اسیطرح مین نے اس کرامت کو سنا ہے اور واقع ہونا کچھ بھی محل تعجب و انکار نہین ہی ولیکن جس شخص نے حواس حیوانیہ سے قدم نہین نکالا وہ حیوانی سمجھ کی وجہ سے انکار کرسکتا ہی اور جب یہ امر تجھے خاصان بندگان مین ظاہر ہو تو شان قدس حضرت حق سبحانہ تعالے اعلیٰ و اعز و اجل ہی وہان عقل روحانی بلکہ روح ملکوتی سب عاجز و حیران ہین اور احادیث مین جو نزول کبریائی عرفہ حج مین یا ہر رات کی تہائی باقی مین وارد ہوا ہی جسمین جہال متردد ہو کر اپنی حیوانیت مین گھبراتے پھرتے ہین اور اکثر فرقہ مبتدعہ مانند معتزلہ وغیرہ کے اپنے سر پر خاک ڈالکر منکر ہو گئے تو یہ سب انکے واسطے بہت خرابی ہی انھون نے طریق معرفت کو چھوڑ کر کمتر درجہ متصل بحیوانیت اختیار کر لیا اور یہ عجائب قدرت حق عزوجل سے ہی اور یہی ارواح کے مستقر مین تفاوت درجات ہی۔ مدسخ شیخ نے کہا کہ ان لوگون کو یہان غلط اس وجہ سے واقع ہوا کہ اُنھون نے روح کا لفظ خیال مین لیا اور حواس سے اسکو قیاس مین لانا شروع کیا اور حواس کبھی دائرہ اجسام سے خارج نہین ہو سکتے ہین کیونکہ وہ آسمان کے اندر محسوس ہین اس سے تجاوز نہین کرسکتے ہین پس اُنکے قیاس مین جیسے جسم جسوقت جہان ہو دوسری جگہ اُسوقت غیر ممکن ہی اسیطرح روح کو قیاس کیا کہ اُسکا دوسری جگہ ہونا محال ہی اور یہ قیاس محض غلط ہی مترجم کہتا ہی کہ حضرات سلف صالحین رضی اللہ عنہم اجمعین اہل قلوب و اہل معرفت تھے کہ اُنھین ان مقامات مین کچھ بھی پریشانی نہ تھی اور ہمیشہ اہل معرفت کے درمیان کچھ تردد نہین ہوا ولیکن سنہ پانچ سو کے خاتمہ پر اس قسم کے ترددات وشبہات پیدا ہونا شروع ہوئے اور معتزلہ وغیرہ گمراہون نے عوام مین شیطان کی تعلیم سے شکوک شروع کیے اور قیاسات نے عمل کیا اعوذ باللہ من الضلال اور حق یہ ہی کہ روح کے واسطے یا تو یہ ہو کر (قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا) اور یا بقول مولانا **ولی اللہ دہلوی** رح کے معرفت حاصل ہوتی ہی جب علم ربانی

کر مومن آل یاسین بھی موافق اقوال تفسیر کے قوم کے مار ڈالنے سے شہید مرا تھا تو باقیون کے حق مین وہ گمان رہا جو بیان ہوا ہو شیخ رح نے کہا کہ سواے شہداء کے غیرون کے حق مین حدیث صحیح مین ہو کہ تم مین سے جب کوئی مرا تو ہر صبح و شام اُسکا مقام اُسپر پیش کیا جاتا ہو یعنے اگر جنتی ہو تو اُسکا وطن جنت سے دکھلایا جاتا ہو اور اگر دوزخی ہو تو دوزخ کا گھر اُسکو دکھلایا جاتا ہو یعنے جنتی سے کہا جاتا ہو کہ یہ دیکھو بستی مین دوزخ کا گھر اگر تم ایمان نہ لاتے تو یہان جاتے پھر وہ بند کر کے جنت عالیہ کی جانب دروازہ کھولا جاتا ہو کہ تم ایمان لائے تو یہ تمھارا گھر ہے ابھی آرام کرو یہانتک کہ اللہ تعالے قیامت قائم کرے اور دوزخی سے اسکے برعکس کہا جاتا ہو حدیث ابوہریرہ رضؓ مین ہو کہ ارواح ساتوین آسمان پر سے جنت کے اپنے گھرون کو دیکھتی ہین اور روایت وہب بن منبہ مین اسکے مثل مذکور ہو مترجم کہتا ہو کہ اس قول سے اتنا معلوم ہوا کہ شہید لوگ جنت مین داخل کر دیے جاتے ہین اور باقیون کا مستقر نہین بتلایا پھر شہداء کے لیے بھی بارق النہر پر باب جنت کے قبہ سبز مین رہنا روایت ہو **قول سوم** ابن حزمؒ و ایک جماعت نے کہا کہ اجسام مین آنے سے پہلے جہان جہان روحین رہتی تھین بعد موت کے وہان پھر چلی جاتی ہین یعنے آدمؑ کے دائین طرف اور بائین طرف۔ ابن حزمؒ نے کہا کہ اسی بات پر قرآن و حدیث سے دلیل ملتی ہو اور ثابت ہوتا ہو کہ ارواح یکبارگی مجموعہ پیدا ہو چکی ہین اور حدیث مین ہو کہ ارواح جنود مجندہ تھین جنہین تعارف ہوا اُن مین الفت ہوئی اور جن مین انجان پن رہا انمین اختلاف رہا ہے۔ اور معلوم ہو کہ اللہ تعالے نے ارواح کو پیدا کر کے اُنسے ربوبیت کا اقرار لیا تھا اُسوقت تک اجسام کا وجود نہین تھا حتے کہ ملائکہ کو اُسوقت تک آدم علیہ السلام کے لیے سجدہ کا حکم بھی نہ ہوا تھا اور اللہ تعالے نے ارواح کو برزخ مین ساکن کیا پس اجسام سے نکلنے کے بعد بھی اسی مقام برزخ مین جاتی ہین اور اللہ تعالے نے بعد ارواح کے جب اجسام پیدا کیے تو ارواح مین سے ہر وقت ایک فوج کو انکے اجسام مین نازل فرمایا اور وہ سب ایک دوسرے کو پہچانتی اور ہر ایک بات کی تمیز رکھتی ہین پھر اللہ تعالے انکو دنیا مین جسطرح چاہتا ہو مبتلاے امتحان فرماتا ہے پھر وفات دیکر انکو برزخ مین لیجاتا ہو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج مین ارواح اہل سعادت کو حضرت آدمؑ کے دائین جانب اور ارواح اہل شقاوت کو آدمؑ کے بائین جانب دیکھکر امت سے بیان فرمایا ہو اور یہ برزخ آسمان کے نیچے ہو جہان عناصر خاک و باد و آب و آتش کا اثر منقطع ہو گیا ہو اگر کہو کہ کیا یہ دونون پلہ برابر ہین ایک دائین طرف اور ایک بائین طرف ہو حالانکہ سجین و علیین تو قرآن مین موجود ہو (جواب) یہ کہ اس بیان سے برابری لازم نہین آتی ہو بلکہ مومنین کی روحین انکے دائین جانب وسعت و بلندی و فراخی مین خوش ہین اور کفار کی روحین انکے بائین جانب پستی و ضیق و ناخوشی مین ہین پھر یہ عام ارواح کا بیان ہو اور خاص انبیاء و شہداء کی روحین فی الحال بدن سے نکلتے ہی جنت مین لیجاتے ہین اور یہ جو ہم نے بیان کیا ہے اسی کو **محمد بن نصر المروزیؒ** نے اسحق بن راہویہ سے نقل کیا اور اسی پر اہل علم کا اجماع ہو اور یہی جمیع ائمہ اسلام کا قول ہو پس ارواح وہان رہینگی یہانتک کہ ارواح اپنے اجسام سے واپس ہو کر وہان پوری ہو جاوین یعنے کوئی روح جسم مین آنے کو باقی نہ رہے تب قیامت قائم ہوگی اور دوبارہ زندگی مین پھر یہ سب ارواح اپنے اپنے اجسام مین اعادہ کیجاوینگی یہ سب ابن حزمؒ کا قول ہو **قول چہارم** یہ کہ روحین اپنی اپنی قبرون کے کنارے رہتی ہین **ابن عبد البرؒ** نے کہا کہ سب اقوال مین سے یہ قول زیادہ صحیح ہے اور اسکی دلیل بہت سی احادیث سے ملتی ہو جنمین سوال جواب (منکر نکیر) کا ذکر ہو اور ہر صبح و شام ہر مردہ کے واسطے اُسکے دائمی مقام جنت یا دوزخ کے پیش ہونے کا ذکر ہے اور اُسپر عذاب قبر یا ثواب راحت کا بیان ہو اور زیارت قبر و جواب سلام و گفتگو بمانند مرد حاضر کے یہ سب دلیل ہو کہ ارواح گرد قبر کی رہتی ہین **ابن القیمؒ** نے اس طریقۂ دلیل پر اعتراض کیا کہ ان احادیث سے دلیل لانے مین کھٹکا کیا

نے یہان اجتہادی اقوال بیان کیے **قول اول** کہا گیا کہ ارواح مومنین سب جنت مین ہین خواہ شہیدون کی روحین ہون یا غیر شہید ہون بشرطیکہ وہان جانے سے کبیرہ گناہ نے روکا نہو کیونکہ حدیث کعب بن مالک وام ہانی وام بشر وابی سعید الخدری وغیرہ جو اوپر گذری ہین اسی پر دلالت کرتی ہین اور اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا۔ فاما ان کان من المقربین فروح وریحان وجنۃ نعیم الآیات۔ یعنے جب روحین اپنے اجسام سے نکلتی ہین تو انکی تین قسمین فرمائین (ایک) یہ کہ **مقربین** سے ہو تو فرمایا کہ اسکے واسطے روح وریحان وجنت نعیم ہے (دوم) یہ کہ **اصحاب الیمین** سے ہو تو اسکے لیے سلام کا حکم فرمایا اور اس سے معلوم ہوا کہ وہ عذاب سے سلامت ہے (سوم) یہ کہ مکذبین سے ہو یعنے جو دنیا مین اللہ تعالیٰ واُسکے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کو جھٹلاتا تھا تو اُسکے واسطے خبر دی کہ حمیم گرم وتصلیۃ جحیم ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یا ایتہا النفس المطمئنۃ الآیہ۔ یعنے اے نفس مطمئنہ لوٹ چل اپنے رب کی طرف درحالیکہ تو خوش رہیگی اور تو بھی پسند کی ہوئی ہے اب میرے بندون مین شامل ہو اور میری جنت مین داخل ہو۔ ھ۔ ایک جماعت صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ نفس مطمئنہ سے یہ بات اُسوقت کہی جاتی ہے جب وہ دنیا سے نکلتی ہے اور یہ بات مژدہ مبارکباد کے طور پر فرشتہ اُس سے کہتا ہے اور یہ بحکم الٰہی عزوجل ہے مترجم کہتا ہے کہ جب صحابہ وتابعین نے ایسی تفسیر بیان کی جو اپنی راے سے سمجھ مین نہین آسکتی ہے تو ضرور اُنھون نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور قرآن مجید پڑھاتے وقت اُنھون نے طول کلام نہین کیا یعنے اپنے شاگردون سے یہ نہ کہا کہ مین نے اسطرح اسکو سنا ہے ولیکن جم غفیر صحابہ رضنے یہ بات بیان کردی کہ ہم کلام الٰہی مین اپنی راے سے کچھ نہین کہہ سکتے ہین اور حدیث روایت کی کہ جسنے قرآن مجید مین اپنی راے سے کوئی بات کہی تو جہنم مین اپنا ٹھکانا بناوے یعنے وہ بغیر عذاب مین ڈالے جانے کے نہین بچیگا اسیطرح جسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمداً جھوٹ باندھا تو بھی بے عذاب نہین بچیگا یعنے خالی توبہ کرنے سے یہ گناہ معاف نہوگا واللہ اعلم۔ اسلیے کہ اُسنے عام شرع مین رخنہ ڈالا برخلاف اسکے اگر اُسنے زنا کیا یا دوسرا گناہ فحش کیا تو اُسکی ذات پر لوگ نفرین کرینگے اور یہ نہین جانینگے کہ شرع مین ایسا جائز ہے پس معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسکو بذریعۂ تعلیم نبوت کے بیان کیا ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ نفس مطمئنہ کو بندون مین داخل ہونے اور جنت مین داخل ہونے کی بشارت ملتی ہے مترجم کہتا ہے کہ اس مین یہ گمان البتہ باقی ہے کہ شاید یہ بشارت دی گئی اور سچ ہے لیکن بالفعل نکلتے ہی جنت مین نہ جاوے جیسے کسی کافر سے کہین کہ اے آدم کی اولاد ہم تم بھائی ہین تم اس گمراہی کو چھوڑو اور ایمان لاؤ اور ہمارے ساتھ جنت مین داخل ہو جاؤ جبکہ خاتمہ بخیر ہو کیونکہ قیامت کو اللہ تعالیٰ نے بہت نزدیک فرمایا ہے اگرچہ دنیاوی اوہام اُسکو دور سمجھتے ہین یہ احتمال جو یہان پیدا ہوتا ہے اُسکو دفع کرنے کے لیے شیخ رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مومن آل یسین کے حق مین فرمایا۔ قیل ادخل الجنۃ قال یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکا خلاصہ یہ ہے کہ آل یاسین مین ایک مومن نے قوم کو فہمائش کی کہ رسولون کی بات مانین جو خالص نصیحت کرتے ہین۔ قوم نے اُسکو مار ڈالا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسپر یہ کرم ہوا۔ قیل ادخل الجنۃ یعنے اُس سے کہا گیا کہ جنت مین داخل ہو اُسنے اپنی قوم پر حسرت سے کہا کہ اے کاش میری قوم والے یہ بات جانتے کہ میرے ربنے میری مغفرت کی اور مکرم بندون مین مجھے شامل کردیا۔ ھ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرتے ہی اُس سے کہا گیا کہ جنت مین داخل ہو **قول دوم** کہا گیا کہ احادیث صحیحہ جو عام ہین یہ محض شہیدون کے واسطے ہین چنانچہ دیگر روایات مین شہید کے ثواب مین یہ تصریح ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید شیخ کی مراد وہ حدیث ہے جسمین آنحضرت صلعم نے شہید کی فضیلتین بیان فرمائی ہین ازانجملہ یہ کہ جب اُسکے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرا تو اُسکے سب گناہ معاف کیے گئے اور ازانجملہ یہ کہ وہ جنت مین داخل کیا جاتا ہے مترجم کہتا ہے

تھا کہ ناگہان مامون رشید خلیفۂ عباسی نے فلسفی معتزلی بدعت نکالی اور عرصہ دراز تک علم روایت مین بہت فتنہ وفساد پھیل گیا اور روز بروز بڑھتا گیا حتی کہ آخر صدی مین اللہ تعالے نے ان مفسدون کو غارت کیا اور پھر ایک طریقۂ تحدیث سے جو ثابت ہوا وہ عزت واعتماد کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا اور اہل الحق نے عروج کیا اور معتزلہ مقہور ومردود ہوگئے تو اس زمانے سے محدث ہونا معزز ومحترم ہوا جب تک اہل تقویٰ وطہارت تھے تب تک انکو دین کے عوض دنیا خریدنا منظور نہوا پھر ایسے لوگ ہوے جنھون نے اس فخر کے لیے روایات ہر طرح جمع کرنے مین کوشش کی اور بے ایمان ملحدون وزندیقون نے موقع پاکر جھوٹی روایات بنائین اور محدثین مین پھیلائین اور انکی اسناد بہت عمدہ بیان کی لیکن اللہ تعالے نے اس امت پر ہمیشہ کرم رکھا کہ ایسے ایسے حفاظ پیدا کیے جو ایک معجزہ تھے یعنی لاکھون حدیثین ہر ایک سلف صالح کی روایت سے اسناد کی ہوئی یاد رکھتے تھے تو مثلاً امام زہری کی روایتین انکے ہزار شاگردون نے روایت کین اب پچھلے زمانہ مین ایک زندیق نے ایک حدیث باسناد زہری ایسی روایت کی جو انکے شاگردون مین سے کوئی نہین روایت کرتا ہی تو معلوم ہوگیا کہ اس جھوٹے نے اسکو بالفعل مرکب کیا ہی حتے کہ جب قاضی نے اُس سے مطالبہ کیا کہ تونے یہ حدیث کس سے روایت کی اُسنے اگر خود نہین بنائی ہی تو بتلایا کہ مجھسے فلان شخص نے روایت کیا کہ اُسکو امام مالک یا سفیان نے زہری سے خبر دی قاضی نے اُسکو دور سے بلوایا اور امام مالک وسفیان کے متقی عالم شاگردون کو مانند امام شافعی وغیرہ کے بھی جمع کرکے اُس سے پوچھا کہ امام مالک کے یہ شاگرد موجود ہین تو کس زمانہ مین امام مالک کے پاس تھا جب امام نے یہ حدیث تجھسے روایت کی کیونکہ آخر مرتے دم تک یہ پرہیزگار لوگ انکے شاگردون مین سے موجود ہین اور کوئی بھی امام رح سے یہ باطل روایت نہین کہتا ہی آخر اُسنے لاچار ہوکر قاضی سے مہلت مانگی اور تخلیہ مین ہاتھ جوڑے کہ میری خطا معاف ہو مین نے اپنے فخر کے واسطے اسکو بنایا تھا اس قسم کے بنانے والے خواہ احمق یا زندیق یا ملحد بہت کثرت سے گذرے ہین اور اسی زمانہ مین بہت وہ لوگ تھے جو تقیہ کی جڑ مضبوط کرتے اور ظاہر مین روایت نہ کرتے بلکہ خفیہ طور پر ائمۂ اہلبیت رضی اللہ عنہم سے جھوٹی روایتین بناکر خفیہ طور سے جسکو فریب مین لاتے اُسکو سناتے تھے اور اس قسم کے کوفی لوگ مدت سے چلے آتے تھے چنانچہ انکا فتنہ وفریب مین نے قولہ تعالے ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان الآیہ کی تفسیر مین بہت واضح بیان کیا ہی جب یہ مقدمہ تم کو معلوم ہوچکا تو اب غور کرو کہ روایات مذکورہ مین جو روایات متقدمین مانند امام احمد وعبد بن حمید وغیرہ کی کتابون مین ہی اور اُسکی اسناد اچھی ہی تو اُسکی طرف لحاظ کیا جاوے اور یہ ضرور سمجھ لیا جاوے کہ اللہ تعالے نے جو نص صریح ارشاد فرمائی ہی کہ کفار کی روحین سجین مین ہین اور مومنین کی روحین علیین مین ہین اُس سے مخالف کوئی روایت نہین ہی صرف سمجھ کا قصور ہوگا اور مترجم یہان پہلے وہ اقوال نقل کرتا ہی جو امام سیوطی رح نے علماء رح سے نقل کیے ہین بعد اُسکے اپنی سمجھ کے لائق توضیح سے بیان کریگا **شیخ ابن القیم** رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ بعد موت جہان روحین ٹھہرتی ہین بہت عظیم الشان سوال ہی اور کسی کو یہ مجال نہین کہ یہان اپنی رائے سے کچھ جواب دے سکے بلکہ یہ بات فقط علم نبوت مین ہی اور حضرت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس صحابی نے کچھ پایا اور صحابی سے تابعی نے پایا علی ہذا القیاس درجہ بدرجہ منقول ہوا تو وہ معتمد ہی اور جو کوئی یہان رائے لگاوے وہ گمراہ ہی ہان یہ بات البتہ ہی کہ احادیث مین کئی طرح عبارات منقول ہین تو اُنکے معنے سمجھنے مین البتہ اجتہاد کیا گیا ہی مترجم کہتا ہی کہ پھر اس صورت مین یہ مسئلہ اجتہادی ہوا اور جو اجتہادی مسئلہ کا حکم ہوتا ہی وہی اسکا حکم ہوا اور اجتہادی مسئلہ کا حکم یہ ہی کہ قطعی علم نہین ہوتا بلکہ گمان ہوتا ہی تو یہ اعتقادی حکم نہ ہوگا کیونکہ اعتقادی وہ احکام ہین جو قطعی ہون اور متواتر ثبوت ہون اور نص محکم ہون جہان اجتہاد کو دخل نہین ہی مثلاً یہ قطعی ہی کہ کتاب الفجار تو سجین مین ہی اور کتاب الابرار علیین مین ہی اب آئندہ اسکی توضیح قطعاً نہین معلوم ہوتی اسیواسطے شیخ ابن القیم رح

اور اُسکی حد زیر عرش تک ہی اور شاید یہ عامۂ مومنین کا ذکر ہو اور خواص کے واسطے مراتب عالیہ ہین واللہ تعالےٰ اعلم ابن ابی الدنیا نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی کہ مومنین کی روحین سفید چڑیون کی صورت مین عرش کے سایہ مین ہین اور کافرون کی روحین ساتوین زمین مین ہین جب کوئی مومن مرتا ہی تو اسکا گذر مومنون کی طرف ہوتا ہی اور جا بجا اُنکی مجلسین ہوتی ہین تو وہ لوگ اس سے اپنے بعضے ساتھیون کو دریافت کرتے ہین اگر اُسنے کہا کہ وہ تو مجھسے پہلے مرگیا تھا تو کہتے ہین کہ اُسکو نیچے لیگئے اور جب کافر مرتا ہی تو اُسکی روح کو ساتوین زمین مین لے جاتے ہین اُس سے کفار پوچھتے ہین کہ فلان شخص کیا ہوا اگر وہ کہتا ہو کہ اُس سے پہلے مرگیا تو کہتے ہین کہ ہمکو اوپر لے گئے (یعنے وہ ایمان لاکر را ہی) مروزی رح و ابن مندہ و ابن عساکر رح نے عبداللہ بن عمر رض سے روایت کی کہ کافرون کی روحین برہوت مین جمع کی جاتی ہین اور برہوت ایک کھاری ریگستان حضرموت مین ہو اور مومنین کی روحین جابیہ مین جمع کی جاتی ہین برہوت یمن مین ہو اور جابیہ شام مین ہو ابن عساکر رح نے عروہ بن رویم رح سے روایت کی کہ ہر پاکیزہ روح جابیہ مین آتی ہو ابوبکر النجار رح نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وادی مین سب سے بہتر وادی مکہ ہو اور سب سے بدتر وادی احقاف ہو یہ حضرموت مین ایک وادی ہے اُسکو برہوت کہتے ہین اُسمین کافرون کی روحین ہین ابن ابی الدنیا و ابن مندہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے بدتر پارہ زمین وادی حضرموت ہو جسکو برہوت کہتے ہین اُسمین کافرون کی روحین ہین ابن ابی الدنیا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مومنین کی روحین بیر زمزم مین ہین الحاکم و ابن مندہ نے اخنس بن خلیفۃ الضبی سے روایت کی کہ کعب احبار نے عبداللہ بن عمرو رض کے پاس آدمی بھیجا اور یہ دریافت کیا کہ مسلمانون کی روحین کہان جمع ہوتی ہین اور کافرونکی روحین کہان جمع ہوتی ہین تو عبداللہ بن عمرو رض نے کہا کہ مسلمانون کی روحین اریحا مین جمع ہوتی ہین اور کافرون کی روحین صنعا مین جمع ہوتی ہین ایلچی نے واپس ہوکر کعب رح کو آگاہ کیا تو کعب رح نے کہا کہ وہ سچ کہتے ہین قال ابن جریر حدثنا محمد بن عوف الطائی حدثنا ابو المغیرہ حدثنا صفوان قال سالت عامر بن عبداللہ بالیمن ہل لانفس المومنین مجتمع فقال الی الارض الخ یعنے صفوان رح نے کہا کہ مین نے عامر بن عبداللہ سے یمن مین پوچھا کہ بھلا مومنون کے نفوس کیلئے کہین جمع ہونے کی جگہ ہو تو فرمایا کہ زمین ہو اللہ تعالےٰ فرماتا ہو ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثہا عبادی الصالحون یعنے ہمنے زبور مین بعد ذکر کے لکھا کہ ارض کے وارث میرے صالحین بندے ہونگے عامر بن عبداللہ نے فرمایا کہ یہی ارض ہو جہان مومنون کی روحین مجتمع ہوتی ہین یہانتک کہ بعث حشر واقع ہو مترجم کہتا ہو کہ اس روایت کی اسناد صحیح ہو اور عامر رح یہ عامر بن عبداللہ بن الزبیر ہین جو اولیاے مشہورین مین سے ہین اور عوام کے واسطے یہان دو طرح احتیاط لازم ہے اول یہ کہ جن بزرگون سے یہ روایات آئی ہین اُن سب کو آیات آلٰہیہ کا علم تھا جہان سجین و علیین کی تقسیم ہے اور احادیث صحیحہ سے واقف تھے پس اُن مین کسی نص صحیح سے خلاف نہین ہو بشرطیکہ ثبوت ہونے والے وہ اقوال ہین جنکو امام ابن جریر تک محدثین نے روایت کیا کیونکہ بقول مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالےٰ کے کہ جو روایتین ۳۰۰ سنہ ہجری کے بعد لوگون نے اسناد کین یا تو وہ اگلون کو نہین ملین اور ان پچھلے لوگون کو ملین لیکن یہ غلط و باطل خیال ہو کہ سابق مین ائمہ صحاح کے مانند بلکہ ان سے افضل علما حفاظ محدثین موجود تھے اور یا یہ وجہ ہوئی کہ اُنھون نے اسانید مین ایسی غلط بیانی پائی کہ جس سے اسکو ساقط الاعتبار جانا پس اب اس روایت کا اعتبار نہو گا جب تک کہ کثرت سے اسکے طرق ایسے نہون جنسے یہ شبہہ ساقط ہو اور مترجم کہتا ہو کہ پہلے زمانہ مین حدیث روایت کرنا کچھ فخر نہ تھا بلکہ دیندار لوگ اپنے خالص ثواب کے لیے روایت کیا کرتے تھے پھر ۳۰۰ سنہ ہجری مین یہ امر کچھ رونق پانے لگا

نے اسی کے مانند ہذیل رح سے روایت کیا - عکرمہ وقتادہ نے کہا کہ شہداء کی روحین سفید پرندون مین ہین - ابن عمر رض نے کہا کہ مسلمانون کی
روحین سفید پرندون مین عرش کے سایہ مین ہین اور کافرون کی روحین ساتوین زمین کے نیچے ہین (ابن المبارک) شہداء جو خالص جہاد
مین مارے گئے شاید وہ سبز ہین اور باقی جو بیماری وغیرہ مین شہید ہوے مثل صالحین مومنون کے تو سفید پرندون مین ہین اگر کہا جاوے
کہ صحیح مین ام المومنین عائشہ رض سے آیا کہ ایک انصاری بچہ مرا تھا تو مین نے کہا یا رسول اللہ اسکو مبارک ہو کہ جنت کی گرگریون مین سے
ایک گرگر یا ہے آپ نے فرمایا کہ تجھے کیونکر معلوم ہوا شاید ایسا نہو پھر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے جنت پیدا کی اور اُسکے لیے لوگ پیدا کیے
وہ جنتی ہین اگرچہ ہنوز اپنے باپ دادون کی پشت مین ہون الخ (جواب) اس حدیث مین آپ نے کسی خاص شخص کی نسبت کوئی حکم
لگانے سے منع کیا کیونکہ وہ علم الٰہی ہے - م - ابو نعیم رح نے وہب بن منبہ رح سے روایت کیا کہ آسمان ہفتم مین ایک مکان کا نام بیضاء ہے
جہان ارواح مومنین جمع ہوتی ہین جب کوئی مومن مر کے جاتا ہے تو اُسکا استقبال کر کے اُس سے حالات دریافت کرتے ہین جیسے دنیا مین آئے
والے مسافر سے حال پوچھتے ہو سعید بن منصور رح نے روایت کی کہ ابن عمر رض نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر اُنکے بیٹے عبد اللہ
بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی تعزیت کی اور حجاج ظالم نے عبد اللہ رض کا جثہ سولی پر لٹکایا تھا تو ابن عمر رض نے کہا کہ آپکو غم نہو یہ تو لاش ہے اور ارواح
تو اللہ تعالےٰ کے یہان آسمان مین ہین مترجم کہتا ہے کہ یہان تک احادیث و آثار مین مومنون و شہداء و اطفال کے واسطے یہ بیان ہے کہ
جنت مین یا جنت کے دروازے پر یا آسمان مین ارواح ہین پھر ان آثار کے سواے دیگر آثار آئے ہین جن مین زمین اور اُسکے خاص خاص
مقامات کا ذکر ہے اور آسمان وزمین کے درمیان ذکر ہے اور بعض مین کنارۂ قبر مذکور ہے تو یہ کیا معاملہ ہے اور مترجم نے اوپر تاکید کر دی کہ روح کا
قیاس جسم و مادیات پر صحیح نہین ہے اور جسنے یہان اوہام کو دخل دیا وہ خبط ہو کر گمراہ ہو جاویگا کیا وہ نہین جانتا کہ جس وقت روح نکلتی ہے
تو کوئی شخص اُسکو نہین دیکھ سکتا ہے اور اُسکے عجائبات بے شمار ایسے ہین کہ حواس وہان عاجز ہین بلکہ عقل کی تسکین ہو جاتی ہے لیکن وہ زیادہ
نہین سمجھ سکتی ہے بلکہ اگر تو اپنے ظاہری حواس پر سچی سمجھ کے ساتھ نظر کرے تو تجھے معرفت حاصل ہو جیسے تیرا خیال ایک دم مین لاکھون
کوس پھر کر چلا آتا ہے اور نظر اپنی آنکھ کے اندر سے آسمان تک جا کر پھر آتی ہے پھر اگر کسی نے اسکو اپنی ذات مین تجربہ نہ کیا ہوتا اور اُس
سے کہا جاتا کہ یہ ابلق کبوتر اپنے ڈربے مین بیٹھے رہتے ہین اور اسطرح دم مین آسمان تک جاتے ہین تو سمجھ مین آنا دشوار تھا فافہم سعید بن
منصور اور ابن جریر رح نے مغیرہ بن عبد الرحمن سے روایت کی کہ سلمان فارسی و عبد اللہ بن سلام سے ملاقات ہوئی ان مین سے ایک نے
دوسرے سے کہا کہ اگر تو مجھسے پہلے انتقال کرے تو جو کچھ حال ہو اُس سے مجھے مطلع کیجیو اور اگر مین پہلے مرونگا تو مین مطلع کرونگا دوسرے نے
کہا کہ یہ کیونکر ہوگا مین تو مردہ ہونگا دوسرے نے کہا کہ روح آسمان وزمین کے درمیان مین رہتی ہے یہانتک کہ پھر اپنے جسم مین آوے
اتفاق سے سلمان رض نے پہلے انتقال کیا تو عبد اللہ بن سلام نے اُنکو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تم نے سب سے بہتر کیا چیز پائی سلمان رض نے
کہا کہ مین نے توکل کو عجیب چیز پایا ابن المبارک و حکیم ترمذی و ابن ابی الدنیا و ابن مندہ نے سعید بن المسیب سے روایت کی کہ سلمان رض نے
فرمایا کہ مومنین کی روحین زمین کی برزخ مین آسمان وزمین کے درمیان مین جہان چاہتی ہین جاتی ہین یہانتک کہ اللہ تعالےٰ انکو اُنکے
اجسام مین واپس فرماویگا اور کافر کی روح سجین مین ہے شیخ ابن القیم رح نے کہا کہ زمین کی برزخ سے شاید یہ مراد رکھی کہ دنیا و آخرت کے
درمیان جو مستقر ہے کیونکہ برزخ پردہ ہوتا ہے جو دو چیزون کے درمیان حائل ہو ابن ابی الدنیا رح نے امام مالک رح سے روایت کی کہ
مجھے خبر پہونچی ہے کہ مومنین کی روحین چھوٹی ہوئی ہین جہان چاہتی ہین جاتی ہین مترجم کہتا ہے کہ برزخ اس زمین سے بے انتہا وسیع ہے

خود ظاہر ہوتا ہو کہ سجین کے بھی مقامات ہین جیسے علیین کے مقامات ہین ولیکن عقل نورانی یہ سمجھتی ہے کہ ارواح کا قیاس اجسام پر ناجائز ہے لہذا اگر ہم سے کہا جاوے کہ ایک روح اس درخت پر ہے حالانکہ یہ شخص کافر تھا تو ہم کو کچھ تردد نہ ہونا چاہیے کہ وہ سجین کے عذاب مین ہو حافظ جلال الدین سیوطی رح نے کتاب شرح الصدور مین اس تحقیق کے واسطے دراز بحث کی ہو اور مین اُسکا خلاصہ یہان نقل کرنا چاہتا ہون اللہ تعالے نے فرمایا وہو الذی انشأکم من نفس واحدۃ فمستقر ومستودع یعنے اللہ تعالے ہی نے تم کو ایک نفس واحدہ سے (آدم سے) پیدا کیا پھر مستقر ہے اور مستودع ہو قال تعالے لعلم مستقرہا ومستودعہا- اللہ تعا ہر ایک کا مستقر اور مستودع جانتا ہو- ف- ایک تو پشت مین ودیعت ہو وہان سے پیدا کی جاتی ہو اور ایک بعد موت کے قرار گاہ ہو- حدیث ابن مسعود رض شہیدون کی روحین اللہ تعالے کے یہان سبز چڑیون کے پوٹون مین جنت کی نہرون مین جہان چاہتی سیر کرتی ہین اور عرش کے نیچے سونے کی قندیلون مین آجاتی ہین (رواہ مسلم) اور جنت کے پھل کھاتی ہین (رواہ احمد وابو داؤد وحاکم وبیہقی عن ابن عباس رض فی شہداء احد) اور سعید بن منصور نے قول ابن عباس رض سے روایت کیا کہ یہ روحین سبز چڑیون کی شکل مین ہوجاتی ہین اور حدیث ابو سعید الخدری رض سے یہ معنے بقی بن مخلد وابن مندہ وہناد بن السری نے روایت کیے اور یہ معنے ابن مسعود وابو الدرداء وغیرہ رضی اللہ عنہما نے خود بیان کیے ابن عباس رض نے حدیث روایت کی کہ شہداء دروازہ جنت پر بارق نہر پر سبز قبہ مین ہین جنت سے صبح وشام اُنکا رزق نکلکر آتا ہو اس حدیث کو احمد وعبد بن حمید وابن ابی شیبہ وطبرانی وبیہقی نے روایت کیا اور اسکی اسناد اچھی ہو ابن مسعود رض نے کہا کہ مومنین کے بچے گرگریون کے پوٹے مین جہان چاہین جنت مین چرتے ہین (ابن ابی حاتم) حدیث انس رض مین ہو کہ حارثہ رض کی والدہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت ایک نہین بلکہ بہت ہین اور تیرا بیٹا فردوس اعلی مین ہو (صحیح البخاری) اس سے معلوم ہوا کہ وہ جنت مین ہو- کعب بن مالک رض نے رسول اللہ صلعم سے روایت کیا کہ مومن کا نسمہ ایک پرند ہوتا ہو جو جنت کے درختون سے کھاتا ہو یہانتک کہ قیامت کے روز اللہ تعالے اُسکو اُسکے جسم مین واپس فرماویگا رواہ مالک واحمد والنسائی بسند صحیح اور ترمذی کی روایت مین بجاے مومن کے شہید کا لفظ ہو مترجم کہتا ہو کہ قرآن مجید مین تصریح ہے کہ جو بندہ راہ الہی مین قتل کیا جاوے تم اُسکو مردہ مت کہو بلکہ وہ اپنے رب کے یہان زندہ ہین رزق دیے جاتے ہین جو نعمت عظیمہ انکو اللہ تعالے نے عطا کی اُس سے نہایت خوشی مین پھولے نہین سماتے ہین- ف- حدیث ام ہانی رضی اللہ عنہا مین مانند حدیث کعب بن مالک رض ہو (رواہ احمد والطبرانی) بشر بن البراء کی والدہ ام بشر رض نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا مردے ایک دوسرے کو پہچانینگے آپ نے فرمایا کہ اری تو کیا سمجھی ہو نفس مطمئنہ جنت مین سبز پرندہ ہے اگر درختون پر چڑیان باہم پہچانتی ہین تو یہ بھی پہچانین گے (ابن سعد) حدیث ابو ہریرہ مین ہو کہ مومنین کی اولاد جنت مین ایک پہاڑ پر ہین حضرت ابراہیم ع وسارہ رض اُنکی کفالت کرتی ہین یہانتک کے قیامت کے روز اُنکے والدین کو واپس دیے جاوینگے (احمد وحاکم وبیہقی وغیرہ بسند صحیح) اور حدیث ابن عمر رض مین ہو کہ اسلام مین جو لڑکا پیدا ہوا وہ جنت مین خور ونوش سے سیراب آسودہ ہو اور کہتا ہو کہ اے ہمارے رب ہمارے ماں باپ کو بھی یہان بلا دیجے (ابن ابی الدنیا) شاید یہ ایسے لڑکے ہین جو دودھ چھڑانے کے بعد مرے ہین اور خالد بن معدان تابعی نے کہا کہ جو بچہ دودھ پیتا مرتا ہو اُسکو طوبی پرورش کرتا ہو اور حضرت ابراہیم ع اُسکے گود لینے والے ہین (ابن ابی الدنیا) اور حدیث صحیح ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو خواب مین دیکھا ہو- ابن ابی شیبہ وبیہقی نے کعب رح سے روایت کی کہ جنت الماوی مین سبز پرندے ہین شہیدون کی روحین ان مین جاکر جنت مین جہان چاہتی ہین سیر کرتی ہین اور آل فرعون کی روحین سیاہ پرندون کے پوٹون مین ہر صبح وشام آگ پر پیش کی جاتی ہین اور مسلمانون کی اولاد جنت مین گرگریان ہین- ہناد بن السری

واحد یا بلفظ جمع ہی اور اسمین انسان کے واسطے بھی ہر طرح طبقہ بطبقہ رکوب شامل ہی اسیواسطے آیندہ فرمایا۔ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ۔ اب لوگون کو کیا ہے کہ ایمان نہین لاتے ہین اور جب اُن پر قرآن تلاوت کیا جاتا ہی تو سجدہ نہین کرتے ہین ف یعنے لوگون کو کیا چیز روکتی ہی کہ اللہ تعالے اور اُسکے کلام غیب پر ایمان نہین لاتے ہین اور جب قرآن کی آیات قدسی اُن پر تلاوت کی جاتی ہین رسول اللہ صلعم اُنکو پڑھکر سُناتے ہین جن مین یہ معارف موجود ہین تو اُسکے لیے سجدہ نہین کرتے ہین تاکہ حق تعظیم واحترام ظاہر کرین بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ۔ بلکہ جو لوگ کافر بنے ہین وہ اسکو جھٹلاتے ہین ف انکی جبلت یہی ہی کہ حق سے مخالفت وعناد کرین وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ۔ اور اللہ تعالے خوب جانتا ہی جو کچھ بھرتے ہین ف اللہ تعالے کو خوب معلوم ہی جو اُنھون نے دلون مین کفر وجھٹلانا اور طعن کرنا وغیرہ بھرا ہی فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ بس اُنکو سخت دُکھ دینے والے عذاب کی خوشخبری دیدے ف یہ کافرون کی تحقیر ہے کہ اُنکو طعنہ دیا جیسے اُنھون نے قرآن مجید کا احترام نہین کیا اور حاصل یہ کہ ای محمد ان جھٹلانے والے ازلی کافرون کو خبر دیدے کہ تمھارا طبقہ بطبقہ جانا دنیا سے عذاب مین ہوگا اور اس عذاب کی سختی کسی بشر کے اندازہ مین نہین سماسکتی ہی اس سے معلوم ہوگیا کہ طبق بطبق بدلنا دو قسم مین منحصر ہے یا تو عذاب مین ہو یا رحمت مین پس عذاب اُن لوگون کے واسطے ہے جو دنیا مین اللہ تعالے کے کلام ورسول سے منکر ہون۔ رہا ثواب وراحت مین عروج ہونا تو اللہ تعالے نے فرمایا۔ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ۔ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اُنھون نے نیک اعمال کیے تو اُنکے لیے ثواب بے نقص ہی ف یہ دوسری قسم ہی جو اللہ تعالے کے رسول وکلام پر ایمان لائے اور حکم کے موافق نیک اعمال کیے تو ایسے بندون کے واسطے آخرت مین ایسا ثواب ہی جو کبھی ممنون نہوگا۔ ابن عباس رض نے کہا یعنے منقوص نہوگا۔ مجاہد وضحاک رح نے کہا یعنے محسوب نہوگا۔ حاصل یہ کہ ایسا ثواب ہی جو کبھی منقطع نہوگا جیسے قولہ تعالے عطاء غیر مجذوذ۔ یعنے انکو جنت مین ایسا عطیہ ملیگا جو کبھی مقطوع نہوگا بلکہ دائمی ہی بعض لوگون نے ممنون کے معنے منت سے لیے اور یہ معنے بیان کیے کہ انکو جنت مین جو ثواب ہی وہ بلامنت ہی یعنے اُنھون اپنی کوشش سے جنت حاصل کرلی اُنپر کچھ احسان نہین ہی ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ معنے غلط ہین بلکہ اہل جنت اس مقام قدس مین محض اللہ تعالے کے فضل ورحمت سے داخل ہوے تو انپر اللہ تعالے کا فضل واحسان ہر لحظہ بے شمار ہے اسیواسطے اہل جنت کا آخری کلمہ یہ ہوگا الحمد للہ رب العالمین اور حدیث مین ہی کہ جیسے دنیا مین سانس آتی جاتی ہی اسیطرح اہل جنت مین تسبیح ہوگی (ابن کثیر) قولہ تعالے لا یسجدون) یعنے قرآن کی تلاوت مین سجدہ کیون نہین کرتے ہین۔ روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے واسجد واقترب۔ تلاوت کرکے سجدہ کیا اور قریش کے کفار تالیان اور سیٹیان بجاتے رہے تو یہ آیت اُتری ابوہریرہ رض سے روایت گزری کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سورۂ اقراء واذا السماء انشقت مین سجدہ کیا ہی اور ابوہریرہ رض سے نماز مین یہ سجدہ منقول ہی اور حضرت انس رض سے روایت ہی کہ مین نے ابوبکر وعمر وعثمان کے پیچھے نماز پڑھی انھون نے سجدہ کیا خطیب رح نے کہا کہ اسمین سجدہ واجب ہونے کی دلیل نہین نکلتی ہے بلکہ مستحب ہی اور ابوحنیفہ رح نے یہ حجت لی کہ اللہ تعالے نے کافرون کی مذمت کی تو یہ سجدہ واجب ٹھہرا۔ مترجم کہتا ہی کہ ابوحنیفہ نے یہان بھی اپنے اصول احتیاط پر عمل کیا اور طحاوی رح نے بعد روایت احادیث وآثار کی ترجیح دی کہ سجدۂ تلاوت واجب نہین بلکہ موکد ہی واللہ تعالے اعلم

بیان مستقر ارواح یعنے دنیا سے جب مرکر روحین جاتی ہین تو کہان رہتی ہین۔ سابق مین گزرا کہ کفار کی روحین سجین مین رہتی ہین یعنے نہایت ضیق وعذاب مین رہتی ہین اور مومنین کی روحین علیین یعنے بلندی وفسحت وراحت مین رہتی ہین اس سے

پھر بیس برس بعد بنو امیہ نے حاکم خلیفہ کو مارا اور فتنہ و فساد شروع ہوا حتی کہ عباسیہ کی سلطنت ہوئی اور اسلام مین ایک بادشاہ کا
خطبہ نہین رہا اور بیس برس بعد فتنہ اسلام مین شروع ہوا حتی کہ امام احمد وغیرہ قرآن کو مخلوق نہ کہنے پر مارے گئے واللہ تعالے اعلم
یہ بات اگلی کتابون مین بھی منقول تھی چنانچہ امام ابو اسمعیل الازدی رح نے عبد اللہ بن عبید اللہ بن عباس رض سے روایت کی کہ جب ہرقل شاہ
روم کو اپنے بے شمار لشکر یرموک کے شکست کھانے کی خبر پہونچی تو وہ انطاکیہ مین تھا پس ایک شخص بھاگا ہوا وہان پہونچا اور اُسنے
بادشاہ کو خبر دی کہ آپ کے لشکر رومیون نے شکست کھائی تو بادشاہ ہرقل نے کہا کہ مین خوب جانتا تھا کہ مسلمان لوگ تم کو بھگا دینگے - اُسکے
بعض وزیرون نے کہا کہ اے بادشاہ حضور کو یہ بات کیونکر معلوم تھی بادشاہ نے کہا کہ اس وجہ سے معلوم تھی کہ وہ لوگ موت کو بہت دوست
رکھتے ہین جیسے تم لوگ زندگی کو دوست رکھتے ہو اور تم لوگ جس قدر دنیا سے محبت کرتے ہو اُس سے زیادہ اُنکو آخرت کی رغبت ہے تو جب تک
اُنکا یہ حال رہیگا وہ لوگ برابر غالب رہینگے ولیکن آخر وہ لوگ بھی بدل ڈالینگے جیسے تم نے بدل ڈالا اور عہد آلہی توڑ دینگے جیسے تم نے
توڑ دیا ہے - ھ - ابن کثیر رح نے کہا کہ اعمش رح نے ابراہیم نخعی رح سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت مین روایت کیا کہ
آسمان پہلے شق ہوگا پھر سرخ ہوگا پھر رنگ برنگ بدلیگا - یہی معنے دوسری اسناد سے مروی ہین - سعید بن جبیر رح نے کہا کہ دنیا کے کمینہ آخرت مین
اشرف اور یہان کے شریف آخرت مین رذیل کمینہ ہونگے عکرمہ نے کہا کہ طبق لطبق یعنی دودھ پیتا بچہ تھا پھر دودھ چھوڑا اور طعام کھانیوالا ہوا پھر جوان
ہوا پھر بوڑھا ہو گیا - حسن بصری رح نے کہا کہ تکلیف و محتاجی کے بعد تونگری و راحت ملی اور کسی کو برعکس ہوا یا اُسی کا حال کبھی برعکس ہوا اور تندرستی
کے بعد بیماری ہوئی اور بیماری کے بعد صحت ہوئی - امام محمد باقر رض نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ آدمی
غفلت مین پڑا ہے کہ وہ کس واسطے پیدا ہوا ہے اللہ تعالے جب کسی مخلوق کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو فرشتہ سے فرماتا ہے کہ اسکا رزق لکھ اور اسکی
اجل کی مدت لکھ اور اسکا نشان جو باقی چھوڑیگا وہ لکھ اور اسکا جنتی سعید یا جہنمی شقی ہونا لکھ دے پھر یہ فرشتہ اُسکا نامۂ تقدیری لیکر
چلا جاتا ہے اور اللہ تعالے دوسرا فرشتہ بھیجتا ہے جو اُسکی حفاظت فرماتا ہے یہانتک کہ وہ بالغ ہو جاتا ہے پھر یہ فرشتہ بھی چلا جاتا ہے اور اللہ تعالے
اُسپر دو فرشتے موکل کرتا ہے جو اُسکی برائیان اور نیکیان لکھتے ہین پھر جب موت آتی ہے تو یہ دونون فرشتے اُٹھ جاتے ہین اور ملک الموت آکر
اُسکی روح قبض فرماتا ہے پھر جب وہ قبر مین داخل کیا جاتا ہے تو اُسکی روح اُسکے جسم مین پھیر دی جاتی ہے پھر ملک الموت اُٹھ جاتا ہے
اور قبر کے دونون فرشتے (منکر نکیر) آتے ہین اور اسکا امتحان لیتے ہین پھر دونون چلے جاتے ہین پھر جب قیامت قائم ہوگی تو نیکی و بدی کے
دونون فرشتے آکر اُسکی گردن مین لگا ہوا نامۂ اعمال لینگے اور اُسکے ساتھ رہینگے ایک اُسکو لے جائیگا اور دوسرا اُسپر گواہ ہوگا اور اللہ تعالے فرماتا
ہے لقد کنت فی غفلة من هذا - یعنے اے بندہ تو اس سے غفلت مین تھا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قولہ تعالے لترکبن طبقا
عن طبق - یعنے ایک حال کے بعد دوسرے حال پر ہوگا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے آگے امر عظیم ہے تم اُسکو دفع نہین
کر سکتے ہو اللہ تعالے سے مدد چاہو اُسی مین سب قدرت ہے ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اسکی اسناد مین راوی بہت ضعیف ہین
اور اجنبی منکر روایت ہے ولیکن جو کچھ اسمین مذکور ہے یہ معنے البتہ صحیح ہین یعنے ہم یہ نہین کہہ سکتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح
سلسلہ وار بیان فرمایا ہو ولیکن جو باتین اسمین مذکور ہین وہ دیگر احادیث سے ثابت ہین - واضح ہو کہ امام ابن جریر رح نے اپنی تفسیر مین جب یہ
سب اقوال مذکورہ ذکر کیے تو اسکے بعد کہا صحیح تاویل یہ ہے کہ خطاب ظاہر مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مقصود اس سے لوگون کو تنبیہ ہے
کہ تم لوگ ہولناک معاملات قیامت سے سختیان درجہ بدرجہ اُٹھاؤگے مترجم کہتا ہے کہ اصح واللہ اعلم یہ ہے کہ خطاب انسان کو بلفظ جنس

آئے چنانچہ بخاری رح کی اسناد یہ ہی حدثنا سعید بن النضر اخبرنا ھشیم اخبرنا ابو بشر عن مجاہد عن ابن عباس آور ابوداؤد الطیالسی و محمد بن
جعفر غندر عن شعبہ رح عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس لترکبن طبقا عن طبق قال محمد صلی اللہ علیہ وسلم- یعنے ابن عباس رض نے
کہا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین اس روایت مین فقط یہی معنی ہین اور اوپر کی دوسری تاویل نہین ہوسکتی ہی ابن کثیر رح نے اشارہ
کیا کہ شاید ابن عباس رض نے اصل مین وہ لفظ کہا تھا جو بخاری کی روایت مین گزرا ہی لیکن بعضے راویون نے اُس سے یہ معنی سمجھے اور
اپنی عبارت مین ادا کر دیے ولیکن یہان لترکبن صیغہ واحد کی قراءت بھی اس معنی کی تائید کرتی ہی اور یہ قرارت حضرت عمر و ابن مسعود
و علماء اہل مکہ و کوفہ سے متوارث ہی مترجم کہتا ہی کہ صیغۂ واحد مخاطب مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ مخاطب الانسان ہو جو اوپر مذکور ہے
اور دوم یہ کہ خطاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو اور مترجم کے نزدیک یہان صحیح تاویل دوسرے طریقے سے ہی جسکا اشارہ مین نے
شروع مین لکھا ہی اور بیان یہ ہی کہ لترکبن خواہ بصیغۂ واحد مخاطب ہو یا بصیغۂ جمع ہو بہر حال یہ خطاب الانسان کو ہی اگر واحد ہی تو جنس کو
خطاب ہے اور جنس انسان مین سب شامل ہین اور اگر جمع ہی تو جنس انسان کے سب لوگون کو خطاب ہی اور دونون کا نتیجہ ایک ہی نکلا پھر انسان مین دو
فریق ہین کافر و مومن- پھر کوئی فریق ہو حالات کے تغیرات ہر شخص پر علیحدہ علیحدہ ہوتے ہین تو کافرون مین ہر شخص اپنے اپنے حالات
پر ہوگا اور اسی طرح مومنین مین بھی ہر مومن اپنے اپنے حال پر ہوگا اور مومنین مین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب کے سر تاج
ہین پھر آپ کے واسطے سب سے بڑھکر عروج معراج ہی- ابن ابی حاتم رح نے ابو سعید الاشج عن ابی اسامہ عن اسمٰعیل عن الشعبی روایت
کیا کہ لترکبن طبقا عن طبق- کہا یعنے ای محمد تو ایک آسمان سے اوپر دوسرے آسمان پر عروج کریگا **اقول** اسناد صحیح الشعبی تابعی ثقہ عالم
مشہور ہین اور یہی معنی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور مسروق رح اور ابوالعالیہ رح سے روایت کیے گئے ابن کثیر رح نے کہا کہ آسمان سے دوسرے
آسمان پر عروج کرنے سے مراد معراج ہے- ابو اسحٰق رح و سدی رح نے بواسطہ ایک شخص کے جسکا نام نہین لیا ہی ابن عباس رض سے روایت کیا ہی
طبقا عن طبق- کہا یعنے منزل بمنزل- عوفی رح نے ابن عباس سے روایت کی یعنے منزل بمنزل وامر بعد امر و حال بعد حال- سدی رح نے کہا کہ منزل
بمنزل تم سے پہلے لوگون کے اعمال ابن کثیر رح نے کہا کہ شاید سدی رح کی مراد یہ ہی کہ اس امت والے بھی اگلی امتون کے اعمال پر درجہ بدرجہ عمل
کرینگے **اقول** یعنے لترکبن بصیغہ جمع ہی تو اس امت کا حال ہی چنانچہ حدیث مین ہی لترکبن سنن من قبلکم الخ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ تم لوگ بھی اپنی پہلے والی امتون کی روش پر قدم بقدم چلوگے حتی کہ اگر وہ لوگ کسی گوہ (جانور مشہور ہے) کے بل مین گھسے تھے تو تم
مین سے بھی ایسے ہونگے جو گوہ کے بل مین گھسین- صحابہ رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگلون سے کیا یہود و نصاریٰ مراد ہین آپ نے فرمایا
کہ پھر اور کون لوگ ہین **اقول** ایک روایت مین ہی کہ اگر اگلون مین کسی نے اپنی مان سے علانیہ بُرا کام کیا تو اس امت مین بھی ایسا شخص ہوگا
جو یہ کام کرے- ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ تفسیر اس آیت مین ہوسکتی ہی- مکحول شامی تابعی سے روایت ہی کہ اس آیت مین کہا کہ تم لوگ ہر بیس برس
مین ایسی روش ایجاد کروگے جسپر پہلے نہین تھے (رواہ ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہی کہ شاید مکحول رحمہ اللہ تعالے نے بیس برس کی مقدار اتفاقی
بیان کی ہو یا کسی صحابی سے سنی ہو یا استنباط نکالی ہو کہ بیس برس پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ مین تابعین سب مطیع تھے اور تمام
مسلمان ایک دل تھے پھر بیس برس بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بلکہ حضرت عثمان رض کے ساتھ ان لوگون نے خراب برتاؤ کیا جو تعجب خیز
ہے پھر اس قدر زمانہ کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ سخت ناگوار معاملہ واقع ہوا اور بعد اُسکے بنی امیہ کے جور سے
حالت دیگر بدلی پھر صدی شروع ہونے پر عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالے نے اس امت کی اصلاح کرنے والے عادل خلیفہ ہوئے پھر

مین محدثین نے اختلاف کیا بعض نے کہا کہ (قال) کا فاعل ابن عباس ہین اور (ہذا سے مقولہ ہی یعنے ابن عباس رضؓ نے کہا کو یہ تمھارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہین یعنے یہ خطاب آنحضرت صلعم کو ہی کہ تو حال بحال عروج کریگا۔ بعض علما نے کہا کہ نہین بلکہ معنے یہ کہ ابن عباس نے (حال بحال) سے تفسیر کر کے کہا کہ یہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی یعنے مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر یہ بیان کیا ہی اور حاصل معنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے اس امت کے لوگون کو آگاہ فرماتا ہی کہ تم لوگ طبق بطبیق وحال بحال منتقل کیے جاؤگے یہانتک کہ ہر شخص کی موت آوے اور یہانتک کہ دنیا گذر جاوے امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی معنے ظاہر ہین اور حدیث انس رضی اللہ عنہ مین اسکی توضیح مذکور ہی کہ جو سال ہی اُسکے بعد جو سال آویگا وہ اول سے بدتر ہوگا یہ مین نے تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو (صحیح مسلم) اور ابن جریرؒ نے یعقوب بن ابراہیم الدورقی سے (جن سے بخاری مسلم اور باقی ائمۂ اربعہ نے حدیث لی ہی) اسند کیا کہ مجاہد کہتے تھے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے کہ طبقاً عن طبق قال یعنے نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم یقول حالا بعد حال ۔ھ۔ کہا یعنے تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے کہ حال بعد حال کے (اسنادہ صحیح) مترجم کہتا ہی کہ اس روایت سے دوسری تاویل ظاہر ہوگئی علی بن ابی طلحہؒ نے بھی ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ طبقاً عن طبق یعنے حال بعد حال کے اقول اس معتمد تفسیر مین بھی یہ نہین کہا کہ یہ تمھارے پیغمبر کا بیان ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت سے شبہہ ہوتا ہی۔ عکرمہؒ تابعی نے (طبقاً عن طبق) کی تفسیر مین (حال بعد حال) کہا اور یہی مرۃ الطیب ومجاہد وحسن وضحاک نے کہا ہی اور حاصل یہ کہ اے لوگو تم آیندہ طبقہ بطبقہ ضرور متغیر کیے جاؤگے یعنے پہلے ایک حال پر ہوگے پھر جو زمانہ آویگا اُسوقت مین جو لوگ ہونگے وہ دوسرے حال پر ہونگے اور سب سے بہتر زمانہ وہ تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا مین تشریف رکھتے تھے اُسکو طبقۂ صحابہ رضؓ جانو اُسکے بعد طبقۂ تابعین ہی پھر اتباع تابعین ہے اور حدیث اس بارہ مین مشہور ہی اور طحاویؒ نے اُسکے اکثر طرق جمع کر دیے ہین۔ اور ان طبقات کے بعد مذکور ہی کہ ایسے لوگ ہونگے کہ خیانت کرینگے امانت نہین ادا کرینگے اور گواہی ادا کرینگے حالانکہ وہ گواہ نہین کیے گئے ہین اور ان مین موٹائی پھیل جائیگی یعنے آخرت وعذاب سے بے خوف ہوکر موٹے ہوجاوینگے اور القرون کی یہی صورت ہوگی اور ایک روایت مین ہی کہ وہ لوگ موٹائی پسند کرینگے یعنے جسم خوبصورت چکنے چپڑے ہون اور ایک روایت مین ہی کہ ایسا زمانہ آویگا کہ اُسوقت لوگ امانت دار کو خائن کہینگے اور خائن کو امانت دار بناوینگے اور سچے کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا کہینگے ۔ھ۔ بالجملہ یہ سب تقریر اس بنیاد پر ہے کہ ابن عباس رضؓ کی روایت مین قال ہذا نبیکم صلعم۔ یہ مراد ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بیان فرمائی ہی یعنے مین نے آپ سے سنکر بیان کیا کہ تم لوگ طبقہ بطبقہ بدلتے جاؤگے ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہان ضعیف احتمال یہ ہی کہ شاید لترکبن بصیغۂ واحد کا فاعل بتلایا ہو یعنے یہ خطاب تمھارے نبی صلعم کو ہی مترجم کہتا ہی کہ رازیؒ نے اس صورت مین دو قول لکھے ہین جو اوپر مذکور ہوے اور دونون قول اس بنیاد پر ہین کہ بلاشبہہ یہ کلام الٰہی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب کی دھمکی نہین ہی بلکہ ضرور بشارت ہی اب (طبقاً عن طبق) مین اگر طبق بمعنے حال ہی تو حاصل یہ ہوگا کہ یہ حالات بدلنے کی خبر ہے لیکن ایسے طور پر کہ حالت کے بدلنے مین بشارت وخوشی وخوبی حاصل ہوگی تو مقصود یہ نکلا کہ کفار منکر ہوکر سرکشی کرتے ہین اور اے محمد تیرے واسطے بشارت ہی کہ تیرے حالات عروج کی جانب بدلتے جاوینگے یہانتک کہ سب کفار مقہور ہوکر آخر دین حق کے مطیع ہوجاوینگے اور توریت مین صریح بشارت تھی کہ اس عظیم الشان پیغمبر آخر الزمان کو اللہ تعالے اس دنیا سے نہین اُٹھاویگا یہانتک کہ ٹیڑھی ملت کو ٹھیک سیدھی کر دے یہانتک کہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کہین انتہا اور اگر طبق بمعنے مرتبہ ومنزلت ہی تو یہ بشارت ہی کہ تو عروج کی منزلین اور آسمان کے طبقات پر بلند ہوگا فافہم۔ اور یہ خطاب آنحضرت صلعم کو قول ابن عباس سے سمجھا گیا ابن کثیرؒ نے کہا کہ بہت سے راویون کے ذہن مین شاید یہی معنی

مفسرین یہ کہ چاند جب پورا ہو کر بدر ہو گیا۔ یہ بمقابلہ رات و اسکی ہجوم تاریکی ہی۔ بالجملہ اللہ تعالے نے شفق ولیل وقمر کی قسم کے ساتھ فرمایا
لترکبن طبقاً عن طبق۔ یعنے ضرور تیرا رکوب طبق بطبق ہوگا ف بعض مفسرین نے یہ خطاب جنس انسان کی طرف قرار دیا
یعنے اے انسان تیرا یہ حال ضروری ہی اور بعض نے اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب قرار دیا اور بعض نے بصیغہ جمع
پڑھا تو جمیع انسان کی طرف خطاب قرار دیا۔ رازیؒ نے بعض قرارت شاذہ بھی بیان کین رازیؒ وغیرہ نے لکھا کہ (طبق) جو چیز کہ
دوسرے سے مطابق ہو پھر جو حال کہ دوسرے حال سے مطابق ہو اُسکو طبق کہنے لگے تو یہان معنے یہ کہ اے انسان تو ضرور حال کا حال
رکوب کریگا ہر حال دوسرے حال سے مطابق ہوگا اور ہو سکتا ہی کہ طبق بمعنے مرتبہ ہو جیسے کہتے ہین کہ لوگون کے طبقات ہین یعنے
مراتب ہین اور معنے یہان یہ کہ انسان منکر کو ضرور رکوب احوال لازم ہی اور یہ احوال مختلف مرتبہ کے ہین حتی کہ ابتدا مین جو احوال
ہین یہ اسکو مرنے کے بعد معلوم ہوتے ہین پھر بعضے ناگوار بھی ہین جیسے بڑھاپا وغیرہ پھر جو آگے آتے جاوینگے وہ سختی و شدت مین ایک
سے ایک بڑھکر ہوگا اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ لنذیقنہم من العذاب الادنی الآیہ۔ یعنے منکرون کو ہم پہلے چھوٹا عذاب چکھا دینگے
تاکہ شاید رجوع لادین۔ ھ۔ پھر موت اور اُسکے بعد عذاب آخرت پھر جہنم ایک سے ایک بڑھکر سخت ہی۔ یہ سب انسان کافر کے حق مین
ہی اور جنس انسان مین مومن بھی شامل ہی تو اسکے لیے مراتب انعام ورحمت ایک سے ایک اعلی ہی بلکہ ابتدا مین اُسپر ایمان کی حفاظت مین مشقت
ہی پھر موت نہایت راحت ہی اور برزخ مین عمدہ نعمت ہی پھر جنت مین فضل عظیم ہی پھر وہان روز بروز انعامات مزید ہین جنکی انتہا بھی
نہین ہی جیسے اللہ تعالے کی قدرت کی انتہا نہین ہی۔ یہ سب اس صورت مین کہ لترکبن بفتح الباء بصیغہ واحد ہو اور بالضم بصیغہ جمع
کی صورت مین وجوہ ہین اور بعض نے صیغہ واحد مین بھی جنس بمعنی جمع لی ہی وجہ اول یہ کہ اے لوگو تم کو رکوب احوال ضرور ہی ایک کے
بعد دوسرا حال آویگا اور ایک منزل کے بعد دوسری منزل آویگی یہانتک کہ جو کچھ ازل مین اُسکے واسطے قرار گاہ مقرر ہوئی ہے
وہان ٹھہرے اور وہ جنت ہی یا دوزخ ہی تو وہان اُسکے لیے ہمیشہ رہنا ہوگا اور اس وجہ مین نطفہ سے حال شروع ہوگا یعنے پہلے
نطفہ کے حال مین تھا پھر بچہ بنایا گیا پھر پیدا ہوا حتی کہ مرا پھر برزخ پھر حشر پھر دوزخ یا جنت ہی وجہ دوم یہ کہ بیان احوال قیامت
ہی یعنے جب کافرون نے بعث حشر سے انکار کیا تو اللہ تعالے نے قسم سے فرمایا کہ ضرور تم کو قیامت مین اُٹھایا جاویگا اور وہان کے
ہولناک واقعات مین منزل بمنزل شدت وسختی مین منتقل ہو کر آخر جہنم مین ڈالے جاؤگے وجہ سوم یہ کہ قیامت مین لوگون کے حالات
دنیاوی بدل جاوینگے چنانچہ یہان بہت سے کفار۔ وما لدار بلکہ بادشاہ تے وہان ذلیل وخوار کیے جاوینگے اور ذلت وخواری بڑھتی جائیگی
یہانتک کہ جہنم مین پہونچکر دائمی تزائد ہوتا رہے کیونکہ جہنم مین سواے عذاب کے کچھ نہین بڑھیگا اور دنیا مین بہت سے ایماندار غریب تھے
اور لوگ اُنکو حقارت سے دیکھتے تھے وہ آخرت مین عزت ومنزلت کے مرتبہ پر ہونگے اور برابر ترقی ہوگی یہانتک کہ جنت مین پہونچکر
برابر عروج ہوتا رہے وجہ چہارم یہ کہ تم لوگ بھی اگلی قومون کے چال وچلن کے مطابق حال بحال بدلوگے یہانتک کہ قیامت آوے اور
دنیا مین آدمیون کی پیدایش ختم ہو جاوے واضح ہو کہ بعض کے نزدیک یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہی اور اس صورت مین بعض نے کہا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت ہے کہ دین حق کے معاملات مین طبقہ بطبقہ تبدیل حالات ہو کر آخر کار عروج اسلام ہی اور بعض نے کہا کہ یہ عروج معراج کا بیان ہی کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کو
عروج ہوگا (تفسیر کبیر وغیرہ) اور امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ بخاری نے اس آیت کی تفسیر مین ابن عباسؓ سے روایت کی قال حالا بعد
حال قال ہذا نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ھ۔ یعنے طبقاً عن طبق کے معنے (حال بعد حال) بیان کیے اور فرمایا ہذا نبیکم صلعم اس جملہ

واقع ہوا تو ہم نے ترجیح دی اور کہا کہ شفق کو سفیدی کے معنے مین لینا بہتر ہے خصوصاً جبکہ شک ہو تو شک ہونے سے وقت نہین جاتا اور احتیاط بھی اسی مین ہو کہ سفیدی تک مغرب کا وقت باقی رکھا جاسے کیونکہ مغرب وعشاء کے درمیان کچھ وقت رائگان نہین ہو اور بالاتفاق مغرب کا وقت نکل جانے کے بعد عشا کا وقت آتا ہو تو سفیدی کو مغرب مین رکھنا چاہیے مترجم کہتا ہو کہ میرے نزدیک امام ابوحنیفہ رح کی احتیاط اس امر مین ہو کہ سفیدی مین عشا نہ پڑھو بس شاید مغرب کے بارہ مین وہ شفق بمعنے سرخی لیتے ہون جیسا کہ دونون روایتین اُنسے ثابت ہین اور بعض لوگون نے کہا کہ حدیث مین مغرب کی نماز مین سورہ والمرسلات کی قرارت آئی ہو بلکہ سورۂ اعراف کی قرارت آئی ہے تو ضرور ہوا کہ وقت دراز ہو اور یہ استدلال کچھ نہین ہے اسلیے کہ حدیث مین وارد نہین ہوا کہ پوری سورۃ تلاوت کی بلکہ ان سورتون مین سے کچھ آیات پڑھین کیونکہ یہ امر واضح ہو کہ سب سورۂ اعراف جب ترتیل سے پڑھی جاوے جیسے رسول اللہ صلعم پڑھتے تھے تو سپیدی بھی جاتی رہے اور عشا کا وقت آجاوے۔ ہان یہ کہا جاسکتا ہو کہ صلوۃ اوّابین کے بارہ مین آیا ہو کہ مغرب کے بعد چھ رکعات ہین تو اس سے معلوم ہوا کہ وقت مین وسعت ہو لیکن یہ بھی ضعیف ہو کیونکہ اس سے یہ لازم نہین کہ مغرب کا وقت ہو بلکہ وقت عشا مین نماز فریضہ سے پہلے ہو علاوہ برین ترمذی رح نے اسکو حدیث ابوہریرہ رض سے روایت کیا اور اسناد مین عمر بن ابی خثعم راوی کو بخاری نے بہت ضعیف کہا ہو لیکن ابن الہمام نے اسکو حدیث ابن عمر رض سے بدون حوالہ ذکر کیا اور کہا کہ اگر انھین چھ رکعات مین دو رکعت معمولی سنت بھی حساب کرلے تو ثواب اوّابین کے واسطے کافی ہو واللہ تعالے اعلم- حاصل کلام یہ کہ شفق سے جمہور علماء کے نزدیک غروب کے بعد سرخی مراد ہو اور یہی ابوحنیفہ رح سے بھی ایک روایت ہو اور جمہور کے نزدیک اس سرخی کے زائل ہونے پر عشا کا وقت شروع ہو جاتا ہو لیکن بقول اکثر ابوحنیفہ رح کے نزدیک احتیاط یہ ہو کہ سپیدی زائل ہونے تک مغرب کا وقت باقی رہتا ہو واللہ تعالے اعلم الغرض اللہ تعالے نے یہان فرمایا کہ مین قسم کھاتا ہون شفق کی- والّیل وما وسق- اور قسم رات کی اور اُس چیز کی جسکو رات نے جمع کیا- یہ تفسیر ابن عباس و مجاہد و حسن و قتادہ نے بیان کی اگر کہا جاوے کہ رات نے کیا جمع کیا (جواب) قتادہ رح نے کہا کہ ستارے وجانور وغیرہ عکرمہ رح نے کہا کہ جب رات آتی ہو اور اندھیرا ہجوم کرتا ہو تو ہر چیز اپنے بسیرے کی جگہ جمع ہو جاتی ہو (ابن کثیر رح) **قفال** رح نے کہا کہ مفسرین سلف کے اقوال سب دلالت کرتے ہین کہ یہی معنے ہین کہ رات جمع کرتی ہو ستارے اور رات مین حیوانات اپنے اپنے ٹھکانے آجاتے ہین اور بعضے کیڑے مکوڑے اسوقت حرکت کرتے ہین پھر شاید اس کلام سے سب اشیاء کی جانب اشارہ ہو کیونکہ رات سب پر محیط ہو تو یہ قسم جمیع اشیاء پر واقع ہوگی جیسے قولہ تعالے فلا اقسم بما تبصرون و ما لا تبصرون- یعنے جو کچھ تم دیکھتے ہو اور جو نہین دیکھتے ہو سب کی قسم کھائی (تفسیر کبیر) اہل لغت نے کہا کہ (وسق) کے معنے بعض کو بعض سے ملا دینا جیسے (استوسقت الابل) یعنے اونٹ سب آپسمین ملا دیے گئے- توسقہا الراعی) چرواہے نے اونٹون کو باہم ملایا اور جمع کردیا واحدی رح نے مفسرین سے یہی معنی نقل کیے یعنے رات نے اُن چیزون کو جمع کرلیا جو دن مین اپنے اپنے کامون وضرورتون مین ادھر اُدھر منتشر تھین مترجم کہتا ہو کہ پھر ستارے کیونکر جمع کیے ولیکن وہ رات کے ساتھ مین مجتمع ہوے اسیواسطے قتادہ وضحاک ومقاتل سے منقول ہو کہ (وسق) بمعنے (حمل) لیا یعنے اُٹھا لیا اور ملا لیا **قشیری** رح نے کہا کہ (حمل) کے معنے بھی ملا لینے وجمع کرنے کے ہین اور رات اپنی تاریکی مین ہر چیز کو جمع کرلیتی ہو (قولہ تعالے والقمر اذا اتسق) اور قسم چاند کی جب متسق ہوا- ابن عباس رض نے کہا یعنے جب مجتمع ومستوی ہوا- یہی عکرمہ ومجاہد وسعید بن جبیر ومسروق وابو صالح وضحاک وابن زید رح نے کہا ہو **حسن بصری** رح نے کہا یعنے جب چاند مجتمع ہو کر نور سے بھر گیا- قتادہ رح نے کہا کہ یعنے جب گول ہوگیا حاصل کلام

نکلتی ہی اور نہ لغت سے ملتی ہی مترجم کہتا ہو کہ حدیث ابو سعید الخدری و ابن عباس و ابو ہریرہ رضہ میں بیشک مغرب کی نماز بوقت واحد مذکور ہی اور
حدیث جابر رضہ میں اول روز نماز مغرب وقت غروب آفتاب ہو اور دوسرے روز قبل غائب ہونے شفق کے ہے اور حدیث ابو موسی رضی اللہ
عنہ میں صریح ہو کہ دوسرے روز مغرب میں تاخیر کی یہانتک کہ جب شفق ساقط ہونے لگی اُسوقت پڑھی ترمذی رح نے کہا کہ امام بخاری رح
نے کہا کہ حدیث جابر رضہ اس باب میں اصح ہو لیکن اس روایت میں ہو کہ عشاے روز اول کو شفق غائب ہونے سے پہلے پڑھا اور دوسرے
روز کی مغرب کو اُس وقت بیان کیا تو اسمیں مشکل ظاہر ہو کیونکہ عشا بعد مغرب کے ہو اور دیگر احادیث میں شفق غائب ہونے کے بعد
طحاوی رح نے کہا کہ شاید جابر رضہ نے شفق سے سپیدی مراد لی ہو تاکہ ان روایات میں اختلاف نہو۔ میں کہتا ہوں کہ پھر دوسرے روز
مغرب کی نماز میں اشکال ہوگا کہ وہ کیونکر اسوقت پڑھی کیونکہ اگر سفیدی کے وقت عشا کا وقت آجاتا ہو تو دوسرے روز مغرب صحیح
نہوگی مگر آنکہ یہ کہا جاوے کہ دوسرے روز مغرب میں شفق سے سرخی مراد ہو اور اس صورت میں یہ ظاہر ہوا کہ شفق کا لفظ مشترک ہو
اور دو معنے متباین پر بولا جاتا ہو یعنے سرخی کو بھی شفق کہتے ہیں اور سرخی کے بعد جو سفیدی ہوتی ہو اسکو بھی شفق کہتے ہیں جیسا کہ
ابن جریر رح سے نقل کیا گیا پس اختلاف یہ ہو کہ عشا کا وقت آیا سرخی کے بعد شروع ہوتا ہو یا سپیدی کے بعد شروع ہوتا ہو لیکن
حدیث جابر رضی اللہ عنہ دلالت کرتی ہو کہ سرخی کے بعد شروع ہوتا ہو بنا بر اُس تاویل کے جو طحاوی رح نے بیان کی ہو مترجم کہتا ہو
کہ میرے نزدیک حدیث جابر رضہ میں مجازی معنے مراد نہیں کیونکہ انھوں نے جس وقت اول روز عشا بیان کی اُسی وقت دوسرے
روز مغرب بیان کی تو ظاہر ہے کہ حقیقت میں ایک ہی وقت مراد نہیں ہو بلکہ غرض یہ ہو کہ اول روز عشا کو ایسے وقت شروع کیا
کہ شفق کچھ کچھ نشان دیتی تھی حتی کہ رکعت پوری ہونے تک جاتی رہی اور دوسرے روز مغرب کو ایسے وقت شروع کیا کہ فارغ
ہونے کے بعد وہ وقت تھا جس وقت پہلے روز عشا شروع کی تھی یہ معنے روایات صحیح مسلم میں حدیث بریدہ رضہ و ابو موسی رضہ
سے واضح ہیں اس تاویل کے موافق یہ معلوم نہیں ہوتا کہ شفق سے سرخی مراد ہو یا سفیدی مراد ہو اور طحاوی رح نے قیاس کیا کہ فجر میں
سرخی و سفیدی دونوں نماز کا وقت ہیں تو اسی طرح مغرب میں بھی سرخی و سپیدی نماز مغرب کا وقت ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ
قیاس باصول حنفیہ مناسب نہیں ہوسکتا کیونکہ یہاں صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ ثبوت ہو کہ شفق سرخی ہو تو حنفیہ رح اسکو مقدم کرتے ہیں
اور شاید امام ابو حنیفہ رح کی مراد یہ ہو کہ عشا کو بعد سفیدی کے پڑھیں اور میں نے بیان کیا ہو کہ امام ابو حنیفہ رح کا قاعدہ ہو کہ احتیاط پر عمل
کرتے ہیں اور یہاں اسی میں احتیاط ہو اسلیے کہ جس شخص نے مغرب میں تاخیر کی تو اُس سے تاخیر کرنا مذموم ہو چکا اب اگر سفیدی اسکا وقت
نہوا تو قضا ہو جائیگی اور اس سے چارہ نہیں ہو تو عشا میں جلدی نہ کرے کہ سفیدی سے پہلے پڑھ لے کیونکہ شاید وہ وقت نہو پس احتیاط
یہی ہو کہ سفیدی کے بعد پڑھے اور ابو حنیفہ رح نے کہا کہ مغرب میں ہمیشہ جلدی کرنا چاہیے خواہ گرمی ہو یا جاڑا ہو فافہم۔ اور واضح ہو کہ ابو یوسف
و محمد بن الحسن دونوں نے کہا کہ شفق سرخی ہو اسی واسطے بعض مشائخ نے جمہور کے موافق ہی فتوی دیا کہ شفق سرخی ہو لیکن شیخ ابن الہمام رح
نے اسمیں مناقشہ کیا اور کہا کہ ابو حنیفہ رح سے ظاہر الروایات یہی ہیں کہ سفیدی ہو تو یہ فتوی ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو اور جب روایات
متعارض واقع ہوں تو شک واقع ہوتا ہو اور یہاں یہی حال ہو کیونکہ شفق کی تفسیر سفیدی کے ساتھ بھی حضرت ابو بکر الصدیق و معاذ
بن جبل و عائشہ و ابن عباس و ابو ہریرہ رضہ سے منقول ہو اور یہی قول عمر بن العزیز و اوزاعی و مزنی و ابن المنذر و خطابی کا ہو اور اسکو
مبرد و ثعلب رح نے اختیار کیا ہو اور یہ ہم نہیں کہتے کہ شفق بمعنے سرخی نہیں ہو لیکن ہمارا مطلب یہ ہے کہ یہاں اختلاف و تعارض

شاید امام راغبؒ نے اشارہ کیا کہ یہ وقت قلیل ہے زمخشریؒ نے لکھا کہ شفق وہ سرخی ہے جو مغرب میں آفتاب غروب ہو جانے کے بعد نظر آتی ہے اور اس سرخی کے زائل ہونے کے بعد عشا کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور یہی عامۂ علماء رحمہم اللہ تعالےٰ کا قول ہے (یہی ابو حنیفہؒ سے ایک روایت ہے لیکن ابو حنیفہؒ سے دوسری روایت یہ ہے کہ شفق سفیدی ہے اور اسد بن عمروؒ نے ابو حنیفہؒ سے روایت کیا کہ امامؒ نے اس سے رجوع کیا۔ ھ۔ یعنے عامہ علماءؒ سے اتفاق کیا (مف) امام حافظ عماد الدین بن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ حضرت علی و ابن عباس و عبادہ بن الصامت و ابو ہریرہ و شداد بن اوس و ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ شفق سرخی ہے اور یہی امام باقر محمد بن علی بن الحسینؒ اور بکر بن عبداللہ المزنی اور بکیر بن عبداللہ الاشج رحمہم اللہ تعالےٰ تابعین سے مروی ہے اور یہی امام مالک و ابن ابی ذئب و عبدالعزیز بن ابی سلمۃ الماجشون رحمہم اللہ تعالےٰ فقہا سے روایت ہے کہ شفق سرخی ہے اور عبدالرزاق نے بسند جید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ شفق سفیدی ہے ابن کثیرؒ نے لکھا کہ شفق تو اُفق کی سرخی ہے خواہ طلوع آفتاب سے پہلے ہو جیسے مجاہدؒ نے بیان کیا ہے یا غروب آفتاب کے بعد ہو جیسا کہ اہل لغت کے نزدیک معروف ہے خلیل بن احمد نے فرمایا کہ شفق سرخی ہے جو غروب آفتاب سے وقت عشا شروع ہونے تک ہوتی ہے اور جب یہ سرخی جاتی رہتی ہے تو کہتے ہیں کہ شفق چھپ گئی جوہریؒ نے لکھا کہ شفق ابتداے شب میں بچی ہوئی روشنی آفتاب کی اور سرخی ہے جو عشا کے قریب تک رہتی ہے اور یہی عکرمہؒ نے کہا کہ شفق درمیان مغرب و عشا کے ہوتی ہے اور حدیث عبداللہ بن عمرو رضؓ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب کا وقت اُسوقت تک ہے کہ شفق غائب ہو (صحیح مسلم) پس بیان مذکورہ بالا سے ظاہر ہوا کہ جو کچھ خلیلؒ و جوہریؒ نے شفق کے معنے بیان کیے ہیں وہی معنے یہاں آیت میں ثابت ہوے ہیں و لیکن ابن ابی حاتم نے صحیح اسناد کے ساتھ مجاہدؒ سے روایت کی کہ اس آیت کی تفسیر میں شفق سے پورا دن مراد لیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ مجاہدؒ نے فرمایا کہ شفق آفتاب ہے۔ شاید کہ مجاہدؒ نے والیل وما وسق۔ کے قرینہ سے شفق کے معنے دن لیے تاکہ دن و رات یعنے نور و تاریکی دونوں جمع ہو جاویں امام ابن جریرؒ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے دن کی قسم کھائی ایسی حالت کے ساتھ کہ دن جاتا ہے یعنے وقت شفق ہے اور رات کی قسم کھائی ایسی حالت میں کہ رات آتی ہے اور ابن جریرؒ نے کہا کہ دیگر علماءؒ نے کہا کہ شفق نام ہے سرخی و سپیدی کا اور اس جماعت کا قول ہے کہ شفق منجملہ ایسے الفاظ کے ہے جسکے دو معنے ضدین ہیں (ابن کثیرؒ) رازیؒ نے لکھا کہ جن لوگوں نے شفق کو سرخی کہا ہے انکے دلائل میں سے یہ ہے کہ شفق غائب ہونا عشا کا وقت قرار دیا گیا تو لازم ہے کہ سرخی معتبر ہو نہ سفیدی کیونکہ سپیدی بہت دیر تک ٹھہرتی ہے اور اُسکا وقت دراز ہے اور سرخی البتہ آفتاب کی وجہ سے ہے اور جب وہ افق سے دور ہوا تو سرخی جاتی رہی اور یہ دلیل بھی ہے کہ شفق اصل میں رقت و ہلکاپن ہے اور ظاہر ہے کہ آفتاب کی بقیہ روشنی غروب ہونے سے رقیق ہونی شروع ہوتی ہے تو یہی سرخی شفق ٹھہری (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہے کہ دلیل اول کی تقویت یہ ہے کہ حدیث میں نماز کے اوقات بیان فرمائے گئے ہیں تو ہر ایک وقت کے واسطے ایک روز آپ نے اُس وقت کے شروع ہوتی ہی اول وقت نماز پڑھی اور دکھلایا کہ یہ اول وقت ہے اور دوسرے روز بالکل آخر وقت پڑھی اور آگاہ کر دیا کہ ان دونوں کے بیچ میں ہر نماز کا وقت ہے پھر ہم دیکھتے ہیں کہ مغرب کی نماز دونوں دن ایک ہی وقت پڑھی تو معلوم ہوا کہ نماز مغرب ایک ہی وقت قلیل ہے اُسمیں اول و آخر نہیں نکلتا ہے اور یہ شفق سرخی ہے کیونکہ اگر سفیدی ہوتی تو وہ بہت دیر تک رہتی ہے۔ علماء شافعیہ یہ دلیل بیان کی حتی کہ بعض نے کہا کہ فریضۂ مغرب کے بعد دو رکعت سنت پڑھ لینے کے بعد وقت گویا جاتا رہتا ہے۔ مؤلف فتح البیان نے دعویٰ کیا کہ ابو حنیفہؒ سے جو ایک روایت آئی کہ شفق سپیدی ہے تو اس قول کے واسطے کوئی دلیل نہیں ہے نہ شرع سے دلیل

اللہ تعالےٰ کے کسی چیز مخلوق کی قسم کھانا انسان کے واسطے منع ہے اور اللہ تعالےٰ کو اختیار ہے کہ جا ہے جس چیز کی قسم کھاوے (السراج) مترجم کہتا ہے کہ متکلمین کو اصلی مشکل یہ نظر آئی کہ قسم ایسی چیز کے واسطے ہوتی ہے جو اجل و اعظم ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات ہین اسی لیے انسان کو بھی سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی چیز کی قسم جائز نہین ہے کیونکہ مخلوقات مین خود انسان اشرف و جامع مظہر ہے پھر اگر یہان کہا جاوے کہ اللہ تعالےٰ نے ان چیزون کی قسم کھائی ہے تو لازم آوے کہ یہ چیزین ایسی جلیل ہین کہ انکی قسم کھائی جاوے تو انسان کے لیے بھی انکی قسم جائز ہوگی اور مترجم کے نزدیک اسکا جواب یہ ہے کہ یہان غلطی فقط قیاس ہے کیونکہ انسان کے واسطے قسم کھانے مین یہ معنے معتبر ہین اور اللہ تعالیٰ کی شان مین یہ بات نہین ہے کیونکہ ہر چیز اُسکی شان کے آگے ہیچ و معدوم ہے تو قیاس غلط ہے پس اللہ تعالےٰ کو اختیار ہے کہ وہ جس طرح چاہے اور اپنی مخلوق مین سے جسکی چاہے قسم کھاوے کیونکہ انسان مین اپنی قسم کی عظمت کا حفظ و عہد ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ پاک ہے کہ وہان یہ مقصود ہو بلکہ وہ ہر چیز کی مشابہت سے پاک ہے تو اُسکے واسطے نظیر و قیاس و مثال کچھ ممکن نہین ہے پس یہان فقہاءؒ کا قول صحیح ہے اسیواسطے رازیؒ نے متکلمین کے قول کو کہا کہ متکلمین نے زعم کیا ہے یعنے زعم ضعیف ہے واللہ تعالےٰ اعلم **سوال دوم** (الشفق) کیا چیز ہے رازیؒ نے کہا کہ اصل لغت مین لفظ کی ترکیب و باریکی و رقت و ہلکے پن کے واسطے ہے جیسے عرب کہتے ہین کہ یہ ثوب شفق ہے یعنے اس قدر باریک ہے کہ ٹھہر نہین سکتا اور شفقت بھی اسی معنے مین کہ آدمی کا دل رقیق و نرم ہو جاتا ہے آیت مین نظر کرد تو ظاہر ہو کہ سب علماءؒ نے اتفاق کیا ہے کہ شفق وہ اثر آفتاب ہے جو بعد غروب کے افق مین باقی رہتا ہے لیکن مجاہدؒ سے البتہ روایت ہے کہ شفق (دن) ہے اور شاید مجاہدؒ نے اس وجہ سے یہان یہ تفسیر کی کہ آگے (واللیل) مذکور ہے تو پہلے دن اور بعد اُسکے رات یعنے ان دونون کے مجموعہ سے قسم ہو گئی آور دن سے معاش ہے اور رات سے سکون ہے اور انھین دونون سے امور عالم کا قوام ہے **اقول** مجاہدؒ کی روایت یہ ہے کہ الشفق پورا دن ہے کیا نہین دیکھتا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے واللیل وما وسق - مد - اور عکرمہؒ نے کہا کہ شفق باقی دن ہے - مد - پھر اتفاقی قول سے کیا مراد ہے یعنے غروب کے بعد افق مین آفتاب کا اثر دو طرح ہوتا ہے آول سرخی ہوتی ہے پھر سفیدی آکر سیاہی سے زائل ہو جاتی ہے تو عامہ علماءؒ نے کہا کہ شفق سے مراد سرخی ہے اور یہی ابن عباس و کلبی و مقاتل کا قول ہے آور اہل لغت مین سے لیث و فراء و زجاج نے یہی کہا ہے **صاحب کشافؒ** نے کہا کہ یہی عامۂ علماء کا قول ہے سوائے اسکے کہ ابو حنیفہؒ سے دو روایتین آئین ایک یہ کہ شفق سرخی ہے جیسے ابو یوسف و محمد بن الحسن و جمہور علماء نے کہا ہے اور دوسری روایت یہ کہ شفق وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد ہوتی ہے اور اسد بن عمروؒ نے روایت کیا کہ امام ابو حنیفہ رح نے سفیدی کا قول کہا تھا پھر اس سے رجوع کر لیا یعنے سب کے ساتھ اتفاق کیا کہ سرخی ہے (التفسیر کبیر وغیرہ) اللہ تعالےٰ نے شفق وغیرہ مخلوقات کی قسم کھائی تاکہ اہل عقل ان چیزون مین نظر عبرت سے غور کرین **واحدیؒ** نے کہا کہ مفسرین و اہل لغت سب کا یہ قول ہے کہ شفق وہ سرخی ہے جو بعد غروب آفتاب کے نماز عشا کے وقت تک ہوتی ہے **فراءؒ** نے کہا کہ مین نے ایک عرب کا یہ فقرہ سُنا کہ اُسنے سرخ کپڑا دیکھکر کہا کہ خوب رنگ ہے گویا شفق ہے **امام خلیلؒ** کہا کہ شفق وہ سرخی جو بعد غروب کے وقت عشا تک ہوتی ہے اور صحاح مین مذکور ہے کہ شفق بقیہ روشنی آفتاب کی بعد غروب کے اور سرخی جو قریب عشا تک ہوتی ہے اور عکرمہؒ نے کہا کہ شفق درمیان مغرب و عشا کے ہوتی ہے **قرطبیؒ** نے کہا کہ یہی اکثر صحابہ رضؓ و تابعین و فقہاء سے مروی ہے کہ شفق سرخی بعد غروب ہے - حضرت عمر رضؓ و ابن عباس رضؓ نے کہا کہ شفق سرخی ہے اور ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ شفق پورا دن ہے **مترجم** کہتا ہے کہ شاید ابو ہریرہ رضؓ نے اس مقام کی آیت مین بقرینۂ واللیل الخ کے تفسیر بیان کی ہے اور **راغبؒ** نے کہا کہ شفق وقت غروب آفتاب کے دن کی روشنی اور رات کی سیاہی کا اختلاط ہے

بِمَا يُوعُونَ ۝ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

جو اندر بھر رکھتے ہین سو خوشی سُنا اُنکو دکھ والی مار کی مگر جو یقین لائے اور کین بھلائیان

لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝

اُن کو نیگ رہے بے انتہا

فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ - رازی وغیرہ نے لکھا کہ سورۃ القیامہ کے اول مین قولہ فلا اقسم بیوم القیمہ کی تفسیر مین (لا) کے بارہ مین اقوال مفسرین بیان ہوچکے ہین وہی بیان مین رازی رح نے کہا کہ وہان جو وجوہ مذکور ہین ازانجملہ ایک یہ ہوکہ (فلا) علیحدہ ہو اور یہ کلام سابق کی تردید ہو اور بیان یہ بات زیادہ ظاہر ہے یعنے (ف) تعقیب کلام سابق ہو اور بیان یہ کہ اللہ تعالے نے اس سے پہلے کافر مشرک کا یہ قول ذکر کیا کہ (انہ ظن ان لن یحور) اُسنے یہ گمان باندھا کہ وہ اللہ تعالے کی طرف کبھی نہین رجوع کریگا۔ پس فرمایا (فلا) یہ نہین ہے پھر فرمایا (اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ) مین قسم کھاتا ہون شفق کی۔ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ اور قسم کھاتا ہون رات کی مع اُس چیز کے جو رات نے جمع کی۔ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ۔ اور قسم کھاتا ہون چاند کی جب مجتمع ہوجاوے کہ۔ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ۔ تم لوگ ضرور رکوب کروگے ایک طبق سے دوسرے طبق کو ف رکوب سواری ہو اور انسان کے حالات کو بمنزلہ سواری قرار دیا گیا کیونکہ انسان حالت پر ہوتا ہو تو وہ گویا سوار ہو یہ کلام معجز نظام اسقدر وسیع ہو کہ اُسمین ہر ایک انسان کی ابتداے پیدایش سے آخر تک کے بلکہ ابد تک کے حالات شامل ہین اور جیسے ہر شخص کے ذاتی حالات طبقہ بطبقہ بدلتے جاوینگے اسیطرح قومی حالات بھی بدلینگے اور جس طرح اہل کفر کے حالات ابتداے فطرت سے درجہ بدرجہ گمراہی ودوری مین بدلین گے اسیطرح اہل اسلام جو صلاحیت وآخرت چاہتے ہین اُنکے حالات درجہ بدرجہ قرب ومنزلت مین بڑھتے جاوینگے خطیب رح نے لکھا کہ لترکبن۔ امام ابن کثیر وحمزہ وکسائی کی قرارت مین (ب) کو فتحہ ہے یعنے صیغہ واحد ہو اور خطاب انسان کو ہو اور مراد انسان سے جنس ہو اور جنس سب کو شامل ہوتی ہو لہذا باقیون کی قرارت مین (ب) کو ضمہ ہو اور اصل مین لترکبونن تھا بصیغہ جمع یعنے تم انسان لوگ لترکبو نن مین سے۔ (ن) رفع حذف ہوا جیسے متوالیات مین حذف ہوتا ہو پھر دو ساکن جمع ہونے سے (واؤ) حذف ہوگیا (السراج) خلاصہ یہ معنے ہین کہ کافر ومشرک کا یہ گمان غلط ہو کہ وہ دنیا سے مرا تو خاک وفنا ہوجائیگا (نہین) بلکہ جیسے اُسنے دنیاوی پیدایش مین دیکھا کہ طبقہ بطبقہ اور درجہ بدرجہ وہ نطفہ سے بچہ پھر جوان پھر بوڑھا ہو رہا ہو اسی طرح بعد جسم چھوڑنے کے طبقہ بطبقہ روحانی حالات برزخ مین پھر حشر مین بدلتا رہیگا اور ہر ایک کے حالات موافق اُسکی اصلیت کے ہونگے یعنے اگر کفر پر تھا تو اسکے مناسب حالات پر رہیگا اور اگر ایمان پر تھا تو اُسکے مطابق ہوگا پس جس انسان نے اپنے آپکو فنا خیال کیا وہ جھوٹا ہو (بیان اقوال مفسرین) قولہ تعالے فلا اقسم بالشفق یہان سوالات ہین سوال اول یہ کہ اللہ تعالے نے شفق وغیرہ مخلوقات کی قسم کھائی ہو یا مطلب یہ کہ رب الشفق۔ یعنے ان مخلوقات کے پیدا کرنے والے کی قسم کھائی ہو یعنے اپنی ذات پاک کی قسم کھائی ہو (جواب) رازی رح نے کہا کہ متکلمین (جو دین اسلام کے مخالفت کرنے والون کو عقلی دلائل سے قائل کیا کرتے ہین) یہان گمان کرتے ہین کہ ان چیزون کے رب عزوجل کے ساتھ قسم ہے اور نام یہان محذوف ہو اور اسلیے حذف کیا گیا کہ یہ بات صریح معلوم ہو کیونکہ شرع مین ممنوع ہو کہ انسان سوائے اللہ تعالے کے کسی چیز کی قسم کھاوے تو ضرور انکے پیدا کرنے والے کی قسم ہو (تفسیر کبیر) اسکا جواب یہ ہو کہ سوائے

اور معنے ظاہر ہین کہ تو جد وجہد سے نیک یا بد عمل کرتا ہی درحالیکہ تو اپنے رب تعالیٰ کی طرف جانے والا ہی مترجم کہتا ہی کہ یہی معنے بحمد اللہ سبحانہ تعالیٰ مین نے بیان کیے تھے (قولہ تعالیٰ) فملاقیہ - یعنے بالضرور تو اُس سے ملنے والا ہی - خلاصہ یہ کہ ای انسان تو آخرت سے منکر ہو یا معتقد ہو بہر حال اپنی نیت واعتقاد کے موافق بڑی جد وجہد سے تو اعمال کرتا ہی اور یہ سب اس حالت مین ہی کہ تو اپنے رب عزوجل کی طرف جاتا ہی کیونکہ موت ضروری ہی تو تیرے انکار کا کچھ نتیجہ نہوا جبکہ تو خواہ مخواہ کھینچا جاتا ہی پس خواہ مخواہ رب عزوجل سے ان اعمال کے ساتھ ملاقی ہوگا اور ضرور اپنا نتیجہ پاویگا (قولہ تعالیٰ) فامامن اوتی کتابہ بیمینہ - دنیا مین یہ صورت ہی کہ جنتی بصورت انسانی پیدا ہوا اور نفس پر داہنے ہاتھ سے قبضہ کیا اور جسم کو عقل راست سے مطیع کیا اور اس نامۂ اعمال مین جو اخلاق فاضلہ ہین باتباع زبان شریعت انکو تلاوت کیا تو اُسکا حساب آسان ہوگا کہ اسکے گناہ محو فرمائے جاوینگے اور حسنات زائد ہونگے کیونکہ فطرت اپنی نور وصفاء اصلی پر باقی ہی (قولہ تعالیٰ) وینقلب الی اہلہ مسرورا - اصحاب الیمین جنتیون کی طرف الصالح سے اُسکو سرور و فرحت ہی اور مُنفین سے محبت والفت ہی (قولہ تعالیٰ) اوتی کتابہ وراء ظہرہ - یعنے پستی کی جانب جہان تاریکی ہی اور روح حیوانیہ و جسم ہی - بات یہ ہی کہ چہرۂ انسانی کا رخ بجانب حق سبحانہ تعالیٰ ہی اور پشت کی جانب تاریکی بدن کے ساتھ ہی اور خلاصہ یہ ہی کہ ابتدا مین فطرت انسانی پر پیدا ہوا تھا اور آخر بدکاری سے مردود کر کے صورت حیوانیہ مین گرا دیا گیا تو یہ آخر کار ورطۂ ہلاک وعذاب مین گرفتار ہوگا اور گناہون کی آگ وشہوات مین بدن کے اندر جلیگا اور اُسکا جوش ان شہوات کی طرف شوق کی آگ کے ساتھ ہوتا ہی (قولہ تعالیٰ) کان فی اہلہ مسرورا - اسکا باعث یہ ہی کہ وہ اپنے لوگون مین اتراتا ہوا ناشکرا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بھول گیا اور نجاسات حیوانیہ مین پڑگیا اور حیوانیت کی بے عقلی مین یہ گمان کر لیا کہ کبھی وہ اپنے رب عزوجل کی طرف لوٹ جانے والا نہین ہی کیونکہ اُس نے نیچریت سے یہ اعتقاد کیا کہ یون ہی لوگ جیتے و مرتے ہین اور زمانہ انکو مارتا ہی مترجم کہتا ہی کہ حیوانیت کی بے عقلی پر دلیل یہ ہے کہ یہان اگر اُسکو آخرت نظر نہین آتی تھی تو بہت چیزین نظر نہین آتی ہین پس احتمال تھا کہ ہو یا ہو اور ساتھ ہی اُسکو موت آنا ضروری معلوم تھا حالانکہ درخت اتنی مدت مین نہین مرتا ہی تو غایت درجہ یہ تھا کہ اُسکو تردد ہوتا کہ شاید اگر موت سے مرجع آخرت ہو تو دائمی عذاب مین بہت پریشان ہوگا مگر اُسنے حماقت سے یہ جزم کر لیا کہ ہرگز وہ رب تعالیٰ کی طرف نہین پھیرا جاویگا یہ اُسکے جانور ہونے کا اثر ہی (قولہ تعالیٰ) بلیٰ انہ الخ - یعنے ضرور وہ پھیرا جاویگا اور اللہ تعالیٰ اُسکی ناشکری وبدکاری خوب جانتا ہی کہ کس طرح اُسنے نعمت حق کو برباد کیا تو وہ بھی جہنم مین عذاب کیا جائیگا ابن العربی رح - واللہ تعالیٰ اعلم

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۙ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۙ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۙ لَتَرْكَبُنَّ

سو قسم کھاتا ہون شام کی سرخی کی اور رات کی اور جو اُسمین سمٹتا ہی اور چاند کی جب پورا بھرے تمکو چڑھنا ہی

طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ؕ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ

کھنڈ پر کھنڈ پھر کیا ہوا ہے انکو یقین نہین لاتے اور جب پڑھیے ان پاس

الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۙ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

قرآن سجدہ نہین کرتے اوپر سے یہ منکر جھٹلاتے ہین اور اللہ خوب جانتا ہی

اس سے معلوم ہوا کہ زمین روشن باقی ہو تو یہ زمین و آسمان تبدیل کیے گئے ہین پس خلاصہ یہ ہوا کہ اول ظہور جلال اسی آسمان و زمین
پر ہوگا تو دونون شق ہونگے اور اُسی کے بعد تبدیل واقع ہوگی اور مخلوقات صراط کے اسی طرف قائم رہین گے جیسا کہ حدیث مین
وارد ہوا ہی واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب (قولہ تعالےٰ) یا ایہا الانسان انک کادح الآیہ - اس خطاب پاک مین تنبیہ و تاکید ہو کہ حکم
کی فرمانبرداری کرین اور جان قربان کرین اور اخلاص رکھین اور اسکو ہیچ سمجھکر رحمت کے امیدوار ہون کیونکہ ملاقات قدس سے معلوم
ہوگا کہ دونون جہان کے اعمال اُسکے دیدار کے لائق نہین ہین مترجم کہتا ہو کہ ایک حدیث مین ہو کہ جب مومنین کو دیدار نصیب
ہوگا تو سجدہ مین گر پڑینگے (یا فرمایا کہ سجدہ کرنے کی اجازت چاہینگے) اور عرض کرینگے کہ اے رب تبارک و تعالےٰ ہم نے تیری عبادت کچھ
نہین کی تھی اب ہمکو اجازت ہو کہ سجدہ کیا کرین ارشاد ہوگا کہ مین نے تم سے وہی قبول کیا اور مین نے اس گھر کو مشقت اُٹھانے کا گھر نہین
رکھا ہے م - شیخ ابو بکر بن طاہر نے کہا کہ قولہ تعالےٰ یا ایہا الانسان الخ یعنے اے انسان تو اپنے رب عز و جل کے ساتھ معاملہ رکھتا ہے
یہ معاملہ مجمع عام مین پیش ہوگا تو تجھے کوشش کرنا چاہیے کہ تو وہان شرمندہ نہو (قولہ تعالےٰ) وینقلب الی اہلہ مسرورًا - مسرور ہونے کی
وجہ یہی ظاہر فرمائی کہ حضور قدس مین پہونچا اور رحمت و رضوان پایا - یہ اوسط درجہ والون کا حال ہو اور جو بندے مقام قرب مین ہین
تو اُس سے منقلب ہو کر کسی کی طرف نجاوینگے شیخ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ مسرور ہونا رضوان حق حاصل ہونے سے ہی
شیخ عبد الواحد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ مسرور ہوگا کہ ملاقات کا وعدہ سچ ہوا مترجم کہتا ہو کہ خطیب رح نے حسن بصری سے
نقل کیا کہ اگر عابدون کو معلوم ہو جاوے کہ آخرت مین دیدار نہین ہی تو یہان دم گھٹکر اُنکی جان نکل جاوے - شیخ ابراہیم
بن ادہم رح نے کہا کہ مسرور ہونا اس وجہ سے کہ انکو جنت مین داخل ہونیکا پروانہ مل گیا اور جہنم سے نجات کا حکم ہوگا - شیخ
ابو عثمان رح نے فرمایا کہ وہ مسرور رہوگا کہ اُسکو اولیا و صدیقین کے مقامات مین حاضری نصیب ہوئی (قولہ تعالےٰ) ان ربہ کان بہ بصیرا -
جب تک یہ شخص اس دنیا سے معدوم تھا بلکہ حضرت آدم ع کی مٹی بھی تیار نہ تھی اُس سے پہلے سے اللہ تعالےٰ نے اسکے حق مین مقدر
فرما دیا تھا کہ یہ ایسا ہوگا اور ایسے اعمال کا مرتکب ہوگا اور آخرت مین اُسکے واسطے یہ نتیجہ ہوگا پس اللہ تعالےٰ کے نزدیک اُسکا عدم و
وجود برابر ہی اور کوئی ذرہ اُسکی نظر سے پوشیدہ نہین ہی مترجم کہتا ہو کہ انسان اپنے قلب کا حال خود نہین دیکھ سکتا ہو لیکن اللہ تعالےٰ
دیکھتا ہی بلکہ انسان تو اپنے ناخن کے نیچے گوشت نہین دیکھتا ہے لیکن اللہ تعالےٰ جانتا ہی - حتی کہ انسان کی سانس مین سے کوئی
سانس اُس سے مخفی نہین ہی پس جب وہ ایجاد سے پہلے جانتا تھا تو ایجاد کے بعد کیونکر نجانیگا شیخ واسطی رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ
خوب جانتا تھا کہ فلان انسان کو پیدا کریگا اور کس لیے پیدا کریگا اور وہ کیا کام کریگا اور سعید ہوگا کہ بدبخت جہنمی ہوگا اور کس
مدت تک زندہ رہیگا اور کیا رزق پاوے گا حتی کہ دانہ دانہ اُسکے رزق کا مقدر مقسوم فرمایا ہی فسبحان اللہ العلی العظیم **ف** فی
اشارات الشیخ ابن العربی رح (قولہ تعالےٰ) اذا السماء انشقت - جیسے قولہ انفطرت (قولہ تعالےٰ) اذنت لربہا - آسمان نے حکم رب
عز و جل کی فرمانبرداری کی اور روح انسانی کو کشادہ کر دیا اور زمین بدن بوقت نزع روح کے پھیل جاتی ہو اور روح و قوی
و دیگر آثار مانند مزاج و ترکیب وغیرہ کو نکال دیتی اور سب سے بتکلف خالی ہو جاتی ہو (قولہ تعالےٰ) انک کادح الی ربک - یعنے
اے انسان تو کوشش سے سعی کرنے والا ہو اور موت سے اپنے رب عز و جل کی طرف جاویگا - یہان رفتار بذریعۂ انفاس ہو
کہ نہایت سرعت سے بے اختیار چلتی ہو چنانچہ کہتے ہین کہ تیری سانسین تیرے قدم ہین کہ تجھے تیری موت تک لے جاتے ہین

نہین ہوسکتی ہی کیونکہ وہ لوگ دنیا کی زندگی کو وبال جانتے ہین سوائے اسکے کہ زندگی مین آخرت کے واسطے اعمال صالحہ جمع کرکے
لیجاوین اور آخرت کو حق جانتے ہین تو موت سے نہین ڈرتے ہین بلکہ اگر راہ حق مین موت ہو تو بہت ہی آرزو سے لیتے ہین واللہ تعالیٰ ہو الموفق
اگر کہا جاوے کہ بعضے کفار دنیا مین محتاجی کی تکلیف مین ہوتے ہین تو مسرور کیونکر ہوے (جواب) کافر کا سرور دنیا سے ہے کیونکہ دنیا سے
اُسکو محبت ہی اور آخرت کا خطرہ جو ایمان کے ساتھ لازمی ہوتا ہی وہ اسکو نہین ہوتا پس معلوم ہوا کہ کافر کا دل ہمیشہ غفلت مین بیخطر ہوتا
ہی اگرچہ وہ فقیر ہو اور مومن کا دل ہمیشہ اس دنیا سے اوبھا ہوا اور آخرت کے خوف الٰہی سے پرخطر ہوتا ہی اگرچہ وہ مالدار ہو اور حدیث مین
ہی کہ دنیا مومن کے لیے قیدخانہ ہی اور کافر کے لیے جنت ہی ف فی العرائس قولہ تعالیٰ اذا السماء انشقت - جب اللہ تعالیٰ کو منظور
ہوگا کہ یہ عالم خراب فرماوے تو آسمان وزمین پر اپنی عظمت وکبریائی کی ہیبت ڈالیگا تو آسمان شق ہوجاویگا یعنے اُس سے ملائکہ کا
نزول ہوگا اور زمین عکس تجلی سے ممدود ہوجائیگی اور ان دونون سے طاعت حق واجب ہی اور کیونکر نہو حالانکہ یہ دونون بھی اُسکے قبضۂ
قہری مین رائی سے کمتر ہین یعنے لقولہ تعالیٰ وہو القاہر فوق عبادہ الخ یعنے تمام بندے اُسکی قدرت کے تحت مین مقہور ہین واضح ہو کہ بندگان
عارفین کے دل پر جب تجلی ہوتی ہی تو اُسیطرح آسمان ارواح بوجہ عظمت کے شق ہوجاتی ہین اور زمین قلب متزلزل ہوتی ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ ملائکہ
مقربین عظمت کلام حق سے فزع مین ہوجاتے ہین بحکم قولہ تعالیٰ حتی اذا فزع عن قلوبہم قالوا ماذا قال ربکم الآیہ - بعض مشائخ نے کہا کہ خطاب
امر ونہی جب بلباس وارد ہوتا ہی تو بعضے مطیع ہین اور بعضے عاصی ہین اور خطاب ہیبت کے وارد ہونے پر مورد فنا وحاضر ہوجاتا ہی جیسے
اذا السماء انشقت - اور انقیاد جمیع مخلوقات سے حق واجب ہی کیونکہ اُسی نے پیدا فرمائی ہی مترجم کہتا ہی کہ اس کلام مین ایک سوال کا اشارہ
ہے یعنے آسمان کو خطاب ہوا کہ شق ہوجاوے تو اسکی نسبت فرمایا کہ (حقت) یہی حق واجب تھا کہ وہ مطیع ہو اور خطاب امر ونہی جنّ وانس
کو آتا ہی تو بعضے کافر ہوتے ہین حالانکہ انہین بھی حق یہی تھا کہ مطیع ہون اور (جواب) مین فرق بیان کیا کہ آسمان کو خطاب ہیبت ہی اور خطاب
امر ونہی کا ورود اجسام پر ہی واللہ تعالیٰ اعلم اور مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک امر ظاہر یہان یہ ہی کہ خطاب ایجاد مین جمیع مخلوق مطیع ہین حتے کہ
افعال جو پیدا فرمائے جاتے ہین سب ایجاد ہین اور امر ونہی مین شان بصفت اختیاری ہی اور قہر یہان مشیت ہی پس کفار مشیت مین
مقہور ہین حتی کہ وہ دنیا اور کفر کو اختیار کرتے ہین اور چونکہ لا یعقل ہین یعنے نور عقل نہین رکھتے ہین تو لا محالہ بحکم قولہ تعالیٰ ویجعل الرجس علے
الذین لا یعقلون انپر نجاست شرک وکفر ڈالتا ہی - ۱۲ - یعنے کافر کا کفر وشرک حقیقت مین کافر کی کمائی ہی جو اُسکے پسند کے موافق قدرت
نے اُسمین پیدا کردی اور بارگاہ الوہیت مین کسی کے شرک وکفر وغیرہ کو کچھ بھی دخل نہین ہی جیسا کہ حدیث صحیح مسلم مین یہ نکتہ صریح بیان
ہوا ہی اور عقل بھی یہی پہچانتی ہی اسلیے کہ کفار وانکا شرک سب حادثات جدید ہین اور بارگاہ قدس قدیم ہی تو جیسے مخلوق کو یہ وسعت نہین
ہی کہ بارگاہ قدس کے لائق ہو کیونکہ یہ آخر مخلوق ہی رہیگی اسیطرح اس مخلوق کے افعال کو بدرجۂ اولےٰ یہ لیاقت نہین ہی فافہم یرحمک اللہ تعالیٰ
جب مخلوق سے حجاب اُٹھا دیگا تو تجلاے عظمت سے آسمان وزمین شق ہوجاوینگے جیسے اس جسم انسانی کو دنیا مین یہ مجال نہین ہی کہ
دیدار باری تعالیٰ کو برداشت کرسکے لہذا حدیث مین فتنۂ دجال سے بچنے کے واسطے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اپنے رب عزوجل کو نہین دیکھ
سکتے ہو جب تک اس دنیا سے نہ مرو - ۱۲ - یعنے بعد موت کے آخرت مین یہ لیاقت رکھی جائیگی کہ دیدار کی تاب ہو اسوجہ سے کہ وہان اس
جسم خاکی کا ظہور نہوگا بلکہ عالم خلق کے سوائے عالم الامر کا ظہور ہوگا اور جسم وجمیع اجسام عالم کے عالم خلق سے ہین اور (الروح من امر
ربی) روح عالم امر سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا - اشرقت الارض بنور ربہا - یعنے زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اُٹھیگی

صادوغنیرہ لام ہے اور باقیون کی قرات مین (الصلی) بالضم وفتح صاد وتشدید لام ہے یعنے جلتی بلتی آگ مین داخل کردیا جاویگا اِنَّهٗ كَانَ
فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا - یہ شخص اپنے لوگون مین خوش خرم تھا ف اللہ تعالےٰ نے کافر کے بدانجام کی وجہ بیان فرمائی کہ یہ کافر دنیا
مین اپنے لوگون مین فرحت وسرور مین رہتا تھا اُسکو اپنے انجام کی کچھ فکر نہ تھی اور جو معاملہ آگے آنے والا تھا اُس سے کچھ خوف نہ تھا
اس چند روزہ سرور نے اُسکو یہ بے انتہا غم دیا - اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ - اس کافر نے گمان باندھا تھا کہ وہ کبھی نہین رجوع کریگا
ف ابن عباس رضؓ وقتادہ رحؒ وغیرہ نے کہا یعنے اسکا اعتقاد دنیا مین یہ تھا کہ وہ کبھی اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع نہین کریگا اور بعد موت کے
دوبارہ زندگی نہین ہوگی بلکہ یہان سے جو کوئی مرا وہ خاک ہوگیا بَلٰىٓ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا - کیون نہین رجوع کریگا البتہ
اُسکا رب اُسکو خوب دیکھتا جانتا تھا ف جسوقت وہ پیدا بھی نہوا تھا اُسوقت سے اللہ تعالےٰ جانتا تھا کہ یہ کافر ہوگا اور اللہ تعالےٰ
اپنے رب کی شان الوہیت سے منکر ہوگا اور مخلوق بندون کے لیے قدرت وکارسازی کا اعتقاد کریگا چنانچہ مشرکین کے سب فرقے اسی
شرک مین ہین کسی نہ کسی مخلوق سے آرزو کرتے ہین کہ وہ چاہے تو میری آرزو پوری ہوجاوے - جب اللہ تعالےٰ کے کسی ولی بندے سے یہ
کرامت دیکھی کہ اُسکے کہنے سے کام ہوگیا تو جہالت سے یہ سمجھے کہ اُسمین خود قدرت ہے اور یہ نہین سمجھے کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت نے اُسمین
ظہور فرمایا ہے اور یہ اُس ولی کے جنتی ہونے کی علامت ہے کیونکہ جنت مین اسی شان سے ظہور ہوگا کہ جنتی بندہ جو کچھ چاہیگا وہ فوراً پیدا ہوجاویگا
تو ولی ایسا پاکیزہ ہوگیا ہے کہ اُسمین اللہ تعالےٰ کی شان اسطرح ظاہر ہوئی تاکہ اس بندے کی صلاحیت وتقوی دیکھکر خود کوشش کرین
کہ ہم بھی جنتی ہوجاوین اس زمانہ کے بعض مشائخ صالحین نے خوب کہا کہ آج کل جو لوگ کسی کو ولی سمجھکر اُسکے پاس جاتے ہین تو اپنی
مغفرت کا وسیلہ بنانے نہین جاتے بلکہ اُس سے دنیاے ملعونہ مانگنے جاتے ہین اور اسی قسم کا کلام بعض سابقین مشائخ نے کہا ہے چنانچہ
حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رح سے پہلے مشائخ کے ملفوظات مین بھی مذکور ہے کہ اُنھون نے تعجب سے فرمایا کہ دنیا کو اللہ تعالےٰ
نے ملعون کیا ہے تو تعجب ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالےٰ کے مقبول بندون کے پاس ملعون چیز تلاش کرنے آتے ہین مترجم کہتا ہے چونکہ عموماً یہی دنیا
کی طلب ہے اسلیے انہین سے بہت لوگ اہل کفر کے جوگیون وغیرہ کی خدمتگزاری کرتے ہین اور جب اہل کفر کا معاملہ جوگ وغیرہ
سب دنیا کی طرف راجع ہے تو وہان دنیا کی تلاش اسقدر تعجب کے قابل نہین ہے اعوذ باللہ وانا للہ وانا الیہ راجعون - واضح ہو کہ اللہ
تعالےٰ نے کافر کے بدانجام کا سبب جو کچھ ارشاد فرمایا نہایت لطیف معنے ہین اور قفال رح نے اسکی توضیح اسطرح بیان کی کہ کافر دنیا مین اپنے
لوگون مین مسرور وخوش خرم رہتا تھا یعنے اُسپر ادائے عبادات وصوم وجہاد وغیرہ کی کچھ مشقت نہ تھی بلکہ جو کچھ حاصل کرتا اسکو خواب راحت کا
سامان بناتا تھا اور گناہون پر قدم بڑھانے مین اسکو کچھ خوف نہ تھا اور روز حساب کا ڈر نہین اور نہ دغدغہ تھا اور اللہ تعالےٰ سے ثواب آخرت
کی امید نہین اور عذاب کا خوف نہین رکھتا تھا (السراج) اقول بلکہ آج کل تو اس سے بڑھکر یہ حالت ہے کہ اہل ایمان جنکو آخرت
سے خوف ہے اُنکو بزدل کہکر طعنہ دیتے ہین اور شاید اسکا باعث یہ ہوا کہ انھون نے بہت لوگون کو دیکھا کہ نام کے مسلمان ہین اور مرنے سے
جان چھپاتے ہین اور ہر طرح فسق وفساد سے لوگون کے مال ومتاع کو لوٹ لیتے ہین تو قیاس کیا کہ یہ بزدلی خوف آخرت کا نتیجہ ہے اور یہ قیاس
بالکل غلط اور محض جہالت ہے اسلیے کہ اگر اسلام کی تعلیم پر نظر کرتے تو انکو معلوم ہوتا کہ جن لوگون کو دیکھکر یہ قیاس کیا تھا یہ لوگ آخرت
کا خوف ہی نہین رکھتے تھے اور جو لوگ آخرت کا خوف رکھتے اور رحمت کے امیدوار ہین اور دنیا کو ملعون اور آخرت کو محبوب رکھتے ہین
اور اللہ تعالےٰ کی شان رحمت وغضب کو اور اُسکی شان الوہیت کاملہ کو پہچانتے ہین تو اُنسے بڑھکر روے زمین پر کوئی قوم شجاع وبہادر

اور بعض روایت کے آخر مین بجاے (ہلاک ہوجائیگا) فرمایا کہ (وہ عذاب کیا جائیگا) خلاصہ یہ کہ ہلاک ہوجانے سے مراد یہ ہو کہ وہ ضرور جہنم مین عذاب پاویگا۔ ام المومنین صدیقہ رض سے دوسری روایت مین ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی سے حساب لیا گیا تو وہ ضرور عذاب پاویگا تو مین نے عرض کیا کہ یا حضرت کیا یہ نہین ہو کہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ فامامن اوتی کتابہ بیمینہ فسوف یحاسب حسابا یسیرا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حساب لینا نہین ہو بلکہ یہ تو پیشی ہو اور جس سے حساب لیا گیا وہ ضرور عذاب پاویگا (رواہ احمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن جریر رح اور ابن جریر کی ایک روایت مین ہو کہ حساب لیے جانے کے بیان مین اُنگلی سے ٹھوکا دینے کا اشارہ کیا۔ مترجم کہتا ہو کہ اسکا مطلب یہ ہو کہ جس شخص کے نامہ اعمال مین حساب لیا گیا کہ مثلاً یہ کام کیون کیا تھا اس کام پر انگلی رکھی۔ یہی حساب مین مناقشہ کی صورت ہو اعوذ باللہ من ذلک۔ حضرت ام المومنین صدیقہ بھی خود فرمایا کرتی تھین کہ جس کسی سے حساب سمجھا گیا وہ عذاب مین پڑے گا اور کہا کہ حساب یسیر یہ ہو کہ حضور باری تعالے مین پیشی ہوجاوے (ابن جریر) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس بندہ (مسلمان) مین تین باتین ہون اللہ تعالے اُسکا حساب آسان فرماویگا اور اپنی رحمت سے اسکو جنت مین داخل کریگا (ایک یہ کہ) جسنے تجھے محروم رکھا ہو تو اُسکو دے اور (دوم یہ کہ) جسنے تجپر ظلم کیا ہو تو اُسکو عفو کردے اور (سوم یہ کہ) جسنے تجھسے ناتا کاٹا ہو تو اُس سے ملے (رواہ الطبرانی والبزار والبیہقی والحاکم) ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ایسے اعمال کرتے ہو کہ وہ پہچانے نہین جاتے اور قریب ہو کہ پہچاننے والا اپنے لوگون مین یا تو مسرور (خوش خرم) واپس ہوگا یا غمناک واپس ہوگا (رواہ الطبرانی) وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَاۗءَ ظَهْرِهٖ ۙ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا۔ اور رہا وہ شخص جو دیا گیا اپنا نامہ اعمال پیٹھ پیچھے سے تو وہ ضرور ہلاکت پکاریگا اور جلتی آگ مین داخل ہوگا ف یعنے دونون قسمون مین سے ایک قسم مومنین کا بیان اوپر ہو چکا تھا جنکو داہنے ہاتھ مین نامہ اعمال عطا ہوا باقی رہی دوسری قسم جو مومن نہین ہین تو اُنکو نامہ اعمال پیٹھ پیچھے سے دیا گیا یعنے اُسکا نامہ اعمال اُسکی پیٹھ کے پیچھے سے آویگا اور وہ بایان ہاتھ پیٹھ کی طرف لے جاویگا اور بائین ہاتھ مین پاوے گا پس ایسے شخص کا یہ انجام ہو کہ جہنم مین غمناک ڈالا جاوے تو وہان ثبور پکاریگا یعنے ہاے وہ کمبخت برباد و ہلاک ہوا (سوف) یہان تحقیق کے واسطے ہو یعنے بالضرور وہ ثبور پکاریگا اور شاید یہ پکارنا ابھی ہو جب نامۂ اعمال پڑھے اسلیے کہ فوراً اُسکو معلوم ہوجاویگا کہ وہ جہنمی ہو اسیواسطے فرمایا۔ ویصلی سعیرا۔ یعنے جلتی بلتی آگ مین داخل ہوگا اور وہان بھی ویل وثبور کے ساتھ چلاویگا مترجم کہتا ہو کہ گنہگار مسلمانون کا بیان صریح نہین ہو اور نص صریح مین یہ ثبوت ہو چکا کہ کفار کو بائین ہاتھ مین پیٹھ پیچھے سے نامۂ اعمال دیے جاوینگے اسیواسطے خطیب رح نے یہان لکھا کہ جسکو پس پشت سے نامۂ اعمال دیا جاویگا یہ کافر ہے کیونکہ اُسکا دایان ہاتھ طوق سے اُسکی گردن مین جکڑا ہوگا اور بایان ہاتھ اُسکی پیٹھ کے پیچھے کردیا جاویگا تو لامحالہ اُسکا نامۂ اعمال اُڑکر اُسکی پیٹھ پیچھے آویگا اور وہ بائین ہاتھ مین پاویگا۔ یعنے اُسکے بعد پڑھنے کی قدرت پاویگا اور حدیث ام المومنین صدیقہ رض اوپر گزری تو حاصل یہ معلوم ہوا کہ قیامت کے روز دو فریق ہونگے مومنین اور کافرین اور دونون فریق علیحدہ علیحدہ کھڑے ہونگے پس مومنین مین گنہگار بھی شامل ہونگے اور کافرین جسقدر اقسام ہین سب کو اُنکے نامۂ اعمال پیٹھ پیچھے سے بائین ہاتھ مین ملینگے اور مومنین کو اُنکے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ مین ملینگے پھر مومنین مین دو قسمین ہین بعض کا حساب آسان ہوگا تو وہ خوش خرم اپنے لوگون مین چلا جاویگا و بعض سے حساب لیا جاویگا تو ضرور عذاب پاویگا پھر اللہ تعالے کی رحمت سے نکالا جاویگا۔ واللہ سبحانہ تعالے اعلم خطیب رح نے کہا کہ ابو عمرو اور عاصم رحمہما اللہ تعالے کی قراءت مین (یصلی) بالفتح وسکون

تو خوش ہو کہ تیرا کام ضائع ہونے والا نہین ہی بلکہ تو اُس سے ملنے والا ہی تو ثواب عظیم پاویگا علماء محققین کے نزدیک قول مختار یہ ہے کہ جنس انسان مراد ہی خواہ کافر ہو یا مومن ہو اور (الی ربک) سے یہ مراد نہین ہی کہ کافر کا عمل اسلیے ہی کہ رب کی طرف جاوے اسلیے کہ کافر کو یہ اعتقاد و یقین ہی نہین ہی بلکہ معنی یہ ہین کہ اے انسان خواہ مسلمان ہو یا کافر ہو تیری یہ حالت ہی کہ جو کچھ تو یہان جد و کد سے کماتا ہی وہ آخر تیرے رب کی جانب ہے اُسی کی طرف مرجع و انجام ہی پس تو ضرور اپنے عمل سے ملنے والا ہی یعنے اے انسان تیری ساری کد و کاوش کا مرجع اللہ تعالے ہی کی طرف ہے تو ضرور اپنے عمل کو پاویگا اب اپنے رب تعالے سے ضرور ملیگا وہ تجھے تیرے اعمال کا عوض ضرور دیگا ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل ؑ نے مجھے کہا کہ اے محمدؐ جب تک تو چاہے جیسے آخر تو مرنے والا ہی اور جسکو چاہے پیار کر آخر تو اُس سے جدا ہونے والا ہی اور جو چاہے کام کر آخر تو اس عمل سے ملنے والا ہی (رواہ ابو داؤد الطیالسی رحمہ اللہ) عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اس آیت کے معنے یہ ہین کہ اے انسان تو عمل کرتا ہی تو ضرور اس عمل کے ساتھ اللہ تعالے سے ملنے والا ہی خواہ عمل نیک ہو یا بد ہو۔ قتادہؒ نے کہا کہ اے آدمی تیری کد و کاوش ضعیف ہی جس سے ہو سکے اپنی جد و کد کو اللہ تعالے کی بندگی مین رکھے اور اللہ تعالے ہی کی دی ہوئی قوت سے ہو سکتا ہی (ع) خلاصہ یہ کہ اللہ تعالے نے آگاہ کیا کہ اے انسان خواہ تجھے یقین ہو یا نہو تو یہان جو کچھ کد و کاوش سے عمل کرتا ہی اُسکا مرجع اللہ تعالے ہی کیطرف ہی تو ضرور اُس سے ملنے والا ہی۔ پس لامحالہ اللہ تعالے تیرے اعمال کا عوض تجھے پہونچاویگا اور کچھ ظلم نہوگا اگر بُرے اعمال ہین تو بھی اعمال جزاءً وفاقًا ملینگے اور اگر اچھے کام ہین یعنے ایمان و یقین و توحید سے بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین تو اللہ تعالے اپنی طرف سے فضل مزید بھی عطا فرماویگا اور اُسکا فضل اس نیک عمل سے بہت بہتر ہے اس وقت مین دو ہی قسمین ہونگی چنانچہ فرمایا۔ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا۔ پس جو بندہ ایسا ہو کہ اسکا نامہ اعمال اُسکے داہنے ہاتھ مین دیا گیا تو اب وہ حساب کیا جاویگا آسان حساب اور پھر جاویگا اپنے لوگون پاس خوش و خرم ف یعنے جس بندۂ مومن کو اُسکا نامہ اعمال داہنے ہاتھ مین دیا گیا کیونکہ سواے مومن کے کسی کے داہنے ہاتھ مین نامۂ اعمال نہ دیا جائیگا تو اس سے آسان حساب لیا جاویگا اور یہ اسی قدر ہی کہ نامۂ اعمال اُسکو دکھلا دیا جائیگا اور کچھ تحقیق نہین کیا جائیگا بلکہ وہ اپنے نامۂ اعمال مین برائیان بھی لکھی دیکھیگا اور ڈر جاویگا لیکن یہ بندہ ایسا تھا کہ دنیا مین گناہون سے مغفرت مانگا کرتا تھا تو یکایک دیکھیگا کہ اللہ تعالے نے انکو میٹ دیا اور سب نیکیان ہو گئین اور حکم ہوگا کہ جنت مین اپنے لوگون مین چلا جاوے یا محشر مین اپنے جنتی لوگون مین مل جاوے خواہ مسلمان زوجہ و اولاد ہون یا حور العین ہون اور وہ اسقدر مسرور و خوش ہوگا کہ مارے خوشی کے کہیگا۔ ہَاؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ۔ یہ لو میرا نامہ اعمال تو پڑھو یعنے کیسا عمدہ ہی۔ قولہ حسابا یسیرا نرم آسان جسمین اُس سے کچھ جھگڑا نہ کیا جاویگا۔ مقاتلؒ نے کہا کہ اس وجہ سے کہ جو گناہ بھی ہین وہ بھی اللہ تعالے کی رحمت سے بخشے ہوئے ہین تو کچھ حساب نہ رہا۔ مفسرین نے کہا کہ آسان حساب یہ ہی کہ بندہ مومن کی برائیان اُس پر پیش کی جاوینگی پھر اللہ تعالے انکو بخش دیگا یہی آسان حساب ہی۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مین نے سُنا کہ آپ نے بعض وقت نماز مین دعا مانگی کہ الٰہی مجھسے آسان حساب لیجیو۔ جب آپ فارغ ہوے تو مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آسان حساب کیا ہی آپ نے فرمایا کہ آسان حساب یہ ہی کہ بندے کو نامۂ اعمال دیا جاوے وہ اُسمین دیکھ لے پھر اللہ تعالے اُس سے درگزر فرماوے اے عائشہؓ جس سے اس روز حساب لینے کا مناقشہ کیا گیا وہ ہلاک ہو جائیگا (رواہ الامام احمد و عبد بن حمید و ابن جریر و الحاکم و ابن مردویہ)

روایت کی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حدیث میں آیا ہی کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو اللہ تعالے زمین کو چمڑے کی طرح ممدود
کشیدہ فرماویگا تا ہم لوگون مین سے کسی بشر کے لیے جگہ نہوگی سوائے اتنی جگہ کے کہ اُسکے پانوُن ٹک جاوین پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ سب سے پہلے مین بلایا جاؤنگا اور اُسوقت حضرت الرحمن کے دائین پر جبرئیلؑ علیہ السلام ہوگا واللہ جبرئیل نے اس سے پہلے
کبھی نہین دیکھا ہی مین عرض کرونگا کہ اے رب اس (جبرئیل) نے مجھے خبر دی کہ اسکو تونے میرے پاس (بلانے) بھیجا ہی اللہ تعالے فرماویگا
کہ اسنے سچ کہا ہی۔ پھر مین شفاعت کرونگا اور کہونگا۔ کہ اے رب تیرے بندے ہین جنھون نے تجھے اطراف زمین مین معبود بنایا اور
تیری عبادت کی۔ یہی مقام محمود ہی تنبیہ یہان سوال یہ ہی کہ اذا السماء الخ سے یہانتک (اذا) کا جواب نہین معلوم ہوا کیونکہ خلاصہ یہ
ہوا کہ جب آسمان شق ہوگا اور جب زمین کشیدہ ہوگی اور سب اُگل دیگی (تو کیا ہوگا) صاحب کشاف رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جواب اسلیے
حذف کیا گیا کہ آدمی ہول مین پڑ جاوے کہ جب ایسا ہولناک معاملہ ہوگا تو کیسا ہولناک نتیجہ ہوگا پس ہر طرف خیال دوڑے قرار رہنے کہا
کہ جواب حذف ہونا اسلیے کہ جواب بارہا قرآن سے معلوم ہو چکا ہی (ک) خطیب رح نے لکھا کہ سورہ تکویر اور انفطار مین معلوم ہو چکا کہ اس
وقت ہر نفس کو معلوم ہو جائیگا جو کچھ اُسنے اپنے واسطے پہلے بھیج رکھا ہی۔ س۔ بعض محققین نے کہا کہ جواب آیندہ آتا ہی یعنے قولہ تعالے
(فملاقیہ) کسائی رح نے کہا بلکہ اسکے بعد قولہ فاما من اوتی الخ اسکے جواب پر دلالت کرتا ہی یعنے جب آسمان شق ہوگا اور زمین مستوی ہوگی
تو اُسوقت تم لوگون کا انجام دو ہی قسم مین منحصر ہے ایک وہ کہ جنکو نامہ اعمال دائین طرف سے دائین ہاتھ مین دیے جاوینگے تو یہ اہل جنت ہین
اور دوم وہ کہ جنکو نامہ اعمال پیچھے سے بائین ہاتھ مین دیے جاوینگے تو یہ اہل جہنم ہین اور درمیان مین جملہ معترضہ ہی (ک) یہ سب اس صورت مین
ہی کہ (اذا) شرطیہ ہی اور یہی اصح ہی اور اگر (اذا) شرطیہ نہو تو یہ مبتدا ہی اور دوسرا (اذا) اسکا جواب ہی لیکن (واو) زائدہ ہی اور معنے یہ کہ
جو وقت آسمان پھٹنے کا ہی وہی زمین کے کشیدہ بچھائے جانے کا ہی (سراج) ابن الانباری رح نے کہا کہ (واو) کو زائدہ ٹھہرانا
غلط ہی اسلیے کہ عرب فقط دو جگہ اسطرح (واو) لاتے ہین ایک (حتی اذا) کے ساتھ مین اور دوم (لما) کے ساتھ مین۔ اول کی مثال قولہ تعالے
حتی اذا جاؤہا وفتحت ابوابہا وقال لہم الایہ۔ کی مثال قولہ تعالی فلما اسلما وتلہ للجبین ونادیناہ الآیہ۔ اور ان دونون کے سوائے کسی مقام مین نہین
لاتے ہین تو یہان بھی زائدہ نہین ہو سکتا ہی (ف) يَٰٓأَيُّهَا ٱلْإِنسَٰنُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَٰقِيهِ۔
اے انسان تو حد بھر کوشش کرنیوالا ہی اپنے رب کی جانب کوشش کرنا تو اُس سے ملنے والا ہی ف۔ کدح اپنی جان کو کسی بھلے
یا بُرے کام مین بڑی کوشش سے لگانا اور اُسمین کد کرنا اسطرح کہ جان مین اس مشقت کا اثر ہو عرب کہتے ہین کہ (کدح جلدہ) اپنی
کھال کو کدح کیا یعنے اُسمین خراش سے اثر و نشان ڈال دیا۔ انسان سے بعض نے کہا کہ مسلمان مراد ہی کیونکہ (الی ربک) کے معنے
اپنے رب کی جانب۔ تو مسلمان ہی اپنے اعمال مین جہد و سعی کرتا ہی کہ رب عزوجل کی طرف جانے والا ہی لہذا آگاہ کیا کہ انسان
اُس سے (رب سے) ملنے والا ہی اور بعض نے کہا کہ (کافر) مراد ہی اور وہ اپنے دنیاوی کامون مین بڑی کوشش سے جد و کد کرتا ہے
اور (الی ربک) سے مراد (موت) ہی یعنے اے کافر تو بڑی جد و کد سے کام کرتا ہی موت تک پس تو اپنے کام سے آخر ملنے والا ہی جب آسمان
شق ہوگا الخ اور بعض نے کہا کہ اس سے خاص ایک کافر مراد ہی چنانچہ ابن عباس رض سے روایت ہی کہ وہ ابی بن خلف تھا جو دنیا حاصل
کرنے مین اور کفر و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا دینے مین بڑی جد و کد کرتا تھا اور قول اول والے بھی بعضے کہتے ہین کہ الانسان سے خاص
محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہین تو معنے یہ ہین کہ اے محمد تو اللہ تعالے کی رسالت پہونچانے مین اُسکی رضامندی کے لیے بہت جہد و کد کرتا ہی

ہو - رازیؒ نے لکھا کہ آسمان کے واسطے یہی حق ہے کہ حکم الٰہی کے واسطے مطیع ہو اسلیے کہ آسمان ایک جسیم ہے اور ہر جسم بذات خود ممکن ہے اور بذات خود ممکن ہر وہ چیز ہے جسکی ذاتی حالت مین موجود ہونا اور معدوم ہونا برابر ہو پھر اگر وہ موجود ہو جاوے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اور اگر معدوم ہو تو اُسکی خوشی ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہر طرح سے اُسکی ذات پر جاری ہوتا ہے کچھ بھی روک نہین ہو سکتی ہے تو آسمان کے واسطے کچھ اختیاری نہین ہے سوائے اسکے کہ جو حکم ہو اُسکو قبول کرے (تفسیر کبیر) وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ اور جب زمین پھیلادی جاوے ف یعنے بچھا کر وسیع کردی جاوے (ابن کثیر) یعنے اسطرح کھینچکر پھیلادی گئی جیسے چمڑا پھیلایا جاتا ہے اور اُسکے پہاڑ کو نسہ کردیے اور جہان جہان اُونچائی تھی سب پست کرکے غار ہموار کردیے گئے تو قاعٌ صفصفٌ (مستوی میدان) ہوگئی نہ کہین اونچی ہے اور نہ نیچی ہے مقاتلؒ نے کہا کہ چمڑے کی طرح پھیلادی گئی پس اُسمین کوئی عمارت و پہاڑ نہین باقی رہیگا اور بعض نے کہا کہ (مدت) مدد سے مشتق ہے یعنے اُسکی وسعت مین زیادتی کردی گئی ابن عباسؓ نے کہا کہ قیامت کے روز زمین ممدود (کھینچکر پھیلائی) کیجاویگی - جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز زمین مثل چمڑے کے ممدود کیجاویگی پھر اُسپر کسی آدمی کیلیے گنجایش نہوگی سوائے اسقدر جگہ کے کہ اُسکے قدم ٹک جاوین اس حدیث کو حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کیا اور سیوطیؒ نے کہا کہ اسکی اسناد جید ہے - وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ - اور ڈالدیگی جو کچھ اُسکے اندر ہے اور خالی ہوجائیگی ف یعنے زمین کے اندر جو کچھ اموات (مردہ جانور و آدمی و جن) ہین اور خزائن ہین اُنکو اوپر نکال دیگی اور اس امانت سے خالی ہوجائیگی - تخلت صیغہ دلالت کرتا ہے کہ بالکلیہ خالی ہوگی گویا اُسنے تمام کوشش سے ایسا کیا - بعض نے کہا کہ (القت) یعنے جو کچھ اُسمین ودیعت ہے سب نکال دیگی اور (تخلت) یعنے جو کچھ اُسکی حفاظت مین دیا گیا تھا اُس امانت داری سے پاک ہوجائیگی - ابن عباسؓ نے کہا کہ زمین مین جو کچھ اموات ہین سب نکال دیگی اور جو کچھ اُسکے اوپر زندہ ہونگے اُنسے خالی ہوجائیگی مترجم کہتا ہے کہ اس صورت مین وقوع اسطرح ہوگا کہ پہلے اپنے اوپر زندہ جانورون سے خالی ہوگی کیونکہ نفخۂ صور سے سب مرجاوینگے خواہ آدمی و جن ہون یا شیاطین و جانور ہون پھر جو کچھ مردون کے ذرات اجسام اُسمین ہین سب کو نکال دیگی - وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ - اور کان لگا کر سنیگی اپنے رب کے لیے اور اُسپر یہی حق ہے ف یعنے یہ سب اخراج و تخلی بحکم الٰہی ہے کہ زمین کو حکم ہو چکیگا کہ سب خارج کردے تو وہ بسمع وطاعت فرمانبرداری کریگی اور سوائے فرمانبرداری کے اسکو کچھ چارہ نہین ہے اور اصح قول یہان یہ ہے کہ القت ما فیہا وتخلت - زمین مین جو اموات ہین انکو ڈال جائیگی جیسے ماں اپنے پیٹ کا بچہ گرالتی ہے اور ان چیزون سے بخوبی خالی ہوجائیگی شیخ ابن کثیرؒ نے اسی قول پر اکتفا کیا اور لکھا کہ یہی مجاہد و سعید و قتادہ کا قول ہے بالجملہ جب آسمان شق ہوگا اور حکم الٰہی جو شق ہونے کے لیے پہونچیگا فوراً بسمع وطاعت بجالاویگا اور اُسکی ذات کے واسطے یہی حقیقت ہے اور جب زمین شق ہوگی اور جو کچھ اُسمین اموات ہین اُنکو اوپر ڈال دیگی اور بالکل اس سے خالی ہوجاویگی اور یہ بھی بحکم الٰہی ہوگا اور زمین اپنے رب کا حکم بسر و چشم بجالاویگی اور یہی اُسکی ذات کے لیے حقیقت ہے تو ایسے وقت مین سب لوگ اپنے رب تبارک وتعالےٰ کے لیے زمین پر کھڑے ہونگے تاکہ اُنکے درمیان حکم عدل سے فیصلہ فرماوے اور آدمیون مین سے ہر ایک کے لیے فقط اُسکے پاؤن ٹکنے بھر کی جگہ ہوگی اور اُسوقت ظہور روحانی ہے تو یہ وسعت کافی ہوگی اور ہر شخص اپنے کیے ہوے اعمال سے آگاہ ہوگا اور آفتاب بہت قریب ہوگا جس سے جسمانی کھوپڑی مانند ہانڈی کے جوش ماریگی اور اُس روز کہین سایہ نہوگا سوائے سایۂ عرش کے جسکے سایہ مین نیک بندے راحت پاوینگے اور باقی آفتاب مین جلین گے اور مدت دراز اسی حالت مین گذریگی آخر لوگ بذریعہ انبیاء علیہم السلام کے سفارش چاہینگے اور پہلے آدم علیہ السلام سے شروع کرینگے - حضرت آدم ع عذر کرینگے اور نوح علیہ السلام کے پاس بھیجینگے وہ بھی نفسی نفسی کہکر عذر کرینگے علیٰ ہذا القیاس یہانتک کہ عیسیٰ علیہ السلام لوگون کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجینگے - ابن جریرؒ نے بسند جید مرسل

اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا ؕ اِنَّهٗ کَانَ
ملا اُسکا لکھا پیٹھ کے پیچھے سے سو وہ پکارے گا موت موت اور بیٹھے گا آگ مین وہ رہا تھا
فِیْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ۚ بَلٰٓی ۚ اِنَّ رَبَّهٗ کَانَ بِهٖ بَصِیْرًا ؕ
اپنے گھر خوش وقت اُسنے خیال کیا کہ پھر نہ جاویگا کیون نہین اُسکا رب اُسکو دیکھتا تھا
خطیب رح نے لکھا کہ بِسۡمِ اللّٰهِ۔ شروع ہی اللہ تعالٰے کے نام سے ف جسنے زمین کو شق (پھاڑ) کرکے نباتات نکالی۔ اقول
اور یہ نمونہ دکھلایا کہ اسیطرح قیامت کے روز اجسام حیوانات کو شق کرکے نکالیگا۔ الرَّحۡمٰنِ۔ نہایت مہربان ہی ف کہ آسمانون
و زمینون پر اسکا کرم عام ہی الرَّحِیۡمِ۔ نہایت رحمت والا ہی ف کہ مطیع بندون کو جنات کے واسطے خاص کیا (السراج) تمام مخلوقات
کو دنیا مین پیدا کرکے آگاہ کر دیا کہ وہ لوگ اس دنیا کے لیے نہین ہین بلکہ آخرت کے سامان ہمارے رسول علیہ السلام سے سیکھکر حاصل کرین
اور یہان سے چلا جانا بذریعہ موت کے انکو دکھلا دیا اور قطعًا آگاہ کیا کہ یہان کی کمائی آخرت مین پاؤگے اور وہان دو ہی مقام ہین جیسے
یہان دو ہی فریق ہین ایک مومنین جو وہان جنت مین رہنے والے ہین اور باقی کفار و مشرکین وغیرہ سب منکرین ہین جو وہان جہنم کے واسطے
ہین یہ لوگ انکار کرتے ہین کہ آخرت کچھ نہین ہی اور قیامت کہان ہی۔ اللہ تعالٰے نے آگاہ فرمایا۔ اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ۔ جب آسمان شق
ہوگا ف پھٹکر سوراخ دار ہوجائیگا یہی روز قیامت ہی۔ حرف (اذا) فعل پر داخل ہوتا ہی تو اصل یہ تھا اذا انشقت السماء۔ مترجم کہتا ہی
کہ بعد (السماء) کو مقدم کر دیا کیونکہ یہان (پھٹ جانا) ہولناک نہین بلکہ (السماء) یعنے آسمان کی طرف توجہ دلانا منظور ہی یعنے یہ آسمان جسطرح
مستحکم و مضبوط ہی یہ اس وقت پھٹ جاویگا واحدی رح نے کہا کہ آسمان کا شق ہونا علامات قیامت مین سے ہی اور اسکے شق ہونے
کے معنے یہ ہین کہ غمام سفید ظاہر ہوگا جیسے قولہ تعالٰے۔ یوم تشقق السماء بالغمام۔ یعنے جس روز شق ہوگا آسمان غمام کے ساتھ۔ اور حضرت
علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مجرہ سے شگاف ہوگا (رواہ ابن ابی حاتم) مجرہ وہ راہ ہی جو رات مین آسمان پر نظر آتی ہی اُسکو کہکشان
کہتے ہین اور بعضے کہتے ہین کہ مجرہ آسمان کا دروازہ ہی۔ اور جو لوگ ہیأت مین گفتگو کرنے والے ہین وہ کہتے ہین کہ مجرہ چھوٹے چھوٹے ستارے ایسے
گنجان ہین جو دیکھنے مین متمیز نہین ہوتے ہین مترجم کہتا ہی کہ انگریزی دوربین جو خوردبین ہو اُس سے نظر آتا آسمان ہی بشرطیکہ یہ قول ٹھیک
ہو ولیکن ہم کو ایسے اقوال کی کچھ ضرورت نہین ہی اور اکثر مفسرین کے کلام سے ظاہر ہوتا ہی کہ آسمان جابجا سے شق ہوگا اور قولہ
تعالٰے تشقق بھی اسی پر دلالت کرتا ہی۔ وَاَذِنَتۡ لِرَبِّهَا۔ اور اپنے رب کے واسطے کان لگا کر سنیگا ف یعنے آسمان اپنے
رب جل جلالہ کے حکم کو فرمانبرداری اور اطاعت کے ساتھ سنیگا حتے کہ جب شق ہوجانیکا حکم ہوگا تو فورًا شق ہوجائیگا۔ وَحُقَّتۡ
اور یہی اُسکے لیے حق ہی ف یعنے آسمان کیلیے یہی حق ہی کہ اپنے رب تبارک و تعالٰے کے واسطے مطیع و فرمانبردار ہو اسلیے کہ حق تبارک و
تعالٰے تمام جہان زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اور اپنے قبضہ قدرت مین رکھنے والا ہی اُسی کے قبضہ مین ہر چیز مقہور ہی تو آسمان بلکہ
عرش اعظم کسی کو یہ مجال نہین ہی کہ ایک ذرہ بھی اُسکے حکم سے منحرف ہوسکے مترجم کہتا ہی کہ عوام کے نزدیک یہ کلام آلہی بطور استعارہ
ہوگا یعنے قولہ تعالٰے اذنت لربہا وحقت کیونکہ اُنکے حواس مین یہ نہین آویگا کہ آسمان سنتا ہی تو اُنکے خیال مین یہ معنے ہوے کہ جب
حکم آلہی سے آسمان شق ہوگیا تو یہ ایسا ہی جیسے فرمانبردار آدمی نے فورًا حکم سنکر اطاعت کی اور اہل عقل کے نزدیک یہ حقیقت ہی
جیسے قولہ تعالٰے قالتا اتینا طائعین۔ یعنے آسمان و زمین نے جناب باری تعالٰے سے عرض کیا کہ ہم فرمانبرداری مین خوشی سے حاضر ہین

اور سب علماء یہان سجدہ پر متفق ہین لیکن ابو حنیفہ رح کے نزدیک یہ سجدہ واجب ہوتا ہی خطیب رح نے کہا کہ انکی دلیل یہ ہی کہ اللہ تعالے نے سجدہ نہ کرنے والون پر مذمت فرمائی اور اکثر علماء کے نزدیک وجوب نہین ہوتا اور اسکو حنیفہ مین سے طحاوی رح نے ترجیح دی ہی واللہ تعالے اعلم مترجم کہتا ہی کہ اجتہادات مین امام ابو حنیفہ رح کا اصول یہ ہی کہ جس مسئلہ مین ایک طریقۂ اجتہاد سے اباحت بالفعل نکلے اور دوسرے طریقے سے وجوب نکلے تو اس مسئلہ مین وجوب ہی اختیار کرتے ہین اگرچہ دوسری جانب کی دلیل قوی ہو کیونکہ احتیاط اسی مین ہے جیسے سجدات کے حکم مین وجوب لے لیا واللہ تعالے اعلم۔ ابو رافع رح سے روایت ہی کہ مین نے ابو ہریرہ رض کے ساتھ عشا کی نماز پڑھی ابو ہریرہ نے سورۂ اذا السماء انشقت پڑھی اور سجدہ کیا بعد نماز کے مین نے ابو ہریرہ رض سے اس بات کو دریافت کیا تو فرمایا کہ مین نے حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سجدہ کیا ہی تو ہمیشہ اس سورہ مین سجدہ کرتا رہونگا یہانتک کہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملون (یعنے انتقال کرون) (رواہ البخاری و مسلم وغیرہما) اور ابو ہریرہ رض سے دوسرے طریقے سے روایت آئی کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سورۂ اذا السماء انشقت مین اور سورۂ اقرا باسم ربک الذی خلق مین سجدہ کیا ہی (رواہ مسلم واہل السنن) اور بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر مین سورۂ اذا السماء انشقت اور اسکے مانند سورہ پڑھا کرتے تھے (رواہ ابن خزیمہ والرویانی والضیاء المقدسی) اگر کہو کہ اس نماز ظہر مین قرأت کیونکر معلوم ہوتی تھی کیونکہ جہر نہین ہی تو جواب یہ کہ آنحضرت صلعم ایسی نمازون مین جو سورہ پڑھتے تھے اُسکی کوئی آیت عمداً اسطرح پڑھ دیتے تھے کہ اصحاب رضی اللہ عنہم کو معلوم ہوجاوے تاکہ آئندہ بہت کو تعلیم فرمادین اور اس سے معلوم ہوا کہ جن نمازون مین آہستہ پڑھنا واجب ہی اگر احیاناً کوئی آیت زور سے پڑھ دے تو سجدۂ سہو واجب نہوگا واللہ تعالے اعلم اور بعض مشائخ نے اس مقام پر ضرورت تعلیم کا اعتبار کیا ہی جیسے کہا کہ آنحضرت صلعم پہلے (آمین) کو آواز سے کہا کرتے تھے تاکہ صحابہ رض سیکھ جاوین جیسے تعلیم کیواسطے آدمی کو سب نماز آواز سے پڑھاتے ہین بس اب جو کوئی ایسا کرے عمداً بچنا چاہیے اور بھولے سے سہو ہی اگرچہ سجدہ واجب نہو واللہ اعلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہی

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝

جب آسمان پھٹ جاوے اور سن لے حکم اپنے رب کا اور یہی لائق ہی اور جب زمین پھیلائی جاوے اور نکال ڈالے جو کچھ اسمین ہی اور خالی ہوجاوے

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ

اور سن لے حکم اپنے رب کا اور اسی لائق ہے اے آدمی تجکو بچنا ہے اپنے رب تک

كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ

پہونچنے مین بچ بچ کر پھر اُس سے ملنا ہی سو جسکو ملا لکھا اُسکا داہنے ہاتھ مین تو اُس سے

يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ وَاَمَّا مَنْ

حساب لینا ہے آسان حساب اور پھر کر آوے اپنے لوگون مین پاس خوش وقت اور جسکو

کر روز جزا انکو ہر عمل کا عوض دیا جائیگا حتی کہ دنیا مین اگر اسطرح ہنسا ہو جسکو کچھ نہین سمجھتا تھا تو اسکا عوض بھی پاویگا کعبؒ نے بیان کیا کہ جنت دوزخ کے درمیان دیکھنے کی راہ ہی جب مومن نے چاہا کہ اپنے دشمن کو جہنم مین دیکھے تو وہ جھانک کر اُسکو وسط جہنم مین دیکھیگا کہ عذاب پاتا ہی پس ہنس دیگا ابن کثیرؒ نے کہا کہ (ینظرون) یعنے اپنے رب عزوجل کی طرف نظر کرنے کی نعمت اُسکی دار کرامت مین پا دینگے پس کافرون کا زعم ٹوٹ جاویگا جو اُن کو گمراہ سمجھتے تھے آج معلوم ہوگا کہ نہین بلکہ وہ لوگ اولیاء مقربین تھے جنکو دیدار مباح کیا گیا ہی (ابن کثیرؒ) اور اس آیت کی نظیر ہی قولہ تعالےٰ اخسئوا فیہا ولا تکلمون انہ کان فریق من عبادی یقولون ربنا آمنا فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الراحمین فاتخذتموہم سخریا حتی انسوکم ذکری وکنتم منہم تضحکون انی جزیتہم الیوم الآیہ۔ یعنے جب عذاب جہنم مین کفار اپنے رب عزوجل سے فریاد کرینگے تو حکم ہوگا اخسئوا فیہا الخ یعنے اسی مین خوار پڑے رہو اور مجھسے بات نہ کرو میرے بندون مین سے ایک فریق یہ کہا کرتا تھا کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے اب ہمکو بخشش دے اور ہم پر رحم کر اور تو خیر الراحمین ہی تم کافرون نے انکو مسخرہ بنایا یہانتک کہ انھون نے میری یاد تم کو بھلا دی (یعنے اس قدر تم انکی عیب جوئی اور تمسخر مین رات دن پڑے کہ اللہ تعالےٰ کی نصیحت و یاد سب بھول گئے) اور تم لوگ اُن سے مضحکہ کرتے تھے آج مین نے ان کو عوض دیا بوجہ انکے صبر کے اور وہی اپنی پوری مراد پانے والے ہین (ابن کثیرؒ) مخبر واضح ہو کہ اُس روز کافرون پر مومنین ہنسائے جائینگے کہ کافرون کو زیادہ غم ہو اور یہ انکا عوض ہی لیکن ہنسی کی وجہ بیان کرنے مین بھی تکلف کیا گیا ہی رازیؒ نے دو وجہین ذکر کین (ایک) یہ کہ کفار دنیا مین مومنون کی فقیری دیکھکر ہنستے تھے اور انکو وحشی و بے وقوف بناتے تھے اور آخرت مین مومنین ہنسینگے جب کافرون کو طرح طرح کے عذاب و بلا مین دیکھین گے اور یہ بھی ظاہر ہوگا کہ دنیا مین کفار جو کچھ خدا پرستی وغیرہ کا دعوے کرتے تھے وہ محض باطل تھا بلکہ فریب نفس و فریب شیطان مین پڑے اور دنیائے فانی کے عوض اس نعمت باقی کو فروخت کر ڈالا اور اپنے آپ کو دیکھین گے کہ دائمی نعمت مین پہونچ گئے اور خفیف تکلیف سے راحت عظیم بے انتہا پائی اور جنت مین تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہین کہ کفار مغرور عذاب النار مین ہائے ویلا چلاتے ہین اور آپس مین ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہین (وجہ دوم) یہ کہ ابو صالحؒ سے روایت کیا جاتا ہی کہ جہنم کا دروازہ کھول دیا جائیگا اور مومنین اسوقت یہ سیر دیکھتے ہونگے اور کفار مغرور اپنے اپنے مقام سے دروازے کیطرف دوڑینگے کہ جلدی نکل جاوین جب دروازے پر پہونچینگے تو اُسکو بند پاوینگے یہ تماشا دیکھکر مومنین ہنس پڑینگے قولہ تعالےٰ ہل ثوب الکفار (ثوب) تثویب سے ہے یعنے ثواب دیے گئے رازیؒ نے کہا کہ یہ بطور طعن ہی یعنے بھلا کافرون کو اُنکے افعال کا ثواب (بدلا) دیدیا گیا (یعنے جہنم مین عذاب اُٹھاتے ہین) یعنے بیشک انھون نے اپنے اعمال قبیح کا عوض پایا اور حدیث مین منع ہی کہ کسی شخص کی حالت پر ہنسے اور فرمایا کہ جو ہنسے وہ ہنسایا جائیگا یہ دنیا مین ہے اور آخرت مقام کلفت نہین ہے اور نہ وہان نفس کے خطرات ہین اسی واسطے وہان مومنون کی ہنسی کافرون کی شرک قبیح کفر پر ہے واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم بالصواب

سورۃ الانشقاق مکیّۃ وھی خمس وعشرون آیۃ

سورہ اذا السماء انشقت کا نام سورۃ الانشقاق ہی ابن عباسؓ و ابن الزبیرؓ نے کہا کہ اسکا نزول مکے مین ہوا ہی قرطبی وغیرہ نے کہا کہ یہ بلا اختلاف مکیہ ہی رازی وغیرہ نے لکھا کہ اسمین پچیس آیات ہین اور خطیبؒ وغیرہ نے لکھا کہ تیئیس ۲۳ یا پچیس ۲۵ آیات ہین اور سراج مین ہی کہ ایک سو سات کلمات ہین اور چار سو چونتیس ۴۳۴ حروف ہین۔ مد۔ واضح ہو کہ اس سورۃ مین سجدہ ہے

مسلمان رہ جاوینگے اور ان مسلمانون کے بھی یہی چال چلن ہونگے چنانچہ ابن برجان رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی جاتی ہی کہ دین اسلام پہلے شروع ہوا تو غریب شروع ہوا یعنے بعد اسکے اسلام والے دولت وثروت مین قوی ہونگے چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا) اور عنقریب زمانہ آویگا کہ جیسا شروع ہوا تھا اُسی طرح غریبون مین دین رہ جاویگا (پس غریبون کو مبارک باد ہی رواہ مسلم اور آخر زمانہ مین فتنہ وفساد بے شمار ہوگا) اور اُسوقت جو شخص اپنے دین پر مضبوطی سے ہاتھ رکھنا چاہے وہ ایسا ہوگا کہ جو انگارے کو مضبوط پکڑنا چاہے (یہ روایت سنن مین ہی) اور ان مجرم لوگون مین جو شخص ایمان پر سچا ہوگا وہ ذلیل وخوار سمجھا جاویگا اور ایک روایت مین ہی کہ اُسوقت جو شخص عالم ہوگا وہ ان مجرمون کے نزدیک مردار گدھے سے زیادہ بدتر سمجھا جاویگا (السراج) مترجم کہتا ہی کہ یہ حالت تو عرصہ سے موجود ہی اور اس وقت مین بہت زیادہ ہی کیونکہ جو شخص جاہل ہی اسکو اپنا پیشوا اور سردار بناتے ہین اور جو حقیقت مین عالم ہی اُسکو کافر وخوار جانتے ہین حالانکہ یہ عالم اُنسے دنیاوی لالچ کچھ نہین رکھتا ہی اور بالکل خالص نصیحت کرتا ہی تو بھی اپنے جاہل پیشوا کے بہکانے سے اُسکو گمراہ جانتے ہین اور جاہل مذکور اُنسے دنیاوی منافع حاصل کرنے پر چالاکی سے کام لیتا ہی اور اُنکی خوشی کے موافق گمراہی کی باتین بتلاتا ہی تو اُس سے خوش ہین اور حدیث صحیح مین ہی کہ لوگ جاہلون کو اپنا سردار بناوینگے جو بغیر علم کے انکو فتوی دینگے خود گمراہ اور انکو گمراہ کرینگے (صحاح) یعنے ان جاہلون کو چاہیے اردو وغیرہ کتابون سے روایات کچھ معلوم ہون لیکن علم معرفت سے بے نصیب ہونگے کیونکہ علم فی الحقیقۃ یہی معرفت ہی اور اللہ تعالےٰ نے جاہل کو ولی نہین بنایا ہی تو یہ لوگ اسرار شریعت سے اور معارف طریقت سے فی الحقیقۃ جاہل ہین لیکن عوام کو بہکانے کے لیے تمام اسرار معارف شریعت وحقیقت کے مدعی ہونگے اور فتنۂ عظیم مدت سے جاری ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور جو لوگ دنیاوی ثروت مین تھے وہ عالم کو مسخرہ سمجھا کرتے تھے م وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ۔ اور جب مجرمون نے مومنون کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ لوگ بھٹکے ہوے ہین حال یہ کہ مجرمین اُن پر محافظ کرکے نہین بھیجے گئے ہین ف یہ چہارم قبیح فعل مشرکین وکفار ہی اور حاصل یہ کہ مسرکین کفار اپنی ثروت وغیرہ مین اترائے ہوے جب فقرائے مومنین کو دیکھتے تو آپسمین کہتے کہ یہ لوگ گمراہ ہین کیونکہ مومنین انکے دین شرک پر اور دنیا پرستی پر نہ تھے بلکہ دنیا کی آرایش کو وبال وحماقت جانتے تھے کیونکہ یہ منزل مسافر ہے تو کفار انکو وحشی اور بے تہذیب وغیرہ کہتے تھے اور اکثر کفار کا یہی مشغلہ تھا کہ ان مومنون کی نادانی بیان کرتے مثلاً یہ لوگ وہم کے پنجہ مین گرفتار ہوکر جنت موہوم کی تمنا مین پڑے ہین جسکا کہین وجود نہین ہی اور جو چیز اصل ہی یعنے یہ دنیا تو اُسکو امید موہوم پر فروخت کرتے ہین یہ لوگ بھٹکے ہوے گمراہ ہین اللہ تعالےٰ نے ان احمقون کو تنبیہ کی کہ یہ لوگ مجرمین کچھ ان مومنین پر نگہبان بناکر نہین بھیجے گئے تھے تاکہ اپنے موکل ہونے کے حق سے انکے اعمال واقوال کو دیکھتے رہین اور جس فعل کو گمراہی سمجھین اُسپر عیب لگاوین بلکہ ان مجرمون کو خود یہ حکم ہی کہ اپنے نفس کی اصلاح کرین (س ک) پھر یہ مجرمین بدکار کیون ان مومنون کو نشانہ بناکر اُنھین کے ساتھ مضحکہ مین اور طعنہ وعیب لگانے مین مشغول رہتے ہین آخر اسکی سزا ضروری ہی لہذا فرمایا فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۔ پس آج کے روز جو لوگ ایمان لائے تھے وہ کافرون پر ہنسینگے اپنے تختون پر بیٹھے ہوے دیکھین گے بھلا کافرون کو وہ بدلا دیدیا گیا جو وہ لوگ کیا کرتے تھے ف اللہ تعالےٰ نے روز جزا کا انجام بیان فرمایا کہ اُس روز مومنین ابرار اپنے اپنے تخت پر بیٹھے ہوے نگاہ کرینگے اور کافرون پر ہنسین گے۔ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے کافرون کو اُنکے قبیح فعل کا عوض ملیگا اسمین تنبیہ

عمر رضہ کی قمیص پانوؤن سے بھی نیچے لٹکتی ہو اور جب تعبیر پوچھی گئی تو فرمایا کہ یہ دین ہو اور دوسرے خواب مین فرمایا کہ مجھے دودھ دیا گیا مین
خوب سیر ہو کر پیا حتی کہ اُسکی تازگی ناخنون تک دیکھی اور بچا ہوا دودھ مین نے عمر رضہ کو دیدیا اور تعبیر مین فرمایا کہ یہ علم ہو۔ یہ قطعاً معلوم ہو
کہ خواب آپ کے وحی ہین اور سب انبیاء علیہم السلام کے خواب بالاجماع وحی ہوتے ہین اب غور کر دو کہ دین یعنے اعمال خیر مین آپ کی سعی مشہور ہو
حتی کہ صحیح حدیث مین ہو کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا گیا تو لوگون نے گرد حلقہ کر لیا اور تمام مدینے مین اس قدر رنج و غم
ہر شخص پر چھایا ہوا تھا جیسے اُس روز تھا جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے انتقال
فرمایا تھا۔ ناگاہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عمدہ طریقے سے بہت عمدہ تعریف کی جو آیندہ کسی موقع پر انشاء اللہ تعالےٰ ترجمہ کیجاویگی اور
آخر مین یہ فرمایا کہ اب آپ کے بعد کوئی ایسا نہین ہو کہ اُسکے اعمال صالحہ کے مثل مجھے اپنے واسطے آرزو ہو کہ اُنکے ساتھ اللہ تعالےٰ سے ملون
سوائے آپ کے۔ حد۔ پس آپ کے اعمال صالحہ خالصتہ ایسے تھے کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے واسطے ایسے اعمال صالحہ کے
ساتھ اللہ تعالےٰ سے ملنے کی آرزو فرمائی۔ رہا بیان علم تو ظاہر ہو کہ اس سے جزئیات مسائل متعلق باعمال صالحہ خالصہ مراد نہ تھے اسلیے کہ احادیث
کی روایات بالاتفاق حضرت ابو ہریرہ و عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بکثرت مروی ہین اور امام مالک رح نے خوب فرمایا کہ علم بکثرت روایت
نہین بلکہ وہ ایک نور ہو جو اللہ تعالےٰ قلب مین پیدا کر دیتا ہو یعنے علم معرفت ہو اسیواسطے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی وفات سے علم کثیر اُٹھ
جانے پر افسوس کیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ص۔ بالجملہ جن صحابہ رضہ نے مکہ معظمہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی بلکہ بعد اسکے
روز فتح مکہ تک آٹھ برس مین جہان جہان سے اہل ایمان ہجرت کر کے آئے اکثر بے مال و متاع تھے جنکو کفار و منافقین بنظر حقارت دیکھتے
اور اُنسے مضحکہ کرتے تھے و واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے مجرمین جاہلون کی چار باتین قبیح ذکر فرمائین اول یہ کہ مومنین سے مضحکہ کرنا دوم
یہ کہ اُنکی طرف گزر ہوتا تو باہم تغامز کرتے اور عیب لگاتے سوم قولہ تعالےٰ وَإِذَا انْقَلَبُوٓا إِلَىٰٓ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا
فَكِهِينَ۔ حفص رح نے عاصم رح سے روایت کی کہ یہان انھون نے فکہین بلا الف پڑھا اور باقی جہان قرآن مجید مین آیا ہو وہان فاکہین
پڑھا جیسے یہان بھی باقی ائمہ قراءت نے پڑھا ہو اور فاکہین و فکہین دونون کے معنے واحد ہین اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ فاکہین کے
معنے عیش کرنا اور جس چیز کو جی چاہے حاصل ہونا۔ اور فکہین کے معنے خود پسندی و اترانا (تفسیر کبیر) اور معنے یہ کہ اور جب یہ مجرمین اپنے گھر والون
کی طرف واپس گئے تو اِس حالت سے کہ فاکہین تھے یعنے اُنکے واسطے گھر مین ہر چیز موجود تھی عیش سے جو چاہتے وہ کھاتے تھے۔ باوجود اسکے
انھون نے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا نہ کیا بلکہ بجاے شکر کے کفر کیا اور اللہ تعالےٰ کے مومنین بندون پر مضحکہ کیا اور عیب لگایا (تفسیر ابن کثیر) یعنے بیکاری
کے ساتھ جس وقت جی چاہا باہر سیر و تماشے مین رہے اور جب چاہا تو اپنے اہل خاندان مین واپس گئے تو وہان بھی اُنکی موجودہ تمکنت و ثروت
کی خواہش کے موافق ہر چیز موجود ہو۔ اس نعمت کو انھون نے اس رعونت مین صرف کیا کہ لوگون کو اپنے تابع کر کے مومنون پر ہنسنے کے لیے
آمادہ کیا (السراج) اور فکہین اگر خود پسندی و اترانے کے معنے ہون تو آیت مین مراد یہ ہو کہ جب یہان سے اپنے گھر واپس گئے تو کفر و شرک پر
اپنی خود پسندی کے ساتھ اترائے ہوے تھے (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہو کہ خلاصہ یہ ہو کہ مجرمین جنھون نے اپنی کوشش کو دنیا مین صرف
کیا تاکہ یہان کی لذت و عیش حاصل کرین اور اللہ تعالےٰ نے انکو دیدی تو اس متاع پر ایسے فریفتہ و مغرور ہوے کہ اللہ تعالےٰ سے کفر کیا اور آخرت
سے انکار کیا اور اللہ تعالےٰ کے خاص بندون سے مضحکہ کیا اور اُنکی محتاجی مین اپنے عیش دنیاوی سے کچھ سلوک نہ کیا بلکہ ان کو عیب
لگایا اور اپنے آپ کو غرور کے ساتھ اچھا سمجھ کر پسند کیا بعض علماء رح نے کہا کہ آخر زمانہ مین جب قیامت سر پر آویگی تو اُسوقت نام کے

کو دبایا اور آنکھ سے مومنین کی طرف اشارہ کیا اور اپنے سردار ابن ابی ابن سلول منافق کے پاس جاکر قہقہہ مارا کہ آج ہمنے اصلع کو اس حال سے دیکھا اور سب نے فقراء مومنین کی غیبت کرکے مضحکہ کیا اور ہنوز حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے کام سے واپس ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بھی نہ پہونچے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرمایا مترجم کہتا ہی کہ اس قول کے موافق یہ آیات مدنیہ ہونگی جیسا کہ شروع سورہ مین بیان ہوا ہی اور واضح ہو کہ اصلع اسکو کہتے ہین کہ جسکی پیشانی پر اور پر تک بال نہون اور یہ لقب حضرت علیؓ کو نہین بلکہ حضرت عمرؓ کو دیا کرتے تھے تو شاید بجاے حضرت علیؓ کے حضرت عمرؓ ہون ولیکن وہ زیادہ فقیر نہ تھے اگرچہ اپنے مال کو راہ الٰہی مین زیادہ خیرات کیا ہی اور فقراے مومنین کو ساتھ رکھتے تھے اور حضرت علیؓ کے پاس مال نہ تھا اسلیے کہ آپ لڑکے تھے جب ہجرت کی اور ابوطالب کا سب مال متاع انکے بھائی عقیل نے لے لیا جو اسوقت حالت کفر پر تھے اور واضح رہے کہ اصحابؓ نے گھر بار چھوڑکر اور اہل وعیال ومال ومتاع سب سے منھ موڑکر اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول پاک صلعم کی طرف ہجرت کی تو اکثر فقراء تھے اور حضرت ابوبکر رضؓ کے پاس چھ ہزار درم تھے وہ سب ہجرت کے وقت ساتھ لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُسکو قربان کیا کیے اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب وفات کے آخری خطبہ مین فرمایا کہ ہمارے ساتھ جس کسی نے کچھ سلوک کیا ہم نے اُسکی مکافات کر دی (یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمکو توفیق دی کہ اپنے رسول صلعم پر کسی کا احسان باقی نہین رکھا سب کا بدلہ اُتار دیا) سواے ابوبکر رضؓ کے اور مجھے کسی کے مال نے ایسا عظیم نفع نہ دیا جیسا کہ ابوبکر رضؓ کے مال نے دیا (ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابوبکر و اُسکا مال کسی کا نہین ہی سواے آپ کے کیا وہ سواے آپ پر نثار ہونے کے کسی دوسرے کا کام ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے واسطے اللہ تعالیٰ آخرت مین ثواب جمیل عوض فرماویگا (صحاح) سبحان اللہ یہ بہت اعلیٰ فضیلت ہی جسکا اندازہ نہین ہوسکتا ہی اور حدیث مین ہی کہ حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی حضرت اسماء رضؓ کہتی ہین کہ جب ابوبکر رضؓ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکے سے ہجرت کرکے روانہ ہوگئے تو کئی روز کے بعد میرے دادا عثمان ابوقحافہؓ نے کہا کہ میرا گمان یہ ہی کہ وہ شخص (ابوبکر) تم لوگون کو مفلس چھوڑ گیا اور محمد کے ساتھ سب مال لے گیا ہی۔ مین نے بخوف فتنہ کے کہا کہ اے دادا نہین بلکہ دیکھو تو یہ موجود ہی۔ دادا کی آنکھ مین فتور تھا مین نے پتھرون کی ڈھیری کرکے اُسپر گدگدا کپڑا ڈال دیا اور ہاتھ پکڑکر اُس کپڑے پر رکھا کہ یہ دیکھو موجود ہی۔ دادا نے کہا کہ خیر بہتر ہے (ابوقحافہ اُسوقت تک مسلمان نہین ہوے تھے بلکہ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوے اور بال سفید تھے اور حضرت ابوبکر رضؓ کے انتقال کے بعد اچھا صبر کیا اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی دعا مانگی اور اُسکے اٹھارہ برس کے بعد انتقال کیا) اسماءؓ کہتی ہین کہ مین نے اس ترکیب سے یہ فتنہ ٹال دیا حالانکہ حضرت ابوبکر نے واللہ ہمارے واسطے ایک درم بھی نہین چھوڑا تھا سب لے گئے تھے کہ شاید پردیس مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ ضرورت ہو۔ بالجملہ وقت ہجرت کے جس صحابی کو جو کچھ میسر ہوسکا اور وہ نکال کر بھاگ سکا تو لے آیا ورنہ مشرکون نے چھین لیا اور جسکو پکڑا اسکو طرح طرح کی تکلیفین دین سواے اسکے کہ حضرت عمر رضؓ نے ایک جماعت صحابہ رضؓ کو ساتھ لیا اور برملا علانیہ مکے سے نکلے یہ کہتے ہوے کہ آج جس مشرک کو اپنی جورو بیوہ کرنا اور بال بچے یتیم کرنا منظور ہو وہ ہمارے سامنے آوے پھر اللہ تعالیٰ نے سب کو خوفناک کر دیا اور یہ سب بجگر نکل آئے (فائدہ) مترجم کہتا ہی کہ حضرت عمر رضؓ سے اللہ تعالیٰ نے شان جلالت کا ظہور کیا تھا اور اسی آثار مین سے یہ تھا کہ انکے زمانہ خلافت مین کفار روم وشام ومجوس پر سخت رعب وہیبت غالب ہوگئی تھی اور مومنین تمام قوی دل اور مستقیم ہوگئے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بعد حضرت ابوبکر رضؓ کے معرفت حق تعالیٰ مین اعلیٰ حصہ تھا اس دلیل سے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا کہ اصحاب کے بدن پر قمیصین ہین کسی کے سینہ تک اور کسی کے زیادہ تھی کہ حضرت

صبر کیا اور حدیث مین یہ مضمون ثابت ہو کہ اللہ تعالےٰ نے آگاہ فرمایا کہ مین بعضے مومنین بندون کو فقیری دیتا ہون اور یہ اُسکے لیے بہتر ہے کیونکہ اگر اسکو تونگری ہو تو وہ دین سے فتنہ مین پڑ جاوے اور بعض کو فراخی دیتا ہون کیونکہ اگر اسکو محتاجی ہو تو وہ فتنہ مین پڑ جاوے - ۵ - ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ آگاہ فرماتا ہو کہ مجرمین (کفار کے سب اقسام) دنیا مین مومنین سے مضحکہ و ہنسی کیا کرتے یعنے اُنکی حقارت کیا کرتے تھے - وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ - اور جب مومنین کی طرف سے گزرتے تو اُنکے ساتھ غمز کرتے ف یعنے اُنکی حقارت کرتے تھے (ع) اور خطیبؒ نے (مرّوا) کا فاعل مومنون کو (بہم) کفار مجرمین کو قرار دیا چنانچہ اپنی تفسیر مین لکھا کہ قولہ تعالےٰ ان الذین اجرموا الخ یعنے جن لوگون نے کفر کیا اور آدمیت کا صلہ رحم بوجہ قساوت قلبی کے قطع کر دیا ہو جیسے قریش کے سرکش مالدار کفار تھے کہ یہ لوگ مومنین فقیرون سے مضحکہ کرتے چنانچہ حضرت عمار و بلال و عبداللہ بن مسعود و خباب وغیرہ رضی اللہ عنہم کو دیکھکر کہتے کہ یہی لوگ ہین جنکو اللہ تعالےٰ محبوب رکھتا ہو حالانکہ اکثر ان مین غلام رذیل ہین اور بھوکون مرتے ہین اور باہم قہقہہ لگاتے - واذا مروا بہم الخ - اور جب یہ فقرای مومنین اُن مجرمین پر گزرتے تو مجرمین تغامز کرتے یعنے آنکھ و بھون کے اشارے سے اُن پر ہنستے اور بعض نے کہا یعنے باہم ایک دوسرے کو غمز کرتے اور آنکھ و لبسے اشارہ کرتے (السراج) مترجم کہتا ہو کہ غمز کے معنے آنکھ و بھون دبا کر اشارہ کرنا جلیسا کہ بعض نے نقل کیا اور میرے نزدیک یہان غمز (دبانا) لیا جاوے یعنے مومنون کو دیکھکر کفار ایک دوسرے پر ہاتھ رکھکر آہستہ سے دباتے ہین اور فقرائے مومنین کی طرف اشارہ کرتے ہین - یعنے دیکھو کیسے پھٹے حال ہین اور محتاجی کی تکلیف انکی صورت سے برستی ہو پھر اگر خدا کے نزدیک اچھے ہوتے تو ان کو یہان بادشاہت ملتی یعنے یہان محتاج رہے تو عمر بدبختی مین برباد ہوئی پھر مرکے خاک ہو جاوینگے مترجم کہتا ہو کہ کافر جاہل نے اپنی جہالت و نادانی سے اپنے ٹھوہڑ مین یہ کانٹے لگالے اور یہ نجانا کہ یہان سب مسافر ہین جب یہان سے جاوین تو معلوم ہو کہ وطن مین کیا حاصل ہوا (م) شیخ ابو السعودؒ نے لکھا کہ یہان اللہ تعالےٰ نے مجرمین کفار کے بعض حالات کو بیان کرنے مین یہ تمہید رکھی کہ ابرار صالحین کی فضیلت آخرت ظاہر ہو - ۵ - رازیؒ نے فرمایا کہ واضح ہو کہ جب اللہ تعالےٰ نے ابرار صالحین کی فضیلت آخرت مین بیان فرمائی کہ اس شان سلطنت بے زوال و بے مثال مین رحیق مختوم سے بے مثل دیدار کے ساتھ مسرور ہونگے تو اُسکے بعد دنیا مین اُنکا حال ذکر کیا کہ کفار اُنکے ساتھ کس طرح ٹھٹول و مضحکہ کرتے اور ذلیل و رذیل سمجھتے تھے یعنے اندھے آنکھون سے ان بادشاہان حقیقی کو برعکس دیکھتے تھے پھر حق تعالےٰ نے آگاہ فرمایا کہ کفار کا یہ معاملہ خود کفار پر لوٹ پڑیگا اور اس سے مقصود یہ ہو کہ یہان مومنین کے دلون کو تسلی و تسکین رہے اور وسوسہ شیطانی نہ آنے پاوے اور یہان چند باتین پوچھنے کے لائق ہین مسئلہ اول اس آیت کے سبب نزول مین مفسرین سے دو روایتین آئی ہین ایک یہ کہ عمار و صہیب و بلال وغیرہ رضی اللہ عنہم فقرا مومنین تھے تو انکو دیکھکر کفار قریش مانند ابو جہل اور ولید بن المغیرہ و عاص بن وائل وغیرہ ہنسا کرتے تھے مترجم کہتا ہو کہ اس قول کے موافق یہ آیات بھی مکے مین نازل ہوئین لیکن قولہ تعالےٰ یتغامزون - اس امر کو مقتضی ہے کہ کفار کسی قدر اخفا کے ساتھ غمز سے اشارہ کرتے تھے اور یہ بات کفار مکہ سے بعید معلوم ہوتی ہو اسلیے کہ اسوقت کفر کا غلبہ تھا بلکہ دوسری آیات مین مصرح ہو کہ کفار مکہ بلند آواز سے کہا کرتے تھے کہ کیا یہی پھٹے حال غلام فقیر لوگ ہین جنکے اوپر خدا نے ہم سب کو چھوڑ کر اپنے فضل و کرم کے لیے پسند کیا ہو بس شاید کہ بجاے عمار و صہیب وغیرہ کے اشراف مومنین مانند ابن مسعود وغیرہ کے ہون جن سے برملا نہین مضحکہ کرتے تھے واللہ تعالےٰ اعلم - اور زیادہ مناسب قول دوم ہو کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضہ مع چند فقرا مومنین کے ایک راہ سے گذرے تو مدینے کے بعضے منافقون نے اپنے مجمع سے انکو دیکھکر ایک نے دوسرے

استغراق کو عباد اللہ کہا یعنی خاصان حق تعالےٰ اور انکی شراب کا نام کافور فرمایا یعنی خالص سفیدی جیسے وہ وحدت مین غرق ہین (ترجمہ اشارات ابن العربی رح) پھر اللہ تعالےٰ نے مجرمین کفار کی نصیحت کے ساتھ یہ بیان فرمایا کہ آخرت مین شرمسار ہونگے لقولہ تعالےٰ

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۝ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۝

وہ جو گنہگار ہین وہ تھے ایمان والون سے ہنستے اور جب ہو نکلتے ان پاس آپس مین سین کرتے

وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ

اور جب پھر کر جاتے ہین اپنے گھر پھر جاتے باتین بناتے اور جب اُن کو دیکھتے کہتے بیشک

هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۝ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ۝ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

یہ لوگ بہک رہے ہین اور اُنکو بھیجا نہین اُنپر نگاہبان سو آج ایمان والے

مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۝ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ

منکرون سے ہنستے ہین تختون پر بیٹھے دیکھتے ہین اب بدلہ پایا منکرون نے

مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

جیسا کچھ کرتے تھے

ع ۲۶

اللہ تعالےٰ آگاہ فرماتا ہے کہ ابرار صالحین قیامت کے روز جب اپنے تختہائے شاہانہ پر جنت مین جلوس کرینگے جہان کبھی اُنکی سلطنت کو زوال نہین ہے تو وہان سے اُنکو نورانی نظر سے کافرون کی قبیح ذلیل حالت جہنم مین نظر آویگی چونکہ کفار کو دنیا مین اللہ تعالےٰ سے عداوت تھی یعنی اللہ تعالےٰ اسم پاک وحدہ لاشریک کا نام ہے اور جمیع فرقہائے کفر وشرک اس سے بیزار ہین تو خاصان حق سبحانہ تعالےٰ اپنے رب تبارک وتعالےٰ کی محبت مین اُسکے دشمنون سے بیزار ہین اور وہان اس مضغۂ گوشت طبیعت نفس کا غلبہ نہین رہا اسلیے اُن پر کفار کو دیکھکر کچھ اثر نہوگا خصوص جبکہ کفار آتشی کیڑے (سمندل) کی طرح سوائے جہنم کے اس لائق نہین ہین کہ جنت مین زندہ رہ سکین فرق یہ ہے کہ سمندل قدرتی طریقے سے اور یہ کفار عارضی غلبہ سے ہین اسیواسطے جہنم انکے لیے عذاب ہے۔ بالجملہ جب ابرار ان کو جنت سے نظر کرکے دیکھین گے تو ہنسینگے اور یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے کفار کو سزا دی گئی کیونکہ کفار دنیا مین ان ابرار کے حال پر ہنسا کرتے تھے اسلیے کہ ابرار نے آخرت اختیار کی تو دنیا مین غریب مسافر تھے اور کفار نے ابلیس کی پیروی مین آخرت چھوڑ کر دنیا اختیار کی تھی تو وہ یہان اپنے وطن مین خوش خرم عیش کرتے تھے جیسی عیش یہان میسر ہے اور کھانے سے پیٹ کو بھر لیتے اور اُسپر سے فواکہ کھاتے اور ابرار صالحین کے فاقہ وتنگی پر کچھ ترس نہ کھاتے تھے کہ قحط کے ایام مین ہزارون مسلمان بلکہ مفلس کفار بھی فاقہ پر فاقہ کرکے آخر پہاڑ کے دامن مین ٹیک لگا کر مرے ہوے رہ جاتے تو کفار سنکر کہتے کہ یہ بدبخت لوگ تھے اور آبادی بہت ہے کم ہونا بہتر ہے تو کفار نے آخرت مین جیسا کیا تھا اُسکا عوض پایا نعوذ باللہ من ذلک۔ قال تعالےٰ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ۔ البتہ جن لوگون نے جرم (شرک وکفر ونیچریت) اختیار کیا ہے اُن بندون سے جو ایمان لائے ہین مضحکہ کیا کرتے ہین ف مومنین مین سے اللہ تعالےٰ نے دنیا مین بہتیرے فقیر ومحتاج بھی رکھے ہین اور مومن جب ایمان مین سچا ہوتا ہے تو اُسکے لیے ہر حال مین ثواب ملتا ہے یہ فقیری بھی اُسکے لیے آخرت مین بڑا درجہ ہے اسلیے کہ اُسنے دنیا مین سے بہت کم لیا اور اسکا قلب اچھا تھا کہ اس فقیری پر اُسنے

آواز نرم و نازک ہوتی ہے پس یہ اعمال جو لکھے گئے ہین یہ بھی مقام علیین مین ہین برخلاف کفار کے قول و فعل نجس کے کہ وہ سجین مین ڈال دیے جاتے ہین۔ شیخ رح نے کہا کہ سجین جسطرح پست و نجس و تنگ و قبیح ہے اُسکے برخلاف علیین بلند و وسیع ہے اور وہ اعمال صالحہ کا دفتر ہے اسیواسطے اللہ تعالے نے فرمایا۔ کتاب مرقوم۔ یہ مقام شریف ہے وہان ابرار کے اعمال صالحہ کی تصویر موجود ہے خواہ یہ لوح سماوی ہو یا جسم انسانی ہو یعنے عناصر سے بنی ہو (قولہ تعالے) یشہدہ المقربون۔ یعنے اس محل مین اہل توحید و تجرید کے خاصان حق نعم حاضر ہوتے ہین جو توحید ذات کے درجہ مین ہین (قولہ تعالے) ان الابرار لفی نعیم۔ ابرار جو صفات نفس سے پاک ہوئے وہ نعیم جنت مین ہین یعنے صفات و افعال مین سائر ہین (قولہ تعالے) علی الارائک ینظرون۔ حجلہ عالم قدس مین آنکھون سے مخفی ہین اور ارائک اُنکے واسطے وہ مقام ہین جہانتک اسماے الٰہیہ سے پہونچے تو اس معرفت عالیہ سے انکو جمیع مراتب وجود نظر آتے ہین اور یہ بندے اہل جنت کو اُنکی نعمتون مین اور اہل جہنم کو اُنکے عذاب مین دیکھتے ہین پس یہ حجلۂ قدس اُنکے واسطے پردہ نہین بلکہ نور ہے اور دوسرون کے واسطے پردہ ہے (قولہ تعالے) تعرف فی وجوہہم نضرۃ النعیم۔ یہ نضرۃ تازگی و آثار سرور ہین۔ قولہ تعالے یسقون من رحیق الخ۔ یہ رحیق خالص ہے یعنے محبت خالصہ روحانیہ جسمین نفس کے جوہر جسمانیہ کی الفت کا میل نہین ہے اقول کیونکہ اول مرتبہ ایمان یہ ہے کہ خواہش نفس تابع قرآن و حدیث ہو جیسا کہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ تم مین سے کوئی ایماندار نہوگا جب تک اُسکی ہواے نفس اس حق کے تابع نہو جاوے جسکو مین لایا ہون۔ مختوم۔ یعنے اس محبت خالصہ پر شریعت حقہ کی مہر ہے یعنے جسطرح طریقہ پاکیزۂ نبوت مین آیا ہے اُسکی اتباع ہو اور یہ حکم اسلیے ہے کہ اسکے ساتھ مین محبت وہمیہ و خیالات نفسانیہ خلط نہونے پاوین مترجم کہتا ہے کہ اس اشارہ سے ظاہر ہوا کہ ابرار کی راہ فقط یہ ہے کہ نفس کی آنکھ بند کرے اور حواس ظاہرہ کو مسدود کرے اور خالص شریعت پر مستقیم ہو اور یہی تاکید جمیع اولیاے کبار سے مصرح ہے اور یہی سلف صالحین رضی اللہ عنہم اجمعین کی راہ ہے (قولہ تعالے) ختامہ مسک۔ یہ حکم شرع ہی مباحات کے ساتھ جن سے نفس پاکیزہ ہو اور قلب قوی ہو مترجم کہتا ہے کہ اسی سے بعض مشائخ نے خوش آوازی سے کلام ربانی سنا۔ یا بعض اشعار پاکیزہ سنے فافہم (قولہ تعالے) فی ذلک فلیتنافس الخ یعنے یہ شربت محبت روحانیہ خالصہ جسپر مہر بقید شریعت ہو تو اسی مین تنافس کرنے والے تنافس کرین کیونکہ کبریت احمر اور اکسیر اکبر سے بھی زیادہ بر نادر و نایاب ہے قولہ تعالے ومزاجہ من تسنیم الآیہ۔ ابرار کی شراب محبت روحانیہ مین خالص عشق حقیقی سے میل ہے اور وہ محبت ذات قدس ہے جسکو کافور سے تعبیر فرمایا گیا ہے یعنے حال الجمع مین باعتبار خاصیت کے کافوری چشمہ (سورۃ الدہر مین) مذکور ہے اور حال تفصیل مین باعتبار مرتبہ کے تسنیم فرمایا کیونکہ وہ وجود کے اعلی مرتبہ مین ہے اور روانگی ان نہرون کی بغیر غار و گڈھے کے ہے اسلیے کہ وہ کسی محل مین مقصود نہین ہے اور نہ کسی صفت کی قید مین ہے۔ حاصل یہ کہ ابرار کے لیے محبت صفات کے مقام مین ایک جزء محبت ذات قدس سے بھی ہے بلکہ بالکل ممزوج ہے اسلیے کہ صفات کے پردہ مین ذات ہی کا مشاہدہ کرتے ہین قولہ تعالے۔ عیناً یشرب بہا المقربون تسنیم ایک چشمہ ہے جس سے مقربین پیتے ہین اور مقربین وہ بندے ہین کہ کاملین واصلین بتوحید الذات ہین اور اہل تمکین قائم باللہ تعالے ہین استقامت کے ساتھ مقام تفصیل مین ہین پس جو بندے کہ مقام تفصیل مین اہل استقامت ہین (انکا اعلی طبقہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ہین) اور جو بندے مقام الجمع مین اہل استغراق سے ہین ان دونون گروہ مین فرق فرمایا اور انکا نام اور انکا شرب جدا جدا بیان فرمایا حالانکہ بحسب الحقیقۃ ان مین اتحاد ہے اگر کہا جاوے کہ تم چشمۂ کافوری بھی تسنیم کیونکہ کہتے ہو اور کافوری کا شرب (عباد اللہ) کے واسطے ہے نہ مقربین کے واسطے (جواب) دیا کہ دونون گروہ فی الحقیقۃ متحد ہین لیکن استقامت و استغراق کی راہ سے فرق کیا اور مقربین کے نام سے بلند مرتبہ دیا اور اہل

غور سے ڈوب جاوے اور نعیم آخرت کو فرحت و سرور بے انتہا جانکر امیدواری پر شکر گزار ہو اور ہمیشہ مناجات کی خواہش ہو (عرائس) الحمد لله
کہ حضرت ذوالنون رح کے فیضان کے موافق مترجم عفا اللہ عنہ نے بھی مختصر مضمون اپنی کوتاہ ہمت کے اندازہ پر سابق مین بیان کیا ہی
اور خلاصہ یہ کہ نعمت ایمان کو اللہ تعالےٰ کا فضل عظیم و احسان اعلیٰ سمجھے حتےٰ کہ اگر اُس سے کہا جاوے کہ تمام روے زمین کی سلطنت
لیتا ہی یا ایمان لیتا ہی تو ہرگز سلطنت نہ لے بلکہ ایمان کے مقابلہ مین اُسکو ذرہ سے حقیر جانے اور اس نعمت ایمان کے حفظ و سلامتی کی آرزو
کرے اور دنیا مین ہر ایسے کام سے پرہیز کرے جسمین ایمانی خطرہ ہو اور آخرت کو محبوب رکھے اور واضح رہے کہ جو بندے ان صفات سے
آراستہ ہوتے ہین انکے نزدیک موت بہت خوبصورت محبوب ہوتی ہو اسلیے کہ دنیا مین ہر روز بلکہ ہر دم نعمت ایمان کی حفاظت کرتے
کرتے تھک جاتا ہی اور موت سے اُسکو محفوظ لیکر گھر پہونچ جاتا ہی جیسے ایک شخص حریص دنیا کے پاس جنگل سے لعل وجواہر واشرفیون کا بھرا
صندوق خزانہ مل گیا اور وہ لیکر چلا اور راہ مین چورون وغیرہ سے بکثرت مقابلے پیش آئے اور غیب سے اُسکو ایسی مدد ملی کہ ہر موقع پر
وہ بچ گیا یہانتک کہ ندی سے اترکر گھر مین داخل ہونا باقی رہگیا تو ندی موت ہو کہ وہ کس قدر خوشی کی چیز ہے ولیکن جب آدمی کے قلب
مین ایمان بوجہ اعمال کی سیاہی کے نور نہین دیتا ہی تو اُسکو موت سے نفرت ہوتی ہو فافہم (قولہ تعالےٰ) ومزاجہ من تسنیم الآیہ - اللہ تعالےٰ نے
ابرار و مقربین کے حالات بیان فرمائے اور ان دونون کے درمیان عجیب فرق ظاہر کیا چنانچہ اسرار مین ظاہر ہوا کہ ابرار بندے انوار صفات
کے انہار سے شرب پاوینگے اور مقربین کے واسطے بحرالذات سے شربت ہو ولیکن ابرار کے واسطے بھی فی الجملہ کرم ہے کہ انہار مقربین
سے ایک شرب انکے واسطے بھی مزج فرمایا گیا (عرائس) الحمد للہ علی فضلہ تعالےٰ کہ یہی اشارہ مترجم ضعیف عفا اللہ عنہ نے بھی بعد کلام
رازی رح کے بیان کیا ہو ولله الحمد والمنہ - مد - اور واضح ہو کہ جس شرب کو مقربین پیتے ہین اگر خالص ابرار کو دی جاوے تو برداشت نہو سکے
بلکہ بے خود ہو جاوین پس ابرار تو مقام اُنس مین ہین اور مقربین مقام قدس مین ہین - بعض مشائخ رح نے کہا کہ مقربین نے خالص تسنیم سے پیا
اور اصحاب الیمین کے لیے ملا دیا گیا پس جو کوئی صفات قدس کا حامل ہو تو یہ نہین ہو کہ وہ قدس مشاہدہ ذات کا بھی حامل ہو اور مقربین
کو یہ قوت عطا ہوئی مترجم کہتا ہو کہ برداشت بوسعت انسانی نہین ہی بلکہ بعطاے ربانی ہو اور قلوب کا خالق وہی ہو اور اُسکے قبضۂ
قدرت مین ہین پس ہر ایک کے قلب کے لیے حظ ایمان اُسکی استعداد کے موافق عطا ہوا اسیواسطے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم جو عبادت
صوم و صلوٰۃ مین عشرۂ مبشرہ و خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم سے بڑھے ہوے تھے کسی کو یہ وہم نہ ہوا کہ ہم انسے افضل ہین یعنے
عبادت کی راہ سے یہ حکم نہین لگاتے تھے کیونکہ وہ لوگ ان آیات و احادیث سے اہل معرفت صفات بلکہ مقام قدس مین تھے تو یہ
نکتہ خوب جانتے تھے فافہم شیخ ابن العربی رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ قولہ تعالےٰ ان کتاب الابرار لفی علیین - کتاب سے ظہور وہ چیزین
ہین جو لکھی گئی ہین یعنے ابرار کے اعمال سعادت کی صورتین اور اُنکے نفوس نورانیہ کی ہیات اور اُنکے اخلاق فاضلہ تو علیین مین بلند
ہین مترجم کہتا ہو کہ ہر عاقل یہ سمجھ سکتا ہی کہ ملائکہ جو کچھ لکھتے ہین وہ کاغذ قلم دوات نہین ہو بلکہ عالم آخرت کی تحریر ہو اور اُسکی تصویر
بے نظیر ہے لیکن سمجھنے کے واسطے تم کو بہت گنجائش ہو تو قدرت عظیم مین نہایت آسان ہو کہ انسان کا ہر قول فعل ملائکہ نے لکھ لیا یہ تو
لکھا ہوا ہو اور ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد وہ نوشتہ مہر کرکے علیین مین رکھ دیا جاتا ہو اب غور کرو کہ جب قدرت نے ان اعمال کے واسطے
جو ہری صورتین عطا فرمائی ہین تو یہ صورتین چڑھائی جاتی ہین اور قولہ تعالےٰ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ الآیہ کی تفسیر مین
مفصل بیان گزرا ہو اس سے ثابت ہو کہ مثلاً اللہ تعالےٰ کی تسبیح پاک دل سے نکلی تو اُسکو عروج دیا جاتا ہی حتےٰ کہ عرش کے گرد اُسکی

مشاہدہ کمال نصیب ہوگا اور اس دیدار سے اُنکے چہرون پر ایسے نور اور سرور و تازگی کا ظہور ہوگا کہ بیان نہین ہو سکتا لہذا فرمایا
تعرف فی وجوہہم نضرۃ النعیم الآیہ شیخ ابن عطاؒ نے کہا کہ بعضے تخت معرفت پر ہونگے اور بعضے تخت قربت پر ہونگے اور ہر ایک
کے واسطے منزلت ہے امام جعفر صادق رضی اللہ سبحانہ عنہ نے کہا کہ تعرف فی وجوہہم الآیہ تو اُنکے چہرون پر تازگی نعیم پاویگا یعنے
نعیم دیدار سے جو تازگی اُنکو حاصل ہوئی اسلیے کہ دیدار پاک کا اثر اُنکے چہرون پر نہایت حسن و نور کمال کے ساتھ باقی رہیگا مترجم
کہتا ہے کہ یہ قول بالکل صحیح ہے اور کلام الٰہی مین عجب لطافت ہے کہ (نضرۃ النعیم) کے معنے نعیم کی تازگی ہے اور نعیم کے درجات ہین شروع
جنت سے بلکہ جنت کے باہر سے یہ تازگی شروع ہوتی ہے چنانچہ حضرت علی رضہ سے روایت ہے کہ ایک چشمہ ہے جس سے وضو و غسل
کرینگے تو اُنپر نضرۃ النعیم آجاویگی (رواہ ابن المنذر) اور حدیث مرفوع مین یہ روایت آئی ہے کہ جب صراط سے پار ہوکر جنت کے نزدیک
پہونچینگے تو وہان دو چشمے ہین ایک چشمہ سے پینے کا حکم ہوگا تو اُنکے باطن مین جو کچھ حسد و کینہ وغیرہ کدورت دنیاوی ہونگی سب صاف ہو جاوینگی
اور دوسرے چشمہ سے وضو و غسل کا حکم ہوگا تو اسمین نہاتے ہی نضرۃ النعیم آجاویگی-م- مترجم کہتا ہے کہ شاید اسکا نام عین الحیوۃ ہے چونکہ
حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگون کا بیان ارشاد فرمایا جو گناہون کی وجہ سے جہنم مین ڈالے گئے اور ان لوگون کے حالات
مختلف ہین بعض کو آگ نے کھایا ٹخنہ تک اور بعض کو گھٹنے تک علی ہذا القیاس یعنے بعض کو ٹخنہ تک کھایا اور وہ نکال لیا گیا و علی ہذا القیاس
اختلاف بقدر گناہون کے ہے اور آخر مین ایک قوم نکالی جاویگی جو بالکل کوئلہ ہوگئے ہین اور نکال کر ایک نہر مین ڈالے جاوینگے جسکا نام
نہر الحیوۃ ہے اور اسمین سے ایسے اُگینگے جیسے تر و تازہ کلا اُس دانہ سے نکلتا ہے جو سیل کی کیچڑ مین دب گیا ہے-م- لیکن وہان انہار بہشتیہ
ہین شاید نہران لوگون کے لیے ہو اور ابرار صالحین کے لیے جو اول ہی سے جنت مین جاوینگے اور دوسرے نفیس چشمہ ہین نہاوین واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم
بالجملہ اس دنیا کی فانی چیزون مین کچھ نہین ہے اگر سب لوگ عاقل اس پردۂ زمین پر ہون تو اسطرح رہین کہ اس دنیا مین جو چیزین ہین سب سے
جس کسی کو ضرورت ہو نفع اُٹھاوے اور ہر ایک دوسرے کے نفع پہونچانے مین اسطرح سعی کرے کہ جس چیز کی اُسکے لیے ضرورت ہے
اگر اپنے پاس ہو تو دیدے اور اگر دوسرے کے پاس ہو تو اُسے اطلاع دے وہ دیدے جیسے دنیاوی احمق حریص لوگون کے نزدیک راہ
کے کنکر یا کٹیلے کے درخت سمجھے جاتے ہین اور عاقل لوگ سب کے سب اس بات مین حرص کرتے کہ آخرت کی نعمتین حاصل کرنے مین کس لے
اول نمبر کی کوشش کی جیسے دنیا والے یہان کے امتحان مین اول درجہ مین اول نمبر کے لیے سعی کرتے ہین اور آخر عمر اس محنت مین برباد
کرکے فنا ہو جاتے ہین یعنے دنیا مین نکال دیے جاتے ہین اور جہان کے واسطے پیدا کیے گئے ہین وہان بھیج دیے جاتے ہین تو دنیاوی حماقت
پر افسوس کرکے پچھتاتے ہین اور اُسوقت افسوس بے سود ہے انا للہ وانا الیہ راجعون- اسی جہت سے اللہ تعالےٰ نے نعمت آخرت کے بارہ
مین فرمایا- فی ذلک فلیتنافس المتنافسون الآیہ- یعنے یہ نعمت البتہ ایسی ہے کہ اسکے لیے تنافس کرنے والے البتہ تنافس کرین تو واجبی ہے
-م- شیخؒ نے لکھا کہ منازل قرب و مشاہدہ کے لیے اہل سعادت کو کوشش کرنا چاہیے اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالےٰ کے ساتھ
بندگی کے معاملہ مین اخلاص رکھین اور باطن کے اسرار کو ناگوار خطرات سے پاک رکھین ذوالنون رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ حکم الٰہی
کے موافق جو بندے متنافسین ہوے انکی علامت یہ ہے کہ انکا دل اپنے رب عزوجل سے متعلق رہے اور ضمیر روحانی ہواے شوق
مین اُسی کی جانب پرواز کرے اور جب اُسکا ذکر آوے تو انکا دل یاد مین مضطرب ہو اور مخلوق سے منحرف ہوکر بھاگے اور تنہائی پسند
ہو اور گزرے ہوے زمانہ پر رونا آوے اور زمانہ سابق کے لیل و نہار کے رائگان جانے پر پچھتاوے اور یاد حق سے حلاوت ہو اور کلام حق مین

مین ہو کہ تم لوگ بھی یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلوگے۔ م۔ یہ معجزہ واقع ہوا حتی کہ مسلمان مالدارون نے اپنی اپنی مسجد بنوانے مین تنافس و
تفاخر کیا اور ہر ایک نے اپنے محل کے قریب طرح طرح کے نقش و نگار کے ساتھ مسجد بنوائی اور عوام نے ہر ایک کی تعریف کی جس سے رغبت بڑھ
گئی اور حدیث مین ہو کہ جب قیامت سر پر ہوگی تو اُس زمانے مین مسلمانون کے حالات ارشاد فرمائے جو اس زمانہ مین ہماری آنکھون کے سامنے
موجود ہین از انجملہ یہ حالت بیان فرمائی کہ مسجدون مین نقش و نگار سے آرائش کرینگے حالانکہ وہ ہدی سے ویران ہونگی۔ م یعنے زاد حق کے
اعمال ہدایت کے موافق ان مسجدون مین ادا نہین کیے جاوینگے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر اللہ تعالےٰ نے شراب موصوف کی تیسری
صفت بیان فرمائی بقولہ تعالےٰ وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ۔ اور اسمین خلط ہوگا تسنیم
سے یعنے ایک چشمہ ہے جس سے مقربین پینگے ف یعنے رحیق مذکور مین تسنیم سے مزج و میل کیا جائیگا اور تسنیم کا وصف بیان کیا
کہ وہ ایک چشمہ ہے جس سے مقربین پینگے (عیناً) کو اسی وجہ سے نصب ہو کہ مدح ظاہر ہو۔ ابو صالح و ضحاک رح نے کہا کہ جنت مین سب
سے بہتر و اشرف شراب اسی چشمہ تسنیم سے ہے حضرت ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہما و مسروق و قتادہ وغیرہم رحمہم اللہ تعالےٰ نے کہا کہ تسنیم
خالص واسطے مقربین کے ہو اور اسمین سے لیکر اصحاب الیمین کے رحیق مین ملادی جاویگی (ابن کثیر و خطیب وغیرہ) واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ
نے سورۃ الواقعہ مین مکلفین بندون کی تین قسمین فرمائین سب سے اعلیٰ منزلت والے خاصان حق یعنے مقربین ہین اور اُنکے بعد جنتی نیک
اصحاب الیمین ہین اور جہنمی لوگ اصحاب الشمال ہین پس اس سورہ مین بیان فرمایا کہ سب سے اشرف شراب تسنیم تو خالص مقربین کے لیے
ہے اور اسی مین سے ایک جزو لیکر اصحاب الیمین کے رحیق مین ملادیا جاویگا اور اس سے معلوم ہوگیا کہ ابرار سب اصحاب الیمین ہین (تفسیر
کبیر امام رازی رح) اور مین کہتا ہون کہ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ابرار مین وہ بندے مسلمان بھی داخل ہین جو صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ
کہتے تھے لیکن شامت نفس سے گناہون مین مبتلا ہوکر بغیر توبہ قبول ہوے مر گئے لیکن ان گنہگارون مین سے جو لوگ مغفرت ابتدائی
سے رہگئے اور جہنم مین مکافات کے لیے داخل کیے گئے تو ابتداءً نعیم مین داخل نہونگے بعد مکافات کے داخل ہونگے اور ان کو بھی نعیم
مین جنت و رحیق مختوم نصیب ہوگی وللہ الحمد والمنۃ م۔ رازی رح نے کہا کہ بیان مذکورۂ بالا سے معلوم ہوا کہ جنت مین جو نہرین بے شمار
ہین تو اُنکے اقسام ہین اور ایک قسم کی نہرون مین سے بھی باہم درجہ کا فرق ہو چنانچہ سب سے اشرف و اعلیٰ تسنیم ہو اور یہ مقربین کے
واسطے ہے جو اہل جنت مین سب سے افضل ہین رازی رح نے کہا کہ تسنیم کی لذت اس جسم کے لیے ہے اور عالم روحانی مین تسنیم نام ہو دیدار حق
سبحانہ تعالےٰ کا پس مقربین خالص اس فرحت سے سرفراز ہونگے اقول حدیث صحیح مین ہو کہ جب جنتیون کو دیدار عطا ہوگا تو اس قدر
فرحت ہوگی کہ اس سے بڑھکر کوئی نعمت نہین دی گئی ہو۔ م۔ یہ مقربین کو مبارک ہو اور اسی سے ایک جزو اصحاب الیمین کے رحیق مین
ملادیا جاویگا یعنے اعلیٰ مرتبہ والا وہ کہ اُسکو دن مین دوبار صبح و شام دیدار عطا ہوگا اور کسی کو ایکبار اور کسیکو ہفتہ مین اور کسی کو مہینہ مین وعلیٰ
ہذا القیاس۔ م۔ اور رحیق عالم روحانی مین بہجت بمشاہدۂ عالم مخلوقات ہو (تفسیر کبیر) مشاہدۂ مخلوقات سے غرض یہ کہ جنت مین صفت
حق عز وجل کا ظہور بروجہ کمال ہو تو ان مخلوقات مین صفت حق مشاہدہ کرینگے اور ابن عباس رض سے روایت کیا گیا کہ اُنسے تسنیم کی تفسیر پوچھی
گئی تو فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندون کے واسطے ایسی نعمتین مہیا فرمائی ہین جنکو کسی آنکھ نے نہین دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا اور نہ کسی
بشر کے دل پر خطرہ گزرا وقال تعالےٰ فلا تعلم نفس ما اخفی لہم الآیہ یعنے کسی نفس کو معلوم نہین کہ ان بندون کے واسطے کیا چھپا رکھا گیا ہے
جس سے اُنکی آنکھون کی ٹھنڈک ہو ف شیخ الشیرازی رح نے اشارات مین لکھا کہ قولہ تعالےٰ ان الابرار لفی نعیم الآیہ۔ نعیم الوصال مین

نے اُنکی شراب کو خوشبودار فرمایا اور آخری خوشبو اُسمین مشک کے ساتھ خلط ہی یہی قتادہ وضحاک نے بیان کیا - ابراہیم نخعی وحسن بصری نے کہا کہ ختام یعنے
اُسکا انجام مشک ہی بعض علماءؒ نے فرمایا کہ مسک سے مراد یہ خوشبوے مشک نہین ہی بلکہ وہ بھی ایک قسم کی شراب ہے چنانچہ امام ابن جریرؒ نے
محمد بن حمید الرازی کی سند سے مسند کیا کہ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (ختامہ مسک) یہ ایک قسم کی شراب بہت سفید مثل چاندی کے ہے
اس سے اُنکی شراب ختم (خلط) کی جاویگی اور اگر اہل دنیا مین سے کوئی شخص اس شراب مین اپنی انگلی ڈبولے اور دنیا مین لاوے تو دنیا مین
کوئی جاندار باقی نرہے جسکو اُسکی خوشبو نہ پہونچے (اسنادہ لاباس بہ) مترجم کہتا ہی کہ اگر کسی شخص کو یہ وہم ہو کہ ہم دیکھتے ہین کہ بذریعہ ہوا کے
دنیا مین جس چیز کی خوشبو دور تک جاتی ہی تو نزدیک سے وہ بہت تیز ہوتی ہی تو کیا شراب مسک کی خوشبو اسقدر تیز ہے کہ مشرق سے
مغرب تک جاتی ہی (جواب) یہ دنیادی حواس کا قیاس ہی جس سے مترجم نے بارہا منع کیا اور بات یہ کہ دنیا مین ہر خوشبو انھین مادیات کا
لطیف جوہر نکالکر بناتے ہین اور وہ لطیف ذرے ہوا مین ملکر ناک مین جاتے ہین تو یہی مادی چیز ہے برخلاف اسکے عالم آخرت روحانیات سے
ہی اور وہان ہر چیز قدرتی ہی تو یہ خوشبو اللہ تعالے نے قدرتی پیدا فرمائی ہی اُسکا ایک ذرہ اگر یہان ظاہر ہو تو تمام مشرق ومغرب کو یکسان خوشبودار
کردے اور یہ ذرہ ہمیشہ اسی حالت پر باقی رہے کیونکہ ذرے اڑکر خوشبو نہین جاتی ہی فافہم - م - مجاہدؒ نے کہا کہ ختامہ مسک یعنے اُسکی خوشبو
مشک ہی (تفسیر ابن کثیرؒ) مترجم کہتا ہی کہ اس شراب قدرتی مین اگر یہ سب باتین جمع ہون تو بعید نہین ہی اس دلیل سے کہ اگر یہ باتین عمدگی
ہین تو ہر ایک خوبی جنت مین موجود ہین فافہم - وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ - اور اس وصف مذکور مین
تنافس کرنے والون کو تنافس کرنا چاہیے ف یعنے جو حال نفیس مذکور ہوا اس مین تفاخر کرنے والون کو تفاخر کرنا چاہیے اور اسکی
زیادتی مین کوشش وسبقت کرنا چاہیے جیسے قولہ تعالے - لمثل ہذا فلیعمل العاملون - ایسے عیش عالیہ کے واسطے عمل کرنے والون کو عمل
کرنا چاہیے (ابن کثیرؒ) خطیب رحؒ نے لکھا ایسے امر عظیم ونعمت عالی وشراب لفیس کے بارہ مین البتہ پوری جد وجہد سے رغبت کرنا چاہیے
تنافس یہ کہ نفیس چیز مین دو آدمی اسطرح حرص کرین کہ ہر ایک یہ چاہے کہ یہ چیز فقط میرے ہی واسطے ہو تاکہ دوسرون پر فخر کرے اور یہان
تنافس کی صورت یہ ہی کہ مومنین مین ہر ایک کوشش کرے کہ اُسکے اعمال صالحہ زیادہ ہون اور ہر عمل مین اُسکی نیت بہت خالص ہو
(السراج) اور معنے یہ ہین کہ جو لوگ رغبت کرتے ہین تو اُنکو چاہیے کہ ایسی نعمت عظمی بے مثل وبے مثال دائمی کے واسطے رغبت کرین
اسطرح کہ اللہ تعالے کی خالص بندگی مین جلدی کرین اس کلام مین اشارہ ہی کہ نعمت جنت البتہ اس قابل ہی کہ اسکے لیے تنافس ہو برخلاف
دنیا کے کہ یہان کی چیزین اس قابل نہین ہین کہ انکے لیے تنافس ہو - (تفسیر کبیر) اسلیے کہ دنیا مین جو چیزین دی گئی ہین وہ مکدر وغلیظ ہین
صرف چند روزہ اجل تک اس جسم کی تمتع کے لیے زمین سے نکال دی گئی ہین بس یہان جو لوگ ان چیزون مین تنافس کرتے ہین وہ بہت
پست ہمت وکمینہ ہین - حدیث شریف مین بطور معجزہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر سے آگاہ فرمایا ہی کہ اس امت کے واسطے
اللہ تعالے سلطنتین فتح فرماویگا اور لوگ ہونگے جو دنیا کی بارونق دار ملمع چیزون کی طرف تنافس کرینگے - یہ آپنے گذری امتون یہود ونصارے
کی نظیر بیان فرمائی یعنے یہ اُمت بھی اُنھین کی طرح دنیا کے پیچھے تنافس کریگی مترجم کہتا ہے کہ یہ معجزہ واقع ہوچکا اور نصاری جب تک
شام وغیرہ پر مسلط تھے تو تنافس کی نوبت یہانتک پہونچی تھی کہ اپنے شرک کے موافق جیسے ناقوس وصلیب وغیرہ کو عادت کی چیزین
سمجھتے تھے اُن مین بھی تنافس تھا حتی کہ ہر ایک رئیس اپنے دروازہ پر ناقوس وغیرہ کو طرح طرح کی میناکاری سے جڑاؤ مثلاً مذہب بنواتا
تھا اور صلیب (سولی کی شکل) بھی ہیرے وجواہرات سے جڑاؤ بناتے تھے اور اُسی کی پوجا کیا کرتے تھے اور گلے مین پہنتے تھے - حدیث صحاح

رازی رح نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ اپنے رب عزوجل کو دیکھین گے اس قول کی دلیل یہ ہی کہ آگے اللہ تعالے نے فرمایا۔ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ۔ تجھے انکے چہرون پر نعیم جنت کی تازگی ورونق پہچان پڑیگی ف یعنے انکے چہرے اس عظیم نعمت سے ایسے لہلہاتے ہوے حسین وخوبصورت رونق دار ہونگے کہ تو یہ کیفیت انکے چہرون سے دیکھکر پہچان لیگا مترجم کہتا ہی کہ رازی رح نے کہا کہ جس نگاہ سے تازگی ورونق حاصل ہو وہ اللہ تعالے کا دیدار ہے کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ۔ یعنے کچھ چہرے اُس روز تر وتازہ اپنے رب کی طرف نظر کرنے والے ہونگے۔ ھ۔ اس دلیل سے بھی ظاہر ہوتا ہی کہ یہی تاویل ٹھیک ہی کہ سب سے اعلیٰ فضیلت ونعمت کو پہلے بیان کرنا چاہیے اور وہ دیدار باری تعالیٰ ہی۔ عطاء رح نے کہا کہ اللہ تعالے ان بندون کے چہرون پر حسن و خوبی اسقدر زیادہ فرماویگا کہ کوئی اُسکا وصف بیان نہین کرسکتا ہی (تفسیر کبیر) يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيقٍ مَخْتُومٍ۔ پلائے جاوینگے رحیق مختوم سے ف رحیق شراب کا نام ہی یعنے جنت کی شراب سے پلائے جاوینگے یہ ابن مسعود وابن عباس ومجاہد وقتادہ وغیرہم نے بیان کیا ہی۔ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مومن نے دوسرے مومن کو پیاس مین پانی پلایا اللہ تعالے قیامت کے روز اُسکو رحیق مختوم سے پلاویگا اور جس مومن نے دوسرے مومن کو بھوک مین کھانا کھلایا اللہ تعالے اُسکو جنت کے پھلون سے کھلاویگا اور جس مومن نے دوسرے مومن کو بدن ڈھانکنے کی ضرورت کے وقت کپڑا پہنایا اللہ تعالے اسکو سبزۂ جنت سے پہناویگا (رواہ احمد وغیرہ) سبزۂ جنت سے مراد یہ کہ جنت کے سندس سبز سے پہناویگا (ابن کثیر رح) رحیق کی صفت (مختوم) بیان فرمائی اور اسکی تفسیر مین دو قول ہین قول اول یہ کہ قفال رح نے تجویز کیا کہ مختوم بمعنے (مہر کیا ہوا) اور کہا کہ عادت جاری ہی کہ جس چیز کی حفاظت مقصود ہوتی ہی اُسپر مہر لگا دیتے ہین اور جنت مین تو احتمال نہین کہ کوئی مکروہ چیز پیش آوے ولیکن مہر لگانے سے مقصود یہ کہ اُسکی بزرگی ظاہر ہو ولیکن اسکے علاوہ وہان ایک شراب ایسی بھی ہی جو نہر مین جاری ہی لقولہ تعالے وانہار من خمر لذۃ للشاربین الآیہ یعنے شراب کی نہرین ہین جو پینے والون کے لیے پوری لذت ہین۔ ھ۔ پس مختوم شراب اُس سے افضل ہی (تفسیر کبیر) واضح ہو کہ خمر وشراب وہان کسی چیز سے کشید ہوکر نہین بنائی گئی ہی بلکہ جسطرح اللہ تعالے نے پانی کے چشمے قدرتی پیدا کیے ہین اسیطرح شراب قدرتی چیز ہے تو دنیا کی شراب دیکھکر اسپر کچھ بھی قیاس نہین کرسکتے ہین اور سمجھدار کے واسطے یہ فضیلت سمجھنا کافی ہی کہ چاندی سونے کی نہرون مین جسکے کنارے موتیون کے ہین اُسمین یہ قدرتی شراب جاری ہی اور جنتی جہان اشارہ کرے وہان جاری ہوجاوے چنانچہ یہ بیان واضح دلائل سے مترجم نے سابق مین بیان کردیا ہی اور یہان مقصود بیان یہ ہے کہ قفال رح نے جب یہ تجویز کیا کہ مختوم (مہر کی ہوئی ہی) تو اسپر یہ سوال ہوتا ہی کہ خمر تو نہرون مین جاری ہی کیونکر مختوم ہوئی تو جواب دیا کہ دو قسم کی شراب ہی اور مختوم اُس سے افضل ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ تکلف ہی اور (مختوم) یا تو بمعنے مخلوط ہی پس یا تو اس خمر کے برتن پر مشک کی مہر ہی یا خاتمہ اُسکا لطیف ہی چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا خِتَامُهُ مِسْكٌ۔ اسکا ختام مشک ہے ف پس اگر مہر کے معنے ہون تو مطلب یہ ہے کہ اُسپر مہر پیدا ہوجاتی ہی تاکہ جب جنتی اُسکو پینا چاہے اور مہر خود بخود علیحدہ ہوجاوے تو وہ شراب اس خوشبو سے معنبر ہوجاوے اور اگر مختوم بمعنے مخلوط ہی تو یہ مطلب ہوا کہ اُسمین لطافت ممزوج ہے یعنے ملائی گئی ہی اور ختام یعنے آخر مین مشک کا لطف آتا ہی اور بعض نے کہا کہ شراب مذکور کی یہ دوسری صفت ہی کہ ختام اُسکا مشک ہے یعنے جب اہل جنت اُسکو پیتے ہین تو اُسکا انجام یہ خرابی وگندگی نہین ہوتی ہی جو دنیاوی شراب مین معروف ہی بلکہ انجام یہ کہ اُنکے بدن سے قطرات عرق ظاہر ہوتے ہین جن سے مشک کی خوشبو آتی ہی شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ قولہ تعالے ختامہ مسک۔ ابن مسعود رض نے کہا کہ یعنے اُس شراب کا میل مشک ہی عوفی رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اللہ تعالے

کی جاوے تو قبول نہو گی۔ ولیکن فاجر اپنی حماقت مین گرفتار ہی شیخ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ معنے یہ ہین کہ قیامت کے روز ابرار نعیم جنت مین مقیم ہونگے مترجم کہتا ہی کہ یہان اگر کتاب ابرار سے مراد نامۂ اعمال ہین اور ارواح برزخ مین مقیم ہوتی ہین تو میرے نزدیک اسکو مفصل بیان کرنا بہتر ہے یعنے ابرار صالحین کے نامۂ اعمال ضرور علیین مین رکھے جاتے ہین اور یہی حال جمیع مسلمانون کا ہی اگرچہ وہ گنہگار بھی ہون لیکن فجار نہون یعنے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو صدق دل سے دل مین جگہ دیے ہون کیونکہ وہ مشرک کافر کی بہ نسبت ابرار ہین اگرچہ صالحین کے مقابلے مین گنہگار فاسق ہین تو انکا مرتبہ کم ہی لیکن علیین بے انتہا وسیع ہی اور بلندی پر بلندی بے حد ہی اب رہا یہ کہ ان لوگون کی ارواح کہان رہتی ہین تو ابرار علیین مین ہین حتی کہ محققین نے کہا کہ انبیاء جنت مین داخل ہو جاتے ہین اور مترجم کا زعم یہ ہی کہ قیامت کے روز جنت مین ان اجسام وارواح کے ساتھ داخل ہونے مین جو کمال نعمت کا ظہور ہوگا وہ بالفعل نہین ہو سکتا ہی اور سمجھدار کے نزدیک اس بات کو سمجھ لینا بہت آسان ہی اور آخر مین بیان آویگا اسی جہت سے شیخؒ نے اس مقام کی تفسیر مین کہا کہ یوم قیامت کو نعیم عظیم الشان مین داخل ہونگے رازی و خطیب وغیرہ نے کہا کہ یہان تین امور خاص بیان فرمائے اول بقولہ تعالےٰ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ۔ شاہانہ چھپرکھٹ کے تخت پر دیکھتے ہونگے ف ارائک جمع اریکہ وہ تخت جسپر شامیانہ ہو اور سابق مین گذر چکا ہی کہ یہ حجلہ قدرتی فرش سے اور نرم ریشمی بچھونون سے آراستہ اور موتیون وغیرہ کی جھالرون سے مزین ہونگے مترجم کہتا ہی کہ یہان ہمکو چاہیے کہ حواس ٹھیک رکھین اور یہ تصور نہ لاوین کہ جیسے دنیا مین بادشاہون کے یہان سونے چاندی کے تخت ہوتے ہین یہ تصور غلط ہی اسلیے کہ دنیا مین وہ سونا ہین کیونکہ یہ تو مٹی کی کان سے نکلتا ہی اور گلا کر بنتا ہی اور موتی کو سیپ مین سے نکالتے ہین یہ تو وہان اس سے بدتر ہین کہ جس قدر تم یہان مینگنیان پڑی دیکھتے ہو بلکہ اللہ تعالےٰ کی عظیم قدرت کو اس عالم مین دیکھو اور البتہ قیاس کرو کہ یہ عظیم قدرت اس عالم مین ہی جسکو اللہ تعالےٰ نے برباد کرنے کے لیے پیدا فرمایا ہی تو وہان جنت مین یہ چیزین کس خوبصورتی سے ایجاد فرمائی ہونگی اور یہ تخت و حجلہ جوڑ و سلائی سے نہین ہے بلکہ قدرتی ہی اور اس عالم مین دیکھو کہ بعض پھول کس خوبی سے تراشا ہوا پیدا ہوتا ہی اور کس خوبصورتی سے اسمین رنگ بھرتے ہوے ہین پس معلوم ہوا کہ نیچری چال جو تصور کیا وہ اُسکی سخت حماقت کی دلیل ہی۔ ابرار ان تختون پر آرام کرینگے اور نظر کرتے ہونگے۔ شیخؒ نے لکھا کہ بعض نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ اپنی جنتی بادشاہت (دو ہزار سال کی راہ تک) کو اور تمام جلیل جمیل نعمتون کو دیکھین گے خطیبؒ نے کہا کہ یعنے یہ عجیب قدرت ہی کہ حجلہ انکی نظر کے سامنے آڑ نہوگا بلکہ اپنی مملکت بے انتہا وسیع کو اول سے آخر تک دیکھینگے۔ بعض نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ تختہاے عزت پر اپنے رب جل شانہ کی جانب نظر کرتے ہونگے۔ یہ تفسیر قوی ہی کیونکہ فجار کی یہ حالت بیان فرمائی تھی کہ اپنے رب تبارک و تعالےٰ سے محجوب ہونگے انکے برخلاف بندگان ابرار کی یہ فضیلت بیان فرمائی کہ اپنے رب عزوجل کو دیکھتے ہونگے یعنے انکو اپنے رب عزوجل کی طرف نظر کرنا مباح ہوگا درحالیکہ اپنے تختہاے شاہانہ پر بیٹھے ہونگے اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما مین گزر چکا کہ اہل جنت مین سے سب سے کم منزلت کا وہ شخص ہوگا کہ جو اپنی بادشاہت کو اپنے تخت سے دو ہزار برس کی راہ تک دیکھیگا اسکو اپنا انتہا کا ملک اسیطرح نظر آویگا جسطرح قریب کا ملک نظر آوے گا اور اہل جنت مین سے اعلیٰ درجہ والا وہ ہوگا جو دن مین دو مرتبہ اللہ تعالےٰ کے دیدار سے مشرف ہوگا (ابن کثیر) خطیبؒ نے لکھا کہ علی الارائک ینظرون جوہریؒ نے کہا کہ اریکہ وہ تخت ہی جسپر حجلہ ہو اور بغیر اسکے اریکہ نہین کہتے ہین اور حجلہ وہ ہی جو تخت پر کوٹھری کی طرح پردے اور بچھونے وغیرہ آرائش سے آراستہ کر کے بناتے ہین نظر کرنے سے یہ مراد ہی کہ اپنی آنکھین اُٹھا کر اپنی بادشاہت اور مناظر جنت و عجائب نعمت کو جہان چاہین گے دیکھ لین گے اور نظر کر کے اپنے دشمنون کو عذاب جہنم مین بھی دیکھین گے یعنے نظر مین یہ نور ہوگا اور کوئی چیز مانع نہو گی جیسے جسم کی نگاہ کو ہر چیز آڑ ہو جاتی ہی

اور زجاج رح نے کہا کہ مقامات سے بلند ہی اور دیگر علماء رح نے کہا کہ علیین مراتب عالیہ ہین جن مین عظمت وجلالت ہی اور اللہ تعالےٰ نے اُسکی کمال بزرگی ظاہر فرمائی اور دیگر علماء رح نے کہ علیین نوشتہ اعمال ملائکہ ہی اور اس اخیر قول کے واسطے ظاہر کلام اللہ شاہد ہی اسلیے کہ اللہ تعالےٰ نے پہلے یہ فرمایا۔ ما ادراک ما علیون۔ تونے کیا جانا کہ علیین کیا ہی۔ یعنے تنبیہ کی کہ اُسکو معلوم ہی اور عنقریب دیکھکر پہچان لیگا۔ پھر فرمایا۔ کتاب مرقوم یشھدہ المقربون۔ کتاب مرقوم ہی مقربین اُسکے شاہد ہین۔ ف اس سے ظاہر کیا کہ ابرار کا نامۂ اعمال اس کتاب مرقوم مین ہی جسکے ملائکہ مقربین شاہد ہین گویا اللہ تعالےٰ نے جسطرح اُنکو لوح محفوظ کے اوپر مؤکل کیا ہی اسی طرح انکو کتاب الابرار کی حفاظت پر مؤکل کیا جو منجملہ ام الکتاب ہے اور اسمین کتاب الابرار کو بزرگی دی گئی اور شاید جب ملائکہ نامۂ اعمال ابرار کو اوپر لے جاتے ہین تو ان ملائکہ مقربین کے سپرد کرتے ہون تاکہ مقربین مثل اپنی کتاب کے اُنکی حفاظت کرین یا جس کتاب کی حفاظت پر موکل ہین اُسی مین ابرار کے نامۂ اعمال کو نقل کرلیتے ہون اور اسی علم کی وجہ سے مقربین اُسکے شاہد ہوے کہ یہ لوگ ابرار ہین اسی وجہ سے ابرار صالحین سے حساب آسان لیا جاویگا کیونکہ مقربین اُنکے اعمال کی حفاظت سے اُنکے لیے گواہ ہوگئے پس جب ابرار کی کتاب آسمان مین ہوئی توجسنے یہ معنے بیان کیے کہ کتاب الابرار بلندی پر آسمان مین ہی اُسکا قول صحیح نکلا اور سب اقوال باہم قریب قریب ہوگئے واضح ہو کہ اس آیت کی تفسیر مین معتمد وہ قول ہی جو ہم نے (اور شیخ ابن کثیر وغیرہ نے) اوپر بیان کیا کہ علو اور فراخی و روشنی و پاکیزگی یہ سب نیکبختی وجنتی ہونے کی علامات ہین اور پستی وضیق وتاریکی ونجاست یہ سب بدبختی وجہنمی ہونیکے آثار ہین اور سابق مین بیان ہوا کہ فجار کی کتاب کو سجین مین رکھنے سے مقصود یہ کہ وہ اسفل السافلین مین نہایت تنگ وضیق جگہ مین ہی یعنے یہ لوگ ذلیل وحقیر ہین تو برعکس اسکے کتاب الابرار کو اعلیٰ علیین مین رکھنے سے مقصود یہ کہ ابرار بندے عزت وشرف وکرامت والے ہین۔ اور آیت مین ایک معنے دیگر بھی اس وجہ سے ظاہر ہوتے ہین کہ (کتاب) بمعنے لکھنا پس یہ معنے ہوے کہ اعمال ابرار کی کتاب علیین مین ہی پھر اُسکا وصف بیان کیا کہ کتاب مرقوم یعنے اُسمین ابرار کے جمیع اعمال مرقوم ہین۔ واضح ہو کہ کتاب مرقوم مین دو تاویلین ہین (ایک) یہ کہ اُنکے اعمال کی کتاب مراد ہی (دوم) یہ کہ کتاب مذکور علیین مین رکھی ہی اُسمین ابرار کے واسطے اللہ تعالےٰ نے جو کرامتین وثواب عطا کیے ہین وہ مرقوم ہین اہل تفسیر مین اختلاف ہی مقاتل رح نے کہا کہ یہ اشیاے مکتوبہ ساق عرش مین ہین۔ ابن عباس رضہ سے روایت کیا جاتا ہی کہ یہ تحریر لوح زبرجد مین زیر عرش معلق ہے دیگر علماء رح نے کہا کہ اس کتاب مین وہ چیزین مرقوم ہین جس سے ابرار کے واسطے سرور زائد ہو برخلاف کتاب فجار کے جسمین فجار کیلیے ایسی چیزین ہین جس سے انکا دکھ ودرد زیادہ ہو اس معنے کے لیے۔ یشھدہ المقربون سے تائید ملتی ہی یعنے جو ملائکہ مقربین کہ علیین مین ہین وہ اس نوشتہ کے پاس حاضر ہوتے اور شاہد ہوتے ہین۔ جن علماء رح نے کہا کہ کتاب الابرار سے نامۂ اعمال مراد ہین تو مقربین کے شاہد ہونے کے یہ معنے لیتے ہین کہ جب نامۂ اعمال کو چڑھاکر علیین مین لے جاتے ہین تو شرف وکرامت ظاہر کرنے کے لیے ہر مقام کے ملائکہ مقربین شاہد ہوجاتے ہین (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہی ارواح کے بارہ مین اقوال بے شک متعدد اور مختلف وارد ہوے ہین اور وہ سب اپنے موقع پر ٹھیک ہین لیکن کبھی نادان لوگونکو اسمین شبہات پیدا ہوجاتے ہین لہذا سورۂ انشقاق مین مترجم نے فی الجملہ توضیح سے بیان کیا ہی اُسکو دیکھو واللہ تعالےٰ ہو الموفق جب اللہ تعالےٰ نے آگاہ فرمایا کہ کفار فجار کے برخلاف ابرار صالحین کی کتاب علیین مین ہی تو حمق کفار اس سے کچھ ناز ونعمت وعیش وراحت نہین سمجھ سکتے تھے لہذا اللہ تعالےٰ نے فہم دنیاوی کے لائق ایک نمونہ اُنکے عیش مین سے بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ۔ بے شک ابرار بندے عیش مین ہین ف اس عیش عظیم الشان کا تصور مین لانا محال ہی کیونکہ دنیا مین آخرت کا ایک موتی بھی نہین ہے اور اگر تمام دنیا اول سے آخر تک ہزار بار جمع کرکے اُس موتی پر صدقہ

ہوتے ہین اور مترجم کہتا ہی کہ اگر علیین درجہ بدرجہ بلند یون کو شامل ہی تو جسکے لیے جو آسمان ہی وہان کے مقربین اُسکے نگاہدار و حاضر ہین اور آخر مین انشاء اللہ تعالے بیان آویگا۔ شیخ رح کی تفسیر مین ہی ہلال بن یساف رح نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کعب احبار رح سے کہا کہ آپ کے نزدیک سجین کہان ہی مین اسوقت حاضر تھا جب دونون مین باتین ہوئین تو کعب رح نے کہا کہ سجین ساتوین زمین ہی اور اُسمین کفار کی روحین رہتی ہین۔ ابن عباس رض نے فرمایا کہ علیین کے بارہ مین آپ کیا جانتے ہین کعب رح نے کہا کہ یہ ساتوان آسمان ہی اور اُسمین مومنین کی ارواح رہتی ہین۔ شیخ رح نے کہا کہ بہتون نے یہی کہا کہ علیین ساتوان آسمان ہی اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ (لفی علیین) یعنے جنت مین ہین۔ عوفی رح نے ابن عباس رض سے روایت کی یعنے ابرار کے اعمال اللہ تعالے کے یہان آسمان مین ہین۔ یہی ضحاک رح کا قول ہی اور قتادہ رح نے کہا کہ علیین عرش کی داہنی ساق ہی۔ دیگر علماء نے کہا کہ علیین سدرۃ المنتہی کے پاس ہی ابن کثیر رح علیین نیکی کے دفتر کا نام ہی اُسمین جن وانس کے نیکوکار جو کچھ نیکیان کرتے ہین وہ جمع کی جاتی ہین۔ روایت ہی کہ بندے کے اعمال کو ملائکہ اوپر لے جاتے ہین جہانتک اللہ تعالے نے انکو قدرت واجازت دی ہی جب وہان پہونچتے ہین تو اللہ تعالے اُنکو وحی فرماتا ہی کہ تم میرے بندون پر محافظ ہو اور مین اُنکے دلون پر نگہبان ہون اور اس بندے نے یہ عمل جو تم لائے ہو اخلاص سے کیا ہی تم اُسکو علیین مین رکھو اور مین نے اُسکو بخش دیا۔ اور بعض عمل کو اخلاص سے نہین کیا ہی تم اسکو سجین مین رکھو۔ حدیث البراء رضی اللہ عنہ مین ہی کہ علیین ساتوین آسمان مین عرش کے نیچے ہے اور ابن عباس رض سے روایت ہی کہ وہ زبرجد کی لوح سبز ہے اُسمین اعمال لکھے جاتے ہین وہ عرش کے پایہ سے لٹکتی ہی (السراج) کعب احبار رح نے کہا کہ مومن کی روح جب قبض کی جاتی ہی تو اُسکو آسمان کی طرف چڑھالے جاتے ہین اور آسمان کے دروازے اُسکے لیے کھول دیے جاتے ہین اور ملائکہ گروہ گروہ اُس سے ملتے اور بشارت دیتے جاتے ہین یہانتک کہ وہ عرش تک پہونچتی ہی اور اُس کے واسطے زیر عرش سے ورق نکالا جاتا ہی وہ لکھ کر مہر کرکے عرش کے نیچے رکھا جاتا ہی تاکہ روز قیامت کو حساب سے نجات کی علامت ہو اس روایت کو ابن المبارک نے کتاب الزہد مین اور عبد بن حمید وابن المنذر نے روایت کیا ہی۔ ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کے پیچھے نماز جنکے درمیان مین بندے نے لغو نہ کیا ہو علیین مین کتاب ہی رواہ الامام احمد وابو داؤد والطبرانی وابن مردویہ یعنے یہ عمل صالح علیین مین لکھا جاتا ہی۔ م۔ وہب وابن اسحٰق نے کہا کہ (المقربون) یہان اسرافیل ہین جب مومن نے نیک کام کیا تو ملائکہ اُسکے نامہ کو اوپر لے جاتے ہین اور اُسکا نور اسطرح آسمانون مین روشن جگمگاتا ہی جیسے دنیا مین آفتاب ہی یہانتک کہ اسکو اسرافیل ع کے پاس پہونچاتے ہین اسرافیل ع اُسپر مہر کرتے ہین (فتح البیان) رازی رح نے ان آیات کی تفسیر مین لکھا کہ واضح ہو کہ جب اللہ تعالے نے مطففین فجار کے حال سے آگاہ کیا تو اُسکے بعد ابرار صالحین کا حال بتلایا جو تطفیف نہین کرتے ہین بقولہ تعالے۔ کلا۔ یعنے جو کچھ ان مطففین فجار نے زعم کیا کہ بعث قیامت نہین ہی اور آیات قرآنیہ اساطیر الاولین ہین ایسا نہین ہی بلکہ جو لوگ ایمان لائے اور تطفیف نہ کی وہ ابرار صالحین ہین۔ (ان کتاب الابرار لفی علیین) جاننا چاہیے کہ علیین کے معنے مین اہل لغت اور اہل تفسیر کے اقوال مین ابو الفتح الموصلی لغوی نے کہا کہ علیین جمع (علی) ہی اور یہ (علو) سے مشتق ہی زجاج رح نے کہا کہ اس اسم کا اعراب مانند لفظ جمع کے آتا ہی جیسے کہتے ہین ہذہ قنسرون۔ یہ قنسرون ہی اور (رایت قنسرین) مین نے قنسرین کو دیکھا۔ قنسرین ایک شہر کا نام ہی جو معروف ہی مفسرین کے اقوال کا بیان یہ ہی کہ ابن عباس رض سے ایک روایت یہ ہی کہ علیین چوتھا آسمان ہی اور دوسری روایت یہ کہ ساتوان آسمان ہی۔ قتادہ ومقاتل رح نے کہا کہ ساتوین آسمان سے اوپر داہنے پایہ عرش کا نام علیین ہی ضحاک رح نے کہا کہ یہ سدرۃ المنتہی ہی فراء رح نے کہا کہ علیین بلندی کے بعد بلندی کہ جسکی حد نہین ہے

دنیا مین الفت کرتے ہین اور جن مین وہان شناسائی نہین ہوئی یہان ان مین اختلاف ہوتا ہے واللہ تعالے اعلم۔ اور آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ آیات قدسیہ کی تفسیر مین ارواح کے رہنے کے ٹھکانے بیان ہونگے اللہ تعالے نے فرمایا۔ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ حقا کہ ابرار کی کتاب بے شک علیین مین ہے ف یعنے بات محقق و ثابت کردی گئی ہے کہ جو بندے ابرار ہین انکا نوشتہ علیین مین ہے ابرار وہ لوگ جو فجار کے خلاف ہین اسیواسطے سجین سے برخلاف علیین ہے۔ یعنے سجین بہت پست و ضیق ہے اسکے برخلاف علیین بہت فراخ و عالی ہے اور ظاہر یہ کہ علیین مشتق ہے (علو) سے بمعنے بلندی اور جس قدر بلند و اونچا ہوتا جاوے اُسی قدر فراخ و وسیع ہوتا جاتا ہے (ابن کثیرؒ) بعض اہل معانی نے کہا کہ علیین جمع ہے کیونکہ بلندی کے بعد بلندی ہے اور ہر شرف سے اونچا شرف موجود ہے لہذا علیین کو جمع فرمایا اور فراءؒ نے کہا کہ علیین ایک خاص مقام کا نام ہے یہ جمع نہین ہے بلکہ صورت مین جمع ہے جیسے عشرین (۲۰) اور ثلثین (۳۰) وغیرہ ہین یعنے عشرین اگر عشر (۱۰) کی جمع ہوتی تو کم سے کم جمع تین (۳) ہے تو عشرین کے (۳۰) ہوتے حالانکہ فقط (۲۰) کا نام عشرین ہے اسیطرح ثلثین اگر ثلث (۳) کی جمع ہوتی تو فقط کمتر (۹) ہوتے حالانکہ ثلثین (۳۰) ہین اسی طرح علیین بھی جمع نہین بلکہ ایک خاص مقام ہے جہان ابرار کی ارواح رہتی ہین (السراج) اس سورۂ مبارک مین (کلا) چار جگہ آیا ہے بعض نے کہا کہ یہان کلا بمعنے (حقا) ہے اور بعض نے کہا کہ (کلا) اہل کفر کو جھڑکی ہے کہ ہوش کرکے اپنی فجور کی چال چھوڑین پھر آگاہ فرمایا کہ کتاب ابرار علیین مین ہے ابرار وہ بندے جو اپنے رب عز و جل کے مطیع رہے اور انکی کتاب سے مراد انکی نیکیون کے نامۂ اعمال ہین اور مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی معنے ہوسکتے ہین کہ ابرار بندون کا نوشتہ علیین مین ہے یعنے انکے لیے حکم ازل مین لکھ دیا گیا ہے کہ یہ بندے علیین مین رہین اسلیے (کتاب) مصدر فرمایا اور (کتب) جمع نہین فرمایا حالانکہ نامہ اعمال ہر ایک کے علیحدہ ہین واللہ تعالے اعلم فراءؒ نے کہا کہ علیین بلندی پر بلندی جسکی حد نہین ہے یعنے اللہ تعالے ہی جانتا ہے کہ کہان اُسنے محدود فرمایا ہے اور اس قول کی وجہ یہ کہ علیین دراصل جمع علیؒ ہے پھر اُس سے نقل کرکے اس معنے مین کرلیا فراء و زجاجؒ نے کہا کہ اعراب اسکو بطور جمع کے دیا گیا کیونکہ وہ جمع کے وزن پر ہے لیکن جمع نہین ہے کیونکہ اس لفظ سے اسکا واحد نہین ہے جیسے قلنسرین (نام شہر ہے فتح البیان) ابرار وہ بندے ہین جو اپنے ایمان مین سچے ہین (سراج) یہ تفسیر عمدہ ہے اسلیے کہ ہم گنہگار بندون کے لیے اس سے امید ہے جبکہ اللہ تعالے اپنی رحمت سے ہم کو ایمان حق پر وفات دے اور اُسی پر بھروسا ہے وہ ارحم الراحمین ہے پھر واضح ہو کہ علیین کے بارہ مین شیخ ابن کثیر کی تفسیر کا خلاصہ مع دیگر تفاسیر کے زائد اقوال کے لاتا ہون اور آخر مین امام رازیؒ نے جس طرح توفیق دی اسکو بیان کرونگا اور آخر مین دیگر علماء متقدمین و متاخرین کے اقوال ذکر کرونگا واللہ تعالے ہو الموفق شیخؒ نے لکھا کہ اللہ تعالے نے علیین کی تکریم ظاہر فرمائی بقولہ تعالے۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ۔ اور تونے کیا جانا کہ علیین کیا ہے ف یعنی ایسا مقام شریف ہے کہ اُس کی منزلت رفیعہ و راحت عیش کی کیفیت دنیا مین قیاس نہین ہوسکتی ہے اور رازیؒ نے لکھا کہ اسمین تنبیہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آگاہ فرمایا ہے اور عنقریب اُسکی کیفیت سے اعلی کرامت آپکو ظاہر ہوگی پھر اللہ تعالے نے کتاب الابرار کے شرف کو بیان فرمایا بقولہ تعالے كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ وہ کتاب مرقوم ہے اُسکے شاہد مقربین ہین ف قتادہؒ نے کہا کہ یہ مقربین ملائکہ ہین اور ابن عباسؓ نے بروایت عوفیؒ کہا کہ ہر آسمان کے مقرب ملائکہ اُسکے شاہد ہین (ابن کثیرؒ) شاہد ہونے سے اگر گواہ ہونا مراد ہے تو معنے یہ کہ جب ابرار کے اعمال صالحہ چڑھاتے ہین تو ہر آسمان کے ملائکہ مقربین دیکھکر گواہ ہوجاتے ہین اور اگر شاہد بمعنے حاضر ہے تو مراد یہ کہ ارواح ابرار کے پاس ملائکہ مقربین حاضر ہوتے ہین برخلاف فجار کے کہ اُنکے پاس شیاطین ملعون حاضر

تو کافر ہوجائیگا اور اگر میرے کہنے مین شک کریگا تو کافر ہوگا اس نکتہ سے آپنے اُسکو اسطرح بیان کیا ہی اور حضرت عمر رض سے ثابت ہی کہ جو صحابہ رض ملک شام وعراق وغیرہ مین جاتے جب یہ ممالک اللہ تعالے نے مسلمانون پر فتح کردیے تھے تو اُنکو وصیت فرماتے کہ وہان لوگون کے دلون مین قرآن مجید کی تلاوت سے جوش ہی تو تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کم بیان کرنا اور روایت ہی کہ صحابہ رض کو نصیحت کرتے کہ لوگون سے اُسی قدر بیان کرنا جس قدر اُنکی عقلین برداشت کرسکین فافہم۔ م۔ ثابت البنانی رحمہ اللہ تعالے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رض سے روایت کرتے ہین وہ کہتے ہین کہ ہم کو یہ خبر پہونچی ہی کہ جب آدمی مرتا ہی تو اُسکے عزیز واقارب جو پہلے مرچکے ہین اُسکو گھیر لیتے ہین اور دونون ملکر خوش ہوتے ہین جس قدر سفر سے گھر آنے والے مسافر سے خوشی ہوتی ہی (ابن ابی الدنیا) ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن کی روح قبض کی جاتی ہی تو اللہ تعالے کی رحمت پائے ہوے بندے اُسکا استقبال کرتے ہین جیسے تم دنیا مین سفر سے آنے والے کا استقبال کرتے ہو اور ہاتھون ہاتھ لیتے ہین پھر باہم کہتے ہین کہ ابھی اسکو مہلت دو کہ ذرا آرام لے کیونکہ وہ سخت کرب مین تھا پھر اُس سے پوچھتے ہین کہ فلان شخص کا کیا حال ہے اور فلان عورت کا نکاح ہوگیا وہ جواب دیتا ہی اور پوچھتے ہین کہ فلان شخص کس حال مین ہی وہ کہتا ہی کہ وہ تو مجھ سے پہلے مرچکا ہی کیا یہان نہین آیا تو کہتے ہین کہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ اپنی ہاویہ مان کی گود مین گیا جہان اُسکی خرابی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے اعمال تمھارے اعزہ واقارب پر پیش کیے جاتے ہین جو آخرت مین ہین پس اگر وہ تمھارے اعمال نیک پاتے ہین تو خوش ہوتے ہین اور دعا کرتے ہین کہ الٰہی یہ تیرا فضل اور رحمت ہی تو اسی حالت پر اُسکو موت دیجیو اور اگر گنہگاری کے کام ہین کہ کہتے ہین کہ الٰہی تو اسکو نیک کام کا الہام کر جس سے تو راضی ہو اور اُسکو تیری طرف نزدیک کرلے (رواہ ابن ابی الدنیا والطبرانی فی الاوسط) اور قصہ ملاقات ارواح کو سعید بن منصور وابن ابی الدنیا نے حسن بصری سے موقوفاً انکا قول روایت کیا اور آدم بن ابی ایاس نے مرسل حدیث روایت کیا ہی اور حدیث صحیح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ جب مومن پر موت نازل ہوتی ہی اور وہ اُسوقت دیکھتا ہی جو کچھ دیکھتا ہی تو اُسکو جلدی ہوتی ہی کہ کسی طرح جلد میری روح نکل جاوے اور اللہ تعالے بھی اُسکی ملاقات کو دوست رکھتا ہی اور جب مومن کی روح کو آسمان کی طرف چڑھا لیجاتے ہین تو اُسکے پاس مومنین کی روحین آکر اپنی دنیا کے جان پہچان والون کی خبرین پوچھتے ہین اگر وہ کہتا ہی کہ مین نے اُسکو دنیا مین چھوڑا ہی تو یہ بات پسند کرتے ہین اور اگر کہتا ہی کہ وہ تو مجسے پہلے مرچکا تو کہتے ہین کہ پھر وہ ہمارے یہان نہین لایا گیا اس حدیث کو امام ابوبکر البزار رح نے باسناد صحیح روایت کیا ہی مترجم کہتا ہی کہ اس حدیث صحیح مین یہ مذکور نہین ہی کہ وہ ہاویہ مین گیا اور شاید وہ عقیبہ پر روکا جاتا ہو واللہ تعالے اعلم اور واضح ہو کہ ارواح کے باہمی ملاقات کو ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا نے عبید بن عمیر رحمہ اللہ تعالے تابعی سے بھی روایت کیا اسمین بھی مثل حدیث ابوایوب رضی اللہ عنہ وآثار سالفہ کے ہاویہ کی طرف جانا مذکور ہی اور ابن ابی الدنیا رح نے ملاقات ارواح کو صالح مری رح تابعی سے بھی روایت کیا اور ثعلبی رح نے حدیث ابوہریرہ رض سے یہ معنے ذکر کیے اور آخر مین اس قدر زیادہ ہی کہ ان مین سے بعض پوچھنے والا اس روح جدید سے گھر کی بلی کا حال پوچھتا ہی قرطبی رح نے تذکرہ مین کہا کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین ہی کہ ارواح جنود مجندہ (لشکرون کے جھنڈ) ہین ان مین سے جنمین باہم تعارف ہوا تو ان مین باہم الفت ہوتی ہی اور جن مین باہم شناسائی نہوئی تو مختلف رہتی ہین۔ قرطبی رح نے زعم کیا کہ مراد یہی ملاقات ہی اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ زندہ اور مردہ کے خواب مین روحانی ملاقات ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک حدیث کے یہ معنے ہین کہ ازل مین جن سے تعارف ہوا وہ

عَیۡنًا یَّشۡرَبُ بِهَا الۡمُقَرَّبُوۡنَ ۝

ایک چشمہ جس سے پیتے ہین نزدیک والے

عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہما سے روایت ہی کہ جب کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انکے پاس ام بشر رضی اللہ عنہا آئین اور کہا کہ اے کعب اگر تم سے میرے بیٹے سے ملاقات ہو تو میری طرف سے اُسکو سلام کہدینا کعب رضؓ نے کہا کہ اے ام بشر رضؓ اللہ تعالیٰ تیری مغفرت کرے ہم تو ایسی حالت مین مشغول ہونگے کہ اس بات کا کیا ذکر ہی - ام بشر رضؓ نے کہا کہ یہ کیا کہتے ہو کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہین سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ نسمۂ مومن جنت مین جہان چاہتا ہی سیر کرتا ہی اور کافر کا نسمہ سجین مین قید رہتا ہے کعب رضؓ نے کہا کہ ہان مین نے بھی آنحضرت صلعم سے سنا ہی - ام بشر رضؓ نے کہا کہ پھر مین اسی سے یہ بات کہتی ہون - اس حدیث کو امام ابن ماجہ و طبرانی و بیہقی و امام عبد بن حمید نے روایت کیا ہی - محمد بن عبد الرحمن نے روایت کی کہ جب بشر بن براء بن معرور کا انتقال ہوا تو انکی ان ام بشر کو سخت فراق کا غم ہوا پھر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے کنبہ مین سے (بنی سلمہ سے) ہمیشہ کوئی نہ کوئی مرتا رہتا ہی تو کیا مردے ایک دوسرے کو پہچانتے ہین تا کہ مین بشر رضؓ کو سلام کہلا بھیجون آپنے فرمایا کہ قسم اُس پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہی کہ مردے بے شک ایک دوسرے کو اسطرح پہچانتے ہین جیسے درختون پر چڑیان ایک دوسرے کو پہچانتی ہین - پھر جب بنی سلمہ مین سے کوئی مرتا تو ام بشر رضؓ اُسکے پاس آکر بعد سلام کے کہتی تھین کہ تو میرے بیٹے بشر کو میرا سلام کہدیجیو (رواہ ابن ابی الدنیا) جب حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہونے لگا تو محمد بن المنکدر تابعی رحمہ اللہ نے حاضر ہوکر (بعد سلام وغیرہ کے) عرض کیا کہ آپ میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہدینا (رواہ ابن ماجہ) مترجم کہتا ہی کہ محمد بن المنکدر نے بہت باریک بات سوچی کیونکہ جب رسول اللہ صلعم کو سلام پہنچا دینگے تو آپ بھی سلام کا جواب فرما دینگے اس ترکیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے انکو سلامتی کی دعا حاصل ہو جاویگی اور یہ بہت عظیم نعمت ہی اور اب بھی جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجے اُسکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل و رحمت عظیم حاصل ہوتا ہی والحمد للہ رب العالمین - خالدہ بنت عبد اللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا تھا اُسکے پندرہ روز بعد اُنکی بیٹی اُم بنین رح میرے باپ عبد اللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ کے پاس آئین وہ بیمار تھے اور کہا کہ ای چچا اگر تم جاؤ تو میرے باپ سے میرا سلام کہنا (رواہ البخاری فی التاریخ) ابو نعیم رح نے کہا کہ جب حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی بیماری قریب وفات پہونچی تو انکو گھبراہٹ ہوئی پس ناگاہ ایک آدمی انکی ملاقات کو آیا اور کہا کہ ای ابو محمد تم کو گھبراہٹ کیون ہی اور بات صرف اسی قدر ہی کہ ادھر تمہاری روح نے جسم سے مفارقت کی اور اُدھر تم اپنے مان باپ حضرت علی و فاطمہ کے پاس اور نانا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نانی حضرت خدیجہ رضؓ اور چچا حضرت حمزہ و جعفر اور ماموں قاسم و طیب و مطہر و ابراہیم اور خالہ حضرت رقیہ و کلثوم و زینب کے پاس پہونچ جاؤگے (رواہ ابن عساکر رح) سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ تابعی جو تفسیر مین راوی ہین کہتے ہین کہ جب مومن مرتا ہے تو اُسکا لڑکا اُسکا استقبال کرتا ہی جیسے مسافر کی پیشوائی کرتے ہین (رواہ ابن ابی الدنیا) مترجم کہتا ہی کہ یہ بات کسی طرح کسی کو معلوم نہین ہوسکتی جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پائی ہو تو ضرور ہوا کہ سعید بن جبیر ثقہ تابعی نے اسکو کسی صحابی سے سنا اور صحابی نے آنحضرت صلعم سے سُنا ہی لیکن سعید بن جبیر نے اسلیے حدیث کر کے نہین روایت کیا کہ شاید بعضے نادان لوگون کی سمجھ مین نہ آوے اور وہ شک کرے پس اگر اُس سے کہا جاویگا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی پھر اُسنے شک کیا

مترجم کہتا ہے کہ آمین بلکہ اے رب ارحم الراحمین اپنی رحمت سے ہمارے قلوب کو رین وہر قسم کے زنگ سے پاک کردے اور تو سب
قدرت والا ہے ولک الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ علیٰ رسولک الصلوٰۃ والتحیۃ قولہ تعالیٰ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون الآیہ حجاب اس وجہ سے
ہوا کہ اُنکے دلوں میں زنگ اسقدر مستحکم ہے کہ وہ نور قبول کرنے کی لیاقت ہی نہیں رکھتا اور دل حالت فطرت پر جانا ممتنع ہوگیا جیسے کبریت کا
پانی کہ ہرچند اُسکو صاف ومروق کرو وہ ایسا پانی ہوگا کہ جو سرد ہوجاتا ہے برخلاف گرم پانی کے بالفعل اگرچہ اُسکی کیفیت بدل گئی ہے لیکن طبیعت
اصلی باقی ہے تو وہ ترکیب سے سرد ہوسکتا ہے کفار وفجار مانند کبریتی پانی کے ہیں اسیواسطے ہمیشہ آگ میں رہنے کے مستحق ہوئے قال تعالیٰ ثم
انہم لصالوا الجحیم - پھر یہ لوگ آگ میں رہنے والے ہیں - ۱۶ - یعنے ہمیشہ اُسی میں پڑے رہنے کے لائق ہیں (ابن العربی) اسی مقام سے بعض اہل
اشارات نے لکھا ہے کہ کافر کی جبلت مستحیل ہوکر ناری ہوگئی ہے لیکن یہاں اسکا ظہور نہیں ہے اور آخرت میں ظہور ہوجاویگا حتیٰ کہ اگر وہ جنت
کی ہوا پاوے تو یہ اُسکے حق میں موت ہے جیسے ایک شخص چمڑے کا کام کرتا تھا اور سڑے چمڑے کی بدبو سے اُسکا دماغ عادی ہوگیا تھا اتفاق
سے وہ عطرسازوں کے محلہ میں گزرا اور عنبری خوشبو سے معطر ہوا میں پھیلی ہوئی تھی اُسکا دماغ متحمل نہوا اور غش کھاکر گرا ہرچند لوگوں نے گلاب
کیوڑہ سے لخلخہ سنگھایا ہوش میں نہ آیا بلکہ قریب مرگ ہوگیا تو اُسکے اعزہ کو اطلاع دیگئی اسکا بھائی دوڑتا ہوا آیا اور اُسکو ناگوار حالت
میں پایا اور اپنی رائے متین سے وہ فوراً واپس ہوکر تھوڑی دیر میں پھر آیا اور اپنا لخلخہ اُسکو سنگھایا وہ فوراً ہوش میں آیا لوگ متحیر ہوئے اور
اُس سے لخلخہ کی ترکیب پوچھی تاکہ وقت ضرورت کے اُنکے کام آوے اُس شخص نے بتلانے سے انکار کیا لیکن اُنکے احسانات کے جواب میں
ایسی دل شکنی سے متردد ہوکر کہنے لگا کہ اے حضرات یہ لخلخہ تمہارے قابل نہیں ہے تم اس سے بیہوش ہوجاؤگے آخر بعض نے ازمانا چاہا تو اُنکی
بدبو سے قریب تھا کہ غش کرے اُسنے کہا کہ یہ شخص اسی چمڑے کا عادی ہے میں نے محلہ کی خوشبو سے معلوم کیا کہ اسکی غشی کیوں ہے لہذا جب
اسکے دماغ میں وہ بدبو پہونچی جسکا وہ عادی ہے تو بجائے خوشبوے معنبر کے اُس سڑے چمڑے کی بدبو اُسکو موافق ہوئی اور تم نے دیکھ لیا کہ
کسقدر صحت سے ہوش میں آگیا اسی طرح جو لوگ یہاں متحیر ہیں کہ کفار وہ سزاے جہنم کس دلیری سے برداشت کرنے پر آمادہ ہیں بے شک
مومنین کے لیے سخت خوفناک ہے ولیکن کفار فجار کی طینت اُسی سے موافق ہے اور رب حکیم عزوجل نے ہر ایک کو اُسکے لائق جگہ دی ہے پھر
بھی عذاب جہنم غضب الٰہی سخت شدید ہے الٰہی ہم بندے عذاب جہنم سے پناہ مانگتے ہیں اور سواے تیرے کوئی ہمارا پناہ دینے والا نہیں ہے ہم پر رحم فرما کر
ہمکو عذاب القبر والحشر وعذاب جہنم سے پناہ عطا فرما کہ تو انت ارحم الراحمین والحمد للہ رب العالمین پھر اللہ تعالیٰ نے کتاب الفجار لفی سجین کے بیان کے بعد کتاب الابرار کو بیان فرمایا

كَلَّآ إِنَّ كِتَٰبَ ٱلْأَبْرَارِ لَفِى عِلِّيِّينَ ۝ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا عِلِّيُّونَ ۝ كِتَٰبٌ مَّرْقُومٌ ۝
کوئی نہیں لکھا نیکوں کا ہے اوپر والوں میں اور تجکو کیا خبر ہے کیا ہیں اوپر والے ایک دفتر ہے لکھا ہوا

يَشْهَدُهُ ٱلْمُقَرَّبُونَ ۝ إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ لَفِى نَعِيمٍ ۝ عَلَى ٱلْأَرَآئِكِ يَنظُرُونَ ۝
اُسکو دیکھتے ہیں نزدیک والے یعنے فرشتے بیشک نیک لوگ ہیں آرام میں تختوں پر بیٹھے دیکھتے

تَعْرِفُ فِى وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ ٱلنَّعِيمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ۝ خِتَٰمُهُ
پہچانے تو اُنکے منہ پر تازگی آرام کی اُن کو پلائی جاتی ہے شراب مہر میں دھری جسکی مہر

مِسْكٌ ۚ وَفِى ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ ٱلْمُتَنَٰفِسُونَ ۝ وَمِزَاجُهُۥ مِن تَسْنِيمٍ ۝
جمتی ہے مشک پر اور اُسپر چاہیے ڈھکیں ڈھکنے والے اور اُسکی ملونی اوپر سے بڑی

علی قلوبہم الآیہ۔ مسلمانون مین سے جو لوگ اپنی ہوا وہوس کے پابند ہوے اُنکے دل سخت ہوجاتے ہین اور غفلت چھاجاتی ہی تو قلب اُنکا
نور ذکر و نصیحت قرآن سے محجوب ہوکر خطرات مذمومہ سے بھر جاتا ہی اور دنیاوی بدحواسی کے خیالات محیط ہوجاتے ہین تو مشاہدۂ غیب کی
بصیرت نہین رہتی پھر بھلا قیامت مین اُنکو کہان لیاقت ہی کہ دیدار حق سے سرفراز ہون **اقول** یہ بدعتی فرقے مانند روافض و خوارج و معتزلہ
ہین **قال الشیخ** اسیوسطے اللہ تعالے نے بیان فرمایا بقولہ تعالے کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون یہ لوگ اللہ تعالے سے محجوب ہونگے۔ھ۔ انکے
حجاب یہی خیالات ہین جو شہوات نفس کی غفلت سے پیدا ہوے ہین اور انھون نے ناکارہ مکدر حواس سے جناب باری تعالے مین قیاسات
دوڑائے اور مخلوقات کی مشابہت لگائی **شیخ الواسطی** رح نے کہا کہ کفار ایسے حجاب مین پڑینگے کہ کبھی رب تعالے کو نہین دیکھ سکتے ہین اور رہے
عام مومنین تو یہ کسی وقت دیکھین گے اور کسی وقت نہین دیکھین گے اور یہی حجاب ہی اور اسکے سواے ہو نہین سکتا اور ہرگز بشریت کو طاقت
نہین ہی کہ ربوبیت سے متصل ہو اور قرآن بھی نہین ہی **شیخ سہل** رح نے کہا کہ کفار فساق کو دیدار سے محجوب کرنے والی انکے دلون کی قساوت ہے
جو دنیا مین جم گئی اور یہ ازلی شقاوت کا نتیجہ ہی **ابن عطا** رح نے کہا کہ حجاب دو طرح کا ہوتا ہی ایک حجاب لعنت ہی اور دوسرا حجاب ادب ہے
پس حجاب لعنت ابلیس و کفار پر ہی کہ یہ حجاب کبھی دور نہین کیا جائیگا اور حجاب ادب ایک وقت ہوتا ہی اور دوسرے وقت نہین ہوتا جیسے
آدم علیہ السلام کو ادب کے لیے محجوب فرمایا پھر مقرب کیا (عرائس) **شیخ ابن العربی** رح نے لکھا کہ قولہ تعالے کلا ان کتاب الفجار لفی سجین
کفار کو ایسی رذیل حرکت مانند تطفیف وغیرہ سے جھڑک دیا اور آگاہ کیا کہ جن لوگون نے عدل سے خارج ہوکر فجور کیا اور اعمال رذیلہ کے
مرتکب ہوے جو شرع و عقل سے قبیح ہین تو انکا نوشتہ سجین مین ہی یعنے وجود کے ایسے مرتبہ مین ہی کہ اس حالت مین جو لوگ ہون وہ قید خانہ
تنگ و تاریک مین محبوس ہین اپنے پیٹ کے بل چلین گے جیسے سانپ و بچھو وغیرہ ہوتے ہین یعنے جی کے سبب پست خار مین بہت
ذلیل و خسیس ہونگے قولہ تعالے کتاب مرقوم۔ یعنے یہ مقام جہان اُنکے اعمال مکتوب ہین بدتر لوگون کا دفتر ہے اُسمین انکے اعمال قبیحہ
کی ہیأت صاف مرقوم ہی قولہ تعالے وما یکذب بہ الا کل معتد اثیم۔ آیات حق سے وہی منکر ہوتا ہی جو انسانی فطرت سے خارج ہوکر افراط و تفریط
مین پڑ گیا اور عدل و صراط مستقیم سے نکل گیا اور (اثیم) یعنے بداخلاق کے پردہ مین مردود ہوا مترجم کہتا ہی کہ افراط زیادتی اور تفریط کوتاہی
اور مثال یہ کہ شجاعت خوب ہی اگر جہاد مین نامردی کرے تو یہ تفریط ہی اور اگر دیوانہ ہوکر شیر کے منہ مین ہاتھ دیدے تو یہ افراط ہی اور یہ دونون خراب
ہین اور اعتدال کا مرتبہ شجاعت ہی۔ اور دین مین اسکی مثال یہ ہی کہ اللہ تعالے کی صفات وحدانیت مین اہل السنۃ رحمہم اللہ تعالے معتدل
اوسط صراط مستقیم پر قائم ہین اور معتزلہ نے کہا کہ اللہ تعالے کی صفات نہین ہین اور دعوی کیا کہ ہم بڑے وحدانیت کے معتقد ٹھہرے کہ
ہم نے صفات بھی نہین رکھین اور یہ افراط مذموم ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ قرآن و حدیث مین علیم حکیم قابض باسط رحیم وغیرہ صفات قدس
بکثرت مذکور ہین تو قیاس سے یہ افراط کرنا مذمت و گمراہی ہی اور انکے مقابلہ مین فرقہ مشبہہ نے اللہ تعالے کو مخلوقات سے تشبیہ دی اور یہ تفریط
مذموم ہی قال تعالے لیس کمثلہ شیء اللہ تعالے کے مانند کوئی چیز نہین ہی یعنے کسی چیز سے اُسکی مشابہت نہین ہوسکتی ہی تو اُسکی شان کو مثال دیکر
نہین بیان کرسکتے ہین۔م۔ قولہ تعالے کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون۔ اسمین معتد اثیم ہوجانے سے جھڑکی ہی اور رین یہ کہ انکے دلونپر
سخت زنگ ایسا ہوگیا کہ بصیرت جاتی رہی اور یہ گناہون پر گناہ لادنے سے پیدا ہوا کہ جوہر آئینہ بالکل مکدر ہوا **اقول** پہلے آئینہ صرف
فولادی صیقل سے ہوتا تھا اور جب فولاد پر سخت زنگ ہوجاوے تو کچھ نظر نہ آویگا جیسے شیشہ پر سخت گاڑھا موم لیس دیا جاوے اور شیخ رح
نے کہا کہ جب یہ حالت ہوجاتی ہی تو حجاب مستحکم ہوجاتا ہی اور مغفرت کا دروازہ بند ہوجاتا ہی اور ہم اللہ تعالے سے ایسی حالت سے پناہ مانگتے ہین

ہین کہ قیامت کے روز جب بند سے سرفراز کیے جاوینگے تو یہ اندھے اپنے رب تبارک وتعالے کے دیدار سے محجوب ہونگے۔ یہی چیزین گناہون وغیرہ کی تاریکیان انپر حجاب ہونگی اور قلب مین بصیرت باقی نہین بلکہ اندھے ہین تو دیکھ نہین سکتے ہین۔ امام شافعی رح نے اس آیت سے دلیل نکالی کہ اُس روز مومنین اپنے رب عزوجل کو دیکھینگے ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ نفیس دلیل ہے یعنے اگر ایسا ہوتا کہ مومنین وکافرین دونون فریق محجوب ہوتے تو کافرون کا محجوب ہونا اُنپر کچھ الزام نہوتا تو یہ مفہوم لطیف ہے اور اس مفہوم کے واسطے صریح منطوق دوسری آیت ہے وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ۔ یعنے کچھ چہرے اُس روز تر وتازہ اپنے رب عزوجل کی طرف نظر کرنے والے ہونگے۔ ۔ اور احادیث صحیحہ متواترہ موجود ہین کہ مومنین اُس روز عرصات قیامت مین بھی اور جنات النعیم مین بھی اپنے رب تبارک وتعالے کے دیدار سے مشرف ہونگے پھر شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ قال ابن جریر حدثنا ابو معمر المقری حدثنا عبد الوارث بن سعید الحسن البصری رح نے اس آیت مین کہا کہ حجاب اُٹھادیا جاویگا تو مومنین وکافرین سب اللہ تعالے کی طرف نظر کرینگے پھر کافرین اُس سے محجوب کر دیے جاوینگے اور مومنین ہر صبح وشام دیکھینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ ابو معمر المقری نہین معلوم کس شیخ کی کنیت ہے اور اگر یہ ابو معمر المنقری ہین جنسے ائمہ صحاح نے روایت کی تو انکا انتقال ۲۲۴ھ ہجری مین ہوا اور اسی سال شیخ ابن جریر رح کی ولادت ہے پس روایت کی کیا صورت ہے شاید یہان ایک راوی کتاب سے ساقط ہون واللہ تعالیٰ اعلم پھر واضح ہو کہ حسن بصری رح نے کہا کہ اول مین سب کفار بھی دیکھینگے۔ اور مجھے نہین معلوم ہوا کہ کفار کو دیدار حاصل ہونیکا کوئی قائل ہو واللہ تعالیٰ اعلم ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ۔ پھر وہ لوگ جحیم مین داخل ہونے والے ہین ف یعنے باوجود دیدار سے محرومی کے یہ لوگ جہنمی ہین۔ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ۔ پھر کہا جائیگا کہ یہی وہ چیز جسکو تم جھٹلاتے رہے تھے ف یعنے پھر جہنم مین داخل ہوجانے کے بعد ان کافرون سے ملامت کے طریقے سے کہا جائیگا ملائکہ عذاب کہینگے کہ یہ وہی جہنم ہے جسکو تم دنیا مین جھوٹ سمجھکر اس سے بچنے کی ہدایت کرنے والی آیات اور رسولون کو جھٹلاتے رہے یہان تک کہ اسی کفر پر مرگئے فائدہ رازی رح نے کہا کہ ہمارے اصحاب اہل السنۃ رحمہم اللہ تعالے نے اسی آیت سے مومنون کے لیے آخرت مین دیدار باری تعالے ثابت کیا یعنے بقولہ تعالے کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون۔ اقول خطیب رح نے لکھا کہ حسن بصری رح کہتے تھے کہ اگر زاہدون وعابدون کو معلوم ہوجاوے کہ وہ قیامت مین رب عزوجل کو نہ دیکھین گے تو انکی جان گھٹ کر نکل جاوے (س) اور آیت سے استدلال یہ ہے کہ اگر کفار کی تخصیص سے یہ فائدہ ہو کہ مومنین دیکھین گے تو تخصیص کا کچھ فائدہ نہ رہے اور دوسری تقریر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالے نے یہ بات کافرون کے حق مین عذاب کی وعید قرار دی اور جو چیز کافرون کے حق مین وعید عذاب ہو وہ مومنون کے حق مین جائز نہین ہے تو مومنین اپنے رب عزوجل سے محجوب نہونگے اور واضح ہو کہ محجوب ہونے کے اصل معنی یہ ہین کہ حجاب مین کر دیا گیا اور اصلی حجاب یہ ہے کہ دیکھنے نہ پاوے جیسے عورتون مین ہوتا ہے لیکن مجازاً ممنوع ہونے کو بھی حجاب کہتے ہین کیونکہ حجاب روک ہے پس جب یہان حقیقی معنے بن سکتے ہین تو گمراہ فرقون کے مانند یہان تاویل کرکے دوسرے معنی مجازی کی طرف پھیرنا نہین جائز ہے اور گمراہون نے کہا کہ تاویل کرنے کی یہ ضرورت ہے کہ حقیقی معنے ہماری عقل مین نہین آتے ہین اسلیے ہم تاویل کرتے ہین (جواب) یہ ہے کہ تم جاہلون نے اللہ تعالی کی صفات قدس اور ذات پاک عزوجل مین بھی قیاس لگانا شروع کیا اسلیے تم گمراہ ہوے اور ہم وہان قیاس نہین دوڑاتے ہین بلکہ عقل وقیاس وہان عاجز ہین تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر یہ پایا ہے کہ یہ دیدار حاصل ہوگا اور برابر طبقہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین یہ بات متواتر معلوم تھی پس اس متواتر قطعی کے مقابلے مین بدعت اسی محض فضول ہے واللہ تعالے ہو الموفق ف صاحب العرائس رح نے لکھا کہ قولہ تعالے کلا بل ران

شقی بدبخت ہوا امام ابن کثیرؒ وغیرہ نے لکھا کہ امام ترمذیؒ نے حدیث ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ بندے نے جب کوئی گناہ کیا تو اُسکے قلب مین سیاہ نقطہ پیدا ہوتا ہی پھر اگر اُسنے توبہ کرلی تو قلب صیقل ہوجاتا ہی اور اگر اُسنے زیادہ کیا تو
سیاہ نقطہ بڑھ جاتا ہی یہی اللہ تعالے نے فرمایا - کلابل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون (حسن صحیح) اور اس حدیث کو امام نسائی و ابن ماجہ
و ابن جریر نے بھی روایت کیا ہی اور امام احمد کی روایت مین اسطرح ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بندے نے جب گناہ کیا تو اُسکے قلب
مین سیاہ نقطہ پیدا ہوتا ہی پھر اگر اُسنے گناہ سے توبہ کی اور باز آیا اور اللہ تعالے سے مغفرت مانگی تو اُسکا قلب صیقل ہوجاتا
ہی اور اگر اُسنے زیادہ کیا تو بڑھ جاتا ہی یہانتک کہ اُسکے تمام قلب پر چھا جاتا ہی اور یہی رین ہی جسکو اللہ تعالے نے قرآن مین ذکر
فرمایا ہی اور یہ آیت پڑھی حسن بصریؒ نے کہا کہ رین گناہ پر گناہ ہی یہانتک کہ قلب اندھا ہوکر مرجاتا ہی اور اسیطرح مجاہد و سعید بن جبیر و قتادہ
و ابن زید وغیرہم نے بیان کیا ہی (ابن کثیر) مجاہدؒ نے کہا کہ قلب کی مثال ایسی ہی جیسے ہتھیلی ہوتی ہی پھر اگر آدمی نے گناہ کیا تو کھینچا مجاہدؒ نے
ایک اُنگلی بند کی پھر اگر دوسرا گناہ کیا تو دوسری اُنگلی بند کی اور کہا کہ پھر قلب پر مہر ہوجاتی ہی اور کہا کہ سلف رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ رین
یہی ہی اور یہ آیت پڑھی (ف) اس حالت مین جب رین آجاتا ہی تو قلب کبھی بھلائی کو پسند نہین کرتا اور نہ اُسکی طرف مائل ہوتا ہے
اور ابو معاذؒ نے کہا کہ ران یہ ہی کہ گناہون سے قلب سیاہ ہوجاوے اور قولہ ختم اللہ علی قلوبہم - اور قولہ طبع علی قلوبہم - یعنے دلون پر مہر یہ ہی
کہ داغ دیا جاوے اور یہ ران سے بڑھکر ہی اور قولہ تعالے ام علی قلوبہم اقفالہا - دلون پر قفل یہ ہی کہ سخت مقفل ہوجاوے اور یہ مہر سے
بھی بڑھکر ہی اور حدیث مین ہے کہ ای لوگو خبردار ہو کہ گناہون کو حقیر سمجھ کے عمل مین نہ لاؤ کیونکہ گناہ پر گناہ جمع ہوکر اس گنہگار پر بھاری
آگ جہنم بھڑکا دیتے ہین (السراج) الحاصل اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ ہماری آیات مین ایسی شان ہرگز نہین ہی کہ یہ کہا جاوے کہ یہ
اساطیر الاولین وجھوٹی حکایات ہین جیسے یہ کفار ولید بن المغیرہ و نضر بن الحارث وغیرہ ایسی قبیح کمائی کماتے ہین بلکہ حق بات یہ ہی کہ ان لوگون
نے جو اس قسم کے گناہ عظیم و بدکاریان قبیح کمائی ہین اور وہ اُنکے دلون پر چھائی ہین تو اُنکے قلوب مین بصیرت نہین ہی بلکہ اندھے ہوگئے
جیسے آئینہ پر زنگ سیاہ چھا جاتا ہی اور کہین صاف نہین رہتا تو اُس سے کچھ نظر نہین آتا ہی (ابو السعودؒ) واضح ہو کہ عرب بولتے ہین
کہ ران فیہ النوم - یعنے نیند اُسپر طاری ہوکر جم بیٹھی - انتہی - تو اسیطرح رین بھی وہ سیاہی ہی جو قلب پر جم جاتی ہی اور اُسوقت بصیرت معدوم ہوگی
اگرچہ بصر یعنے آنکھون کی بینائی باقی رہے اور یہ بینائی صرف جسم کی پرورش کے لیے اجل تک ہی اور اللہ تعالے نے فرمایا - فانہا لاتعمی الابصار
ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور - یعنے آنکھین جو سر مین ہین یہ اندھی نہین ہوتی ہین بلکہ وہ دل اندھے ہوجاتے ہین جو سینون مین ہین
- انتہی - خلاصہ یہ کہ آنکھون کی بینائی نہونے کو کچھ اعتبار ہی نہ کیا بلکہ دلی اندھے پن کو اندھا قرار دیا تو یہ ظاہر ہے کیونکہ دنیاوی زندگی چندروزہ
کے بعد اصل زندگی آخرت مین ہی اور وہان اس آنکھ سے سوائے مادیات کے کچھ نظر نہ آوے گا اور آخر جہنم و عرصات قیامت مین تاریکی
ہوگی اگرچہ ابتدا مین سورج اُنکے سرونکو پکا دیگا اور مومنون کو روحانی بصیرت سے اُس دن سب انوار نظر آوینگے کیونکہ آنکھون کو یہ مجال
نہین ہی کہ نور آخرت دیکھ سکین تو بھلا نور حق سبحانہ تعالے کیونکر دیکھ سکتی ہین اسیواسطے حدیث صحیح مین ہی کہ ای لوگو تم جان رکھو کہ تم ہرگز اپنے
رب عزوجل کو نہین دیکھ سکتے ہو یہانتک کہ دنیا سے مرجاؤ (صحیح) پس آخرت مین روحانی ظہور سے بصیرت نورانی مین سب کچھ نظر آوے گا
اسی لئے اللہ تعالے نے کافرون کی خواری و محرومی و بدبختی بیان فرمائی بقولہ تعالے - كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ
لَّمَحْجُوْبُوْنَ - کچھ نہین بلکہ یہ لوگ اس روز اپنے رب سے محجوب ہون گے ف یعنے کافرون کا زعم صحیح نہین ہی بلکہ یہ ایسے بدتر اندھے

کہ قیامت کے روز سب خلائق دوبارہ زندہ کر کے اُٹھائے جاوینگے اور بیان کے نیک یا بد اعمال کا بدلا پاوینگے تو یہ فجار انکو جھوٹا سمجھتے ہین اور اسدن کے واقع ہونے کو سچ نہین مانتے ہین بلکہ محال جانتے ہین اور بغیر ہدایت کے گمراہی و فجور پر چلتے ہین لہذا فرمایا۔ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۙ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۔ اور نہین جھٹلاتا روز جزا کو مگر ہر ایک حد سے بڑھنے والا گنہگار جب اُسپر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہین تو کہتا ہے کہ یہ اگلون کے جھوٹے قصے ہین ف معتدی جو حد سے تجاوز کرے جیسے کفار نے اعتقاد و عمل دونون مین تجاوز کیا چنانچہ اپنے رب عزوجل کے ساتھ انکو ربوبیت کا اعتقاد لازم تھا اس سے منحرف ہو کر اپنے آپکو قدرت والا سمجھنے لگا اور کسی نے اپنے نفس پر اعتماد کیا اور کسی نے کسی مخلوق پر کارسازی کا اعتماد کیا تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالی کی الوہیت سے منحرف ہو گیا اور اعمال مین شرکت و خیالات باطلہ ہر مخلوق سے دنیا چاہی اور اس صورت مین تجاوز ظاہر ہے کہ دنیا کی زندگی پر بھروسا کر کے سب کامون کو دنیا کی نیت سے کیا اور یہ کفر ہے اور قبیح و حرام و نجس و فحش کے مرتکب ہوے اسی لیے (اثیم) ہین یعنے گنہگاری اُسکی جبلت و صفت ہے ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جب بات کہتا ہے تو جھوٹ ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ہے اور جب کسی سے جھگڑا ہو تو فجور کرے اور جب امانت دی جاوے تو خیانت کرے مترجم کہتا ہے کہ یہ چارون باتین جب ایسے شخص مین جمع ہون جو ظاہر مین اسلام کا دعوی کرتا ہے تو وہ خالص منافق ہوگا اور اگر وہم ہو کہ کفار سب کے سب جھوٹ ہی نہین بولتے ہین جواب یہ کہ ہر بات اُسکی باطل ہوتی ہے اسلیے کہ کافر نے جب اللہ تعالے پر جھوٹ باندھا اور اسکا عہد ضائع کیا تو یہ اصل تھا اور دنیا کے لیے اگر اُسنے سچ کہا تو یہ کسی شمار مین نہین ہے فافہم اور معتدی اثیم کا ایک نمونہ بیان فرمایا کہ جب ہماری آیات قرآنی کو رسول اللہ صلعم اُسکو سناتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو پرانے لوگون کے اساطیر ہین۔ اساطیر جمع اسطورہ بمعنے بنائے ہوے قصے جیسے قولہ تعالے اذا قیل لہم ماذا انزل ربکم قالوا اساطیر الاولین یعنے جب ان بدکارون کافرون سے کہا جاتا ہے کہ تمھارے رب نے کیا نازل فرمایا ہے تو کہتے ہین کہ وہ تو اگلون کے قصے کہانی ہین۔ ۔ یعنے جھوٹ بنا کر جمع کر لیے ہین خطیبؒ نے کہا یعنے یہ لوگ کفار جو اپنے جسمانی خواہشون مین جانورون کی طرح ڈوبے پڑے ہین اپنی بیحد جہالت سے قرآن مجید کی نسبت کہتے ہین کہ اگلون کے جو قصے لکھے گئے تھے انکو لیکر یہ شخص سناتا ہے اور رب نے کچھ اُتارا نہین تنبیہ جو شخص گمراہ ہوتا ہے اُسکی عقل یہانتک سلب ہوتی ہے کہ اگر اعلی معارف اسکو سُنائے جاوین تو اُسکے کانون مین قصہ کہانی معلوم ہوتے ہین تو اُسکو کوئی چیز نافع نہین ہوتی خواہ شواہد عقلی ہون یا دلائل نقلی ہون کچھ بھی اُسکی سمجھ مین نہین آتے ہین حتی کہ ایسے لوگ معارف قرآنیہ کو قصہ کہانی بتلاتے ہین اللہ تعالے نے رد کر دیا بقولہ تعالے۔ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔ ہرگز نہین بلکہ رین ہو گیا انکے دلون پر جو کماتے رہے ف یعنے کفار فجار نے جو کچھ گمان کیا ہے ایسا نہین ہے۔ یہ آیات اساطیر الاولین ہرگز نہین ہین خالص معارف الٰہیہ کی راہین ہین جنکو اللہ تعالے نے کمال رحمت سے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے ولیکن ان کافرون کو نظر بصیرت نہین ہے اسلیے کچھ سوجھتا نہین ہے اور انکے اندھے ہو جانے کی وجہ یہ ہے کہ جو بد اعمال کفر و شرک و فسق و فجور و خبیث انھون نے کمائے ہین وہ انکے دلون پر رین ہو گئے ہین اور واضح ہو کہ کافرون کے دلون پر۔ رین۔ چھا جاتا ہے اور ابرار کے دلون پر غیم چھا جاتا ہے اور مقربین کے دلون پر غین آتا ہے (ابن کثیرؒ) کافرون کے دل دنیا کی جانب اوندھے جھکے ہوے ہوتے ہین اور اسی دنیا کی زندگی پر فریفتہ اور دنیا ہی پر متوجہ اور اسکی چیزون سے محبت رکھتے ہین اور جب اُسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے انکار کیا تو دل پیچ جاتا ہے اور یہی مہر ہے اور اگر عداوت کی تو مشیت الٰہی سے قفل ہو جاتا ہے اور یہ سب ایسے کافر کے حق مین ہے کہ ازل مین

جہاز پر رہگیا تھا یکایک اُن لوگون نے اپنے پیچھے شور وغل سُنا اور غور سے معلوم کیا کہ آگ کا شور نہین ہو بلکہ پیچھے سے آواز آتی ہے اپنی بندوقین تیار کر کے آفت ناگہانی سے بچاؤ کرنے پر مستعد ہوے یکایک نظر آیا کہ ایک آدمی آگے آگے ہو اور اُسکے پیچھے ایک شخص ہے جسکے تمام بدن پر اس قدر بال ہین کہ اُسکے بدن کا نقشہ نظر نہین آتا لیکن سر کے آگے دو سینگ نظر آتے ہین اور دونون آگے پیچھے بے تحاشا دوڑتے آتے ہین ان لوگون نے بندوقین سنبھالین لیکن وہ دونون انکی طرف متوجہ نہوے بلکہ سیدھے دامن پہاڑ مین آگ کی طرف دوڑے جاتے تھے جب قریب سے گزرے توان لوگون نے معلوم کیا کہ جہاز کا مالک چلاجاتا ہو انھون نے اُسکو ہر چند آواز دی اور دوڑے وہ کچھ بھی متوجہ نہوا اور دوڑتا ہوا آگ کی طرف گیا اور فوراً کود پڑا اور اُسکے پیچھے وہ سینگ والا بھی کود پڑا ان لوگون نے جب یہ دیکھا تو نہایت تعجب کیا اور یہ مجال نتھی کہ آتشی قعر کے کنارے جاوین وہان سے لوٹ کر جہاز پر دیکھا تو جہاز کا مالک مرگیا ہو ان لوگون نے اُس مقام کے لوگون کو اس عجیب سانحہ پر گواہ کیا جب روانہ ہو کر انگلستان پہونچے تو مالک جہاز کے اقربا نے الزام لگایا کہ تم لوگون نے اُسکو مار ڈالا اور اسکا مقدمہ دراز ہوا حتّٰی کہ کمیشن کے ذریعہ سے تحقیقات ہوئی۔ راوی نے دعوی کیا ہو کہ اس مقدمہ کے کاغذات سرکاری دفتر سے بخوبی مل سکتے ہین رہ۔ مترجم کہتا ہو کہ اُن لوگون نے اس عبرت کے سانحہ کو اس امر پر محمول کیا کہ جہاز کا مالک بخیل تھا اسلیے اس عذاب مین گرفتار ہوا اور اہل تحقیق سمجھ سکتے ہین کہ کیا معاملہ تھا اعاذنا اللہ عزوجل شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قولہ تعالےٰ کتاب مرقوم۔ صفت کتاب الفجار ہو اور درمیان مین ما ادراک ما سجین جملہ معترضہ ہے اور حاصل یہ کہ کتاب الفجار سجین مین ہو اور سجین اسقدر ہولناک ہو کہ تو اُسکو اندازہ نہین کر سکتا اور یہ کتاب الفجار کتاب مرقوم ہو اُسمین کفار کے لیے جہنم مین جانا مع لوازمات کے صاف لکھدیا گیا اُسمین اب کوئی بڑھایا نہ جائیگا اور نہ اُسمین سے گھٹایا جائیگا۔ یہ محمد بن کعب القرظیؒ نے بیان کیا ہے اور حدیث مین آیا ہو کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ کے دونون ہاتھون مین دو کتابین تھین آپ نے دائین ہاتھ کی کتاب کو فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب ہو جسمین اہل جنت مع اُنکے باپ دادون وغیرہ کے نشان کے مرقوم ہین اب ان مین کمی بیشی نہوگی اور بائین ہاتھ کی کتاب کو فرمایا کہ اسمین اہل جہنم کے نام مع باپ دادا کے پتہ کے مرقوم ہین اب ان مین کمی بیشی نہوگی (یعنے پھر وہ دونون کتابین آپ کے ہاتھ سے غائب ہوگئین) مترجم کہتا ہو کہ اصل کتاب مرقوم سے یہ عکس تھا جو آپ کو دکھلایا گیا واللہ تعالےٰ اعلم پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۔ عذاب شدید ہے اس روز جھٹلانے والون کے لیے ف یعنے جو لوگ کفر وفجور سے دنیا مین آخرت وبعث حشر وجنت ودوزخ کو جھٹلاتے ہین تو جب قیامت کے روز وہان ڈالے جاوینگے جہان اللہ تعالےٰ نے انکا انجام بیان فرمایا ہو یعنے ضیق و عذاب سجین مین اہانت کے ساتھ ڈالے جاوینگے تو اُس روز اُنکے لیے ویل ہو یعنے ہلاکت وخواری وعذاب شدید ہو ویل یہان محاورہ مین بمعنے ہلاکت وبربادی ہو جیسے عرب کہتے ہین کہ (ویل لفلان) فلان کے واسطے ویل ہو یعنے ہلاکت وبربادی ہو اور جیسے حدیث معاویہ بن حیدۃ القشیری رضی اللہ عنہ مین ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹی باتین اسلیے بکتا ہو کہ لوگون کو ہنساوے تو اُسکے لیے ویل ہو ویل ہو ویل ہو (مسند امام احمد والسنن) مترجم کہتا ہو کہ بھانڈ وغیرہ اسمین شامل ہین اور جو شخص مال خرچ کر کے بھانڈون وغیرہ کو لاتے ہین تاکہ لوگون کو لہو وغفلت مین ڈالین تو اُنکے ویل وغیرہ کو قیاس کرو اور اسی مین ناول وغیرہ قصہ ہین واللہ تعالےٰ اعلم۔ پھر اللہ تعالےٰ نے فجار کی تفسیر بیان فرمائی یعنے وہ جھٹلانے والے ہین۔ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ۔ ایسے لوگ جو یوم جزا کو جھٹلاتے ہین ف۔ یعنے جب اللہ تعالےٰ کے رسول کا ارشاد اُنکو پہونچتا ہو

عن شعیب بن صفوان عن محمد بن کعب القرظی عن ابی ہریرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الخ۔ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (فلق) جہنم میں ایک کنوان ہی وہ ڈھنکا ہوا ہی اور سجین کھلا ہوا ہی۔ مع۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ حدیث غریب منکر ہی صحیح نہین ہی مترجم کہتا ہے کہ اسحٰق بن وہب الواسطی ثقہ ہین ان سے امام بخاری و ابن ماجہ نے روایت لی ہی لیکن مسعود بن موسی اور نصر بن خزیمہ دونون مجھے نہین ملے اور غالبا یہ نکارت انھین کی طرف سے ہی اور معنے (فلق) کے یہ کہ قولہ تعالے قل اعوذ برب الفلق مین فلق کی تفسیر بیان کی اور شاید یہ مراد ہو کہ ایک کنوان اسقدر عمیق ہی کہ جہنم مین انتہا ہی اور اس طرف سے بند ہے اور بالائی رخ سجین کھلا ہوا ہی واللہ تعالے اعلم بہر حال اس اسناد پر اعتماد نہین ہوسکتا تو تفسیر کے واسطے یہ کافی نہین ہی پھر شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ سجین کی تفسیر مین صحیح قول یہ ہی کہ سجین مشتق از سجن ہی اور اُسکے معنے ضیق کے ہین اور مخلوقات جس قدر یہان سے پستی مین جاوے اُسی قدر ضیق مین پڑجاویگی اور جس قدر بلندی مین جاوے اُسی قدر افلاک کی وسعت ہی کیونکہ ہر فلک سے اونچا فلک زیادہ وسیع ہی اور برخلاف اسکے ہر زمین سے دوسری زمین زیادہ پست و تنگ ہی یہانتک کہ سب سے نیچی ساتوین زمین سب سے زیادہ تنگ ہی اور اس زمین تنگ کا مرکز درمیانی بہت ہی ضیق ہوا اور چونکہ فجار کا مرجع جہنم ہے اور وہ اسفل السافلین سب سے زیادہ پستی مین ہی جیسے قولہ تعالے۔ ثم رددناہ اسفل سافلین الآیہ۔ اور سجین نہایت پستی و ضیق ہی لہذا فرمایا ان کتاب الفجار لفی سجین۔ جیسے قولہ تعالے اذا القوا مکانا ضیقا مقرنین دعوا ہنالک ثبورا۔ یعنے جب وہان سخت ضیق کے مکان مین ڈالے جاوینگے درحالیکہ زنجیرون سے جکڑے ہونگے تو اسوقت ویل و ثبور پکار کر چلاوینگے۔ مع۔ (ابن کثیرؒ) تنبیہ خطیب وغیرہ نے جو قول کلبی و وہبؒ سے نقل کیا کہ وہ سبز پتھر زمین ہفتم کے نیچے ہے یہ افادہ ہے کہ وہ پتھر بہت لنبا چوڑا ہی جسے کہ اُسکی رنگت آسمان کو سبزی مائل کرتی ہی اسلیے کہ یہ زمینین اُسکے سامنے مٹر کے دانہ ہین جو کسی طرح آڑ نہین ہوسکتی ہین اور یہ قول مع تقریر ابن کثیرؒ کے کہ ہر زمین سے دوسری زمین چھوٹی ہی) افادہ ہی کہ وضع ساتون زمینون کی اسطرح ہی کہ ہر کرہ زمین کے نیچے پانچ سو برس کے فاصلہ پر دوسرا کرہ ہی اسیطرح آخر تک ہی اور ساتون آسمان محیط ہین اور سابق مین یہ وضع تحت تفسیر قولہ تعالے بغیر عمد ترونہا الآیہ بیان ہوچکی ہی الا ابن عباسؓ سے بھی ایک مقام پر گزرا کہ آفتاب رات مین زیر زمین چکراتا ہوا صبحکو مشرق سے طلوع کرتا ہی اور پہلے گزرا کہ بنی اسرائیل مین یہ عقیدہ چلا آتا تھا کہ ساتون زمین کے گرد ایک حلقہ کوہ قاف ہی وہ زبرجد سبز ہے اُسی سے آسمان کا رنگ سبز ہے پس محتمل ہی کہ ساتوین زمین پتھر کے اوپر ہو اور پتھر کے ضیق مین ارواح کفار ہون جنکو جہنم سے تپش پہونچتی ہو واللہ تعالے اعلم۔ اگر کہا جاوے کہ تم لوگ کیونکر عقیدہ رکھتے ہو جبکہ تم کو اسکا علم نہین ہی (جواب) ہمکو قطعی علم یہ حاصل ہی کہ اللہ تعالے نے ارواح کفار کو پستی سجین مین ضیق کے اندر مقید فرمایا ہی۔ ہم کو اس سے پناہ مانگنا کافی ہی ہم کو اسکی ضرورت نہین ہی کہ وہ سجین کہان واقع ہی اور اگر ہمکو مثلاً قطعی دلیل سے یہ بات معلوم ہو کہ وہ ساتوین زمین کے نیچے ہی تو بھی ہمارے مفید کامون مین اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ آمین شک نہین کہ بہت سے امور اس عالم مین اللہ تعالے نے عجائب پیدا فرمائے ہین وہ اگر جاہلون سے بیان کیے جاوین تو وہ لاعلمی سے منکر ہوجاوین اسکے متعلق ایک عجیب حکایت ہی جو اودھ اخبار کے کسی پرچہ سنہ ۱۸۹۸ع مین منقول ہی کہ انگلستان کے ایک جہازی تاجر نے بیماری مین اپنے جہاز کے کپتان کے ساتھ ہندوستان کا سفر کیا اور عدن مین لنگر انداز ہوکر کپتان و جہازیون نے قصد کیا کہ یہان ایک پہاڑ کے کھو مین آگ ہمیشہ جلتی رہتی ہی اسکو دیکھین مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین علامات قیامت مین روایت ہی کہ عدن کے قعر سے ایک آگ نکلکر لوگون کو محشر کی طرف ہانکے گی اور یہ حدیث گزر چکی اور آئندہ انشاء اللہ تعالے ذکر آویگا۔ مع۔ غرضکہ کپتان وغیرہ ایک جماعت وہان گئے اور مالک جہاز بوجہ شدت بیماری کے

کیا ہی (تفسیر کبیر) اسی وجہ سے کہ صیغۂ مبالغہ ہی اللہ تعالے نے اُسکا ہولناک ہونا ظاہر فرمایا بقولہ ما ادراک ما سجین - یعنے وہ سجن عظیم وعذاب الیم و ذلت مقیم ہی (ابن کثیرؒ) اگر وہم ہو کہ وہ ضیق و تنگ کیونکر ہوگا اسلئے کہ کافرون کی روحین بیشمار ہین اور مسلمانون سے ہمیشہ بکثرت زیادہ چلی آئی ہین تو ان سب کے لیے وہان جگہ موجود ہی شاید جب سب وہان پہونچ جاوین تو البتہ جھاڑو کی سینکون کی طرح تنگی مین پڑجاوین (جواب) یہ وہم نادانی ہی اور وہم کرنے والے نے دنیاوی حواس پر قیاس کیا اور یہ پہلی غلطی ہی بلکہ وہ تو جسم پر نہین بلکہ روح پر سختی و تنگی ہی اور اگر بالفرض وہان جسم جاتا تو بھی امر آخرت مین ہر ذرہ اسکو بھیچ لیتا اور کسی طرح اپنے ضیق سے چھوٹ نہ سکتا اور وسعت کچھ فائدہ نہ دیتی جیسے دنیا مین فائدہ دیتی ہی اسلیے کہ یہان وسعت مین دوڑنے والے اپنے اعمال کماتے ہین تو کسی بات پر مجبور نہین کیے گئے ہین اور دنیا سے مرتے ہی یہ شان جو قدرت حق سے یہان ظاہر ہے وہان نہین رہیگی بلکہ ایمان والا تو اس ضیق سے نکلکر بے انتہا وسعت وراحت مین چلا جاویگا اسیواسطے حدیث مین ہی دنیا مومن کے لیے سجن یعنے تنگی کا قیدخانہ ہی - اور اگر کافر مرا ہی تو یہان کی وسعت سے نکلکر بے انتہا ضیق مین پڑجاویگا جیسے حدیث مین ہی کہ دنیا کافر کے لیے جنت ہی کیونکہ یہان کافر اگر فقیر محتاج بھی ہو تو بھی وسعت سے فراخی مین ٹھنڈی ہوا وسایہ مین ٹھنڈا پانی پیتا وسوتا ہی اور یہان سے مرنے پر سجین کی ضیق مین پڑیگا نعوذ باللہ من ذلک بالجملہ اس قول مین (سجین) مشتق از (سجن) ہی اور زمخشریؒ نے کشاف مین کہا کہ یہی قول صحیح ہی واحدیؒ نے اسپر اعتراض کیا کہ یہ قول کمزور ہی اس دلیل سے کہ سجین اگر سجن سے مشتق ہوتا تو عرب کی زبان مین مستعمل ہوتا حالانکہ عرب اسکو نہین جانتے تھے اس دلیل سے کہ خود اللہ تعالے نے فرمایا - وما ادراک ما سجین - تونے کیا جانا کہ سجین کیا ہی - یعنے تو اور تیری قوم اس سجین کو نہین جانتے تھے - تو معلوم ہوا کہ یہ عرب کی زبان مین نہین تھا رازیؒ نے اس اعتراض کو رد کر دیا اس طرح کہ واحدیؒ نے - ما ادراک ما سجین کے یہ معنے لگائے کہ تو لفظ سجین نہین جانتا اور اسپر اپنی طرف سے یہ بڑھایا کہ تیری قوم بھی نہین جانتی - ہم کہ یہ معنی ٹھیک نہین معلوم ہوتے ہین اسلیے کہ آیت قرآن کچھ الفاظ و معنے بتلانے کے واسطے نہین اُتری اور نہ اسکی ضرورت تھی کیونکہ قرآن کی صفت خود مذکور ہی کہ وہ عربی مبین ہی یعنے بزبان عربی صاف صاف ہی بلکہ یہ آیت ہیبج محاورہ ہی کہ سجین قیدخانہ اس قدر سخت ضیق وعذاب ہولناک ہی کہ تو فقط قیدخانہ کے معنے تصور کرکے اسکا اندازہ نہین کر سکتا ہی کیونکہ غضب الٰہی کا قیدخانہ ہی اور یہ مطلب نہین کہ تو سجین کے معنے لفظی نہین جانتا ہی دیکھو (یوم الدین) سب کے نزدیک عربی ہی اور سب اسکے معنے جانتے ہین یعنے (روز جزا) پھر اللہ تعالے نے فرمایا ما ادراک ما یوم الدین - تونے کیا جانا کہ یوم الدین کیا ہی - اس سے بالاتفاق یہی مراد ہی کہ یہ روز بہت ہولناک ہی اور یہ جو واحدیؒ نے دعویٰ کیا کہ عرب سجین کو نہین پہچانتے تھے تو یہ دعویٰ ٹھیک نہین کیونکہ امام زجاج وفراء وغیرہ کا قول اسکی تردید کے لیے کافی ہی (مترجم و تفسیر کبیر) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ پھر یہان بعضے قائل ہین کہ سجین ساتوین زمین کے نیچے ہے **مترجم** کہتا ہی کہ اس عبارت سے یہ ظاہر ہوگیا کہ علماء سلف اور قدماءِ امت متفق ہین کہ سجین بہرحال ایک مقام ہی اور بعضے لوگون نے غلطی سے خیال کیا کہ علماء مین یہ اختلاف ہی کہ بعض علماء کے نزدیک سجین خاص مقام کا نام ہے جو ساتوین زمین کے نیچے ہی اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ ضیق وعذاب کے معنی ہین یہ خیال غلط ہی بلکہ سب کے نزدیک ایک مقام ہی - ہان اختلاف یہ ہی کہ لفظ سجین اس مقام کا علم ہی جس مین معنی کا لحاظ بنظر اشتقاق نہین ہوتا ہی یا یہ لفظ سجن سے مشتق ہی پھر دوسرا اختلاف یہ ہی کہ سجین کہان ہی تو شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ بعضے علماء اسکے قائل ہین کہ وہ ساتوین زمین کے نیچے ہی اور حدیث براء بن عازبؓ مین بھی یہ بات آئی ہی کہ اللہ عزوجل فرماتا ہی کہ کافر کی روح کو سجین مین لیجاؤ اور سجین ساتوین زمین کے نیچے ہے - ھ - بعض علماء نے کہا کہ وہ ایک سبز پتھر ساتوین زمین کے تحت مین ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ جہنم مین ایک کنوان ہی - امام ابن جریرؒ نے یہان ایک حدیث روایت کی حدثنا اسحٰق بن وہب الواسطی حدثنا مسعود بن موسیٰ بن مسکان الواسطی حدثنا نضر بن خزیمۃ الواسطی

مقام ہی کتاب مرقوم کا مترجم کہتا ہی کہ یہ تکلف ہی اور احتمال ہی کہ سجین مقام ہوا ور کافرون کے نوشتہ کا نام بھی سجین ہو یا یہ معنی کہ سجین صاف نوشتہ لکھا ہوا واسطے فجار کے ہے یعنے فجار ضرور سجین مین ڈالے جاوینگے یہ نوشتہ مرقوم ہی رازی رح نے لکھا کہ اللہ تعالے نے نوشتہ فجار کو حقارت کے ساتھ بیان کیا اور یہان چند باتین پوچھنے وسمجھنے کے لائق ہین سوال اول یہ ہی کہ سجین کیا کسی معین چیز کا علم ہے یا اسم مشتق ہی اقول یعنے اول قول کے موافق مشتق ہوا اگرچہ دونون فریق کے نزدیک سجین ایک مقام کا نام ہی (جواب) یہان دو قول ہین بعض کے نزدیک وہ معین چیز کا اسم علم ہی اور بعض کے نزدیک سجن سے مشتق ہی جو ضیق کے معنے مین ہی بیان **قول اول** جمہور مفسرین سلف نے کہا کہ اسم علم ہی ولیکن اس بات مین اختلاف ہی کہ وہ کیا چیز ہے اکثر نے کہا کہ سب سے نیچے ساتوین زمین کا نام سجین ہی یہ عطاء رح نے ابن عباس رض سے روایت کیا اور یہی قول مجاہد وقتادہ وضحاک وابن زید کا ہی براء رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو روایت کیا ہی اور عطاء خراسانی رح نے کہا کہ اسی مین ابلیس و اسکی ذریات ہی اور ابوہریرہ رض نے حدیث روایت کی کہ سجین جہنم مین کنوان ہے اور کلبی ومجاہد رح نے کہا کہ سجین ساتوین زمین کے نیچے پتھر ہی (تفسیر کبیر) یہ پتھر سبز ہی اسی کی سبزی سے آسمان کا رنگ سبزی مائل ہی اور اسی مین فجار کا نامۂ اعمال رہتا ہی اور وہب بن منبہ رح نے کہا کہ وہان پر ابلیس کی سلطنت ختم ہی اور کعب احبار رح سے روایت ہی کہ کافر فاجر کی روح کو آسمان تک لے جاتے ہین آسمان اسکو قبول نہین کرتا اللہ تعالے نے فرمایا۔ لاتفتح لہم ابواب السماء یعنے انکی ارواح کے لیے آسمان کے دروازے نہین کھولے جاتے۔ ھ۔ اسیکے مانند حدیث صحیح مین آیا ہی) پھر فاجرون کی ارواح کو زمین کی طرف گرالاتے ہین پس زمین اسکو قبول کرنے سے انکار کرتی ہی تب اسکو ساتوین زمین کی تحت مین لیجاتے ہین یہانتک کہ سجین تک پہونچے اور یہی ابلیس کے لشکر کا مقام ہی اور یہ فجار کی خواری ہی وہان شیاطین ملعون حاضر رہتے ہین جیسے ارواح مومنین کے ساتھ ملائکہ مقربین موجود ہوتے ہین عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سجین ساتوین زمین کی تہ مین ہی اسمین کافرون کی روحین رکھی جاتی ہین براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سجین ساتوین زمین کی تہ ہی اور علیین ساتوین آسمان کے اوپر عرش کے نیچے ہے بعض نے کہا کہ سجین ایک دفتر کا نام ہی جسمین اللہ تعالے نے شیاطین کے اعمال اور جن وانس کے کافرون وفاسقون کے اعمال جمع کیے ہین اور کتاب مرقوم اسی سجین کا بیان ہی جو کہ کتاب الفجار ہی اور جن لوگون نے کہا کہ سجین مقام کا نام ہی تو وہ کہتے ہین کہ (کتاب مرقوم) سجین کا بیان نہین ہی کیونکہ سجین تو ساتوین زمین کی تہ ہی وہ کتاب نہین ہی بلکہ (کتاب الفجار) کا بیان ہی یعنے فجار کا نامۂ اعمال ایسا نوشتہ ہے جو مرقوم یعنے صاف منقوش ہی (السراج) معنے یہ کہ اللہ تعالے نے گویا فرمایا کہ کتاب الفجار سجین مین ہی یہ کتاب مرقوم ہی اور درمیان مین۔ ما ادراک ما سجین سے سجین کا بیحد ذلت وعذاب وخواری کا مقام ہونا ظاہر فرمایا ہی (المعنی) تونے کیا جانا کہ سجین کیا ہی یعنے ایسا قبیح سخت ہولناک مقام ہی کہ تو باوجود اعلاے نبوت کے اسکو اپنے فہم مین ادراک واحاطہ نہین کرسکتا بلکہ تو جس قدر اسکو قبیح تصور کرے وہ اُس سے زیادہ ہی کیونکہ وہان غضب الٰہی کا ظہور کامل ہی تو اسکا تصور کرنا بندے سے محال ہی۔ م۔ بیان **قول دوم** سجین خاص اسم علم نہین ہی بلکہ مشتق نام ہی اور یہ (سجن) سے نکلا سجن کے معنے قید کرنا اور ضیق مین ڈالنا **اقول** اسی سے قیدخانہ کو سجن کہتے ہین لیکن یہ آدمیون کا قیدخانہ ہی اور آدمی کی کمائی کو خداے تعالے سے کچھ نسبت نہین ہی تو اسی قیاس پر آدمی کے قیدخانہ کو اللہ تعالے کے قیدخانہ سے کچھ نسبت نہین ہی جیسے تمام جہان کے جرم کو مانند چوری وغیرہ کے کفر سے کچھ نسبت نہین ہی تو تمام جہان کے جرمونکے قیدخانے کو کفر کے قیدخانے سے کچھ نسبت نہین۔ م۔ بالجملہ سجن سے سجین نکلا اور یہ سخت مبالغہ کے معنے دیتا ہی جیسے فسیق نہایت فاسق اور عریف خوب پہچاننے والا عارف اسیطرح سجین جو نہایت ضیق وبحبس وعذاب کا مقام ہی۔ یہی ابوعبیدہ ومبرد وزجاج رحمہم اللہ تعالے ائمہ لغت ونحو ومعانی نے بیان

عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ۝ ثُمَّ يُقَالُ

رب سے اُسدن روکے جاوینگے پھر مقرر وہ بیٹھنے والے ہین دوزخ مین پھر کہے گا

هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ۝

یہ ہے جسکو تم جھوٹ جانتے تھے

(کَلَّا) یہ حرف دو معنے مین آتا ہی ایک یہ کہ کسی نے جھوٹا گمان باندھا تو اُس سے کہا گیا (کلا) یعنے یہ ہرگز نہین اور دوم یہ کہ کسی بات کو تاکید سے بیان کرنا منظور ہوا تو اس کلمہ کو ملا کر کہا گیا اور اس صورت مین بمعنے (حقا) بمنزلہ قسم ہوتا ہی جیسے حقا کہ یہ بات اسطرح ہے یہان دونون طرح تفسیر کی گئی ہی رازی رح نے لکھا کہ کلا جھڑکی و تنبیہ ہے کہ یہ لوگ جس حالت مین پڑے ہین تطفیف کرتے ہین اور بعث حساب کے روز ہولناک سے غافل ہین یہ نہین ہی انکو چاہیے کہ اس سے باز آدین (کبیر) خطیب رح نے کہا کہ یہی اکثر اہل تفسیر نے لیا اور اسی کو شیخ جلال رح نے اختیار کیا ہی (السراج) اس قول کے موافق یہان کلام تمام ہوا یعنے ویل للمطففین سے جو ارشاد شروع ہوا تھا یہان تمام ہوا یعنے تطفیف اور یوم عظیم سے غفلت کچھ نہین ہی۔ آیندہ علیحدہ کتاب الفجار کا ذکر شروع ہوا (کبیر) حسن بصری رح نے کہا کہ (کلا) اپنے مابعد سے متصل ہی اور بمعنے (حقا) ہی (سراج) اور ابو حاتم رح لغوی نے اسکو مابعد سے متصل لیا اور یہی قول صحیح ہے (کبیر) اور یہی شیخ ابن کثیر رح کے نزدیک مختار ہی اور مترجم کہتا ہی کہ دقیق نظر مین یہی بہتر ہے گویا ادھر مطففین کے فعل قبیح کا ذکر فرمایا اور تعجب دلایا کہ یہ فاجر لوگ کیسے احمق ہین کہ انکو یہ بھی گمان نہین کہ رب العالمین کے حضور مین قیام ایک روز عظیم مین ضرور ہوگا یعنے یہ بدیہی عقلی امر بھی انکے گمان مین نہین سماتا پھر آگاہ فرمایا کہ ہر فرقہ اپنا نوشتہ پورا کرتا ہی فجار اپنا کام کماتے ہین اور ابرار اپنا کام لیتے ہین اور حدیث مین ہی کل میسر لما خلق لہ ہر ایک کو وہی میسر ہے جسکے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہی۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالے نے کہا کہ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ حقا کہ فاجرون کا نوشتہ سجین مین ہی ف یعنے کافرون کے حق مین نوشتہ تقدیری برحق ہی کہ انکا مرجع و ماوی مقام سجین ہی (ع) شیخ رح نے یہان کتاب (نوشتہ) سے نوشتہ تقدیری لیا اور نامۂ اعمال نہین لیا اور خلاصہ یہ کہ بحکم قولہ تعالے حقت کلمۃ العذاب علی الکافرین۔ کافرون پر کلمۂ عذاب ٹھیک اُترا۔ ھ۔ اور مانند اسکے آیات مین مصرح ہی کہ عالم الغیب جل شانہ نے اپنے علم قدیم سے ہر شخص کا انجام جانا اور لکھدیا ہے تو یہان سجین مین جانے والے اُسی کے موافق تطفیف و کفر و قبائح اعمال بجالاتے ہین اور حق کی طرف گمان بھی نہین لاتے اور اسی سے معلوم ہوا کہ مطففین وغیرہ سے اور فجار کفار مراد ہین اور اپنی حالت کو دیکھکر ذرا غور سے انکو یقین کرنا لازم تھا کہ ضرور ہمارا حشر ہوگا مگر یہ گمان بھی نہ کیا حقا کہ انکا نوشتہ تقدیری ٹھیک ہی کہ انکا انجام سجین جہنم ہی دیگر اہل تفسیر نے (کتاب) سے نامہ اعمال مراد لیا تو معنے یہ کہ کفار فجار کا نامۂ اعمال سجین مین رہتا ہی اور یہ بھی حدیث سے ثابت ہوتا ہی۔ رہا یہ کہ سجین کیا چیز ہے تو اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ تو نے کیا جانا کہ سجین کیا ہے یعنے نہایت ہولناک ہی کہ تیرے قیاس سے باہر ہے پھر فرمایا۔ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ۔ کتاب مرقوم ہی ف ایسا نوشتہ ہی کہ اسکی لکھاوٹ نقش کے ساتھ ظاہر ہے یہان سرسری یہ شبہہ ہوتا ہی کہ سجین خود لکھا ہوا نوشتہ ہی لیکن یہ وہم اسلیے ہوا کہ ما ادراک ماسجین۔ سے مربوط کیا اور یہ غلطی ہی بلکہ کتاب الفجار کی صفت ہی وما ادراک الخ جملہ معترضہ ہی اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سجین مقام ہی جیسے لفی سجین سے ظاہر ہے بعض نے کہا کہ مجازی معنی ضرور ہین جیسے کوئی کہے کہ آفتاب مین بیٹھو تو ظاہر ہے کہ آفتاب کے اندر گھس بیٹھو لیکن یہ غیر ممکن ہی اسلیے مجازی معنے ضروری ہین یعنے آفتاب کی دھوپ مین بیٹھو اسطرح یہان مضاف محذوف ہے یعنے

حقیقی مین تطفیف کا حکم نکلتا ہی یعنے عدل کے میزان سے تجاوز کرنا اور میزان حقیقی مین اخلاق و اعمال تولے جاتے ہین اور مطففین وہ لوگ ہین کہ
جب اپنے کمالات کو لوگون کے مقابلے مین تولتے ہین تو استیفا کرتے ہین یعنے بڑھاتے ہین اور لوگون کو گھٹاتے ہین اور اپنے کمالات کو زیادہ
اور اپنے حقوق کو فاضل رکھتے ہین غرضکہ علم و عمل مین اپنے واسطے اُنسے زیادہ اعتقاد کرتے ہین اور یہ انکا تکبر و خود پسندی ہی اور جب لوگون
کے کمالات ناپ تول کرتے ہین اور اپنے علمی و عملی کمالات سے مقابلہ و موازنہ کرتے ہین تو اُنکو کم دیتے ہین یعنے اپنے زعم مین اُنکے فضائل کو
حقیر و قلیل رکھتے ہین اور خلاصہ یہ کہ خواہ اپنے کمالات کو وزن کرین یا اُنکے کمالات کو وزن کرین بہر صورت عدل و انصاف کا لحاظ نہین
کرتے کیونکہ اُنکے نفسون مین حماقت کا غرور ہی (ابن العربی رح) اور مترجم کہتا ہی کہ دونون طریقے کی صورت یہ ہی کہ آدمی اپنے نفس پر نظر کرتا ہی
تاکہ اُسکو ملامت کرے اور راہ حق مین اُسکی کوتاہی پر اور آخرت کے خسارہ پر اُسکو بیدار کرے لیکن مطففین اپنے نفس کے پنجہ مین ایسے معزول
ہین کہ جب اُسپر ملامت کرنے کی غرض سے نظر کرتے ہین تو وہ اُنکو دوسرون کی طرف نظر دوڑانے پر آمادہ کرتا ہی اور اُنکی آنکھ مین رعونت کی
چربی سے ایسا رعن قاز ملتا ہی کہ یہ دوسرون کے مقابلے مین اپنے نفس کو سب سے زیادہ باکمال و با اخلاق دیکھتے ہین اور جب کبھی ایسا اتفاق
ہوتا ہی کہ دوسرون کے کمالات کی تعریف کی جاتی ہی تو مطففین کا نفس امارہ فورًا روپ بھر کر جلوہ گر ہوتا ہی اور مطفف اسکے موازنہ مین دوسرونکو
ناقص سمجھتا ہی اور تعریف کا حصہ نہین دیتا یا کم دیتا ہی اور یہ صورت باطل ہی اُنکو اسوقت چاہیے تھا کہ نفس سے مردہ ہو جاتے اور دنیا کی تعریف
بے فائدہ سمجھتے اور بیقین پیش نظر لاتے کہ آخر ہمکو یوم عظیم کے وقت زندہ ہو کر رب العالمین عزوجل کے حضور مین قیام کرنا ہوگا جو عالم الغیب ہی
اور اُسی کی طرف آخری حکم کا مرجع ہی تو دنیا مین کسیکی تعریف کرنے یا مذمت کرنے سے یا خود اپنے آپ کو کچھ گمان کرنے سے کچھ نتیجہ حاصل نہین ہے
سوا اُس نتیجہ کے جو حضرت عالم الغیب عطا فرماویگا جس طرح باطن مین حقیقت و سچی حالت ہی تو خود اسکی اصلاح کرنا چاہیے کیونکہ یوم عظیم مین
کسی کو یہ طاقت نہوگی کہ چھپا کر جیسا واقعی نہین ہی ویسا ظاہر کرے یا بدی کو چھپاوے اسلیے کہ اُسدن جو یہان باطن ہی وہ منقلب ہو کر ظاہر ہو جاویگا
اور جو یہان صفت کے پیرایہ مین تھا وہ وہان صورت کے ساتھ ظاہر ہوگا تو قبیح حالت سے اُسکو شرم ہوگی اور اپنی بدی کا وبال اُٹھاویگا - یوم
یقوم الناس لرب العالمین - یہ اُس روز ہوگا جس دن رب العالمین کے لیے لوگ کھڑے ہونگے یعنے ایک ذرہ بھی ان مین سے مخفی نہین ہوگا
(ابن العربی رح) شیخ رح نے اس قیام عظیم کا یہ فائدہ بھی بتلادیا کہ مطفف کی صورت قبیح ظاہر ہوگی اور اس بدکاری قبیح سے جو باطنی صورت قبیح
ہوگی وہ بھی ظاہر ہوگی - اللہم عفرانک قبل ذلک وانت ارحم الراحمین پھر اللہ تعالے نے بدکار فجار اور یوم الدین سے منکرہ انجام قبیح بیان کیا بقولہ تعالے

كَلَّآ إِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ۝ وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا سِجِّينٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُومٌ ۝
کوئی نہین　لکھا گنہگارون کا پہونچا بندی خانے مین　اور تجھکو کیا خبر ہے کیسا بندی خانہ　ایک دفتر ہے لکھا ہوا

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ وَمَا
خرابی ہے　اُس دن　جھٹلانے والون کی - جو　جھوٹ جانتے ہین　انصاف کا دن　اور اُسکو

يُكَذِّبُ بِهٖٓ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ إِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ أَسٰطِيرُ
جھٹلاتا وہی ہے　جو بڑھ چلنے والا گنہگار ہے　جب سُنائیے اُسکو ہماری آیتین کہے　نقلین ہین

الْأَوَّلِينَ ۝ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ كَلَّآ إِنَّهُمْ
پہلون کی　کوئی نہین پر زنگ پکڑ گیا اُنکے دلون پر وہ جو کچھ　کماتے تھے　کوئی نہین - وے

مین خطا ہوگئی تو صحیح ہونیکا پلہ بھاری ہو اور خطا کا فقط وہم ہو اور اسیکو ظن کہتے ہین مترجم کہتا ہو کہ رازی رح نے اُنکے استدلال کو نظری قرار دیا ہو
لیکن مین نے کہا کہ یہ تو بدیہی بات ہو اسلیے یہ جواب دیا جاوے کہ علم الٰہی عزوجل کے برابر نہین ہوسکتا اسلیے ظن فرمایا اور بندون کا بدیہی
یقین بھی ظن ہو اور ظن بمعنے یقین بہت آتا ہو اور اگر یہان ظن اپنے معنے مین ہو یعنے غالب گمان کرنا تو بھی یہ معنے ہوسکتے ہین کہ یہ لوگ
جو دنیا مین عام فساد پھیلانے کو تطفیف کرتے ہین اور سزاے روز عظیم سے نہین ڈرتے ہین تو یہ بھی اُنکی حماقت ہو اسلیے کہ عقل تو
حفاظت قطعی ہو اور یہان مانا گیا کہ ان احمقون کو یوم البعث کا یقین نہین ہو اور تمام کائنات کو بیفائدہ باطل سمجھتے ہین تو ایسی بدیہی
بات کے مقابلے مین فقط اپنی دانائی سے انکار ہی انکار رکھتے ہین اسکے سواے کوئی دلیل نہین رکھتے تو یقین نہونے سے ظن دور نہین ہوتا
جیسے کفار کا مقولہ ذکر فرمایا بقولہ تعالے ان نظن الا ظنا و ما نحن بمستیقنین۔ یعنے ہم تو گمان ہی گمان کرتے ہین اور ہم کو یقین کچھ
نہین آتا ہو۔ ۱۲۔ کہ آخرت ہو اور دوبارہ زندگی ہو اور ثواب یا عذاب ہو ہم کو اسکا یقین نہین آتا ہو ولیکن ہم گمان ہی گمان کرتے ہین
اور اللہ تعالے نے اہل کفر و شرک و ضلالت کی یہی حالت بیان فرمائی ہو بقولہ تعالے ان یتبعون الا الظن الآیہ۔ یعنے یہ لوگ نہین پیروی کرتے
مگر گمان کی۔ ۱۲۔ حاصل یہ ہوا کہ اچھا ان مطففین کو یقین نہ سہی آخر ظن تو موجود ہو کیونکہ بدیہی چیز کے جھٹلانے مین اس سے کم نہین ہوسکتا
ہو تو بھی یہ نتیجہ نکلا کہ ظن سے احتیاط کرو اور بچو مثلاً ایک شخص جواہرات و اشرفیان لیکر ایک راہ سے جانا چاہتا ہو اور اُسکو خبر دی گئی
کہ تو اس راہ سے نجائیو کیونکہ اس راہ مین مارکر لوٹ لینے والے چھپے ہین بلکہ تو اس دوسری راہ سے جائیو کہ اسمین تیرا کچھ نقصان نہین اور بخطرہ
ہو اُسنے کہنے والیکی بات پر یقین نہ کیا تو بھی وہ خطرہ کا گمان کرکے وہ راہ چھوڑ دیگا کہ ایسا نہو کہ سچ ہو تو جان و مال کا نقصان ہو اسیطرح
یہان جب مطففین کو یہ گمان ہو تو بھی چھوڑنا واجب ہو (مترجم و رازی رح) مترجم کہتا ہو کہ ایمان والے آدمی کی یہی شان ہو کہ آخرت کیواسطے
اعمال نیک بجالائے مین بہت پرکھ کے بخطرہ عمل کو اختیار کرے اور جس شخص نے ایسے اعمال چھوڑ دیے جو شرع مین بالضرور ثابت
ہین اور ثواب عظیم رکھتے ہین اور اُن پر اجماع ہو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا کہ بالاجماع ثواب عظیم ہے اس سے غافل
ہوکر ایسے اعمال اختیار کرتا ہو جسمین بعضے ثواب کہتے ہین اور بعضے اُسکو خلاف سنت بلکہ بدعت کہتے ہین تو یہ لوگ آخرت مین لاابالی
بے فکرے ہین کیونکہ اگر وہ عمل بدعت نہو تو بھی شبہہ ہے اور اگر وہ شبہہ بھی نہو تو بھی درود شریف کی بہ نسبت اُس مین بہت کم ثواب ہے
پھر ظاہر ہے کہ جسکو درود شریف سے ملے اور وہ اُسکے سواے دوسرے کام مین اس قدر وقت دے تو آخرت و اُسکے ثواب سے بے فکر ہو
فافہم واللہ تعالے ہو الہادی و لہ المنۃ ف شیخ الشیرازی رح نے اشارہ مین دائرہ تقوی مین لیا یعنے جیسے تطفیف معاملات عامہ مین جاری
ہوتی ہو اسیطرح معاملات خاصہ مین ہو اور خطیب رح نے بعض مفسرین رح سے اسکو نقل کیا چنانچہ اوپر گزر چکا ہو کہ تطفیف کچھ خرید و فروخت کے
ساتھ خاص نہین ہو شیخ شیرازی رح نے کہا کہ اسمین سے مکار صوفی کا حکم نکلتا ہو کہ یہ لوگ اولیاے حق کے کلام کو لیکر سالوس کے بازار
مین عوام الناس کے ہاتھ فروخت کرتے ہین اور اپنے آپ کو مکر سے ولی ظاہر کرتے ہین اُنکے لیے ویل ہو کہ درجات ولایت کو نہین پہونچین گے
بلکہ خلق کے سامنے فضیحت ہونگے اور اسمین نفس امارہ کا مکر بھی نکل آیا کہ وہ ارواح کے حظ مشاہدہ کو لیکر شیطانی ہوا جس سے بدلتا ہو شیخ
ابوعثمان رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک واللہ اعلم یہ اشارہ ہو کہ بعض آدمی لوگون کے سامنے عبادت کی صورت بہت اچھی طرح بناتا ہو اور اُسکو
میزان حقیقت مین نہین رکھتا اور جب تنہا ہوتا ہو تو خراب پڑھتا ہو کیا ایسے لوگون کو یہ یقین نہین ہو کہ یوم عظیم مین اُٹھائے جاوینگے یعنے
ضرور حساب ہوگا تو اُسوقت وہ ریاکاری کا عمل شرک میزان عدل مین بالکل بے حقیقت ہوگا (عرائس) اشارہ مین یہان میزان

کہ پیمانہ سے یا وزن سے معاملہ ہوتا ہی تو ایک کا ذکر کرنا کافی ہی واضح ہو کہ جس شخص نے دل سے عزم کیا کہ وہ تطفیف کریگا تو وہ بھی اس
وعید عذاب کا مستحق ہی اسلیے کہ وہ بھی کبیرہ گناہ ہے (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہی کہ عزم کرنیکی صورت مین یہ حکم میرے نزدیک ٹھیک
نہین ہی اور تحقیق یہ ہی کہ حدیث مین آیا ہے کہ جس شخص نے نیکی کا قصد کیا اور ہنوز عمل نہین کیا تو اللہ تعالے فرماتا ہے کہ میرے بندے
کے لیے نیکی لکھو اور اگر عمل مین لاوے تو دس نیکیان لکھو اور جس بندے نے بدی کا قصد کیا تو ابھی اُسپر مت لکھو پھر اگر قصد ترک کرے
تو ایک نیکی لکھو اور اگر عمل مین لاوے تو ایک بدی لکھو (صحیح مسلم وغیرہ) پھر اعمال دو قسم کے ہین ایک وہ ہین جو دل سے ہوتے ہین مثلاً
کسی صحابی رض کے حق مین بدگمانی کرنا پس جب تک وہ متردد ہی تب تک عمل نہین ہی اور جب وہ جزم کر لے تو یہ فعل کے مثل بدی ہی تو ایسے
افعال مین جو دل ہی سے ہوتے ہین عزم کرنا ضرور گناہ ہی اور تطفیف اس قسم سے نہین ہی ولیکن گناہ پر عزم مصمم کرنا خود گناہ ہی اور یہ اُسوقت
تطفیف ہوگا جب عمل مین لاوے کیا نہین دیکھتے ہو کہ جو شخص عمر بھر تطفیف پر عزم رکھتا تھا مگر کبھی عمل مین نہین لایا تو یہ شخص مطفف
نہین کہلاویگا جب تک عمل مین نہ لاوے اور اگر عمل مین لایا اور اُسپر شرمندہ نہوا بلکہ دوبارہ عزم رکھتا ہی تو یہ اصرار ہے جو صغیرہ کو کبیرہ کر دیتا ہے
جیسا کہ علماء مین مشہور ہی فافہم واللہ سبحانہ تعالے اعلم اگر کہا جاوے کہ یہ خطاب کافرون کو ہی یا مسلمانون کو ہی (جواب) بعض نے کہا
کہ یہ وعید فقط مسلمانون کے واسطے ہے اور اسپر دو طرح سے دلیل لائے (اول) یہ کہ اگر کافرون پر وعید ہوتی تو انکا کفر خود بدتر ہی اور وہ
تطفیف سے بہت زیادہ قبیح ہی تو ویل و عذاب کے لیے کفر کافی ہی حالانکہ آیت اس بات پر دلالت کرتی یہ کہ یہ ویل سزاے تطفیف ہی
(دوم) یہ کہ اللہ تعالے نے مطففین کے واسطے فرمایا الا یظن اولٰئک انہم مبعوثون الآیہ - تو مطففین کو روز قیامت کے عذاب سے ڈرایا
اور اُس سے ڈرنے والے فقط مسلمان ہین جو روز آخرت اور بعث کا یقین رکھتے ہین اور کفار تو بعث کو مانتے ہی نہین رازیؒ نے دلیل اول کے
جواب مین اشارہ کیا کہ اللہ تعالے نے مشرکون پر زکوٰۃ نہ دینیکی وجہ سے ویل (عذاب) کی وعید فرمائی ہی اور دوسری دلیل کی نسبت لکھا
کہ اگر الظن یعنے یقین ہی تو محتمل ہی کہ خطاب مسلمانون کو ہو جو بعث لیوم عظیم کا یقین رکھتے ہین چنانچہ روایت ہی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مدینے میں تشریف لائے ہین تو اوس وخزرج باوجود یوم البعث کے یقین کے تطفیف کیا کرتے تھے اور اگر کہا جاوے کہ اس آیت
سے سواے مسلمانون کے ایسے لوگون کو خطاب ہی جو یوم القیامہ پر یقین نہین رکھتے تھے تو یہ بھی تاویل ظاہر ہے کہ حالت ایسی موجود ہے
کہ ہر شخص کو ضرور یقین کرنا چاہیے پس جو لوگ منکر ہین یہ بے فکری وخودرائی اور سرکشی ویلے توجہی سے منکر ہین نہین تو یہ یقینی بدیہی کے
مثل ہی کہ انسان کو سب زمین کی مخلوقات مین مختار کیا اور آسمانی سامان سے اسکو رزق دیا اور انسان سے صرف اعمال صادر ہوتے
ہین اور یہ منتخب ممتاز انسان بعد چند روز کے اس موجودات کو برقرار چھوڑ کر ضرور مر جاتے ہین اور بجاے اُسکے دوسرے آتے ہین تو ہرگز
یہی اس کائنات عجیب اور انتظام حکمت کا نتیجہ نہین ہو سکتا کہ چند روز رہے اور مر کر فنا ہو گئے کیونکہ یہ تو کچھ بھی نہین ہی - ذٰلک
ظن الذین کفروا الخ یعنے یہ تو کافرون کا گمان ہی - ۱۲ - اور نیک بندون کی تعریف فرمائی جو اس آسمان و زمین کے کائنات مین فکر کر کے
کہتے ہین ربنا ما خلقت ہذا باطلا - اے رب تو نے یہ سب سامان باطل نہین پیدا کیا ہی - ۱۲ - تو انسان کے ذاتی غرائض سے ہے کہ اُسکو نتیجہ
آخرت کا یقین ہو لہذا ان کافرون پر الزام دیا کہ کیا ان کو یہ یقین نہین ہی کہ یوم عظیم مین زندہ کیے جاوینگے یہ یقین تو انکے ذاتی لوازم سے
ہی رازیؒ نے کہا کہ اگر کہا جاوے کہ پھر (الظن) کیون فرمایا کیونکہ لازم تو یقین ہے (جواب) یہ کہ انکو یہ یقین بذریعہ صحیح دلیل کے فکر
سے حاصل ہوا اور دلیل سے جو بات بذریعہ حواس کے حاصل ہوتی ہی وہ اکثر ایسی ہوتی ہی کہ گمان غالب ہی یعنے غالباً فکر صحیح ہی اور شاید فکر

جب کسی سے کچھ خریدتے تو دام طے ہوجانے کے بعد بائع سے کہتے کہ اے بھائی میرے نزدیک میرے داموں سے تیرا مال اچھا ہے مین داموں سے زیادہ اسکو اپنے واسطے پسند کرتا ہوں اب مین تیری خوشی کو پسند کرتا ہوں جب بائع اپنی خوشی سے دام لے لیتا اور چیز انکے لیے چھوڑ دیتا تب اسکو لیتے تھے اور یہ انکے اسرار معرفت اور دینی فہم کی دلیل ہے اسیطرح ایک مرتبہ ایک شخص سے گھوڑا خریدا اُسنے منھ سے تین سو درم مانگے وہ اسکو دیے اور اُسنے خوشی سے گھوڑا انکو دیا پھر غور کرنے لگے اور بیچنے والے کو بلوا کر کہا کہ بھائی تیرا گھوڑا تین سو درم سے اچھا ہے تو اُسکے چار سو درم لینے پر راضی ہے اُسنے کہا کہ ہان۔ پھر غور کرکے کہا کہ اچھا پانچ سو درم پر راضی ہے راوی کہتا ہے کہ بائع کہتا تھا کہ مین نے تو تین سو درم مین آپکو دیدیا تھا آخر اسکو آٹھ سو درم دیے تب وہ گھوڑا لیا (ابن جریر رح) اگر کہا جاوے کہ یوم یقوم الناس لرب العالمین۔ اسمین (قیام واسطے رب العالمین کے) کیا معنے رکھتا ہے۔ بعض نے کہا (ای لامر رب العالمین او لجزائہ او لحسابہ او لقضائہ) یعنے حکم رب العالمین کی وجہ سے قائم ہونگے یا رب العالمین کی طرف سے بدلا پانے کے واسطے یا حساب یا فیصلہ کے واسطے قائم ہونگے مترجم کہتا ہے کہ رب العالمین کے لیے قیام ان سب باتون کے لیے ہے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف مرجع ہے اور اس قیام کی کیفیت مین سے ایک ہولناک حالت یہ ہے کہ سب خطا وار بقدر اپنی خطا کے پسینے مین کھڑا ہوگا جبکہ آفتاب بقدر میل کے سرون کو دیگ کیطرح اُبالیگا اللہم غفرانک۔ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھکر فرمایا کہ تمھارا کیا حال ہوگا جب اللہ تعالےٰ تم کو اس طرح جمع فرماویگا جیسے ترکش مین تیر جمع کیے جاتے ہین پچاس ہزار برس تک کہ تمھاری طرف نظر نہین فرماویگا اس حدیث کو بیہقی و طبرانی وابوالشیخ وابن مردویہ نے روایت کیا اور حاکم رح نے بعد روایت کے کہا کہ صحیح ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم نے یہ خطاب قوم یہود و بت پرستون کو فرمایا اسلیے کہ بالاجماع اللہ تعالےٰ کافرون پر نظر نہین فرماویگا اور وہ لوگ پچاس ہزار برس تک کھڑے رہینگے اور اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا ہے کہ وہ اپنے مومنین بندون پر نظر رحمت فرماویگا۔ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم یقوم الناس لرب العالمین۔ مین فرمایا کہ پچاس ہزار برس کے دن مین بقدر نصف یوم کے کھڑے ہونگے پھر مومنین پر یہ دن اس قدر آسان ہوگا جیسے آفتاب غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے کہ جتنی دیر مین غروب ہوجاوے اسی قدر آسان ہوگا اس حدیث کو امام ابویعلی وابن حبان وابن مردویہ نے روایت کیا (صحیح) مترجم کہتا ہے کہ پچیس ہزار برس کے قریب تو کفار کھڑے رہینگے کہ اُنسے کلام بھی نہوگا اور کلام جب ہوگا تو ملائکہ غضب اُنسے گفتگو کرینگے اور اللہ تعالےٰ کبھی اُنسے کلام نہین فرماویگا اور اسکے بعد جب کلام و حساب وغیرہ ہوگا تو بھی کھڑے رہینگے حتی کہ باقی نصف یوم بھی اسیطرح تمام ہوگا اور ترکش مین تیرون کو اسطرح جمع کرتے ہین جیسے جہاز مین سینکین جمع ہوتی ہین اور یہی ضیق مقام ہے کہ کہین گنجائش نہوگی اگرچہ میدان فراخ ہے اور مومنون کے اوپر یہ تنگی نہین ہے اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ کس قدر مدت تک حضور رب العالمین مین قیام ہوگا فرمایا کہ ہزار برس تک انکو اجازت نہوگی (رواہ الطبرانی) یہان ایک مسئلہ ہے یعنے یہ عذاب عظیم جو مطففین کے لیے مذکور ہے کیا وہ گھاٹ تول ناپ دینے پر ہے یا زائد لینے پر ہے (جواب) رازی رح نے لکھا کہ دونون باتونکے مجموعہ پر ہے کہ زائد لین اور گھاٹ دین۔ پھر علماء رح نے اختلاف کیا بعض نے کہا کہ یہ عذاب عظیم کی وعید جب ہی لاحق ہوگی جب تطفیف اس قدر زیادہ ہوجاوے کہ جس مقدار کی چوری کرنے سے ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ دیگر علماء رح نے کہا کہ نہین بلکہ قلیل و کثیر کسی قدر ہو تطفیف ہے اور یہ وعید عظیم اُسپر متوجہ ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اُسنے توبہ نہ کی ہو کیونکہ توبہ سب سے بزرگ بندگی ہے اور یہی قول اصح ہے واضح ہو کہ قولہ اذا اکتالوا علی الناس۔ مین تول کا ذکر اس وجہ سے نہین ہے

اُن سے کوئی بات بھی نہین کریگا اور پسینا اُنکے واسطے لگام ہوجاویگا اسمین انکے نیک وبدسب ہین (رواہ ابن جریر) مترجم کہتا ہو کہ ابن کثیرؒ نے اشارہ کیا کہ اس روایت کے ثبوت مین کلام ہو اور مین کہتا ہون کہ نیک وبدسب کے واسطے اس قدر مدت تک اس حالت مین کھڑے رہنا بعض احادیث سے بھی مخالف ہو لیکن شاید ابن مسعودؓ سے کسی نے اہل کفر کا حال پوچھا ہو اور آپنے ان کا حال بیان کیا اور راوی نے قصہ روایت نہ کیا واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب اور ابن عمرؓ سے روایت ہو کہ سو برس تک اسی طرح کھڑے رہینگے (رواہ ابن جریر) اور حدیث ام المومنین عائشہؓ مین ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات مین تہجد کی نماز شروع کرتے تو دس بار اللہ اکبر اور دس بار الحمد للہ اور دس بار سبحان اللہ کہتے اور دس بار استغفار کرتے تھے اور کہتے کہ اللھم اغفرلی واہدنی وارزقنی وعافنی اور قیامت کے ضیق مقام سے پناہ مانگتے (ابو داؤد والنسائی) اور خطیبؒ نے ذکر کیا کہ قتادہؒ تابعی نے کہا کہ اے آدمی حق وفا کر جیسے تو چاہتا ہو کہ تیرا حق وفا کیا جاوے اور عدل وانصاف کر جیسے تو چاہتا ہے کہ تیرے ساتھ انصاف کیا جاوے فضیل بن عیاضؒ سے روایت ہو کہ تول ناپ مین گھاٹ کرنا قیامت کی روسیاہی ہے روایت ہو کہ ایک اعرابی نے عبدالملک بن مروان خلیفہ سے کہا کہ تو سن چکا ہو کہ اللہ تعالےٰ نے مطففین کے حق مین کیا فرمایا ہو۔ ھ۔ اعرابی کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالےٰ نے مطفف کے حق مین وعید عظیم فرمائی ہو حالانکہ وہ حقیر چیز کو ناپ تول مین گھاٹ کرلیتا ہو پھر تو اپنے آپ کو خیال کرکہ تو مسلمانون کے مال بغیر ناپ تول کے ناحق لیتا ہو تو تیرا کیا خیال ہے کہ تو کس عذاب عظیم کے لائق ہے نعوذ باللہ من ذلک۔ اور آیت مین عجیب بلاغت ہو کہ اول تو مطفف کے لیے (ویل) فرمایا اور انکار شدید کیا پھر تعجب دلایا کہ کیا یہ لوگ ایسا گمان نہین کرتے کہ یوم عظیم کے لیے اُٹھائے جاوینگے اور لفظ (ظن) سے تعبیر فرمایا اور یوم کو عظیم فرمایا پھر اس یوم عظیم کا ہولناک حال بیان فرمایا کہ یوم یقوم الناس لرب العالمین۔ جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہونگے پس اپنی ذات پاک کا وصف رب العالمین فرمایا کہ جمیع اقسام عالم اُسی کے پیدا کیے ہوئے پلے ہوئے ہین اور سب اُسیکے قبضۂ قدرت مین ہین تو مطفف نے جنکے ساتھ گھاٹ کی ہو وہ بھی رب العالمین کے پیدا کیے ہوئے ہین تو انکا انصاف ضرور کیا جاویگا جس دن رب العالمین کے لیے تمام عالمین سر جھکائے مجبور مقہور عاجزی مین کھڑے ہونگے کسی کو کچھ اختیار نہوگا اور کل امر فقط اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہوگا۔ یہ بلیغ کلام اس گناہ تطفیف کی سختی پر دلیل ظاہر ہے تو مطفف اور جو کوئی اُسکے مثل حالت مین ہو کہ انصاف وعدل کے معاملات چھوڑ بیٹھا ہو اُس روز بہت سختی وکرب مین ہونگے اعاذنا اللہ تعالےٰ اور حضرت ابن عمر سے روایت ہو کہ انھون نے یہ سورہ پڑھنا شروع کیا جیسے اس آیت پر پہونچے یوم یقوم الناس لرب العالمین تو بہت دردناک آواز سے روے اور آئندہ پڑھنے سے بے طاقت ہوگئے بعض مفسرین سے روایت ہو کہ تطفیف جیسے پیمانہ وتول مین گھاٹ کرنے کو شامل ہو اسیطرح ہر ایسی چیز کو بھی شامل ہو جس سے معاملہ مین بے انصافی کرے جیسے بائع اپنی چیز کا عیب خریدار سے ظاہر نکرے اور دوسرون سے انصاف چاہے اور اپنے حق مین انصاف نہ دے اور کہتے ہین کہ جو شخص ایسا ہو کہ اپنے مسلمان بھائی کے حق مین وہ بات روا رکھے جو اپنی ذات کے حق مین روا نہ رکھتا تو وہ منصف نہین ہو اسیطرح لوگون کے عیب پر نظر کرے اور اپنے عیوب نہ دیکھے وہ بھی اسی حکم مین شامل ہو اور اسیطرح اہل وعیال کے ساتھ برتاؤ مین بھی یہی اعتبار ہو (السراج) حدیث مین ہو کہ تم مین سے کوئی مومن نہوگا جب تک یہ نہو کہ اپنے بھائی مسلمان کے لیے وہی چاہے جو اپنے واسطے چاہتا ہو (صحیح) اور ہر مسلمان کے لیے خیر خواہی کرنے پر آنحضرت صلعم نے بیعت لی تھی تو جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ

تاکہ گناہوں سے پاک ہوں اور اس ہولناک مقام میں رحمت کے سایہ میں امن پاویں شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام مالک نے نافع عن ابن عمرؓ روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس روز رب العالمین کے حضور میں لوگوں کا قیام ہوگا تو کھڑے رہینگے یہانتک کہ بعضے اپنے کانوں تک اپنے پسینے میں غرق ہونگے (رواہ البخاری ومسلم واحمد) سلیم بن عامرؒ نے مقداد بن الاسود الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو آفتاب قریب ایک میل کے یا فرمایا کہ قریب دو میل کے لوگوں کے سروں پر نزدیک کردیا جائیگا پس آفتاب انکو سخت گرم کریگا تو ہر شخص اپنے اعمال کے انداز سے پسینے میں کھڑا ہوگا چنانچہ بعض کی ایڑیوں تک ہوگا اور بعض کے ٹخنہ اور بعض کے گھٹنے اور بعض کے کمر تک ہوگا اور بعض کے منھ تک آجاویگا (رواہ احمد ومسلم والترمذی) مترجم کہتا ہے کہ یہ آفتاب یا تو آسمان کے تبدیل کے ساتھ بدلا گیا ہے یا جہنم میں جب لپیٹ کے ڈالا گیا تو انکے سروں سے قریب ہوگیا اور زمین کے اندازہ پر ہوگیا ہے یا ابھی تک وہ جہنم میں نہیں ڈالا گیا ہے اسلیے کہ ابھی جہنمی بھی جہنم میں نہیں ڈالے گئے ہیں اور یہی اقرب ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالجملہ یہ بات جو حدیث میں ہے معلوم ہے اور قولہ تعالیٰ اذا الشمس کورت حق ہے اور حدیث سے معلوم ہوا کہ ابھی تک وہ مکور نہ ہوگا یا مکور ہوکر زمین کے اندازہ پر کرکے اسقدر قریب کیا گیا ہے۔ ابو عبدالرحمن رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز آفتاب بقدر ایک میل کے نزدیک کردیا جائیگا اور اسکی حرارت کی شدت بڑھنے کو خوفناک بیان فرمایا اُس سے لوگوں کے سر اسطرح ابلینگے جیسے دیگیں اُبلتی ہیں اس سے لوگ بقدر اپنے گناہوں کے پسینے میں ڈوبینگے بعضوں کے ٹخنہ تک اور بعضوں کے پنڈلیوں اور بعضوں کے کمر تک اور بعضوں کے منھ تک بطور لگام کے ہوگا (رواہ احمد) مترجم کہتا ہے کہ اس روز موت نہیں ہے تو سروں کے ابلنے سے سوائے شدت کے کچھ نہوگا اور کچھ حواس بھی باقی رہینگے اسلیے کہ ظہور روحانی ہے تو بدن تابع ہے اور واضح رہے کہ ہر ایک کے گرد صرف اُسیکا پسینا اسطرح محیط رہیگا جیسے زمین کے گرد قدرت سے پانی محیط ہے اور کسی طرف نہیں بہتا ہے۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی اور اُسمیں ایڑی وٹخنہ ونصف ساق وگھٹنہ وسرین درجہ بدرجہ غرق ہوگا (رواہ احمد) ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ یہ لوگ اسطرح ستر برس کھڑے رہینگے کسی کو کلام کرنیکی طاقت نہوگی۔ اور بعضؒ نے کہا کہ تین سو برس تک اسطرح کھڑے رہینگے اور بعض نے کہا کہ چالیس ہزار برس تک کھڑے رہینگے اور باقی دس ہزار برس میں انکے درمیان فیصلہ کیا جاویگا کیونکہ وہ دن پچاس ہزار برس ہے مترجم کہتا ہے کہ ان اقوال میں موافقت یہ ہے کہ ستر برس تک طاقت کلام سلب ہوگی پھر کچھ عطا ہوگی اور تین سو برس تک اس حالت پر گزرینگے پھر تمام مواقف قیامت میں ردوبدل ہوگا اور یہ حالت کھڑے کھڑے گزریگی حتیٰ کہ چالیس ہزار سال ہوجاوینگے اُسوقت فیصلہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم ابن ابی حاتم نے ابوعون الزیادی عن عبدالسلام بن عجلان عن ابی یزید المدنی عن ابی ہریرہ رضؓ روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشیر الغفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے بشیر اُس روز تو کس حال میں ہوگا جسدن لوگ اپنے ربکے واسطے کھڑے ہونگے کہ دنیا کے شمار سے تین سو برس تک ساکت ہونگے نہ اُنکی طرف آسمان سے کوئی خبر آویگی اور نہ کسی بات کا حکم ہوگا بشیرؓ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا ہے اُسی سے مدد چاہتا ہوں آپ نے فرمایا کہ جب تو اپنے بچھونے پر جایا کرے تو قیامت کے کرب سے اور حساب کی برائی سے پناہ مانگ لیا کر (رواہ ابن جریر ایضاً) اور سنن ابی داؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روز قیامت کی سختی مقام سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ ابن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ لوگ چالیس برس تک آسمان کی طرف سر اُٹھائے کھڑے رہینگے

کالوہم او وزنوہم یخسرون- یعنے مطففین وہ ہین جنکی یہ حالت ہو کہ جب اپنے لینے کے واسطے پیمانہ کرکے ناپ لیتے ہین تو اسطرح بھر پورا لیتے ہین کہ انکا ناپنا لوگون پر خسارہ پڑتا ہو حالانکہ معاملہ کی راہ سے انکا ناپ لینا لوگون پر نافذ ہو اور جب انکو ناپ کر دیتے ہین یا وزن کرکے دیتے ہین تو گھاٹ کرتے ہین ایسے لوگون کے لیے ویل یعنے ہلاکت اور عذاب شدید ہو ابن کثیرؒ وابوالسعود ورازی وغیرہ نے لکھا کہ اس بد چلنی کا اثر چونکہ عموماً معاملات مین فساد اور بد دیانتی پھیلانے والا تھا اور بد اخلاقی کی جڑ لہذا تاکید مزید فرمائی بمانند قولہ تعالےٰ اوفوا الکیل اذا کلتم وزنوا بالقسطاس المستقیم- یعنے جب پیمانہ سے ناپو تو پورا دیا کرو اور وزن سے دونون ترازو بالکل ٹھیک ہو جس سے تولو -مد- قولہ تعالےٰ اقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان- یعنے عدل سے ٹھیک کرو تول اور گھاٹ نہ کرو -مد- اور واضح ہو کہ شعیب علیہ السلام جس قوم پر ہدایت کے لیے بھیجے گئے تھے وہ لوگ اس قبیح حرکت کے مرتکب ہونے مین معروف تھے اُن بدبختون نے سمجھانے کو نہ مانا بلکہ کہنے لگے کہ تمھاری نماز یہ چاہتی ہے کہ ہم لوگ اپنے مالون مین اپنی رائے کے موافق تصرف نہ کرین -مد- مترجم کہتا ہو کہ کافرون کے منہ سے سچی بات نکلی کیونکہ نماز کی یہ صفت ہو کہ وہ فحش اور بُری باتون سے روکتی ہو بالجملہ جب اس قوم نے نہ مانا تو اللہ تعالےٰ نے ایسے مفسد کمینہ لوگون سے روئے زمین کو پاک کر دیا یعنے انکو عذاب سے مستاصل کر دیا- اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ انکا خاتمہ ہوا بلکہ وہ عذاب دائمی مین پڑ گئے اور قیامت کے روز عذاب بہت سخت ہو اسیواسطے یہان بھی سخت تہدید فرمائی بقولہ تعالےٰ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ- کیا نہین یقین رکھتے یہ لوگ کہ وہ اُٹھائے جانے والے ہین ایک روز عظیم کے لیے ف یا ایک روز عظیم مین اگر کہو کہ (یظن) بمعنے غالب گمان ہو اور گمان کرنے سے ایمان نہین ہوتا جب تک کہ یقین نہو (جواب) ظن بمعنے یقین بہت آتا ہو اور یہان بجائے یقین کے (ظن) لانے مین عجیب فوائد ہین بعضے فوائد ایسے دقیق ہین کہ عوام نہین سمجھ سکتے ہین لہذا ایک فائدہ بطور نمونہ کے لکھا جاتا ہو کہ جس بات کا یقین ہو ہر آدمی اُسکے موافق عمل کرتا ہو اور عقل یہ ہو کہ جہان گمان غالب ہو کہ ایسا خطرہ ہے تو ضرور اس سے پرہیز کرے خصوص جبکہ پرہیز کا طریقہ بالکل عدل ہو جیسے یہان عدل سے تولنا بالکل انصاف ہے اور اس فائدہ کا اثر بہت عمدہ ہو جیسے کفار سے کہا گیا کہ اپنے خالق عزوجل کو مانو نہین تو عذاب عظیم ہے اور یہی عین انصاف ہو تو ماننا فرض ہو اسیطرح شریعت مین جب کسی جانور کے حلال یا حرام ہونے مین دلیل شرعی سے شبہہ ہو تو چھوڑ دے کیونکہ حرام سے پاک رہنا بہتر ہے اسیطرح جب کسی کام مین اجتہاد مختلف ہو بعض علماء کہین کہ یہ مباح ہو اور بعض کہین کہ بدعت ہو تو اُسکو قطعاً چھوڑ دو اسلیے کہ بدعت فی النار ہے اور تم کو سنت طریقے مین ثواب کے اعمال اس سے بدرجہا افضل ملتے ہین تو عقل سے بعید ہے کہ فی النار کے خطرہ مین پڑو اسی طرح تم کو دین مین پیشوائی کرنے والے دو عالم ملتے ہین ایک دنیا کا نفع بھی لیتا ہو اور دوسرا تم سے دنیا نہین چاہتا ہو تو اُسی کی پیروی کرو کیونکہ دنیا چاہنے والے مین بڑا خطرہ ہو فافہم- یوم کو عظیم فرمایا کیونکہ اول تو یہ دن بھی پچاس ہزار برس کا ہو دوم بڑا عظیم معاملہ یہ کہ اُسمین ذرہ ذرہ حساب ہو اور عالم الغیب جل شانہ کی حضوری ہو لہذا فرمایا- يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ- وہ دن ہو کہ جس مین لوگ حضرت رب العالمین کے لیے کھڑے ہونگے ف اور اُس دن اللہ تعالےٰ کا غضب تمام مجرمون پر نازل ہوگا اور ہولناک معاملات ظاہر ہونگے اور زمین و آسمان بدل دیے جاوینگے- موقف سخت ہوگا اور امر الٰہی ایسا طاری ہوگا کہ اُسکے اُٹھانے سے قویٰ وحواس عاجز ہین (ابن کثیر) پس جسنے جرم کیا ہو اُسپر معاملہ سخت و شدید ہوگا لہذا اُسدن کا خوف کرکے آج دنیا مین بچاؤ کا وسیلہ ڈھونڈھو اور وہ وسیلہ فقط یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کو اُسکے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کرین

طرف سے وحی آئی ہو اور آدمی پیغمبر ہوتا ہو مسیلمہ نے انسے کہا کہ بھلا آج کل تمھارے صاحب پر کیا نازل ہوا ہو عمرو رض نے کہا کہ مین نے انکے بعض اصحاب سے چند سطرون کا سورہ سنا جو فصاحت مین بے مثل ہو۔ والعصران الانسان لفی خسر الخ آخر تک یہ سورہ سنایا مسیلمہ نے تھوڑی دیر سکوت کیا اُسکے بعد کہا کہ اسی کے مثل مجبر بھی نازل ہوا ہو عمرو بن العاص نے شوق ظاہر کیا کہ سنین شاید اسلیے زیادہ شوق ہوگا کہ قرآن مجید مین صاف صاف کافرون سے کہا گیا ہو کہ اگر تم قرآن کو آدمی کا کلام سمجھتے ہو تو ایک سورہ اسکے مثل بناؤ اور اگر ایک شخص سے نہو سکے تو سب مل جاؤ بلکہ جن کو ساتھ شریک کر لو۔ تو شاید عمرو رض نے لالچ کیا کہ اگر اس سے مل جاوے تو اُسیکو مقابلہ مین پیش کرین اور مسیلمہ سے درخواست کی کہ ضرور سناوے اُسنے یا وبر یا وبر آخر تک سائرک حقر ونقر۔ یا اسی قسم کا دوسرا گڑھا ہوا ہذیان سنایا عمرو رض سنتے ہی بالکل مایوس ہوگئے بلکہ انکو غصہ آگیا کہ احمق کیا ہم کو نادان سمجھتا ہو جو ایسے لغو کلام کو جو کچھ بھی حقیقت نہین رکھتا ہو ہم کو سنانے کی جرأت کرتا ہو اتفاقاً مسیلمہ لعین نے سنانے کے بعد عمرو رض سے کہا کہ کیف تری یا عمرو یعنے اے عمرو تم کیسا دیکھتے ہو یعنے وہ مردود اس امر کا مستدعی تھا کہ عمرو رض اُسکی تعریف کرین عمرو رض اگرچہ اسوقت تک مسلمان نہ تھے لیکن خاص قریشی فصیح آدمی تھے اور ایک تو اُسوقت غصہ مین تھے اور ادھر سے مسیلمہ کے اس تعریف کی خواہش نے انکو اس قدر برافروختہ کردیا کہ بے اختیار انھون نے کہا کہ اے مسیلمہ واللہ تو خود دل ہی دل مین سمجھتا ہوگا کہ مین تجھے سمجھتا ہون کہ تو بڑا جھوٹا ہو مسیلمہ نے کھسیا کر کہا کہ اے گروہ قریش تم مغرور لوگ ہو تم کو کسی کا لحاظ پاس نہین ہو اور تم کس وجہ سے ہمپر شرف کا دعویٰ کروگے ہم بھی تمھاری برابری کا دم بھرتے ہین اسیطرح جب بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے بحکم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے یمامہ کے مرتدون سے یعنے مسیلمہ کذاب واُسکی قوم سے قتال کیا اور اللہ نے اصحاب رضی اللہ عنہم کو باوجود قلت کے بکثرت قوم مسیلمہ پر فتح دی اور آخر وہ لوگ اسلام لائے تو خالد رضی اللہ عنہ نے وہان کے اشراف کی ایک جماعت کو حضرت صدیق اکبر خلیفہ رسول صلعم کی خدمت مین روانہ کیا اور وہ لوگ آئے تو حضرت صدیق رض نے اُنسے پوچھا کہ وہ پڑھو جو تم کو مسیلمہ سناتا تھا انھون نے اسکے ہذیانات سنائے تو لوگون نے اہل یمامہ کی حماقت پر تعجب کیا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اہل یمامہ تمھارے حواس وعقل پر کیسی بدبختی کے پردے پڑے تھے کہ تم نے اس ہذیان پر یقین کیا وہ لوگ سخت نادم تھے کہ درحقیقت ہم لوگ بہت ہی بدتر گمراہی مین پڑے تھے مترجم کہتا ہو کہ اس مقام پر اس مضمون کی نقل سے میرا مطلب اس بیان سے یہ بھی ہو کہ مسلمانون نے دنیا کے پیچھے انگریزی وغیرہ زبانین حاصل کرنے مین عمر صرف کی اور دین کے لیے زبان عربی بھی نہین جانتے ہین اور جہالت ہر طرف بکثرت پھیل گئی ہو اور دنیا کے لیے پہلے زمانہ مین فقط فارسی حاصل کرتے تھے تاہم بہت لوگ عربی سے آگاہ تھے اور اب ایسے اسباب ہین کہ حالت بہت خوفناک ہو مگر آنکہ اللہ تعالےٰ نصرت فرماوے تو ایسی جہالت مین یہ موقع ہے کہ اسلام کے دشمنون نے قرآن مجید کے اعجاز بلاغت وفصاحت پر اعتراضات کرنے شروع کیے ہین جن سے قوم جاہل کے لوگ بیخبر ہوتے جاتے ہین اور مین نے نہایت قوی جواب اور بہت آسان اور بالکل صحیح یہ بتلادیا کہ عرب کے فصحاء جن سے بڑھکر کبھی کوئی عربی دان نہین ہوسکتا ہو تو بھلا عجمی آدمی کی کیا مجال ہو اگر وہ سو برس تک کوشش کرے تو عرب کے آدمی کے برابر نہوگا تو بھلا صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے کے اہل فصاحت وبلاغت جو دعوے کرنے والے تھے انکی برابری محال ہو جب انھون نے قرآن کو اعجاز مان لیا اور اُنکے معارضہ سے عاجزی ظاہر کی تو اس زمانہ مین جو کوئی اعتراض کرے وہ احمق جاہل ہے واللہ تعالےٰ ہو الحفیظ العلیم۔ اب تفسیر کی طرف رجوع کرو کہ اللہ تعالےٰ نے مطففین کی یہ حالت بیان فرمائی کہ۔ الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون واذا

اسلیے کہ تم نے جن فصحا کے کلام سے لیکر قاعدہ بنالیا ہی وہ فصحا خود قرآن مجید کے سامنے سجدہ کرتے تھے تو تمھارا قاعدہ اسکے تابع ہوا پھر سوال
منبط ہوا اسیطرح دوسرا سوال یہ کہ (اذا کالوہم او وزنوہم الخ) سیدھے محاورہ مین (کالوا لہم او وزنوا لہم) آتا ہی (جواب) سیدھے محاورہ مین
تو ہم بلاغت کا اعتبار نہین اور جب بلاغت بڑھتی ہی تو افعال مین ایک حرف سے دوسرے فعل کی تضمین کرتے ہین اور یہ قاعدہ معروف
ہے تو بیان فصاحت بلیغ یہ ہی کہ (لہم) بلام نفع ہی تو جب سیدھے محاورہ پر کہا جاوے کہ (کالوا لہم) یعنے اُنکے لیے ناپ دیا۔ تو لام کی وجہ سے
یہ فائدہ کے معنی مین ہوگا یعنے مشتری کی منفعت کے لیے کام کیا۔ حالانکہ یہان اُنھون نے مشتری کو خسارہ دیا ہی نفع نہین دیا ہی تو لام ساقط
کرکے فعل کو (اذوا) یا (اعطوا) کے معنی کو متضمن لیا یعنے (واذا اذوہم بالکیل او ادوہم بالوزن یخسرون) اور جب دوسرون کو یہ لوگ
ادا کرتے ہین یعنے پیمانہ سے ناپ کر ادا کرتے ہین یا وزن سے تول کر ادا کرتے ہین تو گھاٹ کرتے ہین۔ اور یہ نہایت لطیف بات ہی والحمد للہ
الذی بہ تتم الصالحات وعلی رسولہ الصلوات والتحیات اور شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ بعض علماءؒ نے کہا کہ (کالوہم) مین ضمیر (ہم) مفعول نہین
ہی کو (ہم یخسرون) ضمیر فصل ہی تو اصل یہ کہ (اذا کالوا یخسرون) اور مفعول بوجہ تاکید کے ضمیر منفصل محذوف ہی اور ضمیر مفعول بکثرت محذوف
ہوتی ہی خطیب وغیرہ نے اصل سوال ہی ساقط کر دیا اور اشعار عرب نقل کیے جنمین (کالوہم او وزنوہم) موجود ہی یعنے بدون لام کے
محاورہ آیا ہی تو سائل کا یہ کہنا کہ (کالوا لہم) محاورہ ہی اور کالوہم۔ نہین ہی یہ سائل کی خود غلطی وجہالت ہی اور بیان سے یہ بھی معلوم ہوا
کہ (اکتالوا علی الناس) بھی محاورہ مین موجود ہوگا اور سائل کو معلوم نہوا اُسنے سوال کیا **تنبیہ** صرف و نحو اور محاورات کی اہلیت
یہ ہی کہ جب فتوحات اسلامیہ کے بعد لوگون نے ممالک دور دراز مین قیام کیا اور وہان سوائے عرب کے عجم کو قرآن و حدیث
پڑھانے کی ضرورت ہوئی اور عرب مین قیام نہ رہا جہان مادری زبان تھی سوائے اعراب کے جو اب تک عرب کے ممالک مین
رہتے ہین تو دوسری صدی مین لوگون نے یہ خیال کیا کہ کتابون مین ان لغات وغیرہ کو لکھ لیا جاوے تاکہ اولاد انس سے سیکھین پس
کاوش سے جہانتک میسر ہوا لکھا اور ان مین سے نکال کر قواعد بنائے اور اکثر اوقات انکو محاورہ میسر نہوا تو انھون نے اعراب
سے ملاقات پیدا کی اور انکو لالچ دیا تاکہ وہ لوگ آدین پس وہ لوگ آتے اور وہ ایک روز یہان قیام کرتے تو اُنسے محاورات
سنکر سیکھ لیتے اور لکھ لیتے تھے چنانچہ اسکی حکایات بکثرت ان علماءؒ سے جو لغت کے فن مین امام ہین منقول و معروف ہین لیکن
اسکے ساتھ یہ بات عجیب واقع ہوئی کہ لغت مین جنکو دخل ہوا وہ فقط لغت ہی کے ہوے اور بہت کم ایسے ہوے جو اسکے ساتھ مین
علم تفسیر و حدیث بھی جانتے تو انھین مین یہ بات پیش آئی کہ قرآن مجید کے محاورات اُنسے رہگئے اور قواعد مین نقص رہا کیونکہ یہ
بات بدیہی تھی کہ جن فصحاء عرب سے تمنے محاورہ لیا وہ خود قرآن کی فصاحت کے معتقد تھے حتی کہ جب سے قرآن مجید کی بلاغت و
فصاحت مشہور ہوئی تو فصحا جو بڑے بڑے دعوے کیا کرتے تھے وہ یکایک متحیر ہو کر چپ ہو گئے اور اسکو سحر و جادو وغیرہ کہنے
لگے اگر کہا جاوے کہ لوگون نے مسیلمہ کذاب کے بنائے ہوے ہذیان کو بھی مان لیا تھا (جواب) یہ غلط ہی کہ اُسکے قول کو اعجاز تسلیم
کیا کیونکہ بکثرت روایات ہین کہ یہ مسلم نہ تھا چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس زمانہ مین جب اسلام کمتر تھا اور قریش کا زور
تھا قریش کی طرف سے مسیلمہ کے پاس یمامہ گئے تھے عمرو بن العاص اسوقت تک مسلمان نہین ہوے تھے اور قریش نے
انکو اسلیے بھیجا تھا کہ زمانہ جاہلیت مین انسے اور مسیلمہ سے بڑی دوستی تھی جب عمرو وہان پہونچے تو مسیلمہ نے اپنے اپنا بھید
ظاہر کیا کہ مین بھی خفیہ پیغمبر ہون اور مجپر وحی آتی ہی عمرو بن العاص اس سے متعجب ہوے کہ یہ بھی اس امر کا قائل ہی کہ خدا کی

فرماتا ہے۔ اَلرَّحْمٰنِ۔ وہ نہایت مہربان ہے ف کہ اُسکی عام مہربانی مین نیک بندون کے ساتھ مین نافرمان بدکار بھی انعام و رزق پاتے ہین۔ اَلرَّحِیْمِ۔ نہایت رحمت والا ہے ف کہ اپنے خاص بندون کو رزق ہدایت سے سرفراز فرماتا ہے۔ امام شافعی رح نے کہا کہ اللہ تعالے کی حفاظت تیرے حق مین یہ بھی ہے کہ تجکو بدکاری کی قوت حاصل نہو اور علماء رح نے کہا کہ ہر ایک کمائی جو حرام سے آئی ہو اللہ تعالے اسمین برکت نہین دیتا ہے۔ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ۔ ویل ہے مطففین کے لیے ف مطففین سے مراد بخس کرنے والے ہین جیسے قولہ تعالے ولا تبخسوا الناس اشیاءہم الآیہ۔ یعنے لوگون کے ساتھ معاملہ کرنے مین انکی چیزون مین گھاٹ نہ کرو۔ انتہی۔ اور یہ دو طرح ہوتا ہے ایک یہ کہ جب اپنے واسطے لے تو بڑھتی لے تو دینے والے کا خسارہ ہوا اور جب دوسرے کو دے تو گھاٹ دے تو اُسکا خسارہ ہوا اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا یہی طریقہ تھا آخر ہلاک ہوے اسیواسطے اللہ تعالے نے فرمایا کہ (ویل) ہے اور وہ ہلاکت ہے (ع س) یا ویل کے معنے شدت کا عذاب ہے اور ایک حدیث مین آیا کہ ویل جہنم مین ایک وادی ہے جسمین کافر گرایا جاویگا تو چالیس برس تک گرتا چلا جاویگا۔ بہرحال بیان (ویل) مبتدا ہے اور یہ نکرہ ہے تو اسلیے نکرہ مبتدا ہوا کہ بد دعا کے موقع مین ہے (ابو السعود رح وغیرہ) اور حاصل یہ کہ عذاب سخت ہے مطففین کے لیے اَلَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ۔ جنکا یہ بیان ہے کہ جب لوگون پر ناپ لیتے ہین تو بھرپور لیتے ہین اور جب اُنکو ناپ دیتے یا تول دیتے ہین تو انکا خسارہ کرتے ہین ف یہ مطففین کی تطفیف کرنے کی کیفیت ہے۔ قولہ اذا اکتالوا علی الناس۔ ای من الناس یعنے لوگون سے کیل (پیمانہ) لیتے ہین۔ ابو السعود رح نے کہا کہ (من) کی جگہ (علی) لانے مین وجہ یہ ہے کہ ناپ لینے مین بلندی کے معنے مین یا اشارہ ہے کہ یہ ناپ گویا ان لوگون پر پڑی یعنے اُنکے حق مین مضر ہے۔ انتہی۔ خطیب رح نے کہا کہ (الناس) عام ہے تو اشارہ ہے کہ ان گھاٹ کرنے والون کو کسی سے حیا نہین رہی بلکہ سب کے ساتھ یہی معاملہ کرنے لگے۔ خلاصہ یہ کہ مطفف کا نام اسوقت ہوجاتا ہے کہ جب اُسکا یہ چلن ہوا اور اگر اتفاق سے ہوگیا اور اُسنے توبہ کرلی تو یہ مطفف نہوگا ابن کثیر رح نے کہا کہ (یستوفون) یعنے جب اپنے واسطے لوگون سے ناپ لیتے ہین تو بھرپور پیمانہ مع زائد لیتے ہین اور دینے مین خسارہ کرتے ہین مترجم کہتا ہے کہ ہندوستان مین گیہون و نمک وغیرہ سب اناج تول سے رائج ہین اور عرب مین پیمانہ سے بکتے ہین اور دستور یہ تھا کہ مثلاً ملک شام سے گیہون کی کھیپ آئی اور یہان خریدنے والے بذریعہ خرما کے خریدتے تھے تو گیہون والے نے بددیانتی سے جب اپنے واسطے خریدار کے خرما پیمانہ مین ناپ کے لیے تو خوب طرح سے چولی دار بھرے اور چمڑے کا پیمانہ ڈھیلا ہلاکر خوب کس لیا اور جب اپنے گیہون خریدار کو ناپ دیے تو ہر پیمانہ کو چالاکی سے ناقص بھرا فافہم (سوال) محاورہ سیدھا یہ تھا کہ (اکتالوا من الناس) اور آیت مین (علی الناس) ہے (جواب) اوپر گزر چکا اور (علی) مین بلاغت بڑھ گئی اور مترجم نے واقعہ کی حالت بھی بیان کردی کہ اہل مدینہ سے گیہون کے عوض خرما خود ناپ لیتے تھے تو یہ ناپ ان خریدارون پر واقع ہوتی تھی اور بلیغ یہ کہ اُن پر مضر بھی اور زجاج رح نے کہا کہ بلاغت مین حرف (من وعلی) اکتال کے ساتھ موقع موقع سے آتے ہین اور مترجم کہتا ہے کہ یہ خوب جانو کہ (علی) یہان جیسے ظاہر مین ابلغ ہے اسیطرح معانی و اشارات مین بے مثل ہے کیا نہین جانتے ہو کہ اُس زمانے کے خالص فصحاے عرب جنکی شاعری و فصاحت و بلاغت کی دھوم تھی حتی کہ انھین کے اشعار ملک شام و فارس و مصر وغیرہ مین جب یہ فتح ہوچکے ہین لوگون نے فصاحت سیکھنے کے لیے درس و تدریس مین داخل کیے اور پڑھنے پڑھانے لگے اور اب تک یہ دستور جاری ہے تو اُس وقت مین ایسے فصحاے بے شمار نے قرآن پاک کی فصاحت و بلاغت کے آگے سجدہ کیا اسلیے مترجم نے بارہا لکھا کہ یہ جو بعضے نادان لکھا کرتے ہین کہ قاعدۂ نحو کے موافق نہین بنتا ہے تو یہ بڑی غلطی ہے

مین حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جاتا تھا۔ مین نے کہا کہ سب لوگون سے بہتر ناپ تول مُہیات مین اہل مکہ یا اہل مدینہ ہین ابن عمرؓ نے کہا کہ یہی انکے واسطے حق بھی تھا کیا تو نے نہین سُنا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی ویل للمطففین (رواہ ابن ابی حاتم) اور اسیکے مانند ابن جریر نے روایت کیا ہی (ابن کثیرؒ) اور روایت ہی کہ جب آپ مدینے تشریف لائے ہین تو وہان ایک شخص ابوجہینہ تھا اُسکے پاس دو صاع تھے جب کسیکو دیتا تو گھاٹ صاع سے اور خود لیتا تو باڑھ صاع سے لیتا۔ اور روایت ہی کہ مدینے والے تاجر لوگ تھے اور تطفیف کیا کرتے تھے اور انکی بیع منابذہ وملامسہ ومخاطرہ تھین پس یہ سورہ نازل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جا کر اُن پر تلاوت فرمایا اور کہا کہ پانچ چیزین پانچ کے عوض ہوتی ہین جس قوم نے عہد توڑا تو اللہ تعالے اُنپر دشمن کو مسلط کرتا ہی اور جس قوم نے سوائے حکم الٰہی کے حکم لگانا شروع کیا تو ان مین محتاجی پھیل جاتی ہی اور جن لوگون مین زنا کاری پھیل جاتی ہی تو ان مین موت پھیلتی ہی اور جس قوم نے تطفیف کرنی شروع کی تو انکی پیداوار گھٹ جاتی ہی اور قحط پڑنا شروع ہوتا ہی اور جس قوم نے زکوٰۃ روکی تو اُنسے بارش روک دی جاتی ہی (ابوالسعودؒ وسراج وغیرہ) اور بیع منابذہ کی یہ صورت تھی کہ ان مین یہ بات کہی ہوئی تھی کہ جب مین کپڑا پھینک دون اور لگ جاوے تو میرے تیرے بیع ہو گئی بعض نے کہا کہ مثلاً اناج کی کھیپ آئی اور بائع نے کہا کہ مین فی صدی دس روپیہ نفع سے کم نہ دونگا اور کسی نے کہا کہ نہین بلکہ آٹھ کسی نے کچھ زیادہ کہا غرضکہ ایک نے کپڑا اُس کھیپ کے اوپر پھینک مارا تو فی صدی دس پر تمام ڈھیری اُسکی ہو گئی چاہے کھرے ہون یا کھوٹے ہون اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ یہ کپڑے مین تھا کہ بائع نے فلان شخص پر تھان پھینک دیا اُسکو ضرور لینا پڑے گا چاہے اندر سے ناقص ہو۔ ملامسہ یہ کہ ایک دوسرے کو چھولے تو بیع ہو گئی یا تھان پر ہاتھ لگا دے یا ڈھیری پر ہاتھ لگا دے تو بیع اسکے ذمہ ہو گئی اور شاید مخاطرہ یہ کہ امسال تیرے باغ مین جو کچھ پھل آوین وہ مین نے سو روپیہ کو لیے اب اُسکو روپیہ دینا پڑے گا چاہے باغ مین کچھ نہ آوے اور یہ ہندوستان مین بھی حرام طریقہ سے جاری ہی اور بعض نے کہا کہ شکاری سے کہا کہ جو کچھ اس جال مین آوے یا اس تالاب مین مچھلیان آوین دس روپیہ کو میری ہین تو یہ جوا ہی جائز نہین ہی سپھر واضح ہو کہ ابوالسعودؒ نے جو حدیث لکھی ہی مین نے کہین نہین دیکھی اور غالب یہ ہی کہ اخیر کا حکم کسی تابعی وغیرہ کا قول ہی واللہ تعالے اعلم۔ بالجملہ مختار یہ ہی کہ یہ سورہ مدنیہ ہی اور یہ منع نہین کہ ان مین چند آیات مکیہ ہون اور اسکی آیات شمار مین علماءؒ کے نزدیک چھتیس ۳۶ ہین اور ایک سو ننانوے ۱۹۹ کلمات ہین اور سات سو اسی ۷۸۰ حروف ہین کما ذکرہ الخطیب فی السراج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہی

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ

خرابی ہے گھٹانے والون کی وہ کہ جب ناپ لین لوگون سے پورا بھر لین اور جب ناپ دین اُنکو

اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝

یا تول دین ان کو تو گھٹا کر دین کیا خیال نہین رکھتے وہ لوگ کہ اُنکو اُٹھنا ہے ایک بڑے دن مین

يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

جسدن کھڑے رہین لوگ راہ دیکھتے جہان کے صاحب کی

بسم اللہ۔ شروع ہے اللہ تعالے کے نام سے ف جو اُسپر توکل کرے وہ اُسکی کمائی مین کافی برکت وسعت عطا

حدیث کا سبب صدور یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بازار مین اناج کی ڈھیری دیکھکر اُسکے پاس جاکر اُسکے اندر ہاتھ
داخل کرکے بھیگا اناج نکالا اور پوچھا کہ اے ڈھیری والے یہ کیا بات ہو اُسنے کہا کہ یارسول اللہ اسپر بوندیان پڑگئی تھین تو آپنے
فرمایا کہ تو نے بھیگے ہوے اوپر کیون نہین رکھے اور حدیث مین ہو کہ تجار لوگ بدکار اُٹھائے جاوینگے سواے اُسکے جسنے راستی
سے برتاؤ کیا۔ حدیث مین سچا تاجر امانت دار قیامت کے روز نبیین وصدیقین وشہدا کے ساتھ اُٹھایا جائیگا۔ (رواہ الترمذی والحاکم)
تاجر سچا اول جنت مین داخل ہوگا (ابن ابی شیبہ) جسنے دنیا کو حلال طریقہ سے اس نیت سے طلب کیا کہ اسکو بھیک مانگنے سے عفت ہو
اور اپنے بال بچون کیلیے سعی کرے اور پڑوسی پر مہربانی کرے تو اللہ تعالے اسکو قیامت مین اس صورت سے اُٹھاویگا کہ اُسکا چہرہ
چودھوین کے چاند کیطرح روشن ہوگا اور جسنے دنیا کو حلال طریقہ سے اس نیت سے طلب کیا کہ مال کی کثرت وثروت ومفاخرت
حاصل ہو تو جب وہ اللہ تعالے سے ملیگا تو اسکو اپنے اوپر غضبناک پاویگا (حلیہ ابونعیم) اور حدیث مین ہو کہ جو گوشت حرام سے
بنا ہو تو جہنم کی آگ ہی اُسکے لیے سزاوار ہو (س) اور جسنے ایک کپڑا دس درم کو خریدا اسمین ایک درم حرام ہو تو جب تک اُسکے بدن
پر کچھ بھی باقی رہے اللہ تعالے اُسکی نماز قبول نہین فرماویگا (مسند احمد) اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص حرام سے
مال کماتا ہو پھر اسمین سے صدقہ کرتا ہو تو اللہ تعالے اُس سے قبول نہین فرماویگا اُسکی مثال ایسی ہو جیسے فاحشہ کسبی نے زنا سے مال کماکر
بیماروں کی تیمارداری مین صدقہ کیا (ابونعیم) اور واضح ہو کہ صحیح کی حدیث مین ثابت ہو کہ جو شخص حرام کے مال سے غذا کھاوے اگر وہ
سفر مین گردآلود ہو اور دعا کرے اور بہت عاجزی سے یارب یارب کرے تو بھی قبول نہوگی اور واضح رہے کہ حرام کھانے کا ضرر
بہت شدید ہو اور اگر وہ شب وروز عبادت کرے تو قبول نہین ہو اور حلال غذا بہت خوب ہو اگر وہ شخص فرائض پڑھے تو اس سے
بدرجہا افضل بلکہ مغفرت کے لائق جنتی ہو واللہ سبحانہ تعالے اعلم۔ اب جاننا چاہیے کہ سورۃ المطففین کے محل نزول مین اختلاف
ہو قرطبی رح نے کہا کہ حضرت ابن مسعود رض اور ضحاک رح ومقاتل رح نے کہا کہ یہ سورہ مکیہ ہو اور حسن رح وعکرمہ رح نے کہا کہ مدنیہ ہو اور مقاتل رح سے
ایک روایت یہ کہ سورۃ المطففین سب سے پہلے مدینہ مین نازل ہوا ہو جابر بن زید اور کلبی رح نے کہا کہ یہ سورہ مکہ ومدینہ کے درمیان نازل
ہوا ہو یعنے جب رسول اللہ صلعم نے مکے سے ہجرت کے واسطے مدینے کی جانب سفر کیا تو درمیان مین یہ سورہ نازل ہوا ہو خطیب رح
نے کہا کہ شاید اسی وجہ سے مکیہ ومدنیہ ہونے مین اختلاف ہوا ہو مترجم کہتا ہو کہ یہ بعید ہو اور ابن عباس رض وقتادہ رح نے کہا کہ مدنیہ ہے
سواے قولہ تعالے ان الذین اجرموا الخ سے آٹھ آیتون تک کہ یہ مکے مین نازل ہوئین اور ابن عباس وابن الزبیر سے روایت ہو کہ اسکا
نزول مکے مین ہوا ہو ابن عباس رض سے روایت ہو کہ یہ سورہ مکے مین سب سے آخر مین نازل ہوا ہو مترجم کہتا ہو کہ شاید یہ سورہ
پہلے قولہ ان الذین اجرموا سے آٹھ آیت تک مکے مین نازل ہوا تھا پھر شروع سے باقی سورہ مدینے مین اُترا تو جسنے اولاً نازل
ہونے پر نظر کی اُسنے کہا کہ مکیہ ہو کیونکہ مکے سے نزول شروع ہوچکا تھا اور جسنے ابتداے سورہ پر نظر کی تو اُسنے کہا کہ مدنیہ ہو کیونکہ
شروع سے یہ سورہ مدینے مین اُترا اور مکمل ہوا ہو واللہ تعالے اعلم ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جب مدینے مین آئے تو یہان کے لوگ ناپ تول مین سب سے زیادہ خبیث تھے پس اللہ تعالے نے ویل للمطففین کو نازل فرمایا تو اسکے
بعد انکی ناپ تول بہت ٹھیک وبہتر ہوگئی (نسائی وابن ماجہ) اور اس حدیث کو ابن مردویہ وبیہقی نے بھی روایت کیا اور سیوطی نے کہا
کہ اسکی اسناد صحیح ہو مترجم کہتا ہو کہ پھر اس سے معلوم ہوگیا کہ شروع سورہ مدینے مین اُترا ہو۔ ہلال بن طلق سے روایت ہے

وطمع ہین بعض نے کہا کہ توکل اور حرص ہین بعض نے کہا کہ نعیم اپنے رب عزوجل کی طرف متوجہ ہونا اور جحیم اسکے سواے کسی طرف مشغول ہونا ہے۔ مترجم کہتا ہی کہ اگر امام جعفر رضہ سے یہ قول ثابت ہوا تو اس سے یہ مراد نہین کہ نعیم و جحیم کوئی چیز نہین ہی سواے معرفت وشہوات کے حاشا ولیکن یہ مراد ہی کہ جس بندے کو معرفت حاصل ہی وہ جنت مین اعلی نعمت مین ہی اور جو کوئی اپنے نفس کے شہوات مین پھنسا ہی وہ جہنم کی آگ مین سخت عذاب مین ہی اور خلاصہ یہ کہ نیکیان جنت کے درجات ہین اور بدکاریان جہنم مین انواع عذاب ہین فافہم واللہ تعالے اعلم قولہ تعالے والامر یومئذ للہ۔ واضح ہو کہ ملک دنیا و آخرت مین سب جگہ خالص اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی وہی جسکو چاہتا ہی گمراہی دیتا ہی اور جسکو چاہتا ہی ہدایت دیتا ہی واسطی رح نے کہا کہ رسالات وکلمات وسعایات ہین پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت پہونچائی اور کلمات حق کلام اللہ ہین اور بندون کے سعی ہین اور الوہیت اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی جسنے یہ سمجھ لیا تو اسنے توحید کو جانا اور واسطی رح نے کہا کہ ملک ہمیشہ دنیا و آخرت مین اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی اور وہ قوت و سلطنت وخود مختاری وایجاد وعطا وغیرہ صفات کا مجموعہ ہی یہ سواے اللہ تعالے کے کبھی کسی کے واسطے نہین ہی ولیکن امر غیب کو سواے اکابر اولیا کے کوئی نہین پہچانتا ہی اور یہان خطاب عام ہی تو یہ لوگ جب وہان مشاہدہ کرینگے تب جان جاوینگے کہ معاملہ کسطرح تھا اور اہل معرفت آج بھی وہی دیکھتے ہین جیسے کہا گیا کہ اگر پردہ ہٹا دیا جاوے تو میرے یقین مین کچھ زیادہ نہو مترجم کہتا ہی کہ اس قول کو حضرت علی رضہ کی طرف نسبت کرتے ہین اور شیرازی رح نے عرائس مین عامر بن عبد القیس کا قول لکھا ہی بہر حال اسکے معنی یہ ہین کہ جو باتین شرع حق سے میرے یقین مین ہین ان مین یقین کی راہ سے کچھ زیادتی نہوگی ولیکن معائنہ زیادہ ہوگا اور جو چیزین غیب سے زیادہ ظاہر ہونگی وہ معلوم ہوجاوینگی رازی رح نے لکھا کہ دنیا والے ملک پر تغلب کرتے اور ایک دوسرے کی حمایت کرتے اور باہم تعصب واعانت کرتے تھے قیامت کے روز یہ سب مٹ جاویگا اور ریاست جاتی رہیگی اور کسی سے کسی کو کچھ مدد اور حمایت نہین ہونچیگی مترجم کہتا ہی کہ اسکی تحقیق اوپر گذر چکی کہ یہان قدرت حق عزوجل ان سب پر قاہر اور قادر ہی لیکن شان یہ ہی کہ ہر پاکیزہ جو کچھ پاکیزگی لاوے یا ہر نجس جو کچھ دنیاوی نجاست کماوے قدرت ایجاد فرماوے اور وہان یہ کمائی وامتحان نہین ہی تو کسی کے ارادہ وخواہش کا کچھ اثر نہوگا اور ان کو عیان کھل جاویگا کہ دنیا مین بھی ہم لوگ مختار نہین تھے وللہ الامر من قبل ومن بعد سب امر فقط اللہ تعالی ہی کیواسطے خاص ہی وللہ الحمد والمنہ

سورة التطفيف مكيّة وهي ست وثلثون اية

اس سورہ کا نام سورۃ المتطففین ہی اور تطفیف کے معنے اصل مین تقلیل کے ہین اور مجازاً ناپ تول مین کم کرنے والے کو مطفف کہتے ہین زجاج رح نے کہا کہ اس وجہ سے کہ مطفف ناپ تول مین کمی وگھاٹ کرنے سے کچھ نہین پاسکتا سواے قلیل کے۔ اور یہ تطفیف ایسی چیز ہے جسکی وجہ سے گزری امت پر عذاب آیا تھا اور یہ بھی پہلی بلا ہی جس سے امت مین فساد ہوا اسلیے کہ یہ دلیل ہی کہ لوگ حرص مین منہمک ہین کہ دنیاوی چیز اس قدر قلیل اس مکر سے لیتے ہین اور نہایت کمینہ وپست ہمت ہین اور ناپ و تول ایسی چیز ہین کہ تمام لوگون کو اُس سے معاملہ کرنیکی حاجت پڑتی ہی اسیواسطے حدیث مین ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بازار مین داخل ہوے تو فرمایا کہ اے گروہ موالی تم نے ایسے کام (ناپ تول) کو اختیار کیا ہی جسمین گزری ہوئی امت ہلاک ہوئی تم تطفیف نہ کیجیو (السنن) اور حدیث مین ہی کہ من غش فلیس منا یعنے جسنے کھونٹ کیا (میل کیا) تو وہ ہم مین سے نہین ہی۔ اسی

شق ہوجاتے ہین اورعلوم کے ستارے بکھرجاتے ہین اور بحار ارواح وعقول منفجر ہوجاتے ہین اور قلب کے قبور سے حقائق کا ظہور ہوتا ہے
تو نفوس روحانیہ کو معلوم ہوتا ہو کہ کس قدر اُسنے نفس کو قربان کیا اور کس قدر بچھڑ گیا ہو (عرائس) اور بعض نے کہا کہ یہ حالت موت ہو
چنانچہ شیخ ابن العربی رح نے لکھا کہ جب روح حیوانیہ کا آسمان پھٹ جاویگا اور روح انسانیہ سے جدا ہوگا اور موت سے حواس
کے تارے بکھر جاوینگے اور بحار اجسام جو عناصر سے مرکب تھے منفجر ہوجاوینگے اور ہرایک عنصر اپنی اصل کی جانب رجوع کریگا
اور قبور اجسام کریدکران مین سے ارواح اور قوی نکال لیے جاوینگے تو اُسوقت ہرنفس کو معلوم ہوگا کہ اُسنے کیا مقدم کیا اور کیا مؤخر
کیا ہے ۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ علم بوجہ اسکے ہوگا کہ اعمال وہان ساتھ ہونگے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا مین آدمی فقط اسلیے ہو کہ وہ اعمال
ساتھ لے جاوے اور حدیث شریف مین ہادی امت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت ہی عمدہ ہدایت بتلائی کہ ہر عمل جو
نیک نیتی سے ہو وہ خوبصورت وعمدہ ہو مثلاً ایک شخص نے مزہ کے واسطے مٹھائی کھائی تو یہ ہیچ ولغو ہو اور اگر اُسنے نیک نیتی سے یہ قصد
کیا کہ رگ وپٹھے مضبوط ہون تاکہ علوم وطاعات مین کام آوین تو یہ نیکی ہو کیا تو نے نہین جانا کہ آدمی جو اپنی منکوحہ جورو یا مملوکہ لونڈی سے
ہم بستر ہو تو اُسمین ثواب ہو اسپر صحابہ رض نے تعجباً عرض کیا تھا کہ ہمکو اس خواہش نفس مین ثواب ہو فرمایا کہ اچھا اگر تم اس کام کو حرام جگہ کرتے
تو عذاب ہوتا صحابہ رض نے عرض کیا کہ جی ہان تو فرمایا کہ پھر حلال مین ثواب ہو واضح ہو کہ ظہور سلطان حق سے موت نفس ہو کیونکہ نفس کشی
اُسی کا نام ہو کہ وہ حق کے سامنے مطیع ہو تو نفس کے لیے آسمان یہ دماغ ہو اور اُسمین حواس کے تارے ہین اور قلب سے اُسکو تعلق ہے
اسلیے کہ قلب گویا روح انسانی ونفس حیوانی کے درمیان ہو واضح ہو کہ جو علوم انسان کو ابتدا مین حاصل ہوتے ہین بعد ظہور حق کے معلوم
ہوجاتا ہو کہ وہ علوم کچھ نہ تھے اسطرح جب آخرت مین ظہور عیان ہوگا تو جمیع معارف ساقط ہوجاوینگے قولہ تعالے یا ایہا الانسان ماغرک بربک الکریم الخ
یعنے اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے رب کریم کے ساتھ غرور مین ڈالا شیخ الشیرازی رح نے لکھا کہ ابن عطاء رح نے کہا کہ اسمین شامل ہو کہ اے
انسان کس چیز نے تجھے اپنے مولاے کریم کی حاضری سے منقطع کیا حضرت عمر رض نے فرمایا کہ وہ اللہ اپنے رب عزوجل کو نہ پہچاننے سے
مغرور ہوے منصور ابن عمار اور یحیی بن معاذ رازی رح نے کہا کہ کرم نے مغرور کیا شیخ شیرازی رح نے کہا کہ گویا اس جواب کا اشارہ ہو کہ
تجھکو رب کریم کے کرم نے مغرور کیا مترجم کہتا ہو کہ اس قول کو ائمہ علماء کی جماعت کثیرہ نے رد کر دیا ہو کیونکہ صریح سیاق کلام یہ ہو کہ اے
انسان رب کریم نے تجھپر یہ احسان کیا تو ایسے رب کریم سے تجھے غرور بیجا تھا اسیواسطے شیخ ابن العربی رح نے لکھا کہ قولہ تعالے ماغرک
بربک الکریم اسمین اللہ تعالے کی طرف سے انکار ہو کہ رب عزوجل کے کرم پر مغرور نہو یعنے اگر رب عزوجل کا کریم ہونا یہ جائز کرتا ہے
کہ اُسپر مغرور ہوجاوے لیکن اُسکی طرف سے بکثرت نعمتین واحسان وکمال قدرت اور صفت غضب اس سے مانع ہین بلکہ مغرور ہونیکی
بہ نسبت خوف کرنے کو زیادہ تجویز کرتی ہین ۔ کرام کاتبین آسمانی نفوس ہین کہ جو کچھ یہ لوگ کرتے ہین سب ان مین نقش ہوجاتا ہو ۔ حاصل
یہ کرم پر مغرور ہونے سے باز رہو بلکہ تمھاری نافرمانی کی جڑ یہ ہو کہ تم لوگ آخرت کی جزاء وسزا کو جھوٹ سمجھتے ہو اور یہ کرم پر مغرور ہونے سے
بھی بڑھکر جہالت ہو اور کرام کاتبین تمھارے افعال کی حفاظت کرتے اور تمپر لکھتے ہین اور یہ علاوہ اُنکے ہین جو تمھارے دائین بائین موکل
ہین بحکم قولہ تعالے عن الیمین وعن الشمال قعید ما یلفظ من قول الآیہ ۔ پس تم لوگ کیونکر بدکاریون پر جرأت کرتے ہو درحالیکہ تمھارے اعمال
آسمان وزمین مین لکھے جاتے ہین واللہ تعالے اعلم (ابن العربی) شیخ شیرازی رح نے حضرت جعفر رح سے نقل کیا کہ نعیم معرفت ہو اور جحیم نفس ہے
رازی رح نے بھی کبیر مین امام جعفر رض سے نقل کیا کہ نعیم معرفت ومشاہدہ ہو اور جحیم نفس کے شہوات دنیا ہین اور بعض نے کہا کہ یہ قناعت

سب چیزین موجود ہین تو جس چیز کو مانگے وہ مین تجھے دیدون یعنے تو اُسکو اپنے واسطے حاصل کر لے پس ہر نفس نے نیکبختی یا بدبختی کے
امور مین سے جو کچھ اُسکی قسمت ہی سب کما لیا اور اجل کے وقت یہ ذخیرہ لیے ہوے مرگیا پھر جب قیامت کا روز ہوگا تو وہان
نفوس کے لیے کمائی کا وقت نہین ہی تو وہ قدرت اُنسے سلب ہوگی یعنے قدرت کے قبضے مین وہان بھی ہین ورنہ فنا ہو جاوین
ولیکن یہ شان نہوگی بلکہ دوسری شان ہوگی کہ کسی نفس کو یہ کیفیت محسوس نہوگی کہ مین چاہون یہ کرون یا وہ کرون - بلکہ الوہیت
حق عزوجل جو یہان پردۂ امتحان مین ہی وہان کھل جائیگی اور قدرت ملکیت فقط اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ظاہر ہو جاویگی اور یہ غلط فہمی کہ جو یہان
کافرون نے اپنی قدرت سمجھی ہی بالکل مٹ جائیگی واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم **فائدہ** رازیؒ نے کبیر مین اور خطیبؒ نے سراج مین اور
ابن الجوزیؒ نے اذکیا مین نقل کیا کہ سلیمان بن عبد الملک نے مکے کو جاتے ہوے مدینے مین قیام کیا اور لوگون نے خلیفۂ وقت کی
زیارت کی لیکن حضرت ابوحازم رحمہ اللہ تعالیٰ نہین آئے یہ ابوحازم وہ ہین جنہون نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لیکر سب
عشرۂ مبشرہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہین اور یہ سواے انکے کسی راوی سے نہین پایا گیا - بالجملہ سلیمان نے انکو بلایا اور
بہت سی گفتگو کے بعد سلیمان نے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے کہ کل کے روز اللہ تعالیٰ کی جناب مین حاضری کیونکر ہوگی ابوحازم نے فرمایا کہ
نیکوکار اسطرح حاضر ہوگا جیسے غائب سفر سے اپنے گھر آتا ہی اور بدکار کا یہ حال ہوگا جیسے بھاگا ہوا غلام پکڑ کر اپنے مولیٰ کے پاس
لایا جاتا ہے یہ سنکر سلیمان رونے لگا اور اُسنے روتے روتے کہا کہ کاش معلوم ہوتا کہ میرا کیا حال ہوگا - ابوحازمؒ نے کہا کہ اے خلیفہ یہ تو
تجھے آسانی سے معلوم ہو سکتا ہی اپنے اعمال کو کتاب الٰہی کے سامنے پیش کر سلیمانؒ نے کہا کہ کہان پیش کرون ابوحازم نے کہا کہ
وہان جہان اللہ نے فرمایا - ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم سلیمان پھر رونے لگا اور کہا کہ اے ابوحازم پھر اللہ تعالیٰ کی
رحمت کہان ہی ابوحازم نے کہا الا ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین - آگاہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکوکارون سے
قریب ہے بعد اسکے سلیمان نے توڑا اشرفیون کا ابوحازم کے پاس بھیجا ابوحازم نے کہا کہ اے امیر المومنین کیا یہ میرا حصہ ہے اگر
اسیقدر بیت المال سے سب کو دیا گیا ہی سلیمان نے کہا کہ بیت المال مین اس قدر گنجایش کہان ہو سکتی ہی کہ اس قدر سب
دیا جاوے ابوحازم نے کہا کہ پھر اے خلیفہ مین اپنا ایمان فروخت کرنا نہین چاہتا ہون اور ہر چند کہا گیا ابوحازمؒ نے مال قبول نہ کیا
رحمۃ اللہ علیہ **فائدہ** وما ادراک ما یوم الدین ثم ما ادراک الخ جمہور نے کہا کہ شدت ہول ظاہر کرنے کے لیے مکرر فرمایا اور جبائیؒ
نے کہا کہ نہین اسمین جدید فائدہ ہی اول ما ادراک الخ سے اہل جہنم کا حال ہی یعنے تو ادراک نہین کر سکتا جو معاملہ اُس روز فجار
کے ساتھ عمل مین لایا جائیگا یعنے جیسے غضب الٰہی کی صفت کمال ہی کہ اُسکو قیاس مین اندازہ کرنا محال ہی اسیطرح غضب کا
اثر کامل یعنے عذاب کا بھی اندازہ کرنا قیاس وگمان سے غیر ممکن ہی اور آئندہ قولہ تعالیٰ ثم ما ادراک الخ اہل جنت کے واسطے
ہی یعنے رحمت کاملہ کا اثر جو اہل جنت پر نعیم مین ہوگا وہ بھی قیاس سے باہر ہے جہانتک قیاس و وہم دوڑے وہ اس سے بہت بڑھکر
ہے واللہ تعالیٰ اعلم (تفسیر کبیر) **ف** اشارات عرائس مین ہی کہ قولہ تعالیٰ اذا السماء انفطرت الخ مترجم کہتا ہی کہ انسان
عالم صغیر ہے اور جو معاملات اسکے نفس مین جس طرح واقع ہون اُسی طرح موت و حشر مین اُسکا معاملہ سمجھنا چاہیے اسی
قیاس پر اہل اشارات مین سے شیخ الشیرازیؒ نے بطریق ظہور معرفت یہ کہا کہ جیسے قیامت کے روز ظہور کبریائی سے
یہ موجودات تاب نہ لاکر پارہ پارہ وفنا ہوگی اسیطرح عارف مین جب سلطان کبریائی سے تجلی ہوتی ہی تو قلوب کے آسمان

فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر۔ ایک فریق جنت میں ہوا ور ایک فریق دوزخ میں ہے۔ ھ۔ اگر کہا جاوے کہ یہ جملہ اسمیہ ہے اور ابھی فجار لوگ جہنم میں کہاں ہیں (جواب) مراد یہ ہے کہ جب سے داخل ہوں تب سے برابر رہینگے اور بعض محققین نے کہا کہ اعمال انکو نظر نہیں آتے ہیں صرف اُس مقام میں داخل ہونا باقی ہے لہذا فرمایا۔ یَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ داخل ہونگے جحیم میں روز جزا میں ف یعنے فجار روز جزا میں جحیم میں داخل ہونگے اور روز جزا جسکو جھٹلاتے ہیں خواہ مخواہ اُنپر آویگا۔ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِيْنَ۔ اور وہ اس سے غائب ہونے والے نہیں ہیں ف کبھی اس جہنم سے دم بھر کے واسطے نکلنے والے نہیں ہیں۔ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ثُمَّ مَا اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ۔ اور تو نے کیا جانا کہ یوم الدین کیا ہے پھر تو نے کیا جانا کہ یوم الدین کیا ہے ف اس سے اللہ تعالےٰ نے روز جزا کا ہول ظاہر فرمایا کہ وہ نہایت عظیم معاملہ ہے حتیٰ کہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ تو کیا جانتا ہے کہ یوم الدین (روز جزاے قیامت) کیا چیز ہے پھر اُسکو مکرر فرمایا یعنے اسقدر ہولناک شدید عظیم ہے کہ تو باوجود اس اعلیٰ شان نبوت کے اُسکی کیفیت قیاس نہیں کرسکتا ہے وہ بہت دراز دن ہے پچاس ہزار برس ہے اور بہت ہولناک کہ یہ سب کائنات خراب کردی جائیگی اور نہایت سخت وشدید واقعات پیش آوینگے اور سخت زلزلہ وکوفت ظاہر ہونگے۔ خلاصہ یہ کہ اے رسول خیر الخلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو باوجود اس شان کرامت کے جو اللہ تعالےٰ نے تجکو ازل سے عطا فرمائی ہے تو بھی اس ہولناک دن کی ہول وشدت کی کیفیت اپنے ادراک میں نہیں لاسکتا کیونکہ جسقدر تو تصور کرے وہ ہولناک شدت اس سے بڑھکر ہے (السراج) مترجم کہتا ہے کہ یہ وہم نہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عارف اکمل تھے آپ سے بڑھکر درجہ نبوت میں کوئی عارف نہیں ہوا تو آپ قیامت کی حقیقت کیونکر ادراک نہ کرسکیں گے لہذا یہاں وہ تفسیر ظاہر معلوم ہوئی کہ جو رازیؒ نے بعض سے نقل کی کہ یہ خطاب فجار کو ہے کہ اے فاجر تو یوم الدین (قیامت) سے منکر ہے تو کیونکر منکر ہے تو کیا جانتا ہے وہ بہت سخت ہولناک ہے (جواب) یہ قول کہ فاجر کو خطاب ہے بہت ضعیف بلکہ خطا ہے کیونکہ جب فاجر اس روز سے منکر ہے تو اُس سے یہ کہنا کیا معنے کہ تو اُسکی حقیقت کو کیا سمجھا۔ یعنے ہولناک سے ہولناک ہے۔ کیونکہ وہ عدم سمجھتا ہے بلکہ صحیح قول یہ ہے کہ خطاب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور نکتہ یہ ہے کہ اُس روز غضب الٰہی کا کامل ظہور ہوگا اور غضب الٰہی صفت الٰہیہ ہے اسکا ادراک محال ہے اسلیے اُسکے آثار کا احاطہ بھی غیر ممکن ہے فاحفظہ واللہ تعالےٰ اعلم۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اُس روز کے ایک اجمالی حالت کا اشارہ فرمایا بقولہ تعالےٰ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ۔ وہ دن ہے کہ نہیں مالک ہوگا کوئی نفس کسی نفس کے لیے کسی چیز کا اور کل امر اس روز فقط اللہ تعالےٰ کے واسطے ہے ف اُس روز کوئی نفس اگرچہ اعلیٰ مرتبہ نبوت پر ہو کسی نفس کے لیے اگرچہ اسکا فرزند ہو کسی وجہ سے کچھ نفع کا اختیار نہیں رکھتا ہے جیسے دنیا میں آدمی اپنے آپکو سمجھتا ہے بلکہ اُس روز سب امر فقط اللہ تعالےٰ ہی کی قدرت میں ہے مترجم کہتا ہے کہ میں نے اوپر اس نکتہ معرفت کو بتوضیح بیان کیا ہے کہ دنیا وآخرت ہر جگہ کل امر فقط اللہ تعالےٰ ہی کی طرف ہے لیکن دنیا میں شان حق کا ظہور اسطرح ہے کہ قدرت نے ہر نفس میں اُسکے اختیاری کمائی کے طور پر ظہور کیا ہے یعنے قدرت حق نے گویا ہر شخص سے کہا کہ یہ

ملائکہ نے تجپر کچھ ظلم کیا ہی وہ عرض کرے گا کہ اے رب کچھ ظلم نہین کیا ارشاد ہوگا کہ تیرے پاس کچھ نیکی ہی وہ عرض کریگا کہ اے
رب کچھ نہین ہی ارشاد ہوگا کہ کیون نہین بلکہ ہمارے یہان تیری ایک نیکی ہی۔ پھر ایک پارۂ حریر سفید نکالا جائیگا جسپر کلمۂ
شہادت لکھا ہوگا وہ اُسکو دیا جاویگا اور حکم ہوگا کہ میزان عدل پر حاضر ہو وہ جی مین کہیگا کہ بھلا اسقدر دراز سجلات ننانوے
کے مقابلے مین یہ بطاقہ کیا ہوگا اللہ تعالےٰ عالم الغیب فرماویگا کہ میزان عدل پر حاضر ہو آج انصاف کا دن ہی تیرے اوپر
کچھ ظلم نہوگا وہ میزان عدل پر حاضر ہوگا یعنے نہایت خوف زدہ کہ اب اُسکے لیے جہنم کا حکم ہوا چاہتا ہی پس وہ حاضر کیا
جاویگا اور گناہون کے نامۂ اعمال سب پلۂ میزان مین رکھے جاوینگے اور دوسری طرف کے واسطے وہ بطاقہ حریر نکالا جاویگا
جسپر کلمۂ شہادت ہی (اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدًا عبدهٗ ورسولهٗ) پس جیسے ہی بطاقہ پلہ مین رکھا جائیگا تو پلہ اس قدر
بھاری ہوگا کہ وہ ننانوے سجلات تنکے کی طرح ہلکے پڑینگے اور سجلات کا پلہ اوپر جائیگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ
تعالےٰ کے نام پاک کے مقابلے مین کوئی چیز نہین بھاری ہوسکتی ہی (رواہ الامام احمد وغیرہ) یہ حدیث ہم بندون کے لیے
نہایت امید ہی اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ جل جلالہ کے ساتھ ایمان حق جو دل مین پورے یقین سے ہو اس قدر عظیم الشان ہے
کہ جس قدر اُسکا نام پاک اعظم واکبر واجل ہی اور اُسکے مقابلہ مین عرش اعظم ایک ذرہ بھی نہین ہی تو مخلوق کے اندر جو گناہ پیدا ہوتے
ہین یہ بھلا کیا چیز ہین جو رب عزوجل کے نام پاک کے مقابلے مین آوین ولیکن یاد رکھو کہ کسی کو غرہ نہ ہونا چاہیے کیونکہ جسنے غرہ کیا
اُسنے رب عزوجل کے واسطے کلمۂ شہادت ٹھیک ادا نکیا کیونکہ بے خوف ہونا کفر ہے اور بطاقہ والی قسم کے آدمی نے اسقدر
گناہ کیے لیکن کبھی بے خوف ہوکر کافر نہین ہوا تو ضرور وہ ڈرتا رہا اور یاد رہے کہ حدیث مین ہی کہ آدمی جب گناہ کرتا ہے
تو اُسکے دل پر سیاہ نقطہ پیدا ہوتا ہی اگر اُسنے ندامت سے توبہ کی تو مٹ جاتا ہی نہین تو بڑھتا ہی اور گناہون سے تمام دل کو
گھیر لیتا ہے پھر اُسمین بھلائی کی سمائی نہین رہتی ہی پس یہ خوف ضرور چاہیے کہ ایمان باقی نہ رہے نعوذ باللہ من ذلک بالجملہ اس
بیان سے معلوم ہوا کہ فجار وہ لوگ ہین جو اپنے رب عزوجل کی الوہیت اور روز آخرت پر ایمان لانے سے منکر رہے اگر کہو کہ اہل
کتاب تو یوم الدین یعنے قیامت سے انکار نہین کرتے ہین (جواب) جسطرح وہ اقرار کرتے ہین وہ مثل انکار کے ہی لہذا اللہ تعالےٰ
نے فرمایا۔ قاتلوا الذين لا يؤمنون بالله ولا باليوم الآخر یعنے اہل کتاب کے حق مین فرمایا۔ کہ یہ لوگ اللہ تعالےٰ و روز آخرت پر
ایمان نہین لاتے ہین۔ ھ۔ علاوہ اسکے شرک کرتے ہین۔ جب فجار کا حال معلوم ہوا کہ روز قیامت سے منکر ہین تو مقر جو ایمان
رکھتا ہی یعنے مسلمان ہو وہ (ابرار) مین ہی جیسے طاغین کے مقابلے مین متقی وہ ہی جو اللہ تعالےٰ کی الوہیت وحدانیت اور رسول ﷺ
صلعم کی رسالت پر ایمان رکھتا ہو یعنے شرک سے متقی ہو۔ پھر ابرار مین درجات ہین اسی لیے جنت مین ابرار اپنے اپنے درجات
مین ہونگے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جو کوئی دنیا مین اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدًا عبدهٗ ورسولهٗ پر صدق دل سے یقین لایا وہ
جنتی ہوگیا اور ہمیشہ ابد الآباد اسکا گھر جنت ہے اور اگر بعضے گناہون کے کفارہ مین وہ چندروز جہنم مین بھی گیا تو وہ جنتی ہونے سے خارج
نہین ہوا اور اگر اُسکے ساتھ اُسکے اعمال نیک ہون اور گناہون سے توبہ کرتا ہو تو وہ جنت کے بلند درجات مین ہی۔ حدیث ابن عمرؓ
مین ہی کہ اللہ تعالےٰ نے (ابرار) انکا نام اسلیے رکھا کہ انھون نے مان باپ اور اولاد کے ساتھ نیکی کے ساتھ برتاؤ کیا (رواہ ابن
عساکرؒ) یہ روایت بھی شاہد ہے کہ اصل ان مین ایمان ہی اور فجار مین اصل کفر ہے اور یہ آیت نظیر ہے قولہ تعالےٰ

مطیع وعاصی کی صورت ہو کیونکہ جسکو مومن کی صورت مین بنایا ہو وہ کافر کی صورت سے ضد کا فرق رکھتا ہو اگرچہ دنیاوی
نگاہ اسمین کام نہین کرتی ہو مترجم کہتا ہو کہ واسطیؒ کے قول کا اشارہ یہ ہو کہ صورت اصل مین روح کے واسطے ہو پس ارواح
موجود ہین اور اللہ تعالے جسم کو نطفہ سے بناکر مستوی کرکے جس صورت مین چاہتا ہو مرکب فرماتا ہو اور یہ قول اظہر واقوی
ہو واللہ تعالے اعلم قولہ تعالے وان علیکم لحافظین الآیہ - یہ کلام بطریق تعجب ہو کہ تم لوگ تو یوم الجزاء سے منکر ہوا ور دنیا مین اپنے
افعال واعمال کو رائگان سمجھتے ہو حالانکہ کرام کاتبین تمھارے اعمال تمپر لکھتے ہین تنبیہ اہل حق کے واسطے ہوشیار ہونا چاہیے کہ کہ تم
وغیرہ اسلیے نہین ہو کہ اس سے اسرار الٰہیہ کا ادراک ہوجاوے مثلاً کرام کاتبین کو تم نہین دیکھتے ہو اور جنگ بدر کے روز کافرون نے
مسلمانون کو اپنے سے دوچند دیکھا حالانکہ اول مین تعداد و شمار سے بھی بہت کم دیکھتے تھے اور مومنون نے کافرون کو اُنکے شمار
سے بہت کم دیکھا تاکہ جرأت کرکے حملہ کرین ولیکن اجسام کو بنظر صنعت حق تعالے دیکھنے مین خطر نہین ہو کیونکہ یہ نور قدرت ہو
واللہ سبحانہ تعالے اعلم لہذا کفار کو ہر چیز اس دنیا مین مزین بشہوت نظر آتی ہے اور دل سے اُس پر فریفتہ ہوتے ہین

فافہم پھر اللہ تعالے نے مسئلہ بعث وحشر کا انجام فرمایا

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ وَ
بیشک نیک لوگ آرام مین ہین اور بیشک گنہگار دوزخ مین ہین پیٹھین گے اُسمین انصاف کے دن اور

مَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا
ہونگے اُس سے چھپ رہنے والے اور تجکو کیا خبر ہے کیسا ہو دن انصاف کا پھر بھی تجکو کیا خبر ہے کیسا

يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝
ہے دن انصاف کا جس دن بھلا نہ کرسکے کوئی جی کسی جی کا کچھ اور حکم اُس دن اللہ کا ہے

جب یہ معلوم ہوا کہ حشر ضرور ہو تو اُسکی یہی صورت ہو کہ جمیع طبقات اولین وآخرین زندہ کرکے جمع کیے جاوین اور جو کچھ
انکی کمائیان ہین وہ انکو دیدی جاوین جیسے اُنسے بیان کی گئی ہین یعنے فرمایا - اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ -
البتہ نیکوکار بندے بے شک نعیم مین ہین - وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ - اور البتہ سخت فجور والے بندے بیشک
جحیم مین ہین ف دنیا مین بھی دو قسمین ہین یا تو ابرار ہین یا فجار ہین - ابرار جمع بَرّ وہ بندہ جسکی صفت نیکوکاری ہو اور
اور یہ نیک طریقہ اختیار کرنے پر ہو اور فجار بدکار لوگ اور یہ بھی قبیح طریقہ والے ہین جنکا ذکر اوپر مذکور ہو یعنے تکذبون بیوم الدین
یعنے روز حشر سے انکار کرنے والے - اور یہی حقیقی اطلاق ہو اگر وہم ہو کہ بعضے وہ لوگ جو یوم القیامتہ کا اقرار کرتے ہین یعنے دل
مین اسکا یقین وخوف رکھتے ہین تو اکثر ایسے ہین جو گناہ کے کام کرتے ہین تو وہ بھی فاجر ہوتے ہے (جواب) یہان (الفجار) بالف لام
معہود ہو یعنے وہی فجار جو یوم الدین کو جھٹلانے والے ہین یعنے کافر ومشرک تو یہی جہنمی ہین کیونکہ اللہ تعالے سے کفر کرنا اس قدر
قبیح عظیم ہو کہ جہان بھر کے گناہ اُسکے مقابلے مین ذرہ ہین کیونکہ اللہ تعالے کے نام پاک کے مقابلے مین ہر چیز فنا ہو اور دلیل اسپر
حدیث البطاقہ ہو جسکا خلاصہ بیان یہ ہو کہ اللہ تعالے اس اُمت مین سے ایک کو جدا کرکے اُسکے سامنے نامۂ اعمال ننانوے
پیش فرمانے کا حکم دیگا ہر سجل اس قدر دراز ہوگا کہ جہانتک نظر پہونچے اور حکم ہوگا کہ کیا تو اسمین سے کچھ انکار کرتا ہے یا میرے

برابر ہو جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بلی قادرین علی ان نسوی بنانہ۔ کیون نہین ہم کو سب قدرت ہو کہ انسان کی پورہین انگلیون کی یکسان کردین یعنے جیسے گھوڑے وگدھے کی ٹاپ ہوتی ہو۔ علم التشریح مین مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسم انسانی کے دونون جانب معتدل بنائے ہین حتیٰ کہ جسقدر ہڈیان دائین طرف ہین اُسی قدر بائین طرف ہین اور کان ناک وغیرہ کے سوراخ یکسان ہین اسیطرح رودے اور خون کی رگین اور پٹھے سب یکسان ہین عطاءؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ فعدلک۔ یعنے تجھے قائم معتدل خوبصورت بنادیا جانور کی طرح الٹا منحنی نہین ہو۔ شیخ ابو علی الفارسیؒ نے کہا یعنے تیری خلقت اعتدال کے ساتھ بنائی اور احسن تقویم پر ظاہر کیا اور اسی اعتدال سے تجھ مین استعداد عقل وفکر وغیرہ ہو اور جمیع حیوانات پر مستولی ہو اور ایسے کمالات پر پہونچ سکتا ہو جہان کوئی چیز نہین پہونچتی ہے (تفسیر کبیر) انسان کے حق مین اکابر اولیاء کا قول ہے کہ یہ عالم صغیر ہے یعنے سر سے پالؤن تک اسمین عالم کے نظائر موجود ہین اور مترجم نے اشارات مین بارہا اسکو نقل کیا ہو اور انسان مجموعۂ صفات رحمت وغضب کا مظہر ہو اور یہ بات کسی دوسری چیز مین نہین ہو۔ حضرت علیؓ سے روایت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو محض عقل پیدا کیا ان مین شہوت کے اشیاء مین سے کوئی چیز مانع نہین ہو نیند وبھوک وغیرہ کچھ نہین ہو اور جانورون کو محض شہوت دی ان مین عقل نہین ہو یعنے اگرچہ اپنے تن پروری کے حواس موجود ہین اور انسان کو ان دونون باتون مین جمع کردیا اگر یہ اپنی شہوت کے تابع ہوا اور دنیا مین فقط کھانے پینے پہننے ومکان وغیرہ کی لذت وآرائش مین پڑگیا تو یہ جانورون سے بدتر ہوگیا کیونکہ جانور مین اگر یہ باتین ہین تو وہ بے عقلی سے معذور ہین اور انسان مقہور ہو اور اگر اسنے عقل روحانی کی اتباع کی تو ملائکہ سے افضل ہو اسلیے کہ ملائکہ نے طاعت کی تو ان مین شہوات کے جھگڑے نہین ہین اور نہ تکلیفات ہین اور انسان نے ان جھگڑون کو مٹاکر عروج کیا تو قابل مدح ہو مترجم کہتا ہو کہ یہ قول عمدہ نفیس ہو فافہم واللہ تعالیٰ اعلم قولہ تعالیٰ فی ای صورۃ ماشاء رکبک۔ یہان تین صورتین محتمل ہین (اول) مان باپ وغیرہ کی صورت سے مشابہت چنانچہ بیان گذرچکا (دوم) فراءؒ وزجاجؒ نے کہا کہ مختلف صورتین بلحاظ خوبصورتی وبدصورتی وغیرہ کے اور بلحاظ نر ومادہ ہونے کے ہو اور یہ حالت صریح بدیہی دلالت کرتی ہو کہ صانع عزوجل قادر مختار ہو اسلیے کہ نطفہ بالکل اپنے سب اجزاء مین یکسان ہو اور مان باپ کی طبیعت کا اثر بھی اُسکے سب اجزا مین برابر ہو تو طبیعت کا اثر ہین یکسان صورت پر ہونا واجب تھا اگر نیچر جاہلون کے خیال پر طبعی مادی اثر ہوتا ولیکن انکا خیال صریح باطل ہوگیا جب اسی مادہ سے بعض سے سر بن گیا اور بعض سے کان بن گئے یعنے اُسکے مختلف اجزاء سے مختلف شکل کے اعضاء ظاہر ہوے علاوہ برین بعض نطفہ سے ایک شکل گوری خوبصورت نکلی اور اُسی نطفہ سے دوسری سیاہ بدصورت نکلی اور کبھی لڑکا اور کبھی لڑکی ہوئی اور حیوانات مین یہ نہین ہوتا ہو تو صنعت قادر مختار ہو۔ قفالؒ نے کہا کہ جسطرح ہم یقین کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو دنیا مین تونگر اور بعض کو فقیر کیا اور بعض کو عمر درازدی اور بعض کو تھوڑی دی یہ اُسکی حکمت بالغہ ہو جسکی حقیقت عقل حقیر مین آنا اس وجہ سے بدیہی محال ہو کہ حکمت اُسکے علم کا نتیجہ ہو اور علم کی صفت ہمارے ادراک سے محال ہو کیونکہ ہمکو اُسکی ایجاد سے صورتین خیال مین پاتے ہین تو اُسکے صفات علم وایجاد وغیرہ کیونکر مخلوق ہوسکتے ہین جو ہمارے خیال مین پیدا ہون پس حقیقی ادراک محال ہو اسیطرح ہم جانتے ہین کہ رنگ روپ وشکل وقوم وزبان مین مختلف کرنا اُسکی حکمت بالغہ ہو (قول سوم) واسطیؒ نے کہا کہ یہان صورتیے

ہون اور وہی نتیجہ نکلا پھر امام رازیؒ نے لکھا کہ یہ دلیل اس بنیاد پر ہے کہ یہ خلقت تمام حکمت ہے تاکہ حکمت کے کام کا نتیجہ ہو کیونکہ
جو کام مجنون کرتے ہین اُسکا نتیجہ ہونا ضرور نہین ہے تو یہان (بربک الکریم) کے بجاے (برب الحکیم) کیون نہین فرمایا (جواب) کریم ضرور
حکیم ہوگا اسلیے کہ کرم وہی ہے جو حکمت سے ہو۔ رازیؒ نے کہا کہ یہان آیات کے معانی بلیغ سمجھنے کے لیے چند باتین پوچھنے کے
لائق ہین۔ (سوال اول) یہ کہ یہان صفت کریم مذکور ہے اور کرم سے عقلاً و نقلاً معلوم ہوا کہ غلام مغرور و نڈر ہوجاتا ہے (جواب) یہ
کہ نڈر ہوجانا غلام کی نادانی ہے اور جواب مین چند وجوہ ہین ایک یہ کہ آیت کے معنے یہ ہین کہ اے انسان تو نے اللہ تعالیٰ
کا رحم وکرم اپنی خلقت دیکھکر یہ گمان کہان سے نکالا کہ نہ حشر ہے نہ نشر ہے اور نہ حساب ہے نہ جزا ہے اسلیے کہ اسوقت دنیا
مین انتہاے درجہ یہ موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ ابھی وہ بدلہ و نتیجہ نہین دیتا جو حکمت سے مقرر ہے اور مدت اجل تک مہلت دیتا ہے تو اس سے
صرف یہ بات معلوم ہوئی کہ رب کریم نے دنیا مین ہر طبقہ کو پیدا کرکے رزق وعمر وصحت وحواس وغیرہ نعمتین جاری رکھین
یہانتک کہ اپنی اجل تک جس قسم کی کمائی چاہین حاصل کرین اور بدکام پر انکو بالفعل عقوبت نہین دی کیونکہ ایسا کرنا تو جبر بدکام
سے روکنا ہوتا لہذا ہر ایک کو اُسکی خواہش پر چھوڑا تاکہ جسکا جی چاہے عدل کما دے اور جسکا جی چاہے ظلم کماوے پھر جب مدت
دنیا گذر جاویگی تو سب کو پیدا کرکے ہر ایک کا نتیجہ عطا فرماویگا پھر اسمین کوئی وجہ ایسی نہین ہے کہ انسان اپنے رب کریم سے
ساتھ مغرور ہوجاوے بلکہ رب کریم کے سامنے حیا کرکے اپنے انجام کے لیے نیک راہ ڈھونڈھے۔ جواب دوم یہ کہ جب کرم کی یہ
حد پہونچی کہ اللہ تعالے بدکارون سے انعامات جو اجل تک انکے لیے ضروریات ہین نہین روکتا بلکہ جاری رکھتا ہے تو بدرجہ اولیٰ وہ
ظالمون سے مظلومون کا انتقام لیگا تو رب کریم سے بدکار کو زیادہ خوف کرنا لازم ہے جواب سوم یہ کہ کریم نے جب بے انتہا
کرم فرمایا تو لازم ہے کہ خدمت مین کوشش بلیغ کرے اور جرأت چھوڑے۔ جواب چہارم مین بعض الناس نے کہا کہ یہ کہونگا
کہ تیرے کرم سے مغرور ہوا۔ مخفی نہین کہ یہ اُس صورت مین ہوسکتا ہے کہ یا ایہا الانسان سے فقط مسلمان مراد ہو مترجم کہتا ہے
کہ تیسرا جواب اسکا رد ہوسکتا ہے فافہم۔ تنبیہ قولہ تعالے الذی خلقک فسوٰک فعدلک الآیہ۔ مین تین باتین ایسی مذکور ہین
کہ کرم ظاہر ہو۔ بیان یہ ہے (اول) خلق ہے یعنے پیدا کرنا تو یہ عین کرم ہے بلکہ تمام عیش وغیرہ اسی وجود کے بعد ہے لہذا تعجب دلایا
بقولہ تعالے کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا فاحیاکم الآیہ۔ یعنے تم لوگ کیونکر اللہ تعالے کے ساتھ کفر کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے اُسنے تم
کو زندہ کردیا۔ ھ۔ یہ کمال نعمت وکمال قدرت ہے تو کفر وشرک کی کسی طرح گنجائش نہین رکھتا (دوم) قولہ فسوٰک۔ تجھے مستوی
(ٹھیک) کیا یعنے تیرے اعضاء صحیح سالم بنا دیے کہ سنتا اور دیکھتا ہے جیسے قولہ اکفرت بالذی خلقک من تراب ثم من نطفۃ ثم
سوٰک رجلا الآیہ۔ یعنے کیا تو نے کفر کیا ایسے پاک عزوجل سے جسنے تجھے خاک سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پیدا کیا پھر تجھے
ٹھیک کرکے آدمی کردیا۔ ھ۔ شیخ ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یعنے تمام مخلوقات کو تیرے لیے مسخر کیا
اور کسی مخلوق کے لیے تجھے مسخر نہین کیا پھر تیری زبان ذکر حق کے ساتھ روان کی اور تیرے قلب مین عقل دی اور روح مین معرفت
دی اور تیرے سِر باطن مین ایمان دیا اور امر ونہی سے تجکو مشرف کیا اور بہت سے مخلوقات پر تجھے فضیلت دی۔ ھ۔ (سوم)
قولہ تعالے فعدلک۔ پس تجھے معتدل کیا۔ مقاتلؒ نے کہا یعنے تیری دونون آنکھین وکان وہاتھ و پانون معتدل بنائے ایک
ہاتھ دراز اور دوسرا کوتاہ نہین ہے اور نہ ایک ٹانگ لمبی اور دوسری چھوٹی ہے اور نہ ایک آنکھ نارنگی کے برابر اور دوسری مٹر کے

اُسکی کچھ غایت ہوتی ہی مثلاً تختے چھیلے گئے اور پائے بنائے گئے اور لوہارنے کیلین بنائین غرضکہ تخت کا یہ سب انتظام ہوا تو تخت بیسے غایت و نتیجہ کیا ہی یہ متعین ہوتا ہی اسیطرح اللہ تعالےٰ نے انسانون کو پیدا کیا اور آسمان و زمین کے انتظام و آثار سے پھل و نباتات نکالی اور انکو غذا دی تاکہ اجل پوری کرین اور مرین اور بجاے انکے دوسرے آوین اور اسی طرح وہ مرین اور زندگی بھر انکے واسطے نیک راہ و بدراہ کے کام بتلائے گئے تو آخری نتیجہ ان سب کے واسطے کیا ہی پس ہم کہتے ہین کہ اس تمام حکمت کا نتیجہ آخری انکو اسی دنیا مین ملیگا یا کہین دوسرے مقام مین ملیگا۔لیکن دنیا مین ملنا باطل ہی اسلیے کہ دنیا ایسا گھر ہے جہان امتحان و مشقت ہی یہ نتیجہ راحت کا گھر نہین ہی مین کہتا ہون یعنے اسی دنیا مین اجل تک توانکے افعال کے لیے راہ نیک و بد بتلائی گئی ہی تو اجل کی ختم ہونے پر وہ باقی نہین رہتا تو یہان نتیجہ کہان ملا۔علاوہ اسکے ہر طبقہ فنا ہوکر دوسرا آتا ہی تو یہ مجموعی حالت کہان جمع ہوئی جو اس حکمت کا نتیجہ نکلتا کیونکہ دنیا و اُسکی مخلوقات اول سے آخر تک ایک ہی کام ہی تو انجام بعد ختم کے نکلیگا تو ضرور معلوم ہوا کہ انجام بعد فناے دنیا کے ہوگا اور ضرور ہوگا کیونکہ جب یہ کام عین حکمت ہی تو ضرور اسکا نفع غایت و نتیجۂ انجام ظاہر ہوگا اور یہی حشر ہی پس معلوم ہوا کہ جب آدمی نے یہ جانا کہ اللہ تعالےٰ کریم عزوجل نے مخلوقات کو اسطرح پیدا کرکے اجل تک نیک یا بد اعمال کمانے کے لائق کر دیا ہی تو اُس عاقل کو قطعًا یقین کرنا واجب ہی کہ اس مجموعی کام کا نتیجہ ضرور ہوگا اور یہی اسی طور پر ہوگا کہ اول سے آخر تک سب مخلوقات جمع ہون اور نتائج اُنکے لیے قائم کیے جاوین یہی استدلال بعینہٖ سورۂ والتین والزیتون مین مذکور ہی کہ لقد خلقنا الانسان الخ یعنے انسان کو بہت اچھی تقویم پر پیدا کیا آخر تک اور فرمایا فما یکذبک بعد بالدین الخ یعنے اس استدلال کے بعد کیون انسان روزجزا سے منکر ہوتا ہی پھر واضح ہو کہ یہ حجت اہل عرب وغیرہ ایسے لوگون پر ہے جو اس امر کے قائل تھے کہ اللہ تعالےٰ خالق ہی ان مین اتنی عقل نہ تھی کہ اس حکمت کے نتیجہ پر پہونچتے تو اس سے انکار نہ کرتے ورنہ پھر انسانون کا آخری نتیجہ کیونکر نکلیگا جب تک سب جمع نہون کیونکہ اگر آخری کسی طبقہ کو نتیجہ ملنا گمان کرتے تو اول سے یہ سب طبقے گویا رائگان تھے جو آخری طبقے کے پیدا کرنے کے سامان تھے حالانکہ یہ گمان تو جانور بھی نہین کر سکتا ہی پس معلوم ہوا کہ سب طبقات ایک وقت مین دوبارہ جمع کیے جاوین اور عقل تو قطعی اسکو ثابت کر چکی اب یہان وہم اپنا مکر بذریعۂ حواس کے پھیلاویگا کہ یہ خاک شدہ کیونکر زندہ کیے جاوینگے تو عقل زبردست نے ایک بات مین اسکا دم بند کر دیا کہ ارے نادان جسنے اُنکو عدم سے ایجاد کر دیا تھا وہ اُنکو دوبارہ پیدا کرنے پر بخوبی قادر ہی تو تجکو ان ہڈیون و خاک کی طرف نگاہ کرنے سے کیا غرض ہی کیونکہ پیدا کرنیکی کیفیت تو کبھی تو نے نہ جانی اور نہ تیری طاقت ہی کہ تو جانے پس یہ صاف دلیل کافی ہی۔اب یہان ایک فرقہ دہریہ و نیچریہ ہے جو خالق عزوجل کے منکر ہین اور بیوقوفی مین جہان بھر سے بڑھے ہوئے ہین تو یہ دلیل اُن پر کیونکر حجت ہی (جواب) اس دلیل سے حجت ہے کہ مخلوق انسان مثلاً جب نظام معتدل پر مستقیم و ٹھیک ہی تو خود بخود اتفاقی نہین ہی تو پیدا کرنے والا ضرور ہی اور اگر تو نے اسکا نام نیچر رکھا تو ہم نام سے بحث نہین کرتے بلکہ نیچر کی صفت اور کام سے بحث کرتے ہین۔یہ بتاؤ کہ نیچر کو کسی دوسرے نیچر نے بنایا ہی یا وہ خود مختار نیچر رکھا ہی پس اگر نیچر خود مختار حکیم علیم ہی تو ہم اُسی کو اللہ تعالےٰ کہتے ہین یا قادر ہی کہ اُسنے اس نظام حکمت کو اپنے علم و قدرت و کمال و حکمت سے بنایا ہی پس اگر نیچر خود مختار ہی یا وہ بھی تیسرے کا محتاج تم چاہو نیچر کہو اور اگر وہ خود بعض چیزون مین دوسرے نیچر کا محتاج ہی تو دوسرے کو بتلاؤ کہ وہ خود مختار ہی یا وہ بھی تیسرے کا محتاج ہی کیونکہ محتاج مین یہ طاقت نہین کہ اُس سے ایجاد ہو تو آخر ایک خود مختار نیچر کے قائل ہوگے جسمین کمال صفات موجود

صحیفہ کے دونون طرفین کے بیچ مین جو کچھ ہو وہ مین نے اپنے بندے کو بخشدیا یعنے دونون طرف استغفار ہو تو بیچ کے گناہ بھی اسکی برکت سے عفو ہوگئے) ابوبکر البزارؒ نے کہا کہ اس حدیث کو فقط تمام بن نجیح نے روایت کیا ہو اور اُسکی روایت صالح ہوتی ہو شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ تمام کو یحیی بن معین نے ثقہ جانا ہو ولیکن بخاری وابوزرعہ وابن ابی حاتم ونسائی وابن عدی نے اسکو ضعیف جانا اور ابن حبان نے اسکو حدیثین بنانے کا الزام لگایا اور امام احمد نے کہا کہ مین اسکا حال ٹھیک نہین جانتا ہون مترجم کہتا ہو کہ ابن حبان کا الزام سخت ہو ولیکن وہ اکثر بڑھ کے بات کہتے تھے تو دوسرون کے معارضہ مین انکا قول اعتبار نہوگا پس یہی ہوسکتا کہ تمام مین ضعف ہو وہ بھی امام یحییٰؒ کی توثیق کرنے سے خفیف ضعف رہ گیا اور انکی حدیث سنن مین موجود ہو فافہم واللہ تعالے اعلم پھر امام ابوبکر البزارؒ نے بطریق سلام عن منصورؒ حدیث ابوہریرہ رضؓ روایت کی کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے ملائکہ ہین جو بنی آدم کو پہچانتے ہین اور مجھے خیال ہو کہ یہ بھی فرمایا کہ اُنکے نام و اعمال بھی پہچانتے ہین تو جب کسی کو نیک اعمال کرتے دیکھتے ہین تو آپسمین اسکا تذکرہ کرتے ہین اور نام لیکر کہتے ہین کہ آج رات فلان شخص نے فلاح پائی اور فلان شخص نے نجات پائی اور جب کسی کو گناہ کرتے دیکھتے ہین تو باہم تذکرہ کرتے ہین کہ فلان تباہ ہوا بزارؒ نے بعد روایت کے کہا کہ سلامؒ راوی میرے گمان مین سلام المدائنی ہو اور یہ کمزور راوی ہو مترجم کہتا ہو کہ یہ راوی سنن ابن ماجہ مین ہو اسکا نام سلام بن سلیمان بن سوار المدائنی ہو وہ ضعیف ہو یہ سب تفسیر ابن کثیرؒ سے نقل کیا گیا ہو واضح ہو کہ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر مین ان آیات کے متعلق دلائل عقلیہ بیان کیے ہین اور آج کل نیچری لاابعنی خیال کے لوگ بہت ہین جنکے رد کرنے کے واسطے ایسے دلائل کی ضرورت ہو لہذا تفسیر کبیر سے خلاصہ ترجمہ کرتا ہون قولہ تعالے یا ایہا الانسان ماغرک بربک الکریم الآیہ واضح ہو کہ جب اللہ تعالے نے اوپر کی آیات مین حشر ونشر واقع ہونے سے آگاہ فرمایا تو اس آیت مین ذکر کیا کہ عقل مین بھی یہ واقع ہونا محال نہین ہو جیسے گمراہ لوگ زعم کرتے ہین بلکہ عقل چاہتی ہو کہ ضرور واقع ہو اور اُسکی دو دلیلین ہین (اول) یہ کہ اللہ تعالے رب کریم ہے اور جب اُسکے کرم مین یہ روا نہین ہو کہ نافرمانی کرنے والون کے رزق وتندرستی وغیرہ کو قطع وسلب کردے تو اُسکے کرم مین یہ کیونکر جائز ہوگا کہ دنیا مین جو لوگ مظلوم رہے انکا بدلا ظالمون سے نہ لے تو اسکے لیے روز حشر ضرور ہو (دوم) یہ کہ جس رب عزوجل کی قدرت کا یہ نمونہ ہو کہ اس ضعیف قطرے سے یہ انسانی ہیکل بنائی اور اسکو برابر ٹھیک کیا اور اعتدال پر کردیا تو ہم کہتے ہین کہ یہان ہوش سے نظر کرو کہ یہ بات کسی حکمت سے ہو یا بے حکمت ہو اگر وہم ہو کہ یہ بے حکمت ہو تو لازم آویگا کہ لغو کام ہو اور یہ بات اعلی نظام حکمت کے اندر بالکل خیال باطل اور بالکلیہ محال ہو رہا یہی کہ اسکو عین حکمت کے ساتھ پیدا فرمایا ہو۔ جب یہ متعین ہوا تو آگے چلو کہ پھر حکمت کے عمدہ فوائد اور نتائج کا اثر کسکے واسطے یعنے خالق عزوجل کے لیے ہو یا انھین مخلوقات کے لیے ہو لیکن ان دونون احتمال مین سے اول باطل ہو یعنے انکی پیدائش کا نفع عاید بخالق عزوجل ہو یہ باطل ہو اسلیے کہ خالق عزوجل کامل صفات ہو تو کسی نفع وضرر کا اُسکی جناب مین رجوع ہونا باطل ہو کیونکہ جسکو نفع وضرر عارض ہو وہ نفع کا محتاج اور ضرر سے لاچار ہو اور یہ محتاجی نقص ہو اور نقص کا پورا کرنے والا اخالق اعلی ہو تو وہ خالق ہوا جسمین یہ کچھ احتیاج نہین بلکہ ہر وجہ سے کمال ہو تو اللہ کے واسطے نفع وضرر محال ہو پس یہ صورت ٹھہری کہ مخلوقات کی پیدائش کا نفع انھین مخلوقات کی طرف عائد ہو اور پیدا کرنا عین حکمت ہو پھر یہ حکمت وعلت غائیہ کا نفع ان بندون کو دنیا مین ملیگا یا کسی دوسرے مقام پر ملیگا۔ توضیح کلام یہ کہ جو چیز پیدا کی جاتی ہے

عذاب عام سے پناہ مانگی ہو یعنے اسطرح عذاب نہ آوے کہ سب مستاصل ہوجاوین اور یہان توخاص طور پر مسخ ہو تو وہ کسی قوم پر ہوسکتا ہو جیسے خسف بھی عذاب ہی جیسے زمین مین دھنسا دیے جاوین اور موصل وخراسان مین بہت مدت ہوئی کہ جب خسف واقع ہوچکا ہو لیکن حدیث مین اس سے زیادہ ظاہر ہوتا ہو واللہ تعالےٰ اعلم- قولہ تعالےٰ کلا بل تکذبون بالدین- کچھ نہین تم لوگ روز جزا کو جھٹلاتے ہو یعنے بمقابلہ رب کریم کے تمھارے اس غرور و بدکاری کا کچھ باعث نہین سوائے اسکے کہ تمھارے دل انکار کرتے ہین کہ آخرت وحساب اور جزاء و ثواب کچھ نہین ہو- اسی بداعتقادی پر بدکاری سے کچھ خوف نہین کرتے ہو یعنے یہ بھی نہین مانتے کہ تمھارے اعمال کا کہین پتہ ہو قولہ تعالےٰ وان علیکم لحافظین کراما کاتبین الآیہ مترجم کہتا ہو لحافظین بلام مفتوحہ تاکید ہو اور ان کی وجہ سے منصوب ہو اور (کراما) اسکا بدل ہو- ف یعنے کرام کاتبین تم پر محافظ ہین وہ تمھارے افعال ظاہری وباطنی ونیت دلی واعتقاد قبیح سب جانتے ہین اور ذرہ ذرہ تم پر لکھتے ہین توتم پرہیز کرو کہ ظاہر وباطن مین قبائح کے مرتکب ہو- ابن ابی حاتمؒ نے باسناد جید حضرت مجاہدؒ تابعی سے مرسل روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو تم اپنے حفظہ کرام کاتبین کا اکرام رکھا کرو جو رات دن تم سے کسی وقت جدا نہین ہوسکتے ہین سوائے دو حالتون کے ایک حالت یہ کہ جب تم جنابت مین (عورت سے ہم بستر ہو یا احتلام ہوکر نہانے تک دور سے دیکھتے ہین) اور دوسری حالت یہ کہ تم پیخانہ جاؤ پس تم کو چاہیے کہ جب نہانے لگو توکسی دیوار سے یا اوٹ سے آڑ کر لو یا اسکا بھائی اسکو اپنی آڑ مین کرلے (یعنے بے پردہ کھلے میدان مین مت نہاؤ) اس حدیث کو امام ابو بکر البزارؒ نے محمد بن عثمان بن کرامہ کی اسناد سے مجاہد عن ابن عباس رضی اللہ عنہ موصول روایت کیا اور اسکی عبارت کا ترجمہ یہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تم کو منع فرماتا ہو کہ ننگے ہوجاؤ پس اپنے ساتھی کرام کاتبین سے شرمایا کرو جو ہر وقت تمھارے ساتھ رہتے ہین کسی وقت تم سے جدا نہین ہوتے سوائے تین حالتون کے پیخانہ پھرنا اور جنابت اور غسل کرنا پس جب کوئی شخص تم مین سے میدان مین غسل کرنا چاہے تو اسکو چاہیے کہ اپنے کپڑے یا دیوار یا اوٹ سے آڑ کرلے- ابو بکر البزارؒ نے کہا کہ اسکی اسناد مین حفص بن سلیمان کا حافظہ سست ہو مترجم کہتا ہو کہ ابن ابی حاتم کی اسناد مین یہ راوی نہین ہین بلکہ بجائے انکے سفیان ثوری اور مسعر بن کدام دونون ثقہ حافظ امام ہین اور مجاہدؒ خود مختار ثقہ امام مشہور ہین توجب انھون نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے تو ضرور انھون نے معتمد طریقے سے اسکو پایا ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ ہوجاوے اور سب جانتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ میرے اوپر جھوٹ باندھنا ایسا نہین ہو جیسے اور کسی پر جھوٹ ہے بلکہ جو کوئی عمدًا مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم مین بناوے مترجم کہتا ہو کہ اگر کسیکو اعتمادی طریقے سے حدیث نہ ملی اور آسنے رسول اللہ صلعم کے نام سے نقل کی تو یہ عمدًا جھوٹ باندھنے والا ہو پس مجاہدؒ نے ابن عباسؓ سے حاصل کی ہو اور حفص بن سلیمان راوی کی نسبت نسائی نے کہا کہ وہ ثقہ ہو اور بخاریؒ نے اسکی روایت سے حدیث قبول کی ہو اور وہ حفص بن سلیمان تمیمی البصری ہو کیونکہ بزارؒ نے کہا کہ اس شیخ سے حدیث کی روایت لی گئی اور یاد رکھی گئی اور اگر یہ اسدی کوفی قاری ہون تو وکیع نے ثقہ کہا اور احمد و بخاری نے متروک کہا ہے اور یہ امام بزارؒ کے قول سے مخالف پڑتا ہو پس وہ بصری ہو واللہ تعالےٰ اعلم پھر امام بزارؒ نے بطریق تمام بن نجیح رح حدیث انسؓ روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے جس یوم جو کچھ عمل کیا اسکے حافظین اسکا صحیفہ جناب باری تعالےٰ مین حاضر کرتے ہین توجو حافظین کوئی ایسا صحیفہ پیش کرتے ہین جسکے اول وآخر مین استغفار ہوتا ہو تو اس صحیفہ کی نسبت اللہ تعالےٰ یہی فرماتا ہو کہ

عن مطہر بن الهیثم باسنادہ روایت کی کہ رباح رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیری اولاد کیا پیدا ہوگی
مین نے عرض کیا کہ یا حضرت وہ لڑکا ہوگا یا لڑکی ہوگی آپ نے فرمایا کہ اُسکی شباہت کیسی ہوگی مین نے عرض کیا کہ یا حضرت اُسکی
شباہت یہی ہو کہ ماں کو پڑے یا باپ کو پڑے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھہر اور یہ بات مت کہہ۔ نطفہ جب رحم مین ٹھہرتا
ہو تو اس نطفہ سے لیکر آدم علیہ السلام تک جس قدر نسب کے لوگ ہوے ہین اللہ تعالے سب کو اسکے لیے حاضر کرتا ہو پھر یہ آیت پڑھی اس حدیث کو
ابن ابی حاتم وطبرانی رح نے بھی حدیث مطہر رح سے روایت کیا ہو اور یہ حدیث اگر ثابت ہوئی تو آیت کی تفسیر اسی پر ہوتی ہو ولیکن اسکی اسناد ثبوت
نہین ہو (مترجم کہتا ہو کہ محمد بن سنان مین کلام ہو) اور مطہر بن الهیثم کے حق مین ابوسعید بن یونس نے کہا کہ وہ متروک ہو اور ابن حبان نے کہا
کہ ایسی باتین روایت کرتا ہو جو پرہیزگار ثقہ لوگون کی حدیث سے مشابہ نہین ہین ولیکن مین کہتا ہون (کہ اس حدیث کے واسطے کچھ شہادت
صحیح حدیث سے ملتی ہے) کہ صحیحین مین حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عورت نے سیاہ لڑکا جنا (یعنے مین گورا ہون اور وہ گوری ہو تو سیاہ ہونے
کے کیا معنے ہین گویا اُسکو شبہہ ہوا کہ اُسکی عورت نے کسی حبشی غلام سے فجور کیا ہو) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تیرے
پاس اونٹ ہین اُسنے کہا جی ہان۔ آپ نے فرمایا کہ کس رنگ کے ہین اُسنے کہا کہ سرخ ہین آپنے فرمایا کہ بھلا ان مین کوئی اورق بھی پیدا
ہوا ہو اُسنے کہا کہ جی ہان اُسمین چند اورق ہین (اورق راکھ کے رنگ کا اونٹ ۱۲) تو آپنے فرمایا کہ یہ رنگ اُسکے بچہ مین کہان سے
آگیا اُسنے کہا کہ شاید اُسکی کوئی رگ چھوٹی ہو (یعنے ابتداے نسل سے اس اونٹنی تک جس قدر اُسکے ماں باپ گذرے ہین
سب کی رگ اسمین موجود ہو تو شاید نسل مین کوئی اورق ہوا اُسکی رگ چھوٹی اور بچہ مین اسکا رنگ آیا ہو ۱۲) تو آپ نے ارشاد
فرمایا کہ پھر اس تیری عورت سے بچے مین بھی شاید اُسکی رگ چھوٹی ہو (صحیحین وغیرہ) عکرمہ رح نے کہا کہ قولہ تعالے فی ای صورۃ ماشآء
رکبک یعنے جس صورت مین تجھے چاہا مرکب کیا عکرمہ رح نے کہا کہ (انسان بنایا لیکن اگر چاہتا تو بندر کی صورت مین بناتا اور چاہتا
سور کی صورت مین بناتا ابوصالح رح نے کہا کہ چاہتا تو سور یا کُتے یا گدھے کی صورت مین بناتا مترجم کہتا ہو کہ مین نے ایک شخص
کے یہان اُسکی زوجہ سے بچہ عجیب شکل دیکھا کہ چہرہ سے گردن تک بندر سے مشابہ تھا اور باقی بدن چوہے سے بہت مشابہ
تھا اور بجاے ٹانگون کے دُم تھی نعوذ باللہ من ذلک۔ قتادہ رح نے اس آیت کو پڑھکر کہا کہ واللہ بیشک ہمارا رب تبارک وتعالے
اس بات پر قادر ہو۔ ھ۔ ان علماء رح کے نزدیک اس آیت کے یہ معنے ہین کہ اللہ تعالے جل جلالہ قادر ہو کہ نطفہ سے چاہے قبیح
جانورون کی مکروہ صورت عورت سے پیدا کرے ولیکن اپنے حلم وکرم سے اُسکو تندرست وراست وانسانی نیک صورت
پر پیدا کرتا ہو (تفسیر ابن کثیر رح) واضح کہ ایک جماعت مشائخ عارفین سے کشوف روایت ہین کہ انھون نے گمراہ فرقون کے اشخاص
اور کبیرہ گناہ والے ظالمون کو جانورون کے قبیح صورت مین مشاہدہ کیا اور حدیث مین آزر لعین کی صورت آخرت
مین ساہی کی صورت مین ظاہر ہونا مذکور ہو اور سنن ابی داؤد کی حدیث مین ہو کہ آخر زمانہ مین اس امت مین بھی خسف ومسخ ہے
یعنے صورتین مسخ ہوکر جانورون کی شکل پر ہوجاوینگی جیسے بنی اسرائیل مین یوم السبت کو شکار کرنے والے بندر کردیے گئے تھے جو
تین روز کے بعد مرگئے اور بعض علماء نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت پر دنیاوی عذاب سے پناہ مانگی ہو تو یہ مسخ ایسا
ہوگا کہ باطنی صورتین مسخ ہوجاوین جن کو اہل کشف نے مشاہدہ کیا ہو مترجم کہتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیاوی

سفیان بن عیینہ نے کہا کہ ایک شخص یہ آیت یاایہا الانسان ماغرک بربک الکریم۔ پڑھتا تھا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ اُسکو جہالت نے مغرور کیا یعنے اپنی جہالت سے دھوکے مین پڑا (ابن ابی حاتم) اور ابن ابی حاتم نے عمر بن شبہ کی اسناد سے روایت کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ واللہ اُسکی جہالت نے اُسکو مغرور کیا (اسنادہ حسن) اور اسی کے مثل ابن عباسؓ و ربیع بن خثیم و حسن بصری سے روایت ہی اقول یعنے انسان کو اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال سے اور قہر و عذاب سے نادانی و جہالت ہی وہ پہچانتا نہین ہی اسلیے مغرور ہی چنانچہ کافر محض جاہل ہی اور مسلمان اُسکی الوہیت پر ایمان لایا لیکن یہ نور ایمان فقط قلب مین شمع روشن ہی پھر اعمال سے جسم منور ہوتا ہی چنانچہ وضوء سے ناخن کے نیچے سے خطائین گرجاتی ہین پس ظاہر و باطن نورانی ہوکر معرفت بڑھتی ہی جیسا کہ قولہ تعالیٰ اللہ نور السمٰوات والارض الآیہ۔ کی تفسیر مین مفصل احادیث و آثار کا ذکر ہوچکا ہی پس ابتداء مین نفس کی تاریکی مین نادانی ہوتی ہی یہانتک کہ نورانی ہو پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم وہ جانتے جو مین جانتا ہون تو ہنسنا چھوڑتے اور روناختیار کرتے اور باہر ٹیکرون پر جاکر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ مانگتے رہتے فافہم ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قتادہؒ نے اس آیت مین کہا کہ آدمی کو کسی چیز نے مغرور نہین کیا سواے اس دشمن شیطان کے۔ فضیل بن عیاضؒ نے کہا کہ اگر یہ مجھسے کہا جاوے تو مین کہون تیرے پردے چھوٹے ہوے ہین انھون نے مجھے مغرور کیا۔ ابوبکر الوراقؒ نے کہا کہ مین یہ کہون کریم کے کرم نے مجھے مغرور کیا بغوی نے لکھا کہ بعضے اہل اشارات نے کہا کہ (بربک الکریم) مین صفت (کریم) اسلیے فرمائی کہ بندے کو جواب معلوم ہوجاوے کہ تیرے کرم نے مجھے دھوکا دیا۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ تو بیفائدہ کلام ہی بلکہ اسلیے یہ صفت (کریم) فرمائی کہ آدمی کو دنیا مین تنبیہ ہو کہ جسنے مجھپر یہ بے قیاس کرم کیا اور کرتا ہی تو مجھے نہین چاہیے کہ کفر و نافرمانی سے اُسکا مقابلہ کرون مترجم کہتا ہی کہ جن لوگون نے کریم سے یہ اشارہ نکالا کہ مین تیرے کرم پر بھروسا کرکے مغرور ہوا تو اُسنے اللہ تعالیٰ کی شان عظمت پہچانی اور اپنے نفس کو بھی پہچان گیا تو وہ ایمان رکھتا ہے کہ الوہیت اُسی کے واسطے ہے چاہیے وہ بیگناہ کو عذاب کرے تو اُسی کی ملک ہی اور ایمان یہی ہی کہ رحمت و کرم سے ناامید نہو اور عذاب سے ڈرے تو قیامت کے دن جب یہ فرمایا جاوے تو کرم کے بھروسے پر اپنی جہالت عرض کریگا اور وہ الوہیت جانتا ہے اور عذاب سے ڈرتا ہی برخلاف کافر کے کہ وہ اسطرح مغرور نہین ہی بلکہ نفس کی تسویل و شیطان کی تزئین مین پڑا رہا اگر وہ اُس روز کہے کہ کرم پر مغرور ہوا تھا تو جھوٹ ہی فافہم واللہ تعالیٰ اعلم اور معالم مین نقل کیا کہ کلبیؒ نے سبب نزول اسود بن شریق کو بیان کیا ہی۔ یعنے یہ کافر کچھ بھی شان حق نہین جانتا تھا لہذا فرمایا۔ الذی خلقک فسوٰک فعدلک۔ یعنے تجھے ٹھیک کیا اور قد و قامت مین راست کیا اور باہمی مناسبت کے اعضا خوبصورت دیے ہین۔ امام احمدؒ نے حدیث روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ہتھیلی پر ایک قطرہ رکھکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہی کہ اے آدمی تو کیا اب مجھے کسی بات سے عاجز کریگا حالانکہ مین نے تجھے ایسے ایک قطرہ سے پیدا کردیا حتی کہ جب تجھے ٹھیک پورے قد و قامت مین ہوش حواس کے ساتھ معتدل کیا تو زمین پر اکڑتا ہوا اپنے لباس کو دیکھتا چلا پھر تونے دنیاوی متاع ادھر اُدھر سے سمیٹ کر جمع کی اور دوسرون کو دینے سے روکی یہانتک کہ جب تیری ہنسلی پر دم آیا (یعنے وہ جینے سے مایوس ہوا) تو کہنے لگا کہ اب تصدق کرتا ہون حالانکہ اب صدقہ کا وقت کہان ہی (رواہ ابن ماجہ ایضا) قولہ تعالیٰ فی ای صورۃ ماشاء رکبک۔ جس صورت مین چاہا تجکو مرکب کیا۔ مجاہدؒ نے کہا یعنے ماں و باپ و ماموں و چچا وغیرہ جس کسی کی شباہت مین چاہا تجکو بنایا۔ ابن جریرؒ نے محمد بن سنان القزاز

اُسکے غلام بے ادب ہوتے ہین جب کرم سے غرہ مین پڑتا ہی تو یہان کیونکر فرمایا کہ اے انسان کس نے تجھے اپنے رب کریم سے
مغرور کیا (جواب) دیا گیا کہ انسان پر حق یہ ہی کہ اللہ تعالے کے کرم پر مغرور نہو بلکہ کرم دیکھے کہ اُسکو پیدا کیا اور ہر متاع دی اور
ایک مدت دراز یعنے اجل تک عقوبت سے مہلت دی اور جزا کو سب کے جمع فرمانے تک تاخیر دی اور حاصل یہ کہ فی الحال عذاب
نہ کرنا اس امر کو نہین چاہتا کہ آدمی فریب نفس مین مغرور ہوکر حد سے بڑھ چلے فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالے سے کہا
گیا کہ اگر اللہ تعالے آپکو حاضر فرماکر کہے کہ کس چیز نے تجھے مغرور کیا تھا (جواب) مین فضیل رح نے کہا کہ مین یہ عرض کرون کہ اے رب
پردے پڑے ہوے مجھے دھوکے مین ڈالتے تھے خطیب رح نے کہا کہ اس کلام کے یہ معنے ہین کہ فضیل رح نے اپنے گناہون کا اقرار کیا
اور یہ مطلب نہین ہی کہ یہ میرا عذر کافی ہی جیسے حشویہ فرقے کے جاہل لوگ اپنے پیشواؤن سے روایت کرتے ہین کہ اللہ تعالے نے
بربک الکریم) مین (کرم) کی صفت فرمائی اور دوسری صفت نہین فرمائی تاکہ بندہ یہ جواب دے کہ آپ کے کرم نے مجھے
غرور مین ڈالا تو مین گناہون مین پڑ گیا پس مین معاف ہون مترجم کہتا ہی کہ حشویہ فرقے کو امام نسفی رح نے اپنے رسالہ مین جاہل گمراہ
صوفیہ مین سے شمار کیا جن کا یہ عقیدہ ہی کہ اسلام کا اقرار کرے پھر چاہیے جو کچھ گناہ کرے کچھ عذاب نہوگا اور عذاب کی آیتین دھمکی کے
واسطے ہین اور یہ فرقہ ایک مکان خلوت مین مرد اور لڑکے وعورتین وغیرہ جمع ہوتے ہین اور جہالت کے فواحش کیا کرتے ہین
اور اپنے آپکو مست شراب الست کہتے ہین نعوذ باللہ من ذلک مترجم کہتا ہی کہ حضرت فضیل رحمہ اللہ تعالے کبار مشائخ سے ہین
اور اس مقام کا بیان یہ ہی کہ معصیت کے مرتکب دو قسم کے لوگ ہین ایک وہ لوگ جو حشویہ ہین یعنے اپنے گناہون کو ہیچ سمجھتے ہین
اور اپنے آپ کو معذور کہتے ہین اور دوم وہ لوگ جو اپنے گناہون کو گناہ کہتے اور اللہ تعالے کے عذاب سے خوفناک ہین اور اللہ
تعالے نے فرمایا۔ انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ الآیہ۔ یعنے اللہ تعالے انھین بندون کی توبہ قبول فرماتا ہی جنسے جہالت
زنا دانی مین گناہ ہوا پھر انھون نے بغیر اصرار کے توبہ کرلی۔ ھ۔ پس جس شخص سے گناہ ہوتا ہی اُسوقت وہ نفس کے پنجہ مین جاہل
ہوجاتا ہی پھر جب نشہ کرکرا ہوا تو خوف کھاکر روتا ہی فضیل رض نے دوسری قسم مین جواب دیا اور حشویہ گمراہ اول قسم مین ہین اور دونو
مین زمین و آسمان کا فرق ہی خطیب رح نے لکھا کہ مقاتل رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے انسان کو اول مرتبہ گناہ پر ماخوذ نہین کیا تو وہ مغرور
ہوگیا اور یہی معنی سدی رح سے منقول ہین اور قتادہ رح نے کہا کہ انسان کو شیطان کی مکاری نے دھوکا دیا ابن مسعود رض نے فرمایا کہ
قیامت مین اللہ تعالے ہر انسان سے پوچھیگا کہ تونے کس چیز سے اپنے رب کریم کے ساتھ غرور کیا اور رسولون کو کیا جواب
دیا ذوالنون مصری رح نے کہا کہ انسان پر اللہ تعالے کا کرم بے قیاس ہی پیدا کیا اور جہان کو اُسکے لیے مسخر کردیا اور اُسکو
کسی کے لیے مسخر نہین کیا اور اُسکی زبان چلائی کہ ذکر کرے اور دل کو عقل سے اور روح کو معرفت سے آراستہ کیا اور ایمان سے
سنوارا و احکام امر و نہی سے مشرف کیا (السراج) شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ قولہ بربک الکریم۔ مین بعضے لوگون نے یہ فقرہ نکالا
کہ (کریم) اسلیے فرمایا کہ بندہ جواب دے کہ مجھے تیرے کرم نے مغرور کیا۔ یہ غلط بلکہ یہ انسان کو ملامت ہی کہ تجھے کس چیز نے اپنے
رب کریم یعنے عظیم کے ساتھ مغرور کیا یعنے جسنے اپنی قدرت سے تجھپر اس قدر عظیم کرم کیا اور اسکا قہر و عذاب بے انتہا سخت ہی
پھر تونے کیون اُسکے ساتھ مین نافرمانی وبدکرداری سے مقابلہ کیا جو کسی طرح لائق نہین ہی چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ قیامت کے
روز اللہ تعالے فرماوے گا کہ اے آدمی کس چیز نے تجھے میرے ساتھ مغرور کیا تھا اور تونے میرے رسولون کو کیا جواب دیا تھا۔

عدم سے بنادیا وہ جب چاہے تجھے دوبارہ پیدا کردے اور اُسی کے قبضۂ قدرت مین ہر مخلوق کا ذرہ ذرہ ہی پھر یہ انکار کیون اور غرور کیون ہی۔ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّيْنِ۔ کچھ نہین بلکہ تم لوگ بدلا ملنے کو جھٹلاتے ہوف تم یہ نہین مانتے ہوکہ دنیا مین جیسے اعمال کماؤ اجل تک مہلت پھر دنیا ختم ہوکر اُٹھائے جاؤگے اور اپنے اعمال کا بدلا پاؤگے اسمین تم کو یہ تردد ہے کہ جسنے اول عدم سے پیدا کیا وہ دوبارہ کیونکر پیدا کرے گا اور اعمال کا پتہ کیونکر چلیگا بلکہ برخلاف اسکے یہ سمجھتے ہو کہ دنیا مین غنی و فقیر اور جاہل و عالم اور نیک متقی و بدکار فاجر ہین سب دنیاوی عیش کی راہ سے نیکبخت یا بدبخت ہین مثلاً یہان جو بد خلق بدکردار ناپاک حرام خور زبردست بیرحم موذی تھا کہ رعایا کے مال لیکر عیش کرتا تھا وہ بڑا خوش نصیب اور جو یہان نیک ذات نیک خلق خوبصورت باکیزہ سیرت ایما مذار رحم دل سب کو راحت پہونچانے والا لیکن مفلس تھا وہ بدبخت رہا اور جب دونون مرے تو خاک ہو گئے بلکہ تم اس جہالت مین برگد کے درخت کو حسرت سے دیکھتے ہوگے جو یہان تم سے زیادہ مدت عیش کرتا ہی پھر جب تم روز جزا کو جھٹلاتے ہو تو اعمال کی کیا فکر ہے اور ان کا وجود بھی نہین مانتے اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا۔ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ۔ اور البتہ تم پر حفاظت کرنے والے کرام کاتبین ہین وہ خوب جانتے ہین جو تم کرتے ہوف۔ یعنے تمھارے اعمال ذرہ ذرہ کسی حال مین ضائع نہین ہوسکتے ہین تمھاری نیت تک کرام کاتبین فرشتون کو معلوم ہی وہ تم پر محافظ ہین اور اللہ تعالے کہین غائب نہین ہی پس ضرور ہی کہ قادر کریم عزوجل تم کو زندہ کرکے انھین اعمال کے موافق بدلا دے گا اقوال مفسرین قولہ تعالے یا ایہا الانسان ما غرک بربک الکریم یہان انسان سے جسکو خطاب ہی کیا مراد ہے (جواب) دو قول ہین (ایک) یہ کہ کافر مراد ہی (دوم) یہ کافر جمیع اقسام مع گنہگار مسلمانون کے مراد ہین فتح البیان مین لکھا کہ کشف وغیرہ مین ہی کہ دوسرا قول زیادہ راجح ہی۔ ۔ اور خطیبؒ نے سراج مین لکھا کہ ظاہر آیت یہ کہ فقط کافر مراد ہی اور معنے یہ ہین کہ اے کافر کس چیز نے تجھے دھوکا دیا کہ تو مغرور ہوکر رب عزوجل کی الوہیت و قدرت سے اور دوبارہ زندہ کرنے وحشر و نشر سے کافر بن گیا۔ روایت ہی کہ یہ آیت ولید بن المغیرہ کے حق مین نازل ہوئی یہ ابن عباس سے مروی ہی اور کلبیؒ و مقاتلؒ نے کہا کہ ابو الشریق کے حق مین نازل ہوئی۔ بعض علماء رح نے کہا کہ اچھا شاید وہ کسی خاص کافر کے قول و فعل کی مذمت پر نازل ہوئی ہو لیکن حکم عام ہی اسلیے کہ عموم کلام کا اعتبار ہی اور حبب نزول کا اعتبار نہین ہوتا ہی اور عام حکم ہر ایسے شخص کے حق مین ہوا جو اپنے رب عزوجل کے ساتھ غفلت کے غرور دھوکے مین ہو کیونکہ معنے یہ ہین کہ اے انسان تجھے کس چیز نے فریب مین ڈالا اور باطل بات تجھے رچ کے دکھلائی کہ جس سے تو نے اللہ تعالے کا حق واجب چھوڑ دیا اور حرام و منکر چیزون کا مرتکب ہوا پس یہ خطاب ہر ایسے شخص کو ہی جسنے اللہ تعالے کی الوہیت سے کفر کیا اور ہر ایسے شخص کو جسنے توحید کا اقرار کیا لیکن بدکاریون کا مرتکب ہوا۔ اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالے کی صفت (کریم) ہے تو یہ صفت چاہتی ہی کہ بندہ اسکے بھروسے پر مغرور ہوا سلیے کہ کریم کے نزدیک فرمانبردار کی فرمانبرداری اور نافرمان کی گنہگاری دونون یکسان ہین جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آپنے اپنے غلام کو تین مرتبہ بلند آواز سے پکارا اُسنے کچھ جواب نہین دیا دیکھا تو وہ دروازے پر موجود ہی آپ نے فرمایا کہ تونے کس غرور پر مجھے جواب نہین دیا اُسنے کہا کہ مجھے بھروسا تھا کہ آپ حلیم ہین اور مین سزا سے بیخوف ہون آپ نے اُسکا جواب پسند فرمایا اور اُسکو آزاد کردیا اور مثل مشہور ہی کہ جسکا کرم ظاہر

حشر کا آتا ہو کہ جنتی جنت مین جاوین اور دوزخی دوزخ مین جاوین یہ کب ہوگا تو فرمایا کہ اذا السماء انفطرت الخ جب آسمان شگافتہ ہوگا آخر تک تو اُس زمانے مین ہر ایک کو اپنے اعمال مقدم و مؤخر کا علم ہو جائیگا اس سے یہ ضرور نہین ہے کہ قبرون سے اُٹھتے ہی یہ علم ہو (احتمال دوم) **قفال**رح نے کہا کہ علمت نفس ما قدمت و اخرت - سے شاید یہ مراد ہو کہ قیامت سے پہلے یہ علم ہوگا بلکہ اُسوقت یہ علم ہو جاوے جب قیامت کے علامات ظاہر ہون اور شرعی احکام بجا لانے کا وقت باقی نہ رہے جیسے قولہ تعالے لا ینفع نفسا ایمانہا لم تکن آمنت من قبل الآیہ - یعنے جب کسی نفس کو اسکا ایمان نافع نہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہین لایا ہو یا اپنے ایمان مین خیر نہین کمائی - ھ - پس اس حد تک جو کچھ انسان نے کیا ہو وہ مقدم ہو اور جو اسکے بعد عمل کرے وہ مؤخر ہو (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہو کہ اس قول کا حاصل یہ نکلا کہ آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا اور دابۃ الارض کا نکلنا ایسا وقت ہوگا کہ اُسکے بعد کسی کا ایمان قبول نہوگا تو اس وقت جس نفس نے جو کچھ کیا وہ مقدم ہو اور جو اُسکے بعد ہو وہ مؤخر ہی مترجم کہتا ہو کہ اس قول کے موافق اذا القبور بعثرت کے معنے مردے زندہ کرنے کے نہونگے کیونکہ ابھی تک مردے زندہ نہین ہوے ہین بلکہ **قفال**رح نے یہ معنے لیے ہونگے کہ جب زمین اپنے خزانے اگل دیگی جیسا کہ رازیرح نے ذکر کیا ہو فافہم اور یہ قول ضعیف ہو بلکہ یہ نظیر ہے قولہ تعالے ینبأ الانسان یومئذ بما قدم و اخر - اس روز انسان کو آگاہ کیا جائیگا اس چیز سے جو اُسنے مقدم کی اور جو مؤخر کی - ھ - ہان یہ آگاہی دو طرح ہوسکتی ہو ایک یہ کہ کفار اس ہولناک منظر کو دیکھکر جان لینگے کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام کہتے تھے وہ حق ہو بلکہ یہ بات اُنکو قبر مین اُٹھائے جانے ہی سے معلوم ہو جائیگی اور قبرون سے اُٹھکر جان لینگے کہ آج وہی روز قیامت ہو لیکن دنیاوی زندگی مین کافرون پر حواس مسلط ہین اور حواس کا اتصال نفس سے اور نفس کا ارتباط شیطان سے قوی ہو لہذا شیطان نے ہر کافر قوم مین اُسکے دنیا پر اطمینان کرنے کے اعتقادات جما دیے ہین مثلاً بعض نے زعم کیا کہ مرنے کے بعد پھر اسی دنیا مین آجاتے ہین اور جسکے پاس یہ دنیاوی مال و متاع نہو وہ چنڈال ہو - یہود وغیرہ نے زعم کیا کہ فلان پیر یا پیغمبر اسکو ضرور بخشوا لیگا - بعض نے زعم کیا کہ جسم خاک ہوگیا اُسکا دوبارہ زندہ ہونا بالکل محال ہو اور وہ ذرے بھلا کون شخص پہچان سکتا ہو یہ لوگ اللہ تعالے کی قدرت و عظمت کو بالکل نہین پہچانتے ہین اور اللہ تعالے کو مخلوق پر قیاس کرتے ہین لہذا اللہ تعالے نے فرمایا **یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ** - اے انسان کس چیز نے تجھے دھوکے مین ڈالا اپنے رب کریم کے ساتھ جسنے تجھے بنا کر ٹھیک کر دیا پس معتدل کیا جس کسی صورت مین چاہا تجھے مرکب کیا - ف یعنے اے انسان تیرے رب کریم نے محض کرم سے بدون کسی غرض نفع و ضرر کے مردہ نطفہ سے مخلوق کیا در حقیقت تو وہی مردہ نطفہ ہو پھر قدرت ہی کی تاثیر سے تو آدمی بن گیا پس غور سے دیکھ کہ تجھکو برابر ٹھیک کیا یعنے اعضاے ضروری مع قد و قامت دیے پھر تجھکو عدل کیا یعنے معتدل خوبصورت مع حواس و قویٰ کے مستوی بنایا - ثم رکبک فی ای صورۃ ما شاء رکبک - ما نکرہ کی تاکید ہو یعنے پھر تجھے جس کسی صورت مین چاہا مرکب کیا - ہر جسم کے لیے اصلی صورت روح ہو اور ظاہری صورت مین ماں و باپ وغیرہ کی مشابہت ہو لیکن عجیب قدرت ہو کہ ہر فرد کو دوسرے سے ممتاز صورت مین رکھا باوجودیکہ انکے مجلد اعضاء مین سب ہین پس جسنے تجھکو اس قدرت کے ساتھ

ہین (اول) آسمان پھٹ جانا جیسے دیگر آیات مین مذکور ہے (دوم) ستارون کا بکھرنا جو آسمان کی ترکیب مٹ جانے پر خود لازم ہے
واضح ہو کہ جو اس کے مقلد فلاسفہ نے اپنے اوہام مین یہ جمالیا کہ آسمان ایسا جسم ہی جسکا پھٹ جانا اور مل جانا محال ہے اور ہم نے
اسکو رد کر دیا کہ جسم ہونے مین سب اجسام یکسان ہین اسی لیے ہم جسم کی تقسیم اصلاح کرتے ہین کہ جسم دو طرح کے ہین ایک بالائی عالم
مین ہین اور دوم پستی کے عالم مین ہین تو اقسام کا مقسم یعنے جسم ہونا دونون مین مشترک ہی ورنہ تقسیم نہوتی اور جب جسم ہونے مین دونون
یکسان ہین تو پستی کے جسمون کے حق مین جو بات صحیح ہی وہ بلندی کے جسمون مین بھی صحیح ہی کیونکہ یکسان چیزون کا حکم ایک ہوتا ہے
تو معلوم ہوا کہ آسمان پھٹ جانا صحیح ہی باقی رہی پستی کی دونون علامتین تو (اول) سمندرون کا منفجر ہونا اقول اسکا بیان اوپر
گزر چکا اُسی قدر رازیؒ نے بھی لکھا ہی (دوم) قبور کی بعثرت تو اُسکی دو صورتین ہین (صورت اول) یہ کہ اُن مین سے مردون کو
زندہ کر کے نکال دیا جاوے جیسے قولہ تعالے واخرجت الارض اثقالہا۔ زمین اپنے بوجھ کو نکال دیگی (صورت دوم) یہ کہ زمین اسلیے
اُلٹی جاوے کہ جو کچھ اُسمین سونا چاندی ہی سب خارج کر دیا جاوے اور یہ بھی قیامت کی علامت مین سے ہی پھر اسکے مردے نکالے
جاوینگے۔ لیکن صورت اول ہی ٹھیک معلوم ہوتی ہی اسلیے کہ وہی اقرب ہی فائدہ واضح ہو کہ ان آیات مین مفید ترتیب کے ساتھ
ذکر ہی کیونکہ مقصود یہ ہی کہ اللہ تعالے اس عالم دنیاے فانی کو خراب کر کے یہ امتحانی حالت دور فرماویگا اور آسمان چھت کی طرح ہی اور
زمین مثل عمارت ہی پس اول چھت گرائی اور اُس سے لازم آیا کہ ستارے جو اُسمین لگے ہین بکھر جاوین پھر اسکے بعد اللہ تعالے روے
زمین کو خراب فرماویگا تو پہلے سمندرون کو منفجر فرماویگا اسکے بعد آخر مین اس زمین کو خراب کریگا چنانچہ فرمایا اذا القبور بعثرت کیونکہ
اشارہ ہی کہ زمین اُلٹی جاویگی اور ظاہر کو باطن مین اور باطن کو ظاہر مین لوٹ دیا جاویگا رہا یہ کہ جب یہ باتین واقع ہونگی تو انسان کے
سامنے یہ نتیجہ ہوگا کہ (علمت نفس ما قدمت واخرت) اور اسمین دو احتمال ہین (احتمال اول) یہ کہ اس سے مراد روز قیامت کا ذکر
ہی اور اسمین چند وجوہ ہین (وجہ اول) یہ کہ اس کلام سے مقصود یہ ہی کہ معصیت سے پرہیز کرو اور طاعت کی رغبت کرو کیونکہ اُس روز
ہر شخص کو معلوم ہوگا کہ کس چیز مین اُسنے کوتاہی نہین کی بلکہ پہلے پہونچا دیا اور کس چیز مین اُسنے کوتاہی کی کہ پیچھے چھوڑ آیا اسلیے کہ
(ما اخرت) اسیکو مقتضی ہی کہ اُسنے نہین کیا اگر اُسنے شرک وکفر وکبیرہ گناہ بھیجے ہین اور عمل صالح مین قصور کیا ہی تو اُسکا انجام جہنم
ہی اور اگر اُسنے اعمال صالحہ بھیجے ہین اور کبیرہ گناہ چھوڑے ہین تو اُسکا انجام جنت ہی اور یہی قول اصح ہی اور اگر کہا جاوے کہ قبرون سے
نکلتے ہی ہر نفس کو اپنے مقدم و مؤخر اعمال کا علم کیونکر ہوگا (جواب) یہ ہی کہ علم دو طرح ہوتا ہی علم اجمالی اور علم تفصیلی۔ علم اجمالی کی مثال
یہ ہی کہ مثلاً سو آدمیون نے مدرسہ مین امتحان دیا اور جب کامیاب و ناکامیاب دریافت ہونے کے لیے گئے تو علامت مقرر ہی کہ جن کا
نام پکارا جاوے وہ اندر آوین اور باقی ناکامیاب باہر رہین تو جنکا نام پکارا گیا تو انکو مجمل معلوم ہوگیا کہ ہم امتحان مین کامیاب ہوے
لیکن ان لوگون کو یہ تفصیل نہین معلوم ہی کہ کس نے اول درجہ مین اور کس نے دوم درجے مین اور کس نے سوم درجے مین کامیابی
حاصل کی اور ہر ایک کے کتنے نمبر ہین یہ کاغذات کے معائنہ سے معلوم ہوگا۔ جب یہ معلوم ہوا تو ہم کہتے ہین کہ مجمل حال تو ان
لوگون کو ابتداے حشر ہی مین معلوم ہو جاویگا کیونکہ ابتدا ہی مین مطیع کو اپنے اوپر سعادت کے آثار ظاہر ہونگے اور کافر کو اپنے
اوپر بدبختی کے آثار نظر آوینگے۔ رہا تفصیلی جاننا تو اُسوقت معلوم ہوگا جب نامۂ اعمال دیے جاوینگے۔ (م تفسیر کبیر اور شیخ
ابوالسعود رح نے یہ جواب دیا تھا کہ آیت مین قبرون سے نکلنے کا وقت اس معنے مین مذکور ہی کہ اللہ تعالے کی قدرت سے ایک زمانہ

ارشاد فرمائی ہی اُسکا قصہ یہ ہی کہ ایک روز آپ مع اصحاب کے مسجد مین تھے کہ ناگاہ ایک جماعت آئی جو تلوارین لٹکائے تھے
اور فقط ایک کملی اپنے بدن پر لپیٹے تھے انھون نے سلام کیا آپ نے جواب دیا یہ لوگ قبیلۂ مضر کے تھے اور انکا فقر وفاقہ دیکھکر
آپکا چہرۂ مبارک رنجیدگی کے طور پر متغیر ہوا اور آپ نے لوگون کو جمع کرکے وعظ فرمایا کہ جسکا حاصل یہ کہ عذاب ہولناک آخرت و قیامت
سے خوف کرکے اللہ تعالے کے واسطے جو کچھ جس سے ہو سکے صدقہ کرے آپ خاموش ہوے اہل مجمع کے لوگ سر نیچا کیے ہوے
سنتے رہے پھر آپ نے نصیحت کے ساتھ صدقے پر آمادہ کیا۔ پھر تیسری بار آمادہ کیا اُسوقت ایک نوجوان انصاری اُٹھکر گیا اور
اپنے گھر سے روپیہ کی ایک بھاری تھیلی لایا جو اُسکے دونون ہاتھون سے نہین اُٹھتی تھی اور لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
قدمون کے پاس ڈال دی اُسکے دیکھا دیکھی دوسرے لوگ دوڑے اور جو کچھ جس سے ہو سکا روپیہ و اناج وخرمہ وکپڑا ہر ایک
نے لاکر ڈالا اور دن چڑھے تک وہان اناج وغیرہ کا ایک انبار لگ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک خوشی مین لہلہا گا
اور اُس وقت آپ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی اسوقت اس حدیث کا مصداق وہ نوجوان انصاری تھا رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین
کیونکہ اُسنے اول صدقہ لانے کی چال نکالی اور اُسکے اقتدا مین دیگر لوگ لائے بالجملہ نیک طریقہ تو ہم کو شریعت سے معلوم ہے
اور اُس طریقے پر چلنا اسطرح کہ لوگ بھی چلین جسکی قسمت مین ہوگا اُسکو نصیب ہوگا کیونکہ یہ بڑی نعمت ہی اس سے بعد موت کے
نیکیان پہونچتی رہتی ہین پس کوشش کرنا لازم ہی اور اگر کسی نے مثلاً نوحہ کرنا نکالا تو بعد اُسکے جس قدر لوگ ایسا کرینگے سب کے
گناہ کے برابر اسکے نامۂ اعمال مین بعد موت کے پہونچا رہیگا نعوذ باللہ من ذلک۔ واضح ہو کہ علماء ربانی بعضے جائز امور کو بھی عقل
نورانی سے بنظر افراط وتفریط ترک کرتے ہین مثلاً شیخ عارف سہروردی رح نے قوالی کو ممنوع رکھا تھا کیونکہ بعضے مشائخ جنھون نے
حد جواز تک رکھا تھا آج دیکھو تو اُسمین بکثرت افراط وتفریط مکروہ حرام تک پہونچ گئی ہی اور حضرت شیخ المشائخ مولانا ولی اللہ
قدس سرہ کے والد ماجد قدس سرہ سے روایت ہی کہ ایک مرتبہ حضرت قطب الدین قدس سرہ کی زیارت کے لیے گیا لیکن
بخیال اپنی حقارت کے مزار شریف سے دور بیٹھا ناگاہ حضرت قطب رح کی روح مبارک میرے سامنے مجسم ہوئی اور یکایک مجھے
ایسا نظر آیا کہ آسمان سے حضرت شہاب قدس سرہ کا تخت اترا ہی۔ کچھ دیر دونون حضرت نے کچھ باتین کین پھر شیخ شہاب کا تخت آسمان
کو چلا گیا اور حضرت قطب رح نے مجھسے فرمایا کہ پاس آؤ مین کچھ نزدیک ہوا پھر فرمایا پھر فرمایا یہانتک کہ مین بہت نزدیک ہوا منجملہ ارشادات
کے فرمایا کہ تم شعر کے بارہ مین کیا کہتے ہو مین نے عرض کیا کہ اچھا اچھا ہی اور برا برا ہی فرمایا کہ خوب۔ پھر اچھی آواز کو پوچھا مین نے کہا کہ فضل
الٰہی ہی فرمایا کہ اچھا شعر اچھی آواز سے پڑھنے مین کیا کہتے ہو مین نے عرض کیا کہ خوبی کے ساتھ فضل مل گیا آپنے فرمایا کہ الحمد للہ کہ ہم بھی
اس سے کچھ زیادہ نہین کرتے تھے یعنے کبھی کبھی خوش آواز سے کچھ اشعار حمد ونعت مثلاً پڑھواتے تھے مترجم کہتا ہی کہ اسکے بعد مزامیر و
راگنی وغیرہ ملائی گئی اور بعض مزارات پر فاحشہ عورتین اور مرد جمع ہوتے ہین اور یہ نہایت قبیح کام ہی اور جو لوگ اس سے ممانعت
کر سکین اور نہ کرین وہ بھی گناہ مین شامل ہین اللھم غفرانک امام رازی رح نے ان آیات کی تفسیر مین لکھا کہ آسمان کا شق ہونا وغیرہ جو
یہان مذکور ہی قیامت کے علامات ہین اُسوقت حشر ونشر پیدا ہوگا۔ مترجم کہتا ہی کہ قبور سے مردون کا بعث ہونا بظاہر پہلے
ہوگا پھر آسمان شق ہوگا تاکہ کفار یہ سب ہولناک منظر آنکھون دیکھکر حسرت وغم کے منکرات مین پڑین کہ اسی دنیا کو انھون نے
اپنے خیال مین وہمی دلیلون سے دائمی سمجھ رکھا تھا رازی رح نے کہا کہ یہان چار چیزین مذکور ہین دو چیزین عالم بالائی مین ہین اور دو چیزین عالم زیرین مین

تو اُسکے مردے زندہ ہوکر نکلینگے (ابن کثیرؒ) زمخشریؒ نے لفظی بحث سے نکالا کہ بعثرت و بحثرت دونوں متحد ہین اور مراد یہ کہ قبرون کے اندرونی حصہ کو اوپر کیا جائیگا اور بیرونی حصہ کو اندر کیا جائیگا جیسے اُلٹ دیتے ہین تو مردے باہر نکلینگے خلاصہ آیات کا یہ ہی کہ جب آسمان شق ہوگا اور ستارے بکھرینگے اور سمندر بہ نکلینگے اور قبرون سے مردے نکالے جاوینگے تو کیا ہوگا (جواب) یہ کہ اللہ تعالے نے بیان فرمایا۔ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ۔ تو اُسوقت ہر نفس جان جائیگا جو اُسنے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا ہی ف اگر کہا جاوے کہ کیا ہر نفس کو یہ بات معلوم ہونا جب ہی کہ وہ قبر سے اُٹھایا جاوے اور ایضاً اس سے پہلے اذا السماء انفطرت۔ وغیرہ سے کیا مطلب ہی (جواب) ابو السعود وغیرہ رح نے کہا کہ یہ مراد نہین ہی کہ قبر سے اُٹھائے جانے کے وقت نفس کو اپنے اعمال مقدم و مؤخر کا علم ہوجاویگا بلکہ یہ علم اُسوقت ہوگا جب نامہ اعمال کھولے جاوینگے ولیکن پہلے بیان ہوچکا کہ اول نفخہ صور سے لیکر جب تک جنتی جنت مین جاوین اور دوزخی دوزخ مین جاوین سب ملاکر ایک ہی زمانہ ہی تو اس زمانے کے اندر نفس کو اپنے اعمال سے اطلاع ہوجائیگی اور اگر اس جواب پر یہ وہم ہو کہ اللہ تعالے نے اذا السماء انفطرت مین ایک وقت بیان فرمایا یعنے جس وقت آسمان پھٹیگا اور اذا الکواکب الخ مین دوسرا وقت بیان کیا وعلی ہذا القیاس تو یہ متعدد وقت ہوگئے پھر تم کیونکر کہتے ہو کہ یہ سب ایک ہی وقت ہی اسکا جواب یہ ہی کہ اللہ تعالے نے اسوقت کے اندر جو ہولناک امور واقع ہونگے متصل علٰحدہ علٰحدہ بیان فرمائے تاکہ ہول و خوف سے غفلت والون کی آنکھین کھلین (ابو السعود رح) اور امام رازیؒ کا بیان اور مترجم کا خیال آگے آویگا اگر کہا جاوے کہ نفس نے جو مقدم بھیجا ہی وہ جان لیگا یہ بات تو ظاہر ہو رہا یہ کہ (اخرت) جو مؤخر کیا یعنے پیچھے چھوڑا ہو اُسکے جاننے کے کیا معنے ہین (جواب) اسمین وجوہ ہین (ایک) یہ کہ (ما قدمت) وہ اعمال نیک و بد ہین جو خود عمل مین لایا تھا اور (ما اخرت) وہ طریقہ جو مرنے کے بعد چھوڑ آیا تھا کہ اُسی پر دوسرون نے اقتدا کی پس اگر نیک طریقہ چھوڑ آیا تھا تو جسنے اس نیک طریقہ پر عمل کیا اُسنے ثواب پایا اور جتنے عمل کرنے والے ہونگے ہر ایک کے ثواب کے برابر اسکو بھی ثواب ملیگا تو یہی پیچھے چھوڑا ہوا کام ہی (دوم) قتادہؒ نے کہا کہ (ما قدمت) وہ برائیان جنکو عمل مین لایا تھا اور (ما اخرت) وہ نیکیان جنکو سٹھ پیچھے چھوڑ آیا تھا (سوم) (ما قدمت) وہ ہین جنکو اول عمر مین بجالایا اور (ما اخرت) جنکو آخر عمر مین بجالایا۔ ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ (ما قدمت) جو نیکیان اپنی زندگی مین بجالاکر مقدم بھیج چکا ہی اور (ما اخرت) وہ نیک طریقہ جو اپنے بعد چھوڑ آیا کیونکہ جو کوئی اُسپر عمل کریگا اُسکو ثواب ملیگا اور ہر ایک کے مثل ثواب اس شخص کو بھی پہونچیگا بدون اسکے کہ عمل کرنے والون کے ثواب مین سے کچھ کم ہو اسیطرح (ما قدمت) جو بُرائیان کرکے آیا ہی اور (ما اخرت) جو بدچلنی چھوڑ آیا کیونکہ جو اُسپر چلیگا وہ گناہ پاویگا اور ہر ایک کے گناہ کے مثل گناہ اُس شخص پر بھی لکھا جائیگا بدون اسکے کہ بدکارون کے گناہ سے کچھ کم ہو اور حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ مین روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے نیک طریقہ اختیار کیا پھر اُسکی نیک چلنی کی پیروی دوسرون نے اختیار کی تو اسکو اپنا ثواب ہی اور پیروی کرنے والون مین سے ہر ایک کے مثل ثواب ہی بدون اسکے کہ پیروی کرنے والون کے ثواب سے کچھ کم ہو اور جس شخص نے بدچلن نکالا اور لوگون نے اُسکی پیروی کی تو اُسپر اپنی بدچلنی کا گناہ ہی اور پیروی والون مین سے ہر ایک کے گناہ کے برابر گناہ ہی بدون اسکے کہ پیروی والون کے گناہ سے کچھ کم ہو پھر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی علمت نفس ما قدمت واخرت (اس حدیث کو حاکم نے روایت کرکے صحیح الاسناد کہا مترجم کہتا ہی کہ اصل حدیث تو صحاح مین موجود ہی اور آپ نے جسوقت یہ حدیث

ہر چیز کو پیدا فرمایا اور دنیا و آخرت مین اول سے آخر تک کے لیے اُسکے واسطے ہر چیز کا اندازہ اپنے علم سے مقدر فرمایا اور وہی اسکے لیے تقدیر ہے۔ الرَّحْمٰنِ۔ نہایت مہربانی فرمانے والا ف جسکی عام رحمت مین نظام عالمین جاری ہو اور اُسی کی تدبیر قدرت سے ہر چیز کا انتظام کامل حکمت پر قائم ہو۔ الرَّحِیْمِ۔ نہایت رحمت والا ف جسنے خلق کی طرف رسول کریم بھیجکر اپنے خاص بندون کو جنت کے لیے ممتاز فرمایا (السراج) اور عام رحمت سے تمام مخلوق کو ارشاد و ہدایت ہو ولیکن کفار کے پیدائشی نفوس نجاست کے سواے طہارت کو نہین قبول کرتے ہین تو انھون نے دعوت نبوت سے انکار کیا۔ اور دنیا دنی زندگی پر دل رکھا اور آخرت وحساب کتاب اعمال وجنت و دوزخ کو اپنے مکدر اوہام مین محال قرار دیا لہذا اللہ تعالےٰ نے آگاہ فرمایا۔ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ جب آسمان شگافتہ ہونگے ف یعنے یہ آسمان جو سامنے نظر آتے ہین باوجود اس مضبوطی واستحکام وانتظام وبلندی کے پھٹکر رخنہ دار ہوجاوینگے جیسے قولہ تعالےٰ یوم تشقق السماء بالغمام۔ جس دن بکثرت شق ہوجاے گا آسمان غمام اور اُتارے جاوینگے بکثرت ملائکہ باحکام۔ ھ۔ فطر بمعنے شق ہو واحدیؒ نے لکھا کہ مفسرین سب کہتے ہین کہ آسمان کا انفطار یہ کہ شق ہوجاوے (رع ف ش و) وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ۔ اور جب ستارے بکھر جاوینگے ف یعنے چھوٹے بڑے تارے جو خوبصورتی کے ساتھ دمکتے ہوے اس آسمان مین بکثرت جڑے ہین جیسے گل میخین جڑی ہوتی ہین یہ سب ٹوٹ کر متفرق بکھر پڑینگے کیونکہ آسمان پھٹ کر بے ترکیب ہوجانے سے لازم ہو کہ یہ تارے بکھر جاوین (س) اور یہ تشبیہ ہو کہ جیسے موتیون کی لڑی ٹوٹ جانے سے جواہرات بکھرتے ہین اسیطرح ستارے منتشر ہونگے۔ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ۔ اور جب سمندر تفجیر کیے جاوینگے ف تفجیر پانی بہانا علی بن ابی طلحہؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ اللہ تعالےٰ سمندرون کو باہم ایک دوسرے مین بہاویگا حسن بصریؒ نے بھی اسقدر بیان کرکے کہا کہ پھر اُنکا پانی جاتا رہیگا کلبیؒ نے کہا بلکہ بھر جاویگا مترجم کہتا ہو کہ شاید یہ مطلب ہو کہ بھر کر سمندرون کی سطح بھی خشکی کے برابر ہوجائیگی یا یہ مطلب ہو کہ زمین بھر جاویگی اور قتادہ رح نے کہا یعنے اللہ تعالےٰ کھاری سمندر و میٹھے سمندر کا پردہ دور فرما دیگا تو دونون قسم کا پانی باہم خلط ہوجائیگا (ابن کثیر رح) اور سب پانی ایک سمندر ہوجاویگا اور روایت ہو کہ زمین پانی چوس کر ہموار ہوجاویگی۔ ھ۔ اور سمندر خالی ہوکر آگ سے بھڑکینگے اور جوش مارنے لگینگے اور بعض نے کہا کہ حسن بصریؒ کی مراد یہ ہو کہ سمندرون کا پانی اُسوقت ٹھہرا ہوا ہو پھر جب قیامت مین روان کیا گیا تو سب بہکر دور ہوجاویگا اور اُسکے نیچے جہنم کی آگ جوش ماریگی (ابو السعود رح) مترجم کہتا ہو کہ اس قول کا بیان یہ ہو کہ جہنم اسفل السافلین کے تحت مین ہو یعنے ساتوین زمین کے نیچے ہے اور اس زمین کی حالت اسوقت یہ ہو کہ خشکی کے چارون طرف کھاری پانی بھرا ہو اور اللہ تعالےٰ کی عظیم قدرت کے عجائب آثار سے یہ کہ پانی برابر رکا ہوا ہو ٹپک کر جاتا نہین ہو اور وہ بکثرت ہو اور اُسکے اندر خشکی ایک چیٹ ہو اور جابجا چھوٹے چھوٹے ٹاپو ہین اور خشکی کے اندر میٹھا پانی بھرا ہوا ہو اور بکثرت پہاڑی چشمے اور دریا جاری ہین اور باوجود اسکے عجیب قدرت ہو کہ میٹھا و کھاری ایک مین نہین ملتا ہو۔ پھر جب اللہ تعالےٰ قیامت کے روز اس کائنات فانی کو مٹاویگا تو سمندرون کو روان کردیگا پس میٹھا و کھاری خلط ملط ہوکر بہتے چلے جاوینگے یعنے ٹپک کر اس انتظام سے زائل ہونگے اور جب یہ خشکی و تری نیست ہوگی تو جہنم ظاہر ہوگی یہ معنے بھی لطیف ہین واللہ تعالےٰ اعلم۔ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ۔ اور جب قبرین الٹی جاوینگی ف ابن عباسؓ نے کہا کہ بعثرت کردی جاوینگی سدیؒ نے کہا کہ ہلائی جاینگی

ورت کرے (ابن کثیرؒ) واضح ہو کہ بعض علماءؒ نے گمان کیا کہ یہ شخص جسنے نماز توڑکر شکایت کی تھی وہ منافق تھا اور شیخ ابن حجرؒ نے
اسکو غلط کہا کیونکہ ایک حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُسنے عرض کیا کہ یا حضرت مین تو آپ کی طرح یا معاذؓ کی طرح
یہ باتین نہین جانتا ہون مین تو اپنے رب عزوجل سے جنت مانگتا ہون اور جہنم سے پناہ چاہتا ہون آپ نے فرمایا کہ کیا میری اور معاذ
رضی اللہ عنہ کی یہ باتین کسی غرض سے ہین سوا ے جنت کے پھر اُحد کے جہاد مین یہ شخص شہید ہوگیا مسئلہ حدیث معاذؓ سے امام
شافعی وغیرہ نے نکالا کہ اگر ایک شخص نے فرض نماز پڑھ لی ہو تو جائز ہو کہ وہ نفل کی نیت سے لوگون کو اُن کی فرض نماز پڑھاے کیونکہ
دوبارہ فرض کی نیت اسلیے نہین کرسکتا کہ حدیث مین منع ہو کہ فرض دوبارہ پڑھی جاوے کیونکہ معاذؓ فرض پڑھکر جاتے اور قوم کو اُنکی
فریضہ پڑھاتے تھے امام ابو حنیفہ وغیرہ نے کہا کہ یہ نہین جائز ہو امام طحاویؒ نے کہا کہ یہ بات ابتدا مین تھی۔ اعتراض ہوا کہ ابتدا مین ہونا کہان
سے نکلا (جواب) مترجم کہتا ہو کہ بیشک ابتدائی زمانہ تھا اسلیے کہ یہ شخص جنگ احد مین شہید ہوا ہو امام طحاویؒ نے کہا کہ اس وقت
دوبارہ فرض پڑھنا جائز تھا پھر منع ہوگیا شیخ ابن الہمامؒ نے کہا کہ اسکے سوا ے یہ ثابت کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذؓ کو
یہ اجازت دی تھی کہ ایسا کیا کرو بلکہ بعد شکایت کے آپ نے منع کر دیا کیونکہ یہ فرمایا کہ یا تو میرے ساتھ پڑھا کر یا اپنی قوم کو مختصر پڑھایا کر یعنی
دونون مین سے ایک ہی بات جائز ہوئی مترجم کہتا ہو کہ اسمین تردد ہو بلکہ جواب وہی ہو جو امام طحاویؒ نے ذکر کیا اسلیے کہ شاید آپکا یہ مطلب
ہو کہ یا تو میرے ساتھ پڑھنے پر کفایت کر قوم کو پڑھانے نہ جایا کر یعنے دوسرا امام مقرر کیا جاوے اور اگر جایا کر تو مختصر پڑھایا کر واللہ تعالےٰ
اعلم یہ مسئلہ مین نے اسلیے بیان کر دیا کہ حدیث مین دونون اجتہادی صورتین محتمل ہین واللہ تعالےٰ اعلم اور اجتہادی مسائل سے ثواب مقصود
ہوتا ہو لہذا قطعی محکم کی ضرورت نہین ہوتی ہو حالانکہ اس زمانے مین عوام بلکہ نادان اہل علم باہم فساد پھیلاتے ہین اور تحقیق مکرر گزر چکی ہو واللہ تعالےٰ ہو الموفق

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ۙ﴿﴾ وَ اِذَا الۡکَوَاکِبُ انۡتَثَرَتۡ ۙ﴿﴾ وَ اِذَا الۡبِحَارُ فُجِّرَتۡ ﴿﴾

جب آسمان چر جاوے اور جب تارے جھڑ پڑین اور جب دریا بہ پڑین

وَ اِذَا الۡقُبُوۡرُ بُعۡثِرَتۡ ۙ﴿﴾ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ وَ اَخَّرَتۡ ﴿﴾ یٰۤاَیُّہَا

اور جب قبرین اٹھائی جاوین جان لیوے جی جو آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا اے

الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الۡکَرِیۡمِ ۙ﴿﴾ الَّذِیۡ خَلَقَکَ فَسَوّٰىکَ فَعَدَلَکَ ۙ﴿﴾

آدمی کاہے سے بہکا تو اپنے رب کریم پر جسنے تجکو بنایا پھر تجکو ٹھیک کیا پھر تجکو برابر کیا

فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ؕ﴿﴾ کَلَّا بَلۡ تُکَذِّبُوۡنَ بِالدِّیۡنِ ۙ﴿﴾

جس صورت مین چاہا تجکو جوڑ دیا کوئی نہین پر تم جھوٹ جانتے ہو انصاف ہونا

وَ اِنَّ عَلَیۡکُمۡ لَحٰفِظِیۡنَ ۙ﴿﴾ کِرَامًا کَاتِبِیۡنَ ۙ﴿﴾ یَعۡلَمُوۡنَ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿﴾

اور تم پر نگہبان مقرر ہین سردار لکھنے والے جانتے ہین جو کرتے ہو

خطیبؒ نے بسملہ سے ماحصل کا اشارہ کیا یعنے قولہ تعالےٰ بِسۡمِ اللّٰہِ۔ شروع ہو اللہ تعالےٰ کے نام سے ف جسنے

وغیرہ ہین اور حدیث مین ہی کہ وائدہ وموؤدہ دونون فی النار ہین اسمین یہی نکتہ ہی کیونکہ نفس ناطقہ بھی نفس حیوانیہ کے ساتھ عذاب مین شریک ہی اور اس حدیث شریف مین اسی نظیر پر اشارات ہین اور قولہ تعالے اذا الجحیم سعرت۔ دنیا مین آثار وغضب کی آگ جہنم طبیعت مین افروختہ ہی اور کفار ومشرکین مین اسکے موافق قہر یا سکے اعمال بڑھتے جاتے ہین برخلاف اسکے اہل جنت کے واسطے آثار ورضا ورحمت کا ظہور ہی قولہ تعالے فلا اقسم بالخنس الجوار۔ رجوع کرنے والے کواکب سیارات۔ الکنس۔ جو اپنے بروج مین مثل وحشی جانورون کے داخل ہوتے ہین اور اشارات مین وہ نفوس ہین جو جانورون کے مانند بعث وحشر کے وقت ابدان مین داخل ہونگے اور نفوس حیوانیہ ہمیشہ وحوش ہین اگرچہ اہل تہذیب مین تابع ہون۔ واللیل اذا عسعس۔ تاریکی بدن مدبر ہوجائیگی کیونکہ روح کا ظہور ہوگا **اقول** یا روحانی ظہور مین روح مقبل ہوگی اور بدن مدبر ہوگا فافہم۔ اور اسی آفتاب کی روشنی سے صبح حیات متنفس ہوگی قولہ تعالے ما ہو علی الغیب بضنین وہ غیب پر متہم نہین ہوسکتا کیونکہ وہم وخیال کا جن یہان غلبہ نہین پاتا ہی قولہ تعالے لمن شاء منکم ان یستقیم۔ یعنے عالمین سے جوکوئی استقامت چاہے یعنے صراط مستقیم پر چلنا چاہے وہ اللہ تعالے کی مشیت کے بغیر نہین ہوسکتا کیونکہ حق سبحانہ تعالے اسی راہ پر ہے لقولہ تعالے ان ربی علی صراط مستقیم۔ میرا رب صراط مستقیم پر ہی۔ مد۔ پس اس راہ مستقیم پر چلنا کسی سے نہین ہوسکتا سوائے اسکے جسکو اللہ تعالے چاہے کیونکہ اُسکے راہ بغیر اسکی مرضی کے نہین چل سکتے ہین واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ ترجمہ اشارات ابن العربی رح

سورۃ الانفطار مکیۃ وھی تسع عشرۃ آیۃ

اس سورہ کا نام سورۃ الانفطار ہی اور یہ مکے مین ہجرت سے پہلے نازل ہوا ہی ابن عباس وابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ مکے مین نازل ہوا قرطبی وغیرہ نے کہا کہ سب علماء کے نزدیک بلا خلاف یہ سورہ مکیہ ہی اسمین انیس ۱۹ آیات ہین اور اسی کلمات ہین اور تین سو ستائیس ۳۲۷ حروف ہین (ف س وغیرہ) نسائی رح نے محمد بن قدامہ رح کی اسناد سے حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے (اپنی قوم کی امامت مین) کھڑے ہوکر عشاء کی نماز مین طول دیا یعنی سورۂ بقرہ پڑھنی شروع کی تو ایک شخص نے نماز توڑ کر علیحدہ اپنی نماز مختصر پڑھ لی اور گھر چلا گیا جب معاذ رض نے سلام پھیرا تو اُنسے حال کہا گیا معاذ رض نے فرمایا کہ وہ منافق ہی لوگون نے جاکر اُس شخص سے ذکر کیا اُس شخص نے کہا کہ منافق تو نہین ولیکن مین جاکر اُسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کرونگا۔ پھر وہ صبح کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ معاذ رض یہان سے آپکے پیچھے نماز پڑھکر جاتا ہی اور وہان اذان کہتا ہی تو ہم لوگ حاضر ہوجاتے ہین پھر وہ سورۂ بقرہ شروع کرتا ہی یا رسول اللہ ہم لوگ محنتی آدمی ہین دن بھر پانی سینچتے ہین رات کو تھکے ماندے ہوتے ہین لہذا مین نے علیحدہ نماز پڑھ لی یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے غضبناک ہوے جیسے کسی وعظ مین آپکو ہم نے نہین دیکھا تھا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ کیا تو فتنہ مین ڈالنے والا ہی (مکرر فرمایا) تو کہان بھول گیا کہ تو نے سبح اسم ربک الاعلی اور والضحی اور اذا السماء انفطرت نہین پڑھی اور فرمایا کہ یا تو میرے پیچھے تو نماز پڑھا کر یا اپنی قوم کے ساتھ تخفیف کیا کر شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اصل حدیث تو صحیحین مین موجود ہی لیکن اسمین اذا السماء انفطرت کا ذکر نہین ہی بلکہ یہ فقط نسائی رح کی اس روایت مین ہی اور اوپر حدیث عبد اللہ بن عمر رض سے گذرا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو پسند آوے کہ قیامت کو پیش نظر دیکھے تو وہ اذا الشمس کورت اور اذا السماء انفطرت اور اذا السماء انشقت

ہدایت پر رکھے بدلیل قولہ تعالےٰ لوشئنا لآتینا کل نفس ہداہا الخ یعنے اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اُسکی ہدایت دیدیتے ۔ھ۔ یعنے ہم نے نہین چاہا ۔ **مترجم** کہتا ہی کہ اسیطرح الفصوص اشارات کرتے ہین کہ ہر نفس کے قلب پر اُسکی ہدایت کا حصہ پیش کیا گیا پھر جسکو اللہ تعالےٰ نے چاہا توفیق دی تو قلب جو مٹھی کی طرح بھچا تھا کھلا اور اُسنے ایمان کو اپنے اندر لے لیا اور جسکو توفیق نہ دی اُسکا قلب بند رہا یا متنفر ہوا تو اُسکے دل پر رَان ہوا یا ختم (مہر) ہوئی یا اقفال (جمع قفل) لگا دیے گئے نعوذ باللہ من ذلک ۔ پھر ان کفار کے واسطے راہ عقل و نور بالکل بند ہوجاتی ہی اور دنیا اور اُسکی متاع پر اُسکا دل لوٹ ہوجاتا ہی اور انکے بداعمال انکی نظرون مین رچ جاتے ہین آخرت مین یہی اعمال انکے سامنے آوینگے چنانچہ **شیخ ابوالسعود** رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ علماء ربانیہ نے کہا ہی کہ اعمال ظاہری جو اس دنیا مین اعراض نظر آتے ہین یعنے انکی ذات اپنی صورت مین کہین قائم و محسوس نہین نظر آتی ہی وہ عالم آخرت مین اپنے مناسب صورت کے ساتھ جواہر یعنے خود قائم نظر آوینگے اور خوبصورت یا بدصورت ہونگے اور ہر ایک کی شکل و کیفیت ہوگی یہان تک کے گناہ و بدکاریان وہان مجسم ہوکر آگ کی صورت مین ظاہر ہونگے اسیواسطے فرمایا ان جہنم لمحیطۃ بالکافرین ۔ کافرون پر جہنم محیط ہی یعنے یہی اعمال قبیحہ جو یہان اُنکے گرد ہین سب جہنمی ہین جو اُسکے گرد محیط ہین صرف یہان انکا ظہور نہین ہی اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلماً انما یاکلون فی بطونہم ناراً ۔ یعنے جو لوگ ظلم سے یتیمون کے مال کھاتے ہین وہ کچھ نہین کھاتے سوائے آگ کے اور عنقریب جلن مین پڑجاوینگے سعہ ۔ یہ بات کچھ بعید نہین ہوسکتی ہی کیا دیکھتے نہین کہ عالم مثال مین علم بصورت شیر (دودھ) ظاہر ہوتا ہی یعنے جیسے حدیث مین صحیح ہی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اعمال صالحہ اچھی صورتین آوینگے اور اعمال قبیحہ بہت کروہ صورتین لاجاوینگے (تفسیر الشیخ **ف** اس سورۂ مبارک کے آیات پاکیزہ سے فہم اشارات کا بیان اسطرح ہو کہ قیامت کبریٰ کا نمونہ یہان قیامت صغریٰ یعنے موت ہی اور عالم کبیر یہ آسمان مع اشیاء مندرجہ ہی اور عالم صغیر انسان ہی قولہ تعالےٰ اذا الشمس کورت الخ جب قیامت کبریٰ مین ظہور صفات حق ہوگا اور حجاب مرتفع کیا جاویگا تو آسمان و زمین وغیرہ سطوات عظمت مین فنا ہوجاوینگے اور آفتاب مکور ہوجاویگا و اشرقت الارض بنور ربہا الآیہ یعنے زمین اپنے رب عزوجل کے نور سے جگمگانے لگیگی ۔ھ۔ یہ دوسری زمین ہی اسوقت عالم صغیر مین اسکے اشارات کا بیان **شیخ الشیرازی** رحمہ نے لکھا کہ اشارہ ہی کہ قلوب عارفین پر جب ظہور تجلیات صفات ہوتا ہی تو وہان نور عظمت کے سامنے ارواح کا آفتاب مکور ہوجاتا ہی اور عقلون کے ستارے انوار صفات کے ظہور مین منکدر ہوجاتے ہین اور قلوب مثل پہاڑ کے زائل اور نفوس معطل ہوجاتے ہین ۔ قولہ تعالےٰ اذا النفوس زوجت یعنے نفس ناطقہ و نفس مطئنہ مل جاتے ہین اور **شیخ سہل** رحمہ نے کہا کہ نفس طبیعت و روح ملکہ نعیم جنت مین عیش کرتے ہین **ف** **شیخ محقق ابن العربی** رحمہ نے اشارات مین لکھا کہ قولہ تعالےٰ اذا الشمس کورت الآیہ ۔ آفتاب روح کا نور حیات لپیٹ کر بدن سے قبض کرلیجاتی ہی اور حواس کے تارے بے نور ساقط ہوجاتے ہین (**اقول** یہی حواس خمسہ متحیرہ ہین کافرون مین دنیا مین متحیر رہتے ہین اور مومنون مین معرفت قدرت مین متحیر ہین) اور اعضاء بدن جو پہاڑ کی طرح ہین کوفتہ و شکستہ و ریختہ ہوجاتے ہین اور اموال نفیسہ و لقاح بیکار و معطل ہوجاتے ہین ۔ قوائے حیوانیہ محشور ہوتے ہین یعنے ہلاک ہوتے ہین یا حالت کفر مین موت سے صور کے وقت زندگی فقط یہی قوائے حیوانیہ ہین ۔ ہر نفس اپنے ہمجنس و مشابہ کے ساتھ ملا دیا جائیگا اور کفار سے پوچھا جائیگا کہ کیون نفس امارہ حیوانیہ سے نفس ناطقہ کو زندہ درگور کیا یعنے بدن مین مردہ کر دیا تھا اور وہ گناہ پوچھے جاوینگے جلنسے یہ کیفیت واقع ہوئی اور اسکے اصول یہی غضب و شہوت

لوگ ض وظ کے اشتباہ کو دور کرنے کے لیے دال بے نقطہ کے مشابہ نکالتے ہین یعنے بجاے ولا الضالین کے ولا الدوالین پڑھتے ہین کیسی
کتاب مین معلوم نہوا کہ کہان سے یہ تشبیہ لیگئی ہو کیونکہ دال کا مخرج وسط زبان کے قریب سے دونون اگلے دانتون کے دباو سے ہو اور یہ
ظاء کی بہ نسبت بھی دور ہوگیا اور مشابہت آواز کی بھی جاتی رہی اور بعضے ولا الدالین پڑھتے ہین تو معنے بھی اُلٹے ہوگئے یعنے ولا الضالین
کے معنے یہ تھے کہ اے رب ہمکو ان لوگون کی راہ نہ چلائیو جو گمراہی مین پڑے ہین ولا الدالین کے یہ معنے کہ اے رب ہمکو ان لوگون کی
راہ نہ چلائیو جو رہنمائی کرنے والے ہین سے۔ بس یہ معنے بگڑے تو نماز فاسد ہونا لازم ہو اور اگر قاضی کی جگہ قادی اور نقض (توڑنا) کی جگہ (نقد)
کہا جاوے تو مطلب خبط ہوا اور اگر کہین کہ (ضلیل) بمعنے گمراہ آیا اور بجاے اُسکے بولین کہ (دلیل آیا) تو یہ مطلب سمجھا جاوے کہ رہنمائی کرنے
والا آیا ہو اور (ضلالت) گمراہی اور دلالت رہنمائی ہو اور اس زمانے مین اس مسئلہ مین بھی باہم شور و شغب ہے اور لوگ کہتے ہین کہ موجودہ عرب کے لوگ
اسیطرح بولتے ہین واللہ تعالے اعلم- اب تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے کہ اللہ تعالے نے مشرکین وغیرہ گمراہون کے سب اوہام دور کیے
اور صاف راہ مستقیم بتلائی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتہ مقرب وحی غیب لاتا ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی فرد بشر سے جو بتلانا
چاہیے بخل نہین کرتے اور نہ انکی صدق و امانت مین کچھ تہمت ہوسکتی ہو تو ضلالت کے سب خیالات باطل ہوگئے- فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ
پھر تم کہان جاتے ہو ف راہ حق سے بھٹک کر کدھر بھاگے جاتے ہو اور اللہ تعالی کی کتاب حق سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین
کی فرمانبرداری سے منھ موڑتے ہو (م ع) اس کلام پاک سے کافرون کی گمراہی ظاہر فرمائی یعنے رسول اللہ و قرآن سے انکار کرتے ہین
تم کس راہ جاتے ہو- یہ محاورہ کی ہی جیسے جو شخص راہ چھوڑ کر بے راہ جاتا ہو اُس سے کہتے ہین کہ بے عقل تو کدھر جاتا ہو اِنْ هُوَ إِلَّا
ذِكْرٌ لِلْعٰلَمِينَ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ- یہ نہین ہو مگر نصیحت و شرف واسطے عالمین کے
واسطے اُس شخص کے تم مین سے جو چاہے کہ مستقیم ہو ف یعنے قرآن جو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سناتے ہین اسکی یہی صفت
ہو کہ عالمین انس و جن و ملائکہ کے لیے تذکرہ ہو ہر ایک کے واسطے راہ راست یاد دلائی گئی کہ لا الہ الا اللہ- ولیکن فی الحقیقۃ تم مین سے
اُسیکو اس سے نصیحت ہوگی جو یہ چاہے کہ مین ٹھیک راستے پر ہوجاؤن ابن کثیر رح نے لکھا کہ سفیان الثوری رح نے عبد العزیز عن
سلیمان بن موسیٰ رح روایت کی کہ اس آیت کو سنکر ابو جہل نے کہا کہ ہم مختار ہین چاہین استقامت لین یا نہ چاہین تو نکرین (ع) ابو جہل کی
جہالت تھی اور یہ فرعون اس امت کا اپنے آپکو قادر سمجھتا تھا جیسے فرقۂ قدریہ ہو اور وہ سخت جاہل تھا کیونکہ کلام الٰہی کا مفاد یہ ہے
کہ جو نہ مانے وہ گمراہ ہو تو جہنمی ہو پھر آیت مین یہ مذکور نہین ہو کہ جو استقامت چاہے وہ خود مستقیم ہوجاوے بلکہ یہ مذکور ہو کہ اُسکے
لیے یہ قرآن ذکر ہو مثلا کہتے ہین کہ علم اُسکے واسطے ہو جو عقل چاہے اس سے یہ مطلب نہین ہوتا کہ وہ عقل چاہتی ہو عاقل یا عالم ہوجاویگا بلکہ
پڑھے اسیطرح یہان ہو کہ جو استقامت چاہے اور قرآن سے یہ نصیحت پکڑے کہ بدکاری بہتر نہین ہو پس وہ جناب باری تعالی مین ہدایت
کی درخواست کرے تاکہ اُسمین ہدایت پیدا کردے لہذا فرمایا- وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ
اور تم نہین چاہوگے مگر آنکہ اللہ تعالے رب العالمین چاہے ف (مشیت چاہتا) یعنے یہ چاہنا اسطرح تمھارے اختیار مین نہین ہو کہ جو چاہے
وہ ہدایت پر ہوجاوے اور جو چاہے بے ہدایت یعنے گمراہی پر ہوجاوے بلکہ یہ سب اللہ تعالی کی مشیت کے تابع ہو- ابو جہل بوجہ
شدت کفر کے سخت جاہل تھا کہ اسکو یہ دعوی تھا کہ ہدایت یا ضلالت کی صفت اپنے آپ مین وہ خود پیدا کرسکتا ہو اور یہ اللہ تعالے
کی الوہیت سے جہالت ہو اور بارہا اسکی تحقیق بیان کردی گئی پھر ہم نے جان لیا کہ اللہ تعالے کی مشیت یہ نہین ہو کہ جبرا و قہرا اسکو

حرفون کے پڑھنے کے واسطے دونون مین فرق کرنا واجب ہی اور قاری کو چاہیے کہ دونون مین فرق مخرج پہچانے اور عرب کے سواے اکثر
عجم والے ان مین فرق نہین کرتے ہین اور اگر فرق کرتے بھی ہین تو وہ فرق ٹھیک نہین ہوتا حالانکہ دونون مین فرق بعید ہی کیونکہ ضاد کا
مخرج کنارہ زبان کی جڑ اور اسکے متصل ڈاڑھین ہین خواہ دائین طرف سے ہو یا بائین طرف سے ہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب
کامون کو دونون ہاتھون سے یکسان قوت سے کیا کرتے تھے تو ضاد کو بھی دائین اور بائین دونون طرف سے نکالتے تھے اور یہ حرف جیم و
شین کا بھائی ہی۔ رہی ظاء تو اسکا مخرج کنارۂ زبان اور اوپر کے اگلے دونون دانتون کی جڑ ہی اور یہ حرف ذال معجمہ و ثاء مثلثہ کی بہن ہے
اور اگر دونون حرف یکسان ہوتے تو اس کلمہ مین دو قراتین ثابت نہ ہوتین اگر پوچھا جاوے کہ نمازی نے اگر دونون حرفون مین سے ایک
کو دوسری جگہ پڑھا تو کیا حکم ہی (جواب) یہ ایسا ہی جیسے ذال کی جگہ جیم پڑھے یا ثاء مثلثہ کی جگہ سین پڑھے کیونکہ جیسے ان مین فرق ہے
وہی ض اور ظ مین فرق ہی۔ ھ۔ مترجم کہتا ہی کہ زمخشری نے اس بنیاد پر طول کلام کیا کہ فتاوی قاضی خان مین ہی کہ جو شخص
کسی حرف کو اچھی طرح نہین ادا کر سکتا ہی تو چاہیے کہ اسمین کوشش کرے اور وہ اسمین معاف نہین رکھا جاویگا (ھ) اسیطرح
فتح القدیر مین بھی وجوب کی طرف اشارہ ہی یعنے کوشش کرنا اُسپر واجب ہی اور یہان کوشش کے یہ معنی ہین کہ اسکے نکالنے مین محنت کرکے
سیکھے اور ہر روز ایسا کرتا رہے یہانتک کہ وہ حرف نکلنے لگے فتاوی قاضی خان مین لکھا کہ جس شخص کی زبان بعض حروف پر نہین چلتی اگر
وہ ایسا حرف ہی کہ اس شخص کو جہانتک آیتین ملتی ہین کوئی اس سے خالی نہین ہی تو اُسکی نماز جائز ہو جاویگی ولیکن وہ دوسری کی امامت نہ
کرے اور اگر اُسکو کوئی آیت ایسی ملتی ہی کہ جسمین یہ حرف نہین ہی تو اُسکے پڑھنے سے سب کے نزدیک نماز جائز ہو جائیگی اور اگر اُسنے پھر
ایسی آیت پڑھی جسمین یہ حرف ہی تو بعض مشائخ نے کہا کہ اُسکی نماز جائز نہوگی (فتاوی قاضی خان) اور یہی قول صحیح ہی۔ المحیط۔ اگر نمازی نے
ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف نکالا اور معنے بدل گئے تو دیکھا جاوے کہ اگر یہ دونون حرف ایسے ہین کہ بے مشقت کے ان دونون مین
فرق کرنا ممکن ہی جیسے حا و صاد بے نقطہ چنانچہ الصالحات کی جگہ الطالحات پڑھ دیا تو سب فقہا کے نزدیک اُسکی نماز فاسد ہو جاویگی
اور اگر دونون حرف ایسے ہین کہ ان مین بدون مشقت کے فرق ممکن نہین ہی جیسے ظاء و ضاد یعنے منقوطہ اور طا اور ت۔ تو اسمین مشائخ
نے اختلاف کیا ہی اکثر مشائخ نے کہا کہ اُسکی نماز فاسد نہوگی (فتاوی قاضی خان۔ اور بہت سے مشائخ نے اُسی قول پر فتوی دیا ہی اور قاضی
ابو الحسن اور قاضی ابو عاصم نے کہا کہ اگر اُس شخص نے عمداً ایسا قصد کیا ہی تو اُسکی نماز فاسد ہو گی اور اگر اُسکی زبان سے
نکل گیا یا وہ دونون مین تمیز کرنا نہین جانتا ہی تو اُسکی نماز فاسد نہوگی۔ یہی قول سب سے زیادہ انصاف ہی اور یہی مختار ہی (وجیز الکردری)
مترجم کہتا ہی کہ عمداً قصد کرنے کی یہ صورت ہی کہ مثلاً۔ ولا الضالین) مین اُسنے عمداً قصد کیا کہ مجھسے (ض) نہین نکلتا ہی مین (ظ) نکالونگا
تو نماز فاسد ہی اور اگر اُس سے تمیز نہین ہو سکتی ہی تو دیکھین کہ اگر اُسنے کوشش کی اور کرتا ہی مگر ابھی تک نہین آیا تو معاف ہی ورنہ
گنہگار ہی اگر کہو کہ زمخشری نے جو مخرج بیان کیا ہی تو ض و ظ مین بہت فرق ہی پھر دشواری و مشقت کیا ہی (جواب) یہ کہ ہان مخرج
جدا ہی لیکن اداے مخارج مشکل ہی اسلیے اُسکے مشابہ حرف کی آواز نکلتی ہی اور فتح القدیر وغیرہ مین مذکور ہی کہ ض و ظ مشابہ ہین جیسے
بے نقطہ ط۔ اور ت مشابہ ہین اور مترجم نے عین الہدایہ ترجمۂ ہدایہ مین یہ جزئیات و اختلافات نقل کیے ہین لیکن زمخشری نے یہان
اس مضمون کو فقط اسلیے نقل کیا کہ دونون قراتین ظاہر ہون ورنہ اگر بضنین پڑھے یا بظنین پڑھے تو نماز فاسد نہوگی کیونکہ دونون
قراتین صحیح ہین البتہ یہ ظاہر نہوگا کہ اُسنے کیا قرات پڑھی ہی جب تک کہ فرق ظاہر نہو اسلیے کہ دونون حرف متشابہ ہین تنبیہ آجکل

بیان کیے ہین اور امام ابن جریرؒ نے (بضنین) کی قراءت زیادہ پسند کی لیکن مین کہتا ہون کہ دونون قراتین متواتر ثابت ہین اور دونون کے معنے صحیح ہین (ابن کثیر) اور ابو عبید القاسم بن سلامؒ نے (بظنین) قراءت زیادہ پسند کی اور کہا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ مشرکون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تہمت نہین لگائی تھی کہ آپ تبلانے مین بخل کرتے ہین بلکہ انھون نے آپکو جھٹلایا اور متہم کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہین ہے (یعنے وہ لوگ جہالت سے یہ یقین ہی نہین لاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے کسی کے پاس آتے ہین اور کوئی بشر بھی رسول ہو سکتا ہے بلکہ اسکو محال کہتے تھے) مترجم کہتا ہے کہ بضنین سے مشرکون کی تہمت دور کرنا مقصود نہین ہے تاکہ یہ اعتراض ہو جو امام ابو عبیدؒ نے گمان کیا کہ مشرکون نے بخل کی تہمت نہین لگائی تھی بلکہ اس سے مشرکون پر رسالت ثابت کرنا منظور ہے جو جہالت سے کاہن کہتے تھے اور معنے یہ کہ اے مشرکین تمھارا کاہن صریح دنیا کا کتا ہوتا ہے وہ غیب کی بات جو شیطان سے اسکو معلوم ہو جاتی ہے اسکے تبلانے مین بغیر مال لیے بخل کرتا ہے اور محتاج و غریب کو نہین تبلاتا ہے اور یہان امر حق و رسالت کا معاملہ برعکس ہے تو تم کیونکر اسکو شیطان کی کہانت سمجھتے ہو لہذا فرمایا۔ **وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ** اور یہ بھی کچھ کسی شیطان مردود کا قول نہین ہے ف جیسے مشرکین جہالت سے کہتے کہ کاہن کی طرح کوئی جن سکھلاجاتا ہے عطاؒ نے کہا کہ ابیض ایک شیطان کا نام ہے جو انبیاء علیہم السلام کو دھوکا دینے آتا ہے یہی یہان مراد ہے (سراج ف) مترجم کہتا ہے کہ عطاؒ نے ایک فائدہ بیان کیا اگر عطاؒ سے روایت صحیح ہو لیکن مشرکین تو ابیض وغیرہ کا نام نہین جانتے تھے اور نہ آیت مین خصوصیت ہے بلکہ نکرہ تحت النفی عام ہے یعنے کسی فرد شیطان مردود کا یہ قول نہین ہے۔ مجاہدؒ نے (بضنین) قراءت کے معنے بیان کیے کہ اے لوگو محمد صلعم جو غیب سے کلام حق جانتے ہین اس سے تمپر بخل نہین کرتے بلکہ تمام مخلوقات الٰہی کو اللہ تعالیٰ کا کلام و اسکے احکام تبلاتے ہین۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکو (بظنین) بظاء معجمہ پڑھتے تھے رواہ الدار قطنی فی الافراد والحاکم وابن مردویہ والخطیب مترجم کہتا ہے کہ بعض نے اس روایت سے زعم کیا کہ یہی قراءت متعین ہے لیکن یہ اسکی نادانی ہے کہ بقول امام ابن کثیرؒ کے دونون قراتین متواتر ہین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعاً ثابت ہین پس اس شخص جاہل نے کیونکر اس روایت سے یہ زعم کیا حالانکہ روایت مین فقط یہ ثبوت ہے کہ آنحضرت صلعم بالظاء پڑھتے تھے اور اس سے کسی نے انکار نہین کیا اور یہ مذکور نہین کہ فقط یہی پڑھتے تھے اور اگر یہ بھی مذکور ہوتا تو بھی اعتبار نہ تھا اسلیے کہ یہ روایت منفرد ہے جیسے دارقطنی نے خود ہی افراد مین درج کی تو متواتر کے مقابلے مین اس روایت منفردہ کا کیا اعتبار ہوتا۔ تنبیہ سیوطیؒ نے اتقان مین بہت سی روایات منفردہ نقل کین کہ فلان صحابی اسطرح اور فلان نے یون پڑھا اکثر عوام کو دھوکا دینے کے لیے روافض یہ روایتین دکھلاتے ہین کہ دیکھو قرآن مین غلطی ہو گئی ہے (جو ہرگز نہین بلکہ کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہوا جاتا ہے) اور علمی تحقیق یہان مفید ہے لیکن عوام کی سمجھ سے باہر ہے لہذا یہ ایک جواب قطعی کافی ہے کہ قرآن مجید ہم کو متواتر حاصل ہوا ہے اور متواتر قطعی ہوتا ہے تو اسکے مقابلے مین دس آدمیون کی روایت بھی ہیچ ہے بھلا یہان تو فقط ایک ہی فرد کی روایت ہے اور فرد روایت کے راوی اگرچہ ثقہ نام کے ہون تو بھی بالاجماع اسکا اعتبار نہین ہوتا ہے اسلیے کہ بکثرت ایسے بے ایمان پیدا ہوے جنھون نے اسلام مین فتنہ پھیلانے کے لیے حدیثین بنائین اور نہایت ثقہ راویون کے نام سے شایع کر دین تو خالی راویون کا ثقہ دیکھ لینا کافی نہین ہے چنانچہ علم اصول الحدیث مین صحیح کے سب قیود مذکور ہین از انجملہ ایک یہ کہ منفرد نہو اور بیان منفرد ہے اور واضح ہو کہ متاخرین مانند سیوطیؒ وغیرہ نے اکثر ثقہ راویون کی نظر سے یہ کہا کہ اسناد صحیح ہے اور انکی مراد یہ ہے کہ راوی ثقہ ہین لیکن حدیث صحیح نہین ہے فافہم (م) خطیبؒ نے کہا کہ حضرت صلعم (بضنین و بظنین) دونون طرح پڑھتے تھے زمخشریؒ نے لکھا کہ یہ دونون

کے شر سے اسلام غریب کے غربا کو محفوظ فرما دے سوم جاہل واعظ بوجہ افلاس کے اپنے وطن سے دور نکل جاتے ہین اور وہان
عالم بنکر عوام کو وعظ سناتے ہین اور فی الفور روایتین گڑھتے جاتے اور بیان کرتے جاتے ہین اور عوام الناس ایسے موضوعات کو قطعی یقین کے
ساتھ لیتے اور پھیلاتے ہین اور یہ سب سے زیادہ سخت فتنہ ہے اللہ تعالے اپنے دین حق کا حافظ و ناصر ہے نعم المولٰی و نعم النصیر رم
بالجملہ بیان اللہ تعالے نے کافرون کے وسوسہ شیطانی کو دور کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس فرشتہ مقرب (جبریئل عم) کو خود افق اعلیٰ
پر دیکھ لیا اور وہی اپنی صورت کو گھٹاتے گھٹاتے آپ سے نزدیک ہوگیا جس صورت مین وحی لاتا ہے پس شیطان ہونے کا شبہہ
دور ہوگیا - علاوہ اسکے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے درمیان مین اول سے چالیس سال تک کی عمر تک صادق امین مشہور معروف ہین اُنکو
کیا ضرورت تھی کہ تم مین جھوٹ وخیانت کرین اور اللہ تعالے پر جھوٹ باندھین حالانکہ جو کچھ تمکو تعلیم کرتے ہین تم خود جانتے اور اقرار کرتے
ہو کہ تم کو مکارم اخلاق و پاکیزہ آداب اور نیک اعمال سکھلاتے ہین اور اعلان سے تم سے کہتے ہین کہ مین ہرگز تم سے کچھ اُجرت نہین لے
سکتا ہون حتی کہ زکوۃ وغیرہ جمیع صدقات اُنپر اور اُنکے خاندانی قرابت پر حرام ہین یعنے خاندان جسمین عرب کے نزدیک باہمی مواسات وسلوک
جاری تھا اُن پر صدقہ حرام ہے تاکہ یہ بھی شبہہ نہو کہ شاید اہل قرابت کے ذریعہ سے نفع حاصل کرین لہذا فرمایا - وَمَا هُوَ عَلَى
الْغَيْبِ بِضَنِينٍ - اور وہ ہرگز غیب پر بخیل نہین ہے ف یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ علوم غیب تم کو سکھلانے اور
بتلانے مین کسی طرح سے کسی قسم کا بخل نہین کرتے ہین بلکہ نہایت خوشی اور دل دہی سے تمکو بتلاتے ہین تاکہ اپنے رب عزوجل کی عبادات
ادا کرکے آخرت مین درجۂ اعلیٰ پاوین برخلاف اُنکے تم لوگ جن کاہنونکے پاس شیطانی طریقے سے خبرین دریافت کرنے جاتے ہو
وہ تم سے اپنا مقرری مال لیتے ہین تب تم کو بتلاتے ہین اور ہزارون جھوٹ بکتے ہین سواے اُس بات کے جو شیطانون نے آسمان
سے سنکر کاہن کے کان مین ڈالی ہے پس تم بخوبی سمجھ سکتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک رسول اللہ ہین جو وحی الٰہی سے کلام اللہ
تعالے تم کو سناتے ہین تاکہ اسکے موافق اعتقاد وعمل سے پاکیزہ ہوکر جنت کے لائق ہو جاؤ - واضح ہو کہ یہان دو قراتین ہین بضنین بضاد
معجمہ اور بظنین بظاء معجمہ یہ دوسری قرات ابوعمرو اور ابن کثیر وکسائی کی قرات ہے اور کہا گیا کہ مصحف ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
مین بضاد معجمہ ہے اور یہی ائمہ قراء مین سے باقیون کی قرات ہے اور مصحف عبداللہ بن مسعود رضی مین بظاء منقوطہ ہے اور بظنین کی قرات پر
معنے یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ وحی غیب تلاوت فرماتے ہین وہ اُس مین کچھ بھی متہم نہین ہین مترجم کہتا ہے کہ اسکے معنے دو طرح ہین اول
یہ کہ تم لوگون نے جب یہ سمجھ لیا کہ کلام مجید کا آنا بذریعہ مقرب فرشتہ کے ہے اور محمد صلعم کو جنکے لگاؤ سے کچھ بھی جنون نہین ہے تو باقی رہا یہ
کہ محمد صلعم کچھ تغیر وتبدیل کرین تو تم خود جانتے ہو کہ وہ صادق امین ہین وہ تمھارے نزدیک بھی ایسے نہین ہین کہ وحی غیب کے ادا
کرنے مین تم اُن پر کچھ تہمت رکھو اور تم بالمشاہدہ جب جان چکے تو یہ متواتر آیندہ بھی سب جہان پر قطعی حجت ہے (دوم) یہ کہ جب تم نے
جان لیا کہ فرشتہ مقرب وحی لاتا ہے اور محمد صلعم نے اُسکو خود دیکھ لیا تو وہ مجنون نہین اور نہ علم الغیب مین متہم ہے تم اُسپر ایمان لاؤ اور شیطانی
خیالات چھوڑ دو - شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام سفیان بن عیینہ نے کہا کہ (بضنین) اور (بظنین) دونون قراتین برابر ہین یعنے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کچھ جھوٹے نہین [illegible] اور نہ بخیل ہین یعنے ہر محتاج وغریب و مالدار کو یکسان بتلاتے ہین اور کسی [illegible] و لونڈی
وغیرہ سے دریغ نہین کرتے قتادہؒ نے کہا قرآن مجید غیب تھا اُسکو اللہ تعالے نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور آپنے اُسکے تبلیغ
و تعلیم کرنے مین کسی سے کچھ بخل نہین کیا بلکہ ہر غریب و فقیر و مالدار و قواد و غلام جسنے خواہش کی اُسکو سکھلایا - یہی معنی عکرمہ و ابن زید وغیرہم نے

سدرۃ المنتہی کے پاس چھ سو بازو کے ساتھ دیکھا اور یہ جو اس روایت مین مذکور ہی خلاف ہی **دوم** کسی روایت صحیح مین یہ نہین
ہی کہ آپ بیہوش ہوگئے اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ ولقد رآہ من آیات ربہ الکبری۔ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب
عزوجل کی بہت عظیم الشان آیات سے دیکھین۔ ھ۔ وہان بیہوشی کسی مین نہین ہی اور یہان بھی جبرئیلؑ کا دیکھنا آیت مین مذکور
ہی تاکہ کافرون کو معلوم ہو کہ وہ فرشتہ دیکھا ہوا ہی اُسمین جن یا شیطان کا شبہہ نہین ہوسکتا کیونکہ اسکو اصلی صورت مین افق پر دیکھا اور
وہی کم ہوتے ہوتے اس صورت مین جسپر وحی لاتا ہی آپ سے قریب ہوگیا تو معلوم ہوا کہ یہ چھوٹی صورت وہی فرشتہ ہی پھر اگر آپ نہ
بیہوش ہوجاتے تو آپکو کیونکر معلوم ہوتا ہی کہ بنی ہوئی صورت وہی ہی ولیکن اس روایت کے بنانے والے کو آیات کا ارشاد بلیغ سمجھنے کی
بھی لیاقت نہ تھی **سوم** یہ کہ جبرئیلؑ نے بطح دنیا مین اپنی گنجائش سے انکار کیا اور عرفات مین اقرار کیا حالانکہ تمام مشرق و مغرب
اُسنے بھر لیا پھر کیونکر عرفات مین گنجائش ہوئی۔ صحیح روایت مین افق اعلی پر دیکھا تھا تو وہان صریح گنجائش ہی اور عرفات تو اس زمین
مین سے ملک عرب کے صوبہ حجاز کے شہر مکہ کے نواح مین ایک چھوٹا سا میدان ہی اور جب تمام زمین انکے لیے کافی نہ تھی تو عرفات
کیا کفایت کرسکتا ہی وہ تو زمین مین سے ایک ذرہ ہی۔ علی ہذا القیاس بوجوہ کثیرہ یہ روایت منکر ہی اور معرفت کی راہ سے جو عیوب اسمین
موجود ہین انکو بیان کرنے کی ضرورت نہین ہی بنانے والے جاہل نے اسکو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا حالانکہ
آپ علم القرآن مین امت کے امام ہین پھر خطیبؒ کو لازم تھا کہ ایسی روایت نہ لکھین اور یہ خرابی اس وجہ سے سخت ہوگئی کہ متاخرین
نے اسناد کو ترک کیا اور فقط روایات کو نقل کرنے لگے حالانکہ اسناد سے فورًا معلوم ہوجاتا ہی کہ فلان راوی کذاب اور بنانے والا ہے
لیکن اس سے زیادہ افسوس ہی کہ متاخرین نے علم الاسناد بھی ضائع کیا بلکہ اس زمانے مین عجب فتنہ بوجہ جہالت کے شروع ہوا ہی
جبکہ علماء اُٹھتے جاتے ہین اور جہالت یعنے علوم شرعی و مدارک معرفت سے لاعلمی جو مدت دراز سے چلی آتی ہی اب درجہ کمال کو پہونچتی
جاتی ہی تو یہ عجیب و غریب فتنے ظاہر ہونے لگے **اول** تو عوام الناس نے تاریخون کی کتابین جیسے روضۃ الصفا وغیرہ لیکر انکی روایات
سے اپنے اعتقادات بگاڑنے شروع کئے اور یہ نجانا کہ روضۃ الصفا کا مصنف ایک شخص تھا جسکو کسی قدر زبان عربی آتی تھی اور علوم
شرعیہ قرآن و حدیث وغیرہ سے نابلد تھا اور سلطان حسین شاہ ہرات کے زمانے مین امراے سلطانی کی ملازمت مین رہتا تھا اگر یہ شخص
علوم شرعیہ مین ماہر ہوتا تو بھی اُسنے جب کتاب کو تاریخ کے نام سے موسوم کیا تو اُسکی روایات پرکھنے کے قابل ہین یعنے اُسنے خود بتلا
دیا کہ اس کتاب مین مین نے سب طرح کی رطب و یابس روایتین نقل کی ہین پھر اگر مصنف مانند امام ابن جریرؒ محدث کے ہے تو
تاریخ مین ہر روایت کے واسطے اسناد نقل کی اور تم خود اسناد سے پہچان سکتے ہو اور اگر اُسنے بلا اسناد نقل شروع کی جیسے اعثم کوفی
تو اُسکی ہر روایت کو جہان سے لاتا ہی وہان سے پرکھنا ضرور ہی اور یہ مجمل بیان ہی اسکے اندر بہت تفاصیل ہین جنکی یہان گنجائش
نہین ہی اور مقصود یہ کہ جہالت یہانتک بڑھی کہ کتاب تاریخ کو نہین پہچانتے کہ اسکا کیا مرتبہ ہی **فتنہ دوم** بعضے لوگون نے نیچر
میل جول سے وہ روش اختیار کی کہ مثلاً امام ابن جریر کی تاریخ لیکر اُسکی روایات پر نظر ڈالی اور انکی لیاقت نہین ہی کہ روایت کو بذریعہ
راویون کے معلوم کرسکین ولیکن سب کو یکسان قرار دیکر اپنی راے سے ایک صورت قائم کی و راسی کے واسطے روایات کو تلے اوپر
کرکے ایک خیالی صورت جو قیاس سے ٹھیک نظر آئی وہ لکھدی اور یہی اکثر یورپی قومون کا طریقہ ہی حتی کہ اس زمانے مین ایک شخص نے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تاریخ بنام الفاروق لکھی اور تاریخ ابن جریرؒ سے روایتین لیکر اسطرح اسکا انتظام کیا ہی اللہ تعالے ایسے لوگون

گئا ہے ہین اگر کہا جاوے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل ع کو اول غار حرا پر ابتداے وحی کے وقت دیکھا پھر سورۃ المدثر نازل ہوئی
سے چند ساعت پہلے جبرئیل ع کو آسمان و زمین کے درمیان ایک کرسی پر دیکھا اور اسیطرح بار با دیکھا تھا پھر کیا حکمت ہو کہ افق مبین پر دیکھنے
کا ذکر فرمایا (جواب) یہ اصلی صورت مین دیکھنا واقع ہوا تھا اسلیے بیان فرمایا کہ اسمین کچھ شبہہ نہین ہوسکتا کہ یہ فرشتہ ہو اسلیے کہ صورت خوبی
ساتھ چھ سو بازو تھے سفیان ثوری رح نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے جبرئیل ع کو آسمان کے مشرقی افق مین دیکھا تھا۔ ابن الحجیر رض نے کہا کہ مغربی
افق مین دیکھا تھا واللہ تعالے اعلم۔ مجاہد رح نے کہا کہ اجیاد کی جانب افق مین دیکھا اجیاد ایک مقام مکے سے مشرق جانب ہو ربیع بن انس
نے کہا کہ افق مبین یعنے واضح افق اور بعض نے کہا کہ دیکھنے کی صفت ہے اور یہ مجاہد رح سے منقول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آیت کے
معنے یہ ہین کہ ساتوین آسمان کے افق مین سدرۃ المنتہی کے پاس جبرئیل ع کو اُسکی صورت مین دیکھا (الفتح) مترجم کہتا ہو کہ ابن عباس رض
سے اسکا ثبوت بیان نہین ہوسکتا بلکہ سورۂ والنجم کے مناسب ہے کیونکہ یہ قول بیان اُسوقت صحیح ہوگا کہ جب اُس سورہ کا نزول بعد
معراج کے ہو اور اس صورت مین بھی یہ دیکھنا دوسری بار تھا چنانچہ سورہ والنجم مین مصرح ہو بقولہ تعالے لقد رآہ نزلۃ اخری عند سدرۃ المنتہیٰ
یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو دوسری بار دیکھا۔ نزدیک سدرۃ المنتہیٰ کے۔ لہذا شیخ ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ واللہ
اعلم ظاہر یہ ہو کہ اس سورہ کا نزول شب معراج سے پہلے واقع ہوا ہو اسلیے اس سورہ مین فقط ایک ہی مرتبہ دیکھنا مذکور ہو اور رہا
دوسری مرتبہ بھی دیکھنا جو سورۂ والنجم مین مذکور ہو تو وہ سورہ بعد معراج کے نازل ہوا ہو اور یہان جو دیکھنا مذکور ہو یہ وہی ہو جو سورۂ والنجم مین
اول مرتبہ ہو اور یہ دیکھنا بطحا مکہ مین واقع ہوا تھا اور آپ نے جبرئیل ع کو افق اعلی پر دیکھا کہ تمام افق اعظم کو بھر لیا ہو اور چھ سو بازو ہین جنکی خوبصورتی
طولانی روایت مین مذکور ہو۔ ثم دنی فتدلی الآیہ۔ پھر جبرئیل ع بقدرت الٰہیہ اترتے اور نزدیک آتے گئے یہانتک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم و جبرئیل
علیہ السلام سے اسقدر قریب ہوگیا جس قدر کمان کے دو گوشہ مین ہوتا ہو اور یہ اس امر کی تحقیق تھی کہ جو فرشتہ وحی لاتا ہو وہی ہو خطیب رح
نے لکھا کہ ابن عباس رض سے روایت کیا جاتا ہو کہ رسول اللہ صلعم نے جبرئیل ع سے کہا کہ مین تم کو تمھاری اُس صورت مین دیکھنا چاہتا
ہون جس صورت مین تم آسمان پر رہتے ہو جبرئیل ع نے کہا کہ آپ مین یہ قوت نہین ہو کہ مجھے دیکھ سکین آپ نے کہا کہ کیون نہین مین تو
ضرور دیکھنا چاہتا ہون جبرئیل ع نے کہا کہ پھر کہان آپ کھڑے ہوکر دیکھینگے آپ نے کہا کہ ابطح مین دیکھونگا۔ جبرئیل ع نے کہا کہ ابطح مین
میری سمائی نہین ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اچھا بمقام منا۔ جبرئیل ع نے کہا کہ وہان بھی میری سمائی نہین ہو آپ نے فرمایا کہ
اچھا عرفات مین جبرئیل ع نے کہا کہ ہان وہان میری گنجائش ہوسکتی ہو پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقت مقرر پر وہان گئے تو یکایک جبرئیل ع کو
کوہ عرفات کی طرف سے آتے دیکھا کہ سر آسمان پر ہو اور پاؤن زمین مین ہین اور اُنھون نے مشرق مغرب کو بھر لیا ہو اور رفتار مین شور ہو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے ہی بیہوش ہوکر گر پڑے پس جبرئیل علیہ السلام نے صورت بدلی اور آپ کو اپنے سینہ سے لگا لیا اور کہا کہ اے محمد صلعم
خوف نہ کرو اگر آپ کہین اسرافیل ع کو دیکھتے کہ سر زیر عرش ہو اور پاؤن ساتوین زمین کی تہ مین ہین اور عرش اُسکے کندھے پر ہو اور وہ باوجود اسکے
عظمت الٰہی کے خوف سے اسقدر حقیر ہوجاتا ہو کہ جیسے چڑیا عصفور ہوتی ہو حتی کہ اُس وقت تیرے رب کا عرش فقط اُسکی عظمت اٹھاتی
ہو (السراج) مترجم کہتا ہو کہ یہ روایات غریب منکر ہین اور ثقات کی روایات سے اسمین بکثرت مخالفت ہو چنانچہ بعض وجوہ مین
بیان کرتا ہون اسی پر باقی کو قیاس کرنا چاہیے اول یہ کہ اللہ تعالے نے دو مرتبہ جبرئیل ع کو اصلی صورت مین دیکھنا بیان فرمایا ہو اول
بطحا مکہ مین آپ نے جبرئیل ع کو افق اعلی پر دیکھا اور اُسکی صحیح روایت سورہ والنجم کی تفسیر مین گذری ہو اور دوسری مرتبہ معراج مین

جنون ہے اور حاصل یہ کہ قسم نجوم و لیل و صبح کی کہ اس کلام پاک کو جبرئیل امین لایا ہے اور تمہارا صاحب یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بھی مجنون نہیں ہیں صاحبکم سے یہاں بالاتفاق محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں یہی شعبی و میمون بن مہران و ابوصالح وغیرہم سے روایت ہے اور اس آیت میں اللہ تعالے نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کاملہ بیان فرمائی اسلیے کہ جنون خبطگی عقل کا نام ہے اور جب وہ ایک معروف درجہ پر پہونچی تو اسکا نام جنون رکھتے ہیں اور اللہ تعالے نے یہاں نکرہ بتاکید نفی فرمایا تو کسی قسم کی خبطگی باقی نہ رہی اور یہ نہایت کامل عقل ہوئی اور یہ علی بکمال ہے۔ اور جیسے یہ کمال اعلی تھا اسیطرح معراج عظمی میں آپ متفرد ہیں حتی کہ جبرئیل علیہ السلام بھی اپنے مقام سدرۃ المنتہی تک پہونچکر ٹھہر گئے کہ اب میں آگے نہیں جاسکتا ہوں **تنبیہ** معتزلہ کے نزدیک فرشتہ رسول بہ نسبت انسانی رسول کے افضل ہے اور استدلال کیا کہ یہاں اللہ تعالے نے جبرئیل علیہ السلام کی فضیلتیں بہت بیان فرمائیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فقط یہ صفت کہی کہ وہ مجنون نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ جبرئیل ؑ افضل ہیں (جواب) **بیضاوی** نے کہا کہ یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ مشرکین کہا کرتے تھے کہ (انما یعلمہ بشر) محمد کو یہ قرآن کوئی شخص سکھلاتا ہے اور کہا کرتے (افتری علی اللہ کذبا ام بہ جنۃ) اسنے اللہ تعالے پر جھوٹ بنایا ہے یا اسکو جنون ہے۔ تو ان آیات سے مشرکوں کے یہ شیطانی اوہام دور کرنا مقصود ہے اور یہ غرض نہیں کہ جبرئیل ؑ کے کیا فضائل ہیں اور محمد صلعم کے کیا فضائل ہیں تاکہ دونوں میں موازنہ و مقابلہ کیا جاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ معتزلی کا اسطرح دلیل لانا خبط و غلط ہے اسلیے کہ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اللہ تعالے کے نزدیک بس یہی کہ وہ مجنون نہیں ہیں حالانکہ بالاجماع آپ رسول ہیں تو جیسے جبرئیل ؑ کو رسول کہا گیا اس طرح محمد صلعم کو کہاں یہاں رسول کہا گیا ہے تو معتزلی نادان نے کلام پاک کے سمجھنے کی لیاقت بھی گم کردی کیونکہ متعصب کی آنکھوں پر اپنی گمراہی کا پردہ پڑجاتا ہے **نکتہ** حدیث میں ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ جسکو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا یعنی آدم ؑ) اور اسکی صالح اولاد کو ایسے لوگوں کے برابر نہیں کرونگا جنکو میں نے کہا کہ ہوجاؤ پس ہوگئے (یعنی ملائکہ علیہم السلام) یہ حدیث مشکوۃ میں ہے۔ نکتہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام مظہر جمیع صفات حق ہیں اور صلاحیت کمال ہے اسی لیے ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا اور ملائکہ صرف مظاہر رحمت ہیں اور شیاطین فقط مظاہر غضب ہیں تو جامع افضل ہے واللہ سبحانہ تعالے ہو العلیم الحکیم کرخی رحمہ اللہ تعالے نے خوب کہا کہ جس کسی تمیز دار کو بلاغت کلام سمجھنے کی عقل ہوگی وہ جب اس مقام کے آیات میں نازک نظر سے دیکھے تو اسکو صاف نظر آویگا کہ یہاں اصلی مقصود یہ ہے کہ مشرکین کو کچھ وسوسہ و وہم شیطانی نہ رہے بلکہ دل و جان سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ادب سے گھٹنے ٹیک کر ایمان لادیں اور آپکو اپنے اوپر کامل رسول و رحمت حق جانیں تو اسی مقام پر جبرئیل ؑ کے ایسے فضائل جمیلہ شمار کرنا درحقیقت جبرئیل ؑ سے بڑھکر محمد صلعم کی بزرگی ہے کہ عاقل نظر کریگا کہ یہ بزرگ فرشتہ کہاں بھیجا گیا یعنی محمد صلعم کے پاس بھیجا گیا تو اللہ اکبر محمد رسول اللہ کی فضیلت اعلی اس رتبہ عظمی پر پہونچی ہے کہ ایسا مقرب فرشتہ اللہ تعالے کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف ایلچی بھیجا جاتا ہے تو ان فضائل سے بڑھکر آپکو فضیلت حاصل ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام لطیف ہے وللہ الحمد والمنۃ پھر واضح ہو کہ کفار مشرکین کو شیطان نے یہ بھی وسوسہ دلایا کہ فرشتہ اگر صاحب فضائل ہو لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتہ کہاں سے دیکھا ہے شاید ان کو جن ہی وحی دیتا ہو تو اللہ تعالے نے اسکو ذکر دیا بقولہ تعالے **وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ** اور البتہ اسکو افق مبین پر دیکھا ف یعنے قسم ہے کہ محمد صلعم نے اس فرشتہ مکرم کو افق مبین پر اسکی اصلی صورت میں بھی دیکھا (مبین) روشن و واضح۔ یہ افق کی صفت ہے اور افق کنارہ آسمان ہے اور جانب مشرق کے افق کو (افق مبین) اسلیے کہتے ہیں کہ آفتاب کے طلوع سے صاف و واضح روشن ہوجاتا ہے بعض نے کہا کہ افق مبین آسمان کے سب

سر جھکائے ہی ابن کثیرؒ نے لکھا یعنے وہ عام ملائکہ مین سے نہین بلکہ شریف سردار رئیس ہی۔ مترجم۔ واضح ہو کہ ملائکہ اجسام نورانی ہین
اور احکام حق و ذکر الٰہی انکی غذا ہی اور مانند چاند و سورج کے مذکر یا مونث نہین ہین اور نہ انکو کہہ سکتے ہین پس انکے جمیع افعال بارادۂ
باری تعالےٰ ہوتے ہین جیسے بنی آدم مین سے جو ولی پاکیزہ باطن سے منور ہو جاتا ہی اُسکے افعال بارادۂ حق ہوتے ہین اور اپنی خودی سے نہین
ہوتے ہین اور جو حکم ہوتا ہی وہی کرتے ہین کسی قسم کی کمی بیشی یا تغیر و تبدل ان مین ہونا ممکن نہین ہی اور جو حکم ہوتا ہی وہ اُسی طرح پورا کرتے ہین
لیکن یہ بھی ممکن نہین ہی کہ وہ کسی وجہ سے نہو سکے اسلیے کہ وہ ارادۂ حق ہی تو ممکن نہین کہ فوراً پورا نہو جاوے اور ہمیشہ رات دن ذکر حق و تعمیل
احکام حق مین ہین وللہ العظمۃ والکبریاء اللھم انی اعوذ بک من النفاق بالکلیۃ وتوفنی مومناً والحقنی بالصالحین خطیبؒ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ
نے آسمان والون پر جبرئیل علیہ السلام کی اطاعت فرض فرمائی ہی جیسے تمام زمین والون پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض فرمائی
ہے ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے لیے جبرئیل علیہ السلام اپنے ساتھ لے گئے تو جبرئیلؑ نے
جنت کے خازن رضوانؑ سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جنت کا دروازہ کھول دے اُسنے فوراً کھول دیا یہ جبرئیلؑ کے واسطے اطاعت
ہی **صفت ششم** قولہ تعالیٰ امین۔ یعنے جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالےٰ کا امین بندہ ہی تو وہ جو کچھ وحی لاتا ہی پوری امانت سے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو ادا کرتا ہی ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ عظیم صفت ہی کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندہ فرشتہ کا تزکیہ فرما دے کہ وہ امانت دار کامل ہی۔ مترجم
کہتا ہی کہ اس سے کافرون کا وہم شیطانی دور کیا کہ شاید جبرئیلؑ نے درمیان مین وحی کے اندر تغیر کیا ہو اور شلائیون کی وجہ سے ممانعت
ہو کیونکہ کفار اپنی جہالت سے یہ یقین کیے ہوے بیٹھے تھے کہ ہم لوگ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے دین پر ہین یہانتک کہ ان
احمقون نے خانۂ کعبہ مین اپنے خیالات کے نمونے پر ان دونون بزرگ پیغمبرون کی تصویر بنائی تھی پس اللہ تعالےٰ نے دفع کر دیا کہ یہ وحی بعینہ
وحی الٰہی ہی اور جبرئیلؑ کی ذاتی صفت یہ کہ امین ہی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین امین الٰہی ہون اور آپکو دنیا مین امینا
مشہور کر دیا **تنبیہ** یعنے غالی رافضی کہتے ہین کہ وحی اولاً حضرت امیر علیہ السلام یعنے حضرت علیؓ کے واسطے آئی تھی اور اکثر یہ کہتے
ہین کہ نہین بلکہ جبرئیلؑ کو اختیار دیا گیا تھا کہ علی و محمد دونون مین سے جسکو چاہو پہونچاؤ پھر جبرئیلؑ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچادی
تو آپ امیر اور حضرت علی وزیر ہو گئے **مترجم** کہتا ہی کہ یہ جہالت کفری ہی اور حماقت شدید ہی اسلیے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
وحی آئی تھی اُسوقت حضرت علی رضی اللہ عنہ بالغ بھی نہ تھے بلکہ ایک روایت مین آٹھ برس کی عمر تھی اور یہ فرقہ کلمۂ کفر بکتا ہی اور دونون
محض جاہل ہین اسلیے کہ رسالت اللہ تعالےٰ کے علم مین متعین ہی اور نبوت کے واسطے بھی بنص صریح عہد ازل لیا گیا تھا **سوال** اگر کہا
جاوے کہ جبرئیلؑ سے تغیر ممکن نہین ہی تو اسکے دفع کرنیکی کیا ضرورت ہی **جواب** بات یہی ہی لیکن عوام خصوصاً مشرکین و کفار مین یہ
سمجھ کہان ہی جو فرشتہ کی ماہیت و اسکے لوازم کیساتھ واقف ہون وہ تو انسانی طریقہ پر حواس سے قیاس لگاتے لہذا دفع کر دیا پھر کفار
جاہل یہ آیات قرآنیہ معجزات صریحہ سُنکر کہتے کہ جو باتین حشر و نشر وغیرہ کی اس کلام مین مذکور ہین تو کلام ایسا بلیغ ہی کہ آدمی سے اسکا معارضہ
نہین ہو سکتا ہی شاید جن نے سکھلایا ہو کیونکہ اسمین کاہنون کیطرح غیب کی خبرین ہین اور ٹھیک یہ ہی کہ وہ جادو ہی لیکن جو باتین اسکے اندر کہی
ہین یہ تو جنون ہی ایسا ہونا محال ہی غرضکہ مشرکون کے خیالات نہایت پراگندہ و مختلف و پریشان تھے اور جو گریبان مین سر ڈال کے کہتے کہ
ہم نے عوام کو تو بہکا دیا کہ یہ شخص مجنون ہی لیکن فی الواقع ہم سب جانتے ہین کہ وہ بہت عاقل ہی اللہ تعالےٰ نے ان کافرون کی ہٹ دھرمی کا
خیال بھی دور کیا اور فرمایا **وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ** - اور تمھارا صاحب کچھ بھی مجنون نہین ہی **ف** یہ کلام بھی قسم کے ذیل

بھیجا ہوا اسکو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچا گیا ہی وہ جبرئیل علیہ السلام ہیں ابن عباس وشعبی ومیمون بن مہران وحسن البصری وقتادہ وربیع بن انس وضحاک وغیرہم نے کہا کہ مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ اگر کہو کہ قرآن تو کلام الٰہی ہی وہ جبرئیل کا قول کیونکر ہوا (جواب) اصل کلام اللہ ہی اور جبرئیل علیہ السلام نے اسکو وحی لاکر ادا کیا اسلیے جبرئیل عم کی طرف منسوب ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بندوں پر تلاوت کیا تو آپ کی طرف بھی منسوب ہوا اور یہاں مقصود یہ ہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کلام پاک تلاوت کرتے ہیں یہ کسی شیطان وجن کی تعلیم نہیں ہی جیسے عرب میں کاہن وغیرہ تھے جنکو جن تلقین کرتے تھے بلکہ یہ وحی ہے جسکو اللہ تعالےٰ کا بھیجا فرشتہ لایا ہی جیسے انسان میں رسول ہوتا ہی اسیطرح وہ فرشتہ رسول اللہ ہی اور یہ فرشتہ کروڑوں فرشتوں کی طرح کوئی عام فرشتہ نہیں ہے بلکہ مقرب ہی لہذا اللہ تعالےٰ نے اُسکی صفات بیان فرمائیں **صفت اول** یہی کہ رسول ہی یعنے اللہ تعالےٰ اسکو اپنا معتمد سفیر کرکے اپنے انسانی بندوں میں سے انبیاء علیہم السلام کے پاس بھیجتا ہی اور اس سے جس طرح انبیاء علیہم السلام کی فضیلت ظاہر ہوئی اسیطرح یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہ سفیر رسول بھی ایسا ہی **صفت دوم** کریم یعنی یہ رسول کریم ہی ابن کثیر رح نے کہا یعنے شریف خوبصورت باوجاہت ہی قولہ تعالےٰ **ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ**۔ صاحب قوۃ ہی مالک العرش کے یہاں مکین ہی وہاں اطاعت کیا گیا ہی امانت دار ہی **صفت سوم** یہ کہ ذی قوۃ ہی جیسے قولہ تعالےٰ علمہ شدید القوی ذو مرۃ۔ یعنے محمد صلعم کو یہ قرآن سکھلایا ہی سخت قوی فرشتہ نے جو بہت شدت کے ساتھ افعال عظیمہ پورے کر سکتا ہی (ابن کثیر رح) ضحاک رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جبرئیل علیہ السلام کی قوت میں سے کمتر بات یہ تھی کہ جب قوم لوط پر عذاب لائے تو اللہ تعالےٰ کے حکم سے اس قوم کی پانچ بستیاں فقط اپنے پروں کی نوک سے زمین سے پورا تختہ مع بےشمار آدمیوں وجانوروں وجنگلوں وغیرہ کے آسمان کی جانب بلند کیا پھر اُسکو اوندھا اُلٹ دیا۔ اسیطرح ایک مرتبہ ابلیس لعین نے ایک گھاٹی پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اپنی ناپاک گفتگو کرنی شروع کی تو بحکم الٰہی سبحانہ تعالےٰ جبرئیل علیہ السلام نے فقط اپنے پروں سے ابلیس لعین کو ایک تھپڑ مار دیا تھا کہ وہ ارض المقدس سے جاکر پرے کے ایک پہاڑ پر گرا یعنے اگر اللہ تعالےٰ نے اس لعین کو قیامت تک زندگی نہ دی ہوتی تو وہ ہلاک ہوجاتا اسیطرح جب قوم ثمود پر عذاب کا حکم ہوا تو جبرئیل علیہ السلام نے اُس قوم کی بھاری بستی ہلادی کہ سب کے سب گھٹنوں کے بل گر رہے اور ایک سخت آواز دی کہ انکے کلیجے پھٹ گئے اسیطرح پلک مارتے ہیں زمین سے آسمان ہفتم تک اور وہاں سے زمین تک آتے جاتے ہیں (معالم وسراج وغیرہ) **صفت چہارم** قولہ تعالےٰ عند ذی العرش مکین صاحب عرش کے نزدیک صاحب مکانت ہی یعنے حضرت رب العرش اللہ تعالےٰ جل شانہ کے نزدیک صاحب عزت ومرتبہ ہی رازی رح نے کہا کہ مکین وہ ہوتا ہی جسکو ایسی وجاہت ہو کہ جو مانگے وہ پاوے ابن کثیر رح نے لکھا کہ یعنے اللہ عزوجل کے یہاں اُسکی منزلت بلند ہی ابو صالح رح نے کہا کہ یہ جبرئیل عم کی عزت ہی کہ ستر حجاب نور میں بغیر اجازت کے داخل ہوتا ہی مترجم کہتا ہی کہ اسکے یہ معنے نہیں ہیں کہ اجازت نہیں ہی بےاجازت داخل ہوتا ہی بلکہ معنے یہ ہیں کہ مکرم اسکے واسطے خاص اجازت مل چکی ہی تو ہر بار اُسکو اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی ہی جیسے حدیث میں ابن مسعود رض کی تکریم فرماکر حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے واسطے اجازت یہ ہی کہ پردہ اُٹھا ہو الحدیث صحیح) **صفت پنجم** قولہ تعالےٰ مطاع ثم۔ بفتح الثاء المثلثہ وہاں وہ اطاعت کیا گیا ہی۔ یعنے صاحب العرش کے یہاں جو منزلت اسکو حاصل ہی اور اُسکا مقام مقرر ہی وہاں ملائکہ مقربین اُسکے مطیع ہیں اور وہ مطاع ہی پس ملائکہ مقربین کا سردار ہی کہ اُسی کی رائے وارشاد پر چلتے ہیں جیسے وہ اپنے رب عزوجل کے حکم پر

معلوم ہو گئے رازی رح نے کہا کہ بعض کے نزدیک یہان اقبال کے معنے موافق ہین کیونکہ اس صورت مین قسم اقبال وادبار دونون سے ہوجائیگی کیونکہ واللیل اذا عسعس کے یہ معنے ہوے کہ قسم رات کی جب سامنے آوے والصبح اذا تنفس اور قسم صبح کی جب نمودار ہو یہ نمودار ی رات کے پیٹھ پھیر جانے پر ہوتی ہی تو قسم رات کے پیٹھ پھیر جانے پر بھی ہو گئی بعض کہا نے کہا کہ نہین بلکہ یہان ادبار پیٹھ پھیر جانا کے معنے مراد ہین اور یہ جو خیال ہی کہ والصبح اذا تنفس سے یہی معنے مکرر نکلتے ہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ صبح کے تنفس سے پوری تجلی مراد ہی اور (عسعس) سے اول ادبار مراد ہی جو غلس وتاریکی کا وقت بھی ہوتا ہی جیسے قولہ تعالے واللیل اذا ادبر والصبح اذا اسفر- یعنے قسم رات کی جب پیٹھ پھیرے اور قسم صبح کی جب روشنی کے ساتھ پھیل جاوے اسیطرح یہان والصبح اذا تنفس یعنے روشنی کامل ہی تو مکرر ہونا لازم نہین آتا ہی (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہی کہ اسی مقام سے امام ابوحنیفہ رح وایک جماعت نے کہا کہ صبح کی نماز اسفار[سلہ] مین خوب ہی کیونکہ یہی وقت ہی جسکی اللہ تعالے نے قسم بیان فرمائی ہی فافہم- بالجملہ عسعس کے یہ معنے کہ پیٹھ پھیر جاوے یہان اکثر مفسرین کا قول ہی اور فراء وغیرہ نے اجماع مفسرین کا دعوی کیا **مسئلہ** مشترک لفظ سے ایک ہی استعمال مین اُسکے متعدد معنے مراد لینا جائز ہی یا نہین (جواب) شافعیہ اصولیین ایک جماعت کے نزدیک جائز ہی لہذا الشیخ ابن کثیر رح نے یہان اس قول کے موافق عسعس مشترک سے اقبال وادبار دونون معنے مراد لیے تو قسم اول کے آنے اور آخر کے پھر جانے پر واقع ہو گی لیکن حنفیہ وغیرہ جماعت کثیر نے اس امر کو نہین جائز رکھا کیونکہ اگر ایسا ہو تو احکام مین خلط واقع ہو جیسے (قرء) کے معنے حیض اور پاکی دونون ہین تو عورتون کو تین قرء تک طلاق کے بعد انتظار کرنے کا حکم ہی اس مدت گزرنے کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح کرسکتی ہین تو یہان دونون معنے لینے مین خلط واقع ہوگا اسیطرح دیگر صورتین نکل سکتی ہین اور تمام بحث علم اصول الفقہ مین ہی ابن کثیر رح نے لکھا کہ امام ابن جریر رح نے اپنی تفسیر مین فرمایا کہ بعضے علماء عربیہ نے زعم کیا کہ عسعس کے معنے ابتداء سے نزدیک ومظلم ہوئی اور فراء رح نے کہا کہ ابوالبلاد النحوی اس معنے مین ایک شعر پڑھا کرتا تھا اور لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ یہ شعر بنایا ہوا ہی اور قولہ تعالے والصبح اذا تنفس- اور قسم صبح کی جب سانس لے- ضحاک رح نے کہا کہ سانس لے یعنے طلوع ہو- قتادہ رح نے کہا یعنے روشن ہو جاوے اور سامنے آوے سعید بن جبیر نے کہا یعنے پیدا ہو اور یہی معنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہین- امام ابن جریر رح نے لکھا کہ مراد یہ ہی کہ دن کی روشنی جب سامنے آوے اور صاف کھل جاوے (ابن کثیر) ابوالسعود رح نے لکھا کہ یہ دن کا شروع ہی اور بعض نے کہا کہ رات کا پیٹھ پھیرنا صبح کے تنفس سے اقرب ہی اور معنے یہ کہ صبح جب متوجہ ہوتی ہی تو اُسکے ساتھ نسیم خوشگوار بھی آتی ہی اسی کو صبح کے لیے مجازاً سانس قرار دیا گیا- ھ- یہی خطیب رح کی عبارت ہی اور لکھا کہ مجاز کی دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہی کہ اندھیری رات کو گویا بیمار غمگین سے تشبیہ دی جو گرفتار ہی کہ حرکت نہین کرسکتی پس جب صبح طلوع ہوئی تو جنبش مین سانس لینے سے راحت پائی تو اسی کو تنفس سے تعبیر کیا گیا مترجم کہتا ہی کہ یہ تکلف ہی اور ٹھیک وہی وجہ اول معلوم ہوتی ہی یعنے عرب نے ہر صبح کو نسیم خوشگوار جانب مشرق سے آتی ہوئی پائی تو اسکو صبح کی سانس قرار دیکر کہا کہ تنفس الصبح یعنے صبح نے سانس لی- ھ- الحاصل قولہ تعالے فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس واللیل اذا عسعس والصبح اذا تنفس- نہین تو مین قسم کھاتا ہون نجوم سیارہ کی جو اپنے محل مین چھپ جاتے ہین اور رات کی جب پیٹھ جاوے اور صبح کی جب روشنی مین چمک اُٹھے کہ- انہ لقول رسول کریم- یہ بیشبہ قول ہی بھیجے ہوے پیغمبر بزرگ کا ھ- رسول جو پیغام دیکر بھیجا جاوے کریم- بزرگ- یعنے اے لوگو یہ کلام پاک قرآن جو تم کو ہمارا رسول پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سناتا ہی یہ ایک رسول کا قول ہی یعنے ہمارا

[سلہ] اور حدیث مین بھی آیا ہے کہ اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر یعنی صبح کو روشن کرکے نماز پڑھا کرو اس وقت نماز پڑھنے سے اجر زیادہ ملتا ہے ۱۲

عسعس کے معنے ہین اقبال وادبار - اقبال سامنے آنا اور ادبار پیٹھ پھیر جانا اور یہ دونون معنے ضد ہین لیکن دونون معنے آتے ہین پس
اگر اقبال کے معنے ہین تو آیت مین یہ معنے ہوے کہ اور قسم ہے رات کی جب وہ سامنے آوے یعنے اُسکی تاریکی آتی جاوے اور اگر ادبار کے
معنے ہین تو یہ مطلب ہوا کہ اور قسم ہے رات کی جب وہ پیٹھ پھیر جاوے اور صبح ہونے لگے کیونکہ جب رات پیٹھ پھیر جاتی ہے اور تاریکی
دور ہونے لگتی ہے تو وہی صبح ہونے کا وقت ہے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہان دو قول ہین (قول اول) قسم ہے رات کی جب وہ اپنی
تاریکی لیکر سامنے آوے اور متوجہ ہو - مجاہدؒ نے کہا کہ عسعس اے ظلم یعنے جب وہ اندھیرا ڈالے حسن بصریؒ نے کہا یعنے جب وہ اپنی تاریکی
مین لوگون کو ڈھانپ لے اور سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ یعنے جب وہ تاریک ہونا شروع ہو (قول دوم) علی ابن ابی طلحہ وعوفی نے ابن عباسؓ
سے روایت کی عسعس یعنے پیٹھ پھیر جاوے یہی مجاہد وقتادہ وضحاک رحمہم اللہ تعالے کا قول ہے اور یہی زید بن اسلم وانکے بیٹے عبدالرحمن بن
زید نے کہا والیل اذا عسعس یعنے رات کی قسم جب وہ جاوے تو پیٹھ پھیرے - ابو داؤد الطیالسیؒ نے باسناد جید روایت کی کہ ابو عبدالرحمن
السلمی نے کہا کہ ایک دن صبح کو موذن نے جس وقت نماز صبح کی اذان دی اُس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور فرمایا
کہ ایسے لوگ کہان ہین جو وتر کو پوچھتے ہین اور والیل اذا عسعس والصبح اذا تنفس کو پوچھتے ہین اسکا وقت یہی ہے جب رات پیٹھ پھیرے
امام ابن جریرؒ نے یہان دونون قول ذکر کرنے کے بعد یہ اختیار کیا کہ والیل اذا عسعس سے ادبار مراد ہے یعنے قسم رات کی جب وہ پیٹھ پھیر جاوے اور ایک
شاعر کے قول سے بھی اس معنی کی شہادت لی ؎ حتی اذا الصبح لہ تنفسا ء وانجاب عنہا لیلہا وعسعسا ء یعنے صبح نے تنفس کیا اور رات نے ڈیرا اُٹھایا اور عسعس
کیا - یعنی پیٹھ پھیر گئی (تفسیر ابن کثیرؒ) اہل لغت نے کہا کہ عسعس ایسا لفظ ہے کہ اُسکے دو معنی باہم ضد ومخالف آتے ہین یعنے سامنے آنا اور پیٹھ پھیر جانا - اور آیت مین
دوسرے معنی مراد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آگے فرمایا - والصبح اذا تنفس اور قسم ہے صبح کی کہ جب وہ سانس لے ف یعنے ہواے خوشگوار نسیم کے ساتھ نمودار ہو
پس رات کے پیٹھ پھیر جانے کے بعد صبح نمودار ہوجاتی ہے فراءؒ نے کہا کہ مفسرین نے اجماع کیا کہ آیت مین (عسعس) سے پیٹھ پھیر جانا مراد ہے اسیطرح جوہریؒ
نے فراءؒ سے نقل کیا ہے مبردؒ نے کہا کہ آیت مین دونون معنے کا انجام ایک ہی نکلے گا یعنے اول مین وہ تاریکی کے ساتھ آوے اور آخر پیٹھ پھیر جاوے
ابن عباسؓ سے آیت کی تفسیر مین دونون معنی منقول ہین (رازی وخطیب وف) آیت مین جسنے ادبار کے معنے لیے یعنے پیٹھ پھیر جانا تو
اُسپر اعتراض کیا گیا کہ رات کا پیٹھ پھیرنا بھی وقت ہے جب صبح نمودار ہو تو (والصبح اذا تنفس) مکرر ہے لہذا ابن کثیر رح نے کہا کہ میرے
نزدیک یہان اقبال کے معنے زیادہ مناسب ہین گویا قسم یہ کہ رات کے سامنے آنے کی اور اُسکی تاریکی کی اور فجر وروشنی کی قسم
ہے جیسے قولہ تعالے واللیل اذا یغشی والنہار اذا تجلی - تو قسم رات کی جب تاریکی مین ڈھانک لے اور قسم دن کی جب روشنی سے تجلی
کرے - اھ - اور جیسے قولہ تعالے والضحی واللیل اذا سجی - اور دیگر آیات ہین اور اکثر علماء اصول نے کہا کہ عسعس چونکہ دونون معنے مین
مشترک ہے تو اس بنیاد پر دونون معنے مین سے ہر ایک مراد ہوسکتا ہے (ابن کثیر رح) مترجم کہتا ہے کہ عسعس اہل لغت کی گواہی سے دونون
معنے مین مشترک ہے اور شیخ امام ابن کثیرؒ نے اسکے واسطے اکثر علماء اصول کی گواہی لی اور مراد یہ کہ بہت سے علماء اصول یعنے شافعیہ وغیرہ
اسکے قائل ہین کہ ایک ہی استعمال مین مشترک لفظ سے اُسکے کئی معنے لینا جائز ہے تو اس قول کے موافق یہان بھی جواز ہوا کہ عسعس سے
دونون معنے لیے جاوین مترجم کہتا ہے کہ شاید شیخ رح کی مراد یہ ہے کہ و ... یہ اذا عسعس کے یہ معنے ہین کہ قسم رات کی جب تاریکی کے
ساتھ متوجہ ہو اور پیٹھ پھیر جاوے - بہرحال شیخ رح کے نزدیک (تاریکی کے ساتھ متوجہ ہونا) یہان لینا انسب ہے کیونکہ صبح کی تنفس سے
خود ظاہر ہوتا ہے کہ رات پیٹھ پھیر گئی تو ادبار کے معنے لینے مین تکرار لازم آویگی جبکہ ادبار سے جو معنے صریح نکلے وہی صبح کے نمودار ہونے سے

جو علم شریعت مین گمراہ ہوا اور اسیطرح حضرت عائشہ رض کو ایک مسئلہ مین خبر پہونچی تو آپ نے بڑا تعجب کیا کہ یہ کیسے حکم دیا یہانتک کہ ایک مرد صالح حج کو گیا اور ام المومنین کی خدمت مین حاضر ہوا آپ نے اُس سے قسم کے ساتھ پوچھا تو اُسنے حق بات بیان کی آپ نے فرمایا کہ ان اہل عراق کو اللہ تعالی نے سزا دی کہ یہ لوگ حضرت علی رض پر طوفان باندھتے ہین (رواہ الامام احمد) مترجم کہتا ہے کہ حضرت ام المومنین کو اُسی زمانے مین اسی ایک بات پر اسقدر تشویش و رنج ہوا تھا پھر چند مدت بعد تو اہل عراق نے عجیب تو وہ طوفان باندھا کہ جسکی حد نہین ہے اور خارجیون کے مقابلے مین رفض نکالا اور خفیہ تقیہ نکالا اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن سبا یہودی کا فتنہ تو حضرت امیر المومنین علی رض کی زندگی ہی سے شروع ہوا تھا اور وہ لوگون کو خفیہ تعلیم کرتا تھا کہ حضرت علی رض مین خدا نے ظہور کیا ہے شاید اس کمبخت یہودی نے اہل اسلام کے ساتھ بھی وہی مکر بنانا چاہا جو اُسکے بزرگون نے نصرانیون کے ساتھ بنایا تھا اور نصرانی بنکر ایک جماعت نصاری کو بہکایا کہ مسیح خدا کا بیٹا تھا اور انجیل مین اگر پیار سے تم کو بیٹا کہا گیا ہے تو مسیح سچ مچ بیٹا تھا اسی سے وہ مردے زندہ کرتا تھا اور مادر زاد اندھے کو اچھا کرتا تھا الغرض اسیطرح کے مکر سے اُسنے بیچارے سیدھے نصرانیون کو بہکا دیا اور اُسوقت نصرانیت کے واسطے بادشاہی نصرت نہین دی گئی تھی اور نصرانی خفیہ طور سے یہودیون سے ڈرتے ہوئے دین حق پر چلتے تھے پس ان مین یہ فتنہ پھیل گیا۔ شیخ ابن جریر نے ان اقوال مین سے جو الخنس کی تفسیر مین روایت کیے گئے ہین کسی قول پر جزم نہین کیا بلکہ توقف کیا اور کہا کہ شاید نجوم اور وحشی گاے و ہرن سب معنے مراد ہون مترجم کہتا ہے کہ رازی رح نے کہا کہ وحشی گاے و ہرن کے ساتھ خنس کی تفسیر کی گئی تو اس قول مین خنس بمعنے ناک کی گہرائی ہے اور ان دونون جانورون کی ناک بھی تقعیر کے ساتھ ایسی ہی ہوتی ہے لیکن معتبر وہی اول قول ہے کہ الخنس سے نجوم مراد ہین اور اسپر دو دلیلین ہین اول یہ کہ اسکے بعد اللہ تعالے نے واللیل اذا عسعس فرمایا اور اسکو وحشی گاے کی بہ نسبت نجوم سے زیادہ مناسبت ہے (دوم) یہ کہ اللہ تعالے کی قسم کا محل رتبہ مین زیادہ شریف ہوتا ہے تو جو چیز اعلی و اشرف ہو وہ محل قسم ٹھہرانے مین بہتر ہے یعنے ہم لوگون کو یہ چاہیے کہ اعلی و اشرف کو محل قسم قرار دین اور شک نہین کہ وحشی گاے سے نجوم کا مرتبہ اشرف ہے (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہے کہ یہ دلیلین اس صورت مین چلتی ہین کہ دونون مین سے ایک ہی معنے مراد ہون اور اگر دونون مراد ہون تو نہین چلینگے اور شیخ ابو السعود رح نے فقط نجوم سے تفسیر ذکر کی مترجم کہتا ہے کہ اکثر معارف ایسے ہین کہ ظاہری حواس سے ادراک نہین ہوتے بلکہ بعید معلوم ہوتے ہین حالانکہ فہم اسرار کے بعد انکا ادراک ایک شان رکھتا ہے واضح ہو کہ یہان حضرت ابن مسعود رض وغیرہ سے جو تفسیر وحشی گاے کی نقل کی گئی ہے شاید اس سے آیت کی تفسیر مقصود نہو بلکہ مطلب یہ ہو کہ الخنس الجوار الکنس عرب کی زبان کے موافق کیا چیز ہے تو معلوم ہوا کہ وہ وحشی گاے پر اطلاق ہوتا ہے پھر اسی تشبیہ سے نجوم پر اطلاق آیا ہے۔ دلیل اسپر یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رض نے ابو میسرہ سے پوچھا کہ تم کیا کہتے ہو یعنے تمہارے دیار مین کیا اطلاق ہے اور ایضا ابن عباس رض سے نجوم کی تفسیر بھی منقول ہے اور یہ وحشی گاے کی تفسیر بھی آئی بلکہ ایک روایت مین ہرن سے تفسیر آئی یعنے اسکا اطلاق وحشی گاے یا ہرن پر آیا ہے مقدمۃ التفسیر مین گذرا کہ ابن عباس رض نے چار قسم کی تفسیر بیان کی از انجملہ ایک قسم یہ کہ عرب اپنی زبان مین اسکو جانتے ہین۔ اس سے یہی مراد ہے کہ جیسے یہان الخنس الجوار الکنس کو عرب اپنی زبان مین یہ جانتے ہین کہ اسکا اطلاق وحشی گاے یا ہرن پر آتا ہے پھر آیت مین کیا مراد ہے تو ابن عباس رض سے روایت گزری کہ نجوم سیارہ مراد ہین فافہم واللہ تعالے اعلم اور آیندہ اشارات عرائس وغیرہ کا ذکر انشاء اللہ تعالے آویگا۔ واللیل اذا عسعس۔ یہان عسعس کی تفسیر مین دو قول ہین اور یہ دونون

اور کنوس دن مین چھپ جاتا ہی (ف) مترجم کہتا ہی کہ آفتاب دن مین نہین چھپ جاتا بلکہ اسی کی روشنی مین سب چھپ جاتے ہین تو شاید آفتاب کا کنس یہ ہی کہ رات مین چھپ جاوے واللہ تعالے اعلم امام ابن کثیرؒ کی تفسیر مین مذکور ہی کہ یہ مبارک آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مین تلاوت فرمائی ہین چنانچہ عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے صبح کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی تو سُنا کہ آپ قولہ تعالے فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس واللیل اذا عسعس والصبح اذا تنفس تلاوت فرماتے ہین (رواہ الامام مسلم والنسائی) مترجم کہتا ہی کہ شاید یہ مراد ہو کہ اسی قدر آیات پر اکتفا فرمایا اور شاید یہ کہ یہ سورہ تلاوت کیا اور یہی زیادہ صحیح ہی واللہ تعالے اعلم اور امام ابن جریرؒ نے بطریق خالد بن عرعرہ روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسکی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا الخنس الجوار الکنس ستارے ہین کہ دن مین مخفی ہو جاتے ہین اور رات مین کنس ہوتے ہین۔ھ۔ دوسری روایت مین کنس کی جگہ آیا کہ رات مین ظاہر ہوتے ہین (رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر) پھر ابن جریرؒ نے دوسری اسناد صحیح سے بھی حضرت علیؓ سے روایت کیا کہ یہ ستارے ہین۔ھ۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ سب اسناد صحیح جید ہی لیکن خالد بن عرعرۃ السہمی کے حق مین ابو حاتم الرازی نے کچھ جرح یا تعدیل نہین لکھی صرف یہ کہا کہ وہ حضرت علیؓ سے روایت کرتا ہی اور اُس سے قاسم بن عوف شیبانی اور سماک بن حرب روایت کرتے ہین ابن ابی حاتم نے بطریق حارث اعور عن علی رضؓ روایت کی کہ الخنس نجوم ہین مترجم کہتا ہی کہ حارث اعور مین کلام ہی ابن کثیرؒ نے کہا کہ نجوم سے تفسیر حضرت ابن عباس ومجاہد وحسن بصری وقتادہ وسدی وغیرہم سے مروی ہی ابن جریرؒ نے بکر بن عبد اللہ المزنیؒ سے روایت کی کہ الخنس نجوم چمکدار ہین جو مشرق کی جانب متوجہ ہو کر چلتے ہین بعضے ائمہ علماؒ نے کہا کہ نجوم کو خنس اسوقت کے اعتبار سے کہا کہ جب طلوع کرتے ہین (یعنے برج سے نکل کر اُسکو پیچھے چھوڑتے ہین) پھر آسمان پر روانگی کی حالت مین جواری ہین پھر جب غائب ہوتے ہین (برج مین چھپ جاتے ہین) تو اُسوقت کنس ہین جیسے ہرن جب اپنے مسکن مین آکر چھپ جاتی ہی تو اُسکو کنس کہتے ہین (دخل فی کناستہ یعنے اپنے رہنے کی جگہ غائب ہو گئی) (قول دیگر) الخنس سے مراد جنگلی گائے ہی چنانچہ ابراہیم نخعی نے مرسل کہا کہ عبد اللہ بن مسعود رضؓ نے کہا کہ الخنس جنگلی گائے ہین۔ یہی ابو میسرہ نے عبد اللہ رضؓ سے روایت کیا کہ مجھسے ابن مسعود نے فرمایا کہ مین بھی یہی جانتا ہون آبو داؤد الطیالسی نے بطریق سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ روایت کیا کہ الجوار الکنس گائے ہے جو سایہ مین کنس ہوتی ہی اور یہی سعید بن جبیر کا قول مروی ہی عوفی نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ یہ ہرن ہین اور یہ بھی سعید بن جبیر سے روایت ہی اور یہی مجاہد وضحاک سے بھی روایت ہی اور جابر بن زید ابو الشعثاؒ نے کہا کہ الخنس گائے و ہرن ہین اور ابن جریرؒ نے یعقوب الدورقی سے باسناد صحیح روایت کیا کہ مغیرہؒ نے کہا کہ مجاہد وابراہیم نے باہم اس آیت فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس کا مذاکرہ کیا تو ابراہیم نے مجاہد سے کہا کہ جو آپ نے اس آیت کے متعلق سنا ہو وہ بیان کیجیے تو مجاہدؒ نے کہا کہ ہم سُنی نہین کہتے ہین ولیکن کچھ لوگ کہتے ہین کہ یہ نجوم ہین تو ابراہیمؒ نے کہا کہ نہین آپ وہ بیان کیجیے جو آپ نے سنا ہی تو مجاہدؒ نے کہا کہ ہم سنتے تھے کہ یہ وحشی گائین ہین جب پھر کر اپنے مسکن مین چھپ جاوین تو ابراہیم نے کہا کہ لوگ حضرت علی پر جھوٹ باندھتے ہین جیسے یہ جھوٹ باندھا کہ آپ نے اسفل واعلی مین باہم ایک دوسرے کو ضامن ٹہرالیا مترجم کہتا ہی کہ اسفل واعلی مسئلہ موالات مین ہی اور بکثرت روایات سے ثبوت ہوا کہ شیعۂ کوفہ نے حضرت علیؓ پر آپ کی شہادت کے بعد ہی بکثرت جھوٹ باندھا اور جو فیصلے آپ نے اجتہاد حق سے کیے تھے اور اُن لوگون کی عقل وہان تک نہین پہونچتی تھی تو اُن کو بدلکر تحریف کر دیا حتی کہ جب ابن عباسؓ نے اسکو دیکھا تو افسوس کیا اور کہا کہ ان کمبختون نے حضرت علی رضؓ کا علم برباد کیا کیونکہ یہ جو لکھا ہی یہ کیونکر آپ فیصلہ کرتے یہ تو ایسے شخص کا کام ہی

نے کہا کہ زعم باطل کو (لا) سے مٹایا اور واللہ سے قسم اسکے خلاف پر واقع ہوئی مترجم کہتا ہے کہ دونوں طریقہ قریب ہیں اور ہر صورت
بہ لطیف بلاغت ہے اور یہاں بھی قسم سے یہ بات مذکور ہے کہ ماہو بقول شیطان الخ۔ اور (وانہ) لقول رسول الخ) یعنے لا واللہ یہ کسی
شیطان مردود کا قول نہیں ہے بلکہ یہ رسول کریم کا قول ہے یعنے اے کفار تمھارا گمان نہیں ٹھیک ہے بلکہ واللہ یہ وحی حق ہے اب ہیں
خلاصہ مطلب ہے آیات کی تفسیر بیان کردوں پھر اقوال مفسرین ذکر کردوں اللہ تعالے نے خنس اور لیل اور صبح کی قسم کھا کر
فرمایا کہ یہ قرآن وہ قول ہے جو فرشتہ مقرب نے ادا کیا اور قول شیطان نہیں ہے۔ قال تعالے فلا اقسم بالخنس میں قسم کھاتا ہوں خنس
کی۔ خنس سے ستارے مراد ہیں یا ہرن و نیل گائے۔ پھر خنس کی صفت فرمائی بقولہ تعالے **الجوار الکنس** چلنے والے چھپ
جانے والے ف یعنی ستارے چلتے ہیں اور برج میں یا دن میں چھپ جاتے ہیں اسطرح ہرن بھی چلتے ہیں اور اپنے بسیرے کی جگہ چھپ
جاتے ہیں تو قسم ایسے سیارات کی یا ایسے وحشی جانوروں کی **والیل اذا عسعس** اور رات کی جب پیٹھ پھیرے
ف یا سامنے آوے کیونکہ عسعس کے دونوں معنے آتے ہیں۔ یعنے اور رات کی قسم جبکہ اُسکی یہ حالت ہو۔ **والصبح اذا
تنفس**۔ اور صبح کی جب سانس لے ف یعنے نمودار ہو۔ پس ان چیزوں کی قسم سے فرمایا۔ **انہ لقول رسول کریم**
یہ قول ہے رسول بزرگ کا ف یعنے جبرئیل ؑ کا جسنے اللہ تعالے کا کلام ادا کیا ہے رازی رح نے لکھا کہ الخنس جمع خانس ہے جو خنوس سے
نکلا اور لغت میں اسکے معنے سمٹ جانا اور چھپ جانا۔ حدیث میں ہے کہ شیطان بندے کو وسوسہ دلاتا ہے پھر جب اُسنے اللہ تعالے
کا ذکر کیا تو خانس ہو جاتا ہے یعنے سمٹ جاتا ہے اور اسی وجہ سے شیطان کا نام خناس ہے مترجم کہتا ہے کہ اصل روایت یہ ہے کہ شیطان
اپنی سونڈ بڑھا کر انسان کے قلب پر رکھتا ہے اگر بندے نے اللہ تعالے کو یاد کیا تو اپنی سونڈ سمیٹ کر کھسک جاتا ہے اور جب غافل
ہوا تو پھر سونڈ بڑھاتا ہے رازی رح نے لکھا کہ کنس جمع کانس ہے اور وحشی ہرن و نیل گائے وغیرہ جہاں چھپ رہتے ہیں اگر بھاگ کر
وہاں چھپ جاوے تو کہتے ہیں کہ (کنس) اسطرح عورت اگر اونٹ پر ہودج سے نکلی پھر اُسی میں گھس گئی تو کہتے ہیں کہ (کنست)
یعنے جیسے ہرن اپنے کناس میں چھپ جاتی ہے اسطرح عورت اپنی ہودج میں چھپ گئی (تفسیر کبیر) الجوار۔ اصل میں الجواری جمع جاریہ ہے
یعنے چلنے و روان ہونے والے جیسے کشتی کو جاریہ بولتے ہیں پس الخنس الجوار الکنس کے یہ معنے ہوئے کہ پچھڑنے والی روان ہونے والی اپنی
جگہ چھپ جانے والی۔ م۔ سوال یہ کہ اس سے کیا مراد ہے (جواب) یہاں تین قول ہیں (اول) پانچ ستارے چلنے والے جنکو خمسۂ متحیرہ کہتے
ہیں یعنے چلنے میں متحیر ہیں کہ اُلٹے چلتے ہیں پھر ٹھیک ہو جاتے ہیں تو انکا پچھڑنا و ٹھیک ہونا بھی خنس ہے پھر کنس یہ کہ آفتاب کی
روشنی میں غائب ہو جاتے ہیں اور شک نہیں کہ اس عجیب حالت میں اسرار دقیق ہیں اور عظیم قدرت کے آثار ہیں (کبیر) اور بعض
نے کہا کہ انکا کنس یہ ہے کہ بروج میں چھپ جاتے ہیں (قول دوم) یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عطاء و مقاتل اور قتادہ رح نے کہا کہ
الخنس سب ستارے ہیں کہ دن میں خنس ہو جاتے ہیں اور رات میں کنس ہو جاتے ہیں جیسے وحشی جانور اپنے کناسہ میں بیٹھا ہوا نظر آتا ہے
اقول حضرت علی سے روایت ہے کہ پانچ ستارے زحل و عطارد و مشتری و بہرام و زہرہ ہیں اور یہی کہکشان کو طے کرتے ہیں انکے سوا سے
کوئی نہیں وہاں گزرتا ہے (قول سوم) سات ستارے چلتے ہوئے یعنے سبعہ سیارہ ہیں جنکے طلوع و غروب کے مقامات جدا جدا بدلتے
ہیں تو خنوس یہ کہ اپنے اول مقام طلوع سے پچھڑتے اور دور ہوتے جاتے ہیں پھر آخر سال پر اول مطلع میں کنس یعنے رجوع کرتے ہیں
(تفسیر کبیر) ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ ستارے جنکو سبعہ سیارہ کہتے ہیں مع چاند اور سورج کے (یعنے نو ہوئے) اور خنوس رجوع

(السراج) ہم اپنے رب الرحمٰن سبحانہ تعالےٰ سے عفو ومغفرت مانگتے ہین

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۙ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۙ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۙ وَالصُّبْحِ اِذَا

سو قسم کھاتا ہون پیچھے ہٹ جاتے سیدھے چلتے دبک جانے والون کی اور رات کی جو اُسکا اٹھان ہو اور صبح کی جب

تَنَفَّسَ ۙ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۙ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۙ

دم بھرے مقرر یہ کہا ہوا ایک بھیجے عزت والے کا قوت رکھتا تخت کے مالک پاس درجہ پایا

مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۭ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۚ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۚ

سب کا مانا وہان کا معتبر ہے اور تمھارا رفیق بھی کچھ نہین دیوانہ اور اسنے دیکھا ہے اسکو کھلے کنارے آسمان کے

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۚ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۙ فَاَيْنَ

اور یہ غیب کی بات پر نہین بخیل اور یہ کہا نہین کسی شیطان مردود کا پھر تم

تَذْهَبُوْنَ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۙ لِمَنْ شَاۗءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۭ

کدھر چلے جاتے ہو یہ تو ایک سمجھوتی ہے جہان کے واسطے جو کوئی چاہے تم مین کہ سیدھا چلے

وَمَا تَشَاۗءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور تم جبھی چاہو کہ چاہے اللہ جہان کا صاحب

اللہ تعالےٰ نے اپنے ظہور شان قدرت کے قسم کے ساتھ اظہار فرمایا کہ یہ قرآن جو رسول حبیب اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سناتے ہین اللہ تعالےٰ نے بذریعۂ فرشتہ مکرم کے وحی فرمایا ہے اور اس تذکرہ سے اہل رحمت اپنے رب عزوجل کی صفات الوہیت یادکر کے نورانی ہوتے ہین اور یہ کسی شیطان کے القاء سے نہین ہے جسکو جہنمی پہچانتے ہین اور وہی شبہہ بہتان باندھتے ہین حالانکہ خود یہ اقرار کرتے ہین کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کاہنون سے کچھ نسبت نہین ہے اور اس کلام کو جو وہ سناتے ہین کاہنون کے کلام سے کچھ مشابہت نہین ہے پھر بھی ہٹ دھرمی سے کہانت کہتے ہین اور ہٹ دھرمی ان لوگون کی خاصیت ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ جسنے اپنے پیدا کرنے والے رب عزوجل سے کفر کیا تو اس سے بدتر بے انصاف کیا ہوگا تو رسول اللہ کو بھی کاہن کہتے اور انکی تلاوت قرآن کو کہانت کہتے ہین لیکن جب کچھ مشابہت نہین پاتے بلکہ برعکس پاتے ہین تو باہم اختلاف کر کے کہتے ہین کہ نہین بلکہ یہ جادو ہے اور کبھی شعر کہتے ہین اللہ تعالےٰ نے رد کر دیا بقولہ تعالےٰ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ - نہین مین قسم کھاتا ہون خنس کی ف (فلا) کلمہ نفی ہے۔ سوال ہوا کہ کیا قسم کی نفی ہے یعنے مین قسم نہین کھاتا ہون یا کسی چیز کی نفی ہے (جواب) مفسرین کے اقوال قولہ تعالےٰ فلا اقسم بیوم القیامۃ الخ۔ کی تفسیر مین مفصل لکھے گئے ہین اور خلاصہ یہ کہ خطیب وغیرہ نے لکھا کہ (لا) زائد ہے اور اسکے یہ معنے نہین ہوتے کہ (لا) بے فائدہ بڑھا دیا گیا ہے کیونکہ یہ خیال ایسے جاہل سے ہوگا جو زبان فصیح عربی سے بالکل واقف نہو جیسے اس زمانے مین بعضے عجمی جاہل بوجہ نجاست کفر وشرک کے ایسے اعتراضات سے اپنے آپ کو فضیحت کرتے اور مکر سے لوگون کو سرراہ کھڑے ہوکر دھوکا دیتے ہین لہذا جان رکھنا چاہیے کہ امام سیوطی رح نے اتقان مین اور جماعت کثیر نے صریح بیان کیا کہ اس کلمہ سے بلاغت کے عظیم فوائد ہین اور عرب فصیح کا مشہور محاورہ ہے کہ لا واللہ۔ نہین واللہ یہ نفی کی تاکید ہوتی ہے گویا یون کہا یہ نہین ہے واللہ یہ نہین ہے۔ اور بعض

لہٰذا اللہ تعالیٰ پر ذلیس جسنے آج ہی چار پیسہ سے تجارت کی اور بھروسا کیا تو ممکن ہی کہ سچے بھروسے پر اُسکو دوآنہ نفع ہوا اور حدیث
مین ہی کہ دیکھو چڑیان اپنے رب تعالےٰ پر بھروسا کر کے صبح کو خالی پیٹ جاتی ہین اور شام کو پوٹے بھرے ہوئے آتی ہین اگر تم بھی اللہ
تعالےٰ پر پورا توکل کرو تو تم کو بھی رزق عطا فرمادے اس حدیث مین کامل ارشاد ہی کہ چڑیان اپنی معاش کی تدبیر مین اپنے حواس کے موافق
جاتی ہین یہ نہین کہ اپنے گھونسلے مین پڑی رہین اور ارشاد ہی کہ چڑیان کل برسون کے لیے پہلے سے سامان جمع نہین کرتی ہین بلکہ
اُنکو خوب بھروسا ہی کہ رب عز وجل اُنکو کل رزق عطا فرماد یگا تو اس سے معلوم ہوا کہ توکل یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق مقدر حاصل
ہونے پر بھروسا کرے لیکن حواس کے موافق تدبیر آسان عمل مین لاوے نہین تو فطرت کے حکم مین نافرمانی کرنے والا ہوگا اور شاید اس
نافرمانی کی سزا مین یہ مقدر ہو کہ اسکو فاقہ دیا جاوے اسیطرح آیت مین مومنون کے لیے حکم دیا کہ جہانتک تم سے ہوسکے کافرون سے قتال
کے لیے قوت اور گھوڑے جمع کرو۔ مد۔ کیا جاہل صوفی اس سے منحرف ہی کیا یہ کہتا ہی کہ اسکی کیا ضرورت ہی اگر فتح مقدر ہوگی تو بے گھوڑے
و ہتھیار کے حاصل ہو جاویگی مترجم کہتا ہی کہ یہ مضمون تو درمیانی طول بیان ہی اور ہمارا اصل کلام یہ تھا کہ ہمارے متکلمین نے حواس کو جو بیچا پنے
کا اُلہ بتلایا ہی تو یہ ٹھیک ہی کیونکہ ہم جب ان چیزون کو پہچانینگے تب تو جسم کے واسطے نفع کی چیزین اور ضرر کی چیزین جانینگے تو حواس سے
یہ کام لینا ٹھیک ہی اور رہے علوم روحانی اور معرفت آخرت تو اُسکے واسطے عقل روحانی ہی اور اگر حواس سے کوئی چاہے کہ ہم وہ
علم جانین یعنے وہ بات سمجھ جاوین تو یہ غیر ممکن ہی اور وہ کبھی نہین سمجھیگا۔ اسی مقام سے تم کو صاف علم حاصل ہوا کہ جو لوگ دنیاوی منفعت
جسمانی حاصل کرنے کے آلات وکلین اور عجیب عجیب صنعتین حواس سے نکالتے ہین کامل ہین تاکہ جسمانی عیش مین کام آوین تو یہ
دلالت نہین کرتا کہ اُنکو معرفت روحانی و آخرت مین بھی ایک ذرہ حاصل ہی کیونکہ یہ چیزین تو حواس کے نتائج ہین اور ایسے عمدہ حواس
بھی ہرگز یہ طاقت نہین رکھتے کہ جو بات عقل روحانی سے معلوم ہوتی ہی اُسکا ایک ذرہ ادراک کرین مترجم کہتا ہی کہ مین نے بارہا تجربہ
کیا کہ اس قوم مین سے لائق مدعی سے علوم عقلیہ کی ادراک کا اندازہ کرون تو اُسکو حیرت سے منہ تکتے پایا یعنے ان معارف
کو بالکل نہین سمجھتا ہی اس زمانے مین بکثرت نیچری دہریہ ہین جو انھین صنعتون کو دیکھکر یہ یقین کرنے لگے کہ جس قوم مین اعلیٰ درجہ
کی عقل و دانائی ہی اسی کی عقل پر ہم کو بھی ایمان لانا واجب ہی اور آخر دہریہ ہوگئے یہ عجب فتنہ ہی کیونکہ سوائے عارف کے کوئی
نہین سمجھتا کہ یہ سب دانائی آخرت کی معرفت مین بالکل بیکار ہی تو بھلا اللہ تعالےٰ کی شان الوہیت یا صفات قدس کی معرفت
مین کس قدر معدوم ہوگی ولیکن عوام جاہلون کے واسطے یہ عجیب فتنہ ہی جسکی خبر بطور معجزہ کے حدیث صحیح مین موجود ہی کہ قیامت کے
روبرو ایسے فتنہ ہونگے کہ حکیم حیران رہ جاویگا۔ مد۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید مین ہر چیز سے آگاہ کیا از انجملہ حضرت سلیمان کے لیے
صنائع دنیاوی آرایش کے لیے متمرد شیاطین مسخر تھے اور ان آیات کی تفسیر دیکھو اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمانے والا ہی پس ان حواس
کے خیالات چھوڑ کر دلائل عقلی سے سمجھ حاصل کرنے کو یقین لاؤ کہ جس دن یہ علامات واقع ہونگے اور حواس خبط ہو جائینگے اور ظہور ارواح
ہوگا تو بیشک اُس دن ہر نفس کو ضرور معلوم ہوگا جو اُسنے بھیج رکھا ہی پھر مین نے شیخ ابو السعود کی تفسیر مین احضار اعمال کی تحقیق دیکھی
جسکو خاتمہ کے بعد فائدہ مین انشاء اللہ تعالےٰ ذکر کرونگا اور واضح ہو کہ عوام کو اس قدر خوف نہین ہوتا جس قدر خاص لوگ ڈرتے ہین
خصوص جبکہ اپنے اعمال نیک سے بھی شرمندہ ہین خطیب رح نے لکھا کہ حضرت ابن مسعود رض سے روایت ہی کہ پڑھنے والے نے اُنکے سامنے
یہ سورہ تلاوت کرنا شروع کیا جب اس آیت پر پہونچا تو ابن مسعود رض نے آہ کے ساتھ کہا کہ وہ وقت اسکی پیٹھ ٹوٹ جانیکا وقت ہی

کہ جسم نجس و موذی و بدخصلت ہوجاویگا اور خود اپنی جان کو ہلاک کرنے والے کے واسطے جہنم ہے تو حواس کے موافق عمل کرنا جسم کی پرورش مین لازم ہے اور حواس سے سور اور بکری مین تمیز کرنا اور سنکھیا و نمک مین تمیز کرنا لازم ہے اور بیماری مین پرہیز رکھو اسی مقام سے معلوم ہوا کہ اکثر جاہل جو عوام کو دھوکا دیتے ہین کہ یہ صنعت و حرفت و زراعت و تجارت کچھ نہ کرو جو تقدیر مین ہے وہ ضرور ملیگا۔ یہ لوگ اسرار شریعت سے جاہل ہین نکا یہ فقرہ بالکل صحیح ہے کہ جو کچھ تقدیر مین لکھا ہے وہ ضرور ملیگا بیشک یہی ہے لیکن اسکے بعد اسکو یہ کہنا لازم تھا کہ تم کو چاہیے کہ اللہ تعالے کے دیے ہوے حواس کے موافق عمل کرو کیونکہ تم یہ نہین جانتے ہو کہ تقدیر مین کیا لکھا ہے بلکہ جب تمھارے عمل کرنے کے بعد نتیجہ نکلے گا تب اُسوقت مطمئن اور بہار ئیطرح قائم ہو اور اضطراب نہ کرو اور جان لو کہ یہی تقدیر مین لکھا تھا یہ نہین کہ تم کافرون کی طرح کہنے لگو کہ افسوس اگر ہم اسطرح جو تدبیر کرتے تو وہ نتیجہ نکلتا جو ہم چاہتے تھے یہ جہالت ہے اس جاہل نے پہلے جو تدبیر کی تھی اُسیوقت یہ کہتا تھا کہ اسی تدبیر سے وہ نتیجہ نکلیگا جو مراد ہے پھر نہ نکلا اور اب کہتا ہے کہ نہین بلکہ دوسری تدبیر کرتا تو میری مراد کا نتیجہ نکلتا بھلا اس احمق کو کیسے معلوم ہوا کہ یہی ہوتا جیسے پہلے گمان مین غلط نکلا تھا اب بھی غلط ہوتا تو تم قطعًا جان لو کہ اُسوقت تو لاکھ تدبیرون سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہان اب پھر حواس کے موافق تدبیر کرو شاید اللہ تعالےٰ نے دوسرے وقت پر اس مراد کا ملنا مقدر کیا ہو۔ الغرض تقدیر تو اللہ تعالے کے علم کا نام ہے اور ہم نہین جانتے کہ ہین کہ اللہ تعالے نے ہمارے لیے کیا جانا اور مقدر فرمایا ہے تو ان جاہلون کے کہنے مین بعضے عوام لوگ سب چھوڑ کر بیٹھ جاتے ہین جب مہینہ بھر کے بعد اُنکو فاقہ ہونے لگتا ہے تو تقدیر سے بداعتقاد ہوکر پھر اپنی مدبیر کرنے لگتے ہین اور کمائی سے آسودہ ہوکر کہتے ہین کہ بھائی سب تدبیر ہے اور ہم نے تقدیر پر بھروسا کیا تھا تو فاقے کی نوبت پہونچی یہ نہین سمجھا کہ جو کچھ اُسنے کہا یہ بھی مقدر تھا بلکہ غلطی یہ کی کہ حواس کے موافق عمل کرنے مین اُسکے لیے پچاس روپیہ مقدر تھے اور ہاتھ پانؤن توڑ کر بیٹھنے مین فاقہ مقدر تھا اُس نادان نے جاہل صوفی مکار کے کہنے سے یہ خیال کیا کہ تقدیر پر بیٹھ رہو تو بھی پچاس ملین یہ غلطی تھی اُسنے کہان سے جانا کہ تقدیر مین میرے لیے یہ لکھا ہے۔ یہ تو اللہ تعالے کے علم مین ہے اور صوفی جاہل فقط حواس کو کام مین لانے سے یہان نافرمانی کرتا ہے کہ صنعت و زراعت وغیرہ سے کچھ متاع حاصل نہ کرونگا آرام سے پڑا رہونگا مین بڑا متوکل ہون۔ تدبیر نہین کرتا ہون یعنے اللہ تعالے نے جو حواس دیے تھے کہ یہ جسم کی پرورش کے واسطے اجل تک متاع حاصل کرنے کے کام مین لاؤ۔ مین یہ نہین کرتا کہ جسم کو راحت و معیشت پہونچانے کے کام مین لاؤن لیکن یہ صوفی اپنی مسند پر اونچے کوٹھے پر بیٹھا ہے سردی مین کمل وغیرہ بہم پہونچا کر اوڑھنے کی تدبیر کرتا ہے اور جب کبھی کوٹھے سے اُترنے لگا تو خادم کو حکم دیا کہ لالٹین کو دکھلاؤ اور اگر زینہ نہو تو تدبیر کرکے سیڑھی لگاؤ۔ اگر کہیے کہ یہ سب آپ بڑے متوکل کیون کرتے ہین تو یہی جواب ہے کہ کیا جان دین جو نہ اوڑھنے کی فکر کرین اور نہ بچھونے کی اور روشنی نہو تو زینہ پر پانؤن پھسلنے سے موچ آجاوے اور زینہ نہین ہے تو بغیر سیڑھی کے کیونکر کودین چوٹ آجاویگی یا مرجاوینگے ان بڑے متوکل صاحب سے کہا جاوے کہ آپ یہان یہ سب تدبیرین کیون کرتے ہین کیا وہ فقرہ اسوقت یاد نہین رہا کہ ہم تقدیر پر ہین تدبیر نہین کرتے یہ توکل کے خلاف ہے تو پھر یہان بھی کوٹھے سے کود و اور کہو کہ تقدیر مین ہوگا تو چوٹ وغیرہ نہ آویگی نہین تو بے کودے چوٹ آویگی۔ تو متوکل سب بھول گیا اور کہا کہ جان ہلاک کرنا حرام موت ہے حق یہ ہے کہ بے شک جو بات مقدر ہے وہی ہوتی ہے لیکن ہم لوگون کو حکم ہے کہ حرام موت نہ کماؤ کوٹھے سے نہ کودو اور سنکھیا نہ کھاؤ ہم نہین کودتے بلکہ سیڑھی کی تدبیر کرتے ہین اور سنکھیا نہین کھاتے اور یہ جانتے ہین کہ اگر مقدر موت ابھی نہین ہے تو ہم سنکھیا سے ہرگز نہ مرینگے لیکن ہم یہ نہین جانتے کہ اسوقت موت مقدر ہے یا نہین ہے تو ہم پر یہی لازم ہے کہ ہم خود سنکھیا نہ کھاوین اسیطرح تن ڈھک کر نماز پڑھنا فرض ہے اور تن کو اتنی غذا دینا فرض ہے کہ جان رہے اور فاقہ سے حرام موت نہو اور زوجہ و اولاد کا روزینہ فرض ہے انکو دو تو ان چیزون کے حاصل کرنے کی تدبیر فرض ہوئی پس کمائی فرض ہے تو جو کوئی فرض ترک کرے وہ گنہگار ہے جاہل صوفی نے بیکار مہمل ہونے کا نام توکل رکھا یہ اُسکی غلطی ہے بلکہ توکل یہ ہے کہ نتیجہ و مراد

تم نے ہمارے یار سے اس معاملے مین اسوقت کفایت کی ورنہ مین بھی آتا اور اب مین انشاءاللہ تعالے دوسرے موقع بعث وحشر کے بعد ظہور
عذاب النار کے وقت آڑے آؤنگا مترجم کہتا ہی کہ بظاہر اس سے مراد وہ وقت ہی جب حشر مین عنق النار ظاہر ہوکر لپٹ مارتی تو روزے
فضائل مین آیا ہی کہ وہ روزہ دار کے سامنے آڑ ہوکر لپیٹ کر سرد کر دیگا اور صدقے کی فضیلت مین بھی ایسا ہی وارد ہوا ہی اور حدیث مین ہی
کہ بعث حشر کے وقت مومن کے ساتھ اُسکے اعمال بھی نکلکر کہینگے کہ اے دوست اب مجھپر سوار ہوکر اپنے رب تبارک وتعالے کی حضوری مین
چلیے اور کافر کا عمل مجموعی نکلکر اُس سے کہیگا کہ ٹھہر مین تجھپر سوار ہوکر چلونگا پس اُسپر سوار ہوجاویگا۔ سورہ تبارک الملک کی فضیلت مین گذرچکا
اُسنے اپنی تلاوت کرنے والے کی شفاعت کرکے اُسکو بخشوالیا۔ اور سورۂ بقرہ وآل عمران کی صورت کی تشبیہ انکے شروع ہونے کے وقت
بیان ہوچکی ہی اور اسی طرح نماز کا محشر مین آنا اور اپنے نمازی کی سفارش کرنا مصرح ہی اسیطرح جمیع اعمال خیر کے واسطے احادیث صحیحہ مین اس کثرت
سے بیان آیا ہی کہ اسکے بعد ہرگز متکلمین کے خیالات کی تاویل کو گنجایش باقی نہین ہی اور سیوطی رح نے ائمہ صالحین سلف کا یہی قول بیان کیا ہی اور مین
کہتا ہون کہ بتوفیق اللہ سبحانہ تعالے مین نہین سمجھتا کہ کوئی عالم اس قول مین تردد کرے ورنہ وہ ہنوز جاہل ہی اور تم دیکھتے ہو کہ موت کیا چیز ہے۔
موت درمیان جنت ودوزخ کے لائی جائیگی جب دوزخ مین فقط دوزخی رہ جائینگے اُسوقت موت ایک سیاہ مینڈھے کی صورت مین
لائی جاویگی اور پوچھا جاویگا کہ اے اہل جنت اسکو پہچانتے ہو وہ کہینگے کہ ہان یہ موت ہی۔ اسیطرح دوزخیون سے پوچھا جائیگا کہ ای اہل دوزخ
تم اسکو پہچانتے ہو کہ یہ کیا چیز ہی وہ کہینگے ہان ہم پہچانتے ہین یہ موت ہی پھر وہ دونون فریق کے سامنے ذبح کردی جائیگی اور پکار دیا جائیگا کہ ای اہل جنت
تمھارے لیے ہمیشگی ہے کبھی موت نہین ہی اور اے اہل جہنم تمھارے لیے ہمیشگی ہی کبھی موت نہین ہی مترجم کہتا ہی کہ دیکھو وہان اہل جہنم نے بھی
موت کو اس صورت مین دیکھکر پہچان لیا پس نور عقل سے سمجھ لو کہ وہان اللہ تعالے کی قدرت سے جو ظہور ہوگا وہ کس شان کے ساتھ ہی یعنی
عقول اپنی اپنی لیاقت سے وہان ہر چیز خود پہچان لینگی اور وہان اس جسمانی حواس پر مدار نہین ہی کیونکہ وہان جسم کی پرورش دنیاوی اناج
پانی وغیرہ سے مقصود نہین ہی جسکے واسطے دنیا مین یہ حواس دیے گیے ہین تو وہان ان حواس کا کچھ کام نہین ہی اور روح کو پہچاننے مین کچھ تردد
نہوگا کیونکہ ایسی چیزون کا پہچاننا روح ہی کا کام ہی اور جس نے حواس سے یہ کام لینا چاہا وہ برباد ہوا جیسے دنیا مین کافرون نے حواس کو اپنی
حد سے بڑھایا اور کچھ نہ پایا کیونکہ حواس تو یہان موت کو ہرگز نہین پہچانتے ہین تو بھلا صورت مین کیا پہچان سکتے تھے ولیکن وہان ظہور روحانی
ہی اور اس سے معلوم ہوگیا کہ جسے علوم معرفت مین یہان حواس حسی کا بنایا ہوا جملہ ملاکر استدلال قائم کیا وہ کبھی ٹھیک نہوگا ہمیشہ غلط کریگا
اگر کہو کہ ہمارے متکلمین علماء نے تو حواس کو پہچاننے کا آلہ بتلایا ہی کہ ہم حواس سے موجودات کو پہچانتے ہین اور اسی سے فرقہ سوفسطائیہ
کو رد کیا ہی (جواب) متکلمین نے حواس سے جو کام لیا وہ ٹھیک ہی کیونکہ مین نے خود کہا کہ حواس اسی جسم کی پرورش کے لیے اجل تک عطا ہوے ہین
بعد مرگ کے ان حواس کا وجود نہین رہتا ہی اسیواسطے جسمی پرورش کے متعلق کوئی پیغمبر نہین بھیجا گیا کہ جو اسکا طریقہ سکھلاتا اور جسم کی پرورش
مین ہم کو ضرورت ہی کہ چیزون کو پہچانین کہ یہ آگ ہی اس سے بچو ورنہ بدن جل جائیگا اور کپڑے مین آگ لگ جائیگی اور یہ سنکھیا ہی اسکو نہ کھاؤ
نہین تو مرجاؤگے اور کوٹھے سے بذریعہ زینہ یا سیڑھی کے اترو نہین تو گروگے ٹانگ ٹوٹ جائیگی۔ اور اس طریقے سے زراعت وتجارت کرو اور
اس ہوش سے یہ صنعت نکالو جس سے یہ مراد حاصل ہو تاکہ جسم کو غذا وراحت حاصل ہو اور یہ کل بناؤ جس سے یہ فائدہ ملے اسیواسطے اللہ تعالے
نے اس فنون کے لیے کوئی رہبری کرنے والا نہین بھیجا بلکہ عجب قدرت سے مخلوق مین حواس دیدیے کہ انھین کے موافق عمل کرو اور اس عمل کرنے
مین جس طریقے مین آخرت کا ضرر تھا وہ بتلادیا مثلاً تجارت کی خرید وفروخت مین بیاج وسود حرام ہی اور سور و درندہ کے گوشت سے بچو

نے اول مین لکھا ہی بالکل بے دلیل ہی اور قدرت الٰہیہ کے سامنے اسکا ذکر کرنا بالکل غلط ہی اور زیادہ سے زیادہ اسی قدر کہو کہ ہم
یہ خوب جانتے ہین کہ جو کچھ اللہ تعالے نے فرمایا ہی وہ بالکل سچ وصحیح ہی اور بے شک ہر نفس جان جائیگا جو کچھ اسنے حاضر کیا تھا
اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت نہایت آسان ہی جسنے ان مردون کو جو خاک ہو گئے تھے اور کہین انکے اجسام نظر نہین آتے تھے صاف
زندہ کر کے اُٹھا دیا ہی اسیطرح وہ اُنکے اعمال معلوم کرا دیگا جو تم کو نظر نہین آتے ہین اور رازی نے جو تاویلین بیان کین ہین وہ ٹھیک نہین
ہین کیونکہ قولہ تعالے اذا الصحف نشرت اوپر موجود ہی تو قولہ تعالے علمت نفس ما احضرت کے وہی معنے لینا ٹھیک نہین ہی اور حق
یہ ہی کہ انسانی اعمال یہان مخفی رکھے گئے ہین اور مثلاً پھول کے درخت مین سے پھول آخر نکلکر ظاہر ہو جاتا ہی کہ خوشبودار ہی یا بدبودار
ہی اور اُسکی صورت کیسی ہی اور انسانی اعمال کی صورتین آخرت مین اسکو ظاہر ہونگی کیونکہ اگر یہان ظاہر ہون تو حکمت امتحانیہ باقی نہ رہے
اسلیے کہ مومن کے اعمال خوبصورت ظاہر ہون اور کافر کے اعمال قبیحہ بدصورت بدبودار ظاہر ہون لہذا مخفی فرمائے گئے ہین ولیکن حضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو آگاہ فرمادیا تو یہی ہمارا ایمان اور عین صدق وصواب ہی اور چونکہ اسکے سمجھنے کے واسطے عقل ایمانی
کی ضرورت ہی لہذا قرآن مجید مین اسکو مصرح نہین فرمایا کیونکہ کفر کی حالت مین انسان احمق ہوتا ہی تو وہ اُسکو سنکر بالکل انکار کرتا اور بسا اوقات
صرف آدمی اسی بات کی وجہ سے منکر کافر ہو جاتا حالانکہ یہ ایسی بات نہین ہی جسکا ماننا اسی وقت ضروری ہو۔ اگر کہو کہ بعث قیامت
بھی بعید سمجھتے اور منکر ہو جاتے تھے (جواب) ہان لیکن اسپر ایمان موقوف ہی اور جب تک اُسکو نہ مانے تب تک ایمان ہی نہ ہوگا لہذا اُس کو
بالضرور بتاکید صریح بیان فرمایا برخلاف مسئلہ اعمال کے اور یہ بھی حواس کے نزدیک مشکل ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ فلسفہ وکلامیہ کے نشاق
لوگون پر اُسکا سمجھنا دشوار ہو گیا اور اسکی تاویلین کرنے لگے اسلیے اُسکو عموم دعوت قرآن مین صریح نہین بیان فرمایا پھر جب ایمان لانے
سے قلب کی سیاہی دور ہوئی اور نور عقل نے ظہور کیا اور جسمی حواس کا تسلط دور ہوا تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب جلیل
جل جلالہ کی شان قدرت سے ذرہ حکمت کو اس معاملے مین بیان فرمایا۔ حدیث مین بکثرت صریح بیان ہی کہ ان اعمال نیک کے واسطے
خوبصورت شکلین ہین اور اعمال قبیح کے واسطے قبیح صورتین ہین مثلاً حدیث مین ہی کہ جب بندہ بعد موت کے دفن ہوتا ہی تو اگر ایماندار صالح
ہی تو اسکے اعمال صالحہ خوبصورت اُسکے ساتھ ہمنشین ہوتے ہین جنسے وہ بہت ہی خوش ہوتا ہی اور محبت والفت کرنے لگتا ہی اسیطرح
بے ایمان اپنے پاس نہایت قبیح صورت دیکھکر ڈرتا و پریشان ہوتا ہی کہتا ہی کہ تو کون شخص ہی کہ تجھسے مجھے بدبختی و شرارت نظر آتی ہی وہ کہتا ہی کہ ارے
تو مجھے نہین پہچانتا ہی مین تو تیرا عمل ہون۔ حدیث مین ہی کہ مومن صالح جب دفن ہوتا ہی تو اُسکے اعمال صالحہ نماز وزکوۃ و حج وغیرہ اُسکے چارون طرف
بیٹھتے ہین اور روزہ ایک طرف بیٹھتا ہی اور ایک روایت مین بجائے روزہ کے دوسرا عمل صالح مذکور ہی جو مترجم کو اسوقت یاد نہین ہی اور یہ روایا
صحیحہ قولہ تعالے یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی الآخرۃ الآیہ۔ کی تفسیر مین مذکور ہو چکے ہین بالجملہ یہ اعمال صالحہ
اُسکے گرد بیٹھ جاتے ہین پھر اللہ تعالے ایک ٹکڑا عذاب کا ہولناک صورت مین اُٹھاتا ہی (وہ منکر ونکیر فرشتے ہین جنکی آنکھین ہولناک چمکتی ہین)
وہ اس میت کی طرف آتا ہی۔ اس عذاب کے فرشتے جب میت کے پائنتی پہونچتے ہین تو عمل صالح کہتا ہی کہ خبردار تم ہمارے یار کے پاس سے الگ
رہو۔ وہ فرشتے اس نورانی صورت کی بات سنکر ٹھہر جاتے ہین اور گھومکر دوسری طرف جاتے ہین وہان کے عمل صالح سے یہی جواب پاتے ہین غرض کہ
چارون طرف راہ نہین پاتے آخر پھر پائنتی آتے ہین اور کہتے ہین کہ اے بندۂ خدا ہم بھی خدائے تعالی کی طرف سے مامور ہین تو وہ کہتا ہی کہ اچھا تم
الگ رہو اور جو کچھ کہنا چاہتے ہو وہ کہو بس وہ اس سے تعمیل کرتے ہین اور جب چلے جاتے ہین تو روزہ (یا جو عمل الگ تھا) کہتا ہی کہ اے دوستو

اُسکے اعمال قبیحہ کے ساتھ بقدر اعمال کے عذاب کریگی اور یہ لطیف معنے ہین جس سے اللہ تعالی کی قدرت ظاہر ہی جیسے دنیا مین کھاری پانی اور میٹھے پانی مین اللہ تعالی کی قدرت سے پردہ حائل ہی جو نظر نہین آتا لیکن یہ بدیہی نظر آتا ہی کہ وہ دونون باہم خلط نہین ہوتے ہین اور آیندہ انشاء اللہ تعالے ہولناک عذاب دوزخ کا بیان آویگا نعوذ باللہ من النار۔ **وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ**۔ اور جب جنت قریب کی جائیگی ف تاکہ جنتی اُسمین داخل ہوکر رحمت الٰہی کامل پاوین جسکا اندازہ عقل کے حیطۂ امکان سے باہر ہی اسلیے کہ اللہ تعالی کی صفت پاک کسی مخلوق کے اندازہ مین نہین آسکتی ہی اور یہ بدیہی بات ہی۔ بالجملہ ازلفت بمعنے نزدیک کی جائیگی۔ یہی تفسیر ضحاک وقتادہ وابومالک وربیع بن خثیم وغیرہ سے منقول ہی کما فی تفسیر الحافظ رح اور سراج مین ہی کہ حسن بصری رح نے کہا کہ اہل جنت اُس سے قریب کردیے جاوینگے اور یہ معنے نہین ہین کہ جنت اپنی جگہ سے اٹھاکر پاس لائی جاویگی مترجم کہتا ہی کہ جہنم مین سے ایک گردن نکلکر محشر مین ظاہر ہوگی تو اسیطرح وہان جنت کا ظاہر ہونا ممکن ہی اور جو چیز یہان مادی حواس مین سمجھ مین آنا مشکل ہی وہان روحانی ظہور مین آسان ہوگی واضح ہو کہ ان بارہ چیزون کا ذکر ہوا اور ابھی تک اسکا جواب نہین معلوم ہوا یعنے جب ایسا ہوگا الخ۔ پس جواب آگے ہی بقولہ تعالے **عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ**۔ جان جائیگا نفس جو کچھ اُسنے حاضر کیا تھا ف یعنے ہر نفس کو اُس روز وہ سب معلوم ہو جائیگا جو اُسنے نیکی یا بدی سے حاضر کیا تھا۔ حضرت عمر و ابن عباس نے فرمایا کہ یہ سب بیان اسیکے واسطے تھا خلاصہ یہ کہ اول سے اللہ تعالے نے بارہ چیزین بیان فرمائین کہ جب آفتاب لپیٹ کر بے نور کیا جائیگا اور یہ ہوگا اور یہ ہوگا آخر تک تو اسوقت ہر نفس کو اپنے اعمال معلوم ہو جاوینگے جو اُسنے دنیا سے یہان بھیجکر حاضر کیے تھے اس سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالے نے جن والنسان کو دنیا مین پیدا کرکے سعادت جنت اور شقاوت جہنم کی راہین و اعمال تبلادیے اور اجل مقرر کردی اور اس اجل تک جسم کی زندگی کے حواس دے دیے اور حواس سے انتفاع حاصل کرنے کی متاع اناج و میوہ جات وغیرہ دیدین پس جسنے جو راہ اختیار کی اُسیکے اعمال کمائے اور مرکر قبر مین مدفون ہوکر خاک ہوگیا یا جلاکر یا غرق ہوکر خاک ہوا جسکے ذرے اللہ تعالی کی قدرت مین ہین جیسے تمام زمین کے ذرے اُسیکے قبضے مین ہین بلکہ تمام ہوا و آسمان و عرش تک اُسی کے قبضے مین قائم ہین اسیطرح ہر صدی مین انسانی نسلین مرتی ہین اور نئی پیدا ہوکر اسی طرح عمل کرتی اور مرتی ہین یہانتک کہ آخری نسل پیدا ہو چکے جسکو سواے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا ہی تو اسکے بعد پھر یہ سب اُٹھاکر قیامت مین حاضر کیے جاوینگے اور وہان انکے اعمال انکے سامنے حاضر ہونگے رازی رح نے لکھا کہ یہ بات تو ہم کو معلوم ہی کہ یہ اعمال ایسی چیز نہین ہین کہ انکا حاضر کرنا ممکن ہو پس مراد آیت مین یہ ہوگی کہ وہ اعمال مراد ہین جو اُنکے نامۂ اعمال مین لکھے ہین یا اُنکے حاضر کرنے سے یہ مراد ہو کہ حساب لینے کے وقت اُسنے بیان کیے جاوینگے یا یہ کہ میزان عدل پر تولنے کے وقت ان اعمال کے جو آثار ظاہر ہونگے وہ مراد ہین تفسیر کبیر مترجم کہتا ہی کہ رازی رح کا پہلا جملہ یعنے ہم خوب جانتے ہین کہ ان اعمال کا حاضر کرنا ممکن نہین ہی مین کہتا ہون کہ رازی رح کو اللہ تعالے عفو فرماوے کہ یہ کہان سے محال سمجھ لیا ہی اور دعوی کیا کہ یہ ممکن نہین ہی۔ اگر کہو کہ اسطرح سے غیر ممکن جانا کہ یہ اعمال تو بذات خود قائم کوئی چیز نہین ہی ہم کو کسی عمل کی صورت نظر نہین آتی ہی مثلاً نماز تو قیام و قراءت و رکوع و سجود ہی تو اسکی صورت کیونکر نظر آویگی (جواب) یہ ہی کہ آپکی نگاہ مین تو یہ جسم خاک ہوگیا تھا جسکو کفار کہتے تھے کہ اب یہ کیونکر زندہ جسم ہو جائیگا تو یہ بھی اسی نظر پر چھوڑوگے یا یہ کہوگے کہ اللہ تعالے جل جلالہ کی قدرت مین اسکو زندہ کرنا بہت ہی آسان ہی اسیطرح عصاے موسی علیہ السلام کو کینے والا کہہ سکتا تھا کہ ہم جانتے ہین کہ وہ لکڑی ہی تو یہ ممکن نہین ہی کہ وہ ساحرون کی رسیان نگل جاوے لیکن سبنے دیکھ لیا کہ کیسے اُسنے نگل لیا۔ پس یہ جملہ جو امام رازی رح

کی کھال کھینچ ڈالنے کو کہتے ہین کہ- کشطت البعیر کشطا یعنے اُسکی کھال کھینچ دی گئی ہو اور بکری وغیرہ کی کھال کھینچنے مین (سلخت) بولتے ہین اور یہ اونٹ مین نہین بولتے اور یہان مراد یہ کہ آسمان تہ کر دیا جائیگا **خطیب** رح نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہین کہ اوپر والے آسمان سے اسطرح جدا کر دیا جائیگا جیسے بکری کی یا اونٹ کی کھال کھینچ لی جاتی ہو (السراج) **فراء** رح نے کہا کہ اپنی جگہ سے جدا کر کے لپیٹ ڈالا جائے مثل (کبیر) **زجاج** رح نے کہا کہ چھت کیطرح اُکھاڑ ڈالا جائیگا **واحدی** رح نے لکھا کہ کشط یہ ہو کہ جس چیز نے دوسری چیز کو ڈھانک لیا ہو اُس کو اُٹھا دے- ھ- بعض نے اسمین یہ بھی قید لگائی کہ ڈھانکنے والی چیز اسمین چپٹی ہو لیکن مترجم نے اسپر اعتماد نہین کیا **شیخ ابن کثیر** رح نے لکھا کہ کشطت کی تفسیر مین مجاہد رح نے فرمایا یعنے کھینچ لیا جائیگا سدی رح نے کہا یعنے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا ضحاک رح نے کہا کہ کشط کے بعد زائل ہو جاوے گا مترجم کہتا ہو کہ یہ سوچ مکفوف خط کی طرح لپیٹ دی جائیگی اور سب آسمان قدرت حق تعالیٰ مین حقیر ذرہ کے مانند ہونگے اور اللہ تعالیٰ دوسرے آسمان و زمین تبدیل فرما دیگا اور لوگ حیرت و دہشت مین ہونگے- **وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ**- اور جب جہنم بھڑکائی جائیگی سدی رح نے کہا یعنے تیز گرم کیجائیگی- قتادہ رح نے کہا کہ تیز آگ جلائی جائیگی اور کہا کہ جہنم کا بھڑکنا اللہ تعالیٰ کا غضب اور لوگون کے گناہ ہین مترجم کہتا ہو کہ یہ لطیف اشارہ فرمایا یعنے جہنم اللہ تعالیٰ کے غضب کا مظہر ہو اور اسمین وہ لوگ جاوینگے جن پر دنیا مین ظہور غضب ہے اور وہ جمیع اقسام کفار و مشرکین ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ کو نہین پہچانتے اور غیرون کو اپنا خدا بناتے ہین اور دنیا جو ملعون ہو اُسی پر دل وجان سے بھروسا کرتے ہین اور حدیث مین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا کہ تو میری رحمت ہو تجھمین اپنے نیک بندون پر رحمت ظاہر کرونگا اور جہنم سے فرمایا کہ تو میری غضب ہی کی مظہر ہے تجھمین سرکش متکبرون کو عذاب کرونگا پس کفار کے اعمال سب جہنم مین آباد ہوتے ہین آخر ختم دنیا پر غضب الٰہی سے تیز بھڑکیگی اور معتزلہ وغیرہ نے گمان کیا کہ ابھی موجود نہین ہو اُس روز پیدا کی جائیگی اور یہ اُنکی نادانی ہو بلکہ اب بھی موجود ہو بلکہ بھڑک اُٹھنے کے قریب ہو کیونکہ دنیا ختم ہونے کے قریب ہو فرق یہ ہو کہ جب پیدا کی گئی تھی تو آگ جہنم تھی پھر جن والنسان کی خطاؤن نے اُسکو بھڑکانا شروع کیا اور وہ آگ مین ایندھن ہوتے گئے لیکن غضب الٰہی کا کامل ظہور ابھی اسمین نہین ہو اور قیامت کے روز جس طرح جنت والون پر جنت مین کامل رحمت کا ظہور ہوگا اسیطرح جہنم مین کامل غضب کا ظہور ہوگا نعوذ باللہ من غضبہ وعذابہ- اور آیت صریح دلیل ہو کہ جہنم موجود ہے وہ اس روز تیز کی جائیگی اور حدیث مین ہو کہ نار جہنم ہزار برس جلائی گئی کہ وہ سرخ ہو گئی پھر ہزار برس جلائی گئی کہ وہ سپید ہو گئی پھر ہزار برس جلائی گئی تو وہ سیاہ ہوئی اب جہنم سیاہ اندھیری ہو (السراج) یہ حدیث سنن مین موجود ہو اور واضح رہے کہ مین نے بارہا تنبیہ کر دی کہ جہنم کوئی غار بے جان نہین ہو جیسے دنیا مین قیاس کرتے ہین کیونکہ دار آخرت مین مردگی کہین نہین ہو اسلیے کفار وغیرہ کو بھی وہان موت نہین ہے اور یہ جہنم کی آگ وہ ہو جسکی نسبت مثال کے طور پر حدیث مین ہو کہ تمھاری دنیاوی آگ سے وہ ستر گونہ زائد ہو مترجم کہتا ہو کہ عوام اس دنیاوی آگ سے وہ آگ قیاس کرینگے جس سے چولہے مین انکی لکڑیان جلتی ہین اور اسی قدر گمان انکے لیے عذاب جہنم سے پناہ مانگنے کو کافی ہو ولیکن سمجھدار تمام دنیا پر نظر ڈالیگا اور غور کریگا کہ چولھے مین اگر ہم لکڑیان ڈالین تو آگ بھڑکتی ہو اور اگر ہم گندھک ڈالین تو اُسکی سوزش بہت زیادہ ہو جاتی ہو اور اگر کرۂ نار کی تیزی دیکھین تو بہت تیز ہو اور اگر بجلی گرتی ہو تو اُسکے قریب کی ہوا مین آگ لگ جاتی ہو حتی کہ بجلی مثلاً ایک لوہے مین پیوست ہوئی یا زمین شق ہو گئی اور اُس سے دس گز کے فاصلے پر جو آدمی تھا اُسکی کھال و گوشت اُبل گیا تو دنیا مین ایسی سخت آگ موجود ہو جو اسطرح چولھے کی آگ سے صدہا گونہ زائد ہو پس قیاس کرو کہ جہنم کی آگ اس سے بدرجہا زاید ہو اور چونکہ اسمین ہوش حواس ہین تو وہ کافرون و مشرکون و بیچیرون کو انکی صورت سے پہچان لیگی اور اگر شبہ ہو تو دل جھانک لیگی اور اسطرح جہنم مین بھی ہر بدکار کو

لیکن حقیقت مین یہ روایت کئی وجہ سے زیادہ قوی ہو اور یہ نسبت روایت عبد الرزاق کے جو اوپر مسند مذکور ہوئی ہے اُس سے قوی و
ارجح ہو (اول) تو اسلیے کہ خلیفہ بن حصین ثقہ تابعی ہو جو قیس بن عاصم رضہ کا پوتا ہو تو وہ اپنے دادا کے معاملہ سے زیادہ واقف ہوگا (دوم)
ثقہ تابعی کا مرسل کرنا جماعت کثیر کے نزدیک قبول ہوتا ہو (سوم) یہ روایت بظاہر مرسل ہو اور حقیقت مین غالبًا اپنے دادا قیس رضی اللہ
عنہ سے یا حضرت علی رضہ سے مسند ہو کیونکہ بنی تمیم آپ کے لشکر مین تھے اور خلیفہ رح نے حضرت علی رضہ کو پایا ہو اور واضح ہو کہ ابتدا مین بنی تمیم نے
غدر کیا اور بعض صحابہؓ کو مار ڈالا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجکر انکے اہل وعیال گرفتار کر کے مدینے مین قید کیے آخر وہ لوگ
حاضر ہوے اور قصہ سورہ حجرات کی تفسیر مین گذرا ہو تو قیس رضہ نے اول مین موؤدہ لڑکیون کے بارہ مین پوچھا تو آپنے انکے عوض بردے
آزاد کرنے کا حکم دیا چنانچہ قیس نے بردے آزاد کیے پھر دوسرے سال اپنی قوم کے غدر کا گناہ عفو کرانے کی امید پر سو اونٹنیاں حاضر کین واللہ
تعالے اعلم - رازی و خطیب وغیرہ نے لکھا کہ زمانہ جاہلیت مین عمومًا عرب مین لڑکیان قتل کرنا جاری بلکہ فخر سمجھا جاتا تھا اور اس زمانہ مین
صعصعہ بن ناجیہ نے اس رسم مذموم سے اپنی قوم کو منع کیا اور عمومًا نصیحت کی اور اسی قوم سے فرزدق رح شاعر مشہور ہو جو اسلام مین تھا اور اسنے
اپنے شعر مین اس بات پر فخر کیا ہو - روایت ہو کہ قیامت کے روز موؤدہ اپنے خون مین لتھڑی ہوئی اپنی ماں کا ہاتھ پکڑے آویگی اور عرض کریگی
کہ اے رب یہ میری ماں ہو اور اسی نے مجھے مار ڈالا ہو قولہ تعالے - **وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ** - اور جب صحیفے کھولے جاوینگے ف
یعنے جسدن لوگون کے نامۂ اعمال کھول کر ہر ایک کے ہاتھ مین اسکا صحیفہ دیا جاویگا - ضحاک رح نے کہا کہ ہر شخص کو اُسکا صحیفہ (نامۂ اعمال)
دیا جاویگا کسیکے دا ہنے ہاتھ مین اور کسیکے بائین ہاتھ مین دیا جائیگا - قتادہ رح نے کہا کہ اے آدمی تیرا صحیفہ لکھا جاتا ہو اُسمین تیرے سب اعمال ہین
پھر وہ تہ کر دیا جائیگا جب تو دنیا سے مریگا) پھر قیامت کے روز تیرے اوپر فیصلہ کے لیے کھولا جائیگا پس تجھے لازم ہو کہ تو یہ غور کرکے دیکھتا رہے
کہ تیرے اوپر کیا لکھا جاتا ہو (ابن کثیر رح) بالجملہ صحف سے وہ صحیفے مراد ہین جو ہر شخص کے معین فرشتے اُسکے نامۂ اعمال لکھتے ہین اُس مین ہر ایک کے
نیک و بد اعمال ہوتے ہین پھر جب وہ مرجاتا ہو تو صحیفہ تہ کرکے رکھ دیا جاتا ہو پھر قیامت مین کھولا جاویگا پس ہر شخص اپنے صحیفے پاس ٹھہرا ہوگا
اور جو کچھ اُسمین لکھا ہو سب جان جائیگا یعنے سب اعمال اسکو ذرہ ذرہ یاد آوینگے اور آدمی غم وحسرت سے کہیگا کہ اس صحیفے کی کیا کیفیت ہے
کہ وہ نہ کبیرہ چھوڑتا ہو اور نہ صغیرہ چھوڑتا ہو بلکہ سب کو اُسنے گھیر لیا ہو اور حضرت عمر رضہ سے روایت ہو کہ جب یہ آیت پڑھتے تو فرماتے کہ اے آدمی
یہ معاملہ تیرے ہی طرف کھینچ لایا جائیگا - روایت ہو کہ لوگ ننگے پاؤن و ننگے بدن بے ختنہ کیے ہوے حشر کیے جاوینگے ام سلمہ رضہ نے عرض کیا
کہ پھر عورتون کا کیا حال ہوگا تو فرمایا کہ لوگ اپنے حال مین مشغول ہونگے - پوچھا کہ مشغولی کس چیز مین ہوگی - فرمایا کہ صحیفے کھول دیے
جاوینگے ان مین مثال چیونٹیون کے اور مثال رائی کے ہونگے (السراج) اوپر گذرا کہ ام سلمہ رضہ سے روایت غریب ہو مترجم کہتا ہو کہ چیونٹیون و
رائی کی مثال کسی نے اپنی طرف سے ملائی ہو - بالجملہ اُس روز نامۂ اعمال کھولے جاوینگے اور جنتیون کو اُنکے داہنے ہاتھ مین سامنے سے عطا
ہونگے اور یہ انکے واسطے کرامت ہو اور وہان نفس مادی کا اثر زائل ہو تو ہر عمل یاد ہوگا اور جہنمیون کو انکے نامۂ اعمال پیچھے کی طرف سے موڑکر
بائین ہاتھ مین دیے جاوینگے اور وہ اُسمین سب ذرہ ذرہ صغیرہ وکبیرہ پاویگا اور کوئی عمل اُسکو آج فراموش نہین ہوسکتا تو غمناک ہوگا کہ ہائے
یہ کیسی تحریر ہو کہ اسمین ہر صغیرہ وکبیرہ مع کیفیت موجود ہو اور واضح ہو کہ نامۂ اعمال مین اعمال درج ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ علیحدہ
موجود نہ ہون بلکہ ہر ایک کے اعمال جہنم یا جنت مین متصل موجود ہین - **وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ** - اور جب آسمان جدا کرکے
لپیٹ ڈالا جائیگا ف کشط اصل مین کھینچ ڈالنے اور نوچ ڈالنے اور جگہ سے جدا کرنے کو کہتے ہین قرطبی رح نے کہا کہ عرب ذبیحہ اونٹ

اگر بڑی ہوتی تو اپنے رب عزوجل کی وحدانیت مانتی یا نہ مانتی تو یہ بات نہیں معلوم ہو اسکو اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی نہیں جانتا ہو اور حدیث
ام المومنین عائشہ رضؓ مین ہو کہ انصار مین سے ایک بچہ مرگیا۔ مین نے عرض کیا کہ اسکو مبارک ہو وہ جنت کی چڑیون مین سے ایک چڑیا ہے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ تجھے یہ بات کہان سے معلوم ہوئی۔ شاید ایسا نہو۔ مین نے خوفناک ہوکر عرض کیا کہ میرے مان باپ آپ پر
فدا ہون مین نے تو فقط اس خیال سے عرض کیا کہ یہ بچہ ابھی معصوم تھا اسنے کوئی گناہ نہین کیا ہے آپ نے فرمایا کہ ای عائشہ اللہ تعالیٰ
نے جنت پیدا کی اور اُسکے لیے لوگ پیدا کیے حالانکہ ہنوز وہ لوگ اپنے باپ دادون کی پشت مین تھے (دنیا مین قدم بھی نہین رکھا بلکہ
صدہا برس سے منتقل ہوتے آئے جیسے حضرت نوح کی پشت مین اصحاب رسول اللہ صلعم تھے) اور اللہ تعالیٰ نے جہنم پیدا کی اور اُسکے
لوگ پیدا کیے اور ہنوز وہ اپنے آبا کی پشت مین تھے (حدیث صحیح) اس سے معلوم ہوا کہ کسی نطفہ و بچہ کی نسبت کچھ حکم نہین لگا سکتے ہین
کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی ہے واللہ سبحانہ تعالیٰ ہو العلیم الحکیم۔ امام ابو بکر البزار و حاکم و بیہقی نے حدیث روایت کی۔ بزار رح نے حسین بن مہدی
عن عبد الرزاق عن اسرائیل عن سماک عن النعمان روایت کیا کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے
قولہ تعالیٰ اذا الموؤدہ سئلت الآیہ۔ مین کہا کہ قیس بن عاصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ
مین نے زمانہ جاہلیت مین اپنی لڑکیان زندہ درگور کر دی تھین یعنے اب مجھے اس گناہ عظیم سے خوف ہے لیکن الحمد للہ کہ اسلام قبول کرنے
سے میرا یہ گناہ عفو ہو چکا) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو ہر ایک لڑکی کے عوض مین ایک بردہ (غلام یا لونڈی) آزاد کر دے
قیس بن عاصم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین صاحب شتر ہون یعنے میری ملکیت مین اونٹون کا گلہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہر ایک موؤدہ
کے عوض مین ایک اونٹ قربانی کر دے۔ مد۔ حافظ ابو بکر البزار نے کہا کہ ہم نے اس حدیث کو فقط حسین بن مہدی عن عبد الرزاق روایت
کیا ہے اور کسی دوسرے شیخ سے یہ حدیث نہین لکھی۔ ابن ابی حاتم نے اسکو ابو عبد اللہ الطہرانی عن عبد الرزاق روایت کیا اور اُسمین یہ فرق ہے
کہ قیس رضؓ نے کہا کہ مین نے جاہلیت مین اپنی آٹھ لڑکیان مار ڈالین۔ آخر مین اس طرح ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر چاہے تو ہر ایک موؤدہ
کے عوض مین ایک اونٹ ہدیہ بھیجدے۔ مد۔ یعنے بزار رح کی روایت سے یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر یہ اونٹ قربانی کر دے چاہے
جہان ہو اور ابن ابی حاتم کی روایت مین خاصکر کے مین ہدیہ بھیجے جو حرم مین ذبح کیے جاوین اور حتمی حکم نہین دیا بلکہ کہا کہ تیرا جی چاہے
تو ایسا کر دے۔ ظاہر وجہ یہ ہے کہ قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو انکا یہ گناہ عظیم جو زمانہ جاہلیت مین اُنسے سرزد
ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اسلام کی برکت سے عفو کیا اور حدیث مین ہے الاسلام یہدم ما کان قبلہ۔ یعنے جب اسلام لایا تو اس سے پہلے جو گناہ ہو چکے
ہین سب منہدم کر دیے جاتے ہین۔ تو قیس رضؓ پر گناہ باقی نہ تھا لیکن شرم دامنگیر ہوئی اور آنحضرت صلعم نے تسکین فرمائی۔ پھر بطریق عبد الرزاق
آیا کہ قیس رضؓ نے آٹھ بیٹیان موؤدہ کین اور ابن ابی حاتم نے اپنے باپ ابو حاتم الرازی عن عبد اللہ بن رجاء باسناد دیگر خلیفہ بن حصین رح سے
روایت کی کہ قیس بن عاصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے جاہلیت مین اپنی بارہ
بیٹیان یا تیرہ بیٹیان زندہ دفن کین تو آپ نے فرمایا کہ انکے شمار سے بردے آزاد کر دے پس قیس رضؓ نے انکے شمار سے بردے آزاد کیے پھر دوسرے
سال قیس رضؓ سو اونٹنیان لایا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری قوم نے جو کچھ مسلمانون کے ساتھ کیا اُسکے پیچھے یہ انکی طرف سے صدقہ
ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب کہتے ہین کہ ہم ان اونٹنیون کے گلہ کو شام کو لاتے اور قیسیہ گلہ انکا نام رکھا تھا۔ مد۔ مترجم کہتا ہے کہ
شیخ ابن کثیر رح نے اس روایت کی نسبت کچھ نہین لکھا اور میرے نزدیک یہ روایت مرسل ہے کیونکہ خلیفہ بن حصین تمیمی تابعی ثقہ ہے

مین آیا کہ موؤدہ جنت مین ہی اور ابو حاتم نے مسلم ابن ابراہیم عن قرۃ عن الحسن البصری روایت کی کہ حسن بصری رح نے کہا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا گیا کہ کون شخص جنت مین ہی تو آپ نے فرمایا تھا کہ موؤدہ جنت مین ہی ابن کثیر رح نے کہا کہ راوی
سب ثقہ ہین لیکن حسن بصری نے اُس صحابی کا نام نہین لیا جس سے حدیث سنی تو مرسل ہی اور بعض علماء نے اسکو قبول کیا ہی یعنے
بعض دیگر نے نہین قبول کیا اسلیے کہ اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ فقط صحابی کا نام نہین لیا ہی تو حرج نہین کیونکہ صحابی سب ثقہ ہین لیکن
شاید حسن بصری رح نے اسکو کسی شخص سے سنا ہو اور اُسنے دوسرے سے سُنا ہو اور دوسرے نے صحابی سے سنا ہو تو یہ درمیانی لوگ نہین معلوم
ثقہ ہین یا نہین ہین مترجم کہتا ہی کہ یہان اس حدیث کو تو خنساءؓ کی حدیث سے قوت ہو گئی پس قبول کرنا چاہیے اور اس سے بھی معلوم ہوا
کہ موؤدہ فی الجنۃ ہی اور مترجم کہتا ہی کہ اصل مسئلہ یہ ہی کہ مشرکین کی جو اولاد کہ بچپن مین مر گئی ہو اُسکا کیا حکم ہی اسلیے کہ وہ ابھی فطرت مین
ہین یعنے اُنکا تختۂ لوح بالکل صاف بے نقش ہی اُسپر اعتقاد شرک نہین لکھا گیا ہی (جواب) مین ابو حنیفہ رح و ایک جماعت علماء نے سکوت
کیا اور کہا کہ ہم کو اس بحث سے کچھ غرض متعلق نہین ہی اور یہ بات ہمکو کسی اپنی رائے سے نہین معلوم ہو سکتی ہی بلکہ اللہ و رسول کے ارشاد سے
معلوم ہوگی اور اس سے سوائے معلوم ہو جانے کے شرعی حکم متعلق نہین جسپر ہم کو عمل کرنا پڑے پھر ہم نے دیکھا کہ راویون سے جو حدیثین ہم کو
ملی ہین بعض سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ بچہ جنت مین ہین یعنے وہان ہونگے خواہ جنتیون کے خدمتی ہون کیونکہ خود انھون نے کچھ نیک اعمال
نہین کمائے اور نہ اُنکے باپ ماں وغیرہ کے ذریعہ سے انکو لاحق کرنا ممکن ہی بہر حال بعض راویون کی روایت سے یہ جنتی معلوم ہوتے ہین
اور بعض روایتون سے جہنمی معلوم ہوتے ہین اب یہ نہین پتہ لگتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قاعدہ پر یہ ارشاد فرمایا ہی تو ہم کو وہ
قاعدہ نہین معلوم ہوا یہ ہم جان سکتے ہین کہ مثلاً شاید وائدہ و موؤدہ پہلے دونون جہنم مین جاوین اور موؤدہ ہین جو ماں باپ کی نجاست ہی
وہ پاک ہو جاوے تو پھر وہ جنت مین بھیجی جاوے جیسے گنہگار مسلمان ہوتے ہین لہٰذا ہم نے سکوت کیا اور کہا کہ آخرت مین یہ حال کھل جاویگا
دیگر جماعت علماء نے کہا کہ دلیل شرعی سے معلوم ہوا کہ یہ معصوم بچہ جنت مین ہین کیونکہ اللہ تعالےٰ نے آیت مین صاف خبر دی کہ جب تک ہم
رسول نہ بھیجین کسی کو عذاب نہ کرینگے - اور بچہ اس سے بری رہا تو وہ جنت مین ہوگا عذاب نہ پاویگا اسپر اعتراض ہوا کہ عذاب نہ پاوے
لیکن یہ لازم نہین کہ ثواب پاوے شاید اعراف مین رہے جواب دیا گیا کہ اعراف کوئی رہنے کی جگہ نہین ہی بلکہ جہنم یا جنت دو ہی مقام ہین ہان یہ
ہو سکتا ہی کہ جنت مین وہ لذت و ثواب کے واسطے نہو بلکہ جیسے ملائکہ ہوتے ہین اور شاید بقول بعض کے حن کی طرح جنت کے گرد سبزہ زار مین ہو تو
بہر حال وہ جنت مین ہوا اور جن روایتون مین آیا کہ وہ جہنم مین ہین اُس راوی نے مطلب نہین سمجھا مثلاً مطلب یہ کہ وائدہ و موؤدہ لہ فے النار
تو لفظ لہ راوی نے خیال نہین کیا اور مطلب یہ تھا کہ وائدہ عورت اور جس مرد کے لیے اُسنے دختر کو مارا ہی دونون جہنم مین ہین کیونکہ عورت اپنے
خاوند کی خوشی کے لیے مارتی تھی - پھر راوی سے لہ ساقط ہونے سے یہ معنے بگڑ گئے واللہ تعالےٰ اعلم - ابن ابی حاتم نے اچھی اسناد کے ساتھ عکرمہ
سے روایت کی کہ ابن عباس رض نے کہا کہ کافرون کے بچے جنت مین ہین اور جسنے گمان کیا کہ وہ جہنم مین ہین اُسنے جھوٹ گمان کیا کیونکہ اللہ
تعالےٰ فرماتا ہی - اذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت - ابن عباس رض نے کہا کہ موؤدۃ وہ دختر جو زندہ دفن کردی گئی مترجم کہتا ہی کہ ابن عباس رض
کی دلیل یہ ہوئی کہ اللہ تعالےٰ نے اُس دختر کو بیگناہ ٹھہرایا جبکہ فرمایا کہ موؤدہ پوچھی جائیگی کہ تو کس گناہ پر ماری گئی یعنے اُسکا کوئی گناہ
نہین ہی تو یہ معلوم ہوا کہ یہ بیگناہ بچے جنت مین جاوینگے مترجم کہتا ہی کہ اس استدلال مین ایک تردد ہی وہ یہ ہی کہ اس آیت سے فقط یہ معلوم
ہوا کہ اس دختر کو جس قاتل (ماں یا باپ) نے مارا تو بے گناہ مارا اب رہا یہ کہ اس دختر کی جبلت مین اپنے رب عزوجل کے ساتھ کیا معاملہ تھا -

کہ مین چند آدمیون کے ساتھ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئی اُسوقت آپ یہ فرماتے تھے کہ مین نے قصد کیا تھا کہ غیلہ سے
ممانعت کرون (غیلہ دودھ پلانے کی حالت مین اپنی عورت سے جماع کرنا) پھر مین نے رومیون و فارسیون پر نگاہ کی کہ وہ لوگ غیلہ کیا کرتے ہین
اور اس سے اُنکی اولاد کو ضرر نہین ہوتا ہی پھر صحابہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے عزل کو دریافت کیا (عزل یہ کہ جماع کرکے باہر انزال کرے
تاکہ حمل نہ رہے) تو آپنے فرمایا یہ خفی زندہ درگور ہی یعنی (الموؤدۃ سئلت) ہے اس حدیث کو امام مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ
نے بھی روایت کیا ہی امام احمد نے مسند کیا کہ سلمہ بن یزید الجعفی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین اور میرا بھائی چلکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
مین پہونچے پھر ہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ہماری ماں جسکا نام ملیکہ تھا زمانۂ جاہلیت مین اسلام سے پہلے مرگئی اور وہ اپنے قرابتیون سے
سلوک کیا کرتی اور مہمان نوازی کرتی اور ایسے نیک کام کیا کرتی تھی بھلا اُسکو آخرت مین ان کامون سے کچھ نفع ہوگا آپ نے فرمایا کہ کچھ نفع نہین
ہوگا پھر ہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اوسنے زمانۂ جاہلیت مین ہماری ایک بہن کو موؤدہ (زندہ مار ڈالا) تھا بھلا اس سے اسکو کچھ فائدہ ہوگا
آپ نے فرمایا کہ ارے زندہ مار ڈالنے والی اور موؤدہ دونون جہنم مین ہین سوائے ایک صورت کے کہ زندہ مارنے والی زمانہ اسلام کو
ایمان لاوے تو اللہ تعالے اُس سے عفو فرماوے۔ اس حدیث کو امام نسائی نے بھی روایت کیا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ نکتہ بارہا بیان ہوا
کہ جن کامون کی صورت نیک ہی وہ دنیا مین نیک ہین جیسے اس حدیث مین بیان ہوے لیکن یہ افعال آخرت مین جانے کے لائق جبھی ہونگے
کہ بتوحید آلہی حی القیوم کے نام سے زندہ ہون یعنے کرنے والا اللہ تعالے کے نام سے عمل کرے تو جمیع کفار کے سب اعمال باطل ہین اور مسلمانون مین
سے بھی جسنے خالص نیت سے کام نہ کیا ہو وہ بھی باطل ہی لیکن دنیا مین اسکا جو نفع منظور آلہی ہو وہ مل جاویگا اور شک نہین کہ دنیا مین جو کافر
کسی کو دکھ نہین دیتا تھا اور خیرات کرتا تھا وہ بہ نسبت اُس کافر کے جو ظالم تبہ کار بدکار ہو کمتر ہوا تو جہنم کے درکات مین فرق ہوگا لیکن
اُس سے نجات کبھی ممکن نہین ہی پھر بدکاری ہمیشہ جہالت سے ہوتی ہی حتی کہ مسلمانون مین بھی چنانچہ فرمایا من یعمل سوء بجہالۃ۔ یعنے جسنے
تم مین سے جہالت سے بُرا کام کیا۔ الخ۔ تو کفار بالکل ہی جاہل ہین پس زندہ درگور بھی اسی جہالت مین کرتے تھے جب اسلام لائے اور سمجھ گئے
تو اللہ تعالے نے انکو نہایت بزرگ نعمت بخشی اور انکو مشکور کیا کہ اسلام لاتے ہی سب پچھلے گناہ بخش دیے اور ایسا کر دیا جیسے دھویا کپڑا ہوتا ہی
اور آیندہ حساب ہوگا ہر نیک کام دس گونہ اور ہر بدی ایک ہی بدی ہوگی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وائدہ (دختر کو زندہ مار ڈالنے والی)
اور موؤدہ (وہ دختر جو زندہ ماری گئی) دونون جہنم مین ہین یہ حدیث علم نبوت ہی آپکو یہ حال معلوم ہو گیا اور نکتہ یہ بھی ہی کہ ان کافرون مرد و
عورتون کے نطفہ مین ویسی ہی مردہ رکھے جیسے ماں باپ تھے اور صحیح کی حدیث مین ہی کہ مشرکین اور اُنکی اولاد سب فی النار ہین۔ لیکن جنکو
اللہ تعالے نے اپنی رحمت سے خاص کیا ہی تو اُسکی شناخت یہ ہی کہ اُس اولاد کو ایمان عطا کیا پس وہ اولیاے حق سے ہین۔ وقال ابن ابی حاتم
حدثنا احمد بن سنان الواسطی حدثنا ابواحمد الزبیری حدثنا اسرائیل عن ابی اسحق عن علقمہ و ابی الاحوص عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الوائدۃ والموؤدۃ فی النار۔ یعنے حضرت ابن مسعود رض نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وائدہ
اور موؤدہ فی النار ہین۔ یہ اسناد صحیح ہی اور سب ثقات ہین۔ امام احمد نے اسحق بن یوسف الازرق عن عوف عن خنساء روایت کی کہ
خنساء بنت معاویہ صریمیہ نے کہا کہ میری پھوپھی کہتی تھی کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کون شخص
جنت مین جائیگا فرمایا کہ اللہ تعالے کا نبی جنت مین ہی اور شہید جنت مین ہی اور مولود جنت مین ہی اور موؤدہ جنت مین ہی مترجم کہتا ہی
کہ اسکی اسناد قوی ہی اور اسمین مولود سے یہ مراد کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد ہوش سے پہلے مرگیا تو وہ گناہ سے معصوم ہی اور اس حدیث

افسوس ہوا تھا میں سفر میں تھا کہ یہاں میری عورت لڑکی جنی خوبصورت پیاری بچی دیکھکر اُسنے اپنی بہن کے یہاں بھیجدی جب میں آیا تو اُسنے
بہانہ کردیا کہ وہ مری ہوئی تھی میں نے اُسکو دفن کردیا رفتہ رفتہ وہ لڑکی قریب سات برس کے ہوگئی اور مجھے بھی رفتہ رفتہ حال معلوم ہوگیا ایک
مرتبہ اُسکی ماں نے اسکو منگوایا اور پیار کرتی تھی کہ ناگاہ میں آگیا تو وہ مضطرب ہوگئی اور میں نے اسکو تسکین دی اور خود کھلانے لگا
اور ایسا کیا کہ وہ مجھے باپ جانکر بہت ہل گئی اور اُسکی ماں بھی مطمئن ہوگئی ایک روز اسکی ماں نے سنگار کیا اسکا اور گلاب کے پھول کی طرح
خوشنما تھی۔ میں نے پیار کے بہانے اُسکو لیا اور آہستہ آہستہ جنگل میں لے گیا اور وہاں میں نے ایک گڑھا کھودا تھا اُسکے قریب اُس کو
کھیلنے کے لیے اُتارا اور اُس سے کہا کہ اسمیں جھانکے پھر میں نے پیچھے سے اسکو ڈھکیل دیا اور اُسپر مٹی ڈالنی شروع کی اور وہ بیچاری مجھے پکارتی
تھی کہ اے میرے پیارے باپ مجھے نکال لے اور میں جلد جلد مٹی ڈالتا تھا اور وہ مجھے پکارتی تھی یہانتک کہ بالکل دب گئی اور آواز بند ہوگئی یا رسول اللہ البتہ اسکا داغ
میرے دل پر ہے یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اس آیت میں اللہ تعالے آگاہ فرماتا ہے کہ قیامت کے روز زمانہ جاہلیت کے
بیرحم ظالموں کے سامنے زندہ درگور لڑکیوں سے پوچھا جائیگا کہ تو بیچاری کس گناہ پر قتل کی گئی اس سے مقصود یہ کہ ان بیرحم مار ڈالنے والوں کو معلوم ہو کہ آج
اُسپر بھی رحم نہوگا اور کمال غضب اُسپر طاری ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ اس سے یہ ضرور لازم آیا کہ زندہ درگور کرنے والا بیرحم تھا اُن پر بھی
رحم نہوگا اسیواسطے حدیث میں ہے کہ اللہ تعالے ان پر رحم کرتا ہے جو رحم کرنے والے ہیں اور حدیث میں ہے جو رحم نہیں کرتا اُسپر رحم نہیں کیا جاتا
ہے اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالے نے ہر چیز پر احسان فرض کیا ہے اگر تم لوگ جانور ذبح کرو تو اُسکے لیے چھری تیز کرلو اور ذبیحہ کو راحت دو اور حدیث سے
ثابت ہے کہ سواری کے جانور پر اُسوقت سوار ہو کہ جب پیدل اتنی دور جانے میں تکلیف ہو اور ہر وقت اُسکی پیٹھ پر بیٹھنے کا طریقہ اختیار نہ کرے
اور حدیث میں ہے کہ صحابہ رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ان جانوروں میں بھی ہم کو ثواب ہے فرمایا کہ جسمیں تر جگر ہے یعنے زندہ جانور ہے اُسمیں
ثواب ہے اور صحیح البخاری کی حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بدکارہ عورت تھی وہ جاتی تھی راستہ میں اُسنے دیکھا کہ ایک کُتا شدت پیاس سے
بے طاقت ہوکر کیچڑ چاٹتا ہے اُسنے ترس کھاکر اپنا موزہ پاؤں سے نکالا اور دوپٹہ باندھکر پانی بھرکر اُسکو پلایا اللہ تعالے نے اُسکو مشکور کیا اور
اُس زمانے کے پیغمبر کو وحی بھیجی کہ ہم نے اُسکو بخش دیا مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالے کی مغفرت کا اثر اس عورت پر یہ ظاہر ہوا کہ توبہ کرکے صالحہ مری
اور حدیث میں ہے کہ ایک عورت بسبب ایک بلی کے جہنم میں داخل کی گئی اُسنے بلی کو بند کردیا تھا نہ اُسکو چھوڑتی کہ وہ کیڑے مکوڑے کھاوے
اور نہ اُسکو کھانا دیتی تھی یہانتک کہ وہ مرگئی۔ بالجملہ اسلام رحم کے واسطے اصل ہے ولیکن کافروں نے جب اسلام کو نہ جانا بلکہ اپنے رب عزوجل ہی کو
نہیں پہچانا تو عداوت سے اُسکو بیرحمی کہا اور یہ صریح جھوٹ ہے موؤدہ کے قاتل پر کسطرح اللہ تعالے نے غضب ظاہر فرمایا کہ اُس سے یہ پوچھا کہ تو کس
گناہ پر قتل کیگئی تھی حالانکہ یہ معلوم ہے کہ کفار اور اُنکی اولاد جہنم میں ہیں جبکہ معصوم نہوں اور موؤدہ سے پوچھے جانے میں یہی بلاغت ہے کہ اسکا قاتل
ایسا سخت مجرم بے رحم ظالم ہے کہ وہ اس قابل نہیں ہے کہ اُس سے پوچھا جاوے کہ وہ کوئی عذر بیان کرے بلکہ جسپر اُسنے بیرحمی سے ظلم کیا ہے
صرف اُس سے پوچھنے پر سزا دی جاویگی۔ جیسے اللہ تعالے نے فرمایا۔ انت قلت للناس اتخذونی وامی الآیہ۔ یعنے قیامت کے روز اللہ
تعالے اپنے بندہ رسول عیسی علیہ السلام سے فرماویگا کہ اے عیسی کیا تونے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ تم مجھے اور میری ماں کو خدا بناؤ۔ (تفسیر کبیر)
امام حافظ ابن کثیر رح نے یہاں موؤدہ کے متعلق روایات واحادیث وآثار کو جمع کیا ہے چنانچہ لکھا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے
روایت کی کہ موؤدہ سوال کریگی۔ ابو الضحی رح نے کہا کہ سوال کرنے سے یہ مطلب کہ وہ اپنے خون کا دعوی ومطالبہ کریگی اور اسی کے مثل سدی رح وقتادہ
سے روایت ہے۔ موؤدہ کے متعلق احادیث ہیں چنانچہ امام احمد نے ام المومنین عائشہ سے روایت کی عکاشہ رض کی بہن جدامہ نے بیان کیا

اعمال جدا ہوتے ہین تو وہان بھی جوڑ ملا دیے جاوینگے مثلاً چار یہودی چوری و دغابازی کرتے تھے تو یہ سب ملا دیے جاوینگے اور چار یہودی درویش بنکر یا عالم بنکر لوگون پر مکر پھیلاتے تھے تو یہ ایک مین ملا دیے جاوینگے وعلی ہذا القیاس پھر جاننا چاہیے کہ اہل جہنم مین ہر شخص اپنے اعمال مین ایک قسم شیطان کے قلب پر ہوتا ہے تو ان لوگون کو انھین شیطانون کے ساتھ زنجیرون مین جکڑ کر جہنم مین ڈالا جاویگا جیسے سابق مین بیان ہو سکتا ہے۔ بالجملہ قولہ تعالے اذا النفوس زوجت مین اقوال ہین ان مین سے ایک قول بیان ہوا امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ دوسرا قول یہ ہے کہ روحون کو اپنے جسمون مین جوڑا کر دیا جاوے چنانچہ ابن ابی حاتم نے بالاسناد بطریق سعید بن جبیرؒ کے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ اول مرتبہ صور پھونکے جانے کے بعد اور دوسری مرتبہ سے پہلے اللہ تعالے کے عرش کے پایہ سے پانی کا دریا بہیگا اور دونون مرتبہ نفخۂ صور کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے۔ اور پھر اس پانی سے ہر انسان کی ہڈی و خلقت جو کچھ بوسیدہ و خاک ہو چکی ہے جمے گی اور اسیطرح ہر جانور و چرند و پرند کی خلقت جمے گی یعنے پوری صورت تیار ہو جائیگی حتی کہ اگر ان صورتون پر کسی ایسے شخص کا گذر ہو جسنے انکو پہلے دیکھا تھا تو وہ فوراً پہچان لے اور یہ صورتین زمین پر اُگ آوینگی پھر اللہ تعالے کے حکم سے روحین کھینچی جاوینگی تو ہر روح اپنی جوڑی کے جسم مین آجاویگی۔ یہی فرمایا واذا النفوس زوجت۔ یہی معنے ابو العالیہ و عکرمہ و سعید بن جبیر و شعبی و حسن بصری نے بھی اس آیت مین بیان کیے ہین (ابن کثیر) قول سوم یہ کہ عطاء رح نے کہا کہ مومنین کے نفوس کو حور العین سے جوڑا کیا جائیگا اور نفوس کافرین کو شیاطین سے جوڑ دیا جائیگا (السراج) اس قول کو قرطبیؒ نے کتاب التذکرہ مین نقل کیا ہے (ابن کثیر رح) قول چہارم یہ کہ ہر کافر کو اس شیطان سے ملا وینگے جسکے تابع تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ اسیطرح ظاہر ہوتا ہے کہ جن مین سے جو مسلمان ہوئے ہین وہ جس پیغمبر کی امت ہین اور جس ولی و مومن کے ہاتھ پر اسلام لائے ہین اُسکے ساتھ ملا دیے جاوین اسلیے کہ دنیاوی رشتہ تو پیدایش سے قائم ہوتا ہے اور جب کئی پشت دور ہوتا ہے تو اُسکا اثر جاتا رہتا ہے مثلاً فلان شخص شریف کا رشتہ ضرور فلان چمار سے موجود ہے کیونکہ آخر ہم سب بابا آدم علیہ السلام کی اولاد ہین لیکن کبھی اس رشتہ کا خیال بھی نہین آتا اور کافر ہونے سے حضرت آدم کا رشتہ منقطع ہو جاتا ہے کیا نہین جانتے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے کافر بیٹے کے حق مین فرمایا۔ انہ لیس من اہلک۔ یعنے اے نوح وہ تیرے اہل و عیال سے نہین ہے وہ کافر بدکار ہے۔ ھ۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت آدم ہمیشہ جنت کے بلند درجات مین رہینگے اور کافر آدمی کبھی دوزخ سے نکلنے نہین پاویگا تو اس سے کبھی ملاقات نہین ہو سکتی ہے اور اسیطرح جن مین سے جو مسلمان ہوا وہ ہم مین شامل ہوا پس اسطرح ملائے جاوینگے واللہ سبحانہ تعالے۔ **وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ** ۔ اور جب زندہ درگور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جاویگا کس گناہ پر ماری گئی

ف موؤدہ لڑکی وہی ہے جسکو عرب والے زمانہ کفر مین مار ڈالتے تھے۔ کبھی تو عورت جننے کے ساتھ ہی خود گلا گھونٹ دیتی کہ اُسکا شوہر ناخوش نہو اور شوہرون کی ناخوشی بہت وجوہ سے تھی ایک تو عام وجہ یہ تھی کہ لوگ لڑکیون کو بُرا سمجھتے تھے جیسے اس اخیر زمانے مین نام کے مسلمانون مین یہی کیفیت ہے۔ اس کراہت مین تو عموماً سب ہی قبائل شریک تھے اور بعض متکبر یہ بات روا نہین رکھتے تھے کہ وہ کسی کے خسر کہلاوین جیسے ہندوستان کے راجپوت اسی قبیح خیال مین گرفتار ہین اور بعض پہاڑی و جنگلی لوگ بوجہ افلاس کے مار ڈالتے کہ ہمکو جو کچھ کھانا میسر ہوتا ہے اسمین سے یہ بھی حصہ بٹاویگی اور اگر لڑکا ہوتا تو تلوار سے ہمارا مددگار رہوتا اور اس دختر کو پیٹ کا ٹکڑا کھلانے سے کیا فائدہ ہے پھر اگر عورت اپنے پیٹ مین نو مہینے رکھنے سے یہ جرأت نہ کرتی کہ اُسکو مار ڈالے اور رحم و شفقت کرتی تو اُسکا خبیث شوہر اسکو بہانے سے لیجا کر جنگل مین زندہ دفن کر دیتا اور یہ ایسی بے رحمی تھی کہ آدمی اسکا حال سننے سے بے چین ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے جسنے زمانہ جہالت مین بارہا اپنی لڑکیان مار ڈالی تھین یہ پوچھا کہ بھلا کبھی تجھے افسوس ہوا۔ اُسنے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے البتہ ایک مرتبہ

ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ قول عجیب و غریب ہے اور سنن امام ابی داؤد مین روایت ہے کہ سمندر مین جہاز پر فقط وہی سوار ہو جو حج کو یا عمرہ کو جاتا ہو یا جہاد کو جاتا
واسطے کہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے آخر تک حدیث مذکور ہے اور سورۂ فاطر مین کلام گزر چکا ہے اور مجاہد و حسن بن مسلم نے کہا کہ
سجرت یعنے (اوقدت) ہے یعنے آگ افروختہ کی جائیگی۔ حسن بصری نے کہا کہ خشک ہوگا۔ ضحاک و قتادہ رح نے کہا کہ پانی جذب ہو کر ایک قطرہ
نہین رہیگا اور ضحاک نے یہ بھی کہا کہ مفجور ہوگا یعنے چیر دیا جائیگا۔ ربیع بن خیثم نے کہا کہ جوش ماریگا (تفسیر ابن کثیر رح) قشیری رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ
نے کھاری و میٹھے سمندرون مین حجاب کہا ہے جب وہ دور کریگا تو سمندرون کے پانی جوش مار کر ایک ہی مین خلط ہو جاوینگے اور تمام زمین کو
لے لینگے اور زمین ایک سمندر ہو جائیگی (السراج للخطیب) واضح ہو کہ یہ چھ علامتین جو مذکور ہوئین ان مین دو احتمال ہین شاید دنیا خراب
ہونے کے اول زمانہ مین واقع ہون یا قیامت قائم ہونے کے بعد واقع ہون اور کلام الٰہی مین کوئی ایسی بات نہین پائی جاتی جس سے کسی ایک
طرف رجحان ہو برخلاف اسکے جو باتین آیندہ مذکور ہین وہ ضرور قیامت قائم ہونے کے بعد واقع ہونگی (کبیر للامام الرازی) خطیب رح نے لکھا کہ
ابن عباس رض نے کہا کہ دنیا مین بارہ چیزین واقع ہونے والی ہین اور آخرت مین چھ ہین یعنے جو آیندہ مذکور ہین بقولہ تعالیٰ وَاِذَا النُّفُوْسُ
زُوِّجَتْ۔ اور جب جانون مین جوڑ لایا جائیگا ف یعنے ایک قسم کے نفوس باہم ملا دیے جاوینگے جیسے قولہ تعالیٰ۔ احشروا الذین ظلموا
وازواجہم۔ یعنے ملائکہ کو حکم ہوگا کہ ظالمون کو اُن کے جوڑ کے ساتھ جمع کرو۔ ھ۔ ابن ابی حاتم نے اچھی سند کے ساتھ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ
سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت مین فرمایا کہ ہر شخص اُس قوم مین ملا دیا جاویگا جو اُسی کے موافق عمل کرتے تھے اور
بات یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وکنتم ازواجا ثلثۃ الآیہ یعنے تم لوگ تین قسم کے جوڑ ہو جاؤگے اصحاب میمنہ اور اصحاب مشأمہ اور سابقون پس فرمایا کہ یہی
اقسام ہین۔ ابن ابی حاتم نے دوسرے راویون سے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ آیت
اذا النفوس زوجت تلاوت فرمائی اور کہا کہ ہر شخص اپنے یارون مین ملا دیا جائیگا اور فرمایا کہ دو شخص ہین کہ دنیا مین عمل کیا کرتے ہین خواہ اسکی
وجہ سے جنت مین جاوینگے یا جہنم مین جاوینگے ایک روایت مین ہے کہ حضرت عمر رض نے فرمایا کہ نفوس کے جوڑے ملانے کا یہ حال ہوگا کہ مرد بدکار کو مرد بدکار
کے ساتھ جہنم مین ڈالینگے اور مرد نیک کو نیک کے ساتھ ملا دینگے ایک روایت مین ہے کہ حضرت عمر رض نے اصحاب سے فرمایا کہ اذا النفوس
زوجت۔ کیا معنے ہین انھون نے سکوت کیا تو فرمایا کہ ہان مین جانتا ہون کہ آدمی جنتی اپنے مانند جنتی کے ساتھ کیا جائیگا اور آدمی جہنمی اپنے
مانند جہنمی کے ساتھ ملا دیا جاویگا پھر یہ آیت پڑھی احشروا الذین ظلموا وازواجہم الخ۔ عوفی رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اذا النفوس
زوجت۔ اُس وقت ہوگا جب تم لوگ ازواج ثلثہ ہو جاؤگے۔ مترجم کہتا ہے یعنے اسکے یہ معنے ہین کہ لوگون کے تین اقسام علیحدہ علیحدہ کرو
پس اصحاب مشأمہ یعنے بائین طرف جانے والون کو الگ کرو۔ یہ سب قسم کے کفار و مشرکین و منافقین و دہریہ و نیچریہ وغیرہ ہین اور اصحاب
میمنہ کو الگ کرو۔ یہ سب مومنین و مسلمین ہین جو دائین طرف جنت مین جانے والے ہین اور سابقین کو الگ کرو۔ یہ اولیاے کاملین
و کبار متقین ہین۔ پس ہر شخص اپنے جوڑ مین ملا دیا جاویگا اور یہ معنے حدیث نعمان بن بشیر مین مرفوع ثابت ہوئے ہین۔ ابن نجیح نے مجاہد سے اس
آیت مین روایت کی کہ ایک مثل کے لوگ آپس مین ملا دیے جاوینگے یہی ربیع بن خیثم و حسن و قتادہ رح نے بیان کیا ہے اور اسی کو امام ابن جریر رح نے
پسند کیا اور یہی تفسیر صحیح ہے (ابن کثیر رح) اور واضح ہو کہ بائین طرف والے جمیع بدکار اور جہنمی ہین اور جہنمیون مین بھی اقسام ہین الخ خطیب رح
نے لکھا کہ حسن بصری و قتادہ رح نے کہا کہ ہر شخص اپنی قسم مین ملا دیا جائیگا مثلاً یہودی کو یہودیون مین ملا دینگے اور نصرانی کو نصرانیون مین ملا دینگے
مترجم کہتا ہے بلکہ یہودیون مین مثلاً بہتر فرقے ہین تو ہر فرقے کو اُسکے فرقے کے ساتھ ملا دینگے اور واضح رہے کہ ہر فرقے مین بھی ہر شخص کے

آگ کردیے جائینگے رازی رح نے لکھا کہ سجرت بتشدید جیم اور بدون تشدید دونون قرأتین آئی ہین اور تنور کو مسجور کرنا اسکو افروختہ کرنا۔ یہ بات ظاہر ہو کہ جس چیز کو جلتا ہوا افروختہ کیا جاوے تو اُسکی رطوبت فنا ہو جاویگی تو سمندرون مین ایسی حالت مین قطرہ پانی نہین رہیگا پھر یا دونکو روان کرنا مذکور ہوا تو اس سے سمندر پر ہوکر زمین کے برابر ہوجاوینگے اور اس صورت مین سمندر و زمین سب ایک مستوی میدان نہایت حرارت مین جلتا بلتا ہوجائیگا اور شاید یہ ہو کہ زمین نے جب سمندرون کا پانی چوس لیا تو اُسکے بعد پھول کر اسقدر اونچی ہو کہ پہاڑون کے برابر ہوجاوے اور شاید جب پہاڑ کوفتہ و خاک کردیے جاوین تو یہ خاک جاکر پہاڑون کی تہ مین گرے اور روے زمین سمندرون کے برابر ہوکر سب جلتا بلتا سمندر ہوجاوے۔ یہ سب اس صورت مین کہ سجرت جلانے اور افروختہ کرنے کے معنے مین ہو۔ اور اگر سجرت بمعنی فجرت ہو یعنے شق کرنا تو مطلب کہ کھاری و میٹھا سمندر مل جاوینگے اور بات یہ کہ اللہ تعالے نے کھاری و میٹھے مین پردہ حائل فرمایا ہو جب وہ دور کردیا جاوے تو سب ایک ہی مین موجین مارنے لگینگے اور یہی کلبی سے روایت ہو مترجم کہتا ہو کہ یہان رازی رح نے عجب قیاسات ذکر کیے اور اوہام فلاسفہ و علم کلام کی مشق سے ایسے ہی قیاسات ہجوم کرتے ہین جنکی کچھ اصلیت نہین ہوتی ہو۔ کاش اگر یہ قیاس کیا ہوتا کہ سمندر نہایت حرارت سے گویا تنور کی طرح مسجور ہوگا اور یہی اہل جہنم کے لیے حمیم پلانے کو ہوگا۔ پھر رازی رح نے لکھا کہ قفال رح نے کہا کہ سمندر افروختہ جلتا بلتا ہونے مین چند وجوہ ہین (اول) یہ کہ جہنم کا وجود نیچے ہو اور اُسکے اثر سے ابھی یہ سمندر جلتے نہین ہین اسلیے کہ اللہ تعالے نے دنیا کے باقی رہنے کی ایک مدت رکھی ہو جب وہ ختم ہوگی تو جہنم کی حرارت کا اثر ان سمندرون تک پہونچیگا جس سے یہ سب جلنے لگینگے (دوم) آفتاب وغیرہ سمندرون مین ڈالے جاوینگے تو جلنے لگینگے (سوم) یہ کہ اللہ تعالے ان سمندرون کے نیچے ایسی سخت آگ پیدا کردے جس سے جلنے لگین۔ یہ سب قفال رح کا قول ہو رازی رح نے کہا کہ آخر ان سب تکلفات کی کیا ضرورت ہو کیونکہ اللہ تعالے قادر ذوالجلال ہین جب یہ قدرت ہو کہ اُسنے دنیا کو خراب کیا اور قیامت قائم کی تو اسکو ضرور یہ قدرت ہو کہ سمندرون کے حق مین جو چاہے حکم دے چاہو یہ کہ انکا پانی جلنے لگے یا یہ کہ سب پانی بدل کر آگ ہوجاوے مترجم کہتا ہو کہ رازی رحمہ اللہ تعالے کو اللہ تعالے مغفرت کے ساتھ جزاے خیر عطا فرماوے بیشک یہی بات ہو کہ سب یہ باتین تو حضرت ذوالجلال والاکرام کے حکم پر ہین پھر کسی قسم کی وجہین تلاش کرنا سخت بھٹک ہو بلکہ حق یہ کہ جو کچھ اللہ تعالے چاہے فوراً واقع ہو اور جیسے عصاے موسی بدل کر اژدہا کردیا تھا اسی طرح سمندرون کا پانی بدلکر آگ کردے اُسمین سب قدرت ہو بلکہ یہ تو اُسکی قدرت کے کمتر افعال ہین اور اُسکی عظمت و مقدس صفت مین عقل متحیر و عاجز ہو وہو الکبیر المتعال۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن جریر رح عن یعقوب الدورقی عن ابن علیہ رح مسند کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے فرمایا کہ بھلا تو جانتا ہو کہ جہنم کہان ہو اُسنے کہ سمندر ہو تو حضرت علی رض نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ مین یہی راے رکھتا ہون کہ اسنے سچ کہا اور قولہ تعالے والبحر المسجور اور قولہ اذا البحار سجرت پڑھ دیا مترجم کہتا ہو کہ اسناد صحیح ہو سب راوی صحیحین کے رواۃ ہین۔ ابن عباس رض وغیرہ نے کہا کہ اللہ تعالے ہواے دبور (پچھیاؤ) بھیجیگا جس سے سمندر آگ ہوکر لپٹین مارنے لگے گا مترجم کہتا ہو کہ اگر کہا جاوے کہ قفال رح کی طرح دیکھو ابن عباس رض نے وجہ بیان کی (جواب) نہین بلکہ ابن عباس نے علم سے صورت واقعہ بیان کی ہو اور فرق یہ کہ قفال نے قیاس حواس کے موافق اُسکی علت تلاش کی اور حضرت ابن عباس رض کے قول مین یہ بات نہین ہو اسلیے کہ باد دبور اگرچہ حسی ہو لیکن اُسمین یہ خاصیت حواس سے کبھی نہین معلوم ہوئی کہ پانی مین آگ لگا دے قال ابن ابی حاتم حدثنا علی بن الحسین بن جنید حدثنا ابو الطاہر حدثنی عبد الجبار بن سلیمان النفاط شیخ صالح یشبہ مالک بن انس عن معاویۃ بن سعید قال ان ہذا البحر الخ۔ معاویہ بن سعید نے جو کبار اتباع تابعین سے ہین کہا کہ یہ سمندر یعنے بحر الروم بطور حوض کے وسط زمین مین واقع ہو اور سب دریا اُس مین گرتے ہین اور بڑا سمندر بھی اسی مین گرا ہو اور اسکے نیچے کنوئین تانبے کے بند ہین پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو آگ کی طرح افروختہ کردیا جائیگا

اور جب وحشی جانوروں کے غول اٹھائے جاوینگے ف اسمین دو احتمال ہین (ایک) یہ کہ زندہ کرکے اٹھائے جاوینگے (دوم) یہ کہ غول کے غول ادھر اُدھر بھاگتے ہوے آدمیون مین مختلط ہوجاوینگے کیونکہ اُن پر بھی عبرت و دہشت طاری ہوگی اور درندے اپنا ظلم بھول جاوینگے اور چرندے اُنسے اپنی جان کا خطرہ بھول لینگے کیونکہ جو منظر سامنے ہوگا وہ نہایت ہولناک ہوگا امام ابن کثیر وغیرہ نے لکھا کہ (حشرت) یعنے جمع کیے جاوینگے ابن عباس رضی نے کہا کہ ہر چیز زندہ کرکے حشر کیجائیگی حتی کہ مکھیان بھی محشور ہونگی (رواہ ابن ابی حاتم) یہی قول ربیع بن خثیم وغیرہ نے بیان کیا ہی اور قتادہ رح نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ ان جانورون کے بارہ مین اللہ تعالے جو کچھ چاہے گا حکم فرماویگا۔ عکرمہ رح نے کہا کہ ان جانورون کا حشر یہ ہی کہ مردہ کر دیے جاوینگے مترجم کہتا ہی کہ آیت مین صریح ہی کہ ان جانورون کے لیے آدمیون کیطرح حشر ہی لقولہ تعالے ما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر الآیہ- یعنے یہ حیوانات بھی تمھاری طرح امتین ہین اور ہم نے لکھنے مین کچھ کمی نہین کی ہی پھر تم سب اپنے رب کی جانب حشر کیے جاؤگے- ھ- پس قول عکرمہ رح کے یہ معنے نہین ہوسکتے کہ ان حیوانات کو موت دیدینا ہی انکا حشر کرنا ہوگا کیونکہ یہ تو آیت کے خلاف بلکہ زبان عرب کے خلاف ہی بلکہ اس قول سے عکرمہ رح کی مراد یہ ہی کہ ان جانورون کو حشر کرکے بعد فیصلہ کے حکم ہوگا کہ خاک ہوجاؤ- یعنے انکے لیے جہنم یا جنت نہین ہی بلکہ انکے حشر کرنے کا انجام موت ہی اور دلیل اسپر روایت ابن جریر رح ہی فقال ابن جریر رح حدثنا علی بن مسلم الطوسی حدثنا عباد بن العوام حدثنا حصین عن عکرمہ عن ابن عباس فی قولہ واذا الوحوش حشرت قال حشر البھائم موتھا وحشر کل شیء الموت غیر الجن والانس فانہما یوقفان یوم القیامۃ- یعنے ابن عباس رض نے اس آیت مین کہا کہ بہائم کا حشر کرنا موت ہی اور ہر چیز کا حشر کرنا موت ہی سوائے جن وانس کے کہ یہ دونون فریق قیامت کے روز کھڑے رکھے جاوینگے مترجم کہتا ہی کہ یہ اسناد صحیح ہین اور شاید اسکے وہی معنے ہین جو مین نے اوپر بیان کیے- پھر ابن جریر نے ابو کریب رح سے باسناد صحیح روایت کیا کہ ربیع بن خثیم نے اس آیت مین کہا کہ وحوش پر حکم الٰہی آیا- اسکو راوی نے عکرمہ رح سے ذکر کیا تو عکرمہ نے کہا کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ وحوش کا حشر کرنا موت ہی مترجم کہتا ہی کہ اس روایت کے بھی وہی معنی ہوسکتے ہین واللہ تعالے اعلم اور سابق مین ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ اذا الوحوش حشرت یعنے جب وحوش باہم مختلط ہوجاوینگے یعنے مجموعہ مختلط ہونگے امام ابن جریر رح نے کہا کہ ان روایات مین اولی وارجح اسکا قول ہی جس نے کہا کہ حشر یعنے مجموعہ کرنے کے ہے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا والطیر محشورۃ یعنے مجموعہ (تفسیر ابن کثیر) خلاصہ یہ کہ قول ابی بن کعب رض راجح ہی اور شیخ ابو السعود رح نے قتادہ رح سے نقل کیا کہ ہر چیز حشر کیجائیگی حتی کہ مکھیان بھی زندہ کرکے محشور ہونگی اور جب ان مین فیصلہ ہوجائیگا تو خاک کردی جاوینگی ان مین سے کچھ باقی نہ رہیگا- سوائے اسکے جسکی صورت وغیرہ سے آدمیون کو خوشی ہوتی ہی جیسے طاؤس وغیرہ- ھ- یہی خطیب رح نے لکھا ہی اور امام رازی رح نے کہا کہ معتزلہ کا قول یہ ہی کہ قیامت کے روز اللہ تعالے ہر قسم کے حیوانات کو سب کو محشور فرماویگا تاکہ دنیا مین انکو جو دُکھ درد پہونچا ہی اُسکا عوض دے پھر جب اُنکو یہ عوض پہونچا دلیا تو اُسکے بعد اللہ تعالے کو اختیار ہی کہ بعضے خوبصورت جانورون کو جنت مین باقی رکھے اور جنکو چاہے فنا کردے جیسا کہ روایات مین آیا ہی رازی رح نے کہا کہ ہمارے علماء کے نزدیک اللہ تعالے پر کسی کا حق نہین ہی ولیکن بعد فیصلۂ خلائق کے حکم فرماویگا کہ مرجاؤ پس یہ سب مرجاوینگے (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین ہی کل موذ فی النار- یعنے ہر موذی فی النار ہی سیوطی رح وغیرہ نے کہا کہ اسکے دو معنے ہوسکتے ہین (ایک) یہ کہ دنیا مین جو موذی تھا وہ جہنم مین ڈالا جاویگا (دوم) یہ کہ جہنم مین ہر ایسی چیز موجود ہوگی جو ایذا دینے والی ہی مثلاً وہان سانپ بچھو وغیرہ موجود ہونگے مترجم کہتا ہی کہ اس سے یہ لازم نہین ہی کہ یہی سانپ بچھو ہون بلکہ آخرت کے جہنمی سانپ وغیرہ ہوسکتے ہین اور انکے سخت زہر اور درد والم وغیرہ کا ذکر بھی حدیث مین آیا ہی واللہ تعالے اعلم- وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ- اور جب سمندر مسجور کیے جاوینگے ف یعنے جلتی بلتی

یہ تو درحقیقت قیامت کا پورا نمونہ بھی نہیں تھا حالانکہ عشار معطل کرتے تھے تو قیاس کرنا چاہیے کہ جس قیامت کے لیے نمونہ مذکور ایک علامت تھا اس وقت کس ہول و دہشت کے ساتھ غافل ہوکر عشار معطل ہونگے ابن کثیرؒ نے لکھا کہ عشار کی تفسیر میں دوسرا قول یہ کہا گیا کہ عشار سے مراد بادل ہیں جو دنیا خراب ہونے کی وجہ سے آسمان و زمین کے بیچ میں رواں ہونے سے معطل ہونگے (ع) رازیؒ نے کہا کہ عشار کنایہ سحاب سے ہوا جو پانی سے معطل ہیں اور یہ اگرچہ مجازی معنی ہیں لیکن اوپر کی چیزوں سے زیادہ مشابہ ہے یعنے اوپر آفتاب و نجوم و پہاڑ کی بربادی مذکور ہے اور عشار سے بادل کی بیکاری بیان کی گئی اور عرب کے لوگ بادل کو حاملہ جانور سے تشبیہ دیتے ہیں چنانچہ قولہ تعالےٰ فالحاملات وقراً آیہ میں موجود ہے لیکن یہاں مشہور تفسیر یہ ہے کہ عشار سے ناقہ عشراء مراد ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ ایک بات یہ بھی ہے کہ بادل مراد لینے میں یہ معنے ہوئے کہ بادل پانی سے خالی ہونگے تو وہم ہوگا کہ بادل موجود ہونگے لیکن پانی سے خالی ہونگے اور یہی عوام کا خیال ہے اگرچہ ذی علم لوگ جانتے ہیں کہ وہی پانی ہے۔ ہاں اگر یہ کہا جاوے کہ آسمان و زمین کے درمیان رواں ہونے سے معطل ہونگے جیسے ابن کثیرؒ نے لکھا ہے تو بہتر ہے۔ اگر کہا جاوے کہ ناقہ عشراء معطل ہونے کی اُسوقت کیا صورت ہوگی (جواب) میں خطیبؒ نے لکھا کہ یہ بطور مثل کے ہے کیونکہ قیامت میں ناقہ عشراء نہیں ہونگے تو معنے یہ ہیں کہ قیامت ایسی ہولناک ہے کہ اگر مثلاً اُسوقت کسیکے پاس عشراء اونٹنی ہوتی جو بہت عزیز ہوا کرتی ہے تو وہ اُسکو بھی معطل چھوڑتا اور اپنی جان کی فکر میں پڑجاتا (السراج) میں کہتا ہوں کہ خطیبؒ نے اس معاملہ کو دوسری بار صور پھونکے جانے کے بعد قرار دیا اسلیے کہ اگر اول ہی مرتبہ صور میں ایسا ہونا لیا جاوے کہ آسمان و آفتاب و ستارے سب باطل ہوں تو یہ حدیث صحیح کے خلاف پڑیگا جسمیں مذکور ہے کہ جب سب مر جاوینگے تو اللہ تعالےٰ آسمان سے بکثرت پانی نازل فرماویگا اور قدرت الٰہیہ سے زمین کے اندر قبروں کے اجسام اسطرح اُگینگے جیسے دانہ اُگتا ہے اور زمخشری وغیرہ نے بھی کہا کہ بظاہر مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب زمین سے مردے اُٹھیں اُسکے بعد عالم خراب ہوتا کہ اُنکو دنیا کا فنا ہونا معلوم ہو مترجم کہتا ہے کہ آیت قدسی میں بھی آیا ہے کہ جب کفار زندہ ہوکر اُٹھینگے اور اسوقت ہولناک منظر ظاہر ہوگا تو کہنے والے کہینگے کہ ہذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون۔ یعنے یہ وہی ہے جسکا ہمارے الرحمن نے وعدہ دیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔ ۔ یہ کہنے والے اگر مومنین ہیں تو اقرار کے ساتھ کافروں کو سنانا بھی ہے اور شاید خود کفار اسوقت اقرار کریں بہر حال آسمان وغیرہ کا فانی ہونا اگر دوسرے نفخہ صور کے بعد ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ناقہ عشراء کا معطل کرنا بھی اُسی وقت ہے اس لیے کہ نفخہ اول بھی قیامت میں شمار ہے اگرچہ مردوں کا زندہ ہوکر اُٹھنا دوسرے نفخہ پر ہوگا جو در اصل قیامت ہے اور اللہ تعالےٰ نے سورۂ النازعات وغیرہ میں اول نفخہ سے قیامت ہی میں شمار کیا ہے اور شیخ ابو السعودؒ نے کہا کہ قولہ تعالےٰ اذا الجبال سیرت۔ یہاں پہاڑوں کے رواں کرنے سے مراد یہ کہ لرزہ کی وجہ سے اپنی جگہوں سے زائل کر دیے جاویں اور یہ مطلب نہیں ہے کہ جوف درمیانی میں رواں کیے جاویں کیونکہ یہ معاملہ تو دوسرے نفخہ کے بعد ہوگا۔ ھ۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ یہاں جو حالت مذکور ہے وہ اول ہی نفخہ کے وقت ہوگی اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وغیرہ سے اوپر روایت گزری کہ پہلے نفخہ صور سے جن لوگوں پر قیامت قائم ہوگی اُن لوگوں کا یہ حال ہوگا کہ عشار کو معطل چھوڑینگے واللہ تعالےٰ اعلم ابن کثیرؒ نے کہا کہ عشار سے بعض کے نزدیک وہ زمین مراد ہے جس سے دسواں حصہ عشر لیا جاتا ہے اقول یعنی وہ زمینیں جن سے دہاگی وصول کرتے تھے آج وہ خالی بیکار پڑی ہونگی اور بعض نے کہا کہ عشار وہ دیار (بستیاں) ہیں جنمیں رہا کرتے تھے جب معدوم ہوئے تو گھر بار اُجاڑ خالی پڑے رہے ان سب اقوال کو قرطبیؒ نے تذکرہ میں ذکر کیا اور بعد اسکے کہا کہ راجح قول یہ ہے کہ عشار اونٹنیاں ہیں اور کہا کہ یہی اکثر علماء کا قول ہے ابن کثیرؒ نے کہا بلکہ سلف صالحین و ائمہ علماء سے سوائے اس قول کے دوسرا قول ہی معلوم نہیں ہوا واللہ تعالےٰ اعلم۔ **وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ**

کو دنیا کی آرائش سے دی ہین۔ مد۔ تو مجھے اللہ تعالے نے ایسی چیزون پر نظر کرنے سے منع کر دیا ہی مترجم کہتا ہی کہ آیت کا ظاہر سیاق تو یہ تھا کہ
اگر ہم نے ان کافرون کو دنیا دی آرائش کی چیزین عطا فرمائی ہین تو ان چیزون کی طرف اپنی نظر نہ اُٹھائیو کہ ان بدکارون کو یہ نفائس کیون دیے
گئے ہین اگر یہ اللہ تعالے کے دشمن ہین کیونکہ یہ چیزین اُنکے لیے جنت کا عوض ہین اور جنت کے مقابلے مین انکی حقیقت اسقدر بھی نہین ہے
جیسے دنیا مین مچھر کا پر گرا پڑا ہوتا ہی اُسکو کوئی نہین لیتا کیونکہ بہت بیکار و حقیر ہے پھر اگر یہ چیزین انکو دی گئی ہین تو کسی قابل نہین ہین۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ممانعت کو عموم پر محمول کیا اور اگر یہ حدیث ثبوت ہو تو دلیل ہی کہ شریعت مین جو احکام ہین وہ عام ہین جب تک تخصیص کے
واسطے دلیل نہو **نکتہ اشارہ** شاید یہ بھید ہو کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافرون کے حق مین ایسا خیال فرماتے تو حق سبحانہ تعالے اپنے حبیب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ملال دور کرنے کو کافرون کے لیے محتاجی رکھتا جیسے موسی علیہ السلام نے فرعونیون پر بد دعا کی تو اُنکے اموال مسخ
کر دیے گئے لیکن وہ فقط ایک قوم خاص کے حق مین تھا جنھون نے بنی اسرائیل کو اولاد قتل کرنے وغیرہ سے دکھ دیا تھا اور خون کا عوض
بہت کثیر تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام جہان کے واسطے عام ہی تو سب جہان کے کفار فقیر محتاج ہو جاتے اور ایمان مقدر ہی تو دنیا بھی
نہ پاتے جسکے لیے آخرت چھوڑی پھر آخرت مین عذاب الیم ہی اسلیے آپ کی نظر اس سے اُٹھا دی اور اس آیت کے نور سے تسکین بخشی واللہ تعالے اعلم
بالجملہ یہ معلوم ہوا کہ عشار انکے نزدیک بہت نفیس مال ہین اور یہان اونٹ کے قسم سے مادہ عشار مراد ہین ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مجاہد و عکرمہ
نے کہا کہ العشار یعنے اونٹون مین سے عشار مجاہدؒ نے کہا کہ عطلت۔ یعنے چھوڑ دی جاوینگی کہ جہان جاہین جاوین۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
و ضحاکؒ نے کہا کہ عطلت کے یہ معنے کہ اُنکے مالک اُنکو مہمل چھوڑ دینگے مترجم کہتا ہی کہ دونون تفسیرون مین فرق یہ ہی کہ قول مجاہدؒ سے یہ معلوم
ہوتا ہی کہ عشار کے مالک اُنکو کھول دینگے کہ جاہے جہان چلی جاوین اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہی کہ لوگ اس ہول و دہشت مین ہونگے
کہ انکو ایسے نفیس مالون کی طرف خیال نہ جاویگا بلکہ مہمل پڑی ہونگی چاہے مرین یا چلی جاوین ربیع بن خیثم نے کہا یعنے کوئی انکو کوئی دوہنے والا
اور تھن باندھنے والا نہوگا لوگ اُنسے بے پروا ہو جاوینگے۔ ضحاکؒ سے یہ بھی روایت ہی کہ عطلت یعنے بے چروا ہے چھوڑی جائینگی۔ ان سب
روایات کے معانی قریب قریب ہین اور مقصود یہ ہی کہ عشار جو عمدہ اونٹنی ہو اور حاملہ ہو جسکے حمل کو دس مہینے گزر چکے ہون اسوقت سے
جننے تک اسکا نام عشرا ہی تو ان نفائس کو چھوڑ دینگے اور غافل ہو جاوینگے نہ اُسکی کفالت کرین اور نہ اُس سے نفع اُٹھاوین حالانکہ اس ہولناک
منظر کے ظاہر ہونے سے پہلے بہت رغبت سے عشرا کو چاہتے تھے اور قیامت کے ہنوز آثار ظاہر ہوے ہین (تفسیر ابن کثیرؒ) مترجم کہتا ہی کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوے ان ایام مین شیاطین کے مارنے اور دفع کرنیکا انتظام آسمان پر سخت ہو گیا حالانکہ اس سے پہلے تمام شیاطین
ہر طرف آسمان کے نیچے بیٹھکر ملائکہ سے باتین سُنکر کاہنون کے کان مین کوک دیتے اور وہ لوگون کو بتلاتے تو لوگ انکی غیب جاننے کا اعتقاد
کر کے گمراہ ہو جاتے اور یہی شیاطین کا مطلب تھا کہ ہمارے ساتھ ہون۔ جب آپکی بعثت ہوئی اور قرآن مجید آسمان پر اُتارا گیا تو شیاطین اپنے
معمول کے موافق اپنے ٹھکانے پر بیٹھے اور یکایک ملائکہ نے اُنکو شہاب ثاقب مارنے شروع کیے اور ہر طرف سے اُن پر بوچھار
ہونے لگی تو تمام آسمان مین ستارون کے ٹوٹنے کی کیفیت چھائی ہوئی تھی اُس رات شیاطین مارے گئے اور کچھ بچکر بھاگے اور یہ احمق
اسکو اتفاقی بات سمجھے اور دوسری رات پھر گئے اور اسیطرح بلکہ سختی و شدت کے ساتھ مارے گئے اور اسیطرح تیسری رات بہت ہی شدت سے
مار پڑی۔ یہ حالت دیکھکر طائف کے لوگون نے ہول و خوف سے اپنے عشار چھوڑنے شروع کیے اور غلام آزاد کرنے لگے اور سمجھے کہ اب آسمان کے
تارے گرتے ہین اور آخر آسمان گر پڑیگا اور اب دنیا برباد ہو جائیگی اور آپسمین مل ملکر رخصت ہونے لگے چنانچہ سورۂ جن مین اسکی تفصیل گزر چکی ہی

وحشی جانور حشر کیے جاوینگے یعنے گروہا گروہ جن وانسان مین خلط ہوجاوینگے اور قولہ واذا الوحوش حشرت۔ وحشی جانور حشر کیے اور دونون خلط ملط ہونگے اور چوپائے وورندے وچرندوپرند سب خلط ملط ہونگے چنانچہ فرمایا واذا الوحوش حشرت۔ وحشی جانور حشر کیے
جاوینگے یعنے گروہا گروہ جن وانسان مین خلط ہوجاوینگے اور قولہ واذا العشار عطلت۔ نزدیک جننے والی اونٹنیان معطل چھوڑی جاوینگی
یعنے اُنکے مالک انکو مہمل چھوڑ دینگے۔ واذا البحار سجرت۔ اور سمندر جلتی آگ کر دیے جائینگے اسوقت مین جن کہینگے کہ اچھا ہم تمہارے لیے دور
دور سے خبر لاتے ہین پس جن دوڑ کر سمندرون تک پہونچینگے سمندرون کو دیکھینگے کہ وہ خوب جلتی ہوئی آگ ہو اور لپٹین اڑتی ہین۔ یہ دیکھکر
بھاگینگے اور آدمیون کو خبر کرینگے پھر اسی حالت مین خوفناک ہونگے کہ ناگاہ زمین ایکبارگی اوپر سے ساتوین زمین تک شق ہوجائیگی اور
یکایک آسمان ساتوین تک شق ہوجاوینگے اور یہ لوگ شدت خوف مین بیہوش ہوکر قریب ہونگے کہ یکایک ایک ہوا آدیگی اور سب کو
مردہ کر دیگی اس قول کو ابن جریر نے اسناد کے ساتھ روایت کیا ہو اور ابن ابی حاتم نے اسکے بعض حصہ کو روایت کیا ہو مترجم کہتا ہو کہ امام ابن کثیر
نے اس روایت مین کچھ کلام نہین کیا حالانکہ یہ روایت غریب ہو لیکن اسکے واسطے شواہد موجود ہین جیسے حدیث قیامت بدتر مخلوق پر قائم
ہوگی اور حدیث الصور اس سے قوی ہو واللہ اعلم۔ بالجملہ ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ اذا النجوم انکدرت کے معنے یہ ہین کہ جب ستارے بکھر
جاوینگے۔ یہی حضرت مجاہد و ربیع بن خثیم وحسن بصری وابوصالح وحماد بن ابی سلیمان وضحاک وغیرہ تابعین نے تفسیر بیان کی ہو اور علی بن ابی طلحہ
نے ابن عباس سے روایت کی کہ انکدرت ای تغیرت یعنے جسوقت ستارے متغیر ہوجاوینگے **اقول** شاید یہ مراد ہو کہ انکا نور مٹ جاویگا۔ اور
یزید بن ابی مریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسل روایت کی کہ ستارے جہنم مین منکدر ہونگے اور سوا اللہ تعالے کے جس چیز کی پوجا
کی گئی وہ سب چیزین جہنم مین ڈالی جاوینگی سوا ایک چیز کے کہ وہ عیسی ابن مریم و انکی مان ہین اور اگر یہ دونون راضی ہوتے کہ انکی پوجا
کی جاوے تو یہ بھی جہنم مین ڈالے جاتے۔ اس حدیث کو ابن ابی حاتم نے باسناد سابق روایت کیا ہو (تفسیر ابن کثیرؒ) رازیؒ نے علماءؒ سے اور
خطیبؒ نے ابن عباس رضؓ سے نقل کیا کہ ستارے آسمان وزمین کے درمیان قندیلین لٹکتی ہین اور نور کی زنجیرون سے بندھی ہین اور یہ زنجیرین فرشتون
کے ہاتھ مین ہین پھر جب زمین والے سب مرجاوینگے اور آسمان والے سب مرجاوینگے تو ان قندیلون کا تھامنے والا کوئی نہین رہیگا پس یہ قندیلین زمین پر گر پڑینگی
۔ھ۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ روایت ثابت نہین ہو اور بنانیوالے نے اپنی سمجھ کے موافق اس روایت کو بناکر عطا ریا ابن عباسؓ کی طرف نسبت کر دیا ہو اور اللہ
تعالے نے قرآن مجید مین ستارون سے آسمان دنیا کی زینت بیان فرمائی ہو اور یہ مقامات ہین جہان شیاطین کی گنجائش نہین ہو فافہم۔ **وَاِذَا
الْجِبَالُ سُيِّرَتْ**۔ اور جب پہاڑ روان کر دیے جاوینگے ف خطیبؒ نے کہا یعنے روے زمین سے دور کر کے شعاعی ذرے کر دیے
جاوینگے اور روے زمین صاف میدان مستوی چھوڑ دی جاویگی۔س۔ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یعنے اپنی جگہ سے زائل کر دیے جاوینگے پھر ذرہ
ہوائی کر دیے جاوینگے الخ یہ عبارت بہتر ہے کیونکہ سابق مین گزر چکا کہ پہاڑ روان کیے جاوینگے حالانکہ لوگون کا یہ گمان ہوگا کہ وہ اپنی جگہ قائم ہین
پھر انکو کوفتہ وریزہ کر کے ہوا مین اُڑا دیا جاویگا۔ **وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ**۔ اور جب عشار معطل کی جاوینگی ف رازی وخطیب
وغیرہ نے لکھا کہ عشار جمع عشرا ہو وہ ناقہ (اونٹنی) جسکے گابھ کو دس مہینے گزر گئے ہون پھر اُسوقت سے سال تمام ہونے تک اوسکا نام عشرا
رکھتے ہین اور سال تمام پر وہ جنتی ہو اور وہ اپنے مالکون کے نزدیک بہت نفیس مال ہوتا ہو چنانچہ روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اپنے اصحاب کے ساتھ ایک طرف گزرے جہان عشرا اونٹنیان جمع تھین تو اُنکی طرف سے آنکھ بند کر لی پس آپ سے عرض کیا گیا
کہ آپ اسکو دیکھنے سے کراہت فرماتے ہین حالانکہ یہی ہم لوگون کے نزدیک بہت نفیس مال ہو تو کیا ہم اسکو بوجہ آپ کی کراہت کے حقیر کرین
آپنے فرمایا کہ بات یہ ہو کہ اللہ تعالے نے مجھسے فرمایا۔ ولاتمدن عینیک الآیہ۔ تو اپنی آنکھین ان چیزون کی طرف دراز نہ کیجیو جو ہم نے ان لوگون

اول قصہ ذوالقرنین کا بیان یہ ہے کہ ذوالقرنین اس زمین کی جانب مغرب مین ایسی انتہا کو پہونچ گیا کہ اُسکے آگے چلنا ممکن نہ تھا اسلیے کہ آیندہ
دلدل تھی اور غروب کے وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب گویا دلدل کے اندر گھسا جاتا ہے اور معاملہ واقعی ہے جیسے میدان مین یہ معلوم ہوتا ہے کہ
آسمان گویا جھک کر اُن درختون کی چوٹیون پر رُک گیا ہے اور مغربی پہاڑ مین گویا ڈوبا جاتا ہے۔ یہ معنی محاذ مجازی بلیغ ہین کیونکہ یہ بات بدیہی معلوم ہے
کہ آفتاب آسمان پر گردش کرتا ہے۔ امر حدیث مین اور آیات مین مصرح بیان ہے اور حدیث مین صریح مذکور ہے کہ زمین سے آسمان کی دوری پانچ سو
برس کی راہ ہے تو صریح ہے کہ زمین سے آفتاب بھی پانچ سو برس کی دوری پر ہے پھر جس احمق نے ایسے خلاف معنی بیان کیے وہ آدمیت کا دماغ بھی
نہین رکھتا ہے دوم آفتاب کا سمندر مین غرق کیا جانا اس کافر نے اپنی حماقت کے طریقے سے خیال کیا اور اُسکو لازم تھا کہ اسکی کیفیت دریافت
کرتا یا کلام عربی سمجھنے کی لیاقت پیدا کرتا کیونکہ (کورت) مذکور ہے اور تکویر کے معنے لپیٹ دینے کے ہین اور جب لپیٹ دیا گیا تو جہان چاہے ڈالدیا جاوے
علاوہ اسکے حدیث مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ہے کہ آفتاب مکور کر کے جہنم مین ڈالا جاویگا اور یہ سمندر مین ڈالے جانے کی روایت
بعض علماء سے منقول ہے تفسیر شیخ ابن کثیرؒ مین ہے کہ ابن ابی حاتم نے باسناد مجہول مبہم روایت کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت مین کہا کہ اللہ تعالیٰ
قیامت کے روز آفتاب و ماہتاب و ستارون کو سمندر مین لپیٹ کر ڈالیگا اور اللہ تعالیٰ ہوائے دبور (پچھیا و جسمین آتشی جزو ہوتا ہے) بھیجیگا جو
سمندر کو جوش مارنے والی آگ بنا دیگی۔ مع۔ یہی قول عامر شعبیؒ سے نقل کیا گیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ حدثنا ابی حدثنا ابو صالح حدثنا
معاویہ بن صالح عن ابن یزید بن ابی مریم عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الخ۔ یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آفتاب جہنم مین
مکور کیا جاویگا مترجم کہتا ہے کہ یہ اسناد سب ثقات ہین لیکن ابن یزید بن ابی مریم کا حال نہین معلوم ہے اور یزید ابن ابی مریم صغیر تابعی ہین تو اسناد
مرسل ہے لیکن بہ نسبت اسناد قول ابن عباس رضہ کے بہتر ہے واللہ اعلم۔ ابو یعلی الحافظ نے اپنی کتاب مین حدیث انس رضہ سے مرفوع روایت کیا کہ
آفتاب و ماہتاب جوڑ یا بیل جہنم مین ہونگے اسکی اسناد مین درست بن زیاد اور یزید الرقاشی دونون ضعیف ہین اور صحیح حدیث وہ ہے جو بخاری نے
حدیث ابو ہریرہ رضہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز آفتاب و ماہتاب مکور کیے جاوینگے۔ ھ۔ حافظ ابوبکر البزار
نے باسناد جید روایت کیا کہ عبداللہ الداناج نے کہا کہ خالد بن عبداللہ القشیری جب عراق پر حاکم تھا تو اُسکے زمانہ مین اسی کوفی مسجد مین مین نے ابو سلمہ
بن عبدالرحمٰن سے سُنا کہ انھون نے حدیث روایت کی اور حسنؒ آکر اُنکے پاس بیٹھ گئے تھے پس ابو سلمہ نے کہا کہ مجھسے ابو ہریرہ رضہ نے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم سے روایت کی کہ قیامت کے روز آفتاب و ماہتاب جہنم مین دو بیل ہونگے حسنؒ نے یہ سنکر کہا کہ ان دونون کا کیا گناہ ہے تو ابو سلمہ
غصہ ہوگئے کہ مین تجھسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہون اور تو کہتا ہے کہ ان دونون کا گناہ کیا ہے۔ بزارؒ نے کہا کہ یہ حدیث
اسی طریقہ اسناد سے ابو ہریرہ رضہ سے روایت کی جاتی ہے۔ بخاریؒ نے بھی اسی طریقے سے روایت کی ہے مترجم کہتا ہے کہ حسنؒ جو اس روایت
مین مذکور ہین حسن کوفی ہین اور رازیؒ نے انکو حسن بصری خیال کر کے بجائے مسجد کوفہ کے مسجد بصرہ کا لفظ بدل دیا اور یہ غلطی ہے۔ وَاِذَا
النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ۔ اور جب تارے بکھر جاوینگے ف جیسے قولہ تعالے واذا الکواکب انتثرت۔ یعنے بجائے انکدرت کے
انتثرت۔ صاف ہے کہ بکھر جاوینگے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چھ علامتین قیامت سے پہلے ہونگی (یعنے مردے زندہ کیے
جانے سے پہلے ظاہر ہونگی) بیان یہ ہے کہ لوگ اپنی بازارون مین خرید فروخت مین مشغول ہونگے کہ ناگاہ آفتاب کی روشنی جاتی رہیگی پھر
لوگ اسی گھبراہٹ مین خوفناک ہونگے کہ ناگاہ تارے بکھرنے لگینگے۔ پھر زیادہ ہول و خوف مین ہونگے کہ ناگاہ پہاڑ اُکھڑ کے زمین
پر گرنے لگینگے پس اسوقت لرزہ و اضطراب پیدا ہوگا اور اسیوقت جن گھبرا کر آدمیون کی طرف آوینگے اور آدمی گھبرا کر جنون سے مل جاوینگے

اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ - جب آفتاب مکور کیا جائیگا ف رازی رح نے کبیر مین لکھا کہ اللہ تعالے نے بارہ چیزین بیان فرمائین از انجملہ
سب سے اول یہ کہ جب آفتاب مکور کیا جاوے - اور باقی اسکے بعد مذکور ہین اور معنے یہ کہ جب یہ بارہ چیزین واقع ہونگی تو علمت نفس ما احضرت
تو ہر نفس نے جو کچھ حاضر کیا تھا وہ جان جاویگا یعنے اُس روز آدمی کو اپنے اعتقاد و اعمال کا حال معلوم ہو جائیگا کہ اُسنے دنیا مین کیا کمایا تھا اور اُسکی
کمائی جنت مین ہی یا جہنم مین ہی اور جہان اسکی کمائی ہی وہی اسکا وطن دائمی ہی - مکور تکویر کیا گیا اور اسکی تفسیر مین اقوال ہین اور آیات واحادیث
سے صریح معلوم ہی کہ آفتاب بے نور کر کے جہنم مین ڈال دیا جائیگا اور اسکے ساتھ ماہتاب ہوگا شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض
سے روایت کی کہ کورت یعنے دور کر دیا جائیگا مجاہد رح نے کہا یعنے مضمحل اور دور کر دیا جائیگا - یہی ضحاک رح کا قول ہی - قتادہ رح نے کہا یعنے اُسکی روشنی
جاتی رہیگی - سعید بن جبیر رح نے کہا یعنے غار مین ڈالدیا جائیگا - ربیع بن خثیم نے کہا یعنے اُسکو پھینک دیا جائیگا اور اسکے مانند ابو صالح سے روایت
ہی - زید بن اسلم نے کہا کہ زمین مین گرا دیا جائیگا مترجم کہتا ہی اس قول کے معنے یہ ہین کہ پستی مین زمین کی جانب گرایا جائیگا اور یہ قول شاید اس
روایت سے نکالا گیا ہی کہ یہ سمندر جہنم سے ہین چنانچہ آگے آیت مین آتا ہی اور آفتاب بھی جہنم مین ڈالا جائیگا تو اس سے نکالا کہ وہ زمین مین
ڈالدیا جائیگا ولیکن سمندر کے جہنم کا جزو ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ آفتاب سمندر مین غرق کیا جاوے کیونکہ یہ ظاہر ہی کہ آفتاب زمین سے بڑا
ہی لیکن اگر اللہ تعالے کو منظور ہو کہ وہ جہنم کے اسی جزء مین غرق ہو تو وہ لپیٹ کر چھوٹا کر دیا جائیگا کیونکہ تکویر کے یہ معنے بھی ہین کہ لپیٹ دینا جیسے
عمامہ کی تکویر ہی یعنے عمامہ دراز کو سر پر لپیٹ دینا امام ابن جریر رح نے لکھا کہ ہمارے نزدیک تکویر کے معنے مین صحیح و ٹھیک قول یہ ہی کہ تکویر کے معنے یہ ہین
کہ کسی چیز کے اجزاء کو باہم ایک دوسرے پر لپیٹ دینا جیسے کپڑون کی تکویر یہ ہی کہ بعض کو بعض مین لپیٹ دیا جاوے پس اذا الشمس کورت مین
آفتاب کی تکویر یہ ہی کہ بعض اجزاء کو بعض مین ملا کر لپیٹ دیا جاوے پھر اُسکو پھینک دیا جاوے - اور جب آفتاب کے ساتھ ایسا کیا جائیگا
تو اُسکا نور جاتا رہیگا مترجم کہتا ہی کہ ایسی صورت مین وہ سمندر سے بھی چھوٹی جگہ مین آجاویگا **تنبیہ** اس زمانہ مین ایک فتنہ عظیم جو
مسلمانون پر طاری ہوا یہ ہے کہ اول تو مسلمانون نے عموماً دین کا علم چھوڑ دیا جس سے اس ہزار مین سے بھی ایک عالم نظر نہین
آتا ہے اور خاصکر وہ لوگ زیادہ جاہل ہین جنکو دنیاوی مال و دولت زیادہ حاصل ہے اور دوم یہ کہ ہر طرف سے اُن لوگون پر
اہل کفر کا ہجوم ہی اور ان مشرکون مین ایک قوم نہایت درجہ فتنہ ہی بلکہ ابلیس کے پورے لباس مین ہی یعنے ایک کافر قوم ہی جو ظاہر مین اسلامی لباس
و نام رکھتے ہین تو یہ لوگ جب جاہلون کو بہکاتے ہین کہ مثلاً قرآن مین یہ بات بدیہی ایسی ہی کہ ٹھیک نہین ہو سکتی ہی جیسے قولہ وجدہا تغرب فی عین حمئۃ
یعنے ذوالقرنین نے انتہاے مغرب مین پہونچکر آفتاب کو پایا کہ وہ سیاہ دلدل مین ڈوبتا ہی - ھ - دیکھو یہ بالکل غلط خیال ہی عوام الناس دور سے
دیکھکر یہ سمجھتے ہین کہ آفتاب پہاڑون مین گھسا جاتا ہی اور دیکھو آفتاب کی نسبت کہتے ہین کہ سمندر مین غرق کر دیا جائیگا - یہ بات کیونکر ٹھیک
ہو سکتی ہی - دور سے دیکھکر آفتاب چھوٹا معلوم ہوتا ہی حالانکہ وہ زمین سے بھی بہت بڑا ہی اس سے تم سمجھ لو کہ قرآن خدا کا کلام نہین ہی بلکہ محمد
صلی اللہ علیہ وسلم ایک بزرگ شخص اُس زمانے مین پیدا ہوے جب قوم سب تاریکی مین تھی تو نیچرل قوت سے انکے دل سے ایسی
باتون نے جوش کیا جس سے قوم کی ترقی ہوا اور اسلام کوئی بات نہین ہی سواے اسکے کہ قوم کی ترقی و دولت و ثروت حاصل کرنے کے
قواعد ہین لہذا قرآن مین ایسی باتون سے کچھ تعرض نہین کیا گیا جن سے ہمارے اصلی مقصود کو کچھ تعلق نہ تھا بلکہ ان باتون کو اُسیطرح چھوڑ
دیا گیا جس طرح اُس زمانے مین عوام مین مشہور تھین - ھ - مترجم کہتا ہی کہ یہ خلاصہ نمونہ اُسی کا ہی جس طرح اس کافر قوم نے مسلمانون کو
بہکانا شروع کیا ہی اور ہزارون جاہل خصوصاً مالدار انکے فتنہ مین برباد جہنمی ہو گئے ہین اور مین ان کافرون کے مکر کا جواب دیتا ہون

نہین فرمائی تھی ابن عباس و ابن الزبیر سے روایت ہی کہ یہ سورہ مکے مین نازل ہوا اور جماعت علما نے کہا کہ سب کے نزدیک بلا خلاف یہ سورہ مکیہ ہی اس سورہ کے آیات بالاتفاق انتیس ہین خطیب نے لکھا کہ ایک سو چار کلمات ہین اور چار سو چونتیس حروف ہین کما فی السراج اور علامہ گازرونی نے کہا کہ اس سے پہلے سورہ مین اللہ تعالیٰ نے حالات قیامت سے اطلاع دی اور اس سورہ مین بھی دیگر ہولناک واقعات سے آگاہ فرمایا مترجم کہتا ہی کہ سورۂ عبس کا سیاق خلاصہ یہ ہی کہ دنیا مین اندھے ایماندار کو جاہل لوگ حقیر سمجھتے ہین اور کافر وجیہ الدار کو معزز خیال کرتے ہین اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا تھا کہ اگر یہ کافر مسلمان ہو جاوے تو بہت لوگ اسلام لاوین پھر اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ انسان خود کچھ اختیار قدرت نہین رکھتا ہی بلکہ سب انسان قطرہ نطفہ ہین پھر قدرت نے انکو مستوی کیا اور راہ دکھلا دی لینے جو راہ چاہو اختیار کرو اور ہر ایک کے لیے اسکے سامان ظاہری اور باطنی دیدیے ہر ایک یہان اپنے واسطے عمل کرتا ہی اور اجل تک انکو عجیب قدرت سے رزق دیا پھر قیامت آنے پر ہر ایک کا انجام نظر آویگا وہ اندھا ایماندار خوبصورت ہوگا اور وہ موٹا تازہ خوبصورت کافر اس روز نہایت بدصورت ہوگا پس اہل معرفت سب چیزون کو نظر معرفت سے دیکھین اور اللہ تعالے ہر ایک کا انجام خوب جانتا ہی اس سورۂ تکویر مین ہولناک واقعات بیان فرمائے جن سے اہل سعادت صاف نظر کرین کہ یہ سب دنیاوی صورت فانی ہی اور ہر چیز فنا ہو کر بدلنے والی ہی تو یہان دل رکھنا بالکل حماقت ہی اور ضرور دار آخرت کے لائق یہان اعمال کرنے چاہئین کیونکہ یہان جو کچھ کیا ہی وہ ذرہ ذرہ وہان سامنے ہوگا اسیواسطے امام احمد کی روایت سے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما مین آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو پسند ہو کہ قیامت کا دن یہان اسطرح سے دیکھے گویا وہ آنکھون کے سامنے ہی تو اسکو چاہیے کہ سورۂ اذا الشمس کورت اور سورۂ اذا السماء انفطرت اور سورۂ اذا السماء انشقت تلاوت کرے اسکو امام ترمذی نے بھی روایت کر کے کہا کہ حدیث حسن ہی اور حدیث کو طبرانی و ابن المنذر و ابن مردویہ و حاکم نے بھی روایت کیا اور حاکم نے کہا صحیح الاسناد ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ وَإِذَا الْعِشَارُ

جب سورج کی دھوپ تہ ہو جاوے اور جب تارے میلے ہو جاوین اور جب پہاڑ چلائے جاوین اور جب بیاتی اونٹنیان

عُطِّلَتْ ۝ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝

چھٹی پھرین اور جب جنگل کے جانورون مین رول پڑے اور جب دریا جھونکے جاوین اور جب جیون کے جوڑ بندھین

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۝ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝

اور جب بیٹی جیتی گاڑ دی کو پوچھے کس گناہ پر ماری گئی اور جب کاغذ کھولے جاوین

وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۝ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ۝ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ۝

اور جب آسمان کا چھلکا اتارے اور جب دوزخ دھکائی جاوے اور جب بہشت پاس لائی جاوے

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ ۝

جان لے جی جو لے کر آیا

سیاہ غبار آلودہ صورت ہوگی وہ کفرہ فجرہ ہین یعنے جو اعتقاد مین کافر ہین اور اعمال مین بدکار ہین مترجم کہتا ہی کہ حدیث سے ثابت ہی کہ مومنین دوپہر ہونے سے پہلے فارغ ہوکر جنت مین قیلولہ کرینگے اور کفار عذاب محشر مین پڑینگے۔ حدیث مین ہی کہ اس روز ابراہیم علیہ السلام کے سامنے انکا باپ آذر کافر آویگا اور خوشامد کریگا کہ ای بیٹے میرے (خطا معاف کرو) مین آج تمھاری فرمانبرداری مین حاضر ہون کسی طرح مجھے بچاؤ (حضرت ابراہیم نہایت حلیم ہین) حضرت ابراہیم ع جناب باری مین عرض کرینگے کہ میرے رب تونے مجھسے فرمایا تھا کہ قیامت کے روز تجھے رسوائی سے بچاؤنگا۔ میرے رب یہ میرا باپ تھا۔ ارشاد ہوگا کہ ای ابراہیم تیرا خیال کدھر ہی ذرا ادھر متوجہ ہو حضرت ابراہیم اُدھر متوجہ ہوکر دیکھینگے کہ ایک ساہی اپنی نجاسات مین لوٹ رہی ہی تو بے ساختہ کہینگے کہ اعوذ باللہ منہا۔ مین اس سے پناہ الٰہی مین جاتا ہون اسی وقت ملائکہ اسکو چارون پاؤن باندھکر جہنم مین پھینک دینگے (الصحیح) یعنے حضرت ابراہیم جب نظر کرینگے تو آذر کافر کو نہ پاوینگے اور نگاہ ڈالینگے تو یہ ساہی وہی آذر تھا اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ اس روز کس قدر عظیم رحمت الٰہی اپنے بندون پر ہوگی دیکھو حضرت ابراہیم سے یہ عتاب نہین ہوا کہ تو ایک کافر کے لیے مجھسے سفارش کرتا ہی حالانکہ جب دنیا مین اسکے لیے استغفار کیا تھا تو اطلاع دیگئی کہ مشرک مرگیا ہے پس اُس سے بیزار ہوگئے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان ابراہیم لاواہ حلیم۔ ابراہیم ع بہت نرم دل حلیم ہی۔ ۵۔ پھر اس روز عجب لطافت سے خود حضرت ابراہیم ع سے اقرار لے لیا کہ الٰہی اس سے پناہ دے ہمارے اولیائے مشائخ نے کہا ہی کہ یہان دنیا مین بداعتقاد کافر و مشرک و منافق باطن مین جانورون سے بدتر شکل ہوجاتے ہین اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُولئک کالانعام بل ہم اضل۔ یعنے یہ کفار مثل چارپایون کے بلکہ انسے بھی بدتر گمراہ ہین۔ ۵۔ اور یہ بات تو ہر شخص جانتا ہی کہ ان لوگون کے اعتقاد مین کیسی ضلالت و حماقت ہی کیونکہ چرند و پرند اپنے رب عز و جل کو پہچانتے ہین اور انکی تمامی ہمت صرف تن پروری کا کھانا پینا اور سونا ہوتی ہی اور زیادہ خوفناک مقام یہ ہی کہ آخر زمانہ کے فسادات مین حدیث مین آیا ہی کہ مسجد مین پچاس نمازی جمع ہونگے ان مین ایک بھی مسلمان نہوگا اور روایت ہی کہ مسجدون مین دنیا کے معاملات کی باتین کرینگے نعوذ باللہ من ذٰلک۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حق ہدایت پر رکھے۔ پھر کافرونکی جو بدصورتی مذکور ہوئی یہ میدان محشر کا بیان ہی اور جب جہنم مین ڈالے جاوینگے تو نہایت قبیح صورتین ہونگی نیچے کا ہونٹھ ناف تک ہوگا اور اوپر کا ہونٹھ جلکر اوپر اینٹھ جاویگا اور دانت بڑے ہونگے یہانتک کہ کافر کی ایک ڈاڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی۔ اعوذ باللہ من ذٰلک سوال کیا لوگ کبیرہ گناہون والے بھی تقدیر سے جہنم مین جاوینگے وہ بھی اسی صورت کے ہونگے جواب احادیث و آثار سے یہ بات ثابت ہوتی ہی کہ ان لوگون کی صورتین مسخ ہوگی بلکہ جہنم مین جاتے ہی بیہوش مردہ ہوجاوینگے حتے کہ آخر مین بعضے نکالے جاوینگے کہ جلکر کوئلہ ہوگئے تھے پھر نہر الحیات مین ڈالے جاوینگے تو انکے اجسام ایسے اُگینگے جیسے سیل کی تری مین دانہ اُگتا ہی کہ نہایت نرم تر و تازہ ہوتا ہی اور یہ اللہ تعالیٰ کی کمال رحمت ہی اور یہ اسی بات پر ہی کہ اُسنے اپنے رب جل جلالہ کو بیشک اپنا اللہ وحدہ لاشریک جانا اور دل مین مانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق رسول مانا تھا لیکن غلبۂ نفس مین ایسے کبیرہ گناہون مین پڑگیا تھا جنکا اندازہ نہین اور بے قبول توبہ کے مرگیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے اسپر کرم کیا اور اسکو جہنم سے نجات دی للہ الحمد والمنۃ

سُورۃ التّکویر مکّیۃ وّھِی تسعٌ وّعشرونَ اٰیۃ

اس سورہ کا نام جو سلف سے منقول ہی سورۃ التکویر ہی اور کسیکو اختیار نہین کہ اس نام کے سوا اپنے قیاس سے دوسرا نام رکھے۔ یہ سورہ مکیہ ہی یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُس زمانے مین نازل ہوا جب آپ مکے مین رہتے تھے اور آپ نے مدینہ کو ہجرت

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ۔ ایسے بدصورت یہی کفار بدکار ف جواپنے پروردگار عزوجل کی عظمت الوہیت
ہین اُسکی بنائی ہوئی مخلوقات مین سے ساجھی اعتقاد کرتے ہین اور اُنکے سب کام اسی دنیاے فانی کے لیے برباد ہین اور اللہ تعالےٰ اُن کا مون
سے ناراض ہی یہ لوگ وہی کام اپنے لیے کماتے ہین اگر کہا جاوے کہ اوپر بیان ہوا تھا کہ اس روز ہر شخص اپنی جان کی فکر مین مستغرق ہوگا کیونکہ
آج اللہ تعالےٰ کے غضب سے اسکو نجات ہوگی اور دنیا مین جنکو بہت عزیز قریب پیارا سمجھتا تھا اُنسے بھاگیگا۔ اور یہ کافرون پر نہایت سخت
شدید ہوگا کہ اُنکو بالکل ناامیدی ہوگی اور مسلمانون پر بھی ہولناک ہیبت ہوگی حتی کہ انبیاء علیہم السلام نفسی نفسی کہینگے پھر اس حالت مین ضاحکۃ
مستبشرۃ کیونکر ہوسکتے ہین (جواب) آیت قدسی مین کوئی بات ایسی نہین ہی جس سے تمنے یہ سمجھا کہ اسی حالت مین دونون باتین ہونگی ابوالسعودؒ
نے کہا کہ یہ انجام کار کا بیان ہی یعنے آخر اہل سعادت اور اہل شقاوت کا انجام یہ ہوگا کہ دو قسم کے چہرے نظر آوینگے ایک مسفرہ یعنے روشن جن پر دھندو
غبار و تاریکی نہوگی جو کافرونکے چہرونپر لازمی ہی بلکہ اسکے ساتھ ہین ضاحکۃ (ہنستے ہوے) ہونگے کلبیؒ نے کہا کہ اُسوقت ہوگا جب حساب سے فرصت ہوکر چھٹکارا
ہوجائیگا تو ہولناک جہنم مین وطن نہونیکی ایسی خوشی ہوگی کہ باچھین خود بخود کھل جائینگی اور اسی وقت یہ بشارت ملیگی کہ جہنم سے پار ہوکر وطن مین داخل ہون
اس سے (مستبشرۃ) ہونگے یعنی دلی خوشی انکے اوپر ظاہر ہوگی رازیؒ و خطیبؒ وغیرہ نے لکھا کہ ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ اُنکے چہرے مسفرہ ہونگے کیونکہ رات مین نماز
پڑھنے کھڑے ہوتے تھے خطیبؒ نے کہا کہ حدیث مین بھی روایت ہی کہ رات مین جو شخص زیادہ نماز پڑھتا ہی دن مین اسکے چہرے پر نورانیت کی خوبصورتی ہوتی ہی
ضحاکؒ نے کہا کہ وضو کے اثر سے مسفرہ ہونگے۔ بعض نے کہا کہ جہاد مین گرد و غبار اُٹھانے سے آج روشن ہونگے (کبیر و سراج) مترجم کہتا ہے کہ
ان روایات کے ثبوت مین کلام ہی شیخ ابن کثیرؒ نے کچھ ذکر نہین کیا اور رات کے قیام کرنے سے شاید یہ مراد ہو کہ عشا کی نماز پڑھتے تھے کیونکہ
یہی فرض ہی اور تہجد ہر شخص پر فرض نہین ہی اور یہان کافرون کے مقابلہ مین مومنون کا بیان ہی تو کل مومنون کی یہی صفت ہوگی اور اعلیٰ درجہ
کے مومنین جن کرامات مین ہونگے وہ قیاس سے بھی باہر ہین اور سورہ حشر وغیرہ کی تفسیر مین یہ روایت گزر چکی کہ پل صراط تک منافقین بھی
مومنونکے ساتھ شامل رہینگے اور خطیبؒ نے جو حدیث لکھی کہ رات مین جو شخص زیادہ نماز پڑھتا ہی دن مین اُسکے چہرے پر زیادہ نورانیت ہوتی ہی۔ تو محدثین کے
نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہین ثابت ہی بلکہ معاملہ یہ ہوا کہ ایک بزرگ عالم اپنی مجلس مین اپنے شاگردون سے حدیث
روایت کرتے تھے اتفاق سے ایک عابد شاگرد اسی حالت مین آگئے اور شیخ نے اُنکی صورت دیکھکر اپنی فراست سے پہچانا کہ رات مین عبادت کرتے رہے
ہین اور یہ کلام فرمایا کہ رات مین جو شخص زیادہ نماز و عبادت کرتا ہی الخ بعضے شاگرد جو مجلس مین بیٹھے تھے اور زیادہ سمجھدار نہین تھے وہ اپنے شیخ سے
یہ کلام سنکر سمجھے کہ شیخ نے یہ حدیث روایت کی جو انھون نے یاد کرکے اسکو مسند روایت کیا اور اس غلطی سے عوام مین یہ حدیث مشہور ہوئی اور شیخ کے
سمجھدار شاگردون نے جب سُنا تو اس سے انکار کیا لیکن اتنے عرصہ مین جن لوگون نے اس شاگرد سے سُنا تھا اور دور چلے گئے تو اُنکو اصل بات
کی خبر نہین ہوئی واللہ تعالےٰ اعلم ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے آگاہ فرمایا کہ وہان دو ہی قسمین ہونگی ایک کا بیان یہ کہ وجوہ یومئذ مسفرۃ
ضاحکۃ مستبشرۃ۔ انکے دلی سرور و فرحت کا اثر اوپر کے بشرہ پر ظاہر ہوگا اور یہ لوگ اہل جنت ہین۔ دوسری قسم کا بیان یہ کہ وجوہ یومئذ
علیہا غبرۃ ترھقہا قترۃ یعنے اُنپر سیاہی مع غبار چھائی و چڑھی ہوگی۔ امام جعفر صادق ع نے اپنے باپ امام محمد باقر ع سے انھون نے اپنے باپ حضرت
امام زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ کافر کے منہ تک پسینا چڑھیگا پھر
اُسپر غبار پڑیگا (رواہ ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہی کہ شاید مراد یہ کہ اصل مین کافرونکے چہرے سیاہ ہونگے چنانچہ ابن عباسؓ نے کہا کہ قترہ چہرے
کی سیاہی ہی اور اوپر سے غبار پڑے گا خطیبؒ نے لکھا کہ یہ بہت بدصورت ہی جیسے سیاہ حبشی کے چہرے پر خاک پڑی ہو اور یہ لوگ جس کی

پوری کرنا انبیاء علیہم السلام سے ادا ہو یہی امام ابوحنیفہؒ نے فقہ اکبر میں صریح فرمایا ہو اور اسی پر سلف صالحین و علماء کاملین کا اجماع ہو جو اپنے رب عزوجل کی شان کے عارف ہیں پس اسکے بعد دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس دن امیدواری ہو دوم یہ کہ دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ نے اُسکے سر پر یہ عظیم مغفرت کا تاج رکھا ہو کہ وہ اُس دن اس عظیم ہول سے نجات میں ہو تو واضح ہو کہ پہلی صورت سب کے حق میں موجود ہو سوائے حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کے سر مبارک پر حبیب ہونے کا تاج رکھا گیا اور ارحم الراحمین عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو قولہ تعالیٰ۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر سے سرفراز فرمایا۔ یہ تاج کرامت فقط آپ کے سر پر خاص زیب ہو اور آپ کے سوائے کسی کے لیے نہیں ہو اسی لیے جب حضرت عیسیٰؑ عذر کرکے لوگوں کو آپ کے پاس بھیجینگے تو آپ قبول فرماوینگے کہ ہاں تمہارے واسطے یہ شفاعت کرونگا اور اُسوقت تمام محشر آپ کی خوشبوئے پاکیزہ سے معطر ہو جاویگا وللہ الحمد والمنۃ بالجملہ ابتدا میں ایسا ہولناک منظر ہوگا کہ ہر شخص اپنے نفس کی فکر میں اسقدر منہمک ہوگا کہ کسی دوسرے کی طرف اسکی توجہ ہی نہیں جائیگی ابن ابی حاتم نے محمد بن عمار بن الحارث کی سند سے روایت کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز تم لوگ ننگے بدن بے ختنہ کیے ہوئے پیدل حشر کیے جاؤگے تو آپ کی زوجہ (یعنی عائشہ رض) نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ بہت سخت بات ہو کہ ہم میں سے لوگ ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہوں آپ نے فرمایا کہ اُس روز ہر شخص کی وہ حالت ہوگی کہ دوسرے سے غافل ہوگا یا اسطرح فرمایا کہ ہر شخص پر اُس روز ایسا معاملہ پیش آویگا جو اُسکو غیر سے غافل کریگا۔ اس حدیث کو نسائیؒ نے بھی بطریق سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ روایت کیا اور ترمذیؒ نے بطریق عکرمہ عن ابن عباسؓ روایت کرکے کہا کہ حدیث حسن صحیح ہو اور کئی طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی گئی ہو مترجم کہتا ہو کہ اس سے معلوم ہوا کہ سعید بن جبیرؒ و عکرمہ دونوں نے اسکو ابن عباسؓ سے روایت کیا ہو اور نسائیؒ نے اسکو حدیث عائشہ رض سے اسکے مثل روایت کیا اور ابن ابی حاتم نے حدیث انس رضی اللہ عنہ سے اسطرح روایت کیا کہ ام المومنین عائشہ رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں ایک بات پوچھتی ہوں آپ مجھے آگاہ فرماویں آپنے کہا کہ ہاں بشرطیکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اُسکا علم دیا ہو سو ام المومنین نے پوچھا کہ قیامت کے روز مرد کیونکر حشر کیے جاوینگے آپ نے فرمایا کہ ننگے پاؤں ننگے بدن ہونگے عائشہ رض کچھ دیر خاموش رہیں پھر پوچھا کہ یا حضرت پھر عورتیں آپ نے فرمایا کہ عورتیں بھی اسیطرح ننگے پاؤں ننگے بدن ہونگی۔ عائشہ رض نے کہا کہ ہائے قیامت میں بڑی بے شرمی ہوگی آپ نے فرمایا کہ تو کیا پوچھتی ہو پھر ایک آیت اتری ہو کہ تیرے بدن پر اس روز کپڑے ہوں یا نہوں کچھ مضر نہیں ہو ام المومنین نے پوچھا کہ وہ کیا آیت ہو آپ نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ لکل امری منہم یومئذ شان یغنیہ۔ ابن ابی حاتم و ابن جریرؒ نے اسکو حدیث ام المومنین سودہ رض سے روایت کیا اسطرح کہ لوگ اُٹھائے جائینگے ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ کیے ہوئے اور پسینا انکے کان تک پہونچیگا الخ لیکن حدیث سودہ رض سے غریب ہو اور اسکی اسناد میں بعض راویوں کا حافظہ کمزور ہو مترجم کہتا ہو کہ اس روز کافروں کی دوسری صورت ہوگی اور مسلمانوں کی دوسری صورت ہوگی حتی کہ دونوں فریق میں صاف انتیاز ہوگا اور مسلمانوں میں سے بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سب میں ممتاز ہوگی اسطرح کہ اہل اسلام سب امتوں کے سپید چہرہ ہونگے اور اس امت والے چہرہ و ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضائے وضو نورانی رکھتے ہونگے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۙ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۚ۔ کچھ چہرے اُس روز سفید ہنستے ہوئے خوشی میں امید بھرے ہونگے ف یہ ایمان والے جنتیوں کا حال ہو۔ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۙ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۚ۔ اور کچھ چہرے اُس روز ایسے ہونگے کہ اُنکے اوپر غبار ہو کہ سیاہی نے ہر طرف سے انکو جپٹ کر کھینچ لیا ہوگا ف یہ بدصورت کون لوگ ہیں اللہ تعالیٰ نے بتلادیا بقولہ تعالیٰ

مین بے انتہا پہونچیگی گویا اُسکو بہرا کردیگی (ابن کثیرؒ) اُسدن ہر شخص اپنے اعمال لیے ہوے غضب الٰہی سے اسقدر خوفناک ہوگا کہ اُسکو سواے اپنی جان کے کسی کی فکر نہوگی۔ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ۔ وہ دن ہو کہ آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا ف ہرگز اُسکو منظور نہوگا کہ ذرہ برابر اپنی نیکی اُسکو دیدے یا اُسکی بدی اپنے اوپر لے لے۔ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ اور اپنے ماں باپ سے بھاگے گا ف یہ بھائی سے بھی بڑھکر محبوب تھے اور ماں کے ساتھ سلوک کرنے پر دل سے آمادہ رہتا تھا اور باپ کو بہت چاہتا تھا لیکن اُسدن اُنسے بھی بھاگیگا۔ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ۔ اور اپنی زوجہ اور اپنی اولاد سے بھاگیگا ف یہ حد سے زیادہ ہولناک دن ہو کیونکہ زوجہ سے بہت ربط رکھتا تھا اور آخر اولاد کو بالطبع سب سے زیادہ چاہتا تھا اُسدن اولاد کیسی اور کہاں کی جورو سب سے بھاگے گا اور معنے یہ ہین کہ اُس دن ان سب کو دیکھیگا اور اُنسے بھاگیگا اور دور ہٹیگا ہرگز نہین مانے گا کہ ذرہ برابر نیکی دے یا انکا بار قبول کرلے اور اسی طرح وہ لوگ بھی اس سے بھاگینگے کیونکہ وہ وقت ایسا ہی ہولناک ہو لِکُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ۔ ان لوگون مین ہر شخص کے لیے اُسدن ایسی شان ہوگی جو اُسکو بے پروا کردیگی ف یعنے یہ لوگ جو اوپر مذکور ہوے ہین ان مین سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی کہ اُسکے واسطے ہول و دہشت اور غم مین بے خود ہونے کو کافی ہو وہ کہان سے دوسرے کی پروا کرسکتا ہو۔ عکرمہؒ نے کہا کہ مرد اُس روز اپنی زوجہ سے ملیگا اور اُس سے کہیگا کہ اے بی بی تو جانتی ہو کہ مین تیرے ساتھ خاوندی مین کیسا اچھا تھا وہ کہیگی کہ ہان بیشک تو بہت اچھا شوہر تھا اور اُسکی تعریف کرے گی وہ کہیگا کہ بی بی آج مین تیرے ہاتھ کا ذراسی بات مین محتاج ہون تو مجھے ایک نیکی دیدے شاید مین اس مصیبت سے جسمین تو مجھے گرفتار دیکھتی ہو نجات پاؤن وہ کہیگی کہ تمنے مجھسے بہت آسان چیز مانگی مگر مین تم کو کچھ بھی نہین دیسکتی ہون مجھے بھی وہی خوف ہو جو تم کو خوف ہو اور آدمی اپنے بیٹے سے ملکر کہیگا کہ اے فرزند مین تیرا باپ تھا اور کیسا برتاؤ رکھتا تھا وہ بھی تعریف کریگا تو یہ کہیگا کہ اے فرزند آج مین تیرا محتاج ہون کہ تو اپنی نیکیون سے ذرہ برابر نیکی مجھے دیدے شاید مین اس خوفناک منظر سے نجات پاؤن وہ کہیگا کہ اے باپ مین بھی اس خوف مین گرفتار ہون جسمین تم گرفتار ہو مین ہرگز تم کو ذرہ برابر نیکی بھی نہین دے سکتا ہون۔ اس روایت کو شیخ ابن کثیرؒ نے یہان ذکر کیا ہو اور مترجم کہتا ہو میرے نزدیک یہ موقع اس روایت کا نہین ہو کیونکہ قیامت مین مواقف ہین اور اس روایت مین فقط اہل اسلام کا ذکر ہو کیونکہ کسی کافر کے پاس اُس روز ذرہ برابر نیکی نہوگی تو خلاصہ حالت جو روایات صحیحہ و آیات قدسیہ سے ظاہر ہوتی ہو یہ ہے کہ ابتداے حالت مین اسقدر ہول و دہشت ہوگی کہ منھ سے بول نہین نکلیگا اور کفار ہر ایک دوسرے کو دشمنی سے دیکھینگے پھر کفار علیحدہ کردیے جاوینگے اور مومنین ایک جگہ ہونگے اُسوقت مومنون مین بھی اسطرح فرار ہوگا اور معاملہ بہت سخت ہو سواے اپنے اعمال نیک کے کوئی بھی اُسوقت کام نہ آویگا۔ شیخ رحؒ نے لکھا کہ صحیح حدیث شفاعت مین ہو کہ لوگ جاکر حضرت آدم و نوح وغیرہ انبیاء بزرگ اُولوالعزم علیہم السلام سے درخواست کرینگے کہ ہمارے رب عزوجل کی جناب مین شفاعت کیجیے ہم بہت سختی مین ہین (یہ بھی مسلمانون کا معاملہ ہوگا) تو ہر ایک انکو یہی جواب دیگا (نفسی نفسی) الٰہی آج مین تجھسے یہی چاہتا ہون کہ میری جان بخشدے ہر ایک عذر کریگا کہ ہمارا رب عزوجل آج ایسے غضب مین ہو کہ کبھی اُسنے یہ غضب نہین فرمایا ہو اور نہ کبھی ایسا غضب فرمایگا آج مین اپنی جان کے واسطے پناہ مانگتا ہون یہان تک کہ لوگ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام تک پہونچکر درخواست چاہینگے۔ حضرت عیسیٰؑ فرماوینگے کہ مین اپنے رب عزوجل سے آج کچھ نہین مانگتا سواے اسکے کہ میری جان ہی بخشدے آج مین اُسکی جناب مین مریمؑ کے لیے بھی کچھ نہین کہتا ہون جسنے مجھے پیٹ سے پیدا کیا ہو (حدیث صحیح) وہ وقت ایسا سخت ہو کہ آنکھون سے عورت مرد کا ننگا ہونا نظر نہ آویگا یعنے اس ہول مین اس طرف خیال نہوگا نکتہ کوئی بندہ دنیا مین ایسا نہین ہو کہ وہ اللہ تعالےٰ کی شان کے لائق حق عبادت ادا کرسکا ہو اگرچہ پیغمبر ہو لیکن حکم کے موافق عبادت

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝

پھر جب آوے وہ غل جسدن بھاگے مرد اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور باپ سے

وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ

اور اپنی ساتھ والی سے اور بیٹیون سے ہر مرد کو اُسدن ایک فکر لگی ہے جو اُسکو بس ہو کتنے منھ اُسدن

مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝

روشن ہین ہنستے خوشیان کرتے اور کتنے منھ اُسدن اُنپر گرد پڑی ہے

تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝

چڑھی آتی ہے اُن پر سیاہی وہ لوگ وہی ہین جو منکر ہین ڈھیٹھ

دنیا مین اللہ تعالےٰ نے انسان کو نطفہ سے اپنی قدرت کی تاثیرات سے مستوی کیا اور اُسکو جنت وجہنم کی راہین واضح بتلادین اور جنت تو اللہ تعالےٰ کی کمال رحمت کا مقام ہو اور جہنم اللہ تعالےٰ کے کمال غضب کا مقام ہو اور اللہ تعالےٰ اپنے غضب سے ہم بندون کو پناہ دے کیونکہ جسکی شان الوہیت وصفات قدس کے نمونہ ایسے ہین کہ عقلین وہان حیران ہین تو اُسکے غضب کا کیا ٹھکانا ہو اور اُسکے غضب سے جو عذاب الیم ظاہر ہوگا اسکا نمونہ بھی کبھی ظاہر نہین ہوا ہو پھر اُسنے اپنی رحمت کے اعتقادات واعمال بتلادیے اور اپنے غضب کے اعتقادات کفر وشرک وقبیح اعمال تبلادیے ہین اور دنیا مین انسان کی زندگی کے لیے متاع ہر قسم کی پیدا کردی اور اجل تک انکی مدت ومہلت رکھی کہ اس مدت مین دونون قسم کی راہون مین سے جس راہ کے واسطے قسمت ہو اعمال کماوے چنانچہ ہر انسان یہی کماتا ہو اور اجل کے وقت عالم برزخ مین منتقل کردیا جاتا ہو اور دوسری خلقت پیدا ہوتی ہو یہانتک کہ آخر تک خلقت ختم ہوجاوے ہر ایک اپنی کمائی لیکر یہان سے چلا جاوے قال تعالےٰ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ- پھر جب صاخہ آئی ف یعنے پھر جب قیامت موجود ہوئی تو اُسوقت ہر شخص اپنی اپنی جان کی فکر مین مشغول ہوگا (السراج وکبیر وغیرہ) ہر شخص کو اُس وقت ظہور غضب الٰہی سے اپنے اپنے اعمال کی فکر ہوگی جو اُسنے دنیا مین کمائے تھے اور ہول ووہشت مین اپنی سب شرارت بھول جائیگا بلکہ عزیز ویگانہ سے جدا ہوگا کاش اگر دنیا مین سب سے سلوک کرتا لیکن دلکو علحدہ کرلیتا تو اُسکو ہوش ہوجاتا اور نفس کی مستی جاتی رہتی کیونکہ دنیا مین اولاد کی محبت اور جورو کی الفت اور ماں باپ بھائی بہن کی محبت مین دنیا کو اپنا وطن بنالیتا ہو اور اسی زندگی پر مطمئن ہوجاتا ہو اور اپنے رب عزوجل کی جانب دل نہین لگاتا ہو (بیان تفسیر) رازی وخطیب وابو السعودؒ نے لکھا ہو کہ صاخہ سخت آواز قیامت ہو اور وہ دوسرا نفخہ صور ہے یعنے دوسری بار جو زندہ کرکے اُٹھائے جانے کے لیے صور پھونکا جاوے گا- صاخہ نام اسلیے کہ وہ کان کو صخ یعنے بہرا کریگا کیونکہ کانون مین زور سے دھکا (لگے گا) اور یہی خلیل بن احمدؒ نے بیان کیا ہے ابن العربیؒ نے کہا کہ صاخہ وہ ہے کہ کان کو بہرا بنادے درحالیکہ کان سنتا ہے اور یہ نہایت لطیف فصاحت ہو (کبیر وسراج وغیرہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ صاخہ قیامت کے نامون مین سے ایک نام ہے اللہ تعالےٰ نے اُسکو ہولناک ظاہر کیا اور اپنے بندون کو اُس سے ڈرایا ابن جریجؒ نے کہا کہ قیامت کے نام ہونے سے شاید یہ مطلب ہے کہ صور مین آواز سخت پھونکے جانے کا نام ہے- معالم مین امام فراءؒ نے کہا کہ صاخہ یعنے روز قیامت کی سخت آواز ہو اسکا نام صاخہ اسلیے ہوا کہ وہ کانون کو صخ کریگی یعنے کان

ہین چیزین ہین (اول) یہ کہ ان چیزون سے ایسے دلائل حاصل ہوے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت الوہیت پر دلالت کرتی ہین (دوم) یہ کہ ان چیزون کے حالات سے ایسے دلائل حاصل ہوے جو اللہ تعالے کی عظیم قدرت ظاہر کرتے ہین اور یہ بتلاتے ہین کہ دنیا کی زندگی مثل حباب کے ہے یہان سے جانا اور آخرت مین زندہ ہوکر رہنا ضرور ہے (سوم) یہ کہ ان انعامات سے ثابت ہوا کہ ہمارا معبود برحق جسمین سب کمال اور سب قدرت ہے اور اُسنے ہم پر یہ عظیم احسانات کیے ہین کہ ہمکو پیدا کیا اور نہ ہم نطفہ تھے اور دنیا مین یہ متاع عطا کی تو ہرگز روا نہین ہے کہ اُسکی بندگی سے تمرد اور سرکشی کو اختیار کرے یا اُسکے بندون پر تکبر کرے (تفسیر کبیر و سراج) مترجم کہتا ہے کہ یہان مجھے دو بانین بیان کرنا ضروری ہین اول یہ کہ آخرت مین زندہ ہوکر رہنا ضرور ہے دوم یہ کہ بندگی حق سے تمرد کرنے والے کیونکر اسکی قدرت سے ہلاک نہین ہوے بیان اول واضح ہو کہ عقل کے نزدیک جب تک علت کامل موجود ہو معلول ضرور موجود ہوتا ہے اور علت کامل وہ ہے جسکے ساتھ ہی وہ چیز موجود ہوتی ہے جو اُس سے موجود ہو مثلاً ہاتھ کی جنبش سے کنجی ہلتی ہے تو جب تک ہاتھ ہلتا رہے کنجی ضرور ہلتی رہیگی اور یہ محال ہے کہ علت موجود ہو اور معلول موجود نہو تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے جب خلق کو اپنے اختیار سے پیدا کیا تو یہ خلق اپنی ذات سے برابر اپنے خالق کی ایجاد مین موجود رہیگی اور یہ محال ہے کہ خالق عزوجل مختار موجود ہے اور خلق فنا ہو جاوے تو یہ مخلوق جب تک دنیا مین رہے اللہ تعالے نے اُسکو لباس جسم مین رکھا ہے تاکہ یہان کی محنت مین جسم تکلیف پاوے اور تکلیف مین بندہ اپنے خالق عزوجل کے حکم بجالاوے اور تکلیف سے یہ مراد نہین ہے کہ فاقہ اور بیماری وغیرہ مین رہے بلکہ مراد یہ ہے کہ سردی و گرمی اور برسات اور بھوک و پیاس و خواہش بیجانہ و پیشاب مین وہ عبادت کرنے کے احکام بجالاوے پھر جب چاہا اپنے اختیار سے اُس کو اس دنیا سے آخرت مین منتقل کرلیا اور اسی جہت سے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہے کہ ایک روز خطبہ مین فرمایا کہ تم لوگ مرنے کے لیے نہین پیدا کیے گئے ہو اور لوگ تعجب سے کہینگے کہ یہ کیا کہتے ہو کہ تم سب باقی رہنے کے لیے پیدا کیے گئے ہو بیان امر دوم یہ کہ بے شک اللہ تعالے قادر مختار کہ جب چاہے تمرد کرنے والون کو ہلاک کردے لیکن اُسنے دنیا مین ان لوگون پر کسی بات کے لیے جبر نہین فرمایا ہے بلکہ راہین آسان کردین پھر ہر ایک اپنے لیے جو کچھ چاہے وہ کماوے اور خوب یاد رکھو کہ اُسکی بارگاہ کبریائی مخلوق کی بندگی سے اور انکے گناہون سے پاک ہے وہان کسی کی طاعت و معصیت کو دخل نہین ہے ولیکن جب بدکار کفار اپنی شرارت مین یہانتک طغیان کرتے ہین کہ مومنین صالحین کو اپنے رب عزوجل کی توحید نہین ادا کرنے دیتے اور اُنکو ایذا اور تکلیف دیتے ہین جیسے فرعون نے بنی اسرائیل کے ساتھ برتاؤ کیا تھا تو اللہ تعالے ان ظالمون کو ہلاک کرتا ہے جیسے قریش نے اپنی شرارت سے صحابہ رضہ کو تکلیفین دینی شروع کین یہانتک کہ وہ لوگ لاچار ہوکر مکے سے ہجرت کرنے لگے اور رسول اللہ صلعم بھی مجبور ہوے تو صحاح مین روایت ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے کہدیا کہ اب قریش کی ہلاکت و بربادی کے دن قریب آگئے چنانچہ یہی ہوا کہ انکی ہلاکت کے لیے جہاد کا حکم آگیا وللہ الحمد والمنۃ رازی وخطیب وغیرہ نے لکھا کہ اللہ تعالے نے کافرون کی دنیاوی پیدائش کو اور انکے واسطے غذا پیدا کرنے کو عجیب دلائل قدرت کے ساتھ بیان کیا اور آگاہ فرمایا کہ خالق عزوجل نے تمھارے لیے یہ متاع فقط اجل تک رکھی ہے تاکہ اپنے خالق عزوجل کو پہچان کر یہان شکر کے ساتھ توحید و عبادت کرو پھر اسکے بعد تمھارا یہان سے آخرت مین جانا ضروری ہے پھر اللہ تعالے نے ہولناک معاملات قیامت کا حال آیندہ بیان فرمایا تاکہ سنکر خوف کرین اور رجوع ہوکر دلائل وحدانیت اور عظیم قدرت مین غور کرین اور یہ دلائل ایسے واضح ہین کہ اگر نفس کی سستی چھوڑ کر دم بھر بھی اس مین غور کرین تو ایمان لاوین اور منہ زوری اور سرکشی چھوڑ دین اور جب اپنے نفس کی حالت سے آگاہ ہو جاوین تو لوگون پر تکبر بھی نہ کرین بلکہ اپنی صحت و عافیت پر شکر کرین اور تواضع ظاہر کرین لہذا فرمایا

مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعالے نے نباتات کے آٹھ اقسام بیان فرمائے۔ حب (اناج) وعنب (انگور) وقضب (رطبہ۔ گندنا) وزیتون ونخل وحدائق غلبا وفاکہۃ واب۔ اور فاکہہ تک غالباً سب آدمیون کے متاع ہین صرف حدائق مین یہ ہوسکتا ہی کہ باغات کے پتے وگھاس سے جانورونکا چارہ ہو لیکن اصل مین وہ انسانی غذا حاصل ہونے کی چیز ہے تو ظاہر ہی کہ (اب) خاص جانورون کے چارہ کے لیے ہی کیونکہ ان چیزون کے پیدا کرنیکا فائدہ بیان کیا بقولہ تعالے مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ۔ اسلیے کہ یہ متاع ہو تمھارے لیے وتمھارے چار پاؤن کے لیے ف تو معلوم ہوا کہ اسی مین چار پاؤن کی متاع ہی اور وہ (اب) ہی واللہ تعالے اعلم متاع وہ چیز ہے جسکو انسان اپنی ضرورت مین نفع اٹھانے کے کام مین لاوے اور یہ مقید ہی کہ جب تک تمتع کی خواہش ہی وہ کام مین ہی پھر چھوڑ دی گئی۔ مثلاً کڑھائی انسان کے لیے متمتع ہی جب اسکو کڑھائی کی ضرورت ہی کام مین لایا ورنہ چھوڑ دی اور اسمین اشارہ ہی کہ انسان کے لیے اصلی تمتع صرف ان چیزون سے ہے اور نفس کی خواہش جس قدر بڑھی اسی قدر ضرورتون کی چیزین بڑھین تو دنیا مین اُلجھاؤ بڑھ جاتا ہی حتی کہ صحابہ رضہ کے اول زمانے مین جو آٹا جو وغیرہ کا میسر ہوا اُسکی موٹی بھوسی پھونک سے اُڑادی اور تمتع حاصل کیا پھر لوگون مین چھلنی اور میدے کی ہانگی وغیرہ بڑھ گئین فافہم رازی وخطیب وغیرہ مین ہی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو روایت گذری اُسمین ہی کہ (اب) کی نسبت کہا کہ یہ تکلف ہی اور کہا کہ اے ابن الخطاب تجھے مضر نہین اگر تو نجانے کہ (اب) کیا چیز ہے (یہ جمعہ کا روز تھا) پھر لوگون سے فرمایا کہ کتاب الٰہی مین سے جو تم پر واضح ہوا اُسپر عمل کرو اور جو نہ کھلے اسکو رہنے دو اگر کوئی کہے کہ کیا حضرت عمر رضہ نے اس سے منع فرمایا کہ قرآن مجید کے مشکلات کو حل کرنے کے لیے تلاش نکرین (جواب) حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ منشا نہین ہی بلکہ بات یہ تھی کہ اُس زمانے مین صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہمت عمل کرنے پر مشغول تھی تو بعض چیز جس پر عمل کرنے کی ضرورت نہین ہی اُسکی تلاش مین وقت ضایع کرنے کو تکلف سمجھتے تھے یعنے اگر (اب) کے معنے معلوم ہوے کہ وہ (گھاس) ہے تو کیا ہوگا سواے اسکے کہ جانور کھاوین حتی کہ اگر یہ معلوم ہو کہ (اب) آدمی کے کھانے کی چیز ہے تو بھی آیت کا یہ منشا نہین ہی کہ ہر چیز کو ضرور کھاؤ بلکہ مباح کردیا کہ ضرورت کے وقت ان چیزون سے تمتع اُٹھاؤ پس ظاہر کیا کہ آیت اسلیے بیان کی گئی ہی کہ اللہ تعالے کا شکر کرو جسنے تم کو اور تمھارے چار پاؤن کو ان چیزون سے کھانے کو عطا کیا اور فحواے کلام سے یہ خود معلوم ہی کہ (اب) کوئی نباتات کی قسم ہے تو اسکو خاص صورت سے جاننے مین مشقت کرنے اور وقت ضائع کرنے سے یہ بہتر ہے کہ اللہ تعالے کا شکر ادا کرتے رہو اور معلومات متاع کے لیے کافی ہین (السراج) ف شیخ ابن العربی رح نے اشارات مین لکھا کہ قولہ تعالے قتل الانسان ما اکفرہ الخ۔ جب اللہ تعالے نے اوپر بیان فرمایا کہ کلا انہا تذکرۃ الخ یعنے قرآن مجید نیک بندون کے لیے تذکرہ ہی جو نصیحت حاصل کرنا چاہے تو ان آیات مین کافر کے کفر سے تعجب دلایا کہ وہ کس قدر تاریک حجاب مین پڑا ہی کہ اُسکو نصیحت و یاددہانی کی ضرورت ہوئی اور اللہ تعالے نے اپنی ظاہر نعمتین شمار فرمائین کہ جنکو دیکھکر حواس سے صاف دلیل ملتی ہی کہ ہمارا رب پیدا کرنے والا ہم بندون پر محسن ہی اور ہم کو اپنی جلیل قدرت سے یہ نعمتین دین اور اسکی قدرت بے انتہا ہی کیونکہ اپنی ابتداے خلقت سے اور لپنے حالات زندگی سے جو اپنے اندر پیدا ہوتے اور جو باہر کے تعلقات ہین سب سے بے انتہا قدرت ظاہر ہی تو اُسکی شان الوہیت و کمالات کی جامع ہی اور بندے اُسی کے قبضہ قدرت مین ہر دم محتاج ہین پس اللہ تعالے نے کافر سے تعجب دلایا کہ ایسی عظیم دلیلین کھلی کھلی جو اُسکی ذات مین ہر دم موجود ہین پھر وہ کفر کرتا ہی اور ان چیزون سے اُسکو حقیقت حاصل ہونا ضرور تھا لیکن اسکے برعکس وہ شرک وجہالت سمجھا اسی لیے فرمایا۔ کلا لما یقض ما امرہ۔ یعنے ہرگز اُسکا خیال ٹھیک نہین ہی اسنے امر الٰہی سے کوئی حق ادا نہین کیا پھر اللہ تعالے نے وہ چیزین متاع بیان فرمائین جو عظیم قدرت و الوہیت کی دلیل ہین اور انسانی زندگی بغیر انکے ممکن نہین ہے (ترجمہ کلام ابن العربی ملخصًا) رازی رح نے کبیر مین اور اسی سے نقل کرکے خطیب رح نے لکھا کہ اللہ تعالے نے ان چیزون کو ذکر فرمایا اور اس سے اصلی مقصود

یعنے جسمین درخت اور درمیان مین کھیتی وغیرہ ہو۔ حسن بصری و قتادہ رح نے کہا کہ (غلبًا) درختان خرما جو موٹے و بلند ہون۔ ابن عباس و مجاہد رح نے کہا کہ حدائق جہان گنجان درخت جمع ہون۔ اور ابن عباس رض سے یہ بھی روایت ہے کہ (غلبا) وہ درخت ہین جن سے سایہ حاصل کیا جاوے۔ علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ حدائق غلبًا۔ درختان بلند ہین۔ عکرمہ رح نے کہا کہ جن درختون کی پٹریان موٹی ہون رع۔ رازی رح نے کہا کہ (غلبًا) در اصل گردن کی صفت اُسکی موٹائی مین ہے پھر یہان دو قول ہین ایک یہ کہ ہر حدیقہ و باغ کا وصف مقصود ہے کہ اُسکے درخت گھنے گنجان سایہ دار ہین اور یہ مجاہد و مقاتل رح کا قول ہے۔ دوم یہ کہ ہر درخت کی صفت مراد ہے کہ اُسکا تنہ موٹا اور اونچا سایہ دار ہے یہی ابن عباس رض سے عطاء رح نے روایت کیا کہ مراد بلند درخت ہین اور فراء رح نے کہا کہ موٹے درختان خرما ہین (ہفتم) قولہ وَّ فَاكِهَةً اور فاکہہ پیدا کیے ف جن پھلون سے تفکہ کیا جاتا ہے یعنے کھانے کے بعد انکو تفریح طبع اور عیش کے طور پر کھاتے ہین اور ابن عباس رض نے کہا کہ ہر چیز جو تازہ کھائی جاتی ہے یعنے جیسے ککڑی و کھیرا وغیرہ ہوتے ہین (رع) رازی رح نے لکھا کہ اسی سے بعض علماء نے استدلال کیا کہ اللہ تعالےٰ نے فاکہۃ کو عنب (انگور) و زیتون و نخل (خرما) پر عطف کیا اور معطوف علیہ اور معطوف مین غیریت ہوتی ہے تو واجب ہے کہ وہ چیزین فاکہہ نہون رازی رح نے کہا کہ بظاہر یہ قول اقرب معلوم ہوتا ہے (قسم ہشتم) قولہ تعالےٰ وَّ اَبًّا۔ اور اب پیدا کی ف ابن عباس رض نے کہا کہ اب وہ چیز جو زمین سے ایسے پیدا ہوئی ہے جسکو چار پائے کھاتے ہین اور آدمی نہین کھاتے ہین دوسری روایت مین ابن عباس رض نے کہا کہ اَب گھاس ہے جو چار پائے کھاتے ہین مجاہد و سعید بن جبیر و ابو مالک نے کہا کہ سبز گھاس ہے اور مجاہد و حسن و قتادہ و ابن زید سے روایت ہے کہ اب واسطے چار پاؤن کے ایسی ہوتی ہے جیسے آدمیون کے واسطے فواکہ ہین۔ عطاء رح نے کہا کہ جو چیز روے زمین پر اُگتی ہے وہ اب ہے۔ ضحاک رح نے کہا کہ سوائے فاکہہ کے جو چیز زمین سے اُگے وہ اب ہے۔ ابن ادریس عن عاصم بن کلیب عن ابن عباس رض روایت ہے کہ اب زمین کی نباتات ہے جسکو چار پائے کھاتے اور لوگ نہین کھاتے ہین (رواہ ابن جریر من وجوہ) پھر ابن جریر رح نے اسکو دوسرے طریق سے روایت کیا اُسمین فرق ہے چنانچہ کہا کہ حدثنا ابو کریب و ابو السائب قالا حدثنا ابن ادریس حدثنا عبد الملک عن سعید بن جبیر قال الخ یعنے ابن عباس رض نے کہا کہ اب وہ ہے جو چار پاؤن کے واسطے زمین اُگاتی ہے۔ یہ ابو کریب کے الفاظ ہین اور ابو السائب کے الفاظ یہ ہین کہ اب وہ ہے جو زمین اُگاتی ہے جسکو آدمی کھاتے اور چوپائے کھاتے ہین مترجم کہتا ہے کہ اسمین چار پاؤن کے ساتھ آدمیون کا بھی ذکر ہے اور شاید اصل یہ ہو کہ (لا یاکلون الناس) لوگ نہین کھاتے ہین پھر لفظ (نہین) کتاب مین سے ساقط ہو گیا واللہ تعالیٰ اعلم اور ابو السائب سلم بن جنادہ ثقہ محدث ہین السنے ترمذی و ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے۔ عوفی رح نے ابن عباس رض سے روایت کیا کہ اب گھاس و چراگاہ ہے اور یہی مجاہد و حسن و قتادہ و ابن زید رح وغیرہم نے بیان کیا ہے واضح ہو کہ ابو عبید قاسم بن سلام رح نے محمد بن یزید (ابو ہشام الرفاعی) کی اسناد سے ابراہیم التیمی سے روایت کیا کہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ قولہ تعالےٰ فاکہۃ وابا۔ یعنے (اب) کے کیا معنے ہین تو فرمایا کہ کون آسمان مجھپر سایہ کریگا اور کون زمین مجھے اُٹھاویگی اگر مین نے کتاب الٰہی مین ایسی بات کہی جو مین نہین جانتا ہون ابن کثیر رح نے کہا کہ ابراہیم تیمی رح نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہین پایا تو اسناد منقطع ہے مترجم کہتا ہے کہ محمد بن یزید الرفاعی مین بھی ضعف حافظہ بیان کیا گیا ہے اور امام مسلم نے انکی روایت کو استشہاد مین ذکر کیا ہے۔ ابن جریر رح نے ابن بشار عن ابن عدی عن حمید عن انس رض روایت کی کہ حضرت عمر بن الخطاب رض نے سورہ عبس و تولی پڑھی یہانتک کہ جب اس آیت پر پہونچے وفاکہۃ وابا۔ تو خود کہا کہ فاکہۃ تو ہم پہچان گئے پھر (اب) کیا چیز ہے پھر کہا کہ اے ابن الخطاب یہی تکلف ہے ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ اسناد صحیح ہے اور حمید الطویل کے مانند بہتون نے اس حدیث کو انس رض سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے معنے یہ ہین کہ حضرت عمر رض نے (اب) کی شکل و جنس بطور معین نہین پہچانی ورنہ حضرت عمر رض تو خاص عرب اور بزرگ صحابی تھے یہان تو جو شخص قرآن پڑھتا ہے وہ جانتا ہے کہ (اب) زمین کے نباتات مین سے ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اسی نباتات کی فی الجملہ تفصیل فرمائی ہے

آسمان سے سماوی برکات کی ترکیب کے ساتھ ایک خاص موسم میں پانی زمین پر نازل کیا اور اسکو زمین کے پردہ میں جگہ دی اور وہان خاک شدہ
مواد گل مہندی وغیرہ کے اور پتھر چٹے کے گھاس کی مٹی میں ملے ہین انکو اثر ہوچکا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا پھر ہم نے شق کیا
زمین کو شق کرناف یعنے پھر ہم نے زمین کے اندر ہی اندر گلا اُگایا اور باوجود بہت نرمی کے زمین شق کر کے اُسنے سر نکالا اصطلح
انسان جو حواس کے امتحان مین مکلف ہو اُسنے مشقت سے جو بیج زمین مین ڈالے تھے وہ اُگے اور زمین پھوڑکر باہر نکلے خطیب رح نے
لکھا کہ انسان کو اُسکے طعام یعنے اناج و میوہ و ترکاری وغیرہ کی طرف توجہ دلائی جس سے آخرت کے واسطے سامان کرتا ہی حسن و مجاہدؒ نے کہا
یعنے طعام کے مدخل و مخرج کو دیکھے مترجم کہتا ہو کہ شاید یہ مطلب ہو کہ اناج کس طریقے سے زمین مین داخل کرتا ہی یعنے تخم ریزی کرتا ہی اور مخرج اُسکا
پیداواری ہی خطیب رح نے یہان عجب بات لکھی کہ ضحاک رح سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھسے فرمایا کہ اے ضحاک تیرا طعام
کیا ہی مین نے کہا کہ گوشت اور دودھ ہی فرمایا کہ پیتا کیا ہی مین نے عرض کیا کہ پانی ہی فرمایا کہ مین جانتا ہون لیکن اللہ تعالے نے دنیا کی مثال اُس
چیز سے بیان کی جو آدمی سے نکلتی ہی مترجم کہتا ہو کہ تفسیر مین جو ضحاک رح آتے ہین وہ تابعی ہین انکی روایت ابن عباس رض سے قابل تامل ہی انھون نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہان پایا اور اگر یہ ضحاک کوئی صحابی ہین تو انکا نام و نسب بیان کرنا چاہیے تھا شاید ضحاک بن سفیان
الکلابی ہون یا ضحاک بن قیس الفہری ہون واللہ تعالے اعلم۔ پھر لکھا کہ ابن عمر رض سے روایت ہو کہ آدمی جب پخانہ جاتا ہی تو جو چیز اُس سے خارج
ہوتی ہی اسپر عبرت سے نظر کرے فرشتہ اُس سے کہتا ہو کہ دیکھ جسکے لیے تونے یہ لالچ کیا تھا اسکا کیا انجام ہوا (السراج) رازی رح نے کہا کہ اللہ
تعالے نے انسان و طعام کے موجود ہونے کے دلائل بیان فرمائے اور طعام کے ساتھ بدن مین بھی عجائب حکمت و قدرت سے نفع حاصل ہوتا ہی
لیکن فقط اول قسم کو ذکر فرمایا کیونکہ وہ حواس سے بخوبی ظاہر ہی اور قرآن مجید کے دلائل ایسے ہی ہونے چاہیے ہین کہ جنکو ہر شخص سمجھ سکے
اور صببنا الماء سے۔ بارش کا پانی مراد ہی تو غور سے دیکھنا چاہیے کہ اول تو عجیب طرح سے بادل پیدا ہوتے ہین اور باوجود اسقدر بھاری ہونے
کے جوف آسمان مین معلق رہتے ہین اور غور کرو کہ ظاہر مین اللہ تعالے نے کس طرح اُسکے اسباب ظاہر فرمائے ہین تاکہ اللہ تعالے کی قدرت کے
انوار سے تجھپر کچھ ظاہر ہو جس سے تیری تاریکی حواس دور ہو۔ پھر پانی سے اقسام نباتات کو نکالنا بیان کیا اور نباتات کے آٹھ اقسام ذکر
فرمائے (اول) قولہ تعالے فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا۔ پس ہم نے زمین مین حب پیدا کیاف حب دانہ اور وہ ہر چیز ہے جو کاٹی جاتی ہی
جیسے جو گیہون و چنا وغیرہ اور یہ غذا مین گویا اصل ہی (دوم) قولہ وَّعِنَبًا۔ اور انگور پیدا کیے ف جو معروف و مشہور ہی اور اُسکے
اقسام بکثرت ہوتے ہین اور (سوم) قولہ تعالے وَّقَضْبًا اور قضب ف اسکے معنے مین دو قول ہین ایک یہ کہ قضب رطبہ ہی کہ جب
خشک ہوجاتا ہی تو اُسکو قت کہتے ہین اور اہل مکہ اسکو قطب کہتے ہین اور یہی قول ابن عباس رض و ضحاک رح و مقاتل رح کا ہی اور اسیکو فراء
و ابو عبیدہ و اصمعی رح نے اختیار کیا ہی دوسرے معنے یہ کہ مبرد رح نے کہا کہ قضب گھاس ہی اور یہی حسن بصری رح کا قول ہی اقول تفسیر ابن کثیر رح
مین بھی یہ معنے مذکور ہین اور قول اول کو سدی و قتادہ سے بھی بیان کیا۔ بالجملہ قول حسن رح کے موافق یہ جانورون کا چارہ ہی اور اگر ہر قسم کے ساگ
کو بھی شامل ہو تو عام ہی (چہارم) قولہ وَّزَيْتُوْنًا۔ اور زیتون پیدا کیاف جس سے روغن زیت نکلتا ہی جس سے روٹی کھاتے ہین اور
چراغ مین جلاتے ہین اور وہ درخت مبارک ہی (پنجم) قولہ وَّنَخْلًا اور درختان خرما پیدا کیے ف جسکے خوشہ سے لیکر سوکھے چھوہارے تک
کچے و پکے اور آگ سے پکا کر سب طرح کھاتے ہین اور اُس سے شیرہ و سرکہ بناتے ہین اور بہت برکت کی وجہ سے اُسکی مثال مرد مسلمان سے
(ششم) قولہ وَّحَدَاۗئِقَ غُلْبًا۔ باغات گھنے پیدا کیے ف تفسیر ابن کثیر رح وغیرہ مین ہی کہ حدائق جمع حدیقہ بمعنی بستان

جو مقدار کی گئی ہے خارج نہو جاوے جب یہ بات جو حکم کی ہوئی مقدار ہے پوری ہو جائیگی تو اُسوقت اللہ تعالےٰ خلائق کو حشر ونشر کریگا اور ابتداے خلقت کیطرح اُنکو زندہ کرکے اُٹھاویگا۔ ابن ابی حاتم نے وہب بن منبہؒ سے روایت کی کہ عزیر علیہ السلام نے کہا کہ مجھسے فرشتہ نے بیان کیا ہے کہ قبرین زمین کا پیٹ ہین اور تمام خلائق کی مان بھی زمین ہے پھر جب وہ سب مخلوق پیدا ہو جاویگی جسکے پیدا کرنے کا ارادۂ تقدیری متعلق ہو چکا ہے اور یہ قبرین پوری ہو جاوینگی تو دنیا منقطع ہو جائیگی اور جو کوئی زمین پر ہے وہ مرجاویگا اور حکم الٰہی سے یہ زمین جو کچھ اسکے پیٹ مین ہے نکال دیگی اور قبرین اپنے مردے اُگل دینگی۔ھ۔ (ابن کثیرؒ) خطیب ورازیؒ وغیرہ نے لکھا کہ قرآن مین یہ طریقہ ہے کہ انسان کے لیے ذاتی آیات قدرت کے ساتھ مین دنیاوی آیات قدرت بیان فرمائی جاتی ہین اسیطرح بیان بھی آگے آیات قدرت آفاقی کا بیان ہے اور صاحب فتح البیان نے زعم کیا کہ آگے انعامات کا ذکر ہے تاکہ لوگ ناشکری سے باز آوین اور میرے نزدیک امام ابن کثیرؒ نے صحیح لکھا کہ اول ہین اللہ تعالےٰ نے کفر کے خیالات مٹا دیے کہ اے کافر تجکو اللہ تعالےٰ نے اسطرح نطفہ حقیر سے پیدا کیا یعنے نطفہ مین ظاہر مین بھی کچھ قدرت نہ تھی پھر قدرت نے اُسین تاثیر کی یہانتک کہ اُسکو آدمی کی صورت مین نکال کر مستوی کیا اور اُسکو نیک وبد کی راہ واضح بتلادی درمیان مین یہ ذکر نہین کیا کہ کافر نے کیا طریقہ اختیار کیا بلکہ قدرت کا کام پورا بیان کیا کہ پھر اُسکو زمین مین مدفون ومقبور کیا پھر قدرت کو صریح اختیار ہے کہ جب چاہے اُسکو قبر سے نکالے لیکن ابھی اُسکو دوبارہ زندہ کرکے نکالنے کا حکم اس جہت سے نہین ہے کہ جس قدر مخلوقات کو پیدا کرنے کا ارادہ متعلق ہے وہ ابھی پیدا نہین ہو چکی تو جب سب پیدا ہو چکیے توسب کو مقبور کرکے حکم ہوگا کہ زمین سب کو اُگل دے پس سب ایکدم مین نکل کھڑے ہو نگے **اقول** کافر کا حال معلوم ہے کہ دنیا مین اُسنے اپنی حقیقت یعنے نطفہ کو بھول کر اپنی قوت کا دعوی کیا بلکہ اپنے واسطے خود مختاری ثابت کرنے لگا اور تلبیس مین پڑگیا کہنے لگا کہ دیکھو مین نے زنا کا قصد کیا اور پورا کر لیا پھر اگر یہ خدا کو ناگوار ہوتا جیسے مسلمان کہتے ہین تو وہ مجھے دکرنے دیتا یہ اس کافر کی حماقت دیکھو اور حق بات یہ ہے کہ قدرت نے اس آدمی مین تاثیر کی یہانتک کہ وہ مستوی ہوا اور اُسکو اللہ تعالےٰ نے نیک وبد کی راہ یعنے جنت وجہنم کی راہ صاف بتلادی اب قدرت کا ظہور اسطرح ہے کہ تو جس وطن کے لیے کام چاہے وہ تیرے واسطے پیدا کردیا جاوے بشرطیکہ حکمت کے خلاف نہو پس حمق کافر نے اسی دنیا کو اور آخر جہنم کو اختیار کیا تو اُسکے کام یہی کفر وزنا وقبائح اور دنیاوی دولت حاصل کرنا وغیرہ ہین پس وہ اپنی کمائی لینا چاہتا ہے اور قدرت اُسکو کمانے دیتی ہے لہذا وہ تلبیس مین ہے اور چونکہ عقل کے نور سے محروم ہے صرف حواس ہین اور حواس کا کام فقط یہ ہے کہ تن پروری کے سامان اجل تک حاصل کرے پس بہ کفار اگر ان حواس سے ایسے کام لیتے ہین جن سے زمین کی پیدا وار زیادہ حاصل ہو یعنے سونا وچاندی وجواہرات وغیرہ یا تن پروری کے سامان راحت بہم پہونچائین تو اسمین کامیاب ہونگے اور اگر ان حواس سے معارف کا کام لین تو ہرگز نہ پاوینگے اسلیے کہ وہان عقل بہت ادب سے قدم رکھتی ہے تو بھلا یہ حواس مکدر تاریک کیونکر اُس نواح مین پہونچ سکتے ہین اسیواسطے جب کافرون نے حواس کو دخل دیا کہ یہ سڑی ہوئی بوسیدہ ہڈیان اور ناپید جسم کیونکر زندہ اُٹھ کھڑے ہونگے تو ہرگز اُنکے حواس نے کام نہ دیا اور اسکو بعید سمجھکر انکار کرنے لگے ولیکن یہ امر اس قدر ظاہر ہے کہ حواس سے بھی سمجھنا آسان ہے اسلیے کہ بارہا اللہ تعالےٰ نے معجزات انبیاء علیہم السلام سے اسکو ظاہر فرمایا ہے اور اللہ تعالےٰ نے اُنکے واسطے قدرت کے نظائر سواے انسان کے دوسری چیزون مین بیان فرمائے اسلیے کہ دوبارہ زندہ کرنا صرف انسان مین ابھی نہین ہے اور اُسکا وقت سب کے پیدا ہو جانے کے بعد ہے برخلاف نباتات وجمادات کے کہ ان مین فیصلۂ قضا نہین ہے تو ان مین بعث ونشر یہان موجود ہے لہذا اللہ تعالےٰ نے فرمایا **فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ۝ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا** پس آدمی کو اپنے طعام کی طرف نظر کرنا چاہیے یعنے رکھتہ کیا یانی رکھتہ کرنا ف یعنے ہم نے

آسمان کی۔ یہی معنے عکرمہ وضحاک وابو صالح وقتادہ وسدی رحمہم اللہ تعالے نے بیان کیے ہین اور اسی معنی کو شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا ہی اور بعض علماءؒ نے اس طرح لیا کہ اللہ تعالے نے اُسکو نطفہ سے مخلوق کیا اور اسکے لیے ہر چیز کا اندازہ مقدر کر دیا اور آدمی بنا کر باہر نکال دیا۔ پھر اُسپر نیک وبد راہ کو آسان کر دیا جیسے قولہ تعالے انا ہدیناہ السبیل اما شاکرا واما کفورا۔ ہم نے اسکو راہ کی ہدایت کی خواہ شکر گذار یا کفور بدکار ہو۔ یعنے اُسکے واسطے راہ نیک وبد کو واضح بیان کر دیا اور اُسپر چلنا آسان کر دیا۔ یہی معنی مجاہد وحسن بصریؒ وابن زید نے بیان کیے ہین اور یہی معنی راجح ہین واللہ اعلم۔ (ابن کثیرؒ) اور مترجم کہتا ہی کہ اگر دونون باتین جمع کر دی جاوین تو بہتر ہے یعنے اللہ تعالے نے اُسکی مان کے پیٹ مین اُسکو بنا دیا اور ہر چیز کا اندازہ کر دیا پھر مان کے پیٹ سے نکلنے کی راہ اور جنت یا دوزخ کی منزل طے کرنے کی راہ اُسپر آسان کر دی ہو پس وہ دنیا مین راہ حق وسعادت کو طے کر سکتا ہی لیکن بدبخت آدمی اپنی خلقت بھول گیا اور تکبر کرنے لگا اور اپنے واسطے قدرت ثابت کرنے لگا اور خدائے تعالے کی قدرت بھول کر کفر کرنے لگا تو کتنا ملعون ہی کہ انکار کرتا ہی۔ رہا یہ کہ اللہ تعالے نے اسپر شقاوت یا سعادت مقدر فرمائی ہی تو یہ اللہ تعالے کا علم مجید ہی یعنے وہ خوب جانتا ہی کہ یہ مخلوق کیا کریگا چنانچہ کافر باوجود اس بدیہی دلیل کے اپنے اوپر نظر کرتا ہی اور بھول گیا کہ نطفہ مین قدرت نے تاثیر فرمائی اور پیدا کر کے نکالا اور قائم رکھا تو قدرت کے قبضہ مین ہی ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ۔ پھر اللہ تعالے نے اُسکو موت دی پس اُسکو قبر مین ڈالا ف اسی زمین سے بنایا تھا پھر اسی زمین مین اسکو اعادہ کیا۔ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ۔ پھر جب چاہے گا اُسکو نشر کریگا ف قیامت کے روز اسکو پھر اُٹھا کر کھڑا کریگا۔ تو وہ ہر دم اپنے رب عزوجل کے قبضہ مین ہی پھر وہ بعث قیامت سے کیونکر منکر ہی حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ مین ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا تمام جسم گل جاتا ہی سوائے دم گزہ کی ہڈی کے اُسی سے پیدا ہوا اور اُس سے مرکب کیا جائیگا (صحیحین) صحابہ رضؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ دم گزہ کی ہڈی کیا ہی آپنے فرمایا کہ وہ رائی کے دانہ برابر ہی اُسی سے تم لوگ دوبارہ پیدا کیے جاؤ گے (ابن ابی حاتم) مہلب بن ابی صفرہ سردار صالح تھا اُسنے خوارج کے قتال مین مردانگی ظاہر کی ایک مرتبہ خز کا لباس پہنے ہوئے انکرتی چال سے جاتا تھا بعضے تابعین صالحین نے اسکو دیکھکر کہا کہ اُف اُف اس چال کو اللہ تعالے مبغوض رکھتا ہی مہلبؒ نے یہ کلمہ سنکر منھ پھیرا اور کہا کہ تو مجھے نہین پہچانتا ہی انھون نے فرمایا کہ کیون نہین پہچانتا ہون اول مین تو گندہ نطفہ تھا آخر مین مردار سڑا ہوا ہو جاویگا اور ان دونون حالتون کے بیچ مین اپنے اندر گندگی لادے پھرا کرتا ہی مہلبؒ نے یہ سنکر سر نیچا کیا اور وہ چال چھوڑ دی۔ کَلَّا۔ زمخشری وبیضاویؒ نے کہا کہ اس کلمہ سے کافر کو اُسکے انکار پر جھڑکی ہی اقول اس صورت مین اسپر وقف ہوگا اور ابن الانباری نے کہا کہ یہ اچھا نہین ہی لیکن شیخ ابن جریرؒ نے لکھا کہ قولہ تعالے۔ کلا۔ بات اسطرح نہین ہی جیسے یہ کافر آدمی بیان کرتا ہی کہ اُسنے اپنی جان ومال مین اللہ تعالے کا حق ادا کیا ہی لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ۔ کبھی نہین ادا کیا جو اللہ تعالے نے اُسکو حکم دیا تھا ف یہ تفسیر ابن کثیر مین ہی اور شیخ جلالؒ وغیرہ نے کہا کہ کلا معنے حقا ہی یعنے حقا کہ اس کافر نے جو کچھ حکم الٰہی تھا ادا نہین کیا۔ یہی قول راجح ہی اور حاصل یہ کہ کافر نے راہ آسان کا شکر نہ کیا بلکہ کفران نعمت کر کے دنیا مین بدکار رہا اور عبادت توحید نہ لایا تو حکم الٰہی پورا نہ کیا اور آخر مر کر قبر مین گیا مجاہدؒ نے کہا جان رکھو کہ کوئی انسان وہ سب ادا نہین کر سکتا ہی جو اُسپر فرض کیا گیا ہی۔ معالم مین بھی معنے حسن بصریؒ سے نقل کیے ابن کثیرؒ نے کہا کہ مین نے متقدمین سے سوائے اس کلام کے نہین پایا اور میرے نزدیک اسکے معنے یہ ہین کہ قولہ تعالے ثم اذا شاء انشرہ کلا لما یقض ما امرہ۔ پھر جب اللہ تعالے چاہیگا اسکو نشر کریگا یعنے زندہ کر کے اُٹھاویگا کافر ابھی دیکھنا چاہتا ہی کہ اُسکو بعث حشر دکھلایا جاوے ہرگز نہین ابھی ہرگز نہین۔ ابھی تک پورا نہین فرمایا جو حکم فرمایا ہی یعنے اللہ تعالے ابھی یہ کام پورا نہین کریگا جب تک آدمیون کی سب نسل

مَا أَمَرَهُ ۝ فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ۝ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا
جو اسکو فرمایا — اب نگاہ کرے آدمی — اپنے کھانے کو — کہ ہمنے ڈالا — پانی اوپر سے — پھر — چیرا

الْأَرْضَ شَقًّا ۝ فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۝ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ۝ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۝ وَ
زمین کو پھاڑکر — پھر اگایا اسمین — اناج — اور انگور — اور ترکاری — اور زیتون — اور کھجورین — اور

حَدَائِقَ غُلْبًا ۝ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۝
باغ گھن کے — اور میوہ — اور دوب — کام چلانے کو تمھارا — اور تمھارے چوپایون کا

اللہ تعالیٰ ان لوگون پر جو بعث حشر سے انکار کرتے ہین غضبناک تعجب سے جھڑکی نازل فرماتا ہے بقولہ تعالیٰ قُتِلَ الْإِنسَانُ مَا أَكْفَرَهُ۔ مارا جائے انسان وہ کتنا کافر ہے ف اگر کہا جاوے کہ انسان کے قتل کیے جانے سے کیا مراد ہے (جواب) یہ کہ عرب کسی کی مذمت و بدبختی مین اسکو استعمال کرتے ہین اور اللہ تعالیٰ اگر قتل چاہے تو تمام عالم مخلوقات کو دم مین فنا کردے لیکن مراد یہ کہ انسان کو مذموم فرمایا۔ ابن عباس رضؓ نے کہا کہ یعنے انسان ملعون ہوا اور یہی تفسیر ابو مالکؒ نے بیان کی اور الانسان جنس ہے تو اس نوع کے سب افراد اسمین داخل نہوے بلکہ وہی قسم داخل ہے جو آیات حق سے انکار کرنے مین بے باک ہین اور تعجب یہ کہ ایسے کفار اپنی اٹکل کی باتون پر خوب یقین لاتے ہین اور حق سے بکثرت انکار کرتے ہین حالانکہ صریح عقلی و نقلی دلیل موجود ہے پھر بھی بے وجہ انکار کرتے اور خالی اٹکل سے بعید سمجھکر محال کہتے ہین — ابن جریجؒ نے کہا کہ (ما اکفرہ) یعنے اسکا کفر کرنا کس قدر سخت و شدید ہے۔ ابن جریرؒ نے لکھا کہ شاید کلمہ تعجب ہو بلکہ ما موصولہ ہو یعنے کافر انسان ملعون ہو کہ کس چیز نے اسکو منکر بنایا یعنے کوئی چیز ایسی موجود نہین ہے جو اُسکو انکار کرنے پر آمادہ کرے البغویؒ نے معالم مین یہی معنے مقاتلؒ و کلبیؒ سے نقل کیے ہین اور قتادہؒ نے کہا کہ (ما اکفرہ) یعنے کتنا ملعون ہے تفسیر ابن کثیر ابو السعودؒ نے کہا کہ آیت مین کافر کے لیے بہت سخت بد دعا ہے سعد خطیبؒ نے لکھا کہ اگر سوال کیا جاوے کہ بد دعا تو ظالم پر وہ کرتا ہے جو اُس سے انتقام لینے سے عاجز ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیونکر ہو سکتی ہے جو سب پر قادر ہے علاوہ اسکے تعجب بھی اُس شخص سے ہوتا ہے جو ایسی عجیب بات دیکھے کہ اُسکی صنعت مین متحیر ہو پھر یہ عالم الغیب عزوجل سے کیونکر مناسب ہے (جواب) یہ کہ یہان یہ بد دعا کلمہ بلیغ محاورہ عرب پر ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود تعجب نہین فرمایا بلکہ اہل ایمان و آسمان و زمین والون کو کافر کی حالت پر توجہ دلائی اور سخت تعجب دلایا اور عرب جب تعجب کی حالت مین بولتے ہین تو اسی محاورہ پر بولتے ہین اور خلاصہ یہ کہ اے میرے نیک مخلوقات تم جمیع آیات پر غور کرکے کافر کے کفر سے سخت تعجب کروگے اور مراد بد دعا سے یہ کہ کافر سخت عذاب الیم کے قابل ہے وہ ملعون کس قدر شدید قباحت کا مرتکب ہوا حالانکہ اپنے خالق عزوجل کی اُلوہیت سے اُسکو نکرا انکار کرنے کی کوئی وجہ نتھی آئندہ بدیہی دلائل کا اشارہ فرمایا بقولہ تعالیٰ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ۔ اللہ تعالیٰ نے اُسکو کس چیز سے پیدا کیا ہے ف ذرا گریبان مین منہ ڈال کر دیکھے مِن نُّطْفَةٍ۔ نطفہ سے ف یعنے نطفہ سے اُسکو پیدا کیا جو ایک حقیر بے طاقت چیز ہے تو یہی اُس کی اصلیت ہے جب آدمیت پر رہے تو اپنی حالت ہی سمجھتا رہے اور دیکھے کہ میرے رب عزوجل نے اپنی قدرت سے مجھ نطفہ حقیر کو بڑھا کر اسطرح آدمی کی صورت مین کر دیا ہے مین اُسی کی قدرت کے قبضہ مین ہون۔ چنانچہ فرمایا خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ۔ اُسکو بنایا پھر مقدر کیا ف کہ اتنے دن اسکے واسطے دنیا مین رہنے کی مدت ہے اور دنیا سے یہ رزق پاویگا اور ایسے کام کریگا اور بدبخت جہنمی نکلیگا یا نیک بخت جنتی مریگا۔ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ۔ پھر راہ اُسکے لیے آسان کر دی ف ابن عباس رضؓ نے کہا یعنے ماں کے پیٹ سے برآمد ہونے کی راہ

اپنی باکرہ عورتوں کی خواہش میں مرتے ہو خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے مجوس فارس کو خط میں لکھا کہ اسلام لاؤ یا مطیع ہو کر جزیہ دو نہیں تو واللہ تعالیٰ طرف ایسے لوگوں کو بھیجوں گا جو موت کے اس سے زیادہ خواہشمند ہیں کہ تم شراب و سور کے چاہنے والے ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ بات متواتر معروف تھی کہ زندگی انکے لیے طاعت حق کے واسطے محبوب تھی اور موت کے ہر وقت منتظر تھے۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے موت کے وقت فرمایا مرحبا بزائر جاء علی فاقۃ لا افلح من ندم۔ مرحبا میری پیاری زیارت کرنے والی کہ نہایت احتیاج (انتظار) کے وقت آگئی جو پچھتائے نادم ہو وہ فلاح نہ پاوے یہ حال ان بزرگوں کا تھا جو آخرت کے سرتاج ہیں اور ہم لوگ اللہ تعالیٰ سے انکی اقتدار کی دعا مانگتے ہیں ہمارا رب ارحم الراحمین اپنے فضل سے قبول فرمانے والا ہے (تہذیب) ابن ابی حاتم نے حدیث عبد اللہ ابن عمرؓ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بلالؓ رات میں اذان دیتا ہے تم لوگ کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم کی اذان سنو۔ یہ وہی اندھا تھا جسکے معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے عبس و تولی ان جاءہ الاعمیٰ نازل فرمایا تھا اور وہ بلالؓ کے ساتھ اذان دیا کرتا تھا۔ عبد اللہ بن عمرؓ کے بیٹے سالمؒ نے کہا کہ یہ شخص بینائی میں ضریر تھا تو اذان نہیں دیتا تھا یہانتک کہ لوگ طلوع فجر کو دیکھکر اُس سے کہتے کہ اذان دیدے۔ مترجم کہتا ہے کہ اصل حدیث صحاح و سنن میں ہے لیکن اس روایت میں نزول آیت کا ذکر زیادہ ہے اور یہ مستقل بعض سنن میں ہے۔ اسیطرح ابن ام مکتوم کے حق میں آیت کا نازل ہونا عروہ بن الزبیر و مجاہد و ابو مالک و قتادہ و ضحاک و ابن زید وغیرہم کثیر جماعت سلف و خلف نے بیان کیا ہے اور مشہور یہ کہ اُسکا نام عبد اللہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ عمرو نام ہے واللہ تعالیٰ اعلم (تفسیر ابن کثیرؒ) اگر کہا جاوے کہ حدیث کے کیا معنے ہیں اور رات سے اذان کیسی اور کھانا پینا کیا معنے ہیں (جواب) شیخ ابن الہمام وغیرہ نے بیان کیا کہ اس حدیث سے بعض لوگوں نے سمجھا کہ فجر کی اذان رات سے دیدینا جائز ہے اور ہمارے نزدیک حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ یہ حدیث ماہ رمضان کا بیان ہے اور بعض صحیح الاسناد روایت میں اسکے برعکس مذکور ہے یعنے ابن ام مکتوم رات سے اذان دیتا ہے تو تم لوگ کھاؤ پیو یہانتک کہ بلالؓ کی اذان سنو۔ بعض لوگوں نے دونوں روایتوں میں سے ایک کو غلط ٹھہرایا اور دوسری کو ترجیح دی اور ہمارے نزدیک دونوں روایتیں صحیح ہیں کیونکہ بعض احادیث سے ثبوت ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دو گروہ تھے بعضے اول رات سے رمضان میں عبادت کے لیے کھڑے ہو جاتے اور بعضے سو رہتے تھے جب رات میں مؤذن اذان دیتا تھا تو عبادت کرنیوالے ختم کرکے آرام لیتے تھے اور سونے والے اُٹھکر نماز میں قیام کرتے تھے اسیواسطے حدیث مذکور کی بعض روایات میں اسطرح ہے کہ بلالؓ رات میں اذان دیتا ہے تاکہ تمہارے سونے والے اُٹھکر قیام کریں اور قیام والے رجوع کریں پھر بعضے لوگوں نے اذان سنکر کھانا پینا چھوڑ دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو آگاہ فرمایا کہ اس رات کی اذان پر نہ چھوڑیں بلکہ سحری کھاتے پیتے رہیں یہانتک کہ جب فجر کی اذان سُنیں جو ابن ام مکتوم دیتا ہے تب چھوڑیں۔ پھر ایک رمضان میں دونوں مؤذنوں کی باری اسطرح تھی جس طرح اس روایت میں مذکور ہے اور دوسرے رمضان میں اسکے برعکس باری ہوئی جو دوسری صحیح روایت میں ہے پس یہ اس حدیث کے معنے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک رات سے فجر کی اذان نہیں جائز ہے

حتیٰ کہ اگر دی جاوے تو فجر طلوع ہونے پر اُسکا اعادہ لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝ ثُمَّ

مارا جائیو آدمی کیسا ناشکر ہے کس چیز سے بنایا اسکو ایک بوند سے بنایا پھر اندازہ کر رکھا اُسکا پھر

السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝ ثُمَّ اِذَا شَاۗءَ اَنْشَرَهٗ ۝ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ

راہ آسان کر دی اُسکو پھر اُسکو مردہ کیا پھر قبر میں رکھوایا پھر جب چاہا اُسکو اٹھا نکالا کوئی نہیں پورا نہ کیا

نہین کہ بغیر ارادہ الٰہی کے خود ایمان کا فعل پیدا کرے۔ مد۔ تو معلوم ہوا کہ پیدا کرنا اللہ تعالےٰ ہی کی قدرت ہے اور معنے پیدا کرنیکے یہ ہین کہ اللہ
تعالےٰ نے ہر فرد مخلوق کے لیے ایمان کا حصہ اُسکے قلب پر پیش فرمایا ہے اور ان حصون مین زمین و آسمان کا فرق ہے حتی کہ نبوت کے حصہ
ایمان کی قدر کوئی نہین جانتا سواے صدیق کے اور صدیق کے حصہ ایمان کی قدر کوئی نہین پہچان سکتا سواے شہید کے اور شہید کے حصہ
ایمان کو صالحین اندازہ کر سکتے ہین پھر صالحین اولیاء مین ہزارون اقسام ہین اور مقدم ایمان یہ جزو ہے کہ یقین ایسا ہو جیسے آدمی سفر مین اپنے
وطن کا یقین رکھتا ہے حالانکہ یہ وطن برائے نام ہے پھر جو بندے نیکبخت ہین وہ اپنے نفس کی عاجزی دیکھکر جناب باری تعالےٰ مین التجا کرتے
ہین کہ میرے رب مجھے ہدایت دیدے پس اللہ تعالےٰ اُسکے قلب کو کھولدیتا ہے جیسے بند مٹھی کھلی اور وہ ایمان دل مین اتر جاتا ہے اور اس نور
مین سب نظر آتا ہے اور اگر دنیاوی جبلت والا مغرور احمق ہے تو وہ ملتجی نہین ہوتا بلکہ اپنے نفس خبیث سے آزمایش کرتا ہے اور گر پڑتا ہے اور بے نور
و بے عقل جب اندھیری مین ٹٹولتا ہے تو اسکو دماغ و آنکھین اور جسم بجس کے سوا کچھ نہین سوجھتا پس امور حق سے منکر ہوجاتا ہے لہذا اللہ
تعالےٰ نے فرمایا۔ ویجعل الرجس الآیہ۔ یعنے اللہ تعالےٰ سے منحرف مشرک ہونے کی پلیدی کو اللہ تعالےٰ ایسے لوگون پر ڈالتا ہے جو لا یعقل یعنے بے عقل
و ناسمجھ ہین اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت سے استعداد فطری رکھی ہے حتی کہ روم کا بادشاہ ہرقل اور مدینے کے یہودی بلاشبہ جانتے
تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہین لیکن قلب مین نہین لیتے تھے تو جاننا اُنپر زیادہ تر وبال ہوا اور واضح ہو کہ حصہ ایمان کے مطابق
انکے اعمال کا ثواب ہے مثلاً نبوت کی دو رکعت اسی مقدار ایمان کے فرع ہین تو انکا ثواب کسی شخص کی ہزار رکعت مین بھی نہین ہوسکتا ہے اور
صدیق کی دو رکعت کا ثواب باقیون کی ہزار رکعت مین نہین ہوسکتا۔ یہان سے بہت معارف حل ہوجاتے ہین مثلاً جو یہودی و نصرانی اسلام لایا
اسکے لیے دونا ثواب ہے اسیطرح غلام متقی مطیع کے لیے جیسا کہ حدیث صحیح مین چند اقسام کی تفصیل ہے پھر اگر کوئی کہے کہ صحابی ہونے کی فضیلت مین
حضرت عبد اللہ بن سلام داخل ہین اور انکو دونا ثواب ہے تو کیا انکے لیے حضرت ابوبکر و عمر وغیرہ پر فضیلت ہے اور نہونے کی کیا وجہ ہے (جواب)
عبد اللہ رض کو اپنی قدر ایمان پر دونا ثواب ہے فافہم۔ یہان سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے جس بندے کو ایمان عطا کیا اسپر ایسا بڑا انعام فرمایا ہے
کہ بے ایمان کی تمام روے زمین کی سلطنت ملکہ واللہ ہزار بار تمام روے زمین کی پوری سلطنت محض قطرہ پیشاب سے بدتر ہے اور اللہ تعالےٰ
کامل ایمان کے ساتھ اس دنیا سے آخرت مین قبض کرلے وہو ارحم الراحمین۔ قولہ تعالےٰ فی صحف مکرمۃ شیخ ابن العربی رح نے اشارہ کیا
کہ یہ الواح نفوس سماویہ ملکیہ ہین جہان لوح محفوظ سے پہلے پہل قرآن مجید نازل ہوا مرفوعۃ یعنی بلند قدر ہین۔ مطہرۃ وہان طبیعت کے تغیرات
کو کچھ دخل نہین ہے بایدی سفرۃ۔ یہ عقول مقدسہ ہین جو ان الواح مین مؤثر ہین اور وہ کرام بررہ ہین (ترجمہ کلام ابن العربی رح) بالجملہ اللہ تعالےٰ
نے ان آیات مین لطائف رکھے ہین از انجملہ ایک یہی ہے کہ دنیاے مکدرہ سے جس قدر لوث کم ہوا اُسی قدر پاکیزگی و طہارت و ہدایت مزید ہے
اور یقین آخرت ثابت ہے اور اللہ تعالےٰ نے اسی لطافت سے بہت اشارات فرمائے ہین جیسے آخرت مثلاً آخرت کے چاہنے والے موت
کے خواہش مند ہوتے ہین لیکن اگر یہ بات صریح ارشاد ہوتی تو ابتدائی حالت کے لوگ اسطرح مشکل جان کر بھاگتے جیسے موت سے بھاگتے ہین
ولیکن نہایت لطافت سے اسکو اسطرح بیان فرمایا کہ یہود نے دعوی کیا کہ آخرت خاصکر ہمارے ہی لیے ہے تو فرمایا کہ انسے کہدو کہ اگر سچے
ہو تو موت کی تمنا کرو۔ مد۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل آخرت اس موت کے طالب ہین اور اہل اسلام اسکے مدعی نہین بلکہ رحمت کے امیدوار
ہین اور رضاے حق انکی روح کی مسرت ہے اسلیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہرقل شاہ روم کو خط مین لکھا کہ پھر اگر تو اسلام لانے یا
جزیہ دینے سے منکر ہو تو جان لے کہ واللہ مین نے تیری طرف ایسے بندگان حق بھیجے ہین جو موت کے خواہش مند اُس سے زیادہ ہین جسقدر تم

کے معاملہ مین اس جہت سے منع نہین ہوا بلکہ ظاہری صورت یہ نظر آتی تھی کہ اعمی کے ساتھ بے توجہی فرمائی جو فقیر تھا اور بلاعد کافر کے ساتھ توجہ فرمائی جو دنیاوی مال و دولت کی وجہ سے آخرت سے اور اللہ تعالے سے بے پروائی کرتا تھا تو اُس سے وہم ہوتا تھا کہ مغرور کافر اور دیکھنے والے یہ سمجھین کہ مالداروں کو فقیروں پر ترجیح ہے اور آخرت والے پر دنیا والے کو فوقیت ہے یہ ظاہر مین وہم ہوتا تھا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت یہ ہرگز نہ تھی پس اسوجہ سے آپ کو عتاب آمیز کلام سے سرفراز کیا مترجم کہتا ہے کہ سب خیالات سابقہ کے واسطے یہی ایک جواب کافی ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب ف اشارات عرائس مین ان آیات کے متعلق لکھا کہ اللہ تعالے نے یہان فقیری کا درجہ عظیم ظاہر فرمایا اور دنیا کی ذلت اور اُسکے لوگون کی حقارت ظاہر فرمائی اور جب کوئی بندہ اپنے رب عزوجل کی محبت و معرفت مین سچا ہو تو محتاجی اسکے لیے شرافت ہے اور جس بندے کی جبلت دنیا کی خصلت پر ہو تو اسکو تونگری چھوڑ کر فقیری اختیار کرنے کی دعوت نہین دینا چاہیے اور اہل حق کو تونگرون کی صحبت اس نیت سے بھی بچنا ہے کہ انکو معرفت کی جانب ہدایت ہوگی کیونکہ وہ کبھی دل کو ان چیزون سے مجرد نہین کرینگے قولہ ما علیک الا یزکی - گونہ عتاب آمیز کلام ہے اور جس شخص کی جبلت دنیا کی محبت پر اور آخرت سے اندھے ہونے پر مخلوق ہے وہ کیونکر پاک ہوگا شیخ ابوعثمان المغربی رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ فقیرون کی صحبت اختیار فرماوین اور ایسے بندون کی دلدہی کرین اور تونگرون کی صحبت سے نفرت دلائی واسطی رح نے کہا کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ پاک سے منھ موڑا اللہ تعالے نے اُسکی اہانت فرمائی (ترجمۃ العرائس) شیخ ابن العربی رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کی تربیت مین بصفت حبیب تھے اور رب عزوجل نے اپنے حبیب کی عمدہ تربیت فرمائی چنانچہ حدیث مین ہے ادّبنی ربی فاحسن تادیبی - میرے رب تبارک وتعالے نے مجھے ادب سکھلایا تو میرا ادب بہت ہی خوب ہوا - یہ سلسلہ ابتداے حال مین جاری رہا یہانتک کہ بہت جلد آپ نے اخلاق الٰہیہ کو حاصل کر لیا یعنے یہی فی الحقیقت آپکی جبلت تھی صرف نفس کا خفیف معارضہ لازم ہے تو جب کبھی آپ کے نفس نے بدون خلق الٰہیہ کے کوئی کام چاہا تو اللہ تعالے نے آپکو ادب دیا اور تخلق باخلاق اللہ تک پہونچنا بعد فنا کے ہوا جب حالت بقا مین تحقق ہوا اور یہی مقام استقامت و تمکین ہے اور ابتدا مین تغیر و تلوین رنگ برنگ ہوتا ہے حتی کہ نفس نے اپنے بہر کی آنکھون سے نظر ڈالی اور قریش کے بڈھے آپکی آنکھون مین وقعت والے نظر آئے اور تونگر سے اسلام مین فائدہ نظر آیا یعنے یہ لوگ اگر اسلام لاوین تو بہت سے بندے راہ حق مین عارف ہوجاوین اور یہ بنظر ظاہر تھا اور فقیر سے آپنے اسی نظر سے اعراض کیا کہ اس سے اسلام کو قوت نہین ہے تو اللہ تعالے نے ادب سکھلانے کو تنبیہ فرمائی کہ اے حبیب رسول تجھ ایسے خلاصہ اصفیا و برگزیدہ انبیا کو نہین لائق ہے کہ اس نظر سے دیکھے اور لائق ضعیف فقیر سے منھ موڑ کر نالائق غنی قوی کی طرف سے نتیجہ معرفت حق و اسلام کی امید کرے بلکہ تیری نظر فقط قبولیت حق و استعداد فطرت پر مقصور ہونا چاہیے کہ ضعیف فقیر لائق پاکیزہ ہو کر تنہا امت ہی بنکر رہی ہادی مہدی ہے اور غنی نالائق اپنے غرور مین بے ایمان مریگا قولہ تعالے ما علیک ان لا یزکی - جب نالائق غنی مغرور اللہ تعالی کی نظر رحمت سے مطرود ہے اور اللہ تعالے نے اسکو ہدایت نہ دی تو تجھپر کچھ مضائقہ نہین ہے - کلا - ہرگز نہین ایسا خیال نظری سے دور کر دیا لہذا روایت کیا گیا کہ اسکے بعد آپنے کبھی کسی فقیر سے اعراض کیا اور کسی تونگر کی طرف توجہ نہ فرمائی اقول روایت کیا گیا کہ جسنے کسی تونگر کی اسوجہ سے تعظیم کی کہ اُسکے پاس دنیاوی ثروت ہے تو اُسنے اپنا دو تہائی ایمان نقد کھو دیا - مراد یہ کہ ایمان سلب ہوگیا کیونکہ دنیا کی عزت اور آخرت کی عزت دونون مین ضدیت ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ بات جان لینا ضرور ہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا - وما کان لنفس ان تومن الخ یعنے کسی نفس مین یہ صلاحیت

دوڑتا ہوا اس حالت سے آیا کہ وہ فقیر ہے الخ۔ اگر کہو کہ بعض علماءؒ نے یہاں یہ تفسیر لکھی کہ جو اپنے مال کے ساتھ مستغنی ہوا الخ (جواب) ہاں
یہ تفسیر صحیح ہے کیونکہ اسکے معنے یہ ہیں کہ وہ اپنی مالداری کے وبال میں متکبر مغرور ہو کر ایمان سے اور اللہ تعالے کے ساتھ محبت کرنے سے
مستغنی و بے پرواہ ہے آنحاصل ان آیات میں اللہ تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب کیا جبکہ آپنے اندھے سے منہ موڑا۔ یہ عتاب
کسی گناہ پر نہیں تھا بلکہ مراد یہ کہ اولی یہ تھا کہ آپ خاص کافروں کے ایمان پر حرص نہ کریں اور ہدایت دینے کو اللہ تعالی کی مشیت پر حوالہ فرمائیں
اور اپنی رہنمائی میں سب خلق کو برابر رکھیں رازیؒ نے لکھا کہ یہاں سوالات ہیں (اول) یہ کہ ابن ام مکتوم نے خود ایسا کام کیا تھا کہ انکو ادب
سکھلایا جاوے اُسکے واسطے چند وجوہ ہیں (ایک) یہ کہ ہمنے مانا کہ ابن ام مکتوم کی نگاہ میں گرہ تھی اور وہ ان مشرکوں کو اچھی طرح نہیں
دیکھ سکتے تھے لیکن آخر آواز تو سنتے تھے اور آواز سے معلوم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے ایمان میں بشدت اہتمام ہے تو درمیان میں کی
بات کاٹ دینا بے ادبی ہے (جواب) یہ کہ ان لیکن ظاہری صورت ایسی واقع ہوئی جس سے نظر آتا ہے کہ محتاجوں پر تونگروں کو فضیلت دی جاتی
اسی جہت سے عتاب کیا (دوسری وجہ) یہ ہے کہ ابن ام مکتوم نے تو دین حق کے ادب سیکھ لیے تھے اور انکو اسوقت نہ بتلانے میں کچھ نقصان نہ تھا
برخلاف ان کافروں کے جو دین اسلام ہی نہیں جانتے تھے تو کافروں کو سمجھانا اور اسلام پر لانا زیادہ اہتمام کے قابل تھا خصوص جبکہ انکے مسلمان
ہونے سے جماعت عظیم کے اسلام کی امید تھی تو اسوقت قطع کلام کرنا گویا اس خیر سے روکنا ہوا (جواب) میں رازیؒ نے کہا کہ شاید آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال میں ان کافروں کی طرف بوجہ قرابت و شرف کے میلان ہو برخلاف اعمی کے اسوجہ سے عتاب ہوا اور مترجم کے نزدیک
یہ احتمال خود گناہ ہے بلکہ ابن ام مکتوم سابق سے اسلام لائے اور معرفت کے لیے آیت کے معنے پوچھتے تھے اور کفار مذکور مکار مغرور تھے
تو ان کو صرف انذار کافی تھا نہ اسقدر کہ ابن ام مکتوم کو جو اللہ تعالے سے خوف محبت رکھتا تھا اُسکو کلام حق نہ سنایا جاوے کیونکہ یہ بات
معلوم نہ تھی کہ یہ مغرور کفار خواہ مخواہ ایمان ہی لاوینگے تو ایمان والے کو سمجھانا مقدم تھا جو یقینی تھا اور کافروں کا اسلام لانا موہوم تھا تو موہوم کے
پیچھے قطعی ترک نہیں ہو سکتا ہے علاوہ اسکے مقصود یہ کہ سب مخلوق کو ادا ے رسالت میں برابر رکھو اور ہدایت ہم جہاں چاہینگے پیدا کرینگے
(وجہ سوم) یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (حجرات کے باہر سے) پکارنا گناہ ہے تو ابن ام مکتوم کا ایسے وقت میں پکارنا بدرجہ اولی گناہ ہوا تو معلوم
ہوا کہ یہ عتاب کچھ ابن ام مکتوم پر ترشروئی کی وجہ سے نہیں ہوا (جواب) میں رازیؒ نے کچھ نہیں ذکر کیا اور میرے نزدیک سوال یہی ٹھیک نہیں ہے کیونکہ
حجرات کے باہر سے جن مشرکوں نے پکارا تھا وہ بے تعظیمی و بیہودگی کے قصد سے تھی اور یہ مدینہ میں اُسوقت واقع ہوا تھا جب اسلام پھیل گیا اور
شرائع مشہور ہو چکے تھے اور ابن ام مکتوم نے اول تو حجرات کے باہر سے نہیں پکارا بلکہ حضوری میں عرض کیا دوم بے تعظیمی کا قصد بالکل نہ تھا اور سوم
اُسوقت شرائع معروف بھی نہ تھے (سوال دوم) جب ابن ام مکتوم کے واسطے اللہ تعالے نے یہ آیت اُتاری تو پھر اُسکو اعمی یعنے اندھے کے نام سے
کیوں ذکر کیا (جواب) یہ کہ اُسکو اعمی کہنا حقارت کے واسطے نہیں ہے بلکہ اندھے ہونے سے وہ زیادہ مہربانی کے لائق تھا تو کیوں اُسپر سختی فرمائی گئی
مترجم کہتا ہے کہ اسمیں ارشاد ہے کہ اللہ تعالے کی جناب میں تقرب حاصل ہونے اور جنت کے لائق ہونے میں اندھا پن کچھ مضر نہیں ہے وقد قال تعالے
فانها لا تعمى الابصار الخ یعنے ظاہری آنکھوں کا نہ ہونا اندھا پن نہیں ہے بلکہ اندھی وہ آنکھیں ہوتی ہیں جو سینہ میں ہیں۔ مد۔ یعنے جسکو تم اعمی کہتے
ہو وہ پاکیزگی اور جنت کی صلاحیت حاصل کر سکتا ہے برخلاف بڑی بڑی آنکھوں والے کافر کے کہ وہ درحقیقت اندھا ہے اُسکو آثار قدرت نظر نہیں
آتے ہیں (سوال سوم) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو زجر فرماتے اور اُنکو ادب دیتے تھے تو ابن ام مکتوم کو کیوں
خاص فرمایا (جواب) بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت تھی کہ جیسی مصلحت نظر آوے اُسکے موافق اصحاب کو ادب کریں لیکن ابن ام مکتوم

اندھی نہ تھی بلکہ کم سوجھتا تھا اسیواسطے انس رضہ نے انکو قادسیہ کے دن جنگ مین دیکھا بلکہ یہ اُسی لڑائی مین شہید ہوے ہین اور قادسیہ ایک شہر
ہی جہان کسریٰ فارس نے اپنی فوجون سے ہجوم کیا تھا اور مجوس وہان جی توڑکر لڑے لیکن اللہ تعالے نے اہل ایمان کو نصرت وغلبہ دیا اور کافرون
نے فاش شکست کھائی ولللہ الحمد والمنۃ واضح ہو کہ رازی وغیرہ نے تصریح کی کہ علماءِ مفسرین کے درمیان اتفاق ہی کہ سورۂ عبس کا شان نزول
قصہ عبد اللہ ابن ام مکتوم ہی اور کہا کہ آپنے بعد ہجرت کے دو مرتبہ ابن ام مکتوم کو مدینہ پر خلیفہ کرکے سفر جہاد کیا اور فتح البیان مین خازن
سے منقول ہی کہ تیرہ ۱۳ مرتبہ خلیفہ کیا واللہ اعلم۔ اور روایات مذکورہ مین یہ مذکور ہی کہ مشرکین قریش مین سے ایک شخص سے باتین کرتے تھے
اور یہی آیت سے بھی معلوم ہوتا ہی جیسے قولہ تعالے من استغنی وقولہ ان لا یزکی۔ یعنے ضمیر واحد ہی برخلاف اسکے خطیب وغیرہ نے وہ روایات
ذکر کی جسمین آیا ہی کہ مشرکون کی ایک جماعت کو سمجھاتے تھے چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن ابی حاتم و ابن جریر رح نے بطریق عوفی رح کے
ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ ایک وقت مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت اسلام کی باتین عتبہ بن ربیعہ و ابو جہل بن ہشام و عباس
بن عبد المطلب سے کہتے تھے اور اکثر اوقات ان لوگون کی طرف توجہ کرتے اور حرص سے چاہتے تھے کہ یہ لوگ مسلمان ہو جاوین اتنے مین اتفاق
سے ایک اندھا آدمی آیا اور اسکو عبد اللہ ابن ام مکتوم کہتے تھے اور اُسنے آپ سے قرآن کی آیت سیکھنی چاہی آپ ان لوگون سے باتین
کرتے تھے اور عبد اللہ اعمیٰ نے کہا کہ یا رسول اللہ جو کچھ اللہ تعالے نے آپکو علم عطا فرمایا ہی آپ اُسمین سے مجھے سکھلاوین پس آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اسکے روبرو ترشروئی کی اور اُس سے منھ موڑ لیا اور آپ نے اسکا کلام کرنا مکروہ جانا اور مشرکون کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پھر جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فارغ ہوے اور اپنے گھر جانے لگے تو ناگاہ آپ دیکھنے سے روک دیے گئے اور آپکا سر بے قابو
ہوا (یعنے وحی نازل ہوئی) پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ عبس وتولی ان جاءہ الاعمی الخ پھر جب عبد اللہ رضہ کے بارہ مین یہ آیات اترین
تو اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی تکریم کرتے تھے اور باتین کرتے اور کہتے کہ اے عبد اللہ تجھے کچھ ضرورت ہی اور جب وہ جانا چاہتا
تو کہتے کہ تجھے کسی چیز کی حاجت ہی اس حدیث کو ابن مردویہ نے بھی روایت کیا ہی ابن کثیر رح نے کہا کہ اسکی اسناد مین کلام کیا گیا ہی اور اسمین غرابت
و نکارت ہی (یعنے ضعیف ہے) شیخ جلال رح نے لکھا کہ اسکے بعد جب ابن ام مکتوم آتے تو حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اسکے لیے چادر بچھا دیتے
اور فرماتے مرحبا آؤ تو وہی ہی جسکے لیے میرے رب عزوجل نے عتاب فرمایا مترجم کہتا ہی کہ ان آیات مین معجزۂ عظیم ہی اسطرح کہ ان آیات کا نزول
ابتداے حال مین واقع ہوا اسوقت تک رسول اللہ صلعم مکہ مین تھے اور بعضے صحابہ رضہ مشرکون کے پنجۂ عذاب مین پڑے تھے اور اس حالت مین
عبد اللہ ابن ام مکتوم کی مدح فرمائی یعنے یہ شخص اسلام پر ثابت قدم رہے گا اور ایمان پر خاتمہ ہوگا اور ابی بن خلف کافر کی نسبت اُسکے دل کے
حال سے آگاہ کیا کہ وہ ظاہر مین آتا ہی اور پاکیزہ نہ ہوا تو تجپر کچھ نہین ہی اور آگاہ کیا کہ اسکی باتین ظاہری ہین یعنے ظاہر مین جب اُس سے فرمایا کہ
مین جس توحید کی طرف بلاتا ہون اور مکارم اخلاق سکھلاتا ہون کیا تیرے نزدیک ان باتون مین کچھ مضائقہ ہی تو کافر مذکور کہتا کہ کچھ مضائقہ
نہین ہی حالانکہ وہ دل سے مستغنی تھا۔ رازی رح نے لکھا کہ عطاء نے کہا کہ من استغنی یعنے وہ ایمان سے مستغنی و بے پرواہ ہی اور کلبی رح نے کہا یعنے
اللہ تعالے سے بے پروائی کرتا ہی۔ بعض لوگون نے کہا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ وہ کافر مالدار ہی رازی رح نے کہا کہ یہ تفسیر ٹھیک نہین ہی اسلیے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکی طرف اس وجہ سے توجہ نہین فرمائی کہ وہ مالدار ہی ورنہ قولہ تعالے اما من استغنی فانت لہ تصدی کے یہ معنے ہوتے
کہ جو شخص تونگر ہوا ہے تو اُسکی طرف متوجہ ہوتا ہی۔ یہ بالکل باطل ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ اسکے مقابلہ مین فرمایا۔ اما من جاءک یسعی وہو یخشی فانت
عنہ تلہی یعنے جو تیرے پاس دوڑتا اس حالت سے آیا کہ اللہ تعالے سے خوف رکھتا ہی تو اس سے تو منھ موڑتا ہی۔ یہان یہ نہین فرمایا کہ جو تیرے پاس

حرص کرنا کسی مغرور کافر کے پیچھے خصوصاً اسطرح کہ اعمیٰ سے منھ موڑلین ضرور نہین ہے (بیان شان نزول) امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ بہت
مفسرین نے بیان کیا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعضے کفار قریش سے باتین کرتے تھے یہ کافر اپنی قوم مین رئیس و متمول و
سردار تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طمع کرتے تھے کہ یہ مسلمان ہوجائے اسی حالت مین ابن ام مکتوم آیا اور یہ شخص قدیم سے اسلام
لایا تھا اور اُسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات پوچھنی شروع کی اور پوچھنے مین الحاح کیا اور اُسوقت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ یہ ایک گھڑی چپ رہے تاکہ اُس مشرک سے اچھی طرح گفتگو کرسکین کہ شاید وہ مسلمان ہوجاوے پس ابن ام مکتوم کے
اصرار کرنے پر آپ ترشروئی سے پیش آئے اور اُسکی بات پر خیال نہ کیا اور مشرک مذکور کیطرف متوجہ ہوگئے پس اللہ تعالےٰ نے یہ سورہ نازل فرمایا
عبس وتولی ان جاءہ الاعمیٰ وما یدریک لعلہ یزکی- اسکو طہارت وتزکیہ نفس حاصل ہو- او یذکر فتنفعہ الذکری یا اُسکو نصیحت ملے کہ حرام و مکروہات
سے بازرہے اما من استغنی فانت لہ تصدی یعنے مستغنی مالدار سے تو متعرض ہوتا ہے کہ شاید وہ ہدایت پاوے وما علیک الا یزکی-
یعنے اگر اس غنی کو طہارت حاصل نہو تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اسکی پرسش تجھسے نہین ہے- واما من جاءک یسعیٰ- اور جو شخص تیرے پاس
سعی کرتا آیا یعنے تیرے پاس قصد کرکے ہدایت لینے آیا تاکہ جو کچھ تو فرماوے وہ اسکی تابعداری کرے- فانت عنہ تلہی- تو اُس سے دوسری
طرف مشغول ہوتا ہے- ھ- یہان سے اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول علیہ السلام کو حکم دیا کہ حکم رسالت و انذار سنانے مین کسی شخص کو ترجیح نہ دین
بلکہ شریف و وضیع کو اور غنی و فقیر کو اور آقا و غلام کو اور مرد و عورت کو اور چھوٹے اور بڑے کو یکسان سنادین پھر اللہ تعالےٰ جسکو چاہے گا راہ
مستقیم کی ہدایت فرماویگا اور اس حکمت کو وہی جانتا ہے امام ابو یعلی الحافظ رح نے لکھا کہ حدثنا محمد بن مہدی حدثنا عبدالرزاق اخبرنا معمر
عن قتادہ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ فی قولہ عبس وتولی- کہا کہ ابن ام مکتوم ایسی حالت مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
کہ آپ اسوقت ابی بن خلف سے باتین کرتے تھے تو آپ نے ابن ام مکتوم سے منھ پھیر لیا پس اللہ تعم نے یہ آیات نازل فرمائین پھر اسکے
بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی تکریم کیا کرتے تھے اور قتادہ رح نے کہا کہ مجھے انس بن مالک رض نے آگاہ کیا کہ مین نے قادسیہ کے روز
ابن ام مکتوم کو دیکھا کہ اُنکے بدن پر زرہ تھی اور اُنکے پاس سیاہ نشان تھا ابویعلی وابن جریر و ترمذی نے سعید بن یحیی عن ابیہ عن ہشام عن ابیہ عن
عائشہ رض اسکے مانند شان نزول روایات کیا لیکن ابی بن خلف کا نام نہین ہے اور کہا کہ آنحضرت صلعم اس کافر سے کہتے کہ جو کچھ مین کہتا
ہون بھلا تیرے نزدیک اسمین کچھ بھی برائی ہے تو وہ کہتا کہ نہین- پھر ابن ام مکتوم آئے اور موطا مین مرسل ہے یعنے عائشہ رض کا نام نہین ہے
وقد رواہ الحاکم وابن المنذر وابن حبان وابن مردویہ من حدیث عائشہ رض اور روایت اول کو عبدالرزاق وعبد بن حمید نے بھی روایت کیا ہے
خطیب رح نے لکھا کہ ابن ام مکتوم کا نام عبداللہ بن شریح بن مالک بن ربیعۃ الفہری ہے جو بنی عامر بن لوی مین سے تھا مترجم کہتا ہے کہ
اسیطرح رازی رح نے تفسیر کبیر مین لکھا ہے اور قسطلانی مین ہے کہ نام عبداللہ ہے یا عمرو ہے اور باپ کا نام زائدہ ہے اور صحیح بخاری مین نام عمرو لکھا ہے
واللہ اعلم اور واضح ہو کہ آیت دلالت کرتی ہے کہ ابن ام مکتوم اس غرض سے حاضر ہوے تھے کہ آنحضرت صلعم سے دین حق مین معرفت حاصل
کرین اور رازی و خطیب رح نے لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جی مین کہا کہ یہ سرداران مشرکین خیال کرینگے کہ انکی پیروی کرنے
والے ایسے ہی اندھے و غلام و کمینہ لوگ ہین اس نظر سے بھی آپنے ترشروئی کے ساتھ ابن ام مکتوم سے اعراض کیا- ھ- مترجم کہتا ہے کہ شاید
آپ نے ایسا خیال کیا ہو مگر مین نے کوئی روایت نہین پائی جسمین یہ ذکر ہو اور خطیب و رازی نے لکھا کہ ابن ام مکتوم نے بار بار دریافت کرنا
شروع کیا اور انکو یہ نظر نہین آتا تھا کہ آپ مشرکون کے سردارون سے باتین کرتے ہین- ھ- مترجم کہتا ہے کہ غالبا ابن ام مکتوم کی آنکھ بالکل

پر ہے وہان شیاطین نہین پہونچ سکتے ہین لیکن قرآن مجید کی فضیلت اس سے کیونکر ظاہر ہوگی مترجم کہتا ہے کہ یہ عجیب اعتراض ہے کیونکہ ساتوین آسمان پر ہونا مع اسکے آثار کے سب فضیلت ہین جیسے کوئی کہے کہ آفتاب گرد و غبار سے پاکیزہ ہے تو یہ فضیلت ظاہر ہے پھر کیا کوئی شخص یہ اعتراض کرے گا کہ وہ تو آسمان پر ہے اسکی کیا فضیلت ہوئی بلکہ یہ فضیلت مفید ہے کہ کفار احمق کو یہ تلبیس نہو گی کہ شاید جن و شیاطین نے اسکو القا کیا ہو مسئلہ جب قرآن مجید اصل کلام پاک ہے جسکی صفت یہ ہے کہ اسکو مطہرین کے سوائے کوئی نہین چھو سکتا ہے تو حکم شریعت مین یہان مکلفین پر واجب ہے کہ بغیر طہارت کے چھونے نہ پاوین اور اسی جہت سے حدیث مین حکم تھا کہ کوئی شخص قرآن کو لیکر کافرون کے ملک مین سفر نہ کرے یعنے تا کہ کفار نجس اُسکو نہ چھونے پاوین۔ راوی نے افسوس کیا کہ دیکھو اب دشمن نے اُسکو حاصل کیا مترجم کہتا ہے کہ آج کل اس دیار مین بہت افسوسناک حالت ہے اور سب سے زیادہ عجیب ہے کہ صورت کے مسلمان بے وضو نجاست کی حالت مین لکھتے اور چھاپتے ہین اور بعضے اسی حالت مین صحت کرتے ہین یہ ظاہر نفاق ہے کیونکہ ایمان اسکو مقتضی نہین ہے اور اللہ تعالے جل شانہ کا کلام اس سے پاک ہے کہ وہ چھونے مین آوے جیسے اللہ تعالے نے مسجد بیت المقدس کو بنی اسرائیل کا قبلہ بنایا تھا اور اللہ تعالے اس سے پاک ہے کہ اُسکے لیے کوئی مکان ہو جب بنی اسرائیل نے فسق و فجور و خونریزی و ظلم مین کثرت کی تو اُسنے مجوسیون کو مسلط کیا جنھون نے بنی اسرائیل کو بے شمار قتل کیا اور بیت المقدس کو مسمار کر دیا اور بنی اسرائیل کو قید کر کے لے گئے پھر جب انکی توبہ دل سے ہوئی تو اللہ تعالے نے پھر انکو قوت و غلبہ دیا اور بیت المقدس کو آباد کر دیا اور اللہ تعالے اپنے بندون کی توبہ قبول کرتا اور انکو نصرت عطا فرماتا ہے والحمد للہ رب العالمین۔ **بِأَيْدِي سَفَرَةٍ**۔ ہاتھ مین ہے سفرہ کے ف سفرہ جمع سافر یعنے لکھنے والا اور یعنے سفارت لانے والا اگر اول معنے ہون تو مطلب یہ ہے کہ ایسے ملائکہ کے ہاتھ مین ہے جو اسکو لوح محفوظ سے صحف مین نقل کرتے ہین۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن عباس و مجاہد و ضحاک و ابن زید نے کہا کہ سفرہ ملائکہ ہین وہب بن منبہؒ نے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ہین۔ قتادہؒ نے کہا کہ سفرہ قراء یعنے تلاوت کرنے والے ہین۔ ع۔ معنے یہ کہ قرآن ایسے بندون کے ہاتھون مین ہے جو اُسکو تلاوت و درس کرتے ہین جنکی یہ صفت ہے کہ **كِرَامٍ بَرَرَةٍ**۔ بزرگ نیکوکار ہین ف اللہ تعالے کے نزدیک جنت مین مکرم کرنے کے لیے بزرگ ہین اور ایمان و حسنات سے صالحات اعمال بجا لاتے ہین تو یہی بندے توفیق پاتے ہین کہ قرآن مجید کو ہاتھون مین لیکر تلاوت کرین اور ایسے لوگ یقینی طور پر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہین کیونکہ اللہ تعالے نے انکے مومنین صالحین ہونے سے صاف آگاہ فرمایا ہے اسیوا سطے وہبؒ نے یہی تفسیر کی اور انکے سوائے باقی امت کے مومنین صالحین کو ہمنے عقل سے پہچانا۔ ابن جریحؒ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا کہ سفرہ نبطی زبان مین قراء یعنے پڑھنے والے ہین۔ ابن جریرؒ نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ سفرہ ملائکہ ہین اور سفرہ جمع سفیر ہے یعنے اللہ تعالے واسکے بندون کے درمیان مین یہ ملائکہ سفیر یعنے درمیانی ایلچی ہین جیسے لوگون کے درمیان مین آدمی ایلچی ہوتا ہے جو ان مین بہتری و صلح مین سعی کرتا ہے اور بخاریؒ نے کہا کہ سفرہ ملائکہ ہین اور محاورہ مین بولتے ہین کہ سفرت یعنے مین نے ان مین صلح کر دی۔ قولہ کرام بررہ۔ یعنے انکی خصلت اچھی و شریف ہے اور اُنکے اخلاق و افعال پاکیزہ نیک ہین۔ اسی مقام سے کہا گیا کہ جو شخص حافظ قرآن یا عالم ہو تو چاہیے کہ اُسکے اخلاق اچھے ہون اور افعال نیک ہون (تفسیر ابن کثیرؒ) خلاصہ یہ کہ اللہ تعالے نے ایسے بزرگ قرآن مجید کو نازل کیا ہے تا کہ لوگ اس سے تذکر و نصیحت حاصل کر کے اور دنیاوی زندگی مین پاکیزہ و نیکوکار ہو کر آخرت مین جاوے ورنہ نجس جہنمی ہوگا اب جس کا جی چاہے اسکو اختیار کرے ورنہ کفر و حیات دنیا پر مرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام یہ ہے کہ پیغام رسالت ادا کرین آیندہ جسکو اللہ تعالے چاہیگا ہدایت عطا کریگا اور آپ کا

یہ آیات یا دلانے والی نصیحت ہین سو جسکا جی چاہے نصیحت حاصل کرے ف واضح ہو کہ ضمیر (انہا) آیات قرآن ہین یا خود قرآن لیکن ضمیر مونث
بلحاظ تذکرہ ہی جو مونث لفظی ہی اسی لیے (ذکرہ) کی ضمیر مذکر ہی یا تذکرہ بمعنے وعظ ہی۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالے نے قرآن اُسکی آیات کو نازل فرمایا کہ
نیکبخت بندہ اپنے عہد ازل کو یاد کرے یعنے اسکے دل مین وہ لطف اس پاک کلام سے پیدا ہوا اب یہ حجت پوری ہی اور بعد اسکے ہر شخص اختیار
کریگا تو جسکا جی چاہے اسکے واعظ و نصیحت و راہ مستقیم حاصل کرے اور آخرت کے لیے سامان کرے اور جسکا جی چاہے اس سے منہ موڑے
اور بے پروائی کرکے دنیاے فانیہ کو اختیار کرے۔ پھر اللہ تعالے نے ظاہر فرمایا کہ یہ کلام پاک اُسکے نزدیک جلیل القدر بزرگ منزلت ہی۔
فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ۔ ایسے صحیفون مین ہی جنکو بزرگی دی گئی ہی ف ابن کثیرؒ نے کہا یعنے یہ سورہ بلکہ تمام قرآن صحف مکرمہ مین ہے
(رع) خطیب وغیرہ نے لکھا کہ یعنے لوح محفوظ سے صحیفون مین منقول ہی (سراج) مترجم کہتا ہی کہ پھر اسکی حکمت نہین ظاہر ہو سکتی کہ آیات
قرآنیہ کو متعدد صحیفہ مین کس فائدہ سے نقل کیا گیا ہی اور مترجم کہتا ہی کہ شاید یہ بھید ہو کہ قرآن مجید کے ہر سورہ کے ساتھ مین ملائکہ کی ایک جماعت
خاص ہی جیسے فضائل مین گذرا کہ سورہ انفال ایکبارگی نازل ہوا جسکی متابعت مین ستر ہزار ملائکہ تھے یعنے اُس بزرگ کلام کی جلو مین پیدا آئے
تھے اسی طرح ہر سورہ کے ساتھ جماعات ہین اور انھین کے پاس یہ صحائف ہین واللہ تعالے اعلم مَّرْفُوعَةٍ۔ یہ صحیفے مرفوعہ ہین ف
واحدیؒ نے لکھا کہ مفسرین نے فرمایا کہ (مکرمۃ) یعنے لوح محفوظ مین مکرم ہین اور (مرفوعۃ) یعنے ساتوین آسمان پر بلند ہین امام ابن جریرؒ
نے کہا یعنے مرفوعۃ القدر ہین یعنے اللہ تعالے نے اُسکی قدر رفیع رکھی ہی ف۔ بعض نے کہا کہ صحف وہ صحیفے ہین جو انبیاء علیہم السلام پر نازل
ہوے مترجم کہتا ہی کہ یہ قول زیادہ واضح ہی اسلیے کہ کلام حق تعالے ہی ان انبیا علیہم السلام پر نازل ہوا اور فضائل مین بیان ہو چکا کہ یہی
سورہ ہاے قرآنیہ مین جو توریت و انجیل وغیرہ مین اترے تھے اور منفصلات (سورۂ ق سے آخر تک) اللہ تعالے نے قرآن مین زائد
فرمائے ہین اور قولہ تعالے صحف ابراہیم و موسیٰ۔ یعنے یہ قرآن ابراہیمؑ کے صحیفون مین اور موسیٰؑ کے صحیفون مین تھا لیکن واضح رہے کہ بعض
سورتون مین بعضی آیات ایسی زائد فرمائی ہین جو سابق کے صحف مین نہ تھین جیسے سورۂ بقر کا خاتمہ ہی کہ اللہ تعالے نے زیر عرش کے خزانے
سے عطا فرمایا جیسا کہ حدیث صحیح مین مذکور ہی اور حسن بصریؒ وغیرہ علماء تابعین سے روایات ہین کہ صحف و کتب جو سابقین انبیاء علیہم السلام
پر نازل ہوے ہین سب کا علم اس قرآن مین جمع ہی اور جامع صغیر سیوطی مین صریح حدیث ہی کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے
نقل کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو آپ کا چہرۂ مبارک غصے مین متغیر ہوا اور حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اللہ
و رسول کے غضب سے پناہ مانگتا ہون مین اللہ تعالے و رسول و قرآن پر (یا اسلام پر) ایمان لایا۔ یہ مین نے اپنے نزدیک اس نیت سے نقل کیا تھا
کہ اپنے علم کے ساتھ علم زیادہ کرون آپ کا غصہ فرو ہوا اور فرمایا کہ اگر اس زمانے مین موسیٰ موجود ہوتا تو اُسکے لیے کوئی راہ نہ تھی سوا
اسکے کہ مجھ پر ایمان لاوے اور اللہ تعالے نے مجھے قرآن مجید عطا فرمایا اور اسکو میرے لیے اپنی قدرت سے اسطرح مختصر فرمایا کہ جمیع علوم اولین
و آخرین کا جامع ہی اور تم کبھی ان گمراہون سے امید نہ کرو کہ جنھون نے اللہ تعالے کی کتاب مین تغیر کیا تو تمھارے ساتھ سچ کہین مترجم
کہتا ہی کہ یہ متفرق روایات کا مجموعہ ہی اور اخیر کی نصیحت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہی واللہ تعالے اعلم بالجملہ یہ قول زیادہ واضح ہی کہ یہ قرآن مجید اس شان
جلیل پر ہی کہ تمام ہدایت اولین و آخرین اسی مین ہی یہی صحف مکرمہ مین تھا جنکی اصل آسمان مین ملائکہ کے ہاتھون مین ہی اور مرفوعۃ القدر ہی کہ ظاہر
مین بھی آسمان ہفتم پر ہی مُّطَهَّرَةٍ۔ پاکیزہ رکھا گیا ہی ف اسکو شیاطین نہین چھو سکتے ہین وقال تعالے۔ لا یمسہ الا المطہرون۔ وہی اسکو
چھو سکتے ہین جو خوب پاکیزہ ہین یعنے ملائکہ (السراج) سلیمان جملؒ نے کہا کہ شیاطین کے چھونے سے پاکیزگی ظاہر ہے کہ قرآن مجید ساتوین آسمان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب نہین فرمایا کہ تو نے ایسا کیا بلکہ بصیغۂ غائب ارشاد کیا۔ اسمین اللہ تعالے نے اپنے رسول علیہ السلام کی تکریم و بزرگی ظاہر فرمائی ہی۔ اور یہ فن بلاغت مین بیان کیا گیا ہی۔ حاصل یہ کہ اللہ تعالے کے رسول نے ترش روئی کی اور منہ موڑ لیا اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى۔ ای لان جاءه الاعمى۔ اسلیے کہ اُسکے پاس اندھا آیا ف یعنے اللہ تعالے کے رسول نے یہ عبوس و اعراض اس جہت سے کیا کہ اُسکے پاس امتی اندھا آیا۔ اور اُسنے دین کی بات پوچھی تاکہ اپنے نفس کو پاکیزہ کرے اور رسول اللہ اسوقت بعضے کافرون کو سمجھاتے تھے اور یہ کافر اپنی قوم کے سردار تھے کہ اگر مسلمان ہو جاتے تو بہت لوگ مسلمان ہو جاتے اسی حالت مین اندھے نے اپنے واسطے ہدایت چاہی تو رسول اللہ نے ترشروئی سے اعراض کیا۔ شاید یہ خیال ہوا کہ یہ ان بزرگون کے مقابلے مین کیا کریگا اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى۔ ای یتزکی۔ اور تجھے کس چیز نے آگاہ کیا ہی شاید وہ پاکیزہ ہو جاوے ف یعنے تجھے اُسکا حال کیا معلوم ہو کہ اللہ تعالے نے اُسکے حق مین کیا مرتبہ مقرر فرمایا ہی شاید وہ پاکیزہ ہو جاوے تجھسے معرفت الٰہی کا کلمہ حاصل کرکے نفس کی رعونت سے پاکیزہ ہو اَوْ يَذَّكَّرُ ای یتذکر فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى۔ یا وہ نصیحت حاصل کر لے پس اسکو نصیحت نافع ہو ف یعنے تجھسے نصیحت سنکر اللہ تعالے سے توفیق پاوے اور اسپر عمل کرے یعنے اعتقاد مین معرفت زیادہ پاوے یا عمل مین نفع اٹھاوے قولہ فتنفعہ مین عاصمؒ نے بفتح العین پڑھا اور باقیون نے بضم العین پڑھا رازی وخطیب وغیرہ نے لکھا کہ فتح العین بجواب لعل ہی جو ہونے والی امید کا کلمہ ہے جسکو اصطلاح مین ترجی کہتے ہین اور ابن عطیہؒ نے کہا کہ تمنی کا جواب ہی تو اسپر ابوحیان نے اعتراض کیا کہ تمنی کا کلمہ (لیت) ہی (جواب) دیا گیا کہ وقت نصیحت کے جو تمنی مفہوم ہی وہ مراد ہی اقول فیہ نظر فافہم۔ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى۔ رہا وہ شخص جو مستغنی ہی تو اُسکے واسطے تو متعرض ہوتا ہی ف یعنے جو کفار تیرے پاس آئے تھے کہ اپنے مال کے گھمنڈ مین اللہ تعالے پر ایمان لانے سے بے پروائی کرتے تھے تو ان احمق کافرون کی طرف متوجہ ہوتا تھا (سراج) اور تجھے یہ فکر تھی کہ کسی طرح یہ لوگ اسلام لاوین تو بہت لوگ مسلمان ہون اور تو یہ نہین جانتا کہ ابوجہل و ولید بن المغیرہ وغیرہ کے امثال کے حق مین اللہ تعالے نے کیا مقدر فرمایا ہی اور وہ مغرور متکبر کو راہ نہین دیتا ہی وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى۔ حالانکہ تجھپر کچھ نہین ہی کہ وہ پاکیزہ نہو ف یعنی تو دلی کوشش سے مغرور کافر پر متوجہ تھا اور ایک اندھے غریب مسلمان سے منہ موڑتا تھا حالانکہ کافر مغرور اگر ایمان توحید سے پاکیزہ نہو تو ہماری طرف سے تجھپر کچھ مطالبہ نہ تھا کیونکہ تو فقط ڈر سنانے والا ہی کہ اللہ تعالے کی مخلوقات کو اُسکا پیغام پہونچاوے اور انکا آغاز و انجام سنادے پھر اسکے بعد اللہ تعالے جسکو چاہیگا اُسکو ہدایت و پاکیزگی عطا فرماویگا اور تیرا ثواب رسالت پورا ہو گیا پس تیرا یہ حال کیون ہوا کہ تو نے ایک مغرور بے پروا کافر پر توجہ کی۔ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى۔ اور رہا جو شخص کہ تیرے پاس دوڑتا ہوا آیا اور وہ اللہ تعالے سے ڈرتا ہی تو اُس سے تو بے توجہی کرتا ہی ف دوڑتا ہوا کنایہ ہی کہ دلی رغبت سے آیا برخلاف کافر مغرور کے جو تکبر سے بے پروائی رکھتا تھا یعنے جو بندہ کہ دلی رغبت سے دوڑ کر تیرے پاس آیا درحالیکہ عذاب الٰہی سے ڈرتا ہی یعنے تاکہ اپنے رب تبارک وتعالے کی راہ پاوے اور اُسکے عذاب سے بچے اُس سے تو نے ایک نجس کافر کے پاس خاطر سے غفلت دیکے پروائی کی ؎ ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد ✦ فدائے یک تن بیگانہ کاشنا باشد یعنے آدمی کے عزیز قریب جو ایسے ہون کہ اللہ تعالے کو نہ پہچانتے ہون تو ایسے ہزار کو قربان کرے ایک اجنبی پر جو اللہ تعالے کی محبت و معرفت رکھتا ہو كَلَّا۔ ہرگز نہین ف ایسا کبھی نکیجیو اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ

مین ہے کہ جو شخص مرا اُسکی قیامت قائم ہوگئی - ھ - یعنے دنیا اُسکے لیے فقط اسیقدر تھی وہ ختم ہوئی اب اسکا معاملہ قیامت پر رہا اور اسیطرح حدیث ام المومنین عائشہ رض مین ہے کہ اعراب دیہاتی آتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت پوچھتے تو آپ سمجھاتے کہ یہ بچہ اگر زندہ رہا تو تم پر قیامت قائم ہوگی (ابن مردویہ) یعنے تمھاری موت اسکی عمر طبعی سے پہلے ہے تو تمھاری قیامت موت ہے رازی وغیرہ نے لکھا کہ قولہ ضحاہا - ضمیر مضاف الیہ عشیہ کی طرف سے یعنے عشیہ کی ضحیٰ - چونکہ عشیہ مین ضحی نہین ہے تو مراد یہ کہ یوم کی عشیہ یا یوم کی ضحی - اور واضح ہو کہ کبھی مصیبت کے زمانہ کو عشیہ کہتے ہین اور راحت کے وقت کو ضحی کہتے ہین پس جو لوگ قیامت کے موقف مین حاضر ہونگے وہ اپنی محنت کے زمانہ کو عشیہ اور راحت کے زمانہ کو ضحی سمجھینگے گویا یہ کہینگے

دنیا مین ہماری عمر فقط یہی دو گھڑی تھی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سورة عبس مكية وهي اثنتان واربعون اية

سورۂ عبس مکیہ ہے اور اس سورہ کا نام سورۃ السفرہ بھی ہے (سراج) اور اسکو سورۃ الاعمیٰ بھی کہتے ہین (ف) یعنے یہ نام سلف سے منقول ہین اور کسی شخص کو اپنی راے سے نام رکھنے کا اختیار نہین ہے - ابن عباس وابن الزبیر رض سے روایت ہے کہ یہ سورہ مکے مین نازل ہوا ہے قرطبی وغیرہ نے کہا کہ بالاجماع سب علماء کے نزدیک یہ سورہ مکیہ ہے اسکی آیات کے شمار مین اختلاف ہے تفسیر ابو السعود رح مین لکھا ہے کہ اکتالیس ۴۱ آیات ہین اور سراج وکبیر وغیرہ مین بیالیس ۴۲ ہین اور فتح البیان مین دونون قول متردد ہین واللہ تعالیٰ اعلم خطیب رح نے لکھا کہ ایکسو تینتیس ۱۳۳ کلمات ہین اور تین سو تیس ۳۳۰ حروف ہین واضح ہو کہ سورہ کا مکیہ یا مدنیہ ہونا اور آیات کا شمار وغیرہ کچھ قرآنی تنزیل مین داخل نہین ہین اور نہ انکی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر امتی پر تعلیم رکھی ہے بلکہ علماء مجتہدین کے لیے بعض مسائل کے لیے انکا جاننا مفید ہے واللہ تعالیٰ ہو الموفق

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

عَبَسَ وَتَوَلَّىٰٓ ۝ أَن جَآءَهُ ٱلۡأَعۡمَىٰ ۝ وَمَا يُدۡرِيكَ لَعَلَّهُۥ يَزَّكَّىٰٓ ۝ أَوۡ يَذَّكَّرُ

تیوری چڑھائی اور منہ موڑا اس سے کہ آیا اُس پاس اندھا اور تجکو کیا خبر ہے شاید کہ وہ سنورتا یا سوچتا

فَتَنفَعَهُ ٱلذِّكۡرَىٰٓ ۝ أَمَّا مَنِ ٱسۡتَغۡنَىٰ ۝ فَأَنتَ لَهُۥ تَصَدَّىٰ ۝ وَمَا عَلَيۡكَ

تو کام آتا اُسکے سمجھانا وہ جو پروا نہین کرتا سو تو اُسکی فکر مین ہے اور تجپر گناہ نہین

أَلَّا يَزَّكَّىٰ ۝ وَأَمَّا مَن جَآءَكَ يَسۡعَىٰ ۝ وَهُوَ يَخۡشَىٰ ۝ فَأَنتَ عَنۡهُ تَلَهَّىٰ ۝ كَلَّآ

کہ وہ نہین سنورتا اور وہ جو آیا تیرے پاس دوڑتا اور وہ ڈرتا ہے سو تو اُس سے تغافل کرتا ہے یون نہین

إِنَّهَا تَذۡكِرَةٌ ۝ فَمَن شَآءَ ذَكَرَهُۥ ۝ فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ مَّرۡفُوعَةٍ

یہ تو سمجھوتی ہے پھر جو کوئی چاہے اسکو پڑھے لکھی ہے ادب کے ورقون مین اونچے دھرے

مُّطَهَّرَةٍۭ ۝ بِأَيۡدِي سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ۝

ستھرے ہاتھون مین لکھنے والے لوگون کے جو سردار ہین نیک

عبس - منہ بنایا اور ترش روئی کی - وتولی - اور منہ موڑ لیا ف یعنے اللہ تعالیٰ کے رسول نے اللہ تعالیٰ سے

کا دستور تھا جب کوئی بڑا معاملہ ہوتا تو شاعر کبت بناکر راجہ کی تعریف کرتا وہ کبت چند روز تک لوگون کی زبان پر رہتا پھر مٹ جاتا تو یہ منکر
کہان کی تاریخین ڈھونڈھتا ہے اور تاریخ سے بڑھکر قطعی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید تمام عرب کو سنایا گیا اور سوائے عرب کے وہان یہود و نصرانی
تو مین آباد تھین اور آپ کی رسالت سب جہان پر فرض ہے اور سبے کہا گیا کہ اگر یہ قرآن نہ مانو تو بیشک جہنم مین ڈالے جاؤ گے بس سب نے
سر پیچا کیا اور رسالت کا اقرار نہ کیا بلکہ اپنی آل و اولاد کو لڑنے مین قتل کرایا اور آخر مغلوب ہوئے اور کتابیون نے جزیہ دینا منظور کیا اور ان مین سے بہت
لوگون نے کہا کہ قرآن بیشک فصاحت و بلاغت مین بے مثل ہے لیکن جادو ہے غرضکہ ہر حیلہ و جان و مال سے مقابلہ کیا لیکن یہ کسی نے نہین کہا کہ یہ
صریح یہ جھوٹ ہے کہ شق القمر ہوا۔ پھر جب یہی لوگ ایمان لائے تو وجد کے ساتھ اسکو تلاوت کرتے اور اسی کو قیصر و کسریٰ پر اللہ تعالے کی حجت پیش
کرتے۔ پھر برابر متواتر چلا آیا جسمین ذرا بھی شک نہین ہے تو متواتر معلوم ہوا کہ شق القمر واقع ہوا تھا جس سے بہت پرست و یہود و نصاریٰ کسی نے
انکار نہین کیا تو اب اس ملحد و منکر کا انکار جو اسقدر جہالت کے ساتھ ہے بالکل باطل ہے قرآن مین بہت سے معجزات ہین جو قرب قیامت کی
نشانی ہین اور منجملہ علامات کے جو حدیث مین ہین ایک یہ ہے کہ قیامت کے قریب نصاریٰ روئے زمین پر غالب اور بکثرت و قوی ہونگے
بالجملہ اگر عرب کے اول گروہ کفار کو شک تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم معجزات رسالت لاتے ہین کہ نہین اور یہ آیات واقع ہونگی یا نہین تو آئندہ زمانے
کا حال تھا لیکن بعد اسکے اسلام نے قیصر و کسریٰ کی سلطنتین فتح کر لین اور اسوقت صدق دل سے سب کو ان معجزات کا حق ہونا ظاہر ہو گیا
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر مین اس امت کا بگڑنا اور خرابیان اور علامات قیامت بیان فرمائے ہین پھر اگر دوسری صدی کے مسلمانون
نے انکو نہین دیکھا تھا بلکہ تیسری صدی مین نصرانیون کا گویا مٹ جانا دیکھتے تھے لیکن احادیث کو روایت کر دیا تو بھلا اس زمانے کے بگڑے
ہوئے لوگون کو کیا شک ہے جو ان سب احادیث کے موافق بالکل اسوقت حالت دیکھ رہے ہین اور اسلام کے معنے ان لوگون مین بالکل
اُلٹ گئے ہین۔ اللہ تعالے ہم لوگون کو ہدایت و نصرت عطا فرماکر مستقیم فرماوے بالجملہ اس وقت کے کافرون نے قیامت سے خوف نہ کیا بلکہ
بطور انکار و طعن کے قیامت کا معین وقت پوچھا تو اللہ تعالے نے ظاہر کر دیا کہ اس بات کا علم کسی مخلوق کو نہین دیا گیا بلکہ فقط اللہ تعالے ہی اسکو
جانتا ہے اور کافرون کو اسوقت سوائے حسرت کے کچھ ہاتھ نہین آویگا کیونکہ دنیاوی زندگی جسکو انھون نے اختیار کیا ہے اور عمر برباد کرتے ہین وہ بہت
قلیل ہے جیسے کافرون کی سمجھ حقیر ہے اللہ تعالے نے فرمایا۔ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا۔ تو فقط ایسے ہی شخص کو ڈرانے
والا ہے جو قیامت کا خوف رکھتا ہے ف اور نور عقل سے تیری بدیہی نبوت کو یقین کرکے اس دن کے لیے نجات عذاب کا سامان کرتا ہے برخلاف
احمق منکر کے جو دنیاوی مال و دولت پر مغرور ہو کر اسی دنیا پر بھروسا کرے وہ سخت بربادی مین پڑا ہے كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا
لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا۔ جس روز یہ لوگ قیامت کو دیکھین گے تو گویا نہین ٹھہرے تھے مگر عشیہ یا اسکی ضحیٰ
ف یعنے جس دن ان کافرون کو قبرون سے اُٹھایا جاویگا تو آیات مین آیا ہے کہ باہم گفتگو کرینگے کہ ہم کتنی دیر وہان ٹھہرے ابن کثیرؒ نے کہا کہ یعنے
دنیاوی زندگی کی مدت بہت کم سمجھین گے گویا وہ ایک دن کے عشی یا ضحیٰ تک ٹھہرے (ع) عشی تیسرے پہر سے شام تک ہے اور ضحیٰ اول
وقت دھوپ چڑھنے کا وقت ہے اور شاید مراد یہ کہ دن چڑھے تک ٹھہرے اور دوپہر سے پہلے مر گئے ہین اور ابن عباسؓ سے ایک روایت ہے
کہ اول سے دوپہر تک ضحیٰ ہے۔ قتادہؒ نے کہا کہ ان لوگون کی نظر مین دنیا اسی قدر ہوگی مترجم کہتا ہے کہ دنیا سے ہر ایک کی زندگی مراد ہے اسلیے کہ
ہر آدمی کیلیے دنیا فقط اُسکی اجل تک ہے اور اس سے زیادہ مراد نہین ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ قیامت قائم ہونے کا وقت
پوچھتے ہین نادان ہین اسلیے کہ اگر زید سو برس زندہ رہا اور قیامت اُسکے دو ہزار برس بعد آوے تو زید کیلیے فقط دنیا سو برس ہے اسکو قیامت سے کیا غرض ہے اسی واسطے حدیث

بیان حق اور لب لباب ہین نازل ہوئین تو اُسوقت کے کافرون نے بجاے نصیحت کے عداوت کی اور بجاے معرفت کے جہالت اختیار کی اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اچھا آپ جو کہتے ہین کہ ضرور آخرت ہی اور طامۃ الکبریٰ آویگی اور سب زندہ کرکے جمع کیے جاوٴگے تو ہم کو بھی بتلا دو کہ وہ کس دن
آویگی تا کہ اُس روز سچ وجھوٹ کا فیصلہ ہوجاوے (مترجم کہتا ہی کہ ذرا غور کرو کہ کافر کے کفر کی حماقت کہانتک بعید ہوئی ہی) تو اللہ تعالے نے
نازل فرمایا قولہ تعالے۔ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا
اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا۔ تجھسے قیامت کے حال سے یہ پوچھتے ہین کہ اوسکے قائم ہونے کا وقت کب ہی حالانکہ تو اسکے ذکر سے
کس بات مین ہی اسکا منتہاے علم تو تیرے رب ہی کی طرف ہی ف یعنے کفار تجھسے قیامت کے حال سے اپنے فائدہ کی بات نہین پوچھتے
بلکہ یہ پوچھتے ہین کہ اُسکے قائم ہونے کا وقت کب ہی حالانکہ تجھے اس بارہ مین کیا حاصل ہی کہ تو اُنسے قیامت قائم ہونے کا وقت ذکر کرے اور
ان احمقون کو وہ وقت بتلادے یہ علم تو فقط تیرے رب عزوجل کو ہی حاصل ہی اسکے سواے کسی مخلوق کو یہ علم نہین ہی حتی کہ کوئی مقرب
فرشتہ بھی کچھ نہین جانتا ہی بلکہ سب عاقل اُس سے خوفناک ہین قال تعالے ثقلت فی السموات لا تاتیکم الا بغتۃ الآیہ۔ یعنے قیامت کا نام
آسمانون مین نہایت گران ہی (ہر چیز اُسکے نام سے خوفناک ہی) وہ تم پر اچانک ہی آویگی اور لوگ تجھسے اسطرح پوچھتے ہین گویا تو اُسکو خوب بتلا سکتا ہی
تو کہدے کہ اُسکا علم اللہ تعالی ہی کو ہی۔ مد۔ ایک اعرابی نے سامنے حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ قیامت کب ہی آپ نے فرمایا کہ تونے اُسکے
واسطے کیا سامان کیا ہی (یعنے تیرے واسطے مفید یہ کہ اسکا سامان کرے وقت سے کیا فائدہ ہی کہ وہ تو آخر آنیوالی ہی اور اُسوقت کچھ کام نہ آویگا)
اُسنے عرض کیا کہ اے رسول اللہ نہ میرے پاس کچھ بہت نماز ہی اور نہ روزہ ہی لیکن مین اللہ ورسول کو محبوب رکھتا ہون (مجھے رسول اللہ بہت
پیارے ہین) آپنے فرمایا کہ پھر تو اُسی کے ساتھ ہوگا جسکو پیار رکھتا ہی آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جبھی یہ بات سُنی تو مارے خوشی کے تہ دل سے
اللہ تعالے کا شکر ادا کیا اور بعد ایمان کے انکو کسی چیز سے ایسی خوشی نہین ہوئی تھی جیسے اس حدیث سے خوشی ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے
اس حدیث کو روایت کرکے کہا کہ مین حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو بہت دوست رکھتا ہون اگرچہ میرے پاس انکے مثل اعمال نہین ہین (صحیح الترمذی)
ایکمرتبہ حضرت جبرئیل ع بحکم الٰہی ایک آدمی کی صورت بنکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین سب کے سامنے آگئے اور یہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی وفات سے کچھ ہی دن پیشتر کا ذکر ہی اور سب جماعت کے سامنے آپ سے اسلام پھر ایمان پھر احسان کو پوچھا آپ نے جوابات دئے
پھر کہا کہ یا رسول اللہ قیامت کب ہی آپ نے فرمایا کہ جس سے پوچھا ہی وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہین جانتا لیکن اگر تو قیامت کی نشانیان
چاہتا ہے تو مین تجھے بتلاؤن۔ پھر آپ نے نشانیان بیان فرمائین مترجم کہتا ہی کہ آیندہ انشاء اللہ تعالے انکا ذکر آویگا خطیب و رازی وغیرہ نے
لکھا کہ بعض کے نزدیک (فیم) علیحدہ ہی اور معنے یہ کہ کس چیز مین انکو تردد ہی (انت من ذکراہا) تو خود قیامت کا یاد دلانے والا ہی۔ یعنے ہم نے تجکو
خاتم النبیین بھیجا ہی اور تو قیامت کے منہ پر ہی اور قرب قیامت کے لیے ایک علامت ہی تو تیرا مبعوث ہونا انکو کافی تھا کہ قیامت بہت
قریب ہی مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین ہی کہ آپ نے کلمہ و بیچ کی اُنگلی ملائی اور فرمایا کہ مین اور قیامت اسطرح بھیجا گیا ہون یعنے جیسے یہ دونون
انگلیان متصل ہین مترجم کہتا ہی کہ یہود ونصاری سے یہ بات متواتر مل جاتی ہی کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی رسول نہوگا اور قرآن مجید مین ہے
اقتربت الساعۃ وانشق القمر۔ یعنے قیامت قریب آئی اور چاند دو ٹکڑے ہوگیا۔ مد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے زبردست معجزہ تھا اور قرب
قیامت کی علامت تھا۔ آج کل جو کوئی شق القمر کے معجزہ سے منکر ہی وہ کافر ہی منکر کہتا ہی کہ یہ شق القمر تمام جہان دیکھتا حالانکہ یورپ کی تاریخون مین اسکا
ذکر نہین ہی (جواب) یورپ مین اُس زمانہ مین اسقدر جہالت تھی کہ لوگ تاریخ کا نام بھی نہین جانتے تھے اور ہندوستان کے راجاؤن مین فقط کبت

خوف کیا اوسکے واسطے دو جنتین ہین اوسنے صاف جواب دیا کہ ای شیخ الحمد للہ کہ اللہ تعالے نے مجھے چار جنتین عطا فرمائی ہین یعنے میرا ناچیز
خوف اس کرم کے ساتھ قبول فرمایا۔ اس روایت کو طول کے ساتھ مین نے طوال سورتون کی تفسیر مین شیخ ابن کثیر کی کتاب سے نقل کیا ہی وللہ الحمد
والمنۃ بالجملہ اس مقام کی آیات مقدس انسان کے لیے کافی وافی ہین اور بحمد اللہ کہ مترجم نے انکی تفسیر مین اہل کفر و عناد کے شبہات دور کر دیے اور
اہل ایمان کے لیے انکے آغاز و انجام کا لب لباب مل گیا جو ہر سعادت مند کے لیے کافی ذخیرہ ہی صرف یہ باقی رہا کہ نفس کو ہوائے باطلہ سے روکنے
کی کیا تفصیل ہی تو اوسکا جواب بیان اسی قدر ممکن ہی کہ شریعت مین جو امور ممنوع ہین اونسے احتیاط و پرہیز رکھنا مقدم ہی اسمین اشارہ ہی کہ
ممنوعات ترک کرنا اصل تقوی ہی اور یہی اکابر اولیا نے صریح بیان کیا ہی جیسے حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ نے فتوح الغیب
مین لکھا ہی اگر کہو کہ پھر نماز و روزہ بھی تو فرض ہی (جواب) یہ اسمین پہلے آگیا اسلیے کہ نماز ترک کرنا اسقدر منع ہی کہ آدمی کفر کی حد مین گر پڑتا ہی اور یہان
سے یہ نکتہ سمجھ مین آگیا کہ آیت مین یہ نہین فرمایا کہ (وہ طاعات کو بجا لایا) بلکہ یہ فرمایا کہ (اوسنے نفس کو ممنوعات سے روکا) تو اسمین فرائض و
واجبات نماز و روزہ وغیرہ ادا کرنا بھی آگیا کیونکہ انکا ترک کرنا سخت کبیرہ ممنوع ہی برخلاف اسکے طاعات بجا لانے مین زنا و چوری وغیرہ چھوڑنا
نہین نکلتا تھا۔ اب ایک فرق یہ ہی کہ ایک شخص مثلا رات بھر نفل عبادت کرتا ہی اور دن بھر وظیفہ پڑھتا ہی لیکن وہ مال مین بخیل ہی تو یہ شخص خراب
ہی بہ نسبت اوسکے جو رات مین اور دن مین فرائض ادا کرتا ہی اور بخیل نہین ہی کہ یہ افضل ہی پس متقی کے لیے لازم ہی کہ ممنوعات سب چھوڑے پھر
نفل جس قدر ہو سکے ادا کرے اور واضح ہو کہ کھانے پانی مین بھی اگرچہ اوسط انداز سے مباح ہی اگر نفس کی خواہش چھوڑے بلکہ اللہ تعالے کی عبادت
کی نیت سے کھاوے تو بہت ثواب ہی اور بہت سے بزرگان سلف نے لطیف غذا چھوڑ دی تا کہ آخرت مین ثواب جمیل حاصل ہو لیکن اگر کسی شخص
کو راہ حق مین عمدہ غذا کی ضرورت ہو تو اس نیک نیت سے اوسکو ثواب ہی جیسے کسی شہر مین ایک عالم مرجع ہی لوگ بکثرت اوس سے پڑھنے
وغیرہ کی خدمت لیتے ہین اور وہ اللہ تعالے کے واسطے یہ خدمت کرتا ہی اور ہنوز قوائے روحانیہ مین استقامت نہین ہوئی تو اوسکو اگر عمدہ غذا حلال
میسر ہو تو نیک نیتی سے جائز بلکہ ثواب ہی واللہ تعالے اعلم بالصواب تنبیہ کافر نے جب طغیان کیا اور حیات دنیا کو اختیار کیا تو اوسکے سب کام
اسی دنیا کے واسطے کفر کی بنیاد پر ہین تو سب ظلم ہین اور اوسکا صدقہ و خیرات و عدل سب ظاہری صورت نام ہی اور باطن مین ہیچ ہی لیکن جو کافر
کہ بجائے صدقہ و خیرات کے دوسرون کا مال چھین لیتا ہی اور لوگون کے ساتھ ظالمانہ ناانصافی کرتا ہی تو اس سے پہلا کافر بہتر ہے اور مشیت الٰہی سے
بہتر کو اوسکی دنیا مین زیادتی حاصل ہوگی واللہ تعالے اعلم بالجملہ خلاصہ حال یہ ہوا کہ اللہ تعالے نے دنیا مین مخلوقات کو پیدا کر دیا اور انکو آگاہ کر دیا
کہ تم لوگ اگر شیطانی طغیان کروگے تو جہنم مین بسائے جاؤگے اور اگر نیک راہ اختیار کروگے تو جنت مین راحت پاؤگے اور دنیا مین تمھارا قیام فقط
اجل محدود تک ہی کفار نے آخرت سے انکار کیا اور بعث و حشر محال سمجھا اور جنت و دوزخ کو خیالی کہانی جانا اور بدکاری و جی کی خواہش پر جیے اور
اجل ہی تک کے لیے اسی دنیا کو اختیار کر لیا اور مومنون نے سب پر یقین کیا اور نبوت کے تابع ہوے اور ہوائے نفسانی کو چھوڑا اور آخرت کو
اختیار کیا۔ واضح رہے کہ حدیث شریف مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ میری امت یعنے عرب کے ننگے بھوکے بے سروسامان
لوگ اللہ تعالے کی نصرت سے کسری و قیصر کی سلطنتین فتح کر کے انکے خزانے اللہ تعالی کی راہ مین خرچ کرینگے پھر یہ بھی بتلایا کہ آخر زمانہ آتا
جائیگا اور اس امت والے تکبر مین بگڑینگے اور دنیا کی خواہش مین ممنوعات کے مرتکب ہونگے تو اوس وقت دشمن غالب ہونگے اور آیت مین
مصرح ہی کہ جس قوم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اختیار کی تو اللہ تعالے ضرور اونکو عذاب کریگا اور جو حالات اس زمانے مین
موجود ہین سب احادیث مین مذکور ہین اور انشاء اللہ تعالے انکا بیان آویگا خطیب وغیرہ نے لکھا کہ جب یہ آیات جو اہل سعادت کے لیے

کہ مراد عام ہے اور جن لوگون کا خاص ذکر ہوا وہ بطور مثال کے اس معنے مین داخل ہین۔ پھر سوال یہ کہ طغیان ہر قسم کے تکبر و کفر و بد اعتقادی بلکہ بد افعالی کو شامل ہے اور حیات دنیا کو اختیار کرنا جمیع اعمال کے قبیح ہوجانے کو کافی ہے۔ اب رہا یہ کہ خاف مقام ربہ۔ اور نہی النفس عن الہوی اکی ضد ہین تو اسکا واضح بیان چاہیے (جواب) رازیؒ نے کہا کہ اللہ تعالے سے خوف کرنا خود چاہتا ہے کہ پہلے اللہ تعالے کو پہچانے چنانچہ اللہ تعالے نے صریح بیان فرمایا انما یخشی اللہ من عبادہ العلمآءُ۔ یعنے اللہ تعالے سے وہی بندے ڈرتے ہین جو عالم ہین۔ اللہ تعالے کو پہچانتے ہین (تفسیر کبیر) بلکہ مقام ربہ۔ اگر بقول مجاہدؒ کے عظمت شان ہو تو اچھی طرح عارف بندہ ہوگا اور اسکا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالے کی شان قدر ایسی اعلیٰ و اجل ہے کہ بندے کی معرفت وہان ہیچ ہے اسی لیے حدیث مین ہے کہ آخرت مین جب مومنین کو دیدار نصیب ہوگا تو عرض کرینگے کہ اے رب اب ہمکو حکم ہو کہ تیرے واسطے سجدہ کرین کہ ہم نے اب پہچانا تو ارشاد ہوگا کہ مین نے تمھارا وہی دنیاوی سجدہ قبول فرمایا اور مین نے اس جہان مین تکلیف نہین رکھی ہے پس حق سبحانہ تعالے نے اسلام کی حد یہ رکھی کہ صاف ظاہر جو شرک ہے وہ نہ کرین جیسے بت یا مسیح و عزیر وغیرہ کو شریک نہ بنادین اور یہ عوام کے واسطے کافی ہے اور جس قدر علم زیادہ ہوتا جاتا ہے اوسی قدر معرفت بڑھتی ہے اور اللہ تعالے نے فرمایا فوق کل ذی علم علیم۔ ہر عالم سے اوپر عالم ہے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مین ہے کہ مین تم سب سے بڑھکر اللہ تعالے کا عارف ہون اور سب سے بڑھکر اوس سے ڈرنے والا ہون۔ اور حدیث مین ہے کہ اگر تم وہ جانتے جو مین جانتا ہون تو کم ہنستے اور بہت روتے اور فرمایا کہ کبھی عورتون سے بستر پر نہ ملتے اور نکلکر میکرون پر اللہ تعالے سے پناہ و نجات مانگا کرتے اور تم کو زندگی گوارا نہوتی پس صاف معلوم ہوا کہ مقام رب عزوجل سے خوف کرنا اوسی بندۂ عارف کا کام ہے جو اپنے رب عزوجل کو پہچانتا ہے واضح ہو کہ علماءؒ نے لکھا کہ مومنین اولیاء دو قسم کے ہوتے ہین ایک وہ کہ جن پر رحمت کی امید غالب ہوگئی اور خوف رکھتے ہین اگرچہ غالب نہو دوم وہ کہ جن پر خوف غالب ہے مع امید رحمت کے اور اللہ تعالے نے فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔ یعنے جسنے مقام رب عزوجل سے خوف کیا اوسکے لیے دو جنتین ہین روایت زمانۂ تابعین مین ایک نوجوان مسجد مین اکثر اوقات عبادت کرتا تھا اور اپنے ماں باپ کا اکلوتا لڑکا خوبصورت تھا۔ اس جوار مین ایک مالدار عورت نے جو امیرزادی تھی اوسکو دیکھا اور جوش جوانی مین اوسکے وصال کی طالب ہوئی اور یہ لڑکا کچھ التفات نہین کرتا تھا آخر اوس عورت نے کٹنیون سے اوسکو لبھایا اور ایک روز موقع پاکر اوسکو بلایا جب وہ اندر محل مین خلوت خانہ کے دروازے پر پہونچا اور اوسنے عورت کو بے حجاب دیکھا تو اللہ تعالے کی طرف سے اوسکے دل پر خوف آیا اور وہ چیخکر بیہوش ہوگیا۔ عورت نے جو اوسپر عاشق تھی ناگہانی مرض سمجھکر گلاب و کیوڑہ وغیرہ سنگھایا۔ آخر اوسکو کسی قدر ہوش آیا تو اوسنے اپنے سر کو اوس نامحرم کی گود مین پایا اور یہ دیکھکر خوف نے جوش کے ساتھ نزول کیا اور دوبارہ اوسنے نالۂ دردناک کے ساتھ غش کھایا اور آخر روح پرواز کرگئی اوس عورت نے باوجود غم کے اپنے حق مین فضیحت و رسوائی سے خوف کیا اور جس طرح ہوسکا اوسکو باہر پہونچایا لیکن اوسپر بھی ایسا اثر ہوا کہ اوسنے تقویٰ اختیار کیا۔ جب یہ خبر اوس نوجوان کے والدین کو پہونچی تو غم کے ساتھ اپنے فرزند کو بطریق سنت تجہیز و تکفین کیا۔ اور اہل اسلام نے تعزیت کی اور معمولی تسکین دی لیکن نہین معلوم کس خیال سے اوسکے باپ کو غم رہا اوس زمانے مین ایک بزرگ تابعی تھے (جن کا نام روایت مین مذکور ہے مترجم عفا اللہ عنہ کو اس وقت یاد نہین ہے) انھون نے بھی تعزیت فرمائی اور اوسکے باپ کو غمگین دیکھکر کہا کہ چلو اوسکی قبر کی زیارت کرین۔ جب مزار پر پہونچے تو بارادۂ الٰہی اوس جوان کی قبر پر اونگلی رکھکر فرمایا کہ السلام علیکم اے فلان بن فلان اوسنے صاف آواز سے جواب دیا کہ وعلیک السلام اے شیخ آپنے فرمایا کہ اے جوان اللہ تعالے نے ہم کو اپنی کتاب مجید مین آگاہ فرمایا ہے بقولہ ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔ یعنے جس بندے نے اپنے رب عزوجل کے مقام سے

کیے گئے شاید یہ محاورہ بمعنے شان و عظمت ہی یعنے جسنے مقام عظمت حق عزوجل سے خوف کیا اور نفس کو منہیات سے روکا تو اوسکا ماوی جنت ہی یعنے جہنم اوسکا وطن نہین ہوسکتا اور جنت وہ خوش عیش مقام ہی کہ حواس جسمی اوسکا اندازہ نہین کرسکتے ہین لیکن جسقدر حواس اندازہ کرین وہ بھی کافی ہی کیونکہ دنیا مین اسکی نظیر نہین ہی رازی رح نے لکھا کہ جہنمیون کے دو وصف طغیان اور اختیار دنیا بیان فرمائے اور جنتیون کے بھی دو وصف خوف مقام رب عزوجل اور منع ہواے نفس بیان کیے اور دونون فرق مین بالکل ضد مخالفت ہی کیونکہ طغیان کے مخالف خوف الٰہی ہی اور اختیار دنیا سے مخالف مخالفت ہواے نفس ہی بس جیسے جہنمیون کے دونون وصف مین سب مذموم و قبیح باتین داخل تھین اسیطرح جنتیون کے دونون وصف مین سب نیک خصلتین داخل ہین بعض تفاسیر مین ہی کہ عمیر کے دو بیٹے تھے ایک کا نام ابوعزیز تھا یہ کافر رہا اور مالداری مین فواحش کا مرتکب تھا دوسرے بھائی کا نام مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھا یہ اسلام لائے اور دولت و ثروت چھوڑکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ہجرت کی (تفسیر کبیر و مترجم) روایت ہی کہ مصعب رض اسلام سے پہلے روز ایک جوڑا بدلتے تھے پھر اسلام کے بعد مکے سے ہجرت کی اور کافر بھائی نے سب مال پر قبضہ کیا اور مصعب رضی اللہ عنہ ایک کملی مین مدینے پہونچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکی حالت دیکھکر روئے اور دعا فرمائی -م- رازی رح نے کہا کہ جنگ بدر کے روز مصعب رض نے اپنے کافر بھائی کو قتل کردیا اور خطیب رح نے لکھا کہ ضحاک رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ یہ دونون آیتین مصعب رض اور اوسکے کافر بھائی ابوعزیز کے حق مین ہین اور بدر کے روز انصار نے ابوعزیز کو گرفتار کیا اور اوسنے بیان کیا کہ مین مصعب رض کا بھائی ہون یہ سنکر انصار نے اسکے بندان کھول دیے اور اسکا اکرام کیا اور آرام سے سلایا صبح کو مصعب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا مصعب رض نے فرمایا کہ میرے بھائی مومنین ہین وہ میرا بھائی نہین ہی تم اپنے قیدی کو مضبوط باندھو اسکی مان کے پاس اہل بطحا مین سب سے زیادہ مال و دولت ہی - انصار نے ابوعزیز کو مضبوط باندھا - آخر اوسکی مان نے فدیہ بھیجکر اوسکو چھوڑایا اور یہی وہ شخص ہے جسکے حق مین آیہ فاما من طغی وآثر الحیوۃ الدنیا الآیہ - اور رہے مصعب رضی اللہ عنہ تو انکے حق مین ہی واما من خاف مقام ربہ الآیہ اور مصعب رضی اللہ عنہ نے جنگ احد کے روز جب اہل اسلام متفرق ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اپنی جان کو ڈھال بنادیا یہانتک کہ چوڑے پھل کے نیزے انکے پیٹ مین اتر گئے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو خون مین آلودہ دیکھا تو فرمایا کہ مین تیری مصیبت کا ثواب اللہ تعالیٰ ہی سے مانگتا ہون اور حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ مین نے مصعب کو دیکھا اور اسپر حلہ جنت تھا جسکی قیمت کوئی نہین جان سکتا ہی اور اوسکی جوتیون مین سونے کا تسمہ تھا - مترجم کہتا ہی کہ حضرت مصعب رض کی فضیلت عظیم ہی اور روایت ہی کہ یہ نشان لیے ہوے تھے جب لوگ متفرق ہوے اور شیطان نے آواز دی کہ محمد قتل ہوے اور کفار نے انپر سب طرف سے نرغہ کیا تو اہل اسلام کو نصیحت کے طور پر کہا کہ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل الآیہ - مفسرین نے کہا ہی کہ اللہ تعالےٰ نے یہ آیت انکی زبان پر جاری فرمائی اور اسکے بعد اسکا نزول ہوا ہی اور لڑائی سے فراغت کے بعد جب انکو دفن کیا تو ایک کملی جو انکے بدن پر تھی ایسی کوتاہ تھی کہ سر ڈھکتے تو پاؤن کھل جاتے آخر پاؤن پر اذخر گھاس ڈالدی گئی - الغرض انھون نے تمام حصہ آخرت لے لیا خطیب رح نے لکھا کہ ابن عباس رض سے یہ بھی روایت ہی کہ ان آیات مین ابوجہل طاغی اور مصعب رضی اللہ عنہ متقی کا بیان ہی اور سدی رح نے کہا کہ متقی کی آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارہ مین ہی اور کلبی رح نے کہا کہ اول آیت جمیع کافرون کے حق مین عام ہی اور دوسری آیت جمیع مومنون کے لیے عام ہے (السراج) مترجم کہتا ہی کہ اگر نزول کے وقت خاص کسی کافر طاغی کی مذمت ہی تو محتمل ہی کہ وہ ابوعزیز یا ابوجہل ہو اور اگر کسی مومن کی تعریف ہو تو بھی حضرت ابوبکر رض و مصعب رضی اللہ عنہما ہوسکتے ہین بشرطیکہ مصعب رض کے ایمان لانے کے بعد یہ سورہ نازل ہوا ہو لیکن کچھ اختلاف نہونا چاہیے

اور یہ تصویر انسان کے دماغ مین مخلوق ہوتی ہو تو یہ جاہل کیونکر جانتا ہو کہ خداے تعالے کی تصویر مخلوق کرے حالانکہ اللہ تعالے ہی خالق ہو اور
اس جاہل کا دماغ کیونکر اس قابل ہوا کہ جو بے حد و بے انتہا کا بھی خالق ہو اوسکی تصویر بنا دے لیکن یہ بیچارہ کیا کرے کہ جبکہ اسنے دنیا
اختیار کی تو عقل پر مہر ہو گئی اب عقلی بات کبھی نہین سمجھ سکتا ہو بلکہ صرف حواسی باتین سمجھیگا اور حواس کی تیزی بہت دور کی صنعتین
نکالتی ہو (دیکھو ریل) اپنے حواس سے کیسا عمدہ گھونسلا بناتا ہو کیونکہ یہ حواس جانورون مین بھی متفرق موجود ہین - فرق یہ ہو کہ انسان مین
حواس کا مجموعہ ہو اس سے دوسری تدبیرین نکلتی ہین جو جانورون مین نہین رکھی گئی اسلیے کہ اللہ تعالے نے انسان کو جانورون سے نفع و
تمتع اٹھانے کے لیے مشرف کیا ہو بس اگر جانورون مین بھی وہ حواس ہوتے تو وہ خود انسانون کو گرفتار کر کے اپنے کام مین لاتے۔ پھر اگر ان مجموعہ
حواس کا نام بھی عقل رکھو تو تم کو اختیار ہو لیکن یہ یاد رکھو کہ عقل معرفت انکے سوا ہو امام رازی رح نے لکھا کہ قولہ تعالے طغیٰ و آثر الحیوۃ الدنیا۔
یہ دو صفتین ہین۔ پس طغیٰ سے اشارہ ہو کہ کافر نے عقلی قوت برباد کر دی کیونکہ جسنے عقل سے اللہ تعالے کو پہچانا تو وہ اپنے نفس و جہان کا حقیر
ہونا بھی جان لیا اور اوسنے معلوم کر لیا کہ ہر مخلوق پر اللہ تعالے کی قدرت ہر دم مسلط ہو تو وہ تکبر نہین کر سکتا (اور نہ کسی مخلوق سے خود مختاری
کی کارروائی خیال کر سکتا ہو کیونکہ بغیر مرضی و ارادہ الٰہی کے کسی مین کچھ قدرت نہین ہو) اور قولہ تعالے آثر الحیوۃ الدنیا۔ سے اشارہ ہو کہ اوسکی عملی
حالت بدکاری مین برباد ہو اسیواسطے حدیث مین ہو کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ۔ دنیا کی محبت ہر بدکاری کی جڑ ہو۔ مد جب کسی مین یہ دونون
باتین طغیان و محبت دنیا جمع ہون تو وہ انتہاے درجہ پر بدکار ہوگا اور جہنم اوسکا ٹھکانا ہو اور اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان اگر گنہگار ہو تو جہنم اوسکا
مادے نہوگا اسلیے کہ اوسنے طغیان نہین کیا اور نہ دنیا پر مطمئن ہو گیا بلکہ اوسکو گناہون پر عذاب کا خوف ہو اور آخرت پر یقین ہو صرف شامت
نفس سے شہوت مین پڑ جاتا ہو اور ڈرتا ہو (تفسیر کبیر) چونکہ درمیان مین کلام دراز ہو گیا ہو لہذا مین آیات قدسیہ کا خلاصہ اعادہ کرتا ہون اول اللہ تعالے
نے بیان فرمایا تھا کہ اللہ تعالے نے یہ آسمان و زمین و پہاڑ پیدا کیے اور زمین مین تمھارے لیے اور تمھارے جانورون کے لیے ہر قسم کے اناج و میوہ و چارہ
پیدا کیے تاکہ اجل تک زندگی پوری کر دیعنے اب تم بیان کیا کرتے ہو۔ دو ہی قسم مین منحصر ہو۔ یا تو ایسے لوگ ہین کہ طغیان کیا یعنے اپنے رب عزوجل سے
کفر کیا اور دنیا پر مطمئن ہو کر یہان سے جانا اور اپنا انجام سب بھولے اور انکار کر بیٹھے اور دنیا مین تمام عمر اسی بنیاد پر کام کیے تو جب قیامت آوے گی
تو انکا کیا ہوا سب سامنے ہوگا اور انکا ماویٰ جہنم ہو قسم دوم کو بیان فرمایا بقولہ تعالے وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى
النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى - اور جس بندے نے اپنے رب کے مقام سے خوف کیا اور نفس
کو شہوتی خواہشون سے روکا تو جنت ہی اوسکا ٹھکانا ہو ف مقام کھڑا ہونا اور کھڑے ہونے کی جگہ یعنے جس بندے نے رب عزوجل سے کفر نہین
کیا بلکہ اسکی الوہیت کو پہچانا اور اوسکی حضوری مین آخرت مین کھڑے ہونے سے خوف کیا کہ دیکھیے اوسکے حق مین کیا حکم ہوگا اور یہان اس جی
کے ذلیل خواہشون سے اوسکو روکا تو رحمت الٰہی سے جنت ہی اوسکا دائمی وطن ہو جہان شاہانہ عزت سے رہیگا۔ دنیا مین ہرگز کوئی بادشاہ اس
قابل نہین ہو سکتا کہ جنتی کے خادمون مین داخل ہو (س م) ربیع بن انس نے کہا کہ مقام رب روز حساب ہو۔ قتادہ رح نے کہا کہ اللہ عزوجل کے
واسطے مقام ہو کہ مومنین اوس سے خوف کرتے ہین۔ مجاہد رح نے کہا کہ مراد یہ ہو کہ دنیا مین اوس بندے نے اللہ تعالے سے خوف کیا (ف س)
یعنے جب کسی معصیت کا قصد ہوا تو اللہ تعالے کو حاضر ناظر جانکر اوس سے باز رہا۔ جیسے قولہ تعالے ولمن خاف مقام ربہ جنتان الآیہ
جسنے اپنے رب کے مقام سے خوف کیا اوسکے لیے دو جنتین ہین۔ مد مترجم کہتا ہو کہ شیخ ابن کثیر رح نے یہان فقط یہ معنے ذکر کیے کہ مقام رب
عزوجل یہ ہو کہ قیامت کے روز فیصلہ حق کے واسطے حضور رب العالمین مین سب کھڑے ہونگے۔ اور حضرت مجاہد رح سے جو معنے روایت

کرنے مین قاعدہ کا پابند ہو حتی کہ میدان مین دوڑے اور جی خوش کرنے کو ناچ دیکھے اور شراب پیے اور تھیٹر مین جاوے اور جس قدر جی خوش کرنے والے کام ہین سب عمل مین لاوے اگرچہ فحش ہون اسیطرح لباس ومکان وغیرہ کی آرائش مین حرام وحلال کمائی سے اور اسی قسم کی چیزون سے کچھ پاک نکرے اور اسیکو تہذیب اخلاق ونفسانی کمالات کہتے ہین اور آخر موت اوسکو اس تہذیب کی کوشش وفکر سے نجات دیتی ہو بعث وحشر کے وقت بھی سعی کے سب کام اوسکے سامنے ہونگے اور جحیم اسکا ماوی وٹھکانا ہو اور وہان زقوم غذا اور حمیم شراب ہو- آیت مین جہنمی کے دو وصف ذکر کیے (اول) طغیان (دوم) دنیاوی زندگی کو اختیار کرلینا- اسمین اشارہ ہو کہ اللہ تعالے نے جو مخلوقات پیدا کی وہ خوب جانتا ہو کہ کون مخلوق دوزخ کے لیے ہو اور کون بندہ جنت کے لیے ہو- چنانچہ حدیث مین حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ کردیا کہ ہمارے رب تبارک وتعالے نے پشت آدم علیہ السلام سے مسح فرماکر بائین جانب سے اوسکی ذریات سیاہ چیونٹی کی شکلین نکالین اور فرمایا کہ یہ دوزخ کے لیے ہین اور مجھے کچھ غرض نہین ہو اور داہنی طرف سے ذریات نکالین جو سفید چیونٹیونکی شکلین تھین اور فرمایا کہ یہ جنت کے واسطے ہین اور مجھے کچھ پروا نہین ہو چنانچہ قولہ تعالے اخرج ربک من بنی آدم من ظہورہم الآیہ- کی تفسیر مین مفصل بیان ہوا ہو اور آیت سے ملاکر یہ طریقہ معلوم ہوا کہ آدم ع سے انکی اولاد نکالی پھر انکی اولاد سے دوسری پشت پھر تیسری پشت علی ہذا ترتیب وار نکال دی اور اوسوقت بقدر چیونٹی کے انکا ظہور تھا- بعض محققین نے کہا کہ جونک کی صورت تھی چنانچہ قولہ تعالے خلق الانسان من علق- مین اشارہ ہو علق خون کا تھکا اور علق جونک اور کہا گیا کہ رحم مین ہر عورت کے اسی قدر بشکل جونک ہوتے ہین جو پیدا ہونے والے ہین اور باقی رائگان ہین واللہ تعالے اعلم بالصواب اور حدیث مین ہے کہ اللہ تعالے نے انکو تاریکی مین پیدا فرمایا پھر اونپر نور چھڑکا تو اوسمین کو ملا جو ہدایت پانے والے جنتی ہین- ۱۰- اور عہد ازل مین سب سیاہ وسفید نے اللہ تعالے ہی کی ربوبیت کا اقرار کیا پھر اگر وہ ابتدا سے جہنم وجنت مین بسائے جاتے تو کفار اپنی حالت کا اقرار نہ کرتے پس اونکو دنیا مین اُتار دیا اور یہان شیطان اور اوسکے گروہ نے انکو دنیا اور اسکی آرایش دکھلائی چنانچہ قولہ تعالے زین للناس الآیہ مین بیان ہو اور انبیاء علیہم السلام نے اس سے نفرت دلاکر آخرت کی خوبی بتلائی اور صاف حالت بیان کردی کہ تمھارے نفس کو جو خاک ہو مخلوق ہو اسی خاک کی چیزون سے اتصال ہے اور یہی ابلیس نے اختیار کرکے لعنت پائی تو یہ سب اوسکی راج دھانی ہو مگر بقدر متاع- بس اگر تم اسی دنیا کو اختیار کروگے تو اوسکے ساتھ کردیے جاؤگے اور آدم ع سے منقطع ہوجاؤگے اور تم مانو یا نہ مانو تم کو زبردستی کھینچکر آخرت مین لے جائیگی تو یہ متاع دنیا بہت حقیر اور بہت قلیل ہو اسکے پیچھے تم آخرت مین جہنم نہ لو- اور اگر آخرت اختیار کرو تو دنیا مین سے تمھاری اجل تک مباح چیزین جائز ہین اور آخرت مین جنت ہے الحاصل اللہ تعالے نے یہان کسی پر جبر نہین کیا کہ وہ مجبوراً دنیا یا آخرت اختیار کرے بلکہ جو کچھ اختیار کریگا اوسی کا نتیجہ ملیگا- آیت مین اشارہ ہے کہ کافر نے طغیان کیا اور دنیاوی زندگی اختیار کی- اسمین نہایت بلاغت ولطافت ہو کیونکہ جب اوسنے دنیا ہی کو اختیار کیا تو نور اور تاریکی مین سے اوسنے تاریکی کو لے لیا تو نور عقل کا راستہ بند ہوا اور ختم اللہ علی قلوبہم- انکے دلون پر مُہر کردی- اور شیطان جو کامل احمق ہو وہ اس کافر کا امام اور پیشوا ہوا اور اب فقط جسم کے حواس اوسکے پاس باقی ہین اسلیے تم تجربہ سے دیکھتے ہو کہ کافر کیسا ہی حواس کا تیز ہو اور دنیا کی صنعتون مین ہوشیار ہو وہ اللہ تعالے کی معارف کیسے کہ اللہ تعالے کی الوہیت ہی نہین پہچانتا ہو ہرچند اوسکو سمجھاؤ وہ یہی کہتا ہو کہ مسلمان اپنے خدا کی بہت پاکیزہ تعریف کرتے ہین لیکن اگر ہم غور کرتے ہین تو ہماری عقل کے باریک سے باریک پردہ مین بھی یہ تصور نہین آتا ہو مترجم کہتا ہو کہ اس کافر کے حال پر سخت افسوس ہو کہ وہ اسقدر بھی عقل نہین رکھتا کہ تصور تو دماغ مین ایک چیز کی صورت پیدا کرنا ہوتا ہو

دنیا مین بندے اپنی اپنی کمائی لیتے ہین تو جسنے جزم کیا کہ وہ بت کی پوجا کرے اللہ تعالے نے اسمین یہ کام پیدا کر دیا اور جسنے مسجد مین اللہ تعالے کی عبادت چاہی وہ اللہ تعالے نے پیدا کر دی۔ پس خالق وہی ہے اور بعضے جاہل یہ حماقت کرتے ہین کہ اچھا پھر چوری (جواب) یہ کہ ہان اور چوری کی صفت جس شخص مین ہوگی وہی چور ہوگا اور خالق عزوجل تو پیدا کر دینے والا ہے کیا اتنا نہین سمجھتے کہ مثلاً رنگنے والے نے کپڑا سرخ رنگا تو رنگریز کو گلابی نہین کہتے بلکہ کپڑا جسمین یہ صفت ہے وہ گلابی ہے بالجملہ الوہیت کے صفاتی پاک نامون کے موافق ایمان لاوے اور اگر نفس و شیطان و مشرک و کافر کچھ وسوسہ لاوین تو جان لے کہ یہ انکا مکر ہے اور یہ غلطی کرتے ہین اور جیسے انھون نے اسکو غلطی سے نہین سمجھا اسیطرح مین بھی اس مکر کو نہین سمجھتا ہون لیکن کافر اپنی غلطی پر بدعقیدہ ہوا اور مین حق پر مضبوط یقین رکھتا ہون مثلاً المعطی نام پاک ہے (وہی دینے والا ہے) تو جان لے کہ یہی حق ہے اور ظاہری مکر مین گرفتار نہو کہ فلان مشرک کہتا تھا کہ فلان شخص نے دیا تو ہم نے پایا اور ایک مرتبہ روک دیا تھا تو ہم کو نہ ملا۔ یہ سب غلط فہمی ہے اور واضح رہے کہ بہت سے صنعتی کام جو آدمیون سے بنائے گئے ہین جیسے بہت سی کلین اس زمانہ مین موجود ہین تو جب ان صنعتون کے اصول عوام کی سمجھ مین نہین آتے ہین بلکہ بہت سے مالدار رئیس جو نیچری غارہین گرنے کے لیے مستعد ہین وہ ہرگز نہین سمجھتے ہین تو انکو شرم نہین آتی کہ کیونکر یہ دعوی کرتے ہین کہ اس تمام نظام عالم کی حکمت الٰہیہ کو بخوبی سمجھ گئے یہ محض بدیہی حماقت ہے اسلیے کہ حکمت حق عزوجل سے بعض موجودات اسطرح پیدا کی گئی کہ اوسمین آدمیون کا لگاؤ نہین ہے اور بعض اسطرح پیدا کی گئی کہ آدمیون کے ہاتھون سے ظاہر ہوئی تو جب یہ نیچری انھین موجودات کے سمجھنے سے عاجز ہین جو انھین کے مثل آدمیون سے پیدا کی گئی ہین تو قطعاً بالضرور باقی موجودات کی حکمت سے بالکل عاجز ہین لیکن بدبختی و حماقت اس قدر حد سے بڑھی ہوئی ہے کہ اوسکے خوب سمجھنے کا دعوی کر لیا اور ایسے ہی لوگ جہنم کے واسطے ہین لقولہ تعالے لو کنا نسمع او نعقل الآیہ۔ یعنے جہنمی کہینگے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو جہنم والون مین سے نہوتے۔ عہ۔ اہل ایمان مین سے عوام نے کلمۂ توحید اور صفات الوہیت کے نامون کو بے شبہہ اعتقاد کیا اور اہل ایمان مین سے اہل علمون نے سمجھ لیا تو دونون اچھے رہے اور عوام مسلمان بھی ایسے سمجھ دار تھے کہ انھون نے عقل سے اتنا ضرور جان لیا کہ حکمت الٰہیہ اعلیٰ و اجل ہے تو جسطرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا وہ حق ہے برخلاف انکے جہنمی مین کچھ بھی عقل و سمجھ نہ تھی لہذا اوسنے حماقت مین طغیان کیا اور حد سے بڑھکر حماقت کی اور کفر کیا اور دہریہ یا مشرک ہو گیا۔ وآثر الحیوۃ الدنیا۔ دنیاوی زندگی کو اختیار کیا یعنے اسی زندگی کو اپنی زندگی سمجھا اور اسی پر مطمئن ہوا اور اپنے سب کامون کو اور ساری کوشش کو اسی دنیا کے لیے کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ آخرت کی زندگی سے منکر ہوا یا یہود وغیرہ کی طرح صرف برائے نام خیال رکھا اور اسکے دل کی حالت و کیفیت یہ دنیا سے مرنا اپنے نزدیک مٹ جانا و نیست ہو جانا سمجھا (تنبیہ) امام غزالی رحمہ اللہ نے کہا کہ ایمان کا آخری درجہ یہ ہے کہ اوسکے نزدیک دنیا سے آخرت بہتر ہو اور اسکی شناخت یہ ہے کہ آخرت کے کام کو دنیاوی کام پر مقدم کرے اور نفس کو علم شریعت سے اور بدن کو عبادت سے آراستہ کرے اور اگر یہ نہو تو وہ نام کا مسلمان ہے اور باطن مین منافق ہے۔ عہ تنبیہ۔ آج کل فرقہ نیچریہ وغیرہ جنھون نے یہ اعتقاد کیا ہے کہ یہ عالم اسیطرح پیدا ہوتا اور مرتا ہے یعنے جو کچھ ہے وہ یہی دنیاوی زندگی ہے اور یہی اعلیٰ نعمت ہے اور نیچری کے اس اعتقاد کے موافق برگد کا درخت اس نعمت کاملہ کے حاصل ہونے مین نیچری سے بہت زیادہ ہے اور بہت اشرف ہے اقول چونکہ برگد کا انجام ایندھن ہے تو جو چیز اس سے کم ہے وہ بدرجۂ اولیٰ آگ کا ایندھن ہے بالجملہ یہ سب فرقے چونکہ دنیاوی زندگی پر دل دیے ہین اور اسی کو اپنی کائنات سمجھے ہین تو اسی دنیا کی آراستگی کو تہذیب جانتے ہین اور یہ تین باتون مین ہے ایک جسم اور دوم لباس اور سوم مکان و سامان لہذا جو کوئی ان چیزون کے قواعد کا برتاؤ رکھے وہ مہذب ہے مثلاً جسم کو موٹا تازہ

یوم یتذکر الانسان ما سعیٰ وبرزت الجحیم لمن یریٰ - یہ جواب نہین ہوسکتا ہو لہذا بعض نے کہا کہ جواب محذوف ہو (توتم لوگ اپنی حیات دنیا کے اعمال کمائے ہوے بیان دیے جانے کو زندہ اُٹھائے جاؤگے) اور اسپر دلالت کرتا ہو قولہ یوم یتذکر الانسان الخ یعنے یہ دن ہو کہ انسان نے جو کچھ کمایا تھا وہ خوب یاد کریگا - مد - دلالت ظاہر ہو کیونکہ انسان اوس دن کہان ہوگا جب تک کہ زندہ کرکے اٹھایا نہ جاوے اور اعمال بیان سب یاد آوینگے اگرچہ دنیا مین ہر گھڑی کے اعمال اکثر بھولے ہوے تھے مترجم کے نزدیک یہی ارجح واوفق ہو اور بعض نے کہا کہ طامۂ کبریٰ کا بیان یہ ہو کہ یوم یتذکر الخ یعنے جب سخت آفت آویگی یعنے وہ دن آویگا کہ انسان سب اعمال یاد کرے اور جہنم ظاہر کی جاویگی تو اس روز دو ہی قسمین ہونگی ایک قسم کا ٹھکانا جہنم ہو اور دوسری قسم کا ٹھکانا جنت ہو چنانچہ تفصیلی بیان فرمایا بقولہ تعالے فَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی - پس جسنے طغیان کیا اور دنیاوی زندگی کو پسند کرلیا تو جہنم ہی اوسکا ٹھکانا ہو ف طغیان بدی مین حد سے بڑھ جانا ہو کہ اپنے خالق عزوجل سے صریح انکار کیا جیسے نیچری دہریہ فرقہ ہے یا صریح انکار نہ کیا لیکن ضمنی انکار کیا جیسے باقی مشرکین ہین کیونکہ جسنے اللہ تعالے کی الوہیت مین کسی چیز کو شریک کیا اوسنے ہرگز اللہ تعالے کو نہین پہچانا کیا نہین دیکھتے ہو کہ مشرکین مین سے کتابی فرقہ یہود ونصاریٰ زیادہ مدعی ہین کہ وہ خدا پر ایمان رکھتے ہین اور اللہ تعالے نے صریح فرمایا - قاتلوا الذین لا یومنون باللہ الخ صریح ہو کہ اہل کتاب اللہ تعالے پر اور روز آخرت پر ایمان نہین رکھتے ہین اور عقل ایمانی خود یہی بتلاتی ہو کہ اللہ تعالے کی صفات الوہیت مین مثلاً وہ قاہر قیوم ہو یعنے تمام مخلوقات اوسی کے قبضۂ قدرت مین ہین اوسی کے باقی رہنے سے باقی ہین جیسے اوسی نے انکو قدرت سے ایجاد کیا تو جب مشرک نے کسی مخلوق کی جانب یہ عقیدہ جمایا کہ مین اوسکی مان دان کرتا ہون تو وہ مجھے اولاد یا رزق وغیرہ دیتا ہو یا خدا سے میری سفارش کرکے دلا دیتا ہو تو اوسنے اس مخلوق کو اس بات مین قادر ومختار ومستقل سمجھا تو اس جھوٹے باطل عقیدہ سے یہ مخلوق تو ایسا نہ ہوگیا بلکہ وہی رہا جو پہلے تھا جیسے پتھر کی پوجا کرنے سے وہی پتھر رہتا ہو لیکن اس عقیدہ سے مشرک نے اللہ تعالے سے انکار کیا کیونکہ اوسنے اپنے اعتقاد مین وہ اپنا خدا رکھا جسکو فلان مخلوق کی سفارش کرنے سے مشرک مذکور کا حال معلوم ہوا اور اوسکی خدائی مین فلان مخلوق کو یہ اختیار ہو کہ اوسنے مشرک کو اوسکی مراد عطا کی - یہ بالکل اوسنے دنیاوی مخلوقات بادشاہ ووزیر ورعیت پر قیاس کرلیا اور یہ سمجھا کہ جیسے رعیت اپنی التجا وزیر سے کرتے ہین یہ رعیت کا کام ہو اور وزیر اپنا کام یہ کرتا ہو کہ بادشاہ سے عرض کرتا ہو اور رعیتی کا حال مفصل بیان کرتا ہو اور یہ قیاس بالکل کفر ہو اللہ تعالے پاک ہو کہ کسی سے اوسکی مشابہت ہو اور عقل ایمانی سے یہ بات صاف سمجھ مین آتی ہو کہ اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہو اور خالق فقط وہی ہو تو تمام جہان اور جو کچھ ہو سب اللہ تعالے پاک ہو وہ اکیلا اور نرالا ہو تو نظیر اور تشبیہ وقیاس کس چیز پر ہوسکتا ہو اور جسنے اللہ تعالے کو نہ پہچانا وہ کافر ہو - اگر کوئی کہے کہ یہ دلیلین تو ہر جاہل مسلمان کو نہین معلوم ہوسکتی ہین پھر اسکا ایمان کیونکر ہوا (جواب) یہ کہ عرب کے وہ لوگ جو کچھ علم نہین رکھتے تھے اور پہاڑون وجنگلون مین خانہ بدوش رہتے تھے وہ ایمان لاتے اور خوب سمجھ جاتے تھے کیونکہ لا اِلٰہ الا اللہ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دل مین لیتے اور اپنی زبان مین جانتے کہ لا اِلٰہَ الا اللہ - کسی مین الوہیت نہین سوائے اللہ تعالے کے اور الوہیت کے لطیف معنی انکو معلوم تھے پھر سب سے آسان بات یہ تھی کہ اللہ تعالے کے صفات کے نام انکو بتلا دیے گیے جیسے عرب کے علاوہ سب جہان کو بتلا دیے گئے حدیث مین ہو کہ اللہ تعالے کے ننانوے [99] نام ہین جو انکو احصا کرے وہ جنت مین داخل ہو ان نامون سے اللہ تعالی کی الوہیت ہر شخص کو معلوم ہوگئی کہ وہی خالق رازق ہو اسیطرح ننانوے نامون مین اسقدر کفایت ہو کہ ایمان بخوبی ٹھیک ہوجاوے اور سورۂ حشر کے آخر مین سب کا مفصل بیان گذرا ہو اور ایمان یہ ہو کہ خالق سوائے اللہ تعالے کے کوئی نہین ہو

سے ایمان لایا اور واضح رہے کہ یہ جسم کی آنکھ درحقیقت اسی جسم کی پرورش کے لیے ہے اور انسانی کمال نہین ہے اسی لیے اللہ تعالےٰ نے
فرمایا لا تعمی الابصار ولکن الآیہ- یعنے یہ آنکھین اندھی نہین ہوتی ہین ولیکن اندھی وہ آنکھین ہوتی ہین جو سینہ مین ہین- ف- تو آنکھین
کے نہونے سے حقیقت مین اندھا ہوتا ہے اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا- لا یستوی الاعمی والبصیر- اندھا بینا برابر نہین ہوتے- ف
یعنے کافر مومن برابر نہین ہین- حالانکہ بعض کافر بڑی بڑی آنکھون والا ہوتا اور بعض مومن ان آنکھون سے معذور ہوتا ہے خطیب رح
نے لکھا کہ لمن یری- ہر دیکھنے والا اور یہ کلام ایک مثل ہے جو ایسی چیز کے حق مین بولتے ہین جو کسی پر چھپی نہ رہے تو معنے یہ ہوے کہ
جہنم ظاہر کردی جاویگی اسطرح کہ کسی پر چھپی نہ رہیگی ولیکن جو بندہ مومن کہ جہنم سے نجات پانے والا ہے اسکی نظر جہنم کی جانب نہین پھریگی
تو وہ اوسکی ہولناک صورت نہین دیکھیگا جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا- لا یسمعون حسیسہا- جنتی لوگ جہنم کی آواز نہین سنینگے- ف- والسراج
بعض نے کہا کہ دیکھنا کافرون کے لیے خاص ہے اور مومنین نہین دیکھینگے ولیکن ظاہر یہ ہے کہ سب دیکھین گے لیکن مومن اسکو دیکھکر
اپنے اوپر نعمت الٰہی کی قدر پہچانے گا اور کافر پر غم وحسرت کا پہاڑ ٹوٹ پڑیگا ف رازی رح نے فرمایا کہ ظاہر آیت مفید ہے کہ مومن وکافر
سب دیکھین گے لیکن وہ کافرون کا وطن ہے اور مومنین اسپر سے گزر جاوینگے جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا وان منکم الا واردہا الآیہ یعنے
تم مین سے کوئی نہین بچیگا مگر آنکہ جہنم مین وارد ہونے والا ہے- ف- پھر اللہ تعالےٰ نے اسی آیت مین فرمایا کہ جنھون نے تقوی کیا- یعنے
شرک سے بچے ہین انکو نجات دینگے اور ظالمونکو اوسمین اوندھا پڑا چھوڑینگے- ف- اگر کہا جاوے کہ سورۃ الشعرا مین فرمایا- برزت
الجحیم للغاوین- یعنے گمراہون کیلیے جہنم ظاہر کی جاویگی- ف- اسمین تو کافرون کی تخصیص ہے (جواب) یہ کہ اصل اظہار انھین کافرون کے
لیے ہے جو اوس سے منکر تھے ولیکن مومنین بھی گزرتے ہوے دیکھین گے (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین عرصات قیامت
کے حالات فرمائے گئے ہین چنانچہ چند حالات کے بعد ذکر ہے پھر یا کہ جہنم ایک ہولناک جوش ماریگی کہ اوسکے خوف سے ہر شخص گھٹنون کے
بل بیٹھ جاویگا- ف- یہ بھی بظاہر عام ہے مومن وکافر سب کو شامل ہے اور خطیب رح نے جو آیت لکھی وہ تو جنت مین داخل ہوجانے کے بعد ہے کہ جنتی
بندے جہنم کی حسیس نہین سنینگے- رازی رح کے بیان مین بھی تردد ہے اسلیے کہ جہنم کا ورود یہ ہے کہ اس ہلک سے بذریعہ پل کے گذر جاوین
اور حدیث صحیح مین ہے کہ جہنم کہیگی کہ اے مومن آپ جلدی گزر جاوین کہ تمھارے نور سے میری آگ بجھی جاتی ہے اور حدیث مین ہے کہ جنت
مین پہونچکر بعض اعلی درجہ کے لوگ کہینگے کہ ہم کو دنیا مین علم ملا تھا کہ جہنم سے پار ہونا پڑیگا ہمنے جہنم کو نہین دیکھا یہ کیا معاملہ ہے یعنے
متوسط درجہ والے جواب دینگے کہ آپ کو خیال نہین ہے وہ ہم نے دور سے چمکتی ہوئی سراب نہین دیکھی تھی وہی تو جہنم ہے- ف- شاید طبقہ
اول مانند برق کے گزر گئے یا اونکی قوت نور اس شدت کے ساتھ تھی کہ اللہ تعالےٰ نے جہنم کو چھپا دیا کہ بجھ نہ جاوے کیا نہین دیکھتے
ہو کہ کم درجہ والے نے بیان کیا کہ وہ سراب تھی گویا اسکی نظر مین ایسی نورانیت تھی کہ جہنم نے اپنے آپکو اس لباس مین چھپایا کیونکہ بالکل
کم درجہ کے مومن سے جو قدم قدم صراط کو طے کرتا تھا اور تیز نہین چل سکتا تھا اوس سے جہنم نے درخواست کی کہ آپ جلدی طے کیجیے
کہ آپ کے نور سے میری آگ بجھی جاتی ہے فافہم- اور واضح ہو کہ حدیث مین ہے کہ جہنم کی ایک گردن (ٹکڑا) نکلکر حشر کے میدان مین آئیگی
کہ مین کافرون متکبرون مشرکون پر مسلط ہون اور حدیث مین تفسیر آیت ہے کہ اوس روز جہنم کو لاوینگے اس حال سے کہ ستر ہزار
فرشتے اوسکی باگین کھینچتے ہونگے بالجملہ ظاہر یہی ہے کہ عرصات محشر مین جہنم کا اظہار سب کو عام ہوگا واللہ تعالےٰ اعلم (ترکیب)
فاذا جاءت الخ جملہ شرطیہ کے طور پر ہے یعنے جب ہولناک قیامت آویگی تو الخ پس (تو) کے بعد جواب چاہیے اور یہان اسطرح ہے

لیکن یہی جسم کی آنکھین ہونگی جو اس قابل نہین ہین کہ نورحق دیکھ سکین اسیواسطے کافرون کو اول حالت مین جب قبرسے زندہ کرکے اُٹھائے جاوینگے سب نظر آویگا اور ایک دوسرے کو پہچانینگے کیونکہ اُس وقت یہ چاند سورج وغیرہ بدستور اپنے حال پر ہونگے اور تھوڑی دیر کے بعد یکایک ہولناک منظر شروع ہوگا اور آسمان شق ہوگا اور ملائکہ نازل ہونا شروع ہونگے اور چاند سورج سب مٹ جاوینگے تو کافرون کو اندھیر گھپ ہو جاویگا حالانکہ آیت مین تو مصرح ہی اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اشرقت الارض بنور ربھا۔ زمین اپنے رب کے نور سے جگمگاتی ہوئی نورانی ہوجاویگی۔ سعہ۔ پھر یہان وہم ہوتا ہی کہ حدیث مین کیونکر آیا کہ قیامت کے مانند اندھیرا کہین نہین ہی (جواب) یہ کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہی اور بھید یہی ہی کہ جسم کی یہ آنکھین بالکل بیکار ہونگی انکو کچھ نظر نہ آویگا مگر جب ہی کہ انکو سورج کی روشنی و آگ کی لپیٹ سے روشنی ملے اور اسی جہت سے کفار اس روز اپنے رب عزوجل سے محجوب ہونگے حتیٰ کہ کلام پاک بھی نہین سن سکتے ہین اور احکام غضبی اُن پر ملائکہ لاوینگے اور یہ اُنکے ظلم کا نتیجہ ہی کیونکہ آیت اور حدیث مین صریح منصوص ہی کہ رب عزوجل سے کفر و شرک کرنا سب سے بڑا ظلم ہی اسیواسطے حدیث مین حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کے ظلم سے منع فرمایا کہ ظلم قیامت کے روز تاریکی ہی ۔عہ۔ اسکا بھید ظاہر ہوگیا کہ ظلم سب ایک جنس ہی اور اعلیٰ ظلم یہ کہ اپنے خالق و مالک عزوجل سے منہ موڑے اور اُسکے ساتھ شرک کرے اور باقی ظلم اسی کی شاخین ہین۔ بالجملہ اُس روز جہنم ہر دیکھنے والے کے واسطے ظاہر کرکے دکھلائی جاویگی پس کافرون کو ہول و غم و کرب ہوگا اور مومنین اپنے رب عزوجل کی رحمت سے امیدوار ہونگے کہ اس سے نجات پاوین اور کفار مایوس ہونگے کیونکہ اپنے سب اعمال دیکھ چکے اگر کہا جاوے کہ انکو کہان سے یاد آوینگے (جواب) اول تو بھول جانا جو اس جسم کا خاصہ ہی وہان ظہور وحی سے مرتفع ہوگا دوم نامۂ اعمال انکے سامنے ہوگا اور آیت مین یہ معنے منصوص ہین کہ کافر کہیگا کہ ہائے یہ کیسی تحریر ہی کہ نہ اسنے چھوٹی بات چھوڑی ہی نہ بڑی بات چھوڑی ہی سب کو گھیر لیا ہی اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ احصاہ اللہ ونسوہ۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے انکے اعمال کو گھیر کر محفوظ کرلیا اور وہ لوگ بھول گئے۔ عہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ کفار بھول جاوینگے بلکہ نامۂ اعمال سے یاد کرینگے پھر تم نے اول وجہ کیونکر بیان کی (جواب) یہ کہ امام رازی وخطیب وغیرہ نے فقط دوسری وجہ بیان کی اور یہی آیت لکھی ہی لیکن مترجم کہتا ہی کہ اس آیت مین غالباً دنیا کی حالت بیان ہی یعنے کفار اس دنیا مین بھول گئے ہین اور اللہ تعالےٰ نے انکے اعمال محفوظ کرلیے ہین برخلاف آخرت کے کہ وہان یہ معنے منصوص ہین کہ ہائے اس نامۂ اعمال کی کیا کیفیت ہی کہ اسنے صغیرہ وکبیرہ سب کو گھیر لیا ہی۔ تو یہ سب انکو یاد آوینگے۔ اور علماء عارفین کے نزدیک قولہ تعالےٰ ووجدوا ما عملوا حاضرا۔ جو کچھ انھون نے دنیا مین اعمال کیے تھے سب سامنے حاضر پاوینگے۔ عہ۔ اس سے یہ مراد ہی کہ خود اعمال حاضر ہونگے اور ہر ایک عمل جو یہان نظر سے مخفی ہی بلکہ جاہل اُسکو عرض سمجھکر بے ثبات کہتا ہی وہ فی الحقیقت ایک صورت کے ساتھ قائم ہی اور یہی مذہب معرفت اور قول حق ہی پس معلوم ہوا کہ قولہ تعالےٰ احصاہ اللہ ونسوہ۔ یہ نسیان فقط دنیا مین ہی واللہ تعالےٰ اعلم۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ تعالےٰ لمن یریٰ کے یہ معنے ہوے کہ جحیم (دوزخ) ہر ایسے شخص کے لیے ظاہر کی جاویگی جو دیکھتا ہی تو کیا یہ غرض ہی کہ جو نہین دیکھتا اُسپر ظاہر نہوگی (جواب) یہ مطلب نہین ہی بلکہ یہ تاکید ہی جیسے کہتے ہین کہ آنکھون سے دیکھو حالانکہ دیکھنا آنکھ ہی سے ہوتا ہی جیسے معائنہ کرانا کسی چیز کا دیکھنے والون کے لیے ہوتا ہی اور۔ بیان ہوچکا کہ وہان کوئی شخص ان آنکھون سے معذور نہوگا اگرچہ دنیا مین اندھا پیدا ہوا ہو لیکن فرق یہ ہوگا کہ کافرون کے واسطے فقط یہی جسم کی آنکھ ہوگی اور بصیرت نہ ہوگی جیسے دنیا مین فقط جسم و نفس کے بندے بنے رہے تھے وقال تعالےٰ من کان فی ہذہ اعمی الآیہ یعنے جو شخص یہان اندھا تھا وہ آخرت مین بھی اندھا ہوگا۔ عہ۔ اور مومن یہان نظر بصیرت

کر کیا اُسکے موافق عمل کیا اور چہارم مال سے کہ کہان سے کمایا اور کیونکر خرچ کیا ہو رواہ ابن المبارک وحیی داہل السنن) اور بعض روایات مین کچھ الفاظ
ہو اور ہم بندے اللہ تعالے سے عافیت کی دعا مانگتے ہین خطیب رح نے لکھا کہ ابن عباس رض سے روایت ہو کہ طامۂ کبری دوسری دفعہ صور پھونکنا اور
ضحاک رح نے کہا کہ قیامت ہو اور قاسم بن الولید الہمدانی رح نے کہا کہ یہ طامۂ کبری وہ ساعت ہو جس دم اہل جنت کو جنت مین جانے کا اور اہل جہنم کو جہنم
مین جانے کا حکم ہوگا۔ (سراج) رازی رح نے حسن رح سے نقل کیا کہ وہ قیامت ہو اور دوسری جماعت مفسرین نے کہا کہ طامۂ کبری کی تفسیر خود مذکور ہو یعنی
یوم یتذکر الانسان ما سعی۔ پس اعمال کا ذکر شاید اُس وقت ہو جب نامۂ اعمال پڑھنے کو دین گے یا جب جنتی جنت کو اور جہنمی جہنم کو بھیجے جاوین اور یہی
مالک بن مغول کہا کرتے تھے (تفسیر کبیر) **فتح البیان** مین ہو کہ حسن رح نے کہا کہ طامۂ کبری دوسرا نفخۂ صور ہو ابن عباس رض نے کہا کہ یہ قیامت کا
نام ہو مجاہد رح وغیرہ سے دو قول نقل کیا جو خطیب رح نے قاسم رح سے اور رازی رح نے مالک رح سے نقل کیا ہو ان کتابون مین اختلاف کثیر ہو اور نہین معلوم
کس نے صحیح نقل کیا کیونکہ ایک کا قول کسی محدث کی روایت سے معلوم ہوتا ہو لیکن کسی نے حوالہ نہین دیا ہو واللہ تعالے اعلم اس ذکر سے میرا یہ
مطلب تھا کہ یہ فائدہ بتلادون کہ اہل تفسیر اکثر علما سے اقوال لاتے ہین اور دوسرے اس سے برخلاف نقل کردیتے ہین اور عام لوگ اس زمانہ مین کسی
نقل پر اپنے مطلب کے واسطے حجت لاتے ہین تو یہ جائز نہین ہو جب تک نقل معتمد نہو یا مصنف محدث ہو جیسے امام ابن کثیر رح ہین یا عالم متدین
ایسا ہو جسنے یہ التزام کرلیا ہو کہ مین بغیر ثبوت کے نقل نہین کرونگا اور یہی حال فقہ کی روایات مین ہو فاحفظہ واللہ تعالے اعلم۔ بالجملہ شیخ ابن کثیر نے
یہان صرف یہ نقل کیا کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ طامۂ کبری قیامت ہو اور اس روز انسان یاد کریگا جو اُسنے سعی کیا یعنی اپنے سب اعمال نیک
وبد یاد کریگا جو اُسنے دنیا مین کمائے تھے جیسے قولہ تعالے یومئذ یتذکر الانسان وانّٰی لہ الذکرٰے۔ اس واقعہ کے روز آدمی یاد کریگا اور اب
کہان اسکا یاد کرنا۔ مد۔ یعنی کچھ مفید نہین ہو۔ **وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَن يَرَىٰ**۔ اور ظاہر کردی جاویگی جہنم ہر اُس شخص کے
واسطے جو دیکھتا ہو ف یعنے لوگون کے لیے جہنم ظاہر کردی جاویگی تو سب لوگ اُسکو معاینہ سے آنکھون دیکھین گے۔ اگر کہا جاوے کہ بعضے
کافر دنیا مین ان آنکھون سے بھی اندھے ہوتے ہین اور حدیث مین ہو کہ آدمی جس حال پر مرا ہو اُسی حال پر اُٹھایا جاویگا تو کیا اندھے کافر کو
جہنم نظر نہ آویگی (جواب) حدیث مین فقط اعتقاد کا بیان ہو یعنے جس حالت مین وہ دین کی راہ سے تھا اسی حالت پر اُٹھایا جاویگا اس سے
فائدہ یہ ہو کہ مرنے پر ہر کافر کو معلوم ہوجاتا ہو کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام لائے تھے وہ برحق تھا تو کیا قیامت کے روز وہ مومن اُٹھیگا پس بیان کردیا کہ
روح کے علم سے اُسکو کچھ فائدہ نہوگا کیونکہ روح مین علم یا کمال حاصل ہونے کے لیے یہ جسم شرط ہو حتی کہ بعد حصول کمال کے اگر جسم بیکار ہو جاوے
تو مضر نہین ہو اور واضح رہے کہ کافر بعد موت کے سب جان گیا ہو لیکن اگر وہ پھر اپنے جسم مین اعادہ کیا جاوے تو اُسکو خواب سا بھی یاد نہ
رہیگا اور یہ اُسکے سخت حجاب کا اثر ہو جسنے کہ عہد ازل مین اللہ تعالے کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا اور دنیا مین دشمن ہوگیا برخلاف مومن
کے کہ وہ بھی اگرچہ غفلت مین ہو لیکن اُسکی روح مین حلاوت ہو حتی کہ وہ اسی توحید کا دوست ہو اور کفر کا دشمن ہو اور اللہ تعالے
نے فرمایا ولو ردوا لعادوا الآیہ۔ یعنے کفار درخواست کرینگے کہ اے رب ہم کو اب دنیا مین پھیر دیا جاوے اب اگر ہم شرک کرین تو گرفتار ہوں پس اللہ تعالے
فرماتا ہو کہ اگر یہ لوگ واپس کیے جاوین تو وہی کرینگے جس سے منع کیے گئے ہین۔ مد۔ یعنے جب نطفہ کے اطوار کے بعد پیدا ہون تو بالکل فراموش
ہوگا اور نفس کی جبلت کے موافق وہی شرک کرینگے اور دلیل یہ ہو کہ ہر کافر بعد معاینہ کے سب دیکھ چکا لیکن جب قیامت مین جسم مین اعادہ
ہوکے اٹھایا جاویگا تو بالکل اُسی جبلت کفر پر ہوگا اور اُسکے وہی خیالات ہونگے جو پہلے تھے اور واضح ہو کہ حدیث مین ہو کہ تم لوگ ننگے پاؤن
ننگے بدن بے ختنہ کیے ہوے پیدا ہوگے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہو۔ پس دنیا مین جو کافر اندھا مرا ہو وہ وہاں آنکھون والا اٹھیگا

فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى ۝ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۝ فِيْمَ

سو بہشت ہی ہے ٹھکانا تجھسے پوچھتے ہین وہ گھڑی کب ہے ٹھہراو اوسکا سو کس کام مین

اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ

ہے تو اوسکے مذکور سے تیرے رب ہی تک ہے پہونچ اوسکی تو تو ڈر سنانے کو ہے اوسکو جو

يَّخْشٰىهَا ۝ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ۝ ع

ڈرتا ہے اوسکی ایسا لگے انکا جس دن دیکھینگے اوسکو کہ دیر نہین لگی انکو مگر ایک شام یا صبح

مترجم کہتا ہو کہ اوپر انسان کے دنیاوی متاع کا ذکر فرمایا جس سے انسان نے اجل تک تمتع حاصل کیا اور عمل کرتا رہا حتی کہ اجل پر مرگیا تو وہ فنا نہین ہوا بلکہ اس صدی کے ارواح نے اپنے اپنے اجسام مین حلول کیا اور مدت پوری کی اور جسم چھوڑ دیا اور اسکے بعد دوسری صدی مین دوسری ارواح نے نزول کیا اور اپنی اجل پر جسم چھوڑ دیا اور یہ حالت اوس وقت تک رہیگی جب تک سب ارواح آجاوین تو اسکے بعد یہ سب ارواح یکبارگی اپنے اپنے اجسام مین ضرور اُٹھائی جاوینگی تاکہ اپنے اپنے اعمال پاوین لہذا فرمایا۔ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى۔ پھر جب طامۂ کبری آویگی ف تو یہ سب دوبارہ زندہ کیے جاوینگے۔ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى۔ وہ دن ہو کہ انسان یاد کریگا جو اوسنے کمایا ہو چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ ووجدوا ما عملوا حاضرا ولا یظلم ربک احدا۔ یعنے لوگون نے جو کچھ عمل کیا وہ سامنے حاضر پاوینگے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہین کرتا ہو۔ ؏۔ ہر ایک کو وہی عمل دیدیگا جو اوسنے دنیا مین بڑے اصرار سے کمایا تھا مثلاً کافرون کو دیکھو کہ باوجود ہر طرح کی نصیحت وخیر خواہی کے فہمائش کے اپنے افعال قبیحہ پر کس قدر عداوت سے اصرار کرتے ہین اور وہان نظر آویگا کہ جسکو عصا سمجھے تھے وہ اژدہا ہو اور وہان یہ خفاء بھی باقی نہین رہیگا کہ یہ عمل کیا ہو اور کیونکر قبیح ہو یہ تو مترجم کے نزدیک لے لباسابق ولاحق تھا۔ اور رازی رح نے لکھا کہ اللہ تعالے نے آسمانون وزمین کے پیدا کرنے کی کیفیت بیان کی تا کہ اس دلیل سے سمجھ لیا جاوے کہ اللہ تعالے کو بعث وحشر کی قدرت حاصل ہو اور حشر کا ممکن ہونا عقلاً بیان کرکے ظاہر فرمایا کہ وہ واقع ہونے والا ہو بقولہ تعالے فاذا جاءت الطامة الکبری یوم یتذکر الانسان ما سعی ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ طامۂ کبری قیامت ہو۔ اور اسکا یہ نام اس وجہ سے ہوا کہ وہ سب آفات پر غالب ہو اور رازی رح نے لیث رح وقفال رح سے نقل کیا کہ ہر چیز جو دوسری چیز کو مقہور ومغلوب ومخفی کردے وہ طامہ ہو تو قیامت کا نام اس وجہ سے ہوا کہ اسکے ظاہر ہوتے ہی تمام آفات جو بڑی سے بڑی نظر آئی تھین اسکو دیکھتے ہی فراموش ہو جاوینگی ابن کثیر رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ الساعة ادہی وامر۔ یعنے ساعت سب سے بڑھکر ہولناک آفت اور نہایت تلخ ہو۔ ؏۔ مترجم کہتا ہو کہ یوم یتذکر الانسان ما سعی۔ وہ دن ہو کہ انسان خوب یاد کریگا جو اُسنے سعی کی یعنے کمایا ہو ؏۔ یہ کلام دلیل ہو کہ انسان اُس وقت زندہ کرکے اٹھایا جاویگا۔ تو معنے یہ ہوے کہ جب طامۂ کبری آجاویگی تو ہر انسان اللہ تعالی کی عظیم الشان قدرت سے اٹھا دیا جاویگا۔ اعمال سعی اُسکے وہ ہین جو اُسنے دنیا مین متاع الٰہی کھا کر کمائے ہین تو آج اوسکو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالے نے اُسکو دنیا مین جو متاع وقت اجل تک عطا کی تھی اُسکی قوت سے جو جسم کو حاصل ہوئی تھی اُسنے جسم سے کیا کام کیا اور کیا کمایا ہو۔ حدیث مین ہو کہ قیامت کے روز کسی بندے کے قدم کہین حرکت نہین کرنے پاوینگے یہانتک کہ اوس سے چار باتونکا سوال کیا جاوے ایک اُسکی عمر سے کہ کس خیال مین کھوئی اور دوم جسم سے کہ کس محنت مین اُسکو مبتلا کیا اور سوم علم سے

پھر آیت مین اسیطرح مذکور ہو والارض بعد ذلک دحاہا - یعنے بعد اسکے زمین کو پھیلایا۔ ھ - اور اوپر لکھا تھا کہ اکثر علماء کے نزدیک زمین و اُسکی
چیزون کا پیدا ہونا آسمان و اُسکی چیزون سے مقدم ہو تو آیت مین کیونکر معنے ہین (جواب) یہ کہ آیت کی تاویل کی جاوے اور اقرب تاویل
ہو (بعد) سے یہان بیان و ذکر مین پیچھے ہونا مراد لیا جاوے جیسے ہر زبان مین یہ محاورہ ہو کہ پھر بعد اسکے ہم کہتے ہین کہ ایسا ہوا۔ اس سے ترتیب
منظور نہین ہوتی مترجم کہتا ہو کہ اس مقام پر زیادہ ظاہر وہ ہو جو شیخ امام ابن کثیرؒ وغیرہ نے اختیار کیا کہ اصل مادہ زمین کو مقدم پیدا کیا
اور دوسرے روز اس مادہ کو سات زمینون کے واسطے جدا جدا کر دیا پھر دخان (آبی بخارات) سے جدا کر کے سات آسمان بنا کے اور
ہر ایک کو ٹھیک کر دیا پھر زمین کو پھیلا دیا اور جو کچھ اسمین تھا ظاہر کر دیا مترجم کہتا ہو کہ یہان ایک خطاء نظری بھی ہو سکتی ہو یعنے
ایک چیز کی پیدائش سے فراغت ہو تو دوسرا کام کیا جاوے جیسے انسانی حالت ہو حالانکہ اللہ تعالے جل شانہ مین قدرتی حالت کا
اسپر قیاس لغو ہو پس محتمل ہو کہ آسمان کی پیدائش کے ساتھ مین قدرتی احکام زمین کے حق مین بھی ایسے ہون کہ دونون مین بعض
چیزین متفق وقت مین پیدا ہوئی ہون پس اگر روایات صحیحہ کو آیات کے ساتھ مین جمع کیا جاوے پھر ہوشیاری سے ملایا جاوے
تو شاید دوسری تاویل نظر آوے بہرحال خواہ اسیطرح ہو جیسے شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ نے فرمایا ہو یا جیسے ابو السعودؒ نے کہا ہو یا تیسری وجہ ہو کوئی
تردد نہین ہو سکتا ہو کیونکہ اللہ تعالے جل جلالہ کی قدرت کاملہ وسیع ہو اور یہان بندونکو اپنی قدرت کاملہ کا اظہار اور اُن پر احسان و امتنان کا بیان
منظور ہو تاکہ ہوش مین آوین اور یہ خیال کرین کہ یہ دنیا ہمارے واسطے مسکن و محل اقامت نہین ہو بلکہ قدرت پاک نے ہم کو یہان اپنے
خالق عزوجل کی توحید کا کلمہ بلند کرنے کو پیدا کیا اور آسمان اور زمین و آفتاب و ماہتاب وغیرہ کو اپنے حکم سے ہماری جان اور ہمارے حیوان
کے تمتع کے لیے کارکن کیا سعدی علیہ الرحمہ نے اس سے نصیحت نکالی ع ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند + تا تو نانے بکف آری و
بغفلت نخوری + یعنے بادل و ہوا اور چاند و سورج اور آسمان سب کام مین لگے ہین + تاکہ تجھے روٹی ہاتھ آوے اور تو اُسکو غفلت سے
نہ کھاوے + بلکہ یہ تیرے جسم کی ضرورت کے لیے تمتع ہو اور جسم سے اپنے واسطے علمی معارف اور نیک کام حاصل کر جس سے آخر اپنے
وطن مین پہونچکر قرب منزلت مین عیش کرے کیونکہ یہ متاع دنیاوی تمھارے لیے ایک اجل تک ہو اور تم ہمیشگی کے لیے دنیا مین نہین اُتارے
گئے ہو- خواہ مانو یا نہ مانو ایک وقت موت کی زبردستی یہان سے نکالے جاؤگے تاکہ تمھارے بجاے دوسری قوم آوے اسیطرح وہ بھی اجل پوری
کرلے اور ضرورت کے واسطے تمتع اٹھاوے یہانتک کہ جب سب مخلوقات اس دنیا مین اپنی اپنی عمر پوری کرچکے اور اپنی اپنی قسمت کی
کمائی پوری حاصل کر چکے تو اُسوقت یہ زمین و آسمان مٹا دیا جاوے اور دوسرا آسمان و زمین قائم کیا جاوے اور ہر ایک اپنی اپنی
کمائی پاوے- چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۝ وَبُرِّزَتِ
پھر جب آوے وہ بڑا ہنگامہ جس دن یاد کرے آدمی جو کمایا اور نکال رکھے

الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ۝ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ
دوزخ جو چاہے دیکھے سو جنے شرارت کی اور بہتر سمجھا دنیا کا جینا سو دوزخ ہی ہو

الْمَاْوٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝
ٹھکانا اور جو کوئی ڈرا اپنے رب پاس کھڑے ہونے سے اور روکا جی کو چاؤ سے

کرتی ہین کہ زمین اور جو کچھ اسمین ہو یہ پہلے پیدا کیا گیا اور آسمان وجو کچھ اسمین ہو اسکے بعد پیدا کیا گیا ہو اور اسی پر اکثر اہل تفسیر کا اتفاق ہو اور واللہ اعلم
قال الرازی زمین کو بعد آسمان کے بچھایا تو شاید بچھانے سے یہ مراد ہو کہ اوسکو نباتات ومیوہ جات اُگانے اور اوسکو سیراب کرنے کے لائق
کردیا کیونکہ یہ قوت وصلاحیت زمین مین جب ہی حاصل ہوسکتی ہو کہ آسمان مع سامان موجود ہوا اسلیے کہ زمین بمنزلہ مان کے ہے اور آسمان
بمنزلہ باپ کے ہے اور جب تک دونون موجود نہون تب تک حیوانات ونباتات وجمادات پیدا نہین ہوسکتے ہین (تفسیر کبیر) پھر شیخ ابو السعودؒ
نے لکھا کہ روایت کیا گیا کہ آسمان وزمین سے پہلے عرش پانی پر تھا (یہ روایت سنن ترمذی وغیرہ مین ہو پھر اسکے بعد ابو السعودؒ نے زائد لکھا کہ)
پھر اللہ تعالے نے پانی مین جوش واضطراب پیدا کیا تو جھاگ لایا اور اوس سے دھوان (بخارات کا) اٹھا پس جھاگ کا بعین تو پانی پر
ٹھہر گیا اوس سے خشکی پیدا کی گئی اور پہلے ایک ہی زمین تھی پھر اللہ تعالے نے اسکو فتق کر (پھاڑ) کے سات زمینین بنائین اور دھوان
بلند فرمایا پس اُس سے سات آسمان بنائے (تفسیر ابو السعودؒ) مترجم کہتا ہو کہ قولہ تعالے کانتا رتقا ففتقنا ہما۔ کی تفسیر اس بیان سے حاصل
ہوئی کہ زمین رتق تھی اُسکو فتق کرکے سات بنائین اور آسمان رتق تھا اُسکو فتق کرکے سات بنائے اور یہ معنے نہین کہ دونون ایک ہی
مین رتق تھے تو اُنکو فتق وجدا کیا جیسا کہ اوپر بیان ہوا تھا اور واضح ہو کہ آسمان کے حق مین روایت آئی ہو کہ موج مکفوف ہو اور شاید اسکے
معنے اس روایت کے موافق یہ ہون کہ پانی کے بخارات ہین جنکو اللہ تعالے کی قدرت نے بستہ کردیا ہو اور اسی جہت سے بارش کے پانی کو آسمانی
ترکیب سے خاص کیفیت حاصل ہوتی ہو اور اس زمانے مین بہت سے وہ لوگ جو فلسفی طور پر مادیات مین گفتگو کرتے ہین انکا یہ قول ہو کہ زمین
پہلے سمندر کے جھاگ تھے اور رفتہ رفتہ ان مین خشکی سے یبوست ہوئی لیکن چپک کے ساتھ مین گیلاپن بھی تھا جس سے وہ اضطراب و
جنبش کرتی تھی جیسے شروع مین اس روایت مین ذکر ہوا اور پہاڑون کی خلقت مین بیان ہوا ہو لیکن شرع اس روایت مذکور کو بغیر ثبوت
صحیح اسناد کے ابھی قبول نہین کرسکتی ہو اگرچہ شیخ ابو السعودؒ کی طرح بعض دیگر مشائخ نے بھی اسکو ذکر کیا ہو پھر شیخ ابو السعودؒ نے لکھا کہ
روایت کیا گیا کہ اللہ تعالے نے جرم زمین کو اتوار کے روز پیدا کیا اور بچھانا اسکا دوشنبہ کو ہوا (اقول) صحیح کی روایت مین دوشنبہ کو پہاڑون
کی پیدایش ہو اور جو کچھ زمین مین ہو اُسکو منگل اور بدھ کے روز پیدا کیا اور آسمانون واُسکی چیزون کو جمعرات وجمعہ کو پیدا کیا اور جمعہ کے
آخری ساعت مین آدم علیہ السلام کو بنایا اور اسی ساعت مین قیامت شروع ہوگی (تفسیر ابو السعودؒ) مترجم کہتا ہو کہ حدیث سے یہ بیان
بارہا اس تفسیر مین گذرا ہو اور واضح ہو کہ منگل وبدھ کی مخلوقات مین بیانات متعدد ہین بعض روایات مین نباتات وحیوانات ہین اور بعض
مین مضرتین اور منفعتین ہین اور بعض مین ظلمت ونور ہو۔ اخیر قول کی تائید مین آیت اغطش لیلہا واخرج ضحاہا۔ ہو کہ اول رات پھر دن کا ذکر ہو
اور اس سے معلوم ہوتا ہو کہ تاریکی ونور خود مستقل چیزین ہین اور قولہ تعالے خلق السموات والارض فی ستۃ ایام الآیہ مین حدیث کا ذکر مفصل ہو
ہو اور سورۂ حمٓ السجدہ مین بھی بیان گذرا ہو اور واضح رہے کہ تاریکی ونور کی روایت ایک معجزہ ہو چنانچہ زمانہ مین اہل شرک وکفر ہمیشہ منگل کے
روز اپنے کام کرتے ہین اور بدھ کے روز نہین کرتے اور اُسکو اپنے تجربہ سے نحس کہتے ہین اور قولہ تعالے یوم نحس مستمر۔ مین گزرا کہ بدھ کا دن
ہمیشہ کے لیے کافرون پر نحس ہو اور نکتہ ظاہر ہے کہ منگل کے دن تاریکی پیدا ہوئی تو کافرون کے موافق ہو اور بدھ کے دن نور پیدا ہوا جس سے
وہ لوگ مخالف ہین۔ واضح ہو کہ کافرون کے اس خیال وتجربہ مین بہت سے عوام مسلمان شریک ہین اور یہ انکی جہالت ہو لیکن اگر کسی مسلمان کو
بدھ کے روز مضرت ونحوست ظاہر ہو تو اُسکو اپنے ایمان کے لیے جناب باری تعالے مین التجا کرنا ضرور ہو اسلیے کہ یہ دن ہمیشہ کے لیے کافرون پر
نحس ہو تو یہ شخص بھی دلی نفاق کی وجہ سے ان مین شامل ہو اعوذ باللہ العلی العظیم من الکفر والنفاق شیخ ابو السعودؒ نے بعد اسکے لکھا کہ

نفع ہو وقد قال تعالے ربنا ما خلقت ہذا باطلا الآیہ ـ یعنے اللہ تعالیٰ کے صالحین بندے فکر و عقل سے یہ کہتے ہین کہ ای رب تو نے اسکو باطل نہین پیدا کیا ـ ھ ـ یعنے یہ سب آسمان و زمین اور یہ عجائب مخلوقات کی خلقت مین عجیب اسرار ہین تو نے انکو عین حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہی برخلاف کافرون و نیچریون کے جو حماقت سے یہ سمجھے کہ انکا پیدا کرنے والا نیچر ہی اور یون ہی خود بخود پیدا ہوتے ہین اور مرجاتے ہین کچھ نتیجہ نہین ہی واللہ تعالے اعلم رازی رح نے کہا کہ آسمان بغیر عمود ہی تو عبرت ہی کہ یہ کسی مین قدرت نہین کہ اُسکو اسطرح پیدا کرے آور بعض لوگون نے کہا کہ آسمان کو مستوی کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ کرہ ہی (گول ہی) ورنہ مستوی نہوتا ـ علماء رح نے کہا کہ جب یہ ثبوت ہوا کہ آسمان اس صنعت و صفت کے ساتھ موجود نہین ہو سکتا تھا جب تک اُسکو قادر خالق پیدا نکرے اور اُسمین یہ بھی صفت ہی کہ جسطرح چاہے پیدا کرے تو بعد اسکے دین مین کیا ضرر ہی اگر کوئی کہے کہ وہ گول کرہ ہی مترجم کہتا ہی کہ پھر اس زمانہ مین فرقہ نیچر نکلکر مسلمانون کی صورت بنا کر بہکانے لگا کہ آسمان کا کہین وجود نہین ہی اور جب کہا گیا کہ یہ کیا امر ہی حالانکہ ہم کو تو اُوسکا عکس آئینہ و تالاب و کٹورے وغیرہ مین صاف نظر آتا ہی اور عکس ضرور ایک ٹھوس جسم کا ہونا چاہیے تو کہتا ہی کہ ہان یہ تو تم سچ کہتے ہو مگر ہمارے گروہ کے مُڈھ کہتے ہین کہ ہم نے دوربین سے بہت دیکھا وہ نظر نہ آیا اور تارا نظر آیا مترجم کہتا ہی کہ مین نے بار بار رد کر دیا کہ تارا بوجہ منور ہونے کے نظر آتا ہی جیسے اندھیری رات مین دور درخت پر ایک چراغ ہو تو وہ نظر آویگا اور درخت نہین نظر آویگا بلکہ شفاف شیشہ مین ہو تو وہ شیشہ نظر نہ آویگا اسیطرح رازی رح نے زمین کی نسبت نقل کیا کہ بعض نے کہا کہ زمین گول کرہ ہی لیکن جب وہ بڑا جسم ہی تو اُسکا ہر قطعہ بچھا ہوا فرش نظر آتا ہی (مسئلہ) رازی رح نے کہا کہ جب یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالے نے اول زمین کو پھر آسمان کو بنایا پھر زمین کو بچھایا تو علماء رح نے انکے لیے زمانہ کی مدت بیان کی ہی چنانچہ حدیث عبداللہ بن عمر (عمرو) مین ہی کہ اللہ تعالے نے خانہ کعبہ کو زمین سے دو ہزار برس پہلے بنایا اور اسی کے نیچے سے زمین بچھائی گئی اور میرے نزدیک لازم ہی کہ ان امور کے بیان کرنے مین حدیث کی کتابون کی طرف رجوع کیا جاوے (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہی کہ یہ امام رازی رح نے سچ کہا اسلیے کہ اللہ تعالے نے ہر فن کے واسطے لوگ علیحدہ پیدا فرمائے ہین اسی لیے تم دیکھتے ہو کہ بعضے لوگ جو علم فقہ کے جزئیات مین ماہر ہین وہ کبھی ایسی حدیثین نقل کر جاتے ہین جو محدثین کے نزدیک ثبوت نہین ہین ملا علی قاری رح نے اپنے رسالہ موضوعات مین قضاے عمری کی موضوع حدیث کو نقل کیا اور کہا کہ اگر کوئی کہے کہ یہ نہایہ وغیرہ مین ہی تو جواب یہ کہ وہ لوگ محدث نہین تھے انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنی اسناد نہین ملائی اور نہ لکھا کہ کسی محدث نے اسکو روایت کیا اور پچھلے لوگون نے انھین کی کتاب سے نقل کر لیا ہی ـ ھ ـ شیخ ابو السعود رح نے لکھا کہ قولہ تعالے والجبال ارسٰھا ـ یعنے پہاڑون کو اللہ تعالے نے ثابت کیا ـ اس سے زمین بھی جم گئی اور اس کلام پاک سے حق بات سے ہوشیار کر دیا کہ قرآن مین جابجا پہاڑون کو (رواسی) فرمایا تو اس سے یہ مراد نہین ہے کہ پہاڑ بذات خود یہ صفت رکھتے ہین بلکہ اللہ تعالے نے اُنکو رواسی بنا دیا ہی اگر یہ نہوتا تو خود بھی ثابت نہ رہتے اور نہ جمتے بھلا زمین کو کیا جمانے الحسن البصری رح سے روایت ہی کہ اللہ تعالے نے زمین کو خانہ پاک کی جگہ مدور پیدا کیا اور اسپر دھنوان محیط تھا اور دونون آپسمین چپٹے ہوے تھے پھر اللہ تعالے نے دونون کو جدا کیا اور دھنوان اوپر چڑھا دیا اور اس سے ساتون آسمان بنائے پھر اُس مدور جز کو بچھا دیا اور پھیلا دیا اُوس سے زمین بنائی جیسے قولہ تعالے ان السموات والارض کانتا رتقا ففتقناھما الآیہ ـ مین بیان ہی واضح ہو کہ سورۂ حم السجدہ مین گذرا ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین الآیہ ـ یعنے زمین کو دو دن مین بنایا اور پھر آسمان کی جانب قصد فرمایا وہ اُس وقت دھنوان تھا ـ ھ ـ اور اسیطرح سورۂ بقرہ کے شروع مین جو آیت ہی یعنے قولہ تعالے خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوی الی السماء الآیہ ـ تو یہ دونون آیتین دلالت

اجل تک متاع حاصل ہو اور تمھارے جانوروں کے لیے حاصل ہو اس سے ظاہر ہو کہ مرعی کھیت و باغات کو بھی شامل ہو کیونکہ انسانی متاع اس سے حاصل ہوتی ہو۔ اور جس نادان نے جسم خاکی کی خواہش کے تابع ہو کر زمین کو اپنا گھر بنایا اور یہان کے مال کو خزانہ بنایا اور اسی کے لیے عمر بھر جمع کرنے اور بھرنے کی کوشش کی اوسنے عمر برباد کی اور چھوڑ کر خواہ مخواہ دار آخرت مین چلا جائیگا اور وہان ان اعمال کا نتیجہ جہنم مین پائیگا حدیث مین ہو دنیا اوسکا گھر ہے جسکا کہین گھر نہین (سوائے جہنم کے) اور دنیا اوسکا مال ہو جسکا کہین مال نہین (مگر جہنم) اور دنیا کے لیے وہ جمع کرتا ہو جسمین عقل نہین ہو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام احمدؒ نے حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب اللہ تعالے نے زمین کو پیدا کیا تو اوسنے لوچ کھانا شروع کیا پس اللہ تعالے نے پہاڑون کو پیدا کر کے زمین پر ڈالا تو وہ ٹھہر گئی پس ملائکہ نے پہاڑون کی پیدائش دیکھ اللہ تعالے کی قدرت سے تعجب کیا اور عرض کیا کہ ای رب تیری خلقت مین پہاڑون سے بھی اشد (سخت و شدید) کوئی چیز ہو فرمایا کہ ہان وہ لوہا ہو۔ ملائکہ نے عرض کیا کہ لوہے سے بڑھکر کوئی چیز ہے فرمایا کہ ہان وہ آگ ہو۔ عرض کیا کہ ای رب آگ سے بڑھکر کیا ہو فرمایا کہ پانی وہ ہوا ہو۔ عرض کیا کہ اے رب ہوا سے بڑھکر کوئی چیز ہے فرمایا کہ ہان وہ آدمی جو میرے نام پر اسطرح داہنے ہاتھ سے صدقہ دے کہ اوسکے بائین ہاتھ کو خبر نہو۔ ابن جریرؒ نے باسناد ابن حمیدؒ روایت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب اللہ تعالے نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہمچتی اور عرض کرنے لگی کہ اے رب تو مجھپر اولاد آدم پیدا کریگا جو مجھپر اپنی گندگی ڈالنے کے ساتھ گناہون کے مرتکب ہونگے پس اللہ تعالے نے اوسکو پہاڑون سے قائم و ثابت کر دیا بعضے پہاڑ تم کو نظر آتے ہین اور بعضے نظر نہین آتے اور ابتدا مین زمین اسطرح لرزتی تھی جیسے اونٹ جب ذبح کیا جاتا ہو تو اوسکا گوشت پھڑکتا ہو (ابن کثیرؒ) اگر کہا جاوے کہ کیا ماء و مرعی کے بعد پہاڑ پیدا کیے گئے ہین (جواب) نہین بلکہ پہاڑون کی پیدائش تو زمین کیساتھ ہو صرف اتنا فرق ہو کہ اللہ تعالے نے اول زمین کو پھیلا دیا جو اپنے تمام وسعت سے پھیل گئی اور لوچ کھاتی تھی پھر ملائکہ پر اظہار قدرت کے لیے ان پہاڑون کو جو زمین پر روئین ہین پیدا کر کے زمین پر قائم فرمایا پس وہ جسم مین ہڈیون کی طرح جم گئے تو ملائکہ نے تعجب کیا پھر اللہ تعالے نے پانی کے دریا و چشمے وغیرہ نکالے اور مرعی و نباتات و میوہ جات و کھیت وغیرہ نکالے لیکن انسان کو اول غذا چاہیے پھر خواب کی فکر کرے تو زمین بستر ہو جو پہاڑون سے جمی ہوئی ہو لہذا اوسکو پیچھے بیان فرمایا **مسئلہ** سوال کیا گیا کہ قولہ تعالے متاعا لکم۔ یہ مفعول لہ ہو اور مفعول لہ اوس غرض کو کہتے ہین جسکے حاصل ہونے کے لیے کام کیا جاوے تو معلوم ہوا کہ اون چیزون کا پیدا کرنا اس غرض سے ہوا اور تم کہتے ہو کہ اللہ تعالے کسی غرض کے لیے کوئی کام نہین کرتا اسلیے کہ اللہ تعالے سب صفات مین کامل واجب ہو اوسکو کسی چیز سے کچھ غرض نہین ہو بلکہ سب اوسی کے محتاج ہین (جواب) ہان ہم سچ کہتے ہین اور ہم نے یہ بدیہی دلیل بیان کر دی اس دلیل کے بعد کچھ شبہہ نہین ہو سکتا کہ اللہ تعالے احد الصمد ہو سب اوسی کے محتاج ہین اوسکو کسی مومن و اوسکی عبادت کی احتیاج نہین اور نہ کسی کافر کی بدکاری و کفر سے کچھ ضرر ہو کیونکہ یہ سب حادث ہین اور انکے کام بھی حادث ہین اور اللہ تعالے کی بارگاہ قدس قدیم لایزال ہو اور یہ سمجھ لینا عقل ایمانی مین آسان ہو کیونکہ مثال دنیا شان الٰہی مین غیر ممکن ہو جبکہ اسکی مثال کیسی بلکہ مشابہ بھی کوئی چیز نہین ہو لیکن سمجھانے کے لیے آیت سے نور ذہن کو ترقی دو۔ دیکھو آفتاب اپنی ذات مین زمین کی گرمی کا محتاج نہین ہو اور زمین پر اگر شکر وغیرہ کا انبار ہو تو زمین کے لیے وہی پاکیزہ کی گئی اور اوسپر یہ انبار کیا گیا اور اگر زمین پر گوہ گوبر کا انبار ہو تو آفتاب کو اوس سے ضرر نہین ہو اور روشنی مین نجاست نہین لگتی ہو لیکن وہ قطعہ زمین خود نجس ہو بالجملہ اللہ تعالے کے کام خود کرنے والے کے نفع لینے یا ضرر دور کرنے کی غرض سے نہین ہو سکتے ہین اور ہم نے یہ نہین کہا کہ اللہ تعالے کے کام بے فائدہ ہوتے ہین۔ نہین بلکہ اوسکے عجیب نتائج ہین اور قولہ متاعا لکم الخ سے یہ ثبوت ہوا کہ اس خلقت مین آدمیون اور اونکے جانورون کے لیے متاع و منفعت ہو اور یہ نہین نکلا کہ اللہ تعالے کے واسطے

ہے اسی طرح اُسکے محاذی دوم پھر سوم وغیرہ پر یہانتک کہ ساتوین آسمان پر بیت المعمور ہے جسمین ہر روز ستر ہزار ملائکہ مقرب داخل ہوتے ہین اور دوسرے روز جب وہ جاتے ہین تو پھر آخر زمانہ تک کبھی اون ملائکہ کی باری نہین آویگی یعنے ملائکہ بے انتہا ہین۔ پھر زمین کا بچھانا یہ ہے کہ کشادہ ممدود کرکے دریا و نباتات نکالے چنانچہ ابن ابی حاتم نے بسند صالح روایت کی کہ ابن عباس رض نے کہا کہ زمین کا بچھانا یہ ہے کہ اس سے پانی نکالا اور مرعیٰ نکالی اور اسمین دریا و چشمے و نہرین ظاہر کین اور جھیلین و راہین و ریگستان ظاہر کیے۔ ھ۔ مرعیٰ یہ کھیت و باغات و جنگل و سبزہ زار ہین۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے اس خاک کو قدرت پاک سے جسم آدمی کے صورت بخشی اسیطرح اسمین سے میوہ جات کے درخت و اناج و ساگ و نباتات کی صورتین پیدا کین اور جیسے انسانی نسل کا طریقہ بیج یعنے نطفے سے رکھا اسیطرح درختون و اناج وغیرہ کا طریقہ تخم سے رکھا اور جسم انسانی مین اس زمین کے سب اجزا موجود ہین حتی کہ سونا و چاندی و لعل و جواہرات وغیرہ سب ہین اور نباتات مین سے بعض کی پیداوار مین کوئی دھات ہے اور بعض مین دوسری دھات ہے یعنے اجزا غالب ہین اور علاقہ طبیب نے جب انسانی جسم مریض مین دیکھا کہ فلان جز ناقص ہوا ہے تو نباتات مین سے وہی غذا یا دوائی جسمین یہ جز زائد ہے تاکہ نقص پورا ہو اگر توافق ہوا تو بحکم آلہی اچھا ہو جاتا ہے اور اگر موت ہے تو جسم انسانی مین مستحیل ہو کر بدن کو نہین لگتا اور موت عارض ہوتی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جسم انسانی اسی زمین سے پیدا ہوا ہے اور یہی اسکا مرکز ہے تو مرنے دم تک ہمیشہ یہ جسم اپنی طبیعت سے اسی زمین کی طرف راغب ہوگا اور اس جسم مین اللہ تعالےٰ نے روحانی جوہر مرکب فرمایا ہے وہ جوہر لطیف پاکیزہ ہے اُسکو مکدرات خاکی سے تنفر ہے لیکن نفرت بطریق جسم نہین ہے تاکہ مریض ہوکر کلفت اٹھاوے بلکہ بصورت نورانیت ہے یعنے جیسے عقل کی نفرت ہوتی ہے اور یہ جوہر روحانی ایک میعاد تک اس جسم مین سکونت کرتا ہے تاکہ اس جسم کے آلات و اوزار سے اپنے کمالات حاصل کرے لیکن یہ اسوقت ہوگا کہ عقل اس جسم پر حاکم ہے اور طریقہ نبوت سے علم و عمل حاصل کرے تاکہ وہان درجات عالیہ مین پہونچے اور اگر کافر نے جسم کو غالب کیا اور انھین مکدرات کے غرے مین رہا تو جسم اپنی طبیعت کے تابع ہے اور اسی طبیعت کو نفس کہتے ہین تو نفس ہمیشہ اس جسم سے اپنے مرکز خاکی کی چیزین حاصل کرنے پر اصرار کریگا حتی کہ بادشاہ ہوکر سونے و چاندی کے صندوق بھرتے بھرتے ایک روز مر جاویگا اور سب چھوڑ جاویگا اور وہان حسرت غم و عذاب والم ہے نعوذ باللہ من ذلک۔ اور اگر اُسنے نفس کو مقہور کیا اور اُسکو اُسکی مہمل خواہشون پر چلنے نہ دیا تو وہ الحمد للہ اور سبحان اللہ وغیرہ ذکر آلہی سے جنت مین باغ لگا دیگا۔ حدیث مین ہے کہ یہ کلمات باقیات صالحات ہین جنت مین درخت ہین اور ان مین نہایت لطیف میوہ جات ہمیشہ بہار ہین اور وہ غذا سے لطیف خوشگوار ہے اور جو مزہ اُسمین حاصل ہوتا ہے زمین کی چیزون مین کہین اسکا نشان نہین ہے۔ بالجملہ جب زمین کو پیدا کیا تو اُسکی حالت کا قیاس یہ تھا کہ جیسے جسم انسان بغیر ہڈی کے ہو اسوا فرمایا۔ وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ۔ اور پہاڑون کو اثبات کیا ف وہ خود جمے ہوئے ہین اور زمین کا لوچ بھی جاتا رہا اور پہاڑون کی وجہ سے جم گئی جیسے بدن مین ہڈیان ہین اور اس اظہار قدرت سے ملائکہ کی تسبیح ظاہر ہوئی۔ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ یہ سب تمہارے لیے متع ہے اور تمہارے چوپاؤن کے لیے ہے ف دنیا مین انسان اسلیے ہے کہ اپنے رب عز و جل کو پہچان کر اُسکی معرفت مین کمالات حاصل کرے اور آخرت کو اختیار کرے اور یہ اسوقت ہے کہ طبیعت یعنے نفس کی طبیعی خواہش روکے اور اسی مین کفر و ایمان کا امتحان ہے اور بہر حال اس جسم کے واسطے اس زمین سے تمتع حاصل ہو تا زندگی ختم ہونے تک ضرور ہے کیونکہ انسان کو اس دنیا سے فقط اسکی موت تک تعلق ہے اور بعد اُسکے کچھ تعلق نہین ہے تو یہان مسافر کے اخیر متاع چاہیے پس اللہ تعالےٰ نے اپنا انعام بیان فرمایا کہ یہ آسمانی و زمینی تعلقات اور زمین مین پانی و مرعیٰ کی ایجاد اسلیے ہے کہ تمہارے لیے

تودن روشن ہوگیا لیکن یہ آسمان کا ضحی یعنے نور ہی اور زمین پر اُوس روشنی سے دن ہو اور تفسیر ابن کثیرہ مین ایک مقام پر ابن عباسؓ سے
روایت گذری کہ آفتاب مغرب مین جاکر زمین سے غروب ہوتا اور چھپ جاتا ہی اور رات مین زمین کے نیچے جانب سیر کرتا ہی یہانتک کہ صبح
کو جانب مشرق سے نظر آتا ہی ابو السعودؒ نے لکھا کہ رات و دن کو آسمان کی جانب منسوب فرمایا کیونکہ یہ دونون بوجہ آسمان کے چکر
کھانے کے پیدا ہوتی ہو۔ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا۔
اور زمین کو اسکے بعد بچھایا اسکا پانی نکالا اور اُوسکی چراگاہ نکالی ف۔ یعنے آسمان کی پوری درستی کر زمین کو بچھا دیا یعنے اسی کیفیت
کے ساتھ ظاہر کر دیا کہ خشکی کے گرد سمندر رہین جنکا پانی نہایت کھاری ہی کہ خشکی کے حیوانات اُسکی تاب نہین لاتے ولیکن سمندر مین
آبی جانور لاکھون قسم کے جیتے ہین اور خشکی مین دریا و نہرین جاری فرمائین جنکا پانی شیرین ہی اور خشکی کے اندر سے لطیف پانی کے
چشمے نکالے اور زمین سے مرعیٰ پیدا کر دیے مرعیٰ جہان جانور چرتے ہین اور بعض نے کہا مصدر میمی ہی بمعنی مفعول تو نباتات مراد ہونگی
(ابو السعود وغیرہ) شاید میمی مصدر اسلیے لیا کہ مرعیٰ صرف جانورون کے سبزہ زار جنگل ہوے جنمین چرتے ہین اور آدمیون کے باغات
و کھیت رہگئے لیکن مترجم کے نزدیک اس تکلف کی وجہ نہین ہی اسلیے کہ انسان کھانے پینے مین دوسرے جاندارون کا شریک ہی
تو ہر جاندار کے واسطے اُسکے لائق مرعی پیدا کر دیا پس بہائم کے لیے گھاس پات کے جنگل ہین اور آدمی کے لیے کھیت و باغات ہین
مترجم کہتا ہی کہ اس آیت مین انسان کے لیے فہم و فکر سے عجیب قدرت ظاہر ہوتی ہی بلکہ دانائی سے علم طبابت کے اصول حاصل ہوتے
ہین بیان تفسیر کے ذیل مین آتا ہی یہان سوال یہ ہے کہ شروع سورۂ بقرہ مین ہی ثم استوی الی السماء الآیۃ یعنے زمین کو مع سب
چیزون کے جو زمین مین ہی پیدا کر کے آسمان کیطرف قصد فرما کر اُنکو ٹھیک کیا تو زمین کے بعد آسمان کی خلقت ظاہر ہوتی ہو خطیبؒ
نے کہا کہ سورۂ فصلت مین نص صریح ہی کہ زمین کے بعد آسمان ہو ابن کثیرؒ نے کہا کہ سورۂ حم السجدہ مین گذرا کہ زمین کی پیدائش آسمان
سے پہلے ہے خطیبؒ نے لکھا کہ ابن عباسؓ نے بیان فرمایا اللہ تعالے نے زمین کو مُسکی نباتات وغیرہ ارزاق کے ساتھ مین پہلے پیدا
کیا لیکن اُسکو بچھایا نہین تھا پھر آسمانون کو سات سموات مستوی کر کے زمین کو اسکے بعد بچھایا اور اُسکے ارزاق و سامان اپنے اپنے
موقع سے ظاہر فرمائے اور ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ اللہ تعالے نے کعبہ کو پانی پر دنیا پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا تھا پھر
اُسکے نیچے زمین بچھائی ابن کثیرؒ نے کہا کہ زمین مین سب چیزین بالقوہ پیدا کین اور مضمر چھوڑ دین پھر آسمانون کو پیدا کر کے زمین کو
بچھایا اور اُسکی بالقوہ چیزین سب بالفعل ظاہر کر دین اور یہی سلف مانند ابن عباسؓ کے قول کا مطلب ہے اور اسکو شیخ ابن جریرؒ نے
اختیار کیا ہی مترجم کہتا ہی کہ حاصل معنے جو آثار و احادیث و آیات سے ظاہر ہوتے ہین یہ ہین کہ اول مین اللہ تعالے نے پانی پیدا کیا اور
اگر یہ پانی اس جوف مین معلق ہی تو قدرت الٰہیہ زیادہ عجیب نظر آتی ہی پھر اُس پانی پر سفید خانہ کعبہ پیدا کیا اور آسمان اسوقت دھوان
مع پانی تھا تو اللہ تعالے نے اس موج کو بستہ کر دیا اور اُسکو کشادہ کر کے مدور آسمان بنایا اور اسیطرح سات آسمان پیدا کیے اور جیسے
اول آسمان کے جوف مین یہ زمین ایک رائی کی طرح ہو اسیطرح اول آسمان بھی دوسرے آسمان کے جوف مین ایک رائی کی طرح ہو اور اسیطرح
ہر آسمان اپنے اوپر والے آسمان مین رائی کا دانہ ہو اور یہ سب کرسی کے اندر رائی ہین اور کرسی بھی عرش کے اندر رائی ہو پھر اللہ تعالے
نے آسمانون کے واسطے عرش مرکز رکھا یعنے وہان سے قدرت و حکمت کے احکام جاری ہوتے ہین یہانتک کہ آسمان دنیا سے زمین پر
جاری ہوتے ہین پھر آسمانون کے بعد زمین کو کشادہ فرمایا اور خانہ کعبہ کے تحت مین زمین کو بچھایا اور خانہ کعبہ کے محاذی آسمان پر ایک مسجد

نہین آسکتا تو دیگر آسمان جنکے سامنے یہ آسمان ذرہ ہو کیا خاک نظر آوینگے پس انکو اپنے واسطے عقل کمال حاصل کرنے کے لیے یہی آسمان و زمین کافی ہین اور یہ بالکل بدیہی بات ہو کہ جسنے ان عظیم اجسام کو پیدا کر دیا انسان اسکے آگے بہت آسان ہو اور دوبارہ پیدا کرنا آسمان سے آسان ہو ولقد قال تعالے اولیس الذی خلق السموات والارض بقادر علی ان یخلق مثلہم الآیہ۔ کیا یہ نہین ہو کہ جسنے آسمانون و زمین کو پیدا کر دیا وہ قادر ہو کہ ان لوگون کے مثل پیدا کر دے (کیون نہین) وہ بڑی قدرت والا خالق اور خوب ذرہ ذرہ علم والا ہو۔ مد۔ اور فرمایا لخلق السموات والارض اکبر من خلق الناس بیشک آسمانون و زمین کا پیدا کرنا لوگون کی خلقت سے بزرگ ہو۔ مد۔ الحاصل آیت کا مقصود یہ ہوا کہ اے منکرین قیامت کیا تمہارے مرجانے کے بعد تمہارا پیدا کر دینا اشد ہو یا کہ آسمان کا پیدا کرنا۔ اللہ تعالے کی قدرت مین سب آسان ہو (م تفسیر کبیر) (ابن کثیر وغیرہ) سوال کیا قدرت کے نزدیک انسان کے پیدا کرنے سے آسمان و زمین کا پیدا کرنا اشد ہو (جواب) نہین بلکہ مطلب یہ ہو کہ کفار نادان نے اپنے دوبارہ پیدا کیے جانے کو محال سمجھا تو اپنے قیاس و اٹکل کے پابند ہوے اور غلطی کی پس انکی اٹکل کی غلطی ظاہر فرمائی کہ اے نادان تو آسمان کو دیکھ اور اُسکے آگے اپنے حقیر جسم کو دیکھ اب قیاس کر کہ مجھسے یہ آسمان بہت اشد ہو جب اللہ تعالے کی قدرت نے اسکو اسطرح پیدا کیا کہ (کن) یعنے ہو جا پس وہ ہو گیا تو بھلا انسانی اجسام کس گنتی شمار مین ہین۔ پھر اللہ تعالے جل شانہ نے آسمان کو اپنے علم و حکمت کے موافق عمدہ نتائج کے واسطے پیدا فرمایا ہو برخلاف خیال فرعون نیچری و اسکے تابعین کے جنکا حال امام رازی وغیرہ نے بیان کیا کہ یہ چیزین اتفاقی خود بخود ہو گئین کیونکہ یہ صریح بدحواسی ہو اور امام رازیؒ نے طولانی دلائل سے اس خیال کو تفسیر کبیر مین باطل کر دیا کہ انکا ازلی قدیم ہونا محال ہو اور اللہ تعالے نے آیت مین اس علم و حکمت کا اشارہ فرمایا بقولہ تعالے۔ **بَنٰہَا۔ رَفَعَ سَمْکَہَا فَسَوّٰىہَا**۔ اللہ تعالے نے اُسکو بنایا اُسکی سمک یعنے اونچائی اُٹھائی پس اسکو ٹھیک کر دیا ف ابو السعودؒ نے کہا کہ اوپر سے آسمان کی خلقت سمجھی گئی یعنے جب کہا کہ تمہاری خلقت اشد ہو یا آسمان یعنے آسمان کی خلقت تم سے اشد ہو اسکو بیان کیا بقولہ تعالے (بنا ہا) یعنے اسکو اللہ تعالے نے پیدا کیا ہو اور بناء کا استعمال عمارت کے ساتھ ہو یعنے یہ قبے اللہ تعالی ہی نے بنائے ہین اور بناء کا بیان کیا بقولہ تعالے رفع سمکہا خطیبؒ نے کہا کہ سمک اونچائی ہو یعنے زمین سے اوپر کی جانب اسکی اونچائی اور پھیلاؤ بلند کیا اسطرح کہ زمین سے پانچ سو برس کی راہ ہو (ابو السعود وغیرہ) ابن جزی نے کہا کہ سمک آسمان کی موٹائی ہو۔ معالم مین ہو کہ سمک چھت ہو (ف) شاید زمین کی چھت پہلا آسمان ہو اور اوپر ہر ایک آسمان دوسرے کے لیے قبہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جعلنا السماء سقفا محفوظا۔ یعنے ہم نے تمہارے لیے آسمان کو محفوظ چھت کر دیا۔ مد۔ نہ گرے اور نہ سڑے اور نہ خطر ہے اور قولہ فسواہا۔ مراد یہ کہ اس اونچا کرنے کے بعد آسمان کو اپنی خلقت مین ہر طرح مناسب وضع سے ٹھیک کر دیا نہ اسمین تفاوت ہو نہ فطور ہو جیسے تبارک الملک مین مسطور ہو یا مراد یہ کہ حکمت کے مناسب اسکو سب سامان عطا کیا (ابو السعود رح) مترجم کہتا ہو کہ معنے اول بہتر ہین لقولہ تعالے فسواہن سبع سموات۔ اللہ تعالے نے اس دھوئین کی موج کو سات آسمان ٹھیک بنا دیے۔ مد۔ **وَاَغْطَشَ لَیْلَہَا وَاَخْرَجَ ضُحٰہَا**۔ اور تاریک کر دیا اُسکی رات کو اور نکال دی اُسکی روشنی ف ابن عباسؓ نے کہا کہ اغطش لیلہا۔ اُسکی رات اندھیری کر دی۔ یہی مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و جماعت کثیر سلف نے بیان کیا اخرج ضحاہا اس کا دن روشن کر دیا (ابن کثیر) اس سے معلوم ہوا کہ رات و دن کا ظہور آسمان سے ہے خطیبؒ نے کہا کہ اللہ تعالے نے آفتاب غالب کیا تو روشنی جاتی رہی اور جہان جہان اسکی روشنی پڑتی تھی وہان زمین کا تاریک سایہ ہو گیا اور رات کو آسمان کی رات اسلیے فرمایا کہ وہ آفتاب غروب ہونے سے ہوا کرتی ہو جو آسمان پر ہوتا ہو مترجم کہتا ہو کہ اول آسمان مستوی فرمایا تو تمام تاریکی تھی جسکو رات کہتے ہو اور جب آفتاب پیدا کر دیا

بارگاہ کبریائی اس سے پاک ہو کہ وہان طاعت مومنین سے کچھ فائدہ ہو یا کفر طاغین سے کچھ ضرر ہو اور حدیث قدسی مین ہو کہ اے بندو اگر تم سب ایک بدتر خلق کے قلب پر ہو جاؤ (یعنے شیطان کے قلب پر ہو جاؤ) تو اس سے میری سلطنت والوہیت مین کچھ کمی نہو گی اور اگر تم سب ایک متقی کے بندے کے قلب پر ہو جاؤ (یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر ہو جاؤ) تو اس سے میری سلطنت والوہیت مین کچھ زیادتی نہو گی۔ اسی حدیث مین ہو کہ اے بندو یہ سب تمھارے اعمال ہین انکو مین تمھارے ہی واسطے احصا فرماتا ہون نتیجہ قصہ فرعون مین جو معجزات موسی علیہ السلام مذکور ہین وہ صریح قطعی دلیل ہین کہ اللہ تعالے جب چاہے مردہ زندہ فرماوے جسکی ہڈیان خاک ہو گئین بلکہ وہ چاہے تو لکڑی کو اژدہا بناوے اور جب چاہے اژدہے کو لکڑی کر دے تو جب یہ معجزہ دیکھ لیا گیا اور اسوقت سے برابر متواتر ثابت ہو تو گویا آج سامنے دیکھا گیا ہو پھر اسکے بعد کسی کو بعث حشر مین ذرہ برابر تردد کی گنجائش نہین ہو اور جس قوم نے معجزات سے انکار کیا اور رسول اللہ کی ہدایت سے منھ موڑ لیا اور نافرمانی و کفر پر اصرار کیا تو آخر اسکو اللہ تعالے نکال مین گرفتار فرماتا ہو اور نیکبخت کے لیے اسمین عبرت و نصیحت ہو اور اللہ تعالے کی قدرت اعلی واجل ہو قال تعالے

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰىهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا

کیا تم مشکل ہو بنانے مین یا آسمان اوسنے وہ بنایا اونچی کی اوسکی بلندی پھر اوسکو صاف کیا اور اندھیری کی رات اوسکی

وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ۝

اور کھول نکالی اوسکی دھوپ اور زمین کو اس پیچھے صاف بچھایا نکالا اس سے اسکا پانی اور چارا

وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۝ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝

اور پہاڑون کو بوجھ رکھا کام چلانے کو تمھارے اور تمھارے چوپاؤن کے

ان آیات سے پہلے معجزہ موسی علیہ السلام سے یہ ظاہر ہوا کہ اللہ تعالے نے تمھاری آنکھون کے سامنے لکڑی کو اژدہا بنا دیا اور فرعونیون نے اوسکو جادو خیال کیا تھا وہ اگر اون بدبختون پر مخفی تھا تو اب تمیز نہین رہا دو وجہ سے (اول) یہ کہ جادو مین جو لوگ اعلی درجہ کے ماہر تھے انھون نے فورًا پہچان لیا کہ یہ جادو کسی طرح نہین ہو سکتا اور ایمان لائے اور فرعون خبیث کا یہ کہنا کہ تم نے موسیٰ سے سازش کی ہو یہ بالکل باطل تھا جبکہ انھون نے اللہ تعالے کے واسطے جان ویدی اور آخر فرعون نے عذاب غرق کے وقت صدق لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کیا۔ جب یہ معلوم ہوا تو صریح دلیل ہو کہ اللہ تعالے جس طرح چاہے اور جب چاہے خلق کو پیدا کرے کیونکہ تم اپنے مردہ ہونے کے بعد بوسیدہ ہڈیان دیکھتے ہو وہ آخر انسانی جزء ہو اور اللہ تعالے نے لکڑی کو بدل کر اژدہا بہت دراز بنا دیا جو لکڑی سے صدہا گونہ بڑا تھا اور لکڑی کچھ اژدہے کا جزء بھی نہین ہو تو تمکو کیا تردد ہو کہ یہ انسانی جزء انسان بنا دیا جاوے اور اگر فرض کرو کہ تمھاری یہ بوسیدہ ہڈی بھی باقی نہین رہی تو تمکو اور مخلوقات آسمان و زمین کو اللہ تعالے نے بغیر مادہ و مثال کے ایجاد کر دیا یہ اسکی قدرت کا کام ہو اور قدرت لا یزال موجود ہو تو جب چاہے تمھارے مثل بدل دے تم تو ایک حقیر جسم رکھتے ہو لہذا فرمایا ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ کیا تم اشد ہو خلقت مین کہ آسمان ہو ف یعنے بدیہی اقرار کرو کہ آسمان تم سے بہت زیادہ اشد ہو یعنی سخت بڑا مضبوط عظیم ہو اسکے مقابلے مین خلقت انسانی کو کچھ نسبت نہین ہو تو جب اللہ تعالے کی قدرت مین یہ شان اعلی واجل ہو کہ اُسنے نہایت آسانی سے اس آسمان کو ایجاد فرمایا تو بھلا تم کو ایجاد کرنے مین کیا تردد ہو تو واضح ہو کہ قدرت صفت ہو اور مخلوقات سب قدرت کے فعل ہین اور یہ کفار عجب احمق ہین کہ فعل الٰہی انکی سمجھ مین نہین آتا تو جس صفت کے یہ افعال ہین اوسکی عظمت و قدس کو کیا سمجھین گے کیونکہ اگر سمجھ ہوتی تو اُسکی عظمت کے سامنے یہ آسمان عظیم انکو ذرہ بھی نظر نہ آتا کیونکہ قدرت قادر ہو کہ ایسے آسمان دم مین لاکھون ایجاد فرماے لیکن ان جانورون کو جب یہ آسمان ہی پورا نظر

نے خوب کہا ؎ کیست فرعون آنکہ او خود را بدید ٭ کیست موسیٰ آنکہ از خود وارسید ٭ یعنے فرعون وہ ہے جسنے اپنے آپکو دیکھا اور موسیٰ
وہ ہے جو اپنی خودی سے خارج ہوگیا ٭ ابن فرحی رح نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے فرعون کی طرف بھیجنے کا نام لیا اور حقیقت مین ساحرون
کی طرف بھیجے گئے تھے یعنے اون لوگون کی طرف جو اوس قوم مین سے ایمان لانے والے تھے اسلیے کہ انبیاء علیہم السلام کی لعثت سے
اصل مقصود ہدایت ہے اور ازلی کافرون کو اس سے کچھ نصیب نہین ہے اور نہ انکی یہ غرت ہے کہ انبیاء علیہم السلام انکے واسطے بھیجے جاوین حدیث
مین ہے کہ اگر دنیا کی قدر اللہ تعالےٰ کے نزدیک مچھر کے پر برابر ہوتی توکسی کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا۔ لیکن یہ کافرون پر قہر ہے اور
فائدہ یہ کہ کافرون کے درمیان مین جو مومنین ہین انکو جدا کرلے قولہ فقل ہل لک الی ان تزکی - اس مین بیان صاف ہے کہ پاکیزہ گوہر
جو ہدایت پاتا ہے اللہ تعالےٰ سے ڈرنے والا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کی شان عظمت پہچانتا ہے اور جو شخص کہ اللہ تعالےٰ کو نہین پہچانتا
وہ ڈرتا بھی نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ اس سے سمجھنا چاہیے کہ جو لوگ زمانہ مین بنام مسلمان ہین اور زنا و فحش و بدکاریان بے دھڑک
کرتے ہین اور اللہ تعالےٰ سے نہین ڈرتے تو خطر ہے کہ وہ اپنے رب عزوجل کو نہین پہچانتے تو ایمان نہین ہوسکتا کیونکہ بے پہچانے
ایمان کہان ہے اور اللہ تعالےٰ ہم سب کو ایمان عطا فرماوے اور اسی پر موت دے۔ شیخ رح نے کہا کہ فرعون کے حق مین یہ امتحان تھا اور خود
اللہ تعالےٰ کو اوسکا بدبخت جہنمی ہونا معلوم تھا لیکن اوسکے واسطے کوئی عذر و حیلہ بھی نہین رہا مترجم کہتا ہے کہ جس شخص کی طرف رسول
بھیجنے کا نام خاص رکھا جاوے اگر وہ حیلہ و حجت لاوے تو اسپر وبال شدید ہے شیخ ابن عطاء رح نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ کیا تجھے یہ رغبت ہے کہ
مین ان گناہون کی نجاست سے تجھے پاک کردن جن مین تو آلودہ ہو رہا ہے اور دور کی گمراہی سے پھیر کر تجھے عبودیت کی حد پر پہونچا دون کہ آ
عبودیت سے بندون کو فخر ہے اور یہی انکی نجات ہے مترجم کہتا ہے کہ صریح افادہ ہے کہ عبودیت ہی اصلی کمال ہے اور جس قدر عبودیت مین کمال ہو اوسی قدر
مرتبہ بلند ہوتا ہے اور فخر حاصل ہوتا ہے شیخ ترمذی رح نے کہا کہ اس آیت سے معلوم ہوگیا سچی ہدایت کی میراث یہ ہے کہ خوف ہو۔ یعنے آدمی اسلام
لاتا ہے اور قلب کے اندرونی حال سے خبردار نہین ہوسکتا لیکن جب یہ بات موجود ہو کہ اسکو اللہ تعالےٰ کی شان عظمت و کبریائی سے خوف ہے تو یہ
دلیل ہے کہ ہدایت اوسکو قلب مین ٹھیک و صحیح مل گئی ہے کیونکہ اوسکا اثر موجود ہے قولہ تعالےٰ فاراہ الآیۃ الکبریٰ فکذب وعصی - اوسکو آیت کبریٰ
دکھلائی پھر اوسنے جھٹلایا اور نافرمانی کی۔ شیخ رح نے کہا کہ آیت مین عجیب اشارت ہے اور بیان یہ ہے کہ آیات قدرت اور معجزات رسالت مین دیدار
دو طرح عطا ہوتا ہے ایک یہ کہ دیدۂ نفس سے دیکھنے پاوے اور دوم یہ کہ دیدۂ بصیرت سے نور قدرت نظر آوے اور یہان فرعون کو صرف
آیت دکھلائی گئی اور اوسکے ساتھ مین نور صفت سے محروم رہا تو اوسکو مفید نہوا اوسنے کفر کیا اور اگر نور صفت نظر آتا جیسے ساحرون کو
نظر آیا تو کفر کو مجال نہ رہتی اور اپنے دعوے ربوبیت سے شرمندہ ہوتا ولیکن اللہ تعالےٰ نے نفس فرعون کو لباس قہر پہنایا تھا اور خواہش
غالب تھی تو کمال قہر کے کلمہ سے مست ہوا۔ شیخ واسطی رح سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالےٰ ہی خالق ہے تو کیا شان ہے کہ ایسے کلمات زبان کفار پر ایجاد فرمائے
جو شان ربوبیت کے لائق نہین ہین (جواب) مین شیخ رح نے کہا کہ ان کلمات کا اثر خود ان کفار کے واسطے ہے کیونکہ انھین کی کمائیان ہین اور شان
قدس صمدیت لایزال قدیم ہے جل شانہ تو ادمین حادث چیزون سے کچھ اثر نہین ہے اور وہان اشارات تک کو دخل نہین ہے تو بھلا عبارات کی
کہان رسائی ہے مترجم کہتا ہے کہ شیخ رح نے ایک مقام پر یہی حال تسبیح و عبادات کے واسطے بیان کیا ہے یعنے بندۂ مومن کے تسبیحات و کلمات طیبات
بھی شان قدس قدیم کے لائق نہین ہین بلکہ بندے کے واسطے نیک کمائی ہے اور حق تعالےٰ نے قبول فرماکر اسکو قرب منزلت عطا فرمایا ہے یعنے
یہ تسبیحات وغیرہ ملائکہ چڑھائے جاتے ہین اور یہ قرب منزلت ہین جنکا ظہور اس دنیا سے موت کے بعد بندے کے حق مین ظاہر ہوگا اور

لگاتے ہین کہ چلہ کشی سے ضعیف وکمزور ہوکر نماز وروزہ سے عاجز ہوجاوے اور یہ محض جہالت ہو جیسا کہ حضرت شیخ شیرازی رح نے نرمت فرمائی ہو
قولہ تعالیٰ فاراہ الاٰیۃ الکبریٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارادۂ حقیقیہ اوسکو آیت کبریٰ دکھلائی لیکن وہ دیکھنے سے عاجز رہا لیکن وہم
اسمین خوب جم گیا تھا اور حجاب سخت ہوگیا تھا قولہ فکذب وعصیٰ الآیہ۔ اوسنے انکار کیا کہ یہ دعوت صحیح نہین ہو اور کوئی مرتبہ اسکے
اوپر نہین ہو اور ارشاد موسیٰ ع سے سرتابی کی کیونکہ حماقت وفرعونیت دونون اسی مین جمع ہوگئین پھر ادبار کیا یعنے مقام صفات سے
بھی مدبر ہوا اور بالکل مقام نفس ہی مین گرا کیونکہ نفس نے اوسپر خودی سے پورا غلبہ کر لیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کے دفع کرنے مین اپنے مکرو
کید جمع کرنے مین جہد کیا اور شیطانی فریب اور نفسانی حیلے جمع کرنے لگا تو حق تعالیٰ کی جناب قدس سے مردود اور مطرود ہوا اور اسکا حجاب بڑھ گیا
حتے کہ اوسنے صریح یہ دعویٰ کیا۔ انا ربکم الاعلیٰ۔ نفس خودی نے یہانتک تسلط کیا کہ اوسنے حق عزوجل کے ساتھ کبریائی مین جھگڑا کیا یعنے اپنے لیے
بھی یہ صفت ثابت کرنے لگا پس قہر الٰہی مین گرفتار ہوا اور ملعون کر کے آگ مین ڈال دیا گیا جیسے حدیث قدسی مین آیا ہو کہ کبریائی میری چادر ہے
اور عظمت ازار ہو تو ان صفات مین جو کوئی مجھسے جھگڑیگا اوسکو جہنم مین جھونک دونگا لہذا فرمایا۔ فاخذہ اللہ نکال الآخرۃ والاولیٰ ان فی ذلک
لعبرۃ لمن یخشیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو عذاب آخرت وعذاب اولیٰ مین گرفتار کیا اس معاملہ مین ایسے بندے کے لیے عبرت ہو جو جناب حق مین عاجزی
سے خوف رکھے اور اوسکا نفس ٹوٹا ہوا مغلوب ہو اور کسی حالت مین خودی ظاہر نہ کرے۔ ف۔ مترجم کہتا ہو کہ حدیث مین ہو کہ سب دشمنون سے
بڑھکر تیرا دشمن خود تیرا نفس ہو جو تیرے دونون پہلو کے درمیان مین ہو۔ اور حدیث مین ہو کہ تم مین سے کوئی مسلمان نہوگا جب تک اوسکا نفس اس حق کا
مطیع نہ ہو جاوے جسکو مین لایا ہون (صحاح) اس بیان سے صاف معلوم ہوا کہ شیخ ابن العربی رح یہ نہین کہتے کہ فرعون کا ایمان مقبول ہو اور وہ جہنمی
نہین ہو کیونکہ انھون صریح یہ کہا کہ وہ قہر الٰہی مین گرفتار ہوکر جہنم مین جھونک دیا گیا پس ظاہر یہ ہو کہ علماء رح کے سمجھنے مین غلط فہمی واقع ہوئی ہو
غالباً شیخ نے یہ مضمون بیان کیا کہ موت ظہور حق ہو اوسوقت حجاب رفع ہوتا ہو جیسے فرعون مرتے دم آخر ایمان لایا۔ اس بیان سے یہ لازم نہین آتا
کہ اوسکا ایمان جنتی ہونے کے لیے قبول ہو واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ف شیخ شیرازی رح نے عرائس مین لکھا کہ قولہ تعالیٰ اذ ناداہ ربہ بالواد
المقدس طویٰ۔ روح کلیم اللہ علیہ السلام کو میدان عرفان طوکرا کے وادی قدس مین ندا فرمائی اور جمیع وجود ہمہ تن گوش ہوکر ندائے حق کی جانب
محو ہوگیا اور یہ مقام خطرناک ہو کہ شدت محویت مین دعوے (انا) صادر ہو کیونکہ فنا سے محض بقائے حق نظر آتی ہو تو خطر ہو کہ خودی کی جانب
خیال ہو لیکن حق عزوجل نے تربیت فرمائی اور دوسری آیت مین ہو کہ ندائے حق تعالیٰ پہونچی (انی انا اللہ لاالٰہ الا انا) یعنے اس سے خطر دور ہوا
اور سکر بدل کر صحو ہوگیا شیخ رح نے کہا کہ یعنے ہوش ہوا کہ خطاب حق ہو کہ تو وہی بندہ ہو اور مین ہی اللہ ہون میرے سوائے کوئی نہین ہو پھر استغراق
بدستور تھا اور شان نبوت کے لائق ادب مامور تھا لہذا حکم ہوا کہ۔ اذہب الیٰ فرعون الخ۔ فرعون کی طرف جا۔ ف۔ اس شان سے باقی رکھا ورنہ
فنا ہوجاتے اور یہ رجوع بجانب رسالت ہو تو کمال پر صریح دلالت ہو۔ فرعون نے طغیان یہ کیا کہ اپنے نفس کے لیے ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اوسکے
لیے محال ہو اور اس دعوے مین نکتہ یہ تھا کہ اوسنے اپنے نفس مین قہر کا عکس دیکھا اور قہر صفات حق سے ہو تو اوس احمق نے گمان کیا کہ
مجھمین ربوبیت ہو وقال تعالیٰ وجعلناہم ائمۃ یدعون الی النار۔ یعنے ہمنے فرعون واوسکے ساتھیون کو جہنم کی طرف بلانے والے پیشوا
بنا دیا تھا۔ ف۔ اوسنے اس بھرجاری مین قہر کی وجہ سے اپنے نفس مین ربوبیت کا دعویٰ کیا اور یہ نجانا کہ قہر کی ذلت سے اوسکو مقام
قرب عزت مین وصول نہین ہو اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو جو نفس سے خارج تھے فرعون پر بھیجا تا کہ آیات ربوبیت سے
اوسکی تذلیل کرین۔ اقول اس سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام مین اور فرعون لعین مین ضدیت تھی مولوی روم علیہ الرحمۃ

قوم پر عذاب نازل فرماتا ہی تو پھر انکا ایمان قبول نہین ہوتا ہو سوائے اسکے کہ قوم یونس ؑ کو اللہ تعالے نے استثناء فرمایا ہی اور کہا گیا کہ اون پر عذاب نہین آیا تھا بلکہ کچھ آثار تھے کہ انھون نے توبہ و استغفار اور گریہ وزاری شروع کی پس فرعون نے جب غرق مین گرفتار ہو چکنے کے بعد کہا تو قبول نہین ہی کیونکہ دوسری آیات مین صریح ہی کہ وہ آخرت مین قوم کو جہنم مین اُتار لیگا۔ پھر مترجم کہتا ہی کہ مجھے یہ یقین نہین آتا کہ شیخ ابن العربی کی یہ مراد ہی کہ فرعون ایمان کے ساتھ مرا ہی یعنے مومن ہو کر مرا ہی بلکہ شاید شیخ کا مطلب سمجھنے مین غلط فہمی ہوئی ہی کیونکہ اگر شیخ نے یہ کہا ہو کہ فرعون ایمان کے ساتھ مرا ہی تو بھی غلط نہین ہی اسلیے کہ کوئی مرنے والا نہین مرتا جب تک اوسکو یقین نہو جاوے کہ نبوت کا بیان حق تھا اور فرعون کا حال اسکے واسطے کافی دلیل ہی کہ دیکھو اوس وقت پر اوسکو کھل گیا کہ حضرت موسی علیہ السلام کا ارشاد حق تھا اور اللہ تعالے کے سوائے کوئی الوہیت والا نہین ہی ولیکن اگر یہ کہا جاوے کہ فرعون کا یہ ایمان قبول ہوا تو یہ غلط ہی کیونکہ دوسری آیات صریح سے یہ خیال باطل ہوتا ہی اور اسی جہت سے بعید معلوم ہوتا ہی کہ شیخ رح نے ایسا کہا ہو علاوہ اسکے شیخ کے اشارات قرآنیہ اس وقت موجود ہین اوسمین صریح مذکور ہی کہ وہ کافر رہا چنانچہ اسکا خلاصہ لکھتا ہون ف شیخ ابن العربی رح نے اشارات مین لکھا کہ قولہ تعالے بالواد المقدس طوی۔ ندائے حق تعالے کا اثر باطن مین اصل ہی اور وادی مقدس عالم روح مجرد ہی جو مادیات کے تعلق سے پاک ہی اور طوی اسلیے کہ جمیع موجودات اوسکے تحت مین منطوی ہین خواہ اجسام ہون یا نفوس ہون اور یہ سب اُوسی کے قہر مین ہین یعنے اوسی کے قبضہ مین مطیع ہین اور عالم الروح بھی عالم صفات ہی اور کلام حق اسی عالم کے تجلیات مین سے ہی کیونکہ کلام ایک صفت باری تعالے ہی اسیواسطے اللہ تعالے نے اس وادی مین موسی علیہ السلام کو ندا فرمائی اور اس عالم کی انتہا وہ افق اعلی ہی جہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلی صورت مین جبرئیل ؑ کو دیکھا تھا جیساکہ سورۃ النجم مین مذکور ہوا اور جبرئیل ؑ عالم ارواح مجردات مین سے ہین۔ قولہ تعالے اذہب الی فرعون انہ طغی۔ طغیان فرعون یہ تھا کہ اوسنے خودی ظاہر کی۔ شیخ رح نے کہا کہ بات یہ تھی کہ فرعون کے خیالات فلسفی تھے اور اوسکا نفس بہت قوی تھا اوسنے میدان افعال سے طے کیا اور وادی صفات مین چلا اور وہان خودی کے حجاب مین پڑگیا اور ربوبیت کے صفات کو اپنے لیے ثابت کرنے لگا۔ یہی اسکی فرعونیت تھی اور تکبر نفس مین پڑ کر طغیان کے ساتھ سر نکالا اور یہ فرعون منجملہ ایسے لوگون کے ٹھہرا جنکے حق مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ خلقت انسانی مین سب سے بدتر وہ لوگ ہین جن پر زندگی مین قیامت قائم ہو گئی۔ مترجم۔ اور فرعون کو ہم نے اسلیے اسی بدتر فرقے مین شمار کیا کہ وہ مقام توحید صفات مین اپنی خودی و خواہش نفس کے ساتھ قائم ہوا تھا مترجم کہتا ہی کہ شیخ رح کا مطلب یہ ہی کہ وادی صفات مین اہل سعادت تمام جہان اور اپنے نفس سے صفات کی نفی کرتے ہین اور فنا ہو جاتے ہین صرف حق تعالے کے واسطے بقا رکھتے ہین اور جمیع صفات حق کے لیے حقیقت مین اور قیامت مین یہ ظہور ہو جاویگا اور دنیا مین جو پردہ ہو کہ ہر شخص کافر اپنے آپ کو افعال کا قادر اور تدبیرات کا مدبر سمجھتا ہی یہ سب سلب ہوگا جیساکہ مترجم نے سابق مین اشارہ کیا ہی اور قیامت جن لوگون پر قائم ہوگی وہ اسقدر بیخودی مین غرق ہونگے کہ کوئی اللہ تعالے کا نام لینے والا نہوگا پس فرعون بھی بجائے فنائے نفس کے اپنے نفس کی خودی کا قائل ہوا شیخ رح نے کہا کہ یہ بہت سخت بدتر حجاب ہی۔ حضرت موسی علیہ السلام اوس پر حجت حق قائم کرنے کو بھیجے گئے اور اوس مغرور متکبر کو نرمی سے نصیحت کی قولہ تعالے ہل لک الی ان تزکی۔ اس مغرور کا اصلی تزکیہ یہ تھا کہ اپنی خودی سے خارج ہو لہذا فرمایا۔ واہدیک الی ربک فتخشی۔ بعد فنائے خودی کے رب عزوجل کے جانب ہدایت فرماؤن اور معرفت حقیقیہ سے اوسکو ظاہر ہو کہ یہان وحدت ذاتیہ ہی یعنے سوائے اللہ تعالے کے الوہیت وکمال صفات کسی مین نہین ہی اوسوقت خشیہ آوے یعنے خودی دور ہو کر اپنی ذات سے فنا ہو جاوے یعنے اپنے نفس کی طرف نظر نہو بلکہ حق تعالے ہی کی طرف نظر ہو اور یہی فنائے خودی اور بقائے حق کے معنی ہین (جاہل صوفی اسکے یہ معنے

ہوا کہ جرم اول (کذب وعصی) تھا اور جرم اخیر (انا ربکم الاعلی) کا جھوٹا دعوے تھا واللہ تعالے اعلم (تنبیہ) قولہ تعالے فاخذہ اللہ نکال الآخرۃ والاولی۔ نکال کو فتحہ ہے تو اسکی ترکیب کیونکر ہے (جواب) دو وجہ سے بیان کی گئی (اول) زجاج رح نے کہا کہ مصدر ہو کر ہے یعنے مفعول مطلق ہونے سے نصب ہے کیونکہ (اخذہ اللہ) یعنے (نکل اللہ) ہے کیونکہ گرفتار کرنا سزا ہے جس سے دیکھنے والون کو عبرت ہوا اور یہی نکال کے معنے ہین جیسا کہ لیث رح نے بیان کیا ہے (دوم) فراء رح نے کہا کہ تقدیر کلام یہ ہے (فاخذہ اللہ اخذا نکالا الآخرۃ الخ) یعنے مفعول مطلق محذوف کی صفت ہے (تفسیر کبیر) بعض نے تیسری صورت یہ بیان کی کہ حرف جر محذوف ہے یعنے فاخذہ بنکال الآخرۃ الخ مترجم کہتا ہے کہ نکال ایسی سزا کو کہتے ہین جسکو دیکھکر دیکھنے والے ایسے جرم سے باز رہین اسی وجہ سے (آخرہ) کے معنے قیامت کے بعض لوگون نے نہین لیے کیونکہ وہان کے عذاب سے کسی کو نکال نہین ہوسکتا کیونکہ وہان عمل باقی نہین ہے اور ابن کثیر رح نے بیان فقط نکال بمعنے عذاب لیا ہے یا یہ کہا جاوے کہ دنیاوی نکال یعنے غرق کرکے سب کا ہلاک ہونا ایسی سزا ہے کہ دوسرون کے لیے نکال ہوگئی ہے اور جب اس سے دوسرون کو نصیحت ہوگئی کہ فرعون کی طرح جرم نہین چاہیے تو یہ شخص مومن ہوا پس وہ سزاے آخرت پر بھی یقین لاویگا واللہ تعالے اعلم (نصیحت) سابق مین ذکر ہوچکا ہے کہ دریاے قلزم کے کنارے پر بعض صالحین کا مکان تھا اس مرد صالح نے ایک عالم معروف سے بیان کیا کہ حضرت مین نے عجیب معاملہ دیکھا اور کئی مرتبہ دیکھا کہ مین بعض اوقات مین بحر قلزم کے کنارے تھا یعنے جب بضرورت شکار ماہی جیسا کہ یہان نواح کا طریقہ تھا بحر قلزم پر گئے) مین نے دیکھا کہ بحر قلزم سے چڑیون کا ایک جھنڈ بہت کثیر نکلا اور بلا ہوا اوڑتا چلا گیا اور غائب ہا اتفاق سے مین نے دیکھا کہ وہی جھنڈ اپنی کثرت کے ساتھ آیا اور بحر قلزم مین غائب ہوگیا ولیکن مین نے دیکھا اونکے پر جیسے جلے ہوئے سیاہ ہین پھر مین نے دوسرے روز دیکھا کہ وہی چڑیان نکلین اور روانہ ہوئین لیکن پرون پر وہ سیاہی نہ تھی پھر شام کو آئین تو سیاہی موجود تھی۔ اول تو مین اس امر مین متحیر ہون کہ یہ چڑیان اس کثرت کے ساتھ سمندر کے اندر پانی مین کہان رہتی ہین اور دوسرے مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ کہان چرنے جاتی ہین جو اونکے پر جل جاتے ہین اور تیسرے یہ کہ جل جانے کے باوجود اونکی اوڑان مین کچھ فرق نہین نظر آیا اور چہارم پھر صبح کو کیونکر وہ پر بدستور ہوگئے۔ مین آج تک اسمین متحیر ہون کیا آپ نے کسی کتاب مین ایسے پرندون کا ذکر دیکھا ہے۔ عالم موصوف یہ سنکر روئے اور فرمایا کہ اے بندۂ خدا تو نے اس معاملہ کو دیکھا ہے اوسنے عرض کیا کہ حضرت مین نے خوب اچھی طرح دیکھا ہے اور اپنی حیرت کی وجہ سے مین نے اسکو بارہا قصد کرکے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے بندۂ خدا تجھے عبرت دلائی گئی ہے یہ فرعون و اوسکے ساتھیون کی روحین عالم برزخ کے لباس مین ہین اور اللہ تعالے نے قرآن مجید مین خبر دی کہ وہ صبح شام دونون وقت آگ پر پیش کیے جاتے ہین پس جب آگ کی لپٹ و حرارت سے انکے پر جل جاتے اور جھلس جاتے ہین پھر صبح تک بدستور ہوجاتے ہین اور قیامت تک انکا یہی حال ہے پھر قیامت مین وہ اشد عذاب مین داخل کیے جاوینگے نعوذ باللہ من ذلک (فائدہ) شیخ ابن العربی صوفی رح سے اکثر علماء نے نقل کیا کہ شیخ نے لکھا ہے کہ فرعون مومن مرا ہے کیونکہ غرق کے وقت اوسنے لآ الٰہ الا الذی آمنت بہ بنو اسرائیل۔ کہا تھا مترجم کہتا ہے کہ اس بیان کے موافق تقریر یہ ہے کہ جب تک آدمی کے دنیاوی حواس باقی ہین اور وہ کلمہ توحید ادا کرسکتا ہے تو اوس سے اقرار ایمان قبول ہے اور جب سینہ سے دم ٹوٹا اور دنیاوی حواس جاتے رہے اور آخرت کا معائنہ شروع ہوا اور غرغرا لگ گیا تو اوس وقت ایمان لانا قبول نہین ہے اسلیے کہ وہ معائنہ کا وقت ہے اور اوس وقت سب کو یقین ہو جاتا ہے کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام نے بیان فرمایا ہے وہ بیشک سچ ہے کیونکہ آخرت کا مشاہدہ ہوگیا اور فرعون نے ایسے وقت یہ کلمہ کہا کہ جب اوسکو کہنے کی قدرت تھی تو ایمان قبول ہونا چاہیے مترجم کہتا ہے کہ فرعون کا یہ اقرار بعد حلول عذاب ہے اور جب اللہ تعالے کسی

آلی سمندر منطبق ہوگیا اور فرعون بھی غوطہ کھانے لگا اور اوسوقت جان سے مایوس ہوا تو کہنے لگا کہ لآ اِلٰہ الا الذی اٰمنت بہ بنوا اسرائیل الآیہ۔ یعنے
اللہ کوئی نہین ہے سوائے اوسکے جسپر بنوا سرائیل ایمان لائے ہین۔ ھ۔ حدیث مین ہے کہ جبرئیل ع نے بیان کیا کہ مین فرعون سے بغض رکھتا تھا بوجہ اس
کلمہ کے جو اوسنے دعوی کیا تھا یعنے مین رب اعلی ہون پس غرق کی حالت مین سمندر کی کیچڑ کو مین اوسکے منہ مین ٹھونستا تھا کہ شاید اوسکو رحمت
ہو پہنچے۔ ھ۔ علماء رح نے اسکے معنے مین بہت کلام کیا اور مترجم کے نزدیک تحقیق واللہ اعلم یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ فرعون
جہنمی ہے لیکن اس وقت مین وہ جان کے خوف سے جناب باری تعالے مین ملتجی ہوا تو جبرئیل ع ڈرے کہ شاید اس التجا کے عوض مین غرق سے نجات
دیدیا جاوے تو پھر وہی خدائی کا دعوی زمین پر بلند کرے کیونکہ آخر وہ جہنمی ہے فافہم۔ فرعون نے چندروزہ دنیا کے پیچھے یہ کفر قبیح کمایا آخر دنیا بھی گئی
اور آخرت مین جہنم ہے لقولہ تعالی ویقدم قومہ یوم القیمۃ فاوردہم النار الآیہ۔ یعنے فرعون قیامت کے روز اپنی قوم کی پیشوائی کریگا پس اوسنے قوم کو جہنم
مین وارد کیا۔ ھ۔ یعنے پیشوائی کریگا تو اوسکا نتیجہ قطعی سمجھ لو کہ وہ اونکو جہنم مین لے گیا۔ تو معلوم ہوا کہ اوسکی دین و دنیا دونون برباد ہوئین لہذا
اللہ تعالے نے بیان فرمایا فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى
پس اللہ تعالے نے اوسکو پچھلے واگلے عذاب مین گرفتار کیا بیشک اسمین ایسے بندے کے لیے عبرت ہے جو خوف رکھتا ہے ف اللہ تعالے
نے فرعون سے ایسا انتقام لیا جس سے اس قسم کے دوسرے متمردون کے لیے عبرت ہے دنیا مین اس عذاب سے ہلاک کیا گیا اور آخرت مین جہنم ہے
وقد قال تعالے وجعلناہم ائمۃ یدعون الی النار ویوم القیمۃ لاینصرون یعنے ہم نے فرعون و اوسکے ساتھیون کو جہنم کی طرف بلانے والے سرغنہ بنادیا
اور قیامت کے روز کچھ نصرت نہین دیے جاوینگے۔ ھ۔ آیت مین نکال آخرت سے قیامت کا عذاب مراد ہے اور نکال اولی سے دنیا دی
عذاب غرق مراد ہے۔ یہی معنے صحیح ہین اور بعض نے کہا کہ اوسکے دونون کلمہ پہلا و پچھلا مراد ہین اور بعض نے کہا کہ کفر اور نافرمانی کے اعمال مراد ہین لیکن
صحیح قول اول ہے اور اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ اس قصے سے ایسے بندون کو عبرت و نصیحت حاصل ہوگی جو اللہ تعالے سے خوف کرتے ہین یعنے انکا
قلب شیطان کے قلب پر متمرد و احمق بیباک نہین ہے (تفسیر ابن کثیر رح م) رازی و خطیب و بیضاوی وغیرہ مین ہے کہ کلبی رح نے ابن عباس رض سے روایت کی
کہ (نکال آخرت واولی) یعنے سزاے کلمہ اخیر و اول مین گرفتار کیا اور کلمہ اول یہ تھا کہ اوسنے قوم سے کہا۔ ما علمت لکم الخ یعنے تمہارے واسطے
کوئی معبود مجھے معلوم نہ ہوا سوائے اپنی ذات کے۔ ھ۔ اس کلمہ مین صریح یہ دعوی نہین ہے کہ مین خدا ہون بلکہ اپنی دانست مین اپنے آپ کو قوم
کا خدا سمجھتا ہے کیونکہ دوسرا اوسکو معلوم نہین ہوا لیکن شاید دوسرا ہو اور عبداللہ بن عمرو رض سے روایت ہے کہ اسکے چالیس برس بعد اوسنے
دعوی کیا کہ انا ربکم الاعلی۔ یہ دوسرا کلمہ کہا تو اللہ تعالے نے اوسکو دونون کلمہ کے عذاب مین گرفتار کرلیا اور اس بیان سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالے
بندے کو گناہ پر مہلت دیتا ہے اور مہمل و رائگان نہین چھوڑتا ہے مترجم کہتا ہے کہ ابن عباس سے اسکا ثبوت معتبر نہین ہے اسلیے کہ کلبی رح کی روایت
معتبر نہین ہے ولیکن رازی رح نے کہا کہ یہی قول مجاہد و سعید بن جبیر و شعبی و مقاتل سے مروی ہے اور خطیب رح نے سراج مین اس قول کو مقدم ذکر کیا۔
حسن و قتادہ رح نے کہا کہ نکال آخرت سے مراد عذاب آخرت ہے اور نکال اولی عذاب دنیا یعنے غرق ہے اور ابن کثیر رح نے اسی قول کو صحیح کہا اور اسکے سوائے
باقی اقوال کے ضعف کا اشارہ کیا اور بیشک یہی واضح ہے قتادہ رح سے ایک روایت یہ کہ اولی تو موسی علیہ السلام کو جھوٹا کہنا اور آخرہ اوسکا یہ
دعوے کہ انا ربکم الاعلی۔ مین ہی تمہارا رب اعلی ہون قفال رح نے کہا کہ یہی قول زیادہ واضح نظر آتا ہے اسلیے کہ آیات کا سیاق یہ ہے فکذب وعصی ثم
ادبر یسعی فحشر فنادی فقال انا ربکم الاعلی۔ یعنے اوسنے موسی علیہ السلام کو جھٹلایا اور نافرمانی کی پھر پیٹھ پھیر کر کوشش کرنے چلا پس جتھا
جمع کیا پھر پکارا کہ مین ہی تمہارا سب سے اونچا پروردگار ہون تو اللہ تعالے نے اوسکو اولی و آخرہ کے عذاب مین گرفتار کردیا۔ ھ۔ اس سے ظاہر

صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو بتلا دیا کہ جو شخص سورۂ کہف کا اول رکوع دس آیات پڑھے وہ فتنۂ دجال سے محفوظ رہیگا (صحیح) فتنۂ دجالی
بہت مدت سے شروع ہی اور آج کل بہت زور ہی اللہم احفظنا اور اسی فتنہ کی وجہ سے ہین تے مکر فرعون سے توضیح کے ساتھ آگاہ
کردیا القصہ فرعونیون نے عذابون کو اسرائیلیون کی نحوست قرار دیکر انکو بستی سے الگ فاصلہ پر بسایا اور موسیٰؑ سے جو عہد کیا تھا
وہ ہر بار توڑدیا بلکہ موسی علیہ السلام کو مایوس کردیا تو اللہ تعالے فرماتا ہی۔ فانتقمنا منہم الآیہ۔ تب ہم نے اونسے انتقام لیا اور انکو سمندر
مین غرق کردیا اسلیے کہ انھون نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور انسے غافل رہنے پر جم گئے۔ ع۔ اتنی مدت کے بعد اللہ تعالے نے اس قوم
بدکار کو گرفتار کیا اور نظر ترحم سے غور کرو تو کسی شخص کا کفر پر مرجانا نہایت سخت ہی دیکھو وہ کس عذاب ہولناک مین پڑا جس سے کبھی
نجات نہ پاویگا اہل رحمت اسپر ترس کھاتے اور حسرت وافسوس کرتے ہین اور جو موجود ہین اونکے حق مین بھی غمناک ہوتے ہین
کہ کیسے افسوسناک حالت مین ہین جیسے اپنے نفس کے واسطے پناہ مانگتے ہین حدیث مین ہی کہ اللہ تعالے ظالم کو مہلت دیتا ہی آخر
جب اوسکو گرفتار کرتا ہی تو پھر نہین چھوڑتا ہی (صحیح) سب سے بڑھکر ظلم یہ ہی کہ آدمی اپنے آپکو اپنے پیدا کرنے والے پالنے والے سے منحرف
کرے۔ بالجملہ حضرت موسی علیہ السلام کو حکم ہوا کہ میرے بندون کو لیکر راتون رات روانہ ہو اور تم لوگون کا پیچھا کیا جائیگا۔ اتفاقاً
فرعونی اپنے عید مین غافل تھے جب اسرائیلیون کے نزد بستیون مین جاکر حال معلوم کیا تو فرعون نے قتال کے خوف سے دور کے لشکرون کو
طلب کیا اور بے شمار سوارون سے تعاقب کیا۔ علماءؒ نے کہا ہی کہ مصر کی زمین مردانہ نہین ہی لیکن مترجم کہتا ہی کہ ساتوین صدی
مین جب مصر وشام جانب مغرب مین دیندار تھے اور ہندوستان جانب مشرق مین دیندار تھا تو تاتاریون کے تسلط سے ماوراء النہر و
بخارا و خوارزم و خراسان و ہرات و اصفہان و شیراز وری و بغداد جہان کے لوگ دلیری مین دعوے کرتے تھے بوجہ اسکے کہ دنیاوی عیش و
عشرت مین شریعت کی اہانت پھیلی تھی اور باہمی اختلاف کا نام دین سمجھے تھے حتے کہ صوبۂ رے مین حنفیون و شافعیون مین تعصب
کی لڑائی ایک مسجد مین واقع ہوئی تھی تاتاریون کے تسلط سے یہ سب برباد ہوے چنانچہ فقط بغداد مین آٹھ لاکھ مسلمانون کا خون دریاے
دجلہ کی ریتی مین بہایا گیا تھا اور یہی تاتاری سیلاب جانب شام و مصر بڑھا اور اللہ تعالے نے انکو بوجہ دینداری کے اس خونخوار قوم کفار
پر پے در پے فتح دی اور ہندوستان کے دیندار بادشاہ نے بھی تاتاریون سے کابل وقندھار خالی کرالیا پس اللہ تعالے کی نصرت اوس قوم
کے شامل حال ہی جو دین حق کی نصرت کرتے ہین وللہ الحمد والمنۃ ومنہ التوفیق والعصمۃ۔ فرعون کا اس فوج بے شمار کے ساتھ تعاقب کرنا
مصلحت تھا۔ اول تو دیر ہونے مین بنی اسرائیل بحر قلزم کے شمالی کنارے پہونچ گئے اور دوم یہ کہ سب کفار جمع ہوکر ایکبارگی ہلاک ہوئے
اور حضرت موسی علیہ السلام کو اوسوقت حکم ملا کہ جب فرعونی اگلا گروہ سامنے نظر آنے لگا کہ اپنے عصا سے سمندر مین مار دے
کہ وہ پھٹ جاوے چنانچہ بارہ جگہ مارنے سے بارہ راستے پیدا ہوگئے اور درمیان مین پانی مثل تودۂ عظیم کے کھڑا ہوگیا اور درمیان مین
خشک راستہ ظاہر ہوگیا اور بنی اسرائیل داخل ہوکر پار ہوگئے اور فرعونی بھی اس کنارے آگئے اور فرعونی اس عظیم قدرت الٰہی کو دیکھکر
ایسے حیرت مین تھے جیسے احمق متحیر ہوتا ہی اور عاقل تو ایمان لاتا ہی برخلاف اسکے فرعونیون نے فرعون سے کہا کہ موسٰی کو جادوگر کہتے ہین
اور تو رب اعلی کہلاتا ہی تو فوراً سمندر تیری فرمانبرداری کریگا۔ جلدی داخل ہونا چاہیے روایت ہی کہ بنی اسرائیل نے قبطیون سے بہت زیور
بھی عاریت لیے تھے اور مفسرین نے روایت کیا کہ جبرئیلؑ ایک مادہ گھوڑی پر آگے تھے انھون نے فوراً گھوڑی دریا مین ڈالدی فرعون
کا گھوڑا اسکو مادہ گھوڑی سمجھکر پیچھے پیچھے چلا اور تمام کفار آگے پیچھے داخل ہوے اور جب بیچ سمندر مین پہونچے تو بحکم

مگر سے بہت مدت تک کے واسطے فراغت کرلی اور اینٹون کا بنانا اور پکانا اور اسقدر وسیع عمارت کا بنانا بہت مدت چاہتا ہے
مگر فرعون نے دریاے نیل کے کنارے اور جا بجا مصر اوس سے نہرین نکالنا موزون تھا اور ملک شاداب تھا برابر عمدہ میوہ جات
وپھولون کے باغات لگائے اور عمدہ عمدہ مکانات بنوائے اوران مین خوبصورت نوجوان عورتین بسائین اور قبطی رئیسون کے واسطے
یہ منازل مباح کیے اور جس طرف ملک بیابان وریگستان تھا اوس طرف غار بنائے اور بعض مین ہمیشہ آگ جلتی تھی اور لکڑیان وکوئلہ پڑتا
رہتا تھا اور بعض مین سانپ تھے اور بعض مین بچھو تھے اسیطرح سے طوق وزنجیر وغیرہ وہان جمع کین اس مکار نے اپنی نادانی کے سمجھ کے مطابق
اول کا نام جنت رکھا اور دوم کا نام جہنم رکھا اور جہنم کے اوپر سے ایک باریک راستہ بنایا جسمین بہت پھسلن تھی اور قوم کو جمع کرکے کہا
کہ موسیٰ ایک مرد فقیر ہی وہ جو کچھ جنت کا وعدہ دیتا ہی اوس سے پورا نہین ہوسکتا اور مین البتہ تمھارا رب ہون یہ سب میرے پاس موجود
ہی وقد قال تعالےٰ یاقوم الیس لی ملک مصر وہٰذہ الانہار تجری من تحتی افلا تعقلون - یعنے فرعون نے قوم سے کہا کہ اے قوم کیا میرے واسطے بادشاہت
مصر نہین ہی اور میرے قصر ہاے شاہانہ کے نیچے یہ نہرین نہین جاری ہین اب کیا تمکو سمجھ نہین ہی - ف - فرعون نے قوم سے کہا کہ بنی اسرائیل
مدت سے تم کو جس خدا کی عبادت کرنے کو کہتے ہین اور اب موسیٰ اسکی طرف سے پیغمبری کا دعوی کرتا ہی آخر یہ لوگ یہی کہتے ہین کہ وہ خدا
بڑا بادشاہ ہی جو کوئی اوسکو نہ مانے اور گناہ کرے اوسکو وہ دوزخ مین عذاب کرتا ہی اور دوزخ کا حال بیان کرتے ہین اور جو کوئی اوسکو
مانے اور بندگی کرے اوسکو وہ جنت مین ثواب دیتا ہی اور جنت باغات ونہرین بیان کرتے ہین اب تم غور کرو کہ مین تمھارا خدا ہون کیا تم
دیکھتے نہین ہو کہ سلطنت مصر کی بادشاہت میرے واسطے ہی اور یہ جنات ہین یعنے باغات ونہرین جاری ہین - پھر تم کیونکر موسیٰ کی طرف
کان لگاتے ہو وہ تو مرد فقیر ہی اور خدا مین ہی ہون کیا تم کو سمجھ نہین ہی روایت ہی کہ فرعون نے جرائم کا قانون بنایا تھا بعض جرم مین مجرم کو اوپر سے
آتشی غار مین ڈال دیتے تھے اور بعض کو سانپ بچھو کے طبقے مین چھوڑتے تھے اور بعض کو طوق وزنجیر مین مقید کرتے تھے اور بعض کو حکم ہوتا تھا کہ
اوپر کے پھسلن والے راستہ سے پار ہو اگر اتفاق سے بچ کر پار ہوگیا تو پہاڑ سے پار کرکے جنت مین داخل کیا جاتا تھا ورنہ جہنم مین پھسل
کر ہلاک ہوجاتا تھا اور یہ سب فرعون نے بنی اسرائیل سے سنکر اپنے دعوے خدائی پر جنت ودوزخ کو بنایا تھا اور اہل ایمان جنکو دار آخرت
کی سمجھ حاصل ہوئی ہی وہ خوب سمجھتے ہین کہ اس احمق کی سمجھ کس قدر ناقص تھی کہ اوسنے یہ مضحکہ خرافات بناکر دار آخرت سے مقابلہ کیا تھا
(تنبیہ) مترجم کہتا ہی کہ اس زمانے مین فرعونی قلب کے ناسمجھ بعضے نیچری ہین کہ مین نے خود اوسکی زبان سے سنا کہ قرآن مجید مین جو کچھ ثواب جنت
وعذاب دوزخ کی کیفیت مذکور ہے وہ اوس نمونہ سے لی گئی ہی جو فرعون نے بنایا تھا مترجم کہتا ہی کہ جسکو کچھ بھی سمجھ ہی وہ خوب جانتا ہی کہ یہ
محض بیحیائی کے ساتھ دروغ ہی اسلیے کہ فرعون سے پہلے حضرت ابراہیم واسمعیل واسحق ویعقوب ویوسف علیہم السلام نے برابر نعمت جنت
کی رغبت دلائی اور عذاب دوزخ سے ڈرایا اور تمام بنی اسرائیل مین یہ بات معروف تھی اور اونسے متواتر چلی آئی تو یہ الٹی بات ہی کہ فرعون نے
خود بنائی بلکہ صاف صحیح قیاس یہ ہی کہ فرعون نے جب اپنے واسطے خدائی کا دعوی کیا تو بنی اسرائیل کے خدا سے مقابلہ کرنے کے لیے اوسنے یہ جنت و
دوزخ بنائی تھی اور جب نبوت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے انکی اولاد مین متواتر ہی تو یہ دعوے صریح جھوٹ ہی کہ فرعون سے جنت ودوزخ سیکھی
گئی ہی بلکہ اگر کلام کرتا تو یہ کہ اپنی راے سے یہ تھا یا بنی اسرائیل سے سیکھا تھا اور اس شخص کو اپنے فرعون کے تعصبی حمایت کا یہ اختیار تھا کہ کہے
بلکہ اوسنے اپنی راے سے بنائے تھے اور ہم کو اسمین بحث کرنے سے کچھ فائدہ نہین ہی اور قلوب متشابہ اپنے متقدمین کی حمایت کرتے ہین لیکن اہل
عقل حق بات کو بتوفیق الٰہی صاف پہچان جاتے ہین اور اللہ تعالےٰ اسلام کو فرعونیون اور دجالیون کے مکر سے محفوظ رکھے اور حضرت سرور عالم

زمین پر گری بچہ نے آواز دی کہ ای ماں صبر کر کہ یہاں راحت ہی عورت نے تسکین پائی اور فرعون سے کہا کہ پہلے مجھے مار ڈال اور بعد موت کے
ہم سب کی ہڈیاں ایک جگہ دفن کرادے فرعون نے دوسری بات منظور کی اور بچون کو اوسکے سامنے جلایا جبرئیل ع نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ خوشبو
اوسی عورت و بچون کی ہی روایت ہی کہ فرعون نے ملکۂ آسیہ کو بھی عذاب سے ہلاک کیا اور بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ ع سے کہا کہ ہم لوگ
آپ سے پہلے بھی عذاب مین تھے اور اب بھی عذاب مین ہین آپ نے فرمایا کہ صبر کرو وہ وقت بہت نزدیک ہی کہ اللہ تعالے تمھارے دشمنون
کو ہلاک کرے اور تم کو اس ملک مین بادشاہ کرے پھر وہ دیکھیگا کہ تم کیسے کام کرتے ہو اور فرعونیون نے شورش مین سر اُٹھایا پس اللہ تعالے
نے انپر بارش مسلط کی سات روز تک موسلادھار پانی برسا روایت ہی کہ قبطیون کے گھر مین پانی بھر ہوا اور بنی اسرائیل بچ رہے آخر
قبطیون نے حضرت موسیٰ ع سے درخواست کی کہ اسکے لیے اپنے رب سے دعا کرو ہم مسلمان ہوجاوینگے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ رخصت
کرینگے آپ نے دعا مانگی تو وہ بلا دفع ہوئی اور قدرتی ہوا چلی کہ پانی خشک ہوگیا لیکن زمین ایسی شاداب ہوئی کہ درختون مین خوب پھل آئے تو
قبطیون نے اسکو اپنے حق مین بہتری خیال کیا اور عہد فراموش کر دیا۔ جب کھیتی و پھل بکثرت ہوے تو ٹیڑی مسلط ہوئی اور اوسنے چاٹ لیا
حتی کہ قبطیون نے سخت پریشان ہوکر موسیٰ علیہ السلام سے عہد و التجا کی۔ اللہ تعالے نے بلا دفع کی اور مکرر پھل بکثرت آئے اور کھیتیون
مین بالیان پھوٹین تو قبطی اترا کر بدعہد ہوے اور پھل و اناج بکثرت بھر لیا اور اوسکو فرعون کی خدائی کا غلبہ خیال کیا حالانکہ یہ مقام عبرت ہے
کہ شان الٰہی کس طرح ظاہر ہوتی ہی یہی مکر قدیم ہی تو اللہ تعالے نے اُنپر گھن مسلط کیے اور قبطیون نے لاچار ہوکر پھر عہد و پیمان کیا اور موسیٰ علیہ السلام
نے دعا کی لیکن قوم بدبخت نے عہد پورا نکیا اور عیش مین پڑے اور بنو اسرائیل کو مجالس مین غلامی خدمت پر مجبور کیا تو اللہ تعالے نے انپر مینڈک
مسلط کیے اور یہ کثرت ہوئی کہ ہر ایک چیز مین مینڈک نظر آتے تھے اور اگر دس مارے تو ہزار پڑھتے تھے روایت ہی کہ قبطی کے نوالے کے ساتھ منھ
مین گھس جاتے تھے اور پانی کے برتن مین نظر آتے تھے اور قبطی نے بہت احتیاط سے لوٹے مین پانی بھرا اور ڈھکنا بند کیا اور ٹونٹی سے منھ لگایا
اور منھ مین مینڈکیون کے بچے بھر ہوے آخر نہایت لاچار ہوکر موسیٰ ع سے درخواست کی اور کہا کہ ہم ضرور عہد پورا کرینگے جب دعاے رسالت سے
بلا دفع ہوئی تو شقی قوم نے اسرائیلیون کی نحوست کہکر دشمنی کی اور کھانے پینے سے تکلیف دیکر اپنی تکلیف کا عوض لینا چاہا اللہ تعالے
نے اُنپر خون مسلط کیا کہ کھانا پانی وغیرہ سب مین خون تھا۔ قبطی نے نوالہ منھ مین ڈالا وہ خون تھا اور پانی منھ مین لیا وہ خون تھا اور بنی اسرائیل
ان بلاؤن سے محفوظ تھے۔ قبطیون نے لاچار ہوکر اسرائیلیون سے التجا کی کہ اپنے ہاتھ سے نوالہ ہمکو دیدو۔ عورتون نے اسرائیلی عورتون سے یہی
درخواست کی لیکن جب تک سبطی کے ہاتھ مین ہی طعام لذیذ ہی اور قبطی کے منھ مین گیا اور خون ہوگیا اور وہی طعام سبطی کے منھ مین لذیذ طعام
رہا آخر قبطیون نے کہا کہ اپنے منھ سے ہمارے منھ مین اوگل دو ادھر اوسنے اوگلا ادھر قبطی کے منھ مین خون تھا۔ آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام
کی خدمت مین ملتجی ہوے اور مضبوط عہد کیا۔ آپ نے دعا کی تو یہ عذاب مرتفع ہوا لیکن قبط بدبخت نے شیطانی مشورے مین یہ راے جمائی
کہ یہ سب باتین جادو ہین اور موسیٰ ع سے صاف کہدو کہ ان باتون سے کیا ہوگا اگر لاکھون کرشمے دکھلاؤ ہم ہرگز ماننے والے نہین ہین چنانچہ
اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا۔ قالوا مهما تاتنا من آیۃ الخ۔ کہنے لگے کہ اے موسیٰ چاہو جہانتک اس قسم کے عجائبات دکھلاؤ تا کہ ہمکو جادو مین پھنساؤ
ہم کبھی تمپر یقین لانے والے نہین ہین۔ عه۔ اول مکر فرعون فرعون خبیث نے قوم بدبخت کو بہکانے کے لیے کہا کہ اے ہامان بلند منارہ بنا
شاید اوسپر چڑھکر مین موسیٰ کے رب سے ملون اور مین تو اُسکو جھوٹا جانتا ہون۔ اس مکر سے اوسکا مطلب یہ تھا کہ قوم احمق منتظر رہے
کہ اس مقابلے کا انجام دیکھ لین۔ اگر فرعون مغلوب ہو تو موسیٰ ع کے رب پر ایمان لاوین نہین تو ہمارا رب فرعون ہی۔ اور فرعون نے اس

ہون کیونکہ یہ بدیہی باطل ہی اور جسمین یہ خیال ہو وہ درحقیقت مجنون ہی اور اگر وہ مجنون ہوتا تو اللہ تعالے اوسکی طرف اپنے پیغمبر موسی علیہ السلام
کو نہ بھیجتا پس معلوم ہوا کہ فرعون دہریہ تھا مترجم کہتا ہی کہ اسکا ترجمہ نیچیری ہے اور یہ دہریہ اعتقاد کرتا تھا کہ یہ سب جو ہر ہین اسیطرح موجود ہی یعنے
جیسے نیچری کہتا ہی کہ یہ سب نیچر کی نیرنگیان ہین اسیطرح موجود ہین اور ہمیشہ اسیطرح چلی جاوینگی ۔ھ ۔ اور انکا درپا کہ تمام عالم کے واسطے
کوئی خالق وصانع نہین ہی اور یہ چیزین اسیطرح دہر مین پیدا ہوتی اور مرتی ہین اور آخرت وحشر وحساب وغیرہ کچھ نہین ہی اور اپنی قوم سے
کہتا تھا کہ تم پر کسی دوسرے کا حکم نہین ہی فقط مین ہی ہون میرے ہی واسطے تمپر ہر طرح کی طاعت ہی اور مین ہی تمہارا مربی ومحسن ہون
اور عالم کا کوئی خالق نہین ہی جسکا فرمان تمپر لازم ہو یا وہ تمہارے لیے رسول بھیجے قاضیؒ نے کہا کہ فرعون احمق نے جب مقابلہ کرکے دیکھ لیا
تھا کہ حضرت موسیٰؑ کا عصا بدلکر اژدہا ہوگیا اور اوسنے جادو سب مٹا دیا اور فرعون کو سواے ذلت وعاجزی کے کچھ نصیب نہ ہوا تو اوسکو
لازم تھا کہ اپنے رب اعلی ہونے کے قول سے باز رہے کیونکہ اوسکو اپنی ذلت وعاجزی ظاہر ہوگئی تو اسکے بعد اس دعوے کا کیا موقع
ہی تو معلوم ہوا کہ فرعون ان صدمات قہر کے بعد ایسا خبطی ہوگیا تھا کہ اوسکو یہ نہین سوجھتا تھا کہ کیا بکتا ہی (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہی کہ یہ خیال
قوی معلوم ہوتا ہی کہ فرعون نیچری دہریہ تھا اور بعض نے زعم کیا کہ فرعون کا قول وہ تھا جو بعضے فلاسفہ یونان کا قول ہی کہ ہر نوع کے لیے
ایک رب النوع ہوتا ہی جو اس نوع کے باقی رکھنے مین محافظ ہی مثلاً گھوڑے کی نوع کے لیے رب النوع ہی اور بکری کے لیے دوسرا رب النوع ہی
مترجم کہتا ہی کہ یہ خیال ٹھیک نہین ہی اسلیے کہ فرعون صرف اپنی قوم پر رب اعلی ہونیکا مدعی تھا اور اسکی قوم تمام جہان کے انسانون مین سے
ایک صنف تھی تو رب النوع جدا ہوگا اگر فرعون اس صنف کا رب اپنے آپ کو جانتا تھا تو رب النوع سے نیچے ہوتا حالانکہ وہ مدعی تھا کہ رب
اعلی مین ہون پس معلوم ہوا کہ وہ نیچری دہریہ تھا اور ان مین بہت سے احمق دماغ کے لوگ اسی قسم کے خیالات والے اس زمانہ مین مشاہدہ
کیے جاتے ہین **قصہ** جب میدان اسکندریہ سے فرعون ذلیل ہوکر واپس آیا تو عظمت الٰہی کی ہیبت حضرت موسی علیہ السلام کے معجزے سے
اس قوم پر چھا گئی اور موسی علیہ السلام کی دعوت حق نے اثر کیا اور بنی اسرائیل نے غلبہ پایا تو فرعون سے اوسکی قوم بدبخت کے سردارون نے
کہا کہ کیا تو موسیٰؑ واوسکی قوم کو چھوڑتا ہی کہ ملک مین فساد کرین اور تیرے دعوے ربوبیت کو مٹا دین اور ہامان لعین وغیرہ نے اوسکو بہکایا کہ
بادشاہ پر جادو اثر نہین کرتا ہی ۔ فرعون احمق نے اپنے نفس کے تکبر مین آکر حکم سابق جاری کیا کہ بنو اسرائیل کے لڑکے قتل کیے جاوین اور ہم کو
اونپر زبردست غلبہ ہی اور اسکی قوم کے دل گھبراے ہوے تھے اور اکثر موسی علیہ السلام کی فرمانبرداری پر مائل تھے اور بعضے خفیہ مسلمان ہوگئے
تھے جیسے ملکہ آسیہ اور دختر فرعون کی مشاطہ (سنگار کرنیوالی) اور بہت سے مرد وعورتین تھین ۔ حدیث مین ہی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم معراج کو جاتے تھے توراہ مین آپنے خوشبو پائی اور جبرئیلؑ سے پوچھا انھون نے عرض کیا کہ آپ چلے آوین ۔ بالجملہ مقام قدس مین پہونچکر
راستہ کے عجائبات سے آگاہ کیا از انجملہ خوشبو کی نسبت کہا کہ فرعون کی ایک لڑکی تھی اوسکی سنگار کرنے والی عورت مسلمان ہوگئی ایک روز
سنگار کے وقت اوسکے ہاتھ سے کنگھی گری تو اوسنے اللہ تعالے کا نام لیکر اوٹھائی فرعون کی دختر نے کہا کہ یہ تو نے میرے باپ کا نام لیا ہے
اوس مومنہ نے کہا کہ نہین بلکہ باپ کے پروردگار کا نام لیا ہی اوس مکارہ نے ظاہر مین دلچسپی کے طریقہ سے حال پوچھا تو اس نے اس
امید پر کہ شاید ہدایت پاوے سب بیان کیا کہ تیرا باپ مثل ہمارے اللہ تعالے کا بندہ ہی اور اللہ تعالی ہی سب جہان کا خالق ومالک ہی
مکارہ لڑکی نے فرعون کو اس حال سے اطلاع دی ۔ اوس بدبخت نے مشاطہ واوسکی اولاد کو جمع کرکے حال پوچھا اور معلوم کرکے کہا کہ اسلام سے
پھر جاوے ورنہ جلتے کڑھاؤ مین اوسکو جلاونگا اسنے مرتد ہونے سے انکار کیا فرعون نے اوسکے ایک بچے کو جلتے کڑھاؤ مین ڈالدیا اور وہ چیخ کر غم کے مارے

کیے اور وہ اپنے زعم میں فرعون کی خدائی کے ساتھ قسم کھاتے تھے کہ ہم ایک دم مین اوس شخص کو مغلوب کرلینگے اور فرعون سے انعام کے امیدوار
تھے فرعون نے اونکو بہت کچھ وعدے دیے نتیجہ ساحرون کو یہ طاقت نہین ہوتی کہ مٹی کو سونا چاندی بنادین یعنے کسی چیز کی ماہیت بدلدین
اسی وجہ سے انعام چاہا ورنہ خود بنالیتے۔ م۔ پھر فرعون نے موسیٰؑ سے مقابلے کا میدان شرط کیا اور وہان ساحرون نے ایسے اژدھے بنائے کہ
لوگ خوف زدہ ہوگئے حتی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جھجکے اور فرعونی بہت خوش تھے کہ انکا مقابلہ نہین ہوسکتا۔ اوسی وقت حضرت جبرئیل
نے حکم پہونچایا کہ اپنا عصا ڈال دے۔ آپ کا قدرتی اژدہا اس قدر بڑا ظاہر ہوا کہ اوسکی ہیبت سے ساحرون کی آنکھین ٹکٹکی باندھے
رہگئین اور یکایک وہ اپنا منھ پھاڑ کر لپکا اور اوسنے ساحرون کے اژدھے وغیرہ سب نگل لیے اور فرعون کی طرف بڑھا۔ چونکہ شان حق
عزوجل دوسرے طور سے تھی تو حکم ہوا کہ اسکو پکڑ لو آپ نے ہاتھ رکھا اور وہ بدستور آپ کے ہاتھ مین عصا ہوگیا۔ ساحرون نے دیکھا تو
درحقیقت میدان مین انکے رسّے اور لاٹھیون کا کہین نشان نہین ہے اور قطعاً معلوم ہوا کہ یہ سچ مچ اژدہا ہوجاتا ہے کیونکہ ساحرون کو خود
نظربندی نہین ہوتی بلکہ دوسرون پر ڈالتے ہین تو انھون نے صاف دیکھا کہ یہ واقعی اژدہا ہے پس فوراً حضرت موسیٰ پر ایمان لائے اور فرعون نے
ذلیل وخوار ہوکر رجوع کیا اور ساحرون کو گرفتار کیا کہ تم بھی اس شخص کے ساتھ سازش رکھتے ہو اور ہامان وغیرہ نے پھر بہکایا کہ بادشاہ پر
جادو اثر نہین کرتا ہے اور فرعون کو ڈھارس ہوئی اور ساحرون کو شہید کرنے سے اوسکی جرأت زیادہ ہوگئی حتی کہ اوسنے بنی اسرائیل کے لڑکے
پھر قتل کرنا شروع کیے تاکہ اوسکی قوم کے دلون سے یہ خیال نکل جاوے کہ وہی لڑکا ہے جو فرعون وقوم کی ہلاکت کا باعث ہوگا۔ اور فرعون نے
برملا اپنی خدائی کا دعوی کیا چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ فَحَشَرَ فَنَادٰى فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔ پھر اوسنے جتھے
جمع کیے پھر پکار کر کہا کہ مین ہی تمھارا سب سے اعلیٰ پروردگار ہون ف علماء مفسرین نے کہا کہ جب فرعون نے انکار کیا تو بدبختی کی تدبیر
مین پڑا اور ساحرون کو جمع کیا اور اپنے تخت پر چڑھکر تمام قوم مین باواز بلند کہا کہ مین تمھارا اعلیٰ رب ہون مجھسے اوپر تمھارا کوئی رب نہین ہے
یعنے موسیٰ علیہ السلام کے قول کو رد کیا جو حق کی طرف بلاتے تھے اور کہتے تھے کہ تمھارا اور تمھارے گذرے باپ دادون کا رب اللہ تعالےٰ وحدہ
لاشریک ہے بعض نے کہا کہ فرعون نے قوم کے لیے بت بنائے تھے اکثر گائے کی شکل تھے اور قوم بدبخت انھین بتون کی پوجا کیا کرتی تھی اور فرعون نے
اعلان کیا تھا کہ مین ان سب بتون سے اعلیٰ رب ہون یہ سب میرے کارگزار ہین حمزہ کرمانی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون
سے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے کہ اگر تو اللہ تعالےٰ کی وحدانیت پر ایمان لاوے تو اللہ تعالےٰ تجھے دنیا مین چارسو برس تک
عیش وسرور مین رکھے اور اوسکے بعد تجھے جنت مین داخل کرے فرعون نے میلان کیا لیکن کہا کہ مین مشورہ کرلون اوسنے اپنے جنسی دوست
شیطانی سے مشورہ کیا یعنے اوسنے ہامان وزیر سے مشورہ کیا اوس ناپاک نے کہا کہ بادشاہ کے لیے یہ بڑی شرم کی بات ہوگی کہ وہ رب ہونیکے
بعد غلام بن جاوے (السراج) یعنے ہامان نے بہکایا کہ موسیٰؑ فقط جادوگر ہے وہ اس حیلے سے چاہتا ہے کہ خود بادشاہ ہوجاوے ورنہ اگر اژدہا سچ مچ
ہوتا تو تجھے ہلاک کردیتا غرضکہ ایسے مکر سے منحرف کیا کہ فرعون بدبختی مین پڑگیا اور مقابلے کی فکر کرنے لگا اور ساحرون وغیرہ کو جمع کرکے اپنے
تخت پر کھڑا ہوا اور اُنکو اسپیچ سنائی کہ مین تمھارا اعلیٰ رب ہون ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت ابن عباس ومجاہد نے کہا کہ فرعون پہلے اپنی قوم سے یہ
کہتا تھا کہ ما علمت لکم الٰہا غیری۔ مین اپنے سوائے تمھارا کوئی رب نہین جانتا ہون پھر چالیس برس کے بعد اوسنے صریح دعوی کیا کہ مین ہی تمھارا
رب اعلیٰ ہون (ع) رازیؒ نے کہا کہ لوگون نے بظاہر اس کلمہ سے یہ مراد لی کہ فرعون اپنے واسطے اللہ ہونیکا مدعی تھا لیکن مین کہتا ہون کہ
یہ جائز نہین ہوسکتا کہ کوئی شخص اپنے واسطے یہ دعوی کرے کہ مین ان آسمانون وزمین وپہاڑ وحیوانات ونباتات اور جن وانس کا خالق

بدون کسی بیماری کے یہ دوسری نشانی ہے تاکہ ہم تجھے اپنی آیات بزرگ سے دکھلا دین ۔ع۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ ید بیضا بھی آیات کبری مین سے ایک آیت ہے اور یہ لازم نہین کہ آیۃ کبری یہی ہو **قول دوم** عطا رح نے کہا کہ یہ عصا ہے اور یہی قول قوی ہے اسلیے کہ ید بیضا مین فقط یہ بات تھی کہ ہاتھ کا رنگ ماہتاب کی طرح روشن ہوگیا۔ اور عصا مین یہ بات بھی ہے اور اس سے بہت زیادہ ہے اسلیے کہ عصا جب اژدہا ہوگیا تو رنگ مزدور بدل گیا اور اسکے علاوہ دوسری باتین بھی موجود ہوگئین جیسے خشک لکڑی مین جان آگئی اور اوسکے اجزا بہت زیادہ ہوگئے کیونکہ اژدہا بڑا جسم ہوگیا اور اسمین سخت قوت وشدت حاصل ہوئی علاوہ اسکے جب پھر اوسکو پکڑا تو فوراً وہ اجزا زائل ہوگئے اور رنگ بدل گیا اور صورت بدل گئی اور ان مین سے ہر ایک بات خود مستقل معجزہ ہے تو معلوم ہوا کہ آیۃ الکبری یہی عصا تھا مترجم کہتا ہے کہ عصا مین دوسری بات یہ بھی تھی کہ کبھی وہ اژدہا قوی ہوجاتا اور کبھی اس سے بھی بہت بڑا اژدہا ہوجاتا چنانچہ روایت ہے کہ جب اول مرتبہ فرعون کے قصر مین حضرت موسیٰ نے یہ معجزہ دکھلایا تو اژدہے کا سر فرعون کے محل پر تھا اور جب فرعون نے ساحرون کے مقابلے کے لیے اسکندریہ کے میدان مین سمندر کے کنارے جمع کیا ہے اور ساحرون نے اپنے جادو کے بڑے بڑے اژدہے بنائے حتی کہ موسے علیہ السلام جھجکے اوسوقت حکم ہوا کہ اپنا عصا چھوڑدے تو وہ اسقدر عظیم اژدہا بن گیا کہ اسکی دُم سمندر مین غائب تھی اور بہت بڑا منہ پھاڑ کر لپکا اور جادوگرون کے خیالی اژدہے سب اوسنے نگل لیے اس سے یہ بھی نکلا کہ اس معجزہ مین جادو کا شبہہ بھی نہین رہا کیونکہ اسکا نگل جانا دیکھکر جادوگرون نے قطعاً جان لیا کہ یہ جادو نہین ہے روایت ہے کہ وہ اژدہا ان سب کو نگل کر فرعون لعین کی طرف لپکا اور وہ خوف کے مارے بھاگا اور اس مجمع عظیم مین ہزارون تلے اوپر کچل گئے حتی کہ ایک جماعت کثیر ہلاک ہوئی۔علاوہ اسکے وہ اژدہا اس ضخامت کے ساتھ بہت تیزی سے حرکت کرتا تھا گویا کالا ناگ ہے **قول سوم** مجاہدرح نے کہا کہ آیت کبری دونون باتین ہین یعنے عصا و ید بیضا کیونکہ دوسرے مقام پر مذکور ہے کہ اول مرتبہ جب فرعون کو معجزہ دکھلایا تو پہلے عصا پھر ید بیضا دکھلایا تھا۔ع۔ **شیخ ابن کثیرح** نے آیت لغوی معنے مین قرار دی اور لکھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دعوی نبوت کے واسطے آیت ظاہر کی یعنے حجت قوی اور دلیل واضح پیش کی۔ع۔ مترجم کہتا ہے کہ اس قول مین سب معجزات آگئے حتی کہ طوفان وجراد وقمل وضفادع وخون بھی شامل ہوگئے چنانچہ انکا بیان آتا ہے **فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَىٰ**۔ پس فرعون نے جھٹلایا اور نافرمانی کی پھر پیٹھ پھیر کر چلا دوڑ دھوپ کرتا **ف** روایت ہے کہ جب اول مرتبہ موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو ہوئی اور آپنے حجت سے اوسکو اللہ تعالے کی وحدانیت بتلائی اور اپنے صدق نبوت پر معجزات دکھلائے تو فرعون نرم ہوا اور مہلت چاہی اور تخلیہ مین اپنے وزیر ہامان لعین وغیرہ کو بلا کر مشورہ کیا۔اس خبیث نے کہا کہ بادشاہ کے سوائے یہان کوئی نہین ہے اور تمام ملک وقوم پر مدت سے آپکا رب ہونا معلوم ہے آپ ایسا نہ کرین۔فرعون کے نفس نے بھی اس کلام سے رعونت وتکبر بھر لیا اور ہامان نے کہا کہ یہ شخص جادو سیکھکر یہ کرشمہ لایا ہے کیونکہ اگر سچ ہوتا تو وہ اس ذلیل حالت سے کیون ہوتا اور اگر یہ ڈھکوسلا نہ ہوتا تو جس وقت اوسنے قابو پایا تھا اوسی وقت آپکو ہلاک کردیتا اور یہی اژدہا اوسکے مخالفون کو مار ڈالتا تاکہ وہ بادشاہ ہوجاوے لیکن وہ اس جادو سے چاہتا ہے کہ سب کو مطیع کرکے چالاکی سے بادشاہ ہوجاوے اور آپکے ملک مین اس سے بڑھکر جادوگر موجود ہین مترجم کہتا ہے کہ یہان شان حق سبحانہ تعالے دیکھنے کے لائق ہے کہ واقعی یہ حکم نہ تھا کہ عصا کسی کافر کو نگل جاوے یا فرعون کو ہلاک کرے اور اگر یہ حکم ہوتا تو وہ سپر تیر وتلوار کچھ بھی اثر نہین کرسکتی تھی اسلیے کہ اوسکی حیات عالم آخرت سے تھی اور وہ وہان کے اژدھون مین سے تھا فرعون کو ہامان خبیث نے بری راہ بتلائی اور وہ منحرف ہوکر موسیٰؑ کو جھٹلانے لگا اور ادبار کے ساتھ ساحرون کو جمع کرنے کی کوشش مین پڑ گیا۔اول تو اوسنے بے شمار ساحر جمع

فرمائی ہی ہرچند کہ شیخ بھی بزرگ ہو اور مرید بھی ادب رکھتا ہو لیکن قلب متشابہ ہو تو فیض نہوگا فافہم - اسیطرح بےایمانون کے دل بھی متشابہ ہوتے ہین اسی لیے گروہ عوام کو دیکھو کہ بزرگ صالح کو چھوڑکر بڈھے کافر کے مطیع ہوتے ہین اور حدیث سے ثابت ہی کہ آخر زمانے مین عوام جو اپنے آپکو مسلمان کہینگے وہ بزرگ عالم کو چھوڑکر ایک عمامہ وجبہ والے کو اپنا پیشوا بناوینگے جو جاہل ہوگا اور وہ عالم بنکر جہالت کی باتین اونکو بتلاویگا تو خود گمراہ اور اونکو گمراہ کریگا - اسیطرح کفار کو دیکھو کہ اللہ تعالے کے رسول بزرگ سے منحرف ہوکر فرعون کے مطیع ہوے اور اس امت مین ابوجہل لعین کا قلب بھی فرعون کے قلب پر تھا اور بہت سے سرکش قریش کے قلوب گزرے کفار سے متشابہ تھے چنانچہ روایت ہی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم آلہی کے موافق دین حق کی دعوت ظاہر فرمائی تو قریش کے بڈھے مانند ابوجہل وعتبہ وولید بن المغیرہ وغیرہ کے بعضے طائف کے باغات مین تھے اور بعضے تجارات کے لیے ملک شام وغیرہ مین گئے تھے - یہان عوام قریش نے حجت حق کو قبول کیا اور اللہ تعالے کی وحدانیت کو جوہر چیز سے زیادہ ظاہر ہی مان لیا - اللہ تعالے نے آفتاب وغیرہ کو اپنی الوہیت سے ظاہر فرمایا ہی تو اوسکی الوہیت کے سامنے آفتاب کا ظہور ذرہ بھی نہین ہی پس قریش نے مان کر اطاعت کی حتی کہ یہ کیفیت ہوتی تھی کہ جب آپ مسجد الحرام کعبہ مین سجدہ کرتے تو آدمیون کی کثرت سے بہتون کو سجدہ کی جگہ نہین ملتی تھی اور ایک حدیث مین ہی کہ ایک سرکش قریشی نے سجدہ کے لیے سر نہین جھکایا بلکہ کنکریان مٹھی مین لیکر اوسپر سر جھکا دیا اور کہا کہ مجھے اسی قدر کافی ہی راوی نے کہا کہ آخر مین نے دیکھا کہ وہ بدر کی لڑائی مین کافر ہوکے ساتھ مارا گیا اور سر اوسکا اوندھا زمین پر پڑا تھا - پھر جب قریش کے بڈھے ابوجہل وغیرہ آئے تو حسد وعداوت سے لوگون کو بہکانا شروع کیا اور آخر کار یہ مکر نکالا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر بت پرستی سے جہنم مین جاوینگے تو ہمارے گذرے لوگ کہان ہین اور باقی قریش کے بدبخت منحرف ومرتد ہوگئے اس قصہ کو طحاوی وغیرہ نے روایت کیا ہی - یہی مکر فرعون نے باندھا اور موسی علیہ السلام نے اوس وقت موقع پاکر کہا کہ وہ میرے رب تبارک وتعالے کے علم مین ہین میرا رب عزوجل بھول بھٹک سے پاک ہی فرعون نے عاجز ہوکر کہا کہ تو وہی ہی جو ہمارے یہان پالا گیا اور تونے خون ناحق کیا اور اب پھر آیا ہی - حضرت موسی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے رب عزوجل نے مجھے سب معاف کیا اور پیغمبری عطا فرمائی ہی اور مجھے حکم دیا ہی کہ اوسپر ایمان لاکر بنواسرائیل کو میرے ساتھ کردے تاکہ یہ اپنے باپ دادا کے ملک مین جاکر آباد ہون - اور بعض مورخین نے کہا کہ فرعون سے کہا کہ رب عزوجل نے فرمایا ہی کہ اگر تو ایمان لاوے تو تجھے نئی جوانی عطا کرون اور تیری مراد پوری کرون فرعون نے کہا کہ بھلا تیرے پیغمبر ہونے پر کیا دلیل ہی حضرت موسیٰ نے اپنے ہاتھ کا عصا چھوڑا وہ بڑا اژدہا ہوگیا اور فرعون اوسکی ہیبت سے بہت ہی خوفناک ہوگیا - بعض نے کہا کہ اسکے اعضاء اسقدر ساقط ہوگئے تھے کہ پیخانہ نکل گیا اور اوسنے واسطہ دیا کہ اے موسی اسکو دور کرو - حضرت موسیؑ نے اوسکو پکڑ لیا تو بدستور عصا ہوگیا - فرعون سخت متحیر ہوا - پھر حضرت موسیؑ نے قلب کے نیچے بغل مین ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ چمکتا ہوا ماہتاب تھا جسکی روشنی سے آنکھون کو نور اور دل کو سرور ہوتا تھا حتی کہ فرعون ایک دم مین اصلی حالت پر آگیا - اللہ تعالے نے یہان آیات مین فرمایا **فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى** - پس اوسکو بزرگ نشانی دکھلائی ف یعنے جب فرعون نے معجزہ طلب کیا تو حضرت موسیؑ نے اوسکو اللہ تعالے کی دی ہوئی بزرگ نشانی دکھلائی جو اللہ تعالے کی عظیم قدرت پر نشانی تھی اور حضرت موسیؑ کے دعوی نبوت کے واسطے سچائی کی دلیل تھی اور مخلوقات پر حجت قاہرہ تھی کہ ہر طرح اوسکے مقابلہ سے عاجز تھے انکی عقلین کام نہین کرتی تھین (الآیہ) سے خاص آیت ومعجزہ مراد ہی یا لغوی معنے (نشانی) مراد ہی رازی وخطیب وغیرہ نے لکھا کہ یہان تین قول ہین (اول) **مقاتل وکلبی** کا قول ہی کہ ید بیضا مراد ہی جسکا ذکر سورہ طٰہٰ مین بقولہ تعالے ادخل یدک فی جیبک تخرج بیضاء الخ یعنے ہاتھ جیب گریبان مین لیجاکر روشن سفید نکال

نہین اٹھر نگا الحدیث ۔ ھ ۔ یہ سب اسی جہت سے کہ انھون نے تقدیر الٰہی سے انکار کیا اور حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ وجمیع اصحاب
رضی اللہ عنہم کو جو اوسوقت موجود تھے سب کو گمراہ کہا حالانکہ وہ خبیث گمراہ تھے ۔ دیکھو بد اعتقادی سے انکے اعمال لا لکھان نکلے کیونکہ اعمال
تو اصل کی پتیان ہین اور جب اصل ہی کھوٹر ہو تو گلاب کی پتیان کہان سے آوین (مسئلہ) رازی وخطیب وغیرہ نے کہا کہ آیت مین
دلیل ہے کہ جب معرفت الٰہی آتی ہے تو اوسکے بعد خشیہ یعنے محبت آمیز خوف عظمت الٰہی قلب مین ظاہر ہوتا ہے اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا
انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ۔ یعنے اللہ تعالےٰ سے خشیہ وخوف اوسکے بندون مین سے وہی بندے رکھتے ہین جو عالم ہین ۔ ھ ۔ یعنے اللہ
تعالےٰ کی وحدانیت سے عارف ہین اور اوسکی شان کبریائی وعظمت پہچانتے ہین اور آیت مین دلیل ہے کہ اللہ تعالےٰ کی شان پاک سے
خشیہ وخوف ہونا سب خوبیون کی جڑ ہے کیونکہ ایسا بندہ نیک اعمال کماتا ہے اور توبہ کرنے مین بخوف ناخوشی جلدی کرتا ہے برخلاف اسکے جو نادان
بے خوف ودیدہ دلیر ہو تو وہ اپنی خواہش کے موافق ہر ایک بدی پر جرأت کرتا ہے اور اسی لیے حدیث مین ہے کہ جس شخص کو خوف ہوا اور وہ رات ہی
سے بچاؤ کے واسطے) روانہ ہوجاتا ہے اور جو رات ہی سے چل دیا وہ منزل پر پہونچ جاتا ہے واضح ہو کہ رازی نے لکھا کہ آیات قرآنیہ سے معلوم
ہوا کہ جب وادی مقدس مین اللہ تعالےٰ نے موسیٰ کو ندا فرمائی ہے تو اوسوقت مین بہت سی باتین واقع ہوئین
جو آیات مین مذکور ہین ازانجملہ یہ بھی ہے کہ فرعون پاس جا اوسنے طغیان اور حد سے گذرنا اختیار کیا ہے اوس سے کہیو کہ بھلا تجھے رغبت ہے کہ پاکیزگی
کمادے اور مین تجھے ہدایت کرون کہ اپنے رب تبارک وتعالےٰ کو پہچان کر تیرا دل نرماوے مترجم کہتا ہے کہ اس حکم کے موافق حضرت موسیٰ
علیہ السلام نے مصر جاکر ہارون علیہ السلام کے ساتھ فرعون کے دربار کا قصد کیا کہتے ہین کہ عرصہ کے بعد رسائی حاصل ہوئی موسیٰ علیہ السلام نے حکم الٰہی
تعالےٰ لسنایا ۔ فرعون نے کہا کہ کس رب کا ذکر کرتا ہے ۔ فرمایا کہ وہ رب تبارک تعالےٰ جو تمھارا اور تمھارے اگلے باپ دادون کا رب ہے ۔ یعنے
فرعون اور اوسکے ساتھیون کو اس اشارے سے عجب شان سے قائل کردیا کہ اگر اس وقت فرعون خدائی کا مدعی ہے اور تم لوگ اوسکو اپنا
خدا بناتے ہو تو فرعون سے پہلے تمھارے باپ دادے گذرے ہین اسوقت فرعون نہ تھا اور ان کا رب ضرور تھا تو جو رب تبارک وتعالیٰ انکا
رب تھا اور الوہیت والا تھا تو وہی تمھارا رب ہے کیونکہ وہ رب مرنے والا نہین اور بدلنے والا نہین اور اوسکے سواے دوسرا ممکن نہین ہے تو یہی
پہلے بھی رب تھا اور اب بھی وہی رب ہے سبحانہ تعالےٰ یہ ایسی عمدہ دلیل تھی کہ اسکے بعد فرعونیون مین فرعون کی خدائی کا خیال کچھ بھی نہین رہ سکتا تھا
فرعون نے بھی دور کی بات سوچ کر ایک مکر نکالا او حضرت موسیٰ سے پوچھا کہ اچھا جب توحید الٰہی سے منکر کا ٹھکانا جہنم ہے تو جسقدر لوگ ہمسے
پہلے گذری ہین انکا کیا حال ہے ۔ اسمین مکر یہ تھا کہ جب موسیٰ کہینگے کہ وہ سب جہنم مین ہین تو فرعون کے رئیس لوگ یہ سنکر برافروختہ ہوجاوینگے
کہ یہ شخص ہمارے بزرگون کو جہنمی کہتا ہے تو لامحالہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے منحرف ہونگے اور نکتہ یہ ہے کہ جب نفس کو غیظ آتا ہے تو جزوی
عقل پر بھی دھوان چھا جاتا ہے اور شیطان مسلط ہوجاتا ہے پس نور کی راہ بند ہوجاتی ہے اسی لیے حدیث مین غیظ وغضب سے ممانعت ہے
اور اللہ تعالےٰ نے کاظمین الغیظ کی مدح جمیل فرمائی ہے یعنے جو لوگ اپنا غصہ پی جاتے ہین اور لوگون سے عفو کرتے ہین تو مرتبہ احسان
کے کام کرتے ہین اور اللہ تعالےٰ محسنین کو محبوب رکھتا ہے تنبیہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا تشابہت قلوبہم ۔ یعنے ان کافرون کے دل گذرے
ہوئے کافرون سے مشابہ واقع ہوئے ہین ۔ ھ ۔ اور یہ اصول باریک ہے کہ ایمانیون کے دل بھی مشابہ واقع ہوتے ہین جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت ابوبکر رضہ کے دل کو قلب حضرت ابراہیم ع سے تشبیہ دی اور حضرت عمر رضہ کے دل کو حضرت نوح ع سے تشبیہ دی اور اسکا بیان جنگ بدر کے قصہ مین ہوچکا اور
ائمہ صوفیہ نے اسی مقام سے نصیحت فرمائی کہ جس شیخ سے مرید کے دل کو موافقت نہو اس سے گریز کرے اور اس بارہ مین حضرت عزیزان رحمہ نے بہت تاکید

آتے ہین حالانکہ قدرت نے سامنے ایجاد فرماتے ہین پس جیسے یہان اوسکی سمجھ کام نہین کرتی اور قدرت نے پیدا کردیے ہین اسیطرح
سٹری ہڈی بین جان لے کہ وہ نہین سمجھتا لیکن قدرت مین نہایت آسان ہی فافہم۔ رازی رح نے لکھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ
اہدیک الی ربک الآیہ۔ مین تجکو تیرے رب عزوجل کی جانب ہدایت کرون تاکہ تیرا دل نرم ہو۔ نعہ۔ اسلیے ایک جماعت نے کہا کہ اللہ تعالیٰ
کی معرفت بغیر ہادی کی ہدایت کے نہین حاصل ہوتی ہی اور کہا کہ انبیاء علیہم السلام کے بھیجنے سے مقصود اعظم یہی معرفت ہی اسپر دو طرح دلالت
موجود ہی (ایک) یہ کہ پہلے سے پاکیزگی اختیار کرنے کی رغبت دلائی تھی اسمین اعتقاد و اعمال سب داخل ہین پھر اس آیت مین خود معرفت
کو بیان کیا تو نکل آیا کہ یہی اصل مقصود ہی (دوم) یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسی پر کلام ختم کیا تو ہدایت کا نتیجہ یہی ہی مترجم کہتا ہی کہ اس جماعت نے
اگر یہ مراد لی ہی بغیر رسول اللہ کے دنیا مین معرفت الٰہی حاصل ہونا غیر ممکن ہی تو یہ بالاتفاق صحیح ہی اور اگر جماعت کی مراد یہ ہی کہ ہر زمانے مین ایک معلم
چاہیے بدون اسکے نہین ہوسکتا ہی تو یہ غلط ہی اسی وجہ سے رازی رح نے اسکو رد کردیا کیونکہ مثلاً اس امت مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اللہ تعالیٰ کی جانب ہدایت فرمائی اور صفات توحید جن سے الوہیت وحدانیت معلوم ہو تمام امت کو پہونچائی اور یہی طریقہ جاری ہی تو پھر ہر زمانہ
مین جو شخص کہے کہ بغیر معلم کے نہین ممکن ہی تو اوسنے رسالت مین ہزارون ساجھی بنائے اور یہ کفر کا اعتقاد ہی۔ اگر کہا جاوے کہ صوفیہ مین پیری
کی تلاش ہی تو جواب یہ کہ صوفیہ مین سے کسی نے نہین کہا کہ لا آلہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے سے ایمان نہین ہوتا ہی جب تک پیر تعلیم نہ کرے انکی مراد یہ ہی
کہ اعمال شریعت بمنزلہ سامان ہین اور ہر شخص کو عمل مین لانے کا طریقہ معلوم نہین ہوتا ہی حتی کہ صحابہ رض مین سے ایک جماعت نے ہمیشہ روزہ
اور تمام رات نماز اور عورتون سے علحدگی وغیرہ کا قصد کیا تھا انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا اور عمل کرنے کا طریقہ تبلایا جسپر آپ
چلتے تھے (مسئلہ) رازی رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت مقدم ہی اوسکے بعد طاعت ہی جیسے آیت مین ہی اسیطرح سورۃ النحل کے
شروع مین قولہ تعالیٰ انذروا انہ لا آلہ الا انا فاتقون یعنے انبیا علیہم السلام کی دعوت اس ترتیب سے فرمائی کہ امت کو پہلے تبلاوین کہ لا
آلہ الا اللہ۔ پھر وہ تقویٰ کرین اقول یعنے جب لوگ پہچان گئے کہ الوہیت کی صفتین سب اللہ تعالیٰ ہی کیلیے ہین۔ کوئی چیز زمین آسمان وغیرہ
مین ایسی نہین ہی جسمین خود کسی قسم کی قدرت ہو اور کسی کو خود نفع وضرر دے سکے اور اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز اس دنیا مین پیدا کرتا ہی چاہے آسمان
سے آوے یا زمین سے اُگے یا آدمیون کے ہاتھون سے ظاہر ہو۔ یہ سب درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ایجاد کے طریقہ ہین کیونکہ کوئی مخلوق ایک دم
اگر خداے تعالیٰ کی قیومی سے باہر ہو تو نیست ہوجاوے باہر ہونا غیر ممکن ہی تو ہر مخلوق اوسی کے قبضہ مین ہی تو جو کچھ اوس سے ظاہر ہوتا ہی وہ اللہ
تعالیٰ ہی کی ایجاد ہی اور اس مخلوق کی خواہش پر اسکی کمائی ہی کیونکہ دنیا مین اللہ تعالیٰ نے کمائی ہر چیز کی اوسکے لیے کھول دی ہی اور اگر وہ چاہے
تو ایسا نہ کرے لیکن انکو آگاہ کردیا کہ تم لوگ آخرت کے لیے پیدا کیے گئے ہو یہان دو قسم کی چیزین ہین ایک قسم کی چیزین جو ماتحت نبوت ہین سب جنت
کی کمائی ہین اور اسکے سوا باقی سب جہنم کی کمائی ہین تو ہر ایک اپنے واسطے اختیار کرو بس اختیار کرنے کی قدرت اونکے لیے مطلق العنان کردی ہی
اسی وجہ سے بہت سے لوگ دھوکا کھاتے ہین کیونکہ وہ خواہش کرتے ہین اور جزم خواہش کے موافق اللہ تعالیٰ اونکے ہاتھون وزبان سے وہ کام
پیدا فرماتا ہی تو وہ اپنے نفس کے مکر مین پڑ جاتے ہین کہ ہم نے چاہا اور کیا تو ہم ہی اپنا کام پیدا کرنے والے ہین صرف خدا نے ہمکو یہ سامان دیدیے ہین
حالانکہ یہان باریک غلطی مین پڑے ہین اور الوہیت کے معنے بھول گئے یہ خطا ہی بالجملہ جب اللہ تعالیٰ کی الوہیت وحدانیت پہچان جاوین تو پھر
انکی عبادت ٹھیک ہے اسلیے حدیث مین فرقہ خوارج کے حق مین وارد ہوا ہی کہ تم مین سے آدمی اپنی نماز کو خارجیونکی نماز کے آگے اور اپنے روزے کو اونکے
روزے کے آگے حقیر سمجھیگا حالانکہ خوارج دین سے ایسے نکل گئے جیسے شکار سے تیر پار ہوجاتا ہی اور قرآن پڑھینگے وہ اونکے حلق سے نیچے

اولاد کا اور رعونت سے خدائی کا یعنے دو طرح کا طغیان تھا اوسنے کفر بھی کیا اور بنی اسرائیل کو غلام بھی بنایا تھا۔ جب یہ حکم ہوا تو موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ عصا عنایت ہوا اور ید بیضا دیا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون کے لیے شرکت چاہی وہ بھی عطا ہوئی۔ علماءؒ نے کہا ہے کہ کسی بھائی کو اپنے بھائی سے یہ نعمت نہ ملی ہوگی جو ہارونؑ کو موسیٰ علیہ السلام کی بدولت حاصل ہوئی پھر حکم ہوا کہ اچھا اب تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اُوس سے نرم کلامی سے باتین کرنا فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى۔ نافعؒ اور ابن کثیرؒ کی قرأت مین (تزّکّی) بتشدید زائے منقوطہ ہے اور باقیون کی قرأت مین بلا تشدید ہے۔ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى۔ یعنے فرعون سے اسطرح کہیو کہ بھلا تجھے خواہش ہے کہ تو پاکیزگی حاصل کرے اور مین تجھے تیرے رب تعالیٰ کی جانب ہدایت کرون تو تو اوس سے ڈرے ف یعنے فرعون سے اسطرح نرمی کے ساتھ کہیو کہ بھلا تجھسے ہو سکتا ہے کہ تو میری بات مانے اور ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے تو ظاہر و باطن مین ایسا پاکیزہ ہو جاوے کہ ملک جنت مین بادشاہت کے لائق ہو جاوے اور مین تجکو تیرے رب کی جانب ہدایت کرون تو اوسکی معرفت سے تیرا دل اوسکی بارگاہ عظمت مین خشوع و خضوع کرنے لگے حالانکہ اس سے پہلے سخت و خبیث اور نیکی سے دور تھا (ابن کثیرؒ) رازیؒ وغیرہ نے کہا کہ قولہ ہل لک یہ کلمہ لطف کے ساتھ رغبت دلانے مین بولتے ہین جب نہایت عمدہ چیز کی رغبت ہوتی ہے یعنے کیا تجھے اس نفیس چیز کی رغبت ہے کہ تو پاکیزگی اختیار کرے بعض نے کہا یعنے کیا تجھے کوئی راہ ہے کہ تو پاکیزگی اختیار کرے۔ زکی وہ ہے جو سب عیوب سے پاک ہو وقال تعالیٰ قد افلح من زکاہا۔ اس بندے نے فلاح پائی جسنے اپنے نفس کو پاک کر لیا۔ ھ۔ اور اس کلام سے مراد یہ ہے کہ بھلا تجھے رغبت ہے کہ تو ایسی راہ اختیار کرے جس سے تو ہر ایسی چیز سے پاک ہو جاوے جو لائق نہین ہے۔ اسمین اعتقاد اور شرائع سب داخل ہین (تفسیر کبیر) اور معنے یہ کہ تو مسلمان مطیع ہو جا (ابن کثیرؒ) مترجم کہتا ہے کہ اگر وہم ہو کہ زکی تو سب عیوب سے پاک ہوتا ہے اور جب زکی ہو تو فلاح یعنے جنت پاوے حالانکہ صغیرہ گناہ بھی عیب ہے اور کمتر انسان اس سے بچ سکتا ہے (جواب) یہ کہ مترجم نے سابق مین اس تحقیق کو بیان کیا ہے اوسکا خلاصہ یہ ہے کہ اعتقاد بمنزلہ اصل ہے اور اعمال بمنزلہ پتیان ہین اور بعض مشائخ محققین نے خوب لکھا کہ اعتقاد کے مقابلہ مین اعمال بہت حقیر ہین جیسے عرش اعظم کے مقابلے مین رائی برابر دنیا ہے تو جب بندے نے اللہ تعالیٰ کی توحید موافق تعلیم نبوت کے سمجھ لی تو عیوب قبیحہ شرک و کفر وغیرہ سے بالکل پاک ہو گیا وہ ضرور فلاح پانے والا ہے پھر اعمال نیک کے ساتھ ہین اگر کچھ گناہ کبیرہ ہین تو یہ بمنزلہ پتیان ہین انسے توبہ کرے تاکہ پت جھاڑ کی طرح اللہ تعالیٰ انکو دور فرما دے اور اگر گناہ صغیرہ ہین اور اوسنے کبیرہ سے پرہیز کیا ہے تو ایک نماز سے دوسری نماز کے درمیان جو صغیرہ ہین اللہ تعالیٰ ان کو نماز کی برکت سے کفارہ فرماتا ہے اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے درمیان جو گناہ ہین اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک کے درمیان جو گناہ ہین وہ جمعہ و رمضان کی برکت سے کفارہ ہو جاتے ہین جیسا کہ صحیح حدیث مین ہے اور جمعہ ساتوین روز پڑتا ہے تو تین روز کی فضیلت اوسکے لیے باقی رہتی ہے اور اس نص واضح ہے کہ نیکیون سے گناہ دور ہو جاتے ہین فافہم واللہ تعالیٰ ہو الموفق رازیؒ نے کہا کہ آیت مین نرم کلامی کی تعلیم ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ ہر فرقہ کے ساتھ نرم کلامی سے خدائے تعالیٰ کی طرف دعوت کرنا چاہیے اور یہی انبیاء علیہم السلام کا طریقہ تھا پس جو لوگ تعصب سے لوگون پر سخت کلامی کرتے ہین یہ لوگ راہ نبوت سے خارج ہین مترجم کہتا ہے کہ جب کسی خاص شخص سے کلام کرے تو اس سے نرمی کے ساتھ ہدایت چاہیے اور اگر کوئی قوم مغرور ہو کر حق کے مقابلہ مین اوسکی توہین کرے تو حق کو تعظیم سے رکھے اور گمراہی کو ذلیل کرے جیسے کوئی قوم کہے کہ سڑی ہڈیون کا زندہ کرنا قدرت مین نہین ہے تو اس قوم جاہل نے تمام جہان کے آثار قدرت غیر متناہی سے آنکھ بند کر لی کیونکہ سڑی ہڈی مین اسکو کیا سمجھ حاصل ہے حالانکہ وہ تو آسمان و زمین کے عجائبات سب سے عاجز ہے یعنے یہ عجائبات ہرگز اوسکی سمجھ مین نہین

اور انھون نے انکا قصہ سنکر مبارکبادی دی اور ایک لڑکی نے سفارش کی کہ اے باپ اگر اس شخص کو اجیر مقرر کر لیجیے تو قوی امانت دار ہو۔ حضرت شعیبؑ
خود پیغمبر تھے۔ موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ مین اپنی ایک لڑکی تیرے نکاح مین دینا چاہتا ہون شرط یہ ہو کہ آٹھ برس میری بکریان چراؤ اور اگر دو برس
زیادہ کر کے دس برس کرو تو تمھارا احسان ہو۔ حضرت موسیٰؑ نے منظور فرمایا اور دس برس کی مدت پوری کر کے وطن کا شوق ہوا شعیبؑ سے بیٹی
نے درخواست کی کہ مجھے کچھ بکریان ملین جس سے حلال غذا میسر ہو آپنے فرمایا کہ امسال جو بچے ان بکریون سے خلاف رنگ پیدا ہون وہ سب
تیرے ہین۔ ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے بکریون کے خلاف رنگ ایک مورت بنائی اور اوس تالاب پر کھڑی کر دی جہان
بکریون کو پانی پلانے لے جاتے تھے۔ بکریان معمول کے موافق نالہ سے اس تالاب پر پہونچ گئین یکایک جو اونکی نظر اوس مورت پر پڑی تو سب
چوکنا ہو کر بھاگین اور وہ صورت انکے خیال مین سما گئی اس تصور سے اس سال مین بہت بچے خلاف رنگ پیدا ہوے مترجم کہتا ہو کہ تصور کا
اثر اللہ تعالے نے عجائب شان سے رکھا ہے اور حاملہ عورت یا مادہ جانور پر جس قسم کا تصور بیٹھ جاتا ہو اوسکا اثر زیادہ تر بچہ پر ہوتا ہو اسلیے کہ
وہی بہت نازک عضو ہوتا ہو اسلیے حاملہ کو چاند گہن نہین دکھلاتے ۱ھ۔ بالجملہ حضرت موسیٰؑ ان بکریون سمیت جانب مصر روانہ ہوے جب
کوہ طور کے وادی مین پہونچے جسکا نام طوی ہو تو رات سرد تھی اور معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰؑ نے وادی کے نیچے جانب راہ طے کی ہو اور مصر کا
راستہ بالائی وادی سے ہو تو اُسی وقت وادی کو طے کر کے بالائی حصہ پر منزل کی وہان سردی سے آگ کی تلاش ہوئی اور کہین پتہ نہین لگتا تھا
ناگاہ دور سے آگ نظر آئی انھون نے اہلیہ کو تسکین دی کہ تم ٹھہرو اور مین جا کر آگ لاؤن۔ جب وہان پہونچے تو دیکھا کہ درخت ہو اوس سے آگ
چمکتی ہو یہ بہت ہی تعجب سے قدرت حق کا تماشا دیکھتے تھے کہ یکایک آواز آئی کہ اے موسیٰ (انی انا اللہ) مین اللہ ہون اور تو وادی مقدس
طوی مین ہو جوتیان اتار دے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قلب نور نبوت سے معمور ہو گیا اور اللہ تعالے نے انکو تاج نبوت عطا کیا اور اپنے کلام
پاک سے بے مثل حلاوت بخشی یہی وہ ندا ہو جسکا اشارہ یہان آیت مین ہو اور سورہ طٰہٰ وغیرہ مین تفصیل ہو پھر موسیٰ کو بنی اسرائیل کے واسطے پیغمبر کیا
اور بنی اسرائیل کو فرعون نے اپنا مملوک بنایا تھا تو حکم دیا۔ اِذۡهَبۡ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰی۔ تو فرعون کی طرف جا کہ اوسنے
طغیان کیا ہو ف رازیؒ نے کہا کہ آیت مین یہ مذکور نہین ہو کہ فرعون نے کس بات مین طغیان کیا تھا۔ طغیان حد سے بڑھ جانا بعض نے
کہا کہ طغیان یہ تھا کہ فرعون نے اللہ تعالے سے کفر کیا بعض نے کہا کہ بنی اسرائیل کو غلام بنایا تھا (تفسیر کبیر وغیرہ) فرعون نے تکبر و سرکشی اختیار کی
اور دوسرون کو حقیر سمجھتا ہو (ابن کثیرؒ) شاید یہ بات تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ہدایت سے اوس وقت جو بادشاہ مصر تھا وہ مسلمان
ہو گیا تھا اور لوگون نے ہدایت مین اپنے بادشاہ کا دین اختیار کیا اور بنی اسرائیل جو نسل پیغمبر تھے انمین معزز و مکرم رہتے تھے یہانتک کہ جب اس فرعون کا
زمانہ آیا تو اس بدنصیب نے اپنی ازلی گمراہی و بدبختی اختیار کی اور قوم قبط نے اوسکا ساتھ دیا اور بت پرستی شروع ہو گئی اور اوسنے بنی اسرائیل کو
بھی مجبور کیا کہ دین فرعونی اختیار کرین انھون نے نہ مانا اور دین توحید نہ چھوڑا تو اوسنے انکو طرح طرح کی ایذا دی یہانتک کہ سب کو لونڈی
غلام بنا لیا اور اونسے ذلیل کام لینے کا حکم جاری کر دیا بنی اسرائیل نے اس مصیبت پر صبر کیا چند روز کے بعد ایک مرتبہ نوروز کی عید مین نجومیون
نے کہا کہ ستارون سے معلوم ہوتا ہو کہ بنی اسرائیل مین ایک لڑکا ہوگا جو قوم قبط کی ہلاکت کا باعث ہوگا اور بادشاہی مٹ جاوے گی فرعون
لعین ایسا خوفناک ہوا کہ اوسنے حکم دیدیا کہ بنی اسرائیل مین جو لڑکا ہو قتل کرو اور لڑکی ہو تو اُسکو زندہ چھوڑ دو۔ بنی اسرائیل پر یہ سخت
مصیبت پیش آئی کہ مان باپ کے سامنے انکا چاند سا لڑکا ذبح کر کے اونکو دیدیا جاتا تھا کہ اسکو دفن کرو۔ اسی حالت مین اللہ تعالے نے
موسیٰ علیہ السلام کو پیدا کر کے خاص فرعون لعین کے گھر مین پرورش کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرعون مین نجومیون کے قول سے قتل

شرف و کرامت ہی اور لوگون کے واسطے تنبیہ ہی کہ اے اشرف الخلق صلعم تجھے موسی کی خبر پہونچی ہی اِذْ نَادٰهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى۔ جب موسی کو اُسکے رب نے پکارا وادی مقدس طوی مین ف یعنے حدیث موسیٰؑ کا بیان مختصر یہ کہ وہ حدیث جب موسیٰؑ کو اسکے رب رحیم نے طوی کے وادی مین جو مقدس و پاک وادی ہی ندا ہالی تھی خطیب رحؒ نے لکھا کہ طوی ایک وادی ہی طور کی زمین سے اور وہ ایلہ و مصر کے درمیان واقع ہی (السراج) جوہری رحؒ نے لکھا کہ طوی ایک مقام ہی ملک شام مین ہی طا کو کسرہ دیتے اور ضمہ بھی دیتے ہین اور اُسکو تنوین کے ساتھ منصرف بھی پڑھتے ہین اور غیر منصرف بھی پڑھتے ہین جسنے منصرف تنوین کے ساتھ پڑھا تو اُسنے اسم نکرہ ایک وادی و جگہ کا نام قرار دیا اور جسنے بغیر تنوین کے غیر منصرف پڑھا اوسنے ایک قطعہ خاص نام ٹھہرایا مترجم کہتا ہی کہ معرفہ ہوا اور لفظ عجمی ہی تو علم عجمی سے غیر منصرف ہوا خطیب رحؒ نے کہا کہ امام نافع و ابن کثیر و ابو عمرو رحؒ نے حالت وصل مین بغیر تنوین پڑھا اور باقیون نے تنوین کے ساتھ پڑھا ہی یعنے دونون قراتین متواتر ہین ابن کثیر رحؒ نے کہا کہ صحیح قول یہ ہی کہ طوی ایک وادی کا نام ہی جیسا کہ سورہ طٰہٰ کی تفسیر مین گذر چکا ہی ۔ خطیب رحؒ وغیرہ نے کہا کہ اس وادی کو طوی اسلیے کہا گیا کہ بنی اسرائیل سے بدی اسی وادی مین طے کر دی گئی تو یہ طوی ہی اور چونکہ اسمین نبوت اُتاری تو برکات کاملہ کا نزول وہان ہوا پس وہ مقدس ہی فتح البیان مین ہی کہ فراء رحؒ نے لکھا کہ طوی ایک وادی ہی جو مدینہ و مصر کے درمیان ہی اوسکا نام طوی اسلیے ہوا کہ وہان بنی اسرائیل سے بدی طے کر دی گئی یعنے دور کر دی گئی یا اسلیے طوی نام ہوا کہ موسی علیہ السلام نے اوسکو رات مین طے کیا تھا کیونکہ جب وہان پہونچے تو شام ہو گئی اور خیال کیا کہ منزل اونچی جانب ہونی چاہیے تھی لہذا برابر چلے گئے اور بعض نے کہا کہ طاوی سے معدول کر کے طوی نام غیر منصرف ہوا فراء رحؒ نے کہا کہ مجھے اس معدول کی نظیر نہین ملتی ہی تو منصرف پڑھنا مجھے زیادہ پسند ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ سب تکلف ایسی صورت مین ہوگا کہ طوی عربی ہو اور ابن کثیر رحؒ نے اشارہ کیا کہ یہ عربی نہین ہی بلکہ عجمی نام ہی تو اس صورت مین صاف غیر منصرف ہی بشرطیکہ نام معرفہ ہو اور اگر نکرہ ہو تو منصرف ہی بعض نے کہا کہ طوی عبرانی مین بمعنے (یا رجل) اے شخص۔ آتا ہی۔ گویا یہ کہا کہ اے شخص (موسی) جاکر فرعون کو نصیحت کر۔ یہ ابن عباس رضؓ کا قول ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ تقریر تفسیر کبیر وغیرہ مین مذکور ہی اور میرے نزدیک ابن عباس رضؓ سے اسکا کچھ ثبوت نہین ہی واللہ تعالیٰ اعلم (قصہ) حضرت موسیٰؑ کا قصہ سورۂ طٰہٰ وغیرہ مین بارہا گذر چکا ہی اور مترجم نے درمیانی واقعات کو ملاکر غالباً ہر جگہ پورا کر دیا کیونکہ عام اہل اسلام درمیانی واقعات سے غافل ہو جاتے ہین واضح ہو کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے بالہام الٰہی انکو صندوق مین رکھکر دریائے نیل مین بہایا اور صندوق لگا لگا کر قصر فرعون مین آیا تو ملکہ آسیہ نے پرورش کی سفارش کی جب موسی علیہ السلام جوان ہوے تو ایک قبطی ظالم کو گھونسا مار کر ہلاک کیا کیونکہ وہ اسرائیلی کو مارتا تھا اور فرعون نے اسرائیلیون کو جو زمانہ یوسف علیہ السلام سے مصر مین تھے اپنا غلام بنایا تھا کیونکہ یہ لوگ فرعونیون کے دین سے بیزار تھے جب قبطی کے قتل کی خبر فاش ہوئی تو فرعونیون نے فرعون کو اطلاع دی کہ یہ بچہ جسکو بادشاہ کی ملکہ نے فرزند بنا کر پالا ہی اسرائیلی نسل ہی اور نجومیون نے کہا تھا کہ ایک اسرائیلی بچہ فرعون و قبط کی تباہی کا باعث ہوگا اسی خیال سے بادشاہ نے ہزارون اسرائیلی بچہ قتل کیے لیکن یہ بچہ گھر مین پالا اور شاید وہ یہی بچہ ہی آخر مشورہ کیا کہ اسکو قتل کرین موسیٰ علیہ السلام کو خبر ملی تو تنہا نکلکر بھاگے اور اللہ تعالیٰ نے انکو مدین تک صحیح سلامت پہونچا دیا۔ مدین مین شعیب علیہ السلام رہتے تھے ان کی دو لڑکیاں اپنی بکریان کنوین پر لائی تھین تاکہ چرواہون سے جو پانی بچ رہے اوس سے بکریان سیراب کرین حضرت موسی اوسی کنوین کے قریب درخت کے سایہ مین ٹھہرے اپنے پروردگار عزوجل کا شکر ادا کرتے تھے جسنے انکو کافرون کے ہاتھ سے نجات دی جب اُن لڑکیون سے حال معلوم کیا تو اُنکی کمزوری پر ترس کھا کر اوٹھے اور کنوین سے پانی بھر کر انکی بکریون کو پلا دیا پھر اوسی سایہ مین جاکر احسان الٰہی یاد کرنے لگے تھوڑی دیر مین ایک لڑکی آئی اور شرم کے ساتھ کہا کہ ہمارے باپ تم کو بلاتے ہین تاکہ تمھارے احسان کی مکافات کرین۔ موسیٰ علیہ السلام ساتھ ہو کر خدمت شعیبؑ مین پہونچے

مان لون کہ روایت کے راوی سچے ہین تو بھی دو ایک آدمیون کے روایت کرنے سے کوئی بات ایسے مرتبہ یقین پر نہین پہونچ سکتی ہی کہ اسکو قطعی
کہہ سکیں تو کیونکر مجھے قطعی یقین ہو کہ ان پیغمبرون سے یہ معجزات صادر ہوئے تھے (جواب) مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین بعضے لوگ ایسے
نادان مکار موجود ہوے جنھون نے مسلمانون کو یہ دھوکا دیا تھا کہ اوسکے دھوکے مین بہت سے بدنصیب گمراہ ہو کر اوسکے ساتھ ہو گئے اور مترجم
نے اسی ضرورت سے یہان اسکو بیان کیا کیونکہ آیات کی عمدہ تفسیر ان بدبختون کے مکر سے بے فائدہ ہو جاویگی جب وہ ایسی مکاری پھیلاتا ہے
اور جواب سے پہلے ایک بات طے ہو جاوے (سوال) ہم نے کابل کے بادشاہ احمد شاہ دُرّانی انار اللہ برہانہ کو نہین دیکھا و لیکن تواریخ مین
مذکور ہی اسیطرح نادر شاہ ایرانی اور تیمور شاہ گورگان وغیرہ کا ذکر تواریخ مین ہی تو کیا یہ یقین کے قابل نہین ہی اسیطرح ہم نے بغداد نہین دیکھا اور نہ
دمشق دیکھا اور نہ لندن و برلن و پیرس وغیرہ دیکھے بلکہ تواریخ و اخبار مین انکا ذکر دیکھا ہی تو یہ کیا اعتماد کے قابل نہین ہین (جواب) یہ سب قطعی
اعتماد کے قابل ہین اسلیے کہ تواریخ مین انکے لکھنے کی وقعت نہین ہی بلکہ متواتر ثابت ہی اور جو متواتر ثبوت ہوا اوسکے لیے تواریخ تلاش کرنا لغو ہی
اسکا بیان یہ ہی کہ جس بات کو بے شمار لوگون نے معائنہ کیا اور سب مین لگاتار مشہور معلوم ہی پھر اس طبقے کے گذرنے پر دوسری صدی والون
مین اسیطرح متواتر معروف ہوا اور اسیطرح تیسری صدی پھر چوتھی صدی آخر تک یہی حال ہی تو جو شخص تاریخ لکھنے بیٹھا ہی وہ حالات کے بیان
مین یہ قصہ درمیان سے چھوڑنا عیب سمجھیگا اسلیے بیان کریگا ورنہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ تو سب جانتے ہین ہان کبھی یہ ضرورت ہوتی ہی کہ مثلاً
یہود مین یہ معجزۂ موسوی متواتر معروف تھا اور عرب مین اسطرح متواتر نہ تھا تو تاریخ لکھنے والا عرب کے لیے لکھدیگا لیکن عرب نے جب اس
معاملہ کی حالت معلوم کر لی تو اونکو اس تاریخ لکھنے والے کی بات پر اعتماد نہین ہی بلکہ اس واقعہ کے متواتر ہونے پر اعتماد ہی پس خلاصہ یہ نکلا کہ دنیا مین
جو خبرین ہین اگر وہ ایک دو آدمیون کے سلسلہ سے روایت ہین تو وہ کسی حالت مین قطعی نہین ہو سکتی ہین اور اگر جماعت کثیر مین مشہور ہو
تو مشہور سے بہت قوی گمان ہی کہ یہ واقعی بات ہی اور اگر جماعت بے شمار مین متواتر ہو تو یہ قطعی بات ہی پس ایسی بات پر اعتماد بوجہ تواتر کے ہے اور کسی تاریخ مین
لکھنے سے اسپر اعتماد نہین ہوا حتی کہ اگر کوئی تاریخ والا نہ لکھے تو یہ معاملہ قطعی متواتر ہی بلکہ جس تاریخ والے نے اسکو لکھا اوسنے اپنی تاریخ کی آبرو بڑھائی
جب یہ معلوم ہوا تو گذرے ہوے بادشاہون کا بیان متواتر ہی اور لندن اور دمشق وغیرہ شہرون کا ذکر متواتر ہی اگرچہ ہم نے کبھی نہین دیکھے لیکن
یہ قطعی یقینی بات ہی جب یہ معلوم ہو گیا تو ہم کہتے ہین کہ حضرت موسیٰ کا معاملہ تمام یہود اور بقیہ قبط مین متواتر تھا اور جب بنی اسرائیل نے قوت و
ثروت پائی تو دوسری صدی مین زیادہ کثرت و شہرت ہو گئی اسیطرح برابر متواتر حالت باقی رہی اور توریت مین اسکا ذکر اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا اور
توریت متواتر ہی تو یہ حال برابر متواتر ہوا اسیطرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات متواتر ہین اسیطرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
شق القمر کا معجزہ دکھلایا اور وہ عرب مین متواتر ہوا اور اللہ تعالےٰ نے قرآن مین نازل فرمایا اور قرآن برابر متواتر ہے اور اسمین حضرت موسیٰ و عیسیٰ
کے معجزات بھی مذکور ہین تو یہ سب قطعی متواتر ہو گئے گویا آج ہمارے سامنے اسیطرح واقع ہوتا ہی پس خلاصہ یہ نکلا کہ ان آیات مین جو معجزات اشارہ کیے
گئے ہین سب قطعی ہین اور اسی کے مثل اس زمانہ مین مکرر واقع ہونا بیفائدہ ہی اسلیے کہ جو قوم کہ متواترات پر یقین نہ لاوے وہ احمق ہی اور اگر آنکھون دیکھے
تو بھی ایمان نہ لاوے گی اسلیے کہ عقل مین تو متواتر اور سامنے ہونا دونون برابر ہین اس مضمون کو اچھی طرح سمجھ کر یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اس زمانہ مین عقل
سے بے نصیب اور کفر مین منہمک بہت ہین جو ابلیس کیطرح حماقت سے دھوکا دیتے ہین الحاصل اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو خطاب کر کے تمام امت کو قصۂ موسیٰ علیہ السلام سے عبرت و نصیحت حاصل کرنیکی تنبیہ فرمائی کہ اس قطعی متواتر واقعات پر گویا آنکھون
دیکھکر غور کرنے سے آخرت کے معاملہ مین سب شکوک و شبہات دور ہو جاتے ہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرنے مین آپکے لیے

ابوالسعود وغیرہ نے کہا یہ تو بدیہی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہی تو فی الحقیقۃ حال دریافت کرنا مقصود نہین ہوسکتا بلکہ مقصود اس
صورت مین یہ ہوتا ہی کہ خوب کان لگا کر سننے کو متوجہ ہو یعنے جیسے کسی شخص کو تازہ واقعہ سنانا منظور ہی اور وہ خوب جانتا ہی کہ میرے یارون کو
اس سے بالکل خبر نہین ہی تو کہتا ہی کہ کہیے آپ لوگون کو کچھ ملک افریقیہ کی بھی خبر ہے یعنے وہ لوگ اقرار کرین کہ نہین بلکہ آپ ہی سنا دین خطیب نے
اس تکلف کو چھوڑ کر فقط دوسرے معنے بیان کیے یعنے اے اشرف الخلق تجھے تو معاملہ موسیٰ کی خبر پہونچ چکی ہی مترجم کہتا ہی کہ خطیب نے شاید
دو وجہ سے اسی معنی پر اقتصار کیا ایک یہ کہ ایسے معنے لینے کی ضرورت کیا ہی کہ جسمین جناب باری تعالیٰ مین یہ شبہہ ہو جسکے سمجھانے کی ضرورت
پیش آوے خصوص جبکہ عرب کے مشرکین معاملہ الٰہی مین بالکل ناسمجھ تھے اور انپر کلام حق تلاوت کیا جاتا تھا دوم یہ کہ قصۂ موسیٰ و فرعون دو ہزار
برس سے متواتر چلا آتا تھا اور عرب مین بھی ایک جماعت بنی اسرائیل نے سکونت اختیار کی تھی لیکن یہ کہا جاسکتا ہی کہ متواتر فقط یہ تھا کہ زمانہ سابق
مین ضرور ایک شخص موسیٰ نے پیغمبری کا دعویٰ کیا تھا اور فرعون بادشاہ مصر کو معجزات دکھلائے اوسنے کفر و انکار کیا اور شاید انکی تفصیلی
حالات متواتر ہون پس یہان موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبری دینے کی کیفیت اور فرعون کی طرف بھیجنے اور اوسکے کفر کی کیفیت سے آگاہ فرمایا گیا لیکن
یہ امر ضروری ہی کہ فرعون کی کفر و ہلاکت کا معاملہ اور موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دکھلانے کا واقعہ ضرور متواتر تھا اور یہی عرب پر حجت ہوا
اور شک نہین ہی کہ موسیٰ و فرعون کا معاملہ تمام بنی اسرائیل مین اور دیگر یہود و نصاریٰ مین متواتر تھا اور قرآن مجید جیسے قریش و عرب
کے لیے ہدایت ہی اسیطرح ان قومون کے لیے بھی ہدایت ہی اور انپر حجت ہی اسیواسطے اگر اس زمانہ مین کوئی جاہل انکار کرے کہ موسیٰ
علیہ السلام کا عصا بدل کر اژدہا ہو جانا اور ید بیضا یعنے ہاتھ مثل چاند کے روشن ہو جانا اور دیگر معجزات جو موسیٰ علیہ السلام سے ظاہر ہونا بیان
کرتے ہو اور اسیطرح عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات جو بیان کرتے ہو اور اسی طرح چاند دو ٹکڑے ہونا وغیرہ جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
معجزات بیان کرتے ہو انکو مین کیونکر تسلیم کرون اسلیے کہ مین نے تو انکو کسی تاریخ مین نہین دیکھا ہی یا مین نے بعض تواریخ مین دیکھا
لیکن تواریخ کی کتابون مین سب طرح کی سچی و جھوٹی روایتین درج کی جاتی ہین کیونکہ تواریخ کچھ کتاب شریعت نہین ہوتی ہی کہ جسمین سواے
سچی باتون کے جو نہایت اعتماد سے ثبوت ہون کسی قسم کی دروغ آمیز بات یا ضعیف روایت بھی نہین لاتے ہین اور تاریخ مین یہ اہتمام
نہین ہوتا بلکہ تواریخ اسکا نام رکھ دیتے ہین تاکہ کسی کو دھوکا نہو اور ہر شخص یہ جان لے کہ اسکے مصنف نے اسمین ہر قسم کی روایتین
و حکایتین جو کچھ اوسکے ہاتھ آئی ہین سب جمع کر دی ہین اور دیکھنے والون کو لازم ہی کہ روایتون کو پرکھ لین اور جہان سے پتہ لکھا گیا ہو وہان سے
تحقیق کر لین مثلا تواریخ مین کسی نے لکھا کہ فلان شخص نے فلان وقت ایسا کیا تھا اور یہ بات کتاب بیہقی مین روایت ہی تو ہم کو چاہیے کہ کتاب
بیہقی مین اوسکی اسناد کو دیکھین کہ اسکی روایت کرنے والے راوی کیسے ہین پس ہمنے تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ فلان راوی ایسا شخص تھا کہ
نبیذ پیکر مست ہو جاتا اور نماز بھی کھو دیتا تھا اور فلان راوی ایسا تھا کہ وہ بادشاہ کی طرف سے خراج وصول کرنے پر فلان گانون مین مقرر تھا
اور جب وہ لوگ خراج دینے مین نادہندی کرتے تو اونکی سورین گھیر کر مسجد کے احاطہ مین بند کرتا تھا جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو ہم نے جان لیا
کہ یہ روایت قابل اعتماد نہین ہی علاوہ اسکے فقط یہی لوگ اس بات کو روایت کرنے والے ہین انکے سواے کوئی روایت کرنے والا نہین
معلوم ہوا تو یہ روایت معتبر نہ ہوئی اور تواریخ والے نے اسکو نقل کرکے کتاب بیہقی کا حوالہ دیدیا تھا کہ مین نے فلان کتاب سے نقل کی ہی پس
معلوم ہوا کہ بالاتفاق سب علماء کے نزدیک تواریخ کی کتابین اس قابل نہین ہوتی ہین کہ جو کچھ اوسمین لکھا ہی وہ سب سچ اور معتبر ہے
تو اگر اوسنے بعض تواریخ مین ان پیغمبرون کے معجزات لکھے ہوے پائے تو بھی کہتا ہی کہ ان تواریخون پر اعتماد نہین ہوسکتا ہی اور کہتا ہی کہ اگر مین

اور رازی رح نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قوم قریش کو دعوت کی تو اُنھون نے بعث وحشر ہی سے انکار کیا اور یہانتک اصرار
کیا کہ مضحکہ سے کہنے لگے۔ تلک اذًا کرۃ خاسرۃ۔ یعنے اگر کہین بعث وحشر ہو تو ہمارا بہت خسارہ ہو۔ یعنے ہم نے تو اوسکو محال سمجھکر اوسکے
واسطے خاک سامان نہین کیا ہی تو ہمارے واسطے یہ اُلٹی چال مین بہت خسارہ ہے۔ اسکو مضحکہ سے کہتے تھے۔ یہ بات آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو بہت شاق گذرتی تھی اور آپ ایسی بدیہی بات سے انکار کرنے والون ومضحکہ کرنے والون سے بہت غمناک ہوتے تھے (حتی کہ
حدیث مین وارد ہوا ہی کہ اللہ تعالے کے معاملہ مین جیسے ایذا مجھے پہونچی کسی کو نہین پہونچی) پس اللہ تعالے نے آپ کے واسطے قصہ موسی
علیہ السلام مع فرعون کے ذکر فرمایا کہ آپ بھی صبر کرین جیسے موسیٰ علیہ السلام نے صبر کیا علاوہ اسکے ظاہر کیا کہ فرعون کثرت فوج وثروت وسلطنت
مین قریش وغیرہ سے بہت قوی تھا حالانکہ جب اوسنے کفر وسرکشی پر اصرار کیا تو اللہ تعالے نے اوسکو ہلاکت مین گرفتار کرلیا تو قریش وغیرہ کو
اس سے خوف وعبرت چاہیے ہو ورنہ اللہ تعالے انکو بھی ہلاک کریگا (تفسیر کبیر) اور شیخ ابوالسعود رح وبیضاوی رح وغیرہ مین بھی یہی معنے ذکر
ہین اور مترجم کہتا ہی کہ اسمین دیگر فوائد بے شمار ہین از انجملہ یہ کہ نفس انسانی مین رعونت فرعونی ہوتی ہی اور اوسکو اپنی سرکشی مین حق کو ماننے
سے تکبر ہوتا ہی از انجملہ یہ کہ فرعون نے آخرت وحشر سے انکار کیا اور آخرت کے سامان جنت مع حور ونعمت کے اور جہنم مع عذاب ونقمت کے جسکا ح
امر ثبوت سے سنا گیا تھا فرعون احمق نے اوسکے مقابلے مین یہان بنایا اور اپنی ناسمجھی سے یہ خیال کیا کہ مین نے آخرت کی نظیر بنائی ہی حالانکہ وہ
کچھ بھی آخرت کے معنے اور ذرہ بھی کیفیت نہین سمجھا تھا۔ از انجملہ جس حماقت سے اوسنے بعث وحشر سے انکار کیا کہ یہ خاک شدہ اجسام وہڈیان
کیونکر زندہ ہونگی تو اللہ تعالے نے اوسکو آیات کبری دکھلائین ان مین سے ہر ایک ایسے تھے کہ اوسکے حواس حیران وعاجز ہوگئے اور خود اوسنے
دیکھ لیا کہ موسی علیہ السلام کی لاٹھی فی الفور اژدہا ہوگئی اور پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے اوسکو پکڑ لیا تو اوسی دم لاٹھی ہی پس باوجود
اس قدرت عظیمہ دیکھنے کے کسی احمق کو کیا مجال ہی کہ بعث وحشر سے انکار کرے حتی کہ جس سڑی ہڈی کو وہ کہتا ہی کہ یہ کیونکر جاندار ہوجاویگی
وہ آدمی کی کھوپڑی ہی اور یہان تو سوکھی لکڑی تھی وہ اژدہا ہوگئی تو لکڑی مین اس اژدہے کا کچھ بھی جزو نظر نہین آتا تھا از انجملہ جب فرعون نے
یہ معاملہ دیکھا تو یہ وقت تھا کہ جناب باری تعالے مین عاجزی کرتا لیکن اوسنے ہامان لعین سے مشورہ کیا جو اوسکے نفس خبیث سے بدتر
بدتر تھا تو نتیجہ یہ ہوا کہ پیٹھ پھیر کر مقابلہ کے لیے چلا از انجملہ یہ کہ جب وہ حق مٹانے کے مقابل ہوا تو اللہ تعالے نے اوسکو ہلاک کردیا۔ از انجملہ یہ کہ
عبرت ایسے شخص کو نصیب ہوتی ہی جو عظمت الٰہی عزوجل کے سامنے خوف کرے واضح ہو کہ یہ فوائد سرسری ظاہر ہین اور اسمین دقیق اسرار بیشمار
ہین اسیواسطے علم تفسیر مین علماء نے ظاہر بیانات پر اکتفا کرکے لکھ دیا کہ نظم کلام کے عجائب کبھی ختم ہونے والے نہین ہین یعنے درجہ بدرجہ صلاحیت
وتقوی حاصل کرو تاکہ قلب پاکیزہ ہوکر معارف سمجھنے کے لائق ہو۔ قال تعالے هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى۔ کیا تیرے پاس
آچکی ہی حدیث موسی کی ف حدیث بات اور خبر جو کسی واقعہ سے متعلق ہو ابن کثیر رح نے کہا یعنے کیا تو نے معاملہ موسی کی خبر سنی ہے (ع)
رازی وابوالسعود وغیرہ نے کہا کہ (ہل) کلمہ استفہام ہی وہ کبھی دریافت حال کے لیے آتا ہی اور کبھی اقرار کے لیے آتا ہی پس اگر اسی سورہ سے اللہ تعالے نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قصہ موسی علیہ السلام سے ابتداءً آگاہ کیا ہو تو استفہام بمعنے اول ہی یعنے کیا تجھے یہ خبر پہونچی ہی یا ہم آگاہ
کردین جسمین تسلی وعبرت کا فائدہ ہی اور اگر اس سورہ سے پہلے آپ کو یہ معاملہ معلوم تھا تو استفہام اقراری ہی یعنے کیا تجھے معاملہ موسیٰ کی خبر
پہونچ نہین چکی ہی۔ مد۔ یہان یہ وہم ہوتا ہی کہ اللہ تعالے عالم الغیب ہی وہ خوب جانتا ہی کہ اوسکے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہونچی ہی
یا نہین پہونچی تو استفہام کے اول معنے یہان کیونکر ہوسکتے ہین کہ حال دریافت کیا جاوے کہ کیا تجھے خبر مل چکی ہے یا ہم سناوین (جواب) مین

کیونکر دوبارہ پیدا کیے جاوینگے۔ عجب حماقت ہی کیونکہ بعد معرفت کے بندہ یہ سنکر تعجب کرتا ہو کہ اس کہنے والے احمق کے پاس ایک ہڈی بھی نہ تھی
بلکہ وہ خود ہی بیکار دھتا اوسکو اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیا تو وہی اوسکے ذرہ ذرہ پر صد ہزار مرتبہ قادر ہی ولیکن آدمی کو لازم ہو کہ حضرت باری تعالیٰ
ہی سے التجا کرے کہ جسطرح مجھے پیدا کیا اوسی طرح میرے اعتقاد و عمل کو بھلائی اور خوبی پر مخلوق فرما کہ تو ہی ہمارا رب ہی اور ہم تیرے بندے ہین
اور تیری ہی قبضۂ قدرت مین یہان اپنے سامان کماتے ہین اور یہان تونے یہ شان رکھی ہو کہ جو کچھ کمائی چاہے وہ پیدا کر دی جاوے کسی بات پر
جبر نہین رکھا گیا ہو حتے کہ نادانون کو یہ شبہہ ہو جاتا ہو کہ ہم نے بنا لیا اور پیدا کر لیا تو ہم بندے التجا کرتے ہین کہ جیسے تونے ہم کو اپنے حبیب رسول
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے معرفت الوہیت عطا فرمائی ہو اسیطرح ہماری کمائی ایسی ہو کہ وہ تیری مرضی و مغفرت ہو اور ہم کو ہمارے
نفس کی حماقت بھرے ہوئے تکبر سے نجات دے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی التجا قبول فرماتا ہو اور جس احمق نے اپنے نفس کے ساتھ مشورہ کیا
اور وہ محض گول ہو راہ ملأ اعلیٰ و ملک قدس سے کچھ بھی آگاہ نہین ہو بلکہ اسی زمین سے پیدا کیا گیا اور اسی زمین سے ذاتی الفت رکھتا ہو اور اسی
کے پیداوارے سے محبت کرتا اور اسی طرف رخ کیے رہتا ہو اوپر کیجانب سر اٹھانا نہین جانتا ہو بلکہ کہو تو برا مانتا ہو تو بھلا اس نفس سے اپنے لیے
پاکیزہ ہونے کا مشورہ کرنا کیسی غلطی و حماقت ہو بلکہ جیسے کسی بے وقوف سے معاملات مین مشورہ چاہو تو وہ رعونت مین بھول جاتا ہو کہ مین بھی
اس شان عالی پر ہون اور بیہودہ بدرائی کا مشورہ دیتا ہو اسیطرح نفس انسانی کا حال ہو جو کوئی اسکے مشورہ مین پڑا وہ برباد ہوا اور اسی کے آثار
اوسپر غالب ہو جاتے ہین اور وہی رعونت اسمین آجاتی ہو پھر فلاح اور پاکیزگی بہت دور ہو جیسے فرعون بادشاہ مصر نے حضرت موسیٰ
علیہ السلام کے معاملے مین یہی رعونت اختیار کی اور آخر تباہ ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اوس سے عبرت نصیحت کے لیے آگاہ فرمایا

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ اِذْهَبْ

کچھ پہونچی ہے تجکو بات موسیٰ کی جب پکارا اوسکو اوسکے ربنے پاک میدان مین جسکا نام طوی ہو جا

اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۝ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۝

فرعون کے پاس اوسنے سر اٹھایا پھر کہو تیرا جی چاہتا ہے کہ تو سنورے اور راہ بتاؤن تجکو تیرے رب کی طرف پھر تجکو ڈر ہو

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۝ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝

پھر دکھائی اوسکو وہ بڑی نشانی پھر جھٹلایا اور نہ مانا پھر چلا پیٹھ پھیر کر تلاش کرتا پھر سب کو جمع کیا پھر پکارا

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۝ اِنَّ فِيْ

تو کہا مین ہون رب تمہارا سب سے اوپر پھر پکڑا اوسکو اللہ نے سزا مین پچھلی کے اور پہلی کے بیشک

ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝ ع ۱

اسمین سوچ کی جگہ ہے جسکو ڈر ہے

خطیب رح نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ فرعون ملعون کے ساتھ ذکر فرمایا کہ جب فرعون نے کفر و انکار کیا تو باوجود اوسکی
کثرت اور قوت کے اللہ تعالیٰ نے اوسکو ہلاک کیا تو اس قصہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہو کہ اسیطرح جو قومین تجھسے منکر
ہین اونکو اللہ تعالیٰ ہلاک کریگا حالانکہ ان قومون مین یہ ثروت و کثرت نہین ہو تو فرعون کا قصہ اونکے حق مین عبرت ہونا چاہیے کیونکہ حدیث
مین ثبوت ہو کہ نیکبخت وہ ہوتا ہو جو دوسرے کا معاملہ دیکھکر اپنے واسطے عبرت حاصل کرلے یہی معنے شیخ ابن کثیر رح نے بیان فرمائے ہین

گر وپانی نہوتا تو چکر راکھ ہوجاتی اور اسی چکر کھانے سے پانی چکراتا ہو گر جانے کی فرصت نہین پاتا ہی جیسے کٹورے مین پانی ہوا ور دو گھما
جاوے تو پانی اندہی حلقہ باندھکر رہ جاویگا گرنے نہین پاویگا مترجم کہتا ہے کہ بارہا اسکا جواب دے چکا ہون کہ اٹکل فقط دھوکا
ہی۔ زمین اگر تمھارے خیال پر گردش کرتی ہو تو بھی دن رات کے ۲۴ گھنٹہ مین فقط ایکبار چکر کریگی جیسے ہیہ ایکبار پھر جاوے تو یہ ہرگز
تیزی کی گردش نہوگی کیونکہ تم قائل ہو کہ ۲۴ گھنٹہ مین ایک ہی رات دن ہوتا ہی اگر زیادہ چکر ہوں تو اوسی قدر راتین اور اوسی قدر
دن ہوجاوین کیونکہ اسی چکر سے رات دن کہتے ہو تو قطعاً ایک ہی رات دن ہوا اور یہ بہت ہی خفیف حرکت ہی اور اس صورت مین پانی کم
ٹک جانے کے لیے بہت مہلت ہی علاوہ اسکے جیسے پانی کے گرد کٹورے کا حلقہ ہی وہ اوسکو روکتا ہی تو زمین کے پانی کے لیے ایسا حلقہ کہان
ہی جو چکر کھانے مین گرنے نہین دیتا ہی۔ اور اگر کہو کہ ہوا کا حلقہ ہی تو یہ خام خیالی ہی اسلیے کہ ہم بدیہی تجربہ سے دیکھتے ہین کہ زمین کی حد تک
ہوا کا دباؤ پورا ہرگز پانی کو نہین روکتا ہی تو سمندر کے پانی کو روکنے کی کوئی وجہ نہین ہی۔ ہان ان مین سے ایک فرقے نے کہا کہ پانی اپنے
مرکز ثقل کی جانب کھنچتا ہی اور مرکز مین جذب وکشش کی قوت رکھی گئی ہی مترجم کہتا ہی کہ اس سے یہ اقرار نکل آیا کہ بعض چیزون مین قوتین
موجود ہین اور وہ عقل سے پہچانی جاتی ہین اگرچہ آنکھون سے نظر نہ آتی ہون تو اس فرقہ کا یہ کلیہ قاعدہ باطل ہوا کہ جو چیز ہم کو محسوس نہو وہ باطل ہی
اور اس نادان فرقے نے آنکھ کی قوت وغیرہ سے انکار کیا اور کہا کہ فقط خون کا گیاس ہی اور ممکن ہو کہ اوسکی مین ایسی کیاری ہو کہ پانی جاوے
تو وہ دیکھنے لگے مترجم کہتا ہو کہ یہ عجیب نادان فرقہ ہی کہ خود ہی بکثرت مختلف باتین کہتا ہی اور ہوش نہین ہوتا اور دوسرے عقلا کی نیچی باتون
سے انکار کرنے پر زبان کھولے ہوے ہے مثلاً کہا گیا کہ یہ ممکن ہی کہ خداے تعالے نے ایسا جہان پیدا کیا ہو جو ہم کو نظر نہین آتا ہی تو کہتے ہین کہ یہ
ممکن کیا معنی ہین ہم نہین دیکھتے تو نہین ہی مترجم کہتا ہی کہ دیکھو خود اسنے ممکن کہا تھا کہ انگلی سے نظر آوے۔ اب انکار کرتا ہی اور ایسی بات
کہتا ہے جو غلط ہی یعنے اگر ہوتا تو ہم کو نظر آتا اور جب نظر نہ آیا تو نہین ہی یہ عجب نادانی کی دلیل ہی اسلیے کہ بغیر دوربین کے اوسکو بہت سے
ستارے نظر نہین آئے تھے تو کیا اوسکی اسی دلیل سے یہ سب ندارد تھے اور جب اسکو نظر آئے تو موجود ہوے اسیطرح اوسکو ہمالیہ پہاڑ کی چوٹی
یا مشرقی شمالی صوبہ سیبریا نظر نہین آیا تو یہ باطل ہی۔ نہین بلکہ یہ نادان خود عقل نہین رکھتا کہ موجود ہونے کے واسطے نظر آنا ضرور نہین ہی اندھے
کو تو یہ نادان شخص بھی نظر نہین آتا ہی تو کیا یہ ندارد ہوگیا۔ پس معلوم ہوا کہ اس فرقے مین سخت نادانی ہی اور رہا مرکز ثقل کا قصہ تو یہان نہین چل
سکتا ہی کیونکہ پستی مرکز ثقل کی جہت ہی جب انسے اٹکل دور ہو تو انکو حق نظر آوے کہ اللہ تعالے جل جلالہ تمام جہان کا خالق ہی اور اوسکی قدرت
مین صد ہزار جہان کو دم مین پیدا کرنا آسان ہی اور دنیا مین کسی چیز پر اوسکی شان کا قیاس نہین ہو سکتا ہی کیونکہ سواے اوسکے کوئی خالق
موجود نہین بلکہ سب مخلوقات ہین تو خالق ہونے کے معنے عقل ایمانی سے پہچانو کہ ہر ذرہ اوسکے علم وقبضہ مین ہی اور پہلے بھی تھا اور بعد پیدا ن ظاہر ہونیکے
بھی ہی اور کبھی اوسکے قبضہ سے فارغ ہو کر مستقل نہین ہوتا ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی قیوم ہی اگر وہ قیومی نفرماوے تو یہ ذرہ فنا ہو جاوے اور کافر دل
کو دھوکا یہ ہوتا ہی کہ وہ خود کام کر لیتے ہین تو کہنے لگے کہ ہم خود مختار و مستقل ہین لیکن انکو سمجھایا گیا کہ بکثرت یہ واقع ہوتا ہی کہ جو تم چاہتے ہو وہ نتیجہ نہین
نکلتا ہی اور تدبیر مین پوری کوشش کرنے ہین ذرا بھی نہین ہارتے ہو اور جوانی سے بڑھاپے مین چلے جاتے ہو اور آخر مجبوری مرنے لگتے ہو اور مجبوری اوٹھتے ہو
اور اسیطرح ہزارون معاملات مین مانند فقیری و تونگری و علم و جہل وغیرہ کے اللہ تعالیٰ نے بندون کی مجبوری ظاہر فرمائی تو معرفت کے بعد بدحواسی
کرنا ضلالت ہی اور جب اللہ تعالیٰ کی شان قدرت وصفات قدس پہچان گیا تو اوسکو تمام معاملات مین نہایت واضح علم حاصل ہوگیا اور قیامت
قائم ہونا اوسکے نزدیک بالکل آسان ہی وہ کبھی جاہلون کیطرح ایسی وحشت وحماقت کے کلمات نہین کہیگا کہ ہم بوسیدہ ہڈیان ہو جانیکے بعد

شرح فقہ اکبر مین اسکو ایک جماعت سے نقل کیا ہو۔ تیسرا قول یہ ہو کہ وہ بھی اسی جسم کیطرح جسم ہو لیکن اللہ تعالے نے اوسکو باقی رہنے کیواسطے
آراستہ کردیا ہو تو موت کے وقت یہ جسم رہ جاتا ہو اور وہ جسم الگ ہو جاتا ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ قول کسی قابل نہین معلوم ہوتا ہو رازی رح نے
کہا کہ پھر جب معلوم ہوگیا کہ (مین) یہ جسم نہین ہو تو اس جسم کے مرجانے سے یہ لازم نہین ہو کہ آدمی معدوم ہو جاوے بلکہ حقیقت مین انسان
باقی رہا ہو اور اوسکا لباس البتہ اوتر گیا ہو۔ اس بیان سے کھُل گیا کہ قیامت سے انکار کرنے والون کے سب خیالات باطل ہوگئے اور
جسم کے سڑجانے سے اور تمام مخزہ ہوجانے سے کچھ بھی ضرر نہ ہوا جس سے تردد ہو کہ حشر کیسے ہوگا مترجم کہتا ہے کہ منکرون نے تین وجہین بیان
کی تھین (۱) اول یہ کہ جب یہی جسم آدمی ٹھہرا تو جب بھی جسم مع ترکیب کے عود کرے تو اعادہ ہوا اور معدوم کا اعادہ محال ہو (جواب) مترجم
کہتا ہو کہ معدوم کا اعادہ محال ہونا اسطرح ہو کہ جو چیز معدوم ہوئی وہ وقت اور ترکیب بعینہ لوٹنا غیر ممکن ہو اور حواس بھی یہی کہتے ہین لیکن منکر
نے جو بیان اسکو پیش کیا تو یہ اوسکا دھوکا ہو کیونکہ شرع مین یہ نہین کہا گیا ہو کہ جسدن آدمی مرا ہو اوسیدن یہی مرکب جسم بعینہ لوٹ آوے گا
بلکہ شرع نے یہ کہا کہ دنیا مین جسکا ختنہ کیا گیا تھا وہ بعث کے روز بغیر ختنہ کیا ہوا اُٹھایا جاویگا تو معلوم ہوا کہ مراد یہ ہو کہ اس آدمی کے اجزا سے
جسم مرکب کردیے جاوینگے اور یہ بات کچھ بھی اعادہ معدوم نہین جو محال ہو رہا یہ کہ کافر نے جہالت سے کہا کہ جسم میت کے اجزا و سڑ گل کے زمین
وغیرہ مین خلط ہوگئے تو انکا پہچاننا محال ہو مترجم کہتا ہو کہ اگر اس کافر کی یہ مراد ہو کہ وہ نہین پہچان سکتا ہو تو بیشک سچ کہتا ہو وہ تو اس سے
زیادہ حقیر ہو کہ اپنے بدن کی رگین پہچانے اور اگر اوسکی یہ مراد ہو کہ اللہ تعالے کے نزدیک محال ہو تو یہ کافر محض پاگل ہو اللہ تعالے کے
نزدیک نہایت آسان ہو اللہ تعالے ہی نے اوسکو پیدا کیا اور اپنے قبضۂ قدرت مین رکھا ہو خواہ دنیاوی زندگی کی حالت مین رکھا یا
کسی حالت مین رکھا اور کوئی ذرہ اسکے علم و قدرت سے باہر نہین ہو وہ جب چاہے ہزار بار جمع فرمائے اور اسیطرح کافر کا تیسرا خیال کہ
زمین کے اجزا خشک سرد ہین وہ کیسے گرم تر خون کی کیفیت پاوینگے۔ یہ خیال تو نہایت درجہ حماقت ہو اور اس کافر کی مضغۂ گوشت نے
اپنے آپکو فضیحت مین ڈالا اور ظاہر کیا کہ عقل سے بالکل بے نصیب ہے۔ اگر وہ کچھ بھی عقل رکھتا اور اللہ تعالے کی عظیم قدرت کے آثار جو عالم مین شائع
موجود ہین آدمیت کی نگاہ سے دیکھتا تو اوسکو معلوم ہوجاتا کہ اوسکا یہ کہنا محض بیحیائی اور محض حماقت ہو رازی رح نے کہا کہ سمندل کیڑا آگ مین
پیدا ہوتا اور وہین زندہ رہتا ہو پھر کیا اس احمق کے خیال مین کچھ سماتا ہو اور نعامہ (شتر مرغ) گرم لوہے کو نگل جاتا ہو اور برف مین بڑے بڑے اژدہے
پیدا ہوتے ہین پھر یہ احمق کیونکر اپنے قیاسات پر قناعت مین سوتا ہو بلکہ مترجم کہتا ہو کہ تمام عالم مین درحقیقت وہ عظیم قدرت سے ہر چیز مین
متحیر ہوگا اگر آدمیت سے نگاہ کرے اسلیے کہ وہ ہرگز نہین سمجھ سکتا کہ یہ آسمان کیا ہو اور اسمین یہ بیشمار ستارے کسقدر تحیر کرتے ہین اور
زمین کیونکر پانی کے سمندرون مین خاک کا ڈھیلا ہو اور پانی نہین ٹپکتا حالانکہ دریاؤن مین ہر وقت بہتا رہتا ہو اور جن کافرون نے یہان
زمین کی نسبت حماقت آمیز انٹکلین دوڑائی ہین اللہ بےشرمی کو مات کیا ہو اگر اونکو کہتے ہوئے شرم نہین آتی تو اونکی باتین مارے شرم کے
بادہوائی ہوئی جاتی ہین اور جس قوم نے جدال و جھگڑا اختیار کیا وہ گمراہی مین تحت الثری کو چلی جاتی ہو جیسے ایکنے کہا کہ آفتاب بالکل سیاہ ہو
کہا گیا کہ یہ تو دیکھنے کے خلاف ہو کہا کہ نہین کیونکہ آفتاب جب نظر کرو تو آنکھ کی روشنی اسکی روشنی کے مقابلے مین دھندلاتی ہو اور اسکی اصلی ظلمت نظر نہین آتی ہو اسکے
سیاہی پر جب روغن ہو تو نہایت سیاہ ہونے سے چمکدار ہوجاتی ہو۔ بھلا ایسے شخص کی باتون کے جواب مین عقلمند کیا کہیگا اسیطرح اس زمانے
مین ایک قوم دہریہ نے اسی قوم کی باتین نکالی ہین مثلاً کہا کہ زمین کے کرہ مین بہت کم خشکی ہو اور گرد و پیش بہت زیادہ پانی ہو پھر خشکی اس
پانی سے گلتی ہو اور نہ پانی ٹپک کر فنا ہوتا ہو اسکی وجہ یہ ہو کہ زمین اس زور سے تیزی کے ساتھ چکر کھاتی ہو کہ خشکی سوکھتی چلی جاتی ہو اگر اسکے

اس سے گرم تر آدمی کیونکر پیدا ہوگا یہ اون لوگون کے دلائل ہین جو کہتے ہین کہ حشر مین اعادہ محال ہے۔ مترجم کہتا ہو کہ رازی رح نے آیندہ اسکے جوابات دیے ہین چنانچہ بیان آتا ہو لیکن مترجم کہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جسکو کچھ بھی عقل عطا فرمائی ہو اوسکے نزدیک یہ اوہام محض احمق جانورون کے اوہام ہین بلکہ واللہ جانورون مین اپنے رب عزوجل کی عظمت قدرت کی معرفت اس سے بہت زیادہ ہو اور یہ اوہام ان جانورون سے بدرجہا بدتر ہین ہرگز اس قابل نہین ہین کہ کوئی شخص انکے جواب کی جانب توجہ کرے جیسے عاقل لوگ دیوانہ پاگل کی باتون کی طرف لحاظ نہین کرتے ہین امام رازی رح نے اُنکی دلیل کا اور ہر ایک وجہ کا علیحدہ علیحدہ رد کر دیا (جواب) یہ کہ تم نے دلیل اس بنیاد پر چلائی کہ انسان اسی جسم کا نام ہو اور (مین) اسیکو کہتے ہین۔ یہ محض غلط ہو کیونکہ (اول) تو اگر مین اسی جسمی صورت کا نام ہوتا تو جب وہ بیماری سے لاغر ہو کر بھیانک صورت ہوگیا اور اوسکا گوشت پوست گل گیا ہو یا اوسکے ہاتھ پاؤن ناک کان کاٹ ڈالے گئے تو چاہیے کہ مین کتنے مین بھی اسی قدر کمی ہوجائے بلکہ (مین) کہنا مٹ جاوے کیونکہ وہ شکل ہی باقی نہین رہی ہو بلکہ جسوقت بچہ پن مین وہ اس جسم متشکل کو (مین) کہتا تھا تو بڑھاپے مین ہرگز (مین) کہنا ممکن نہو اسلیے کہ جسنے اوسکو بچہ پن مین دیکھا تھا وہ بڑھاپے مین ہرگز اس (مین) کو دیکھ نہین پہچان سکتا ہو اسقدر تغیر و تبدل ہوگیا ہو حالانکہ (مین) کہنا بچہ پن سے مرتے دم تک یکسان موجود ہو تو قطعاً معلوم ہوگیا کہ انسان (مین) فقط یہی جسم اس وضع و شکل سے نہین ہو (دوم) یہ کہ انسان بعض اوقات مین مثلاً اپنے دشمن سے مقابلہ کرنے کے خیال مین بالکل اپنے جسم ظاہری و اعضاے ظاہری بلکہ اعضاے باطنی سب سے غافل ہوتا ہو اور ہمہ تن وہ مستغرق ہوتا ہو کہ مین نے اوسکو اسطرح مارا۔ یہ (مین) بلاشبہ خود جو اور جسم وغیرہ کسیکا تصور نہین ہو تو یہ کہنا محض غلط ہو کہ وہ مین سے اسی جسم کی طرف اشارہ کرتا ہو اسلیے کہ اگر یہی جسم (مین) ہوتا تو اوسنے تصور ثابت کیا اور وہ بالکل غافل تھا تو اوسنے کچھ تصور نہین کیا پس یہ محال ہو کہ ایک ہی چیز کی تصویر اوسکے خیال مین موجود ہو اور نہو پس معلوم ہوگیا کہ (مین) فقط یہ جسم نہین ہو مترجم کہتا ہے کہ کافرون نے فقط اسی جسم کو اسلیے (مین) قرار دیا کہ وہ انسانیت سے خارج ہو اور فقط اسی جسم کا نام رہ گیا ہو اور یہ صحیح ہو کیونکہ نفس اسی جسم کی طبیعت کا نام ہو اور کفار فقط نفس کے تابع ہین اور اوسکو جہنم کے واسطے آراستہ کرتے ہین اور اگر روح و عقل کے تابع کرتے تو یہ جسم بھی جنت مین راحت پاتا فافہم رازی رح نے کہا کہ نظر حقیقت سے دیکھو تو (مین) سے مراد دوسری ہو اور اسمین تین احتمالات ہین (اول) یہ کہ (مین) یہ جسم کہنا باطل ہو لیکن وہ ایک چیز ہے جو بذات خود مستقل ہو وہ مادی جسم نہین ہو اور یہی بہت سے فلاسفہ و مسلمانون نے اختیار کیا ہو مترجم کہتا ہو کہ مقصود یہ کہ انسان (مین) روح ہو اور یہ جسم اوسکے تابع ہو لیکن روح کی کنہ ماہیت و حقیقت نہین معلوم ہوسکتی ہو اور اوسکا علم ہم کو اوسکے موجود ہونے سے حاصل ہو کیونکہ (مین) بدون جسم کے ثابت ہو تو ضرور سواے جسم کے ایک مستقل چیز ہے۔ اور شرع مین بھی جب یہود نے روح کو پوچھا تو اونکو جواب دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق عالم امر سے ہے اور تم لوگون کو علم اسقدر نہین ہو کہ تم اوسکو جان جاؤ۔ شیخ المشائخ مولانا ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعض کتب مین افادہ فرمایا ہو کہ روح کا علم اکابر اولیاء کو حاصل ہوتا ہو اور اوسکے موافق شیخ الشیرازی رح نے عرائس مین لکھا ہو بالجملہ یہ قول قوی ہو رازی رح نے لکھا کہ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ بھی ایک جسم لطیف نوری ہو جو اس جسم سے ذات مین جدا ہو اور موت سے بربادی فقط اس جسم کو ہوتی ہو اور وہ جسم نوری دنیاوی خلقت مین اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس جسم کے اندر اسطرح پھیلا ہوا ہو جیسے تلی مین تیل ہو اور انگارے مین آگ ہو اور پھول مین گلاب ہو پھر جب یہ جسم مرتا ہے تو وہ جوہر بذات خود باقی رہتا ہے ولیکن سعادت کی صورت مین ایمانی معرفت رکھتا ہو اور شقاوت کی صورت مین خالی ہو اور اسی قابل ہو مترجم کہتا ہو کہ علی قاری رح نے

میدان ہو۔ سفیان ثوریؒ نے کہا کہ ساہرہ زمین شام ہو **اقول** شاید اس وجہ سے یہ تفسیر فرمائی ہو کہ محشر زمین شام ہوگی جیسا کہ مشہور ہو واللہ تعالیٰ اعلم
عثمان بن ابی العالیہ نے کہا کہ ساہرہ زمین بیت المقدس ہو۔ وہب بن منبہ نے کہا کہ بیت المقدس کے ایک جانب ایک پہاڑ کا نام ساہرہ ہو اور قتادہ
نے کہا کہ ساہرہ جہنم ہو **اقول** یعنے اللہ تعالیٰ انکو ایک غضب کی جھڑکی دیگا تو زندہ ہو کر جہنم مین جا پڑینگے **شیخ ابن کثیرؒ** نے کہا کہ یہ اقوال سب
غریب ہین صحیح ایک قول ہے کہ ساہرہ روے زمین کا نام ہو اور یہی صحیح ہو مترجم کہتا ہے کہ یہود وغیرہ نے بیت المقدس کے گرد بلحاظ اس امر کے کہ وہ زمین
محشر ہے ایک جانب جنگل کا نام وادی جہنم رکھا ہو اسیطرح غالبا ساہرہ بھی ایک پہاڑ کا نام رکھا ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔ ابن ابی حاتم نے کہا
کہ حدثنا علی بن الحسین حدثنا حرز بن المبارک شیخ صالح حدثنا البشر بن السری حدثنا مصعب بن ثابت عن ابی حازم عن سہل بن سعد الساعدی
قولہ تعالیٰ فاذا ہم بالساہرۃ قال ارض بیضاء عفراء خالیۃ کالخبز النقی یعنے اس اسناد سے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے ساہرہ کی تفسیر مین کہا
کہ زمین پاکیزہ بے نباتات وبے نشان جیسے میدہ کی روٹی **اقول** یعنے ایسی زمین پر یہ لوگ اول سے آخر تک زندہ ہو کر حاضر ہونگے
ربیع بن انس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات وبرزوا للہ الواحد القہار جس دن اللہ تعالیٰ اس زمین کی
جگہ دوسری زمین بدل دیگا اور آسمانون کو بدلیگا اور مخلوقات اپنے رب اللہ الواحد القہار کے حضور مین حاضر ہونگے ۔ع۔ اور کہا کہ وہ زمین
ظاہر ہوگی جسپر پہاڑ نہین وہ اس زمین مین شمار نہین اور اوسپر گناہ نہین کیے گئے اور نہ خون بہایا گیا ہو (تفسیر ابن کثیرؒ) مترجم کہتا ہو کہ درحقیقت
وہ زمین ظاہر ہوگی جو نور رب العزۃ جل جلالہ برداشت کرنیکی طاقت رکھتی ہو پس زمین کی تبدیل اسی صفت سے ہوگی اور اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہو اور ربیعؒ
کی یہ مراد نہین ہو کہ یہ پہاڑ کسی دوسری زمین پر قائم ہین جیسے ظاہر مین وہم ہوتا ہو اسلیے کہ خود ربیعؒ نے پہاڑون کا ریزہ ریزہ ہو کر مٹ جانا آیت
سے ذکر کیا ہو واللہ تعالیٰ اعلم (م ع س) واضح ہو کہ امام رازیؒ نے یہان اپنی عادت کے موافق کچھ دلائل عقلیہ ذکر کیے اور مین نے چاہا کہ انکو بھی
خواہ مخواہ نقل کر دون اسلیے کہ معرفت عقلیہ روحانیہ مترجم نے ایسے لطافت سے ذکر کر دی کہ اہل ایمان کے قلوب اسکو سمجھکر مطمئن اور فرحت مین ہو جاوینگے
لیکن یہ بات موقوف ہو کہ آدمی مین عقل روحانیہ موجود ہو یعنے صدق دل سے اوسمین ایمان حاصل ہو حالانکہ دنیا مین بکثرت ایسے لوگ موجود ہین جو
عقل جسمانیہ رکھتے ہین جو اسی مجموعۂ حواس کا نام ہو تو اونکو معارف کی سمجھ نہین ہو رازیؒ ان فوائد کو مسائل کی سرخی سے لکھتے ہین اسیطرح مین بھی
لکھتا ہون **مسئلہ** امام حمزہ وعاصم کی قرارت (ناخرہ) بالف ہو اور باقیون کی قرارت (نخرہ) بلا الف ہو اور کسائیؒ سے دونون روایتین ہین
ابو عبیدہ محدث لغوی عالم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہم نے جمیع احادیث وآثار کو دیکھا جنمین عظام نخرہ مذکور ہو تو ہم نے کسی مین ناخرہ کا لفظ نہین
پایا اسلیے ہم نخرہ پڑھنا پسند کرتے ہین ولیکن لغات مین ناخرہ بھی صحیح ہو **اخفش وفراءؒ** نے کہا کہ دونون کے معنے متحد ہین **مسئلہ** جس طرح مشرکین نے
اعادۂ آخرت مین اپنے زعم مین استحالہ سمجھا ہو اسیطرح احمق فلسفی بھی محال سمجھتے ہین **اقول شیخ ابو علی سینا** نے اواخر شفا مین کہا کہ ہم لوگون کے پاس حشر
جسمانی کی دلیل نہین ہو لیکن چونکہ مخبر صادق (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے خبر دی ہو اسلیے ہم مان لیتے ہین ۔ع۔ رازیؒ نے کہا کہ یہ لوگ معدوم سمجھکر اعادہ
محال کہتے ہین اور اسپر چند اوہام کو اپنے نزدیک دلیل بنا کر لاتے ہین (تقریر دلیل) ہر شخص جو یہ لفظ کہتا ہو کہ (مین) اپنی طرف اشارہ کرتا ہو تو (مین) بھی جسم ہو
اسیطرح مرکب موجود ہو اور جب مرا تو یہ ترکیب ومزاج مٹ گیا پھر اوسکا اعادہ ہونا محال ہو اور محال ہونے کے چند وجوہ ہین (وجہ اول) یہ کہ
دوبارہ پیدا ہونے مین وہی (مین) جب ہوگا کہ وہی ترکیب ومزاج آجاوے اور وہ معدوم ہوگیا تھا اور معدوم بالکل وہی موجود ہونا ہماری عقل مین
محال ہو تو وہی موجود ہونا محال ٹھہرا (وجہ دوم) یہ کہ جسم کے خاکی اجزا خاک مین مل گئے اور ہوائی ہوا مین اور آبی اجزا پانی مین اور آتشی آگ مین خلط
ہوگئے تو پھر وہ اجزا کیونکر پہچان کر جدا کیے جاوینگے یہ تو ہمارے نزدیک محال کام ہو (وجہ سوم) یہ ہو کہ جب جسم خاک ہوگیا تو سرد وخشک ہوگیا پھر

کہ حافرہ نئی زندگی اور مطلب واحد ہی خطیب وف وغیرہ ناخرہ کی تفسیر مین ابن عباس ومجاہد وقتادہ رح نے کہا یعنے سڑی ہوئی - ایک قرأت مین ناخرہ آیا ہی - ابن عباس نے کہا کہ ہڈی جب بوسیدہ ہوکر کھوکھل ہوجاوے جسمین ہوا سماوے یعنے نخر کرے اور نخر آواز ہوتی ہی فتح البیان مین ہی کہ لذا کنا - بدون استفہام بھی پڑھا گیا ہی ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ومحمد بن کعب وعکرمہ وسعید بن جبیر وابومالک وسدی وقتادہ رحمہم اللہ تعالے نے کہا کہ الحافرہ بعد موت کے زندگی ہی - یعنے کافرون نے کہا کہ کیا بھلا ہم لوگ بعد موت کے زندہ کیے جاوینگے اقول یعنے جیسے ابتداے پیدائش مین زندہ کیے گئے کیا دوبارہ پھر اسی حالت پر لوٹا لیے جاوینگے - م - ابن زید رح نے کہا کہ حافرہ جہنم ہی اور جہنم کے بہت نام ہین - النار - والجحیم - وسقر - وجہنم - والہاویہ - والحافرہ - اور لظی والحطمہ اقول بعض نے قول ابن زید کے واسطے یہ استدلال کیا کہ اگر زندگی مراد ہو تو اسمین کوئی بربادی وخسارت نہین - حالانکہ کافرون نے کہا - تلک اذا کرۃ خاسرۃ - یعنے یہ لوٹنا تو بربادی ہی اسلیے کہ حافرہ سے جو جہنم ہے یعنے کافرون نے کہا کہ کیا ہم لوگ جہنم مین ڈالے جاوینگے اگر ایسا ہو تو ہمارا دوبارہ زندہ ہونا بڑی خرابی ہی امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ - قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ یعنے کافرون نے کہا کہ اگر ایسا ہو تو یہ کرت یعنے واپسی محض خسارت وبربادی ہی ف محمد بن کعب القرظی رح نے کہا کہ قریش نے کہا کہ اگر ایسا ہو کہ ہم لوگون کے مرجانے کے بعد اللہ تعالے ہم کو دوبارہ زندگی مین لوٹا دے تو ہم لوگ خسارہ مین پڑے - اللہ تعالے نے فرمایا فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ - پس یہ تو جھڑکی ہی ایک پس یکایک وہ زمین پر موجود ہونگے ف یعنے اللہ تعالے نے قریش کا یہ قول رد کردیا کہ یہ لوگ کس بات کو محال سمجھتے ہین کیونکہ یہ تو ایک ہی بار کی جھڑکی (نفخہ صور) ہوگی کہ فوراً نظر آویگا کہ سب زمین کے اوپر میدان ہموار مین کھڑے ہین یعنے انکا دوبارہ پیدا ہونا صرف اللہ تعالے کا ایک حکم ہی جسوقت اوسنے حکم دیا اور اسرافیل م نے صور مین پکارا کہ اے اجسام خاک شدہ اور اے سڑی ہوئی ہڈیان تمکو رب تبارک وتعالے حکم دیتا ہی کہ فیصلۂ حق کے واسطے حاضر ہو بس ہرگز تاخیر نہین ہوسکتی اور نہ کوئی مانع ہوسکتا ہی بلکہ فوراً وہ سامنے ہموار میدان مین زندہ ہوکر اُٹھ کھڑے ہونگے کما قال تعالے فاذا ہم قیام ینظرون یکایک دکھلائی دیگا کہ مخلوقات وہ کھڑے ہوے ادھر اُدھر نگاہ کرتے ہین - م - کیونکہ اوسوقت ہولناک منظر شروع ہوگا اور شاید اول مین باہم ملکر سوالات کرین اور ہنوز اس سے فراغت نہوگی کہ ظہور عظمت وکبریا شروع ہوگا تو آسمان وغیرہ کسی مخلوق کو تاب نہوگی آسمان پھٹ جاویگا اور پہاڑ اُڑ جاوینگے قال تعالے یوم یدعوکم فتستجیبون بحمدہ وتظنون ان لبثتم الا قلیلا جس دن اللہ تعالے تم کو پکاریگا تو تم لوگ اوسکی حمد وثنا کرتے ہوے حاضر ہوجاؤگے اور تمھارا گمان یہ ہوگا کہ تم بہت تھوڑی دیر ٹھہرے تھے - م - قال تعالے وما امر الساعۃ الا واحدۃ الخ ہمارا حکم یہی ایک ہی جیسے پلک مارنا - م - بالجملہ ارادۂ الٰہی جس چیز سے متعلق ہو وہ پلک مارنے مین موجود ہوگی اور پلک مارنا صرف محاورہ ہی کیونکہ بندون مین نہایت جلدی بغیر تاخیر یہ کہ پلک مارتے کام ہوجاوے - مجاہد رح نے کہا کہ (زجرۃ واحدۃ) یعنے صیحۃ واحدۃ یعنے زور سے ایک آواز ہی (یہ آواز صور دوم ہی) ابراہیم تیمی رح نے کہا کہ اللہ تعالے اپنا غضب اول روز کامل ظاہر فرماویگا جس دن اون کو قیامت مین زندہ فرماویگا اور حسن بصری رح نے کہا کہ (زجرۃ من الغضب) یعنے غضب سے ایک جھڑکی ہوگی - مترجم کہتا ہی کہ یہ زجر دوبارہ صور ہی اور یہ ضرور نہین کہ غضب کے ساتھ ہو اسلیے کہ اس نفخہ مین انبیا واولیا بھی پیدا کیے جاوینگے اور جسطرح اوس روز اللہ تعالے کا غضب کافرون پر کامل ظاہر ہوگا اوسیطرح اوس روز اللہ تعالے کا رحم بھی بر وجہ کمال اپنے نیک بندون پر ہوگا ولللہ الحمد والمنۃ - ابو مالک و ربیع بن انس نے کہا کہ زجرۃ واحدۃ دوسرا نفخہ صور ہی اور ابن عباس رض نے کہا کہ (بالساہرۃ) زمین ہی یہی سعید بن جبیر وقتادہ وابو صالح رحمہم اللہ تعالے تابعین کا قول ہی عکرمہ وحسن بصری وضحاک وابن زید رحمہم اللہ تعالے نے کہا کہ ساہرہ روے زمین ہی یعنے زمین کے بالائی رخ کو ساہرہ کہتے ہین مجاہد رح نے کہا کہ زمین کے نیچے تھے اونکو زمین کے اوپر نکال لیا اور ساہرہ ہموار

روایت کیا ہی مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ قول ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہو واللہ تعالٰی اعلم۔ بالجملہ اللہ تعالٰی نے آگاہ فرمایا کہ قسم نازعات وغیرہ کی کہ ضرور قیامت آنا برحق ہی جس دن کہ راجفہ اور اوسکے پیچھے رادفہ ہی۔ قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ۔ یعنے اس روز جب یہ ہولناک معاملہ واقع ہوگا تو بہت سے قلوب خوف زدہ دھڑکتے ہونگے اونکی آنکھین ذلیل ہونگی۔ ابن عباس ومجاہد وغیرہ نے کہا کہ واجفہ یعنے خوف زدہ (ابن کثیر) اور جمہور مفسرین نے کہا کہ واجفہ یعنے دھڑکتے ہونگے۔ وجف اصل مین دل کی اضطرابی اور دھڑکنے کو کہتے ہین۔ اور ان دلون کی آنکھین ذلت وخواری کے ساتھ ہونگی جیسے قولہ تعالٰی خاشعین من الذل یعنے ذلت سے گڑگڑاتے ہوے ہونگے بعض نے لکھا کہ انکی آنکھین ذلت سے نیچی ہونگی۔ مترجم نے اسکو اسلیے نہین لیا کہ کفار کی آنکھون سے اسوقت ذلت برستی ہوگی لیکن خوف کے مارے ہولناک منظر کی طرف آنکھین لڑی ہونگی پلک تک نہین جھپکیگی جیسے دوسری آیت مین مصرح ہی عطاءؒ نے کہا کہ ان دلون سے اور ان آنکھون سے وہ لوگ مراد ہین جو دنیا مین دین اسلام کے سوائے کسی دین پر مرے ہین۔ یہی قول ہی اور دلیل یہ کہ بیان انھین لوگون کا ہی جو قیامت وبعث سے منکر ہین۔ اگر کوئی کہے کہ اہل کتاب بھی دین اسلام پر نہین ہین حالانکہ وہ لوگ قیامت سے انکار نہین کرتے ہین تو وہ کیونکر شامل ہوے (جواب) یہ ہی کہ اہل کتاب یہود ونصاری کوئی بھی فی الحقیقۃ دین اسلام کے مطابق قیامت وآخرت کا اقرار نہین کرتے ہین اور جس طرح اقرار کرتے ہین وہ انکار کے برابر ہی اور یہ بات قطعی ہی کیونکہ اللہ تعالٰی نے اہل کتاب کے حق مین حکم دیا کہ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر الآیہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اہل کتاب اللہ تعالٰی کی الوہیت پر ایمان نہین رکھتے ہین اور نہ روز قیامت پر ایمان رکھتے ہین پس معلوم ہوگیا کہ جو کوئی سوائے اسلام کے مرا ہے وہ قیامت کے روز ذلت وخواری مین خوف زدہ ہوگا۔ اللہ تعالٰی نے قیامت سے انکار کرنے والون کا خیال بیان فرمایا القولہ تعالٰی يَقُولُونَ ءَاِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ کہتے ہین کہ بھلا کیا ہم لوگ اُلٹے پانون لوٹائے جاوینگے ف حالانکہ اونکے نزدیک یہ بات بعید وعجیب ہی خصوصًا جبکہ مر کے سڑ چکے۔ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً۔ کیا بھلا اوس وقت جبکہ ہم لوگ ہو چکے ہون ہڈیاں سڑی ف یہ اونکی تعجب کے قابل ہی۔ عرب کے نزدیک حافرہ نام ہے اوّل وابتداء کا چنانچہ اسکے محاورات معروف ہین پس جب مشرکون سے کہا جاتا کہ تم جو کچھ دنیا مین اعمال کماتے ہو یہ مت سمجھو کہ جب تک جیے تب تک جو کچھ چاہا کرتے رہے اور مرے تو مٹ گئے بلکہ اللہ تعالٰی نے تم کو دنیا مین پیدا کیا اور جو کچھ یہان سے کمائی کر کے لیجاؤ وہ تم کو دوسرے جہان مین سب ملیگا۔ وہان زندہ کیے جاؤ گے اور نیک وبد اعمال کے بدلے پاؤ گے۔ یہ سنکر کفار ومنکرین کہتے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہی اول تو یہ الٹی چال ہی کیا ہی لوگ بوڑھاپے وموت کے بعد ابتدائی حالت یعنے حافرہ مین رد کیے جاوینگے یعنے پھیرے جاوینگے یعنے یہ غیر ممکن ہی کبھی بوڑھا لوٹ کر بچہ نہین ہو گیا۔ ہم نے اسکی نظیر دنیا مین نہین دیکھی ہی اور دوم یہ محال ہی اسلیے کہ جب ہماری یہ حالت ہوئی کہ ہڈیاں سڑ کر ریزہ ہو گئین تو وہ کیونکر زندہ ہو سکتی ہین شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالٰی نے لکھا کہ مجاہدؒ نے کہا کہ حافرہ قبر ہے (درمنثور) اور معنی یہ کہ کیسے بہت بعید سمجھتے اور کہتے کہ بھلا کیا ہم لوگ موت کے بعد قبرون مین دوبارہ زندہ کر دیے جاوینگے۔ یہی امام نحوی خلیلؒ وفراءؒ نے بیان کیا ہی بعض نے کہا کہ حافرہ یعنے فی الحال موجود اور مراد دنیا ہی اور معنی یہ کہ ہم لوگ دنیا مین لوٹائے جاوینگے مترجم کہتا ہی کہ کافرون سے یہ کبھی نہین کہا گیا کہ تم لوگ دنیا مین لوٹائے جاؤ گے بلکہ اس سے انکار ہوا کہ کبھی دنیا مین نہین آنے پاؤ گے جیسے ہندو لوگ تناسخ کے قائل ہین اور یہ خیال بہت سے کنجڑون کبڑیون ڈفالیون کی گمراہی سے پھیلا ہوا ہی اور یہ بالکل شیطان نے راہ ماری ہی اس ملک کے ڈفالی کمبختون نے ان عوام مین یہ خیال پھیلایا کہ چالیسوین روز روح جس صورت مین چاہے لگائے پس یہ کمبخت لوگ ڈفالی سے درخواست کرتے ہین کہ اوسکو پرند کی صورت مین کر دیا جیسے اوسکی خواہش ہو اور یہ بالکل کفر وجہالت وحماقت ہی نعوذ باللہ من ذلک۔ ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ حافرہ زندگی ایک روایت

اور یہ اول بار صور پھونکنے سے ہوگا یا یہ ہر شخص کی جان نکلنے کا وقت ہے اور رادفہ دوسری بار صور پھونکنے سے زندہ ہو کر اُٹھنے کا وقت ہے
۔ع۔ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ راجفہ و رادفہ دونوں نفخۂ صور ہیں اول راجفہ ہے اور دوم رادفہ ہے یہی مجاہد و حسن و
قتادہ و ضحاک وغیرہم نے بیان کیا ہے مجاہدؒ نے کہا یوم ترجف الراجفۃ۔ جیسے قولہ تعالے یوم ترجف الارض والجبال ۔ع۔ یعنے جس روز کانپیگی
زمین اور پہاڑ ۔ع۔ اور قولہ تتبعها الرادفۃ۔ جیسے قولہ تعالے حملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ۔ یعنے زمین و پہاڑ اُٹھا کر ایک بار
کوفتہ کر دیے جاوینگے ۔ع۔ (تفسیر ابن کثیرؒ) ابن عباسؓ نے کہا کہ راجفہ پہلا نفخہ ہے جس سے سب خلائق مرجاوینگی۔ اور اوسکے پیچھے
رادفہ ہے۔ یہ دوسرا نفخۂ صور ہے جس سے سب خلائق زندہ ہو کر اُٹھ کھڑی ہونگی۔ واضح ہو کہ دونوں نفخہ کے درمیان چالیس برس کا فرق
ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن علماءؒ نے قسم کا جواب محذوف مانا یعنے قسم ہے نازعات وغیرہ کی کہ تم لوگ ضرور دوبارہ زندہ اُٹھائے جاؤگے
یوم ترجف الخ جسدن کہ راجفہ آویگی اوسکے پیچھے رادفہ ہے سوال راجفہ بعث نہیں بلکہ رادفہ ہے جواب یوم بمعنے وقت بہت آتا ہے اور اوسکے
نظائر بہت گزر چکے ہیں اور یہ وقت دونوں نفخہ کے زمانہ کو شامل ہے اقول اول نفخہ کو شامل کرنے میں لطیفہ یہ ہے کہ اول نفخہ ہولناک قیامت
کا نمونہ ہے اسلیے کہ اول نفخہ اسوقت واقع ہوگا جب تمام مخلوقات جنکو پیدا کرنا اللہ تعالے نے مقدر فرمایا ہے سب وجود میں ظاہر ہو جاوینگی اور اسوقت
کوئی مخلوق اللہ تعالے کا نام لینے والا نہ ہوگا تو معاصی ہر طرف سے محیط ہونگے اور اُن پر نفخۂ صور سے موت طاری ہوگی اسیواسطے اوسکو راجفہ
کہتے ہیں یعنے سخت زلزلہ و اضطراب والی۔ چونکہ اسکے پیچھے دوسرا نفخہ لگا ہوا ہے اسلیے اوسکو رادفہ کہتے ہیں اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے۔ ابن زیدؒ
نے کہا کہ راجفہ زمین ہے اور رادفہ قیامت ہے اقول گویا زمین کو زلزلہ ہوگا اور شق ہو کر مخلوق خارج ہوگی اور ہنوز یہ لوگ باتوں سے فارغ نہونگے کہ
اوسوقت حضور رب العالمین کے لیے حاضر ہونیکا سامان شروع ہوگا اور آسمان شق ہوگا اور پہاڑ اُڑینگے اور ہولناک منظر نظر آنے لگیگا اور یہی
رادفہ ہے واللہ اعلم مجاہدؒ سے روایت ہے کہ راجفہ زلزلہ ہے اور رادفہ صیحہ ہے خطیبؒ نے لکھا کہ راجفہ بھی صیحہ ہے اور صیحہ بمعنے آواز سخت ہے اور مراد یہ کہ صور کی
آواز سخت ہوگی جس سے ہر چیز کو زلزلہ و لرزہ ہوگا اور سب مخلوقات مرجاویگی اور اسکے بعد رادفہ صرف آواز صور ہے جو اول نفخہ سے چالیس برس
بعد ہوگی۔ قتادہؒ نے کہا کہ یہ دوبارہ آواز سخت ہے پس اول سے تو ہر موجود چیز مرجاویگی اور دوسرے سے ہر چیز زندہ ہو جاویگی اور یہ سب اللہ تعالے
کی قدرت سے ہوگا عطاءؒ نے کہا کہ راجفہ قیامت ہے اور رادفہ زندہ ہو کر اُٹھنا مترجم کہتا ہے کہ قیامت اسطرح قائم ہوگی کہ موجودہ مخلوقات مرجاوے
تو یہ پہلے نفخہ کو شامل ہے اور رادفہ بعث ہے اور شاید موافق قول ابن زید کے ہو واللہ تعالے اعلم واضح ہو کہ قیامت درحقیقت ہر شخص کے لیے اُسکی
موت ہے ایک تو اسلیے کہ دنیا اوسکے حق میں صرف موت تک ہے اور باقی اوسکو دنیا سے کچھ کام نہیں ہے اور دوم اسلیے کہ موت چھوٹی قیامت ہے
کہ موت سے اوسکے بدن کو سخت رنج ہوگا اوسکا خاکی جسم خراب ہوگا اور ہڈیاں جو بمنزلہ پہاڑ ہیں سب خاک ہو جاوینگی اسیواسطے حدیث
ابی بن کعب رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جب تہائی رات (ایک روایت میں چوتھائی رات) جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر فرماتے کہ اے لوگو
اللہ تعالے کو یاد کرو۔ راجفہ آگئی اوسکے پیچھے رادفہ ہے موت اپنے سامان کے ساتھ آگئی۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر میں اپنے سب
وقت میں آپ پر درود ہی پڑھا کروں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو ایسا کرے گا تو اللہ تعالے تیری دنیا و آخرت کی فکروں سے تجھے کفایت فرماویگا
اس حدیث کو امام احمد و ترمذی و ابن جریر و ابن ابی حاتم و حاکم وغیرہ نے روایت کیا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ زمین کو سخت زلزلہ آوے گا اور لوگوں سمیت لرزے گی یہی اللہ تعالے فرماتا ہے کہ یوم ترجف الراجفۃ تتبعها الرادفۃ۔ زمین اسطرح
کانپے گی جیسے سمندر میں کشتی اپنے آدمیوں سمیت تہ و بالا ہوتی ہے جیسے لٹکتی ہوئی قندیل ہوتی ہے اس حدیث کو ابن مردویہ و ابوالشیخ و دیلمیؒ

رضی اللہ عنہ نے وصیت پوری کردی۔ اسیطرح ذہبیؒ نے میزان مین ذکر کیا کہ نصر بن مرزوق اور جعفر بن محمد الرستغنی نے اسمٰعیل بن مسلمہ القعنبی سے روایت کی کہ مین نے حسن بن ابی جعفر کو انکی موت کے بعد خواب مین دیکھا تو مجھ سے فرمایا کہ ایوب اور یونس و ابن عون سب جنت مین ہین مین نے پوچھا پھر عمرو بن عبید کہان ہی تو فرمایا کہ وہ جہنم مین ہی مین نے خواب سے بیدار ہو کر اس خواب مین فکر کی اور خاموش رہا پھر مین نے دوسری رات مین حسن بن ابی جعفرؒ کو خواب مین دیکھا تو پھر انھون نے مثل اول مرتبہ کے مجھ سے بیان کیا مین اس مرتبہ بھی اس خواب سے خاموش رہا اتفاق سے مین نے تیسری رات بھی انکو خواب مین دیکھا اور حال دریافت کیا تو انھون نے مثل اول و دوم کے مجھسے بیان کیا اور عمرو بن عبید کو پوچھا تو بھی اوسیطرح بیان کر کے کہا کہ اے شخص کب تک مین تجھسے بیان کرتا رہون مترجم کہتا ہی کہ نصر بن مرزوق اولیاے محدثین مین سے امام طحاویؒ کے اوستاذ ہین اور جعفر بن محمد بھی ثقہ ہین اور امام بخاری وغیرہ کے اوستاذ عبداللہ بن مسلمہ القعنبی معروف صاحب کرامت ولی کے بڑے بھائی اسمعیل بن مسلمہ القعنبی ولی مشہور ہین اور حسن بن ابی جعفر مشہور بزرگ ہین اور ایوب سختیانی اور یونس و عبداللہ بن عون سب ثقات اولیاے محدثین سے ہین اور عمرو بن عبید نے معتزلی عقیدہ اختیار کر کے گمراہی نہ چھوڑی نعوذ باللہ من الضلالۃ۔ مومل بن اسمعیل ثقہ نے کہا کہ مین نے ہمام بن یحیی ثقہ محدث کو خواب مین دیکھکر پوچھا کہ اللہ تعالے نے آپکے ساتھ کیا معاملہ کیا کہا کہ مجھے بخش دیا اور جنت مین داخل فرمایا اور عمرو بن عبید کی نسبت حکم دیا کہ اسکو دوزخ مین لیجاؤ اور عمرو بن عبید کو کہا گیا کہ تو اللہ تعالے پر ایسی ایسی باتین بنایا کرتا تھا اور اللہ تعالے کی مشیت سے انکار کیا کرتا تھا (المیزان) بالجملہ ارواح صالحہ سے بہت خواب مروی ہین لیکن یہ تدبیرات امور نہین ہی اور حق یہ ہے کہ تفسیر آیات وہ ہی جو سابق مین علماے ربانیین سے مذکور ہوئی ہی اور شیخ الشیرازی نے بطور صوفیہ کے اشارات مین ارواح کا اشارہ لیا ہی ولیکن اسطرح کہ النازعات وہ ارواح کاملین ہین جو عالم قدس ہین ماسوی اللہ تعالے سے نزع کی گئین اور سب سے جدا کی گئین پس عالم حدوث سے جدا کر کے عالم تجلی مین لائی گئین اور ناشطات ارواح شائقہ ہین اور سابحات وہ ارواح ہین جو بحر قدس مین پیرتی ہین اور سابقات انفاس سابقین ہین کہ ہر ہمت سے سبقت کرتی ہین اور المدبرات عقول قدسیہ ہین جو شرائط الہام و ادب سے امور خدمت کی تدبیر کرتی ہین (اشارات عرائس) اور شیخ الصوفیہ ابن العربیؒ نے لکھا کہ اللہ تعالے نے نفوس کی قسم یاد فرمائی نازعات وہ نفوس مشتاق ہین جو سب سے نازع و جدا ہو کر جناب قدس کی جانب بحر شوق و محبت مین غرق ہین و ناشطات جو مقام نفس سے اور گرفتاری طبیعت سے خارج ہو گئین یعنے نفس کے جو صفات ہین اور بدن کے جسطرح پھندے ہین سب سے جدا ہو گئین۔ و سابحات جو دریاے صفات مین پیرتی ہین پس وہان سے عین ذات کی جانب سبقت کرتی ہین اور مقام وحدت مین فنا ہوتی ہین پس رجوع کی حالت مین اونسے دعوت حق و ہدایت کی تدبیر متعلق ہوتی ہی یعنے جب خودی سے فنا ہو جاتی ہین تو بقاے حق کے ساتھ رجوع کر کے مخلوقات کو اللہ تعالے کی جانب وعظ و نصیحت سے دعوت و ارشاد کرتی ہین۔ شیخ رح نے اسکے بعد ملائکہ و کواکب سے بھی تفسیر ذکر کی جیسے علماءؒ سے منقول ہی بالجملہ جن بزرگون نے ارواح سے اشارہ لیا ہی انھون نے شیخ شیرازی و ابن العربی رح کیطرح بیان کیا ہی برخلاف کلام رازیؒ کے کہ وہ پایۂ اعتبار سے خارج ہے فافہم بالجملہ فالمدبرات امرا۔ کے بعد آیت یہ ہی قولہ تعالے یوم ترجف الراجفۃ تتبعها الرادفۃ الخ پس علماءؒ نے کلام کیا کہ قسم کے بعد جواب چاہیے بعض نے کہا کہ محذوف ہی یعنے ان چیزون کی قسم ہے کہ (تم ضرور دوبارہ زندہ کر کے اوٹھائے جاؤ گے) یوم ترجف الراجفۃ الخ جس دن راجفہ ہوگی اور اسکے پیچھے رادفہ ہوگی بعض نے کہا جواب یوم ترجف ہی یعنے قسم ان امور کی کہ جسدن راجفہ پھر رادفہ ہوگی تو بہت سے قلوب اوس روز دھڑکینگے شیخ ابن العربیؒ نے لکھا کہ ترجف الراجفۃ یعنے واقع ہوگا وہ واقعہ کہ جس سے سخت اضطراب ہوگا اور جسم و اعضا لرزہ مین پڑ جاوینگے

اوسی قدر روانگی مین تیزی زیادہ ہوگی تو سبقت ہوگی اور جسمین کمی ہوگی وہ پچھڑ جائیگی - پھر انکو مدبرات کہنے کی توجیہ یہ ہے کہ شاید ان ارواح
شریفہ کاملہ مین سے ایسے ہون جنسے اس عالم مین آثار تدبیر ظاہر ہون چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ آدمی کبھی اپنے اوستاد کو خواب مین دیکھتا ہو
اور اس سے علمی مسئلہ پوچھکر حل کرلیتا ہو اور کبھی بیٹا اپنے باپ کو خواب مین دیکھکر اوس سے دفینہ خزانہ کا نشان پاتا ہو یعنے باپ اوس
سے کہتا ہو کہ اے فرزند فلان مقام پر مین نے اسقدر دفن کیا تھا تو اوسکو نکال لے اور جالینوس نے لکھا ہو کہ ایک مرتبہ مین بیمار ہوا
حتے کہ اپنے علاج کے طریقے سے مایوس ہوگیا مین نے خواب مین ایک کو دیکھا اوسنے مجھے علاج کا طریقہ بتلایا جس سے مین اچھا ہوگیا
اور امام غزالی رح نے لکھا ہے کہ جب کوئی مرد صالح مرگیا پھر اللہ تعالے نے کسی وقت مین کوئی بندہ پیدا کیا جسکا نفس بھی مرد صالح مذکور سے مشابہ
ہو یعنے روح و جسم مین مشابہت ہو تو کچھ بعید نہین ہو کہ اس بندہ کو مرد صالح سے اعمال نیک وہدایت مین الہامی معاونت حاصل ہو جیسے
بدکارون مین بذریعہ وسوسہ کے شرارت مین معاونت ہوتی ہو یہ جو مین نے بیان کیا اگرچہ علماے مفسرین سے منقول نہین ہو مگر آیات
سے اسکا افادہ ہوتا ہو (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہو کہ اسمین کچھ شک نہین کہ یہ تفسیر نہین بلکہ فلسفی تکلفات ہین خصوصاً فالمدبرات
امراً ارواح کو مدبرات بنانے مین عجب تکلف کیا ہو اور شک نہین کہ حضرت سرور عالم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب
رضی اللہ عنہم سے بڑھکر کسی نفس کو کمال نہوگا لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپکے بعد تدبیرات مین آپسے معاونت نہین لی ورنہ شریر یہ ہم
ضعیفون کے لیے یہ طریقہ متواتر منقول ہوتا حالانکہ جب ابتداے خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مین تمام عرب کے اکثر قبائل
مرتد ہوگئے تھے تو نہایت سخت اضطراب تھا حتی کہ بعض صحابہ رض نے کہا ہو کہ اوسوقت پہاڑ ہوتا تو بیٹھ جاتا لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ
عنہ کچھ مضطرب نہوے اور قطعاً اسی بات پر جم گئے کہ مرتدون سے قتال کرین اور باقی صحابہ رض ہرچند اس راے سے پھیرنا چاہتے تھے
حضرت صدیق رض نے نہ مانا اور کہا کہ اگر تم نہین جاؤگے تو مین تنہا جاؤنگا - آخر صحابہ رض حکم کے تابع ہوے اور چندہی روز مین جب متواتر
فتوحات سے پھر عرب تابع ہوے تو سب کے سب صحابہ رض حضرت ابو بکر رض کے نہایت شکرگزار ہوے اور انکی خلافت کو اپنے اوپر اور دین
اسلام پر اللہ تعالے کی عظیم کرامت سمجھے لیکن ارواح سے تدبیرات پر کسی نے عمل نہین کیا - رہا یہ کہ شاگرد نے یا بیٹے نے استاذ یا باپ
کو خواب مین دیکھا یا جالینوس نے خواب دیکھا تو یہ خواب کی تعبیر کے احکام ہین حتے کہ یہ ضرور نہین کہ حقیقت مین اوسکی روح سے
باتین ہون - اگر رازی رح کو اسکی ضرورت تھی تو جالینوس کا ذکر لغو چھوڑکر حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کا حال لکھا ہوتا
کہ جب خلافت صدیق رض مین اہل یمامہ مرتد ہوے اور مسیلمہ کذاب کی پیغمبری کا اقرار کیا حالانکہ اہل یمامہ قوم کثیر تھے اور سب مسلح اور بڑے
جنگی تھے اور حضرت صدیق رض نے خالد رضی اللہ عنہ کو اس قوم مرتد سے قتال کے لیے بھیجا اور اعراب مین سے جو قوم توبہ کرنے آتی حضرت صدیق رض
اوس سے کہتے کہ تمھاری توبہ قبول ہو بشرطیکہ تم خالد سے ملکر جہاد یمامہ مین شریک ہو - اور وہ لوگ بھی مسیلمہ مردود کے ساتھ لڑنے کو نکلے اور
ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ صحابہ رض کو یہ آیت یاد آئی قولہ تعالے ستدعون الی قوم اولی باس شدید - یعنے اے پیغمبر تو ان اعراب سے کہدے
کہ عنقریب وہ زمانہ آتا ہو کہ تم لوگ ایسی قوم سے لڑنے کو بلائے جاؤگے جو سخت جنگی ہین ۔ - آخر اللہ تعالے نے کافرون کو بکثرت قتل
کے بعد مقہور کیا اور اسی مین حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ شہید ہوے تو خواب مین دکھلایا کہ میری زرہ کو فلان شخص نے چولھے پر
اس ترکیب سے ہانڈیون مین چھپایا ہو وہ لیکر حضرت صدیق رض کو لکھدے کہ میرے اداے قرض وغیرہ مین اسطرح وصیت پوری کرین اور
خبردار یہ خیال نہ کرنا کہ یہ تو خواب خیال ہو - آخر دیکھا گیا تو وہ زرہ بھی اوسیطرح ملی جسطرح خواب مین بیان کی تھی اور حضرت صدیق

مین اور دیگر رسالون مین بکثرت نقل کیا ہی (تنبیہ) مترجم کہتا ہی کہ اتفاق سے ایک شخص جو اپنے آپکو ظاہر مین مسلمان کہتا تھا اس کتاب کو
لایا اور اعتقاد مزید کے ساتھ اوسنے مترجم کو سنانا چاہا کیونکہ اوسوقت مترجم کی آنکھون مین سخت آشوب تھا مترجم نے سمجھایا کہ تم لوگ
اس مکر سے بچو اور یقین جانو کہ کفار کبھی معارف کی راہ نہین پاوینگے اوسنے اصرار کر کے تھوڑی دور تک عبارت سنائی جسکا مضمون یہ
وہ تھا جو اوپر مذکور ہوا ہی مین نے کہا کہ بس کرو مین جان گیا اور اس جماعت نے جسکو بلایا ہی وہ اوس مردہ کا ہمزاد تھا جو بحکم حدیث
آزاد رہتا ہی اور نزع روح کی حالت مین وہ راہ تاریک مین غرق ہو کر برزخ اسفل مین نکالا جاتا ہی اس شخص نے یکایک چونک
کے کہا کہ یہ بات تو بیشک آپ نے سچ کہی کیونکہ اس کتاب کا مصنف چند اوراق کے بعد لکھتا ہی کہ اس مردہ کی روح سے ہمنے
عالم نزع کی کیفیت دریافت کی تو اوسنے کہا کہ ہان ایک کرب و تکلیف کے بعد مین آدھے گھنٹے تک تاریکی مین چلا گیا پھر یکایک
ایک بڑے فراخ میدان مین آگیا جہان وسعت کی انتہا نہین ہی مترجم نے کہا کہ یہ سارا بیان اوسی ہمزاد شیطانی کی زبان سے ہے جسکو
یہ جاہل لوگ اپنے زعم مین اوسکی روح سمجھے ہین حالانکہ اوسکی روح سجین مین غرق عذاب ہی۔ ایک شخص مذبذب نے سنکر کہا کہ جناب یہ
مصنف ابھی زندہ ہی اور وہ دعوی کرتا ہی کہ مین اب بھی بلاتا ہون۔ مین نے کہا کہ وہ مومن کے ہمزاد کو کبھی نہین بلا سکتا ہی صرف اپنے
کفار گروہ کے ہمزاد کو طلب کریگا تاکہ اوسکو اور اوسکے ساتھیون کو طریقۂ کفر پر مضبوط کر کے گمراہ کرے۔ اس مذبذب نے کہا کہ آپ
مان لینگے اگر وہ مومن کی روح طلب کرے۔ مین نے کہا کہ وہ کبھی ایسا نہین کر سکتا ہی مذبذب نے کہا کہ اگر وہ اقرار کرے تو کیا آپ سفر کی
تکلیف گوارا کر کے وہان تک چلنے کا اقرار کرتے ہین۔ مین نے اقرار کیا۔ اس مذبذب نے جو اس وقت مین تھیاسوفی کی کتاب پر ایمان
لایا تھا فورًا بتیس روپیہ کا نوٹ کرایہ ریل کے لیے رکھا اور تھیاسوفی مذکور کو اوسی وقت خط لکھا اور کتابین طلب کین اور یہ حال مفصل تحریر کیا
تھیاسوفی مذکور نے کتابین بقیمت بھیجدین اور امر مذکور کی نسبت بالکل سکوت کیا مذبذب نے اوسکو دوسری بار بتاکید خط لکھا اور انتظار
شدید کے باوجود کچھ جواب نہ پایا پھر بارہا خطوط رجسٹری روانہ کیے اور جواب نہ پایا۔ تب اُس مذبذب نے اپنے خیالات گمراہی سے توبہ
کی۔ یہ سب مین نے اسلیے تحریر کیا کہ آج کل اس گمراہی کا زور شور ہی اور اہل ایمان کو معلوم ہو گیا کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنی امت کو اس مکر سے آگاہ کر دیا تھا اور وہ معجزہ پاک اب ہمارے واسطے ہدایت ہی اور واضح رہے کہ حکماے ربانیہ قدس اللہ اسرارہم نے لکھا
ہی کہ بچہ جب مان کے پیٹ سے نکلتا ہی تو اوسکی بہ نسبت دنیا بہت وسیع نظر آتی ہی اور جب مریگا تو عالم برزخ اسقدر وسیع نظر آوے گا
جیسے وہ مان کے پیٹ سے نکلا تو عالم برزخ کے سامنے یہ دنیا بمنزلہ مان کے پیٹ کے ہے اور عالم برزخ لوٹ کر جب قیامت قائم ہو گی تو
برزخ اوسکے سامنے بمنزلہ شکم مادر ہوگا اور اللہ تعالے شانہ ہم بندون کو صراط مستقیم پر قائم رکھے۔ امام رازیؒ نے کبیر مین لکھا کہ یہان
ایک تاویل یہ ہی کہ نازعات وغیرہ سے ارواح مراد ہین چنانچہ حالت نزع مین یہ ارواح نازعات ہین (غرقا) یعنے سختی نزع مین
یہانتک حد ہوگی جیسے کماندار سخت کھینچتا ہی اور یہ اس صورت مین کہ آدمی کو اس عالم سے تعلق سخت ہو اور ظاہر ہی کہ جسقدر اس عالم
مادیات سے تعلق زیادہ ہو اوسی قدر روح کو نکلنے مین سرکشی ہوتی ہی تو سختی کے ساتھ نزع کی جاتی ہی اور اگر اس سے کم ہو تو ناشطات
ہین پھر انکو سابحات فرمایا اسلیے کہ ارواح بشری جسقدر اس عالم سفلی سے بے تعلق یا کم تعلق ہو اوسی قدر بعد خروج کے عالم بالا کی طرف
مشتاق ہوتی ہی اور اس اندھیر خانہ سے نکلکر تیزی کے ساتھ عالم قدس مین جاتی ہی۔ پھر اس بات مین شک نہین کہ ارواح کی کیفیت
مختلف ہی بعض کو دنیا سے کم نفرت ہی اور بعض کو بہت نفرت ہی پس جس قدر اوسکو دنیا سے نفرت زیادہ ہو اور عالم بالا کا شوق زیادہ ہو

جبرئیلؑ ومیکائیلؑ وعزرائیلؑ واسرافیلؑ۔ پس جبرئیلؑ تو ہواؤن اور لشکرون پر موکل ہین یعنے بارش کی ہواؤن واس سے متعلق تیسرات پر
اور قتال کے لشکرون پر مامور ہین اور میکائیلؑ کا تعلق نباتات وغیرہ سے ہے اور عزرائیلؑ ملک الموت روحین قبض کرتے ہین اور اسرافیلؑ امر
حکم کے لیے مامور ہین اور یہی سب سے زیادہ قریب ہین کیونکہ اسرافیلؑ سے اور عرش سے فقط پانچ سو برس کی راہ ہے (السراج) **امام قشیریؒ**
نے لکھا کہ فالمدبرات سے یہان بالاجماع ملائکہ مراد ہین **ماوردیؒ** نے لکھا کہ دو قول ہین ایک قول یہ کہ ملائکہ مراد ہین اور یہی جمہور کا قول ہے
اور دوم یہ کہ کواکب مراد ہین اسکو خالد بن معدانؒ تابعی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا اگر پوچھا جاوے کہ امر کی تدبیر کرنے سے کیا مراد
ہے جواب یہ کہ اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ ان ستارون کے طلوع وغروب کی تدبیر کرتے ہین دوسری یہ کہ اللہ تعالےٰ نے انکے حق مین جو احکام
محکوم فرمائے ہین اونکو جاری کرتے ہین۔ ملائکہ اسطرح تدبیر کرتے ہین کہ وہ حلال وحرام وغیرہ احکام لاتے ہین۔ واضح رہے کہ یہ آیت ایسی ہے کہ جہان
امتحان مضمر ہے کیونکہ غلط نظریہ کہ جیسے مخلوق مین سمجھا جاتا ہے کہ سلطان نے عاملون کو تعمیل احکام کے لیے بھیجا تو سلطان کا اثر عاملون پر ہوا
اور عاملون کی تدبیر وقوت سے تمام ہوتا ہے۔ یہ صورت معاملہ الٰہی مین نہین ہے بلکہ تمام چیزین اللہ تعالےٰ کے قبضۂ قدرت مین مقہور ہین اور جسطرح تم دیکھتے
ہو کہ آفتاب سے موسم بہار مین میوہ جات پختہ ہونے مین تو معنے یہ ہین کہ آفتاب قبضۂ قدرت مین مسخر ہے اور اللہ تعالےٰ جسطرح اوسکو جاری فرماتا
ہے اوسی طرح وہ روان ہے اور جسقدر تیزی اوسمین عطا کرتا ہے اوسی قدر اثر پیدا کرتا ہے تو کل معاملہ اللہ تعالےٰ ہی کی قدرت وپیدا کرنے سے ظہور کرتا ہے
اور یہی صورت ملائکہ مین ہے پس خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی سب جہان کے ذرات تک اپنے قبضۂ قدرت مین رکھتا ہے اور جس طرح
چاہتا ہے ایجاد فرماتا ہے لیکن ظہور مین یہ چیزین پردہ ہین اور فی الحقیقۃ اللہ تعالےٰ ہی تمام جہان کا مدبر اور موجد ہے اوسکے قبضۂ قدرت سے
کوئی چیز باہر نہین ہے لیکن ملائکہ کو جو مدبرات فرمایا تو اسلیے کہ ملائکہ کے ہاتھون سے اسکو ایجاد فرمایا ہے اسلیے ملائکہ اس سے متصف ہوئے جیسے
آدمیون مین ہے کہ ہر چیز مکانات وخیمہ واوزار وغیرہ سب ایجاد الٰہی مین لیکن جس آدمی کے ہاتھون سے اوسکو ایجاد فرمایا اوسکی کمائی ہے اور وہی
اس سے متصف ہے جیسے رنگریز نے کپڑا رنگا تو رنگ کا ظہور کپڑے مین ہوا پس کپڑا متصف ہے اور سرخ یا سیاہ کہلاتا ہے اور رنگریز
سرخ وسیاہ نہین ہے فافہم۔ **شیخ ابو السعودؒ** نے مدبرات بمعنے ثواب وعذاب لیا اور حاصل کلام یہ کہ اللہ تعالےٰ نے **والنازعات غرقا والناشطات**
الخ آیات مین چند گروہ ملائکہ کی قسم ذکر فرمائی جنکی صفتین ان اعتبار سے جدا جدا ہین اور انھین صفتون کے فرق سے اونکے نام نازعات و
ناشطات وسابحات وسابقات ومدبرات ہین پس ابن عباسؓ ومجاہدؒ کے قول مین مطلقًا مومن وکافر کی روحین نکالنے والے اور حضرت علیؓ
وابن مسعودؓ ومسروقؒ وغیرہ کے قول مین کافرون کی روحین نکالنے والے جو کبھی نزع وشدت سے نکالتے ہین اور کبھی جھٹک کر نشط کرتے ہین
اور سابحات یعنے پیرنے والون کی طرح اونکے اجسام مین پیر کر روح نکالتے ہین (یعنے روح نکالکر سابح گھوڑے کیطرح تعمیل حکم الٰہی مین روان
ہوتے ہین) پس کافرون کی روحین لیکر جہنم کی طرف سبقت کرتے ہین اور مومنین کی روحین لیکر جنت کی جانب سبقت کرتے ہین اسلیے
سابقات ہین پھر کافرون کی روحون کے لیے جہنم کے عذاب اور مومنون کے جنتی ثواب کی تدبیر کرتے ہین۔ بعض علماءؒ نے کہا کہ **والنازعات غرقا**
کافرون کی روحین جب نکالی جاتی ہین تو اوسکو ایسا نظر آتا ہے کہ وہ غرق ہو رہا ہے (تفسیر شیخ ابو السعود) مترجم کہتا ہے کہ یہ کیفیت اس زمانہ مین
بہت سے جوگی کفار بیان کرتے ہین جنکو (تھیا سوفی) کہتے ہین اور اسمین بہت سے یورپی وامریکن وغیرہ شامل ہین چنانچہ کفار اپنے مراقبہ مین
بیان کرتے ہین کہ فلان شخص جو ہماری جماعت مین سے مرگیا تھا ہمنے اوسکو بلایا تو اوسنے آکر بیان کیا کہ مین اس ملک مین نہایت فراخی وراحت
مین ہون اور جہان تم لوگ موجود ہو وہ تنگ وضیق ہے۔ ان حکایات کو اس فرقے کے بعض آدمیون نے ایک کتاب بنام زندہ جاوید

والنازعات اور والناشطات اور والسابحات بالواو ہین اور یہان سے فالسابقات بالفاء ہی تو یہ کیا بات ہی جواب جرجانی رح نے کہا کہ اسکا یہ سبب ہے
کہ اس سے پہلے جو مذکور ہی وہ اسکا سبب ہی اور اوسی سے یہ مسبب و نتیجہ نکلا ہی یعنے السابحات ہوے تو السابقات ہوے یعنے قسم ہی اوس گروہ کی جو
سابحات ہین پس سبقت کرنے والے ہین امام واحدی رح نے اسپر اعتراض کیا کہ یہ بات آگے نہین بنتی ہی یعنے قولہ تعالے فالمدبرات امرا- پس تدبیر کرنیوالے
کام کی یعنی قسم اون ملائکہ کی جو امور دنیا کا سرانجام بحکم الٰہی بجالاتے ہین -ھ- اعتراض یہ کہ یہان بالفاء ہی اور پہلا امر یعنے السابقات اسکا سبب نہین ہی
کیونکہ السابقات ہونے سے یہ نتیجہ نہین نکلا کہ کامون کی تدبیر کرنے والے ہوجاوین- ہان اول مین ہوسکتا ہی کہ سابحات یعنے تیز رفتار ہونے سے
سبقت کرنے والے ہوے رازی رح نے جواب دیا کہ امام واحدی کا اعتراض اسطرح دفع ہوسکتا ہی کہ گروہ ملائکہ کو حکم ہوا تو سابحات ہوے یعنے
تیز رفتار ہوے پس سبقت کرنے والے ہوگئے پس جاکر حکم بجالائے یہ سب کام آگے پیچھے ملے ہوے ہین جیسے کہتے ہین کہ کھڑا ہوکر جاکر بکر کو
مارا جب ملائکہ نے فرمانبرداری کی اور فرمانبرداری مین جلدی کی تو اونکی امانت داری و خدمت ظاہر ہوئی تو اونکو تدبیر عالم سپرد ہوئی- رازی رح کے جواب مین
یہ خدشہ ہی کہ سابحات تو البتہ سبقت کا سبب ہوسکتا ہی لیکن سبقت کچھ تدبیر کرنیکا سبب نہین ہی بلکہ سبقت کے ساتھ تدبیر مل گئی اور یہ اتفاقی ہی جیسے
کہین کہ زید کھڑا ہوکر گیا پھر سو رہا یا کھانا کھایا یہان کھڑا ہونا تو جانے کا سبب مقام ہی لیکن جانے مین یہ لازم نہین کہ سو رہے یا کھانا کھاوے ولیکن اوسنے اتفاق سے
از مذکورہ انجام دیا پس اس مقام پر یہ کہنا بہتر ہے کہ اول مین (واو) سے عطف ہے اور یہان (فا) سے عطف ہی اسلیے کہ السابحات سبب ہے تو- فالسابقات- بفاء
آیا اور اسی کی مطابقت مین (فالمدبرات) بالفاء ہی اور مطابقت کیحالت مین وجہ تلاش کرنیکی حاجت نہین ہی کیونکہ نکتہ وہان ڈھونڈھا جاتا ہے جب (و) و (ف) مختلف ہوئے
اور یہان متحد ہین (خلاصہ تفسیر س ت ف وغیرہ) قولہ تعالے فالمدبرات امرا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مجاہد و عطاء و ابو صالح و حسن بصری و قتادہ و ربیع بن
انس و سدی تابعین نے کہا کہ مدبرات ملائکہ ہین- حسن رح نے کہا کہ اللہ تعالے کے حکم سے آسمان سے زمین تک کامون کو بناتے ہین ابن کثیر رح نے
کہا کہ یہان ان علماء سلف مین سے کسی نے اختلاف نہین کیا کہ مدبرات ملائکہ ہین امام ابن جریر رح نے والنازعات سے لیکر مدبرات تک سلف
کے اختلافی اقوال روایت و نقل کیے لیکن خود کسی قول کی تقویت و ترجیح نہین بیان کی (تفسیر ابن کثیر رح) حضرت علی رض سے روایت ہی کہ مدبرات ملائکہ
ہین کہ ایک سال سے دوسرے سال تک مخلوقات کے امور بحکم الٰہی تعالے بناتے ہین مترجم کہتا ہی کہ شروع سال اسمین لیلۃ القدر سے ہوتا ہی چنانچہ قولہ
تعالے فیہا یفرق کل امر حکیم الآیہ کی تفسیر مین ذکر ہوچکا ہی اور آیندہ انشاء اللہ تعالے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کی تفسیر مین مفصل بیان آویگا اور
لیلۃ القدر ہمیشہ رمضان مین ایک رات ہوتی ہی اور یہ جو عوام مین شعبان کی نصف رات بنام شب برات مشہور ہی تو اوسکو شب قدر کہنا غلط ہی لیکن
وہ مبارک رات ہی اسمین عبادت وغیرہ کی فضیلت وارد ہی بعض ملکون مین یہ رسم ہی کہ اس رات مقابر مین چراغ لے جاتے ہین تو فتاوی عالمگیریہ وغیرہ
مین منقول ہی کہ یہ بُری بدعت ہی -ھ- بالجملہ شروع سال لیلۃ القدر سے ہے اور بعض روایات مین تفصیل یہ ہی کہ جو کچھ اس سال مین ہونیوالا ہی
اوسکے نوشتہ لوح محفوظ سے ملائکہ کو مل جاتے ہین اور وہ اپنے ماتحتونکو ماہانہ و روزانہ دیتے ہین -ھ- یہ بات قطعاً معلوم ہی کہ ملائکہ کو جسطرح حکم ہوتا ہی
اوسی طرح اون سے پورا ہوجاتا ہی ہرگز کسی طرح اوسمین کچھ خلل یا خطا یا روک نہین ہوسکتی ہی پس یہ ملائکہ سالانہ احکام الٰہی کو مخلوقات مین تعمیل کرتے
ہین اور **فتح البیان** مین مذکور ہی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مدبرات وہ ملائکہ ہین جو ملک الموت کے ساتھ حاضر ہوتے ہین بعضے تو
مردہ کی روح کو اوپر چڑھا کر لے جاتے ہین اور بعضے دعا پر آمین کہتے ہین اور بعضے میت کے لیے استغفار کرتے رہتے ہین یہانتک کہ اوس پر
نماز پڑھکر دفن کرین (ف) حدیث مین آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میت پر رونے والے کو سمجھایا کہ اپنے حق مین بُرے کلمات
نہ کہین کیونکہ جو کہتے ہین ملائکہ اوسپر آمین کہتے ہین -ھ- خطیب رح نے لکھا کہ عبد الرحمن بن سابط تابعی نے کہا کہ دنیا مین چار فرشتے کامونکا مدبر ہین

جنت کی جانب سبقت کی۔ ربیع بن انس نے کہا کہ سابقات سے مراد مومنین کی ارواح ہین جو اللہ تعالے کے شوق مین ملائکہ موت کیطرف سبقت کیا کرتے ہین خطیب وغیرہ نے ربیع رح کے قول کے مانند حضرت ابن مسعود رض سے نقل کیا کہ مومنین کی ارواح ہین جب موت کے وقت رضوان وکرامت وسرور جنت دیکھتی ہین تو ملک الموت کی طرف خود سبقت کرتی ہین حضرت علی رض سے روایت ہی کہ سابقات ملائکہ ہین کہ مومنون کی ارواح کو عالم بالا کی طرف حضوری مین لیجانے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کرتے ہین (ف) مترجم کہتا ہی کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز مین تھے جب آپ نے سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو ایک صحابی نے کہا اللّٰھم ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ مین نے جماعت ملائکہ کو دیکھا کہ ہر ایک نے سبقت کی کہ اس کلمہ کو لیجاوے یہ حدیث بعض صحاح مین ہی اور مراد یہ کہ ملائکہ اسطرح مومنون کے اعمال خیر لیجانے مین بھی سبقت کرتے ہین اور حدیث ابن عباس رض مین ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب بیان فرمایا کہ مین نے اپنے رب تبارک وتعالے کو نہایت خوب صورت مین دیکھا۔ فرمایا کہ اے محمد تجھے معلوم ہی کہ عالم بالا والے کس چیز مین اختصام کرتے ہین۔ مین نے عرض کیا کہ مجھے نہین معلوم ہی پس رب تبارک وتعالے نے اپنا ہاتھ میرے دونون کندھون کے درمیان رکھا حتے کہ مین نے اوسکی خنکی اپنے سینہ مین پائی پس مجھے سب معلوم ہوگیا جو کچھ آسمانون اور زمین مین ہی رب تبارک وتعالے نے فرمایا کہ ای محمد تجھے معلوم ہی کہ ملأ اعلی کس بات مین سابقت کرتے ہین مین نے عرض کیا کہ ہان کفارات و درجات مین مسابقت کرتے ہین اور کفارات یہ ہین کہ بعد نماز کے مسجد مین منتظر بیٹھنا اور پیدل جماعات نماز کی طرف جانا اور دشوار وقتون مین پورا وضو کرنا اور جسنے اسپر عمل کیا وہ بھلائی کیساتھ زندہ رہا اور بھلائی پر مرا اور اپنی خطاؤن سے ایسا پاک ہوا جیسے مان کے پیٹ سے پیدا ہوا ہی اور فرمایا کہ اے محمد جب تو نماز سے فارغ ہو تو کہا کر اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنِ وَاِذَا اَرَدْتَّ بِعِبَادِکَ الْفِتْنَۃَ فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ۔ الٰہی مین تجھسے مانگتا ہون کہ مجھے نیکیان کرنے کی اور برائیان چھوڑنے کی اور مسکینون سے محبت رکھنے کی توفیق عطا کر اور جب تجھے اپنے بندون کے حق مین فتنہ منظور ہو تو مجھے بغیر فتنہ مین پڑنے کے مقبوض فرمالے اور کہا کہ درجات یہ ہین کہ سلام ہر مسلمان پر کرے (خواہ اوسکو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو) اور طعام کھلاوے اور جب رات مین لوگ خواب غفلت مین سوتے ہین اسوقت نماز پڑھے۔ اس حدیث کو ترمذی واحمد وغیرہ نے روایت کیا ترمذی رح نے کہا کہ اسکی اسناد اچھی ہی اور ابن الجوزی رح نے علل تناہیہ مین کہا کہ امام احمد کی روایت باسناد حسن ہی مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعالے سبحانہ کا خواب مین نہایت پاک صورت مین دیکھنا تجلی صوری کی قسم سے ہی اور یہ بات علماء محققین کے نزدیک جائز ہی اور حدیث عرصات قیامت مین بھی صوری تجلی واسطے مومنون کے صحاح کی حدیث مین صریح ہے اور اسی تجلی صوری کے ساتھ مین ہاتھ کا ذکر موزون ہی ورنہ اللہ تعالے اس سے پاک ہی کہ اوسکے واسطے جسم واعضاء ہون پھر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ملأ اعلی یعنے مقربین ملائکہ سبقت کرتے ہین ان اعمال خیر کی جانب جو مذکور ہوے اور مراد یہ کہ بنی آدم مین سے مومنین جب یہ اعمال صالحات بجالاتے ہین تو ملأ اعلی والے ان اعمال کے چڑھانے مین یا تربیت کرنے مین سبقت کرتے ہین اسلیے کہ یہ مراد نہین ہوسکتی ہی کہ ملائکہ اپنے گناہون کے کفارات اسطرح بجالاتے ہین کیونکہ ملائکہ مین گناہ کرنیکی صلاحیت ہی نہین ہی جیسے چاند سورج مین یہ لیاقت نہین ہی۔ ہان آسمانون مین ملائکہ عبادات بجماعت ادا کرنے مین اجتہاد وحرص کرتے ہین اور حرص انمین سبقت ہی کیونکہ نفسانی مادہ انمین نہین ہی فافہم واللہ سبحانہ تعالے اعلم خطیب وغیرہ نے لکھا کہ قتادہ رح نے کہا کہ سابقات یہ نجوم ہین جو رفتار مین بعضے آگے اور بعضے پیچھے ہین۔ عطاء رح نے کہا کہ سابقات وہ گھوڑے ہین جو راہ الٰہی مین جہاد کرنے والون کے نیچے سبقت کرتے ہین اگر کہا جاوے کہ اول مین

اور عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ کشتیان ہین (تفسیر ابن کثیر) مجاہدؒ اور قتادہؒ نے مثل سابق کے یہان بھی اپنا اپنا قول بیان کیا اور ہین نے اسکی تاویل
بیان کردی ہو واللہ تعالے اعلم - عہ - اور قوی تفسیر جسپر اعتماد ہو یہ ہو کہ سابحات ملائکہ ہین اور بعض نے کہا کہ اسلیے یہ وصف بیان فرمایا
کہ وہ مخلوقات کے اجسام مین پیرجاتے ہین تاکہ اونکی روحین نکال لاوین جیسے غوطہ خور سمندر مین موتی نکالنے کو پیرجاتے ہین اور مطلب
یہ ہے کہ ملائکہ رحمت مومنون کے اجسام مین لطف و نرمی سے داخل ہوکر انکی پاکیزہ روحین نکال لاتے ہین اور حضرت علیؓ کے قول سے ظاہر ہوا کہ
سابحات انکی تیزی و خوبی ہو جب ارواح مومنین کو زمین سے آسمان کو لیجاتے ہین اور مترجم کے نزدیک یہ اقوی ہو اسلیے کہ سہولت سے
روح نکالنا تو ناشطات سے معلوم ہوچکا ہو واللہ تعالے اعلم - مجاہد و ابو صالح سے روایت ہو کہ سابحات ملائکہ ہین جو تیزی کے ساتھ آسمان سے
روان ہوتے ہین تاکہ احکام الٰہی ادا کرین مجاہدؒ سے یہ بھی روایت ہو کہ سابحات موت ہو جو آدمی کے بدن مین پیرجاتی ہو اقول موت ایک چیز
ہو اور یہی اہل السنۃ رحمہم اللہ تعالے کا مذہب ہے اور معتزلہ وغیرہ بدعتیون نے خیال کیا کہ مرجانے کا نام موت ہو اور یہ ان لوگون کے اندھے ہونیکا خیال
ہے - مہ - بعض نے کہا کہ یہ جہاد کے گھوڑے ہین جو راہ حق مین تیزی سے روان ہوتے ہین - حسن و قتادہؒ نے سابحات سے ستارے چلنے والے
مراد لیے جو اپنے فلک کے اپنے بروج مین موافق تقدیر الٰہی کے سیر کرتے ہین - مہ - خطیبؒ نے کہا کہ جیسے سورج و چاند اور عطاءؒ نے کہا کہ کشتیان
ہین جو سمندر مین پیرتی پھرتی ہین اور انسے اللہ تعالے کے آثار قدرت ظاہر ہین (معالم و سراج و بیضاوی وغیرہ) امام رازیؒ نے یہان اپنی عقلی
خیال کو بھی لیا اور کہا کہ مفسرین کے اقوال تو معلوم ہوچکے اور میرے نزدیک یہان ایک بات دوسری ہو اور اسکا بیان یہ ہو کہ ملائکہ مین دو باتین
ہوتی ہین ایک یہ کہ انمین بہت سی مکدر چیزین نہین ہین اور بہت سی عمدہ چیزین موجود ہین مثلاً ان مین شہوت و غضب و بد اخلاقی و موت و بڑھاپا
و بیماری و بدن کا اخلاط خون و صفرا و بلغم و سودا وغیرہ نہین ہوتی ہین بلکہ وہ جواہر روحانی ہین پس قولہ تعالے والنازعات غرقا - ملائکہ کی صفات
ہین سے ہے کہ وہ لوگ ان چیزون سے بالکل پاک ہین اور قولہ تعالے والناشطات نشطا - سے معلوم ہوا کہ ملائکہ ان چیزون سے پاک ہوتے
ہین آدمیون کی طرح اپنے نفس کو روک تھام نہین کرتے ہین بلکہ اونکی ذاتی خاصیتین پاکیزہ ہین - قولہ تعالے والسابحات سبحا - ملائکہ مین یہ صفت
موجود ہو کہ ابتداء فطرت مین اللہ تعالے کی تسبیح قدس مین پیرتے رہتے ہین اور اونکو معرفت حاصل ہو اسیطرح قولہ تعالے فالسابقات سبقا -
مین انکی معرفت کا بیان ہو کہ تقدیس و تسبیح مین سبقت کرنے والے ہین تو اونکے درجات مین تفاوت حاصل ہو پھر قولہ تعالے فالمدبرات امرا -
ان ملائکہ کی عملی قوت کا بیان ہو کہ خدمت عالم مین امور الٰہیہ کی تدبیر کرتے ہین - مہ - یہ تفسیر کبیر کا خلاصہ ہو اور رازیؒ نے اس خیال کو رنگین
عبارت مین ادا کیا ہو لیکن خیال سے زیادہ نہین اور معرفت سے ساقط ہو اور حق یہ ہو کہ یہ نام ملائکہ کی صفات ہین اور انکی صفت ہونا بہت وجوہ
سے ہو اور موت و بروج و کشتیان سب مین قواے ملکیہ کو دخل ہو فافہم واللہ سبحانہ تعالے اعلم قولہ تعالے - فالسابقات سبقا پھر آگے بڑھجانے
والے سبقت کرکے - مہ - حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مسروق و مجاہد و ابو صالح و حسن بصری تابعین نے کہا کہ یہ بھی گروہ ملائکہ ہین حسن بصریؒ
نے کہا کہ سابقات اس وجہ سے نام ہوا کہ انھون نے اللہ تعالے پر ایمان و تصدیق مین سبقت کی ہو مجاہدؒ سے یہ بھی روایت ہو کہ سبقت
کرنوالی موت ہو - قتادہؒ نے کہا کہ ستارے ہین اور عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ جہاد کے گھوڑے ہین (تفسیر ابن کثیرؒ) جمہور علماے سلف و خلف
کے قول مین سابقات سے ملائکہ مراد ہین - اب اونکی سبقت کے وجوہ بیان کرنے مین البتہ اقوال ہین - مسروق و مجاہد سے روایت ہو کہ انبیاء
علیہم السلام تک وحی پہونچاتے ہین ملائکہ نے شیاطین پر سبقت کی یعنے شیاطین اپنے وساوس کو انبیاء علیہم السلام تک نہین لاسکتے
ہین - ابو روق و مجاہدؒ نے کہا کہ ملائکہ نے نیک کامون مین آدمیون پر سبقت کی - مقاتلؒ نے کہا کہ ملائکہ نے ارواح مومنین کو لیکر

دور کر دیا مترجم کہتا ہو کہ اگر یہان یہ معنے ہون تو (النا شطات نشطا) کے یہ معنے ہوے کہ بندش کرنے والے ایک طرح کی بندش سے۔ عہ اور یہ
بھی ملائکہ کی صفت ہو کہ جب کافرون کی روحین نکالتے ہین تو حدیث مین آیا ہو کہ ٹاٹ کمل مین لپیٹ کر لیجاتے اور ایک حدیث مین ثبوت ہی
کہ سجین مین اپنے ہمجنس کے ساتھ جکڑ دیے جاتے ہین پس شاید یہ بھی معنے مراد ہون واللہ تعالے اعلم۔ مجاہدؒ نے کہا کہ ناشطات موت ہی
جو نفس انسان کو نشط کرتی ہو اقول ناشطات جمع باعتبار ہر ایک کی موت کے ہوگی اور موت ہر مخلوق کی جان کو نشط و جذب کرتی ہی
ابو عبیدہ رح جو عالم لغت وغیرہ ہین اونسے روایت ہو کہ ناشطات وحشی جانور ہین جو ایک جنگل سے دوسرے جنگل مین نشط کرتے یعنے چلے جاتے
ہین مترجم کہتا ہو کہ مین نے اوپر بیان کر دیا کہ ایسے اقوال سے اس مقام کی تفسیر مراد نہین ہوتی ہو بلکہ جیسے عالم آخرت مین ارواح کی
حالت ہو اوسکی نظیر وحوش جانور ہین پس فائدہ یہ نکلا کہ انسان وغیرہ مخلوقات کبھی فنا نہین ہوتے ہین بلکہ ملائکہ جب اونکو بحکم الٰہی سبحانہ
تعالے موت دیتے ہین تو کفار کی روحین عالم برزخ کے لباس مین یہان سے وہان چلی جاتی ہین جیسے وحشی جانور ایک جنگل سے
دوسرے جنگل مین چلے جاتے ہین انکے واسطے کچھ کرامت و عقل نہین ہو اور حدیث معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ مین ہو کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تو درندگی کا برتاو لوگون کے ساتھ نہ کیجیو کہ تجھے جہنم کے کتے نوچین اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ والناشطات
نشطًا۔ تو جانتا ہو کہ ناشطات کیا ہین مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ناشطات کیا ہین آپ نے فرمایا کہ جہنم مین آتشی کتے ہین جو گوشت ہڈی
نوچتے ہین۔ اس حدیث کو ابن مردویہ نے اپنی تفسیر مین روایت کیا ہو مترجم کہتا ہو کہ اسکی اسناد اور راویون کا حال مجھے معلوم نہ ہوا اور یہ بات
ظاہر ہے کہ روایت غریب ہو اور اگر ثبوت ہو تو یہ معنے نہین ہین کہ اس آیت کی تفسیر بیان فرمائی بلکہ آیت مین نشط مذکور ہو تو جیسے ملائکہ
نشط کرتے ہین اور بدکارون و کافرون کی روحین نوچکر جسم سے نکالتے ہین اور اسیطرح جہنم مین درندے ہین جو کوئی یہان درندگی کرے گا کہ
لوگون کی آبرو پھاڑے اور اونکے بدن پھاڑے اور یہ ظلم و بیرحمی کرے تو اوسکی سزا یہ کہ جہنم مین درندے اوسکو پھاڑینگے اور آیت کی تفسیر اوپر
بیان ہو چکی کہ ناشطات بھی ملائکہ ہین جو ارواح کو نشط کرتے ہین اور اگر نشط کے عام معنے مجازی لیے جاوین تو کافرون کی روحونکو جھٹک کر
نکالتے ہین اور مومنون کی روحین نشاط و سہولت سے نکالتے ہین قولہ تعالے والسابحات سبحًا۔ یہ بھی قسم کے تحت مین ہو یعنے قسم پیرنے والون کی
جو ایک شان سے پیرتے ہین ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ملائکہ ہین اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مجاہد و سعید
بن جبیر و ابو صالح رحمہم اللہ تعالے سے اسیکے مثل روایت ہو (تفسیر ابن کثیرؒ) حضرت علیؓ نے کہا کہ سابحات ملائکہ ہین جو مومنین کی روحین لیکر
زمین سے آسمان کیجانب سیر کرتے ہین اور کلبیؒ نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ مومنین کی روحین نکالتے ہین پیرنے کی کیفیت ظاہر ہوتی
ہو جیسے پانی مین پیرنے والا کبھی غوطہ لگاتا ہو اور کبھی ابھرتا ہو پس ملائکہ بھی اسیطرح مومنین کے بدن مین پیرتے ہین اور نرمی و سہولت سے
روح نکالتے ہین پھر باہر لاکر اوسکو آرام کرنے کے لیے بٹھلاتے ہین (خطیب) مترجم کہتا ہو کہ کلبیؒ نے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے
قول کو اپنی راے کی طرف پھیر لیا اور صحیح معنے یہ ہین کہ ناشطات جب ارواح مومنین کو لطف و ملائمت سے نکال لیتے ہین تو حریر مین لیکر
جانب آسمان روان ہوتے ہین جیسے پیرنے والا نہایت لطف سے پیرتا ہو اور جیسے پیرنے والا گھوڑا وہ ہو جو تیز روان ہوتا ہو اور سوار کو کچھ
بھی تکان نہین ہوتا اسیطرح ملائکہ رحمت بندہ مومن کی روح لیکر تیزی سے جانب آسمان چڑھ جاتے ہین کہ دم کے دم مین وہان پہونچ جاتے ہین
اور اونکی یہ تیزی حضرت باری تعالے مین عمدہ خدمت ہو کہ حضور رب العزۃ جل شانہ مین اوسکی مخلوقات مین سے وہ مخلوق لائے جسکو حضرت
باری تعالٰی محبوب رکھتا ہو واللہ سبحانہ تعالے اعلم۔ عہ۔ مجاہدؒ سے یہ بھی روایت ہو کہ سابحات موت ہو اور قتادہ رح نے کہا کہ یہ ستارے ہین

معنے مین ہوگیا مترجم کہتا ہی کہ ان سب اقوال مین میرے نزدیک اختلاف نہین ہی بلکہ ظاہر تفسیر وہ ہی جو اول مین شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ نے اکثر صحابہ و
تابعین وعلماء سے نقل کی کہ نازعات ملائکہ ہین جو کافرون کی روحین سختی کے ساتھ کھینچتے ہین تو دور سے اس زمین پر تماشہ دیکھنے والا یہ دیکھے گا
کہ بعض نفوس نکلے پھر غرق وغائب ہوے جیسے ستارے افق مین نکلتے اور ڈوب جاتے ہین جیسے حسنؒ وقتادہؒ نے اشارہ کیا اور یہ کیفیت
درحقیقت نفوس سے دکھلائی دیتی ہی جنکو نازعات نے کھینچکر نکالا اور غرق کیا ہی اور باعث اسکا موت ہی اور ملائکہ و نازعات کے مانند مجاہدین
کا حال ہی جو کافرون پر کمانین کھینچتے ہین اسیواسطے حدیث مین ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی صفین جہاد مین اور نماز مین مثل صف ملائکہ
ہونگی اور اللہ تعالے نے آخرت وقیامت کے نظائر اس دنیا مین بکثرت ظاہر فرمائے ہین پس کلام باری تعالے اس انتہائے بلاغت پر ہی کہ ایک
آیت مین یہ سب نظائر مجموع ہین بلکہ جن کو اللہ تعالے نے علم حکمت عطا فرمایا ہی وہ آیات الٰہیہ مین نظائر وعجائب سمجھتے ہین جیسے فضیلت
قرآن مین حدیث علی رضؓ سے مذکور ہوا کہ قرآن کے عجائب کبھی ختم نہین ہونگے فافہم خطیب وغیرہ نے لکھا کہ قولہ تعالے والنازعات غرقا قسم
ہے سخت کھینچنے والون کی جو بھرپور کھینچتے ہین یعنے قسم ہے اون ملائکہ کی جو کافرون کی جانین اونکے اجسام سے شدت اور سختی کے ساتھ
اس زور سے کھینچتے ہین جیسے قوی تیر انداز اپنی کمان کو پوری کشش پر کھینچکر چھوڑتا ہی حتی کہ تیر کی دھار دار نوک کھینچکر کمان کی پشت سے لگ
جاتی ہی پھر چھوڑ دیتا ہی اسیطرح فرشتہ بھی کافر کی روح کو ایکبارگی بشدت کھینچ لیتا ہی حتی کہ جب نکلنے لگی تو چھوڑی کہ پھر جہانتک پھیل سکتی ہی
جسم مین دوبارہ پھیل جاتی ہی تو پھر اوسکو زور سے کھینچتا ہی یعنے اسیطرح غضب کے ساتھ کافرون کی روحین کھینچنے مین انکا برتاؤ ہوتا ہے
قولہ تعالے والناشطات نشطا- یہ نازعات پر عطف ہی اور قسم کے تحت مین داخل ہی اور معنے یہ کہ قسم ناشطات کی جو نشط کرتے ہین یعنے قسم
اون ملائکہ کی جو مومنین کی روحین کھولتے ہین یعنے بہت نرمی وملائمت ومہربانی سے نکال لیتے ہین جیسے اونٹ کے پاؤن مین بندان بندھا ہوتا ہے
وہ نرمی سے نکال لیا جاتا ہی تو وہ کھلے بند ہوجاتا ہی اور عرب مین نشط کا محاورہ ایسے موقع پر ہی کہ جہان کھل جانے سے خوشی ہو جیسے اونٹ
کھل کر خوش ہوتا ہی- ابن عباس رضؓ سے روایت ہی کہ یہ مومنین کی روحین ہین کہ موت کے وقت باہر نکل آتی ہین اونکو نشاط وخوشی ہوتی ہی کیونکہ
جنت کا پردہ اُٹھا دیا جاتا ہی اور اللہ تعالے کی طرف سے خوشی وکرامت کی بشارت اوسکو سنائی جاتی ہی یہ تفسیر اس صورت مین ہی کہ نشط بمعنے
نشاط ہی اور نشط کے معنی جذب کے بھی ہین اور چلے جانے کا محاورہ بھی آتا ہی لہذا حضرت علی رضؓ سے روایت ہی کہ یہ بھی کافرون کے حق مین ہے
چنانچہ فرمایا کہ والناشطات نشطا یہ ملائکہ ہین جو کافرون کی روحین کھال وناخن کے درمیان سے جھٹک کے نکال لیتے ہین جتنے کہ غضب وغصہ کے ساتھ اوسکے منھ
سے کھینچ لیتے ہین خطیب وغیرہ مترجم کہتا ہی کہ اول صورت مین اور اس صورت مین فرق یہ ہوا کہ اول صورت مین (غرقا) کا طریقہ تھا
اور یہان (نشطا) کا طریقہ ہی یعنے اول صورت مین اس طریقے سے نکالتے ہین کہ کافر کی جان زور سے کھینچکر کنارے لاکر پھر چھوڑ دیتے ہین
اور اسیطرح بار بار کرتے ہین اور نشطا مین یہ طریقہ ہوا کہ اول ناخن وگوشت سے نوچکر روح جدا کرتے ہین پھر کھال سے نوچ لیتے ہین اسیطرح
نوچتے لاتے ہین جتنے کہ منھ سے باہر نکال لیتے ہین واللہ تعالے اعلم- مدسدی رحؒ نے کہا کہ ناشطات نفوس ہین سے کہ نفس ہونون قدموں سے نشط و
جذب کی جاتی ہی اقول شاید یہ مراد ہو کہ ملائکہ ہین جنکے نشط کے لیے نفوس ہین یا ناشطہ بمعنی مفعول ہو جو نفس ہے وفیہ تامل فافہم- مد اور قتادہؒ نے نازعات کی طرح
ناشطات مین کہا کہ ستارے ہین جو نشط کرتے یعنے ایک افق سے دوسرے افق پر تیزی سے جاتے ہین جوہری رحؒ نے کہا یعنے ایک برج سے دوسرے برج مین جاتے
ہین (سراج) پس نازعات وناشطات مین کیفیت کا فرق ہی نازعات تو اُنکے طلوع کا حال ہی اور ناشطات اُنکی رفتار کا بیان ہی اور فتح البیان مین ہے
کہ ابوزیدؒ نے کہا کہ نشط گرہ دینا اور باندھنا مثلاً اونٹ کے پاؤن مین بندان باندھ دیا اور انشاط بندان کو کھول دینا اقول یعنے فعل افعال مین ہمزہ سلب ہے بمعنی نکہ نشط کو

نہین تھا اور ابو قلابہ رحمہ اللہ تعالے اُس سے ناراض رہتے تھے اتفاقاً وہ سخت بیمار ہوا اور لوگون نے ابو قلابہؒ کو خبر دی کہ اسکی حالت اچھی نہین ہو ابو قلابہؒ نے آخر ترس کھا کر اوسکی عیادت کی اور دیکھا تو وہ بیماری کی شدت مین بیہوش ہی اور انکو معلوم ہوا کہ شاید یہ مرجاویگا اس رات اُسی کے پاس قیام کیا ابو قلابہؒ کہتے ہین کہ آخر رات مین یکایک مین نے دیکھا کہ دو سیاہ شخص بدصورت اوسکے پاس کھڑے ہین گویا اوسکی نزع روح کے منتظر ہین پھر تھوڑی دیر گذری تھی کہ یکایک مجھے معلوم ہوا کہ چھت شق ہوئی اور دو شخص نازل ہوے جو سفید خوبصورت تھے اور اونکے آتے ہی وہ دونون سیاہ ہٹ کر پائینتی کیطرف دور کھڑے ہوے اور یہ دونون خوبصورت اوسکے پاس بیٹھے پھر ایک نے سردار کے طور پر دوسرے کو حکم دیا کہ دیکھ اسمین کچھ خیر ہے اوسنے یکایک اپنی چونچ اوسکے پیٹ مین پھونک دی اور کچھ دیر کے بعد نکالکر کہا کہ مین نے اوسکے سر سے پیر تک دیکھا مجھے کچھ نہین ملا اوسنے کہا کہ نہین پھر غور سے دیکھ اوسنے دوبارہ اسیطرح کیا اور آخر کہا کہ مین نے کچھ نہین پایا دوسرے نے کہا کہ یہ تعجب کی بات ہی کیونکہ یہ تو اہل مغفرت مین لکھا ہی پھر خود اسی طرح تلاش کیا تو بعد دیر کے کہا کہ سبحان اللہ اسکے گوشہ جگر پر تکبیری جو اسنے قسطنطنیہ کی دیوار پر جہاد مین اللہ تعالے کے واسطے کہی تھی۔ پھر منھ پھیر کر اون دونون سیاہ شخصون سے کہا کہ تم چلے جاؤ تم کو اس سے کچھ نصیب نہین ہو وہ دونون سیاہ کھڑے رہے اور نہین گئے یکایک اُس بزرگ نے پھر منھ پھیر کر اونکو کھڑا دیکھا تو زور سے انگوٹھا تا وہ بھاگ کر دروازے کے باہر چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد ابو قلابہ کے بھتیجے کا انتقال ہوگیا۔ صبح کو ابو قلابہؒ نے یہ سب حال اہل محلہ سے بیان کیا اور لوگون نے اللہ تعالیٰ کی کمال رحمت کا شکر ادا کیا اور اوسکے جنازے مین برغبت و امید ثواب الٰہی جا کر شریک ہوے (سیوطی وغیرہ) اس قسم کے روایات سے ظاہر ہوتا ہی کہ شاید ملک الموت کے ساتھ مین دونون قسم کے علیحدہ علیحدہ ملائکہ ہین واللہ تعالے اعلم پھر واضح ہو کہ نازعات و ناشطات کی جو تفسیر بیان ہوئی ہی یہی اکثر مفسرین کا قول ہے اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی تفسیر صحیح ہی اور کہا کہ ابن عباسؓ سے یہ بھی روایت ہی کہ (والنازعات) کافرون کے نفوس ہین کہ وہ کھینچ لی جاتی ہین پھر بند کھول دیے جاتے پھر آگ مین غرق کیے جاتے ہین (رواہ ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہی کہ واللہ اعلم اس سے کیا مراد ہی اور ایک حدیث مین آیا ہی کہ ہر آدمی کیساتھ مین ایک فرشتہ اور ایک ہمزاد شیطانی پیدا ہوتا ہی جب کافر مرتا ہی تو اوسکی روح سجین مین لیجاتے ہین اور ہمزاد چھوڑ دیا جاتا یہانتک کہ قیامت کے روز اوسکے ساتھ بندھکر جہنم مین داخل کیا جائیگا۔ مد۔ شاید بند کھول دیے جانے سے مراد یہی ہمزاد ہو واللہ تعالے اعلم ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مجاہدؒ نے کہا کہ والنازعات غرقاً موت ہی اور حسن بصریؒ و قتادہؒ نے نازعات اور ناشطات سے نجوم مراد لیے اور عطاء بن ابی رباحؒ نے کہا کہ یہ دونون کمانین ہین جو جہاد مین زور سے اور آہستہ سے کھینچی جاتی ہین (تفسیر ابن کثیرؒ) سدیؒ نے کہا کہ والنازعات غرقاً نفوس ہین جو سینہ مین غرق ہوتے ہین۔ مجاہد نے کہا کہ والنازعات موت ہی جو جانین نزع کرتی ہی (صیغہ جمع باعتبار ہر مخلوق کی موت کے ہی) حسن رح و قتادہ رح نے کہا کہ نازعات نجوم یعنے ستارے ہین جو ایک کنارے آسمان سے دوسرے کنارے نزع کرتے ہین یعنے نکلتے ہین پھر غائب ہو جاتے ہین بعض نے کہا کہ مراد جہاد کرنے والے ہین (یعنے جو جہاد مین کمانین نزع کرتے یعنے سخت کھینچتے ہین اور نازعات باعتبار جماعت کے ہی گویا اشارہ ہی کہ ہر است مین خوبی اسوقت ہی کہ اُسمین سے جماعتین اٹھکر جہاد مین اسطرح قائم ہون) اور عطاء و عکرمہؒ نے کہا کہ نازعات خود نفوس ہین اور حضرت علیؓ و ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ نازعات سے نفوس کفار مراد ہین جنکو ملک الموت اُنکے جسم کے ہر بال و ناخن کے نیچے سے اور قدمون کی ہڈیون سے نکالتا ہی اس سختی سے گھسیٹتا ہی جیسے گرم سیخ کو بھیگے بالون کے اندر سے کھینچتے ہین پھر اونکو غرق کرتا ہی یعنے دوبارہ اونکے اجسام مین بزور داخل کرتا ہی پھر اوسکو زور کیساتھ کھینچ لیتا ہی اسیطرح کافر اونکے ساتھ اوسکا برتاؤ ہی (السراج و معالم وغیرہ) اخیر قول مین شاید نازعات سے نزعات مراد لین کیونکہ نفوس تو کھینچی ہوئی ہین خود کھینچنے والی نہین ہین یا ملک الموت مع ساتھیون کے مراد ہین تو یہ بھی قول اول کے

ہین اور اگر آسانی سے گویا بند کھول دیے تو ناشطات نشطاً ہین اس معنی کو ابن عباسؓ نے بیان فرمایا ہی تنبیہ جاننا چاہیے کہ ظاہر ہین جب
آدمی کی روح نکلتی ہی تو کسی آدمی کو کرب و سکرات کی شدت ہوتی ہی او کسی آدمی کو بالکل سہولت ہوتی ہی اور عوام مین جہالت سے یہ مشہور
ہی کہ شاد کیا آسانی سے روح نکل گئی یہ شخص اگرچہ بدکار تھا مگر موت خوب پائی مترجم کہتا ہی کہ یہ عوام کا خیال ٹھیک نہین ہی اسلیے کہ حدیث
مین ہی کہ اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ بھلائی چاہتا ہی تو اوسکے گناہونکا کفارہ اسطرح کر لیا جاتا ہی کہ اوسکی روح نکالنے مین اوسپر سختی کردی جاتی
ہی اور یہی اوسکا کفارہ ہوجاتا ہی پس وہ دنیا سے بالکل پاک صاف نکلتا ہی اور جسکے واسطے گناہونکا کفارہ منظور نہین ہی اوسکے واسطے
یہ برتاؤ نہین ہوتا ہی۔ھ۔اس سے معلوم ہوا کہ بہت سے بدکارون کے اعمال ایسے خراب ہوتے ہین کہ جان کندنی سے اوسکا کفارہ منظور
نہین ہوتا تو وہ آسانی اسکے حق مین وبال ہی اور حدیث ام المومنین عائشہؓ مین ہی کہ مین نے جب سے رسول اللہ صلعم پر کرب دیکھا تو پھر مجھے
کسی شخص کی آسانی موت پر ہوس نہوئی۔ھ۔ ولیکن ایک بات جاننا ضرور ہی کہ مومن و کافر کی روح نکالنے مین سختی دو قسم کی ہوتی ہی یعنے کافر کے
حق مین غضبی سختی ہوتی ہی تو وہ ہر کافر کے واسطے لازم ہی اگر کسی کافر کی روح ظاہر مین سہولت سے نکلی ہو تو بھی وہ غضبناک طریقے سے نکالی گئی
ہی اور مومن کی روح نکالنے مین رحمت کے فرشتے آتے ہین پس اگر کسی مرد صالح کے واسطے روح نکالنے مین اوسکا کفارہ منظور ہی تو بھی ملائکہ
رحمت اچھی اچھی صورت مین اوسکو ظاہر ہوتے ہین اور اوسکو بشارت دیتے جاتے ہین اور سختی سے روح نکالنے مین اوسپر لطف و مہربانی ظاہر
کرتے جاتے ہین جیسے مہربان جراح کسی پیارے بچہ کا پھوڑا چیرتا ہی اور اوسکو مواد سے صاف کرتا ہی تو بیشک تندرستی اوسی مین ہی تو تکلیف
دیتا ہی لیکن پیار سے چمکارتا جاتا ہی تاکہ پاک ہوکر تندرست ہوجاوے اور اکثر لوگ جو مرض سل مین مرتے ہین انکا خون بوجہ شدت حرارت کے بیماری
مین جل جاتا ہی تو آخری وقت نزع کی تکلیف کم ہوتی ہی جب یہ معلوم ہوگیا تو جاننا چاہیے کہ آیت مین نازعات سے کس قسم کا نزع
(کھینچنا) مراد ہی اگر مطلقاً کھینچنا مراد ہی خواہ بطور غضب ہو یا بطور رحمت ہی تو اسمین تفصیل یہ ہوگی کہ مومن کے حق مین سختی سے کھینچنا رحمت ہی
اور کافر کے حق مین غضب و شدت ہی اور ناشطات مین بھی مومن کے حق مین رحمت ہی اور کافر کے حق مین وبال ہی لیکن رازیؒ وغیرہ نے نازعات کو
کفار کیساتھ مخصوص کیا اور ناشطات کو مومنون کے ساتھ مخصوص کیا چنانچہ لکھا قولہ تعالیٰ والنازعات غرقاً۔ ملائکہ ہین جو آدمیون کی روحین
کھینچتے ہین پس جب کافرون کی روحین نکالتے ہین تو بہت سختی سے کھینچتے ہین **اقول** جیسے قولہ تعالیٰ تزہق انفسہم وہم کافرون۔ یعنے سختی سے
اونکی جانین کھینچ لیجاوین درحالیکہ وہ کافر تھے۔ھ۔ اور حدیث مین ہی کہ اسطرح کھینچتے ہین جیسے بھیگے بالون مین گرم سیخ لپٹی ہوئی ہو اور وہ کھینچی جاوے
۔ھ۔ اور عرب مین محاورہ ہی کہ نزع فی القوس فاغرق۔ یعنے کمان کو کھینچنے مین اغراق کیا یعنے نہایت قوت سے پوری حد تک کھینچ دی اور غرق
و اغراق دونون بمعنے واحد ہین اور نشط کے معنے جذب کرنا اور نشط و انشاط ایک معنی ہین چنانچہ جب ڈول کو آسانی سے نکالتے ہین تو نشط بولتے
ہین۔ ناشطات سے وہ ملائکہ مراد ہین جو مومن کی روح کو نرمی و آسانی سے کھینچتے ہین اور حاصل یہ کہ نازعات اور ناشطات سے ملک الموت
و انکے ساتھی ملائکہ مراد ہین لیکن نازعات سے انکی اس صفت کا اشارہ ہی جس صفت سے کافرونکی روحین کھینچتے ہین اور ناشطات سے مومنین
کی ارواح قبض کرنے کی کیفیت مراد ہی (تفسیر کبیر) واضح ہو کہ حدیث مین ثابت ہی کہ کافرون کی روحین قبض کرنے مین ملائکہ ظاہر ہوتے ہین تو انکی
صورتین ہولناک ہوتی ہین اور مومنون کی روحین قبض کرنے مین خوبصورت ہوتی ہین پس محتمل ہی کہ [illegible] ملائکہ دونون طرح ظاہر ہوتے ہون کیونکہ
ملک الموت ایک ہین اور محتمل ہی کہ ملک الموت بحال خود ہوتا اور اونکے ساتھ مین دو قسم کے ملائکہ ہون اور اسی کے واسطے آثار دیگر مشاہر ہین واللہ
تعالیٰ اعلم چنانچہ بسند جید روایت ہی کہ ابو قلابہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو ثقات تابعین کبار مین سے ہین کہتے ہین کہ انکا ایک بھتیجا تھا جو دین [illegible]

يَوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ يَقُولُونَ أَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي

اس دن دھڑکتے ہین اونکے تیور نوے ہین لوگ کہتے ہین کیا ہم پھر آوینگے

الْحَافِرَةِ ؕ أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ؕ قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۘ

اُلٹے پاؤن کیا جب ہوچکین ہم ہڈیان کھوکھری بولے تو تو یہ پھر آنا ٹوٹا ہے

فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ؕ

سو وہ ایک جھڑکی ہے پھر تبھی آرہے میدان مین

بِسْمِ اللّٰهِ - شروع ہو اللہ تعالے کے نام سے ف جسکا علم محیط کائنات ہی - الرَّحْمٰنِ - جسکا انعام شامل عام موجودات ہے الرَّحِيْمِ - جسکی خاص رحمت سے اوسکے اولیا داخل جنات ہین (سراج) وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ فَالْمُدَبِّرٰتِ أَمْرًا ۘ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ - قسم ہے گھینچ لانے والون کی ڈوبکر اور بند چھڑانے والون کی کھول کر اور پیرنے والون کی اچھی شان سے پیرنا پھر آگے بڑھ جانے والون کی سبقت کرکے پھر کام بنانے والون کے حکم سے کہ جسدن لرزے لرزنے والی اوسکے پیچھے لگے دوسری تو بہت سے دل اُس روز دھڑکتے انکی آنکھین ذلیل پڑی ہونگی ف اللہ تعالے نازعات وناشطات وسابحات وسابقات ومدبرات کی قسم کھاکر فرماتا ہی کہ جسدن پہلے صور پھونکنے سے لرزۂ موت طاری ہوگا اور اوسکے پیچھے دوسرا صور پھونکا جاویگا حتی کہ تمام اولین وآخرین مخلوقات زندہ اُٹھ کھڑی ہونگی تو اُس روز بہت دلون کی یہ کیفیت ہوگی کہ عذاب جہنم کے خوف سے دھڑکتے ہونگے اور آسمان وزمین کے برباد ہونے سے اونکی آنکھین ذلت وخواری مین پتھرائی ہونگی اور یہ کافرون وبے ایمانون کے دل ہین کیونکہ بعد موت کے کافرون کو معلوم ہوجاتا ہے کہ قیامت آویگی اور اوسکو عذاب جہنم اُٹھانا ہوگا اور حدیث مین ہی کہ قبر مین (یعنے عالم برزخ مین) کافر دعا مانگا کرتا ہی کہ الٰہی قیامت قائم نہ کیجیو لیکن یہ اوسکی آرزو برباد ہی اور عنقریب وقت آتا ہی کہ قیامت قائم ہو تو اس وقت قبر سے اُٹھتے ہی اوسکو معلوم ہوگا کہ ہائے قیامت آگئی اور اسوقت آسمان پھٹنا وستارے ٹوٹنا وسورج وچاند کا نور مٹنا شروع ہوگا تو اوسکی آنکھین نہایت خواری مین ذلیل ہونگی (اقوال مفسرین) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت ابن مسعود وابن عباس رضی اللہ عنہمانے اور مسروق وسعید بن جبیر وابوصالح وابوالضحیٰ وسدی وغیرہ تابعین نے فرمایا کہ قولہ تعالے والنازعات غرقًا - ملائکہ ہین (ع) اگر کہا جاوے کہ نازعات صیغہ مؤنث ہی اور ملائکہ نہ مذکر نہ مؤنث ہین پھر نازعات وناشطات وغیرہ کس معنی مین فرمایا (جواب دیاگیا) کہ یہ سب اقسام ملائکہ کے گروہ ہین اور گروہ لفظی جمع مونث ہی اسلیے لفظ مین والنازعات غرقًا - آیا اور (واو) قسم ہے اور آیندہ واو عطف ہی اور نازعات کھینچنے والے جیسے آدمی کمان کو زور سے کھینچتا ہی (س ف) اور جن صحابہ وتابعین کے نام اوپر مذکور ہین اونکی مراد یہ ہی کہ نازعات وہ ملائکہ ہین جو بنی آدم کی روحین کھینچتے ہین پس جس آدمی کی روح کو زور سے غرق ہوکر کھینچتے ہین تو یہ ہی نزع غرقًا - یعنے ڈوب کر کھینچنے والے اور بعضون کی روح کو آسانی سے کھینچ لیتے ہین لہذا فرمایا - والناشطات نشطًا - یعنے اور قسم ہے بند چھڑانے والون کی کھول کر گویا یہ روح اپنے بدن مین بندش سے جکڑی تھی اوسکو کھول دیا جیسے اونٹ کو بندش سے کھول دیتے ہین بالجملہ والنازعات غرقًا والناشطات نشطًا مین دو قسم سے روح کھینچنے کا بیان ہی - اگر زور وسختی سے روح کھینچی تو نازعات غرقًا

آج دنیا میں سمجھتا ہے کہ وہ کچھ شئی ہیں گزر گئے انکا نشان کہاں ہے وہ سب اپنے مقام پر موجود ہیں جب قیامت کا روز ہوگا تو آدمی کو اپنے ہاتھوں کے کیے دھرے سب کام ذرہ ذرہ سامنے نظر آوینگے کما قال تعالے ووجدوا ما عملوا حاضرا۔ جو کچھ انھوں نے کیا تھا سب سامنے حاضر پایا۔ اور بعض علما نے کہا کہ حاضر پانے کی یہ صورت ہے کہ کراماً کاتبین نے نامۂ اعمال میں لکھ لیا ہے وہ اوسکے سامنے پیش ہوگا اور حق یہ ہے کہ جو سیوطیؒ نے بدور السافرہ میں نقل کیا کہ محققین علما کے نزدیک یہ سب اقوال و افعال جو دنیا میں نظر نہیں آتے ہیں سب موجودات ہیں جو پھر بھی نظر آوینگے اور یہی احادیث صحیحہ میں ثبوت ہے اور یہی اعمال قبیحہ کافروں پر جہنم میں طرح طرح کے عذاب ہیں اور مومنوں کے لیے جنت میں درجات ہیں۔ قبر میں کافروں اور منافقوں کے ساتھ نہایت ہیبتناک قبیح صورت میں نظر آوینگے اور مومنوں کیساتھ نہایت خوبصورت جلیس ہونگے اور اگر خوف تطویل نہ ہوتا تو میں وہ احادیث نقل کرتا جنمیں بکثرت ان اعمال کا ذکر ہے بس صحیح و صواب یہ ہے کہ ہر شخص مومن و کافر اپنے کیے ہوے اعمال کو سامنے نظر سے دیکھیگا اور اوس روز کافر خود اپنی بدکاری و بدانجامی جان جائیگا اور حسرت و غم میں کہیگا کہ ای کاش میں خاک ہوتا یعنے دنیا میں پیدا نہوتا اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالے قیامت میں حیوانات کو بھی اُٹھاویگا اور ان میں فیصلہ فرماویگا حتی کہ سینگوں والی بکری سے بے سینگ والی بکری کو مارنے کا قصاص لیا جاویگا پھر اسکے بعد اللہ تعالے فرماویگا کہ تم سب خاک ہو جاؤ۔ یہ دیکھکر کفار آرزو کرینگے کہ کاش وہ بھی خاک ہو جاتے یعنے حیوان ہوتے تو آج خاک ہو جاتے ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس معنی کا تذکرہ حدیث الصور میں آیا ہے اور یہ بات حضرت ابوہریرہ و عبداللہ بن عمرو وغیرہ رضی اللہ عنہم نے بھی بیان فرمائی ہے ابن کثیرؒ ابوہریرہؓ نے کہا کہ قیامت کے روز جمیع خلائق زندہ کرکے اُٹھائی جاوینگی حتی کہ چارپاے و درندے و چرندے و پرندے بھی اُٹھاے جاوینگے اور انصاف آلہی سے سینگوں والیوں سے بے سینگوں والیوں کا قصاص لے لیا جاویگا پھر حکم ہوگا کہ خاک ہو جاؤ تو اُسوقت میں کافر کہیگا کہ اے کاش وہ بھی خاک ہوتا۔ رواہ عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم والبیہقی۔ خطیب وغیرہ نے کہا کہ جن یعنی قوم جن کی نسبت اختلاف ہے ابو الزنادؒ نے کہا کہ وہ بھی آخر خاک کردیے جاوینگے اور عمر بن عبدالعزیزؒ و مجاہد وغیرہ نے کہا کہ جن میں سے جو لوگ مومن ہیں وہ جنت کے گرد سبزہ زار میں ہونگے اور جنت میں داخل نہونگے اور اکثر علما کا یہ قول ہے کہ جن میں سے جو کافر ہیں وہ ابلیس کے ساتھ جہنم میں عذاب پاوینگے اور جو مومن ہیں وہ جنت میں صالحین کے ساتھ عیش کرینگے واللہ تعالے اعلم بالصواب

سورۃ النّزعٰت مکیۃ وھی ست واربعون اٰیۃ

اس سورہ کو سورۃ الساہرہ بھی کہتے ہیں ابن عباس و ابن الزبیر سے روایت ہے کہ یہ سورہ مکے میں نازل ہوا ہے بلکہ اسمیں اتفاق ہے کہ سورہ مکیہ ہے اور اسمیں پینتالیس ۴۵ یا چھیالیس ۴۶ آیات ہیں (س ف ک) اور ایک سو ستر کلمات ہیں اور سات سو تینتیس حروف ہیں کذا فی السراج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ تعالے کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ

قسم ہے گھسیٹ لانے والوں کی ڈوب کر اور بند چھڑا دینے والوں کی کھول کر اور پیرنے والوں کی پیرتے پھر آگے بڑھتے دوڑکر

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۭ قُلُوْبٌ

پھر کام بناتے حکم سے جس دن کانپے کانپنے والی اُسکے پیچھے دوسری کتنے دل

اوراللہ تعالے توفیق دینے والا ہی شریعت مین بہت سے اعمال نیک ایسے ہین کہ اونپر عمل کرنے سے شفاعت حاصل ہونے کی امید ہو چنانچہ حدیث مین ہی
کہ جسنے اذان سنکر مؤذن کی طرح سب کلمات توحید وغیرہ کا اقرار کیا تو گناہون سے بخشا گیا اور بعد اذان کے اوسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلیے
درجہ وسیلہ کی دعا مانگی اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ
وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ- آلہی اس پوری دعوت حق اور نماز قائم کے پروردگار اپنے کرم سے محمد صلعم کو وسیلہ و فضیلت و درجہ بلند عطا فرما الخ
-تو اس بندے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی (صحاح) اور وسیلہ ایک درجہ بلند ہی کہ اُس سے اوپر کوئی درجہ نہین
ہی اور وہ ایک بندۂ خاص کو عطا ہوگا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے امید ہی کہ وہ بندہ مین ہون (صحیح) اور علما رحم نے اس دعا کے
آخر مین اپنے لیے شفاعت حاصل ہونے کی دعا بھی ملالی ہی وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ- اور ہم امتیون
کو اپنے رسول صلعم کی شفاعت قیامت کے روز نصیب فرمائیو اے رب تو وعدہ کو خلاف نہین فرماتا ہی -اس دعا کو ملانے مین یہ بھی فائدہ ہی کہ اذان کے بعد دعا
مقبول ہونا حدیث سے ثبوت ہی پس اگر وسیلہ کی دعا کرنے مین قصور ہو تو اسطرح اپنے لیے دعا کرنا شاید قبول ہو جاوے اور اللہ تعالے سے امیدواری رکھنا خود بہتری
ہی وللہ الحمد والمنہ اسیطرح زیارت رسول اللہ صلعم سے آپکی شفاعت کی امید ہی اور نکتہ یہ ہی کہ جب امتی نے اللہ تعالے کے رسول کے لیے دعا کی تو اللہ تعالے نے
اُسکو اپنے رسول کی طرف سے شفاعت عطا کی اور یہ فضل آلہی ہی شیخ ابو السعود رحمہ نے لکھا کہ قولہ تعالے الا من اذن لہ الرحمن الآیہ- اسمین جاکر
اسم پاک (الرحمن) ظاہر فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ یہ اجازت صرف شان رحمت ہی اور واضح ہو کہ بعض لوگون نے یہان معتزلہ کے مکر سے دھوکا کھایا
اور سمجھے کہ یہ مقصود یہ ہی کہ روح و ملائکہ جنکو قرب منزلت حاصل ہی جب وہی کسیکے لیے قبول صواب کے ساتھ شفاعت نہین کرسکتے ہین مگر با جازت تو پھر دوسرے کسیکو کیا مجال
ہوگی یہ معتزلی بنیاد پر ہی بلکہ مقصود یہ ہی کہ اُس روز کسیکو کلام کرنے مین خود قدرت نہوگی حتی کہ آسمانون والے اور زمین والے جب قول صواب مین اجازت کے
محتاج ہین تو مطلق گفتگو کرنے مین کسی کو قدرت نہ ہوگی۔ ذٰلِکَ الْیَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ
مَاٰبًا- یہ دن برحق ہی اب جو چاہے اپنے رب تعالے کی طرف ٹھکانا حاصل کرے الف یہ دن لامحالہ ضرور آنے والا ہی اور اللہ تعالے نے
اوسکا ہولناک حال بیان فرمادیا اب جو کوئی نیک بختی چاہے تو وہ دنیا مین یہ وسیلہ حاصل کرلے جس سے اوسکو رب عزوجل کی رحمت مین ٹھکانا
ملے اور وہ وسیلہ فقط یہ ہی کہ اوسکے رسول پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوے جو اللہ تعالے کی توحید سکھلاتے ہین جس سے اللہ تعالے
کی رحمت مین مرجع ہے اور جسنے اعراض لیا وہ بدبخت ہی کہ لامحالہ وہان عذاب جہنم مین یعنے غضب آلہی مین پڑے گا۔ اِنَّآ اَنْذَرْنٰکُمْ
عَذَابًا قَرِیْبًا یَّوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ یَدٰہُ وَیَقُوْلُ الْکٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا
ہمنے تمکو نزدیک عذاب کی خوفناک خبر دیدی وہ دن ہی کہ آدمی وہ سب دیکھیگا جو اوسکے ہاتھون نے پہلے بھیج رکھا ہی اور کافر کہیگا
کہ اے کاش مین خاک ہوتا ف جس بدبخت کافر نے وہان عذاب پایا تو اوسکے واسطے کچھ حجت باقی نہین ہی کیونکہ اللہ تعالے نے اسکو اس
عذاب سے جو قریب آنے والا ہی آگاہ کردیا پھر بھی وہ اپنی خودرائی سے انکار کرتا ہی اور اوس سے بچنے کی فکر نہین کرتا ہی حالانکہ اوس سے بچاؤ
کے لیے نہایت آسان فکر ہے کہ اپنے مالک خالق جل شانہ کی اُلوہیت مانے لا الٰہ الا اللہ اور یہ نہایت عدل ہی کہ مخلوق اپنے مالک
کا کلمہ پڑھے جسنے اوسکو اس قابل کیا کہ یہ عیش حاصل کرتا ہی اور اوسی نے تندرستی اور عیش کے سامان دیے ہین اور سب سے مقدم
اوسکی جان عزیز ہی پھر وہ کسقدر سرکش بدبخت ہی کہ اس سے انکار کرے اور جب اوسنے اپنے تن بدن کو اس اصل کے سوا دوسری کمائی
مین لگایا تو ظلم کی جڑ جمائی اور جسقدر کام کرتا ہی سب اسی ظلم کی بنیاد پر کرتا ہی تو جو کچھ قول و فعل ذرہ ذرہ اسکے ہاتھون کے کیے دھرے ہین اور

ربالکل یہی صورت رہیگی جو دنیا مین موجود ہی لیکن یہان جسم کا حکم غالب ہی اور وہان روح کا حکم غالب ہوگا حتی کہ اگر پاؤن کے نیچے زمین وغیرہ کوئی چیز نہو تو بھی برابر قائم رہینگے پس خلاصہ یہ کہ وہان ظہور روحانی ہی اسیواسطے فرمایا کہ۔ یوم یقوم الروح والملآئکۃ صفا۔ جسدن صف بستہ کھڑے ہونگے روح اور ملائکہ۔ مد۔ روح مین جن کے ارواح بھی داخل ہونگی کیونکہ اونسے بھی حساب کتاب ہی اور عظمت وجلال الٰہی اور اسی کی قہاری سلطنت کا ظہور ہوگا تو ان سب کی یہ حالت ہوگی کہ کسی کو اپنے ارادہ سے کسی کام کی مجال نہوگی حتی کہ فقط کلام بھی نہین کر سکینگے (الا من اذن له الرحمٰن) سوائے اسکے جسکو حضرت الرحمٰن عزوجل نے اذن دیا ہی (یعنے اجازت دی) مثل قوله یوم یات لا تکلم نفس الا باذنه الآیہ۔ یعنے جسدن حضور مین حاضر ہو تو کسی نفس کو مجال کلام نہوگی مگر اللہ تعالے کی اجازت سے۔ مد۔ اذن کا اثر یہ ہی کہ اُس شخص کو کلام کرنیکی قوت حاصل ہو (م) اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ اس روز کوئی کلام نہین کریگا سوائے رسولون کے (ابن کثیر) یہ وجہ کمال کی ہی جو اللہ تعالے نے انکو عطا کیا ہی کہ انکے اجسام بمنزلہ روح کے پاکیزہ ہین اسیواسطے زمین اونکے اجسام کو نہین کھا سکتی ہی پس موافق اشارہ ابن کثیرؒ کے یہ معنی حاصل ہوے کہ ارواح وملائکہ مین سے کوئی کلام نہین کریگا سوائے رسولون کے (وقال صوابا) اور اسنے حق کہا۔ مد۔ رازی وغیرہؒ نے لکھا کہ حاصل یہ نکلا کہ روح وملائکہ خاموش ہونگے اور کلام کی صفت جسکو حاصل ہوگی دو شرطون سے حاصل ہوگی ایک شرط یہ کہ اللہ تعالے کی طرف سے اذن ہو دوسری شرط یہ کہ صواب کہے۔ اگر وہم ہو کہ صواب کی شرط مین کیا حکمت ہی کیونکہ جب اللہ تعالے نے اوسکو کلام کی اجازت دی تو ضرور یہ کلام صواب ہوگا (جواب) یہ ہی کہ اول انکو کلام کی اجازت ہوگی اور وہ پاکیزہ بندے بعد اجازت وقوت حاصل ہونے کے نہایت ادب سے صرف وہی بات کہین گے جو صواب ہی ابن کثیرؒ نے کہا کہ قول صواب مین سے کلمہ لآ الٰہ الا اللہ بھی ہی جیسے ابو صالح وعکرمہ تابعین نے بیان کیا ہی مترجم کہتا ہی کہ تعلق شاید دوسرے طریقے سے ہے جو بعض نے بیان کیا ہی چنانچہ رازیؒ نے لکھا کہ بعض کے نزدیک معنی کلام اسطرح ہین۔ لا یتکلمون الا فی حق من اذن له الرحمٰن وقال صوابا۔ یعنے بندگان مقربین جنکو اجازت ہی وہ کسی کے حق مین کچھ شفاعت نہین کرینگے سوائے ایسے شخص کے جسکے حق مین اللہ تعالی کی اجازت ہی اور اوس شخص نے قول صواب کہا ہی۔ یعنے دنیا مین اوسنے لآ الٰہ الا اللہ۔ کہا ہی اس سے معلوم ہوا کہ شفاعت حاصل ہونا دو باتون پر موقوف ہی اول یہ کہ اس بندے نے کلمہ طیبہ لآ الٰہ الا اللہ کہا ہو یعنے ہر امتی نے اپنے پیغمبر کے بندہ ورسول ہونے کی گواہی کے ساتھ کلمہ توحید کو دل سے قبول کیا ہو اور دوم یہ کہ باوجود کلمۂ توحید کے اللہ تعالے اوسکے حق مین شفاعت کرنے کی اجازت عطا فرماوے اسمین خوف وامید دونون جمع ہین امید یہ ہی کہ ہم گنہگار بندون نے بھی بحمد اللہ سبحانہ تعالے کلمہ توحید لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دی ہی اللہ تعالے اپنی رحمت سے اسی پر ہمارا خاتمہ بخیر کرے تو ہمکو بھی شفاعت کی امید قوی ہی اور خوف یہ کہ ایسا کوئی گناہ ہمارے نامہ اعمال مین نہو جس سے اللہ تعالے کی طرف سے اجازت حاصل نہ ہو نعوذ باللہ من عذابہ۔ اور سب سے زیادہ اہتمام کے قابل یہ ہی کہ اللہ تعالے کی وحدانیت مین شرک سے نہایت احتراز کرے حتی کہ مخلوقات کی طرف سے نفع وضرر کا خیال دور ہو اور یہ بھی غفلت نہو کہ چنے چبانے سے درد ہوگیا بلکہ جب زبان سے یہ محاورہ بولے تو دل مین ضرور یہ معنے سمجھے کہ اللہ تعالے نے دنیا مین یون ہی جاری فرمایا ہے کہ کچے چنے چبانے کے بعد بندے کے پیٹ مین درد پیدا کر دیتا ہی اور اگر منظور نہو تو نہین پیدا کرتا اور جو لوگ شریعت وسنت کے خلاف اپنی رائے سے کہا کرتے ہین کہ اسطرح عمل کرنا اگرچہ سلف سے نہین ثابت ہی لیکن اسمین ہمارے نزدیک کچھ حرج نہین ہی تو ایسی بدعتین نکالنے والے اپنی نفس سے پہچاننے والے بہت خطرہ مین ہین کیونکہ نفس خود کبھی راہ حق پہچاننے والا نہین ہی بلکہ نفس تو ہمیشہ ایسے مکر مین ڈال دیتا ہی کہ آدمی دور پڑ جاوے اسیواسطے حکم شرع کے موافق جمیع بزرگان دین ہمیشہ سے نفس کیساتھ مخالفت کرنیکی تاکید کرتے آئے ہین

آسمانون و زمینون کو ایک لقمہ کرے تو وہ کر سکتا ہے اوسکی تسبیح یہ ہے۔ سبحانک حیث کنت (تو پاک ہے جہان کہین ہے) یہ حدیث بہت غریب ہے اور ہم تامل کرتے ہین کہ حدیث رسول اللہ ہو بلکہ شاید ابن عباس رضؓ نے اسکو بنی اسرائیل کے لوگون سے سنکر روایت کیا ہو واللہ تعالے اعلم (ابن کثیر) مترجم کہتا ہے کہ ابن عباس رضؓ سے صحیح بخاری مین روایت ہے کہ لوگون کو ملامت فرمایا کرتے کہ اہل کتاب سے کیون پوچھتے ہو جبکہ انکے یہان تحریف ہے اور جب انھون نے اللہ تعالی کی کتاب مین تحریف کی تو تم سے کبھی سچ نہ بولین گے (بلکہ پچھلون کو تو تحریف شدہ ہی ملی ہے وہ اصلیت سے واقف نہین بلکہ باقی مین بھی انھون نے تحریف کر دی ہے (م) اور تمھارے پاس قرآن مجید کتاب الٰہی پاکیزہ تازہ موجود ہے (صحیح بخاری) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباس رضؓ اسرائیلیات پر اعتماد نہین کرتے تھے ولیکن شاید ابن کثیر کو یہ معلوم ہوا ہو کہ خود ابن عباس رضؓ انکی روایتون کو بر کہہ لیتے تھے واللہ تعالے اعلم بہر حال یہ لازم ہے کہ اس روایت مین ضرور کسی راوی نے وہم کر کے اسکو حدیث کر دیا ہے اور جب یہ لازم آیا تو اس روایت پر اعتماد نہین رہا لیکن بشر ابن بکر معروف ثقہ ہین اور اونکے اوپر سب مشائخ ثقات معروفین ہین لیکن مجھے طبرانی کے شیخ اور شیخ الشیخ کا حال نہین معلوم ہوا اور ظاہر یہ کہ انھین دونون مین سے کسی نے وہم کیا ہے اور خلاصہ یہ کہ یہ روایت ضعیف غریب ہے اسپر اعتماد نہین ہو سکتا ہے اور بیان روح کی تفسیر مین دیگر اقوال بھی ہین از انجملہ یہ کہ روح ملائکہ مین سے بزرگ فرشتہ ہین یہ مقاتل بن حیان سے مروی ہے از انجملہ یہ کہ ابن ابی نجیح رح نے کہا کہ وہ ملائکہ پر حافظین ہین مترجم کہتا ہے کہ شاید اسکے یہ معنے ہون کہ ملائکہ مین سے جو حفاظت خلق کی خدمت پر مامور ہین ورنہ ملائکہ خود محفوظ ہین انمین تغیر و تبدل کے کچھ معنے نہین ہین از انجملہ یہ کہ بعض نے زعم کیا کہ روح سے آدمی (و جن) کی ارواح مراد ہین اور یہ حشر کے روز نہین ہوگا کیونکہ اس دن تو مع جسم کے بعث ہوگا بلکہ یہ اول نفخہ صور کے بعد دوسرے نفخہ حشر کے درمیان ہے اور یہ قول عطیہ عوفی سے روایت کیا جاتا ہے اور ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ روح جبرئیل ہین وہ قیامت کے روز حضور رب العزۃ جل جلالہ مین صف مین کھڑا ہوگا اور عذاب الٰہی سے اُسکے اعضا کانپتے ہونگے اور یہ کہتا ہوگا کہ سبحانک لا الٰہ الا انت۔ ہم بندون نے تیری عبادت کا حق ادا نہین کیا ہے جبرئیل ع کے دونون کندھون کے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوگا (رواہ ابو الشیخ) اور بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات مین ابن عباس سے مثل قول عطیہ العوفی روایت کیا یعنے اول نفخہ صور کے بعد ارواح بنی آدم مع ملائکہ کے صف بستہ ہونگی پھر دوسرے نفخہ کے وقت اپنے اجسام مین چلی جاوینگی مترجم کہتا ہے کہ ان روایات مین اسناد کی راہ سے کلام ہے اور کمتر یہ کہ روایت غریب ہے اور حکم یہ کہ غریب روایت پر اعتماد نہین ہو سکتا ہے جب تک اعتقاد کے قابل آیت یا حدیث معروف سے تقویت نہو امام ابن کثیر نے لکھا کہ امام حافظ ابن جریر رح نے ان چھہ اقوال مذکورہ سابق مین سے کسی قول پر جزم نہین کیا بلکہ توقف کیا کہ کیا معنی مراد ہین اور میرے نزدیک ٹھیک بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ روح سے بنی آدم کے ارواح مراد ہین (ابن کثیر) مترجم کہتا ہے کہ یہی قول اقوی و اصح ہے اور روح کے یہی معنے حقیقت معروفہ ہین اور بعض لوگونکو اسمین تردد پیدا ہوا کہ حشر مع جسم ہوگا تو روح کا قیام کیونکر ہو سکتا ہے اسی وجہ سے یہ تاویل کی کہ یہ موقف حشر و حساب مین نہین ہے بلکہ اجسام مین جانے سے پہلے واقع ہو جاویگا یعنے نفخہ دوم سے پہلے ہوگا اور یہ خیال ٹھیک نہین ہے بلکہ یہ موقف حشر مین ہوگا اور تردد مذکور غفلت ہے کیونکہ آخرت مین جو بعث ہوگا وہان مع جسم ضرور ہوگا اور جسم تابع نہ ہوگا برخلاف دنیا کے کہ یہان جسم کا حکم ظاہر ہے اور روح مخفی ہے اور یہ اسوجہ سے ظاہر ہے کہ دار آخرت کو اللہ تعالے نے حیوان فرمایا ہے یعنے وہان مردگی نہین ہے اور یہ جسم مردگی رکھتا ہے اور آیات و حدیث بکثرت اسی معنی کو مفید ہین اور اسی وجہ سے جب زمین تبدیل کیجاویگی تو ان مخلوقات کے قائم رہنے مین کچھ تردد نہ ہوگا چنانچہ حدیث مین ام المومنین رضؓ نے پوچھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم کے ادھر موقف پر ہونگے اور واضح رہے کہ اسکے یہ معنے نہین ہین کہ انسانی صورت بدل جاوےگی اور روح ظاہر اور جسم تابع ہونے سے الٹی شکل ہو جاویگی

صف بستہ کھڑا ہونا یہ بات بھی جبرئیل سے بخوبی ہو سکتی ہے اور اجازت کے بعد جبرئیل ع کی طرف سے قول صواب بھی ہو سکتا ہے یعنے بعد اجازت
کے جبرئیل ع جو کچھ کہیں وہ قول صواب ہے اور جبرئیل ع کو اجازت بھی دی جا سکتی ہے تو اس قول کو چھوڑ کر کیونکر کہا جاوے کہ روح سے قرآن مراد ہے یعنے
جیسے قول پنجم ابن زید نے کہا ہے کہ روح سے مراد قرآن ہے بدلیل قولہ تعالے کذلک اوحینا الیک روحًا من امرنا الآیہ یعنے ہم نے تجھے اپنے امر
سے روح وحی فرمائی یعنے قرآن وحی کیا۔ قاضی مذکور نے اعتراض کیا کہ قرآن اس قابل نہیں ہے کہ وہ صف بستہ کھڑا ہو یا اوسکو اجازت دیجاوے
یا وہ بعد اجازت کے قول صواب کہے اور قاضی نے کہا کہ اصطلاح ہم کیونکر روح سے جبرئیل ع کو چھوڑ کر ایسی مخلوق مراد لیں جو نہ آدمی ہیں نہ فرشتہ
ہیں یعنے ہم اونکو نہیں پہچانتے ہیں (تفسیر کبیر) مترجم کہتا ہے کہ قاضی مذکور نے دونوں باتوں میں خطا کی اول یہ کہ قاضی نے جبرئیل ع کو آنکھوں سے
نہیں دیکھا بلکہ شرع سے پہچانا ہے تو مخلوق مذکور بھی شرع سے معلوم ہو سکتی ہے دوم یہ کہ روح بمعنے قرآن کے واسطے قیام وکلام وغیرہ صفات باحادیث
مشہورہ ثبوت ہے تو معتزلہ کے انکار سے کیا ہوگا علاوہ بریں روح بمعنے روح انسانی بھی معنے معروف ہیں بلکہ روح بمعنے جبرئیل ع لینے سے یہ معنے
زیادہ واضح حقیقت ہیں کیونکہ اسکو جمیع اہل لغت پہچانتے ہیں اور نظم قرآنی میں بھی اگر روح بمعنی جبرئیل ع ہو تو آیت کے یہ معنے ہونگے جسدن
صف بستہ کھڑا ہوگا جبرئیل ع اور ملائکہ آلخ۔ جبرئیل ع بھی ملائکہ میں سے ہیں تو یہ کہنا چاہیے کہ ہاں ولیکن جبرئیل ع کی تکریم کے لیے اونکو خاص کر لیا یعنے
وہ ایسا دن ہوگا کہ جبرئیل امین کو بھی مجال کلام نہوگی۔ ولیکن میں کہتا ہوں کہ عرب کے مشرکین جبرئیل ع سے واقف نہ تھے تو اونکو ہیبت نہیں ہو سکتی
ہے مگر آنکہ قرآن مجید تمام جہان کے لیے ہدایت وحجت ہے تو یہود ونصاری پر ہیبت ہوگی۔ پھر اگر روح بمعنے روح انسانی لیجاوے تو یہ سوال وجواب
نہوگا کیونکہ معنے یہ ہوے کہ وہ دن ایسا ہے کہ جسدن جناب باری تعالے میں عالم روح اور عالم ملائکہ سبکے سب صف بستہ خاموش ہونگے کسیکو بھی
مجال نہوگی کہ کلام کرے اس سے عرب کے مشرکون پر بھی ہیبت ہے جو اپنے زعم میں لات وعزی وغیرہ گذری ہوئی اموات کی پرستش کرتے تھے
اور کہتے کہ یہ لوگ اللہ تعالے کے یہاں ہمارے شفیع وسفارشی ہیں حالانکہ وہاں کسی کو مجال کلام نہوگی۔ اور یہود ونصاری پر بھی ہیبت ہوگی کیونکہ
یہود کا یہ زعم مٹ گیا کہ بنی اسرائیل کے بزرگ وہاں ہمکو عذاب سے چھڑا لینگے اور ہماری سفارش کرینگے اور نصاری کا زعم مٹ گیا جو باپ بیٹا
وروح القدس کہتے پھرتے ہیں اور خود بھی سچے طور سے اوسکے معنے نہیں بتلا سکتے ہیں تو انکا زعم ٹوٹ گیا کیونکہ عالم روح خواہ بشری ہو یا ملکی ہو سب
صف بستہ مقہور ہونگے کسی میں مجال کلام نہوگی فافہم واللہ تعالے اعلم **قول ششم** یہ کہ روح سے مراد ایک فرشتہ ہے جو تمام مخلوقات کے برابر ہے
رازی رح نے لکھا کہ بعض مفسرین کے اقوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک صف کو اکیلا روح بھر لیگا اور دوسری صف میں ملائکہ ہونگے (کبیر
اقول) علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ یوم یقوم الروح۔ ابن عباس رض نے کہا کہ روح ایک فرشتہ ہے جو سب ملائکہ میں اپنی خلقت کی راہ
سے بہت بڑا ہے۔ ابن جریر رح نے بطریق رواد ابن الجراح روایت کیا کہ ابن مسعود رض نے فرمایا کہ روح آسمان چہارم میں ہے اور وہ آسمانوں اور پہاڑوں
اور ملائکہ سے بڑا ہے ہر روز بارہ ہزار تسبیحات پڑھتا ہے ہر تسبیح سے اللہ تعالے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے وہ قیامت کے روز تنہا ایک صف آوے گا
ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ قول بہت غریب ہے یعنے کسی دوسرے عالم سلف سے اسکے مانند متوارث نہیں ہے مترجم کہتا ہے کہ اسناد میں رواد بن الجراح ہے
راوی کی نسبت اگرچہ امام یحیی بن معین نے کہا کہ سچا معلوم ہوتا ہے لیکن امام نسائی رح نے کہا کہ اوسنے کئی حدیثیں ایسی روایت کیں جنکو دوسرے
شیوخ میں سے کوئی نہیں روایت کرتا ہے اور ابن عدی رح نے کہا کہ اکثر اوسکی روایتیں ایسی ہیں کہ جنکی متابعت نہیں ملتی ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ روایت
بھی اسی قسم سے ہے **امام ابن کثیر** رح نے لکھا کہ **قال الطبرانی** حدثنا محمد بن عبد اللہ بن عوس المصری حدثنا وہب اللہ بن رزق بن ہبیرہ
حدثنا بشر بن بکر حدثنا الاوزاعی حدثنی عطاء عن ابن عباس رض مرفوعًا الخ اللہ تعالے کا ایک فرشتہ ہے کہ اگر اس سے کہا جاوے کہ سب

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙۗ لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا۔ جسدن ٹھہرے ہونگی روح اور ملائکہ صف بستہ کہ کچھ نہین بولینگے سوائے اُس بندیکے جسکو الرحمن نے اجازت دی اور اُسنے ٹھیک بات کہی ف یعنے یہ حالت اس دن ہوگی جسدن روح اور ملائکہ صف بستہ جناب باری تعالے مین حاضر ہونگے اور بالکل خاموش ہونگے کوئی کچھ کلام نہین کرسکتا سوائے اُسکے جسکو اللہ تعالے ارحم الراحمین نے اجازت دی تو وہ بول سکیگا اور جو بات کہیگا وہ ٹھیک بات بولیگا کیونکہ اللہ تعالے عالم الغیب ہی ہر ایک بندے کے ادب کو خوب جانتا ہی تو ایسے ہی بندون کو اجازت عطا فرماویگا جو ادب سے سچی اور ٹھیک بات عرض کرین اور بعض مفسرینؒ نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ روح و ملائکہ صف بستہ خاموش ہونگے اور عظمت وجلال الٰہی سبحانہ سے کچھ کلام نہین کرینگے اور کسی شخص کے حق مین شفاعت کرنیکی قدرت نہ پاوینگے سوائے اُسکے جسکے واسطے شفاعت کرنے کی اجازت اونکو حضرت حق عزوجل کی طرف سے حاصل ہوگی تو اُس شخص کے واسطے شفاعت کرینگے اور شفاعت کرنے مین بھی ادب کیساتھ کلمۂ حق کہینگے جو سچ ہی اور بعض نے کہا کہ اس شخص کے واسطے شفاعت کرینگے جسکے لیے حضرت الرحمن سے اجازت پاوینگے اور یہ شخص ایسا ہوگا کہ اسنے قول صواب کہا ہی یعنے دنیا مین اُسنے کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنے وحدانیت الٰہی و رسالت کا اقرار کیا ہی تو معلوم ہوا کہ شفاعت اُسی شخص کے واسطے خاص ہی جسکا خاتمہ ایمان و توحید پر ہوا ہو اور اُسکے لیے اجازت بھی حاصل ہو مترجم کہتا ہی کہ ظاہر نصوص سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ شفاعت عام تو بعد نجات و دخول جنت ہی اور یہ صف بستہ ہونا موقف مین ہی اور آیندہ انشاء اللہ تعالے آتا ہی (سوال) روح سے کیا مراد ہی (جواب) اسکی تفسیر مین آٹھ اقوال روایت کیے گئے امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قول اول عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ روح سے ارواح بنی آدم مراد ہین اقول گویا جنس روح مراد ہی رازیؒ نے کہا کہ شاید یہ مراد ہو کہ روح ایک صف ہوگی اور ملائکہ دوسری صف ہونگے یہی مفسرین کے بیان سے ظاہر ہی اور شاید روح و ملائکہ سب ایک صف ہون اور بعض نے کہا کہ صف بستہ ہونگے جس قدر صفین ہون جیسے قولہ تعالے جاء ربک والملک صفا صفا۔ ھ۔ قول دوم یہ کہ روح سے خود آدمؑ کی اولاد مراد ہین یہ حسن بصری و قتادہؒ نے بیان فرمایا ہی اور قتادہؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ اسکو چھپاتے تھے اقول شاید اس وجہ سے قتادہؒ نے یہ گمان کیا کہ ابن عباسؓ اسکو صاف نہین کہتے تھے اسلیے کہ عوام کے خیالات اس معرفت تک نہین پہونچتے ہین یا اسلیے کہ شاید عوام یہ سمجھین کہ آدمیون کے قیام مین صرف روح ہوگی حالانکہ یہ باطل ہی قول سوم یہ کہ روح ایک مخلوق الٰہی ہی جو فرشتہ نہین ہی اور نہ آدمی یا جن ہی بلکہ وہ آدمیون کی صورت پر ہین اور کھاتی پیتی ہین یہ قول ابن عباسؓ و مجاہد و ابو صالح و اعمش سے روایت کیا گیا ہی اقول فتح البیان مین مذکور ہی کہ ابن عباسؓ نے اسکو حدیث مرفوع روایت کیا ہی اور اس روایت مین یہ بھی آیا کہ انکے سر و ہاتھ و پاؤن ہین پھر یہی آیت یوم یقوم الروح الخ پڑھی اور فرمایا کہ روح ایک گروہ ہوگا اور ملائکہ دوسرا گروہ ہوگا (رواہ ابن ابی حاتم و ابو الشیخ و ابن مردویہ) مترجم کہتا ہی کہ اس روایت کی اسناد نہین معلوم کیسی ہی سوائے اسکے کہ ابن ابی حاتم نے اچھی اسناد کا التزام کیا ہی ولیکن اس حدیث کا غریب ہونا ظاہر ہی جبکہ اسقدر منفرد ہے واللہ تعالے اعلم قول چہارم یہ کہ روح سے مراد جبرئیل ہین یہ قول شعبی و سعید بن جبیر و ضحاک سے مروی ہی اور اس قول کے واسطے تقویت لیگئی اس آیت سے نزل به الروح الامین علی قلبک الخ یعنے قرآن کو روح امانت دار تیرے دل پر اتار لایا۔ ھ۔ اور مقاتل بن حیان نے کہا کہ روح سب ملائکہ مین بزرگتر اور وحی لانے والا اور حضرت باری تعالے مین زیادہ مقرب ہی (ابن کثیر) رازیؒ نے کہا کہ اسی قول کو قاضی نے اختیار کیا ہی یعنے روح سے جبرئیل مراد ہین اور قاضی نے اسپر یہ دلیل پیش کی کہ قرآن مجید سے معلوم ہوا کہ روح نام جبرئیل ہی اور یہان جو وصف مذکور ہے

کہ یہان اسطرح قدرت آلہیہ نے ظہور فرمایا کہ ہر شخص اپنی اپنی خواہش حاصل کرے اور یہی اُسکی عاقبت کا ذخیرہ ہی پس اگر جبر و قہر ہوتا تو یہ سب
کیونکر اپنے اپنے طبقے کے ذخیرے جمع کرتے پھر وہان بحکم قولہ تعالے لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار اس شان کا ظہور ہوگا کہ سب اُسکے
قبضۂ قدرت مین مقہور ہوجاوینگے پھر آخر قدرت کاملہ کا ظہور اہل جنت پر ہوگا جنھون نے یہان اپنے نفس سے بیزار و خارج ہوکر اللہ
تعالے کے حکم مین اپنی جان دیدی ہی تو انمین قدسی قدرت نے ظہور کیا اور اُسکی صورت یہ ہی کہ ظاہر و باطن مین اللہ تعالے کی شریعت کو
حاکم کرے اور اسکے معارضہ مین نفس کو نہ لاوے اور اسی کو نفس کُشی کہتے ہین اور حدیث صحیح مین ہی کہ امت مین سے کوئی مومن نہ ہوگا
جب تک یہ نہو کہ جو شرع مین لایا ہون اُسیکے تابع اُسکی خواہش ہوجاوے - الحدیث - اور جنت مین اسکا نتیجہ یہ کہ جنتی بندہ جو خواہش کریگا
وہ فورًا موجود ہوجاویگی فافہم - پس معلوم ہوا کہ وہان تمام مخلوقات پر الوہیت ظہور فرماویگی جسمین کچھ بھی پردہ نہوگا تو کسی مخلوق کو تصرف
کی مجال نہوگی جب تک اُسکو قوت نہ ملے پھر حساب کتاب مین قوتین عطا ہونگی جیسے بیان ہوچکے ہین تو صاف معلوم ہوگیا کہ اجازت
ضرور عطا فرمائی جاویگی پس اجازت کے بعد کفار اپنے جھوٹے عذرات لاوینگے اور آخر جہنم مین ہانک دیے جاوینگے اہل ایمان کا حساب
ہوگا اور شفاعت کے لیے بھی اول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت ہوگی پھر آپ کے طفیل مین عام اجازت ہوجاویگی لیکن وہ جنت
مین ہوچکر ظہور قدرت کے بعد ہی اسیواسطے حدیث مین ہی کہ موقف مین انبیاء علیہم السلام تک نفسی نفسی کہینگے تو بے انتہا کمال یہ ہی کہ وہان
ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کی اجازت مل گئی اور جسکو معرفت ایمانی سے کچھ بھی نصیب ہی وہ سمجھتا ہی کہ یہ کیسا عظیم الشان کمال
ہی پھر حدیث مین ثابت ہی کہ جنت مین ہوچکر اہل ایمان اپنے رب سبحانہ تعالے سے بہت کچھ عرضداشت کرنے لگین گے کہ اے رب ہمارے
حضور نے ہمارا فلان ساتھی جہنم مین ڈالدیا حالانکہ وہ تو ہمارے ساتھ نماز پڑھتا تھا ارشاد ہوگا کہ اچھا نکال لاؤ جسکے دل مین ایمان بقدر
دینار ہو یہ حدیث طولانی بارہا گزر چکی ہی اور مقصود یہ کہ اجازت کلام جدا ہی اور اجازت شفاعت جدا ہی رازی رح نے کہا کہ (لا یملکون منہ
خطابا) سے یہ لازم نہین ہی کہ شفاعت نہوگی جیسے معتزلہ وغیرہ جاہلون نے کجی سے جہالت کی ہی اسلیے کہ اس آیت مین (لا یملکون) سے
یعنے مالک نہین کوئی مخلوق خطاب کرنے کی - الخ - تو بیشک کوئی قادر و مالک نہین ہوگی اور شفاعت تو اجازت کے بعد ہی ہے تو
وہ اللہ تعالے کا احسان و فضل ہی پھر معتزلہ وغیرہ نے کیون جہالت اختیار کی رازی رح نے کہا کہ عقل سے بھی سمجھا جاتا ہی کہ کسی مخلوق کو جناب
باری تعالے مین کلام کی مجال نہین ہوسکتی ہی (اول) اس وجہ سے کہ جو کچھ ہی سب اللہ تعالے کی مخلوق و مملوک ہی یعنے ایسی مملوک ہی کہ دنیا مین کہین
کوئی ایسا مالک کسی چیز کا ممکن نہین ہوسکتا پھر مملوک کو اپنے مالک پر کچھ استحقاق نہین ہی تو اُسکو گفتگو کی مجال کیا ہوگی (دوم) یہ کہ
اللہ تعالے سب خوبیون والا ہی تو کسی بات مین سوال نہین ہوسکتا یعنے اگر دنیا مین کافر دن کو تردد ہی تو آخرت مین عین الیقین سے ظاہر ہوگا
پھر سوال نہ رہا علاوہ برین سوال یہ کہ ایسا کیون کیا تو یہ کس مخلوق کا علم ہے جو عالم الغیب سے زیادہ جانے بلکہ خود جاہل ہی تو اُس سے
کہان سوال ہوسکتا ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ سب رازی رح نے ظاہری خیالات کے موافق جوابات لکھے ہین اور حق وہ ہی جو مین نے بیان کردیا کہ لمن
الملک الیوم الآیہ سے صریح معلوم ہوا کہ ملک اُس روز اللہ تعالے ہی کے واسطے ہے اسکے یہ معنی نہین کہ دنیا مین اللہ تعالی کی ملکیت نہین
ہی بلکہ یہ معنی ہین کہ دنیا مین جس شان کا ظہور ہی اُسمین کفار و مشرکین کو یہ نظر آتا ہی کہ ہم لوگ خود ملکیت و قدرت رکھتے ہین جو چاہتے ہین وہ
کرلیتے ہین اور یہ نہین جانتے کہ اسی طریقہ سے اپنی قسمت کا ذخیرہ جمع کرکے لیے جاتے ہین آخرت مین بے پردہ ملکیت سلب ہوگی تو کسی کو
مجال نہوگی کہ اپنی قدرت و ملکیت ظاہر کرے پھر جب اجازت ہوگی تو بسبب اجازت ظہور ہوگا واللہ سبحانہ تعالے ہو العلیم الخبیر اسیواسطے فرمایا

امت متفق ہین نقل حضرت شیخ مشائخنا مولانا شاہ کاظم قدس سرہ نے اپنے شیخ حضرت شاہ باسط الہ آبادی کی خدمت مین مدت
دراز تک قیام کیا ایک روز حضرت شیخ نے عالم استغراق مین فرمایا کہ کیا چاہتا ہے شاہ کاظم رح نے عرض کیا کہ عبودیت مانگتا ہون یہ سنکر
شیخ رح نے فرمایا کہ امر عظیم ہے کیا مانگتا ہے شاہ کاظم رح نے پھر عرض کیا کہ حضور عبودیت مانگتا ہون شیخ پھر عالم استغراق مین محو ہو گئے پھر سر مبارک
اُٹھا کر فرمایا کہ کیا مانگتا ہے پھر شاہ کاظم رح نے وہی عرض کیا کہ حضور عبودیت مانگتا ہون ارشاد ہوا کہ مبارک ہو حضرت باری تعالے نے تجھے
عبودیت عطا فرمائی -مد- واضح ہو کہ اسمین اکمل القدم حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آپ کے بعد مراتب انبیاء علیہم السلام ہین
تو آپکے قدم پر غوث و قطب الوقت ہے اور ما بعد باقی جس مرتبہ پر ہو وہ کسی نہ کسی پیغمبر کا مقام ہے اسی لیے ہر ولی زیر قدم نبی معروف ہے اور واضح
ہو کہ یہ بات جہال صوفیہ کے اوہام باطلہ سے تعلق نہین رکھتی ہے جو شریعت سے خارج اور سنت سے منحرف ہین بلکہ اسکا اصل مدار یہ ہے کہ حضرت
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سنت پاکیزہ پر مستقیم ہونے کی توفیق جسقدر کامل جس بندے کو حاصل ہو اُسی قدر اسکا رتبہ بلند ہوگا مترجم
نے اس مقام کو اسلیے واضح بیان کیا کہ اس زمانہ مین علم نبوت و آثار معرفت مخفی ہین اور جہالت و ضلالات اور مکر و بطالت کو رواج ہے اور موافق
معجزۂ حدیث صحیح کے جاہل لوگ عالمون کے بھیس مین لوگون کے پیشوا بنتے ہین اور جو بندہ اپنے رب عز و جل سے اکابر صالحین کی راہ
ہدایت چاہتا ہے اللہ تعالے اُسکو نور توفیق سے ہدایت فرماتا ہے اور وہ ان جاہلون کی راہ سے الگ ہو کر بزرگون کی راہ مستقیم پر قائم ہو جاتا ہے
واللہ ہو الہادی الی الصراط المستقیم اب مطلب کی طرف رجوع کرو کہ قاضی معتزلی نے اول تو جہالت سے یہ سمجھا کہ مومنین یہ جان گئے کہ
خدا عادل ہے ورنہ اعتراض و خطاب کرتے اور یہ بات اُسکی پہلی غلطی ہے دوم اُسنے یہ معرفت نہ پائی کہ وہان ظہور روحانیت مین یا تو اہل ایمان ہین
جو سب دیکھتے ہین یا اہل ضلالت اندھے بہرے ہین پس کچھ پردہ نہین ہے تو دنیاوی عقلی شناخت کی وہان کیا ضرورت ہے بلکہ وہان
مقام عین الیقین ہے سوم یہ کہ قاضی نے کافرون کا عذاب اگر عدل ٹھہرایا تو ٹھیک ہے کیونکہ اللہ تعالے نے اُنکے عذاب مین زیادتی
نہین فرمائی اور یہ بھی اُسکی رحمت ہے اور یہ وجہ نہین کہ اللہ تعالے پر واجب تھا اور وہ مجبور تھا کہ اسکے سوا کچھ نہین کر سکتا تھا لیکن
قاضی مذکور نے مومنون کے واسطے ثواب کو بھی عدل واجب قرار دیا ورنہ مومنین اعتراض کرتے اور یہ اُسکی نادانی ہے بلکہ آیات و احادیث
و اقوال سلف و خلف سب سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان کے اعتقاد و اعمال کو حضرت سبحانہ تعالے نے اپنے فضل سے قبول فرما کر اُنکو جنت و
نعمت عطا کی اور اپنی طرف سے بہت احسان کیا لقولہ تعالے وان تک حسنۃ یضاعفہا ویؤت من لدنہ اجرا عظیما- یعنے اگر بندۂ مومن کے
واسطے ایک نیکی بچ رہیگی تو اللہ تعالے اُسکو بہت گونہ بڑھاویگا اور اپنی طرف سے اجر عظیم عطا فرماویگا -مد- پس یہ سب ہمارے رب ارحم الراحمین
کی رحمت و عنایت ہے وللہ الحمد والمنہ نکتہ معرفت شان باری تعالے اس سے اعلی و اجل ہے کہ کوئی بندہ صالح اپنے خیال و قیاس و گمان
و وہم سے اُسکو تصور کر سکے اُسنے سب تصورات کو بھی پیدا کیا ہے تو جو کچھ تصور مین آیا وہ خدا نہین بلکہ اُسکو خدا نے اس بندے مین پیدا کر دیا
پس اُسنے ہم عاجز بندون سے یہی ایمان قبول فرمایا فافہم وللہ الحمد مالا احصاء لہ ہو کما اثنی علی نفسہ و ہو ارحم الراحمین بالجملہ قاضی مذکور کا قول
درجہ معرفت سے ساقط ہے رازی رح نے تیسری وجہ یہ بیان کی کہ قولہ لا یملکون- کی ضمیر تمام عالم کی طرف ہے یعنے تمام عالم آسمانی و زمینی وغیرہ کسی
کو یہ طاقت نہوگی کہ حضرت باری تعالے مین زبان سے کچھ بول سکین -مد- اور لکھا کہ یہی قول صحیح و صواب ہے کیونکہ مخلوقات مین کسی کو یہ مجال
نہوگی کہ اللہ تعالے ذوالجلال سے گفتگو کر سکے مترجم کہتا ہے کہ بیشک بات یہی ہے اور حکماء ربانیہ نے کہا کہ بھید یہ ہے کہ دنیا مین جس شان
سے ظہور ہے وہ یہ ہے کہ ہر فرقہ و ہر شخص اپنے نصیبہ کو کماتا ہے حتی کہ کافر یہ سمجھتا ہے کہ مین خود یہ سب کام بنا لیتا ہون حالانکہ اصل نکتہ یہی ہے

نہین جو کلام سن سکین اور نہ آنکھ ہو کہ نور حق دیکھ سکین چنانچہ اسکی تحقیق اوپر بیان ہوچکی ہو اگر کوئی کہے کہ آیت مین عام ہو کہ کسی کو حضرت باری
والے مین خطاب کی قدرت نہوگی تو پھر شفاعت بھی نہین ہوسکتی ہو اسی وجہ سے فرقہ معتزلہ وغیرہ نے شفاعت سے انکار کیا ہو (جواب) مترجم
کہتا ہو کہ معتزلی کمبخت تو عجب جاہل ہو اسلیے کہ دیگر آیات بکثرت ہین جن مین کافرون کا عذر بیجا بیان کرنا اور فریاد کرنا وغیرہ صریح مذکور ہو پھر اس آیت
سے اُسنے کیا معنے سمجھے اور صاف محاورہ تو یہ ہو کہ جیسے آدمی کو خطابات مین گفتگو کی مجال ہوتی ہو یعنے کارآمد ہوتی ہو تو رب عزوجل کی جناب
مین کسی کو یہ مجال نہین ہو کہ بازپرس کرسکے وہی مالک خالق ہو جو چاہتا ہو وہ کرتا ہو امام ابن کثیرؒ نے جواب دیا کہ معنے یہ ہین کہ خود کسی کو ابتداءً
اس سے خطاب کی قدرت نہین ہو جب تک کہ اُسکی اجازت نہو جیسے قولہ تعالیٰ من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ وہ کون شخص ہو جو اللہ تعالیٰ کے
یہان سفارش کرسکے مگر اُسکی اجازت کیساتھ ۔ ت ۔ خلاصہ یہ کہ شفاعت بعد اجازت الٰہیہ کے حاصل ہوگی اور یہ متواتر معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو اجازت ملیگی تو ہم نے جان لیا کہ آپکی شفاعت برحق ہو اور اسیطرح قولہ تعالیٰ یوم یات لاتکلم نفس الا باذنہ ۔ یعنے اُس روز کسی نفس کو
بدون اجازت الٰہی کے کلام کرنے کی مجال نہوگی ۔ ت ۔ تو معلوم ہوا کہ اجازت ہوسکتی ہو اور یہ متواتر معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
قطعی ہو رازیؒ نے لکھا کہ (لا یملکون) کی ضمیر کوئی عام صیغہ نہین ہو اور ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ اس سے کفار مراد ہین یعنے کافرون کو یہ قدرت
نہوگی کہ اللہ تعالیٰ سے خطاب کرسکین اور رہے مومنینؒ تو اللہ تعالیٰ کی جناب مین شفاعت کرینگے اور اللہ تعالیٰ انکی شفاعت قبول فرمائیگا
رازیؒ نے اسکو تخصیص قرار دیا اور لکھا کہ قاضیؒ کے نزدیک یہ ضمیر مومنون کی طرف راجع ہو یعنے مومنون کو کسی امر مین جناب باری تعالیٰ
مین خطاب کی گنجائش نہوگی اسلیے کہ جب یہ ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ عادل ہو وہ کچھ بھی ظلم نہین فرماتا تو معلوم ہوگیا کہ اُسنے جو عذاب
کافرون کو دیا ہو وہ عدل ہو اور جو ثواب مومنون کو دیا ہو وہ بھی عدل ہو تو کس وجہ سے مومنین خطاب کرسکتے ہین ۔ ت ۔ اور یہ قول بھی پہلے قول
سے زیادہ قریب ہو اور فقط مومنون کی خصوصیت اسلیے سمجھی گئی ہو کہ مومنین ہی کا ذکر ہو (رازیؒ) مترجم کہتا ہو کہ امام رازیؒ نے یہ قول ناقص قاضیؒ
سے نقل کیا اور یہ قاضی معتزلی ہو اور عجب کہ رازیؒ نے لکھکر سکوت کرلیا حالانکہ یہ قول مقام معرفت سے ساقط ہو اسلیے کہ اول تو قاضی نے نادانی سے یہ خیال
کیا کہ مومنین اعتراض کا خطاب کرتے لیکن اسوجہ سے نہین کرینگے کہ اُنکی عقل مین یہ ثبوت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ پر عدل واجب ہو مترجم کہتا ہو کہ یہ معتزلی
کی بہانی غلطی اور جہالت ہو کہ اللہ تعالیٰ پر بھی شریعت فرض و واجب ٹھہراتے ہین اور یہ باطل ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ لایسئل عما یفعل وھم
یسئلون الآیہ ۔ یعنے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہو کرتا ہو کسی کو مجال نہین ہو کہ اُس سے سوال کرسکے کہ یہ کیون کیا اور بندے سب ایسے ہین کہ اللہ تعالیٰ
کی طرف سے اُنسے سوال ہوگا ۔ ت ۔ رہا عدل تو بیشک اللہ تعالیٰ کی شان عدل ہو اسلیے کہ وہ جو چاہے کرے سب اُسکی پیدا کی ہوئی مملوک
مخلوقات ہے حتیٰ کہ اگر سب کو ہلاک کردے تو اُسکو اختیار ہو چنانچہ صریح فرمایا ۔ ان یہلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعًا الآیہ ۔ یعنے نصاریٰ کو سمجھایا
کہ مسیح کے حق مین الوہیت وغیرہ باطل خیال کیونکر باندھتے ہین مسیحؑ تو بندے ہین اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے کہ مسیح کو اور اُسکی مان کو اور جو کوئی
زمین مین ہو سب کو ہلاک کرے تو اُسکو کامل اختیار ہو ۔ ت ۔ اور اسی ذیل مین تنبیہ کی کہ مسیحؑ کبھی اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے سے منہ نہین
موڑ سکتا ہو اور نہ ملائکہ مقربین اُسکی بندگی سے منہ موڑ سکتے ہین ۔ ت ۔ مترجم کہتا ہو کہ واللہ یہ لوگ تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے سے نہایت فخر کرتے
ہین اور جسکو بندگی مین جسقدر کمال ہو اسی قدر اُسکا رتبہ بلند ہو حتیٰ کہ اکمل درجہ بندگی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وجمیع الانبیاء والمرسلین
والملائکۃ الصالحین اجمعین کو حاصل ہو اور معراج کمال مین حضرت ذوالجلال نے خطاب فرمایا سبحان الذی اسریٰ بعبدہ الآیہ ۔ عبد سے مراد
بالاجماع محمد مصطفیٰ ہین صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی کمال عبودیت سے آپ اس سلسلہ رحمت کے سرتاج ہین اور اسی معرفت پر جمیع اولیاء

يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ

کھڑا ہو روح اور فرشتے قطار ہوکر کوئی نہین بولتا مگر جسکو حکم دیا رحمن نے اور بولا

صَوَابًا ۝ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ

بات ٹھیک وہ دن ہے تحقیق پھر جو کوئی چاہے بنا رکھے اپنے رب کے پاس ٹھکانا ہمنے خبر سنادی تم کو

عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝

ایک آفت نزدیک کی جس دن دیکھ لیوے آدمی جو آگے بھیجا اُسکے ہاتھون نے اور کہے منکر کسی طرح مین مٹی ہوتا

واضح ہو کہ یہان قرارات ہین یعنے قولہ تعالےٰ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ رازی رح نے کہا کہ (قرارت اول) یہ کہ رب اور الرحمن دونون جگہ رفع ہو اور یہ قرارت امام نافع و ابن کثیر و ابو عمرو رح کی ہو اور اس صورت مین چار طرح سے معنے بیان ہوتے ہین (ایک) یہ کہ تیرا رب وہی پروردگار ہو آسمان و زمین انکے درمیان کا جسکی شان الرحمن ہو (دوم) یہ کہ پروردگار آسمانون و زمین و انکے درمیان کا الرحمن جل شانہ ہو (سوم) یہ کہ یہانتک مبتدا ہو اور قولہ تعالیٰ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا۔ خبر ہے یعنے پروردگار آسمان و زمین و اُنکے درمیان کا جسکی شان الرحمن ہو کوئی مخلوق اُس سے خطاب کی قدرت نہین رکھتی ہو (چہارم) پروردگار آسمان و زمین و مابین کی یہ شان ہو کہ وہ الرحمن ہو (دوم) رب السموات بالجر ہو اور الرحمن بالرفع ہو یہ حمزہ و کسائی کی قرارت ہو اور معنے یہ کہ عطا تیرے رب کی طرف سے ہے جو آسمانون و زمین و مابین کا پروردگار ہو وہ الرحمن ہو کسی کو اُس سے خطاب کی خود قدرت نہین ہو (قرارت سوم) یہ کہ رب السموات اور الرحمن دونون بالجر ہین اور یہی حفص و عاصم و ابن عامر کی قرارت ہو اور قرارت دوم کے اور اسکے معنے واحد ہین صرف الرحمن صفت ہو (کبیر وغیرہ) اللہ تعالےٰ آگاہ فرماتا ہو کہ جسنے کافرون کو وہ عذاب شدید دیا ہو اور متقیون کو یہ ثواب جمیل بیحساب عطا کیا ہو وہ تیرا رب ہو وہی آسمانون و زمین کا خالق و مالک ہو اور جو کچھ انکے درمیان ہو سب اُسی کی مخلوق مملوک ہو وہ الرحمن ہو کہ ہر چیز کو اُسکی رحمت شامل ہو (ابن کثیر رح) مین کہتا ہون کہ اس سے بہت سے فوائد حاصل ہوے ازانجملہ یہ ہو کہ جنت و اُسکی نعمت کو اکثر کفار خیال محال سمجھے ہین اور یہ ان احمقون کی پوری حماقت ہو اسلیے کہ آسمان جس شان سے موجود ہو اور یہ بے شمار ستارے اور یہ نظام عالم اور زمین اور اسکے عجائبات وغیرہ اگر پہلے سے دیکھے نہ ہوتے تو کبھی قیاس مین نہ آتے اور ہر پتی وگھاس بے مثل چیز ہو تو کفار احمق کیونکر یہ تصور باندھتے ہین ازانجملہ یہ کہ کافرون کو جو عذاب دیا گیا وہ بالکل اُنکی کمائی ہو اور اللہ تعالےٰ نے رحمت عام سے اپنر زیادتی نہین فرمائی حالانکہ اگر اُنکی قبیح بدکاری دیکھی جاوے تو بہت زیادہ ہو ازانجملہ رب السموات جب سب کا مالک و خالق ہو تو کافرون وغیرہ کسی مخلوق کو یہ مجال نہین ہو کہ ہمارے ساتھ ایسا کیون ہوا خصوص جبکہ ان ظالمون کے پاس جو جانور دیے کے مثل مخلوق صرف انکے نفع اٹھانے کے لیے ہے جب سرکشی کرے تو اُسکو گولی مار دیتے ہین حالانکہ وہ انکے مثل مخلوق ہو تو پھر ان احمق جانورون کی کیا مجال ہو کہ اپنے حق مین اپنے خالق سے یہ تکبر کرین اور اگر عقل ہو تو بھلا انکی بیہودہ گفتگو کا حاصل کیا ہو یہ لوگ تو اس سے کہین زیادہ بدتر ہین کہ جسقدر کمہار کے قبضے مین مٹی ہوتی ہو وہ چاہے ہزار بار اُسکو بنا کر مٹا دے اگر دنیا مین یہ لوگ بیہودہ بکتے ہین تو یہ شان ہو جو انکی کمائی پوری کرتی ہو برخلاف اسکے جب موت کے بعد اُٹھائے جاوینگے تو یہ حالت بدل جاویگی اور ظہور غضب کی شان مین کسی کی مجال نہوگی کہ زبان سے بولے کیونکہ وہ وقت نہایت ہیبتناک ہو اور آیات قرآنیہ مین جہان کافرون کے جھگڑنے کا ذکر ہو وہ ملائکہ کے ساتھ ہو اور اللہ تعالےٰ کی جناب مین کسی کافر کو مجال کلام نہوگی جب تک اجازت نہو بلکہ کافرون مین وہ کمال

روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کی قمیصین رضوان آلہی سے ظاہر ہونگی اور جنتیون کی طرف سحاب گذرے گا اور کہیگا کہ اے اہل جنت
مین تمہارے واسطے کیا چیز برساؤن جو تم چاہو وہ برساؤن حتی کہ اُنکے لیے کواعب اتراب برساویگا۔ ھ۔ مترجم کہتا ہی کہ جنت مین ہر چیز برحمت آلہیہ ظاہر ہوگی وہان سیناو قطع بُرید
نہین ہو اور ایک حدیث مین ہو کہ طوبیٰ سے اُنکے لباس برآمد ہونگے اور یہ بھی رحمت آلہی ہو اور ایک حدیث مین ہو کہ اہل جنت کے واسطے جو بادل کہ حورین برساویگا
تو ہر ایک کی زوجہ اُسکی نہر کے گرد ایک قبہ مین نازل ہوگی پس جنتی خود اپنی اپنی زوجہ کے پاس جاکر دیکھیگا وللہ الحمد والمنۃ اور نعمت چہارم قولہ تعالےٰ وَّ
كَاْسًا دِهَاقًا۔ اور پیالے لبریز ہین ف یعنے متقیون کے لیے دودھ وشہد واقسام شربت وغیرہ کے ساتھ مین شراب طہور کے پیالے
لبریز ہین تاکہ ہر طرح کے عیش ولذت پاوین۔ مجاہد وحسن وقتادہ وابن زید نے کہا کہ کاس پیالہ۔ دہاق بھرے ہوئے لبریز۔ سعید بن جبیر
وغیرہ نے کہا کہ دہاق پے درپے۔ ابن عباس رضہ نے دونون باتون کو جمع کردیا یعنے لبریز بھرے ہوئے پے وسپے ہین (ابن کثیرؒ) خلاصہ یہ کہ اہل
تقوی کے واسطے باغات ومیوہ جات وزوجات ومجالس عالیہ وتخت شاہانہ کے ساتھ مین ہر طرح کے نوش کے پیالے خوش قطع لبریز ہونگے
جن مین سے کبھی ایک قطرہ بھی نہین گرسکتا۔ اور وہ اُنکی خواہش کے موافق پے درپے حاضر ہونگے جہان کسی طرح روک ٹوک وغیرہ نہین ہے
اور وہ لوگ اس شراب طہور سے ہر طرح مسرور ہونگے۔ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا۔ نہین سنینگے اُسمین لغو اور نہ تکذیب
ف جنت مین کلام لغو نہین ہو اور نہ دروغ کذب ہی بلکہ جنت مقام دار السلام ہو (ابن کثیر) بعض نے کہا کہ (فیھا) کی ضمیر (کاس) کی طرف
راجع ہو تو حاصل یہ کہ شراب طہور کے دور کے وقت ان مین باہم لغو کلام نہوگا جو اُنکے کانون کو ناگوار ہو برخلاف اسکے دنیا مین کفار جس شراب
ناپاک پر فریفتہ ہین جب پے درپے چڑھائے جاتے ہین تو لغو بکتے ہین اور آخر باہم ایک دوسرے کو جھٹلاتے ہین اور کثر یہ کہ ایک دوسرے کے
کلام کو رد کرتا ہو اور یہ ضرور تکذیب ہو پس بیہودہ گوئی اور خمار کی بدعقلی جو اس دنیاوی شراب نجس مین ہو وہ آخرت کی شراب طہور مین نہین ہو
اور یہ نمونہ نعمت ہو اور اللہ تعالےٰ کی بخشش ورحمت بے انتہا وبے قیاس ہو جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا۔ یہ عوض
خوب دیے گئے ہین (متقی بندے) اپنے رب کی طرف سے بخشش کافی ف یعنے یہ جو کچھ عیش کا سامان مذکور ہوا ہو اللہ تعالےٰ جل جلالہ
نے اپنے متقی بندون کو اپنی رحمت واحسان سے عطاے کافی بخشا ہو عرب کا محاورہ ہو کہ اعطانی فحسبنی۔ یعنے اُسنے مجھے عطاے حساب
دیا یعنے اس کثرت سے عمدہ بخشش دی کہ مین نے سیر ہو کر کہا کہ بس مجھے بہت کافی ہو۔ خلاصہ یہ کہ یہ نعمتین جو مذکور ہوئین بے قیاس ہین اور اللہ
تعالےٰ کی طرف سے اُنکو اسقدر عطاے جلیل کثیر ملیگی کہ کسی کے قیاس مین بھی نہ تھی اور نہ وہ کبھی منقطع ہوگی لقولہ تعالےٰ عطاءً غیر مجذوذ۔ یعنے یہ
بخشش کبھی منقطع نہوگی۔ ھ۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ اس عطا کو بھی قیاس نہین کرسکتے ہین اسکی نظیر دنیا مین ممکن نہین ہو کیونکہ دنیا
محدود ہو تو فناتع ہو کہ دوزخیون کا ذکر ہوا تھا کہ (جزاء وفاقا) یعنے جو عذاب دیا گیا وہ اُنکے اعمال قبیح کا پورا بدلا تھا اُسمین کچھ زیادتی نہ تھی اور یہان جنتیون پر
فضل ہو تو عطیہ بحساب عطا کیا یعنے اُنکے نیک اعمال کے عوض کیساتھ مین فضل سے بیحساب دیا اور اس محاورہ مین کہا گیا کہ (حسابا) یعنے بحساب
ہو کیونکہ عرب جب بیشمار کثرت کا عطیہ بیان کرتے ہین تو اسیطرح عطاے حساب کہتے ہین مجاہدؒ سے روایت ہو کہ (حسابا) یعنے اُنکے اعمال کے حساب سے ہر نیکی
دس گونہ کم تک دی اور زیادہ کی مقدار علم آلہی مین محسوب ہو وہ عطا فرائی مترجم کہتا ہو کہ خلاصہ یہ ہوا کہ جس (؟) از جانب تیرے رب عز وجل ہو اور جسنے رب عز وجل
کی عظمت کمال کو بے انتہا جانا وہ اُسکے حساب وعطیہ کو بے انتہا جانتا ہو لہذا اللہ تعالےٰ نے اپنی عظمت وکمال سے بھی آگاہ فرمایا
رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۝ يَوْمَ
جو رب ہے آسمانون اور زمین کا اور جو اُنکے بیچ ہے بڑی مہر والا قدرت نہین کہ کوئی اُس سے بات کرے جس دن

جان کے خوف سے جھوٹ موٹ انکے جنتی ہونے کی فضیلت بیان کی گئی تھی اہل السنۃ رحمہم اللہ تعالے نے اس فرقے کے اس کلمۂ کفر سے پناہ مانگی جسنے قرآن وحدیث مین دروغ تقیہ کا اعتقاد کیا نعوذ باللہ من شر ذلک۔ پھر جب اللہ تعالے نے کافرون کا جہنم مین عذاب بیان کیا تو مومنون کے ثواب کو بھی بیان فرمایا بقولہ تعالے

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۝ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ۝ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ۝ وَكَأْسًا دِهَاقًا

بیشک ڈر والون کو مراد ملنی ہے باغ ہین اور انگور اور نوجوان عورتین ایک عمر کی اور پیالہ چھلکتا

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ۝ جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ۝

نہ سنینگے وہان بکنا اور نہ مکرانا بدلا ہے تیرے رب کا دیا حساب سے

رازی رح نے لکھا کہ جہنمیون کے عذاب شدید کے بعد اللہ تعالے نے جنتیون کے ثواب مین سے چند امور بیان فرمائے (اول) قولہ تعالے إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا۔ البتہ متقی بندون کے لیے مفاز ہے ف مفاز اگر مصدر میمی ہے تو معنے یہ کہ پوری مراد پانا۔ اور اگر ظرف ہے تو معنے جگہ مراد پانیکی۔ بہرصورت یہان تین طرح فوز ہوسکتا ہے ایک یہ کہ مطلوب پر فوز ہو یعنے جو مراد ہے وہ مل جاوے دوم یہ کہ عذاب سے نجات ہو سوم یہ کہ دونون باتین جمع ہون یعنے عذاب سے بھی نجات ہو اور مراد بھی مل جاوے اور میرے نزدیک یہان اول معنے بہتر ہین اور متقی وہ ہے جو مشرک نہو یعنے اللہ تعالے کی وحدانیت الوہیت کو دل سے سچ جانتا ومانتا ہو کیونکہ یہان جہنمیون بے ایمانون کے مقابلے مین آیا ہے (تفسیر کبیر م) امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالے نے اہل شقاوت کا عذاب بیان کرنے کے بعد اہل سعادت کا ٹھکانہ بیان فرمایا جو شرک و بے ایمانی سے تقوی کرنے والے متقی ہین چنانچہ فرمایا۔ ان للمتقین مفازا متقی بندون کے لیے مفاز ہے۔ ابن عباس وضحاک نے کہا یعنے متنزہ ہے اقول متنزہ وہ جگہ جہان نزہت وعیش وفرحت ہو مجاہد وقتادہ رح نے کہا یعنے وہ بندے مقام عذاب سے نجات پائے ہوئے ہین ان دونون تفسیرون مین سے ہمارے نزدیک حضرت ابن عباس کی تفسیر زیادہ واضح ہے کیونکہ اللہ تعالے نے اسکے بعد خود مفاز کی تفسیر بیان فرمائی بقولہ تعالے حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا۔ باغات اور انگور ہین ف رازی رح نے کہا کہ یہی مفاز ہے اگر کہو کہ عذاب سے نجات ہونا سب سے مقدم ہے تو لذت کا ذکر کیون مقدم ہوا (جواب) یہ ہے کہ اگر عذاب سے نجات کے معنے لیے جاوین تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ جو کوئی عذاب سے بچے وہ عیش ولذت بھی پاوے۔ ولیکن جو کوئی عیش ولذت پاوے وہ ضرور عذاب سے بچ جاوے گا لہذا یہ معنے ہین کہ دنیا مین جن بندون نے اللہ تعالے کی وحدانیت الوہیت پر دل سے یقین کیا اور اسمین شرک وشک کرنے سے تقوی کیا تو انکے لیے مفاز ہے یعنے خوش عیش منظر ومقام ہے وہ باغات بے مثل وبے مثال ہین جن مین سب طرح کے میوہ جات ہین خصوص اعناب یعنے انگور بے مثل ہین یہ دوسری نعمت ہے اور تیسری نعمت کا بیان بقولہ تعالے وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا اور کواعب اتراب ہین ف کواعب جمع کاعب وہ نوجوان عورتین جنکے علامات سینہ ابھرے ہون جیسے کعب یعنے ٹخنہ ابھرا ہوتا ہے (کبیر) ابن عباس و مجاہد وغیرہ نے فرمایا کہ نواہد ہین اور مراد یہ کہ انکے علامات سینہ مین کبھی جھول نہ ہوگا۔ اتراب جمع ترب یعنے ایک ہی سن وعمر مین ہونگی (ابن کثیر) چونکہ وہان جسمانی مادی عوارض کا غلبہ نہوگا تو کسی طرح تغیر یعنی عارض نہوگا بلکہ ایک ہی عمر اور ایک ہی حالت خوبی وخوبصورتی کی ہمیشہ برقرار رہیگی کیونکہ وہان فنا وزوال نہین ہے بلکہ حسن وجمال بڑھتا جائیگا۔ بعض علماء رح نے کہا کہ اتراب سے مراد یہ ہے کہ یہ عورتین یکسان سن شباب مین ہونگی اور بعض نے کہا کہ اتراب باعتبار شوہرون کے ہین یعنے جیسے انکے جنتی شوہر شباب کی عمر مین ہونگے اسیطرح یہ عورتین بھی انکے مناسب ہم عمر ہونگی۔ ابن ابی حاتم نے حدیث ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے

اب چکھو کہ ہم کبھی تمھارے لیے کچھ نہین بڑھاوینگے سواے عذاب کے (مد) اسکی تفسیر مین اقوال ہین بعض نے لکھا یعنے اللہ تعالے نے ہر چیز کو لوح محفوظ مین لکھدیا ہی بحکم قولہ تعالے وکل شئ احصیناہ فی امام مبین یعنے لوح محفوظ مین ہم نے ہر چیز احصا فرمائی ہی - مد - اور اسی کا نام تقدیر ہی کیونکہ اللہ تعالے نادان نہین ہی اُسکو خوب معلوم ہی کہ یہ مخلوق کیا کام کریگی اور اُسکی طینت کے ہر ذرہ کو اُسی نے پیدا کیا ہی بالجملہ جب اللہ تعالے نے ہر چیز کو احصا کیا ہی اور اپنے علم کے مطابق لوح محفوظ مین ثبت فرمایا ہی تو اسی مین کافرون کے دلی اعتقادات اور بدنی اعمال بھی ہین وہ بھی اللہ تعالے کو خوب معلوم ہین اور قبیح اعتقادات و اعمال کا پھل جب نکلیگا قبیح ہوگا اور جسقدر پیدا اور بڑھیگی یہی قبیح کا ذخیرہ بڑھیگا اور یہ عذاب ہی اسیواسطے کافرون سے صریح خطاب کیا گیا کہ اپنی کمائی کے پھل چکھے جاؤ تمھارے واسطے سواے عذاب کے کچھ نہین بڑھیگا یعنے ہمیشہ عذاب ہی بڑھتا جائیگا بعض علماء نے کہا کہ (کتابا) سے ملائکہ کاتبین کے لکھے ہوے نامۂ اعمال مراد ہین اور بارہا بیان ہوا کہ کافرون کو وہ اعمال خود صاف نظر آوینگے اگرچہ ہٹ وھرمی سے وہ جھگڑے گا تاکہ شاید اسی حیلہ سے جان چھڑاوے حالانکہ نجات غیر ممکن ہی رازی رح نے کہا کہ اس آیت مین علم بلاغت کے مبالغات تاکیدی ہین جو کافرون پر سخت غضب ہین (خطیب) امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ قولہ وکل شئ احصیناہ الآیہ یعنے ہم نے سب بندون کے اعمال کو خوب جانا اور انپر لکھدیا ہی تو نیکی کا عوض نیکی عطا فرماوینگے اور بدی کا عوض عذاب دینگے لہذا جہنمیون سے کہا جائیگا کہ اب تم عذاب چکھے جاؤ ہم تمھارے واسطے کوئی تغیر ہرگز نہین کرینگے سواے اسکے کہ عذاب کے اقسام بڑھاتے جاوینگے عبداللہ بن عمرو رض سے روایت ہی کہ جہنمیون کے حق مین اس آیت سے بڑھکر غضبناک آیت نہین اتری پس جہنمی ہمیشہ عذاب کی بڑھتی مین رہینگے ابن ابی حاتم نے بطریق جسر ابن فرقد روایت کی کہ حسن بصری رح نے ابوہریرہ رض سے جہنمیون پر سخت تر آیت پوچھی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قولہ فذوقوا فلن نزیدکم الآیہ پڑھی اور فرمایا کہ جہنمی قوم اپنے رب عزوجل کی نافرمانی کرکے ہلاک ہوئی (اسناد ضعیف) رازی رح نے لکھا کہ اس آیت مین دلیل ہی کہ اللہ تعالے ہر ایک ذرہ ذرہ چیز کو صاف صاف جانتا ہی اور اُسکے علم پاک مین تغیر و تبدل نہین ہوتا اور اوپر آیت گذری کہ اللہ تعالے نے فرمایا جزاءً وفاقا یعنے جہنم مین یہ عذاب اُن کافرون کے واسطے سزاے موافق ہی تو یہ آیت زیادہ فرمائی گویا یہ کہا کہ ہمکو خوب معلوم ہو جو کچھ ان جہنمیون نے عمل کیا اور جس جہت سے کیا اور جس حالت و کیفیت سے عمل کیا تو ہم ہر ایک کو عمل کی نیت و کیفیت و حالت کے موافق عذاب دینگے رازی رح نے کہا کہ ہر چیز کا احصا لکھکر اسلیے فرمایا کہ مخلوقات کے ذہن مین جم جاوے اور مراد یہ کہ اللہ تعالے علیم ہے ورنہ لکھی ہوئی چیز تو زائل ہو سکتی ہے حالانکہ اللہ تعالے کا علم قدیم بے زوال ہی مترجم کہتا ہی بلکہ اس آیت مین عظمت تقدیر کا بیان ہی یعنے علم الٰہی قدیم محیط ہی حتے کہ جس مخلوق کو ابھی نہین پیدا کیا ہی اُسکی پیدائش کے وقت سے اور موت تک اُسکے کامون سے ذرہ ذرہ علیم ہی اُسنے لوح محفوظ مین اسکو ثبت کر دیا ایکا نام تقدیر ہی مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالے نے قرآن حق کے ساتھ بھیجا اور آپ ہی کے بیان پر قیامت تک امت کو شریعت معلوم ہوئی اور آپکے کبار اصحاب رضی اللہ عنہم نے جہان کو آپکی شریعت پہونچائی اور آپنے دس اصحاب کیواسطے قطعی جنتی ہونے کی خبر دی اب روافض و خوارج کا کیا حال ہی (جواب) خوارج نے جہالت سے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب تک اچھے تھے تب تک انکے واسطے سب فضیلت تھی اور جب شامیون سے ثالثی فیصلہ پر رضامند ہوے تو یہ کفر ہو گیا (اہل السنۃ) رحمہم اللہ تعالے نے ان جاہلون کو رد کر دیا کہ اللہ تعالے علیم خبیر ہی تو اُسکے علم مین جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمل کیا وہ حق ہی جو تقدیر کرتے ہین تو خارجی نے اپنی راے سے نکالا وہ ضرور اُسکا جہنمی خیال ہی اور تقدیر حق ہی روافض نے جب دیکھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت بکثرت بیان فرمائی اور صحابہ و تابعین مین یہ سب مشہور تھا تو اس سے انکار ممکن نہین ہی اور تقدیر سے بھی انکار غیر ممکن ہے لہذا اپنی طرف سے یہ مکر نکالا کہ تقیہ کیا گیا تھا یعنے

کیونکہ مخلوق اپنی ذات مین محتاج ہی اور اللہ تعالیٰ کو کچھ غرض نہین ہی تو یہ اُسکی پاک ذات کے کمال سے ہی جسکی مثال غیر ممکن ہی - اور مخلوق کی عبادت
سے اُسکی کوئی غرض نہین ہی اور نہ اُسکو کوئی فائدہ ہی اسیطرح کافر کے کفر سے اُسکا کچھ ضرر نہین اور نہ تبدیل کفر یا ایمان اُسکی غرض ہی
اُسکی شان پاک کامل مقدس ہی مخلوقات کو اُس سے لگاؤ نہین ہی بلکہ وہ خلق سے مباین ہی اور خلق کا تعلق اُس سے غیر ممکن ہے
کیونکہ وہ قدیم ہی اور مخلوق سب حادث ہی اور مخلوق کی عبادت و کفر تو حادث سے حادث ہوتی ہین پھر جب مخلوق انسان و جن وغیرہ کو
اسکی بارگاہ قدیم مین اتصال نہین ہو سکتا تو مخلوق سے مخلوق کفر و ایمان کو کہان اُسکی بارگاہ مین لا سکتے ہین بلکہ مومن کا ایمان اور
طاعات اُسی مؤمن کے واسطے جنت مین ہین اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کا ظہور ہی اور کافر کا کفر و بداعمالیان اُسی کافر کے واسطے دوزخ
مین ہین اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفت قہر و غضب کا ظہور ہی اور اللہ تعالیٰ ہر کافر کا کفر اور ہر مومن کا ایمان جانتا تھا لیکن اُسنے دنیا مین کل مخلوقات
کو باری باری سے ہر صدی مین پیدا کیا اور انکے لیے ایک وقت محدود یعنی اجل مقرر کی اور صفت رحمت کی جانب ہدایت کرنے والے انبیاء علیہم السلام
بھیجے اور صفت قہر کی جانب ہدایت کرنے والے از قسم شیاطین بھیجے - انبیاء علیہم السلام نے اعلان کیساتھ جنت کی راہ روشن بتلائی اور غضب
کیطرف بھٹکنے سے پرہیز بتلایا اور واضح رہے کہ جہنم کی راہ بتلانے کے لیے کسی خاص آدمی سے کفایت نہ تھی اسلیے کہ سوائے ایک راہ توحید کے
اور ایک خط مستقیم کے باقی جسقدر راہین بے شمار ہین سب غضبی ہین بلکہ ہر نفس کی خود پسندی راہ غضب ہی اسیواسطے راہ غضبی کے لیے کوئی گمراہ
کرنیوالا ظاہر نہ ہوا خصوص جبکہ یہ رہنمائی قبیح ہی اور جہنم کا ہادی خود خواہش نفس مخفی ہی تو شیطان بھی مخفی رہا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنی شان
مین اُسکے غضب پر غالب ہی اور محل امتحان خود ہر نفس گمراہ کے لیے ہادی ہی یعنی شیطان ہی پس دنیا مین جب اعلان کر دیا تو جو کوئی ایمان لایا
اور توفیق رحمت پائی وہ صد ہزار شکر ادا کرے اور خاتمہ اجل تک توفیق خیر کا طالب ہو اور اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان اپنے اوپر جانے
اور اُسکا کلمہ توحید بلند ہونے مین سعی کرے اور گمراہی سے پناہ مانگے اور دیکھے کہ اُسکے مقابلے مین وہ لوگ جنہون نے دنیا اختیار کی اور جنت
فروخت کر دی اگر ان لوگون کو دنیا مین سونے چاندی کے مکانات مل جاوین تو بھی یہ لوگ محض خرابی و بربادی مین رہے اور عجب ہے کہ وہ لوگ
صرف دنیا پر اکتفا کیے ہوے ہین آخرت مین سے کچھ نہین مانگتے ہین کیونکہ وہ آخرت ہی کو نہین مانتے ہین برخلاف اسکے بعضے مسلمان
ہین کہ دنیا مین سے کافرون سے بھی زیادہ حصہ چاہتے ہین اور آخرت ملکیت خاص سمجھتے اور اسلام لانے سے خدا پر احسان رکھتے ہین
یہ محض جہالت ہی اور زیادہ عجیب یہ کہ کافرون کے پاس دنیاوی دولت دیکھکر تعجب کرتے ہین کہ ان لوگون کو یہ نعمت کیون ملی ہی اور ہم ایسے
احسان کے کام کرنے والے کیون محروم ہین اس سے زیادہ عجیب یہ کہ دولت دنیا کے پیچھے جب دونون کا مقابلہ ہو تو کافرون سے بڑھکر
جان سے خائف اور حیات دنیا کے طالب ہین جیسے یہود کا حال تھا اللھم مولانا اہد قلوبنا واغفرلنا ذنوبنا وکن لنا ولیا یا ارحم الراحمین و
حسبنا اللہ ونعم الوکیل - اب تفسیر کیطرف رجوع کرو اوپر بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے طاغین کے لیے جہنم کی سزا معین ہونے کے جرائم
مین سے دو جرم بیان فرمائے اول یہ کہ کانوا لایرجون حسابا کافرون کو آخرت کے حساب کتاب کا خوف نہ تھا یا آخرت کو محال سمجھنے کی وجہ سے
اُن کو نعمت جنت کی امید نہ تھی تو لامحالہ ایسے سرکش مغرور کے لیے اسکا اعتقاد پورا کیا گیا اور وہ جہنم ہی مین رہا دوم جرم یہ کہ کذبوا بآیاتنا کذابا
ان طاغیون نے ہماری آیات کو مبالغہ سے جھٹلایا رازیؒ نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے انکے اعتقاد کی خرابی و عقل کی بربادی اور انکے اعمال کی قبیح
حالت بیان فرمائی تو پھر خبر دی کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کو ہر ایک مجرم کی تفصیلی کیفیت سے بخوبی علم ہی جس سے ہر ایک کے لیے عذاب
کی مقدار و کمیت بخوبی معلوم ہی بقولہ تعالیٰ وکل شیء احصیناہ کتابا فذوقوا فلن نزیدکم الا عذابا - یعنی ہر چیز ہے کہ اُسکو ہمنے لکھا احصا کر لیا ہی

اعتقاد ہی ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یعنے وہ گروہ طاغین یہ اعتقاد نہین رکھتے تھے کہ وہان بعد موت کے کوئی دوسرا ملک ہی جسمین دنیا کے اعمال کا بدلہ
دیے جاوینگے اور یہان کے معاملات کا حساب لیے جاوینگے مترجم کہتا ہی کہ لایرجون بمعنے لایعتقدون- شاید اس لیے کہ رسالت کے شرائع قبول کرنا
اور نفس کو تکلیف دینا اور رسول اللہ کی ہدایت کے موافق اللہ تعالےٰ کی شان قدس اور عظمت و جلال پر یقین لا جس سے نفس فنا ہوتا ہی یعنے مرجاتا ہے
اور روح تازہ نورانی ہوتی ہی یہ سب باتین اختیار کرنا کس امید پر ہو یہ تو اسی امید پر کہ وہان دار آخرت ہی جو اس دنیاے ناپائیدار حقیر سے لیانتہا
بہتر ہے اور یہان سے مرنیکے بعد وہان پہونچتے ہین اسطرح کہ دوبارہ زندہ کیے جاتے ہین- اگر یہ امید ہو تو جی کو مارنا خوب ہی لیکن یہ لوگ کسی حساب و کتاب
و عذاب و ثواب کی امید نہین کرتے تھے یعنے اعتقاد نہین کرتے- رہا یہ کہ رسول اللہ نے اُنکو آیات الٰہیہ دکھلائین سنائین (جواب) یہ کہ نہیں اعتقاد
کرتے تھے بلکہ کذبوا الخ یعنے اللہ تعالےٰ کی آیات کو بڑے گھمنڈ کے ساتھ جھٹلایا کرتے تھے امام رازیؒ نے لکھا کہ یہان دو سوال ہین (اول)
یہ کہ حساب آدمی کے جی کو بہت شاق ہوتا ہی اور ایسی شاق چیز کی نسبت لایرجون کے کیا معنے ہین اسلیے کہ جو چیز جی پر گران ہوتی ہی آدمی اُسکی
امید و آس نہین لگاتا ہی حالانکہ اللہ تعالےٰ نے ان کافرون کے حق مین جرم قبیح یہ بیان کیا کہ وہ لوگ حساب کی امید نہین رکھتے تھے (جواب اول)
یہ کہ مقاتل بن سلیمانؒ اور بہتیرے مفسرین نے بیان کیا کہ لایرجون کے یہی معنے ہین کہ وہ لوگ خوف نہین رکھتے تھے حساب کتاب کا اسکی نظیر قولہ تعالیٰ مالکم
لاترجون للہ وقارا- ظاہر معنے یہ کہ تم لوگون کے واسطے کیا بات ہی کہ امید نہین کرتے ہو اللہ تعالےٰ کے لیے وقار کی-الخ- اور مطلب یہ ہی کہ تم کو کس چیز کا
غرہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سے عظمت کا خوف نہین کرتے ہو (جواب دوم) یہ کہ مومن کو ضرور اللہ تعالےٰ کی رحمت سے امید ہوتی ہی کیونکہ اُسکو یہ بات قطعی
معلوم ہی کہ ایمان کے موافق جسنے عمل کیا تو اُسکے ایمان کا ثواب عظیم ہی اور اگر جہان بھر کے گناہ جمع کیے جاوین سواے شرک و کفر کے تو ان سب
گناہون کے مقابلے مین بھی ایمان کا ثواب زائد ہی تو جب کہا گیا کہ یہ لوگ امید حساب نہین رکھتے تھے تو بیان فرمایا کہ یہ لوگ ایماندار نہین تھے
(جواب سوم) یہان رجا بمعنی توقع ہی یعنے حساب و سزا واقع ہونے کو خیال نہین کرتے تھے (جواب چہارم) یہ کہ اصل مین صرف اسی قدر تھا کہ یہ لوگ
حساب کو نہین مانتے تھے اور اسی کو رجا فرمایا جس سے یہ تنبیہ کی گئی کہ اللہ تعالےٰ کی جانب سے جو محاسبہ ہو اُسمین خوف کی بہ نسبت امید زیادہ
غالب ہونی چاہیے اسلیے کہ وہ غنی کریم ہی اور اُسکو عذاب فرمانے کی کچھ حاجت نہین جیسے کسی کام مین کچھ مطلب نہین ہی بلکہ یہ سب ایجاد و
انعام بصفت فیض و کرم ہی تو محاسبہ مین بھی یہ کرم مزید ہی مترجم کہتا ہی کہ امام رازیؒ نے صفات الٰہی تعالےٰ کی جانب اشارہ کیا جسکو سمجھ لینا اہل
ایمان کے واسطے معرفت نفیس ہی اور اُنکے درجات کے لیے نعمت مزید ہی واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ کی شان عین کمال ہی کسی چیز کی خواہش و
احتیاج وہان محال ہی تو لازم ہی کہ بندون سے اُسکو عبادت کی خواہش نہین ہی اور نافرمان کافرون پر اُسکو عذاب کرنیکی خوشی و خواہش نہین ہے
بندہ اگر کسی بندہ سے عداوت کرتا ہی تو اُسکے دل مین دشمن کیطرف سے ایک کیفیت عارض ہوتی ہی کہ دشمن کو قابو پاکر سزا دے اللہ تعالےٰ
کے دشمن یہ کفار ہین اُسکو یہ خواہش نہین ہی ورنہ کافرونکا وجود ہی نہ ہوتا حدیث مین ہی کہ کافرین اپنے رب عزوجل کیواسطے جورو اور بیٹا بناتے
ہین اور وہ اُنکو عافیت و رزق عطا فرماتا ہی مومنین اپنے رب عزوجل کے دوست ہین اور کبھی کفار اُنپر مسلط ہوکر قتل کرتے ہین یعنے جسوقت
مومنین نے دعویٰ کیا کہ آخرت برحق و بہتر ہے تو سچ و جھوٹ ظاہر ہونے کے لیے جہاد کا حکم دیا تاکہ سچا اپنے قتل سے راضی ہو تاکہ جنت مین داخل
ہو اور کبھی سچے مومنون کو جنت مین اُٹھا لینا اور کافرون کو عذاب شدید سے سزا دینا ہر ایک کے اعمال کا نتیجہ ہو جاتا ہی اگر کہو کہ جب خداے
تعالےٰ کے کام کسی غرض سے نہ ہووے تو مہمل بیفائدہ ہوے اور یہ باطل ہی (جواب) مہمل وہ کام ہوتا ہی جو حکمت کے فائدہ پر نہو اور اللہ تعالےٰ
علیم حکیم ہے تو اُسکے کل کام سراسر حکمت ہین اور ان کامون مین ہر کام سے ہزارہا منافع حاصل ہوتے ہین جنکی حاجت و خواہش مخلوق کو ہے

انکار کیا اور مال داب رکھا تو وہ مال اژدہا بنکر آویگا وہ کہیگا کہ تو کیون میرا دشمن ہی مال کہیگا کہ مین وہی تیرا خزانہ ہون آخر تک حدیث طویل ہی الحاصل
کچھ شک نہین کہ ان اعمال حسنہ کے واسطے حقائق ہین جو دنیا سے قبر مین اور قبر سے آخرت تک اُسکے ساتھ ہین اور جنت مین درجات ہین اور
کافرون طاغیون کے ساتھ اُسکے قبیح اعمال ہین وہ بھی اسیطرح لازم ہین کبھی جدا نہ ہونگے یہان تک کہ جہنم مین درکات ہین پس معلوم ہوا کہ جو سزا اُسکو
حاصل ہوئی یہ بعینہ اسکی دنیاوی بت پرستی وغیرہ سے بالکل مطابق و موافق ہو اسمین کچھ زیادتی نہین ہوئی (مترجم) اور امام رازی رح نے
تفسیر کبیر مین لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے کافرون کے انواع عذاب کو بیان کرکے آگاہ کیا کہ جزاء وفاق ہی علماء نے دوطرح اسکو سمجھا (اول) یہ کہ
کافرون نے جو سخت سزا اٹھائی ہی یہ اُنکے جرم سخت کا عوض ہی تو جرم و سزا دونون مطابق واقع ہوے (وجہ دوم) یہ کہ موافق اس وجہ سے
کہ مساوی ہی اور اللہ تعالےٰ نے کچھ زیادہ نہین کیا امام رازی رح نے لکھا کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ جزاء مطابق کیونکر ہی جبکہ دنیا مین ایک لحہ کفر کی
سزا ہمیشہ کے لیے جہنم ہی (جواب) یہ کہ اللہ تعالےٰ جو کچھ چاہے وہ کرے اُسپر اعتراض چل نہین سکتا ہی مترجم کہتا ہی کہ لحظہ بھر کفر کی سزا ہمیشہ کیلیے
جہنم کچھ معاوضہ نہین ہی اور نہ جبر ہی بلکہ دنیا مین ہر ایک کے لیے کمائی ہی وہ اُسکو خود اختیار کرکے کماتا ہی پس ظلم یہ ہی کہ کسیکی کمائی چھین لیجاے
جبکہ وہ نہین چھوڑتا ہی علاوہ اسکے کوئی بات ایسی نہین کہ جس سے اُسکو ہوشیار نہ کیا ہو علاوہ بریں یہ کافر اگر اجل محدود تک چھوڑا گیا تو بھی
مشروط تھا کہ ای اولاد آدم تمھارے لیے وقت محدود ہی پھر آخر دم تک اُسنے جزم کیا کہ شرک حق ہی اگر ہزار برس عمر پاوے تو نہ چھوڑے اور کرور
برس ہو تو بھی مختار ہی تو اسی فعل کو اُسنے کمایا یعنے بے انتہا عمر ہو تو بھی اعتقاد ہی اب یہی اسکو ادا کیا گیا تو کچھ ظلم نہ ہوا۔ رہا یہ کہ اللہ تعالےٰ نے
اُسکو سو برس سے زیادہ عمر نہ دی شاید اگر زیادہ عمر پاتا تو اسوقت کفر سے توبہ کر لیتا اور یہ کیسے معلوم ہوا کہ اگر کرور برس عمر پاوے تو بھی کفر
کریگا کیونکہ شاید دو سو برس کے بعد اسکو چھوڑ دے اور اسلام اختیار کرے (جواب) اگر وہ بعد دو سو برس کے اسلام اختیار کرتا تو بیشک قبول ہوتا
لیکن اسنے دو سو برس کی عمر نہین پائی اور اسکا یا کسی مخلوق کا کچھ زور نہین کہ ہمکو ہزار برس عمر کیون نہ دی جبکہ اُسنے موت اور زندگی بے اختیاری
دیکھ لی تھی تو اگر وہ سچا تھا کہ مین دو سو برس بعد اسلام لاتا تو کیون نہین مرنے سے دم بھر پہلے اسلام لایا اور خلاصہ یہ کہ اُسکا یہ دعوی اُسوقت صحیح
ہو کہ کوئی اعتقاد پیدا کر لینا اور تبدیل کر لینا خود اُسکے اختیار مین ہو اور یہ بدیہی باطل ہی اور اگر یہ مطلب ہی کہ شاید اللہ تعالےٰ کی
توفیق سے وہ اعتقاد کو تبدیل کریگا تو یہ اللہ تعالےٰ کو ضرور معلوم ہوگا ولیکن اللہ تعالےٰ نے اسکو کفر پر موت دی تو عالم الغیب جل شانہ کو خوب
معلوم ہی کہ وہ کبھی توفیق سے اسلام نہین اختیار کریگا پس ایک لحہ کے بعد مرنا اور ہزار برس کے بعد مرنا دونون اس امر مین برابر ہین کہ اُس کافر نے
یہ فعل کمایا کہ مثلاً مین قطعاً مہادیو کی پوجا سچی جانتا ہون خواہ ابھی مرون یا ہزار برس جیتا رہون یا ہمیشہ زندہ رہون۔ یہ فعل اُسکے ساتھ لازم ہو گیا ہمیشہ
اُسکے ساتھ رہیگا ہان اگر وہ اسلام لاوے تو حدیث مین ہی کہ اسلام اپنے سے پہلے گناہون کو سب کو منہدم کر دیتا ہی اور مٹا دیتا ہی پس اللہ تعالےٰ
جسطرح مادی اجسام کو موت دیتا ہی اسیطرح یہ حقائق مٹاتا ہی اور سواے اللہ تعالےٰ کے کسی مین یہ طاقت و قوت نہین ہی اسی لیے حدیث مین ہی کہ
بندے نے جب توبہ کی کہ الٰہی مین نے یہ گناہ کمایا ہی تو رحمت سے مجھے بخشدے اللہ تعالےٰ فرماتا ہی کہ اے ملائکہ اس بندے نے جانا کہ میرا رب ہی جو گناہ پر
مواخذہ کرتا ہی اور اُسکو بخشتا ہی مین نے اُسکو بخشدیا الحاصل ایک لحہ کفر یا ہزار برس تک دونون برابر ہین اور یہان شیطانی اوہام ہمیشہ گمراہی کیطرف
جاتے ہین نعوذ باللہ من الضلال رازی رح نے کہا کہ پھر جب اللہ تعالےٰ نے بیان کر دیا کہ جہنم کی یہ سزاے شدید غیر متناہی اُنکے جرم قبیح غیر متناہی کے مطابق
ہی تو اُسکے انواع سے دو اقسام کو بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ۔ انہم کانوا لایرجون حسابا و کذبوا بایاتنا کذابا۔ یعنے ایک جرم یہ کہ لایرجون حسابا۔ اور
دوم کذاب بآیاتنا۔ کذاب اور تکذیب یکسان ہین یعنے جھٹلانا علماء رح نے کلام کیا کہ (لایرجون) کیا معنے ہین بعض نے کہا کہ رجاء بمعنے امید ہی اور مراد یہان

قرار دینا بضرورت ہوتا ہے اور اگر اُسنے کہا کہ تونے میرا انار کھالیا ہے تو ظاہر معنے یہ ہین کہ حقیقت مین کھا گیا ہے کہ اگر مثلاً پیچھے کہے کہ میری مراد یہ تھی کہ میرا انار اسنے تماشے والے کو دیدیا تو وہ بیہودہ کہلا ویگا جو بات کرنیکا سلیقہ نہین رکھتا ہے جب یہ معلوم ہوا تو کلام باری تعالےٰ مین ہمکو برد سے نیند کے معنے لینے کی کیا ضرورت ہے جبکہ حقیقی معنے صاف صاف ہین اور اگر کوئی کہے کہ ضرورت یہ کہ اُنکے واسطے برد سب سے بڑھکر زمہریر ہے تو اسکا جواب یہ کہ ایسی ٹھنڈک عذاب ہے اور یہان مراد ایسی ٹھنڈک ہے جس سے دل کو خوشی و راحت ہو رازی رح نے کہا کہ نیند سے تفسیر کرنے والے دو وجہ سے ضرور ذیت بیان کرتے ہین (وجہ اول) یہ کہ اللہ تعالےٰ نے لا یذوقون فیہا بردًا۔ فرمایا۔ اور ٹھنڈک کے معنے مین ذوق یعنے چکھنا نہین بولتے اور یہ نہین کہتے کہ مین نے ٹھنڈک نہین چکھی۔ ولیکن نیند کو البتہ کہتے ہین کہ ما ذقت النوم مین نے نیند نہین چکھی یعنے مجھے اتنی نیند بھی نہ آئی جسقدر چکھنے مین زبان کو مزہ آتا ہے (جواب) مین رازی رح نے کہا کہ نیند کہ ذوق مجازی ہے تو اسیطرح ٹھنڈک کا ذوق بھی بطریق مجاز ہے کیونکہ وہان ٹھنڈک بذریعہ ہوا کے ہوتی تو مراد یہ کہ انھون نے ٹھنڈی سانس نہین پائی جس سے ناک و منھ کے ذریعہ سے جوف مین ٹھنڈک پہونچتی (وجہ دوم) اُن لوگون نے کہا کہ برد بمعنے ٹھنڈک کیونکر لین اسلیے کہ وہ لوگ زمہریر کی سردی چکھینگے (جواب) مین رازی رح نے کہا کہ آیت مین (بردًا) نکرہ ہے یعنے ایک برد نہین چکھین گے اور وہ برد راحت ہے تو اسوا اسکے زمہریر وغیرہ کی سردی بطور عذاب کے منع نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ دونون جواب قوی نہین ہین اول جواب مین جب عرب کا محاورہ نہین تو فی امحال اسکا اثبات اپنے قیاس سے لازم آیا اور یہ بحث اختلافی ہے دوسرے جواب مین یہ مشکل ہے کہ (بردًا) یہان نکرہ ہے اور وہ (لا) نفی کے تحت مین ہے اور جو نکرہ کہ نفی کے تحت مین وہ عام ہوتا ہے تو لازم آیا کہ برد کا کوئی فرد نہین چکھین گے اسیواسطے شیخ ابوالسعود رح نے تفسیر مین کہا یعنے نہین چکھین گے کچھ بھی قسم برد سے جسکی وجہ سے آگ کی حرارت کم ہو شیخ ابن کثیر رح نے اشارہ کیا کہ ذوق یہان اثر پانے سے کنایہ ہے اور برد راحت ہے اور معنے یہ کہ کسی قسم کی راحت کا اثر نہین پاوینگے فافہم۔ رازی رح نے کہا کہ غساق کا مادہ غسق ہے اور وہ تاریکی ہے جیسے قول تعالےٰ مین شر غاسق اذا وقب۔ پس یہ غساق سیاہ بدبودار ہوگا اور ابو معاذ رح نے اپنے مشائخ سے نقل کیا کہ یہ ترخاشاک ہے کلام عرب ہے مترجم کہتا ہے کہ اس تحقیق کی کچھ وجہ نہین ہے اور ایسی کیا ملکہ جہان کی زبانون سے عربی زبان بہت فصیح اور وسیع ہے اور اظہر یہ ہے جو شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ غساق جہنمیون کا پیپ و لہو وغیرہ بہکر جہنم کے ایک وادی مین جمع ہوا اور یہ بہت سرد ہو گیا ہے فائدہ اسمین سے نکلا کہ حرارت بردہ پانی جب ایسی جگہ جاوے جس سے رطوبت جذب ہو تو وہ جم جاتا ہے اسی ترکیب سے آجکل مصنوعی برف بنایا جاتا ہے۔ قولہ جزاءً وفاقًا۔ یعنے سزا دیے گئے ہین یہ لوگ ایسی سزا جو موافق جرم ہے یعنے اُنپر کچھ ظلم و زیادتی نہین ہوئی ہے بلکہ یہ بعینہ انکی کمائی ہے اور دنیا مین انکو اس سے بخوبی آگاہ کر دیا گیا تھا لیکن انھون نے بجائے ہوشیار ہو کر شکر گزار ہونے کے اس سے بھی کفر کیا اور جھٹلایا۔ حضرت مجاہد و عکرمہ و قتادہ وغیرہم نے کہا کہ یعنے جس بد انجام کے عذاب مین یہ لوگ پہونچ گئے ہین یہ انکے اعمال بد سے بالکل مطابق ہے (ابن کثیر) جیسے ایک دفتی سے دوسری دفتی ملا کر بالکل برابر موافق کرتے ہین۔ اسیطرح کافرونکا کفر و شرک کرنا اور یہ سزا پانا دونون مطابق ہین اگر کہا جاوے کہ کفر کرنا اور شرک کرنا تو ان لوگون کے افعال قبیحہ ہین اور جہنم کا بد انجام بقدرت الٰہیہ پیدا ہوا ہے تو دونون مین موافقت و مطابقت کے کیا معنے ہین (جواب) اولیاے محققین و علماے ربانیین نے کہا کہ دنیا مین انسان سے جو کام پیدا ہوتا ہے وہ ظاہر مین نظر نہین آتا لیکن باطن مین اسکے لیے صورت ہے اور یہی تمام امور کا حال ہے مثلاً قرآن مجید تو اللہ تعالےٰ کا کلام ہے لیکن تلاوت کرنا بندے کا فعل ہے اور حدیث مین ہے کہ جسنے سورۂ بقر کی تلاوت کی تو وہ قیامت مین آویگی۔ اور مجموعہ سورہ بقر و آل عمران کی صورت بھی بیان فرمائی ہے چنانچہ فضائل مین بیان ہو چکا ہے پس معلوم ہوا کہ انکے واسطے عالم آخرت مین حقائق ہین اور اسیطرح نماز و روزہ وغیرہ صالحات کی صورتین صریح بیان ہوئی ہین اور اسیطرح ظلم و جور و زنا و فسق و فجور وغیرہ بد اعمال کی قبیح صورتین بیان ہوئی ہین اور جسنے لالچ مین زکوٰۃ سے

غساق کے۔ اس سے یہ نکلا کہ اتنی مدت دراز تک صرف آگ وحرارت کا عذاب ہوا اسکے بعد زمہریر وغیرہ سے عذاب ہوگا وجہ دوم یہ کہ یہ
آیت علیحدہ ہو اور (فیہا) کی ضمیر جہنم کی طرف ہو اور معنے یہ کہ نہین پاوینگے اپنی دلون کی ٹھنڈک اور نہ غذا مین شربت پاکیزہ سوائے حمیم وغساق
کے ابو العالیہؒ نے فرمایا کہ الاحمیما وغساقا۔ استثنا ہی پس (بردا) سے حمیم مستثنی ہی یعنے برد نہین پاوینگے سواے حمیم کے اور شراب سے
غساق مستثنی ہی یعنے پینے کو کچھ نہین پاوینگے سواے غساق کے یہی ربیع بن انسؒ نے کہا ہی پس حمیم وہ پانی ہی جسکی گرمی اپنی حرارت مین انتہا کو
پہونچ گئی ہو اور غساق وہ پیپ وکچ لہو وغیرہ ہی جو جہنمیون کے بدن سے بہکر نا مین جمع ہوا ہی یعنے آگ کی شدت سے جہنمی کا بدن جلکر اور گلکر
گر پڑیگا پھر ویسا ہی دوسرا بدن اسکو ملیگا اور وہ بھی دم کے دم مین اسیطرح گر پڑیگا اور برابر یہی ہوتا رہیگا اور جہنمی صدہا برس رہتے رہینگے
جسمے کہ خون روینگے اور پسینے کا کچھ حساب نہین ہی تو یہ سب ایک وادی مین جمع ہوگا وہی انکو پلایا جاوے گا نعوذ باللہ من کل ذلک
اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ غساق بہت سرد ہوگا اور بہت بدبودار ہوگا رازیؒ نے اس وجہ کی تقریر مین کہا کہ مراد یہ ہی کہ جہنمی لوگ
باوجود شدت حرارت کے برد نہین چکھینگے یعنے ایسی چیز نہین پاوینگے جس سے کچھ ٹھنڈک ہو جیسے سرد ہوا و سایہ وغیرہ اور نہ پینے
مین ایسی چیز پاوین جس سے اُنکی جان کو کچھ تسکین ہو مترجم کہتا ہی کہ حمیم وغساق کا استثنا ہمجنس سے نہین ہی اسلیے کہ حمیم کچھ بھی
برد نہین ہی بلکہ انتہا درجہ کا گرم ہی اور غساق بھی شراب پینے کی چیز نہین ہی بلکہ وہ پیپ لہو وغیرہ ہی (معنے دوم) امام ابن جریرؒ نے لکھا کہ بعض
علماء نے کہا کہ یہان برد بمعنے خواب یعنے نیند ہی اور امامؒ نے اس معنی مین عرب کے اشعار سے استدلال بھی ذکر کیا اور امام ابن ابی حاتم نے اس قول کو
مرۃ طیب رحمہ اللہ تعالے سے روایت کیا اور مجاہدؒ سے بھی نقل کیا اور امام بغویؒ نے اسکو امام لغت ابو عبیدہ وکسائی سے بھی نقل کیا ہے
رازیؒ نے کہا کہ یہ قول اخفش وکسائی وفراء وقطرب وعتبی رحمہم اللہ تعالے سے کہا کہ آیت مین برد بمعنے نیند ہی فراءؒ نے کہا کہ
نیند کو اسلیے برد کہتے ہین کہ اس سے برودت حاصل ہوتی ہی حتی کہ جسکو پیاس کی شدت ہو اگر سو جاوے تو حرارت کو تسکین ہو جاتی ہی مبردؒ نے
کہا کہ عرب کے محاورہ مین ضرب المثل ہی کہ منع البرد البرد برد نے برد کو روک دیا یعنے سردی کی شدت ایسی پہونچی کہ مجھے نیند نہ آئی اس صورت مین
معنے یہ ہوے کہ جہنمیون کو وہان اسقدر سوزش وحرارت وپیاس کی شدت ہوگی کہ اسکا اندازہ نہین ہو سکتا پھر انکو نیند کا کچھ خمار بھی چکھنے کو
نہین ملیگا جس سے کچھ تسکین ہوتی اور نہ کسی قسم کا شربت پانی وغیرہ ملے جس سے سکون ہو لیکن حمیم یا غساق ملیگا پھر وہ تو دوسرا عذاب ہی
چنانچہ حمیم کے بارہ مین حدیث مین یہ بیان ہی کہ جہنمی اس حالت مین کہ پیاس کی شدت سے زبان باہر ہوگی اور آگ ہر طرف سے ظاہر وباطن
اُسپر مسلط ہوگی وہ حمیم کو دیکھکر ایک دم کراہت کریگا پھر لاچار ہو کر اُسکی طرف منھ جھکاویگا اور ہنوز وہ منھ تک نہین پہونچا ہی کہ تمام چہرہ اور
سر کی کھال اُسکی حرارت سے گلکر حمیم کے تغار مین آجاویگی اور آخر جب پی جاویگا تو اُسکی آنتین ساتھ ہی کٹ کر اور گلکر مقعد سے نکل جاوینگی یعنے
فوراً دوسری پیدا ہو جاوینگی رازیؒ نے کہا کہ یہان دونون قول مین قول اول اولی ہی کیونکہ برد بمعنے سردی حقیقت ہی اور نیند کو برد کہنا مجاز ہے
اسوجہ سے کہ نیند سے بھی برودت حاصل ہوتی ہی اور قاعدہ یہ ہی کہ جب تک حقیقی معنے بن سکتے ہون تو مجاز کی طرف جانے کی ضرورت نہین ہی اسلیے
کہ جب کسی نے کوئی کلام زبان سے کہا تو اسمین بعض لفظ کے مجازی معنے بضرورت لیتے ہین مثلاً کسی نے کہا کہ تونے میرا روپیہ کھا لیا ہی تو اس کلام کے
یہ معنی لینا ممکن نہین ہی کہ تونے میرا چاندی کا روپیہ دانتون سے چبا کر کھا لیا ہی اور قاضی حاکم بھی ایسا نہ کریگا کہ اوسکو مسہل دیکر چاندی نکالے
بلکہ مجازی معنے لیے جاتے ہین یعنے تونے اُسکو اپنے کھانے کی چیز مین صرف کیا ہی اور چونکہ کھانا سب ضرورتون سے مقدم ہوتا ہی لہذا اسی معنی
مین مجازی محاورہ ہوا اگرچہ اس شخص نے وہ روپیہ کپڑے مین صرف کیا ہو یا مثلاً تماشا دیکھنے مین فضول دیدیا ہو پس کلام مین مجازی محاورہ

کہ ہمیشہ دوزخ میں رہا کرینگے لیکن لغت کی راہ سے) لوگون نے بیان کیا ہو کہ حقب ستر برس ہو انمین سے ہر روز بمنزلہ ایک ہزار برس کے ہو (ابن جریر) اور
سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ رح سے روایت کی کہ قتادہ رح نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ احقاب ایسی مدت ہو کہ جسکی کچھ انتہا نہین ہو جب ایک حقب
گزر یگا تو دوسرا حقب آویگا اور ان احقاب پے در پے کا شمار سوائے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا ہو اور ہم سے بیان کیا گیا کہ ایک حقب
کے اسی برس ہین اور ایک برس کے تین سو ساٹھ دن ہین اور ہر دن تمھارے شمار کے ہزار برس ہین (ابن جریر) مترجم کہتا ہو کہ قتادہ رح نے
اسطرح خلاصہ بیان کیا کہ وہم رفع ہو گیا یعنی احقاب جمع حقب ہو تو حقب کی مقدار باعتبار زبان عرب کے بیان کی گئی ہے اور یہ ایک
حقب ہوا اور اللہ تعالے وہان طاغیون کو احقاب تک رکھیگا یعنی جمع۔ اور ظاہر ہو کہ جمع کم سے کم تین یا دو ہوتی ہو لیکن زیادہ کیواسطے
حد نہین ہو تو یہان بھی احقاب بے حد ہو کیونکہ اللہ تعالے نے کافرون کے لیے اسکو دائمی رکھا ہو واضح ہو کہ مترجم کے نزدیک ظاہر یہ ہو کہ حقب
خواہ ستر یا اسی جسقدر سال ہون ہر سال اسی معروف حساب سے عرب کی اصل زبان مین مستعمل ہوگا پھر ہر روز بمنزلہ ہزار سال کے جسنے بیان کیا
اُسنے یہ بات شرع سے معلوم کی ہوگی اور شاید حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی شریعت سے یہ اطلاق ان مین معروف چلا آتا ہو
واللہ تعالے اعلم اور شیخ ابو السعود رح کی تفسیر مین بھی مین نے یہی جواب پایا بلکہ بالکل مصرح ہو چنانچہ لکھا کہ قولہ تعالے لابثین الخ اس آیت
مین کوئی ایسی بات نہین ہو جس سے یہ خیال شبہت ہو کہ احقاب کی انتہا ہو جائیگی تو کیا جہنمی سے جنتی ہوگا اگرچہ احقاب کے واحد یعنی حقب
کے معنے ستر یا اسی برس لیے جاوین یا ستر ہزار برس لیے جاوین بلکہ (احقابا) تو (لابثین) کے واسطے ظرف ہو یعنی طاغین کے لبث و درنگ
کے زمانے احقاب ہین یعنی پے در پے زمانہ ہین جب ایک حقب گذر یگا تو دوسرا حقب اسکے پیچھے متصل و متواتر ہوگا اور یہی حال بے انتہا
دہر تک چلی جاویگی۔ مترجم کہتا ہو کہ یہان زمانہ بے انتہا صاف نہین فرمایا بلکہ احقاب فرمایا تو کسی نادان کو یہ وہم نہو کہ اگر صاف کہدیا جاتا
تو یہ خیال نہ ہوتا جیسے (الاحقاب) بالف لام ہوتا تو بھی وہم نہ ہوتا۔ جواب یہ ہو کہ اگر (الاحقاب) زمانہ مستغرق ہو جاتا یا ابد الآباد کی طرح
کوئی لفظ ہوتا تو اُس سے فقط ایکسان زمانہ غیر متناہی معلوم ہوتا اور احقاب جمع حقب مین ایک بات یہ ہو کہ طاغیون کے اقسام ہین اور
صفات باری تعالے کی حد محال ہو تو ظہور قہری کی انتہا بھی محال ہو لیکن اللہ تعالے نے ہر ایک ظہور اور تغیر کے لیے اوقات رکھے ہین جیسے
وہان احقاب ہین اور منجملہ اسرار کے احقاب مین یہ بات ہو کہ طاغین جو طغیان مین کامل ہون وہ کفار و مشرکین و منافقین ہین اور
ناقص طاغی وہ بھی ہو جسنے نفس کی فرمانبرداری کی یعنی گناہ کیا لیکن اللہ تعالے نے اسکو ہم جاہلون کے واسطے گناہ کی حد مین رکھا ہو اسلیے
کہ اسمین ایک پردہ ہو پس احقاب انکے واسطے بھی شامل ہین جبکہ جہنم مین جاوین اسیواسطے جب ابن عمر رض نے حدیث روایت کی کہ واللہ
جہنم سے کوئی نہین نکلیگا جب تک اسمین احقاب تک نہ رہے تو ابن عمر رض نے کہا کہ پھر کسیکو یہ غرہ نہو کہ وہ دوزخ سے نکال لیا جاے گا
(رواہ البیہقی و ابن مردویہ) یہ فوائد تو ہمکو ظاہر ہوے ہین اور علما راسرار و حکماے ربانیہ اسمین بہت فوائد جانتے ہین اور علم الٰہی محیط ہو سبحانہ
و تعالے عما یشرکون قولہ لا یذوقون فیہا بردا ولا شرابا الا حمیما و غساقا جزاء وفاقا سوال اس آیت کے متعلق یعنے برد ہو کیونکہ اگر برد یہی
سردی ہو تو سوال یہ کہ جہنمیون کو جیسے آگ کی حرارت سے عذاب ہوگا اسی طرح زمہریر کی سخت سردی سے عذاب ہوگا پھر کیا مطلب ہو جواب
یہ کہ برد کے چند معنے مستعمل ہین ازانجملہ یہان دو معنے ہوسکتے ہین اول یہ کہ برد سے یہی معروف سردی مراد ہوا ور اس صورت مین دو وجہ
سے تقریر کی گئی وجہ اول یہ کہ اگر موافق قول خالد بن معدان و زجاج کے یہ آیت متعلق پہلی آیت کے ہے یعنے احقابا کی صفت ہے تو
مطلب یہ ہوا کہ طاغین جہنم مین احقاب کثیرہ تک پڑے رہینگے کہ ان احقاب مین وہ لوگ سردی و شراب نہ چکھین گے سوائے حمیم و

انجیل نازل فرمائی اسمین شراب وگوشت کی حرمت منسوخ فرماکر حلال کردی پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل فرماکر فقط شراب
حرام کردی الغرض یہ نسخ فقط ایسے حکم مین ہوسکتا ہی جسکے واسطے ایک وقت سے دوسرے وقت مین جدا حکم ہوسکتا ہی ورنہ نہین ہوسکتی
ہی اسیواسطے جو خبرین ہون انمین نسخ نہین ہی مثلاً خبر دی کہ اللہ تعالے نے جنت پیدا فرمائی ہی تو اسمین نسخ نہین ہوسکتا ہی جبکہ تبدیل نہین ہے
وعلی ہذا القیاس خبر دی کہ طاغین جہنم مین احقاب پڑے رہینگے تو اسمین بھی نسخ نہین ہی فافہم واللہ تعالے اعلم تیسرا جواب یہ کہ خالد بن معدان رح
نے کہا کہ آیت یا ایسے مسلمانون کے حق مین ہی جو گناہون سے بغیر توبہ کے مرے اور مغفرت بھی نہوئی حتے کہ پاک کرنے کے لیے جہنم مین گئے
تو وہ احقاب تک وہان رہینگے مترجم کہتا ہی کہ اوپر حدیث ابن عمر رض بروایت امام بزار رح مین بھی مین نے یہ تاویل بیان کی ہی لیکن مخفی نہین کہ
اس جواب مین تکلف شدید ہی کیونکہ سیاق تو یہ ہی کہ جو لوگ نبأ عظیم یعنے قیامت سے اور یوم الفصل جزا و سزا سے اور اللہ تعالی کی الوہیت اور
اوسکے رسول کی رسالت سے منکر ہین ان طاغین کے واسطے جہنم ہے جسمین احقاب تک پڑے رہینگے اور مسلمان اگرچہ گناہگار ہو وہ اس سے
منکر نہین ہی ورنہ وہ مسلمان ہی نہ ہوگا۔ چوتھا جواب وہ ہی جو امام ابن جریر رح نے خود لکھا کہ احقاب کا تعلق آگے کی آیت سے ہی یعنے
لا بثین فیہا احقابا لا یذوقون فیہا بردا ولا شرابا الا حمیما وغساقا الخ یعنے طاغین جہنم مین پڑے رہین گے اس حالت سے کہ بہت احقاب تک وہان
سوائے حمیم وغساق کچھ چکھنے کو نہ پاوینگے پھر اسکے بعد اللہ تعالے انکے لیے دوسری قسم کا عذاب پیدا فرماویگا جیسے آیندہ خبر دی کہ انسے کہدیا
جاویگا کہ تم لوگ مایوس رہو کہ سوائے عذاب کے اللہ تعالے تمھارے لیے کچھ نہین بڑھاویگا مترجم کہتا ہی کہ رازی رح نے شیخ زجاج رح
سے بھی یہی جواب نقل کیا اور یہ جواب اگرچہ گذشتہ جوابات سے اچھا ہی لیکن تکلف سے خالی نہین ہے اور پانچوان جواب امام رازی رح نے
یہ لکھا کہ سوال مذکور اس بنا پر ہی کہ جب یہ کہا گیا کہ طاغین اسمین احقاب تک پڑے رہین گے تو اس سے ایک خیال اس طرف
دوڑا کہ شاید بعد احقاب کے نہین رہینگے لیکن یہ خیال اسوقت معتبر ہوتا ہی کہ جب صریح نص کے خلاف نہو اور یہان صریح نص موجود ہی
کہ وہ کبھی خارج نہونگے مانند قولہ تعالے یریدون ان یخرجوا من النار وما ہم بخارجین منہا یعنے کفار طاغین یہ چاہین گے کہ آگ سے خارج
ہوجاوین حالانکہ وہ لوگ کبھی اسمین سے نکلنے والے نہین ہین ۔ف۔ یہ جملہ اسمیہ ہی جو ہمیشہ اسی حالت پر رہنے کا فائدہ دیتا ہی اور خاص آیت
یہ ہی کہ لہم عذاب مقیم۔ انکے واسطے عذاب مقیم ہی یعنے کبھی انسے جدا نہ ہوگا۔ ف۔ یہ خود صریح ہی کہ خالدین فیہا ابدا ہمیشہ انمین رہینگے اور بعد
اس تصریح کے وہ خیال جو احقاب سے پیدا ہوا تھا کہ شاید بعد احقاب کے خارج ہون تو وہ مٹ گیا زمخشری رح نے چھٹا جواب یہ نکالا کہ احقاب
یہان اس محاورہ سے ہے کہ (حقب عامہم) یہ سال اون لوگونکا قحط اور خشکی کا گذرا۔ تو معنے یہ کہ احقابا حال واقع ہے یعنے یہ لوگ ہمیشہ دوزخ
مین بحالت قحط و سختی پڑے رہین گے یعنے انکو سامان عیش و برد و شراب سے کچھ بھی چکھنے کو نہ ملیگا مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک ساتوان
جواب یہ ہی کہ سوال مذکور ہی وارد نہین ہوتا اسلیے کہ اللہ تعالے نے جہنم کی سختی سے آگاہ فرماکر اونکے لیے ناب بیان کیا یعنے یہی آگ آخر مین
انکا ناب ہی۔ ناب وہ جگہ جہان واپس جانا ہی تو شاید جاہل کافرون کو دلیری ہوتی کہ تھوڑی دیر کے لیے اس منزل مین بھی کلفت اٹھالینگے
پس آگاہ فرمایا کہ وہان احقاب گذرتے چلے جاوینگے اور اگر ایک حقب یا دس حقب وغیرہ محدود شمار ہوتا تو وہم ہوتا کہ اسکے بعد کیا ہوگا ولیکن
یہ علم الٰہی مین ہی آبدی ہے اس قول کے ثابت کرنے کے لیے تفسیر ابن کثیر و ابو السعود رح کافی ہی چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ امام ابن جریر رح
نے بعد روایات کے لکھا کہ صحیح قول یہ ہی کہ احقاب کیواسطے کبھی مدت ختم نہین ہی اور یہ قول حضرت قتادہ اور ربیع بن انس رح تابعین سے
مروی ہی اور حسن رح سے روایت ہی کہ انسے کسی نے قولہ تعالے لابثین فیہا احقابا۔ کی تفسیر پوچھی تو فرمایا کہ احقاب کا تو کچھ شمار نہین ہے سوا اسکے

اور امام ابوبکر البزار رح نے کہا کہ ہم سے محمد بن مرداس نے بیان کیا کہ ہم لوگون سے سلیمان بن مسلم العلاء رح نے کہا کہ مین نے سلیمان التیمی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ کیا دوزخ سے کوئی شخص نکالا جاویگا تو فرمایا کہ مجھسے نافع رح نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واللہ کوئی شخص آگ سے نہین نکالا جاویگا جب تک اُسمین احقاب نہ ٹھہرے اور کہا کہ ایک حقب کچھ اوپر اسی برس ہی اور ایک برس تین سو ساٹھ دن ہی جیسے تم شمار کرتے ہو۔ مد۔ امام بزار رح نے کہا کہ یہ اسناد ثقات ہین اور سلیمان بن مسلم علماء بصرہ مین سے مشہور شیخ ہی مترجم کہتا ہی کہ اس روایت مین یہ نہین مذکور ہی کہ ہر روز ہزار برس کے ہی بلکہ ہمارے شمار کے کچھ اوپر اسی برس کا ایک حقب ہوا اور احقاب اسکی جمع ہی جو کم سے کم تین حقب ہوے اور زیادہ جسقدر ہو۔ پھر مخفی نہین کہ جہنم سے نکالا جانا فقط ایسے لوگون کے واسطے خاص ہی جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر بدون شرک کے ایمان لائے ولیکن نفس کے مکر مین گناہون کے مرتکب ہوے ہین تو شاید جو گنہگار لوگ جہنم مین ڈالے جاوینگے اونکے لیے احقاب کا شمار اسی دنیاوی حساب سے ہو اور احقاب گزرنے سے پہلے کوئی نہ نکالا جاوے اور بعضے علماء رح نے اسی مقام سے وعظ مین یہ استنباط کیا کہ اے لوگو نماز فریضہ کی حفاظت رکھو کیونکہ جسنے ترک کی اور جہنم مین ڈالا گیا تو ایک نماز کے پیچھے کئی احقاب دوزخ مین رہیگا مترجم کہتا ہے کہ استنباط کی صورت ظاہر ہی کہ ہر نماز فریضہ کے ترک کی سزا جہنم ہی پھر اگر اُسنے یہ سزا پائی تو ضرور ہی کہ احقاب سے پہلے نہین نکالا جائیگا اللہم غفرانک وانت الرحیم الغفار۔ یہ سب اس صورت مین کہ نکالے جانے سے حدیث مین یہ مراد ہو کہ جہنم کے ملک سے باہر کردیا جاوے یعنے جنت کی حد مین داخل کیا جاوے کیونکہ عاقبت مین دو ہی ملک ہین اور اگر نکالے جانے سے یہ مراد ہو کہ آگ مین سے نکالا جاویگا یعنے حمیم وغساق پلانے کو اور زمہریر کا عذاب چکھانے کو نہین نکالا جاویگا جب تک آگ کے عذاب مین احقاب تک نہ جلے تو یہ معنے فقط کفار ومنافقین ومشرکین کے واسطے ہین یعنے کچھ اوپر اسی برس تک آگ مین عذاب پاوینگے پھر وہان سے زمہریر وغیرہ کے عذاب چکھنے کو نکالے جاوینگے واللہ تعالیٰ اعلم واضح ہو کہ یہان یہ سوال بھی کیا گیا ہی کہ قولہ تعالیٰ لابثین فیہا احقابا سے ظاہر ہوتا ہی کہ طاغین جہنمی لوگ اسمین احقاب تک ٹھہرینگے اور احقاب کے کوئی معنی لیے جاوین بہرحال وہ زمانہ متناہی ومحدود ہے تو کیا اس زمانے کے بعد وہان نہین ٹھہرینگے اور اس صورت مین لازم ہی کہ جنتی ہوجاوین کیونکہ وہان دو ہی مقام ہین (جواب) مین علماء کے اقوال ہین شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ سدی رح نے کہا کہ ایک حقب ستر برس ہی اور ہر سال کے تین سو ساٹھ دن ہین اور ہر دن ہمارے شمار کے ہزار سال ہین اور احقاب سے مراد سات سو حقب ہین مترجم کہتا ہی کہ کل احقاب سترہ ارب چونسٹھ کرور برس ہوے لیکن یہ بھی زمانہ محدود ہی اگرچہ بہت ہی دراز ہی۔ مقاتل بن حبان نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہی چنانچہ آگے فرمایا فذوقوا فلن نزیدکم الا عذابا۔ یعنے جہنمیون سے کہا جاویگا کہ چکھے جاو یہ حمیم وغساق کہ ہم تمھارے لیے کبھی کچھ نہین بڑھاوینگے سواے عذاب کے تو معلوم ہوا کہ عذاب فقط احقاب تک نہین رہا بلکہ دائمی ہی (رواہ ابن جریر رح) مترجم کہتا ہی کہ منسوخ ہونے کے یہان کچھ معنے نہین ہوسکتے ہین کیونکہ ہم لوگ منسوخ کے معنے یہ سمجھتے ہین کہ ایک حکم آیا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک وقت تک کے لیے معلوم تھا اگرچہ ہمکو معلوم نہ تھا بلکہ اُسوقت کے انتہا پہ اللہ تعالیٰ نے دوسرا حکم بھیجا تو ہم نے اب جانا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فقط اس مدت تک کے لیے رکھا تھا جیسے بنی اسرائیل مین حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانہ مین ایک ہی وقت مین دو بہنون سے نکاح کرنا جائز تھا پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت اتری تو یہ حکم منسوخ کردیا اور اسوقت مین شراب حرام کردی اور اونٹ کا گوشت حرام کیا پھر قریب دو ہزار برس بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر

یعنے وہ جہنمیون مین نہین رہا اب یہ باقی ہو کہ وہ فی الفور جنت مین چلا جاویگا یا روکا جاویگا تو اسکی یہ کیفیت ہو کہ اگر سوالات مذکورۂ
بالا سے پورا اترا تو فی الفور چلا جاویگا اور اگر ناقص ہوا تو بقدر نقصان کے محبوس رہکر داخل جنت ہوگا کیونکہ اُسکے واسطے جنت کے سوائے
جہنم گھر نہین ہو اور اکثر بندے ایسے ہین کہ انکا یقین کلمۂ توحید کے ساتھ اس قدر قوی ہو کہ اس عظیم الشان نور کے مقابلے مین اُسکے
گناہون کی سیاہی بالکل ہیچ ہوگی چنانچہ حدیث البطاقہ پہلے گذر چکی ہو اور آئندہ انشاء اللہ تعالے آویگی - بالجملہ یہ معلوم ہوگیا کہ کفر و شرک
کرنے والے مرصاد جہنم سے نہین چھوٹینگے بلکہ وہی انکے لیے مآب و مرجع ہو تو اسی مین فوراً داخل کیے جاوینگے **قولہ تعالے لابثین فیہا**
احقابا - اسمین احقاب دراز پڑے رہینگے **رازی** نے لکھا کہ جب اللہ تعالے نے یہ ظاہر فرمایا کہ طاغین یعنے سوائے مسلمانون کے
جسقدر فرقے اپنے رب عزوجل کی الوہیت سے منکر ہین ان سب کا مرجع و مآب جہنم ہے تو اس آیت سے بیان فرمایا کہ وہ لوگ کتنی
مدت اسمین پڑے رہینگے یعنے احقاب تک اسمین لابثین ہونگے لبث ٹھہرنا و درنگ کرنا - یہان چند باتین سمجھنے کے لائق ہین **اول**
لابثین جمہور قراء نے لابثین بالف پڑھا بصیغۂ جمع اسم فاعل اور **امام حمزہ** کی قرأت مین لبثین بدون الف ہو اس قرأت کے معنے
دو طرح بیان ہوے ہین ایک یہ کہ **امام فراء** نے کہا کہ لبثین و لابثین دونون کے ایک ہی معنے ہین یعنے ٹھہرنے والے جیسے
طامعین و طمعین بمعنے طمع کرنے والے اور اسکے نظائر بہت ہین ولیکن **زمخشری** نے کہا کہ لبثین زیادہ قوت رکھتا ہو کیونکہ لابث کا استعمال
ایسے شخص کے حق مین ہوتا ہو جس سے لبث پایا جاوے اور لبث ایسے شخص کو کہتے ہین جسکی یہی شان ہو کہ کہین پڑا رہتا ہو گویا وہان سے کبھی
ٹلتا ہی نہین ہو **اقول** اہل جہنم کی درحقیقت یہی کیفیت ہولی کہ اس ملک سے کبھی نہین جدا ہونگے **دوم** احقاب یہ جمع حقب ہو جسکو اہل
لغت اسّی برس کہتے ہین اور حقب جمع حقبہ بمعنی سال اور مراد ایک مدت کا زمانہ ہو اور **امام فراء** نے کہا کہ حقب کے اصل معنی مین پے در پے
اور ایک کے پیچھے دوسرا ہونا ثبوت ہو چنانچہ عرب بولتے ہین (احقب یعنے اپنی ردیف مین لایا) اور اسی سے حقیبہ وہ چیز ہے جسکو ہمیانی
کے طور پر پیچھے باندھ لیتے ہین اور کجاوہ کی ردیف بھی ہو اور اس معنی کے لحاظ سے آیت مین یہ مفہوم ہوا کہ لابثین فیہا احقابا - اسمین
پڑے رہین گے سالہاے پے در پے جیسے قولہ تعالے لا ابرح حتی ابلغ مجمع البحرین او امضی حقبا - یعنے باز نہین رہونگا یہانتک کہ
مجمع البحرین مین پہونچ جاؤن یا چلا جاؤنگا حقب تک یعنے سالہاے دراز پے در پے متواتر چلتا رہونگا جب تک خضر کا کھوج نہ پاؤن
اور علماء و مفسرین سلف سے یہان احقاب کے بیان مین اقوال ہین (تفسیر کبیر) **امام ابن کثیر** نے لکھا احقاب جمع حقب ہے
اور وہ زمانہ کی ایک مدت ہو اور اُسکی مقدار مین مفسرین نے اختلاف کیا **امام ابن جریر** نے مسند کیا کہ سالم بن ابی الجعد نے کہا کہ
حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ہلال ہجری سے پوچھا کہ اے ہلال تم لوگ قولہ تعالے لابثین فیہا احقابا مین حقب کس قدر
مدت پاتے ہو - ہلال نے عرض کیا کہ ہمارے علم مین حقب اسّی برس ہین ہر سال کے بارہ مہینے اور ہر مہینے کے تیس دن اور ہر روز ہمارے
شمار کا ہزار برس ہو - پھر لکھا کہ اسی طرح حضرت ابوہریرہ و عبداللہ بن عمرو بن العاص اور ابن عباس رضی اللہ عنہم و سعید بن جبیر و
عمرو بن میمون و حسن و قتادہ و ربیع بن انس و ضحاک رحمہم اللہ تعالے سے مروی ہو اور حسن و سدی سے یہ بھی روایت آئی کہ وہ ستر
برس اسی حساب سے ہے اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے بھی ایک روایت یہ کہ حقب چالیس برس ہو جنکا ایک روز ہمارے
شمار کے ہزار برس ہو (رواہ ابن ابی حاتم) اور بشیر بن کعب رضی اللہ عنہ صحابی صغیر نے کہا کہ ہم سے یہ بیان کیا گیا کہ ایک حقب تین سو
برس ہین ہر سال کے تین سو ساٹھ دن ہین اور ہر دن ہمارے شمار کے ہزار برس ہین اس قول کو ابن جریر و ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہو

پاس پار ہونیکا پروانہ ہو یعنے اجازت نامہ ہو ورنہ وہ روک دیا جائیگا **اقول** اجازت نامہ کلمہ توحید بمہر مغفرت ہے۔ اور سفیان ثوریؒ
نے فرمایا کہ جہنم پر تین قناطر ہین **اقول** اسکے معنے یہ کہ تین پل ہین۔ شاید امام ثوریؒ کی مراد یہ ہو کہ پل صراط بہت دراز ہے اسمین
اول سے آخر تک تین مقام پر تین طرح سے روک ہے جہان اجازت نامہ کی ضرورت ہے اور شاید یہ مراد ہو کہ پل صراط آخری پل ہے
اور وہ نہایت خطرناک ہے وہان تک مومنین مع منافقین ہو کر عبور کرنے کے لیے روانہ ہوتے ہین اور راہ نہایت باریک اور
بہت اندھیری تاریک ہے اور قولہ تعالے ربنا اتمم لنا نورنا الآیۃ کے مقام مین سورۂ حشر کی تفسیر مین گذر چکا کہ منافقین وہان جہنم
مین گرفتار ہو جاوینگے اور اس پل صراط سے پہلے دو پل ہین کہ وہان کفار و اہل کتاب داخل جہنم ہو چکے ہونگے یا یہ کہ اول توحید
دوم اعمال دیانت سوم معاملات یا ہی واللہ تعالے اعلم اور خطیب وغیرہ نے لکھا کہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جہنم کے
اوپر سات پل ہین جہان روک ہوگی اول تو بندے سے کلمہ توحید کا سوال ہوگا یعنے مثلاً اس امت والے سے لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ کا سوال ہوگا کہ کیا اسنے یہ گواہی دی ہے یعنے دنیاوی زندگی مین موت سے پہلے یہ گواہی دیتا تھا پس اگر یہ بات
پوری ادا کی تو دوسرے مقام پر روکا جاویگا اور وہان نماز فریضہ کا سوال ہوگا اگر پورا ہوا تو وہان سے گذر کر تیسرے مقام پر زکوٰۃ
سے سوال ہوگا اگر پورا ہوا تو گزر کر چوتھے مقام پر روزہ سے سوال ہوگا اگر پورا ہوا تو گزر کر پانچوین مقام پر حج فریضہ سے سوال ہوگا اگر
پورا ہوا تو گزر کر چھٹے مقام پر عمرہ ادا کرنے سے سوال ہوگا اگر پورا ہوا تو گزر کر ساتوین مقام پر مظالم سے سوال ہوگا یعنے لوگون کیساتھ
برتاؤ کرنے مین ناحق کسیکے اوپر ظلم وغیرہ کیا ہے پس اگر اس سے پاک ہوا تو بہتر ہے ورنہ حکم ہوگا کہ دیکھو اسکے پاس نوافل اعمال کا ثواب ہے
تو اس سے پورا کیا جائیگا پھر جب پاک ہوا تو اُسکو جنت کی طرف روانہ ہونے کی اجازت ہوگی۔ یہ سب مسلمان کا حال ہے اور رہا کافر
ومشرک تو وہ جہنم مین ابتدا سے ڈال دیا جاویگا **مترجم** کہتا ہے کہ اس قول مین جو امور مذکور ہین ظاہر یہ ہے کہ جہنم کے پل صراط سے پار ہونے
سے پہلے انکا مطالبہ ہے اور یہ سب جہنم ہی کی پشت پر ہین اور ان امور کے واسطے احادیث سے ثبوت نکلتا ہے چنانچہ فرائض نماز و زکوٰۃ
وغیرہ سے سوال ہونا احادیث مین معروف ہے ولیکن یہ بھی آیا ہے کہ اگر مثلاً نمازون مین قصور ہے تو کہا جاویگا کہ دیکھو اگر اسکے اعمال نفل
ہون تو نوافل سے پورا کرو اسیطرح زکوٰۃ وغیرہ مین ہے اور انکا بیان میزان عدل کے وقت مین بھی آیا ہے ولیکن میزان عدل بھی اسی طرف ہے
اور واضح ہو کہ نمازون سے سوال تو مطلقاً ہے اور زکوٰۃ و حج وغیرہ مین شرائط ہین یعنے زکوٰۃ کا سوال اس شخص سے ہوگا جو مال بقدر نصاب
رکھتا ہو اور حج کرنے مین اُسکو مقدرت ہو اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرہ سے بھی سوال ہوگا اور اسی سے اکثر علماءؒ نے کہا
کہ عمرہ واجب ہے یعنے جو شخص حج ادا کر چکا اور اُسکو مقدرت حاصل ہے تو پھر عمرہ بھی ادا کرے اور وہ چھوٹا حج ہے جیسے حج بڑا کہلاتا ہے
اور مذہب حنفیہ مین بھی اسی پر فتوی ہے کہ عمرہ واجب ہے۔ پھر جب ان باتون کے جواب مین پورا اُترا تو مظالم سے سوال ہوگا اور حدیث
مین ہے کہ آدمی آویگا اور اسکے پاس نیکیون کا ذخیرہ ہے پھر اُس سے مظلمہ کی پرستش ہوگی تو مدعی ظاہر ہونگے بعض کو اُسنے گالی
دی اور بعض کو مارا ہے اور بعض کا مال ناحق لیا ہے اور بعض کا حق نہین ادا کیا ہے پس یہ لوگ اپنے اپنے مطالبہ مین اُسکی نیکیان لے
جاوینگے یہانتک کہ اُسکے پاس کچھ باقی نہین رہیگا نعوذ باللہ من ذلک **مترجم** کہتا ہے کہ اس روایت سے یہان غرض یہ ہے کہ جہنم
مرصاد ہے یعنے وہ ایسا مقام ہے کہ جب تک وہان سے تجاوز نہو تب تک نجات نہو گی اور کفار کے لیے اصل چیز یعنے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
کی گواہی ندارد ہے تو وہ اول ہی سے جہنم مین گرفتار ہو جائیگا اور جسکے پاس یہ گواہی موجود ہے وہ جہنم کے مرصاد سے تجاوز کر گیا

اللہ تعالےٰ نے یوم الفصل کے بعض احکام کی تفصیل بیان فرمائی ہے ازانجملہ یہ کہ جہنم طاغین کے عذاب کے لیے مرصاد ہے وہان ملائکہ عذاب
مترصد ہین کہ طاغین کو پکڑ کر جہنم مین ڈالین (۵) مترجم کہتا ہے کہ یہ توجیہ اس صورت مین کہ (للطاغین) متعلق مرصاد ہو یعنی جہنم
مرصادًا للطاغین مقرر ہو چکی تھی۔ اور امام رازی وغیرہ نے للطاغین کو (مآبا) سے متعلق کیا (یعنے مآبا للطاغین) یعنے جہنم مرصاد ہے
وہ طاغین کے لیے مآب و منزل ہے۔ اس صورت مین جہنم کا مرصاد ہونا اسکی صفت ہے یہ صفت یا تو اسلیے کہ وہان ملائکہ عذاب کے
کافرون کے مترصد ہین یا اسلیے کہ ملائکہ رحمت مومنون کے منتظر ہین کہ اُنکو جہنم کے پل سے پار کرلین لیکن شیخ ابن کثیرؒ و ابوالسعودؒ
نے اس توجیہ کو نہین لیا اسلیے کہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ پل صراط سے عبور کے وقت کیسکی آواز نہین سنی جاویگی اور کوئی کلام نہین
کریگا سوائے رسولون کے جو دعا کرینگے کہ اے رب سلامتی دے اے رب سلامتی دے اور حدیث مین ہے کہ جب مومنین گذرنے لگینگے
تو جہنم کہیگی کہ اے مومن آپ جلدی عبور کیجئے کہ آپ کے نور سے میری آگ بجھی جاتی ہے کما فی الصحیح اور جہنم بلکہ دار آخرت تمام و کمال کوئی
چیز بے شعور نہین ہے جیسے دنیا مین آگ کو بے شعور دیکھا جاتا ہے بلکہ بحکم قولہ تعالےٰ لہی الحیوان۔ سب جاندار شعور دار ہے اسیواسطے فرمایا تطلع
علے الافئدہ۔ یعنے وہ آگ خود دلون کو جھانک کے جان لیتی ہے تو وہ کافرون کو گرفتار کرلیگی تو وہ خود مرصاد ہے جیسے آیت مین
مصرح ہے کہ جہنم مرصاد ہے اور یہ کہنا کہ وہان ملائکہ بیٹھے ہوئے مترصد ہین یہ ٹھیک نہین ہے حتی کہ جہنم کے پل پر آنکڑے کیطرح کلالیب
اور بکثرت کٹیلے کیطرح کانٹے ہین تو بعضے گنہگار مسلمان سب امتون مین سے جنکے حق مین کسی قدر جہنم مین عذاب مقدر ہے اُنکو بھی اپنے کانٹے
مین اُلجھا کر گرا دیگی اور حدیث مین ہے کہ جسکو فقط خراش لگی وہ چھوٹ گیا یعنے یہی آتشی خراش اُسکے حق مین سزا ہوگئی اور اللہ تعالےٰ
ہم بندون کو اس سے بھی پناہ دے کیونکہ یہ خراش بے انتہا سوزش و جلن ہوگی اگرچہ پار ہو کر ہوائے جنت سے بجھ جائیگی پھر بھلا انکو
قیاس کرو جو زخم کھاوینگے پھر جہنم کے اندر گرجاوینگے نعوذ باللہ من جہنم وعذابہ۔ اور نیک بندے بہت ایسے ہونگے کہ وہ جنت مین جاکر
باہم گفتگو کرینگے کہ ہمکو دنیا مین حکم ملا تھا کہ پل صراط کے اوپر ہو کر جہنم سے گزرنا پڑیگا ہمنے جہنم کو نہین دیکھا۔ اُنسے کم درجہ والے عرض کرینگے
کہ حضرت آپکو خیال نہین ہے وہ سراب کیطرح ریگ کا بیابان آپ نے نہین دیکھا ہم نے تو دیکھا تھا شاید اُسکی نیچے جہنم ہوگی مترجم
کہتا ہے کہ سبحان اللہ شاید اول گروہ تو برق کیطرح نکل گیا اُنکو کچھ بھی نظر نہ آیا اور دوسرا گروہ جو تیز گھوڑے کی طرح روانہ ہوا ہے اُسنے
دیکھا مگر سراب کیصورت نظر آئی کیونکہ رحمت رب تبارک وتعالےٰ ان بندون کے حال پر ایسی ہے کہ جہنم کی ہولناک صورت بھی نہین دکھلائی
اور جہنم نے بھی اپنی بہتری اسی مین دیکھی کہ اس لباس مین انکی نورانی نظر سے مخفی ہوجاوے ایسا نہو کہ انکی نظر رحمت سے سرد ہوجاوے
وللہ الحمد والمنۃ اللھم ارحمنی وانت ارحم الراحمین اگر کہو کہ جب تمنے (مرصادا للطاغین) لیا تو (مآبا) کا تعلق کیونکر ہے (جواب) یہ مرصادًا
سے بدل ہے یعنے جہنم ان طاغیون کے لیے مرصاد یعنے مآب ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ (مرصادا) حال ہو جو بوجہ نکرہ ہونے کے مقدم کردیا گیا
تو معنے یہ کہ جہنم فرقۂ طاغیہ کے واسطے مآب و مرجع ہے درحالیکہ وہ مرصاد مقرر ہوچکی ہے اُس سے کسی طرح تجاوز نہین کرسکتے ہین۔ اور یہ
جو بعض نے زعم کیا کہ جہنم مرصاد فریقین ہے یعنے کفار و مومنین دونون فریق کے لیے مرصاد ہے تو یہ خیال بعید ہے (تفسیر ابوالسعود رح)
مترجم کہتا ہے کہ الحمد للہ کہ مین نے اُسکو اوپر بتوضیح بیان کردیا ہے ولیکن جہنم کا مرصاد ہونا اور اُسی کا طاغیون کے لیے مآب ہونا تو یہ
خیال صحیح ہے اگرچہ مرصاد بھی طاغیون ہی کیواسطے اصل ہے اور امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حسن بصری و قتادہ رح سے روایت ہے کہ جہنم مرصاد ہے
یعنے جنت مین کوئی شخص نہین داخل ہوسکتا جب تک جہنم سے پار نہ ہوجاوے اور پار ہونا اُس وقت میسر ہوگا جب اُسکے

كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا وَّ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا۔ یہ لوگ امید نہین کیا کرتے تھے کسی حساب کی اور انھون نے ہماری آیات
کو بہت جھٹلایا ف یعنے کافرون کے نزدیک یہ محال تھا کہ اللہ تعالے بعد موت کے سڑی ہڈیون کو زندہ کرے تو قیامت کو محال
جانتے تھے پس کسی طرح امید نہین کرتے تھے کہ کچھ حساب کتاب ہوگا اور اگر اُنکو آیات قرآنیہ سُنائی گئین کہ حشر و حساب ہی تو انھون نے
آیات کو جھٹلایا اور برابر اسی بات پر اڑے رہے یہانتک کہ مر گئے۔ کذاب مثل تکذیب کے بار بار کر جھٹلانے مین مبالغہ ہی چنانچہ ابتداے
سورہ مین یتساءلون عن النبأ العظیم مین بیان ہو چکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انکو آیات سنائین تو انھون نے جھٹلایا
پھر مومنون سے مخالفت کی پھر آپسمین مسخرہ پن کیا کہ ہر مجلس مین باہم گفتگو کرتے کہ کہو تمھاری جنت کہان ہی اور وہ قیامت کا دن
کب ہی یعنے ایمان نہین لاتے تھے کیونکہ جو شخص روز آخرت اور وہان کے حساب و جزاء اور جنت و دوزخ کسی چیز سے منکر ہو تو وہ کافر
ہی اور اسی کفر کی سزاے وفاق یہ جہنم ہی اسی آیت قدسی کی دلیل سے امام ابو حنیفہؒ وغیرہ محققین علماءؒ نے کہا کہ کافرون و مشرکون کو ایمان
لانے کا خطاب مقدم ہی کیونکہ اسی سے انکار کرنے پر کافر جہنمی ہو جاتا ہی پھر کفر کے بعد وہ چاہے جیسے اعمال کرے یہ نہوگا کہ وہ جہنمی نہ رہے
مثلاً ایک شخص نے کفر اختیار کیا پھر وہ صدقہ دیتا ہی اور خیرات کرتا ہی حتی کہ وہ مسلمانون کی طرح نماز و روزہ رکھتا ہی لیکن نماز مین قرآن و
لا الہ الا اللہ سے وہی اپنے خیال کے معنے لیتا ہی اور اسی طرح ماں باپ کے ساتھ سلوک کرتا ہی تو اس سے وہ جہنمی ہونے سے خارج نہوگا اور
اگر وہ کفر کے بعد مثلاً ماں باپ کو ایذا دیتا ہی تو بھی جہنمی ہی ولیکن ان دونون مین صرف یہ فرق ہی کہ جہنم مین ہر ایک اپنے اعمال قبیحہ کے موافق طبقہ
پاویگا اسی واسطے اللہ تعالے نے فرمایا وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا۔ اور ہمنے ہر
چیز کو شمار مین احاطہ کر لیا ہی لکھکر پس تم لوگ چکھو کہ ہم تمھارے لیے کبھی کچھ زیادہ نہ کرینگے سواے عذاب کے ف یعنے کافرون کے
اعمال قبیحہ ہر روزہ بلکہ ہر گھڑی کے ہر ایک کے نامۂ اعمال مین لکھے ہوے محفوظ کر لیے گئے ہین اور یہی اعمال انکو وہان دیے جاوینگے
اور ہر عمل کی بنیاد کفر ہی تو ہر عمل اسوجہ سے قبیح ہی اسیواسطے حدیث مین آیا ہی کہ اعمال کا مدار نیتون پر ہی۔ کافر ہر کام مین دنیا اور شرک
نفس کی نیت رکھتا ہی تو درحقیقت اُسکے نیک کام مثلاً صدقہ وغیرہ سے فقط ایذاء و تکلیف نہین پہونچی ورنہ وہ کام بذات خود بدانجام
ہی اور جب یہ کام اُسکو انجام مین ملیگا تو عذاب ہی عذاب رہگیا اسلیے کہ فی الحال دنیا مین اُسنے اچھے ایسے کام سے یا تو خود اپنے نفس کا
مزہ حاصل کر لیا یا نام مشہور کر لیا یا اللہ تعالے نے اُسکو دنیا ہی مین عوض دیدیا اب آخرت مین فقط بدی رہگیا ہی اسی لیے فرمایا کہ کبھی
اُسکو سواے عذاب کے کچھ اور نہین ملیگا **بیان تفسیر و اقوال مفسرین رحمہم اللہ تعالے** قولہ تعالے ان جہنم کانت مرصادا
الآیہ۔ مرصاد یعنے طاغین کے لیے مرصد و مہیا ہی۔ طاغین سے مراد وہ سرکش نافرمان لوگ ہین جو اللہ تعالے کے رسولون سے مخالفت
کرتے اور آیات الٰہی کو جھوٹا بتلاتے تھے۔ مآب یعنے مرجع جہان دنیا کے بعد ہمیشہ رہین گے (ابن کثیر) مرصاد یعنے جہنم کافرون کے
لیے منتظر ہی کہ گرفتار کرے یا ایسی جگہ ہی جہان جہنم کے موکل انتظار کرتے ہین کہ کافرون کو قید کرین یا ایسی جگہ ہی کہ جنت کے خزانچی اہتمام
کرتے ہین کہ مومنون کو پل صراط کے اوپر سے گذرنے مین نگاہ رکھین کہ اُنکو جہنم کی لپٹ نہ پہونچے (خطیب و رازی وغیرہ) مترجم
کہتا ہی کہ مرصاد کے معنے مین تین وجہین بیان کین اور اُنکے سمجھنے مین اشکال پیش آتا ہی جسکو دور کرنا لازم ہی واضح ہو کہ شیخ
ابو السعودؒ نے لکھا کہ مرصاد ایسے مقام کا نام ہوتا ہی جہان کسی بات کے لیے نگاہ رکھی جاوے و انتظار کیا جاوے اور یہان
مراد یہ کہ اللہ تعالے کے علم و حکم قضاء مین جہنم مرصاد رکھی گئی تھی کہ وہان عذاب کرنے والے فرشتے کافرون کے منتظر ہین۔ یہان سے

اُسکی قبیح حرکت کو ہم تصور کرنا چاہین توکبھی اُسکو تصور نہین کرسکتے ہین وہ بے انتہا قبیح ہی توکفار اس جہنم مین بے انتہا زمانہ تک اپنی قباحت کا مزہ چکھین گے لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا۔ کفار اسمین نہ ٹھنڈک چکھین گے اور نہ شراب ف یعنے جہنم کی آگ مین نہ اُنکو کبھی خنکی کی راحت نصیب ہوگی اور نہ کسی قسم کے مزہ کا شربت از قسم پانی یا شراب کے ملیگا۔ اِلَّا حَمِیْمًا وَّغَسَّاقًا۔ مگر حمیم اور غساق ف حمیم نہایت درجہ پر گرم۔ غساق وہ پیپ لہو جو جہنمیون کے بدن جلنے سے بہکر وہان کے گڈھے مین جمع رہیگا۔ اسکی بدبو اور گندگی یہان سڑے ہوے سور کے گوشت و پیپ لہو سے بے حد بدتر ہے حدیث مین ہی کہ اگر غساق کا ایک ڈول اس زمین پر بہا دیا جاوے تو تمام عالم بدبو اور گرمی سے مرجاوے نعوذ باللہ من ذلک۔ یہ بات ایسی سچی ہی کہ عقل کی میزان مین پوری ہی اسلیے کہ حضرت باری تعالے کی شان مین کفر کرنا جب بے انتہا قبیح ہی تو جو کچھ کافرون نے اپنے واسطے کما یا ہے وہ بھی بے انتہا بدی ہی تو حمیم اور غساق کی حالت ایسی بدتر ہوگی جسکی بُرائی کبھی قیاس مین نہین آسکتی ہی بلکہ بے انتہا ہوگی تو غساق کی بدبو جب بے انتہا ہوئی تو وہ دنیا جسکی انتہا محدود ہی اور مخلوق کے دماغ محدود کیونکر اُسکو برداشت کرسکتے ہین ہم کو چاہیے کہ ہر دم اپنے پاک پروردگار جل شانہ سے پناہ مانگین کہ اے رب رحیم ہم تیرے بندے ہین اور ہم تیری شان مین شرک و کفر نہین کرتے ہین اور تیری شان قدس و کمال بے انتہا ہے بلکہ بے انتہا کو تو نے پیدا کیا ہی تیری شان سب وہم و خیال و قیاس سے اعلے ہی اور ہم بندے ضعیف و محدود ہین ہماری عاجزی پر رحم فرماکر ہماری بندگی قبول کرلے اور ہمارا خاتمہ ایسے حال پر کردے کہ تیری رضامندی ہمکو نصیب ہو اور ہمکو شرک و کفر و طغیان سے پناہ دے اور تو ارحم الراحمین ہی اور الٰہی ہماری خطائین عفو فرمادے اور تو غفور رحیم ہی واللہم صل علی عبدک و رسولک و حبیبک محمد و آلہ و صحبہ و علی جمیع الانبیاء والمرسلین والحمد للہ رب العالمین۔ کافرون نے یہ آسان کلمہ جو بالکل حق ہی چھوڑ دیا اور کفر پر لعنت ہو کہ کیونکر اپنے پیدا کرنے والے خالق جل شانہ سے طغیان کیا ہمارے لیے کوئی دوسرا خدا نہین ہی اُسکی قدرت مین ہمسے بہتر سو ہزار ہین پھر یہ سزا جو کافر کو جہنم مین ملیگی اُسی کے بے انتہا قبیح کام کا عوض ہی لہذا فرمایا۔ جَزَآءً وِّفَاقًا یعنے متوافق بدلا دیے گئے ف یعنے کافرون کے واسطے جو سزا مذکور ہوئی وہ اُنکے قبیح اعمال کے موافق ہی حضرت مجاہدؒ نے کہا یعنے کفار آخر جس عذاب شدید مین پہونچے وہ انکے بد اعمال سے بالکل موافق ہی جنکو دنیا مین کیا کرتے تھے۔ یہی قتادہ وغیرہ سلف صالحین نے بیان کیا ہی۔ اگر کہا جاوے کہ کافرون کے اعمال بکثرت مختلف ہین تو یہ ایک سزا کیونکر سب کے واسطے وفاق ہوگی (جواب) یہ کہ جہنم اصل مین فقط اس امر کی جزا ہی کہ اپنے پیدا کرنے والے پروردگار سے کفر کرے تو کفر بمنزلہ اصل جڑ کے ہے اور رہے دیگر اعمال تو وہ بمنزلہ پتون کے ہین اور انکا نتیجہ یہ کہ جہنم کے کس طبقے کے لائق ہی جیسے جنت درحقیقت اُن بندون کا گھر ہے جو اپنے رب عز و جل کی توحید الوہیت کے معتقد ہین اپنے رب عز و جل کو وحدہ لاشریک جانتے ہین اُسکی شان مین کسیکو شریک نہین سمجھتے ہین اور رہے اعمال صالحات تو وہ جنت مین درجات حاصل کرنے کے لیے ہین چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ حضرت سرور عالم رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ جسنے لا الٰہ الا اللہ صدق دل سے کہا وہ جنت مین داخل ہوگا پس عرض کیا کہ کیا ہم اس سے لوگون کو آگاہ نہ کردین۔ فرمایا کہ اُنکو عمل کرنے دو اور آگاہ فرمایا کہ جنت مین درجات ہین ہر دو درجے کے درمیان اس قدر تفاوت ہی جس قدر زمین سے آسمان تک تفاوت ہی وہ اللہ تعالے نے راہ الٰہی مین جہاد کرنے والون کے واسطے مہیا فرمائے ہین اقول جہاد یعنے کوشش کرنا جس سے بارگاہ عزت مین تقرب حاصل ہو اسیطرح جہنم مین درکات و طبقات ہین اول طبقہ سے دوسرے مین زیادہ عذاب ہے اور اسقدر پست ہی جسقدر آسمان سے زمین پست ہی پس جہنم سب کافرون کے لیے جزاے وفاق ہی اسیواسطے اللہ تعالے نے فرمایا اِنَّهُمْ

پکارنے کی طرف مخلوق بدحواس دوڑینگے مترجم کہتا ہی الحمد للہ سبحانہ کہ مترجم نے بھی بعض مضامین مذکورہ کو سابق مین خود بیان کیا ہی اور واضح ہو کہ نکتہ اس مقام پر یہ ہی کہ اول نفخہ مین تو ہر چیز کی ہلاکت ہی جسمین جان ہی بلکہ سمجھ ہی اور پہاڑون مین بھی یہ سمجھ موجود ہی اور مترجم نے اس بات کو قولہ تعالےٰ وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ الآیہ اور قولہ تعالےٰ ان من شیٔ الا یسبح بحمدہ الآیہ اور قولہ تعالےٰ سخرنا مع داؤد الجبال یسبحن الآیہ وغیرہ کی تفسیر مین توضیح و تحقیق بیان کیا ہی اور آیندہ ان شاء اللہ تعالےٰ اس پارۂ اخیر کی تفسیر مین بھی بیان آویگا اور امام واحدیؒ و رازیؒ و ایک جماعت علماء محدثین و حکماے ربانیین نے صریح بیان کیا ہے کہ جمیع اشیاء مین اپنے خالق عزوجل کی معرفت الوہیت کا ادراک اپنی استعداد کے لائق موجود ہی اور یہی اکابر امت اور سلف کاملین کا اجماعی قول ہی پھر دوسرے نفخہ کے وقت جب تجلیات ربانیہ کا ظہور شروع ہوگا تو تمام جہان اسکی تاب نہین لاویگا اور ہر چیز اسکی عظمت کے سامنے پگھل کر فنا ہوجائیگی اسی وجہ سے پہاڑ باوجود اس سختی کے روئی کے گالے ہوجاوینگے حتے کہ آخر شعاعی ذرات و سراب ہونگے اور زمین و آسمان سب کی یہی کیفیت ہوگی تو ہرگز قیام کسی چیز کو نہین ہوسکتا ہے جب تک کہ اللہ تعالےٰ انہین یہ استعداد نہ بخشے کہ برداشت کرسکین اسلیے حدیث مین ہی کہ تم لوگ خوب جان لو کہ تم ہرگز اپنے رب عزوجل کو نہین دیکھوگے یہانتک کہ اس زندگی سے مرجاؤ یعنے پھر دوسری حیات سے اُٹھائے جاؤ جسمین یہ استعداد عطا ہوگی کہ تجلیات برداشت کرسکین حتی کہ آسمان و زمین بھی اسی استعداد کے ساتھ تبدیل فرمائے جاوینگے اسی وجہ سے کفار اپنے عذاب مین گرفتار ہونگے اور اسی دنیاوی حالت پر اُٹھائے جاوینگے جو تجلیات سے قطعاً محروم و محجوب ہونگے اور اپنی حالت کے لائق مقام پر رکھے جاوینگے اور وہ جہنم ہے لہذا اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا۔ بیشک جہنم مرصاد ہی طاغین کے لیے انکے لوٹ جانے کی جگہ ہی جسمین احقاب کی مدتون پڑے رہین گے ف یعنے جن لوگون نے دنیا مین پیدا ہوکر طغیان کیا اور حد سے بڑھکر بدکار ہوے کہ اپنے خالق عزوجل پیدا کرنے والے سے منکر ہوے یا اُسکی شان قدس کے سواے اپنے نفس کے عیب پر بہتان لگایا تو ایسے طاغیون کے لیے جہنم مرصاد ہے اُنکی تاک مین منتظر ہے وہی انکے پھر جانے کا مقام ہے کیونکہ دنیا سے پھر جانا ہر شخص کے واسطے قطعی لازم ہی اور یہان سے جاکر ضرور کسی مقام معین مین رہیگا تو طاغین کا مرجع یہی جہنم ہے وہان رہنے کی ایک گھڑی نہایت عذاب ہی پھر یہ لوگ تو اُسمین احقاب کی مدتون پڑے رہین گے اس سے قیاس کرنا چاہیے کہ کافر بدکار کس قدر بے انتہا شریر ہے کہ اسکی کچھ پروا نہین کرتا ہی۔ احقاب کا بیان آگے آویگا ان شاء اللہ تعالےٰ اور اس سے یہ نہین نکلتا کہ احقاب گزرنے کے بعد وہان سے دوسری جگہ جاوینگے بلکہ مقصود تو یہ ہی کہ جہان ایک گھڑی برداشت کے قابل نہین ہی تو طاغی بدکار احقاب کے تصور سے کیونکر نہین لرزتا ہی حالانکہ وہ تو وہان بے انتہا مدت پڑا رہیگا وہی اسکا مسکن دائمی ہی۔ چونکہ دائمی اور ہمیشگی کا پورا تصور اس قوت غیر ممکن ہی کیونکہ یہ تو بے انتہا زمانہ مین ہوگا اسلیے احقاب کا تصور دلایا جو بالفعل ممکن ہی مثلاً سنکھ اور دس سنکھ یا کرورون سنکھ کا تصور ہوسکتا ہی اسلیے کہ وہ محدود زمانہ ہی اگرچہ بہت زیادہ ہی برخلاف اسکے بے انتہا زمانہ کہ جہانتک نفس کا خیال دوڑتا ہی وہ اُس سے آگے ہے تو نفس برابر خیال دوڑاوے اور رات دن اسی خیال مین رہے تو بھی کہین انتہا نہ ہوگی یہانتک کہ آخر وہ مرجاویگا اور انتہا نہ پاویگا کیونکہ اسکی تو انتہا نہین ہی اور یہان مقصود یہ کہ کافر کو اس عذاب سے خوف ہو تو احقاب کے زمانہ دراز کے تصور سے یہ مقصود حاصل ہی پس کافر نے جو طغیان کیا وہ بھی بے انتہا ہی اسلیے کہ ذات قدس حضرت خالق جل جلالہ کی شان ایسی اعلیٰ و اجل ہی کہ مخلوقات مین سے کسی کی مجال نہین ہی کہ ابتدا سے بھی ایک ذرہ تصور مین لاوے اور بے انتہا کی ابتدا کو تصور کرسکتا ہی تو خیال کرو کہ کافر نے کہان جاکر طغیان کیا ہے کہ اگر

یعنے اسکو قطعی سمجھ لے مترجم کہتا ہے کہ اسمین ایک لطف یہ بھی ہے کہ اول تو بندون کو آگاہ کیا کہ جس دن صور پھونکا جائیگا تو تم لوگ فوج
فوج فوج حاضر ہو جاؤ گے۔ وفتحت السماء الخ۔ یعنے اس وقت تم کو نظر آویگا کہ آسمان کھول دیا گیا ہے اور دروازے نظر آتے ہین۔ ایک
قراءت مین فُتِّحَت بتشدید تا از باب تفعیل ہے جسمین کثرت ومبالغہ کے معنے ہوتے ہین اور یہی دروازونکی کثرت کے ساتھ مناسب ہے یعنے
آسمان کے دروازے بکثرت ہو جاوینگے کہ معمولی حالت سے زائد ہر دروازہ سے بکثرت ملائکہ نازل ہوتے نظر آوینگے گویا آسمان ہی یہی
تھا کہ بکثرت دروازے ہین ابو السعودؒ نے کہا کہ یہی (غمام) ہے جو قولہ تعالی یوم تشقق السماء بالغمام الآیہ مین آیا ہے یعنے قیامت وہ دن ہے
کہ جس دن آسمان غمام کے ساتھ شق ہوگا اور ملائکہ گروہا گروہ اتارے جاوینگے۔ مد۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ (دروازون) سے
مراد اُسکی راہین ہین اور مطلب یہ کہ آسمان کھل جاویگا اور بجاے اُسکے راہین ظاہر ہونگی جو کسی چیز سے مسدود نہونگی۔ وسیرت الجبال
فکانت سرابا۔ اور پہاڑ روان کیے جاوینگے پس سراب ہونگے۔ یعنے پہاڑ جو اس زمین کے واسطے ایسے تھے جیسے بدن کے گوشت مین
ہڈیان ہین اور جیسے کسی تصویر کے اجزا ایک کیل سے بندھے ہون کہ اگر وہ کیل نکال ڈالی جاوے تو سب بکھر جاوین پس یہ پہاڑ اپنی
جگہ سے اُکھاڑ لیے جاوینگے اور آسمان کی طرف جوف مین روان کیے جاوینگے حالانکہ اس ہیبتناک منظر کو دیکھنے والے ان کو جما ہوا
پہاڑ خیال کرینگے چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا وتری الجبال تحسبہا جامدۃ وہی تمر مر السحاب الآیہ۔ یعنے سور پھونکے جانے کے روز تو پہاڑونکو
دیکھیگا یہ خیال کریگا کہ وہ جمے ہوے ہین حالانکہ وہ بادل کیطرح چلے جارہے ہین۔ مد۔ یعنے یکایک نظر مین دیکھکر تو پہاڑون کو
اس حالت مین بھی یہ خیال کریگا کہ وہ اپنی جگہ پر ثابت ہین حالانکہ وہ اسطرح جارہے ہین جیسے بادلون کو ہوا اڑاے لیے جاتی ہے اور
بات یہ ہوتی ہے کہ بڑے بڑے اجرام جب کسی جانب حرکت کرتے ہین تو بہت کم اُنکی حرکت ظاہر ہوتی ہے اگرچہ وہ تیزی کے ساتھ متحرک ہون
خصوصًا جبکہ دور سے نظر کرے تو حرکت ظاہر ہونا دشوار ہے مترجم کہتا ہے یعنے ایسی حالت مین کہ جب چھوٹا سا آدمی اپنے محاذات مین
دور سے بہت بڑا جسم دیکھے تو بادی النظر مین اُسکو معلوم ہوگا کہ وہان کھڑا ہے جیسے دور سے آندھی کا غبار نظر آتا ہے اور آدمی سمجھتا ہے کہ وہان
سے دور ہے کہ یکایک وہ اپنے جھونکے اس کے منھ پر مارنے لگتی ہے بالجملہ شیخ ابو السعودؒ نے برخلاف امام رازیؒ کے اس حالت کو پہاڑون
کی ابتدائی حالت قرار دیا اور لکھا کہ سحاب یعنے بادلون کے ساتھ تشبیہ دینے مین ایک لطافت یہ ہے کہ جیسے بادل کے اجزا ٹھونس
نہین ہوتے بلکہ دھنی ہوئی روئی کیطرح ملے ہوے گالے ہوتے ہین اسیطرح پہاڑ بھی اس حالت مین دھنی روئی کے گالے ہونگے چنانچہ
اللہ تعالے نے اسکو مصرح فرمایا بقولہ تعالے وتکون الجبال کالعہن المنفوش الآیہ۔ یعنے پہاڑ مانند دھنی ہوئی رنگین اون کے ہونگے۔ مد۔
اور واضح ہو کہ اللہ تعالے زمین کو تبدیل فرمادیگا اور اُسکی ہیئات وصورت بدل دیگا اور پہاڑون کو اس ہولناک صورت سے روان
کریگا اور یہ اُسوقت ہوگا کہ جب دوسری دفعہ صور پھونکے جانے سے خلائق زندہ ہو کر اُٹھینگے تاکہ وہ لوگ اس ہولناک منظر کو آنکھون سے دیکھین
پھر اللہ تعالے ان پہاڑون کو ہوا مین پراگندہ فرمادیگا چنانچہ اسی آیت مین قولہ فکانت سرابا سے یہی مراد ہے یعنے آخر یہ پہاڑ سراب
ہوجاوینگے جنکو ہولناک صورت سے اپنی جگہون سے اُکھاڑ کر روان کیا تھا۔ اور سراب ہوجانے سے مراد یہ کہ سراب کے مثل ہوا کے ذرے
ہوئے بقولہ تعالے بست الجبال بسا فکانت ہباء منبثا الآیہ۔ یا وہ ذرے ہین جو آفتاب کی شعاع مین نظر آتے ہین اور حاصل یہ کہ منتشر غبار
ہوجاوینگے۔ ابو السعودؒ نے لکھا کہ یہ پہاڑ اگرچہ پہلے ہی نفخہ کے وقت کوفتہ اور شگافتہ ہوگئے تھے ولیکن اپنی ہیئات پر موجود تھے پھر انکی اڑائی
و سراب ہونا دوسرے نفخہ کے بعد ہوگا کیونکہ اُسی وقت مین زمین برابر مستوی میدان کردیا ویگی جسمین کہین اونچا نیچا نہین ہے اور اسرافیل کا

کہ روحانی حواس مین سے انکو کچھ حاصل نہین ہی اور مومن کو حاصل ہی اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا من کان فی ہذہ الاعمیٰ الآیہ۔ یعنے جو کوئی
اس دنیا مین اندھا رہا وہ آخرت مین بھی اندھا ہوگا۔ ھ۔ پس ان کافرون کے حواس کا یہ حال ہی جو تم نے معلوم کرلیا اور مومنین یہان
بھی ایک نور رکھتے ہین کہ جس سے آیات آلٰہی سبحانہ تعالےٰ کو یقین سے سنتے ہین اور اگر ذکر تقوی وطہارت سے وہ نور بدن مین بھی
ساری ہوا تو عقل ہی کہ آخرت کے نظائر کو سمجھتے ہین اور اسی وجہ سے مومن کو متاع دنیا مین وہ دلچسپی نہین ہوتی جو کافرون کے
لیے ہے اور اگر کسی مسلمان مین یہ بات ہو یعنے کفار کے مثل دلچسپی ہو تو اُسکو یقین تازہ کرنا چاہیے بالجملہ اس بیان سے غرض یہ کہ
آیات آلٰہیہ بہت عظیم اسرار ہین اور جو بات تیرے نزدیک مختلف معلوم ہو وہ قطعاً تیری سمجھ کا قصور ہی اور قرآن مجید مین جو کچھ آیا ہے
سب حق ہی چنانچہ پہاڑون کے حق مین جو کچھ حالات مذکور ہین سب واقع ہونے والے ہین تنبیہ کفار مکار نے اس زمانہ مین بڑا مکر
یہ نکالا کہ تمام زمین کی پیمائش بیان کی اور ابتدا سے آدمیون کی تعداد بیان کی اور کہا کہ اگر وہ سب زندہ ہوتے تو ہر آدمی کے لیے
ایک انگشت جگہ نہوتی۔ اس سے بعض نے یہ مکر نکالا کہ حشر مین جب سب مخلوقات اول سے آخر تک جمع ہونگے بلکہ ساتھ مین سب
جاندار بھی ہونگے تو اس زمین پر کسی طرح سمائی نہین ہوسکتی (جواب) یہ کہ اس نادان نے وہان جسمانی ظہور خیال کیا اور یہ جھوٹا خیال
بناکر یہ دھوکا دیا بلکہ یہ اس دنیاوی ظہور کے واسطے البتہ ٹھیک ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اس زمین سے ایک وقت
مین خلقت پیدا کی تاکہ یہ طبقہ اپنے اپنے نصیب کے موافق آخرت کے لیے اپنا سامان کرلے چنانچہ یہ سب حواس کثرت سے مختلف
حالات والے تھے دو ہی قسم مین منحصر ہوے بعض نے جہنم کے اپنے گھر کو آباد کیا اور اپنے جنتی گھر کو دوسری قسم یعنے جنتیون کے ہاتھ
فروخت کر ڈالا یعنے کہا کہ وہ کہین نہین ہی اور دوسری قسم نے اپنے جنتی گھر کو آراستہ کیا یہانتک کہ جہنمی سے اسکا گھر بھی خرید لیا اور اپنا
جہنمی گھر اُسکے ہاتھ فروخت کردیا اسیواسطے اہل ایمان اس دنیاے فانیہ سے تقوی وطہارت کیساتھ حصہ لیتے ہین اور نفس وشہوت
کے ساتھ نہین لیتے ہین اور اللہ اپنے فضل سے توفیق دینے والا ہے آخر یہ صدی پوری ہوئی اور اللہ تعالےٰ نے انکو اسی خاک مین
پھر ملادیا اور دوسری صدی بجاے اسکے پیدا کی گئی اور انھون نے بھی اسیطرح کیا پس موت انکے واسطے لازم فرمائی تاکہ وقت محدود ہو
اور نمونہ قیامت معلوم ہو اور زمین کی متاع دوسرون کے لیے باقی رہے کیونکہ ہر صدی والے زمین کی سب متاع چھوڑ جاتے ہین
پھر آخرت مین جب روحانی ظہور سے مبعوث ہونگے تو روحانی کیفیت ہوگی انکے واسطے محل ومقام کی ضرورت نہین ہی اور جسم
تابع ہوگا اسیواسطے حدیث حشر مین ہی کہ زمین مستوی میدان ہوگی اور اسی ایک میدان مین سب جمع کیے جاوینگے اس صفت کے
ساتھ کہ ایک پکارنے والے کی آواز سب کو پہونچ جاویگی اور نظر سب پر نافذ ہوگی مترجم کہتا ہے کہ ظہور روحانی مین بھی کیفیت ہوگی
کیونکہ مادیت مانع ہوتی ہی اور وہان وہ تابع ہے اسی مستوی میدان کے لیے پہاڑ دور کردیے جاوینگے امام رازی رح نے قولہ تعالےٰ
سیرت الجبال فکانت سرابا۔ کو آخری مرتبہ مین قرار دیا جیسا کہ اوپر گذرا ہی اور مین نے اس بیان سے بتلادیا کہ آیات آلٰہیہ اپنے موقع پر واقع
ہین اور عقل روحانی کے نزدیک یہ بات صاف ہی لیکن اُسکی کیفیت وہ ہوگی جو وقت پر ظاہر ہو اور صورت کئی طرح ہوسکتی ہی چنانچہ
شیخ ابو السعود رح نے اپنی تفسیر مین دوسری صورت بیان فرمائی چنانچہ لکھا کہ قولہ تعالےٰ وفتحت السماء فکانت ابوابا۔ اور آسمان کھولا
گیا تو وہ دروازے ہوگیا۔ ھ۔ یہ اگرچہ ینفخ فی الصور پر عطف ہی لیکن یہان (فتحت) ماضی اس امر کا فائدہ دیتا ہی کہ اسپر اس طرح یقین لاؤ
گویا زمانہ ماضی مین واقع ہوچکا اور بلغاء جب ایسی بات کو بیان کرتے ہین جو لامحالہ ہونے والی ہے تو اسی طریقہ سے سامع کو سناتے ہین

انکا ادراک بآسانی ہوتا ہی اور یہی عقل ایمانی ہی اسیواسطے کفار اسکے سمجھنے مین مبہوت ہوجاتے ہین باوجودیکہ دنیاوی صنعتون مین
بہت ہوشیار ہوتے ہین۔ وقال تعالے لوکنا نسمع او نعقل ماکنا فی اصحاب السعیر۔ یعنے جہنم کے موکل جب کفار سے کہین گے کہ تم اپنی
دانائی کے باوجود یہان پڑے تو کفار بصد حسرت واندوہ اُنسے کہین گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو جہنمیون مین نہوتے۔ عہ۔ یعنے جو بندے
اللہ تعالے کی وحدانیت پر ایمان لائے ان مین اللہ تعالے نے یہ شان رکھی کہ بعضے تقوی وطہارت وعلم سے عاقل ہوکر معاملات کو
سمجھتے ہین اور بعضے ایسے ہین کہ شامت نفس مین ناقص رہے تو ان مین بھی یہ کیفیت ہی کہ جو احکام اللہ ورسول نے بیان فرمائے
ہین اُونکو سنکر یقین لاتے ہین اور بوجہ ایمان کے شیطان اپنی حماقت کے وسوسہ جمانے نہین پاتا ہی کیونکہ وہ نور عقلی [illegible]
سے بھاگتا ہے برخلاف کافرون کے کہ نہ وہ سنتے ہین اور نہ خود عقل رکھتے ہین اگر کہو کہ عقل یہی دانائی ہی جو حواس کی تیزی وتجربہ سے
حاصل ہوتی ہی اور کافرون مین سے بہت لوگ دانا وصناع ہین کہ انکی صنعتون کے مقابلے مین مسلمان عاجز ہوتے ہین (جواب) یہ کہ
تم نے عقل کے جومعنے بیان کیے یہ معنی ایک چیز ہے کہ جسکا نام تمنے عقل رکھ لیا ہے اور ہم اسکو منع نہین کرتے ہین کیونکہ کوئی شخص اس امر کا
اقرار نہ کریگا کہ مین بے عقل ہون بلکہ عرب کے کفار بھی اپنی بولی مین اسی معنے کو عقل کہا کرتے تھے مگر ہماری مراد یہ عقل نہین ہی بلکہ ہم اس
عقل کو کہتے ہین جو نور روح ہی اور فرق یہ ہی کہ کافرون نے جسکا نام عقل رکھا ہے وہ اس جسم کے حواس ہین حتی کہ جسقدر جسم تندرست
وقوی ہوگا اور خون صاف ہوگا اُسی قدر یہ عقل جسمانی تیز اور روشن ہوگی اور ہم جسکو عقل کہتے ہین وہ حواس جسمانی نہین بلکہ حواس روحانی
ہین اور انکا ظہور ہرگز نہوگا جب تک قلب پر مہر ہے بقولہ تعالے ختم اللہ علی قلوبہم۔ اللہ تعالے نے اُنکے دلون پر مہر کردی ہی۔ عہ۔ اور
یہ مہر اُسوقت ٹوٹتی ہی جب قلب مین اللہ تعالے کی وحدانیت کا یقین پورا ہو پس اسوقت روحانی حواس کا نور ظاہر ہوتا ہی گویا قلب
درمیان جسم وروح کے ایک قفل ہی جب وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی کنجی سے کھلا تو روحانی نور ظاہر ہو اور جسمانی حواس ہین جو
اس جسم کے بوڑھے ہونے سے کمزور ہوجاتے ہین اور مرنے سے خاک ہوجاتے ہین اور زندگی مین جسم اپنے مرکز یعنے زمین کی طرف جذب تھا
تو یہ مجموعہ حواس بالکل ہمہ تن اسی زمین کی چیزون سے الفت کرتا ہی اور زمین ومکان وسونا وچاندی وگھوڑے وہاتھی وغیرہ متاع کے
حاصل کرنے مین بڑے شوق سے سرگرم رہتا ہے اور آخر سب کو چھوڑ کر اسی خاک مین مل جاتا ہی۔ پھر جب آخرت مین روحانی ظہور سے
یہ جسم اُٹھایا جاویگا تو اندھا ہوگا کیونکہ وہ اسی کی طرف منجذب تھا اور اندھا گونگا بہرا ہوگا کیونکہ روحانی حواس سے اُسنے کچھ حاصل
نہین کیا ہی اور اسوقت مین روحانی ظہور ہی ولقد قال تعالے ونحشرہم یوم القیمۃ علی وجوہہم عمیا الآیہ۔ یعنے قیامت کے روز ہم ان کافرون کو
اُنکے منہ کے بل اندھے وگونگے وبہرے حشر کرینگے۔ عہ۔ بعض صحابہ رض نے عرض کیا یا حضرت وہ لوگ کیونکر اوندھے چلین گے آپ نے
فرمایا کہ جس پاک عزوجل نے اُنکو پاؤن کے بل چلایا تھا وہی اُنکو سر کے بل چلاویگا اور قسم ہی کہ وہ لوگ برابر کانٹا کھونٹ بچاتے چلین گے
۔عہ۔ اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ کفار سب سوال وجواب کرینگے اور ایک دوسرے کو پہچانینگے اور خود اندھے گونگے بہرے ہین
یعنے اس روز حضرت رب العزۃ جل جلالہ کے ظہور تجلیات کا وقت ہی اور یہ حواس کسی طرح اسکو برداشت نہین کرسکتے ہین
جیسے دنیا مین ظاہر ہے تو کافرون کے واسطے فقط جسمانی حواس ہونگے اور روحانی ادراک سے بالکل محروم اندھے ہونگے
بقولہ تعالے کلا انہم عن ربہم الآیہ۔ یعنے کفار اُس دن اپنے رب سے محجوب یعنے پردے مین پڑے ہونگے۔ عہ۔ اور عالم آخرت اُنکے
بالکل تاریک اندھیرا ہوگا جبکہ یہ عالم مع چاند سورج کے برباد کردیا جائیگا۔ بالخصوص جہنم مین بالکل اندھیرا ہی اور تم دنیا مین دیکھتے ہو

جسکے کام مین خدا نے مدد کی تو پورا ہوگیا۔ اور یہ مقولہ تھا۔ جو چیز ہمکو نظر وغیرہ حواس سے محسوس نہین ہوتی ہی وہ کوئی چیز نہین ہی صرف ہمارے وہم وخیال ہین۔ آخرت مین اُسکی آزمایش پوری ہوگئی کہ وہ جہنم کو ٹھنڈا پانی سمجھا اور حقیقت مین اُسنے دنیا مین بھی عمر بھر یہی غلطی کھائی ولیکن اُسکو امتیاز نہوا اسلیے کہ اُسنے اپنے اوپر غرور کیا اور اگر اللہ تعالے سے ہدایت مانگتا تو وہ ارحم الراحمین اُسکو حق وباطل مین امتیاز عطا فرماتا ولیکن جب اللہ تعالے نے اُسکو نور نہین دیا تو اندھے کافر نے غلطی کھائی اور اُس باطل کو حق سمجھتا رہا حدیث العہد مین ہے۔ الٰہی میرا بھروسا تیرے کرم پر ہے اپنے نفس پر نہین ہی تو مجھے میرے نفس کے حوالہ نفرمائیو ورنہ وہ مجھے حق سے دور کریگا اور باطل سے نزدیک کریگا۔ دجال کے حال مین ہی کہ لوگون کو نظر آویگا کہ اُسکے پاس جنت ہی اور دوزخ ہے یعنے جاہلون نے جسطرح جنت کو تصور کیا ہی اور دوزخ کو ایک غار آگ سے بھرا ہوا خیال کیا ہی اسیطرح اُسکے پاس نظر آویگا پس کفار تو اُسکی جنت مین داخل ہوتے جاوینگے اور اُسپر ایمان لاوینگے اور حدیث مین مومنین کے لیے ارشاد ہی کہ جسکو تم دوزخ دیکھو اُسمین داخل ہوجانا کہ وہی جنت ہی اور جسکو جنت دیکھتے ہو وہ عین دوزخ ہی۔ ہمارے حکماے مشائخ نے دعا مانگی کہ الٰہی یہ چیز اپنی رحمت سے جیسی ہے ویسی دکھلاوے یعنے ایسا نہ ہو کہ ہم سراب کو پانی دیکھین۔ اگر آیت مین سوال ہو کہ پہاڑ بعد چلاے جانے کے سراب کیونکر ہونگے (جواب) معنے یہ ہین کہ پہاڑ کو تسییر کرنا اور چلانا یہ کہ پہاڑون کو دور کردیا جاویگا پس وہان کچھ نہین رہیگا جیسے سراب ہیچ ہوتی ہے امام رازی رح نے تفسیر کبیر مین لکھا کہ اللہ تعالے نے پہاڑون کے حالات مختلف بیان فرماے ہین یعنے نادان آدمی ظالم ہین یہ سمجھے کہ اگر ایک حالت ہوگی تو دوسری حالت کیونکر ہوگی ولیکن اہل العلم کے نزدیک وہ حالات اسطرح ترتیب وار ہین کہ اول حالت مین وہ کوفتہ کردیے جاوینگے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ حملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ الآیہ۔ یعنے زمین وپہاڑ اُٹھا کر یکبارگی کوفتہ کیے جاوینگے۔ مہ۔ اور اسکے بعد دوسری حالت یہ کہ دھنی ہوئی روئی کی طرح ہوجاوین لقولہ تعالے وتکون الجبال کالعہن المنفوش الآیہ۔ پھر تیسری حالت یہ کہ ریزہ ریزہ ہوجاوینگے لقولہ وبست الجبال بسا فکانت ہباء منبثا۔ یعنے پہاڑ ایسے ریزہ پراگندہ ہوجاوینگے جیسے ہوا مین ذرے نظر آتے ہین پھر چہارم یہ کہ اُسکے بعد اُنپر ہوا کے جھونکے آوینگے کہ وہ اُڑجاوینگے لقولہ تعالے فقل ینسفہا ربی نسفا فیذرہا قاعا صفصفا۔ یعنے پہاڑون سے زمین پاک ہوکر برابر ہوجائیگی اور وہ ہوا مین اُڑجاوینگے۔ اور پانچوین حالت یہ کہ سراب یعنے نیست ہونگے (السراج وغیرہ) مترجم کہتا ہی کہ اس بیان سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ سب صورتین واقع ہونا ممکن ہی پھر چاہے اسی ترتیب سے واقع ہون جیسے امام رازی رح نے بیان کیا ہی یا اسی قسم سے دوسری ترتیب ہو اور یہان عوام کے خیالات کام نہین کرتے لہذا مین مختصر بیان سے لکھتا ہون جس سے وساوس شیطانیہ مٹ جاوین واضح ہو کہ اللہ تعالے نے اس ترتیب سے اس عالم کو اسلیے فاسد فرمایا کہ جو لوگ اس دنیا پر فریفتہ تھے اُن پر ہیبت ودہشت اور حسرت طاری ہو کہ انھون نے کس طرح اپنے آپ کو جہل مرکب مین برباد کیا تھا اور مین نے پہاڑون کے کوفتہ کرنے سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ عوام نے اگرچہ زمین کو ایک مجموعی حالت مین دیکھکر ایک نام رکھ لیا لیکن پہاڑ خود مستقل چیز ہین اور دوم یہ معلوم ہوا کہ یہ زمین تبدیل کردی جاویگی اور حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اُس وقت مخلوقات کہان ہونگے تو فرمایا کہ جہنم سے اسی جانب ایک پشتہ پر ہونگے حکماے عارفین نے کہا کہ وہان ظہور بصفت روحانیہ ہی اسلیے کہ مادیات کے لوازم ضروری نہین رہے یہ ایک نکتہ ہے کہ جسنے اسکو نہین سمجھا وہ آخرت کے معاملات مین خبط ہوجاتا ہی اور مین نے بارہا تفصیل سے یہ بات بیان کی کہ دنیاوی حواس مین یہ قوت نہین ہی کہ وہان کی کیفیت سمجھ لین جسکی نظیر کبھی نہین دیکھی گئی ہی ولیکن روحانی تعلق

قسم اول یہ کہ چغلخور بشکل بندر ہوگا۔ محل تامل ہے اسلیئے کہ چغلخوری اگرچہ کبیرہ گناہ ہی لیکن چغلخور نے کلمۂ توحید سے انکار نہین کیا ہے کہ اگر اس
سے کہا جاوے کہ کیا اعتقاد رکھتا ہے تو کافرون کے سامنے بھی وہ اسلام وکلمۂ شہادت کا دعوی کریگا اور بندر ہو جانا کفر کی سزا ہے
جیسے سؤر ہو جانا کیونکہ یہ لعنت سے مسخ ہے جیسے جہنمی کفار مسخ کر کے اوندھی صورت کردیے گئے ہین مترجم کہتا ہی کہ اس وجہ سے شاید یہ تاویل
ہوگی کہ چغلخور نے کبیرہ گناہ کرتے کرتے تمام عمر کھوئی اور یہانتک اُسکے دل پر اس گناہ عظیم کا میل جم گیا کہ بھلائی کی جگہ باقی نہ رہی جب
یقین دل سے نکل گیا جیسے علماءؒ نے کہا ہی کہ جو شخص صغیرہ گناہ کرنے پر بیباک ہو کر اصرار کرے تو یہ گناہ کبیرہ ہو جاتا ہی اور جو کبیرہ گناہ پر
بیباک ہو کر اصرار کرے وہ کفر ہو جاتا ہی تو آخر یہ شخص بے ایمان مرا ہو جو بندر کی صورت اُٹھایا گیا اور یہی بیان قسم دوم مین ہی واللہ
سبحانہ تعالے اعلم۔ ان اقسام مین بے انصافی کا حکم کرنے والے کو اندھا لکھا ہے اسمین بھی یہ تردد ہے کہ اندھا حشر کنا کے حق مین مذکور ہی
قال رب لم حشرتنی اعمیٰ وقد کنت بصیرا الآیہ۔ یعنے اندھے کافر نے عرض کیا کہ اے رب تو نے مجھے اندھا کیون اٹھایا حالانکہ مین تو دنیا
مین آنکھون والا امر تھا اللہ تعالے نے فرمایا کہ تو وہان ہماری آیات قدرت سے اندھا بن گیا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ عارفین حکماء نے
یہان نکتہ یہ بیان کیا کہ وہان قیامت مین جسم تابع اور روح کا ظہور ہوگا برعکس دنیا کے اور آدمی جس حالت پر مرتا ہی اُسی پر اٹھایا
جاویگا تو جسم کی دونون آنکھین وہان بیکار ہو گئین اور روحانی آنکھین دنیا مین نہ تھین تو وہان لامحالہ اندھا رہا اسی طرح اقسام
مذکورہ مین بیاج کھانے والے کی جو سزا قرآن مین مذکور ہے اس روایت مین موجود نہین ہے واللہ تعالے اعلم الحاصل ان آیات مین اللہ
تعالے نے بعث حشر کا حال مجمل ارشاد فرمایا کہ وہ حقیقی فیصلہ کا دن ہی اور یہ دن ہوگا کہ اسمین پہلے صور کے بعد دوسرا صور اسلیئے پھونکا
جاویگا کہ سب خلائق اول سے آخر تک حضور کبریائی کے لیے کھڑے ہون پس فوراً زندہ ہو کر فوج فوج محشر مین آوینگے۔ ہر فوج ایک
ایک پیغمبر کی امت ہوگی جسمین کافر و مسلمان اور فاسق و متقی سب شامل ہونگے اور ہر فوج مین جدا جدا صورتین نظر آوینگی جیسے اُنکے
اعمال ہونگے مترجم کہتا ہے کہ اس وقت ہی مطمئن حالت مین ہونگے حتی کہ آپسمین پوچھینگے کہ ہم یہان کتنی دیر ٹھہرے تھے۔ قال
امثلہم طریقۃ ان لبثتم الا یوما الخ۔ یعنے ان مین سے زیادہ دانشمند و عاقل و ہوشیار یہ کہیگا کہ ہم فقط ایک روز وہان ٹھہرے۔ یعنے دنیا کی
پیدایش سے موت و برزخ کی حالت ملا کر اُسکے نزدیک ایک دن ہے اب آیندہ آخرت کا غیر متناہی وقت اُسکے روبرو موجود ہی۔ پھر
کفار ہنوز ہوش و حواس مین بھی ٹھیک نہ ہوے ہونگے کہ یکایک یہ عالم درہم برہم کردیا جاویگا۔ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ
أَبْوَابًا وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا۔ اور آسمان کشادہ کیا جائیگا پس وہ دروازے ہو جاوے گا اور پہاڑ چلا
جائینگے تو سراب ہو جائینگے ف سراب دراصل وہ ریت ہی جو چلچلی گرمی کی دوپہر کے وقت دور سے پیاسے مسافر کو لہراتا ہوا پانی نظر آتا ہی
حالانکہ جب وہ پیاس کا مارا چکر کاٹ کر وہان پہونچا تو کچھ نہ تھا سواے سراب کے اسلیئے جس چیز کا انجام ہیچ ہوا اُسکو سراب کہنے لگے
حدیث مین ہی کہ کفار و مشرکین جو جدا کر کے ایک راہ کی طرف روان کیے گئے اور ٹھہرا کر اُن سے شرک و کفر کا حال پوچھا گیا اور جو واقعات آیات
مین مذکور ہوے ہین پیش آئے تو آخر مین کفار کو دور سے لہراتا ہوا پانی نظر آوے گا یہ لوگ شتاب باری تعالے مین ٹھنڈے پانی کی درخواست
کرینگے فرشتہ کہیگا کہ وہ دیکھو تم وہان نہین جاتے پس دوڑینگے اور تلے اوپر اسمین کود پڑینگے حالانکہ وہ جہنم ہے نعوذ باللہ منہا
حدیث مین ہی کہ اگر دنیا کی قدر مچھر کے ایک پر کے برابر ہوتی تو اسمین سے کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ ملتا (السنن) واضح ہو کہ کافر کو دنیا مین
اپنی عقل پر غرور تھا اور یہ مقولہ تھا اور جو کوئی اپنے اوپر بھروسا کرتا ہی خدا بھی اُسکی مدد کرتا ہی یعنی گویا اپنے نفس کو قدرت والا مگر بھدا سمجھتا تھا

ولیکن شیخ خطیب رحؒ نے سراج مین اس حدیث کو ذکر کرکے لکھا کہ ہم اپنے رب عزوجل سے اپنے لیے اور اپنے احباب کے لیے پناہ مانگتے ہین کہ ان اقسام مین سے ہُون ہمارا رب سبحانہ تعالےٰ کریم رحیم ہے اپنے بندون کی دعا رد نہین فرماتا ہو اقول آمین برحمتک یا ارحم الراحمین خطیب رحؒ نے لکھا کہ اس حدیث کی صحت مین کلام کیا گیا ہے مترجم کہتا ہو کہ جو لوگ فسق وفجور وغیرہ مین مغرور ہین حشر تو انکے گمان مین دور ہے لیکن موت کے بعد ہی ایسے عذاب کا ظہور ہی جو قیاس سے باہر ہے۔ بہرحال بر تقدیریکہ نصیحت کے واسطے ایسی روایت مین کفایت ہی ولیکن مجھے اسکی بعض شرح کردینا ضرور ہی واضح ہو کہ ہر پیغمبر کی امت وہ ہی جو دوسرے پیغمبر کی نبوت تک پیدا ہو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت نبوت سے جس قدر بنی اسرائیل ہوئے تا زمانہ بعثت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ حضرت عیسیٰؑ کی امت ہین کیونکہ آپ فقط بنی اسرائیل کے واسطے پیغمبر مفروض تھے ولیکن بنی اسرائیل عموماً یہودی تھے بہت کم یہودی ایمان لائے پھر سوا بنی اسرائیل کے یورپ وایشیا وافریقہ وامریکہ کی ہزارون قومین کوئی حضرت عیسیٰ کی امت اس معنے مین ہرگز نہین تھی کہ آپ اُسکی ہدایت کے لیے بھیجے گئے ہون کیونکہ آپکا بھیجا جانا فقط بنی اسرائیل کی طرف تھا البتہ سوائے بنی اسرائیل کے جو قومین آپ کی ہدایت پر ایمان لائین وہ ہدایت پر ہوگئین اور ہر قوم کے واسطے اللہ تعالےٰ نے جدا جدا پیغمبر بھیجا ہو تو یہ فرض ہو کہ وہ قوم اپنے پیغمبر پر ضرور ایمان لاوے ورنہ کافر ہے پس اگر ان ملکون مین اُس زمانہ مین کوئی پیغمبر کسی قوم کیطرف مرسل تھا تو اس قوم کا ایمان اپنے پیغمبر کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰؑ کے اوپر بالکل قبول نہین ہی بلکہ سب پر ایمان لاوے اور اپنے پیغمبر کی شریعت پر چلے۔ پھر اگر اُس وقت کوئی پیغمبر خاص نہ تھا تو بنی اسرائیل کے پیغمبر آخری یعنے عیسیٰ علیہ السلام پر اس قوم کا ایمان کافی ہی جبکہ کسی سابق ولاحق پیغمبر سے منکر نہو لیکن علماء تواریخ جانتے ہین کہ اصلی حدود بنی اسرائیل سے تجاوز کرکے جو قومین حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائی ہین بہت ہی کم ایسی ہین جو حق پر ایمان لائی ہون بلکہ چندہی روز بعد شرک قبیح پھیل گیا اور یہ سب شرک پر برائے نام عیسائی ہوئے چنانچہ قرآن مین صریح منصوص ہی کہ عیسیٰ علیہ السلام ان لوگون کے دشمن ہونگے اور انکے شرک سے سخت انکار کرینگے بالجملہ سابق مین ہر پیغمبر فقط ایک قوم یا دو قوم وغیرہ کے واسطے خاص ہوتا تھا اور ہمارے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے واسطے خاص ہو تو آپ کی بعثت سے قیامت تک جس قدر انسانی قومین پیدا ہون بلکہ جتنی قومین بھی شامل پیغمبر ہوئے ہین ازبرہان مسرف آپ ہی کے واسطے خاص ہو تو آپ کی بعثت سے قیامت تک جس قدر انسانی قومین پیدا ہون بلکہ جتنی قومین بھی شامل ہین تو یہ سب آپ کی فوج ہی اس فوج سے حساب لیا جاویگا اسمین دو قسمین ہین ایک قسم وہ جسنے آپکو عبد اللہ ورسولہ جانا اور آپ پر ٹھیک یقین کیا تو یہ قسم مسلمان ہین قسم دوم جسنے آپ سے انکار وکفر کیا تو یہ لوگ کفار ہین اور کفار کا حساب فقط اسی قدر ہو کہ انکا کفر کرنا ثابت ہو جاوے پھر جہنم کی راہ پر روانہ کیے جاوینگے۔ اب غور کرو کہ حدیث مین جن اقسام کا ذکر ہو شاید یہ سب کفار ومسلم گنہگار کو شامل ہو لیکن کفار سب سر کے بل اوندھے منہ حشر کیے جاوینگے اور اُنکے حق مین فرمایا یحشرون علی وجوہہم الآیہ۔ یعنے کفار ہر امت کے اپنے منھون کے بل حشر کیے جاوینگے اندھے وگونگے بہرے۔ الخ۔ تو کافرون مین قبیح صورت سب طرح جمع ہوگی۔ اور ان اقسام مین صرف قسم سوم کی نسبت اوندھی شکل مذکور ہے لیکن کفار مین اور اس قسم مین فرق یہ ہو کہ کفار کی صورت ہی اوندھی ہو جائیگی اور اس قسم مین انسانی صورت قائم رہی فقط عذاب کے طور پر وہ پاؤن وپیشانی ملا کر اوندھا گھسیٹا گیا حتیٰ کہ اگر چھوڑ دیا جاوے تو سیدھا ہو جاوے تو واضح ہو کہ جو اقسام ذکر فرمائے ہین یہ بطور نمونہ ہین کہ افواج ہر امت مین اسطرح جدا جدا ٹکڑے ہونگی پھر اس امت مین سیکڑون اقسام ودیگر ہین جنکا ذکر نہین فرمایا از انجملہ متقی لوگون کے اقسام ہین بلکہ گناہون مین بھی اقسام باقی ہین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کی وحی مین گنہگارون کے حالات ملاحظہ فرمائے ہین اور طولانی حدیث مکرر گزر چکی ہی اور اسمین چغلخور اور زانی وغیرہ کی صورتین دوسری مذکور ہین اور حدیث صحیح ہو تو اسکے مقابلے مین اس روایت کی

بدن مین قوت ہاضمہ اور اصلی حرارت قائم رکھی اور اگر اُسمین کمی کردی جیسے بڑھاپے مین ہوتا ہی تو کمی سب پوری ہوگی حتی کہ رفتہ رفتہ جسم سے سقوط ہوکر موت عارض ہوگی بعضے لوگون نے جو اپنے آپکو عاقل سمجھتے ہین اور درحقیقت جاہل غافل ہین یہ گمان کیا کہ آدمی چھ گھنٹہ سے کم معتدل محنت اٹھاوے اور ایسی غذا کھاوے وغیرہ وغیرہ تو ممکن ہو کہ ہمیشہ زندہ رہے مترجم کہتاہے کہ تعجب ہو کہ اس حریص نے یہ نسخہ رئیسون کے لیے نہ چھاپا۔ جو اُونکے عجائب خانہ مین رکھا رہتا یا مضحکہ کی کتاب مین درج کردیا جاتا نعوذ باللہ من الہذیان والضلال۔ اب تفسیر کیطرف رجوع کرو کہ جس دن زندہ کرنے کیلئے دوسرا صور پھونکا جاویگا جسکا یہ حال ہو روایت ہے کہ صور مین اسقدر سوراخ ہین جس قدر اول سے آخر دنیا تک ارواح جاندار پیدا ہوئین اور اول صور مین وہ سب کھنچکر صور مین اپنی اپنی جگہ آگئین اور دوسرے نفخہ مین یہ ارواح نکلکر اپنے اپنے جسم مین چلی جاوینگی اور خالق جل جلالہ کی طرف سے یہ حکم ہوگا کہ اے مردہ اجسام اور سڑی ہڈیان تم کو رب عزوجل حکم فرماتا ہے کہ زندہ ہوکر موقف حساب مین حاضر ہو۔ اللہ تعالے کا حکم وہی ایجاد ہی فوراً زندہ اُٹھ کھڑے ہونگے ابو السعودؒ نے لکھا کہ فتاتون افواجا مین فا فصیحہ ہو یہ ظاہر کرتی ہو کہ یہان سے جملہ حذف ہی یعنے جب صور مین پھونک دیا جائیگا تو تم سب جاندار اول سے آخر تک اُٹھ کھڑے ہوگے فتاتون الخ پس آجاؤگے فوج فوج۔ یعنے یہ حکم الٰہی کی شان ہو کہ ذرا بھی توقف نہ ہوگا گویا صور پھونکا گیا اور تم موقف حساب مین گروہ گروہ حاضر ہوگئے۔ ہر گروہ اسلیے الگ ہوا کہ ہر ایک کا امام الگ ہو اور اسکی بنیاد پر فیصلہ ہو یعنے پیغمبر۔ شیخ ابن کثیرؒ نے مجاہدؒ سے نقل کیا کہ افواجا اے زمرا زمرا۔ یعنے جماعت جماعت۔ ابو السعودؒ نے حضرت مجاہدؒ کے قول کے یہ معنے بیان کیے کہ جدا جدا جماعتین ہونگی جنکی وضع جدا اور حالات جدا ہونگے جیسے اُنکے اعمال جدا جدا تھے پھر اسکے واسطے ایک حدیث طویل ذکر کی جسکا ترجمہ یہ ہو کہ معاذ بن جبلؓ نے رسول اللہ صلعم سے اسکی تفسیر پوچھی تو فرمایا کہ اے معاذ تو نے عظیم بات پوچھی اور آپ کے آنسو جاری ہوئے پھر معاذؓ سے فرمایا کہ میری امت مین سے دس قسم کی فوجین محشور ہونگی بعضے بندر کی صورت ہونگے بعضے سور کی شکل بعضون کے پاؤن اُلٹے انکے منھون پر ہونگے اور اسی پر گھسیٹے جاوینگے اور بعضے اندھے بعضے گونگے بہرے۔ بعضے اپنی زبان چباتے ہونگے اور وہ اُنکے سینہ پر لٹکتی ہوگی اور انکے منھ سے پیپ لہو بہتا ہوگا حتے کہ مجمع حشر کے لوگ انسے پرہیز کرینگے بعضے ہاتھ پاؤن کٹے ہوے بعضے آگ کے شہتیرون پر سولی چڑھائے ہوے اور بعضے گندہ گوہ سے بھی بدتر بودار ہونگے اور بعضون کے بدن پر قطران کے جبہ انکی کھال سے چپٹے ہوے ہونگے تفصیل یہ کہ قسم اوّل جو بندر کی صورت ہین تو یہ چغلخوری کرنے والے لوگ ہین قسم دوم سور کی شکل وہ ہین جو دنیا مین حرام کھایا کرتے تھے اور قسم سوم جنکے پاؤن اُسکے منھ کے اوپر تھے یہ بیاج کھانے والے ہین قسم چہارم اندھے وہ لوگ ہین جو فیصلہ کے حکم مین جور و ظلم کرتے تھے قسم پنجم گونگے بہرے وہ لوگ ہین جو اپنے نیک کامون پر گھمنڈ کرتے تھے قسم ششم جو زبان لٹکاے چباتے تھے یہ لوگ وہ ہین جو دنیا مین وعظ کرنے بیٹھتے تھے اور جو کچھ اپنی زبان سے کہتے تھے خود اسکے خلاف کرتے تھے قسم ہفتم جنکے ہاتھ پاؤن کاٹے گئے ہین یہ وہ لوگ ہین جو پڑوسیون کو ایذا دیا کرتے تھے قسم ہشتم جو آگ کے لٹھے پر سولی دیے گئے تو یہ ایسے لوگ ہین جو حکومت و سلطنت والے کے پاس آدمیون کی ایسی باتین پہونچاتے جس سے سلطنت والے کی طرف سے ضرر پہونچے قسم نہم گندہ گوہ سے بدتر بدبودار وہ لوگ ہین جو شہوات کے درپے رہے اور اپنے مالون سے حق الٰہی ادا نہین کیا ہے قسم دہم والے جو قطران کے جلتے جبے پہنے ہین یہ ایسے لوگ ہین جو فخر و تکبر و خیلاپن سے رہتے تھے۔ ۱۲ مترجم کہتاہو کہ اس حدیث کو شیخ زمخشری و شیخ رازی و خطیب وغیرہ نے اپنی کتابون مین ذکر کیا اور شیخ الصوفیہ ابن العربیؒ نے بھی اسکو آخر تک ذکر کرکے لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایاہے۔ ۱۲

حکم ہوگا اور وہ اول بار پھونکیگا تو اُس سے کوئی زندہ نہین باقی رہیگا باستثناء اسکے جسکو اللہ تعالےٰ نے چاہا ہی چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ویوم ینفخ فی الصور فصعق من فی السموات والارض الامن شاء اللہ۔ یعنے جس دن صور مین پھونکا جائیگا تو جو کوئی آسمانون وزمین مین ہی وہ حالت صعق مین (مردہ) ہوجائیگا سواے اسکے جسکو اللہ تعالےٰ نے چاہا یعنے وہ مردہ ہونے سے محفوظ رہیگا۔ ھ پھر اسرافیلؑ کو دوسری بار صور مین پھونکنے کا حکم دیا جائیگا تو اس نفخ مین سب کے سب اُٹھ کھڑے ہونگے نگاہ کرتے ہونگے (تفسیر ابو السعودؒ) جن لوگون کو اللہ تعالےٰ نے صعق سے استثناء فرمایا ہی بعض کے نزدیک شہداء ہین اور بعض نے کہا کہ ملائکہ ہین اور اسکے سوا ے بھی اقوال ہین جو اسی آیت کی تفسیر مین گذر چکے ہین امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قولہ تعالےٰ۔ یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجاً۔ کی تفسیر مین امام بخاریؒ نے مسند ابوہریرۃؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے نفخہ (پھونک) سے دوسرے نفخہ تک چالیس کا فاصلہ ہے۔ لوگون نے ابوہریرۃؓ سے پوچھا کہ کیا یہ چالیس دن ہین ابوہریرۃؓ نے کہا کہ مین نہین کہہ سکتا ہون۔ لوگون نے کہا کہ کیا چالیس مہینے ہین جواب دیا کہ مین نہین کہتا۔ لوگون نے کہا کہ پھر کیا چالیس سال ہین جواب مین کہا کہ مین نہین کہتا۔ ابوہریرۃؓ نے کہا کہ پھر اللہ تعالےٰ آسمان سے پانی نازل فرماویگا یعنے مینھ برساویگا جس سے مردہ مخلوقات اسطرح زمین سے اُگینگے جیسے ساگ پات اُگتے ہین انسان کے (جسم سے) ہر چیز گل جاتی ہی سواے ایک ہڈی کے اور وہ دم گزے کی ہڈی ہی اور اُسی سے قیامت کے روز خلقت کا جوڑ بنایا جاوے گا (ع) مترجم کہتا ہے کہ ابوہریرۃؓ کی اس حدیث کو صحاح مین روایت کیا گیا ہی لیکن سب روایات اسی طرح وارد ہوئی ہین کسی مین چالیس کا بیان مذکور نہین ہی اور احتمال یہ ہی کہ شاید آنحضرت صلعم نے خود لفظ مین اسی قدر فرمایا ہو کہ دونون دفعہ نفخہ کے درمیان مین صرف ایک چلہ کا فرق ہی۔ اس وجہ سے ابوہریرۃؓ نے کہا کہ مین نہین کہتا ہون اور شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ولیکن ابوہریرۃؓ کو تردد ہوگیا کہ آپ نے کیا فرمایا تھا اسلیے نہین کہا لیکن اول زیادہ ظاہر ہے اور بعض روایات مین مذکور ہے کہ اٹھارہ روز تک متواتر بارش رہیگی اور بعض مین ہی کہ چالیس روز تک واللہ تعالےٰ اعلم الحاصل جب اول نفخہ سے سب مرجاوینگے تو اللہ تعالےٰ متواتر بارش نازل فرماویگا جسمین عجیب قدرت کی تاثیر ہوگی کہ اس سے زمین کے اندر انسانی اجسام اُگین گے جیسے بعضے نباتات و ترکاریان اندر ہی اندر اُگتی ہین یا مراد یہ کہ جمکر باہر نکل آوینگے لیکن احتمال اول اصح ہی اسلیے کہ احادیث صحیحہ مین یہ صورت مذکور ہے کہ زمین شق ہوگی اور مردے زندہ ہوکر اپنے سر سے گرد جھاڑتے ہوئے اُٹھین گے **نکتہ** مادی اجسام کو اللہ تعالےٰ نے اسی زمین سے پیدا فرمایا ہے اور اسی زمین سے اُنکے واسطے غذا نکالی ہی اور اپنی قدرت سے اس تختہ زمین متصل مین سے پاس پاس کے ٹکڑون مین جدا جدا اثر رکھا ہے مثلاً پنجاب وکشمیر و کابل متصل ہین لیکن تینون جگہ کے پھول پھل اور پیداوار مین بہت فرق ہی اور یہ بات ظاہر ہے کہ ہزارون بلکہ لاکھون قسم کے نباتات دنیا مین موجود ہین انکے بیج یا جڑین سب سے پہلے کہین آسمان وغیرہ سے نہین آئین بلکہ خالق جل سلطانہ نے اسی زمین سے اگائین جیسے آدمؑ کا جسم پیدا کیا تھا پھر بیج و نطفہ سے نسل جاری کی اور اگر وہ چاہے بدون اسکے پیدا فرمادے اور یہ بالکل واضح ہی **نکتہ** اجسام انسانی کی کیفیت مزاجی مختلف ہی کیونکہ بکثرت اجزاے زمین سے یہ جسم بنایا گیا ہے حتی کہ سونا چاندی ولعل و موتی وغیرہ سب جمادات بھی جسم کے جزء ہین چونکہ انھین اجزاء کے مقادیر مین باہم فرق ہی تو لامحالہ اُنکے آثار مین بھی تفاوت ہوگیا اور ہر جسم مین سے جس قسم کا جزء کم ہو تو ایسی غذا دی جاوے جسمین یہ جزء زیادہ ہو تاکہ کمی پوری ہونے سے صحت حاصل ہو اور اسی اصول پر اطباء نے طبابت کو جاری کیا ہے ولیکن غذا سے کمی اُسی وقت تک پوری ہوسکتی ہے جب تک اللہ تعالےٰ نے

نازل ہوئی ہی انھون نے کہا کہ مین نے بعض مسلمانون کی زبان سے ایک مختصر قلیل سورہ سنا تھا جو فصاحت مین بے عدیل ہی اور وہ
والعصر ان الانسان لفی خسر الخ ہے یہ سنکر مسیلمہ کذاب کچھ دیر تک خاموش رہا پھر کہنے لگا کہ اے ابن العاص مجپر بھی اسکے مثل سورہ نازل
ہوا ہی پھر پڑھنے لگا۔ الوبر الوبر سے لیکر خاتمہ وسائرک حفر ونقر۔ ہی پھر کہنے لگا کہ اے ابن العاص تمھارے نزدیک کیسا حال ہی مجپر بھی برابر
کی وحی ہوا کرتی ہی) ابن العاص نے کہا کہ اے مسیلمہ واللہ تو اپنے دل مین خوب جانتا ہی کہ میرے نزدیک تیری بات کا مقابلہ والعصر
سے قرار دینا بالکل باطل وجھوٹ ہی یہ سنکر مسیلمہ ملعون خاموش ہوگیا بالجملہ تمام فصحاء عرب لاکھون معترف تھے کہ قرآن مجید کی بلاغت
اعلاے اعجاز ہی اور وہ لوگ فتوحات اسلام مین ممالک مصر وشام وغیرہ مین بہت دور دور پھیلے اور کرورون تابعین اسی اعتقاد
مین انکے شریک ہوے حتی کہ ہم تک پہونچا کہ فصحاء عرب کا یہ قول تھا اور وہ لوگ اہل صدق ودیانت وامانت تھے جیسا کہ دوست
اور دشمن سب کے نزدیک یہ مشہور ہے تو اس زمانہ مین اگر کسیکو علم بلاغت مین ملکہ نہو تو کچھ بھی مضر نہین ہی اسلیے کہ قطعی متواتر خود عرب
کا اقرار ہی تو وہ علم قطعی یقینی صرف اسکی سمجھ سے بہت بڑھکر ہی اب جس شخص نے اپنے نفس کی ہٹ اور بداخلاقی چھوڑ دی اور دم بھر اس بیان پر
غور کیا تو ضرور اسکی عقل کے واسطے یہ دلائل مذکورہ ایسے قطعی ہین کہ اسکو صاف یقین آجاویگا کہ بیشک یوم الفصل (روز قیامت)
آنے والا ہی اور اسمین شک کرنا اور تردد واختلاف کرنا سب نادانی اور بد چلنی پر مبنی ہی **حکایت** جب نصاری نے اپنے مذہبی جوش مین آکر
یکایک ملک شام پر حملہ کیا تو ایک قلعہ مین ساحل کے مسلمانون نے ایک عالم کے سایہ مین پناہ لی اور اہل شرک نے قلعہ گھیرا اور ہنوز
سلطان کی طرف سے مدد پہونچنے کی مدت دور تھی اہل شرک نے مکر سے پیغام دیا کہ اگر ہماری حراست مین آجاوین تو جان سے امان ہی مولوی
صاحب نے ہرگز منظور نہ کیا اور کہا کہ شہادت بہتر ہے جس سے آخرت مین ہمیشہ کی زندگی ہی جو نصرانی پیغام لے گیا تھا وہ یہ کلام سنکر
واپس آیا آخر سخت لڑائی ہوئی اور مولانا مع تابعین کے شہید ہوے اور نصاری مین سے بہت لوگ مارے گئے اور انھون نے
مسلمانون کی لاشون کو بے ادبی کے ساتھ گھسیٹ کر ایک جگہ ڈالا تاکہ گڑھے مین داب دین اتفاقاً ایک نصرانی سوار غصہ مین بھرا
ہوا مولانا کی لاش کے قریب آیا اور نیزہ سے لاش کو ٹھوکا دیکر بولا کہ او مولوی وہ تیری زندگی کہان ہی یکایک مولانا نے سر اٹھا کر فرمایا
کہ تو سنتا ہے بیشک قسم ہے اللہ تعالی کی کہ ہم زندہ ہین تین مرتبہ فرما کر بدستور سر رکھ لیا سوار مذکور اس واقعہ سے خوفناک ومرعوب ہوگیا
اور فوراً گھوڑے سے اُتر کر انکی لاش کو اُٹھا لایا واضح ہو کہ یہ حیات شہدا کے واسطے خاص ہی اور اس زندگی کو آدمی اپنے حواس
سے قیاس نہین کرسکتا ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کی حیات کو قیاس نہین کرسکتے ہین اور آیندہ انشاء اللہ تعالی اسی جسم کی
حیات کے متعلق روایات آوینگی اور عموماً بعث کا وقت یوم الفصل ہی یعنے قولہ تعالے یوم ینفخ فی الصور الخ جس دن صور پھونکا
جاویگا **شیخ** ابو السعود رح نے لکھا کہ یہ یوم الفصل کا عطف بیان ہوسکتا ہے جس سے یہ فائدہ ہی کہ اسکی عظمت وہولناک حالت
سے ہوش ہو یہ دن بہت دراز ہے تو یہ صورت ممکن ہوئی کہ ابتدا مین صور پھونکا جاویگا اور آیندہ سے حساب وفیصلہ وغیرہ اسکے
آثار ہونگے۔ یہان صور پھونکے جانے سے دوسری بار کا پھونکا جانا مراد ہے یعنے اول بار تو صور اسلیے پھونکا جاے گا کہ روے زمین
وغیرہ پر جو زندہ مخلوق ہی موافق مشیت الہی کے مردہ ہوجاوے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالے نے آسمانون وزمین کی خلقت پوری کی تو (صور) کو پیدا کرکے اسرافیل ع کو عطا کیا اسرافیل ع اسکو اپنے
منھ پر رکھے ہوے آنکھین عرش کی جانب لگائے ہے کہ کب اسکو حکم ہو کہ صور پھونکے تاکہ حکم پر عمل کرے پس جب اسرافیل ع کو

معین مین کچھ تقدیم و تاخیر نہین ہی تو بالفعل جلدی کرنے والے منکر سخت نادان ہین جبکہ ابھی مخلوقات پیدا ہونے والے ہین تو کافرون کا یہ کہنا محض
حماقت ہی کہ اگر تم لوگ سچ کہتے ہو تو دکھلاؤ کہ وہ دن کہان ہی یا بتلاؤ کہ فلان روز یعنے مہینہ یا دو مہینہ کے بعد ہوگا مترجم کہتا ہی کہ سچائی کے واسطے یہ ضرور
نہین ہوتا کہ آدمی اُس چیز کو وقت سے پہلے دکھلاوے مثلاً کسی طفل سے کہا گیا کہ آدمی کو موت کی حالت مین بڑی تکلیف ہوتی ہی اُوس نادان
نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے دکھلاؤ یہ اُسکا لڑکپن ہی بلکہ سچائی کے واسطے متواتر اخبار کافی ہین اور خود عقلی دلیل شاہد ہی کہ ہر رگ و ریشہ سے
جان کے کھینچنے مین بالضرور سخت کرب ہوگا۔ اسیطرح کافرون کا یہ کہنا کہ قیامت کا دن دکھلاؤ اگر سچے ہو۔ اس سے بڑھکر نادانی ہی بلکہ سچائی
کے لیے یہ کافی تھا کہ عقل سے ہمکو صاف معلوم ہی کہ اگر خداے تعالے چاہے تو اپنی مخلوق کو ہزار بار مار ڈالے اور ہزار بار زندہ فرماوے تو اسکی
قدرت مین یہ بہت آسان ہی اور ہم کو متواتر خبر پہونچی کہ اللہ تعالے نے بارہا مردے زندہ کر دیے ہین اور حضرت عیسیٰؑ کو یہی معجزہ دیا گیا تاکہ اُنکے
زمانے کے فلاسفہ یونانی اُنکے ساتھ معارضہ کرنے سے عاجز ہون تو ثابت ہوا کہ خداے تعالے کی قدرت مین مردے کو زندہ کرنا کچھ محال نہین
آسانی سے ممکن ہی بلکہ قطعاً بارہا واقع ہو چکا ہی اب یہ باقی رہا کہ عام طور پر سب خلائق کے لیے واقع ہوگا تو اسکے لیے ایک پیغمبر جسکی نیکیان
و خوبیان و مکارم اخلاق و طہارت اوصاف بالکل فرشتہ کے مقابلے سے بہتر ہین وہ آگاہ فرماتا ہی کہ حق عزوجل نے وحی فرمائی کہ بندو غافل نہو
تم مرنے کے لیے نہین ہو بلکہ تمھارے واسطے انجام ہی اور ایک دن موقت محدود ہی جسمین فیصلہ فرمانے والا خود حضرت حق سبحانہ تعالے ہی
اب اپنے کام کی فکر کرو تاکہ بد انجام سے نجات پاکر دار السلام مین داخل ہو پھر اُسکے اکرام کا خاتمہ نہین بلکہ ترقی غیر متناہی ہی جس پیغمبر نے
یہ حکم بیان کیا وہ خود اسی دن کے سامان جمع کرنے مین رات دن مصروف رہا اور تمام عمر اسی خوبی سے بسر کی اور دنیاوی مال سے
کچھ جمع نہین کیا اور اللہ تعالے نے اُسکے ہاتھ سے چاند دو ٹکڑے کیا اور ہر روز اُسکے افعال سے معجزات بے انتہا دکھلائے
حتی کہ آجکل اُسکے حالات سننے سے نور صدق سے پاکیزہ سینون مین چاند کی طرح روشن ہو جاتا ہی تو جنھون نے اُسکو آنکھون
دیکھا بھلا اُنکے نزدیک آفتاب کیونکر مخفی رہ سکتا اور یہ دیکھنے والے سو ہزار سے زیادہ تھے تو قطعی معلوم ہوگیا کہ یہ یوم البعث ضرور
آنے والا ہی بلکہ سابقین انبیاء بکثرت گزرے سب سے متواتر روایت ہی کہ سب نے قیامت سے آگاہ کیا ہی بلکہ اُس عظیم الشان پیغمبر
صلعم پر رب عزوجل نے کلام پاک قرآن نازل فرمایا جو اعلی معجزہ ہے اور برابر باقی ہی تو قطعی دلیل ہی کہ اسکا بیان سچ ہی اگر کہو کہ قرآن تو
عربی زبان مین معجزہ ہے اور ہم مین سے بکثرت ملکون مین عجمی ہین اول تو یہ سب لوگ عربی زبان سے واقف نہین ہوتے ہین اور اگر عالم
واقف ہوا تو بھی عالم ہونے کے باوجود اُسکو زبان عربی مین ایسا ملکہ نہین ہوتا کہ بلاغت کے مرتبے سے بہت اونچا بلند ہو کر اعجاز کے مرتبے سے
واقف ہو پھر کیونکر پہچانے (جواب) اب بضرورت نہین ہی کہ اُسکو اپنے آپ اس زبان نفیس مین اس مرتبے کا ملکہ حاصل ہو بلکہ یہی کافی ہی
کہ متواتر قطعی عرب کی گواہی جان لے یعنے عرب جو بہت فصیح عربی بولتے تھے زمانہ اسلام سے پہلے چند باتون پر فخر کیا کرتے تھے شجاعت و جوانمردی
و سخاوت و دلیری و صدق و وفاے عہد اور زبان کی فصاحت و بلاغت کے ساتھ شاعری کرنا چنانچہ فصاحت و بلاغت کی شاعری انہین معرکہ کی چیز
تھی جسکا نمونہ قولہ تعالے الحج اشہر معلومات کے تحت مین گذرا ہی اور عربی اُنکی اصلی خالص زبان ہی وہ لوگ قطعاً معترف تھے کہ اسمین ایسا معجزہ ہے
کہ کوئی شخص اسکے آیات کے مقابلے مین نہین لا سکتا ہی اور جس کسی نے مقابلہ کیا اُسکے باطل و کذب ہونے پر خود اُسکی قوم نے شہادت دی
چنانچہ ابن العاص رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ یمامہ گئے اُس وقت تک خود اسلام نہین لائے تھے اور مسیلمہ ملعون جسنے نبوت کا دعوی کیا تھا اور اہل
یمامہ اُسکے معتقد ہوے تھے پہلے سے ابن العاص کا دوست تھا اُسنے پوچھا کہ اے ابن العاص کہو آجکل تمھارے قریشی پیغمبر پر کیا وحی

چنانچہ آیندہ بھی فی الجملہ ذکر ہوگا اور چونکہ وہ خلائق کے لیے فیصلہ کا دن ہو تو جب تک سب مخلوق پیدا نہ ہوجاوین تب تک کیونکر تم لوگ اُسکو دیکھنا چاہتے ہو۔ تمہارے واسطے یہ کافی ہو کہ وہ قدرت الٰہیہ مین نہایت آسان ہو اور اللہ تعالےٰ نے اُسکے لیے ایک میعاد معین رکھی ہو یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا جس دن صور مین پھونکا جاویگا تو تم لوگ فوج فوج آؤگے ف یعنے یوم الفصل وہ دن ہو کہ جس دن دوسرا صور پھونکا جاویگا پس سب مخلوقات جاندار زندہ ہوکر اُٹھینگے تو تم لوگ افواج آؤگے۔ مجاہدؒ نے کہا یعنے زمر زمر آؤگے اقول یعنے گروہ گروہ ہوکر عرصات قیامت مین آؤگے امام ابن جریرؒ نے کہا یعنے ہر ایک امت اپنے رسول کے ساتھ آویگی مترجم کہتا ہو کہ ہر زمانے مین ایک پیغمبر ہے جیسے سب سے آخر مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین تو آپ کے وقت سے قیامت تک جس قدر جن والنس ہین خواہ وہ ایمان لائے ہون یا نہ لائے ہون وہ آپ کی امت ہین پس ابتدا مین ہر امت اپنے پیغمبر کے ساتھ ایک موقف مین حاضر ہوگی اور وہان سوال ہوگا کہ تم کو تمہارے پیغمبر نے حکم پہونچا دیا ہو اور پیغمبر سے بھی سوال ہوگا کہ تم کو ان لوگون نے کیا جواب دیا ہو چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ فلنسالن الذین ارسل الیہم ولنسالن المرسلین ثم لنقصن علیہم بعلم وما کنا غائبین۔ یعنے ہم ضرور بازپرس کرینگے اُن لوگون سے جنکی طرف ہم نے رسول بھیجے تھے اور ضرور رسولون سے دریافت کرینگے پھر جو کچھ واقع ہوا ہو ترتیب وار سب خود اُنکو کہہ سناوینگے اور ہم کہین غائب نہین تھے ۔۔ یعنے اللہ تعالےٰ کو خود ہر روزہ واقعات کا علم حاصل ہو ولیکن فیصلہ کا دن ہو اسلیے کافرون پر حجت حق پوری کی جاویگی اور حدیث مین اسکی تفصیل اسطرح آئی ہو کہ کفار انکار کرینگے اور رسول دعوی کریگا کہ مین نے حکم الٰہی پہونچا دیا تو کفار گواہ طلب کرینگے اُس وقت پیغمبر کو توفیق ہوگی اور وہ کہین گے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مومنین امت ہماری گواہ ہین۔ یہ لوگ گواہی دینگے کہ اے رب بیشک پیغمبر نے حکم پہونچایا ہے اور ہمنے حق عزوجل کے کلام صدق یعنے قرآن سے معلوم کیا یہ گواہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہین رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکے واسطے ایمان کی شہادت دینگے اور خود انکا نور بلند ہوگا اور اللہ تعالےٰ نے قرآن مین انکو گواہ عادل فرمایا ہو بقولہ تعالےٰ کذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس الآیۃ۔ یعنے اسیطرح ہم نے تمکو امت عادل بنایا ہو تاکہ تم لوگ گواہ ہو لوگون پر اور پیغمبر تمپر گواہ ہو۔۔ اس طویل حدیث مین کافرون کا جھگڑا کرنا اور بیان حق تعالےٰ و نامہ اعمال کا پیش ہونا حتےٰ کہ کافرون کے اعضا و جوارح کا خود گواہی ادا کرنا مذکور ہو حدیث مین ہو کہ کافر اپنے اعضا سے کہیگا کہ ارے بدبختو تم نے کیون مجھ پر یہ گواہی دی حالانکہ مین تمہارے ہی واسطے جھگڑتا تھا اسکے اعضا جواب دینگے کہ ہم کو ہمارے رب عزوجل نے گویا کیا جسنے اپنی عظمت قدرت سے ہر چیز کو نطق دیا ہو پھر کافرون کا بیجا عذر لانا وغیرہ مصرح ہو (ملخص)، اور شیخ علامہ ابو السعودؒ نے لکھا کہ قولہ تعالےٰ ان یوم الفصل کان میقاتًا یہان سے اللہ تعالےٰ نے کافرون کو شبہہ وہمی دور کیا جنکا یہ قول تھا کہ (متی ہذا الوعد ان کنتم صادقین) یعنے مومنون سے کفار کہتے کہ یہ وعدہ کب ہو (کہان ہو دکھلاؤ) اگر تم لوگ سچے ہو کہ وعدہ گاہ قیامت ہو پس اللہ تعالےٰ نے ایسے نادانون کے واسطے اسکا بھید بیان کیا کہ یوم البعث جس سے منکر ہوکر باہم تساؤل کرتے ہین یہی یوم الفصل ہو یعنے ایسا دن ہو جسمین اللہ تعالےٰ اول سے آخر تک سب خلائق کے درمیان حق فیصلہ فرما دیگا تاکہ ہر ایک اپنے انجام ثواب و جنت سے یا عذاب و جہنم سے واصل ہو یعنے دنیا مین جو کچھ عقیدہ و عمل کمایا تھا سب اوسکو حاصل ہو۔ جب یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہوگیا کہ یہ دن اس وقت ہوگا جب سب مخلوقات آخر تک اس دنیا مین ظاہر ہوجاوے اور اللہ تعالےٰ کے علم مین صاف صاف معلوم ہے کہ وہ اپنی مشیت و مرضی سے کہانتک مخلوق کی حد رکھیگا تو اوسی کے علم مین یوم الفصل بھی میقات ہے یعنے میعاد معلوم معین ہو کہ اُس وقت ثواب و عقاب کا عوض دینے کے لیے اولین و آخرین کو زندہ کرکے اُٹھاوے گا اس وقت

کا درخت کئی سو برس تک اس دنیا کی ہوا کھاتا ہی تو نیچری اعتقاد کے موافق برگد بہ نسبت نیچری صاحب کے بہت بہتر ہی اور نتیجہ نکلا کہ جب برگد اس کام کے واسطے ہی کہ خشک ہوکر ایندھن بنایا جاوے تو جو چیز اُس سے بدتر ہی وہ بدرجہ اولی اسی قسم کے کام کے لیے ہی اور جو لوگ برگد وغیرہ مخلوقات کو اپنا معبود بناتے ہین اور خود اسکے آگے بندگی کا سجدہ کرتے ہین تو وہ لوگ اس سے بدتر ہین کہ جلانے کے کام آوین بلکہ جہنم مین اپنے معبودون کے ساتھ اُنکا برابر ہونا اُنکے لیے فخر ہے نعوذ باللہ من ذلک **وجہ سوم** - یہ کہ دنیا مین افعال الٰہیہ ہر ایک دلیل ہین چنانچہ نیند کے بعد جاگنا نمونہ ہے کہ اسطرح موت کے بعد اٹھائے جاوینگے اسیطرح مردہ زمین پر پٹ سے نباتات کا اُگانا دوبارہ زندہ کیے جانے کا نمونہ ہے پس خلاصہ یہ کہ گویا منکرون سے کہا گیا کہ کیونکر تم اس امر سے منکر ہوتے ہو کہ خداے تعالے تم کو بعد موت کے زندہ کرے کیا تم نے نہین دیکھا کہ اللہ تعالے کی قدرت سے یہ تمام افعال اس دنیا مین تمھاری آنکھون کے سامنے جاری ہین جو ہر طرح دلالت کرتے ہین کہ خداے تعالے مین سب قدرت ہی پھر کیونکر تم بعث حشر کو مسخروین سے پوچھتے ہو (تفسیر ابو السعودؒ) مترجم کہتا ہی کہ بعضے لوگون نے کہا کہ محالات خدا کی قدرت سے خارج ہین - مین کہتا ہون کہ ہم کو اس مسئلہ مین خوض کرنا ضرورت نہین ہو بلکہ بعض علماء رح نے خوب کہا کہ کیا تم نے صنعت الٰہیہ کی حقیقت کو دریافت کر لیا ہی جو اُسکی شان ہین یہ حکم لگاتے ہو بلکہ یون کہو کہ محال آیا کوئی چیز ہے یا نہین ہی اگر ہی تو اُسکو اللہ تعالے نے پیدا کیا ہر اور اگر وہ اُسکی قدرت کے منافی ہو تو وہ عیب ہی اور ہمکو ایمان ویقین ہے کہ اللہ تعالے ہر چیز پر قادر ہی از انجملہ بعث قیامت ہے وہ قدرت مین نہایت آسان ہے لہذا اللہ تعالے نے فرمایا

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۝ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ۝ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ

بیشک دن فیصلے کا ہے ایک وقت ٹھہرا جس دن پھونکین نرسنگا پھر چلے آؤ جٹ جٹ اور کھولا جاوے آسمان

فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۝ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝

تو ہو جاوین دروازے اور چلائے جاوین پہاڑ تو ہو جاوین ریتا بیشک دوزخ ہے تاک مین

لِلطَّاغِينَ مَآبًا ۝ لَابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ۝ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۝ إِلَّا

شریرون کا ٹھکانا رہنے والے ہین اُسمین قرنون نہ چکھین وہان مزا ٹھنڈک کا نہ ملے کچھ پینا مگر

حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ۝ جَزَاءً وِفَاقًا ۝ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ۝ وَكَذَّبُوا

گرم پانی اور بہتی پیپ بدلا ہے پورا تھے توقع نہ رکھتے حساب کی اور جھٹلائین

بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ۝ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۝ فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ۝ ع

ہماری آیتین مکرا کر اور ہر چیز ہمنے گن رکھی لکھ کر اب چکھو کہ ہم بڑھاتے نہ جاوینگے تم پر مگر مار

جب یہ ثابت ہو گیا کہ بعث قیامت قدرت الٰہی مین نہایت آسان ہی تو کافرون کے باہم پوچھنے کا جواب ارشاد فرمایا بقولہ تعالے إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا - البتہ فیصلہ کا دن ایک میقات ہی **ف** یعنے بعث قیامت جسکو منکر لوگ باہم پوچھتے ہین اور مومنون سے مخالفت کرتے ہین کہ بھلا وہ تمھارا دن کب ہی یعنے اگر ہو تو ہم کو دکھلا دو پس فرمایا کہ وہ فیصلہ کا دن ایک وقت معین ہی اُسکے واسطے ایک انتہاے مدت مقرر ہی اسمین کمی وبیشی کچھ نہین ہوگی اور وہ علم الٰہی مین معلوم ہے البتہ اُسکے آثار بتلائے گئے ہین کہ جس قدر وہ وقت نزدیک قریب ہوتا جاویگا یہ آثار پیدا ہوتے جاوین گے اور اُنکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہی اور اس تفسیر مین بارہا انکا تذکرہ آیا

اُوسکو ذبح کرکے جلایا تو پھر اللہ تعالے جل جلالہ اعلیٰ واجل ہو کیونکہ اس سے بہت زیادہ بڑھکر یہ نو قسم کے آثار قدرت ہین پھر جس پاک خالق مالک عزوجل کی یہ قدرت وعظمت اور یہ علم وحکمت ہو تو تم لوگ کیونکر نادانی سے اُوسکی جناب مین یہ کہتے ہو کہ وہ مردون کو زندہ نہین کرسکتا ہو امام رازیؒ نے لکھا کہ واضح ہو کہ نو قسم کے آثار قدرت جنکو اللہ تعالے نے یہان ذکر فرمایا ہو تاکہ اُنمین نظر کرکے مخلوق بندون کو رب عزوجل کی قدرت کاملہ کی عظمت وجلال کی کچھ جھلک فی الجملہ معلوم ہوجاوے اور انکے مقابلے مین بعث وحشر آسان نظر آوے تو ہم کو چاہیے کہ ان اقسام پر دو طرح سے نظر کرین اول یہ کہ ان چیزون کا وجود حادث ہوا ہو اور یہ سب حادث ہین جبکہ بدلتی رہتی ہین اور فنا ہوجاتی ہین تو معلوم ہوا کہ انکا پیدا کرنے والا سب قدرت رکھتا ہو اور وہ خود مختار ہو جسکو جس صنعت کے ساتھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہو یعنے مثلاً کوئی خوبصورت ہو اور کوئی بدصورت ہو تو یہ اُوسکی خود مختاری ہو اور اس سے کسی کو یہ وہم نہین ہوسکتا کہ شاید کسی حق واجبی کی وجہ سے ایسا ہو کیونکہ کسی کے چاہنے پر نہوا بلکہ جو اُسنے چاہا وہ کیا دوم ہکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ ان چیزون مین لطیف حکمت وصنعت اور عجیب حالت کیونکر ہو تو بعد غور کے صاف معلوم ہوتا ہو کہ سبحان اللہ وبحمدہ ہم بندون کو ہر ایک جزئی چیز مین اسقدر خوبیان وحکمتین ظاہر ہوتی ہین کہ عقل جزئی کبھی اُسکا احاطہ نہین کرسکتی ہو تو یہ دلیل ہو کہ صانع عالم جل شانہ ہر چیز اور ہر ذرہ کا علیم ہو اور جو چاہے وہ کرسکتا ہو کیونکہ ہر ذرہ ذرہ جاننے کے بعد جو کچھ بنایا ہو وہ کمال صنعت ہو اور ہر چیز کو دوسری چیز سے ایک ربط وتعلق خاص ہو اور یہ سب علم وقدرت اسکی شان مین واجب ہو تو ہر چیز جو ہوسکتی ہو اوسکی قدرت مین داخل ہو۔ جب یہ بات ہکو عقلی دلیل سے معلوم ہوگئی تو صاف سمجھ مین آگیا کہ اگر اللہ تعالے چاہے کہ اس عالم کو خراب کرکے دوسرا عالم ایجاد کرے تو اُسکی قدرت مین آسان ہو تو دنیا کو ایک دن ختم کرنا اور زمین وآسمان کو بدلنا اور ابتداے خلقت سے آخر تک دنیاوی مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنا عقل کی دلیل سے ممکن ہو اب رہا یہ کہ اسکے بعد وہان کیا واقعات پیش آوینگے تو یہ باتین ہکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے معلوم ہوئی ہین یہان خالی عقل سے کام نہین چل سکتا ہے (تفسیر کبیر) اور شیخ علامہ ابو السعود رحمہ اللہ تعالے نے یہ اقسام آثار قدرت بیان کرنے کے بعد لکھا واضح ہو کہ اللہ تعالے نے یہ جو آثار قدرت اور افعال صنعت ذکر فرماے ہین تو اسنے بعث قیامت پر تین طرح دلیل قائم ہے یعنے قیامت کے حق ہونے پر آثار زمینی وآسمانی تین طرح سے دلالت کرتے ہین اول یہ جس قدرت کاملہ سے خالق سبحانہ تعالے نے ان افعال نادرہ کو صادر فرمایا ہو حالانکہ ان چیزون سے پہلے انکی کوئی مثال موجود نہ تھی اور نہ انکے بنانے کے لیے کوئی قاعدہ کسی کتاب مین تھا بلکہ حق تعالے نے فقط اپنی قدرت سے خود ابتدائً انکو ایجاد کیا ہو تو قطعی دلیل ہو کہ وہ جب چاہے انکو موت دیکر اعادہ کرے دوم یہ کہ حضرت حق سبحانہ تعالے نے اس عالم مین ان چیزون کو ایسی صنعت وحکمت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے کہ عقل متحیر ہوتی ہے اور ہر چیز کے واسطے عجیب عجیب فوائد ہین جو مخلوقات کو حاصل ہوتے ہین یعنے حضرت خالق جل شانہ نے ان چیزون کو ایسے ہی فوائد جمیلہ ومنافع جلیلہ کے واسطے اپنے علم وقدرت سے پیدا فرمایا ہو تو عقل کے نزدیک محال ہو کہ ان چیزون کا انجام فقط یہ ہو کہ فنا ہوگئین اور کچھ نتیجہ نہ رہا بلکہ انکے واسطے انجام ہو اور وہی دار آخرت مین جنت ودوزخ ہے مترجم کہتا ہو کہ یہ ایسی دلیل نظر آئی جیسی مین نے نیچر خیالات کے لوگون کے سمجھانے کے واسطے بیان کی کہ سب کے نزدیک انسان اس جہان مین جانداروں وغیرہ سے اشرف ہو جیسے جاندار جانور ہر ایک نباتات وجمادات سے افضل ہوتا ہو پھر اگر نیچری کے نزدیک فقط یہی دنیاوی حیات ہو اور بعد اسکے کچھ نہین ہو تو اُسکے نزدیک یہ ہواے خوشگوار دنیا ہی تمام نعمت ہوئی اور ہم دیکھتے ہین کہ ہرگز

کندھون پر لدا ہوا ہی واللہ تعالے اعلم - ماءً ثجاجاً - ثج کی تفسیر مین ائمہ مفسرین مجاہد وقتادہ وربیع بن انس نے کہا کہ ریزندہ یعنی جھڑی سے برسنے والا - سفیان ثوری رح نے کہا یعنے پڑدرپے برسنے والا - ابن زید نے اسکی تفسیر مین کہا کہ ثجاجاً یعنے بکثرت ابن جریر رح نے کہا بلکہ معنے کثرت کے نہین دیکھے گئے بلکہ ثج کے معنے پڑدرپے کے آتے ہین چنانچہ حدیث مین ہی کہ افضل الحج العج والثج - یعنے حج کے اعمال مین افضل یہ کہ آواز بلند ہو اور پڑدرپے بہاوے یعنے قربانی کا خون بہاوے مترجم کہتا ہی کہ ابن زید رح نے یہ مراد نہین لی کہ ثج کے معنے کثرت ہین بلکہ انکا مطلب یہ ہی کہ جو پانی ثج کے طور پر برسیگا وہ ضرور بکثرت ہوگا ابن کثیر رح نے بھی کہا کہ حدیث مین بھی ایک عورت مستحاضہ نے کہا تھا کہ - ہو اکثر من ذلک انما اثج ثجاً - یعنے حیض کے سوائے دیگر ایام مین اُسکو خون استحاضہ کثرت سے جاتا تھا تو اُسنے مسئلہ پوچھا کہ مین کیونکر نماز پڑھون یعنے گدی وغیرہ سے رک نہین سکتا وہ بہت کثرت کے ساتھ بطور ثج کے آتا ہی - اس سے نکلا کہ کثرت کے موقع مین یہ لفظ بولتے ہین - الفافاً کی تفسیر مین ابن عباس رض نے کہا یعنے مجتمع گنجان - حاصل مطلب یہ ہوا کہ کافرون نے جب دوبارہ پیدا کیے جانے سے انکار کیا بلکہ اسکو محال جانا اور قیامت جو ایسا عظیم ہے کہ اُس سے آسمان وزمین تھراتے ہین اسی بنیاد پر ہی کہ اللہ تعالے ایک دن اول سے آخر تک سب مخلوقات کو دوبارہ زندہ فرماکر جمع کرے اور ہر ایک نے جو کچھ اعتقاد وعمل کمایا ہی وہ اُسکو دیدے اور یہ فقط دو ہی مین منحصر ہی یا تو اعتقاد وعمل ایسا ہوگا جو اپنے رب عزوجل کو اُسکی سچی الوہیت کے مطابق وحدہ لاشریک ماننے پر ہی تو یہ مظہر رحمت ہی اور انجام اسکا جنت ہی اور اسکے سوائے جو کچھ صورتین رہین وہ مظہر غضب ہین انکا انجام جہنم ہی لیکن جیسا کافرون نے آخرت کے دوبارہ پیدا کیے جانے کو محال جانا تو حقیقت مین اللہ تعالے کی قدرت سے انکار کیا اور یہی اُنکے کفر کی جڑ ہی اور اللہ تعالے نے بارہا دنیا مین مردہ کو زندہ کرکے دکھلادیا جو قطعی متواتر معلوم ہی جیسے موسی علیہ السلام کے زمانے مین ہوا جسکا ذکر قولہ تعالے واذ قتلتم نفسا فادّٰرأتم الآیہ مین گزرا اور جیسے عیسی علیہ السلام کے لیے اُس زمانے کے جالینوس وغیرہ حکیم وطبیب کو عاجز کرنے کو مردہ زندہ کرنے کا معجزہ دیا گیا تھا اور درحقیقت یہ تو اسی عالم زمینی اور پستی مین تصرف ہی اور سفلی عالم مین بہت سے جادوگر وغیرہ بھی ایسی چیزین دکھلایا کرتے ہین جو قیاس مین نہین آتی ہین تو بھلا یہان اللہ تعالے کے تصرف سے کیونکر انکار ہوسکتا ہی اور جو کوئی منکر ہو تو وہ بہت زیادہ نادان ہی اور اللہ تعالے نے عالم آسمانی وزمینی مین اپنی قدرت وحکمت کے وہ عجائبات دکھلائے کہ اُنکو غور سے دیکھنے کے بعد جو شخص اُسکے علم وقدرت بے انتہا کا انکار کرے وہ بیشک ناسمجھ جانور سے بھی بدتر ہی اور یہ نو قسم کے آثار قدرت ہین از انجملہ چھ عالم سفلی مین ہین یعنے - ۱ زمین کو مہاد بنانا - ۲ - پہاڑون کو میخین بنانا - ۳ - مخلوق کو جوڑے بنانا - ۴ - خواب کو راحت کرنا - ۵ - رات کو لباس کردینا - ۶ - دن کو معاش یعنے رزق حاصل کرنیکا وقت بنانا - اور دو قسم کے عالم علوی مین ہین (۷) تمھارے اوپر قبہاے افلاک سخت محکم بنادے (۸) روشن چراغ آفتاب پیدا کیا جسکے ضمن مین چاند بھی ہی اور ایک قسم ان دونون مین مشترک ہے (۹) سحاب سے آسمانی قوی کے آثار برکت کے ساتھ پانی بکثرت نازل فرمایا تاکہ عالم اسباب مین اُسکے ذریعہ سے اناج ونباتات وفواکہ اور ہر قسم کے باغات گنجان پیدا کرے جسمین سب طرح کے پھل وپھول ملین - اب آیات کے بیان مین غور کرو یعنے قولہ تعالے الم نجعل الارض الخ - یعنے اے انکار کرنے والے نادان بندو کیا ہم نے زمین کو مہاد نہین بنایا - اسیطرح آخر تک ہر ایک قسم مذکور کے متعلق سمجھو کہ کیا یہ نہین پیدا کیا اور وہ نہین بنایا یعنے مردہ کو دوبارہ پیدا کرنے مین تو فقط اسی قدر ہے کہ اس زمین سے تھوڑی سی خاک سے ایک پتلا بناکر اُسمین جان دیدی اور معلوم ہی کہ سامری نے گوسالہ مین خاک ڈال دی تھی جو قرینہ سے اُسنے فرشتہ کی سواری کے زیر قدم پہچانی تھی اور وہ گوسالہ اسقدر زندہ ہوا کہ آواز کرنے لگا حتی کہ حضرت موسی علیہ السلام نے

کے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہاج وہ ہی جسکا نور بہت تیز ہو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ مراد یہ ہی کہ اوسکا نور کامل ہے خلیل رح کی کتاب مین مذکور ہی کہ وہیج آگ اور سورج کی گرمی ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ وہاج وہ ہی جسکی گرمی بہت تیز ہو رازی رح نے کہا کہ بہر صورت مطلب حاصل ہی (کبیر، سراج وابوالسعود وغیرہ مین ہی کہ وہاج وقاد ہی یعنے تیز روشن جگمگاتا ہوا- اگر کہو کہ یہ صفت تو دلالت کرتی ہی کہ یہ نہایت عظیم جرم ہے اور درحقیقت آفتاب اس زمین سے اس قدر بڑا تصور کیا گیا جیسے مٹر کے مقابلہ مین کھڑا ہی لیکن اسکو چراغ فرمایا (جواب) یہ کہ ایسے کہ وہ چراغ انھین سبع شداد کا ہی اور بیشک آسمانون مین سے ہر ایک بزرگ قبہ ہی جسمین یہ آفتاب بمنزلہ چراغ کے ہے (تنبیہ) عاقل کو ذرا غور کرنا چاہیے کہ زمین بمنزلہ مٹر ہے اور آفتاب بمنزلہ گھڑا آب آفتاب بمقابلہ اپنے اس آسمان کے یہی نسبت رکھتا ہی کیونکہ آسمان کے سطح پر ایسے ایسے آفتاب اگر بچھائے جاوین تو کرورون آوین پس زمین بمقابلہ آسمان کے ذرہ سے کم ہے- پھر آسمان اول سے دوسرا آسمان اسی قدر بڑا ہے جس قدر زمین سے پہلا آسمان بڑا ہی اسیطرح ہر آسمان مابعد اپنے اندرونی آسمان سے بہت بڑا ہی اور آیۃ الکرسی کی تفسیر مین احادیث گزر چکین کہ کرسی اسقدر عظیم ہے کہ ساتون آسمان وزمین اسکے اندر ایسے ہین جیسے بڑے میدان مین ایک چھلا پڑا ہوتا ہی اور عرش اعظم اسقدر عظیم ہے کہ کرسی اسمین میدان کے اندر چھلا ہی یہ سب اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی مخلوقات ہی اور اسکی قدرت لایزال کی شان قدس تصور مین لانا محال ہی فللہ العظمۃ والکبریاء ولہ الحمد والثناء وہو رب العرش العظیم- اسی مقام سے انسان اپنی ہستی کو اور اس دنیا مین فریفتہ ہونے کو خیال کرے اور ان اکابر صالحین کی بزرگی تصور کرے جنکی ہمت عالی اس ہفت آسمان سے تجاوز کرتی ہے قسم نہم قولہ تعالیٰ- وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا لِنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا- اور ہمنے نازل فرمایا معصرات سے پانی پیہم کثرت سے برسنے والا تاکہ ہم اس سے پیدا کرین دانہ اور نباتات اور باغات گھنے ف اس آیت کے معنے بیان کرنے سے پہلے بعض مفردات کے معنے بیان کرنا چاہیے شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ المعصرات ہوائین ہین ابن ابی حاتم نے بطریق سعید بن جبیر عن ابن عباس رض بھی یہی معنے بیان کیے اور کہا کہ یہی معنے عکرمہ ومجاہد وقتادہ ومقاتل وزید ابن اسلم وعبدالرحمن بن زید رحمہم اللہ تعالیٰ تابعین مفسرین نے بیان کیے ہین اور اس قول کے موافق آیت کے معنے یہ ہین کہ ہوائین بادل کو اٹھاتی ہین اور اسمین سے کثرت کے ساتھ پانی برساتی ہین- علی ابن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ المعصرات بادل ہین- اور یہی تفسیر ابوالعالیہ وضحاک وحسن بصری وربیع ابن انس رحمہم اللہ تعالیٰ تابعین مفسرین نے بیان کی اور یہی عکرمہ رح سے بھی ایک روایت ہی اور یہی معنے سفیان ثوری رح نے بیان کیے اور اسی قول کو شیخ ابن جریر رح محدث مفسر مشہور امام نے اختیار کیا شیخ فراء رح نے جو علم معانی کے علماء مین سے ہین کہا کہ معصرات وہ بادل کہلاتے ہین جو پانی سے لدے ہوئے ہون اور ابھی برسے نہون جیسے عورت جب حیض سے قریب ہوتی ہے تو کہتے ہین کہ وہ معصر ہے- بعض روایات مین آیا کہ حسن رح وقتادہ رح نے کہا کہ معصرات آسمان ہین ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ قول غریب ہے اور سب سے زیادہ ظاہر قول یہ کہ المعصرات سے بادل مراد ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا- اللہ الذی یرسل الریاح فتثیر سحابا فیبسطہ فی السماء کیف یشاء ویجعلہ کسفا فتری الودق یخرج من خلالہ الآیۃ یعنے اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے کہ وہ ہوا بھیجتا ہے کہ جو بادلون کو اٹھاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق اسکو بلندی پر پھیلاتی ہے اور اسکے ٹکڑے ملاتی ہے پھر تو دیکھتا ہی کہ اسی مین سے باران رحمت ٹپکتا ہے- ھ- مترجم کہتا ہے کہ معصرات اگر ہوائین لی جاوین تو وہی سحاب باران کو اٹھائے ہوئے ہین اور اگر سحاب لیا جاوے تو وہ باران ہی جو ہواؤن کی تحریک سے برستا ہی اور اقرب یہی کہ سحاب ہی جو ہواؤن کے

غیر متناہی باطل ہی اور وہ دلیل صاف ہی تو فرقہ منکرہ کا یہ خیال غلط نکلا کہ بالائی جانب غیر متناہی چلا گیا ہی اور جب انتہا ضرور ٹھہری تو وہی جسم ہے جسکا نام آسمان ہی جو تم کو نیلگون نظر آتا ہی۔ یہ تو ثابت کرنے کے دلائل ہوے اب جو کوئی اسپر اعتراض کرے تو اسکو دفع کرنا ضرور ہے ورنہ دلیل سے ثبوت معتبر نہوگا۔ لیکن یہان ان دلائل مین سے کسی دلیل پر اعتراض نہین ہی بلکہ منکرون نے یہ دعوی کیا کہ ہماری دوربین سے نظر نہین آتا ہی اسکا جواب یہ ہی کہ تمھاری دوربین اور آنکھ کسی مین یہ طاقت نہین ہی کہ آسمان کو دیکھ سکے ہان آسمان مین چھوٹے چھوٹے تارے ہین انکو البتہ دیکھ سکتے ہو اسکا اصل بھید یہ ہی کہ دور سے وہ چیز نظر آتی ہی جسپر روشنی ٹھہرتی ہو یا خود نورانی ہو پھر جو چیز نورانی ہی وہ تو چاہے جسقدر چھوٹی ہو سامنے سے نظر آویگی اگرچہ بہت دور ہو اور اگر روشنی پڑنے سے روشن ہے تو روشنی اور فاصلہ کے اندازہ سے نظر آتا مقرر ہے مثلا دن مین میدان کا درخت آفتاب کی روشنی مین دور سے نظر آتا ہے اور رات مین ماہتاب کی روشنی مین اسطرح نظر نہین آتا اور اندھیری رات مین چراغ کی روشنی مین دو چار قدم سے نظر آوے گا لیکن فاصلہ سے نہین نظر آویگا یا درخت بمنزلہ تودہ خاک کے نظر آویگا اور اگر ایک میل کے قریب فاصلہ ہو تو وہ چراغ نظر آویگا جو درخت پر رکھا ہی اور درخت نظر نہ آویگا پس جب یہ معلوم ہوچکا تو روشن تارہ باوجود چھوٹا ہونے کے دور سے نظر آیا اور کبھی دوربین سے نظر آیا برخلاف اسکے جسپر ستارہ جڑا ہوا ہی وہ بمنزلہ درخت یا چھت کے ہے جسپر چراغ رکھا ہوا ہے پس کوئی دوربین اس قابل نہین ہی کہ اس قدر دراز فاصلہ سے ایسے جسم کو جیسا آسمان ہی نظر کر سکے پس معلوم ہوا کہ فرقۂ منکرنے جو شہادت پیش کی ہی وہ بالکل باطل ہی اسلیے کہ یہان عقل کی شہادت معتبر ہے اور یہ برعکس اسکے بے عقلی کی شہادت ہے جب صریح دلائل عقلیہ و بدیہیہ سے معلوم ہوگیا کہ آسمان ضرور موجود ہے تو قرآن مجید کی آیات پر ایمان لانے مین منکر فرقے کا برعکس خیال کچھ روک نہین سکتا جبکہ اُسکا خیال ہی معدوم ہوگیا اور اللہ تعالے نے سچ فرمایا کہ ہم نے تمھارے اوپر بنا کیے ہفت شداد یعنے مضبوط مستحکم خوب و خوبصورت ہفت آسمان تمھارے اوپر کی جانب بطور سقف محفوظ کے بنا کیے (تنبیہ) رازی نے کہا کہ بنا بمعنے بنانا و تعمیر کرنا تو یہ لفظ عمارت زبر کے واسطے بولتے ہین اور سقف و بالاخانہ کے حق مین اونچا و بلند کرنا وغیرہ کہتے ہین (جواب) ہان اور یہ اسلیے کہتے ہین نیچے کا مکان چھت یا بالاخانہ کے لیے بنا۔ یعنے بنیاد ہوتا ہے جسکو مستحکم رکھتے ہین تا کہ بالاخانہ و چھت کو اُٹھا سکے اور یہان اسی نکتہ کے واسطے ہفت آسمان کے حق مین بنانا فرمایا جس سے یہ معلوم ہو کہ وہ گویا اس زمین کے حق مین محفوظ ہے جیسے قولہ تعالے وجعلنا السمآء سقفا محفوظا۔ یعنے ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنا دیا ہے (کبیر) مترجم کہتا ہے کہ یہ نکتہ جو امام رح نے بیان کیا ہے اچھا نکتہ ہے اور علاوہ اسکے ہفت آسمان کی یہان صفت شداد مذکور ہے یعنے ہر آسمان اپنی جسامت و وضع و کیفیت مین سخت مضبوط ہے تو وہ بجاے خود ایک عمارت عجیب ہے اور اگر دنیا کے ساتھ نظر کرین تو وہ ہمارے اوپر محفوظ چھت ہی پھر مین نے تفسیر ابوالسعود رح مین بھی دیکھا کہ اللہ تعالے نے آسمانون کو بناء اسلیے فرمایا کہ وہ گویا مخلوقات کے اوپر قبہ ہین اور لکھا کہ فوقکم مقدم کیا تا کہ بندے اوپر کو نظر اُٹھاوین کہ ہمارے اوپر عمارت کیا ہے پس قدرت حق عزوجل سے انکو نظر آوے کہ قبۂ افلاک ہی قسم ہشتم قولہ تعالے وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا۔ اور ہم نے سراج وہاج بنا دیا ف مراد آفتاب ہی یعنے کیا ہم نے ایسا نہین کیا ابوالسعود و رازی وغیرہ نے کہا کہ مقصود یہ ہے کہ عمارات عالیہ مین چراغ آفتاب روشن کر دیا رازی رح نے کہا کہ سراج چراغ ہے اور وہاج کی تفسیر مین اہل لغت کے عبارات کئی طرح وارد ہوے ہین بعض نے کہا کہ وہاج وہ چیز ہے جہان نور اور حرارت جمع ہو پس اللہ تعالے نے بیان فرمایا کہ آفتاب مین یہ دونون صفتین پوری ہین کلبی رح نے بذریعۂ ابوصالح

کہ ہمکو جسطرح ہمارا جی چاہے کھانے پینے وغیرہ کی لذتین اُٹھانے دو اور ہم سے غور فکر کے لیے مت کہو ہم اسکو نہین سمجھ سکتے ہین
بلکہ آفتاب کو بھی چھوڑ دو اور کہو کہ بیان نیچر کی نیرنگیان ہین مترجم کہتا ہی کہ دوسرے فرقے کا حال بیان کرنے سے پہلے مین چاہتا ہون
کہ اس فرقۂ اول کی صفت مین کچھ لکھدون - ان لوگون نے دنیا کی ہوس مین سب سے زیادہ حصہ لیا اور تمام دل و دماغ کو اس دنیا کے
واسطے صرف کرنے کو بہت اعلیٰ کام تصور کیا اسلیے کہ صدہا برس پہلے جو اُمتین گذرین انہین بھی فلسفی خیالات کے لوگ ہمیشہ بکثرت
رہتے آئے ہین اسلیے کہ اس دین کا مدار ان لوگون نے اپنے قیاسات وخیالات پر رکھا ہی اور انسانی خیالات بکثرت ایک ہی جنس ہین
تو دوسرے لوگ بھی یا تو اسی خیال والے ہونگے یا اپنے بھائی کا خیال وقیاس سنکر بہت جلد سمجھ جاوینگے برخلاف اسکے جو علم غیبی بذریعہ
نبوت کے ہم کو پہونچا ہی وہ آدمی کا اٹکل وقیاس نہین ہی اور جب ایک وسیع قلب اُسکے سب اجزا اور اخبار کو سمجھنے کے بعد نور توفیق
ملاتا ہی تو اُس وقت قطعاً آفتاب سے بدرجہا بڑھکر اُسکو روشن ہو جاتا ہی کہ سبحان اللہ وبحمدہ بیشک یہ صریح حق ہی اور جب اُسکے
سامنے فرقۂ منکرہ کے قیاسات واٹکلین پیش کی جاتی ہین تو ان اعلیٰ قیاسات کو وہ نہایت درجہ کی حماقت اور محض خبط وغلط دیکھتا
ہی اور یہ قیاس واٹکل کی شناخت نہین بلکہ انکشاف ہی جیسے شیرخوار بچون کے قول وفعل کو مرد عاقل بدون قیاس واٹکل کے
صریح بچون کا بچپن دیکھتا ہی اگرچہ بچہ کو سمجھانے اور منانے مین اس وجہ سے عاجز ہوتا ہی کہ بچہ خود بے عقل ہی اسی طرح خوب جان لینا
چاہیے کہ معارف آلٰہیہ مین ان منکرون کے قیاسات ان بچون کے اٹکل سے کہین زیادہ بدتر ہین اسلیے کہ بچے تو آنکھون دیکھی ہوئی
چیزون مین اپنا تصرف کرتے ہین لیکن نادانی سے بے اٹکل چلتے ہین اور یہ بوڑھے بیجا طور سے ہٹ وانکار کرتے ہین اور اگر بچون کو تاڑ
پر چڑھ جانے اور دوڑ لگانے وغیرہ مہمل باتون مین بوڑھون سے زیادہ لیاقت ہی تو اس سے یہ سمجھنا بالکل غلط ہی کہ ہر بات مین بچے
افضل ہین اسی طرح اگر دنیا کی آراستگی وآسایش وغیرہ حاصل کرنے مین ان قیاسات لگانے والون کو زیادہ مہارت ہی تو فی التحقیق
یہ مہملات ہین یعنے آخر انکا کچھ انجام نہین ہی ہم یہ نہین کہتے کہ اٹکل والے اسکو مہمل جانتے ہین یا کوئی اسکو مہمل جانے بلکہ ہم کہتے ہین
کہ اگر تم مان لو کہ اسی طرح دنیاے فانیہ کا انجام خراب ہی تو یہ مان لینے کے بعد ہمارے کہنے مین کچھ شک نہ رہیگا جیسے یہ بات تو
سب مانتے ہین کہ آدمی اگر قارون کے خزانے کا مالک ہو جاوے تو بھی جسوقت وہ مرے گا اُسوقت اسکے نزدیک سب
خاک سے بدتر ہی اور اس زمانے مین یہ اٹکل جاتی کہ قوم کی خیرخواہی اور نام ہے کہیے کہ اگر سچی آنکھ سے دیکھو تو مردہ کو کیا نفع ہی اگر کہو
کہ پھر تم خود کیون مردے کا نفع بہت سی باتون مین کہتے ہو تو جواب یہ کہ ہم جن باتون کے قائل ہین یعنے آخرت واُسکی زندگی تو اگر تم بھی مانو
تب نفع ظاہر ہوا اور بدون اسکے کیا فائدہ ہی حالانکہ فرقۂ منکرہ کا خود خیال یہ ہی کہ جو کچھ ہی یہی سامنے کی موجودہ چیزین ہین پھر سب خاک ہی اب
مین فرقۂ دوم کے دلائل لاتا ہون جو آسمان کو موجود کہتے ہین واضح ہو کہ موجود ماننے والے برابر حضرت آدم ؑ سے اب تک سب لوگ ثابت
ہوے ہین مگر شاید کوئی شاذ منکر ہوا اور اسمین مسلمان وکافر سب داخل ہین مسلمانونکے یہان نقل قطعی مل گئی کہ حضرت نوح علیہ السلام نے
سمجھایا تھا کہ تم اپنے اوپر سات آسمان جانتے ہو تو انکو اللہ تعالےٰ ہی نے پیدا کیا ہی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح ؑ سے پہلے سے
عام لوگون مین یہ اعتقاد حاصل تھا اور بدیہی دلیل یہ ہی کہ آسمان کا عکس ہر آئینہ و پانی مین ہر وقت نظر آتا ہی اور اگر وہ ٹھوس جسم نہوتا
بلکہ خالی آنکھ کی بینائی ختم ہونے سے سیاہی ہو جاتی اور وہان مجسم چیز نہ ہوتی تو عکس کبھی نظر نہ آتا اور اس بدیہی دلیل کے سامنے اوس
فرقۂ منکرہ کے اوہام کسی قابل نہین ہین - اور مترجم نے مقدمۂ تفسیر مین دوسری عقلی دلیل طولانی ذکر کی ہے کہ مسافت

اُس سے ہم دلیل کیا طلب کرین لیکن یہان ایک بات ہی وہ یہ ہی کہ آسمان کا وجود بدیہی نظر آتا ہی تو اس منکر فرقے کو اپنے انکار کے ساتھ
شہادت و بیان ضرور ہی لہذا اس فرقہ منکر نے کہا کہ یہ جو تم کو نظر آتا ہی جسکو تم ایک جسم بطور چھت کے سمجھتے ہو فقط تمہارے خیال کی
غلطی ہے اور اصل بات یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ نے نظر کے واسطے محدود قوت دی ہی جہانتک اُوسمین قوت تھی اُسنے کام دیا اور آگے
جب کام نہین کرتی ہی تو اندھیرا نظر آتا ہی تو یہ رنگ فقط منتہاے نظر ہی کسی جسم کا رنگ نہین ہی اور ہم لوگون نے یہ بات اسلیے بنائی ہی
کہ ہمنے نہایت عمدہ دوربین بنائی جو بال کی کھال تک دور سے دیکھ لیتی ہی اُس سے ہمنے دور دور کے باریک تارے دیکھے
لیکن اُس سے ہمنے آسمان کو ہر چند دیکھا وہ کہین نظر نہ آیا اور اگر وہ ہوتا تو ہماری نادر دوربین سے ضرور نظر آتا جب کسی طرح نظر نہ آیا
تو نہین ہی پھر یہ رنگ کیسا نظر آتا ہی تو ہم نے اسکو قیاس بنا کر ٹھیک ملا دیا کہ منتہاے نظر کے بعد تاریکی ہی۔ دیکھو کیا عمدہ قیاس ہے
اس گروہ کے معتقدون نے کہا کہ واہ واہ بیشک جو حضور نے نئی روشنی مین تحقیقات فرمائی ہی یہ پرانے خیالات والون کو کہان سوجھی
تھی اور حضور کچھ اس سے زیادہ بھی افادہ فرمادین۔ فرقہ منکرہ نے فرمایا کہ اچھا سنو کہ جس طرح زہرہ و مشتری و زحل و مریخ وغیرہ سیارات
ہین اور ہماری دوربین مین چمکتے ہوے سیر کرتے چلے جاتے ہین اسیطرح یہ ہماری زمین بھی ایک سیارہ ہی وہان کے لوگ اپنی دوربین سے
ہمارے اس سیارہ زمین کو اسیطرح دیکھتے ہونگے اگر اُنکو دوربین بنانا آتا ہو اور کچھ عقلا کوشش کرتے ہین کہ وہان کے لوگون سے
سلسلہ خط کتابت یا تار برقی جاری کرین کیونکہ دوربین سے ہمکو وہان پہاڑ و دریا وغیرہ نظر آتے ہین بلکہ نظام آفتاب مین ہم دیکھتے
ہین کہ بعضے سیارات بالکل ویران ہین وہ ریگ روان ہوگئے ہین گویا پہلے ان مین آبادی تھی پھر آفتاب کے غضب سے اُسپر قیامت
آئی کہ وہ قاعًا صفصفًا ہوگئے۔ یہ صورتین ضرور ایک صحیح دماغ والے آدمی کو قیاس دیتی ہین کہ اُن سیارات مین اسی طرح آبادی ہے
تو کوشش کرتے ہین کہ ان علوم جدیدہ والے مثل نفیسہ کے ذریعہ سے ان سے باتین کرین۔ پھر تم خود اس قیاس کے نور سے سمجھ گئے
ہوگے کہ یہ سارا عالم انھین حضرت آفتاب کے انتظام مین ہی تو انھین کے گرد یہ سب سیارات چکر لگاتے ہین اسلیے کہ اگر تم ذرا غور کرو
تو خود کہہ سکوگے کہ زمین سے بلکہ سب چیزون سے یہ آفتاب بڑا ہی پھر جس چیز کے گرد یہ گردش مانی جاوے تو چاہیے کہ آفتاب کے گرد مانی
جاوے کیونکہ زمین تو بہت چھوٹی ہی گویا مرکز کا نقطہ ہی لیکن ہم آفتاب کو مرکز بناوین تاکہ حرکت کے لیے کشش بھی میسر آوے کیونکہ ہمکو تو
کوئی دوسرا حرکت دینے والا نظر نہین آتا ہی اور جو چیز ہمکو نظر نہ آوے ہم اُسکو باطل مانتے ہین حتے کہ جو قدیمی لوگ کہتے ہین کہ تمہارے جسم
مین روح ہی اور تمہاری آنکھ مین قوت باصرہ ہی اور تمہارے معدے مین قوت ہاضمہ ہی یا جذب کرنے والی اور نکالنے و دفع کرنے والی
قوتین بتلاتے ہین یہ سب پُرانے خیالات ہین تو بس جو نظر آوے وہ کچھ ہی نہین تو کچھ نہین ہی لہذا آفتاب میان بزرگ محرک ہین
اور انھین کے گرد یہ عالم کا انتظام ہی لیکن ہمکو ایک تردد بھی چند روز سے پیدا ہوگیا ہی کہ ہمنے بہت مدت تک اپنی دوربین سے غور
کیا تو ضرور معلوم ہوا کہ ہمارا وہ خیال تو ٹھیک نہین ہی کہ حضرت آفتاب صدر نشین قطب ہین کیونکہ ہم ضرور کہہ سکتے ہین کہ آفتاب
صاحب بھی ایک طرف چہل قدمی کرتے ہوے نظر آتے ہین اور دوربین ہی پر ہمارا سارا دارمدار ہی اب ہمارا گروہ لاچار ہی اسلیے ہم مین سے
کچھ لوگون نے کہا کہ او یہ نیچر کا بکھیڑا ہی ہم کو اپنی نئی تہذیب کے موافق عیش کرنے دو اور ہم اتنا جان گئے کہ یہ نیچری عالم ہے
اسی طرح چلا آتا ہی اور اسی طرح چلا جائیگا بس فیصلہ ٹھیک ہوا لیکن ہمارے مخالف فرقے والے طعنہ دیتے ہین کہ اتنی دفعہ اٹکل کے
معتقد ہوے مگر کوئی بھی ابتک ٹھیک نہ اُتری تو یہ کہان سے معلوم ہوا کہ اب یہ فیصلہ ٹھیک ہی اور فیصلہ کیا بلکہ یہ معنے ہوے

ڈھانپتی ہی اور اس صورت مین قدرت کی عجیب صنعت ظاہر ہی اور یہان دوسری باریک صنعت بھی ہی جسپر اطبا وغیرہ نے اپنا مدار رکھا
کہ نورانیت روح سے دن کا سونا مضر ہی کیونکہ وہ باطن کی طرف جانے مین اور ظاہر کی طرف مائل ہونے مین متحیر ہوتی ہی بخلاف رات کہ تاریکی
مین باطن کیطرف جاتی ہی کہ خواب سے تازگی جسمانی زینت حاصل ہوتی ہی جو عارضی لباس سے بڑھکر زینت ہی بلکہ زینت ظاہری کے واسطے اصل ہی کیونکہ لباس ظاہری
راحت اسوقت ہی کہ مریض رات کی راحت سے فائدہ پاوے جس سے صحت ہو ورنہ مریض کو خالی ظاہری لباس سے آرام نہین ملتا ہی پس اس قدرت عظیمہ کے سامنے
انسان کے واسطے جلیل نعمت ہی کہ دن و رات کا جوڑ پہچانے قسم ششم قولہ تعالے ۔ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۔ اور کیا نہین بنا دیا ہم نے
دن کو معاش ف یعنے دن کو ایسی مناسب روشنی بخشی کہ لوگ اپنی آمد و رفت اور صنعت و حرفت کے ذریعہ سے معاش حاصل
کرنے کی قوت پاتے ہین (ابن کثیر، رازی رح) نے لکھا کہ معاش اگر مصدر میمی ہی تو مراد یہان وقت معاش ہی اور اگر ظرف ہی تو معنے ظاہر ہین
کہ اللہ تعالے نے دن کو اکتساب و تجارت وغیرہ کے لیے ظرف کر دیا ہی (کبیر، خطیب رح) وغیرہ نے معاش کو حیات سے تفسیر کیا یعنے
اللہ تعالے نے دن کو تمھارے واسطے حیات بنا دیا ہی کہ تم اسوقت اپنی نیند سے اُٹھتے ہو (سراج) اس تفسیر کے موافق (وقت حیات
لکھنا اچھا ہی جیسے شیخ ابو السعود رح نے لکھا ہی کیونکہ معنے یہی ہین کہ اللہ تعالے نے دن کو حیات کا وقت بنا دیا ۔ واضح ہو کہ یہ تفسیر
زیادہ مناسب اُسوقت ہی کہ (سباتًا) کو خواب سے تفسیر کرین اور خواب گویا موت کی نظیر ہے اگرچہ اسمین موت کی سی انتہا کرب مین سے
کچھ بھی نہین ہوتا بلکہ راحت حاصل ہوتی ہی لیکن اس بات مین مشابہت ضرور ہی کہ آدمی کی صورت بحس و حرکت ہونے مین مردہ کی طرح
ہو جاتی ہی لہذا فرمایا وھو الذی یتوفاکم باللیل الخ اللہ تعالے ہی تم کو رات مین وفات دیتا ہی ۔ حہ ۔ اس بیان کے موافق دونون آیتون مین
موت و حیات کا ذکر ہی یعنے اللہ تعالے نے لیل کو سبات بمنزلہ موت بنا دیا اور اُسکے بعد دن کو حیات کا وقت بنا دیا مترجم کہتا ہی کہ اس سے
بہتر وہ تفسیر ہے جو مذکور ہو چکی یعنے اللہ تعالے نے رات کو قطع تعب و راحت کا وقت بنا دیا اور دن کو کسب معیشت اور تعب کا وقت
بنا دیا فافہم قسم ہفتم قولہ تعالے وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۔ اور ہم نے تعمیر کیے تمھارے اوپر سات شداد ف
یعنے شدید محکم سات آسمان تمھارے اوپر چھت بنا دیے جو اپنی وسعت و بلندی و مضبوطی و خوبی و خوبصورتی مین بے نظیر ہین (ابن کثیر رح)
انسان کی عقل اس بلند چھت تک رسائی نہین کرتی تو بھلا اُس سے پار ہونے کا کیا ذکر ہی اور عقلا نے کمال کوشش سے بذریعہ رصد
اور دوربین کے جا بجا سے اُسکے چمکدار ستارے دیکھے بعضے متحرک ہین اور بعضے ثابت ہین اور انکی حالت اور وضع دیکھکر انھون نے
قیاس دوڑایا کہ شاید ایسا ہو اور ایسا ہو لیکن یہ یقینی بات نہین ہو سکتی ہی اور کیونکر کوئی نادان یہ دعوی کریگا کیونکہ دو فریق ایک دوسرے
کی ضد و مخالف دعوے کرتے ہین اور یہ بات سبکو بدیہی معلوم ہی کہ ضدّین مین جب تناقض ہو تو ایک ہی بات ہو سکتی ہی اور یہان غور
کرو کہ جب سے دنیا مین عقلا کی باتین نقل کی جاتی ہین تب سے صدہا برس سے ہر صدی مین ہزارون حکما و عقلا یہ کہتے چلے آئے
کہ آسمان ہمارے اوپر چھت محفوظ موجود ہے اور اس زمانہ مین نئے فلسفی پیدا ہوے جو یہ دعوی کرتے ہین کہ آسمان کا وجود ہی نہین
ہی تو یہ بات ہم کو اول ہی مرتبہ معلوم ہو گئی کہ ان دونون مین سے ایک کا قول ضرور غلط ہی اسلیے کہ دونون باتین جمع نہین ہو سکتی ہین
اب ہم آیندہ یہ غور کرین کہ دونون مین سے کس فریق کا قول غلط ہی تو یہ ہر ایک کے دلائل پر منحصر ہے ۔ جو لوگ آسمان سے انکار کرکے
ہین اُنکی طرف سے دلیل کی ضرورت ہوتی اسلیے کہ جو شخص کسی بات کو ثابت کہے وہ دلیل لاوے اور جو کہے کہ میرے نزدیک زید ابھی
تک پیدا نہین ہوا اُس سے یہ نہین کہتے کہ کیا دلیل ہی ۔ یون ہی یہان بھی جو فرقہ کہتا ہی کہ ہمارے نزدیک آسمان نہین ہے

اسیواسطے جہاز چلانے والے بہت احتیاط سے ان ہزارون پہاڑون کے درمیان سے گذرتے ہین کہ ایسا نہو جہاز ٹکراکر غارت ہوجاوے اور ان پہاڑون مین معدنیات کی پیدایش کا عجیب طریقہ جاری ہو اوران مین جو آتشی مادہ ہوتا ہو اُسکو پانی سے کچھ ضرر نہین ہوتا جیسے جسم انسانی مین خود یہ نمونہ موجود ہو قسم سوم قولہ تعالے وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا۔ اورکیا نہین ہم نے تمکو جوڑے پیدا کئے ف اگر جوڑے سے یہ مراد ہو کہ نر و مادہ بنائے ہین پھر عجیب صنعت کے ساتھ ان نر و مادہ کے جوڑ سے نسل انسانی پیدا کی۔ تو ہمین اسرار قدرت و حکمت ایسے عظیم ظاہر ہین کہ عاقل متحیر ہوتا ہو اور جن احمقون نے مکان و قلمدان وغیرہ چھوٹی موٹی چیزون مین اپنی صنعت سمجھی وہ بھی انسانی پیدایش مین اپنی قدرت کا دخل نہین پاتے ہین یہ لوگ اس وجہ سے احمق ہین کہ اگر خالق جل شانہ کو پہچانتے تو اُونکو معلوم ہوتا کہ اصل مین پیدا کرنے والا اللہ تعالے ہی ہے اور اسکے پیدا کرنے مین عجائبات صنعت ہین مثلاً بعض چیزون کو اسطرح ظاہر کردیا کہ ایک مخلوق سے دوسری مخلوق نہین نکالی اور بعض چیزون کو مخلوق سے پیدا کیا گویا مخلوق کو اوزار بناکر اُس سے یہ چیز نکالی تاکہ عاقل و احمق مین سے ہر ایک کا طریقہ پیدا ہو احمق نے دوسری صورت مین یہ خیال کیا کہ مین خود اس چیز کا بنانے والا ہون اور عاقل نے حق بات پہچان لی کہ اللہ تعالے نے پیدا فرمائی ہو اسی وجہ سے بعض مفسرین نے کہا کہ یہ آیت دوسرے معنی بھی افادہ فرماتی ہے یعنے جوڑے سے یہ مراد کہ عاقل کے ساتھ بے عقل بنائے اور ایماندار کے ساتھ کافر بنائے اور خوبصورت و بدصورت اور لمبا ٹھگنا وغیرہ جوڑ جوڑ بنائے ہین اور اسی مین سے امتحان بھی ہو رازی رح نے کہا کہ اللہ تعالے کی کمال قدرت اور حکمت پر یہ دلیل واضح ہو اسی سے امتحان و آزمایش ہو تاکہ جسکو مثلاً توانگری ہو وہ شکر کرے اور جسکو فقیری ہو وہ صبر کرے اور توانگر اگر بدصورت ہو تو وہ بدصورتی پر صبر کرے اور فقیر اگر خوبصورت ہو تو شکر کرے اسیطرح ہر چیز کی آزمایش اُسکے مقابلے کے ساتھ ہوتی ہو مثلاً آدمی جوانی کی قدر بڑھاپے مین پہچانتا ہو اور پریشانی مین فراغت کی نعمت جانتا ہے اور اسی حالت مین ایمان و کفر کا امتیاز حاصل ہوتا ہو قسم چہارم قولہ تعالے وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا۔ اورکیا نہین ہم نے تمھاری نیند کو راحت بنادیا ف یہ ابن قتیبہ رح کا قول ہے اور یہ حاصل مطلب ہو اور سبات لغت مین بمعنے قطع ہو ابن کثیر رح نے لکھا کہ معنے تمھاری نیند کو حرکات کا قطع کرنے والا بنادیا جس سے تمکو راحت حاصل ہوئی اسلیے کہ دن بھر اپنی معاش دنیا و سامان آخرت کے واسطے جنبش سے تعب ہوا تھا وہ نیند سے قطع ہوکر سکون و راحت سے بدل گیا۔ ھ۔ اور اللہ تعالے نے حرکت و سکون اور تعب و راحت کے جوڑ بنادیے ہین اور یہ بھی محتمل ہو کہ معنے یہ ہون کہ ہم نے تمھاری نیند کو منقطع بنادیا یعنے دائمی چیز نہین رکھی اسلیے کہ بقدر ضرورت سونا تو تندرستی کے لیے عمدہ چیز ہو اور بے انتظام سونا بیماری ہو مثلاً تھوڑی دیر مین چونک پڑنا یا بعید سونا تو اس سے تندرستی و بیماری کا جوڑ پیدا کر نعمت کی قدر ہوتی ہو اور یہ بھی معنے ہوسکتے ہین جو مبرد رح نے بیان کیے کہ ہم نے تمھاری نیند کو قطع بنادیا یعنے خفیف ہو کہ آسانی سے اُوسکو قطع کر سکتے ہو بخلاف بیہوشی یا جنون وغیرہ کے کہ وہ سخت مرض ہو امام رازی رح نے کہا کہ سبات کے معنے لغت مین نیند کے بھی آئے ہین اور بعض ملحدون نے دھوکا دینے کے لیے یہ معنے لیے اور کہا کہ اس صورت مین معنے یہ ہوے کہ ہم نے تمھاری نیند کو نیند بنادیا۔ رازی رح نے اس ملحد پر جہالت کی تشنیع کی مترجم کہتا ہو کہ اس کمبخت کا ملحد ہونا ہی اُسکے حق مین بدتر بیماری ہو کہ وہ غفلت کی نیند سو گیا ہو قسم پنجم قولہ تعالے وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا۔ اورکیا نہین ہم نے رات کو لباس بنادیا ف یہ استعارہ بلیغ ہو کیونکہ لباس وہ چیز ہے جس سے انسان اپنے بدن کو ڈھانپتا ہو اور اُسکے پردہ مین معیوب چیز ظاہر نہین کرتا اسیطرح رات اپنی حالت تاریکی وغیرہ سے انسان کو

زمین گول ہی جیسا کہ جمہور کا خیال ہی پس ہم کہتے ہین کہ اچھا وہ گول کرہ ہی آب دیکھو کہ تمھارے نزدیک اس کرۂ زمین سے تقریباً پانچوان حصہ خشکی ہی اور باقی سب پانی ہی اور بہت سے قطعات خشکی کے ایسے ہین کہ اونکے چارون طرف اور تحت مین شور پانی بھرا ہوا ہے اور اس جزیرہ کے اندر بھی شیرین پانی کے چشمے ہین بلکہ جہان سے کھودو وہان کنوان وچشمہ نکلتا ہی اور جابجا جھیلین بھری ہوئی ہین اور دریا جاری ہین پس اندر سے خوب تر ہے اور باہر سے تو سمندر ہی ولیکن عجیب قدرت ہی کہ باوجود اسکے خشکی کا ڈھیلا گل نہین جاتا ہی حالانکہ اس سے کم مقدار مین جو ڈھیلا بھگویا جاوے اگرچہ اندر سے خشک ہو وہ گل جاتا ہی **دوم** یہ کہ باہر کے شور پانی کی اس قدر کثرت کے باوجود اندر شیرین پانی موجود ہی اور پانی خود سیلان کرنے والی چیز ہی اور مرکز ثقل کے اتصال سے اوسکو کچھ ضرر نہین ہوتا ہی **سوم** جو پانی زمین کے چارون طرف ہی وہ ٹپک نہین جاتا ہی۔ مشرکون نے کہا کہ اسلیے نہین ٹپکتا کہ زمین بہت زور سے چکر کھاتی ہے تو وہ پانی اسطرح چکراتا ہی جیسے کٹورے کا پانی تیزی کے ساتھ پھرانے سے کٹورے کے اندر ہی رہ جاتا ہی مترجم کہتا ہے کہ یہ قیاس محض واہی ہی اسلیے کہ دونون باتین اس قیاس مین غلط ہین اول یہ کہ کٹورے مین جو پانی ہی وہ کٹورے کے محیط ہونے سے چھلکنے نہین پاتا ہے اور زمین کے گرد کوئی غلاف مثل کٹورے کے نہین ہی دوسری بات یہ کہ کٹورے کی طرح تیزی سے زمین کا چکرانا بالکل غلط ہی اسلیے کہ اگر تمھارے نزدیک زمین چکر کھاتی ہی تو بھی ہم کہتے ہین کہ وہ مغرب ومشرق کے چکر کو-۲۴-گھنٹہ مین صرف ایکبار پورا کرتی ہی تو جس گولے کا محیط تمھارے نزدیک-۲۵-ہزار میل ہی اگر اسنے ۲۴ گھنٹہ مین فقط ایکبار چکر کھایا تو بہت ہی کم ہے اور اس سے زیادہ جلدی تم خود نہین کہہ سکتے ہو کیونکہ ۲۴ گھنٹہ مین صرف ایک ہی رات دن ہوتا ہی زیادہ نہین ہوتا ہی اور اگر تمھاری یہ مراد ہی کہ وہ شمال وجنوب کے چکر مین بہت فاصلہ طے کرتی ہی حتی کہ تم مدعی ہو کہ وہ ایک منٹ مین ۶۸ ہزار میل طی کرتی ہی تو یہ چکر بہت تیزی سے ہوا۔ اسکے جواب مین ہم کو صرف یہ کہنا کافی ہی کہ مشرق ومغرب کی گردش کے ساتھ شمال وجنوب کا چکر محال ہی اسلیے کہ دونون حرکتین متضاد ہین جبکہ ایک ہی قسم کی ہون تو جمع ہونا محال ہی اور بیان تم ہی ثابت کرتے ہو کہ مشرق ومغرب مین چکر کھاتی ہی اور شمال و جنوب مین بھی چکر کھاتی ہی اور یہ دونون جمع نہین ہو سکتے ہین اور یہ بدیہی بات ہی علاوہ اسکے ہر روز ہمارے یہان سے ملکون کی سمت بدل جانا لازم ہوگا اور یہ باطل ہی اسیواسطے مجھے نہین معلوم ہوا کہ جو لوگ زمین کو چکراتے ہین اونمین سے کسی نے شمال وجنوب سے چکرایا ہو بلکہ سیدھا گھسیٹا ہی اور یہ اگرچہ مقدمۂ تفسیر مین باطل ہو چکا ہی یہان کچھ مفید نہین ہی پس ظاہر ہوا کہ قیاس مذکور باطل ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت مین سے ہی جسنے اس زمین کو پیدا کیا اور اسکا وجود ہی عجیب چیز ہے مشرکون نے کہا کہ یہ سب ہمارے نیچر کی نیرنگیان ہین مین کہتا ہون کہ نیچر ایک لفظ ہے اسکے کیا معنے ہین اگر یہ مطلب ہی کہ خالق عزوجل کی قدرت کا نام نیچر ہے تو ٹھیک ہی اور یہ معلوم ہوا کہ خداے تعالیٰ کی صنعت ہی اور اگر اس لفظ سے سوائے اسکے کچھ معنے مراد ہین تو بیعقلی ہی بعض عقلاے سچ کہا کہ اس زمانے مین جو لوگ نیچر کے قائل ہین وہ خود نہین جانتے کہ ہم نیچر کے کیا معنے لیتے ہین اللہ تعالیٰ ایسی جہالت وحماقت سے ہمکو بناہ مین رکھے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی شان حکمت کے عجائبات مین سے ہی کہ اس فرقے نے مہمل لفظ نیچر پر یقین کیا جس کو خود نہین سمجھتا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین لانے سے تکبر کیا جسکو سب سمجھتے ہین بالجملہ زمین کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب سلسلہ قائم فرمایا ہی کہ اوس سے زمین کا ڈھیلا گل کر پھیل نہین جاتا اسیواسطے قدرت دوم مین یہ ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑون کو زمین کے واسطے میخین بنا دیا ہی یہ پہاڑون کا سلسلہ عجیب صنعت کے ساتھ ہے کہ کھاری سمندرون مین بھی موجود ہی

بقولہ تعالےٰ۔ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا۔ کیا ہم نے نہین بنا دیا ہی زمین کو بالنا ف جیسے بچہ کا پالنا اُسکے
آرام کے لیے ہوتا ہی اسیطرح اللہ تعالےٰ نے مخلوقات کے لیے زمین کو پالنا بنا دیا ہی اس سے کسی کو انکار کی مجال نہین ہے وَّالْجِبَالَ
اَوْتَادًا۔ اور پہاڑون کو میخین ف یعنے کیا پہاڑون کو میخین نہین کر دیا۔ پس زمین کی خشکی ان میخون سے مضبوط
ہوکر پانی مین نہین گلتی ہی اور پہاڑون سے ہزارون طرح کے فوائد دیگر حاصل ہین اور سورۂ والنازعات مین بعض روایات
اسکے متعلق آوینگی تنبیہ آیت مین ایک اشارہ نکلتا ہی کہ زمین کی نرمی کو پھیل جانے سے محفوظ کر دیا گیا تاکہ جنبش نہو تو زمین ساکن
ہی اور مہد کے لیے یہ موزون ہی برخلاف اسکے اس زمانے مین جن لوگون نے خیال کیا کہ زمین چکراتی اور ایک منٹ مین اٹھ ہزار میل
حرکت کرتی ہی تو یہ اوہام ہین جنکو مین نے مقدمہ مین باطل کر دیا اور تعجب یہ کہ ان اوہام کے ماننے والے بدیہی دلائل یقینی کو چھوڑ کر اپنے
وہمی قیاسات ایسے لاتے ہین جن سے کچھ بھی مدعا ثبوت نہین ہوتا لیکن انکا مقصود یہ ہی کہ پیغمبری دین سے لوگون کو آزاد کیا جاوے
اور اللہ تعالےٰ ہمکو پناہ مین رکھے امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ زمین کو مہاد بنا دیا یعنے خلائق کے لیے ہر طرح اُنکے قدمون کے نیچے ہی اور
ٹھہری ہوئی ثابت ساکن ہی۔ ھ۔ امام رازیؒ نے لکھا کہ یہ بات جاننا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ نے کافرون کا اعتقاد بیان کیا کہ دوبارہ
پیدا کیے جانے اور حشر و قیامت قائم ہونے سے انکار کرتے ہین حتی کہ بعضے محال جانتے ہین اور محال ہونا صرف اسی صورت مین
ہو سکتا ہی کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت مین یہ بات ممکن نہ ہو تو گویا ان لوگون کا اعتقاد یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ مین یہ قدرت نہین ہی کہ جو مخلوقات
مر کر فوت ہوے ہین اُنکو دوبارہ پیدا کر سکے پھر اللہ تعالےٰ نے اسکے واسطے دلیل بیان کرنے سے پہلے چند باتون کا ذکر مقدم فرمایا
اور ان باتون کا حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ کو سب ایسی باتون پر قدرت حاصل ہی جو عقل مین محال نہون اور اللہ تعالےٰ کو سب معلومات کا علم
حاصل ہی اور اس بیان کا فائدہ یہ ہی کہ جب یہ دونون باتین ظاہر ہو جاوین تو خود یہ بات ثابت ہو گئی کہ دوبارہ پیدا کرنا اور حشر و قیامت
صحیح ہے یعنے اسلیے کہ جو مخلوق مر کر فوت ہوئی وہ مثلاً جسم و روح سے مرکب تھی اور جسم کے سب ذرات علم الٰہی مین معلوم ہین اور زمین مین
موجود ہین اور انکو جمع کر دینا قدرت مین ممکن ہی عقل کے نزدیک اگر وہ جمع کیے جاوین تو کوئی محال لازم نہین آتا ہی تو اس ممکن چیز پر اللہ تعالےٰ
کی قدرت ہی پس ثابت ہوا کہ بعث قیامت ممکن مقدور ہی اور اگر فلاسفہ کا خیال مانا جاوے کہ جسم ایک متصل چیز ہی تو بھی اسکے اجزاے پاشیدہ
سب علم الٰہی مین معلوم ہین تو بھی بعث حشر مقدور ہوا اب رہا ان دونون باتون کا بیان تو اسکے واسطے اللہ تعالےٰ نے اپنی مخلوقات مین
سے چند اقسام بیان فرمائے جو نہایت حکمت و درستی پر واقع ہین اور مخلوق کی عقل وہان کام نہین کرتی ہی پس یہ چیزین نئی پیدا ہوئی ہین
تو ضرور انکا پیدا کرنے والا موجود ہے اور جبکہ یہ چیزین خود اپنے وجود مین محتاج ہین تو کسی مین یہ قدرت نہین ہی کہ وجود دوسری
چیز کو دے سکے بلکہ یہ بات خود آنکھون کے سامنے ظاہر ہے تو ضرور ہوا کہ خالق عزوجل ہی نے ہر ایک کو پیدا کیا ہی اور جب انکی حکمت
دیکھی جاوے تو صاف ظاہر ہے کہ علم حکمت کے ساتھ ان چیزون کو پیدا کیا گیا ہی پس قدرت علم و حکمت دونون باتین ثبوت ہو گئین پھر
ان چیزون مین سے چند اقسام بیان فرمائے ہین اور سب اجسام ایک ہی صفت پر ہین تو اللہ تعالےٰ قادر ہی کہ دنیا کو مع آسمانون و زمین
کے برباد کر دے اور دوسرے آسمان و زمین پیدا کرے۔ یہ اس استدلال کا خلاصہ ہی اور عجائب خلقت کے انواع مین سے اول زمین
کو بیان فرمایا جسپر ہر وقت بستر ہے اور انسانی جسم مین بھی اسکا جزو ہی تو انسان جب غور سے دیکھے اُسکو معلوم ہوگا کہ یہ زمین
عجیب قدرت سے پیدا کی گئی ہی مترجم کہتا ہی کہ اس مقام پر صرف زمین کے عجائب کا بیان منظور ہو تو ہم اسی کو بیان لیتے ہین کہ یہ

لیے زمانہ مقرر کیا ہی جسنے کہ آخری حد مقرر ہی تو جب آخر تک سب مخلوق عالم وجود مین آجاویگی تو اُسکے بعد ایک دن مقرر فرمایا
ہی وہ قیامت ہی کہ سب کو موت دیکر اُس دن دوبارہ پیدا کریگا اور ایک میدان مستوی مین جو یہ زمین بدلکر ظاہر ہوگا یہ سب
مخلوقات اول سے آخر تک اُسمین جمع فرماویگا اور اُنسے اُنکے اعمال کا محاسبہ لیکر ہر ایک کو اُسکے اعمال کے موافق بدلا دیگا اور وہ دہی مقام
ہین جنت ہی یا دوزخ ہی جیسے دنیا مین تمام مخلوقات کے دوہی حال ہین یا تو وہ مومن ہی یا نہین ہی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے انکو مومنون کے اعتقاد و اعمال بتلائے جو عین عقل و سراسر صدق ہین اور اُنکے برخلاف کافرون و مشرکون کے حالات
ہین اور یہ سب آپ نے وحی قرآن سے اُن لوگون کو سنا دیا۔ اہل مکہ و طائف وغیرہ یہ سنکر ابتدا مین اسلام لائے اور سبنے خیال کیا کہ
یہ شخص محمد (صلعم) صادق امین اور نہایت خوب ہین اور جو امور بیان فرماتے ہین سب ٹھیک ہین تو سب کے سب اسلام لائے چنانچہ
طحاوی رح نے اسکو مسند کیا ہی کہ ابتدا مین جب سب اہل مکہ اسلام لائے تو یہ کیفیت تھی کہ مسجد الحرام مین جب آپ سجدہ کرتے تو لوگون کو
ہجوم کی وجہ سے سجدہ کرنے کی جگہ نہین ملتی تھی اس زمانہ مین قریش کے بڑھے مانند ولید بن المغیرہ اور ابو جہل وغیرہ کے مکے مین نہ تھے
بعضے طائف مین اپنے باغات و اراضی مین تھے اور بعضے تجارت کو گئے تھے جب وہ لوگ آئے اور یہ حال دیکھا تو اپنی قوم قریش کو
بہکانے لگے حتی کہ سب مرتد ہوگئے (م) یعنے تکبر سے کہا کہ یہ شخص کہان سے پیغمبر ہو سکتا ہی اگر خدا پیغمبر بھیجتا تو ہم ہوتے یا طائف کے
سرداروں مین سے کوئی ہوتا۔ دیکھو خدا کا انعام ہمپر اس قدر زائد ہی کہ ہمارے واسطے اموال و اولاد دیے ہین اور اس شخص کے پاس
نہین ہی تو ضرور ہم ہی لوگ اللہ تعالے کے نزدیک معزز ہین اور اگر ہم نے مانا کہ آخرت کوئی چیز ہی اور جنت کہین ہی تو وہان بھی ہم ہی
معزز ہونگے اور حقیقت مین تو یہ سب دہوکا ہی بھلا کہین بوسیدہ ہڈیان بھی زندہ ہو سکتی ہین اور کبھی آج تک یہ سانحہ سنا گیا ہے
اور بعضے کافر سرکش نے سڑی ہڈی لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمد تم یہ زعم کرتے ہو کہ اسکو خدا زندہ کریگا آپ نے
فرمایا کہ ہان یہ سچ ہی اُسنے اُسکو مل ڈالا اور ہوا مین اڑا دیا اور کہا کہ کون اسکے ذرہ جمع کر سکتا ہی آپ نے بہت سمجھایا اُس نے
کہا کہ اگر میرے سامنے یہ جی اُٹھے تو بھی ہرگز مجھے یقین نہ آویگا۔ پھر ان کافرون نے عوام قریش سے کہا کہ اگر بت پرستی سے
جہنم مین جاوین تو بھلا ہمارے بزرگ لوگ کہان جاوینگے اور انکا کیا انجام ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم الٰہی سبحانہ تعالے
سنا دیا کہ شرک نہین بخشا جاویگا۔ کافرون نے اس مکر مین سب کو مرتد کر لیا سوائے اُن خاص بندون کے جو اللہ تعا کی
طرف سے کرامت پائے ہوئے تھے اور روز بروز مشرکین کی عداوت بڑھتی گئی لیکن دلائل توحید سنکر و معجزات رسالت دیکھکر متحیر
ہوتے تھے اور باہمی مجمع مین کہتے کہ محمد (صلعم) یہ کیا باتین بیان کرتے ہین اور مومنین سے ٹھٹھول کرتے کہ کہو تمہارے وقت
موعود کی کیا خبر ہی **اقول** یہی مضمون **امام واحدی** رح نے مفسرین سے نقل کیا ہی **فراء** رح نے کہا کہ تساءل باہم ایک دوسرے
سے پوچھنے کا نام ہی پھر مطلقاً ایک معاملے مین باتین کرنے کو بھی تساءل کہنے لگے جیسے یہان ہی **خطیب** رح نے لکھا کہ بعض
مفسرین کے نزدیک یتساءلون کی ضمیر سب لوگون کے واسطے خواہ کافر ہون یا مسلمان ہون یعنے سب قسم کے لوگ پوچھتے تھے
لیکن مسلمانون کا پوچھنا یقین کے لیے تھا یعنے پوچھتے کہ قیامت مین کیا ہوگا اور جب ہولناک حالات سنتے تو دنیا سے سرد ہوکر
آخرت کے لیے سامان مین کوشش کرتے اور کفار مشرکین بطریق انکار کے پوچھتے تھے اللہ تعالے نے اسکا ہول ظاہر کرنیکے
لیے فرمایا کہ عم یتساءلون یہ لوگ کس چیز کو پوچھتے ہین۔ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ

یعنے انکو ہستی عطا فرمائی کیونکہ اگر کفار وغیرہ جو دنیاوی لذات مین مستغرق ہین عدم سے وجود مین نہ آئے ہوتے تو یہ ان سب لذات سے محروم ہوتے باوجود اسکے اب اپنے خالق مالک جل شانہ کے نام مین شرک لگاتے ہین اور بجاے شکر کے کفر کرتے ہین **اَلرَّحِيْمِ** وہ نہایت رحمت والا ہے ف دنیا مین کافرون کو بھی دنیاوی چیزون سے متمتع دیا لیکن خالص رحمت کو فقط اپنے اولیاے مومنین کے لیے جنت مین خاص کیا ولله الحمد والمنة وعلى رسوله الصلوة والتحية۔ پھر اللہ تعالےٰ نے کافرون کی شرارت ذکر فرمائی اور انکو راہ راست کی طرف توجہ دلائی بقوله تعالےٰ **عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ** ۔ اے عما یتساءل ہولاء۔ کس چیز سے یہ لوگ باہم سوال کرتے ہین ف (عما) سے الف حذف کر دیا تو اسلیے کہ (ما) استفہامیہ مین جو یہان ہے اور دوسرے قسم کے (ما) مین فرق ہو جاوے کیونکہ حذف فقط استفہامیہ مین ہوتا ہے جیسے (عن ما) (عم) رہا اور (علی ما) (علام) رہا اور (لما) (لم) رہا اور یا حذف اسلیے کہ حرف استفہام کا استعمال ہر وقت بہت ہوتا رہتا ہے تو تخفیف کر دی (م و ابو السعود رح) وحاصل یہ کہ (عن ای شئی یتساءلون) کیا چیز ہے جس سے یہ لوگ باہم پوچھ کچھ کرتے ہین جیسے کہتے ہین (زید ما زید) زید کیا ہے زید۔ تاکہ اس چیز کی بزرگی ظاہر ہو گویا یہ ایسی چیز ہے کہ اسکی نظیر موجود نہین ہے اور جیسے قوله تعالےٰ (القارعة ما القارعة) قارعہ کیا چیز ہے یہ قارعہ۔ پس اس بے نظیر چیز کو دریافت کرنا منظور ہے یہ تو اصل لغت مین تھا پھر جان بوجھکر اسطرح کہتے ہین تاکہ مخاطب کو ہوش ہو اور نہایت توجہ سے اسکی طرف نظر کرے اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے جو عالم الغیب ہے یہان فرمایا کہ عم یتساءلون۔ اور امام ترمذی رح کی قرارت مین باختلاف روایت یون آیا کہ عمہ یتساءلون عن النبأ العظیم۔ پس (عمہ) پر وقف کیا یعنے پوچھتے کیا ہین۔ پھر آگے جواب ہے اگر کہو کہ یہ پوچھنے والے کون لوگ ہین (جواب) یہ کہ جمیع منکرین ہین کیونکہ قیامت تک منکرون و کافرون کا یہی شیوہ ہے کہ باہم اسکا تذکرہ کرتے ہین کہ مسلمانون کا یہ خیال دربارہ قیامت کے کیا خیال ہے کیا یہ کوئی چیز ہے۔ ان کافرون مین اول گروہ اہل مکہ وطائف تھے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بت پرستون اور وہمیون کو ہوش دلایا کہ تم لوگ کیسی گمراہی مین پڑے ہو کہ چھانٹ چھانٹ کے لاکر پتھر رکھتے ہو اور انکے آگے سر ٹیک کے اور ہاتھ جوڑ کے اپنی مرادین مانگتے ہو حالانکہ وہ پتھر ہین خود تمھارے محتاج ہین اور اگر تم توڑ ڈالو تو چور ہو جاوین اور یہ تو ظاہر مین پتھر ہین انکے سواے وہ لوگ جنکی روح تم انمین سمائی ہوئی سمجھتے ہو یعنے وہ لوگ جو پہلے زمانے مین مر چکے ہین تو وہ بھی اگر زندہ ہو کر آجاوین تو خداے تعالےٰ کی مخلوق ہین ان مین یہ طاقت نہین ہے کہ تمھاری حاجت پوری کر سکین بلکہ وہ اپنی جان سے موت و حیات کے مالک نہین تھے تو باقی چیزین تو آدمی کو حیات کے بعد ملتی ہین اسیطرح خداے تعالےٰ کے نیک بندے مانند پیغمبرون و ملائکہ کے بھی خود مختار نہین ہین کیونکہ خالق و مخلوق مین یہ معاملہ ہے کہ خالق جل شانہ نے مخلوق کو پیدا کیا ایک ایک ذرہ اسکا ملا دیا اور اپنے قبضۂ قدرت مین اسکو زندہ کیا ہے اگر ایک دم بھی وہ چھوڑ دے تو یہ معدوم ہو جاوے اور اسکو برتن و کمہار کیطرح قیاس نہ کرو یہ قیاس بالکل غلط ہے۔ برتن و کمہار دونون مٹی کے پتلے ہین فرق یہ ہے کہ کمہار مین اللہ تعالےٰ نے جان دی ہے اور برتن مین جان نہین دی حتے کہ اگر کمہار نے جو شیر کی مورت بنائی ہے اسمین جان آجاوے تو وہ کمہار کو پھاڑ کھاوے برخلاف اسکے اللہ تعالےٰ کے قبضے مین یہ سب چیزین مقہور ہین تو بغیر اسکے حکم کے ایک ذرہ مین خود مختاری نہین ہے ولیکن دنیا مین اللہ تعالےٰ نے کسی مخلوق پر یہ جبر نہین کیا کہ وہ جنت ہی کے کام کرے یا دوزخ ہی کے کام کرے بلکہ جو چاہے اسکے موافق اللہ تعالےٰ پیدا کر دیتا ہے تو الوہیت فقط اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہے اور اسنے سب مخلوقات کو عدم سے وجود مین لا کے

سورة النبأ مكية و هي اربعون اٰية

یعنے خبر ہے چونکہ اسمین نبأ عظیم یعنے قیامت خبر ہے اسکا نام سورۃ النبأ ہی اور تفسیر سراج وخازن وغیرہ مین نام سورہ
یتساءلون مذکور ہے اور اسکو سورۃ التساؤل بھی کہتے ہین اور اسکی آیات چالیس ہین یا اکتالیس ہین اور ایک سو تہتر
ات ہین اور سات سو ستر حروف ہین (السراج) اور ابن عباس وابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ سورہ مکے مین
ل ہوا ہے قرطبی وغیرہ نے کہا کہ بالاتفاق سب کے نزدیک یہ سورہ مکیہ ہے اور اس سورہ مین اللہ تعالےٰ نے قیامت کے منکرون پر
ت کی کہ انکو جہالت سے درحقیقت قدرت آلٰہیہ سے انکار ہے پھر اُنپر اپنی آیات قدرت بدیہی ظاہر فرمائین کہ انکو پیدا فرمایا اور اُنکو
ت مستاثر دے دنیا مین موت تک زندہ رکھا پھر انکو موت دی پس وہی انکو قیامت مین زندہ فرما دیگا تو وہان حساب کے واسطے اہل کفر
ر ہینگے سوا اسکے کہ جہنم اُنکے لیے موعود ہے پھر وہان کے عذاب کا اشارہ کیا نعوذ باللہ منہ پھر متقین کے ثواب کا اشارہ کیا وللہ الحمد والمنۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ کے نام سے وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۚ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۙ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ
کیا بات پوچھتے ہین لوگ آپس مین ۔ وہ بڑی خبر ۔ جس مین وہ

مُخْتَلِفُوْنَ ۙ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۙ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ وَّالْجِبَالَ
کئی طرف ہو رہے ہین ۔ یون نہین آپ جان لینگے ۔ پھر بھی یون نہین آپ جان لینگے ۔ کیا ہمنے نہین بنائی زمین بچھونا ۔ اور پہاڑ

اَوْتَادًا ۙ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۙ
میخین ۔ اور تمکو بنایا جوڑے جوڑے ۔ اور بنائی نیند تمہاری دفع ماندگی ۔ اور بنائی رات اوڑھنا ۔ اور

وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۠ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۙ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۠
بنایا دن روزگار کو ۔ اور چنی تمسے اوپر سات چنائی مضبوط ۔ اور بنایا ایک چراغ چمکتا

وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۙ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۙ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝
اور اُتارا نچڑتی بدلیون سے پانی کا ریلا ۔ کہ نکالین اُس سے اناج اور سبزہ ۔ اور باغ پتون مین لپٹ رہے

خطیب رح نے اس سورۃ کے مناسب بسم اللہ کی تفسیر مین لکھا کہ بِسْمِ اللّٰهِ۔ شروع ہے اللہ تعالےٰ کے نام سے ف وہی
تمام ملک کا مالک وخالق ہے الرَّحْمٰنِ ۔ نہایت مہربان ف جسنے اپنی مہربانی سے تمام چیزون کو عدم سے وجود مین ظاہر کیا

احسن التفاسیر

اعلان حق تالیف وتصنیف اس کتاب برکت انتساب کا بحق نولکشور پریس محفوظ ومحدود ہے